

ترجمہ
مستند
در مختار
المؤلف مکتبہ

تذکرہ
شہداء
الامم
والاوطان

جلد چہارم

سید امجد علی شاکر
مکتبہ
الکتاب منزل
پاکستان ہول کراچی

باسمِ تعالیٰ

فَاسْتَأْذِنُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

اہلِ علم و دانش سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں

الحمد للہ المنہ مسلک امام اعظم ابو حنیفہ اور فتاویٰ حنفیہ پر مشتمل

اردو ترجمہ

دلائل الخشاک

الموسوم بہ

غایۃ الاوطار

جلد چہارم

مترجمہ مولانا خرم علی و مولانا محمد حسن صدیقی نانوتوی رحمہما اللہ تعالیٰ

دراختار اور اس کی مبسوط شرح فتاویٰ شامی یعنی رد المحتار کا مکمل اردو ترجمہ علماء کی

ضروری تشریحات و توضیحات پر مشتمل خزانہ اور علماء کرام، مفتیانِ عظام اور خواصِ مسوع کیلئے

ایک قیمتی سرمایہ

☆

— نامشہ —

سید ایچ ایم کمپنی ادب منڈل کراچی
پاکستان چوک

نام کتاب _____ غَايَةُ الْاَوْطَانِ

جلد _____ چہارم

مترجم _____ مَوْلَانَا خَيْرُ مَعْلُوْمٌ وَمَوْلَانَا اَحْسَنُ اَبْدَالِي

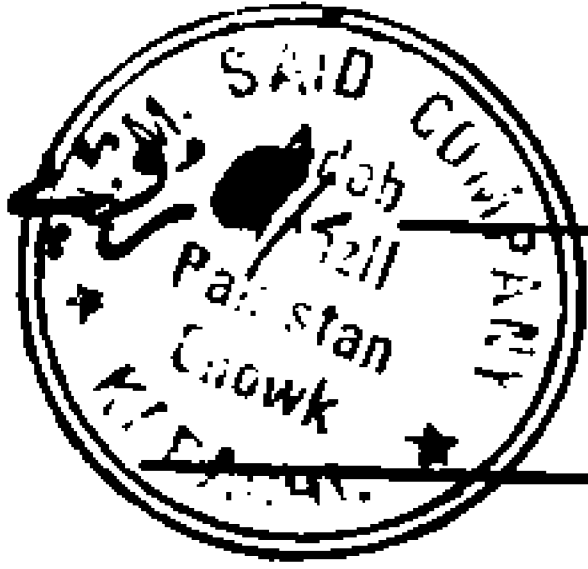
طابع _____ حَاجِي مُحَمَّد زَكِي تَحْفِي عَنْهُ

مطبع _____ ايجو کیشنل پریس کراچی

ضخامت _____ ۵۸۲ صفحات

تعداد _____ چھ سو

سنہ طباعت _____ ۱۳۹۹ھ



قیمت _____

ناشر _____

ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی

ادبے منزل۔ پاکستان سے چوک
کراچی

فہرست در مختار اردو جلد چہارم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۶	بطریق ہدیہ یا میراث بر سید حلال است	۵	کتاب الاجارۃ
۸۰	کتاب الولاء	۹	ف۔ تفصیل احکام استيفاء منفعت متاجرہ
۸۳	فصل فی ولایہ الموالات	۱۲	ف۔ عادت معتبر است در محلے کہ نص نباشد
۸۶	کتاب الاکراه	۲۰	باب۔ ما یجوز من الاجارۃ وما یکون خللاً فیہا {
۹۷	کتاب الحجر		ای فی الاجارۃ
۱۰۲	کتاب المآذون	۳۲	باب الاجارۃ الفاسدۃ
۱۲۶	کتاب الغصب۔ فصل	۳۶	حدیث۔ دخول حمام جھنہ موضوع است
۱۳۵	کتاب الشفعة		حدیث۔ ما راہ المؤمنون حسنا موقوف حسن است
۱۳۹	باب طلب الشفعة		نہ مشند
۱۴۶	باب تثبت ہی فیہ اولاً تثبت	۳۸	ف۔ اجرت جنحی حیوانات حرام است
۱۴۸	باب ما یبطلہا		ف۔ مال معنیان، نوحہ گران و مزا میر لو ازاں حرام است
۱۵۷	کتاب القسمۃ	۴۲	باب ضمان الاجیر
۱۷۱	کتاب المزارعة	۵۱	باب فسخ الاجارۃ
۱۷۸	کتاب المساقاة	۵۷	مسائل شتی
۱۸۳	کتاب الذبائح		ف۔ جواز کرایہ با وجود عدم تعین جانور و بار بربب تعال {
۲۱۳	کتاب الحظر والاباحۃ	۵۹	در جوع بہ تعارف
۲۲۳	فصل فی اللبس		ف۔ قاضی را اخذ اجرت بر تحریر دستاویز با مقدمہ اجرت دیگران
۲۳۰	فصل فی النظر والمس	۶۱	جائز است لیکن نگر فتن افضل است ۱۲
۲۳۵	باب الاستبراء وغیرہ	۶۵	کتاب المکاتب
۲۴۵	فصل فی البیع	۶۸	باب ما یجوز للمکاتب ان یفعلہ
۲۴۶	احکام مسجد	۷۳	باب کتابتہ العبد المشترک
۲۶۲	ف۔ اقسام علم	۷۴	باب موت المکاتب و عجزہ و موت مولاه
۲۶۳	ف۔ پانچ شخصوں کی غیبت مباح ہے		تبدل ملک علت غلت مال ست پس اگر غنی یا باشمی را مال زکوٰۃ از فقر

۴۲۵	فصل فی الجنایۃ علی العبد	۲۶۵	ف - فضائل صلہ رحم
۴۲۷	فصل فی غضب القن وغیرہ	۲۶۷	ف - خط کے سلام کو پڑھ کر جواب دینا واجب ہے
۴۳۰	باب القسامۃ	۲۷۰	ف - زیارت قبور
۴۳۱	کتاب المعاکل	۲۷۳	ف - وسمہ کا خضاب مکروہ نہیں
۴۳۶	کتاب الوصایا	۲۷۶	ف - وصیت کا طریق
۴۵۹	باب الوصیۃ ثلث المال	۲۸۰	کتاب احیاء الموات
۴۶۶	باب العتق فی المرض	۲۹۰	کتاب الاشربۃ
۴۷۱	باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم	۳۰۰	کتاب الصيد
۴۷۴	باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی والثرۃ	۳۱۲	کتاب الرهن
۴۷۸	فصل فی وصایا الذمی وغیرہ	۳۱۹	باب ما یجوز ارتہانہ وما لا یجوز
۴۸۰	باب الوصی	۳۲۸	باب الرهن یوضع علی ید عدل
۴۸۸	فصل فی شہادۃ الاوصیاء	۳۳۲	باب التصرف فی الرهن
۴۹۵	کتاب الخنثی	۳۴۷	کتاب الجنایات
۴۹۹	مسائل شتی	۳۶۷	باب القود فیما دون النفس
۵۲۱	کتاب الفرائض	۳۷۷	فصل فی الفعلین
۵۳۶	فصل فی العصبیات	۳۸۲	باب الشہادۃ فی القتل
۵۴۹	باب العول	۳۸۸	کتاب الدیات
۵۵۶	باب توریش ذوی الارحام	۳۸۹	ف قاعدہ کلیہ دیت اعضاء
۵۶۰	فصل فی الغرق والحرق وغیرہم	۳۹۳	فصل فی الشجاج
۵۶۳	میراث حمل	۳۹۹	فصل فی الجنین
۵۶۳	فصل فی المتاسخات	۴۰۳	باب ما یحدثہ الرجل فی الطريق وغیرہ
۵۶۶	باب الخارج	۴۰۹	فصل فی الحائض المائل
۵۶۹	قواعد تصحیح مسائل	۴۱۴	باب جنایۃ البہیمۃ والجنایۃ علیہا
	فرائض	۴۲۱	باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

تمت بالخیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الاجارۃ

یہ کتاب ہے اجارہ کے احکام میں مترجم کتاب ہے اہل ہند اجارہ کو ٹھیکہ اور نوکری اور مزدوری اور کرایہ بولتے ہیں قدم السبہ لکھنا تملیک عین و تملیک منفعۃ مصنف نے سب کو مقدم کیا اجارہ پر اس واسطے کہ سب عبارت ہے تملیک عین سے اور اجارہ عبارت ہے تملیک منفعۃ سے بلاتملیک عین یعنی اور ایمان وجود میں مقدم ہیں منافع پر لہذا تملیک عین کی تقدیم تملیک منافع سے ذکر میں مناسب ہوئی ہی لفظ اسم الاجارۃ وہی مایستحق علی عمل الخیر ولذا یدعی بہ لیس قال اعظم اللہ اجرک اجارہ لغت میں اسم ہے اجرت کا اور اجرت وہ جو نیک کام پر مستحق ہو لہذا بلفظ اجر دعا کی جاتی ہے یوں دعا ہے میں کہ خدا تجھ کو اجر عظیم دے ہم اجرت لغت میں کرایہ ہے مزدور کا اور اجر اور اجارہ کام کی جز ہے خواہ کام نیک ہو یا بد قال فی القاموس الاجر الجبر اور علی العمل کالاجارۃ والاجرۃ الکراۃ مطلقاً لیس لکما شارح کی عبارت میں غلط ہے چنانچہ عینی کی شرح کنز اس پر دلالت کرتی ہے انتہی یعنی عینی نے اجرت کی تفسیر کراہ اور اجر کی تفسیر مایستحق علی عمل الخیر کی ہے و شرعاً تملیک نفع مقصود من عین بعوض حتی لو استاجر شیئاً با او ادائی لیتحمل بہا او واجب لیس بہا بین یدہ او دار لیسکننا او عبد او دراهم او غیر ذلک لا یتحمل بل لیسطن الناس انہ لا جارۃ فاسدۃ فی الكل ولا اجر لہ لانہا منفعۃ غیر مقصودۃ من العین بزازنیۃ ویسجدی اور اصطلاح شرع میں اجارہ عبارت ہے اس منفعۃ کی تملیک بعوض سے جو مقصود ہو عین سے تو اگر کپڑے یا برتن کرایہ لے تاکہ ان سے کھل اور آرائش حاصل کرے یا گھوڑا مثلاً کرایہ لے تاکہ اپنے آگے کوئل چلاوے یا گھر کرایہ لے اس واسطے کہ اس میں سکونت کرے یا غلام درہم یا سوائے اس کے اور چیز کرایہ لے اس واسطے کہ استعمال میں نہ لاوے بلکہ تاگمان کریں آدمی کو وہ چیز اسی کی ملک ہے تو سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہے اور اشارہ مذکورہ کے مالک کو اجر نہ ملے گا اس واسطے کہ تحمل اور گمان ملک منفعۃ غیر مقصود ہے عین سے کذا فی البرزانیۃ اور اس کا ذکر آگے آوے کام نفع کی قید سے بیع اور مہجہ خارج ہو گئی اور یہ تعریف اجارہ صحیحہ اور فاسدہ دونوں کو شامل ہے اس واسطے کہ نفع اور عوض میں معلوم اور عین ہونے کی قید نہیں لگائی اشارہ مذکورہ کے اجارہ میں اجرت ثابت نہ ہوگی اگرچہ تحمل وغیرہ نفع غیر مقصود میں استعمال کرے اور یہ جو فقہاء کا قول ہے کہ اجارہ فاسدہ میں انتفاع سے اجرت واجب ہوتی ہے تو اس صورت پر محمول ہے جب کہ نفع مقصود میں استعمال ہوئی ہو وکل ما صلح مثلاً اکی بدلا فی البیع صلح اجرة لانما تم المنفعة اور جو چیز میں بیع میں بدل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے وہ اجرت اور مزدوری ہونے کی بھی لیس قال المحمادی تمل عینی فی شرح الكنز الاجرة اسم وہی مایعطی من کراہہ حیر والاجر مایستحق علی عمل الخیر ولذا یدعی بہ لیس قال اعظم اللہ اجرک انتہی ۱۲ منہ

کا اجارہ جائز ہے اگرچہ موجب اور مستاجر اُس مدت تک زندہ نہ رہیں یہی قول خصاف کا مختار ہے اور بعضوں نے کہا کہ مدت طویلہ بمنزلہ تابید کے ہے اور تابید مطلق اجارہ ہے یہ قول ہے ابو عامر عامری کا کذا فی الطحاوی ولطم تزد فی الاوقاف علی ثلاث سنین فی الضیاع وعلی سنتہ فی غیرہا کما مر فی بابہ اور وقف کی چیزوں میں تین برس کی مدت سے زیادہ جائز نہ ہوگی اراضی میں اور ایک برس سے زیادہ جائز نہیں غیر اراضی میں چنانچہ گھر اور دکان میں جس طرح باب الوقف میں اس کا بیان گذر گیا والحیلۃ ان یعقد عقوداً متفرقۃ کل عقد سنتہ یکذا فیہزم العقد الاول لانہ ناجز لالباقی لانہ مضایف فلامتولی نسخہ خانینہ اور اگر متولی وقف اجارہ طویلہ کا محتاج ہو تو اجارہ طویلہ کا یہ حیلہ ہے کہ اجارہ کے چند عقود مختلف منعقد کرے ہر عقد ایک برس کی ہو بعض معین تو پہلا عقد لازم ہوگا اس واسطے کہ وقت حاضر کا عقد ہے بلا اضافت اور باقی عقود لازم نہ ہوں گے کہ وہ مضایف بزمان مستقبل ہیں تو متولی کو اُس کا نسخہ کر ڈالنا جائز ہے کذا فی الخانیۃ و فیما لو شرط الواقف مدۃ یتبعھا الا اذا كانت اجارۃ اکثر نفعاً فیوجز علی القاضی لامتولی لان ولایت عامۃ اور خانیہ میں ہے کہ اگر وقف کا کرنے والا اجارہ وقف کی مدت شرط کرے تو اُس شرط کی پیردی لازم ہے مگر جب کہ اس کے اجارہ میں نفع کثیر ہو تو قاضی اس کو اجارہ دے نہ متولی اس واسطے کہ قاضی کی ولایت عام ہے یعنی قاضی کا حکم مستحقین وقف اور میت سب پر نافذ ہے قلت قد منافی الوقف ان الفتویٰ علی البطلان الاجارۃ الطویلۃ ولو بعقد ودیجی تنافیر راجع ولیمحفظ میں کتا ہوں اور ہم مقدم بیان کر چکے ہیں کتاب الوقف میں کہ البطلان اجارہ طویلہ پر فتویٰ ہے اگرچہ بعقد وجدگانہ ہو اور اس کا ذکر متن میں عنقریب آوے گا تو اُس کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اس کو یاد رکھنا چاہیے فلو اجرا ہا لامتولی اکثر لم یصح الاجارۃ اور اگر اوقاف کو متولی نے تین برس سے زیادہ اجارہ دیا تو اجارہ صحیح نہ ہوگا و تنفسخ فی کل المدۃ لان العقد اذا فسدت بعضہ فسدت کلہ قادی قادی الہدایۃ ورجو المصنف علی مافی النفع الوسائل اور عقد اجارہ طویلہ فسخ ہوگا کل مدت میں یعنی نہ تین سال میں صحیح ہوگا نہ زیادہ میں اس واسطے کہ عقد واحد جب بعض میں فاسد ہو تو کل میں فاسد ہوگا کذا فی الطحاوی قادی الہدایۃ اور مصنف نے اپنی شرح میں فساد کی کو ترجیح دی ہے النفع الوسائل کے قول پر ہم النفع الوسائل میں مذکور ہے کہ اجارہ طویلہ اگر اراضی میں ہے تو تین برس میں صحیح ہوگا اور باقی میں غیر صحیح اور اگر گھر یا دکان میں ہے تو ایک برس میں صحیح ہوگا اور باقی میں باطل و فساد واقع کثیرا من اذکر م الوقف او لتیم مساقاۃ فیستاجر ارضہ الخالیۃ من الاشجار بمبلغ کثیر و یساقی علی اشجارہ لسم من الف ستم اور مصنف نے اپنی شرح میں اُس امر کے فساد کا افادہ کیا ہے جو اکثر واقع ہوتا ہے انگوروں کی وقف لینے سے یا تیم کے باغ لینے سے بطور مساقات کے پھر شخص مساقی اجارہ لیتا ہے اُس باغ کی زمین کو جو خالی ہے اشجار سے بعض مبلغ کثیر اور معاملہ مساقات کا کرتا ہے وقف یا تیم کے اشجار پر مقابلہ ایک سم کے ہزار سم سے ہم لینے ایک سم یا تیم یا وقف کے واسطے مقرر کرتا ہے اور باقی اپنے واسطے مساقی معین کرتا ہے کذا فی الطحاوی و فیما لو شرط الواقف لانی المساقاۃ تو خط یعنی فساد کا نصیب ظاہر ہے اجارہ میں نہ مساقات میں لینے فساد اجارہ کا طول مدت سے تو خود ظاہر ہے لیکن مساقات کا فساد ظاہر نہیں اس واسطے کہ مساقات عبارت ہے درختوں کے سینچنے اور گورنے سے بعض بعض شرمین خواہ بعض قلیل ہوں یا کثیر مفادہ فساد المساقاۃ بالادلے لان کلامنا عقد جدید تو مفادہ اُس کا لینے منع انفار مصنف کی شرح کا مستفاد بطریق اولیٰ فساد ہے مساقات کا اس واسطے کہ ہر ایک اُن دونوں میں سے لینے ہر ایک اجارہ اور مساقات سے عقد جدید یعنی عقد مستقل ہے ہم منع انفار میں خانیہ سے مذکور ہے کہ جب وصی ارض یتیم کا یا متولی ارض وقف کا اجارہ طویلہ کرے تین برس کا تو جائز نہیں اس واسطے کہ اجارہ طویلہ کی رسم یہ ہے کہ پہلے برسوں کے مقابلہ میں تھوڑا مال ہوتا ہے اور پچھلے سال کے مقابلہ میں اکثر مال ہوتا ہے پھر جب پہلے برسوں کا اجارہ اہرت مثل سے کمتر ہو تو صحیح نہ ہوگا انتہی وجہ ادویت کی یہ ہے کہ عقد مذکور یتیم اور وقف کے واسطے خیر اور شرف دونوں ہے اور باوجود اس کے فاسد ہے تو جو عقد سر اسر اور بالکل شرم چنانچہ مساقات مذکورہ تو اُس کا فاسد ہونا بطریق اولیٰ ہے ضمیر مفادہ کی اُس کی طرف راجع ہے

جو اس کے کلام سے مستفاد نہیں کذا فی الخطاوی قلت وقید واسرۃ الفساد فی باب البیع الفاسد بالفساد القوی الجمع علیہ فی سری الجمع بین حرد
عبد بخلاف الضعیف المختلف فیقتصر علی محله ولا یستداه جمع بین عبد وید برقتہ بر میں کتا ہوں اور بیع فاسد کے باب میں فقہانے سرایت فساد
کو مقید لفساد قوی متفق علیہ کیا ہے تو کل عقد میں فساد پھیلے گا جیسے جمع کرنا آزاد اور غلام کا عقد واحد میں بخلاف فساد ضعیف مختلف فیہ کے کہ وہ
تو اپنی جگہ پر ٹھہرا رہے گا اور وہاں سے تجاوز نہ کرے گا جیسے جمع کرنا غلام اور مدبہ کا عقد واحد میں تو اس کو تال کریم یہ شارح نے النفع الوسائل
کی تائید شرع کی اور امر بالتدبر سے اشارہ کیا کہ طول اجارہ وقف مفسد ضعیف ہے تو زیادت پر ٹھہرا رہے گا اور اس تک نہ پھیلے گا کذا فی الخطاوی
وجعلہ ایضاً من الفساد الطاری متنبہ اور یہ بھی ہے کہ نفعیوں نے طول اجارہ کو فساد طاری قرار دیا ہے تو آگاہ رہم یہ دوسری تائید ہے یعنی جب
کہ یہ فساد طاری ہو تو کل عقد میں ساری نہ ہوگا خطاوی نے کہا کہ اس کے طاری ہونے میں تال ہے یعنی اس واسطے کہ صلب عقد میں دخل ہے
اور طاری وہ ہے جو بعد عقد کے لاحق ہو دین حوادث الروم وی زید باع ضیعة من ترکتہ لدین علی انہا ملک ثم طہران بعضہا وقف مسجد علی بیع البیع
فی الباقی اجاب فریق بنعم و فریق بلا والی بعضہم رسالۃ ملخصاً ترجیح الاول قتال اور ملک روم کے حوادث سے یہ مسئلہ مسئلہ ہے کہ زید کے وی
نے اس کے متروکہ سے قطعہ زمین کا بیچا ادائے دین کے واسطے اس شرط پر کہ وہ قطعہ زید کی ملک ہے پھر ظاہر ہوا کہ بعض قطعہ مسجد پر وقف ہے کیا
باقی زمین میں بیع صحیح ہوگی یا نہیں علماء کے ایک فریق نے جواب دیا کہ ہاں باقی زمین یعنی غیر موقوف میں بیع صحیح ہے اور دوسرے فریق نے
جواب دیا کہ نہیں باقی میں بھی صحیح نہ ہوگی اور بعض علماء نے اس میں رسالہ لکھا خلاصہ مضمون رسالہ جواب اول کی ترجیح ہے تو اس کو تال کریم شارح نے
امر بالتال سے النفع الوسائل کی تقویت کی طرف اشارہ کیا جموی نے کہا ایسا نہیں ہوتا کہ عقد واحد میں بعض تو صحیح ہو اور بعض فاسد اور فتاوی
عالمگیری اس پر دلالت کرتا ہے کہ عقد جب ایک ہو تو فساد مقتدی ہو جاتا ہے کذا فی الخطاوی و فی جوابہ الفتاوی اجریضیۃ و قفائل سنین و کتب فی
الصک انہ اجر ثلثین عقداً کل عقد عقبی الآخر لا تصح الاجارۃ و ہذا صحیح و علیہ الفتوی صیانۃ للاوقاف ثم قال ووقفی قاضی بصحیحہما تجوز ویرفع الخلاف
اشتی اور جوابہ الفتاوی میں ہے کہ وقف کی زمین تین سال کو اجارہ دی اور دستاویز میں لکھا کہ اس نے تیس عقد کا اجارہ دیا ہر عقد دوسرے
عقد کے بعد یعنی عقود مذکورہ سے ہر عقد تین برس کی تو اجارہ مذکور صحیح نہ ہوگا اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اوقاف کی حفاظت کے واسطے
یعنی تاکہ اتنی مدت کے تصرف سے مستاجر وقف کی ملکیت کا دعویٰ نہ کرے پھر جوابہ الفتاوی کے مصنف نے کہا اور اگر قاضی اجارہ مذکور کی صحت کا
حکم دے تو جائز ہوگا اور خلاف دور ہو جائے گا انتہی ہم رفع خلاف اس وقت ہوگا جب کہ قاضی حادثہ شرعیہ میں حکم کرے اس طرح پر کہ دوسری
ہوں ایک صحت کا مدعی اور دوسرا بطلان کا مدعی تب قاضی صحت کا حکم کرے کذا فی الخطاوی قلت وسمی ان المتولی والوصی لواجب بدون اجر مثل
یلزم المستاجر تمام اجر مثل وانہ یعمل بالنفع للوقف میں کتا ہوں اور آگے آوے گا کہ متولی اور وصی اگر اجارہ دیں کتر اجرت مثل سے تو مستاجر پر
پورا اجر مثل لازم ہوگا اور یہ کہ اس پر عمل ہوگا جو زیادہ تر نافع ہے وقف کے واسطے و فی صلح الخانیۃ متی فسد العقد فی بعض مفسد مقارن یفسد فی کل
اور صلح خانیہ میں ہے کہ جب عقد بعض میں فاسد ہو بسبب اس مفسد کے جو مقارن ہے عقد سے تو تمام عقد فاسد ہوگا مفسد اپنی شرح میں اس قول
کو لایا ہے قاری ہدایہ کے فتوے کی تقویت کے واسطے و یعلم النفع ایضاً ببيان العمل کا یصاغة و ابیغ والیخا طہ بما یرفع الجمالۃ اللہ
بیان عمل سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ زرگری اور رنگ سازی اور دوخت اس طرح کا بیان جو جہالت کو دور کر ڈالے عمل زرگری میں
ایسا بیان مفصل چاہیے کہ رافع نزاع ہو اور رنگ میں کپڑے کا بیان اور جنس رنگ کہ سرخ یا زرد یا سبز اور یہ کہ ہلکا رنگ ہو یا گہرا ضرور ہے
اور دوخت میں جنس خیاطت اور کپڑے کا بیان لازم ہے اور شوب میں کپڑے کا معین ہونا ضرور ہے ولہذا محیط میں ہے کہ اگر بن دیکھے دس

کپڑوں کے شوب کا اجارہ کرے تو اجارہ فاسد ہے اگر پکڑے کی جنس کا بیان ہو چکا ہو اس واسطے کہ کپڑا غلط اور رقت میں مختلف ہوتا ہے
 انتی فی شرط فی استجار الدابة للركوب بیان الوقت او الموضع فلو خلا عنهما فنی فاسدة بزایہ تو سواری کے واسطے جانور کے کرایہ لینے میں بیان وقت
 یا مکان رکوب شرط ہے تو اگر اجارہ دونوں کے بیان سے خالی ہوگا تو فاسد ہوگا کذا فی البرزخ یعنی اس واسطے کہ بیان مذکور رافع جہالت نہیں و علم
 لایضا بالاشارة لنقل هذه الطعامة الى كذا اور اشارہ کرنے سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ لے جانا اس طعام کا فلاں مکان تک
 ہر چند منفعت مشار الیہ نہیں ہے لیکن اشارہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فعل مخصوص مراد ہے کذا فی الدرر و اعلم ان الاجر لا یزیم بالعقد ولا
 یجب لتسليمه بل بتجیدہ او شرط فی الاجارۃ المنجزة اور معلوم کر کہ اجرا اور مزدوری لازم نہیں عقد سے تو واجب نہیں اس کی تسلیم یعنی اس کا ادا
 کرنا عقد سے بلکہ مستاجر کی تعجیل سے یا اجارہ حاضرہ میں تعجیل کے مشروط ہونے سے لازم تسلیم ہوتی ہے مگر اور جب کہ مستاجر نے اول مزدوری
 ادا کر دی تو اب اس کو نہیں پھیرے سکتا کذا فی الطحاوی عن العتابة اما المضافه فلا تملك فیما الاجرة بشرط التعجيل اجماعاً اور اجارہ مضافہ یعنی
 وقت غیر موجود کے اجارہ میں اجرت ملوک نہیں ہوتی تعجیل اجرت کی شرط کرنے سے بالاتفاق وقیل تعجیل عقودانی کل الاحکام فیفتی بروایۃ تملک
 بشرط التعجيل للحاجة شرح وہبانیہ للشر بنلابی اور بعضوں نے کہا کہ اجارہ مضافہ جمیع احکام میں عقود ٹھہرایا جائے پھر اجرت کے مالک ہونے کا
 فتویٰ دیا جائے بشرط التعجيل سے بسبب حاجت کے کذا فی شرح وہبانیہ للشر بنلابی م شارح سے یہاں اختصار مغل واقع ہوا بل تفصیل مطلب
 ظاہر نہ ہوگا اجارہ مذکورہ بخار میں متعارف ہے صورت اس کی یہ ہے کہ گھریا زمین کا اجارہ کرتے ہیں متواتر تیس برس کا لیکن تین دن ہر سال
 سے نکال دلتے ہیں اجارہ سے تا اتصال سنوات باقی نہ رہی اور سال کی اجرت قلیل مقرر کرتے ہیں اور پچھلے سال کی اجرت کثیر معین کرتے ہیں
 علماء اس کے جواز اور عدم جواز میں مختلف ہیں بعض مجوزین اس اجارہ کو عقود مختلفہ قرار دیتے ہیں اور بعض ایک ہی عقد اعتبار کرتے ہیں اس
 واسطے کہ اگر عقود اعتبار کیجئے تو سوائے عقد اول کے باقی عقود مضاف ٹھہریں اور اجارہ مضافہ میں اجرت ملوک نہیں ہوتی نہ تعجیل سے نہ بشرط تعجیل سے
 اور غرض اس اجارہ سے تملک اجرت ہے صدر الاسلام شہید نے کہا میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ در حق سائر احکام عقود معتبر کیجئے اور در حق ملک اجرت
 تعجیل یا بشرط تعجیل سے ایک ہی عقد اعتبار کیجئے انتی تو موضوع کلام شارح کا یہ سئلہ ہے اور اگر یوں کہے کہ میں نے اپنا گھر تجھ کو اجارہ دیا کل اتنی اجرت
 پر تو مقدم مذکور ہو چکا کہ اس میں بشرط تعجیل ہل ہے اور بالفعل اس پر اجرت لازم نہ ہوگی چنانچہ زلعی نے بیان کیلئے ہے ولذا علی نے کہا کہ اس
 تحریر سے کچھ کو معلوم ہوگا کہ شارح کا کلام شربنلابی کے مانند محمرا اور منفع نہیں ہے اور اگر شارح یوں کہتا وقیل تعجیل عقدا واحدا فیفتی بروایۃ تملک
 بشرط التعجيل ای علی ہذا القول تو بہتر اور واضح تر ہوتا کذا فی الطحاوی او الاستیفاء للمنفعة یا اجرت لازم ہوتی ہے منفعت کے حاصل کیلئے سے
 او ممکنہ منہ الانی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ یا اجرت لازم ہوتی ہے استیفاء منفعت پر قادر ہونے سے مگر ان تین صورتوں میں باوجود قدرت لانا
 نہیں ہوتی جو اشباہ میں مذکور ہیں مگر جب موجب مستاجر کو اجارہ کی چیز اپنے اسباب سے خالی کر کے دے اور اس کی طرف سے یا حاکم یا غاصب کی
 طرف سے کوئی مانع نہ ہو تو مستاجر قادر ٹھہرے گا اور اس وقت میں اگر مستاجر استیفاء منفعت کو ترک کرے گا تو یہ تعجیل لزوم اجرت کی مانع نہ ہوگی
 تو اگر موجب کی طرف سے تسلیم نہ واقع ہوئی یا وہ چیز اس کے اسعاف سے فارغ نہیں یا فارغ تسلیم کی مدت کے غیر میں یا مدت میں تسلیم کی لیکن
 اس کو غیر محل اجارہ میں جس کر رکھا یا اس کو محل اجارہ میں رکھا اور اس میں کوئی عذر ہے مانع یا موجب کی طرف سے کوئی عذر نہیں لیکن حاکم یا غاصب
 نے اس کو روک رکھا یا کہ اجارہ فاسد تھا تو اجرت ان صورتوں میں لازم نہیں کذا فی المحموی اشباہ کی مستثنی صورتوں میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ

ف تفصیل احکام استیفاء منفعت مستاجرہ ۱۲

قدرت علی الاستیفا اجارہ فاسدہ میں ہو دوسری صورت یہ کہ جب جانور خارج شہر کی سواری کے واسطے کرایہ لیا پھر اس کو اپنے پاس باندھ رکھا اور اس پر سوار نہ ہوا تیسری صورت یہ کہ کپڑا کرایہ لیا ہر روز کی ایک دانگ اجرت معین کر کے پھر اس کو چند سال رکھ چھوڑا بدول پہننے کے تو اجرت لازم نہ ہوگی اس مدت کے بعد کہ اگر اس کو سینا تو کپڑا پھٹ جاتا یعنی وہاں تک اجرت مذکورہ ہر روز لازم ہوگی کہ اگر اس کو پہنے جاتا تو کپڑا دھپٹتا پھر اس مدت کے بعد اجرت نہ لازم ہوگی کذا فی الطحاوی تم فرغ علی ہذا بقولہ فحجب الاجر لدار قبضت ولم تسکن لوجود التمكن من الانتفاع پھر مصنف نے اس پر یعنی قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی تو اجرت واجب ہوگی اس گھر کی جو مقبوض ہو اور ہنوز اس میں مستاجر نہیں رہا واجب ہونا اجرت کا بسبب پائے جانے قدرت انتفاع کے ہے و ہذا اذا كانت الاجارۃ صحیحۃ و اما فی الفاسدۃ فلا یجب الاجر الا بحقیقۃ الانتفاع کما بسط فی العاویۃ اور یہ یعنی وجوب اجرت بقدرت انتفاع اس وقت ہے جب کہ صحیح اجارہ ہو اور اجارہ فاسدہ میں تو اجرت واجب نہیں ہوتی مگر حقیقت انتفاع فقط قدرت سے چنانچہ اس کو عماریہ میں شرح بیان کیا ہے و ظاہر مافی الاسعاف اخراج الوقف فحجب اجرتہ فی الفاسدۃ بالتکلیف کذا فی الاشباہ اور ظاہر قول اسعاف کا نکال ڈالنا ہے وقف کا تو وقف کی اجرت فاسد اجارہ میں واجب ہوگی قدرت انتفاع سے کذا فی الاشباہ م خلاصہ عبارت اسعاف یہ ہے کہ وقف کے اجارہ فاسدہ میں اگر زراعت اور سکونت نہ ہو تو اجرت لازم نہیں متقدمین کے قول پر انتہی تو صاحب اشباہ سمجھا کہ بقول متاخرین اجرت لازم ہے حالانکہ متاخرین کا خلاف اس میں نظر نہیں آیا اور اجناس میں خود مصرح ہے کہ وقف کی اجرت اجارہ فاسدہ میں لازم نہیں ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے انتہی اور یہ نص مصرح ہے عدم وجوب میں پھر جب وقف کا حکم معلوم ہوا تو مال یتیم وغیرہ کا بھی حکم معلوم ہو گیا جس میں شارح اپنا تردد بیان کرے گا کذا فی الطحاوی لمخصا قلت و مل مال الیتیم و لملہ للاستغلال و المستاجر فی بیع الوفاء علی ما فتی بہ علماء الروم کذلک محل تردد فلیرجع میں کہتا ہوں اور کیا یتیم کا مال اور جو چیز کرایہ وغیرہ کے واسطے مہیا ہے اور بیع الوفاء کے اجارہ والی چیز بموجب فتوایں علماء روم بھی اسی طرح وقف کے مانند ہے تردد کا مقام ہے تو مسائل مذکورہ کا حکم تلاش کرنا چاہیے کچھ تردد کا مقام نہیں چنانچہ ہم مذکور کر چکے اس واسطے کہ اگر اجارہ صحیح ہے تو قدرت انتفاع اس میں کافی ہے اور اگر اجارہ فاسد ہے تو اس کے حکم میں کچھ تغیر نہیں نتیجاً بیع الوفاء کی یہ صورت ہے کہ بیع الوفاء کے بائع نے اجارہ لیا مشتری سے اس چیز کا جو بطریق بیع الوفاء کے بھی اور یہ اجارہ بعد قبض مشتری کے واقع ہوا تو مدت اجارہ میں اجارہ صحیح ہے پھر اگر مدت اجارہ گزر گئی اور وہ چیز اس کے ہاتھ میں باقی رہی تو عمارت روم نے لزوم اجرت مثل کا فتویٰ دیا اور اس کا نام بیع الاستغلال رکھا اس میں یہ خلل ہے کہ بعد انقضائے مدت اجارہ مالا اجارہ نہیں کذا فی الطحاوی و بقولہ و لیسقط الاجر بالغصب ای باللیلۃ بین المستاجر و المین لان حقیقۃ الغصب لا تجری فی العقار اور مصنف نے قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی اور ساقط ہوتی ہے اجرت غصب سے یعنی مستاجر اور اجارہ والی چیز کے درمیان حائل ہونے سے اس واسطے کہ حقیقت غصب کی جاری نہیں ہوتی زمین میں یعنی جب کوئی شخص حائل ہوا تو قدرت انتفاع نہ پائی گئی لہذا اجرت مستاجر سے ساقط ہو گئی و مل تنضیخ بالغصب قال فی البدایہ نعم خلافاً لقاضی خان اور کیا اجارہ منسوخ ہو جاتا ہے غصب سے ہدایہ میں کہا کہ ہاں منسوخ ہو جاتا ہے برخلاف قاضی خاں کے و لو غصب فی بعض المدة فمستاجر اور اگر غصب واقع ہوا بعض مدت اجارہ میں تو بحساب اس کی اجرت ساقط ہوگی الا اذا امکن اخراج الغاصب من الدار مثلاً بشفاعۃ او حمایتۃ اشباہ مگر جب کہ مکان غاصب کا مثلاً گھر سے ممکن ہو سفارش سے یا مددگاروں کی حمایت اور زور سے تو اجرت ساقط نہ ہوگی کذا فی الاشباہ مگر باوجود امکان اخراج مستاجر اس کو نہ خارج کرے گا تو قصور مستاجر کا ہے اجرت اس پر لازم ہوگی اور اگر بدول خرچ مال کے اس کا اخراج ممکن نہ ہو تو قنیر میں ہے کہ اجرت ساقط ہوگی و لو انکر ذلک ای غصب

الموجر و ادعاه المستاجر ولا یزنی لہ بحکم الحال کسنتہ الطاحونۃ اور اگر موجر یعنی اجارہ دینے والا اس غصب کا منکر ہو اور مستاجر یعنی اجارہ لینے والا اس کا مدعی ہو اور مستاجر کے گواہ نہ ہوں تو ظاہر حال حکم کرے گا پین چکی کے مسئلہ کی مانند یعنی اگر مستاجر گھر میں رہتا ہو منازعت کے حال میں تو موجر کا قول مقبول ہے اور اگر اس میں غیر مستاجر رہتا ہو تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اس پر کرایہ نہ ہوگا کذا فی البحر اور اگر پین چکی کے مستاجر اور موجر میں اختلاف واقع ہو بعد القضاء مدت اجارہ کے پانی کے جاری ہونے اور انقطاع میں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا یعنی اگر پانی جاری ہو جھکڑے کے وقت تو موجر کا قول مقبول ہوگا اور نہیں تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الجلبی ولا یقبل قول الساکن لانہ فرد و خیرۃ اور گھر کے رہنے والے کا قول مقبول نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ تنہا شخص ہے کذا فی الذخیرۃ یعنی مسئلہ غصب میں ساکن دار کا قول معتبر نہیں اور اگر گھر میں کوئی ساکن نہیں تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی کذا فی العالمگیر یہ و یقولہ ولا یعتق قریب الموجر لو کان اجرة لانہ لم یملک بالعقد اور عدم لزوم اجرت بالاعتد پر مصنف نے اپنے اس قول سے تفریع کی اور آزاد نہ ہوگا قرابت دار موجر کا اگر قرابت دار اجرت مقرر ہو یا ہو اجارہ میں اس واسطے کہ موجر اس کا مالک نہیں ہو گیا فقط عقد اجارہ سے م صورت اس کی یہ ہے کہ زید کا غلام خالد ہے محمود کا بھائی سوزید نے محمود کی زمین اجارہ لی اور خالد کو اس کی اجرت مقرر کی تو خالد بجز عقد کے آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ فقط عقد سے اجرت لازم نہیں ہوتی یعنی موجر کی ملک نہیں ہو جاتی والمراد من تمكن من الاستیفاء تسلیم المحل الی المستاجر بحیث لا مانع من الارتفاع اور قدرت استیفاء منفعت سے مراد تسلیم محل کی ہے مستاجر کی طرف اس طرح پر کہ کوئی مانع نہ ہو منفعت کے لینے سے فلو سلم العین الموجرة بعد مضی بعض المدة الموجرة فلیس لاحد سوا الا متناع من التسليم والتسلم فی باقی المدة او لم یکن فی مدة الاجارة وقت یرغب فیہا لاجلہ تو اگر موجر نے مستاجر کو اجارہ کی چیز بعد گزرنے بعض مدت اجارہ کے تسلیم کی تو دونوں میں سے کسی کو باقی مدت میں دینے اور لینے سے امتناع جائز نہیں بشرطیکہ اجارہ کی مدت میں ایسا کوئی وقت مخصوص نہ ہو جس کے واسطے اجارہ لینے کی خواہش ہوتی ہو یعنی تمام مدت کیساں ہو تب امتناع دینے اور لینے سے جائز نہیں فان کان فیہا ای فی بعض الموجرة وقت كذلك کبیوت مکہ و منی و حوائتہا من الموسم فانه لا یرغب فیہا بعد الموسم فلو لم یسلم فی الوقت الذی یرغب لاجلہ خیر فی قبض البائی کما فی البیع کذا فی البحر اور اگر اجارہ کی چیزیں ویسا وقت ہو جس کے واسطے اجارہ لینے کی خواہش اور رغبت ہوتی ہو چنانچہ مکہ معظمہ اور منی کے گھر اور دکانیں موسم حج کے زمانے میں اس واسطے کہ بعد موسم حج ان کی خواہش نہیں رہتی تو اگر موجر مستاجر کو اس وقت میں تسلیم نہ کرے جس کی خواہش ہوتی ہے تو مستاجر کو اختیار ہوگا باقی مدت کے قبض میں چاہے لے چاہے نہ لے چنانچہ بیع میں کذا فی البحر یعنی اگر بیوت مکہ معظمہ خریدے قبل موسم حج کے تو تسلیم نہ واقع ہوئی مگر بعد گزرنے موسم کے تو مشتری کو خرید اور عدم خرید میں اختیار ہوگا و لو سلم المفتاح فلم یقدر علی الفتح لضیاعہ ان امكنه الفتح بلا کلفة وجب الاجر والا لا اشتباه اور اگر موجر نے مستاجر کو مکان کی کچی دی سو مستاجر اس کے کھولنے پر قادر نہ ہوا بسبب گم ہو جانے کچی کے تو اگر اس کو کھولنا بلا کلفت اور مشقت ممکن ہو تو کرایہ واجب ہوگا اور نہیں تو جواب نہیں کذا فی الاشباہ اور اگر مالک نے کہا یہ مکان لے اور اس میں رہ مگر اس نے دروازہ کھول نہیں دیا اور مستاجر نے مدت کے بعد کہا میں اس میں نہیں رہا تو اگر مستاجر بلا مؤنت کھولنے پر قادر تھا تو کرایہ لازم ہوگا اور نہیں تو نہیں اور موجر کو یوں حجت کرنا جائز نہیں کہ تو نے کیوں نہ قفل توڑ ڈالا اور کیوں نہ اس میں داخل ہوا کذا فی العالمگیر یہ قلت و کذا الوعبر المستاجر عن الفتح بهذا المفتاح لم یکن تسبیحا لان التختی لم تصح صیرفیہ میں کتا ہوں اور اگر اسی طرح اگر مستاجر عاجز ہو کھولنے سے بواسطہ اس کچی یعنی موجر کی دی ہوئی کچی کے تو تسلیم نہ ہوگی اس واسطے کہ تکلیف نہ صحیح ہو کذا فی الصیرفیہ و لو اختلفا بحکم الحال اور اگر دونوں میں اختلاف پڑا تو ظاہر حال حکم کرے گا یعنی بعد مدت اجارہ اختلاف ہوا اور حالانکہ

کنجی مستاجر کے پاس ہے مستاجر کتاب ہے کہ میں قفل کھولنے پر قادر نہ ہوا اور موجب کتاب ہے کہ تو قادر نہ ہوا اور دونوں کے گواہ نہیں ہیں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا اور شاید کہ ظاہر حال سے مراد یہ ہے کہ مستاجر سے کہا جائے کہ قفل کو کھول تو اگر کھول نہ سکے تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر کھول سکے تو موجب کا قول مقبول ہے کذا فی الخطاوی ولو برہنا بیئۃ الموجب ذیفرۃ اور اگر دونوں گواہ لادیں تو موجب کے گواہ مقبول ہوں گے کذا فی الذخیرۃ وکذا بیع اور اسی طرح بیع کا حکم ہے یہ تشبیہ ہے عجز مستاجر کی ساتھ منخ الغفاریں کہا گھر خرید کیا اور کنجی اس کی لی اور گھر کی طرف نہیں گیا تو اگر کنجی ایسی ہو کہ بلا کلفت کھل سکے تو قابض ٹھہرے گا اور نہیں تو نہیں کذا فی المنع وقیل ان قالہ قبض المفتاح وفتح الباب فتو تسلیم والا لا کم بسط المصنف اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر موجب نے مستاجر سے کہا کہ کنجی لے اور دروازہ کھول تو یہ تسلیم ہے اور اگر کنجی دی اور قول مذکور نہ کیا تو تسلیم نہ ہوگی چنانچہ اس کو مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے وللموجب طلب الاجر للدار والارض کل یوم وللدائۃ کل مرحلۃ اذا اطلقتہ ولو بین تعین اور موجب کو جائز ہے گھر اور زمین کا کرایہ مانگنا ہر روز اور جائز کرایہ ہر منزل میں جب کہ کرایہ مطلق مقرر ہو بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل یا تاخیر کا بیان ہو گیا ہو تو وہی متعین ہوگا شرط کے موافق وللخیاطۃ ونحوها من الصنائع اذا فرغ وسلم فملکہ قبل تسلیم لیسقط الاجر اور سینے اور مانند اس کے اور پیشوں کی مزدوری مانگنا جائز ہے جب کہ اس کام سے فراغت حاصل کرے اور مستاجر کو تسلیم کرے یعنی اس میں مزدوری کا مطالبہ ہر دن نہیں بلکہ کام کر چکنے اور پہنچنے دینے کے بعد ہے تو اس چیز کا تلف ہو جانا قبل تسلیم کے مزدوری کو ساقط کر دیتا ہے مگر کپڑا سینے کو دیا سو درزی نے سیا اور اس کی بلا تعدی مل گیا تو مزدوری ساقط ہوگئی بسبب عدم تسلیم کے اور درزی پر تاوان کپڑے کا لازم نہ ہوگا کیونکہ وہ بلا تعدی میں ہے وکذا کل من عمل اثر اور اسی طرح ہر ایک اس پیشہ ور کا حکم ہے جس کے عمل کا اثر موجود ہو چنانچہ بڑھئی اور لوہار اور معمار اور جولاہا اور سنار کہ ان کے عمل کا اثر ٹکڑی اور لوہے اور مکان اور کپڑے اور زلیور میں موجود رہتا ہے تو مزدوری مانگنا بعد فراغ اور تسلیم کے جائز ہوگا واما اثر کہ کمال لہ الاجر لما فرغ وان لم یسلم بجر اور جس کے عمل کا اثر نہیں ہوتا جیسے محال تو اس کی مزدوری مانگنا بجر دفراغت کے جائز ہے اگرچہ تسلیم نہ وقع ہو مگر بعد فراغت کے تلف ہو جانے سے مزدوری ساقط نہ ہوگی کذا فی البحر وان وصلۃ عمل نے بیت المستاجر و دخت وغیرہ کی مزدوری لازم نہیں بدوں فراغت اور تسلیم کے اگرچہ دخت وغیرہ کا کام مستاجر کے گھر میں کیا ہو مگر مصنف کا یہ قول اس کو مقتضی ہے کہ مستاجر کے گھر میں عمل سے فارغ ہونا تسلیم نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ زیلعی میں یہ ہے کہ خیاطت وغیرہ میں مستاجر کے گھر میں تسلیم محال ہوتی ہے مجر قفل کے اس واسطے کہ وہ مستاجر کے گھر میں ہے اور گھر اس کے قبضے میں ہے تو اس میں تسلیم حقیقی کی حاجت نہیں تو اجرت واجب ہوگی مجر عمل کے انتہی تو بموجب اس کے اگر کپڑا وغیرہ تلف ہوگا بعد فراغت عمل کے قبل تسلیم حقیقی کے تو اجرت واجب ہوگی بسبب تسلیم حکمی کے اور صاحب ہدایہ نے اگرچہ یہ تعلیم مذکور کی ہے لیکن تسلیم بیان نہیں کی ہدایہ میں یوں ہے کہ دھوبی اور درزی کو مطالبہ اجرت کا نہیں تا وقتیکہ عمل سے ان فراغ نہ ہو اس واسطے کہ بعض عمل سے نفع حاصل نہیں تو بعض عمل سے مستوجب اجرت کا نہ ہوگا اور اسی طرح اگر مستاجر کے گھر میں عمل کرے مستوجب اجرت نہ ہوگا قبل فراغ کے کذا فی الخطاوی اور مصدر الشریعۃ میں ہے کہ جب مستاجر کے گھر میں بعض شوب کی دخت کرے پھر اس کی چوری ہو جائے تو بقدر دخت اس کی اجرت ثابت ہے تو یہ دلیل ہے کہ اجرت بقدر عمل واجب ہوتی ہے انتہی دعت میں ہے کہ بموجب ہدایہ اور تجرید کے مستاجر کے گھر میں عمل کرنا قبل از فراغ عمل مستحق اجرت نہیں اور مبسوط اور فوائد ظہیریۃ اور ذخیرہ اور شروح جامع صغیر میں مذکور ہے کہ جب بعض دخت واقع ہو مستاجر کے گھر تو بقدر اس کے حساب کے اجرت واجب ہے تو اگر کپڑا چوری ہو جائے کچھ سینے کے بعد تو اس کے حساب کے موافق استحقاق اجرت کا ہوگا انتہی نعم لوسرق بعد ما خاٹ بعضہ واندم بعد ما بناہ فله الاجر بحسابہ علی المذنب بحد ابن کمال ہاں اگر کپڑا چوری ہو جائے بعد اس کے کہ

سہ قولہ بلکہ بصیغۃ المصدر معتداً وقولہ لیسقط الاجر خبر ۱۲ خطاوی

درزی نے اس کو کچھ سیایا کچھ دیوار گر پڑی بعد بنانے کے تو اس کا اجر ثابت ہوگا اُس کے حساب کے موافق بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البحر والبنان کمال یہ استدراک بلا وجہ ہے اس واسطے کہ اگر خیال متاجر کے گھر میں ہے تو اجرت واجب ہے خواہ سب درخت ہوئی یا بعض بسبب وجود تسلیم اور اگر درزی کے گھر میں ہے تو کل یا بعض کچھ اجرت نہیں بدول تسلیم کے اور دیوار اٹھانا تو نہیں ہوتا مگر متاجر کے پاس بحر الرائق میں ہے کہ مسئلہ بنا خود اصل میں مقصدی ہے کہ بعض عمل سے اجرت اس کی واجب ہوتی ہے بسبب تسلیم کے اور کرخی نے اس کو ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے اور اسی پر یقین کیا ہے غایۃ البیان میں ہدیہ پر رد کر کے تو یہی مذہب ٹھہرا ولہذا مصنف یعنی صاحب کنز نے مستصغی میں اسی کو پسند کیا ہے اگرچہ اس کی عبارت کنز میں مطلق ہے کذا فی الطحاوی ثوب خاطہ الخياط باجر ففتقہ رجل قبل ان يقبضه رب الثوب فلا اجر له بل له نصيب الفائق کپڑے جس کو درزی نے سیما مزدوری پر سوسینوں اُدھیر ڈالی کسی شخص نے مالک کے قبضہ کرنے سے پہلے تو اس کے واسطے مزدوری نہیں بلکہ درزی کو سوسینوں اُدھیرنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہے ولا یجبر علی الاعادة وان کان الخياط هو الفائق فعليه الاعادة کانه لم یعمل بخلاف فتق الاجنبی اور درزی پر اعادہ درخت کا جبر نہ ہوگا اور اگر درزی ہی سوسینوں کا اُدھیرنے والا ہو تو اس پر دوبارہ سینا واجب ہے گویا اس نے نہ سیما بخلاف اجنبی سے یعنی اجنبی شخص کے اُدھیرنے سے درزی پر اعادہ درخت لازم نہیں بل الخياط اجرا تفصیل بلا خطا لا اشباه لكن فی حاشیتہا معزیا للمضمرات المفتی بنعم وقال المصنف منغی ان حکیم العرف انتہی ثم رأیت فی التا تاریخانیہ مغزیا للکبری ان الفتوی علی الاول قتال اور کیا خیا ط کے واسطے کپڑا بیوتنے سے بدول درخت کے مزدوری ہے یا نہیں قول اصح یہ ہے کہ قطع کرنے سے بدول سینے کے مزدوری نہیں کذا فی الاشباہ لیکن اشباہ کے حاشیہ مضمرات سے منقول ہے کہ قول مفتی بد یہ ہے کہ ہاں اجرت ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں لکھا جواب لائق یہ ہے کہ رواج پر حکم ہوا انتہی پھر میں نے تاریخانیہ میں فتاویٰ کبرے سے منقول دیکھا کہ قول اول پر فتویٰ ہے تو تامل کر م صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب کہ کپڑا درزی کو سینے کے واسطے دیا سو اس نے قطع کیا اور مرگیا بدول سینے کے اور اگر فقط کپڑا قطع کرنا مقصود ہو تو بلا شک اجرت واجب ہوگی اس واسطے کہ عمل مقصود ہے تاریخانیہ سے نقل کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ صاحب مضمرات اور صاحب کبریٰ دونوں نے ذکر کیا ہے کہ وجوب اجرت پر فتویٰ ہے اور شارح کی ظاہر عبارت سے نکلتا ہے کہ عدم لزوم پر فتویٰ ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے قتال کذا فی الطحاوی وللخياط طلب الاجر للخبر فی بیت المستاجر بعد اخراجه من التور لان تمامہ بذلک وباجرا ج بعضہ بحساب جوبہ اور ردی پکانے والے کو روٹی کی مزدوری مانگنا جائز ہے متاجر کے گھر میں تنور سے نکالنے کے بعد اس واسطے کہ پختگی کی تمامی اسی طرح نکالنے کے بعد ہے اور بعض روٹیوں کے نکالنے سے اُس کے حساب کے موافق اجرت لازم ہوگی کذا فی الجوهرة فان احترق بعده ای بعدہ اخراجه بغیر فتلہ الاجر لتسليمه بالوضع فی بیتہ ولا نعم لعدم التقدي وقالا لغیر مثل دقیقه ولا اجر وان شاء ضمنه الخبز واعطاه الاجر سو اگر تنور سے نکالنے کے بعد بلا فضل طبخ روٹی جل جائے تو اس کا اجر ثابت ہے بسبب تسلیم کر دینے طبخ کے متاجر کے گھر میں رکھ دینے سے اور جل جانے سے طبخ پر تاوان نہیں بسبب اُس کی بے قصوری کے اور صاحبین نے کہا کہ طبخ تاوان دے اُس کے آٹے کے برابر اور اُس کی مزدوری نہیں اور اگر متاجر چاہے تو طبخ سے بچتے روٹی کا تاوان لے اور اس کو روٹی پکانے کی مزدوری دے ولو احترق قبلہ لا اجر له ولا نعم اتفاقا لتفقیہ درر و بحر اور اگر روٹی جل گئی تنور کے نکالنے سے پہلے تو اُس کی مزدوری نہیں اور وہ تاوان دے روٹی کا باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب اس کی تفقیہ کذا فی الدرر والبحر وان لم یکن الخبز فیہ ای فی بیت المستاجر سو اوکان فی بیت الخبز اولافا حترق او سرق فلا اجر له لعدم تسلیم حقیقۃ ولا ضمان لوسرق لانه فی یدہ امانۃ خلافا لما وہی مسئلۃ الاجیر المشتک جوہرۃ اور اگر متاجر کے گھر میں روٹی نہ ہو خواہ نان پز کے گھر میں ہو یا کہیں در

پھر چل جائے یا چوری ہو جائے تو اس کے واسطے مزدوری نہیں بسبب نہ ہونے تسلیم کے فی الحقیقت اور اس پر تاوان نہیں اگر چوری ہو جائے اس واسطے کہ اس کے پاس امانت ہے بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک تاوان ہے اور یہ مسئلہ ہے اجیر مشترک کا کذا فی جوہر ہم امام کے نزدیک اجیر مشترک کے پاس متاع امانت ہوتی ہے تو ضمان نہیں بخلاف صاحبین اور اجیر مشترک کی تعریف آگے معلوم ہوگی و ان اختراق الخبز و سقط من ید قبل الاخر فغلیہ الضمان ثم المالك بالخيار فان ضمنہ فتمتہ مخبوزا فله الاجر وان ضمنہ فتمتہ و قیقا فلا اجر له للساک قبل التسليم ولا یضمن الخطب والملح اور اگر روٹی چل گئی یا اس کے ہاتھ سے گر پڑی تو رکے نکالنے سے پہلے تو نان پر ضمان ہے پھر مالک کو اختیار ہے کہ اگر اس سے پکی روٹی کا تاوان لے تو اس کی مزدوری ثابت ہے اور اگر آٹے کا تاوان لے تو مزدوری نہیں بسبب ضائع ہونے کے قبل تسلیم کے اور اس پر کٹوری اور نیک کا تاوان نہیں و للطنخ بعد العرف الا اذا کان لابل بیۃ جوہرۃ و الاصل فی ذلک العرف اور دیگر اور بانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے نکالنے کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالوں اور رکابیوں میں باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہو مگر جب کہ بچت مستاجر کے گھر والوں کے واسطے ہونے اہل دعوت کے واسطے تو نکالنا لازم نہیں کذا فی الجوہرۃ اور قاعدہ کلیہ اس میں رواج ہے یعنی اگر یہ رواج ہو کہ نکالنا باورچی کے ذمہ نہ ہوتا ہو تو نکالنے کے بعد مزدوری لازم ہوگی اور نہیں تو فقط پکانے کے بعد زلیعی نے کہا کہ جس محل میں نص نہیں وہاں عادت کا اعتبار ہے فان افسدہ ای الطعام الطباخ او احرقہ او لم یضجہ فموضا من الطعام پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلاد لایا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی طعام کی قیمت کا اس پر تاوان لازم ہوگا و لو دخل بنا لیسخن او لیطنخ بما وقعت منه شرارة فاحرق البیت لم یضمن للاذن ولا یضمن صاحب الدار لو احرق شے من السکان لعدم التقدی جوہرۃ اور اگر مستاجر کے گھر میں باورچی آگ لے گیا روٹی یا بانڈی پکانے کے واسطے اور اس میں سے ایک چنگاری گھر میں پڑی اور گھر جل گیا تو اس پر تاوان نہیں بھمت اذن صاحب خانہ اور صاحب خانہ بھی تاوان نہ دے گا اگر کچھ جل جائے رہنے والوں کا بواسطہ عدم تقصیر کے ہم طحاوی نے کہا یہ مسئلہ مخصوص یا جیر طبخ نہیں بلکہ کرایہ دار اور مستعیر اور مالک خانہ کو بھی شامل ہے و لضرب اللین بعد الاقامۃ و قال لا بعد تشریح اسی جعل بعضہ علی بعض و بقولہما یفتی ابن کمال معزیا للعیون اور کچی اینٹ پاتھنے کی مزدوری کا مطالبہ اینٹ کھڑی کر دینے کے بعد ہے اور صاحبین نے کہا کہ تشریح کے بعد یعنی بعض کو بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اور صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ ہے نقل کیا ہے ابن کمال نے عیون سے و ہذا اذا ضربت بیت المستاجر فلو فی غیر ملک فلا اجر حتی یجید منصوبا عنده و مشرجا عند ہما زلیعی اور یہ اس وقت ہے جب کہ مستاجر کے گھر میں اینٹ پاتھی ہو اور اگر مستاجر کی غیر ملک میں اینٹ پاتھی ہو تو اجرت واجب نہیں جب تک شمار نہ کر دے کھڑی کر کے امام کے نزدیک اور ڈھیر لگا کر کے صاحبین کے نزدیک کذا فی الزلیعی مستصفی میں تسلیم شرط کی ہے نہ شمار اور اشتراط تسلیم ہی بہتر ہے اس واسطے کہ اگر تسلیم ہو بدول شمار کے تو اجرت ثابت ہوگی کذا فی البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے الملبس علی الہبان فالتراب علی المستاجر و اذ قال المحل المنزل علی السحال لاصبہ فی الجوالق او صعودہ للعرفۃ الا بشرط اینٹ پاتھنے کا سانچا اینٹ پاتھنے والے کے ذمہ ہے اور مٹی اینٹ پکانے والے مستاجر پر اور بوجھ کا مکان کے اندر رکھنا بوجھ اٹھانے والے پر نہ اس کا ڈالنا اور بھرنا بوریوں میں یا اس کا چڑھانے جانا چھت پر مگر شرط کر لینے سے وایکان دابۃ للمحل علی المکاری و کذا السحال و الجوالق اور بوجھ لا دینے کے واسطے پالان جانور پر باندھنا مکاری یعنی کرایہ والے پر ہے اور اسی طرح رسیاں اور کونیں مکاری پر ہیں و الجبر علی الکاتب و اشتراط الورق علیہ یفسد باظہیرۃ اور درشتانی لکھنے والے کے ذمہ ہے اور کاغذ شرط کرنا کاتب پر اجارہ کتابت کا مقصد ہے کذا فی الظہیرۃ و من کان لعملہ اثر فی العین کا لصباغ و القصار حبسہا لاجل الاجر ورجس غیر

ف عادت معتبرست در محلہ کہ نص نباشد

کے عمل اور کام کا اثر موجود ہر چیز میں چنانچہ رنگریز اور دھوئی کا تو وہ اس چیز کو روک رکھے اور مستاجر کو نہ دے اپنی مزدوری لینے کے واسطے م
 دھوئی سے وہ دھوئی مراد ہے جو کپڑا دھونے لٹا ستہ وغیرہ کا کلب لگا کر نہ فقط غاسل ثوب وجہ جس سے یہ ہے کہ مقصود علیہ وصف ہے جو محل میں
 ثابت ہے تو حق جس بدل لینے کے واسطے ہوا جیسے بیع میں کذا فی الدرر وہل المراد بالاثربین مملوۃ للعامل کا لٹسار والغرض مجرد ما یباین وری فیہ
 قولان اھما اثانی فغاسل الثوب وکاسر الفستق والطحبان والخیاط والخفاف وحالق راس العبد لہم حبس العین بالاجبر علی الاصح مجتبے اور آیا
 اثر سے کام کرنے والے کی کوئی چیز مملوک مراد ہے چنانچہ لٹا ستہ اور صابون یا فقط وہ چیز اثر سے مراد ہے جو نظر پڑے اور دکھائی دے اس میں درقول
 ہیں یعنی ایک قول یہ ہے کہ چیز مملوک عامل مراد ہے اور دوسرا قول یہ کہ جو نظر آوے خواہ عین مملوک ہو یا نہ ہو دونوں قولوں میں سے صحیح تر دوسرا
 قول ہے تو کپڑا دھونے والا اور پتہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوڑا اور غلام کا سر مونڈنے والا ان سب کو
 روک رکھنا چیز کا اجرت لینے کے واسطے جائز ہے بموجب قول اصح کذا فی المجتبے ام بحر الرائق میں ہے کہ مستصفی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ
 ہے کہ مجرد ما یباین میں حق جس میں تو صحیح مختلف ٹھہری اور یہی قول لائق تریح کے ہے اور صاحب ہدایہ نے غسل ثوب کو محل کے مانند ٹھہرایا ہے
 کذا فی الطحاوی درر میں نہایت قاضی خاں مذکور ہے کہ جب دھوئی کے عمل کا اثر نہ ہو سوائے میل چھڑانے کے اس میں اختلاف ہے صحیح تر قول یہ ہے
 کہ اس کو حق جس ثابت ہے ہر حال میں اس واسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو ظاہر ہو گئی دھوئی کے عمل سے تو گویا اس نے سفیدی ایجاد کر دی ظاہر کر دینے
 سے وذا اذا کان حالاً اما اذا کان الاجر مؤجلاً فلا یمکن حبسها کعمل فی بیت المستاجر بتسلیم حکما اور یہ یعنی حق جس اس وقت ہے جب کہ اجرت
 کی مدت نہ مقرر ہوئی ہو اور اگر اجرت کی مدت معین ہو گئی ہو تو اجیر اس کے حبس کر رکھنے کا مالک نہیں جیسے مستاجر کے گھر عمل کرنے میں حبس کا اختیار نہیں
 بسبب تسلیم حکمی کے ولینم بالقدی ولونی بیت المستاجر غابۃ اور اجیر پر تاوان لازم ہوگا تقدی سے اگرچہ تقدی مستاجر کے گھر میں واقع ہو کذا فی الغایۃ
 فان حبس فضاخ فلا اجر ولا ضمان لعدم التقدی صو اگر اجیر نے چیز روک رکھی اور وہ تلف ہو گئی تو اس کی مزدوری نہیں اور نہ اس پر تاوان
 ہے بواسطہ عدم تقدی کے ومن لا اثر لعمدہ کاحمال علی ظہر او دابة والملاح وغاسل الثوب ای تطہیرہ لا تحسینہ مجتبے فلیحفظ لایحبس لھن
 للاجرة اور جس اجیر کے عمل کا اثر موجود نہ ہو چیز میں چنانچہ اپنی پیٹھ پر یا جانور پر بوجہ لادنے والا اور ملاح اور کپڑا دھونے والا چیز کو نہ روک رکھے مزدور کا
 لینے کے واسطے غاسل ثوب سے وہ کپڑا دھونے والا مراد ہے جو کپڑا دھونے اس کے ظاہر کرنے کے واسطے نہ تحسین کے واسطے کذا فی المجتبے تو اس کو
 یاد رکھنا چاہیے تمحسین ثوب سے مراد سفید کرنا ہے اس واسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو اس کے فعل سے ظاہر ہو گئی تو گویا اس نے سفیدی کو ایجاد کیا
 تو محسن ثوب جس کا مالک ہوگا نہ مسلم ثوب درر میں کہا مگر غلام گمختہ کے پکڑ لانے والے کو حق جس ثابت ہے اگرچہ اس کے عمل کا اثر نہیں فلو حبس
 ضمن ضمان الغصب ویجوز فی بابہ پس اگر اجیر نہ کر حبس کرے تو غصب کا تاوان دے اور ضمان غصب آگے آوے گا غصب کے
 باب میں یعنی اگر جس میں وہ چیز تلف ہو جائے تو مثل کا تاوان دے اگر وہ چیز مٹی ہو اور قیمت کا تاوان دے اگر وہ قیمتی ہو و صاجہا یا یخیرا ان شاء
 ضمنہ قیمتہا ای بدما شرعاً محمولہ ولہ الاجر وان شاء غیر محمولہ ولا اجر تجرۃ اور محمول چیز کا مالک مختار ہے اگر چاہے حال سے اس کو محمول اعتبار
 کہ اس کی قیمت یعنی اس کے عوض ثمری کا تاوان لے اور حال کی مزدوری دے اور اگر چاہے غیر محمول کا تاوان لے اور مزدوری نہ دے کذا فی الجمرۃ
 کو اذا شرط عملہ بنفسہ بان یقول لہ عمل بنفسک او بیک لایستعمل غیرہ الا انظر فلہا استعمال بخیر بشرط وغیرہ خلاصہ اور اگر مستاجر اجیر کا عمل ذاتی
 شرک سے اس طرح کہ اس سے کہے کہ تو خود اپنی ذات سے یا ہاتھ سے کا کر تو اجیر اپنے سوا اور شخص سے کا نہ لے مگر دیکھ کہ کسی کو غیر عورت سے دودھ پلوانا جائز
 ہے یہاں مسنف نے سفیدی چھڑ دی تھی کہ کتب متداولہ میں عرق کے معنی ہمہ نہ پینے ہوں گے جیسے مترجم ثانی کو نہ ملے لہذا قیاساً صاحبون لکھا کہ ۱۲ مترجم دوم

ہے شرط اور بلا شرط ہر طرح سے کذا فی الخلاصہ میں ہے کہ درزی سے کہا کہ تو خود کپڑا سی دے یا دھو بی سے کہا کہ تو خود دھو دے پھر اس نے اپنے غلام یا شاگرد سے کام کروایا تو اجرت دینا واجب نہ ہوگا کذا فی المطاوعی وان اطلق کائن لہ ای لاجیر ان یتاجر غیرہ افاد بالایتجار انہ لودفع لاجنبی ضمن الاول لاثانی و بمرح فی الخلاصہ اور اگر مطلق بلا قید عمل ذاتی اجارہ واقع ہوا تو اجیر کو جائز ہے کہ اپنے غیر سے مزدوری کر دے مصنف نے استیجار کے لفظ سے اشارہ کر دیا اس کا کہ اگر اجنبی کو اجیر دے گا بلا استیجار تو اول شخص تاوان دے گا در صورت تلف ہونے کے نہ شخص ثانی اور خلاصہ میں اس کو مصرع بیان کیا ہے وقید بشرط العمل لانہ لو شرط الیوم او غدا فلم یفعل و طالبہ مراراً فطر حتی سرق لا یضمن واجاب شمس الأئمة بالضمان کذا فی الخلاصہ اور مصنف نے شرط عمل کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر مستاجر نے آج یا کل کے دن کی شرط کی سو اس نے اس دن کام نہ کیا اور مستاجر نے اجیر سے چند بار مطالبہ کیا سو اس نے کوتاہی کی یہاں تک کہ وہ چیرہ چوری ہو گئی تو تاوان اجیر پر لازم نہ ہوگا اور شمس الأئمة نے وجوب ضمان کا جواب دیا ہے کذا فی الخلاصہ وقولہ علی ان نقل الملاق لا تقیید مستصحبی لہ ان یتاجر غیرہ اور مستاجر کا یوں کہنا کہ استیجار سے تیرے عمل پر یہ اطلاق ہے نہ قید کا لگانا کذا فی المستصحبی تو اجیر کو جائز ہے کہ غیر شخص سے مزدوری کر دے استاجرہ لیسانی بعیالہ فمات بعضهم فنجائیم بقی فکہ اجیرہ بحسابہ لانہ اوئی بعض المعقود علیہ مستاجر نے ٹھیکہ کیا کہ اجیر اس کے اہل و عیال کو لے آئے سو ان میں کوئی شخص مر گیا اور وہ باقی لوگوں کو لے آیا تو اس کی مزدوری ثابت ہوگی اس کے حساب کے موافق اس واسطے کہ اس نے بعض معقود علیہ کو پورا کیا یعنی عقد اجارہ تمام عیال کے لئے منعقد ہوا تھا اور وہ سب کو نہ لایا تو پوری مزدوری کا مستحق نہ ہوگا پھر اگر جن کو لایا نصف عیال ہوں تو نصف اجرت کا مستحق ہوگا اور اگر ثلث ہوں تو ثلث اجرت کا مستحق ہوگا وقید بقولہ لو کالوا اسی عیالہ معلومین ای للعاقدين لیکون الاجر مقابلہ مکملہ اور مصنف نے اس قول سے قید لگائی کہ اگر اس کے اہل و عیال معلوم ہوں یعنی عاقدين ان کو جانتے ہوں تب بقدر حساب بعض عیال اجرت کا مستحق ہوگا تاکہ اجرت سب کے مقابلہ میں پڑے والا لیکونوا معلومین فکہ اسی لفظ الاجر ونقل ابن الکمال ان کانت الموتة نقل بنقصان عددہم فحسابہ والا فکہ اور اگر عیال غیر معلوم ہوں تو اجیر کے واسطے تمام اجرت واجب ہوگی اور ابن کمال نے نقل کیا یعنی امام مہندوانے سے کہ اگر لانے کی مشقت کم ہو جاتی ہو عدد عیال کے کم ہونے سے تو بقدر اس کے حساب کے اجرت لازم ہوگی اور اگر مشقت کم نہ ہو جاتی ہو تو تمام اجرت لازم ہوگی استاجر جرحا لایصال خط ای کتاب و زاد الی زید ان ردہ ای الکتوب والزاو لموتہ ای زید او غیبہ لا شئی لہ لانہ نقضہ بعودہ کا لفظ اذ احاطتم فتنق ٹھیکہ مقرر کیا ایک مرد سے خط یا تو شہ پہنچا دینے کا مثلاً زید کے پاس اگر اجیر خط اور تو شہ پھیر لایا یا نید کی موت یا غائب ہونے سے تو اس کے واسطے کچھ مزدوری نہیں اس واسطے کہ اس نے معقود علیہ یعنی ایصال مکتوب یا زاد کو باطل کر دیا اس کے پھیر لانے سے جس طرح درزی نے جب کہ سیا پھر اس کو اوچھڑا لام مصنف کو لازم تھا کہ خط پہنچانا اور جواب لانا دونوں کو ذکر کرتا اس واسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہ ہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم ہوگی چنانچہ شرح مجمع میں مصرع ہے اور امام محمد کی جامع صغیر میں خط لے جانا اور جواب لانا دونوں مذکور ہیں کذا فی المطاوعی مختصراً و فی النجانیۃ استاجر لیزید بموضع کذا و یدعوفلانا باجر مسمی فذیب للموضع فلم یجد فلانا وجب الاجر اور خانیہ میں ہے کہ اجارہ کیا تاکہ فلاں نے کی طرف جانے اور فلاں نے شخص کو بلا لا دے معین مزدوری پر پس اجیر وہاں گیا اور اس نے اس شخص کو بڑا یا تو مزدوری واجب ہوگی م خانیہ میں تبلیغ رسالت مذکور ہے نہ بلا لانا اور شارح نے رسالت اور بلا لانے کو یکساں قرار دیا کذا فی المطاوعی فان دفع الخط الی ورثتہ فی صورۃ الموت او من تسلم الیہ او حضر فی صورۃ غیبتہ وجب الاجر بالذباب وہو نصف الاجر اسمی کذا فی الدرر والغریب و تہو مصنف وکن تعقبہ المحشون و دعوا علی لزوم کل الاجر لکن فی القستانی عن النجانیۃ انہ ان شرط المجی بالجواب فنصفه والا فکف فلیکن التوفیق پس مسئلہ ایصال مکتوب میں اگر اجیر نے خط دیا زید کے وارثوں کو در صورت موت زید کے یا اس شخص کو دیا جو زید کو پہنچا دے جب کہ وہ اسے در صورت غائب ہونے زید کے

سے لینے والے سے جتنے کی ہو گئی ہے وہ اعتبار کر لے ۱۷

تو جانے کی مزدوری واجب ہوگی اور وہ نصف اجرت میجنہ ہے کذا فی الدرر والغریب اور مصنف پیر و مہا ہے صاحب درر کا ولیکن درر پر محشیون نے اعتراض کیا ہے اور تمام اجرت کے لازم ہونے پر اعتماد کیا ہے لیکن قستانی میں نہایت سے منقول ہے کہ اگر جواب لانا شرط کیا ہے تو نصف اجرت لازم ہے اور نہیں تو تمام اجرت لازم ہے تو توفیق بین القویین ہو گئی یعنی صاحب درر اور مصنف کا کلام اشتراط جواب پر محمول ہے اور محشیون کا قول عدم اشتراط پر محمول ہے وان وجہ وہ لم یوصلہ الیہم لیجب لہ شئی لانتفاہ المعتقد علیہ وہو الایصال اور اگر اجیر نے زید کو پایا اور خط اور توشہ اس کو نہ پہنچایا تو کچھ مزدوری اس کی واجب نہ ہوگی بسبب نہ ہونے معتقد علیہ کے یعنی ایصال خط پر اجارہ ہوا تھا سو پایا نہ گیا و اختلاف فیما لو ہزقہ اور اس میں اختلاف ہے اگر اجیر نے خط کو پھاڑ ڈالا یعنی بعضوں کے نزدیک اس میں مزدوری واجب ہے اور بعضوں کے نزدیک واجب نہیں متولی ارض الوقف اجرا بالغیر اجرا مثل یلزم مستاجر ما ہی مستاجر ارض الوقف لا المستولی کما غلط فیہ بعضہم تمام اجرا مثل علی مفتی بہ کما فی البحر عن التلخیص وغیرہ متولی ارض وقف نے زمین وقف کو بغیر اجرت مثل یعنی کم تر از اجرت مثل پر اجارہ دیا تو مستاجر ارض وقف کو پوری اجرت مثل دینی لازم ہوگی بنا بر قول مفتی بہ چنانچہ بحر الرائق میں ہے تلخیص وغیرہ سے اور متولی برابر اجرت مثل لازم نہ ہوگی چنانچہ بعض علی غلط سمجھے ہیں و کذا حکم وصی داب کما فی مجمع الفتاویٰ اور اسی طرح کا حکم ہے وصی اور باپ کا چنانچہ مجمع الفتاویٰ میں ہے یعنی اگر وصی یا باپ صغیر کی زمین کم تر از اجرت مثل پر اجارہ دے تو مستاجر پر پوری اجرت مثل لازم ہوگی نہ وصی اور باپ پر لفتی بالضممان فی غضب عتقار الوقف وغضب منافعہ و کذا لفتی لکل ما ہوا نفع للوقف فیما اختلف فیہ العلماء حتی لنقصوا الاجارۃ عند الزیادۃ الفاحشۃ نظر الوقف وصیانتہ لحق اللہ تعالیٰ حاوی القدسی فتویٰ دیا گیا ہے غاصب کے تاوان پر زمین یا مکان وقف کے غضب کرنے میں اور منافع زمین یا مکان وقف کے غضب کرنے میں اور اسی طرح ہر ایک اس چیز کا فتویٰ ہے جو وقف کے واسطے نافع تر ہے جس میں عالموں کا اختلاف واقع ہوا ہو تو نقص اجارہ کا حکم کیا ہے فقہانے زیادت فاحشہ کے نزدیک بلحاظ وقف کے اور حق اللہ کی محافظت کے واسطے کذا فی حاوی القدسی ہم زیادت فاحشہ سے مراد فی نفسہ اجرت مثل کا زیادہ ہو جانا ہے بلا تفت چنانچہ عنقریب فروع میں مذکور ہوگا مات الاحبر علیہ دیون حتی فسخ العقد بعد تحصیل البدل فالمتستاجر لو عین فی یدہ ولو بعد فساد اشباہ الحق بالمتستاجر من غیر ماہ حتی یستوفی الاجرۃ المعجلۃ مرگیا مالک اجارہ کا دینے والا اور اس پر لوگوں کے دین ہیں تا اینکه عقد اجارہ فسخ ہو گیا بدل اجارہ کی تعمیل کے بعد تو مستاجر زیادہ تر حق دار ہے اجارہ کی چیز کا اس کے قرض خواہوں سے تا اینکه مستاجر پیشگی اجرت کو حاصل کرے بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے قبضہ میں ہو اگرچہ بعد فساد اس کے تصرف میں ہو کذا فی الاشباہ ہم یعنی جب کہ موجود مرگیا ہو اس پر غیر مستاجر کے دیون ہیں پھر اجارہ کی چیز بیچی گئی تو مستاجر حق بالتمسک ہے باقی قرض خواہوں سے کذا فی الطحاوی یعنی پہلے مستاجر اس کے ثمن سے اپنی پیشگی دی ہوئی اجرت لے گا بعد اس کے اگر کچھ ثمن باقی رہے گا تو اور قرض خواہ یا دیں گے الا انہ لا یسقط الدین بہلاک اہی بہلاک ہذا المتاجر لانہ لیس برہن من کل وجہ مگر یہ کہ دین مستاجر کا سا قطن ہوگا اس اجارہ کی چیز کے ہلاک ہو جانے سے اس واسطے کہ یہ چیز ہر وجہ سے رہن نہیں جو مسقط دین ہو بخلاف الرہن فانہ مضمون باقل من قیمتہ ومن الدین کما یجہی فی بابہ مجمع الفتاویٰ بخلاف مرہون کے ہلاک ہو جانے کے اس واسطے کہ مرہون کی ہلاکی میں مرہن پر تاوان ہے کمتر کا مرہون کی قیمت سے اور دین سے چنانچہ باب الرہن میں آوے گا کذا فی مجمع الفتاویٰ ہم قولہ باقل من قیمتہ ومن الدین ترکیبنا سہ ہے اس واسطے کہ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو چیز قیمت اور دین سے کمتر ہو وہ تاوان ہوا اور حالانکہ یہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ قیمت اور دین دیکھا جائے سودوں میں سے جو اقل ہو وہ تاوان واقع ہو تو ترکیب صواب یوں ہے بالاقول من قیمتہ ومن الدین تو اس صورت میں من بیانہ ہوگا نہ تفصیلیہ کذا فی الطحاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے الزیادۃ فی الاجرۃ من المتستاجر تنفع فی المدة و بعد ما زیادہ کر دینا اجرت کا مستاجر کی جانب سے مجمع ہے اجارہ کی مدت میں اور بعد مدت کے ہم طحاوی نے کہا صحت زیادت بعد مدت اشباہ اور منح الغفار کے مخالف ہے و اما الزیادۃ علی المتستاجر

ہم فی الاشباہ الزیادۃ فی الاجرۃ من المتستاجر من غیر ان یزید علیہ احد فان بعد فی المدة لا یصح والخط والزیادۃ فی الاجارۃ جائز ان کذا فی الطحاوی من ۱۲

فی الملک ولو یتیم لم تقبل کما لو رخصت اور مستاجر پر اجرت کا زیادہ ہو جانا اگر زیادتی آدمی کی ملک میں ہے اگر چہ یتیم کی ملک ہو تو مقبول نہیں جیسے اگر اجرت ارزاں ہو جائے تو مستبر نہیں م یعنی بعد اجرت معین ہو چکنے کی اجرت کا نرخ گراں ہو گیا یا ارزاں تو غیر وقف میں اس کا اعتبار نہیں مستاجر پر فقط اجرت معینہ لازم ہوگی وان فی الوقف فان الاجارۃ فاسدة اجراء انظر بلا عرض علی الاول لکن الاصح صحیحہا جبر الملک ولو آدمی جمل انسان غبن فاحش اور اگر زیادتی مذکورہ وقف میں ہو تو اگر اجارہ فاسد ہو تو وقف کا ناظر اس کو دوسرے مستاجر کو اجارہ دے بدوں پوچھنے مستاجر اول کے لیکن قول اصح صحیحہ اجارہ مذکورہ سے بعض اجرت مثل کے اگر چہ مرد دعویٰ کرے کہ اجارہ غبن فاحش کے ساتھ ہوا م اشباہ میں لکن الاصح کے مقام پر لکن الاصل وقوعہا میحۃ باجر مثل واضح مذکورہ ہے فان اخبر القاضی وخبرۃ انما کذلک فسحقا پھر اگر قاضی کو ہوشیار واقف خبر کرے کہ اجارہ اسی طرح بموجب ادعا سے مدعی غبن فاحش کے ساتھ تھا تو قاضی اجارہ کو نسخ کر دے م شارح کو یوں کہنا خوب واضح رہتا کہ اگر مرد دعویٰ کرے کہ اجارہ غبن فاحش تھا تو صحیحہ اجارہ باجر مثل ال ہے مگر جب کہ قاضی کو خبردار شخص خبر کرے یعنی مجبور دعویٰ مذکورہ عدم صحت کا قاضی حکم نہ کرے بلحاظ اصل مذکور بلکہ اہل بصیرت اور صاحب امانت کے قول کی طرف رجوع کرے و تقبل الزیادۃ وان شددوا وقت العقد انما باجر مثل اور زیادتی مقبول ہوگی اگر چہ گواہوں نے گواہی دی ہو وقت عقد کے کہ اجارہ باجر مثل ہوا والا فان کانت اضرار او تعسف لم تقبل اور اگر قاضی کو خبردار شخص خبر نہ کرے کہ اجارہ غبن فاحش ہوا تھا تو اگر زیادتی مستاجر کی ضرر رسانی اور تہلیل کے واسطے ہو تو مقبول نہ ہوگی م اضرار اور تہلیل کی زیادتی وہ ہے جس کو قبول نہ کرے مگر ایک شخص یا دو شخص بیابیع میں ہے کہ کسی شخص نے اجارہ کی اجرت زیادہ کی تو اس کی طرف التفات نہ ہوگا شاید کہ وہ شخص متعنت اور ضرر رساں ہو کذا فی الطحاوی وان کانت الزیادۃ اجراء مثل فالخیار قبولہا فیفسخ المتولی فان امتنع فالقاضی ثم یوجبر بامن زائد اور اگر زیادتی اجراء مثل ہو تو اس کو قبول کر لیا قول مختار ہے تو متولی اجارہ نسخ کر دے سو اگر وہ نسخ نہ کرے تو قاضی نسخ کرے پھر اس کو اجارہ دے اس شخص سے جو زیادہ اجرت دے م زیادتی اجرت مثل ہو م راہ اس سے یہ ہے کہ فی نفسہا اجرت زیادہ ہو جائے سب شخصوں کے نزدیک بسبب گراں ہوجانے نرخ کے اور اگر اجرت زیادہ ہو جائے لوگوں کی رغبت کے سبب سے کسی چیز کے اجارہ لینے میں تو ایسی زیادتی زیادتی اجرت مثل نہیں کذا فی الطحاوی عن شرح الجمع للعلینی فان کانت دارا او حائوتا او ارضا فارغہ معرضا علی المتاجر فان قبلہا فہو الحق بہا ولزمہ الزیادۃ من وقت قبولہا فقط پھر اگر اجارہ کی چیز گھر سو یا دوکان یا غالی زمین ہو تو اس کو مستاجر اول پر پیش کرے سو اگر مستاجر زیادتی مذکورہ کو قبول کرے تو وہی اس کا زیادہ تر حقد ہے اور اس پر زیادتی لازم ہوگی قبول کر لینے کے وقت سے فقط یعنی زمانہ قبول کے پہلے اجرت معینہ سابقہ لازم ہوگی اور بعد قبول کے زیادتی مذکورہ لازم ہوگی وان انکر زیادۃ اجراء مثل او آدمی انما امر فلا بد من البرہان علیہ اور اگر مستاجر اجرت مثل کی زیادہ ہونے کا انکار کرے اور دعویٰ کرے کہ زیادتی ضرر رسانی ہے تو ضرور ہے اس پر گواہ قائم کرنا یعنی زیادتی کا مدعی گواہ لاد منکرہ وان لم یقبلہا اجراء المتولی اور اگر مستاجر زیادتی کو قبول نہ کرے تو متولی دوسرے شخص کو اجارہ دے م طحاوی نے کہا بہتیرہ تھا کہ اس قول کو شارح انکار زیادتی پر مقدم کرتا وان کانت مزدوعۃ لم یصح اجارۃ ما لیس صاحب الزرع لکن تقسم الیہ الزیادۃ من وقتا اور اگر زمین وقف مزدوع ہو تو اس کا اجارہ دینا سوائے کالے شکار کے جائز نہیں لیکن اجرت سابقہ سے زیادہ ملائی جائے مستاجر پر زیادہ ہونے کے وقت سے وان کان بنی ادغرس فان ہاں استاجر بامشاہرۃ فانما توجر لغيرہ و افرغ الشہران لم یقبلہا لان عقدہ عند اس کل شہر اور اگر مستاجر نے زمین میں عمارت بنائی سو یا درخت لگائے ہوں تو اگر باہری اجارہ لیا ہو تو زمین غیر مستاجر کو اجارہ دی جائے جب کہ مہینہ ہو چکے اگر مستاجر زیادتی کو قبول نہ کرے بسبب منعقد ہونے اجارہ باہری کے مہینے کے سرے پر محیط میں ہے کہ غیر کو اس صورت میں اجارہ دیا جائے جب کہ رفع عمارت کے بعد اجرت زیادہ ہو جائے اور اگر بعد دوہ ہو جائے عمارت کے اجرت سابقہ سے زیادتی نہ ہو تو اسے اجرت سابقہ کے ساتھ مستاجر کے پاس باقی رکھی جائے کذا فی الطحاوی والبنیۃ تملک الناطق بقیۃ حتی یقطع للوقف اور عمارت کا ناظر ملک ہوگا وقف کے واسطے عمارت حتی قطع کا قیمت سے کراد پھر حتی یخلص بناؤہ یا مستاجر مہر کرے میان تک کہ اس کی عمارت خلاصی پاسے یعنی اندام کے بعد اپنی اینٹ اور کڑی پر تصرف کرے وان کانت المدۃ بقیۃ لم توجر لغيرہ وانما تقسم

علیہ الزامۃ کا زیادہ و بازرع اور اگر اجارہ کی مدت باقی ہو تو غیر مستاجر کو زمین کا اجارہ نہ دیا جائے اور اس کے سوا کچھ نہیں کہ مستاجر پر اجرت مثل کی زیادت ملانی جائے جیسے زراعت والی زمین کی زیادتی مستاجر پر لاتی کی جاتی ہے واما اذا زاد اجرت مثل فی نفسہ من غیر ان یزید احد المتولیٰ فلیست علیہ الفتویٰ اور جب کہ اجرت مثل فی نفسہ زیادہ ہو جائے بدوں اس کے کہ کوئی شخص بڑھاوے تو متولی کو نسخ اجارہ کا اختیار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے واما نسخ کان علی مستاجر اسمیٰ ابشاہ عزیرا للصغریٰ اور جب متولی اجارہ کو نسخ نہ کرے گا تو مستاجر پر اجرت معینہ واجب ہوگی چنانچہ ابشاہ میں فتاویٰ مغری سے منقول ہے قلت وظاہر قولہ البنا تمیکلہ النظار الخ انه تمیکلہ لجهة الوقف قہر علی صاحبہ و ہذا والارض تنقص بالقطع والا شرط منافی عامۃ الشروح من اجراء منع فیقول علیہا لاننا لموضوعہ لنقل المذہب بخلاف نقول الفتاویٰ میں کہتا ہوں اور اس کا یہ قول والبنا تمیکلہ النظار الخ اخرہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ناظر عمارت کا مالک ہو جاتا ہے بحجت وقف کے صاحب عمارت پر حرج اور زبردستی کر کے اور یہی زبردستی سے مالک ہونا ناظر کا اس صورت میں ہے کہ زمین ناقص ہو جائے عمارت کے کھودنے سے اور اگر ناقص نہ ہو تو قیمت دے کر مالک ہونے میں صاحب عمارت کی رضامندی شرط ہے چنانچہ اکثر شروح میں مصرح ہے الا ان محکمہ بخرالائق اور منع الغفار ہے تو شروح کی روایت پر اعتماد کیا جائے اس واسطے کہ نقل مذہب کے واسطے شروح ہی موضوع اور مقرر ہیں بخلاف نقول فتاویٰ یعنی اگر فتاویٰ کی نقول شروح کے مخالف ہوں تو اعتماد کے لائق نہیں ہم منجملہ فتاویٰ مذکورہ فتاویٰ مؤید زادہ ہے جس کی عبارت شراح اس کے بعد ذکر کرے گا اور تجنیس اور خانیہ سے ان میں منقول ہے کہ متولی عمارت کا زبردستی مالک نہ ہو جائے گا کذا فی الخطاویٰ مختصراً و فی فتاویٰ مؤید زادہ من الوقف معز باللفظین حانوت وقف بنی فیہ کما نہ بلا اذن متولیان لم یعرفہ وان من مفعول مضاع مالہ تیر بص الی ان تخلص مالہ من تحت البنا ثم یخذه اور مؤید زادہ کے فتاویٰ میں ہے کتاب الوقف سے منسوب لفظوں کہ ایک کان ہے وقف کی جس میں اس کے رہنے والے کو کچھ عمارت بنائی بلا اذن متولی وقف کے اگر عمارت کا کھودنا ضرر نہ کرے تو اس کو کھود ڈالے اور اگر ضرر کرتا ہو تو بنانے والا خود ضائع کرنے کا واسطہ ہے اپنے مال کا تو چاہیے کہ یہاں تک انتظار کرے کہ اس کا مال تحت عمارت سے خلاص ہو پھر ہی کو لے و لایکون بناؤہ فانما من صحۃ الاجارۃ غیرہ اذ لایلزم علی ذلک البنا و حیث لایملک رفعہ اور عمارت اس شخص کی غیر شخص کے جارہ دینے کی مانع نہ ہوگی اس واسطے کہ اس کا نقصان درجہ نہیں اس عمارت پر اس واسطے کہ وہ اس کو منہدم نہیں کر سکتا و لو اصاب یحیو ذلک للوقف ثم لایجاب و اقل قیمتیٰ منہ و عارضینا ذیہ و اس پر اتفاق کریں کہ اس عمارت کو وقف کے تحت میں کر دیں جو اس شخص کے جو اقل قیمتیٰ سے بجا و زبردستی یعنی منہدم عمارت کی قیمت اور تیار عمارت کی قیمت میں سے جس کی قیمت کمتر ہو اس سے اس کا من زیادہ نہ ہو تو یہ صحیح ہے و بالحق الآخر دین رفع الامر الی قاضی لیسفغ العقد و لیس للاجران لیسفغ بنفسہ و علیہ الفتویٰ اور اگر موجب کو دین لائق ہو تو قاضی سے نالش کرے تاکہ قاضی عتد اجارہ کو نسخ کر لے اور اجارہ دینے والے کو جائز نہیں کہ خود اجارہ کو نسخ کرے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ اس صورت میں ہے جب کہ او اسے دین کا طریقہ باقی نہ رہے تب قاضی سے نسخ اجارہ کر کے اس چیز کو بیچ کر دین ادا کرے و یجوز مثل الاجراء با کثر او باقل مما یتغابن فیہ الناس لا بما لا یتغابن فتکون فاسدۃ فیوجہ اجارۃ صحیحۃ اماں الاول او من غیرہ باجر مثل او زیادۃ بقدر ما یرضی بہ المستاجر انتی اور اجارہ جائز ہے اجرت مثل سے یا زیادہ تر اجرت مثل سے یا کمتر اجرت مثل سے اس قدر اکثر یا قلیل ہو جس قدر میں لوگوں کو تغابن ہوتا ہو نہ اس قدر میں جس میں تغابن واقع نہیں ہوتا نواب اجارہ فاسد ہو جائے گا تو موجب اس کا اجارہ صحیحہ منعقد کرے خواہ مستاجر اول سے یا اس کے سوا اور شخص سے اجرت مثل مقرر کرے یا زیادہ اجرت مثل سے جس قدر سے کہ مستاجر رضی ہو انتی مافی فتاویٰ مؤید زادہ و فی فتاویٰ الحانوتی بینۃ الاثبات مقدمۃ وہی المتی شدت بان الاجرة اولاً و اجرت مثل وقد انقضت بالقضاء فلا تنقص قال و بہ بجا بقیۃ اہل المذہب للتحفظ اور فتاویٰ حانوتی میں ہے کہ اثبات کے گواہ مقدم ہیں اور گواہ اثبات وہ ہیں جو یہ گواہی دیں کہ اجرت پہلی اجرت مثل ہی تھی اور گواہی سے قاضی کا حکم بھی منقض ہو گیا تو اجارہ منقوض نہ ہو گا حانوتی نے کہا اور یہی جواب دیا ہے بقیۃ اہل المذہب نے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے حانوتی کی عبارت یہ ہے کہ نور الدین علی طرابلسی سے یہ سوال ہوا کہ حکم نے صحت اجارہ وقف کا اور اس کا کہ اجرت پہلی اجرت مثل تھی حکم کیا بعد اس گواہی کے کہ اجرت مثل تھی پھر اور گواہوں نے گواہی دی کہ اجرت کمتر تھی اجرت مثل سے تو عمل بطلان اجارہ پر ہو گا یا نہیں جواب دیا کہ گواہی اثبات کی مقدم ہے اور حکم حاکم بھی اس سے منقض ہو گا تو اجارہ منقوض نہ ہو گا کذا فی الطوطی ص ۴۰

باب ما يجوز من الاجارة وما يكون خلافا في الاجارة

یہ باب ہے اس اجارے کو جائز ہے اور جس اجارہ میں اختلاف ہے

مطلحدی نے کہا یوں کہنا واضح تر تھا باب ما يجوز من الافعال فی الاجارة یہ باب ہے ان افعال کا جو اجارہ میں جائز ہیں تفصیح اجارۃ حالت ای دکان و دار بلا بیان مایل عمل فیہما الصرۃ للتعارف صحیح ہے اجارہ حالت یعنی دکان کا اور گھر کا بلا بیان اس فعل کے جو ان میں کیا جائے بسبب پھر نے فعل اور عمل کے متعارف اور مروج کی طرف مخرج الرائق میں کہا اس واسطے کہ عمل متعارف اس میں سکونت ہے تو وہی مراد ہوگی اور سکونت متعارف نیز نہیں و بلا بیان من یسکنہا فدان یسکنہا غیرہ باجارة و غیرہ کا کما یجی اور اجارہ صحیح ہے بدون اس بیان کے کہ گھر میں کون شخص رہے گا تو مستاجر کو جائز ہے کہ غیر شخص کو رکھے باجارة یا غیر اجارہ چنانچہ آگے مذکور ہوگا مگر غیر کار کھنا جائز ہے اگرچہ فقط مستاجر کا رہنا شرط ہو گیا ہو کذا فی الطحاوی ولہ ان العمل فیہما ای الحالت الذکر کل ما اراد فیتتمدیر بطورہ و یکسر طبقہ و یستنجی بدارہ و یجوز بالوقت ان لم یضرہ لظن برمی الیہ و ان ضررہ یقتی قنیتہ اور مستاجر کو جائز ہے کہ دکان اور گھر میں جو چاہے سو کام کرے تو بیخ گاہے اور اپنے مال و ان میں باندھے اور کٹریاں توڑے اور اس کی دیوار سے استنج کرے اور نجاست کا چھچھ بنا دے اگر ضرر نہ ہو اور ماتھ کی بجائے آٹا پیسے اگرچہ گھر کو ضرر ہو اسی طرح صنعتی ہے کذا فی القینہم جانور باندھنا اس وقت جائز ہے جب کہ جانوروں کے واسطے کوئی مکان گھر میں مقرر ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو گھر کو مصلیٰ نہ بنا دے اور چکی کے مسئلہ میں شارح تابع ہوا مصنف کی شرح کا اور مصنف اپنے استاذ صاحب بحر الرائق میں خلاصہ نقل عبارت وہ لفظ ساقط ہو گیا ہے جس سے حکم نکلتا ہے یعنی منع کا و عبارتہ الخلاصۃ کافی الضر ولا یمنع من رمی الیہ و ان کان یضرب منع علیہ الفتویٰ یعنی ماتھ کی چکی منع نہیں اور اگر ضرر ممتنع ہو تو منع ہے اور اسی پر فتویٰ ہے حموی نے کہا الحاصل کہ جو فعل کہ عمارت کو مست اور کمزور کر ڈالے وہ مطلق عقید سے مستحق نہیں مگر یہ کہ اس کی شرط ہو گئی ہو یا مالک اس فعل سے رضی ہو جائے اور جو فعل کمزور نہ کرے وہ مطلق عقید سے مستحق ہے کذا فی الطحاوی نیز انہ لا یسکن بالبناء للفاعل او المفعول حداد او قصار او طمانا من غیر رضی مالک او اشتراط ذالک فی عقد الاجارة لانه یوہن البناء فیتوقف علی الرضا کرایہ دار کو مگر عمل گھر میں درست ہے سوائے اس کے کہ گھر میں لواریا و خوبی یا چکی پیسنے والے کو نہ رکھے بدون رضامندی مالک کے یا اس کی شرط ہو جانے سے عقد اجارہ میں اس واسطے کہ لواریہ و غیرہ کار ہنا عمارت کو کمزور کر ڈالتا ہے تو مالک خانہ کی رضامندی پر موقوف ہو گا شارح نے کہا لیکن معروف یا مجہول کا صیغہ ہے م شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ لیکن ثلاثی مجہول یا ثلاثی مزید فیہ کا صیغہ ہے چنانچہ منع الغفار میں ہے تو پہلی صورت میں حداد کا منصوب ہونا باعتبار حال ہونے کے ہے اور دوسری صورت میں باعتبار مفعول ہونے کے و لو اختلاف فی الاشتراط فالقول للموجہ کالواکر اصل العقد اور اگر مستاجر اور موجر مشروط ہونے میں مختلف ہوں تو موجر کا قول مقبول ہے چنانچہ اگر موجر اصل عقد اجارہ کا منکر ہو تو اسی کا قول مقبول ہو گا و ان اقاما البینۃ فالبینۃ بنیۃ الستاجر لا ثباتہا الزیادۃ خلاصہ اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مقبول گواہ مستاجر کے گواہ ہیں بواسطہ اثبات زیادت کذا فی الخلاصۃ و فیہا استاجر للقصارة فدا لحدادۃ ان الحد ضرر بہا اور خلاصہ میں ہے کہ گھر اجارہ لیا گا ذری کے واسطے تو اس کو اس میں آہنگری درست ہے اگر گا ذری اور آہنگری کا ضرر کیاں ہو و لو فعل بالیس لہ زمرہ الاجر و ان انہم بہ البنا و ضمنہ ولا اجر لانہما لا یجمعان اور اگر مستاجر وہ کام کرے جو اس کو درست نہیں ہے تو اس پر کرایہ دینا لازم ہو گا اور اگر اس کام عمارت منہم ہو جائے تو اس کا تاوان دے اور اس صورت میں کرایہ نہیں ہے اس واسطے کہ تاوان اور کرایہ باہم جمع نہیں ہوتے ولہ السکنی بنفسہ و اسکان غیرہ باجارة و غیرہ کو کذا کل ما لا یختلف بالمستعمل یطل فیہ التقیید لانه ینہ مفید اور مستاجر کو جائز ہے آپ رہنا اور غیر کو رکھنا کرایہ سے کہ اور بدون کرایہ کے اور اسی طرح جو عمل کہ مختلف اور متفاوت نہیں ہوتا استعمال کرنے والے کے اختلاف سے اس میں استعمال کرنے والے کی قید لگانا باطل ہے اس واسطے تقیید مذکور مفید نہیں یعنی بسبب عدم تفاوت کے بخلاف ما یختلف بہ کلمہ کی برخلاف اس کل کے جو متفاوت ہو جاتا ہے استعمال کرنے والے کے اختلاف سے چنانچہ آگے مذکور ہوگا مگر چنانچہ رکوب اور کپڑا پہننا کہ ان میں تفاوت بتلا

باعتبار اختلاف مستعمل کے تواناں لازم ہوگا در صورت مخالفت شرط کے ولو اگر باکثر تصدیق بالفضل اور اگر مستاجر دوسرے شخص کو اجارہ دے اکثر اجرت مقرر کر کے تو زیادتی خیرات کرے مگر یعنی اگر چار روپیہ کو خود اجارہ لیا اور دوسرے شخص کو پانچ روپیہ پر کرایہ دیا تو ایک روپیہ خیرات کرے اپنے صرف میں ملاوے الانی مسئلین اذا اجبر بالخلق الجنس او اصلح فیہا شیئاً مگر در صورت میں مستاجر کو زیادہ کرایہ لینا درست ہے جب کہ گھر کو کرایہ دے مخالفت جنس پر یا گھر میں کچھ دیتی ہو مگر خلاف جنس یہ کہ روپیوں کا کرایہ دیتا ہو اور اثرفی یا پیسوں یا نانچ کا کرایہ لیتا ہو اور اصلاح اور درستگی کی صورت یہ کہ مثلاً گھر میں جو نہ کاری کر دے یا چھت پر دے لگا دے عوی نے کہا بھڑا دینا اصلاح میں داخل نہیں ولو اگر مال المور لا تصح و تصح الاجارۃ فی الاصح بحر معزیا للبدوۃ و سی صحیح خلافتہ اور اگر مستاجر نے گھر کرایہ دیا خود مالک موجب کو تو اجارہ صحیح نہیں اور اجارہ نسخ ہوگا قول اصح میں چنانچہ بحر الرائق میں جو رہے سے منقول ہے اور آگے اس کے خلاف قول کی تصحیح اُدے گی تو خبردار رہو یعنی متفرقات اجارہ میں عدم نسخ کو شارع و بیانیۃ و نیزہ سے نقل کرے گا و تصحیح اجارۃ ارض للزراۃ مع بیان ما یزرع فیہا و قال علی ان ازرع فیہا ما اشاء یکون تقیع المنازعة والافعی فاسدة للجمالة و تنقلب صحیحۃ بزرع ما یجب المسمی اور صحیح ہے اجارہ زمین کا زراعت کے واسطے اس بیان کے ساتھ کہ کون چیز اس میں بونی جادے گی یا مستاجر یوں کہے کہ اجارہ لیتا ہوں اس شرط پر کہ زمین میں زراعت کر دوں گا جو چیز کہ چاہوں گا بیان مزدوع یا عموم مزدوع اس واسطے شرط ہوتا کہ آئندہ جھگڑا نہ ہو اور اگر بیان مزدوع یا عموم مزدوع نہ ہو تو اجارہ فاسد ہے اور اجارہ فاسدہ پٹ کر صحیح ہو جائے گا اس کی زراعت کرنے سے اور اجرت معینہ واجب ہوگی مگر چونکہ مزدوع باعتبار نفع اور ضرر کے متفاوت ہوتا ہے تو دفع نزع کے واسطے بیان کرنا ضروری ہو اور نزع دفع ہو جاتا ہے مستاجر کو اختیار دینے سے اور در صورت عدم بیان زراعت کرنے سے اس واسطے اجارہ صحیح ہو گیا کہ معقود استعمال سے معلوم ہو گیا اور فساد تھا بسبب نادانستگی مزدوع کے تو جب کہ جمالت دفع ہو گئی زراعت کرنے سے تو گویا جمالت اول ہی سے نہ تھی و لستاجر التشریب والطریق اور زمین کے اجارہ میں پانی لینے کی باری اور راہ مستاجر کے واسطے ثابت ہے مگر اجارہ میں پانی کی باری اور راہ بدوں شرط کے بھی داخل ہے اور زمین کی خرید میں بلا ذکر حقوق وغیرہ داخل نہیں اس واسطے کہ اجارہ ہوتا ہے انتفاع کے واسطے اور بدوں دونوں چیزوں کے زمین سے فائدہ لینا نہیں ہو سکتا اور بیع سے قصود ملک رقبہ ہے نہ انتفاع میں زمین سے ولہذا اشور زمین کی بیع جائز ہے اور اس کا اجارہ زراعت کے واسطے جائز نہیں کذا فی الطحاوی و نیز ریع زمین ربیعاً و خریفاً اور مستاجر دو بار زراعت کرے ربیع اور خریف میں مگر یہ اس صورت میں ہے جب کہ سال بھر کا اجارہ ہو گا ہو مصرع فی التقیۃ ولو لم یکنۃ الزراۃ للحال لا یتبایا جہا سقی او کری ان اکثر الزراۃ فی مدۃ العقد جائز والا لا تمام فی التقیۃ اور اگر مستاجر کوئی الحال زراعت ممکن نہ ہو سنبیجے کی حاجت سے یا تر کے صاف کرنے سے تو اگر زراعت ممکن ہو عقد اجارہ کی مدت میں تو اجارہ جائز ہے اور اگر اس قدر مدت میں ممکن نہ ہو تو اجارہ جائز نہیں اور پورا اس کا بیان قبیلہ میں ہے اگر باو سی مشغول نہ ہو نہ ریع غیر ان کان الزرع بحق لا تجوز الا اجارۃ لکن لحدودہ وسلم انما انقضت جائزۃ زمین اجارہ دی ایک مستاجر کو اور حالانکہ وہ زمین غیر شخص کی زراعت سے مشغول ہے تو اگر زراعت ازراہ حق ہو یعنی مزارع نے بطریق اجارہ یا عاتق کے زراعت کی ہو تو اجارہ جائز نہیں لیکن اگر کھیت کاٹے اور زمین مستاجر کو تسلیم کرے تو اجارہ بدل کر جائز ہو جائے گا مالم یشھد المزارع فتجوز دیو بالحداد و التسليم یعنی بزراۃ زراعت والی زمین کا اجارہ جائز نہیں جب تک کھیت نہ کٹے تو اب جائز ہوگا اور کھیت کاٹنے اور تسلیم کا امر ہوگا اسی کا فتویٰ ہے کذا فی البزازیۃ لان یوجہ الامضاۃ الی المستقبل فتجوز مطلقاً مگر جب کہ زراعت والی زمین کو زمان مستقبل کی طرف منسوب کر کے اجارہ دے تو مطلقاً اجارہ جائز ہے خواہ زراعت واجب ہو یا غیر واجب مگر بشرطیکہ زمین زراعت سے خالی ہو جائے مدت مستقبلہ مذکورہ تک کذا فی الطحاوی وان کان الزرع لغير حق صحیح لا مکان التسليم بحره علی قلعه او ملک او لا فتادی قاری الہدایۃ اور اگر زراعت غیر واجب ہو یعنی بطور غصب کے ہو تو زراعت والی زمین کا اجارہ صحیح ہے بسبب مگر ہونے تسلیم کی زبردستی کھیت کھا کر خواہ زراعت پختہ ہو یا خام کذا فی فتادی قاری الہدایۃ و فی الوہابیۃ تصح اجارۃ المدار المشغولۃ یعنی دیو مگر بالتفریع و ابتداء

باقی رکھنا بعض اجرت مثل کے جائز ہے جب کہ اس باقی رکھنے میں وقف کو ضرر نہ ہو اور جن پر زمین وقف ہے وہ مابین سوائے کھودنے کے تو ان کو اس کا اختیار نہیں کذا فی القنیۃ م ظاہر بیان مصنف اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو سابق مذکور ہو چکا کہ مستاجر بعد انقضاء مدت درخت اور مکان کھود کر خالی زمین تسلیم کرے وہ زمین ملوک کا مسئلہ تھا اور یہ حکم وقف کا ہے اور اس عاقل اور عادیہ میں قنیۃ کے مخالف منصوص ہے کہ عمارت جب وقف کو ضرر نہ کرے تو اس کے کھودنے پر بنانے والے پر زبردستی کی جائے اتنی اور علمائے ذکر کیا ہے کہ قنیۃ کا نہ الا قول لائق عمل کے نہیں تو کیونکر اس پر عمل ہوگا جو مشہور کتابوں کے مخالف ہو یا اس کو اختلاف متاخر پر محمول کیجیے کذا فی الطحاوی مختصر قال فی البیرونی العلم مسئلۃ الارض المتکثرۃ وہی منقولۃ ایضاً فی اوقاف الخصاص بجزائری میں کہا اور قنیۃ کے اس قول سے ارض متکثرہ کی صحت کا مسئلہ معلوم ہوتا ہے اور وہ اوقاف خصان میں بھی منقول ہے م یعنی اگر مستاجر مکان بنادے بشرط استبقا عمارت تو بعد مدت اجارہ اجرت مثل دے کر جائز ہے اور اس کو حق قرار ثابت ہوگا بشرطیکہ وقف کو ضرر نہ ہو تو اب متولی اس کا مالک نہ ہوگا وقف کے واسطے مگر اس کی رضامندی سے اور یہ مسئلہ ہے غلو کا جو اول کتاب البیع میں مذکور ہو چکا کذا فی الطحاوی والمرطبة لعدم نہایتہا کا الشجر فنقلع بعد مضي المدة اور رطبہ درخت کے مانند ہے بسبب نہ ہونے اس کی نہایت کے تو کھودا جائے مدت گزر جانے کے بعد رطبہ مابین شجر اور گیہ کے ہے فارسی میں اس کو سہت کہتے ہیں نیل کے مانند ایک بار بونے سے سالہا سال رہتا ہے لہذا وہ در حکم شجر ہے نہ در حکم زراعت ثم المراد بالمرطبة ما بقی اصلہ فی الارض ابدانہا یقطف ورقہ وزہرہ ویباع پھر دریافت کرنا چاہیے کہ رطبہ سے مراد وہ چیز ہے جس کی جڑ زمین میں ہمیشہ باقی رہے اور اس کے پتے یا پھول توڑے جا دیں وہ بیج ہوں واما اذا کان لہ نہایت معلومتہ کافی الفعل والجزر والباذنجان فینبغی ان یکون کالزروع یتزرک باجر المثل الی نہایتہ کذا حررہ المصنف فی حواشی الکفر وقواہ بامانی معاملۃ الخانیۃ فلیحفظ اور جب کہ اس کی نہایت معلوم ہو جیسے کہ مولیٰ اور گاجر اور بینک تو لائق یہ ہے کہ اس کا حکم زراعت کے مانند ہو کہ اجرت مثل سے کر اس کی نہایت تک چھوڑی جائے اسی طرح کی تحریر کی ہے مصنف نے حواشی کنز میں اور اس کو تقویت دی ہے خانیہ کے قول سے جو کتاب المساقات میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے مولیٰ اور گاجر کی مثال درست نہیں اس واسطے کہ ایک بار اکھاڑنے سے پھر باقی نہیں رہتی قلت بقی لولہ نہایت معلومتہ لکنہا بعیدۃ طویۃ کا انصب فیکون کالشجر کافی فتاویٰ ابن الحلبي فلیحفظ تعینہ میں کہتا ہوں یہ احتمال باقی رہا کہ اگر ایک چیز کی نہایت معلوم ہو لیکن طبعیہ اور طویل ہو چنانکہ کلک اور نے تو وہ چیز درخت کے مانند ہے کافی فتاویٰ ابن الحلبي تو یہ قید یاد رکھنی چاہیے والزروع یتزرک باجر المثل الی اور کہ رعایۃ للجانبین لان نہ نہایتہا کما مر اور کھیت سے تعرض نہ کیا جائے اجرت مثل سے کہ اس کے پکتے تک دونوں جانب کی رعایت کے واسطے اس واسطے کہ کھیت کی نہایت ہے چنانچہ مذکور ہو چکا م یعنی مدت اجارہ منتفی ہو گئی اور نہ ہونہ کھیت پختہ نہیں ہوا تو پختگی تک اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر مدت موجود ہو تو وہ اجرت لازم ہے جو دونوں میں فیصل ہو چکی بخلاف موت احد ہما قبل اور کہ فائز یتزرک بالمسمی علی حالہ الی الحصار وان انقضت لان البقاء علی ما کان اولیٰ ما دامت المدة باقیۃ اما بعد فباجر المثل بخلاف موت مستاجر یا موبر کے کھیت پکنے سے پہلے اس واسطے کہ کھیت باقی رکھا جائے گا اجرت معینہ پر بحال سابق کھیت کاٹنے تک اگرچہ اجارہ نسخ ہو ہو گیا ایک شخص کی موت سے اس واسطے کہ اس کا باقی رکھنا بحال ماضی بہتر ہے جب تک کہ مدت اجارہ باقی رہے اور بعد انقضاء مدت کے تو اجرت مثل لازم ہوگی ولیحق بالمستاجر المستعیر یتزرک الی اور کہ باجر المثل اور مستاجر سے مستعیر ملحق ہے تو تعرض نہ کیا جائے کھیت سے اس کے پکتے تک یعنی ایک شخص نے دوسرے سے زمین ماریت لی زراعت کے واسطے پھر مالک نے چاہا کہ میں اپنی زمین پھیلوں اور حالانکہ نہ ہونہ کھیت نہیں پکا تو مستعیر کے ہاتھ میں زمین چھوڑی جاوے گی اجرت مثل سے کہ کھیت کٹنے تک اور ظاہر یہی حکم ہے ماریت کی زمین میں مکان بنانے اور درخت لگانے کا واللہ اعلم کذا فی الطحاوی واما الغاصب فبومر بالقلع مطلقاً ظلم اور غاصب کو کھیت اکھاڑ ڈالنے کا حکم ہوگا ہر طرح اگرچہ کھیت کچا ہو اس کے ظلم کے سبب سے یعنی ظلم ولجب الہدم ہے نہ واجب الاثبات ثم المراد بقولہم یتزرک باجر المثل بقضا او بغيرہما حتی لا یجب الاجر الا باحدہما کافی القنیۃ فلیحفظ بجزیرہ دریافت کرنا چاہیے کہ فقہاء کے اس قول سے کہ کھیت سے

تعرض نہ کیا جائے اجرت لے کر مراد یہ ہے کہ قاضی کے حکم سے یا موجد اور مبتاجر کے عقد پر نہ کرنے سے اجرت واجب ہوگی تو اجرت واجب نہ ہوگی بلکہ قضا یا عقد متعاقبین سے چنانچہ قلیبہ میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی البحر والصحیح اجارۃ الدانۃ للکوکب والحمل والثوب للبس اور صحیح ہے کرایہ جانور کا سواری اور بوجھ لادنے کے واسطے اور کپڑے کا کرایہ پہننے کے واسطے مگر لادنے کے واسطے کرایہ کیا تو سواری ہو نا درست ہے اور اگر سواری کے واسطے کرایہ کیا تو اس پر لانا درست نہیں کذا فی الخلافۃ در میں کافی سے منقول ہے کہ اگر بیان نہ کیا کہ کون شخص جانور پر سوار ہو گا یا کیا چیز لادی جاوے گی یا کون شخص کپڑا پہنے گا تو اجارہ نامہ ہے ولاصحیح اجارۃ الدانۃ لیجنباہی لاجل ان یجلبا جنبتہ بین یدیه دلایر کہہا اور صحیح نہیں کرایہ جانور کا تا اس کو غالی لے چلے یعنی اس واسطے کرایہ جائز نہیں کہ اس کو قتل کرے چلے اپنے سامنے اور اس پر سوار نہ ہو ولاصحیح اجارۃ ایضا لاجل ان یربطا علی باب دارہ میرا انسان خیر لہ لہ فرس اور جانور کا کرایہ اس واسطے صحیح صحیح نہیں کہ اس کو باندھ رکھے اپنے دروازہ پر تگ لادنی اس کو دیکھیں تو یوں کہیں کہ یہ گھوڑا مثلاً صاحب خانہ کا ہے اولاجل ان یرین بیتہ او حالوتہ بالثوب لاندنا ان ہذہ منفعة غیر مقصودۃ من العین یا اس واسطے کرایہ جائز نہیں کہ اپنے گھر یا مکان کو آراستہ کرے کپڑے سے اجارۃ ثلثہ مذکورہ اس دلیل سے جائز نہیں جس کو ہم اول باب میں مذکور کرچکے کہ جانور کا قتل سے چلنا یا دروازے پر باندھ رکھنا یا گھر اور مکان کو کپڑے سے آراستہ کرنا منفعت غیر مقصود ہے گھوڑے یا کپڑے سے ہم اور اسی طرح اگر شرطیں یا اور چاندیاں کرایہ لے تا اپنے گھر میں ان کا فرش کرے اور لان پر نہ بیٹھے اور نہ سووے تو جائز نہیں کذا فی شرح الوہابیۃ اذا فسدت نواجر اور جب کہ اجارہ مذکورہ فاسد ٹھہرے تو اس کی کچھ اجرت نہیں کرایہ لینے والے پر کذا لو استاجر بیتا بھلی فیہ اولیبا لیشتر ادکتا بالوشعر البقرۃ او مصحفا شرح وہابیۃ اور اسی طرح جائز نہیں اگر گھر کرایہ لیا تاکہ اس میں نماز پڑھے یا خوشبودار چیز کرایہ سے سونگھنے کے واسطے یا کتاب اگر چہ اشعار کی کتاب ہو پڑھنے کے واسطے کرایہ لے یا قرآن کرایہ لیا کذا فی شرح الوہابیۃ ہم معنف وہابیۃ نے کہا کہ کافر کا گھر کرایہ لینا لازم کے واسطے صحیح نہیں علامہ عبد البر شارح وہابیۃ نے کہا کہ کافر کی قید کچھ ضرور نہیں اس میں کافر اور مسلمان برابر ہے اس واسطے کہ فساد اجارہ بت ارتفاع کی جہالت سے ہے تو اگر مدت معین ہو جائے تو اجارہ صحیح ہے اس میں مسلم اور کافر دونوں برابر ہیں اور اگر علت فساد منفعت غیر مقصودہ کو قرار دیجیے تو بھی اسی طرح کا حکم ہے کذا فی الطحاوی وان لم تقید بالمرکب والابس واللبس من شاة او اگر مستاجر نے جانور اور کپڑے کے کرایہ میں کسی سوار اور کسی پہننے والے کی قید نہ لگائی تو مستاجر جس کو چاہے سوار کرے اور جس کو چاہے پہناوے ہم عدم تقید سے مراد اسی طرح کی تعلیم ہے کہ مستاجر کے موجد سے کہ سوار کروں گا یا پہناؤں گا جس کو میں چاہوں گا کذا فی المحوی اور یہ مراد نہیں ہے کہ رکوب مطلق کے واسطے کرایہ لے اس واسطے کہ وہ بھا فاسد ہے چنانچہ شارح مذکور کرے گا و تعیین اول راکب والابس اور متعین ہو جائے گا پہلا سوار ہونے والا اور پہلا پہننے والا ہم یعنی جو شخص اول سوار ہو گا تو معلوم ہو جاوے گا کہ یہی شخص اصل سے مراد تھا تو اب دوسرے شخص کو اس پر سوار ہونا جائز نہ ہو گا کذا فی الدرر عن الکافی وان لم یسین من یرکہا فسدت للجمانۃ اور اگر مستاجر نے بیان نہ کیا کہ کون اس پر سوار ہو گا تو اجارہ فاسد ہو گا جہالت کے سبب سے م شارح کو یوں کہنا صواب تھا و لو استاجر لکوکب مطلقا یعنی اگر جانور کرایہ لیا مطلق سواری کے واسطے تو اجارہ فاسد ہے اور مطلق رکوب کی یہ صورت ہے کہ مستاجر فقط رکوب ذکر کرے اور زیادہ نہ کہے کذا فی الطحاوی و ینقلب صحیحہ برکوبہا اور اجارہ فاسدہ مذکورہ پلٹ کر صحیح ہو جاوے گا جانور پر سوار ہونے سے ہم خواہ مستاجر آپ سوار ہو یا دیگر کو سوار کرے ازراہ امتحان اجرت معینہ واجب ہوگی و ہر امتحان یہ ہے کہ فساد کا سبب تو جہالت راکب تھی سو ایک شخص کے سوار ہونے سے نائل ہو گئی تو فساد بھی نائل ہو گیا اس واسطے کہ ہم اتہا کی تعیین کو ابتداء کی تعیین کے مانند قرار دیتے ہیں اور سوار پر تاوان لازم نہ ہو گا جانور کے ہلاک ہونے سے اس واسطے کہ وہ متعدی نہیں بجرت عدم مخالفت کذا فی الزلیلی وان قید بالمرکب والابس فی الف ضمن اذا عطبت ولا اجر علیہ وان سلم اور اگر مستاجر یا موجد نے سوار یا پہننے والے کی قید نہ لگائی سو مستاجر نے اس کے مخالف کیا تو اس پر تاوان لازم ہو گا جب کہ جانور ہلاک ہو جائے دریں پر

اجرت نہیں اگرچہ اس نے تسلیم کی ہو م مخالفت سے تاوان اس واسطے لازم ہوا کہ آدمی سواری کی دانست میں تفاوت ہوتے ہیں اس واسطے کہ اکثر دبلے اور پتلے ہیں اور ان کا سوار ہونا جانور کو بہت ضرر کرتا ہے بسبب نادانف کاری کے اور بہت موٹے تازے ہیں جس کی سواری سے جانور کو ضرر نہیں ہوتا کیونکہ سواری سے واقف ہوتے ہیں بخلاف حالت اقد فیہ عدا و امثالہ حیث یجب الاجر لہذا سلم لانہ لما سلم تبین انہ لم یخالف وانہ مما لا یجوز من الدار کانی الغایۃ برخلاف اس دکان کے جس میں مستاجر نے مثلاً لوہار کو بٹھلایا اس واسطے کہ اس میں اجرت واجب ہوگی جب کہ مویر کی طرف سے تسلیم دکان واقع ہو اس واسطے کہ جب اس نے دکان تسلیم کی تو ظاہر ہو گیا کہ مستاجر نے مویر کی مخالفت نہیں کی اور معلوم ہو گیا کہ عداوی گھر کو کمزور نہیں کرتی کذا فی الغایۃ ہم طحاوی نے کہا اس میں گفتگو ہے اس واسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ عداوی عمارت کو ضعیف کر ڈالتی ہے لانہ مع الضمان فتنع اس واسطے کہ اجرت تاوان کے ساتھ جمع نہیں ہوتی ہم یہ تعلیل ہے مصنف کے اس قول کی ولا اجر لہ کذا فی الجلبی و مشکہ فی الحکم کل ما یختلف بالمستعمل کاللفظ اور اگر جانور کی سواری کے مانند ہے حکم میں جو چیز مختلف اور تفاوت ہوتی ہو بسبب اختلاف استعمال کرنے والے کے جیسے خیرہ شیخین کے نزدیک خیرہ در حکم جانور ہے اس واسطے کہ آدمی خیرہ کے کھڑے کرنے میں اور مکان نصب کے تجویز کرنے میں اور اس کی میخین گاڑنے میں تفاوت ہوتے ہیں بعضے باسلیقہ ایسے کہ خیرہ کو محفوظ رکھتے ہیں اور بعضے بے سلیقہ ایسے کہ ضائع کر ڈالتے ہیں اور محمد کے نزدیک خیرہ گھر کے مانند ہے حکم میں بزاز یہ ہیں ہے کہ خیرہ کی میخین مستاجر کے ذمہ پر ہیں اور رسیاں مویر پر و فیما لا یختلف فیہ بطل تقیدہ بہ کی لو شرط سکنی واحد لہ ان لیکن غیرہ لما مر ان التقید غیر مفید اور جس چیز میں تفاوت نہیں باوجود اختلاف مستعمل کے تو اس کی تقید اور تخصیص باطل ہے چنانچہ اگر گھر کے ابارہ ہیں ایک شخص کا رہنا شرط ہو تو مستاجر کو جائز ہے کہ اس کے غیر کو اس میں سکھے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ یہاں قید لگانا مفید نہیں وان سہمی نو عا و قدر اگر برہ حمل مشلہ وان خف لا اضر کالمخ اور اگر نام رکھا محمول کے نوع اور مقدار کا پناچہ گیوں بقدر ایک کر تو مستاجر کو اس کے مانند اور اس سے ملے کا لادنا جائز ہے نہ لادنا زیادہ تر ضرر والی چیز کا پناچہ نمک کام کر بغیر کافی پناچہ ہے جس میں بارہ صاع غلہ سماوے اور اس ملک کے وزن کے موافق تخمیناً اٹھائیس سیر ہوتا ہے مانند کی مثال جیسے معین گیوں کے برابر اور گیوں اس کے وزن کے برابر لادنا اور خف ترک کی مثال جیسے گیوں کے عوض جو لادنا اور نمک یا لودنا گیوں کے عوض جائز نہیں والا اصل ان من استحق منفعة مقدرة بالتقدیر استونا با و امثالہ او و نہا جاز ولو اکثر لم یجز اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص منفعت معینہ کا مستحق ہو ابارہ کے عوض سے پھر اسی منفعت کو اس کی برابر یا اس سے کمتر کو حاصل کرے تو جائز ہے اور اگر زیادہ تر کو حاصل کرے تو جائز نہیں ومنہ تحبیل وزن البرقطن الا شیعرا فی الاصح اور منجملہ غیر جائز کے ہے لادنا ردی کا جو برابر ہے گیوں کے وزن کے نہ لادنا جو کا قول اصح میں م یعنی اگر من بھر گیوں لادنے پر کرایہ ٹھہرا سو مستاجر نے من بھر ردی جانور پر لادی تو جائز نہیں اس واسطے کہ ردی پیٹھ پر گیوں سے زیادہ پھیلتی ہے اور اس میں گرمی بھی زیادہ ہے تو اس کا ضرر زیادہ ٹھہرا گیوں سے اور گیوں کے عوض اگر جو اسی قدر لادے اور جانور مر گیا تو تاوان نہیں بقول اصح اس واسطے کہ جب جو اور گیوں وزن میں برابر ہوں تو جو کا ضرر جانور کی پیٹھ پر کمتر ہوتا ہے بسبب پھیل جانے کے یہی فتویٰ ہے صدر شہید کا الحاصل اگر مسمی محمول ہو پھر اس نے اور چیز لادی اور وزن دونوں کا برابر ہے مگر محمول کمتر پھیلتا ہے جانور کی پیٹھ پر مسمی سے تو در صورت ہلاکی تاوان لازم ہوگا بسبب مضرت کے چنانچہ گیوں کے وزن کے برابر پیٹھ یا لودنا لادنا اور اگر محمول اندک زیادہ پھیلتا ہو لادنے کے مقام پر مسمی سے تاوان نہیں چنانچہ گیوں کے عوض جو لادنا اس واسطے کہ یہ آسان تر ہے تو خلاف کرنے سے تاوان لازم نہ آوے گا مگر جب کہ موضع محل سے زیادہ تر متجاوز ہو چنانچہ ردی عوض گیوں کے کذا فی الطحاوی ولوروف من لیتمسک بنفسہ عطیت الدابة لضمین النصف اور اگر مستاجر نے جانور پر اپنے پیچھے اس شخص کو سوار کر لیا جو بذات خود بلا امانت جانور پر بیٹھا ہے اور جانور ہلاک ہوا تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے ہم اور اگر مستاجر پیچھے بیٹھا ہو تو تمام قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم کذا فی الاستبصار للشکل لان الادامی غیر موزون اور

۲۵ یہ اس صورت میں ہے کہ صاع سواد سیر کا ہو کچھ اچھا اور جتنا صاع کے وزن میں اختلاف ہوگا لحاظ وزن ملک کے اتنا ہی کڑے وزن میں اختلاف ہوگا

اعتبار نہیں گرائی وزن کا اس واسطے کہ آدمی نیز موزون ہے یعنی آدمی کے تولنے کی عادت نہیں تو عدد و راکب کا اعتبار ہو گا نہ گرائی کا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ثقیل سواری کے واقف کار سے جانور کو ضرر نہیں ہوتا اور خفیف ناواقف سے ضرر ہوتا ہے۔ عند ان کانت الدارۃ تطبیق حمل الاثنین والاکل بکل حال اور یہ یعنی نصف ضمان اس وقت سے جب کہ جانور دو شخصوں کا بوجھ اٹھا سکتا ہو اور اگر اٹھا نہ سکتا ہو تو تمام قیمت کا تاوان ہے مستاجر حال میں یعنی خواہ بذات خود مستحک ہو یا نہ ہو کالو حملہ الراكب علی مالقه فان یضمن الکل وان کانت تطبیق حملہا لکونہ فی مکان واحد چنانچہ اگر دوسرے شخص کو مستاجر راکب نے اپنے کندھے پر اٹھایا تو مستاجر پر تمام قیمت کا تاوان لازم ہو گا اگرچہ جانور دونوں کے بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہو بسبب ہونے بوجھ کے ایک مقام پر یعنی جب دونوں کا بوجھ بیٹھ کر ایک جگہ پڑا تو جانور پر شاق ہو کر ہلاکی کا موجب ہوا وان کان الرذیف صغیر الیستحکم لضمن بقدر ثقلہ اور اگر کچھلا سوار ایسا طفل صغیر ہو کہ بلا اعانت جانور پر نہ بیٹھ سکتا ہو تو مستاجر تاوان دے بقدر اس کی گراں باری کے یعنی جس قدر بوجھ بھاری ہو گیا غیر کے سوار کرنے سے اتنا تاوان لازم ہو گا کملہ شیناً آخر ولو من ملک صاحبہا کولہا ناقۃ لعدم الاذن چنانچہ دوسری چیز کے اٹھالینے سے بقدر اس کے ثقل کے تاوان لازم ہوتا ہے اگرچہ وہ چیز محمول جانور کے ملک کی ملک ہو چنانچہ اوٹنی کی سواری پر اوٹنی کے بچے کو اٹھانے کا تاوان لازم ہوتا ہے۔ لازم ہو گا بواسطہ عدم اجازت مالک کے و لیس المراد ان الرجل یوزن بل ان یسال اهل الخیرۃ کم یزید اور تاوان بقدر زیادت ثقل سے یہ مراد نہیں کہ مرد تو لا جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ کل دانش سے پوچھا جائے کہ کتنا بوجھ زیادہ ہو گیا عمل صغیر یا حمل شے آخر سے دلو راکب علی موضع الحمل ضمن الکل لامرادر اگر بوجھ کی جگہ پر سوار ہو گیا تو مالک کی صورت میں کل کا ضمان دے گا بموجب اس بیان کے کہ اوپر گذر ایضاً سواری اور بوجھ کا ثقل ایک ہی جگہ ہو گیا و کذا لو لبس ثیاباً کثیرۃ اور یہی حکم ہے اگر مستاجر بہت سے کپڑے پہن کر سوار ہو یعنی در صورت ہلاک تاوان کل کا دے گا اگر ایک ہی جگہ بہت بوجھ کر دیا دلو یا لبسہا اس ضمن بقدر ما زاد محتجی اور اگر اس قدر ہوں جتنے لوگ پہنتے ہوں تو بقدر زیادتی کے ضمان دے گا کذا فی المحتجی و اذا ملک بعد طوع المقصد وجب جمیع الاجر لمرکوبہ بنفسہ مع التضمین ای نصف القیمۃ لمرکوب غیرہ اور پیچھے سوار کر لینے کی صورت میں اگر جانور بعد منزل مقصود پر پہنچنے کے ہلاک ہو تو ساری اجرت واجب ہے اس وجہ سے کہ مستاجر خود سوار ہوا اور ضمان بھی نصف قیمت جانور کا دیوے اس لیے کہ دوسرے کو سوار کیا تم ان ضمن الراكب لایرجع وان ضمن الرذیف یرجع لو مستاجر من المستاجر والا لایرجع اگر سوار یعنی مستاجر راکب نے تاوان دیا تو رذیف سے دیکھ لے اور اگر رذیف نے تاوان دیا تو مستاجر سے دیکھ لے اگر اس نے مستاجر کو کرایہ دینا کیا ہوا اور اگر رذیف بطریق اجارہ سوار نہ ہوا ہو بلکہ بطریق ماریت سوار ہوا ہو تو رجوع جائز نہیں کذا فی المطحی

قید بكونها عطبت لانها لو سلمت لزم المسمی فقط مصنف نے مسئلہ رذیف میں جانور کے ہلاک ہونے کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر جانور باوجود اذی و ان سلامت رہا تو فقط مقرری کرایہ لازم آوے گا نہ تاوان یعنی جمیع صورت مذکورہ میں کذا فی المطحی و بكونه اذی و بكونه لانه لو اقعده فی السرج صار غاصباً لاجر علیہ بجرمن الغایۃ اور مصنف نے مسئلہ مذکورہ میں اذی و ان رذیف کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر مستاجر اس کو زین پر بٹھائے گا اور آپ پیچھے بیٹھے گا تو غاصب ٹھہرے گا تو اس پر اجرت لازم نہ ہو گی یعنی فقط تاوان اس پر لازم ہو گا نہ کرایہ کذا فی المحمد من الغایۃ لکن فی السراج الراجح عن الشکل ما یخالفہ فیتأمل عند الفتوی کیف فی الاشباہ و غیرہا ان الاجر والضمنان لا یجتمعان لیکن سراج دلج میں مشکل سے وہ قول مذکور ہے جو قول مصنف و بموجب اجماع التضمین کے مخالف ہے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتویٰ دینے کے وقت کیونکہ نہ ہو اور حالانکہ اشباہ و غیرہ میں یہ مذکور ہے اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے م سراج میں مشکل سے یوں مذکور ہے کہ اذی و ان کی قید انفاقی ہے تو خواہ مستاجر کے سوار ہو یا پیچھے دونوں صورت میں حکم یکساں ہے شارح نے امر بالتأمل سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں مطحی نے کہا کہ اشباہ کی عبارت کا ذکر ہلا درجہ ہے اس واسطے کہ اجرت بمقابلہ مرکوب مستاجر ہے اور تاوان بمقابلہ مرکوب رذیف ہے تو ایک راہ سے اجتماع اجرت اور

تاوان نہ ہوا اور اجتماع تاوان کا اجرت کے ساتھ وہاں قنبح سے جہاں تاوان سے اجارہ کی چیز کا مستاجر مالک ہو جائے اور یہاں ایسا نہیں واذا استاجرک
یحمل علیہا مقدار الفحل علیہا اکثر منہ فعیبت ضمن ما زاد النقصل اور جب کہ جانور کو ایہ لیا تاکہ اس پر مقدار معین لادے اور اس پر اس سے زیادہ تر لادا
اور وہ مالک ہو گیا تو تاوان دے بقدر زیادہ ہو جانے بوجھ کے م مثلاً تین من لادنا مقرر ہوا سو اس نے چار من لادنا جانور کی چوتھائی قیمت کا تاوان مستاجر پر
لازم ہو گا اس واسطے کہ ہلاکی ہوئی تمام بوجھ سے مگر تین من کا لادنا ماذون تھا سو اس کا حصہ ساقط ہو گیا اور ایک من غیر ماذون تھا اور وہ چہارم ہے لہذا
چہارم قیمت کا تاوان لازم ہوا و ہذا اذا اکلها المستاجر فان حملها صاحبها بیدہ دعدہ فلا ضمان علی المستاجر لانہ ہوا مباشر عمادیۃ اور یہ حکم اس وقت ہے
جب کہ خود مستاجر اس پر بوجھ لادے سو اگر جانور کا مالک اپنے ہاتھ سے تنہا اس پر لادے تو مستاجر پر تاوان نہیں اس واسطے کہ مالک ہی تو مباشر ہے کذا فی
العمادیم خواہ مالک زیادتی کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو مستاجر پر تاوان لازم نہ ہو گا اور اگر مالک کہے کہ بوجھ زیادہ تھا تو اس کو جواب دیا جائے کہ تو نے کیوں نہ قول
لیا تھا علامہ مقدسی نے کہا اس میں تامل ہے اس میں اشارہ ہے تاوان مستاجر کا بسبب نہ معلوم ہونے مالک کے اور یہ بحث ہے مقدسی کی نہ روایت اور عادیۃ
کے مانند تہمتہ الفتادی میں بھی مذکور ہے کذا فی الطحاوی وان حمل الحمل معا و وضعہا علیہا وجب النصف علی المستاجر بفعلة و ہر فعل رہا محبتی اور اگر مستاجر
اور مالک جانور نے بوجھ ساتھ ہی اٹھایا اور جانور پر دونوں نے رکھا تو نصف قیمت کا تاوان مستاجر پر واجب ہو گا اس کے فعل کے سبب سے اور اس
کے مالک کا فعل باطل بلا عوض ہو گا کذا فی المجتبی ولو کان ابرئاً فی بولہ فین فحل کل واحد منہما بولقا ای دما کعدل مثلاً و حده و وضعہا علیہا معا
و متعاقباً لا ضمان علی المستاجر و یجعل حمل المستاجر ما کان مستحقاً بالعقد غایۃ اور اگر مثلاً گھوڑوں ہو دو گویں اور مستاجر اور مالک ہر واحد نے ایک ایک گون
تنہا اٹھائی اور دونوں نے جانور پر ساتھ ہی یا آگے پیچھے رکھی تو مستاجر پر تاوان نہیں یعنی در صورت ہلاکت اور مستاجر کا اٹھانا اور لادنا مستحق بعقد اجارہ
ٹھہرا یا جاوے گا کذا فی الغایۃ شارح نے کہا جو لوق یعنی ایک طرف سے گٹھے کے مانند مثلاً و مفادہ انہ لا ضمان علی المستاجر سواء تقدم او تاخر و ہوا الوجه ذن
ثم عونا علیہ علی خلاف مانی الخلاصۃ کذا فی شرح المصنف اور غایۃ التحقیق کی تعلیل سے مستفاد ہوا کہ مستاجر پر تاوان نہیں خواہ وہ گون کو پہلے رکھے یا پیچھے
اور یہی وجہ قوی ہے اسی سبب سے ہم نے اس پر اعتماد کیا خلاصہ کے برخلاف ایسا مذکور ہے مصنف کی شرح میں قلت و مانی الخلاصۃ ہوا الوجه
فی بعض نسخ المتن من قوله و کذا لا ضمان لو حمل المستاجر و لا لثم رب ال راتہ وان حملہا رہا و لا لثم المستاجر ضمن نصف القيمة اتنی فنتبہ میں کتا
ہوں اور جو خلاصہ میں ہے اور اس متن کے بعض نسخوں میں موجود ہے مصنف کا یہ قول اور اسی طرح تاوان نہیں اگر مستاجر نے پہلے گون لادی پھر
جانور کے مالک نے اور اگر اس کے مالک نے اول لادی پھر مستاجر نے تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے اتنی مانی الخلاصہ تو خبردار ہو اس قول غیر
مقدم سے و ہذا ای ما من الحکم اذا کانت الداتۃ المستاجر تطیق مثلاً اور یہ یعنی مسئلہ اولیٰ میں جو حکم گذر گیا تاوان بقدر زیادت نقل کے اس وقت ہے
جب کہ گرایہ کا جانور ایسے بوجھ کی طاقت رکھتا ہوا اذا کانت لا تطیق جمیع القيمة لازم علی المستاجر یعنی وجیب علیہ کل الاجر لحمل و الضمان للزیادۃ غایۃ
اور جب کہ جانور اتنے بوجھ اٹھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جانور کی پوری قیمت لازم ہو گی مستاجر پر کذا فی الزلیعی اور مستاجر پر تمام اجرت واجب ہو گی
واحجب ہوئی لاد کے سبب سے اور تاوان لازم ہوا زیادہ لادنے کی جہت سے کذا فی غایۃ التحقیق ہم شارح نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا سوال یہ ہے
کہ یہاں اجرت اور ضمان کا کیونکر اجتماع ہوا حالانکہ اشتباہ سے مذکور ہو چکا کہ دونوں مجتمع نہیں ہوتے خلاصہ جواب یہ ہے کہ لزوم تاوان کی وجہ اور
ہے اور وجوب اجرت کی اور ہے اور منع وہ اجتماع ہے جو ایک ہی وجہ سے ہوا فاذا بالزیادۃ انما من جنس السمی فلو من غیرہ ضمن الكل کما لو حمل السمی و حده
ثم حمل علیہا الزیادۃ و حده باجر اور مصنف نے فقط زیادت سے قائمہ ظاہر کر دیا کہ زیادت محل معین کی جنس سے ہے تو اگر زیادتی اس کے
سلہ المواقب کبر الیم والام و بضم الیم و فتح الام و کسر دما و معرف جمعہ کما کف و جالیت و جالقات و اعدل بالکسر نصف الحمل کذا فی القاموس ۱۲

مغائر ہو تو کل قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہو گا چنانچہ اس صورت میں تمام تاوان لازم ہے کہ اگر فقط محل معین بلا غلط زیادت لاوا پھر جانور پر فقط زیادت لاوے کذا فی البعد قال ولم یغیر قدر الاجارۃ اذا سلمت لظہور وجوب کسی نقطہ وان کملها المستاجر لان منافع الغصب لا یضمن عندنا صاحب بقرنے کہا اور مصنفین نے تعرض نہ کیا اجرت کے بیان کا جب کہ جانور سلامت رہا بسبب ظاہر ہونے اجرت معینہ کے وجوب کے اگرچہ زیادت کو فقط مستاجر نے لاوا ہو اس واسطے کہ زیادہ لاوانا غصب ہے اور غصب کے منافع کا ہمارے نزدیک تاوان نہیں دیتے علم حکم الکاری فی طریق مکہ اور ظہور وجوب کسی سے معلوم ہو گیا مکہ معظمہ کی راہ میں کرایہ دار کا حکم یعنی جب کہ محل پر کچھ بوجھ زیادہ لاوا اور جانور سلامت پہنچا تو زیادہ لاوانے سے کسی چیز کا استحقاق ثابت نہ ہو گا فقط اجرت مقررہ لازم ہوگی لیکن زیادہ لاوانا حلال نہیں کذا فی الطحاوی وضمن بغیرہا وکجھا بلجا ما تقبید الاذن بالسلامۃ اور مستاجر تاوان دے در صورت ہلاکت جانور کے مارنے سے اور اس کی لگام کھینچنے سے بسبب مقید ہونے اذن کے سلامتی کے ساتھ یعنی ہر چند مارنا اور لگام کھینچنا کھڑا کرنے کے واسطے مالک کے اذن سے ثابت ہے لیکن یہ اذن دامن تک ہے جب کہ جانور تلف نہ ہو جائے حتیٰ لو بک الصغیر بغیر الاب والوصی للتادیب فمن لودعه بجزر و تعریک تو اگر مصیز باب یادھی کے ادب دینے کی مارتے مر جائے تو تاوان یعنی دیت لازم ہوگی بسبب واقع ہونے تادیب کے جھڑکنے اور کان مروڑنے سے وقال لا یضمنان بالتعا اور صاحبین نے کہا کہ باپ اور وصی پر تاوان نہیں ضرب متعارف اور مروج سے اور اسی طرح مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے مارنے اور لگام کھینچنے سے بشرط ضرب متعارف کذا فی الطحاوی وانی الغایۃ عن الشتمۃ الاصح رجوع الامام لقولہما اور غایۃ التحقیق میں تتمہ سے مذکور ہے کہ امام کا رجوع کرنا صاحبین کے قول کی طرف صحیح تر قول ہے لا یضمن لیسر دقما اتناقا مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے ہانکنے سے باتفاق امام و صاحبین و ظاہر الہدایۃ ان للمتاجر ضرب الاذن العرفی اور ہدایہ کا ظاہر قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے م شاری نے ہدایہ کا قول اس واسطے ذکر کیا کہ باہت ضرب متعارف معلوم ہو بشرط سلامت و ما ضررہ لداۃ نفسہ فقال فی القبیۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ لا یضربہا اصلا و یجاصم فیما زاد علی التادیب اور مالک کا مارنا اپنے جانور کو پس قبضہ میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہے کہ اس کو اصلا نہ مارے اور اس سے مواخذہ ہو گا اس ضرب میں جو تادیب سے زیادہ ہے م یعنی ہر شخص کو منع کرنا جائز ہے علی الخصوص جب کہ مالک جانور کے منہ پر مارے وضمن یترع السرج و وضع الایکاف سو ابویکف بمثلہ ام لا اور تاوان دے زمین کے اتار لینے اور پالان کے باندھنے سے خواہ دیسا پالان اس پر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو م طحاوی نے کہا شاید کہ شارح پر ایکاف کی جگہ ایکاف کے ساتھ اس واسطے کہ ایکاف مصدر ہے بمعنی پالان نہاد اور کاف بکسر اول بمعنی پالان ہے و لہذا لفظ وضع کو شارح نے زیادہ کیا حالانکہ اس کی حاجت نہ تھی اس واسطے کہ ایکاف خود بمعنی وضع ایکاف ہے و بالاسراج بالالیسرج ہذا الحمار بمثلہ جمع قیمۃ اداس طرح کے زمین باندھنے سے کہ دیسا زمین اس گدھے پر نہیں باندھا جاتا اس کی تمام قیمت کا تاوان لازم ہو گا م صاحبین کے نزدیک پالان زمین کے مانسب ہے تو تاوان لازم نہیں مگر در صورت زیادت وزن حقائق میں عیون سے منقول ہے صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی ولو بمثلہ او اسرجا مکان الایکان لا یضمن الا اذا ورنہ فیضمن بحسب ابن کمال اور اگر دیسا زمین باندھا جیسا زمین اس پر باندھا جاتا ہے یا بجائے پالان کے زمین باندھا تو تاوان لازم نہ ہو گا مگر جب کہ تول میں زمین پالان سے زیادہ ہو تو اس کے حساب کے موافق تاوان لازم ہو گا کذا ذکرہ ابن کمال م یعنی اگر پالان ہو دسیر کا اور زمین ہو چار سیر کا تو نصف قیمت کا تاوان لازم آوے گا کا یضمن لو استاجر بالغیر لجام فلیما بلجام لایطمع بمثلہ چنانچہ مستاجر تاوان دے گا در صورت ہلاکت اگر جانور کہ پیر لیا بدون لگام کے پھر اس کے منہ میں ایسی لگام لگائی کہ دیسی لگام اس کے لگائی نہیں جاتی وکذا الوابد لہ لان الحمار لا یختلف باللجام وغیرہ غایۃ اور اسی طرح تاوان لازم ہو گا اگر مستاجر نے ایسی لگام بدل کر لگائی جیسی لگام اس کے لگائی نہیں جاتی اس واسطے کہ گدھا لگام وغیرہ سے بدل نہیں جاتا کذا فی غایۃ التحقیق م طحاوی نے کہا تاوان کی یہ تعلیل مناسب تر تھی کہ لگام غیر مائل سے مستاجر متعدی ٹھہرا و سلک طریقاً غیر ما یجوز مالک و تفاوت

بعد اود ورا د خونا یحیث لایسلکہ الناس ابن کمال یا مستاجر وہ راہ پہلا جو مغائر تھی اس راہ کے جس کو جانور کے مالک نے مقرر کر دی تھی اور دونوں راہیں متفادت تھیں دوری یا سخت ہونے یا خوف میں اس طرح کہ لوگ اس راہ میں نہ چلتے ہوں کذا ذکرہ ابن کمال او حملہ فی البحر اذا قید بالبر مطلقا سلمہ الناس اولاً لحظر البحر فلم یقید بالبر لافضان یا حال مستاجر کا اسباب لاوے گیا دریا میں جب کہ مستاجر نے قید لگائی تھی خشکی میں بے جانے کی تو مطلقاً تاوان لازم اوسے گا خواہ لوگ دریا کی راہ چلتے ہوں یا نہ چلتے ہوں بسبب مخطور ہونے دریا کے تو اگر خشکی کی قید نہ لگائی ہو تو تاوان لازم نہ ہوگا یعنی تلف ہو جانے سے دان بئ المل فلما لا جبر لم یحصل المقصود اور اگر حال نے مستاجر کا اسباب پر پہنچا دیا دریا کی راہ سے تو اس کی اجرت ثابت ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے یعنی تو گویا اس سے مخالفت متحقق نہ ہوئی وضمن بزرع رطبہ وقد امر بالبر بالقص من الارض لان الرطبۃ اضر من البر رطبہ ہونے سے حالانکہ مالک نے گہیوں ہونے کا امر کیا تھا تاوان لازم ہوگا بقدر ناقص ہو جانے زمین کے اس واسطے کہ رطبہ زمین کے حق میں زیادہ تر مضر ہے گہیوں سے یعنی اس واسطے کہ رطبہ کی جڑیں بکثرت ہوتی ہیں اور دور تک پھیلی ہیں ولا اجر لانه غاصب الانیما استثنیٰ کما یجیٰ اور صورت مذکورہ میں اجرت نہیں اس واسطے کہ رطبہ ہونے والا غاصب ٹھہرا اور غاصب پر تاوان ہے اجرت نہیں مگر چند مسائل مستثنیٰ ہیں اجرت ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا قید بزرع الاضر لان بالاقول ضرر لا یضمن ویجب الاجر مصنف نے تاوان معترکہ ہونے کی قید لگائی اس واسطے کہ کمتر ضرر والی کے ہونے سے تاوان لازم نہ ہوگا اجرت واجب ہوگی م اقل مضرت کی صورت یہ ہے کہ رطبہ ہونے کے واسطے زمین اجارہ لی اور گہیوں بویا وضمن بخیا طہ قباء و امر بقمیص قیمۃ ثوبہ اور قبائے کے سینے سے اور حالانکہ درزی کو قمیص پہنے کا مستاجر نے حکم کیا تھا اس کے کپڑے کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا م قبائے اس کو کہتے ہیں جس کا آگاکھلا ہو اور قمیص وہ ہے جس کا آگاکا اور پیچا دونوں سیا ہو و لہ ای لصاحب الثوب اخذ القباء و دفع اجر مثله لایجاد ز النسی کا ہو حکم الاجارۃ الفاسدۃ اور اس کو یعنی کپڑے کے مالک کو جائز ہے قبائے لینا اور قبائے سلانی کیسی اجرت دینی جو قمیص کی اجرت معینہ سے زیادہ نہ ہو جیسے اجارہ فاسد کا حکم ہے یعنی اجارہ فاسدہ میں وہ اجرت مثل لازم ہوتی ہے جو مسمی سے زیادہ نہ ہو و کذا اذا خاطبہ سر او یل وقد امر بالقباء فان حکم کذلک فی الاصح فتقید الدرر بالقباء التفاتی اور اسی طرح جب کہ درزی نے پاجامہ سیا اور حالانکہ کپڑے دے دے نے قبائے کا امر کیا تھا تو اسی طرح کا حکم ہے اصح قول میں یعنی مستاجر مختار ہے چاہے کپڑے کا تاوان لے چاہے پاجامہ لے اور اس کی مزدوری دے تو درمیں قبائے کی قید لگانا التفاتی ہے ہم دور میں تیسرے کا حکم در صورت قمیص اور قبائے کے مذکور ہے مصنف نے بلفظ سر او یل اشارہ کیا کہ ذکر قبائے التفاتی ہے ہر مخالفت کا یہی حکم ہے وضمن بسبعۃ اھفر وقد امر بامر قیمۃ ثوب البیض وان شاء المالك اخذہ واعطاه ما زاد البصغ فیہ ولا اجر لہ اور رنگریز سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے زر رنگنے سے اور حالانکہ مالک نے سرخ رنگنے کو کہا تھا اور اگر مالک چاہے تو زر درنگیں کوئے اور رنگریز کو اتنا دے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زر دی سے زیادہ ہو گئی اور رنگریز کے واسطے اجرت نہیں یعنی سرخی کی دل و بصغ رد یا ان لم یکن البصغ فاحشاً لا یضمن البصاغ وان کان فاحشاً عند اہل نہ یضمن قیمۃ ثوب البیض خلاصۃ اور اگر رنگریز نے ناقص رنگ رنگا اور اگر رنگ نہایت ناقص نہ ہو تو رنگریز پر تاوان نہیں اور اگر نہایت ناقص ہو تو رنگریز کے پیشے والوں کے نزدیک تو سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے کذا فی الخلاصۃ فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال للخیاط قطع طولہ و عرضہ و کمہ کذا فجاء ناقضاً ان قدرا البصغ ونحوہ مفود ان اکثر ضمنہ درزی سے کہا کہ قبائے قمیص قطع کر جس کا طول اور عرض اور آستین اس قدر ہو سو وہ کم ہو مقدار معین سے سو اگر بقدر انگلی یا اس کے مانند کم ہو تو معات ہے اور اگر زیادہ ہو تو اس کا تاوان دے قال ان کفانی قمیصاً فاقطعہ بدرہم وخطہ فقطعہ ثم قال لا یمضیک ضمن مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے قمیص کے واسطے کفایت کرتا ہو تو اس کو قطع کر ایک درم کی مزدوری پر اور اس کو سی درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا میرے قمیص کے واسطے کافی نہیں تو اس پر تاوان لازم ہوگا یعنی اس واسطے کہ اس نے دھوکا دیا و لہ قال ایکھینی قمیصاً فقال نعم فقال اقطعہ فقطعہ

ثم قال لا یفیک لایضمن اور اگر مالک نے کپڑا یا میرے قمیص کے لیے کافی ہے اور درزی نے کہا کہ ہاں پھر مالک نے کہا اس کو قطع کر اور اس نے قطع کیا پھر درزی بولا کہ تجھ کو کفایت نہیں کرتا تو اس پر تاوان لازم نہیں م اس واسطے کہ مالک کے حکم سے قطع کیا اور کلام سابق اخبار سے نہ حکم کنذانی الطحاوی نزل الجہاں فی مفاہیظہ ولم یرحل حتی فسد المال بسرقة او مطر ضمن لوالسرقة والمطر غالباً خلاصۃ ساربان اترامیدان میں اور دہاں سے کوٹھ نہ کیا یہاں تک کہ مال فاسد ہو گیا چوری یا بارش سے تو اگر چوری اور بارش دہاں اکثر ہو کر تھی ہو تو تاوان اس پر لازم ہو گا یعنی اس واسطے کہ غالب الوقوع بمنزلہ تحقق الوقوع کے ہے تو وہ متعدی ٹھہرا دہاں کے پھوٹنے سے اور اگر غالب الوقوع نہ ہو تو تاوان نہیں کنذانی الطحاوی وفی الاشباہ استعان برجل فی السرقة لیبیع متاعہ فطلب منه اجرنا العبرة لعادتم اور اشباہ میں ہے مدکاری چاہی ایک مرد سے بازار میں تاکہ اس کا مال بیچ دے سو اس نے مزدوری مانگی تو ان کی عادت کا اعتبار ہے یعنی بالقررا جرت اس نے مال بیچ دیا پھر مزدوری مانگی تو اہل بازار کی عادت کا اعتبار ہے کہ اگر اجرت نے کر بیچ دیتے ہوں تو اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر بلا اجرت کام کر دیتے ہوں تو اجرت لازم نہیں کنذالوا دخل رجلانی مالوۃ لیسئلہ اور اسی طرح کا حکم ہے اگر اپنی دکان میں کسی مرد کو داخل کیا اپنے کام کروانے کے واسطے یعنی عادت کا اعتبار ہو گا وجوب اور عدم وجوب اجرت میں وفی الدرر دفع غلامہ ادا بنہ لمانک مدۃ کذا یجملہ النسخ وشرط علیہ کل شہر کنذا جازہ ولولم یثمن شرط فبعد التعلیم طلب کل من المعلم والمولی ابراہمن الاخر اعتبر عرف البلد فی فلک العمل اور در میں ہے کہ مولی نے اپنا غلام یا بیٹا جو لاپے کو سپرد کیا مدت معینہ تک تاکہ وہ اس کو کپڑا بننا سکھاوے اور مولی نے استاد پر ہر مہینے میں کچھ اجرت شرط کی تو یہ جائز ہے اور اگر اجرت شرط نہ کی اور تعلیم کے بعد ہر واحد معلم اور مولی سے اجرت طلب کرے دوسرے سے تو رواج شہر کا اس کام میں معتبر ہو گا یعنی اگر عرف شہر اس کا شاہد ہو تو اس کام کی تعلیم کی اجرت مثل استاد کو دلائی جائے اور اگر عرف مولی کے واسطے شاہد ہو تو غلام کی اجرت مثل استاد پر لازم ہوگی کنذانی الدرر عن قاضی خان دہلیا استاجر وانیۃ الی موضع فجاز بہا الی آخر ثم عاد الی الاول فخطبت ضمن مطلقاً فی الاصح کانی العاریۃ وہو قولہا والیہ ربیع الامام کانی مجمع الفتاوی اور در میں ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک اور دہاں سے بڑھا کر اور مکان تک لے گیا بعد اس کے اول مکان کی طرف پھر آیا اور جانور ہلاک ہو گیا تو مستاجر پر مطلقاً تاوان کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک اور دہاں سے بڑھا کر اور مکان تک لے گیا بعد اس کے اول مکان کی طرف پھر آیا اور جانور ہلاک ہو گیا تو مستاجر پر مطلقاً تاوان لازم ہو گا اصح قول میں جیسے کہ عاریت میں تاوان لازم آتا ہے مطلقاً اور صاحبین کا قول ہے اور اسی قول کی طرف امام نے رجوع کیا کنذانی مجمع الفتاوی ہم مطلقاً یعنی خواہ آمد و رفت دونوں کے واسطے کرایہ ہوا ہو خواہ فقط جانے کے واسطے ہر صورت تاوان لازم ہے اور یہی حکم ہے عاریت لے جانے کا کہ تاوان لازم آوے گا مطلقاً مکان معمود کے تجاوز سے وفیہ خوف المکارۃ فرجع واما العمل لملحۃ الاول لاجرہ یعنی ان یحبر علی الاماۃ لوگوں نے مکان کی یعنی جانور کے کرایہ دینے والے کو خوف دلایا سو وہ پھر آیا اور مکان اول کی طرف بوجہ پھر لایا تو اس کی مزدوری نہیں ادا لائق یہ ہے کہ اس پر زبردستی کی جائے دوبارہ لے جانے پر کنذانی مجمع الفتاوی وفیہ دفع ابراہیم الی الصباغ لبصغۃ بکذا ثم قال لا تصبغ درودہ علی فلم یرودہ ثم ہلک لاضمان اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ ریشم دیار نگرین کو تا اس کو رنگے اس قدر اجرت پر پھر مالک بولا کہ اس کو مت رنگ اور مجھ کو پھر دے سو اس نے نہ پھیر دیا پھر کپڑا تلف ہو گیا تو نگرین پر تاوان نہیں وفیہ سئل ظہیر الدین عن استاجر رجلاً لعل لہ فی الضیغۃ فلما خرج نزل المطر فامنع بسببہ لہ الاجر قال لا اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ ظہیر الدین سے اس شخص کے حکم کا سوال ہوا جس نے ایک مرد کو مزدور کیا تاکہ وہ اس کا کام کرے زمین میں سوجب کہ مزدور کام کے واسطے نکلا ہی نہ برسنے لگا اور وہ کا سے بازار اس کے سبب سے کیا اس کی اجرت لازم ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ نہیں یعنی اس واسطے کہ معفو وعلیہ واقع نہ ہوا بلا منع مستاجر استاجر وانیۃ لیسئلہ کذا فرقت فخلها وودنها لہ للمشکری الرجوع بھضۃ قال لا لہ رضی بذلک جانور کرایہ لیا تاکہ اس پر اتنا بوجھ لاوے سو جانور بیمار ہو گیا تو محل معین سے کنز لاو اتو کیا مستاجر کو کسی کے حصہ کے موافق کرایہ پھر لینا جائز ہے ظہیر الدین نے جواب دیا کہ جائز نہیں اس واسطے کہ مستاجر اسی قدر کے لاوے پر راضی

لہ قال الطحاوی قال فی ضیاء العلوم للمکاری الذی یکرى دابة والمکاری الذی یکرى بہا امانہ

ہو گیا استاجر جی فتنہ الجیران عن الطعن لتوین البناء وحکم القاضي بمنعہ بل تسقط حصتہ مدۃ المنع قال لا مال يمنع ظاہر من الطعن مستاجر نے چکی کرایہ لی سواس کو پڑ دیوں نے پینے سے منع کیا بسبب کمزور ہو جانے مکانات کے اور قاضی نے بھی منع کا حکم کیا تو مدت منع کا حصہ کیا ساقط ہو گا ظہیر الدین نے جواب دیا کہ ساقط نہ ہو گا جب تک ظاہر میں پینے سے منع نہ کیا جائے گا مگر مراد یہ ہے والہ اعلم کہ لوگ اس کو چکی نہ پینے دیں یا چکی کے گھمانے والے جانور کو کھول دیا تو کذا فی الطحاوی استاجر مما سئیت فغرق مدۃ بل یجب کل الاجر قال انما یجب بقدر ما کان متفعلاً ایک برس کیلئے حمام کرایہ پیا سو ایک مدت تک پانی میں ڈوبا جائے تو کیا تمام اجرت واجب ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ بقدر حصول منفعت اجرت واجب ہوگی دنی الوہبانیۃ سے ویسقط فی وقت العمارة مثل ماہ لونہ بعض الدار فالمدم یجزیہ اور وہبانیہ میں ہے اور ساقط ہوتا ہے اجرت عمارت کے وقت میں مانند اس سقوط کے کہ گھر کا بعض مکان منہدم ہو جائے و انہدم تخمین کیا جائے م یعنی مقدار انہدم تخمین کر کے بقدر اس کے اجرت ساقط کی جائے اور یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ گھر کے بعض مکان کے گر جانے سے کرایہ ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیۃ بعد البر وخالف فی قدر العمارة امر + یقدم فیہا قولہ لا المعمر اور مخالفت مالک مالک امر کرنے والے نے مستاجر کی عمارت کی مقدار میں تو اس میں مالک کا قول مقدم ہو گا نہ مستاجر عمارت کے بنانے والے کام صورت مسئلہ یہ ہے مالک خانہ نے مستاجر کو امر کیا عمارت بنانے کا اور کرایہ میں مجر کر لینے کا تو عمارت میں دونوں نے اتفاق کیا اور مقدار صرف میں اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہو گا اور گواہ مستاجر کے مسموع ہوں گے کذا فی الطحاوی عن خزائن الاکمل قلت ومفادہ رجوع المستاجر بما ثبت علی الموجب مجرد والامر یعنی الانی تنور وبالبدن فلا بد من شرط الرجوع علیہ میں کتا ہوں اور مفاد قول سابق پھر لینا ہے مستاجر کا اس چیز کو جو موجب پر ثابت ہو مجرد امر کرنے کے یعنی مگر تنور اور فحاشی کے چہ بچہ کے بنانے میں رجوع مجرد امر کے نہیں تو ضرور ہے اشتراط رجوع سے موجب پر موطاوی نے کہا شارح کا یہ قول مسئلہ نظم سے مرتبط نہیں بلکہ یقین کی عبارت سے مرتبط ہے جو شرح وہبانیہ میں مذکور ہے اس طرح کہ نجم الاثمن بخاری نے کہا کہ جب مستاجر گھر میں عمارت بنادے مالک کے امر سے تو میں قدر اس کا صرف ہو کر سے بھرے اگرچہ رجوع صریحاً شرط نہ ہو پھر قاضی خاں سے نقل کیا کہ تنور اور چیمپ میں رجوع مجرد اذن بلا شرط صحیح نہیں انتہی مالی القینۃ تو معلوم ہوا کہ جو شارح نے ذکر کیا وہ قنبہ کا صریح ہے نہ مفاد طعن بہت الدار سقط کل الاجر ولا تنفسخ بہ مالم یفسخها المستاجر بحضرة الوجہ ہو الاصح اور اگر کرایہ کا گھر کا مہدم ہو گیا تو تمام کرایہ ساقط ہو گا اور اجارہ ویرانی نسخ نہیں ہو جاتا جب تک اس کو موجب کے سامنے نسخ نہ کرے یہی قول اصح ہے مگر بعضی مکان گھر کا منہدم ہو گیا اور مالک خانہ غائب ہے یا بیماری کے جیلہ سے قاضی کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتا تو اجارہ نسخ نہ ہو گا اور قاضی اس کی طرف سے وکیل قائم کرے کہ وہ نسخ کر دے کذا فی الطحاوی عن القینۃ و اذا بنیت للخیار لہ اور جب کہ گھر بنایا جاتا ہو بعد انہدم کے تو مستاجر کا اختیار نہیں یعنی اس واسطے کہ انہدم قبل الفسخ سے انفساخ نہیں ہوتا دنی سکنی عرضتہ لا یجب الاجر قالہ ابن شحنتہ قلت دنی نفیہ نظر ولعلہ ارید السمی اما جرة المثل او حصتہ العمرت فلا مانع من نزدہما فتاویٰ دینی فی نسخها ما لفیہ قنبہ اور خانہ منہدم کے پیش دروازے کے میدان کی سکونت میں اجرت واجب نہیں یہ کہا ہے ابن شحنتہ نے میں کتا ہوں کہ اس کی نفی میں اعتراض ہے اور شاید کہ نفی سے اجرت معینہ گھر کی مراد ہے لیکن مثل اس میدان کے کرایہ یا حصہ میدان کے کرایہ کے لازم ہونے کا کوئی مانع نہیں اور نسخ اجارہ کے باب میں وہ قول اوسے گا جو لزوم اجرت کا مفید ہو گا سو خبر از رہنہام باب الفسخ کا قول منکر یہ ہے زبیری سے کہ اگرچہ چکی کا پانی منقطع ہو گیا اور وہ مکان سوائے پینے کے لائق ارتفاع ہے تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی بسبب باقی رہنے معقود علیہ کے تو اگر منفعت لے گا تو بقدر اس کے حصہ کے اجرت لادم ہوگی اتنی اور فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے کہ اگر سب گھر منہدم ہو جائے تو اجارہ نسخ نہ ہو گا اس واسطے کہ پیش دروازے سے ارتفاع ممکن ہے کذا فی الطحاوی استاجر مما او شرط حط اجرة شہرین للعطلۃ فان شرط حطہ قدر العطلۃ صح بزار چہ حمام اجارہ لیا اور

علاہ ذلک مجرد تقدیم الزام علی المراء المحلوی یعلم قدر اجرا المنہدم بالحوزہ والتقدیم یسقط تالہ الطحاوی ۱۱۸

دو مہینے کی اجرت کی کمی بسبب معطل رہنے کے شرط کر لی تو اگر اجرت کامل کرنا بقدر تعطل شرط کیا تو صحیح ہے کذا فی البرزخیم یعنی اگر تعطل سے مدت زیادہ ہوگی یا مدت مجہول ہوگی تو اجارہ فاسد ہوگا کذا فی الطحاوی و اجرة السجین والسجان فی زمانہ یجب ان یکین علی رب الدین خزائن الفتاویٰ کرایہ قید خانہ کا اور اجرت قید خانہ کے نگہبان کی ہمارے زمانہ میں واجب یہ ہے کہ صاحب دین پر جو کذا فی خزائن الفتاویٰ یعنی اس واسطے کہ اسی کے واسطے مدیون مقید ہو اسے انقضت مدۃ الاجارۃ ورب الدار غائب مسکن المستاجر بعد ذلک سنة لا یمیزہ الکراہیۃ لہذا الستۃ لانہ لم یکنہا علی وجہ الاجارۃ کذلک لوانقضت المدۃ والستۃ غائب الدار فی ید امرأتہ لان المرأة لم تسکن باجرۃ مدت اجارہ کی متقاضی ہوگئی اور صاحب خانہ غائب ہے سو مستاجر ایک سال اس میں رہا تو اس پر کرایہ لازم ہوگا۔ اس سال کا اس واسطے کہ وہ بطریق اجارہ کے نہیں رہا اسی طرح اگر مدت اجارہ ہو جائے اور مستاجر غائب ہو اور گھر مستاجر کی عورت کے تصرف میں ہو تو کرایہ نہیں اس واسطے کہ عورت اس میں بعض اجرت نہیں رہی اور دارہ کل شہر کذا فلکل الفسخ عند تمام شہر فلو غاب المستاجر وقبل تمام شہر ترک زوجتہ ومتاخر فیہا لم یکن لاجرا لفسخ مع المرأة لانہا لیست بحکم الحیلۃ جار تھا لاخر قبل تمام شہر فاذا تم فسخ الاولیٰ فتعقد الثانیۃ فتخرج منها المرأة وتسلم للثانی خانیۃ اپنا گھر اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو مستاجر اور موجر ہر ایک کو فسخ اجارہ جائز ہے مہینہ تمام ہونے کے وقت تو اگر مستاجر غائب ہو مہینہ تمام ہونے سے پہلے اور اپنی زوجہ اور اسباب گھر میں چھوڑ گیا تو موجر کو اس کی عورت کے ساتھ اجارہ فسخ کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ وہ مستاجر فسخ نہیں اور مستاجر کی عورت سے فسخ اجارہ کا حیلہ یہ ہے کہ وہ گھر دوسرے شخص کو کرایہ دے مہینہ تمام ہونے سے پہلے پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو پہلا اجارہ فسخ ہوگا اور دوسرا اجارہ منعقد ہوگا اب مستاجر کی عورت اس میں سے نکلے گی اور دوسرے مستاجر کو گھر تسلیم کیا جائے گا کذا فی الخانیۃ

یہ باب ہے اجارہ فاسدہ کے احکام میں الفاسد من العقود ما کان مشروعاً باصلہ وون وصف عقدہ میں سے عقد فاسد وہ ہے جس کی اصل مشروع ہو نہ وصف اس کام عدم مشروعیت وصف

باب الاجارۃ الفاسدۃ

جہالت سے یا اس شرط کے اشتراط سے مارض ہوتی ہے جس کو عقد متقاضی نہیں والباطل بالیس مشروعاً باصلہ ولا بوصفہ اور عقد باطل وہ ہے جو کسی طرح مشروع نہ ہو نہ اس کی اصل مشروع ہو نہ وصف اس کام اجارہ باطل چنانچہ اجارہ لینا بعض مردار اور خون کے اور بت تراشی یا تصویرات بنانے کے واسطے کسی کو نوکر رکھنا حکم الاول دہو الفاسد وجوب اجرا المثل بالاستعمال لو المسمی معلوماً بن کمال اور اول یعنی اجارہ فاسد کا حکم واجب ہوتا ہے اجرت مثل کا استعمال کرنے سے اگر اجرت معینہ معلوم ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم اجرت مثل سے مراد اس شخص کی اجرت ہے جو اجیر کا مائل ہو اس عمل پر یعنی جو ایسا کام کرتا ہو اس دمان اور مکان میں اور اجرت وراہم اور دناہز کی جنس سے ہوگی نہ مسمی کی جنس سے اور اگر اجرت مثل مختلف ہو تو لوگوں میں تفریق کا اعتبار ہوگا اور اجرت اجارہ فاسدہ کی حلال ہے اگرچہ اس کا سبب حرام ہے یہ قول ہے علوانی کا اور حاکم کے نزدیک اجرت مذکورہ حلال نہیں ہے قول صحیح تر ہے اور اجرت مثل دمان علی الاطلاق معتبر ہے جہاں اجرت مسمی نہ ہو اور در صورت تسمیہ اجرت مثل اجرت مسمی سے زیادہ نہ ہوگی اور ظاہر کلام شایع اس پر دلالت کرتا ہے کہ در صورت تسمیہ اجرت مثل واجب ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کذا فی الطحاوی بخلاف الثانی دہو الباطل فانہ لا اجر فیہا بخلاف حقائق بخلاف ثانی یعنی اجارہ باطل میں اجرت نہیں استعمال کرنے سے کذا فی الحقائق ولا تملک المنافع فی الاجارۃ الفاسدۃ بالقبض بخلاف البیع الفاسد فان البیع یملک فیہ بالقبض اور اجارہ فاسدہ میں منافع مستاجر کی ملک میں نہیں آتے قبض کرنے سے برخلاف بیع فاسد کے اس واسطے کہ بیع فاسد میں بیع مملوک ہو جاتی ہے مشتری کے قبض کرنے سے بخلاف فاسد الاجارۃ غنی لوقبضنا المستاجر لیس لہ ان یوجر باجر خلاف اجارہ فاسد کے کہ اس میں منافع مملوک نہیں ہوتے تو اگر مستاجر نے عین مستاجرہ پر قبضہ کیا تو اس کو جائز نہیں کہ اور شخص کے اجارہ میں دے دلو اگر مستاجر اجرا المثل ولا یكون فاسداً ولا ایل نقض الثانیۃ بحر معزایا للظاہرۃ اور اگر مستاجر مذکور اس کو اجارہ دے گا تو مستاجر اول پر اجرت مثل واجب ہوگی اور

اس فعل سے وہ غاصب نہ ہوگا اور ادل یعنی ملک موجرا دل کو اجارہ ثانیہ کا طور ڈالنا جائز ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے خلاصہ سے منقول کہ فی الاشباہ المتشابهة فاسد الوکر صحیحاً جائز دیکھی اور اشباہ میں ہے کہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر اگر اس کو اجارہ صحیح دے تو جائز ہے چنانچہ آگے اوسے کام معلوم ہوا کہ اجارہ مذکورہ کے عدم جواز اور جواز میں دو قول ہیں اور دونوں کی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحاوی لفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد اجارہ کو فاسد کر ڈالنے میں وہ شرطیں جو مقتضائے عقد کے مخالف ہیں مہ چنانچہ پچھلے کے اجارہ میں شرط ہوئی کہ اگر چہ پانی منقطع ہو جائے تو بھی مستاجر پر اجرت لازم ہوگی اس واسطے کہ موجب عقد یہ ہے کہ اجرت واجب نہ ہو بل قدرت حصول منفعت فکل ما فسد البیع فاما لفسد لوجہات ما جوار اجرة ومدة دعل وكشر طعام عبدا وعلف وابة ومرة ومغار وما وشر اوخراج ومخدة وشر واشباہ سبب وجہ بیع کی مفسد ہے چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہو چکی وہی چیز اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہے چنانچہ ما جوار اور اجرت اور مدت اور عمل کی جہالت اور جیسے اجارہ کے غلام کا کھانا اور کرایہ کے جانور کا چارہ اور کرایہ کے گھر کی مرمت اور اس کے مصارف اور نہایت کی زمین کا عشر یا خراج اور اجارہ کی چیز پہنچا دینے کا فسخ شرط ہونا مستاجر پر کذا فی الاشباہ ہم وجہ فساد اجارہ یہ ہے کہ اعمال مذکورہ منجملہ اجرت کے قرار دیے گئے اور وہ مجہول غیر معلوم ہیں اور جہالت بعض اجر موجب ہے باقی اجرت کی جہالت کی کذا فی حاشیۃ الاشباہ لابی السعد ولفسد ایضا بالشیوع بان یوجر نصیباً من دارہ او نصیبہ من دار مشترکة من غیر شریک یا من احد شریکین الفع المسائل واما ویمن الفصل الثثین اور شیوع یعنی ہم امتیاز سے بھی اجارہ فاسد ہو جاتا ہے اس طرح پر کہ اپنے گھر سے حصہ غیر معین اجارہ دے یا مشترک گھر سے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا کسی اور شخص کو اجارہ دے یا دو شریکوں میں سے ایک شریک کو اجارہ دے چنانچہ الفح المسائل اور عادیہ میں ہے تیسویں فصل سے ہم تفصیل میں ہے کہ ایک زمین مشترک ہے چند شخصوں میں تو اگر ایک شریک سب شریکوں کو اجارہ دے تو صحیح ہے اور اگر ایک شریک کو دے تو جائز نہیں واحترز بالاصلی عن الطاری کی فلا یفسد علی المظاہر کان اجرا کل ثم فسخ فی البعض او اجرا لواحد فمات احدہما او بالعکس اور مصنف نے احتراز کیا شیوع اصلی کی قید لگا کر شیوع طاری سے تو شیوع طاری اجارہ کا مفسد نہیں بموجب ظاہر الرایت کے چنانچہ تمام گھر تانہین اجارہ دی پھر بعض میں اجارہ فسخ کر ڈالا یا دو شریکوں نے ایک شخص کو مشترک چیز اجارہ دی پھر ایک موجر مرگیا یا اس کے بالعکس یعنی ایک نے دو شخصوں کو اجارہ دیا پھر ایک مستاجر مرگیا م صدیقین اخیر میں میت کے حصہ میں اجارہ فسخ ہوگا اور زندہ کے حصہ میں اجارہ قائم رہے گا باوجود شیوع کے اس واسطے کہ یہ شیوع طاری ہے نہ اصلی وہی الحیلۃ فی اجاق المشاع کا لوقتی یوازہ اور وہ یعنی تمام چیزیں اجارہ کرنا پھر بعض میں فسخ کوینا حیلہ ہے جواز مشاع کے اجارہ میں جیسے جواز اجارہ مشاع پر قاضی کا حکم ہو جانام یعنی جو چاہے کہ مشاع چیز کو اجارہ دے اس کی دو تدبیریں ہیں ایک یہ ہے کہ کل چیز کو اجارہ دے پھر بعض میں اجارہ فسخ کر ڈالے دوسری تدبیر یہ ہے کہ اس قاضی کے پاس مرافعہ کرے جس کے مذہب میں مشاع کا اجارہ جائز ہے سودہ اس کے جائز ہونے کا حکم دے الا اذا اجر کل نصیبہ او بعضہ من شریکین فجو شیوع اصلی مفسد اجارہ ہے مگر جب کہ ایک شریک اپنا تمام حصہ یا بعض حصہ اپنے دوسرے شریک کو اجارہ دے تو جائز ہے وحوذہ بکل حال وعلیہ الفتوی زلیلی وجر معز باللفظی لکن رود العلامة قاسم فی تصحیحہ بان مافی المغنی شاذ مجہول القائل فلا یعول علیہ اور صاحبین نے اجارہ مشاع کو جائز کہا ہے بر حال میں یعنی خواہ اجارہ شریک سے ہو یا غیر شریک سے خواہ محتمل القسمة میں ہو یا غیر محتمل میں اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الزلیلی وجر الرائق میں یہ فتویٰ معنی سے منقول ہے لیکن اس فتویٰ کو علامہ قاسم نے اپنی تصحیح میں رد کر ڈالا اس طرح کہ جو فتویٰ معنی میں ہے ایسا شاذ ہے جس کا قائل معلوم نہیں تو وہ اعتماد کے لائق نہیں م طحاوی نے کہا اور قول محمد علیہ وہ ہے جو فتادی فخر الدین میں ہے کہ فتویٰ امام کے قول پر ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے ارباب شروع اور متون نے تو یہی مذہب ٹھہرا لیت فی البدایع لو اجر مشاعاً محتمل القسمة فقسماً وسلم جاز الزوال المانع ولو ابطلها المکتم تم قسماً وسلم لم یجر میں کہتا ہوں اور بدائع میں ہے اور اگر اس مشاع کو اجارہ دیا جو قابل قسمت کے ہے پھر اس کی قسمت کی اور تسلیم کی اجارہ جائز ہے بسبب دور ہو جانے

مانع کے یعنی شیعہ کے اور اگر حاکم نے اجارہ مشاع کو باطل کر دیا پھر اس کی قسمت اور تسلیم واقع ہوئی تو جائز نہیں دینی مجوزہ لوالبنا والرحل والحرثہ والخسر
فصلین من الفصل الحادی والعشرین یعنی الوسط منہ اور فتویٰ دیا جائے اجارہ کے جواز کا اگر عمارت ایک مرد کی ہو اور زمین اس کی دوسرے شخص کی چنانچہ
فصولین میں ہے اکیسویں فصل سے یعنی اس فصل کے درمیان میں یہ مسئلہ مذکور ہے م یعنی اگر صاحب عمارت اس کو اجارہ دے صاحب زمین یا اس کے غیر کو
تو جائز ہے اور اس زمین کا اجارہ بلا عمارت بھی جائز ہے کذا فی الطحاوی عن الجامع والفسد بجہالتہ المسمی کلا وجہ کتبیۃ ثوب اوداجہ او آتہ ورم علی ان برما
المستاجر لیسرورة المرتہ من الاجرة فیصیر الامیر مجبولا اور اجارہ فاسد ہوتا ہے اگر کسی کی جہالت سے تمام امر مجبول ہو یا بعض چنانچہ نام لینا کپڑے یا جانور کا یا
سودرم کا اس شرط پر کہ مستاجر کھری مرمت کرے بسبب ہو جانے مرمت کے اجرت میں سے یعنی خرچ مرمت کا اجرت میں داخل ہو گیا تو اجرت مجبول ہو گئی
اس واسطے کہ معلوم نہیں کہ کتنا مرمت میں صرف ہو گا م کپڑا اور جانور تمام امر کے مجبول ہونے کی مثال ہے اس واسطے کہ معلوم نہیں کہ کون کپڑا کون جانور اور
سودرم اور مرمت جہالت بعض کی مثال ہے ولفسد لعدم التسمیۃ اصلا او بفساد غیر او خنزیر اور اجارہ فاسدہ ہوتا ہے اجرت کے مطلق نہ نام لینے سے
یا شراب یا سور کے نام لینے سے م عدم تسمیہ کی یہ صورت ہے کہ موجد نے مستاجر سے کہا کہ میں نے اپنا گھر ایک مہینہ یا ایک برس تک تجھ کو اجارہ دیا اور یہ
نہ کہا کہ اتنے کر ایہ پر کذا فی المنع فان فسدت بالا غیر من لجہالتہ المسمی وعدم التسمیۃ وجب اجبر المثل یعنی الوسط منہ لا ینقص عن المسمی صوا اگر اجارہ فاسد ہو گیا
پچھلے دو سبب سے یعنی کسی کی جہالت سے اور عدم تسمیہ سے تو اجرت مثل واجب ہو گئی یعنی مجبول اجرت نہ اکثرہ اقل اور اجرت کم نہ ہوگی مسمی سے م شارح کے
اس قول یعنی لا ینقص عن المسمی میں غلط ہے اس واسطے کہ دونوں صورتوں میں تسمیہ نہیں اس واسطے کہ عدم تسمیہ میں امر ظاہر ہے اور جہالت مسمی تو در حکم عدم
ہے کذا فی الطحاوی لا یأثمکین بل باستیفاء المنفعة حقیقۃ کامر بالغاً ما بلغ لعدم ما یرجع الیہ اجارہ فاسدہ میں اجرت فقط تکمیل یعنی موجد کے قادر
کر دینے سے واجب نہ ہوگی بلکہ فی الحقیقت منفعت کے حاصل کرنے سے اجرت واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا اجرت مثل واجب ہوگی کتنی ہے کیوں نہ ہو
بسبب نہ ہونے اس چیز کے جس کی طرف رجوع کیا جائے ولا ینقص عن المسمی اور اجرت مثل کم نہ ہوگی مسمی سے م اس قول کا خلل مذکور ہو چکا علاوہ اس کے
عدم مرجع الیہ اس کے مخالف ہے والا فسد بہا بل بالشرط والشیوع مع العلم بالمسمی لم یزواجر المثل علی المسمی لرضا ہما بہ اور اگر اجارہ امین مذکورین
سے فاسد نہ ہو بلکہ شرط مخالف عقد یا شیعہ اصلی سے فاسد ہو باوجود معلوم ہونے اگر کسی کے تو اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہ ہوگی بسبب رضی ہو جانے
موجد اور مستاجر کے مسمی سے یعنی دونوں اسقاط زائد عن المسمی پر راضی ہو گئے م جہالت مسمی اور عدم تسمیہ میں اجرت مثل جس قدر کہ ہو اور ان کے سوا میں سدا
زیادت علی المسمی اس واسطے واجب ہوئی کہ ذات منافع کی قیمت ہمارے نزدیک نہیں ہے بلکہ ان کی قیمت عقد یا شیعہ عقد سے ٹھہرتی ہے پھر جب کہ منافع
کی قیمت نہ ہوئی تو رجوع واجب ہو عقد کی قیمت کی طرف اور زیادت علی المسمی ساقط ہو گئی اس واسطے کہ ماعدن اس کے اسقاط پر راضی ہو گئے اور جب کہ
اجر مسمی مجبول اور معدوم ہو تو مرجع منتفی ہو تو موجب اصلی واجب ہو یعنی وجوب قیمت جس قدر کہ ہو تقریر اس کلام کی اسی طرح لائی ہے اس واسطے کہ عبارات
قوم اس مقام میں مضطرب ہیں کذا فی الدرر منہ نقض عنہ لفساد التسمیۃ اور اجرت مثل مسمی سے کم ہو بسبب فاسد ہو جانے تسمیہ کے واشتہی الزلیعی مالواستاجر
دارا علی ان لا یسکنہا فسدت وجب ان سکنا اجبر المثل بالغاً ما بلغ اور زلیعی نے قاعدہ مذکورہ سے وہ صورت مستثنیٰ کی کہ ایک گھر اجارہ لیا اس شرط پر کہ مستاجر
اس میں سکونت نہ کرے یعنی باوجود تسمیہ تو اجارہ فاسد ہے اور اگر مستاجر اس میں سکونت کرے گا تو اجرت مثل واجب ہوگی جس قدر کہ ہو م یہ فساد
اجارہ شرط مخالف عقد سے ہو تو لازم تھا کہ اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہ ہوتی پھر جب زیادہ ہوئی تو یہ صورت قاعدہ مذکورہ سے مستثنیٰ ٹھہری و جملہ فی البحر
علی ما اذا ہل المسمی اور بحر الرائق میں اس صورت کو جہالت مسمی پر مجبول کیا ہے یعنی مسئلہ مذکورہ میں اجرت مسمی مجبول ہے تو اجرت مثل واجب ہوگی تو در حقیقت
قاعدہ مذکورہ سے استثناء نہ ٹھہر لکن درجہ قاضی خان فی شرح الجامع الی جہالتہ المسمی فانہم دخل کل فلا استثناء فتنہ لیکن قاضی خاں نے مسئلہ مذکورہ کو جہالت

مسی کی طرف پھرا ہے تو اس کو سمجھ لے اور ہر تقدیر پر استثناء تو نہیں ہے تو آگاہ رہیم طحاوی نے کہا مطلب بحر الرائق اور قاضی خاں کا ایک ہی ہے تو استدراک بلا وجہ ہے اور ہر تقدیر کہنا بھی بلا وجہ ہے اس واسطے کہ بحر الرائق اور قاضی خاں میں مذکور ہے وہ ایک ہی چیز ہے قلت یعنی استثناء الوقت لان الواجب فیہ ابرائیل بالغاما بلغ قتال میں کتاہوں اور وقف کا استثناء کرنا قاعدہ مذکورہ سے لائق ہے اس واسطے کہ وقف میں باوجود تسمیہ اجرت مثل واجب ہے جس قدر کہ اجرت مثل ہو سو نور کر فان آجر وارہ تصریح علی ہائے التامی بعد محمول فسخن مدۃ ولم یدفعہ فعلیہ للمدۃ ابرائیل بالغاما بلغ و تفسیح فی الباقی من المدۃ سو اگر اپنا گھر کرایہ دیا بعوض محمول غلام کے پھر مستاجر گھر میں ایک مدت تک رہا اور غلام اس کو نہ دیا تو مستاجر پر اس کی مدت کے واسطے اجرت مثل واجب ہوگی جس قدر کہ ہو اور باقی مدت میں اجارہ فسخ ہوگا شارح نے کہا یہ مسئلہ جہالت مسی پر متفرع ہے آجر حالو تا کل شہر بکنہ صحیح فی واحد فقط و فسخ فی الباقی لجمالتہا و کان کرایہ دی ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینہ میں اجارہ صحیح ہوگا اور باقی مدت میں فاسد ہوگا بسبب محمول ہونے پر کے یعنی معلوم نہیں کہ پانچ مہینے یا دس والا اصل اتنی متنی دخل کل فیما لا یعرف منتہا تعیین ادناہ فاذا تم الشہر فلکل شہرا بشرط حضور الاثر لا منتہا العقد صحیح اور قاعدہ کلیہ اس کا یہ ہے کہ جب کل کا لفظ داخل ہو اس میں جس کی نہایت معلوم نہیں چنانچہ ایام اور شہر تو اس کا کثر معین ہوگا یعنی ایک دن یا ایک مہینہ پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو موجر اور مستاجر ہر ایک کو اجارہ فسخ کر دینا جائز ہوگا بشرط حاضر ہونے دوسرے شخص کے بسبب ہو چکے عقد صحیح کے و فی کل شہر سکون فی اولہ ہوا للیلۃ الاولیٰ یومہا و فاویہ لغتی صحیح العقد فیہ ایضا اور جس مہینہ کے اول میں مستاجر رہے گا وہاں یا گھر میں تو اس مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہوگا اول ماہ سے مراد پہلی رات یعنی چاند رات اور اس کا دن ہے عرف میں اور اسی کا فتویٰ ہے ہم یعنی بلا تعیین شہور ہر مہینہ کا اجارہ مذکور ہوا تو ایک ہی مہینہ کا صحیح ہوگا لیکن اگر مستاجر دوسرے مہینہ کی پہلی رات اور دن میں وہاں سکونت کرے گا تو دوسرے مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہو جائے گا یہ قول ہے بعض متاخرین کا اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اول ماہ ثانی میں دلوں کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے ہر چند اول ماہ روایت ہلال سے ہے لیکن چونکہ اس کے اعتبار میں ہرج تھا لہذا چاند رات اور اس کا دن معتبر ہوا لہذا فی الدرر و شرح الوقایہ ولیس للموجر اخراجہ حتی یفتضحی الا بعد ذکر کما لو جمل اجرة شہرین فاكثر لکونہ کالمسمیٰ زلیعی اور بعد سکونت اول ماہ موجر کو مستاجر کے اخراج کا ماہ ثانی میں اختیار نہیں جب تک کہ وہ مہینہ آخر نہ ہو جائے مگر عذر سے اخراج جائز ہے چنانچہ اس صورت میں اخراج جائز نہیں اگر مستاجر دو مہینہ یا زیادہ کی اجرت پیشگی دے اس واسطے کہ پیشگی دینا اجرت کا مسمیٰ کے مانند ہے کذا فی الزلیعی الا ان لیس فی الکمل ای جملہ شہور معلومہ فیصح نزول المانع ہر مہینہ کے اجارہ میں فقط ایک مہینہ کا اجارہ صحیح ہے مگر یہ کہ تمام یعنی سب شہور معلومہ کا نام لے تو اجارہ سب میں صحیح ہوگا نزول المانع کے سبب سے ہم یعنی موجریوں کے کہ میں نے اپنا گھر چھ مہینہ کو اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا کذا فی المنع واذا آجر ما ستم بکنہ صحیح وان لم یسم اجر کل شہر و تقسم سوتہ اور جب کہ گھر اجارہ دیا ایک سال کو اتنے کرایہ پر تو عقد صحیح ہے اگرچہ ہر مہینہ کی اجرت مذکور نہ کی ہو اور سال کا کرایہ ہر مہینہ پر برابر قسمت ہوگا و اول المدۃ ماسمیٰ ان سمیٰ اور ابتداء مدت اجارہ وہ ہے جو مذکور ہو اگر نام لیا ہو یعنی یوں مذکور ہو کہ اس سال کے رجب یا رمضان سے اجارہ ہوا و الا فوقت العقد ہوا و لہا اور اگر ابتداء مدت مذکور نہ ہوئی ہو تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہے فان کان العقد حلین ہیل بضم فقہ ای مہر السال والاراد الیوم الاول من الشہر ثمیٰ غیر الابلہ سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اس وقت جب کہ چاند دیکھا گیا تو مہینوں کا شمار چاندوں کے دیکھنے سے معتبر ہوگا شارح نے کہا ہیل بضم یا فتح بمعنی دیدہ شود ہلال اور مراد اس سے مہینہ کا پہلا دن ہے کذا فی الشننی والا قال یام کل شہر ثلثون اور اگر اجارہ چاند دیکھنے کے وقت نہ ہوا ہو مہینوں کے شمار کے واسطے دن معتبر ہوں گے ہر مہینہ بیس دن کا و الا لایتم الاول بالایام و الباقی بالابلہ اور صاحبین نے کہا کہ پہلا مہینہ دنوں سے پورا کیا جائے گا اور باقی مہینے چاند سے معتبر ہوں گے ہم یعنی اگر ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سال بھر کا اجارہ ہوا تو امام نزدیک سال پورا ہوگا دلوں کے شمار سے ہر مہینہ بیس دن کا تو ایک سال میں سو ساٹھ دن ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ذی الحجہ میں دن کا ہوا تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کی تکمیل

کی دسویں تاریخ اور اگر ذی الحجۃ اتیس دن کا ہو گا تو سال تمام ہو گا ذی الحجۃ کی گیارہویں تاریخ کذا فی شرح الوقایہ استاذہم عبد الباقی معلوم و بطعامہ لم یحز لجماعۃ
 بعض الاحبار کام نوکر رکھا کسی کے غلام کو اجرت معین اور اس کی خوراک پر تو جائز نہیں بسبب مجہول ہونے بعض اجرت کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے یعنی اگر مثلاً
 دوروپہ اور خوراک پر نوکر رکھا تو بعض اجرت یعنی خوراک مجہول ہے یعنی معلوم نہیں کہ خوراک کس قدر اوصویر یا سیر بھر اور جہالت بعض جہالت کل کی موجب ہے
 مبسوط میں ہے کہ جس اجارہ میں خوراک یا چارہ جانور کا شرط ہے وہ اجارہ فاسد ہے مگر ذیہ کا اجارہ کھانے اور کپڑے پر درست ہے اتھی فتاویٰ مالکی
 میں ظہیر سے منقول ہے کہ نفیہ ابواللیث نے کہا کہ جانور کے اجارہ میں چارہ کے ساتھ ہم متقدمین کے قول پر عمل کرتے ہیں یعنی عدم جواز پر اور ہمارے
 زمانہ میں تو غلام کھاتا ہے ستا بر کے مال سے بنا بر رواج اور عادت کے کذا فی الطحاوی و جازا جارة الحمام لانه علیہ الصلوۃ والسلام دخل الحمام مخفیاً
 ولتعارف الناس اور حمام کے نہانے کا اجارہ جائز ہے اس واسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام جحفہ کے حمام میں تشریف لے گئے تھے اور بسبب رواج
 لوگوں کے ہم اتقانی نے کہا وجہ جواز یہ ہے کہ تمام شہروں میں لوگ حمام کی اجرت دیتے ہیں اگرچہ استعمال کے پانی کی اور وہاں کے ٹھہرنے کی مقدار
 مجہول غیر معین ہے تو مسلمین کا اجماع اس کے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے اگرچہ قیاس سے جواز ثابت نہیں ہوتا مواہب لدینیہ میں ہے کہ دخول
 حمام مخفی کی حدیث موضوع ہے کذا فی الطحاوی وقال علیہ الصلوۃ والسلام ماراہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن قلت والعرف وقع علی ابن مسعود کا
 ذکرہ ابن حجر اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس چیز کو سب مسلمان نیک جانیں تو وہ چیز خدا کے نزدیک نیک ہے میں کہتا ہوں اور ابیہیث
 کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ حدیث عبد اللہ بن مسعود پر موقوف ہے یعنی یہ قول صحابی کا ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چنانچہ ابن حجر نے اس
 کو بیان کیا ہے مقاصد حسنہ میں ہے کہ مسند احمد میں عن ابی وائل عن ابن مسعود مروی ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دل
 دیکھے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اصحاب پسند کیے اور ان کو اپنے دین کا مددگار ٹھہرایا اور اپنے نبی کا وزیر بنایا جس کو مسلمین نیک
 جانیں وہ عند اللہ نیک ہے اور جس کو مسلمین بد جانیں وہ عند اللہ بد ہے اور یہ حدیث موثوث حسن ہے اور اسی طرح ہزار اور طرابلسی اور طبرانی نے
 ابن مسعود کے ترجمہ میں مذکور کیا ہے کذا فی الطحاوی یہ حدیث جیت اجماع کی دلیل ہے و جاز بناؤہ للرجال والنساء صلی اللہ علیہ وسلم کی حاجت بل حاجتہن
 اکثر کثرة اسباب اغتسالہن اور حمام کا بنانا مردوں اور عورتوں کے نہانے کے واسطے جائز ہے یہی قول صحیح ہے بسبب حاجت اغتسال کے بلکہ عورتوں
 کی حاجت حمام کی طرف زیادہ تہ ہے اس واسطے کہ عورت کے نہانے کے اسباب بہت ہیں و کراہتہ عثمان محمول علی ما فیہ کشف عورة زلیخی اور حضرت
 عثمان رضی اللہ عنہ کا مکروہ کنا حمام کو محمول ہے اس حمام پر جس میں کشف عورت اور بے پردگی ہو کذا فی الزلیخی وفی احکامات الاشباہ ویکرہ لہا دخول الحمام
 فی قول ذیل الامر یقتضی انفساء المعتمد ان لا کراہتہ مطلقاً قلت و فی زمانہ الاشک فی الکراہتہ تحقیق کشف العورة وقدم فی النفقة اور اشباہ کے احکامات
 میں ہے اور مکروہ ہے عورت کے واسطے حمام میں جانا ایک قول میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت بیمار اور نفاس والی کو جائز ہے اور قول معتد بہ
 کہ مطلقاً کراہت نہیں میں کہتا ہوں اور ہمارے زمانے میں مکروہ ہونے میں کچھ شک نہیں بے پردگی کے ثبوت سے اور البتہ اس کا ذکر کتاب النفقة میں
 مذکور ہو چکا ہے والحجاء لانه صلی اللہ علیہ وسلم اجتمع واسطاہرۃ و حدیث النہی عن کسب منسوخ اور حجاء یعنی کھنے لگانے والے کا اجارہ جائز ہے اس
 واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون نکلوا یا پچھنوں سے اور اس کی مزدوری دی اور کسب حجاء کی حدیث بھی منسوخ ہے والظہر بکسر فہمزة المفعلة
 باجر معین تعامل الناس بخلاف بقیۃ الحيوانات لعدم التعارف اور ذیہ کا اجارہ اجرمعین پر جائز ہے بسبب رواج لوگوں کے بخلاف باقی حیوانات کے
 قال الطحاوی کذا رواہ احمد فی کتاب السنۃ من حدیث ابی وائل عن ابن مسعود قال ان اللہ نظر فی تلویح العباد فانماہم انما یجلم انصار دینہ ووزر او ذیہ انماہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن و
 المسلمون قبیحون عند اللہ قبیح و ہو موثوث حسن و کذا اخرہ البزار والطاوسی و طبرانی فی ترجمہ ابن مسعود و من المجملہ کذا فی مقاصد الحسنۃ منہ فی حدیث دخول حمام مخفی موضوع است فی حدیث زید بن اسود

یعنی شیر نوشی کے واسطے گائے کبریٰ کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہیں عدم رواج کے سبب سے شارح نے کماطر مکسر ظاء معجم و سکون ہمزہ و دودھ پلانے والی عورت ہے و کذا بطحا و کسوتھا و لہما الوسط و ہذا عند الامام بھریان العادة بالتوسعة علی الظہر شفقتہ علی الولد اور اسی طرح دایہ کو نوکر رکھنا اس کے کھانے اور کپڑے پر جائز ہے اور اس کے واسطے متوسط خوراک اور پوشاک یعنی عمدہ تر نہ ناقص تر لازم ہوگی اور یہ جواز امام کے نزدیک ہے اس واسطے کہ دایہ پر خوراک اور پوشاک کی کنشائش کی عادت جاری ہے بچے کی محنت اور شفقت سے ہم فتاویٰ کبریٰ میں ہے کہ دایہ کے اجارہ میں توقیت یعنی دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہے انتہی اور صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک خوراک اور پوشاک پر اجارہ جائز نہیں اور یہی قیاس ہے اس واسطے کہ اجرت بھول ہے امام کی طرف سے جواب یہ ہے کہ جب جہالت نزاع کی موجب نہ ہو تو صحبت کی مانع نہیں ہے وللمزوج ان یطعمہ یا یطعمہ لک و دایہ کے شوہر کو دایہ سے قربت کرنا جائز ہے برخلاف امام مالک کے کہ ان کے نزدیک جائز نہیں لانی بیت المستاجر لہ ملک فلا یدخلہ الا باذنہ دایہ کا شوہر قربت نہ کرے اس سے مستاجر کے گھر میں اس واسطے کہ گھر مستاجر کا ملک ہے تو اس میں داخل نہ ہو مگر اس کے اذن سے وللمزوج فی نکاح ظاہری معلوم بغیر الاقرار فتخما مطلقا شانہ اجارۃ لانی الاصح اور شوہر کو ظاہر نکاح یعنی اس نکاح میں جو معلوم ہو بدون اقرار زوجین کے بھی فسخ اجارہ جائز ہے قول اصح میں ہر طرح خواہ اجارہ زوجہ اس کو عیب لگتا ہو بواسطہ اس کی شخصیت کے یا عیب نہ لگتا ہو ولو غیر ظاہر بان علم باقرارہما الا فیسختلان فذلہما لا یقبل فی حق المستاجر اور اگر نکاح غیر ظاہر ہو اس طرح کہ نکاح معلوم ہو دونوں کے اقرار سے تو زوجہ اجارہ فسخ نہ کہے گا اس واسطے کہ دونوں کا قول مستاجر کے حق میں مقبول نہیں وللمستاجر فسختہا بجملہا و مرضہا و فجورہا فجورہا بینا و نحو ذلک من الاعذار اور مستاجر کو دایہ کا فسخ اجارہ جائز ہے دایہ کے حاملہ ہو جانے سے اور اس کی بیماری اور اس کی ظاہر زنا کاری سے اور مانند اس کے اور عذرات سے فسخ اجارہ جائز ہے ہم منجملہ عذرات مذکورہ یہ ہے کہ بڑا کا اس کے دودھ کو قے کر ڈالتا ہو یا دایہ سارے ہو یا بڑا کا اس کا دودھ نہ پیتا ہو الحاقاً جو امر صغیر کو مضر ہو تو اس کا منع مستاجر کو پہنچتا ہے چنانچہ زمان طویل دایہ کا غائب رہنا اور جو مضر نہ ہو اس کا منع جائز نہیں اور اس قدر اجارہ سے مستثنیٰ ہوگا مانانہ کے اذنان کے مانند کذابی الطحطاوی ولا یفطر ہا لانه لا یضر بالصبی اور فسخ اجارہ جائز نہیں دایہ کے کفر سے اس واسطے کہ کفر اس کا صغیر کو ضرر نہیں کرتا ولومات الصبی او الظہر انتقضت الاجارۃ اور اگر بڑا مریا دایہ تو اجارہ ٹوٹ گیا ولومات البوہ لا اور اگر صغیر کا باپ مریا تو اجارہ نہیں ٹوٹتا اس واسطے کہ اجارہ صغیر کے واسطے ہے نہ اس کے باپ کے واسطے خواہ صغیر کا مال ہو یا نہ ہو اور بعضوں نے کہا بشرط مال صبی اجارہ باطل نہ ہوگا و علیہا غسل الصبی و ثیابہ اصلاح طعامہ و منہ بفتح الدال ای طلیہ بالہن المعروف بہ معتبر فی مال الصبی فیہ اور دایہ پر لازم ہے صغیر اور اس کے کپڑوں کا دھونا اور اس کا کھانا درست کرنا اور اس کے بدن میں تیل لگانا بسبب رواج کے اور رواج کا اعتبار دہاں ہے جہاں نص شرع نہیں شارح نے کہا دہن بفتح وال عبارت ہے تیل لگانے سے ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب کسی کام پر اجارہ ہو تو جو چیز اس کام کی توابع سے ہے اور اجیر پر اس کی شرط نہ ہوئی ہو اجارہ میں تو اس میں رواج کا اعتبار ہے کفایہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ صغیر کے کپڑے کا گوہ پیشاب سے دھونا دایہ پر ہے اور میلے کپڑوں کا دھونا اس پر نہیں اور جو امر الفتاویٰ میں اس قول کو صحیح قرار دیا ہے اور اصلاح طعام سے مراد یہ ہے کہ دایہ طعام کو چبا کر صغیر کو دے اور ایسی چیز نہ کھائے جس سے دودھ ناسد ہو جائے اور اس پر صغیر کا کھانا پکانا بھی لازم ہے کذانی الطحطاوی لا یطعمہا کمن یطعمہ من ذلک و ما ذکر محمد بن ان الدہن والریحان علیہا فعادۃ اہل الکوفۃ اور دایہ پر لازم نہیں ان چیزوں کا ٹمن یعنی تیل و غیرہ کا اور یہ جو محمد نے ذکر کیا ہے کہ تیل اور ریحان دایہ پر لازم ہے سوال کو ذلک مادۃ تھی و ہوا فی ثمنہ و اجرة علیہا علی ابیہ ان لم یکن لہ ای للصغیر مال والا ففی مالہ لانه کالنفقہ اور وہ یعنی تیل وغیرہ کا ٹمن اس کے دودھ پلانے کی اجرت اس کے باپ پر ہے اگر صغیر کا مال نہ ہو اور اگر اس کا مال ہو میراث یا ہبہ سے تو اس کا ٹمن صغیر کے مال میں ہوگا اس واسطے کہ وہ نفقہ کے مانند ہے فاذا ارضعته بلبن شاة او غدرۃ بطعام و مضت

المدة لا اجبر لها سبب کہ دایہ نے لڑکے کو بکری کا دودھ پلایا اس کو کھانے کی غذا دی اور مدت گزرتی تو اس کی اجرت نہیں لان اصحح ان المعقود علیہ
 ہوا لارضاع والتربیۃ لا اللبن والتغذیۃ عنایۃ اس واسطے اجرت نہیں کہ قول صحیح یہ ہے کہ جس پر عقد اجارہ واقع ہوا ہے وہ آدمی کا دودھ پلانا ہے اور پرورش
 نہ مطلق دودھ اور غذا دینا کذا فی العناۃ بخلاف ما لو دفعته الی خادمتها حتی ارضعته او استاجرت من ارضعته حیث تستحق الاجرة الا اذا اشترط رضاعها
 علی الاصح شرہا لیمن الذخیرۃ بخلاف اس صورت کے کہ اگر دایہ نے صغیر کو دیا اپنی خادمہ کو لڑکی کو تو اس نے اس کو دودھ پلایا یا دایہ نے اس عورت کو چاکر
 رکھا جس نے صغیر کو دودھ پلایا تو دایہ اپنی اجرت کی مستحق ہوگی مگر جب کہ خود دایہ کا دودھ پلانا شرط ہوا اجارہ میں تو غیر کے دودھ پلوادینے سے مستحق
 اجرت کی نہ ہوگی بقول اصح کذا فی الشرع لایمن الذخیرۃ م فتادی مالگیری میں ذخیرہ سے قول صحیح مذکور ہے نہ اصح پھر فتاویٰ صغریٰ سے منقول ہے
 کہ قول ادجہ یہ ہے کہ مستحق اجرت ہوگی اتنی جب کہ دایہ دوسری عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوادے تو دایہ پوری اجرت پاوے گی اور دوسری عورت
 کی اجرت دایہ پر لازم ہوگی کذا فی الطحاوی ولو اجرت نفسها لذلک لقوم آخرین ولم یسلم الاولون فارضعتها وفرغت ائمت ولما الاجر کا ملا علی الفسہ یقین
 شہیہا بالاجیر الخاص والمشترک وتمامہ فی العناۃ اور اگر دایہ نے اس واسطے یعنی دودھ پلانے کے واسطے اپنی ذات اجارہ دی دوسری قوم سے اور پہلے
 مستاجروں کو اجارہ ثانیہ معلوم نہیں ہوا اس نے دونوں لڑکوں کو دودھ پلایا اور فاسخ ہوئی مدت اجارہ سے تو دایہ گناہ گار ہوگی اور اس کی پوری اجرت
 لازم ہوگی دونوں فریق پر بسبب مشابہ ہونے دایہ کے اجیر خاص اور اجیر مشترک سے اور پورا اس کا بیان عنایہ میں ہے ہم اور اگر اول مستاجر کو دوسری جگہ
 کی نوکری معلوم ہو تو دایہ پر گناہ نہ ہوگا اجیر مشترک کے ساتھ تشابہ کی یہ وجہ ہے کہ دایہ کو ایفا عمل دونوں جگہ ممکن ہے خیاط کے مانند اور صحیح قول شرح
 السیجانی میں یوں مذکور ہے کہ اگر دایہ کے گھر میں صغیر کو دیا دودھ پلانے کو تو دایہ اجیر مشترک ہے ہم اور اگر دایہ کو مستاجر نے اپنے گھر میں رکھا تو وہ اجیر خاص ہے
 کذا فی الطحاوی لا یصح الاجارۃ لعسب التیس دہونزوہ علی الاناث صحیح نہیں اجارہ بکری کی جفتی کا یعنی نر کے ڈالنے کا مادہ پر گناہ کرنے کے واسطے
 ہم بعضے لوگ پانچ یا دس روپیہ دے کر عمدہ گھوڑے کو گھوڑیوں پر پھوڑتے ہیں بچہ لینے کے واسطے سو جائز نہیں حدیث شریف میں اس اجرت کو
 اور قحبہ کی خرچہ کو حرام فرمایا ہے اور اس واسطے کہ گناہ کرنے پر قدرت حاصل نہیں تو اس پر اجرت لینا جائز نہ ہوگا حاشیہ علی میں ہے اور اگر یہ فعل بطریق
 عاریت کے ہو تو مستحب ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے ولا لاجل المعاصی مثل العشاء والنوح واللہای ولو اغار بلا شرط بیاح اور نہ اجارہ صحیح ہے
 گناہوں کے واسطے چنانچہ راگ اور نوہ گری اور باجوں کے واسطے اور اگر بلا شرط اجرت سے تو مباح ہے ہم نوہ گری یہ کہ میت پر دو سے اور اس کی خوبیاں
 بیان کرے اور ملا ہی سے مراد باجے ہیں چنانچہ مزامیر اور طبل وغیرہما یعنی لہو و لعب کا طبل اور اگر غازیوں کا طبل ہو یا شادی کا طبل تو جائز ہے اور اسی
 طرح طبل قائلہ درست ہے منتفی میں ہے کہ مال کسب کیا نوہ گری اور طبل نوازی سے تو وہ اس کے مالکوں کو پھیر دے اگر وہ لوگ معلوم ہوں اور
 نہیں تو اس کو غیرات کرے اور اگر بلا شرط ہو تو مال مباح ہے امام استاد نے کہا کہ بلا شرط بھی مال حلال نہیں اس واسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے
 اتھی اور ہمارے زمانہ میں بھی قول بالیقین ما خوفہ ہے اس واسطے کہ یہ خوب معلوم ہے کہ گانے دلے اور بجانے دلے بدون اجرت کے نہیں جائز کذا
 فی الطحاوی مخصصا ولا لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ وفتی الیوم بصحتها تعلیم القرآن والفقہ
 والامامۃ والاذان ویکبر المستاجر علی دفع ما قبل فیجب المسمی بفقہ واجراقتل اذالم یدکر مدۃ شرح دہبانیہ من الشرکۃ وکلیس ہفتی اور نہ اجارہ صحیح
 ہے طاعات کے واسطے مانند اذان اور امامت اور تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ کے اور آج یعنی اس زمانہ میں فتویٰ دیا گیا ہے صحت اجارہ کا تعلیم قرآن اور
 فقہ اور امامت اور اذان کے واسطے اور مستاجر پر زبردستی ہوگی اس مال کے دینے پر جو اس نے قبول کیا ہے تعلیم قرآن وغیرہ کے واسطے تو اجرت معین

ف اجرت جہوانات حرام است ۱۲ ف مال مفتیان نوہ گراں و مزامیر لوان حرام است ۱۳ ف جواز چاکری تعلیم قرآن و فقہ و امامت و اذان ۱۴

عقد اجارہ سے واجب ہوگی اور اجرت مثل واجب ہوگی جب کہ مدت اجارہ مذکور نہ ہوئی ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ من کتاب الشکرۃ اور مستاجر اجرت مذکورہ کے دینے سے قید کیا جائے اسی قول کا فتویٰ ہے ہم اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجارہ جائز نہیں لیکن متاخرین مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان پر لوکری کرنے کا فتویٰ دیا ہے اس دلیل سے کہ زبان سابق میں اہل علم کی معاش بیت المال سے مقرر تھی اور لوگ تعلیم علوم دینی کی واجب جانتے تھے اور خلق کو تحصیل علوم کا شوق بہت تھا اور اس وقت میں اسلام ضعیف ہو گیا امور مذکورہ سب برہم ہو گئے اور اہل علم تحصیل معاش میں مشغول ہوئے اور وہ لوگ دیندار کم ہو گئے جو اللہ تعالیٰ کی تعلیم کریں تو اگر تعلیم بالاجر کی فتح باب نہ ہو تو قرآن اور فقہ مفقود ہو جائیں لہذا اجارہ مذکورہ کا فتویٰ ہوا اور مشائخ مذکورین نے فرمایا ہے کہ احکام مختلف ہو جاتے ہیں زمانہ کے اختلاف سے کذا فی المنع وغیرہ تو زمان سابق میں اجارہ مذکورہ بدلیل مسطور جائز نہ تھا اور اس زمانے میں جائز ہے بوجہ مزبور واللہ اعلم اور تعلیم کتابت اور طب اور تعبیر کی لوکری بالاتفاق جائز ہے ویکبر علی دفع الحلوۃ المرسومۃ ہی مابہدی للمعلم علی رؤس بعض سور القرآن سمیت بہالان العادۃ ابداء الحلوۃ اور معلم قرآن کے نوکر رکھنے والے پر شیرینی رسوم کے دینے پر زبردستی ہوگی شیرینی سے مراد وہ چیز ہے جو معلم کو دی جاتی ہے قرآن شریف کے بعض صورتوں کے شروع کرنے پر چنانچہ سورۃ تبارک اور فتح اور یس یہ دینا مسمیٰ بہ شیرینی اس واسطے ہوا کہ شیرینی ہدیہ دینے کی عادت ہے ہم طحاوی نے کہا شاید کہ سابق یہ عادت تھی اور اب متروک ہے یا بعضے بلاد میں ہو و لو دفع غزالا لآخر لیسیرہ لم یصدقہ ای نصف الغزل و استاجر لعلہ یحمل طعامہ معجنہ او لور الیطن برہ بعض دقیقہ فسدت فی النکل لانه استاجرہ بخبر من علمہ والاصل فی ذلک نہیہ صلی اللہ علیہ وسلم عن تفریط الطمانۃ و قدر منہ فی بیع الوفاء اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا تاکہ اس کو بن دے اس کی نصف پر یعنی بنے نصف سوت کی مزدوری پر باقی کرایہ کو یا تاکہ اس کا اناج لاوے بعض اناج مذکور کے کرایہ پر یا میل کو یا تاکہ اس کے گھوڑوں پیس دے کچھ اس کے اٹے کی مزدوری پر تو سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہو گا اس واسطے کہ مزدوری ٹھہرائی اجیر کے بعض عمل سے یعنی بنا کپڑا اور طعام محمول اور پیسا آٹا اجیر کے فعل سے حاصل ہوا اور اسی سے اس کی مزدوری ٹھہری اور یہ جائز نہیں اور اصل اس باب میں قفیز طحان کی حدیث بھی ہے اور اس کو ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں بیع الوفاء کے باب میں ہم وجہ عدم جواز یہ ہے کہ شرط صحت اجارہ یہ ہے کہ مستاجر تسلیم اجرت پر تیار ہو اور ان صورتوں میں تاور نہیں بلکہ عاجز ہے یعنی بعض منسوج یا محمول یا مطحون کی تسلیم سے عاجز ہے اس واسطے کہ حصول اس کا جویر کے فعل پر ہے اور آدمی دوسرے کی قدرت سے تاور نہیں شمار ہوتا ہدیہ میں کہا ہے کہ یہ اصل کبیر ہے یعنی قاعدہ کلیہ کثیر الفروع ہے جس سے اکثر اجارات کے فساد کا حکم معلوم ہوتا ہے چنانچہ من بھرتل پیلنے کا اجارہ کیا سیر بھرتیل کی مزدوری پر یا زمین دی تاو دمر شخص اس میں درخت لگا دے اس شرط پر کہ زمین اور درخت موجد اور مستاجر میں نصف نصف ہو تو اجارہ جائز نہیں درخت صاحب زمین کا ہو گا اور اس پر قیمت وصفت کی لازم ہوگی اور اجرت اس کی عمل کی اور اسی طرح روٹی کا کتوانا کچھ سوت پر اور کپاس نکالنا کپاس کے کھیت سے نصف کپاس یا کم و بیش پر اور جوار باجر سے کاٹنا یعنی بالیوں سے دانہ جدا کرنا نصف دانہ پر اور گھوڑوں کا کھیت پختہ کاٹنا نصف پر اور مانند اس کے اور اجارات جائز نہیں ہیں کذا فی الطحاوی عن الشلبی قفیز طحان کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے میل اجارہ لے گھوڑوں کے پینے کے واسطے اس شرط پر کہ میل کے مالک کی مزدوری ایک قفیز آٹا ہے اسی گھوڑوں سے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا اونٹ اور کچال اجارہ لی پانی لگے کے واسطے اس شرط پر کہ جس قدر اس میں اللہ تعالیٰ روزی دے وہ دونوں میں نصف نصف ہے تو اجارہ فاسد ہے پھر اگر کچال میں پانی اونٹ پر لاو لاوے گا اور بیچے گا تو تمام منن عامل کا ہو گا اور عامل پر اونٹ اور کچال کی اجرت مثل لازم ہوگی اور اسی طرح اگر جال یا شکار کرنے کے واسطے اس شرط پر کہ جس قدر شکار حاصل ہو گا وہ دونوں میں نصف نصف ہے تو جس قدر شکار ملے گا وہ شکار کرنے والے کا ہے اور جال کی اجرت مثل اس پر واجب ہوگی اور اگر گائے یا مرغیاں دوسرے شخص کو چرانے کے واسطے دیں

سے قفیز یعنی بیاناہ اور طحان یعنی پینے والا یعنی جہ پیمانہ کہ پینے والے کو اس کے پیے ہوئے گئے ہیں سے دیا جائے بطور اس کی اجرت کے ۲

اس شرط پر کہ جس قدر دودھ اور اٹھ دے ہوں وہ دونوں میں نصف نصف میں تو اجارہ فاسد ہے دودھ اور اٹھ دے مالک کے ہیں اور چرانے والے کو چرائی کی اجرت مثل ملے گی اور اگر اس نے اپنا چارہ دیا تو اس کی قیمت پادے گا اور نصف نصف ہونے کا حیلہ یہ ہے کہ نصف گالیوں اور مرغیوں کو اس کے ہاتھ بیچ ڈالے اور ثمن معاف کر دے تو اب جو پیدا ہو گا وہ دونوں میں نصف نصف ہو گا ایک شخص کا دیون ہے دوسرے شہر میں سو اس نے مزد دے کے کہا کہ اس کے پاس جا اور میرا مال حاصل کر پھر جب مال مذکور لادے گا تو تجھ کو دس درم دوں گا اسی مال سے پھر وہ گیا اور مال لایا تو مزدور کی اجرت مثل واجب ہوگی اور دس درم کا اشتراط مال مقبوض سے شرط فاسد ہے اس واسطے کہ معنی قفیز طمان ہے کذا فی العالمگیر یہ ہم جمیع مسائل مذکورہ قفیز طمان میں داخل ہیں والھیلة ان لیفرزلہ الاجرا ولاوی قفیز اہل تعین ثم یعطیہ قفیزاً منہ فجزا اور مسائل متین کے جواز کا حیلہ یہ ہے کہ اس کی اجرت پہلے سے جدا کر دے یعنی مالک کو سوت اور مال کو طعام قبل از نیج و حمل دے یا قفیز طمان کی صورت میں ایک قفیز اٹا اجرت مقرر کرے یا تعین یعنی یوں نہ کہ اس گیدوں کا اٹا پھر اس کو ایک قفیز اٹا اس کے پیسے اٹے سے دے م اس واسطے کہ جب اٹا معین گیدوں کی طرف منسوب نہ ہو تو مستاجر کے ذمہ پر دین واجب ہو اور اجرت کا جس طرح مشارالہ ہونا چاہیے اسی طرح اس کا دین فی الذمہ ہونا بھی جائز ہے پھر جب کہ یہ جائز ہو تو مستاجر کو اختیار ہے کہ اسی گیدوں کے اٹے سے اجرت مذکورہ دے کذا فی العالمگیر عن الجیٹ و لو استاجرہ لخیل لہ نصف ہذا الطعام بنصف الاخر لا اجرا لہ اصلاً لیسر درتہ شریکا اور ایک شخص سے اجارہ کیا اس کا کہ مالک کا یہ نصف غلہ لادے بعض نصف ثانی کے تو اجیر کے واسطے اصلاً اجرت نہیں یعنی نہ اجرسی نہ اجرت مثل بسبب ہو جانے اجیر کے شریک م صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً زید کا من بھر یعنی چالیس سیر غلہ ہے اس نے خالد سے کہا کہ میں سیر لادے چل اور میں سیر باقی اپنی اجرت میں لے سو اس نے پورا من لادو اس کی کچھ مزدوری ثابت نہ ہوگی کیونکہ خالد زید کا شریک ہو گیا زبیری نے کہا اور جو شخص اس غلہ کو لادے جو اس میں اور اس کے غیر میں مشترک ہے وہ مستحق اجرت نہیں ہوتا اس واسطے کہ جو عمل اپنے شریک کے واسطے کرے گا تو بعض عمل اپنی ذات کے واسطے بھی واقع ہو گا لہذا مستحق اجرت نہ ہو گا و اما استشفکہ الذلیعی احباب عند المصنف اور جو زبیری نے مسئلہ مذکورہ میں حکماً بیان کیا ہے مصنف نے اس کا جواب دیا ہے یعنی اپنی شرح میں ہم زبیری نے اس مسئلہ میں دو اشکال مذکور کیے ہیں اشکال اول یہ کہ اجارہ تو فاسد ہے اور حالانکہ اجارہ صحیح میں اجرت فقط عقد سے ملوک نہیں ہوتی تو یہاں بلا تسلیم اور بلا شرط تعجیل کیونکہ اجیر مالک ہو گا یعنی جب اجیر مالک نہ ٹھہرے تو شریک کیونکہ ہر مالک اشکال ثانی یہ کہ عدم استحقاق اجرت اور ملک میں منافات ہے پھر جب اجیر مستحق اجرت نہ ہو تو کون سبب سے مالک ہو گا مصنف نے اول اشکال کا جواب یوں دیا کہ صورت مسئلہ تعجیل اجرت میں مفروض ہے اور تعجیل اجرت سے فی الحال ملک ثابت ہوتی ہے جیسے اشتراط تعجیل سے ملک ثابت ہوتی ہے اور اشکال ثانی کا یوں جواب دیا کہ ملک فی الحال اور عدم استحقاق میں منافات نہیں اس واسطے کہ ملک فی الحال کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا میں اجیر اجرت کا مالک ٹھہرتا ہے بموجب عقد اور تسلیم اجرت کے اور عدم استحقاق کا مطلب یہ کہ اجرت کا مستحق نہیں ہے بطلان عقد کے سبب سے قبل از عمل باوجود مالک ہو جانے اجرت کے تسلیم سے کیونکہ وہ شریک ہو گیا مالک کا غلہ میں قبل ایفاء معقود علیہ کے تو دونوں مطلبوں میں تنافی نہ ہوئی بلکہ اول مؤدی ہے ثانی کی طرف اتنی لیکن اس جواب میں خلل یہ ہے کہ یہ عقد فاسد ہے اور فاسد میں بدون عمل کے اجرت واجب نہیں ہوتی اور حالانکہ ہنوز عمل واقع نہیں ہوا اور یہ بھی ہے کہ تعجیل نہیں ہو سکتی بدون جدا کر دینے اجرت کے اور حالانکہ یہ واقع نہیں لہذا بعض فضلاء نے کہا کہ ملک فی الحال کا کلام علی سبیل الفرض والتقدیر واقع ہوا ہے تو تقدیر کلام یوں ہے کہ اگر صورت مفروضہ میں اجرت واجب ہوتی تو اجیر مالک ہوتا اجرت کافی الحال تعجیل سے کذا فی الطحاوی مختصر اذ قال صرحوا بان دلالة النص لا عموم لها فلا یخص عنہا شیء بالمصنف کا زعمہ مشائخ بلخ مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور علما نے تصریح کی ہے کہ دلالة النص میں عموم نہیں تو دلالة النص سے کسی چیز کی تخصیص نہ ہوگی جیسا کہ مشائخ بلخ نے گمان کیا ہے ہم زبیری میں ہے کہ مشائخ بلخ اور نسفی نے عمل طعام کو بعض محمول اور نیج ثوب کو بعض منسوج کی اجرت پر جائز رکھا ہے اپنے اہل بلاد کے تعامل اور رواج کے سبب سے اور جو اس کو جائز نہیں جانتا وہ اس کو قفیز طمان پر محمول کرتا ہے حالانکہ قیاس متروک ہو جاتا ہے تعارف سے اور اگر یوں کہیے کہ عدم

جواز بطریق قیاس کے نہیں بلکہ قیفر طمان کے نص اس کو شامل ہے باعتبار ولالت کے تو نص مخصوص ہو جاتی ہے تعامل ایہ عرف سے کیا تو نہیں جائز ثابت
 کہ استصناع میں قیاس متروک ہے اور قواعد شرعیہ سے اس کی تخصیص ہو گئی ہے تعامل کے سبب سے اور ہمارے مشائخ اس تخصیص کو جائز نہیں رکھتے اس
 واسطے کہ یہ ایک اہل شہر کا رواج ہے اور اس سے حدیث قیفر طمان کی مخصوص نہیں ہو سکتی بخلاف استصناع کے کہ اس کا رواج جمیع بلاد میں ہو گیا ہے اور ایسے
 روایات سے البتہ قیاس متروک ہو جاتا ہے اور حدیث اور اثر مخصوص ہوتا ہے انتہی اور عنایہ میں ہے اگر کوئی کہے کہ ہم قیاس کو ترک نہیں کرتے بلکہ دلالتہ النص سے
 بعض مافی معنی قیفر طمان کو تعارف اور رواج کے سبب سے مخصوص کرتے ہیں چنانچہ مشائخ بلخ نے ثیاب میں تخصیص کی ہے اپنے شہر کے رواج سے میں کہتا ہوں
 دلالتہ النص میں عموم ہی نہیں کہ اس کو مخصوص کیجیے کذا فی الطحاوی او استاجر خبرنا فی الخبر کہ کذا فی قیفر ذیق الیوم بدرہم فسدت عند الامام لجمعہ من العمل والوقت ولا
 ترجیح لاحد ہما فیقضي الی المنازعة معنی لو قال فی الیوم ادعی ان تفرغ منه الیوم جائز ات اجماعا یا نان پڑے سے اجارہ کیا کہ اس کو اتنے آٹے مثلاً ایک قیفر بھر کے کی آج
 روٹی پکا دے ایک درم کی مزدوری پر تو اجارہ فاسد ہے امام کے نزدیک بسبب ملاوینے مستاجر کے عمل اور وقت کو اور دونوں میں ایک امر کو ترجیح نہیں تو
 جھگڑا ہو گا تو اگر بجائے الیوم کے فی الیوم کہے یا اس شرط پر اجارہ کرے کہ اجیر نان پڑی سے آج فراغت پاوے تو اجارہ جائز ہو گا باتفاق امام اور صاحبین کے
 ہم جب عمل اور وقت میں اجتماع ہو تو دونوں اجارہ کی لیاقت رکھتے ہیں اور کوئی ان میں سے ادلی نہیں تو بہالت باعث نزاع مفسد عقد ہے اور اگر فی الیوم
 کہے گا تو وہ طرف ہو گا اور منظور طرف کا مستغرق نہیں ہوتا تو گویا یوں کہہا کہ اگر بعض یوم میں تو فراغت ہو تو یہ قول تعجیل کا مفید ہے تو نان پڑی ہی معقولہ علیہ
 ٹھہری بخلاف لفظ الیوم کذا فی العناہ مختصراً وارضاً بشرط ان یتیمہا ای یخیر تہا بین ادیکری انہا ربما العظام اولیس قمتہا بقاء اثر ہذہ الافعال لرب
 ارض فلو لم یبق لم یفسد یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اس کو دوبار جوتے یا اس شرط پر کہ زمین کی بڑی نہروں کو کھودے اور صاف کر دے یا زمین
 میں مستاجر پانس ڈالے تو اجارہ فاسد ہے بسبب یا قی رہنے ان کاموں کے اثر کے مالک زمین کے واسطے تو اگر ان کا کچھ اثر باقی نہ رہے تو اجارہ فاسد
 نہ ہو کام دوبار جوتے سے مراد یہ ہے کہ ایک بار مستاجر اپنی زراعت کے واسطے جوتے اور دوسری بار مدت اجارہ کے بعد پھر جوت دے اور انہما عظام کی
 قید اس واسطے لگائی کہ مبادل یعنی نالیوں کے کھودنے کی شرط زراعت مستاجر کے سینچنے کے واسطے مفسد اجارہ نہیں اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شرط
 اجارہ کی مناسب ہو وہ مفسد نہیں اور اجارہ اراضی کا فقط مستاجر کی منفعت کے واسطے ہوتا ہے تو جس فعل سے فقط مستاجر منتفع ہو چنانچہ جوتنا اور بونا
 اور سینچنا تو وہ مناسب عقد ہے اور جس فعل سے فقط موجد کو فائدہ ہو نہ مستاجر کو وہ شرط مخالف عقد ہے اور وہی مفسد اجارہ ہے چنانچہ نہر عظیم کا کھودنا
 اور اجودت اجارہ پانس ڈالنا اور زمین کو جوت کر موجد کو دینا کذا فی الطحاوی او بشرط ان یخیر عہما بزرارۃ ارض اخری لما یکفی ان الجنس بالفراہ
 جرم الفساد یا اس شرط سے اجارہ لیا کہ مستاجر زمین میں زراعت کرے دوسری زمین کی زراعت کی اجرت پر یعنی اجرت زراعت یہ مقرر ہو کہ موجد مستاجر کی
 زمین میں زراعت کرے تو اجارہ فاسد ہے اس واسطے کہ آگے مذکور ہو گا کہ فقط اتحاد جنس یعنی بلا تحقیق مقدار تاخیر کو حرام کر دیتا ہے ہم مراد یہ ہے کہ ایک
 نوع کا اجارہ دوسرے مجنس نوع سے چنانچہ اجارہ سکے کا سکے سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہے اور شارح کی تعلیل میں اعتراض یہ ہے کہ حرمت
 تاخیر کی مقدار میں ہے اور یہاں مقدرات میں گفتگو نہیں تو بہتر تعلیل یہ ہے کہ اجارہ خلاف قیاس جائز ہوا ہے حاجت کے واسطے اور متحد الجنس والمنفعت
 کے اجارہ میں کچھ حاجت نہیں تو اپنی اصل پر ناجائز باقی رہا بخلاف مختلف الجنس اور اتحاد جنس میں اگر استیفاء منفعت ہو گا تو ظاہر الروایۃ میں اجرت مثل واجب
 ہوگی کذا فی الزیلعی تبصرہ و قولہ فسدت جواب الشرط ہو قولہ و لو دفع الخ اور اتن کا یہ قول یعنی فسدت کا لفظ جواب ہے اس شرط کا یعنی و لو دفع غزلاً
 الخ کا یعنی شرط مذکور اور اس کے جمیع مطوفات کا جواب ہے وصحت لو استاجر علی ان یکیر یہاں خبر عہما اولیس قمتہا و یخیر عہما لانه یقتضیہ العقد
 اور اجارہ صحیح ہے اگر زمین اس شرط پر اجارہ کی کہ مستاجر اس کو جوتے اور بوندے یا اس کو سینچے اور بوندے اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے

ولو استاجرہ لمحل طعام مشترک بینہما فلا اجملہ لانه لا یعمل شیئاً الا ویقع بعضہ لنفسہ ولا یستحق الاجر اور اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے اجارہ کیا اس غلہ کے لانے کا جو دونوں میں مشترک ہے تو اس کے واسطے کچھ اجرت نہیں اس واسطے کہ شریک امیر کوئی چیز محل میں نہ لادے گا مگر کہ بعض محل خود اجیر کے واسطے واقع ہوگا تو اس واسطے اجرت کا مستحق نہ ہوگا اور اگر شریک کی ناؤ یا خرچہ طعام مشترک کے واسطے اجارہ لے تو صحیح ہے اور اگر اس کے غلام یا جانور کو اجارہ لے تو صحیح نہیں کذا فی الولو لاجئہ کما رہن استاجر المرہن من المثلثون فانہ لا اجملہ لنفعہ بلکہ جس طرح رہن اگر مرہون کو کرایہ لے مرہن سے تو مرہن کے واسطے اجرت نہیں بسبب فائدہ لینے رہن کے اپنی ملک سے م حقیقت اجارہ یہ ہے کہ تملیک منافع بعض ہو اور مرہن تو منافع مرہون کا مالک نہیں جو تملیک کا مالک ہو اور رہن اور مرہن بسبب تعلق حق مرہن کے مرہون میں تصرف نہیں کر سکتا پھر جب حق مرہن کا اجارہ دینے سے باطل ہو گیا تو وہ اپنی ملک سے منفعہ ہوا تو باطل مانع کے سبب سے وہی جواب الفتاویٰ لو استاجر حمالاً فدخل المجرع بعض اصدقائہ الحام لا اجملہ لانه یسترد بعض المفقود علیہ وہو منفقہ الحام فی المدة ولا یستطیع من الاجر لانه لیس بمعلوم اور جواب الفتاویٰ میں ہے اگر حمال اجارہ لیا سو موجد اپنے بعض احباب کے ساتھ حمال میں داخل ہوا یعنی نہانے کے واسطے تو موجد پر اجرت ثابت نہ ہوگی اس واسطے کہ بعض مفقود علیہ یعنی حمال کی منفعت مدت کے اندر خود واپس لے گا اور کوئی چیز اجرت سے محفوظ نہ ہوگی اس واسطے کہ بعض مفقود علیہ معلوم نہیں استاجر ارضاً لم یزعمہا او فی شئی یزعمہا فسدت الا ان یعم بخلاف الدار لو قود علی السکنی کامرزمین اجارہ لی اور یہ بیان نہ کیا کہ اس میں زراعت کرے گا یا کون چیز کی زراعت کرے گا تو اجارہ فاسد ہوگا مگر یہ کہ مستاجر تعیم کرے اس طرح کہ جو چیز چاہوں گا بوؤں گا تو فاسد نہ ہوگا بخلاف اجارہ دار کہ اس میں جہالت مفسد اجارہ نہیں بسبب واقع ہونے عقد کے سکنی پر اور سکنی مختلف چیز نہیں چنانچہ اول باب میں مذکور ہو چکا واذ فسدت اجارہ دار کہ اس میں جہالت مفسد اجارہ نہیں بسبب واقع ہونے عقد کے سکنی پر اور سکنی مختلف چیز نہیں چنانچہ اول باب میں مذکور ہو چکا واذ فسدت فزرعاً فمضی الاجل ما دمجھا قلہ السعی استحساناً وکذا لو لم یحضر الاجل لا ارتفاع الجہالت بالزراعت قبل تمام العقد قلت فلو حذف قولہ فمضی الاجل کقافی خان فی شرح الجامع لکان اولیٰ اور اجارہ مذکورہ جب کہ فاسد ہو پھر مستاجر نے کوئی چیز بوی سودت اجارہ منقضی ہو گئی تو اجارہ صحیح ہو گیا اور اس کے واسطے اجرت بطریق استحسان کے لازم ہوگا اور اسی طرح اگر مدت منقضی نہ ہوگی تو بھی اجارہ صحیح ہو جائے گا بسبب دور ہو جانے جہالت کے زراعت کرنے سے قبل تمام ہونے عقد یعنی قبل از مدت میں کہتے ہوں تو اگر مصنف اپنا یہ قول یعنی فمضی الاجل کو حذف کرتا جس طرح قاضی خاں نے شرح جامع میں حذف کیا ہے تو بہتر ہوتا تھا طحاوی نے کہا کہ اگر شارح بجائے تمام العقد تمام المدة کہتا تو بہتر ہوتا وان استاجر حماراً لی لبغداد ولم یسم حمله فمضی الاجل فمضی الحمار لم یضمن لفساد الاجارۃ فالعین امانۃ کانی الصیغۃ اور اگر گدھا بغداد تک کرایہ لیا اور بوجہ بیان نہ کیا کہ کتا پھر اس پر حمل مغاڑا واداسو گدھا مر گیا تو مستاجر پر ضمان نہیں بسبب فاسد ہونے اجارہ کے تو عین یعنی اجارہ کی چیز امانت ہے جیسے اجارہ صحیح میں امانت ہے م بہتر تعلیل سنی یہ ہے کہ حمل مغاڑا میں اس واسطے تاوان نہ لازم آیا مطلق اذن معاد کی طرف منصرف ہے اور گدھا امانت اس واسطے ہوا کہ اذن مالک مقبوض ہوا اور اس کا خلاف امر نہ پایا گیا تو تاوان کی کیا وجہ ہے فان بلغ فلہ السعی الامر فی الزراعتہ پھر اگر گدھا لا ذکر بغداد میں پہنچا تو اجرت ثابت ہوگا اس دلیل سے جو زراعت میں گندگی یعنی جہالت مرتفع ہوگی قبل از تمام عقد فان تنازع قبل الزرع فی مسئلۃ الزراعتہ او المحمل فی مسئلۃ فنجت الاجارۃ دفعا للفساد وبقیامہ بعد پھر اگر دونوں میں نزاع واقع ہو اکھیت ہونے سے پہلے زراعت کے مسئلہ میں یا محل میں نزاع واقع ہو ہمارے اسی مسئلہ میں تو اجارہ فسخ کر ڈالا جائے دفع فساد کے واسطے بسبب قائم ہونے عقد کے ہنوز استاجر واتبہ ثم جدد الاجارۃ فی بعض الطرقی وجب علیہ اجر مارکب قبل الانکار ولا یجب لما بعدہ عند ابی یوسف لانه بالمجود صار غاصباً والاجر والضمان لا یتبعان وعند محمد یجب المسمی در رد کانہ لا قول للامام جانور اجارہ لیا پھر اجارہ کا انکار کیا کچھ راہ چل کر تو مستاجر پر بقدر اس مسافت کے جس میں وہ سوار ہوا قبل انکار کے اجرت لازم ہوگی اور بعد اس مسافت کے اجرت واجب نہ ہوگی ابویوسف کے نزدیک اس واسطے کہ مستاجر انکار اجارہ سے غاصب ہو گیا تو اس پر تاوان لازم ہوا اور اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے اور محمد کے نزدیک تمام اجرت واجب ہے کذا فی الدرر

شاید کہ اس مسئلہ میں امام کا کوئی قول نہیں ہے ہم طحاوی نے کہا مراد یہ ہے کہ انکار اجارہ کے بعد گواہ قائم ہوں چنانچہ کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے فی الاشباہ
 قہر الثوب المحمود فان قبلہ لا یجوز الا لا یدکذ الصباغ والنساج اور اشباہ میں ہے کہ دھو بی نے دھونے سے انکار کیا پھر کپڑا دھوایا یعنی مقرر ہو کر تو اگر کپڑا اس نے دھویا
 یا انکار سے پہلے تو دھو بی کی اجرت ہے اور نہیں تو اجرت نہیں اور یہی حکم ہے رنگریز اور جولاہے کا کہ یعنی اگر رنگریز نے کپڑا رنگا انکار سے پہلے تو اجرت ہے
 اور اگر بعد انکار کے رنگا تو صاحب ثوب مختار ہے چاہے کپڑا لے اور اس قدر قیمت دے جس قدر رنگت نے کپڑے کی قیمت زیادہ کر دی اور چاہے رنگیں کپڑا
 نہ لے اور سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان رنگریز سے بھرے اور جولاہے نے اگر قبل انکار کپڑا بنا تو اس کی اجرت ہے اور اگر بعد انکار بنا تو اجرت نہیں تو کپڑا جولاہے کا ہے
 اور اس پر سوت کی قیمت ہے کذا فی الولویۃ اور اس بیان سے اشباہ اور شارح کا اجمال مفصل ہو گیا اجارۃ المنفعة بالمنفعة مجوز اذا اختلفا جنسا
 کا استیجار سکنی دار بزرگہ ارضی اجارہ ایک منفعت کا دوسری منفعت سے جائز ہے جب کہ دونوں منفعتیں مختلف الجنس ہوں جیسے اجارہ لینا گھر کی سکونت کا زمین
 کی زراعت کے عوض فاذا اختلفا لاجوز کا اجارۃ اسکنی بالسکنی واللبس باللبس والركوب بالركوب وکچھ ذلک لا تقران الجنس بالفردہ بحرم النساء فجب اجازۃ
 باستیفاء النفع کامر فساد العقد اور جب کہ دونوں منفعتیں متحد الجنس ہوں جیسے اجارہ سکنی کا سکنی سے اور لباس کا لباس سے اور سواری کا سواری سے اور
 مانند اس کے اس واسطے کہ متحقق ہو چکا ہے کہ جنس فقط بذات خود بلا تحقق مقدار و صراح کو حرام کر دیتی ہے تو استیفاء منفعت سے اجرت مثل واجب ہوگی چنانچہ
 مذکور ہو چکا بسبب فاسد ہونے عقد کے استا جہرہ لیصید لہ فان وقت لذلک وقتا جاز ذلک ٹھیک مقرر کیا ایک شخص سے تا استا جہر
 کے واسطے شکار کرے یا لکڑیاں اس کے واسطے لادے تو اگر اس کے واسطے کوئی وقت مقرر کیا تو یہ ٹھیک جائز ہے ہم چنانچہ صبح سے شام تک شکار کے واسطے مقرر
 کیا تو جائز ہے اس واسطے کہ یہ منفعت پر اجارہ ہے اور وہ تسلیم نفس سے حاصل ہوتا ہے خواہ شکار کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ اجیر خاص ہے اور اجیر خاص میں بیان
 وقت ضرور ہے والا فلو لم یوقت وین الخطب نسد اور اگر شکار کے واسطے وقت معین نہ کیا تو اجارہ مذکورہ جائز نہیں اور اگر وقت معین نہ کیا اور لکڑیاں
 معین کر دیں تو اجارہ فاسد ہے الا اذا عین الخطب و ہوا ی الخطب ملکہ فمجوز مجتبیٰ وبہ لفتی صیر فیہ مگر جب کہ عدم تقرر وقت میں لکڑی معین کر دی اور حالانکہ
 لکڑی مستاجر کی ملک ہے تو اجارہ جائز ہے کذا فی المجتبیٰ اسی کا فتویٰ دیا گیا ہے کذا فی الصیر فیہ یعنی اگر وزن کا ذکر ہو گا تو شکار اور لکڑی مستاجر کی ہوگی اور اجارہ
 صبح ہو گا یہ فتویٰ حادی میں مذکور ہے اور صیر فیہ میں تو عدم جواز ہے اگرچہ یوم مذکور ہو جیسے بیع الغفار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحاوی فروغ مسائل
 ملحقہ شارح کے استا جہر اترہ تجزئہ فجزئہ الا کل لم یجز للبیع جاز صیر فیہ اپنی زدہ سے کما نہ ہمارے کھانے کے واسطے اجرت پر روٹی پکا دے تو جائز نہیں
 اور بیچنے کے واسطے زدہ سے روٹیاں پکوائیں تو اجارہ جائز ہے کذا فی الصیر فیہ ہم عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ زدہ کے واسطے زدہ پر روٹی پکانا واجب ہے باعتبار
 دیانت کے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کام بانٹ دیے تھے علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہرا علیہما السلام پر تو گھر کے کام حضرت زہرا پر مقرر فرمائے اور باہر کے
 کام حضرت مرتضیٰ پر کذا فی الطحاوی اجرت دار ہائے زہرا نسکنا ہا فلا اجرا اشباہ و خانیۃ قلت لکن فی حاشیتہا تنویر البصائر عن المضمرات مغربا للکبری قال قاضی خاں
 ہذا الفتویٰ علی صحیح التبعیتہا فی السکنی فلیحفظ زدہ ہونے اپنا گھر زوج کو اجارہ دیا پھر دونوں اس گھر میں رہے تو کما یہ نہیں کذا فی الاشباہ والخانیۃ یعنی اس
 واسطے کہ سکونت کی منفعت موجود اور مستاجر دونوں کو حاصل ہے نہ فقط مستاجر کو میں کہتا ہوں لیکن اشباہ کے حاشیہ تنویر البصائر میں مضمرات سے نسبت بقنا
 کبری یہ منقول ہے کہ قاضی خاں نے کہا کہ یہاں اجارہ مذکورہ کی صحت پر فتویٰ ہے اس واسطے کہ زدہ زوج کے تابع ہے سکونت میں تو اس اختلاف کو ہاد
 لکھنا چاہیے ہم طحاوی نے کہا کہ خانیۃ یعنی فتادی قاضی خاں میں تو عدم جواز مذکور ہے شاید کہ فتویٰ جواز کا شرح جامع صغیر یا شرح زیارت میں قاضی خاں نے
 ذکر کیا ہو اتنی اور یہ بھی احتمال ہے کہ عدم جواز کا قول ظاہر روایت ہو اور جواز کا قول مفتی بہ ہو واللہ اعلم و جاز اجارۃ الماشیۃ للتمیز العروس ان ذکر العمل والمدة بزارۃ
 اور جائز ہے اجارہ مشاطہ کنکسی کرنے والی کا دلہن کے سنگار کے واسطے اگر عمل یا مدت مذکور ہو کذا فی البزارۃ ہم شربلال نے شرح وہبانیہ میں کہا العمل بالمدة

کاواو معنی او ہے وجاز اجارۃ القناتۃ والنهر مع الماء یعنی معمول السبوی مفرات اور جائز ہے اجارہ کاریز اور نہر کا پانی کے ساتھ اسی قول کا فتویٰ ہے عموم حاجت کے سبب سے کذا فی المفترات ہم پانی کا اجارہ جائز نہیں قیاس میں اس واسطے کہ استملاک عین پر عقد وار ہے اور حالانکہ اجارہ ہوتا ہے منافع عین پر نہ استملاک عین پر لیکن عموم حاجت کے سبب سے اجارہ مذکورہ پر فتویٰ ہوا ہے ۴

باب ضمان الاجیر | یہ باب ہے مزدور کے تاوان کے احکام میں الاجیر علی ضربین مشترک و خاص مزدور و قسم پر میں ایک اجیر مشترک اور دوسرا اجیر خاص الاول من العمل للعامة لا الواحد كالحياط ونحوه تاوان یعنی اجیر مشترک وہ ہے جو سب کا کام کرے فقط ایک شخص کا نہ کرے جیسے درزی اور سانداس کے چنانچہ رنگریز اور دھوبی کہ بہت شخصوں کے کپڑے دھوتا ہے فقط ایک شخص کے اور عمل لہ عملاً غیر موقت کان استاجره للحیاطۃ فی بیتہ غیر مقید بمدة کان اجیر مشترک تاوان لم یعمل لغيره یا اجیر مشترک وہ ہے جو ایک شخص کا کام کرے بلاتعین وقت چنانچہ مستاجر نے درزی کو سینے کے واسطے رکھا اپنے گھر میں بلاتعین مدت تو اس صورت میں درزی اجیر مشترک ہوگا اگرچہ درزی غیر مستاجر کا کام نہ کرے اور موقتاً بلا تخصیص کان استاجره لمری غنمہ شہر بدرہم کان مشترک الا ان یقول ولا تری غنم غیري و یستفح یا اجیر مشترک وہ ہے جو عمل موقت بلا تخصیص کرے چنانچہ ایک شخص کو اجارہ لیا اپنی بھیڑ بکریوں کے چرانے کے واسطے ایک مہینہ درم کی مزدوری پر تو عدم خصوصیت مستاجر سے وہ اجیر مشترک ہو گیا مگر یہ کہ مستاجر اجیر سے یوں کہے کہ نہ ہر اس جو میرے سوا اور شخص کی بکریوں کو اور اگے یہ ظاہر ہو گا دنی جو ہر الفتاویٰ استاجر جائز کا لیسج ثوبا ثم اجر الحاکم نفسه من آخر للنسج مع کلا العقدین لان المعقود علیہ العمل لا المنفعة اور جو ہر الفتاویٰ میں ہے کہ جولا سے کو اجارہ لیا تاکہ کپڑا بنے پھولے جولا سے نے اپنی ذات کا دوسرے شخص سے اجارہ کیا تو دونوں عقدیں صحیح ہیں اس واسطے کہ معقود علیہ عمل ہے نہ منفعت ولا یشترک المشترک الاجیر حتی یعمل کالتقصار ونحوه کفالت و حال و ملاح و دلال اور اجیر مشترک اجرت کا مستحق نہ ہو گا جب تک عمل نہ کرے چنانچہ دھوبی اور سانداس کے چنانچہ ری بٹنے والا اور بوجھ لاوے والا اور دلال و خیار الرودیہ فی کل عمل یختلف باختلاف المحل مجتبیٰ اور اجیر مشترک کو دیکھنے کے بعد اختیار ہے ہر ایک اس عمل میں جو مختلف ہو جائے محل کے بدلنے سے کذا فی المجتبیٰ ہم مجتبیٰ میں ہے کہ دھوبی سے ثوب مردے کے دھونے کی شرط کی ایک درم کی اجرت پر اور وہ راضی ہو گیا پھر جب دھوبی نے کپڑا دیکھا تو بولے لا میں راضی نہیں تو یہ اس کو جائز ہے اور اسی طرح درزی کا حکم ہے اور اصل یہ ہے کہ جو کام کہ مختلف ہو جاتا ہو محل کے اختلاف سے اس میں خیار الرودیہ ہے محل کے دیکھنے کے بعد اور جو مختلف نہیں اس میں اجیر کو اختیار نہیں چنانچہ معین کیوں کا گیل کرنا یا مستاجر کے غلام کی عجا کذا فی المنع ولا یضمن مالک فی یدہ وان شرط علیہ الضمان لان شرط الضمان فی الامانة باطل کالمودع و بیہفتی کافی مامۃ المعقود و بیہزم اصحاب التوا فکان ہو المذہب خلافاً للاشباہ اور اجیر مشترک پر تاوان لازم ہوگا اس چیز کا جو اس کے پاس تلف ہو جائے اگرچہ اس پر تاوان دینے کی شرط ہو گئی ہو اس واسطے کہ تاوان شرط کرنا امانت میں باطل ہے جیسے محافظ و دیوت پر شرط تاوان باطل ہے اور اسی قول کا فتویٰ ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہے اور اسی قول پر مصنفین متون نے یقین کیا ہے تو یہی مذہب ٹھہرا بخلاف اشباہ ہم اشباہ میں ہے کہ اگر تاوان مشروط ہو تو اجیر مشترک پر بالاجماع تاوان ہے اتنی امام کا یہی مذہب ہے کہ اجیر مشترک پر ضمان نہیں خواہ ایسے سبب سے تلف ہو ہو جس سے چنانچہ ممکن ہو چنانچہ سرقت یا ممکن نہ ہو چنانچہ آتش زنی اور غارتگری اور یہ قول مردی ہے فاروقی اور مرتضیٰ سے اور صاحبین نے کہا کہ اس پر تاوان ہے مگر جس امر سے احتراز ممکن نہیں وہاں ضمان نہیں اور یہ قول بھی مردی ہے فاروقی اور مرتضیٰ سے زلیلی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے اس واسطے کہ پیشہ وروغنا باز ہو گئے ہیں اور لزوم تاوان سے لوگوں کے اموال محفوظ رہیں گے اور غانیہ اور محیط اور ترمہ میں ہے کہ امام کے قول پر فتویٰ ہے تو اس مسئلہ میں فتویٰ مختلف ٹھہر کذا فی الطحاوی وافتی المتأخرون بالصلح علی نصف القيمة اور متأخرین نے

سہ لایضمن کے بعد درمختار مطبوعہ کلکتہ دہلی میں ایک عبارت تین سطروں کی لکھی ہے مگر چونکہ وہ متن میں لگے خود مذکور ہے اور دوسرے نسخوں میں نہیں اس لیے زیادہ جان کر چھوڑ دی ۲: ۱۰

نصف قیمت پر صلح کر لینے کا فتویٰ دیا ہے ہم ظہیر یہ میں ہے کہ چونکہ ضمان اور عدم ضمان اجیر مشترک ہیں صحابہ مختلف ہیں لہذا متاخرین نے نصف قیمت کی صلح پر فتویٰ دیا اتنی بزازی نے کہا اور بعضوں نے زبردستی صلح پر فتویٰ دیا ہے تاکہ دونوں قول پر عمل ہو یعنی جب دس درم کی قیمت والی چیز کی پانچ درم پر صلح ہوئی تو ہر نصف میں ایک قول پر عمل ہوا اس واسطے کہ ایک نصف ساقط ہوا اور ایک واجب کذا فی الطحاوی وقیل ان الاجیر مصلی الا یضمن وان بخلافه یضمن وان مستور الحال یومر بالصلح عما دیرہ اور بعضوں نے کہا کہ اگر اجیر مشترک دیندار نیکو کار ہو تو اس پر تاوان نہیں اور کے برخلاف ہو یعنی فاسق بلیاک ہو تو تاوان اس پر ہے اور اگر اس کی نیکو کاری اور بدکاری کا حال مخفی ہو تو صلح کا حکم ہو کذا فی العمدۃ قلت دہل بکر علیہ حررتی تنویر البصائر نعم تمت مدتی فی وسط البحر والبریۃ تسبیح الاجارۃ بالبحر میں کتا ہوں اور صلح پر کیا زبردستی کی جائے یا نہیں تنویر البصائر میں تحریر کی ہے کہ ہاں زبردستی ہوگی صلح پر یا نہ اس شخص کے کہ اس کی مدت اجارہ پوری ہو گئی سمندر کے درمیان یا جنگل کے بیچ تو اجارہ باقی رکھا جائے گا زبردستی ہم طحاوی نے کہا کہ منع الغفار میں مذکور ہے کہ زبردستی صلح کے قائل یعنی ظہیر الدین نے اپنے اس قول کو ترک کیا ہے اور علامہ سمرقند کا فتویٰ جواز صلح پر ہے بلا جبر و یمن مالک بعلمہ کثر فی الثوب من وقہ وزلق الحال وغرق السفینۃ من مدہ جاز المعتاد ام لا بخلاف الجام ونحوہ لکایا فی عمدۃ اور اجیر مشترک پر اس کا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہو گیا اس کے عمل سے جیسے پھاڑنا کپڑے کا دھوبی وغیرہ کے کوٹنے سے اور پاؤں رینا حال کا اور ڈوبنا ناؤ کا طالع کے کھینچنے سے خواہ مکان معتاد سے بڑھا ہو یا نہ بڑھا ہو برخلاف جہام وغیرہ کے چنانچہ آگے مذکور ہوگا کذا فی العمدۃ یہ مغرق کشتی میں کھینچنے کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر کشتی آندھی یا موج یا اس پر کوئی چیز گرنے یا پہاڑ کی ٹکڑے سے غرق ہوئی تو امام کے نزدیک تاوان نہ لازم ہوگا والفرق فی الدرد وغیرہ علی خلاف ما بحثہ صدر الشریعہ فتاویٰ اور دھوبی وغیرہ اور جہام وغیرہ کا فرق درود وغیرہ میں صدر الشریعہ کے برخلاف بحث کے مذکور ہے سو تامل کر ہم حاصل تقریر در یہ ہے کہ کپڑے کی مضبوطی اور باریکی سے دھوبی اپنی شکل سے دریافت کر سکتا ہے کہ کپڑا متحمل کوٹے کا ہے یا نہیں لہذا اس کے فعل میں سلامتی شرط ہوئی بخلاف فصد اور حجامت کے کہ وہ قوت طبیعت اور ضعف پر مبنی ہے تو جہام اور فصد اس کو دریافت نہیں کر سکتا لہذا اس کے فعل میں سلامتی شرط نہیں صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں کہا یہ جو فقہائے نے کہا ہے کہ جو اجیر کے فعل سے تلف ہو تو اس پر تاوان ہے میں کہتا ہوں لائق یہ ہے کہ اس کے فعل سے وہ فعل مراد ہو جس میں مقدار معتاد سے تجاوز واقع ہو گیا ہو چنانچہ جہام کے عمل میں عدم تاوان سے عدم تجاوز من المعتاد مراد ہے لیکن قوی القستانی قول صدر الشریعہ فقہیہ لیکن قستانی نے صدر الشریعہ کے قول کی تقویت کی ہے محیط وغیرہ کا قول نقل کر کے تو خبردار رہنا م شارح نے اس تنبیہ سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور جو قستانی میں محیط وغیرہ سے منقول کیا ہے وہ آسان تر اور لائق تر بشرطیت ہے کذا فی الطحاوی دنی المنیۃ ہذا المملکین رب المتاع او دکیل فی السفینۃ فان کان لا یضمن اذا لم تجاوز المعتاد لان محل العمل غیر مسلم الیہ اور منہ میں ہے کہ یہ یعنی کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہونا اس وقت ہے جب کہ اسباب کا مالک یا اس کا دکیل کشتی میں موجود نہ ہو اور اگر موجود ہو تو طالع پر ضمان نہ ہوگا جب کہ وہ معتاد سے متجاوز نہ ہو گیا ہو اس واسطے کہ عمل کا محل طالع کی طرف غیر مسلم ہے یعنی فقط اجیری دہاں نہیں بلکہ صاحب متاع یا دکیل اس کا بھی دہاں ہے تو قصور فقط اسی کی طرف منسوب نہ ہوگا دہاں محل رب المتاع متاع علی الدابۃ وکبہا فسا قہا لکساری فحشرت وفسد المتاع لا یضمن اجماعاً اور منہ میں ہے کہ اسباب کے مالک نے اپنا اسباب جانور پر رکھا اور اس پر سوار ہوا پھر اس کو گرایہ کرنے والے نے ہانکا اور وہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور اسباب تباہ ہو گیا تو اس پر تاوان نہیں بالاتفاق یعنی اس واسطے کہ محل عمل اسی کی طرف مسلم نہیں قلت وقد منامن الاشباہ مغزیا للزیلعی ان الودیۃ باجر مضمونۃ فلیحفظ میں کتا ہوں ہم نے اشباہ سے نسبت بذلیع مقدم مذکور کیا ہے کہ ودیعت بعض اجرت کے لازم الضمان ہو جاتی ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم طحاوی نے کہا اس مسئلہ کی مناسبت اس مقام میں مجھ کو معلوم نہیں ہو تو لا یضمن بہ بنی آدم مطلقاً ممن غرق فی السفینۃ او سقط عن الدابۃ وان کان بسوقہ او قودہ لان الادوی لا یضمن بالعقب بل بالجناۃ ولا جناۃ الا ذیہ جو آدمی نا بدیں ڈوب گئے ان کا تاوان یعنی دہیت لازم نہیں ہوتی طالع پر ہر طرح خواہ آدمی صغیر ہو یا کبیر بقول صحیح کذا

فی الزیعی یا آدمی گر پڑا جانور سے تو تاوان نہیں اگرچہ مکاری کے جانور ہونے یا کھینچنے سے گر گیا ہو اس واسطے کہ آدمی کا خون بہا عقسے لازم نہیں ہوتا بلکہ جنایت سے لازم ہوتا ہے اور یہاں جنایت نہیں اس واسطے کہ اس کا اذن ہے اس میں یعنی کشتی چلانے اور جانور کے ہانکنے میں وان انکسر وان فی الطريق ان شاء المالك ضمن الحمال قیمته فی مکان حملہ ولا اجر او فی موضع الکسر واجره بحسابہ اور اگر مشکراہ میں ٹوٹ پھوٹ گیا اگر مالک چاہے حال سے تاوان لے اس قیمت کا جو ٹکے کی قیمت سے محل کے مکان میں اور اس کو اجرت دے یا ٹوٹ کے مقام کی قیمت کا تاوان لے اور راہ کے حساب کے موافق اس کی اجرت دے یعنی اگر نصف راہ چل گیا ہو تو نصف اجرت اور اگر ربع راہ چلا ہو تو ربع اجرت دے و ہذا وانکسر بطنہ والا بان زاحم الناس فاکسر فلان ضمان خلافا لہما اور یہ تاوان اس صورت میں ہے اگر مشکراہ اس کے فعل اور کرتب سے ٹوٹا اور اگر ایسا نہ ہو یعنی لوگوں نے اس پر ہجوم کیا ہو پھر وہ ٹوٹ گیا ہو تو محال پر تاوان نہیں بخلاف صاحبین م صاحبین نے کہا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان واجب ہے اور اجرت اس کی لازم ہے اور مالک کو اختیار نہ کر نہیں ہے کذا فی الططادی والاضمان علی حجام و بزاز ای بیطار و فساد لم یجاوز الموضع المعتاد اور تاوان نہیں حجام پر یعنی پھینکے لگانے والے پر اور سلوتری پر اور آدمیوں کی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہیں کر گیا م یعنی جس نے موضع مقرر سے پھینکے لگائے اور نشتر زنی میں تجاوز نہیں کیا اور آدمی یا جانور تلف ہو گیا تو حجام اور جراح پر تاوان نہیں فان جاوز المعتاد ضمن الزیادۃ کلہا اذالم یسلک المحنی علیہ پھر اگر جراح دغیرہ مکان معتاد سے بڑھ گیا یعنی بے موقع اپنے نشتر لگایا تو پوری زیادت کا اس پر تاوان لازم ہو گا جب کہ شخص زخمی ہلاک نہ ہو گیا ہو م ططادی نے کہا تاوان زیادت کا طریقہ بیان نہ کیا اور شاید کہ سلوتری میں یہ مراد ہو کہ جانور کی قیمت مقرر کی جائے زخم ماذون کے ساتھ پھر اس کی قیمت لی جائے زخم دائم کے ساتھ اور اسی طرح غلام کے فصد اور حجامت میں دونوں طرح قیمت ٹھہرائی جائے اور اگر آزاد ہو تو وہ غلام ٹھہرایا جائے بکیفیت متقدمہ والشد علم وان ہلک ضمن نصف دیتہ انفسا تشابہا ماذون فیہ وغیر ماذون فیہ فی نصف اور اگر زخمی مر گیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان پر لازم ہو گا اس واسطے کہ جان کی ہلاکی ہوئی دو فعل سے ایک ماذون دوسرا غیر ماذون تو تاوان نصف نصف ہو گا یعنی مالک کا اذن یہ تھا کہ موضع معتاد میں مثلاً نشتر لگایا جائے پھر جب موضع معتاد سے زیادہ ہو گیا تو یہ غیر ماذون ہے پھر جب دونوں فعل سے ہلاکی ہوئی تو ماذون کا حصہ ساقط ہو گیا اور غیر ماذون کا تاوان لازم ہوا ثم فرع علیہ بقولہ فلو قطع الحنجان الحشفۃ وبری المقطوع بحب علیہ دیتہ کاملہ لانہ لما برئ کان علیہ ضمان الحشفۃ وہی عضو کامل کا لسان پھر مصنف نے قول سابق پر تفریع اپنے اس قول سے کی تو اگر ختنہ کرنے والے نے سپاری کاٹ ڈالی اور شخص مقطوع چنگا ہو گیا تو جراح پر پوری دیت یعنی خون بہا پورا واجب ہوا اس واسطے کہ جب وہ اچھا ہو گیا تو اس پر سپاری کا تاوان واجب ہوا اور سپاری عضو کامل ہے زبان کے مانند م عضو کامل ہے یعنی عضو مقصود ہے جس کا ثانی نہیں نفس میں تو اس کا بدل مقدر بدل نفس ہو گا جیسے قطع لسان میں ہے رازی نے کہا کہ یہ عجیب مسئلہ ہے کہ حصول صحت میں تو اکثر واجب ہو اور ہلاکت میں اقل یعنی کذا فی الططادی وان مات فالواجب علیہ نصف حاصل النفس بغلیین احدہما ماذون فیہ وہو قطع الجذۃ والاخر غیر ماذون فیہ وہو قطع الحشفۃ فیضمن النصف اور اگر مختلف مر گیا تو جراح پر نصف خون بہا واجب ہے بسبب حاصل ہونے ہلاکی جان کے دو فعلوں سے ایک فعل تو وہ ہے جس میں اذن تھا یعنی کھڑکی کا کاٹنا اور دوسرا فعل وہ ہے جس میں اذن نہیں یعنی سپاری کاٹ ڈالنا تو جراح پر اس سبب سے نصف تاوان یعنی نصف دیت لازم ہو گی ولو شرط علی الحجام او نحوه العمل علی وجه لا یسری لایصح لانہ لیس فی دسحہ الا اذا فعل غیر المعتاد فیضمن عمادیۃ اور اگر حجام وغیرہ سے اس طرح کا عمل مشروط ہو جو تلف کی طرف نہ پہنچا دے تو یہ شرط صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ بات اس کے اختیار اور قابو میں نہیں مگر جب کہ فعل نیز معتاد کرے گا تو تاوان دے گا کذا فی العمادیۃ و فیہا سئل صاحب المیط عن فساد قال لا غلام او عبد افصد فی فصدہ فسادا فمات بسببہ قال بحب دیتہ الحر و قیمتہ العبد علی ما قلہ الفصاد لانہ خطأ اور عمادیۃ میں ہے کہ صاحب المیط سے اس فساد کا حکم پوچھا گیا

لہ مدن نفخ ان ہو الوتو العظیم دیو کا جب ان الطول منہ وادسع کذا فی المصباح والقا موس ۱۲ نو

جس سے نابالغ آزاد یا غلام نے کہا کہ میری فصد کھول سواس نے فصد معتاد کھولی پھر اس کے سبب سے وہ مر گیا صاحب محیط نے جواب دیا کہ آزاد کا خون بہا اور غلام کی قیمت فساد کی حمایت والی برادری پر واجب ہوگی اس واسطے کہ قتل خطا کی راہ سے ہے یعنی اس واسطے کہ اس نے قتل کا قصد نہیں کیا بسبب عدم مجاوزت فعل معتاد کے و مثل من فصدنا ما ترکہ حتی مات من السیلان قال یجب القصاص اور صاحب محیط سے اس فساد کے حکم کا سوال ہوا جس نے سوتے آدمی کی فصد کھولی اور اس کو بچھوڑا ملا بندش زخم یہاں تک کہ وہ مر گیا خون کے بہنے سے جواب دیا کہ فساد پر قصاص واجب ہے یعنی اس واسطے کہ پھاڑنے والی چیز سے اس کو قتل کیا و الثانی و ہو الاجیر الخاص دلیبی اجیر و جلد اور مزدور کی دوسری قسم اجیر خاص ہے اور اس کو اجیر دھند بھی کہتے ہیں یعنی ایک شخص کا اجیر و مومن لعل لو احد عمل موقتاً بالتخصیص اور اجیر خاص وہ ہے جو ایک مستاجر کامل موقت کرے تخصیص کے ساتھ ہم مقدسی نے کہا کہ اگر چند شریکوں نے اپنی مشترک مجموع بکریاں چرانے کے واسطے ایک شخص کو بقصد واحد مقرر کیا اس شرط پر کہ ہمارے سوا اور کسی کی بکریاں نہ چراوے تو وہ بھی اخیر خاص ہے اور اسی طرح بنانزیہ اور محیط ہیں ہے تو معلوم ہوا کہ مستاجر واحد عام ہے یعنی جو یا بھی اور کل موقت کی قید اس واسطے لگائی تا وہ اجیر نکل جائے جو ایک مستاجر کا کام کرے بلا توقيت چنانچہ خیاط جب کہ ایک شخص کا کپڑا یہ اور سینے کی مدت بکریاں ہو اور تخصیص کی قید سے وہ اجیر خارج ہو گیا ایک شخص کا کام کرے مدت مقرر کر کے اور مستاجر نے اس سے یہ شرط نہ کی ہو کہ میرے سوا کسی اور کا کام نہ کرنا کذا فی الطحاوی

استحق الاجیر تسلیم نفسه فی المدة جوہرۃ وان لم یعمل کمین استوجہر شہر اللخی مئة او شہر المرعی الغنم المسمی اجیر سی اور اجیر خاص اجرت کا مستحق ہوتا ہے اپنی ذات کی تسلیم سے یعنی مدت میں حاضر ہونے سے کذا فی الجوہرۃ اگر بعد حاضر ہونے کے کام نہ کرے مانند اس شخص کے جو ایک مہینہ لو کر ہوا خدمت کے واسطے ایک مہینہ معین بکریاں چرانے کے واسطے معین در ماہ ہے پر ہم خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اس کی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہے اور خدمت معتاد کا وظیفہ صحیح ہے تا وقتیکہ لوگ سوئیں عشا کے بعد کذا فی الطحاوی بخلاف بالآخرہ لمدة بان استاجر لمرعی شہر حیث یکون مشترک الا اذا شرط ان لا یخدم غیرہ و لا یرعی لغيرہ

کیونکہ خالصا و تحقیقہ فی الدرر بخلاف اس صورت کے کہ مستاجر عمل کو اول ذکر کرے اور مدت کو پیچھے ذکر کرے اس طرح کہ اجیر کو اجارہ لے چرانے کے واسطے ایک مہینہ تو اب وہ اجیر مشترک ہو گا اگر جب کہ مستاجر یہ شرط کرے کہ اجیر کسی کی خدمت مگر سے سوائے اس کے اور کسی کی بکریاں نہ چراوے سوائے اس کے تو اس تخصیص سے وجود تاخیر مدت اجیر خاص ٹھہرے گا اور تحقیق اس کی در میں ہے ہم در میں یوں مذکور ہے کہ خدمت اور چرانے کا اجیر اس وقت اجیر خاص ہوتا ہے جب کہ عدم خدمت نیز شرط و یا مدت مذکور ہو اور بھیدا اس کا یہ ہے کہ جب مدت پر اول کلام واقع ہوا تو منافع اس کے مستاجر کے واسطے اس مدت میں مخصوص ہو گئے اور نیز کے واسطے منافع کا ہونا ہی منتفع ہو گیا اور بعد اس کے ذکر خدمت یا چرانے کا احتمال رکھتا ہے کہ عقد عمل کے واسطے ہو تو وہ اجیر مشترک ہو جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ جو عمل اجیر خاص پر واجب ہے اس کا بیان نوع مدت خاص میں منظور ہو اس واسطے کہ اجیر خاص کی مدت کا اجارہ بلا بیان نوع عمل صحیح نہیں تو پہلا حکم یعنی مدت کا احتمال سے متغیر نہیں ہو سکتا تو وہ اجیر خاص ہی باقی رہے گا جب تک اس کے خلاف کی تخصیص تعیم عمل کی شرط سے نہ ہو تو اب تعیم سے اجیر مشترک ٹھہرے گا اور اگر مدت کو پیچھے ذکر کرے گا تو اب اجیر مشترک ہو گا بلیس کو کور انتہی تحقیر و بلیس لخاص ان لعل غیرہ و لو عمل نقص من اجرة بقدر ما عمل فتاوی النوازل اور اجیر خاص کو نیز کے واسطے عمل کرنا جائز نہیں اور اگر نیز کا کام کرے گا تو اس اجرت سے بقدر اور اس کے عمل کے کم کر ڈالا جائے کذا فی فتاوی النوازل وان ہلک فی المدة نصف الغنم او اکثر من نصف فلم الاجرة کاملۃ

وامر برعی منها شیئاً لامر ان العقود علیہ تسلیم نفسه جوہرۃ و ظاہر التعلیل بقاء الاجرة لو ہلک کلمہ او بہ صرح فی العمادیۃ اور مدت اجارہ میں آدمی یا زیادہ بھیڑ بکریاں ہلاک ہو گئیں تو اجیر کی پوری مزدوری ثابت ہے جب تک کہ بعض کو ان میں سے چراوے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ معقود علیہ تسلیم نفس اجیر خاص ہے نہ عمل کذا فی الجوہرۃ و ظاہر تعلیل ہے کہ پوری اجرت باقی ہے اگر سب بکریاں ہلاک ہو جائیں اور اسی کی تصریح کی ہے عمادیہ میں ہم یعنی جب معقود علیہ تسلیم نفس ہوا نہ عمل تو بعض یا کل کا ہلاک ہونا برابر ہے اور یہی قول مشہور اور ذیلی کے موافق ہے تو یہ قول جوہرہ کی تفسیر ہلاک بعض پر مقدم ہے ولا یضمن بالہک فی یدہ او لعلہ

سلف قولہ برعی و قد قال فی المغرب اجیر الواحد علی الاضافۃ بخلاف الاجیر المشترك فیر من الواحد یعنی الواحد و معناه اجیر المستاجر الواحد و فی معناه الاجیر الخاص و لو حرک الحاء یصح لانه یقال جمل و صفتین ای منفرد و احد

اقول ثلثہ کے دلائل زہنی میں مذکور ہیں بنی المستاجر تنورا او وکانا عبادة الدرر او کانونا فی الدار المستاجرة و احترق بعض مویات الحیران او الدار الاضمان علیہ مطلقا سواء بنی باذن رب الدار ام لا اجارہ کے گھر میں مستاجر تے تنور یا دکان بنائی اور ہمسایوں کے بعض مکانات یا پورا گھر جل گیا تو مستاجر پر طرح تاوان نہیں خواہ اس نے صاحب خانہ کے اذن سے تنور وغیرہ بنایا ہو یا بلا اذن شارح نے کہا درر کی عبارت میں کانوں یا بھٹھی بجائے دکان مذکور ہے ہم کانوں احتراق کے مناسب ہے بخلاف دکان لیکن اگر دکان سے لوہار یا شیشہ گر کی دکان مراد لیجیے تو مناسب ممکن ہے الا ان یجوز ما یصلح للناس فی وضعہ او لیاقاد نار لا یوقد مثلہا فی التنور والکانون مستاجر مذکور پر تاوان نہیں مگر یہ کہ جس طرح لوگ تنور بناتے ہیں اور کتھتے ہیں ان سے مستاجر زیادتی کرے اس کی وضع میں اور لگ جلائے میں کہ دسی آگ نہ جلائی جاتی ہو تنور اور بھٹھی میں تو اب تاوان لازم ہوگا استاجر حراما فصل عن الطریق ان علم انہ لا یجوزہ بعد الطلب لا یضمن کذا راجع من قطیعة شاة فحاف علی البانی الہلاک ان یبعھا لہ انما ترک الحفظ بعذرہ فلا یضمن کدفع الودیعة حال الخرق مثلا کدعا کر لیا سودہ راہ سے گم ہو گیا اگر مستاجر جانے لینی بظن غالب کہ اس کو نہ پاوے گا تلاش کرنے کے بعد تو اس پر تاوان نہیں اسی طرح وہ چرنے والا جس کی ریوڑ سے مثلاً دنبہ نکل بھاگا سو چرنے والا ڈرا کہ اگر اس کا پیچھا کرے گا تو پاتی جانور تلف ہو جاویں گے تو اس پر تاوان نہیں اس واسطے کہ اس نے تو محافظت عذر سے چھوڑی جیسے و دیعت کا دینا غیر شخص کو ڈوبنے کے وقت ہم یعنی ہر چند مودع پر حفاظت و دیعت کی بذات خود لازم ہے لیکن بعذر غرق دوسرے کو دینا جائز ہے تو مدرسے ترک حفاظت موجب ضمان نہیں و قالان کان الراعی مشترکا ضمن اور صاحبین نے کہا کہ اگر چرنے والا اہر مشترک ہو تو تاوان دے دو و خلط الغنم ان الکفۃ التیمیہ لا یضمن القول لہ فی تعیین الدواب انما الضمان اور اگر چرنے والے نے لوگوں کی بھیڑ بکریاں ملا ڈالیں اگر اس کو جدا کر دینا ان کا ممکن ہو تو اس پر تاوان نہیں اور جانوروں کے معین کر دینے میں اسی کا قول مقبول ہے کہ یہ جانور فلا نے شخص کا ہے وان لم یکنہ ضمن قیمتہا یوم الخبط والقول لہ فی قدر القیمۃ ہاویہ اور اگر اس کو جدا کر دینا ممکن نہ ہو تو تاوان دے اس قیمت کا جو ملنے کے دن میں اس جانور کی قیمت ہو اور مقدار قیمت میں چرنے والے کا قول مقبول ہوگا کذا فی العمویۃ ولیس للراعی ان ینزی علی شئی منہا بلا اذن رہبان فعل فعطبت ضمن دان نزی بلا فعلہ فلا ضمان جو ہر اور چرنے والے کو جائز نہیں چڑھانا نہ کا بادہ پر ہر دن لان مالک کے پھر اگر ایسا کرے گا اور جانور تلف ہوگا تو اس پر تاوان لازم ہوگا اور اگر نہ خود چڑھنا ادہ پر بلا فعل راعی کے تو اس پر ضمان نہیں کذا فی الجوزۃ یعنی اس واسطے کہ اس کی مرعات راعی کو ممکن نہیں کذا فی الخطادی والیسافر بعبد استاجرہ للخدمۃ لشقۃ اور مستاجر سفر میں نہ لی جائے اس غلام کو جس کو اس نے خدمت کے واسطے چاکر رکھا سفر کی مشقت کے سبب سے یعنی سفر کی خدمت زیادہ تر شاق ہے حفر کی خدمت سے الا بشرط لان الشد ط ملک ملک ام لک مگر سفر میں لے جانے کی شرط سے البتہ ساتھ لے جانا درست ہے اس واسطے کہ شرط تیری مضرت یا منفعت کے واسطے زیادہ تر ملکیت یا مالکیت کا سبب ہے یعنی شرط مشرور کے پورا کرنے میں آدمی کو چارہ نہیں نفع ہو اس میں یا نقصان و کذا لوعرف بالسفر لان المعروف بالشرط اور اسی طرح اگر مستاجر کا سفر میں جانا معلوم ہو تو غلام مذکور کا سفر میں لے جانا درست ہے اس واسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے ہم معلوم ہونے کی صورت یہ ہے کہ اجارہ کے وقت وہ شخص سفر کا سامان کرتا ہو کذا فی الزہنی بخلاف العبد الموصی بخدمۃ فان لہ ان یسافر بہ مطلقا ان مؤنتہ علیہ بخلاف اس غلام کے جس کی خدمت کرنے کی کوئی نہ موصی لہ کے واسطے وصیت کی ہو تو اس کو غلام کا سفر میں لے جانا درست ہے ہر طرح خواہ سفر میں لے جانے کی شرط ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اس واسطے کہ اس کا خرچ موصی لہ پر ہے یعنی بخلاف غلام اجیر کہ اس کا خرچ مولیٰ پر ہے نہ مستاجر پر و لو سافر المستاجر بہ فملک ضمن قیمتہ لہ غاصب و لا اجیر علیہ وان سلم لان الاجر والضممان لا یجتمعان وعند الشافعی اجملا مثل اور اگر مستاجر غلام کو سفر میں لے گیا پھر غلام مر گیا تو اس کی قیمت کا تاوان اس پر لازم ہوگا اس واسطے کہ مستاجر بلا شرط لے جانے سے غاصب ہو گیا اور اس پر اجرت واجب نہ ہوگی باوجود تسلیم اس واسطے کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے اور امام شافعی کے

ملک قبل ملک ای اشد ملک او داخل فی اتباع و ہوا فعل تفضیل من البنی للفاعل والمفعول ای اشد ملک او ملکیتہ او ملکیتہ بالنظر لمن اشتراط لمن اشتراط علیہ خطادی ۱۲ منہ

نزدیک اس کے واسطے اجرت مثل ہے ولا یسترو مستاجر من عبدی مجبور اجرا دفعہ الیمہ لاجل عملہ لعودہ بالبعد الفراغ میثمہ استماتہ اور مستاجر غلام یا مہنہ
منوعہ التعریف سے وہ اجرت پھیرنے لے جو اس نے اس کو دی اس کے عمل کی بہت سے اس واسطے کہ اجارہ ذرا عمل کے بعد صحیح ہو گیا بطور استحسان کے م وہ غلام
اور مہنہ مراد ہے جس نے بلا اذن مولیٰ اور ولی کے آپ کو کمری کی اور اجرت سے اجرت مثل مراد ہے کذا فی المطحطاوی ولایہ لضمین غاصب عبدی اکل غاصب
من اجرہ الذی اجر العبد بنفسہ بعد تقومہ عندانی حنیفہ اور تاوان نہ دے گا اور غاصب غلام کا جس نے اس غلام منسوب کی اجرت کھائی جس نے اپنی ذات کا اجارہ
کیا اجرت ٹھہر کر بسبب نہ متقوم ہونے اجرت کے امام اعظم کے نزدیک ہم تاوان لازم آتا ہے مال محرز متقوم کے خلاف سے اور یہ مال محرز نہیں اس واسطے
کہ غاصب نہ مولیٰ ہے غلام کا اور نہ اس کا نائب اور غلام اپنے اختیار میں نہیں بلکہ وہ غاصب کے تصرف میں ہے تو وہ مال معصوم نہ ٹھہرا اور صاحبین کے نزدیک
تاوان ہے اس واسطے کہ غاصب نے پرایا مال بلا اذن بلا تاویل تلف کیا کذا فی الزلیعی کا لا یضمن اتفاقا لواجرہ الغاصب لان الاجر لا لمالکہ چنانچہ غاصب
پر تاوان نہیں باتفاق حنیفہ دائرہ ثلثہ اگر غلام کو غاصب اجارہ دے اس واسطے کہ اب اجرت غاصب کی ہوگی نہ غلام کے مالک کی ہم اجرت غاصب لے گا اور
غاصب پر مالک کے واسطے اجرت مثل لازم ہوگی کذا فی المطحطاوی وجاز للعبد قبضہا لواجرہ لنفسہ لا لواجرہ لملوک کالتہ لہ العاقد عنایتہ اور غلام کو اجرت
کا قبض کرنا جائز ہے اگر اس نے آپ اجارہ کیا ہو نہیں جائز ہے غلام کا قبض کرنا اگر مالک نے اس کا اجارہ کیا ہو مگر مالک کی وکالت سے قبض جائز ہے اس
واسطے کہ پہلی صورت میں مائد غلام ہے اور دوسری میں مائد مولیٰ ہے کذا فی العنایتہ فلو وجبنا مولانا قائمتہ فی یدہ اخذہ ببقاء ملکہ کسروقی
بعد القطع پھر اگر غلام کا مالک غلام کی اجرت کو غاصب کے پاس موجود پا دے تو اس کو لے بسبب باقی رہنے مالک کی ملک کے مال مسروق کے مانند قطع
بیکے بعد ہم ہر چند وہ مال متقوم نہیں لیکن مالک کی ملک اس میں ہنوز باقی ہے لہذا اس کو مالک لے گا کذا فی الزلیعی استاجر عبد شہزی شہرا بختیہ
صح علی الترتیب المذكور حتی لو مل فی الاول فقط فله اربعۃ وبعکسہ خمسۃ ووجبتہ کو اجارہ لیا غلام کا ایک مہینہ کی اجرت چار درم اور دوسرے مہینے کی اجرت پانچ درم
تو صحیح ہے ترتیب مذکور پر تو اگر اول مہینے میں فقط مل کرے گا تو چار درم پا دے گا اور دوسرے مہینے میں پانچ درم اختلاف الاجر والمستاجر فی ابا القاسم
اور مرضہ او جہری ماہ الریح حکم الحال فیکون القول قول من شہد له الحال مع یحییہ موجد اور مستاجر نے اختلاف کیا غلام کے بھاگنے یا
اس کی بیماری میں یا پین چکی کے پانی جاری ہونے میں تو حال حکم اور پنج فیصلہ کرنے والا ہو گا یعنی قول اسی کا مقبر ہو گا جس کے قول کا شاید ظاہر حال ہو گا اس
کی قسم کے ساتھ کیا حکم الحال لو باع شجر اذنیہ ثم واختلفا فی بیعہ ای الثمر معا ای الشجر فالقول قول من فی یدہ الثمر جس طرح حال حکم ہوتا ہے
اگر درخت بیچا جس میں پھل لگے ہیں اور بائع اور مشتری پھل کی بیع میں مختلف ہیں درخت کے ساتھ تو مقبول قول اس کا قول ہے جس کے ہاتھ اور قبض میں پھل
ہو والا اصل ان القول لمن شہد له الظاہر اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اس شخص کا قول مقبول ہے جس کے واسطے ظاہر حال گواہی دے دنی الخاۃ القطع ماہ
الرحی سقط من الاجر بحسابہ ولو ماو عاوت اور خلاصہ میں ہے کہ پین چکی کا پانی بند ہو گیا تو اس کے حساب کے موافق اجرت ساتھ ہوگی اور اگر پانی پھر جاری
ہو گا تو اجارہ پھر دے گا ولو اختلفا فی قدر الاقطاع فالقول للمتاجر ولو فی نفسه حکم الحال اور اگر دونوں نے اختلاف کیا پانی کی مقدار انقطاع
میں تو متاجر کا قول مقبول ہے اور اگر خود پانی میں اختلاف ہو تو ظاہر حال حکم کرے گا فی القول قول رب الثوب بمینہ فی التمیص والقباء
والحمرة والصفرة کذا فی الاجر و عدمہ اور کپڑے کے مالک کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ تمیص اور قبایہ اور درزی میں اور اسی طرح اجرت اور
عدم اجرت میں ہم یعنی مالک تو کہتا ہو کہ میں نے تمیص سلا یا تھا اور خیا ط کہتا ہو کہ قبا سلائی تھی تو مالک ہی کا قول قسم کے ساتھ مسموع ہو گا یا مالک کہتا ہو کہ سرخ
رنگ کو میں نے کہا تھا اور رنگریز کہتا ہو کہ درو کو کہا تھا تو مالک ہی کا قول مقبول ہو گا اور اسی طرح اجرت اور عدم اجرت میں مالک ہی کی بات مسموع ہے
وقال ابو یوسف ان کان الصانع معا لہ فلا اجر والا فلا اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر کار گیر اور مالک ثوب سے اجرت کے ساتھ معاملہ ہو کر تا ہو تو اس کی مزدوری

ہوگی اور نہیں تو نہیں یعنی اگر رفت اس کو ہی دیتا ہو تو اجرت نہیں وقیل ای وقال محمد ان كان الصانع معروفاً بهذه الصنعة بالاجرة
 امام حاله بها اي بهذه الصنعة كان القول قوله بشهادة الظاهر والا فلا وللفتنى زبني اور بعضوں نے کہا یعنی محمد نے کہا کہ اگر کارگیر اس پیشہ کے
 مشہور ہو اجرت لینے میں اور اس کا قیام معاش اسی پیشہ سے ہو تو کارگیر کا قول مقبول ہو گا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کا قول مقبول
 ہو گا بلکہ مالک کا قول مسموع ہو گا اور اسی قول محمد پر فتویٰ ہے کذا فی الزبني وبذا بعد العمل اما قبله فتنى الفان اختياراً وادريه يعني حکم مذکور اس وقت ہے جب کہ اختلاف
 کے بعد یعنی سینے اور رنگنے کے بعد مثلاً اور اگر قبل عمل اختلاف ہوا ہو تو مالک اور پیشہ در دونوں قسمیں کھائیں کذا فی الاختيار فمردوع مسائل ملحقه شارح کے
 الامير في كل الصانع يضاف استاذة فما تلفه لغيره لا استاذ اختياراً سب پیشوں میں مزدور کا کام اس کے استاد کارگیر کی طرف منسوب ہو گا سو جس چیز کو
 تلف کسے گا تو اس کا تادان استاد و دکاندار دے گا کذا فی الاختيار يعني مالم يتعد فيضنه هو ملو يه يعني استاد اس وقت تادان دے جب تک مزدور کی طرف
 زیادتی اور تصور نہ ہوا ہو اور در صورت تصور مزدور ہی تادان دے گا کذا فی العماویہ م استاد یعنی صاحب دکان غیاط یا زنگریز اجیر مشترک ہے لہذا اس
 وطن ہے اور مزدور اجیر خاص ہے دکاندار کا لہذا اس پر تادان نہیں مگر در صورت تصور فی الاشباہ او علی نازل الخان داخل الحمام و ساکن الدار المعدلا استقلال
 سب لم یصدق ولا جبر واجب قلت کذا مال الیتیم علی الفتی بہ فتنبہ اور اشباہ میں ہے کہ سر لے کے اترنے والے اور حمام کے داخل ہونے والے اور
 گاہ کہ گرایہ کے واسطے بنا اس کے رہنے والے نے غصب کا دعویٰ کیا یعنی میں بلا اذن مالک بطور غصب کے رہا ہوں مجھ پر گرایہ واجب نہیں بواسطہ عدم
 وہ تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور گرایہ واجب ہے میں کہتا ہوں اسی طرح مال یتیم کا حکم ہے یعنی دعویٰ غصب سے اس کی بھی اجرت ساقط نہیں بقول
 فی الجاہ ربیہ و فیما الاجرة لارضی کاخراج علی المتعد فاذا استاجر بالزراعة فاصطلم الزرع آفة وجب ما قبل الاصطلام وسقط ما بعده قلت وهو اعتمدہ
 ولا الجاہ اور اشباہ میں ہے کہ زمین کی اجرت خراج کے مانند ہے بنا بر قول معتد کے پھر جب کہ زمین اجارہ کی زراعت کے واسطے پھر آفت سماوی یا ارضی نے
 تباہ کر دیا تو قبل از استیصال کی اجرت واجب ہوگی اور بعد استیصال کی اجرت ساقط ہوگی میں کہتا ہوں اور اسی قول کو معتد کہا ہے والوالحیہ میں م یہ قول
 الجہ کے مخالف ہے اس واسطے کہ اس میں خراج اور اجرت میں فرق بیان کیا ہے یعنی آفت رسیدگی سے خراج واجب نہیں ہوتا ہے یہی قول معتد ہے انتہی اور
 مالک بعد استیصال کی اجرت ساقط ہوتی ہے سو قول مفتی بہ کے مخالف ہے اس واسطے کہ محیط میں ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ جب زراعت تلف ہو جانے کے
 وقت مت باقی نہ رہے جس میں امادہ زراعت ممکن ہو تو مستاجر پر اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر دوبارہ زراعت کرنا ممکن ہو مانند اول کے یا اس سے کمتر تو اجرت
 واجب ہوگی اور یہی حکم ہے منع غاصب کا کذا فی الطحاوی لکن جزم فی الخانیۃ بروایۃ عدم سقوط شیء حیث قال اصاب الزرع آفة فملک او فرق ولم یثبت لزوم الاجر لانه
 فدرج و لو عرفت قبل ان یزرع فلا اجر علیہ انتہی لیکن فتاویٰ قاضی خاں میں عدم سقوط اجرت کی روایت پر اعتماد کیا ہے چنانچہ کہا کہ زراعت پر آفت پڑی سو وہ
 تلف ہوگئی یا ڈوب گئی اور نہ جی تو اجرت لازم ہے اس واسطے کہ مستاجر اس کو بچا اور اگر زمین ڈوب گئی بولے سے پہلے تو مستاجر پر اجرت نہیں انتہی م یہ قول
 کے قول مفتی بہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا والستد اعلم ۛ

باب فسخ الاجارة یہ باب ہے فسخ اجارہ کے احکام میں فسخ بالقضاء اور فسخی بخیار شرط و ردیۃ کا بیع غلاماً للشانعی اجارہ فسخ کیا
 جاتا ہے حاکم کے حکم یا رضائے مآقنین سے بسبب بخیار شرط اور ردیۃ کے بیع کے مانند برخلاف امام شافعی ہم یعنی چونکہ اجارہ
 بطلت ہے فخر و منافع سے لہذا اس میں بیع کے مانند بخیار شرط سے تین دن تک فسخ عقد میں اختیار ہے اور بے دیکھی چیز کا اجارہ اور بعد دیکھنے کے اس کے فسخ کر
 لینے کا اختیار ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک اجارہ میں بخیار شرط صحیح نہیں اور نہ بے دیکھی چیز کا اجارہ درست ہے و بخیار عیب حاصل قبل العقد و بعد
 بعد قبضہ او قبلہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عیب کے بخیار عیب سے جو حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبض کے پہلے یا قبض کے پہلے

لیفوت النفع بہ منہ عیب کخراب الدار و انقطاع ماوالارض حصول اس عیب سے امارہ فسخ ہو جاتا ہے جس کے سبب سے
منفعت فوت ہو جائے چنانچہ گھر کا دیران ہو جانا اور پین چکی کا پانی منقطع ہونا اور زمین مزدور کا پانی منقطع ہونا شارح نے کہا لیفوت النفع کا جملہ عیب کہ
صفت ہے و کذا لو كانت تسقى باء السماء فانقطع المطر فلا جبر خانیۃ ای دان لم تنفسخ علی الاصح کہ امر اسی طرح اگر زمین سنبھلی جاتی ہو آسمان کے پانی سے سو مینہ منقطع
ہو گیا تو اجرت نہیں کڈانی الخانیۃ یعنی قطع بارش سے اجرت ساقط ہو جاتی ہے اگرچہ بنا بر قول اصح امارہ فسخ نہیں ہو جاتا چنانچہ مذکور ہو چکا ہے خلاصہ
اس باب سے پہلے ہم خیال شرط اور خیال روت اور خیال عیب سے امارہ فسخ نہیں ہو جاتا ہے لیکن حق فسخ ان سے ثابت ہوتا ہے اور یہی قول اصح ہے اور چوتھے
تقدیری اور صاحب کشف کا کلام ہے ولما مصنف نے فسخ کہا ہے نہ تنفسخ دنی الجورۃ لوجاہ من الما و ما یزرع بعضہا فالمتاجر بالخیار ان شاء فسخ الامارۃ کلمہ الامارۃ
دفع بحساب مادی منها اور جوہرہ میں ہے کہ اگر اتنا پانی آیا جس سے بعض زمین کی زراعت ہو سکتی ہے تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے سب زمین کا اجارہ
کر ڈالے یا پھوڑے وہ زمین جہاں پانی نہیں پہنچا اور جس قدر زمین سیراب ہوئی ہو اس کے سبب کے موافق اجرت دے دینی الو لو الخیرۃ لو استاجر بالخیار
فانقطع ماوالارض علی وجہ لایر می فلا الخیار وان انقطع قلیل قلیلا ویرمی منہ استسقی فالاجر واجب اور ولو الخیرۃ میں ہے کہ زمین اجارہ لی بدون شرب یعنی اس
کی آبپاشی کی نوبت اجارہ میں نہ داخل کی پھر کھیت کا پانی اس طرح پر منقطع ہو گیا کہ اس کی امید باقی نہ رہی تو مستاجر کو فسخ اجارہ میں اختیار ہے اور اگر تھوڑی
تھوڑا پانی قطع ہو گیا اور اس قدر سے سینچنے کی امید ہے تو اجرت واجب ہے دنی لسان المحکام استاجر عاتانی قریۃ فقر مواد حلوا سقط الاجر عند انظر
الناس لا یسقط الاجر لسان المحکام میں ہے کہ حمام اجارہ لیا ایک گاؤں میں سو آدمی وہاں کے رہنے سے ڈرے اور کوچ کر گئے تو مستاجر پر ہے
ساقط ہو گئی اور اگر گاؤں کے بعض آدمی کوچ کر گئے تو اجرت ساقط نہ ہوگی اور کھل عطف علی لیفوت بہ ای بالنفع بیث یشفع بہ فی الجملة کفرض العبد و
الدائۃ ای قرعہا و سقوط حائط دار اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عیب سے جو منفعت میں خلل ڈالتا ہے اس طرح پر کہ اس عیب کے ساتھ کچھ منفعت حاصل
ہو سکتی ہے چنانچہ غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی پیٹھ لگ جانی یعنی اس میں زخم کا ہونا اور گھر کی ایک دیوار کا گر جانا دنی التبعین لو انقطع ماوالارض والبیۃ حایت
بہ لغیر الخ من الاجر بحصرہ لبقا بعض المعقود علیہ فاذا استوفاه لزحم حصۃ اذ زمین میں ہے اگر پین چکی کا پانی منقطع ہو گیا اور پین چکی کی کوٹھری ایسی ہے کہ اتنا
کے سوا اور نفع اس سے حاصل ہو سکتا ہے تو مستاجر پر اجرت واجب ہے اس کے حصہ کے موافق بہب باقی رہنے بعض معقود علیہ کے ہر جب وہاں
بود و باش وغیرہ سے مستاجر نفع حاصل کرے گا تو اجرت بقدر اس کے حصہ کے اس پر لازم ہوگی فان لم یخلل العیب بہ او ازالہ المور او اتفع
سقط الخیارہ الزوال السبب پھر اگر عیب منفعت کا خلل انداز نہ ہو یا مور اس عیب کو زائل کر دے یا مستاجر خلل والی چیز سے نفع حاصل کرے تو اس کا
فسخ ساقط ہوگا سبب زائل ہونے سبب فسخ کے ہم عیب غیر خلل چنانچہ نوکر کا کانا ہو جانا یا اس کے ہال بھڑ جانے اور اندازہ عیب کی یہ صورت ہے کہ دار
کو جو جلد تیار کر دے و عمارۃ الدار المستأجرة و تطینہا و اصلاح المیزاب و ماکان من البناء علی رب الدار و کذا کل ما یخل بالکسی و ادنی
کے گھر کی مرمت اور اس کو مٹی لینا اور پر نالہ درست کرنا اور جو چیز من قبیل تعمیر کے ہو گھر کے مالک پر ہے اور اسی طرح جو چیز سکونت میں خلل انداز ہو وہ
خانہ کے ذمہ پر ہے ہم تطیین سے مراد وہ مٹی لینا ہے جس کا ترک خلل انداز ہو اور بعضی کتابوں میں چھت کی مٹی لینا مذکور ہے کڈانی الطحاوی فان ابی حد
ان یفعل کالی للمستأجر ان یخرج منها الا ان یکون المستأجر استاجر ما وہی کذلک وقد رآنا لرضاہ بالعیب پھر اگر صاحب خانہ تعمیر وغیرہ سے
کرے نہ بنا دے تو مستاجر کو اس گھر سے نکلنا درست ہے مگر یہ کہ مستاجر نے نادرست گھر دیکھ کر اجارہ لیا ہو تو آپ نکلنا جائز نہیں بسبب راضی ہو جانے
کے عیب پر و اصلاح ماوالبیر و البالوۃ و المخرج علی صاحب الدار لکن لا جبر علیہ لانه لا یجبر علی اصلاح ملک فان فعل المستأجر فموتہ و متبرع ولہ
یخرج ان ابی رہا خانیۃ ای الا اذرا کا امر اور کنوئیں کے پانی اور نجس پانی کے چہنچے اور بدرو کی اصلاح اور دینی گھر کی مالک کے ذمہ پر ہے لیکن امر

زبردستی نہیں اس واسطے کہ مالک پر مملوک کو درست کرنے کو زبردستی نہیں کی جاتی پھر اگر مستاجر نے اشیاء مذکورہ کو بنا لیا تو وہ محض بلا عوض ہے اور مستاجر اس کو گھر سے نکل جانا جائز ہے اگر اس کا مالک امور مذکورہ کی درستی سے انکار کرے کذا فی الخانیۃ یعنی اگر اس صورت میں نکلنا درست نہیں جب کہ اس نے درست گھر دیکھ کر اجارہ لیا ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وہی الجوبہ و لا ان یفرو بالفسخ بلا قضاء و بد جوہرہ میں ہے کہ مستاجر مذکور کو جائز ہے کہ تنہا اجارہ کو نسخ کر دے بلا حکم مالک و لو استاجر دارین فسخت او تعیت احدہما فله ترکہما لو عقد علیہما صفقۃ واحدة اور اگر دو گھر کو اجارہ لیا سو ایک گھر منہدم یا معیوب ہو گیا تو اس کو دونوں کا چھوڑ دینا جائز ہے اگر دونوں پر ساتھ ہی کیا گیا ہو یعنی اگر جدا جدا عقد ہو ہو تو ایک گھر کے سقوط سے دوسرا گھر نہیں چھوڑ سکتا قلت و فی حاشیۃ الاشباہ معنی اللبناۃ ان العقد ظاہر انفرادی من مشتبہ لا یفرد و ہوا لا صح میں کہتا ہوں اور حاشیہ اشباہ میں بنایہ سے منقول ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو مستاجر فسخ اجارہ تنہا بلا حکم مالک کر سکتا ہے اور اگر عذر مشتبہ ہو تو بلا حکم مالک نسخ نہیں کر سکتا اور یہی قول اصح ہے ہم اگر عذر سے فسخ اجارہ کی حاجت ہو تو صاحب عذر نسخ میں متفرد ہے یا قضا یا رضائی حاجت ہے اس میں روایات مختلف ہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو متفرد ہے اور اگر مشتبہ ہو تو متفرد نہیں کذا فی فتاویٰ قاضی خاں و بعد ر عطف علی بخیار شرط لزوم ضرر لم یشق بالعقد ان بقی العقد کانی سکون ضرر استوجہ قلعہ و موت عرس و اختلاف علی استوجہ ر فباخ لطیح و لیمیتہا اور نسخ کیا جاتا ہے اجارہ لزوم ضرر غیر مستحق بالعقد کے عذر سے اگر عقد باقی رہی یعنی اگر عقد اجارہ کو قائم رکھے تو مستاجر کو وہ ضرر لازم ہو جس کا استحقاق عقد سے ثابت نہیں چنانچہ اس ڈاڑھ کے در و کا ساکن ہو جانا جس کے پکڑنے کے واسطے اجیر معین کیا اور اس وجہ کامر جانا یا اس کا خلع کرنا جس کی شادی کے کھانا پکانے کے واسطے باورچی کو اجیر کیا ہو یعنی جب در و ٹھہر گیا تو ڈاڑھ اکھاڑنے میں ضرر مستاجر کا ضرر ہے اسی طرح زوجہ مردہ یا مختلفہ کے ولیمہ کرنے میں سراسر مال کا ضائع کرنا ہے تو اس عذر سے نسخ اجارہ درست ہے شارع نے کہا قولہ و بعد ر بخیار شرط پر عطف ہے کہ میں مذکور ہے کہ عذر سے مراد عاجز ہونا ہے امد العاقدین کا اجارہ قائم رکھنے میں مگر یہ محل ضرر زائد جو عقد سے مستحق نہیں و بعد ر لزوم دین سوا دکان ثابتا لبعیان من الناس او بیان ای ینتہ او قرار و الحال انہ لا مال لہ غیرہ ای غیر المتاجر لان بحسب فیہنرا الاذاکات الاجرۃ و الجملة تستغرق قیمتہا اشباہ اور اجارہ نسخ کیا جاتا ہے لزوم دین کے عذر سے خواہ دین ثابت ہو لوگوں کی دانت سے یا گواہوں کے بیان سے یا موہر کے اقرار سے اور حالانکہ اس کا کچھ مال نہیں ہے اجارہ والی چیز کے سوا اس واسطے کہ اگر وہ چیز ادائے دین کے واسطے نہ بنی جائے اہلہ کے سبب سے جو محسوس ہو گا تو اس کو ضرر پہنچے گا مگر جب کہ پیشگی دی ہوئی اجرت اس چیز کی قیمت کے برابر ہو تو اب دین کے عذر سے اجارہ نسخ نہ ہو گا کذا فی الاشباہ یعنی اگر قیمت گھر کی سودم ہو اور مستاجر نے اسی قدر اجرت موہر کی پیشگی دی ہو تو انقضاۃ مدت اجارہ تک صاحب دین انتظار کرے تو دین کے عذر سے اس وقت اجارہ نسخ ہو گا جب کہ قیمت زیادہ ہو اجرت سے و بعد ر افلاس مستاجر و کان لیتجر اور اجارہ نسخ کیا جاتا ہے اس کو ایہ وار کے مفلس ہو جانے سے جس نے دکان اجارہ لی سوداگری کے واسطے یعنی اس واسطے کہ افلاس میں تجارت ممکن نہیں و بعد ر افلاس خیاطہ عمل بالمہ لابا برۃ استاجر عبد النخیط فترک عملہ اور اجارہ نسخ کیا جاتا ہے اس خیاط کے افلاس سے جو اپنی سوئی اور مقراض سے کام نہیں کرتا بلکہ ہنر مال خرچ کر کے اس طرح کام کرتا ہے کہ غلام کو سینے کے واسطے مزدوری لگاتا ہے سو غلام نے اس خیاط کا کام چھوڑ دیا اس کے افلاس کے سبب سے اور اگر خیاط فقط اپنی سوئی اور مقراض سے کام کرتا ہو تو اس کا افلاس نسخ اجارہ میں عذر نہیں ہے و بعد ر بداء مکتزی و ابۃ من سفر اور اجارہ نسخ کیا جاتا ہے اس عذر سے کہ جانور کے کرایہ لینے والے کا دل ہٹ گیا سفر کرنے سے ہم اگر جانور اجارہ لیا بغداد تک پھر اس کو سفر کرنا بہتر معلوم ہو یا حج کے واسطے اونٹ کرایہ کیا پھر اس سال حج کا ارادہ موقوف رکھا یا وہ شخص بیمار ہو گیا یا سفر سے عاجز ہو گیا تو یہ عذر ہے نسخ اجارہ کا کذا فی قاضی

دولتی نصف طریقہ نصف الاجران استویا صعبۃ و سہولۃ والا بقدرہ شرح وہبانیۃ و غایۃ اور اگر نصف راہ میں دل ہٹا سفر سے تو جانور کے مالک کو نہ کرایہ ملے گا اگر راہ کے دونوں نصف سختی اور آسانی میں برابر ہوں اور اگر برابر نہ ہوں تو بقدر اس کی زیادتی یا کمی کے ملے گا کذا فی شرح الوہبانیۃ والخطانیۃ بخلاف بدلہ المکاری فانہ لیس بعذر اذ یکمنہ ارسال اجیرہ بخلاف دل ہٹ جانے مکاری کے کہ وہ فسخ اجارہ کا عذر نہیں ہے اس واسطے کہ مکاری یعنی جانور مالک کو اپنے مزدور کا بھیجنا جانور کے ساتھ ممکن ہے و فی الملتقی ولومرض مدرنی روایۃ الکرخی دون روایۃ الاصل قلت وبالادلی یتقی اور ملتقی میں ہے مکاری بیمار ہوا تو وہ عذر ہے کرخی کی روایت میں نہ مبسوط کی روایت میں کہتا ہوں اور پہلی روایت یعنی کرخی کی روایت پر فتویٰ ہے ثم قال ولو استأجر دکانا لعمل الخیاۃ فترکہ لعمل آخر فعذر پھر صاحب ملتقی نے کہا اور اگر دکان کرایہ کی دولت کے مل کے واسطے پھر اس نے دقت کو چھوڑا دوسرے عمل سبب سے تو یہ فسخ اجارہ کا عذر ہے ہم یہ قول تفصیل فتاویٰ کبریٰ کے مخالف ہے فتاویٰ مالگیری میں کبریٰ سے منقول ہے کہ اگر مستاجر دوسرے عمل کے دکان میں مستعد ہوا تو اس کو نقص اجارہ درست نہیں اور نہیں تو نقص جائز ہے انتہی اور اسی کو شارح بعد اس کے دلو الجیہ سے نقل کیا دکان الواسطہ جوعقار تم اراد السفر انتہی اور اسی طرح کا عذر ہے اگر زمین کو اجارہ لیا پھر سفر کا ارادہ کیا انتہی مانی الملتقی و فی القستانی سفر مستاجر و دار للسکنی و فی سفر موجد اور قستانی میں ہے سفر کرنا اس مستاجر کا جس نے گھر اجارہ لیا رہنے کے واسطے عذر ہے نہ اس کے موجد کا سفر یعنی صاحب خانہ کا اس اجارہ کا عذر نہیں ولو اختلفا فالقول للمتاجر فیلغ باء مرم علی السفر اور اگر موجد اور مستاجر نے سفر ادر مدم سفر میں اختلاف کیا تو مستاجر کا قول مقبول ہے یوں قسم کھائے کہ اس نے سفر کا ارادہ کیا ہے و فی الوالیۃ تحویرہ صنفۃ الی غیر اعد و ان لم یغسل حیث لم یکن ان یتعاطا فنیہ اور دلو الجیہ میں ہے پھر مستاجر پیشہ سے دوسرے پیشہ کی طرف عذر ہے فسخ اجارہ دکان کا اگرچہ وہ مغلس نہ ہو گیا ہو جب کہ اس کو اس پیشہ کا کرنا دکان میں ممکن نہ ہو یعنی اگر ممکن ہو گیا تو نہیں و فی الاشباہ لا یلزم للمکاری الذباب معما ولا ارسال غلام انما یجب الاجور تخلینہا اور اشباہ میں ہے کہ مکاری کو جانور کے ساتھ جانا لازم نہیں اور غلام کا اور اجرت تو تخلیہ جانور سے واجب ہوتی ہے و بخلاف ترک خیاطہ مستاجر عربی لخیط لیس عمل متعلق تبرکی العرف لا مکان الجمع بخلاف اس کے جس نے غلام کو مزدوری لگایا دولت کے واسطے پھر دولت ترک کی تاکہ غلام مرانی کرے تو یہ عذر نہیں فسخ کا اس واسطے کہ جمع بین العلمین ممکن ہے و دونوں کام ہو سکتے ہیں اس طرح پر کہ دکان کی ایک طرف خیاطی کرے اور دوسری طرف مرانی ہم طحاوی نے کہا تو بخلاف ترک خیاطہ الخ ترکیب کیلئے ہے باوجود تالیف اضافات کے تو اگر یوں کہتا تو بخلاف خیاطہ مستاجر عربی لخیط لیس عمل فی العرف تو واضح تر ہوتا و بخلاف بیع ما بجرہ فانہ ایضا لیس بعذر لوق دین کا مرد یوقف بمعہ الی القضاء مدینہا و ہوا لکن لو قفنی بجرہ نقدت ما فی شرح الوہبانیۃ اور بخلاف بیع غول نے موجد کے اس پر کہ جس کو اس نے اجارہ دیا بھی مذفع نہیں بدون لائق ہونے دین کے چنانچہ گذر گیا اور بیع اس کی موقوف رہے گی مدت اجارہ کے متقاضی ہونے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن اگر جواز بیع کا حکم دے گا تو نافذ ہو گا اور پورا اس کا بیان شرح وہبانیۃ میں ہے و فیہ معنی اللغانیۃ لو باع الاجر المستاجر فاراد المستاجر ان یفسخ بیعہ لایملکہ ہوا لیس بلع الراہن للمرہن فسخہ اور شرح وہبانیۃ میں ہے غانیہ سے کہ اگر موجد نے اجارہ کی چیز بیچی اور مستاجر نے چاہا کہ اس کی بیع کو فسخ کرے تو وہ اس پر قادر نہیں اگر راہن مرہون کو بیچے تو مرہن کو اختیار ہے کہ اس کی بیع فسخ کرے ہم لیکن عادیہ میں فتاویٰ صغریٰ سے ہے کہ بیع مرہون کی راہن اور مرہن کے حق میں نافذ راہن اور مرہن اس کو فسخ نہیں کر سکتے اجارہ والی چیز کی بیع کے مانند کذا فی الطحاوی و فی فسخ بلا حاجۃ الی الفسخ بموت احد العاقدین عندنا للکون عقدہما لنفسہ بدون فسخ کرنے کے اجارہ فسخ ہوتا ہے احد العاقدین کی موت سے ہمارے نزدیک نہ اس کو مجنون مطبق ہو جانے سے موت سے وہ فسخ ہو جاتا ہے جس کو اپنی خاص ذات کے واسطے عقد کیا ہوا الغرورۃ کو طائی طریق کہ ولا حاکم فی الطرق لیتی لی کہ فی رفع الامر الی القاضی لیفعل الاصل فیہ فسخ ملہ جنون مطبق بضم ہم دکر بائے مودہ اس جنون کو کہتے ہیں جس میں کسی دقت ہو نہ ہو ۱۲

لو ایضا اود بیعہا بالقیمۃ ویدفع لہ اجرة الایاب ان برہن علی دفعہا و تقبل البیتۃ ہنا بلا خیم لانہ یرید الاخذ من ثمن مانی بیدہ اشباہ احد العاقدین کی موت سے اجارہ
فسخ ہوتا لیکن ضرورت کے سبب سے فسخ نہیں ہوتا چنانچہ موجب کامر جانا مکہ عظمہ کی راہ میں اور حالانکہ راہ میں کوئی حاکم نہیں تو اس ضرورت سے تا بلوغ تک اجارہ
باقی رکھا جائے گا پھر یہ مقدمہ وہاں کے قاضی کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ قاضی جو بہتر ہو سو کہے اس طرح پر کہ جانور اجارہ دے مستاجر کو اگر وہ امانت
دہ ہو جانور کو بقیمت بیچ ڈالے اور مستاجر کو پھر نے کی اجرت دے اگر مستاجر نے جانے کی اجرت دینے کو گواہوں سے ثابت کر دے اور اس مقام
میں بدون مدعا علیہ کے گواہ مقبول ہوں گے اس واسطے کہ مدعی اس چیز کے ثمن سے لینا چاہتا ہے جو اس کے قبضہ میں ہے کذا فی الاشباہ و فی الخانیۃ
استاجر دارا و عمارا و ارضی شہر ان سکن شہرین ہل یلزمہ اجرة الشہر الثانی ان معدلا لا استغلال نعم واللاہ لہ یفتی اور خانہ میں ہے کہ گھر یا حمام یا زمین ایک مہینہ اجارہ
کی پھر مستاجر نے اس میں دو مہینے سکونت کی اس پر دو مہینے کی اجرت لازم ہوگی یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ چیز فقط کرایہ کے واسطے مہیا کی ہو
تو ہاں دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اگر کرایہ کے واسطے مہیا نہیں ہے تو اجرت لازم نہیں اسی قول کا فتویٰ ہے قلت لکذا الوقف و مال الیتیم
و کذا لو تقاضا الماکف و طالبہ بالاجر سکناہ بعدہ میں کتا ہوں اسی طرح مکان وقف اور مال یتیم میں دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اسی طرح
اگر مومر نے مستاجر سے شہر ثانی میں تقاضا کیا اور اجرت شہر ثانی کی مانگی پھر مستاجر ساکن رہا تو اس پر اجرت لازم ہوگی اس کی سکونت کرنے سے
بعد اس تقاضے کے تو سکن المستاجر بعد موت المومر ہل یلزمہ اجرة ذلک قبیل نعم لمضیہ علی الاجارۃ و قبیل ہو کالسئلۃ الاولی اور اگر مستاجر ساکن رہا
بعد موت مومر کے کیا اس کو اس کی اجرت لازم ہوگی یا نہیں بعضوں نے کہا ہاں اجرت لازم ہوگی بسبب چلنے مستاجر کے اجارہ سابقہ پر اور
بعضوں نے کہا یہ مسئلہ پہلے یعنی سکونت شہرین کے مانند ہے ہم یعنی اگر وہ مکان کرایہ کے واسطے بنا ہے یا مومر کے وارث نے شہر ثانی میں تقاضا
اجرت کا کیا تو اجرت لازم ہے اور نہیں تو لازم نہیں و معنی ان لا یظہر الانفساخ ہنا مال یمطالبہ الوارث بالتفریغ او بالتزام اجرة آخر ولو معدلا لا استغلال لانہ
فصل مجتہد فیہ ہل یلزم المسمی او اجرة الشکل ظاہر القنیۃ الثانی و تمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور لائق بقواعد فقہیہ ہے کہ یہاں اجارہ فسخ ہو جانا ظاہر نہ ہو جب
کہ وارث مومر کا مکان خالی کر دینے کا مطالبہ نہ کرے یا التزام اور اجرت کا نہ ہو اگرچہ وہ مکان کرایہ لینے کے واسطے بنا ہو اس واسطے کہ یہ مسئلہ
مجتہد فیہ ہے اور کیا اجرت معینہ لازم ہوگی یا اجرت مثل لازم ہوگی ظاہر اجرت مثل پر دلالت کرتا ہے اور اس کا پورا بیان شرح وہبانیہ میں ہے
و فی المنیۃ مات احدہما و الزرع یقل یقی العقد بالمسمی حتی یدرک و بعد المدة باجر الشکل اور منیہ میں ہے کہ احد العاقدین مر گیا اور کھیت ساگ ہے یعنی
ہو نہ کھیت خام ہے تو عقد اجارہ باقی رہے گا پختگی تک بعوض اجرت معینہ کے اور بعد انقضاء مدت کے اجرت مثل پر باقی رہے گا و فی طبع الفصولین
لورقی الوارث و مومر ببقاؤ الاجارۃ و رضی بہ المستاجر جاز انتہی ای فیجعل الرضی بالبقاؤ الشاؤ عقداً لہ جوازہ بالتعاطی فتا ملہ اور جامع الفصولین میں ہے
اور اگر مومر کا وارث بالغ بقاؤ اجارہ پر رضی ہو اور مستاجر بھی اس پر رضی ہو تو جائز ہے انتہی مانی الفصولین یعنی تو باقی رہنے کی رضامندی و بجاؤ عقد
قرار دی جائے گی یعنی جواز اجارہ کے واسطے رضامندی الشاؤ عقد ہوگی بواسطہ تعاطی کے اس کو تامل کر و فی حاشیۃ الاشباہ المستاجر والمرتمن والمشتري
اقتی بالعمین من سائر الغرام لو العقد محجاً ولو فاسد فاسوۃ للغرام فلیفظ اور اشباہ کے حاشیہ میں ہے کہ مستاجر اور مرتمن اور مشتری زیادہ نرحق و ان میں عین
کے باقی دین والوں سے اگر عقد اجارہ اور دین اور بیع صحیح ہو اور اگر عقد فاسد ہو تو مستاجر اور مرتمن اور مشتری برابر ہیں اور دین والوں کے اس کو
باد رکھنا چاہیے م یعنی اگر مومر مر گیا اور اس پر دیون ہیں تو ادروں سے مستاجر زیادہ تر مقدار ہے اور اسی طرح مرتمن و مشتری حق ہے اور اگر چیز غریبہ کی اور
ہو و قبض میں نہیں آئی کہ بائع مر گیا اور اس پر دیون ہیں تو مشتری حق ہے یعنی اور مستاجر اپنا حق لے گا پھر اگرچہ زیادہ باقی رہے گا تو اور ار باب
دیون باوین گئے فان عقد بالغیرہ لا یفسخ کو کیل ای بالاجارۃ پھر اگر عاقد نے اپنے غیر کے واسطے اجارہ منعقد کیا تو عاقد کی موت سے اجارہ فسخ

نہ ہو گا چنانچہ اجارہ دینے کا وکیل یعنی شلّا زید نے خالد سے کہا کہ میری یہ جوٹی کسی کو اجارہ دے اور اس نے محدود کو اجارہ دی تو خالد کے مرنے سے جوٹی کا اجارہ فسخ نہ ہو گا اس واسطے کہ اجارہ ماقہ کے واسطے نہ تھا واما الوکیل بالاستیجار اذ مات تبطل الاجارۃ لان التوکیل بالاستیجار توکیل بشرۃ المنافع فصار کالتوکیل بشرۃ الامیان فیصیر مستاجر النفس ثم یصیر موجراً للموکل فهو معنی قولنا ان الوکیل بالاستیجار بمنزلۃ المالك کذا فقہ المصنف من الذخیرۃ قلت و مثلاً فی شرح الجمع البرزازیۃ العمادیۃ اور اجارہ لینے کا وکیل اگر مر جائے گا تو اجارہ باطل ہو گا اس واسطے کہ اجارہ لینے کی توکیل خریداری منافع کی توکیل ہے تو یہ ثراء اعیان کی توکیل کے مانند ہے تو وکیل مستاجر ٹھہرے گا اپنی ذات کے واسطے پھر موجر ٹھہر جائے گا اپنے موکل کے واسطے سو یہی مطلب ہے ہمارے اس قول کا کہ اجارہ لینے کا وکیل بمنزلۃ مالک کے ہے ایسا نقل کیا ہے مصنف نے ذخیرہ سے میں کتابوں اور اسی کے مانند شرح مجمع اور برزازیہ اور عمادیہ میں ہے ثم قال المصنف قلت بذلک مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی من ان الملك ثبت للتوکیل ثم ینقل الی الموکل واما علی ما قالہ البوطا ہر من انه ثبت للموکل ابتداءً و بہ جزم فی اکثر و ہوا لا صح کانی البہر فلا یتقیم واللہ اعلم انتہی پھر مصنف نے اپنی شرح میں کہا میں کتابوں یہ یعنی مستاجر کے وکیل کی موت سے اجارہ باطل ہونا مستقیم ہوتا ہے کرخی کے اس قول کے بموجب کہ ملک وکیل کے واسطے ثابت ہوتی ہے پھر موکل کی طرف منتقل ہوتی ہے اور وہ جو البوطا ہر نے یہ کہا ہے کہ ملک موکل کے واسطے ابتدا سے ثابت ہوتی ہے اور اسی قول پر یقین کیا ہے کنزیں اور یہی صحیح تر قول ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے تو بطلان اجارہ مستقیم نہیں واللہ اعلم انتہی قول المصنف قلت ولتعقبہ شیخنا بانہ غیر مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی ایضاً لا لتفاتیہ علی عدم عتق قریب الوکیل لان ملک غیر مستقر والموجب للعتق والفساد والملك المستقر شارح نے کہا میں کتابوں اور مصنف کے قول پر ہمارے استاد نے اعتراض کیا ہے اس طرح کہ بطلان اجارہ بموجب اس قول کے بھی جس کو کرخی نے ذکر کیا ہے غیر مستقیم ہے بسبب متفق ہونے فقہاء کے قرابت دار وکیل کی عدم آزادی پر اس واسطے کہ وکیل کی ملک مستقر اور قائم نہیں اور عتق اور فساد کا موجب ملک مستقر ہے نہ غیر مستقر فساد سے مراد فساد نکاح ہے جب وکیل اپنی زوجہ لوٹدی کو اس کے مالک سے خرید کرے اپنے موکل کے واسطے کذا فی الجلبی ثم قال والحاصل ان الاصح ان الاجارۃ لا تنفسخ بموت المستاجر والنقل بہ مستفیض انتہی واللہ اعلم پھر ہمارے استاد نے کہا اور حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا اجارہ لینے والے کی موت سے اور اس قول کی نقل فقہ میں مشہور اور معروف ہے انتہی قولہ واللہ اعلم ووصی باب وجہ وقاض و متولی الوقف بقاء المستحق علیہ والمستحق حتی لو مات المعقودہ بطلت ورر اور چنانچہ دمی تیم اور باپ اور دادا اور قاضی اور وقف کے متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے مستحق علیہ اور مستحق کے تو اگر وہ شخص مر گیا جس کے واسطے اجارہ منعقد ہوا تو اجارہ باطل ہو گا اس کی موت سے کذا فی الدرر مستحق علیہ سے مراد موجب ہے اور مستحق سے مراد وہ ہے جس کے نفع کے واسطے اشخاص مذکورین نے اجارہ لیا چنانچہ موکل اور تیم اور صغیر اور موقوف علیہم کذا فی الطحاوی مع التوضیح الا اذا کان متولی وقف خاص بہ و جمیع غلۃ لکانی وقف الاشباہ معنیاً للوہبانیۃ قال واطلاق المتن بخلافه قلت و باطلاق المتن افتی قاری البہاریۃ فکان ہو المذنب المعتمد كما قال المصنف فی حاشیۃ علی الاشباہ متولی وقف کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا مگر جب کہ ایسا متولی ہو کہ وقف اسی کی ذات کے واسطے خاص ہو اور سب غلہ وقف کا اسی کی ذات کے واسطے ہو تو اس متولی کی موت سے اجارہ فسخ ہو گا کذا فی وقف الاشباہ عن الوہبانیۃ صاحب اشباہ نے کہا اور متولین فقہ کا اطلاق اس استثناء کے مخالف ہے میں کتابوں اور اطلاق متنون کا فتویٰ دیا ہے قاری بدایہ نے تو وہی اطلاق مذہب معتد ٹھہر گیا ایسا کچھ مصنف نے کہا ہے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے و کذا قال فی الاشباہ بعد اربع اوراق لا تنفسخ الاجارۃ بموت موجر الوقف الا فی مستثنیٰ اما اذا أجرة الواقف ثم ارتد ثم مات لبطلان الوقف بروۃ و فیما اذا أجرة رصنہ ثم وقف علی معین ثم مات تنفسخ اور اسی واسطے اشباہ میں کہا ہے چار ورق کے بعد کہ اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا موجب وقف کے مرجانے سے مگر دو مسئلوں میں ایک مسئلہ یہ کہ جب کہ زمین کو اجارہ دیا وقف کے کرنے والے نے پھر وہ مرتد ہو گیا پھر مر گیا بسبب باطل ہو جانے وقف کے واقف کے ارتداد سے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے جب کہ مالک نے اپنی زمین اجارہ دی پھر وہ زمین وقف کر دی ایک شخص معین پر پھر واقف مر گیا تو اجارہ فسخ ہو گا یعنی اس واسطے کہ

ابتداءً عقد اپنی ذات کے واسطے تھی اور پہلی صورت میں وقف میراث ہو جائے گا وہی وقف فتاویٰ ابن نجیم مثل اذا اجر الناظر ثم مات فاجاب لا تفسخ الاجارۃ فی الوقف بموت المورث والمستاجر کذا رأیت فی عدۃ نسخ لکنہ مخالف لانی اجارۃ فتاویٰ قاری المدایۃ فتنبہ اور فتاویٰ ابن نجیم کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ ابن نجیم سے یہ سوال ہوا کہ جب تاخر وقف نے اجارہ دیا پھر وہ مر گیا تو جواب دیا کہ اجارہ وقف میں موجر اور مستاجر کی موت سے نسخ نہیں ہو جاتا اسی طرح میں نے دیکھا ہے فتاویٰ مذکورہ کے کئی نسخوں میں لیکن وہ مخالف ہے فتاویٰ قاری ہدایہ کی کتاب الاجارۃ کے تو آگاہ رہیوں مخالف فقط یہی ہے کہ اس میں لفظ مستاجر زیادہ ہے کذا فی الحلّی وفيہا ایضاً لا تفسخ بموت المتولی ولو الغلۃ لم یغزوہ فتنبہ اور اسی فتاویٰ میں یہ بھی ہے کہ متولی کی موت سے اجارہ نسخ نہیں ہو جاتا اگرچہ وقف کا غلہ قطع متولی کے واسطے ہو مگر وارر ہنام شارح نے خبر داری سے اشارہ کیا رد مذکور کی طرف یعنی وہاں یہ کہ قول جو اشباہ میں مذکور ہے وہ اس قول سے بھی رو ہو گیا و فی الضیف الواقف لو اجر الوقف بنفسہ ثم مات ففی الاستحسان لا تبطل لانہ اجر غیرہ انتہی و مشکہ فی البرازیۃ اور فیض میں ہے کہ وقف کرنے والا اگر وقف کو اجارہ دے بذات خود پھر مر جائے تو استحسان میں اجارہ باطل نہیں ہوتا اس واسطے کہ اس نے غیروں کے واسطے اجارہ دیا یعنی غلہ کے مقرر موقوف علیہم میں نہ واقف اور اسی طرح برازیہ میں ہے و فی السراہیۃ و حکم عزل القاضی والمتولی کالموت فلا تفسخ اور سراہیہ میں ہے اور قاضی اور متولی کی عزل کا حکم موت کے برابر ہے تو ان کے عزل سے اجارہ نسخ نہ ہو گا و تفسخ ایضاً بموت احد مستاجرین او موجرین فی حصۃ او حصۃ المیت لو عقد بنفسہ فقط و بقیت فی حصۃ اخی اور دو مستاجروں یا دو موجروں میں سے ایک مستاجر یا ایک موجر کے مرجانے سے بھی اجارہ نسخ ہو جاتا ہے فقط اس کے حصہ میں یعنی میت کے حصہ میں نسخ ہوتا ہے اگر میت نے بذات خود اجارہ منعقد کیا ہو اور باقی رہے گا اجارہ زندہ مستاجر یا موجر کے حصہ میں فروغ مسطر طحہ شارح کافی وقف الاشباہ تخلیۃ البعید باطلہ فلواستاجر قریۃ و ہوا بالمصر لم یصح تخلیۃ علی الاصح یعنی للمتولی ان یدبہب للقریۃ مع المستاجر وغیرہ فیجلی بیزہ و بینہما ادریس وکیلہ اور سولہ احیاء لہال الوقف فلیحفظ قلت لکن نقل محشیہ ابن المصنف فی زواہر الجواہر عن جویع فتاویٰ قاری المدایۃ انہ متی مضی مدۃ یشمکن من الذباب ایہا والدخول فیہا کان قابضاً والا فلا فتنبہ انتہی اور اشباہ کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ مکان بعید کا تخلیۃ یعنی اجارہ کی زمین کو مستاجر کے قبضہ و تصرف میں کر دینا باطل ہے تو اگر گاؤں اجارہ لیا اور حالانکہ مستاجر شہر میں ہے تو اس کا تخلیۃ صحیح نہیں بنا بر قول صحیح زر کے تو متولی وقف کو لائق ہے کہ گاؤں میں جائے مستاجر کے ساتھ یعنی اس کے وکیل کے ساتھ پھر تخلیۃ کر دے درمیان مستاجر اور درمیان گاؤں کے یعنی بلا مزاحمت احد نے اس کے تصرف میں کر دے یا متولی اپنے وکیل یا پیغام رساں کو اس کے ساتھ بھیجے مال وقف کے قائم رکھنے کے واسطے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے میں کتابوں لیکن اشباہ کے محشی مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر میں فتاویٰ قاری ہدایہ کی کتاب البیوع سے نقل کیا ہے کہ جب اتنی مدت عقد اجارہ کے بعد گزر جائے کہ اس میں مستاجر گاؤں کی طرف جانے اور اس کے داخل ہونے میں قادر ہو تو وہ گاؤں کا قابض ٹھہرے گا اور اگر اتنی مدت متقاضی نہ ہو تو فقط مستاجر کے اتراف سے قابض نہ ٹھہرے گا انتہی مافی زواہر الجواہر ذمیرۃ الناظر میں ہے کہ اگر گاؤں اجارہ لیا اور وہ شہر سے دور ہے اور مستاجر نے اس کے قبضہ کا اقرار کیا تو تخلیۃ باطل ہے اور اقرار اس کا باطل ہے تا وقتیکہ اتنی مدت نہ گزرے جس میں وہاں جائے اور قبضہ کرے یا اس قدمت گذر جانے کے بعد اقرار کرے یا موجر اور مستاجر اپنے وکیل یا رسول بھیجیں کذا فی الطحاوی۔

مسائل فسخیہ خیر مال متبرعاً لا یحرق حصاً مدای بقایا اصول نصب موصود فی ارض مستاجرۃ او مستعارۃ جلائیں باقی جڑیں نصب مقطوع کی جو اجارہ یا عاریت کی زمین کے بعد واقع ہیں ہم نصب یعنی بانس اور زر کل بطریق مثال کے ہے اس کی خصوصیت نہیں بلکہ گھاس اور ہر قسم کے کھیت کی ٹھوٹھیوں کے جلانے کا یہی حکم ہے کذا فی شرح المحوی و مشکہ ارض بیت المال المعدۃ لحط القوافل والاحمال و مرعی الدواب و طرح المحصائد قلت حاصلہ ان لم یکن حرقاً لا تغنی فی بعض بعض ما حرقت فی مکانہ بنفس الوضیع لاناقلۃ الریح علی ما علیہ الفتویٰ قالہ شینا اور اجارہ اور عاریت کی زمین کے مانند بیت المال یعنی سرکاری زمین ہے

جو قافلوں اور بھاری اسباب کے اتارنے کے واسطے اور جانوروں کی چراگاہ اور کھلیانوں کے ڈالنے کے واسطے مقرر ہے میں کہتا ہوں اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر جلانے والے شخص کے واسطے حق انتفاع نہ ہو زمین میں تو اس پر تاوان لازم ہوگا اس چیز کا جس کو آگ نے جلا دیا اسی مکان میں بمجرور رکھنے آگ کے نہ اس چیز کا تاوان جس کو ہونے جلایا آگ اڑا کر بنا بر قول مفتی بہ ایسا کچھ کہا ہے ہمارے استاد غیر الدین رلی نے فاحرق شئی من ارض غیرہ لم یضمن لانه تسبب لامباشرة اجارہ یا عاریت کی زمین میں کھیت کی ٹھوٹھیاں جلا دیں تو غیر شخص کی زمین سے کوئی چیز جل گئی تو جلانے والے پر تاوان نہیں اس واسطے کہ احتراق مذکور تسبب ہے احراق کا نہ مباشرت یعنی اور تاوان کی شرط مباشرت ہے نہ تسبب ان لم یضرب المریاح فلوکات مضطربة ضمن لانه لعلم انہما لا تستقر فی ارضہ نیکون مباشرۃ عدم تاوان اس شرط پر ہے کہ ہوائیں زور سے نہ چلتی ہوں اور اگر ہوائیں ہوں تو جلانے والا تاوان دے گا اس واسطے کہ وہ جانتا ہے کہ ہوا کی تیزی سے آگ اس کی زمین میں ٹھہری نہ رہے گی تو وہی شخص احتراق کا مباشرت یعنی جلانے والا ٹھہرا۔ وکنذا کل موضع کان الموضع حتی الوضیع فیہ ای ذلک الموضع لا یضمن علی کل حال اذا تلف بذلک الموضع شئی سوا تلف بہ وہونی مکانہ او بعدہ مازال عمرہ اور اسی طرح جس موضع میں کہ رکھنے والے کو رکھنے کا حق ہو وہاں تاوان نہیں ہر حال میں جب کہ اس رکھی چیز سے کوئی اور چیز تلف ہو جائے خواہ چیز تلف ہو اس حال میں کہ شے موضع اپنے مکان میں ٹھہری ہو یا تلف ہو اپنے مکان سے ہٹ جانے کے بعد بخلاف ما اذا لم یکن للموضع فیہ حق الوضیع حیث یضمن الموضع اذا تلف بہ شئی وہونی مکانہ وکنذا بعدہ مازال للمزید کو وضع جمرۃ فی الطريق ثم اخرا فی فترۃ حرجتا فاکسرتا لخص کل جمرۃ صاحبہ ان زال بمزید کرتی وسیل لا یضمن الموضع ہذا ہوا الاصل فی ہذہ المسائل کا حقیقہ فی الخانیۃ برخلاف حکم سابق یہ صورت ہے جب کہ رہنے والے کا اس مکان میں رکھنے کا حق نہ ہو اس واسطے کہ رکھنے والا تاوان دے گا جب کہ کوئی چیز اس رکھی چیز کے سبب سے تلف ہوگی اور حالانکہ شے موضع اپنے مکان میں ہے اور اسی طرح تاوان لازم ہوگا شے موضع کے خود ٹل جانے کے بعد بدون ٹالنے والے کے چنانچہ گھڑا رکھنا راہ میں پھر دوسرے شخص نے دوسرا گھڑا وہیں رکھا پھر دونوں گھڑے ڈھکے اور ٹکڑے کر ٹوٹ گئے تو ہر شخص دوسرے شخص کے گھڑے کا تاوان دے اور اگر شے موضع ٹل گئی کسی چیز کے ڈالنے سے چنانچہ ہوا سے یا سیلاب سے تو رکھنے والے پر تاوان نہیں ہی تاہم کلیہ ہے ان مسئلوں میں چنانچہ اس کی تحقیق خانیہ میں کی ہے ثم ضرب علیہ بقولہ فلو وضع جمرۃ فی الطريق فاحرق بذلک شئی ضمن لتعد بہ بالوضع پھر مصنف نے اپنے قول پر تفریع کی اس قول سے تو اگر چنگاری رکھی راہ میں سو اس کے سبب سے کوئی چیز جل گئی تو تاوان دے گا سبب اپنی تقصیر کے آگ رکھنے سے ہم اس واسطے کہ راہ میں چلنے کا حق ہے نہ آگ رکھنے کا وکنذا یضمن فی کل موضع لیس فی حق المروء اور اسی طرح تاوان دے ہر ایک اہم موضع میں جہاں چلنے کا حق ثابت نہیں ہم حق مروء خانہ میں مذکور نہیں اس میں حق وضع اور عدم حق وضع مذکور ہے اور مروء کے حق کو صاحب خلاصہ نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی الا اذا فرست بہای بالموضع المرتج فلا ضمان لسنہا فلو وضع السیل الجمرۃ لفتی خانیہ مگر جب کہ رکھی ہوئی چیز کو راہ سے ہوا اڑا لے جائے تو اب تلف ہونے سے تاوان نہیں اس واسطے کہ ہوا نے رکھنے والے کو فعل ملایا یعنی اب احراق ہوا کی طرف منسوب ہو گا نہ رکھنے والے کی طرف اور اسی طرح اگر سیلاب نے ٹھہرے ٹھکایا اور کوئی چیز تلف ہو گئی تو رکھنے والے پر تاوان نہیں اس کا قول پر فتویٰ ہے کذا فی الخانیۃ ولو اخرج الحداد الحدید من الکیر فی مکانہ ثم ضربہ بمطرۃ فخرج الشرار الی الطريق واحرق شیئا ضمن ولو لم یضربہ وافرجه المرتج لا یتبعی اور اگر لوہار نے لوہا نکالا ٹھکڑے سے اپنی دکان میں پھر اس پر ہتھوڑا مارا سو راہ کی طرف چنگاری نکل گئی اور اس نے کوئی چیز جلا دی تو لوہار تاوان دے گا اور اگر اس پر ہتھوڑا نہیں مارا اور چنگاری نے نکالی تو اب چلنے سے تاوان لوہار پر نہیں کذا فی الریعی سقی ارضہ سقیلا لا یضمن فتعدی الماء الی ارض جارہ فاشد ضمن لانه مباشرۃ تسبب ایک شخص نے اپنی زمین اس قدر بکثرت سنی کہ زمین اس کو نہ تمام سکی سو پانی ابل کر اس کے ہمسایہ کی زمین کی طرف بہا اور اس کو خراب کر دیا تو سینچا

پتا دان لازم ہوگا اس واسطے کہ وہ مباشرت سے فساد کا سبب انگیز افتد خیاط او صباغ فی جانوتہ من یطرح علیہ العمل بالنصف سواء اتحد العمل ام
اختلف کی طبع قصاص صحت استحقاق لانہ شرکتہ الصانع فذا لوجاہۃ یفعل و ہذا بحد اقترع عمل خیاط یا رنگریز نے ایک شخص کو اپنی دکان پر بٹھایا جو دکاندار کو سینے یا
رنگنے کا کام لے کر دے نصف نصف اجرت پر خواہ دونوں کا عمل ایک ہی ہو یعنی دونوں خیاط ہوں یا دونوں رنگریز یا عمل مختلف ہو جیسے خیاط و دھوبی کے
ساتھ تو یہ درست ہے باعتبار استحسان کے اس واسطے کہ یہ شرکت ہے صنائع کی نہ شرکت وجوہ جیسا کہ صاحب ہدایہ سمجھتے تو یہ شخص بسبب اپنی وجاہت
اور روادری کے کام لیتا ہے اور یہ یعنی دکاندار اپنی کارگیری کے سبب سے کام کرتا ہے کاستیجار کل لیعمل علیہ محلا اور البین الی مکہ ولہ المحمل المتقا
ورویتمہ احب وکذا اذام بہ الطرح والہ ان جیسے صحیح ہے کرایہ لینا نیز معین اونٹ کا تا اس پر محمل لا دیا جائے اور دو سوار اس پر سوار ہوں کہ معظمہ تک
اور حالانکہ محمل رواج کے موافق ہے اور دیکھ لینا محمل کا مستحب ہے یعنی قطع نزاع کے واسطے اور اسی طرح اجارہ جائز ہے جب کہ بچھونا اور اوڑھنا نہ دیکھا
ہو م شامل میں مذکور ہے کہ دو اونٹ مکہ معظمہ تک کرایہ لے تاکہ ایک اونٹ پر محمل کیسے اور دو شخص اس پر سوار ہوں اپنا اوڑھنا بچھونے کے سو مکاری لے سوار
ہونے والوں کو دیکھا اور ان کا اسباب مذکور نہیں دیکھا اور دوسرے اونٹ پر گٹھا من ستوا اور پانی اور سرکہ اور تیل وغیرہ لاوے اور اس کی مقدار بیان نہ
کی یا یہ شرط کی کہ مکہ معظمہ سے پلٹنے کے وقت تحائف لاوے گا جس قدر لوگ لاوتے ہیں تو یہ اجارہ فاسد ہے قیاس میں بسبب غیر معین ہونے بوجھ کے
اور باعتبار استحسان کے جائز ہے اس واسطے کہ اس کا رواج جاری ہے انتہی زمینی نے کہا وجہ استحسان یہ ہے کہ معقود علیہ رکب ہے سو معلوم ہے اور
نمل ثابت ہے اور اس کی جہالت متعاد کی طرف پھرنے سے زائل ہو جاتی ہے اور اسی طرح اوڑھنے بچھونے کی جہالت دور ہو جاتی ہے کذا فی الطحاوی
وفی الوالجیہ ولو تکاری الی مکہ ابلا مسماۃ بغیر امیانہا جاز و یجمل المعقود علیہ غلامانی و مئة الکاری والابل آتہ وجہالتہا لا یفسد قلت فما یفعلہ الحاج من الاجارۃ
للمحل والاکوب الی مکہ بلا تعین الابل صحیح والٹہ اعلم اور والواجیہ میں ہے اور اگر چار یا دس اونٹ بلا تعین کرایہ لے مکہ معظمہ تک تو جائز ہے اور معقود علیہ
بوجہ نزاع دیا جاتا ہے مکاری کے ذمہ پر اور اونٹ بوجھ لا دینے کے آلات ہیں اور ان کی جہالت اجارہ مذکور کی مفید نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ وہ جو حاجی
لوگ اجارہ کرتے ہیں بوجھ لا دینے اور سواری کے واسطے مکہ معظمہ تک بلا تعین اونٹوں کے تو صحیح ہے والٹہ اعلم وجہ جواز یہ ہے کہ مطلق متعارف کی طرف
تصہر ہے استاجرو کلما کل مقدار من الزاد فاکل منہ رد عوضہ من ذاد و نحوہ ایک اونٹ کرایہ لیا تو شہ کی مقدار معین کے لا دینے کے واسطے سو توشہ
میں سے کچھ کھایا تو اس کی موٹن توشہ یا مانند اس کے اور چیز پھر اس پر لادی جائے قال لغاصب دارہ فرعنا والا فابہر تھا کل شہر بکذا فلم یفرغ
وجب علی الغاصب السعی لان سکونہ رضی صاحب خانہ لے گھر کے غصب کرنے والے سے کہا کہ گھر خالی کر دے اور نہیں تو کرایہ اس کا ہر ماہ اتنا دینا ہوگا
غاصب نے گھر خالی نہ کیا تو غاصب پر کرایہ مذکورہ واجب ہوگا اس واسطے کہ اس کا سکوت رضا مندی ہے اجارہ کی الا اذا انکر الغاصب ملکہ وان
اشبہہ بیئہ لانہ والا نکرہ لم یکن راضیا بالاجارۃ مگر اس صورت میں کرایہ واجب نہ ہوگا جب کہ غاصب صاحب خانہ کی ملک کا انکار کرے اگرچہ صاحب خانہ
اپنی ملک گو ایوں سے ثابت کرے اس واسطے کہ جب وہ ملک کا منکر ہو تو اجارہ پر راضی نہ ٹھہرا و اقترع عطف علی انکرہ ای بلکہ و لکن لم یرض بالاجارۃ لانہ
صرح بعدم الرضی یا غاصب نے اس کی ملک کا اقرار کیا لیکن اجرت پر راضی نہ ہوا تو بھی اجرت واجب نہ ہوگی اس واسطے کہ اس نے عدم رضا کی تصریح کر دی
فی الاشباہ اسکوت بالاجارۃ رضی وقبول فلو قال للساکن اسکن بکذا والا فانتقل او قال الراعی لا رضی بالسعی بل بکذا فسکت لزوم ماسمی اور استنباہ
میں ہے کہ چپ رہنا اجارہ میں رضا و قبول ہے تو اگر مالک نے گھر یا دکان کے رہنے والے سے کہا کہ بعض اس قدر کرایہ کے سکونت کر اور نہیں تو نکل
جایا چلائے داتے نے کہا کہ میں اجرت سابقہ پر راضی نہیں بلکہ اس قدر اجرت لوں گا پھر اس نے سکونت کیا تو اس قدر اجرت لازم ہوگی جتنی اس نے
فبجوازہ لایجادہ عدم تعین جائزہ بسبب تعدل ورجوع بہ لغافل ۱۲

معین کی بقی ہو سکتی ہے مگر لاکھ مالک ہل یصدق ان بہ صمم نعم والا لاکھ بالظاہر باقی یہ بات کہ اگر ساکن مذکور نے سکونت کیا پھر جب مالک نے کرایہ مانگا تو بول لاکھ میں نے تیرا کلام نہ سنا تھا تو اس کی تصدیق ہوگی یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص بہرہ ہے تو ہاں تصدیق ہوگی اور اگر وہ شخص بہرہ نہ ہو تو تصدیق نہ ہوگی بنا برعل بظاہر جواز للمستاجر ان یوجر الموجد بعد قبضہ قبل و قبل من غیر موجدہ اما من موجدہ فلا يجوز ان یخلل ثالث بہ یعنی للزوم تملیک المالک مستاجر کو جائز ہے کہ اجارہ والی چیز بعد اس کے قبضہ کرنے کے اس کے مالک کے سوا اور شخص کو اجارہ دے بعضوں نے کہا کہ قبل از قبضہ بھی اجارہ دینا جائز ہے اور اس کے مالک اجارہ دینے والے کو اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ غیر شخص درمیان میں واقع ہو اس طرح کہ مستاجر اول مستاجر ثانی کو اجارہ دے اور مستاجر ثانی موجد کو اجارہ دے اسی قول پر فتویٰ ہے بسبب لازم ہونے تملیک مالک کے م یعنی عین کا مالک منافع کا بھی مالک ہے اور مستاجر اس کے قائم مقام ہے کذا فی الخطا دی دہل تطل الاولی بالامارۃ للمالک البصیح لا وہبانیۃ قلت و صحیح قاضی خاں وغیرہ دلی المضمرات و علیہ الفتویٰ اور کیا پہلا اجارہ مالک کو اجارہ دینے سے باطل ہو جاتا ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا میں کہتا ہوں اور عدم بطلان کو صحیح کہتا ہے قاضی خاں وغیرہ نے اور مضمرات میں ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے وقد منعنا عن البورعز یا اللجورۃ الاصح نعم و اقترہ المصنف ثم و نقل ہنا عن القحطانیۃ ما یفید ان ان قبضہ من بعد ما استاجر بطلت والا فلا فلیکن التوثیق قائل اور ہم نے بحج الرائق سے نسبت بخورہ پہلے نقل کیا کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ ہاں اجارہ باطل ہو جاتا ہے مالک کو اجارہ دینے سے اور ثابت رکھا ہے اس قول کو مصنف نے دہاں اور اپنی شرح میں یہاں خلاصہ سے وہ نقل کیا ہے جو اس کا مفید ہے کہ اگر موجد نے مستاجر سے اجارہ کی چیز قبض کی بعد اس کے اجارہ لینے کے تو پہلا اجارہ باطل ہوگا اور نہیں تو باطل نہ ہوگا تو اب تو دونوں قولوں میں اختلاف رفع ہو گیا اتفاق ہو گیا سو اس کو غور کرے م یعنی بطلان اجارہ اولی کا قول عدم قبض موجد پر محمول ہے اور بطلان کا قول قبض موجد پر محمول ہے محیط میں ہے کہ موجد نے مستاجر سے لے کر قبض نہیں کیا تو مستاجر اول پر اجرت لازم ہے دہل تسقط الامارۃ مادام فی بدالہم خلاف مبسوط فی شرح الوہبانیۃ اور کیا اجرت ساقط ہوگی جب تک اجارہ کی چیز موجد کے قبض میں ہے اس میں اختلاف ہے جو شرح وہبانیہ میں شرح مذکور ہے و کلہ باستیجار و عاقل ففعل الوکیل و قبض و لم یسلمہا ای لم یسلم الوکیل العین الموجدۃ الیہ ای الی الموکل حتی مضت المدة قال الاجر علی الوکیل لانہ اصل فی الحقوق و رجح الوکیل بالاجر علی الامر لنیابتہ عنہ فی القبض فصار قابضاً حکما ایک شخص نے دوسرے کو غیر منقول کے اجارہ لینے کا وکیل کیا سو وکیل نے ویسا ہی کیا اور اس پر قبضہ کیا اور وکیل نے اجارہ کی چیز موکل کو تسلیم نہ کی یہاں تک کہ اجارہ کی مدت گزر گئی تو اجرت وکیل پر ہے اس واسطے کہ وہ اصل ہے عقد کے حقوق میں اور وکیل اجر بھرے موکل امر کرنے والے سے بسبب نائب ہونے وکیل کے موکل کی جانب سے قبضہ کرنے میں تو موکل حکماً قابض ٹھہر گیا م وکیل موکل سے اجرت بھرے خواہ وکیل نے موکل کو اجارہ کی چیز سے نہ لیا ہو یا نہ لیا ہو و کذا الحکم ان شرط الوکیل لتجیل الامر و قبض الدار و مضت المدة و لم یطلب الامر الدار منہ فانه یرجع ایضا لیسر و درۃ الامر قابضاً بقبضہ مالم یظہر المنع و انسی طرح حکم ہے اگر وکیل نے پیشگی اجرت کا دینا شرط کیا اور وکیل نے گھر قبض کیا اور مدت اجارہ گزر گئی اور امر کرنے والے نے اس سے گھر نہ مانگا تو وہ وکیل بھی اپنے پاس سے موجد کو اجرت دے گا اور موکل سے اجرت نہ دے گا مگر بھرے گا بسبب ہوجانے موکل کے قابض وکیل کے قبضہ کرنے سے جب تک کہ وکیل کی جانب سے منع ظاہر نہ ہو یعنی تا وقتیکہ موکل کو تصرف سے باز نہ رکھے وان طلب الامر الدار منہ و ابی الوکیل لتجیل الامارۃ لایرجع لانہ لما جس الدار بحق لم یبق یہہ یدنیۃ فلم یصر الموکل قابضاً حکماً ولا یلزم الاجر اور اگر موکل نے وکیل سے گھر مانگا اور وکیل نے نہ دیا تجیل اجرت کے سبب سے تو اب اجرت فقط وکیل پر پڑے گی اور وکیل موکل سے رجوع نہ کر سکے گا اس واسطے کہ جب اس نے گھر کو بسبب حق کے روک رکھا تو وکیل کا قبض نیابت کا قبض باقی نہ رہا تو موکل حکماً قابض نہ ٹھہرا تو موکل پر اجرت لازم ہوگی لیستحق القاضی الاجر علی کتب الوثائق و دلی المضمرات و سجلات قدرہ مایکوز لغیرہ قاضی مستحق اجرت ہوتا ہے دستاویز اور محضروں اور سجلوں

کے لکھنے پر جس قدر غیر قاضی کو اجرت لینی جائز ہے م قاضی پر حکم کرنا واجب ہے نہ لکھ دینا لکھنے سے مستحق اجرت کا ہوا لیکن یہ جائز نہیں کہ جس قدر قاضی چاہے اجرت لے بلکہ عینی اجرت اور شخص اس قدر لکھنے پر لیتے ہوں اسی قدر قاضی بھی اجرت لے اپنے علم منصب سے زیادہ طلبی نہ کر کے مفتی فائدہ یستحق اجرا مثل علی کتابہ الفتوی لان الواجب علیہ الجواب باللسان دون الکتابۃ بالبنان ومع ہذا الکف ادلی احترازاً عن القیل والقال وصیائہ لما الوجب عن التبدال بزائیہ وتماہنی قضاء الوہابیۃ چنانچہ فتوی دینے والا عالم کہ وہ بھی اجرت مثل کا مستحق ہوتا ہے فتوی لکھ دینے پر اس واسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہے نہ انگلیوں سے لکھ دینا اور باوجود اس کے اجرت نہ لینا بہتر ہے تاکہ قیل اور قال سے بچے اور اگر وہ ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی الزائیۃ اور پورا بیان اس کا وہابیہ کی کتاب القضاء میں ہے فی الصیرفیۃ حکم وطلب اجرة لیکتب شہادۃ جازو کذا المفتی لونی البکدۃ غیرہ قیل مطلقاً لان کتابتہ لیست بواجبہ علیہ اور صیرفیہ میں ہے کہ قاضی نے حکم کیا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی لکھ دے تو جائز ہے اور یہی حکم ہے مفتی کا اگر اس شہر میں اس کے سوا اور کوئی بھی فتوی دینے والا ہو اور بعضوں نے کہا خواہ ہو یا نہ ہو مطلقاً طلب اجرت تحریر شہادت پر جائز ہے اس واسطے کہ لکھنا واجب نہیں مفتی پر مخطا دی نے کہا شاید کہ گواہی سے مراد قاضی کا وہ خط ہے جو دستاویز پر لکھا جاتا ہے یعنی قاضی کے دستخط یا مہر والا یہاں تو گفتگو قاضی میں ہے نہ شاید میں اور فراموش نہ کیجیو جو مذکور ہو چکا کہ اجرت لینا بقدر کتابت غیر قاضی جائز ہے نہ زیادہ دینا استاجر لیکتب لہ تعویذ لاجل السحر جازان میں لہ قدر کاغذ والخط والکتوب اور صیرفیہ میں ہے کہ ایک شخص نے اجارہ مقرر کیا تاکہ وہ اس کے واسطے دفع سحر کا تعویذ لکھ دے تو جائز ہے اگر اس سے کاغذ اور خط اور مکتوب کی مقدار بیان کر دے م اس واسطے کہ کاغذ کی مقدار مذکور ہو گئی تو معلوم ہو گیا اس قدر سطور کی اس میں گنجائش ہے یا متبار عرض کے اور تفاوت بعض کلمات کے زیادہ ہونے کا معاف ہے اور ظاہر خط سے مراد عدد سطور ہے اس واسطے کہ بیان مقدار کاغذ سے عدد سطور کا بیان لازم نہیں تو اس صورت میں لفظ مکتوب کی کچھ حاجت نہیں اور لفظ مکتوب مخ الغفار میں صیرفیہ کی نقل عبارت میں نہیں ہے اور خط سے کاتب کا خط مراد نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ عادت یہ ہے کہ کاتب کا خط اول دیکھ لیتے ہیں کذا فی الطحاوی المستاجر لہ لا یكون خصماً لدعی الاجارۃ والرسن والشرا لان الدعوی لا یكون الا علی مالک العین مستاجر مدعا علیہ نہیں ہوتا اجارہ اور رسن اور خرید کے مدعی کا اس واسطے کہ دعوی نہیں ہوتا مگر مالک عین پر اور مستاجر تو مالک نہیں م مثلاً ایک گھر زید نے کرایہ لیا سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ یہ گھر میرے اجارہ میں ہے یا میرے پاس گم ہو ہے یا میں نے اس کو خرید کیا ہے تو اس کی جواب دہی مالک سے متعلق ہے نہ زید سے بخلاف مشتری والوہوب لہ لکھا العین بخلاف مشتری اور وہوب لہ کے بسبب مالک ہونے دونوں کے یعنی مشتری اور وہوب لہ عین کے مالک ہیں تو وہ مدعا علیہ ہو سکتے ہیں اجارہ اور وہوب اور خرید کے دعوی کے دہل بشرط حضور الامر مع مشتری تولان اور کیا حاضر ہونا موجب مشتری کے ساتھ دعوی اجارہ میں شرط ہے اس میں دو قول ہیں ایک قول میں شرط ہے اور دوسرے قول میں نہیں وضح الاجارۃ وفسحها والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربتۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف حال کون کل واحد ما ذکر مضافاً الی الزمان المستقبل کاہر تک ادفا سختک راس الشہر بالاجماع اور صحیح ہے اجارہ اور اس کا فسخ کرنا اور مزارعت اور معاملہ یعنی مساقاۃ اور مضاربت اور وکالت اور عاصی اور کسی کو وھی کرنا اور کسی کے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور سرداری اور طلاق اور عتاق اور وقف جب کہ ہر ایک امور مذکورہ سے زمان مستقبل کی طرف مضاف ہوں چنانچہ میں نے تجھ کو اجارہ دیا یا تجھ سے اجارہ کیا شروع ماہ میں تو صحیح ہے بالاتفاق م ایصا کی مثال یہ ہے کہ میں نے فلا نے کو وھی کیا اپنی موت کے بعد اور وصیت کی مثال یہ ہے کہ میرے مال سے سو حصہ فلا نے شخص کا ہے میری موت کے بعد تمہارا نے ہمارے سے نقل کیا کہ عاریت اور اذن فی التجارۃ بھی

و بچلہ صغیر کا ماشیہ ف قاضی را اخذ اجرت بر تحریر دستاویز یا مقدمہ اجرت دیگران جائز است لیکن مگر فتن افضل است ۴۱۲

مضاف بزمان آئندہ صحیح میں کذا فی الطحاوی لا یصح مضافاً للاستقبال کل من کان تملیکاً للمال مثل البیع و اجازتہ و فسخہ و القسمۃ و الشریکۃ و الہبتہ و الشکاح و الرجوعۃ و الصلح عن مال و ابراء الدین و قدر فی متفرقات البیوع صحیح نہیں مضاف بزمان مستقبل جو شے کہ فی الحال تملیک ہو مانند بیع اور اس کی اجازت اور فسخ کے اور مانند قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء الدین کے اور یہ مذکور ہو چکا کتاب البیوع کے متفرقات میں ہم اجازت بیع کی یہ مثال کہ فصولی نے غیر کا غلام بیچا سو مالک نے کہا کہ میں نے اس بیع کی اجازت دی اور صلح میں داخل میں کل صلح مگر مال کی قید سے دم عمل کی صلح نکل گئی اس واسطے کہ اس کی اضافت زمان مستقبل کی طرف صحیح زاد و اجر المثل فی نفسہ من غیر ان یزید بعد فسخہ فسخہا و مالہ یفسخ کان علی المستاجر المسمی بلفظی اجرت مثل زیادہ ہو گئی خود بخود بدون اس بات کے کہ کوئی اس کو بڑھادے تو متولی کو اجارہ وقف کا فسخ کرنا جائز ہے اور جب تک متولی فسخ نہ کرے گا تو مستاجر پر اجرت معینہ لازم ہوگی اسی قول کا فتویٰ ہے فسخ العقد بعد تجیل البدل فللمعجل حبس المبدل حتی یتوفی مال البدل صحیحاً کان العقد فاسداً لولا العین فی ید المستاجر فلیمحفظ موبہر نے عقد اجارہ فسخ کیا اجرت پیشگی لینے کے بعد تو پیشگی دینے والے کو جس مبدل یعنی اجارہ کی چیز روک رکھنا جائز ہے یہاں تک کہ عوض کا مال بھرے خواہ عقد صحیح ہو یا فاسد بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے ہاتھ میں ہو تو اس کو یاد رکھنا چاہیے استاجر مشغولاً و فارغاً صحیح فی الفارغ فقط لا المشغول کامرکن حرر محشی الاشباہ ان الراجح صحۃ اجارۃ المشغول ولیومر بالتفرغ والتسليم مالم یکن فیہ ضرر فله فسخها فتنبہ اجارہ یا مشغول اور خالی چیز کا تو اجارہ صحیح ہے فقط خالی چیز میں نہ مشغول میں چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن اشباہ کے محشی نے تحریر کی ہے کہ قول راجح یہ ہے کہ اجارہ مشغول کا صحیح ہے اور موبہر کو امر ہوگا مشغول چیز کے خالی کر دینے کا اور تسلیم کا جب کہ خالی کرنے میں ضرر نہ ہو تو اس کو اس کا اجارہ فسخ کر دینا جائز ہے سو خبردار رہنا استاجر شاة لا رضاع ولده او جدیه لم یحز عدم العرف بکری اجارہ لی اپنے لڑکے کے دو دو پلانے کو یا اپنی بکری کے بچے کے دو دو پلانے کو تو اجارہ جائز نہیں بسبب عدم رواج کے المستاجر فاسد اذا اجر صحیحاً اجازت لو بعد قبضہ فی الاصح ینز و قلیل لا یتقدم الکل کل فی الاشباہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر جب کہ اور شخص کو اجارہ صحیح دے تو اجارہ جائز ہے اگر اجارہ دیا بعد اس کے قبضہ کرنے کے قول اصح میں کذا فی المیزۃ اور قول ضعیف میں اجارہ مذکورہ صحیح نہیں اور سب مسائل مذکورہ پہلے مذکور ہو چکے اور یہ سب مسائل اشباہ میں مذکور ہیں فروع مسائل ملحقہ شارح کے اعلم ان المقاطعۃ اذا وقعت بشرط العبارة فصحی میثلاً لان العبرة للمعانی و قدرناہ فی الجہاد و دیانت کیا کہ مقاطعہ جب کہ اجارہ کی شرطوں کے ساتھ واقع ہو تو اجارہ صحیح ہے اس واسطے کہ اعتبار معانی کا ہے نہ فقط لفظ کا اور اس کو ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الجہاد میں ہم مقاطعہ یہ کہ بادشاہ کسی شخص کو زمین دے بطور معافی کے اس طرح کہ بادشاہ کہے میں نے تجھ کو یہ زمین معاف کر دی ہر سال اس قدر اجرت پر تو یہ اجارہ ہے نہ معافی کذا فی الطحاوی صحیح استیجار قلم بیان الاجر والمدة صحیح ہے اجارہ لینا قلم کا اجرت اور مدت کے بیان کے ساتھ استاجر شیاناً یتففع بہ خارج المصرفا متففع بہ فی المصرفان کان ثوباً بالزم الاجر وان کان داتہ لا ایک چیز اجارہ لی تاکہ اس سے فائدہ حاصل کرے شہر سے باہر جا کر پھر اس نے شہر ہی میں فائدہ حاصل کیا تو اگر وہ چیز کھڑا ہو تو اجرت لازم ہوگی اور اگر جانور ہو تو اجرت لازم نہیں ساقدا ولم یرکبہا لزم الاجر الا العذر بہا مستاجر جانور کو ہانک لے گیا اور اس پر سوار نہ ہوا تو اجرت لازم ہوگی لیکن اگر جانور میں کوئی عذر ہو مانع سواری کا مثلاً اس کی بیٹھ لگی ہو تو اجرت لازم نہیں م یعنی سواری کے واسطے اجارہ لیا اور سوار نہ ہوا تو اس کا قصور ہے اخطا انکاتب فی البعض ان الخطا فی کل درقۃ غیر ان شاء اخذہ و اعطى اجرت لوتزکر علیہ اخذ منہ القیمۃ کاتب چوک کیا بعض سطور میں اگر خطا ہر ورق میں ہو تو لکھانے والا مستاجر چاہے اس کو لے اور اس کی اجرت مثل دے بشرطیکہ اجرت معینہ زیادہ نہ ہو یا اس کو اس پر چھوڑے اور کاتب سے قیمت کاغذ اور روشتائی کی لے کذا فی الاولوالحیوہن فی البعض اعطاء بحسابہ من المسمی اور اگر خطا بعض ورقوں میں ہو تو اس کو اجرت معینہ دے اس کے حساب کے موافق م یعنی جس قدر ورق صحیح لکھے ہوں ان کی اجرت تو ٹھہرانے کے موافق دے

اور جسے دوق غلطیوں اس کے موافق اجرت مثل دے کذا فی الطحاوی والصیر فی یا جواز اظہرت الزیادۃ فی النکل استرد الاجرۃ وفی البعض بحسابہ صراف نے پرکھائی
کی اجرت کا جب کہ ٹھکانا مناسب درایم یا دنیا میں ظاہر ہوگا تو اس سے اجرت پھیر لی جائے گی اور بعض کے کھوئے ہونے میں اس کے حساب سے استرداد ہوگا
دینی علی کذا فہ کذا فہ لہ اجر مثلاً ان شئ لاجد اگر مجھ کو فلاں چیز بتا دے تو اس کے واسطے اجرت سے سو اس کو بتائی تو بتانے والے کے واسطے اجرت مثل ثبات
ہے اگر بتانے والا چند قدم چلا ہو بتانے کے واسطے دینی علی کذا فہ کذا فہ باطل ولا اجر لہ ولا اذین الموضع جو شخص مجھ کو فلاں چیز بتا دے تو اس کے واسطے
اجرت سے قویہ باطل ہے اور بتانے والے کے واسطے کچھ اجرت نہیں مگر جب کہ موضع دلالت معین کرے مگر شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اجارہ مذکور بلقظ
الشرطیہ صحیح ہے اور بلقظ من شرطیہ صحیح نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ طحاوی نے برازیہ سے یوں نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز کہہ کر اس
نے کہا کہ جو مجھ کو دلالت کرے اس پر تو اس کے واسطے اتنی اجرت ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر اس نے یہ کلام پوسیل عموم کے کہا اس طرح کہ من دینی
یعنی جو شخص کہ مجھ کو بتا دے تو اجرت باطل ہے اس واسطے کہ بتانا اور اشارہ کرنا ایسا عمل نہیں ہے جس کے سبب سے مستحق اجرت ہو تو بتانے والے کو اجرت نہ
ملے گی اور اگر پوسیل خصوص کے کہا یعنی اس طرح ایک شخص معین سے کہا کہ اگر تو مجھ کو فلاں چیز بتا دے تو تیرے واسطے اتنی مزدوری ہے تو اگر وہ شخص بتانے
کے واسطے چلا اور اس نے دلالت کی تو اس کو اجرت مثل ملے گی بتانے کے واسطے چلنے کے سبب سے اس واسطے کہ چلنا ایسا عمل ہے جس پر استحقاق اجرت
ثابت ہوتا ہے عقد اجارہ سے لیکن چونکہ چلنے کی مقدار معین نہیں لہذا اجرت مثل واجب ہوگی نہ اجرت معینہ اور اگر بدون چلنے کے دلالت واقع ہوگی تو عموم اور
خصوص برابر ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ مدار صحت اجارۃ تعیین اور چلنے پر سے نہ لفظ ان اور من کی تعبیر بلور اشباہ کی بھی عبادت برازیہ کے مانند ہے کذا فی الطحاوی
استاذہم حوض عشرۃ فی عشرۃ دین الحق مخفرۃ فی خمسۃ کان لہ ربح الاجرا لکل من الاشباہ اجارہ لیاؤہ درودہ حوض کے کھودنے کا اور اس کا عقد بیان کر دیا مثلاً
ہاتھ بھر کا گرا سو مزدور نے بیخ و درخ کھودا تو اس کے واسطے چوتھائی مزدوری ثابت ہوگی یہ سب مسائل اشباہ سے منقول ہیں مگر چوتھائی مزدوری اس واسطے
ہوئی کہ وہ درود یعنی دس ہاتھ طول اور دس ہاتھ عرض کے سو ہاتھ مکسر ہوتے ہیں تو بیخ و درخ یعنی پانچ ہاتھ طول اور پانچ ہاتھ عرض کے پچیس ہاتھ مکسر ہوتے اور
پچیس چوتھائی ہے سو کی تو چوتھائی عمل سے چوتھائی اجرت لازم ہونی معلوم ہوا کہ اجسام میں ضرب معتبر ہے نہ مثل طلاق میں کذا فی الطحاوی و فیہا
جواز استبحار طریق لمرور ان بین المدة قلت وفی حاشیہ ہذا قولہا ہوا المختار شرح مجمع اور اشباہ میں ہے کہ جائز ہے اجارہ لینا راہ کا چلنے کے واسطے اگر مدت مورد
بیان کی جائے میں کہتا ہوں اور اشباہ میں ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور یہی مختار ہے کذا فی شرح الجمع مگر جواز اجارہ طریق اس صورت میں ہے کہ جب
طریق ایک شخص کی ملک میں ہو کذا فی الطحاوی وفی الاختیار من دلالتی کذا جاز لان الاجر تعیین بدلتہ اور اختیار میں ہے مستاجر نے کہا کہ جو شخص ہم کو فلاں چیز بتا دے
اس کا اتنا اجر ہے تو جائز ہے اس واسطے کہ اجر متعین ہو جاتا ہے اس کے بتانے سے مگر اور اسی طرح یہ البکیر میں ہے اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ مراد یہ
ہے کہ اس کلام کا مخاطب معین ہے اور اس کی جانب سے قبول پایا گیا ہو چنانچہ متعین ہونا اجر کا اس کی دلالت سے اس مراد یہ دلالت کرتا ہے کیونکہ اجرت
مسمیٰ مراد ہے کذا فی الطحاوی عن حاشیہ ابی السعد علی الاشباہ وفی الغایۃ داری لک اجارۃ مہتہ صحت غیر لازمۃ فلکل نسخا ولو بعد القبض فلیحفظ اور اتقانی کی
غایۃ البیان میں ہے کہ میرا گھر تیرے واسطے اجارہ ہے مہتہ تو اجارہ غیر لازمۃ صحیح ہے تو موجد اراد مستاجر یہ ایک کو اس کا فتح کرنا جائز ہے اگرچہ بیخ بعد قبض
مستاجر دافع ہو تو اس کو یاد رکھنا چاہیے مگر اور اسی طرح اجارہ صحیح ہوگا اگر لفظ مہتہ اجارہ پر مقدم کرے کذا فی غایۃ البیان ایضاً اور اجارہ صحیح ہوا باعتبار لفظ
اجارہ کے اور عدم لزوم عقد لازم لفظ مہتہ کے سبب سے اور لزوم اجرت اجارہ کی جہت سے کذا فی الطحاوی وفی لزوم الاجارۃ المضافۃ تصحیحان واید
سہل یعنی اعتبار کے نزدیک معنی ضرب کے یہی کہ مفرد ب کے اجزاء بقدر مفرد فیہ ہوا جسے اگر کہے کہ تجھ کو طلاق وہ درودہ میں یعنی دو ضرب کھائے ہوئے دین تو دوی طلاق
ہوگی یعنی دو طلاق کے دو دفعہ طلاق ہے جو گئے یہ معنی نہیں کہ دو کو دوبار لیا جیسا حساب میں ہوتا ہے مگر اجسام میں فقہاء بھی مثل محاسبوں کے معنی لیتے ہیں جیسے کہ مثال حوض میں لیے ۱۲

کتاب المکاتب

یہ کتاب ہے غلام مکاتب کے احکام میں مناسبتہ لاجارۃ ان فی کل منہما ملک الرقبۃ لشخص ومنفقۃ لغيرہ کتاب المکاتب کی مناسبت کتاب الجارۃ ہے یہ ہے کہ دونوں میں رقبہ تو ایک شخص کا مملوک ہے اور منفعت اس کی غیر شخص مذکور کی مکاتب کا رقبہ مولیٰ کا مملوک ہے اور منفعت مکاتب کی اور جارۃ میں رقبہ مملوک ہے اور منفعت مستاجر کی الکتبہ من الکتب وہی جمع الحروف سہی بہ لان فیہ ضم حرۃ الید الی حرۃ الرقبۃ کتاب لغت میں کتب لغت سے مشتق ہے اور کتب عبارت ہے حروف کے جمع کر کے نئے سے عقد کتب کو کتب اس واسطے نام رکھا کہ اس میں حریت یا حریت رقبہ کے ساتھ ملانا اور جمع کرنا ہے م بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا کہ کتب عبارت ہے جمع سے یعنی جمع حروف نہ کہتا اس واسطے کہ جمع حروف کتب تفسیر ہے نہ کتب کی مصنف نے منہج الغنائیں کہا کہ مکاتب اسم مفعول ہے کتب مکاتبہ سے اور مولیٰ مکاتب ہے یکسر تا اور اصل اس کی کتب سے اور کتب عبارت ہے جمع سے اور اسی سے کتب یعنی طائفہ مجتہد لشکر کا اور اسی سے ہے کتاب اس واسطے کہ وہ جامع سے جامع فیصل کی اور اسی سے ہے کتاب یعنی لکھنا اس واسطے کہ وہ جامع سے حروف کی اور اس عقد کا کتب اور مکاتبہ اس واسطے نام رکھا کہ اس میں ملانا ہے حریت کا حریت رقبہ کے ساتھ یا اس واسطے کہ اس میں دو قسطیں یا زیادہ مجتمع ہوتی ہیں یا اس واسطے کہ غلام اور مولیٰ دستاویز لکھتے ہیں اور یہی وجہ اخیر ظاہر ہے سہا تھی و شرعاً تحریر المملوک ید اسی من جہۃ الید حالاً اور رقبۃ مالاً یعنی عند اداء البدل حتی لو اداہ حالاً معنی حالاً عند شرع میں کتب عبارت سے مملوک کے فی الحال آزاد کرنے سے باعتبار تصرف کے اور اس کی گردن آزاد کرنے سے باعتبار انجام کار کے معنی بدل کتب کے آزاد کرنے کے وقت تو اگر بعد عقد کتب کے فی الحال بدل کتب ادا کرے تو فوراً آزاد ہو جائے م یعنی جب مولیٰ نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجھ کو مکاتب کیا سودم پر مثلاً یعنی اگر سودم کا لادے تو آزاد ہو جائے تو بجز اس کلام کے غلام آزاد ہو گیا تصرف کی راہ سے یعنی جس طرح آزاد لوگ خمیدہ فروخت اور نوکری چاکری میں بطور خود تصرف کرتے ہیں ویسا ہی غلام مکاتب بھی تصرف کرے گا اس میں مولیٰ کے اذن کی حاجت نہیں اور جب سودم ادا کرے گا تو اس کی ذات آزاد ہو جائے گی تو مکاتب عبد اور حردوں سے مشابہ ہے عبد سے اس واسطے مشابہ ہے کہ ہنوز اس کی گردن آزاد نہیں تا ادا لے بدل کتب اور حرد سے اس واسطے مشابہ ہے کہ آزاد کی طرح تصرف کرتا ہے اور اپنی کئی کالک ہوتا ہے و رکبھا الا یجاب والقبول بلفظ الکتابۃ او بالوڈی معناه اور کتب کا دکن ایجاب اور قبول ہے بلفظ کتب یا جو لفظ کہ موصول معنی کتب ہو م مثلاً مولیٰ کہے غلام سے کہ میں نے تجھ کو مکاتب کیا یا تیرے ساتھ عقد کتب منعقد کی اور غلام اس کو قبول کرے اور م معنی کتب کی یہ مثال ہے کہ مولیٰ کہے کہ میں نے تجھ پر ہزار درم مقرر کیے تو اس کو ادا کر یا یوں کہے مجھ کو ہزار درم ہر مہینے میں سودم کر کے ادا کر اور تو آزاد ہے ایجاب و قبول کی قید سے تعلیق معنی کتب سے خارج ہو گئی اور لفظ کتب کی قید سے اعتاق علی المال خارج ہو گیا

مکاتب سے دلی کرے بسبب حرام ہونے دلی مکاتب کے مولیٰ پر ہم عقرا آزاد عورت میں مشمل ہے اور لٹدی میں اس کی قیمت کا دسواں حصہ اگر وہ باکرہ ہو اور اگر
 شہم ہو تو بیسواں حصہ قیمت کا کذا فی الطحاوی عن ابی السعد او جتنی علیہا فاندہ یغرم اذ شہا یا مولیٰ مکاتب پر جنایت کرے یعنی اس کو قتل کرے تو اس کی دیت
 مالکوان دے او جتنی علی ولد یا مکاتب کے ولد کو مولیٰ قتل کرے تو دیت دے او اٹلف المولیٰ مالہا لاندہ بقدر الکتابتہ صار کل منہا کالاجنبی نعم لاحد ولا قد
 علی المولیٰ للشیبہ شمنی یا مولیٰ مکاتب کا مال تلف کرے تو تاوان دے اس واسطے کہ عقد کتابت کے سبب سے مولیٰ اور مملوک برابر ایک اجنبی کے مانند ہو گیا ہاں
 البتہ ہے کہ مولیٰ پر حد نہیں دلی سے اور قصاص نہیں قتل سے بسبب شہد ملک کے کذا فی الشمنی ولو اعتق عتق مجانا لا سقاط حقہ اور اگر مولیٰ مکاتب
 و آزاد کر دے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب ساقط کرنے اپنے حق کے یعنی ملک رقبہ مولیٰ کا حق ہے سو اس کو اس کے اسقاط میں اختیار ہے بلا اخذ
 لہ و قد ان کا تبہ علی خمر و خمر یعدم مالیتہ فی حق المسلم فلوکان دھین جاز اور فاسد ہوگی کتابت اگر مولیٰ نے غلام کو مکاتب کیا شراب یا سود پر اس کے
 مال نہ ہونے سے مسلمان کے حق میں تو اگر میاں اور غلام دونوں ذمی ہوں تو کتابت مذکور جائز ہے ہم کتابت جائزہ اور فاسدہ میں فرق یہ ہے کہ فاسدہ
 میں مولیٰ کو اختیار ہے کہ اس کو پھر غلام بنا دے اور کتابت کو فسخ کر دے بدون رضامندی غلام کے اور کتابت جائزہ میں بلا رضامندی غلام کے
 فسخ جائز نہیں اور غلام کو جائزہ اور فاسدہ دونوں میں بلا رضامندی مولیٰ کے فسخ جائز ہے کذا فی غایۃ البیان او علی قیمتہ ای قیمتہ نفس العبد لجمالہ
 تقدیر یا کتابت فاسدہ ہے اس کی قیمت پر یعنی غلام کی ذات کی قیمت پر بسبب مجہول ہونے اس کی مقدار کے ہم یعنی قیمت کی مقدار مجہول چیز ہے اس
 واسطے کہ تعیین قیمت یعنی مالیت میں قیمت کرنے والے مختلف ہوتے ہیں او علی عین معینۃ لغیرہ بعجزہ عن تسلیم ملک الغیر یا کتابت فاسدہ ہے غیر شخص کی
 بیگان چیز پر بسبب عاجز ہونے غلام کے ملک غیر کی تسلیم سے ہم معین کی قید سے نقد و خارج ہو گئے تو اگر غیر کے تقدیر یا کتابت ہو تو جائز ہے اس
 واسطے کہ عقد معاوضہ اور فسخ میں نقد متعین نہیں ہوتے کذا فی الطحاوی او علی ماتہ دینار لیرد سیدہ علیہ وصیفا غیر معین لجمالہ التقدر یا کتابت
 فاسدہ ہے سود دینار پر تاکہ اس کا مولیٰ اس کو ایک غلام نابالغ غیر معین پھر دے بسبب مجہول ہونے مقدار قیمت غلام کے یعنی اس واسطے کہ غلام مذکور
 کا اشتداد ناسرے ممکن نہیں مگر باعتبار قیمت کے اور عدم تسمیہ قیمت کا مفسد عقد ہے اور اگر غلام معین ہو تو کتابت جائز ہے بالاتفاق کذا فی الطحاوی
 فکذا عقد الکتابتہ فاسد فی کل ما ذکرنا تو وہ یعنی عقد کتابت سبب صورتوں مذکور میں فاسد ہے ان وجوہ کے سبب سے جن کو ہم نے ذکر کیا
 فان لوی الکاتب الخ عتق بالاداء و کذا الخ نیز لمالیۃ ہما فی الجملة سعی فی قیمتہ بالعمۃ مالم یفت یعنی قبل ان یترا فعا لقا ضی ابن کمال پھر اگر پہلی صورت میں مکاتب
 شراب اور اسی طرح سود ادا کرے تو آزاد ہو جائے گا بسبب مال ہونے شراب اور سود کے فی الجملة یعنی اگر پہلے اہل اسلام کے نزدیک مال نہیں لیکن
 کافروں کے نزدیک مال ہے اور کوشش کرے مکاتب مذکور اپنی قیمت میں جس قدر کہ اس کی قیمت ہو قبل اس بات کے کہ اس کا مرا فہ قاضی کے
 پاس ہو اور کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی قیمت ادا کرنے سے قبل ابطال قاضی آزاد ہوگا اس واسطے کہ قبل دفع عین قاضی کے ابطال سے عقد مذکور کالعدم ہے
 کذا فی الطحاوی واعلم انہ متی سخی مالا و خدمت الکتابتہ بوجہ من الوجوہ لم ینقص من المسمی بل ینزد علیہ و معلوم کہ جب کہ مال مسمی ہو اور کتابت فاسد ہو
 جائے کسی وجہ سے جو مفسدہ سے تو مال مسمی سے نقصان کیا جائیگا بلکہ اس پر زیادہ کیا جائیگا لو کہ کتابت علی یتیمہ و نحوہا کالعدم لطلی العقد لعدم مالیتہا اصلا فند احد فلا
 یفتن بالاداء الا اذا علق بالشرط صریحا فیمتن للشرط لا للعقد اور اگر غلام کو مکاتب کیا مرد اور یا مردانہ اس کے چنانچہ خون پر تو کتابت باطل ہوگی اس واسطے
 کہ مرد اور خون اصلا مال نہیں کسی کے نزدیک تو مکاتب آزاد نہ ہوگا مرد اور خون کے ادا کرنے سے مگر جب کہ مولیٰ صریح شرط کے ساتھ عتق کو معلق کرے
 تو غلام آزاد ہوگا شرط کے سبب سے نہ عقد کے سبب سے ہم یعنی اگر مولیٰ نے بول کہا غلام سے کہ اگر تو مرد یا خون مجھ کو دے تو تو مکاتب سے پھر
 وہ مرد یا خون لایا تو آزاد ہوگا تعلیق کی جہت سے نہ عقد کتابت کے سبب سے و صرح العقد علی حیوان بین جنسہ فقط لے لایہ و صفتہ و لوی و

الوسط او قیمتہ و یجوز علی قبولہا اور عقد کتابت صحیح ہے اس جانور جس کی فقط جنس بیان ہوئی ہے نہ اس کی نوع اور صفت اور مکاتب اس جنس کا متوسط حیوان یا اس کی قیمت ادا کرے اور اگر مولیٰ انکار کرے تو قبول قیمت پر اس پر مذکور ہستی ہوگی صحیح ایضا من کا فکرات کا فکرا مثلاً علی خر لا یتیم عنہم معلومتہ ای مقدرة لیعلم البذل او صحیح ہے کتابت مالک کافر سے بھی جس نے اپنا سا کافر غلام مکاتب کیا شراب معلوم الوزن او الظرف پر تاکہ بدل معلوم ہو جائے مہول باقی نہ رہے شراب پر اس واسطے کتابت صحیح ہوئی کہ وہ کافروں کے نزدیک مال ہے وای من المولیٰ والعبد اسلم فلا قیمتہ الخ و عتق یقبضہا التعلیق عتقہ باء الخ مکن مع ذلک لیسعی فی قیمتہ کما مراد مالک اور غلام سے جو شخص اسلام قبول کرے گا تو شراب کی قیمت جہی اس کو لازم ہوگی اور آزاد ہوگا شراب کے لینے سے بواسطہ معلق ہونے عتق غلام کے شراب کے ادا کرنے پر لیکن باوجود اس کے غلام کو شش کرے اپنا قیمت کے دینے میں چنانچہ عن قریب گزر گیا و صحیح ایضا علی خدمتہ شہر الہ ای للمولیٰ اولیغیرہ اور کتابت صحیح ہے ایک معینے مولیٰ کی خدمت یا غیر مولیٰ کی خدمت پر بھی اور حاضر بڑا و بنا دارا ذابین قدر المعمول والا جہا یرفع النزاع لحصول الرکن والشرط یا کتابت صحیح ہے کنوئیں کھودنے پر یا گھر کے بنانے پر جب کہ بنائی چیز اور اینٹوں کی مقدار کا اس طرح بیان ہو جائے کہ نزاع کو دفع کرنے سے سبب حاصل ہونے رکن اور شرط کتابت کے ہم رکن ایجاب اور قبول ہے اور شرط معلوم ہونا بدل کا لا نفسد الکتابۃ بشرط الشبہا بالنکاح ابتداء لانہا مبادلۃ بغير مال و ہوا تصرف کتابت فاسد نہیں ہوتی شرط سے بسبب مشابہ ہونے کتابت کے نکاح سے باعتبار ابتداء کے اس واسطے کہ کتابت مبادلہ سے غیر مال سے اور غیر مال تصرف غلام سے ہم اگر مولیٰ نے غلام کو مکاتب کیا مقدار مال پر یا بشرط کہ غلام شہر سے باہر نہ جائے تو شرط باطل ہے اور عقد صحیح ہے اس واسطے کہ کتابت باعتبار ابتداء عقد کے نکاح سے مشابہ ہے یعنی جس طرح نکاح میں مبادلہ مال کا ہوتا ہے غیر مال سے یعنی تمتع سے اسی طرح کتابت میں بھی مبادلہ غیر مال سے ہے یعنی آزادوں کا ساتھ صرف ہونا غلام کا تو جیسے نکاح فاسد نہیں ہوتا بشرط سے ویسی ہی کتابت بھی فاسد نہیں ہوتی الا ان یكون الشرط فی صلب العقد ففسد بشبہا بالبیع انتہاء لانہ فی البدل ہذا ہوا لا صلح یہ کہ شرط صلب عقد یعنی عقد کتابت کے اندر واقع ہو تو کتابت فاسد ہوگی بسبب مشابہ ہونے کتابت کے بیع سے انتہا کی راہ سے اس واسطے کہ فساد بدل میں واقع ہوا ہے یہی قاعدہ کلیہ ہے ہم صلب عقد میں شرط ہونا چنانچہ خدمت مجہولہ غلام پر شرط ہو یا شراب یا سور پر کتابت ہو کتابت بیع سے اس واسطے مشابہ ہے کہ مبادلہ ہے مال کا مال سے انجام کا ایں تو جیسے بیع فاسد ہو جاتی ہے شرط سے ویسی ہی کتابت بھی جب کہ شرط صلب عقد میں ممکن ہو۔

باب ما یجوز للمکاتب ان یفعلہ او لا یجوز یہ باب ہے ان افعال میں جن کا کرنا مکاتب کو جائز ہے اور جو افعال کہ جائز نہیں للمکاتب البیع والشراء و لو بجایۃ یسیرۃ مکاتب کو خرید و فروخت جائز ہے اگرچہ خرید و فروخت بنقصان قلیل ہو مگر اس واسطے کہ سود گروں کا طریقہ یہ ہے کہ ایک صفحہ میں کا نقصان قبول کرتے ہیں تاکہ دوسرے میں فائدہ حاصل کریں کذا فی الدرر والسفر وان شرط المولیٰ عدمہ اور مکاتب کو سفر کرنا جائز ہے اگرچہ مولیٰ نے عدم سفر شرط کیا ہو یعنی اس واسطے کہ سفر میں سود اگر کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو بدل کتابت جلد حاصل ہوگا و تزویج امتہ و کتابتہ عیدہ اور مکاتب کو اپنی لونڈی کا نکاح کر دینا اجنبی سے اور اپنے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہے ہم اس واسطے کہ نکاح سے مہر اور نفقہ ثابت ہوگا اور کتابت تو بیع کے مانند نافع ہے بلکہ اس سے زیادہ تر والولاء ان ادی الثانی بعد عتقہ اور ولایۃ یعنی میراث مکاتب ثانی کی مکاتب اول کے واسطے سے اگر مکاتب ثانی بدل کتابت ادا کرے مکاتب اول کے آزاد ہو جانے کے بعد والا بان اداہ قبلہ ادا یا بعد فلسفہ اور مکاتب ثانی نے ادا نہ کیا مکاتب اول کی آزادی کے بعد اس طرح کہ قبل اس کی آزادی کے ادا کیا یا دونوں نے ساتھ ہی بدل کتابت

اد کیا تو اس کا مولیٰ یعنی پہلا مالک دونوں مکاتہوں کی میراث لے گا لا التزوج بغیر اذن مولانا مکاتہ کو نکاح کرنا اپنے مولیٰ کی اجازت کے بدون جائز نہیں
یعنی اس واسطے کہ یہ کتاب میں داخل نہیں اور اس میں مولیٰ کا ضرر بھی ہے کہ ہر مکاتہ کی گردن پر لازم ہوگا ولا الہیۃ ولو بعوض ولا التصدق الا بیسینہا
اور نہ ہر مکاتہ کو جائز ہے اگرچہ مہربا بعوض ہو اور نہ خیرات کرنا جائز ہے مگر قبیل اور خیرات کم تر جائز ہے ہم ذخیرہ میں ہے مہربا خیرات بقدر ایک
پیسے اور ایک روٹی کے جائز ہے اور طعام موجود سے ضیافت لیسو درست ہے ولا الکفیل مطلقا ولو باذن مولانا بنفس لانه تبرع اور نہ مکاتہ کو ضمان
ہونا جائز ہے مطلقا اگرچہ مولیٰ کے اذن سے حاضر ضمانی کرے اس واسطے کہ ضمانی تبرع ہے اور مکاتہ تبرع کا اہل نہیں ہے ولا الاقراض و
اعتاق عمدہ ولو بال اور نہ مکاتہ کو قرض دینا اور اپنے غلام کو آزاد کرنا جائز ہے اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو و بیع نفسه نہ اور بیچنا جائز ہے غلام
کی ذات کا غلام سے اس واسطے کہ یہ فی الحقیقۃ اعتاق علی المال ہے و تزویج عمدہ لنقصہ بالمہر والنفقۃ اور نہ مکاتہ کو اپنے غلام کا نکاح
کرنا جائز ہے بسبب ناقص ہو جانے غلام کے زوجہ کے مہر اور نفقہ لازم ہونے سے ہم مکاتہ کو اپنے غلام کی تزویج نہ اپنی لونڈی سے درست
ہے نہ غیر کی لونڈی سے نہ حرہ سے و اب و وصی وقاض و امینہ فی رقیق صغیر تحت جہیم مکاتہ فیما ذکر او باپ اور وصی اور قاضی اور اس کا امین
اس صغیر کے غلام میں جو ان کی پرورش میں ہے مکاتہ کے مانند ہیں تصرفات مذکورہ کے ثبوت اور نفی میں یعنی باپ یا قاضی کو صغیر کی لونڈی کا نکاح
اور اس کے غلام کو مکاتہ کرنا جائز ہے اور اعتاق عبد اور عبد کو اس کے ماتھے بیچنا اور غلام کا نکاح کر دینا جائز نہیں بخلاف مضارب و
مادون و شریک ولو مفادۃ علی الاشیہ لانحصار تصرفہم بالتجارة برخلاف مضارب اور عبد و مادون اور شریک کے اگرچہ شرکت مفادۃ ہونا بر قول
نقیہ یعنی مضارب اور مادون اور شریک لونڈی کی تزویج کے مالک نہیں اس واسطے کہ ان کا تصرف تجارت میں مخصوص ہے اور باپ اور قاضی کا تصرف
تجارت اور غیر تجارت دونوں کو شامل ہے ولو اشتری اباه او ابنہ یکتب علیہ تبعالہ والمراد قرابۃ الولاد لا غیر اور اگر مکاتہ نے اپنا باپ یا بیٹا خرید
کیا تو وہ بھی اس کی کتابت میں داخل ہوگا تبعیت کی راہ سے باپ اور بیٹے سے قرابت ولادت مراد ہے نہ اور قرابت سوائے اس کے ہم یعنی جب
مکاتہ آزاد ہوگا اور اسے بدل کتابت سے تو اس کا باپ اور بیٹا بھی آزاد ہوگا اور اگر مکاتہ ادائے بدل سے عاجز ہوگا تو باپ بھی غلام بنا رہے گا بحکم
تبعیت ولو اشتری محرما غیر ولد کا لایح والعم لا یکتب علیہ خلافا لہما اور مکاتہ نے اپنے محرم غیر ولد کو خرید کیا چنانچہ بھائی اور چچا تو وہ مکاتہ کی
کتابت میں داخل نہ ہوگا برخلاف مذہب صاحبین کے کہ ان کے نزدیک داخل ہوگا ولو اشتری ام ولد مع ولدہ منہا دلوا اشتراک ثلثا بوجہ
لم یحز بیعہا لتبعیتہا لولدہا ولكن لا تدخل فی کتابتہ اور اگر مکاتہ نے اپنی ام ولد خرید کی اپنے اس فرزند کے ساتھ جو اسی ام ولد سے پیدا ہوا تو ام ولد
کی بیع جائز نہ ہوگی اس واسطے کہ ام ولد اپنے ولد کے تابع ہے لیکن فرزند کی کتابت میں وہ داخل نہ ہوگی مگر ولد کے تابع ہے یعنی جس طرح ولد کی
بیع جائز نہیں اسی طرح ام ولد کی ولد کی تبعیت سے درست نہیں اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ ام ولد کو اس کے ولد نے آزاد کر دیا فلا
تعتق بعتقہ ولا یشح نکاحہ لانہ لم یملکها فی ذلہ ان یطأ بالملک النکاح تو ام ولد آزاد نہ ہوگی اس کے آزاد ہونے سے اور نہ مکاتہ کا نکاح فسخ
ہوگا خرید کرنے سے اس واسطے کہ وہ اس کا مالک نہیں ہوگی تو مکاتہ کو جائز ہے کہ ام ولد کی دہلی کرے ملک نکاح کے سبب سے نہ ملک عین
کے سبب سے و کذا المکاتہ اذا اشترت بعلہا اور اسی طرح لونڈی مکاتہ کا نکاح فسخ نہ ہوگا جب کہ وہ اپنے شوہر کو خرید کرے تو اس کے شوہر
کو اس کی دہلی ملک نکاح جائز ہے غیر ان لہا بیعہ مطلقا لان الحرۃ لم تثبت من جہتہا مگر اتنا فرق ہے کہ مکاتہ کو شوہر نہ خرید کرے تو اس کی بیع مطلقا جائز
ہے اس واسطے کہ شوہر کا آزاد ہونا مکاتہ کی جہت سے ثابت نہیں ہوا ہم یعنی برخلاف مکاتہ کہ اگر وہ اپنے ولد کو خرید کرے گا ولد کے ساتھ تو آزاد
یعنی حق اناد کی جہت سے ثابت ہوگا اور مطلقا سے ظاہر ہے مراد ہے کہ بیع شوہر کی جائز ہے اگرچہ مکاتہ اپنے ولد کو شوہر کے ساتھ خرید کرے

کذا فی الطحاوی ولو ملکها بدونہ ای بدون الولد جائز لہ برعیا خلافا لہا اور مکاتب اپنے ام ولد کا مالک ہو بدون ولد کے تو اس کو ام ولد کا بیچنا جائز ہے
 برفلان مذہب صاحبین وان ولدہ من امته ولد فادعاه فیکاتب علیہ تبعاً اور اگر مکاتب کا ولد پیدا ہو اس کی لونڈی سے پھر اس نے اس کی لونڈی کا
 دعویٰ کیا تو فرزند بھی اس کی کتابت میں داخل ہوگا باپ کی تبعیت سے ہم بعضوں نے اعتراض کیا ہے کہ مکاتب کو اپنی لونڈی سے طے کرنا جائز نہیں
 اس کا جواب یہ ہے کہ نسب ملت پر موقوف نہیں چنانچہ اپنے فرزند کی لونڈی کی وطی میں یا مشترک لونڈی کی وطی میں در صورت ادعا نسب ثابت
 ہوتا ہے حالانکہ وطی حلال نہیں وکان کسبہ لہ لاند کسب کسبہ اور مکاتب کے فرزند کا کسب مکاتب کا مملوک ہوگا اس واسطے کہ مکاتب کے کسب کا
 کسب ہے یعنی فرزند کسب ہے باپ کا تو فرزند کی کمائی کسب کسب ہوئی زوج المکاتب امته من عبده فکاتبہا فولدت دخل فی کتابہا وکسبہ
 وقيمة لوقل لہا لان تبعیتہا ارجم مکاتب نے اپنی لونڈی کا نکاح کر دیا اپنے غلام سے پھر دونوں کو مکاتب کیا پھر مکاتب لڑکا جنی تولد کا مکاتب کی کتابت میں داخل
 ہوگا اور اس کی کمائی اور اس کی قیمت اگر اس کو کوئی قتل کر ڈالے مکاتب کی ملک سے نہ اس کے شوہر کی اس واسطے کہ ماں کی تبعیت غالب ہے باپ
 کی تبعیت سے م وجہ رجحان یہ کہ مولود میں وہ صفات شرعیہ حیوان میں ثابت ہیں چنانچہ تدبیر اور استیلا واد وحریت اور ملک مسرات کرجاتی ہیں کذا فی
 الطحاوی مکاتب اور اذون نکح امته زعمت انہا حرۃ باذن مولاه متعلق بنک قولدت منہ ثم استحققت فالولد قیق فلیس لہ اخذہ بالقیمۃ خلافا
 لہم لاند ولد المعروف غلام مکاتب یا اذون نے اپنے مولیٰ کے اذن سے نکاح کیا اس لونڈی سے جس نے آپ کو آزاد ظاہر کیا پھر اس کے لڑکا پیدا ہوا
 یا اذون سے پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر کی تولد کا غلام ہے لونڈی کے مالک کا تو مکاتب یا اذون کو لڑکا لینا قیمت دے کر جائز نہیں بخلاف محمد
 اس واسطے کہ وہ مغرور یعنی دھوکا کھانے والے کا فرزند ہے م محمد کا یہ مذہب کہ مکاتب یا اذون قیمت دے کر اپنے فرزند کو لے گا اس واسطے کہ
 اس کو دھوکا ہو کہ لونڈی کو آزاد سمجھا لیکن ان کے نزدیک قیمت دینا مکاتب یا اذون کے آزاد ہونے کے بعد لازم ہوگا نہ بالفعل کذا فی العناۃ وخصاۃ
 بالمرجاء الصحابۃ اور شیخین نے مغرور کو آزاد کے ساتھ مخصوص کیا ہے صحابہ کرام کے اجماع کی دلیل سے یعنی اگر آزاد کو دھوکا ہو جائے تو وہ اپنے
 فرزند کو قیمت دے کر لے گا نہ مکاتب یا اذون واستشکا الزلیعی اور زلیعی نے اس مسئلہ کو مشکل جانا ہے م وجہ اشکال یہ ہے کہ غلام بچپن میں
 لازم ہوتا ہے مولیٰ کے اذن کے سبب سے تو وہ دین مولیٰ پر لازم ہوتا ہے اور اس سے فی الحال مطالبہ ہوتا ہے اور یہاں نکاح باذن مولیٰ مفروض
 ہے تو چاہیے کہ مولیٰ پر فی الحال قیمت لازم آوے نہ مکاتب پر اس کے آزاد ہونے کے بعد چنانچہ محمد کا مذہب ہے اس کا جواب راوی نے نہیں
 دیا ہے کہ مولیٰ نے تو نکاح کا اور اس کے متعلقات یعنی مہر اور نفقہ کا اذن دیا ہے نہ فریب کھانے کا تو مولیٰ اس سے راضی نہ ہوگا تو قیمت دینا
 موقوف رہے گا مکاتب کے آزاد ہونے پر کذا فی الطحاوی مختصراً ولو اشتري المکاتب امته شراً فاسداً فوطیہا ثم ردھا للفساد لشراھا
 او شراً صحیحاً فاستحققت وجب علیہ العقر فی حالۃ الکتابۃ قبل عتقہ لدخولہ فی کتابۃ لان الاذن بالشراۃ اذن بالوطی اور اگر مکاتب نے لونڈی مولیٰ
 کی خرید فاسد کی پھر اس سے قربت کی پھر مالک کو پھر دی فساد بیع کے سبب سے یا اس کو خرید صحیح مولیٰ لیا پھر وطی کی سو وہ مستحق ملک غیر کی تولد کا
 پر عتق قیمت واجب ہوگا کتابت کی حالت میں اس کے آزاد ہونے سے پہلے سبب داخل ہونے خرید و فروخت کے اس کے عقد کتابت میں اس
 واسطے کہ خرید کرنے کا اذن وطی کرنے کا اذن ہے م لازم عقر کی بہتر تعلیل یہ ہے کہ کتابت موجب ہے خرید کی اور خرید موجب ہے سقوط حد
 کی اور سقوط حد موجب ہے عقر کی تو کتابت ہے موجب ٹھہری عقر کی اس واسطے خرید کا اذن وطی کا اذن نہیں اور وطی تجارت میں داخل نہیں کذا فی
 الطحاوی مختصراً ولو طیہا بنکاح بلا اذنه اخذہ بالعقر منذ عتق ای بعد عتق لعدم دخولہا کما مر اور مکاتب نے لونڈی مذکور سے قربت کی بواسطہ

۱۱ یہاں ترجمہ میں سے موافق نہیں کیونکہ متن میں ہے (فوجب علیہ العقر) فقہر اللہ عفا عنہ عقر بالضم کابن کہ شہد وطی واجب شہود ۱۱

نکاح کے جو اس نے بلا اذن مولیٰ کے کیا تھا تو مکاتب سے عقر لیا جائے گا شروع عتق سے یعنی مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد بسبب نہ داخل ہونے نکاح کے کتابت میں چنانچہ اول باب میں مذکور ہو چکا کہ مکاتب کو نکاح کرنا بلا اذن مولیٰ جائز نہیں والمآذون کالمکاتب فیہما فی الف فصلین اور غلام مآذون مکاتب کے مانند ہے دونوں فصلوں میں یعنی نوڈی مذکورہ کے شراد فاسد و صحیح میں اور نکاح کی صورت میں و اذا ولدت مکاتبہ من سیدہ فلہا الخیران ثلث مضت علی کتابہا تاخذ العقر منہ او ان ثلث عجزت نفسہا وی ام ولدہ وثبت نسبہ بالتصدیقہا لانہ لک رقبۃ اور جب کہ نوڈی مکاتبہ جنی اپنے مولیٰ سے تو اس کو اختیار ہے اگر چاہے چلی جائے اپنی کتابت پر یعنی اپنی کتابت کو قائم رکھے اور مولیٰ سے عقرے یا اگر چاہے اپنی ذات کو عاجز کرے یعنی ادائے بدل کتابت سے عاجزی کا اقرار کرے اور مولیٰ کی ام ولد ہو اور مولیٰ کا نسب مکاتبہ سے بدون اس کی تصدیق کے ثابت ہوگا اس واسطے کہ مکاتبہ مولیٰ کی ملک ہے باعتبار گردن کے اگرچہ باعتبار تصرف کے ملک نہیں ولو کاتب شخص ام ولدہ او مدبرہ صحیح و عتقت ام الولد مجابا بموتہ بالاستیلاہ اور اگر ایک شخص نے اپنی ام ولد یا اپنا غلام مدبر مکاتب کیا تو درست ہے اور ام ولد مفت آزاد ہوگی اس شخص کی موت سے بسبب استیلاہ کے بلا ادائے بدل کتابت و سعی المدبر فی ثلثی قیمتہ ان ثلثا و سعی فی کل البذل بموت سیدہ فقیر الم یرک غیرہ اور سعی کرے مدبر مذکور اپنی قیمت کے دوثلث میں یا چاہے سعی کرے تمام بدل کتابت میں اپنے مالک کی محتاج ہو کر مرنے سے اس طرح کہ اس نے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا سوائے اس مدبر کے و لو مدبر مکاتبہ صحیح فان عجز بقی مدبر او الّا سعی فی ثلثی قیمتہ ان ثلثا و فی البذل بموتہ ای المولیٰ معسر الم یرک غیرہ اور اگر اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہے پھر اگر وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو مدبر باقی رہے گا اور اگر عاجز نہ ہوا اور کتابت کو قائم رکھا تو سعی کرے اپنی قیمت کے دوثلث کے ادائے بدل کتابت میں اور اگر وہ چاہے یا سعی کرے بدل کتابت کے دوثلث میں اپنے مولیٰ کے اس طرح محتاج ہو کر مرنے سے کہ مولیٰ نے کچھ متروکہ نہ چھوڑا ہو سوائے اس مدبر کے وان کان مات موسرا بحیث ینخرج المدبر من الثلث عتق بالتدیر و سقط عنه بدل الکتابۃ کما لو اعتق المولیٰ مکاتبہ فانه یعتق مجابا لقیام ملکہ اور اگر مولیٰ اس طرح مال دار ہو کر مر گیا ہو کہ مدبر ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہو تو وہ آزاد ہوگا تدبیر کے سبب سے اور اس سے ساقط ہوگا بدل کتابت کا چنانچہ اگر مولیٰ اپنے مکاتب کو آزاد کرے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب قیام ملک رقبہ کا تبہ علی الف موجب ثم صالحہ علی نصفہ حالاً صحیح استحسانا مولیٰ نے مکاتب کیا غلام کو نذر ابدت دلے پر پھر مکاتب سے صلح کر لی اس کی نصف یعنی پانچ سو نقد پر تو صحیح ہے استحسان کی راہ سے طہن کے نزدیک مریض کاتب عبدہ علی الفین الی سنتہ فمات المریض و الحال ان قیمتہ المکاتب الف دریم ولم تجز الوثۃ التاجیل ولم یرک غیرہ اذی المکاتب ثلثی البذل وعند محمد ثلثی قیمتہ بالاد والباقی الی اجلہ اور در قیقا لقیام البذل مقام الرقبۃ فینفذ فی ثلثہ بیمار نے اپنے غلام کو مکاتب کیا دو ہزار پر ایک سال کی مدت مقرر کر کے پھر بیمار مر گیا اور حالانکہ مکاتب کی قیمت ایک ہزار دریم ہیں اور مولیٰ کے وارثوں نے تاجیل کو جائز نہ رکھا اور مولیٰ نے سوائے اس مکاتب کے اور مال نہیں چھوڑا تو مکاتب بدل کتابت کے دوثلث نقد ادا کرے اور محمد کے نزدیک قیمت کے دوثلث نقد ادا کرے اور باقی ثلث بدل قیمت کلمت مذکورہ کے بعد ادا کرے یا ادا کرے تو پھر غلام بنایا جائے بدل کتابت کے دوثلث لو کرے سبب قائم ہو جائے کہ رقبہ کے مقام پر تو مجاہدہ تاجیل کے ثلث میں نافذ ہوگی وان کاتبہ علی الف الی سنتہ و الحال ان قیمتہ الفان ولم یجوز وادی ثلثی قیمتہ حالاً و سقط الباقی اور در قیقا اتفاقا لوقوع المجاہدۃ فی القدر والنا غیر فینفذ بالثلث اور اگر غلام کو مکاتب کیا ہزار پر سال بھر کی مدت مقرر کر کے اور حالانکہ اس کی قیمت دو ہزار ہیں اور حالانکہ وارثوں نے کتابت مذکورہ جائز نہ رکھی تو غلام مذکور قیمت یعنی دو ہزار کے دوثلث نقد ادا کرے اور ثلث باقی اس سے ساقط ہوگا یا اگر ادا کرے تو پھر اگر غلام بنایا جائے باتفاق شیخین اور محمد کے سبب واقع ہونے مجاہدہ کے مقدار ادا تاجیل میں تو مجاہدہ مریض ثلث میں جاری ہوگی حر قال المولیٰ عبدہ عبدہ ک فلانا الغائب علی الف دریم الی انی ان اوتی الیک الف فہو حرف کاتبہ المولیٰ علی ہذا الشرط

قبل المولیٰ ثم ادی الخالق عتق العبد بحکم الشرط وکذا لو لم یقل ان ادیت فادی لقیق احسانا لنعوذ تصرف الفضولی فی کل مالیس بصرف ولا یرجع الخ علی العبد لانه
تبرع شخص آزاد نے غلام کے مالک سے کہا کہ اپنے غلام نے غائب غلام کو مکاتب کہ ہزار درم پر اس شرط سے کہ اگر میں تجھ کو ہزار درم ادا کروں تو وہ غلام آزاد
ہے سو مولیٰ نے اس شرط پر اس کو مکاتب کیا اور مولیٰ نے قبول کیا پھر آزاد کو درم ہزار ادا کیے تو غلام آزاد ہو گا بموجب شرط مذکورہ کے اور اسی
طرح اگر اس شخص نے اپنے ادا کرنے کو ذکر کیا پھر اس نے ہزار درم ادا کیے تو غلام مذکور آزاد ہو گا استحسان کی راہ سے بسبب نافذ ہوجانے تصرف فضولی
کے سرائیک اس امر میں جو ضروری نہیں اور شخص آزاد غلام مذکور سے ہزار درم بھرنے لگا اس واسطے کہ وہ محسن سے نہ معاذ حق م قیام قبل المولیٰ شارح نے ضمیر کا مرجع
مولیٰ کو قرار دیا اور ذیلی اور شرح ماسکین میں قبل المولیٰ واقع ہے اویسی بلا تکلف مناسب ہے واذا بلغ العبد هذا الامر فقبل صادر کتابا انما یحتاج
لقبوله لاجل لزوم البذل علیہ اور جب کہ غلام غائب کو اس امر کی خبر پہنچے یعنی قبل ادا کرنے سے مذکور کے سو غلام نے کتابت قبول کی تو وہ مکاتب ہو جائے گا
قبول غلام کی حاجت تو فقط اسی واسطے ہے کہ بدل کتابت اس پر لازم ہو جائے یعنی صحت کتابت غلام کے قبول پر موقوف نہیں بلکہ لزوم بدل قبول پر موقوف
ہے قال عبد حاضر لیسیدہ کا تبنی عن نفسی وعن فلان الغائب فکا تبهما فقبل العبد الحاضر صح العقد استحسانا فی الحاضر اصلہ والغائب تبعہ غلام حاضر
نے اپنے مالک سے کہا کہ میرے ساتھ عقد کتابت منعقد کر میری ذات کی طرف سے اور فلان نے غلام کی طرف سے سو مالک نے دونوں غلاموں کو مکاتب
کیا سو حاضر غلام نے قبول کیا تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے غلام حاضر میں اصلہ صحیح ہے اور غائب غلام میں تبعہ و ایما ادی بدل الکتا تبہ متعاقبا
جمیعہ بلا رجوع و یجبر المولیٰ علی القبول للبذل من احدیہا اور دونوں میں سے جو غلام کہ بدل کتابت ادا کرے گا تو دونوں غلام آزاد ہو جائیں گے بلا رجوع
یعنی ادا کرنے والا غلام دوسرے غلام سے بقدر اس کے حصے کے مطالبہ نہ کر سکے گا اور مالک پر نہ ہر دہائی ہوگی قبول بدل کتابت پر ایک کی طرف سے یعنی
دونوں غلاموں کا بدل کتابت اگر ایک غلام ادا کرے گا تو مالک کو بجز قبول کرنا ہوگا۔ ولا یطالب بالعبد الغائب لیشی لعدم التزامہ اور غلام غائب سے
کسی چیز کا مطالبہ اور مواخذہ نہ ہوگا اس کے عدم التزام کے سبب سے یعنی اس نے عقد کتابت قبول نہیں کیا کہ اس سے کچھ مطالبہ ہو و قبولہ الکتا تبہ لغو
لا یعتبر کر دہ آیا اور غلام غائب کا کتابت قبول کرنا لغو ہے یعنی معتبر نہیں ہے اس کے رد کرنے کتابت کا اعتبار نہیں م قبول اور عدم قبول غائب اس
واسطے معتبر نہیں کہ عقد کتابت بدون اس کے قبول کرنے کے نافذ اور تمام ہو چکی تو بعد اس کے قبول اور عدم قبول کا کیا اعتبار ہے ولو حرره سقط عن الحاضر
خصته اور اگر مالک نے حاضر غلام کو آزاد کر دیا بلا اخذ بدل کتابت تو حاضر سے اس کا حصہ بدل کا سا قسط ہو گا م اس واسطے کہ غائب عقد میں قصدا
داخل ہے اگر یہ مقصود بالخطاب میں قبول بدل کتابت دونوں پر منقسم ہو گیا اگرچہ اس سے مطالبہ بدل کا نہیں ولو حرر الخاضعات ادی الغائب حصہ حالا
والا رد قنا اور اگر حاضر غلام آزاد کیا گیا یا وہ مر گیا تو غلام غائب اپنا حصہ بدل کتابت سے نقد ادا کرے اور نہیں تو پھر غلام بنایا جائے ولو بار الحاضر
اور ہبہ اعتقا جمیعہ اور اگر مالک نے غلام حاضر کو تمام بدل کتابت معاف کر دیا یا تمام بدل کتابت اس کو مہر کر دیا تو دونوں غلام آزاد ہو جائیں گے
مفت م اور اگر بعض بدل معاف کرے گا تو باقی کا مطالبہ ہو گا حاضر سے نہ غائب سے کذا فی الخطا وی وان کاتب الامتہ عن نفسہا وعن ابنین غیرین
لما قبلت صح استحسانا لما مر اور اگر مالک نے اپنی لونڈی سے عقد کتابت منعقد کیا اس کی ذات سے اور اس کے دو چھوٹے بیٹوں سے اور لونڈی نے قبول کر لیا
تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدل گزشتہ یعنی اصلہ لونڈی کی طرف سے اور تبعہ اس کے بیٹوں کی طرف سے عقد کتابت صحیح ہے وای ادی من
ذکر لم یرجع علی الآخر لانه متبرع و یجبر علی القبول الی آخر ما مر اور اشخاص مذکور میں سے جو شخص کہ بدل کتابت ادا کرے گا وہ دوسرے سے رجوع نہ کرے گا اس
واسطے کہ وہ محسن ہے اور مولیٰ پر ہر شخص کے ادا بدل کے قبول پر جبر ہو گا تا آخر احکام مذکورہ سابقہ میں ہے کہ اولاد کا قبول اور عدم قبول کتابت
میں معتبر نہیں اور اگر مالک ماں کو آزاد کرے تو اولاد پر بدل کتابت باقی رہے گا بقدر ان کے حصہ کے اس کو فی الحال ادا کریں اور مولیٰ مکاتب بدل کا ان کی ماں

سے کرے نہ ان سے اور اگر مولیٰ ان کو آزاد کرے تو ان کی ماں پر سے ان کا حصہ ساقط ہوگا اور اگر مالک اولاد کو دین معاف کرے یا ان کو بہ کرے تو صحیح نہیں اور اگر ان کی ماں کو دین معاف کرے یا بہ کرے تو ماں بھی آزاد ہوگی اور اس کے ساتھ اس کی اولاد بھی ناہی تو یہ مسئلہ نظریہ مسئلہ سابقہ کا جمع احکام میں کذا فی الطحاوی فرغ مسئلہ ملحقہ شارح کا کتاب نصف عیدہ فادی الکتابہ عشق نصف وسعی فی بقیۃ قیمتہ وقال العبد کلام کتاب علی ذالک المال وہ ناخذ فادی القدسی مالک نے اپنا نصف غلام مکاتب کیا سو اس نے بدل کتابت ادا کیا تو نصف غلام ادا ہوگا اور گوشتش کرے گا اپنی باقی قیمت کے ادا کرنے میں اور صاحبین نے کہا کہ نصف غلام کی کتابت سے تمام غلام مکاتب ہوگا اسی قدر مال پر اور اسی قول صاحبین کو ہم لیتے ہیں کذا فی القدسی

باب کتاب العید المشترك بدل الکتابہ فکاتب الشریک الماذون لہ نقد فی حظہ فقط عند الامام لثبیری الکتابہ عندہ ولیس لشریک فسخ لا ذنہ غلام ہے دو شریکوں کا ایک شریک نے اپنے ساتھی دوسرے شریک کو اس کا اذن دیا کہ وہ اپنے حصہ کے ہزار درم پر کتابت کرے اور بدل کتابت پر قبضہ کرے سو جس شریک کو اذن ملا اس نے غلام کو مکاتب کیا تو فقط اسی کے حصہ میں کتابت نافذ ہوگی امام عظیم کے نزدیک بسبب قسمت پذیر ہونے کتابت کے ان کے نزدیک مانند اعتاق کے اور اس کے شریک کو فسخ کرنا کتابت کا جائز نہیں اس کے اذن کے سبب سے ہم اذن شریک کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے واسطے حق فسخ باقی نہ رہے اور در صورت عدم اذن اس کو فسخ میں اختیار ہے اور اذن بالقبض کا فائدہ یہ ہے کہ مال مقبوض سے اس کا حق منقطع ہو جائے تو مقبوض مخصوص بقابض ہوگا اس واسطے کہ قبض کا اذن گویا غلام کو اس کا اذن سے کہ مال کتابت کو حاصل کر کے شریک کو دے تو اس نے اپنے حصہ کا احسان کیا غلام مکاتب پر یاں اگر قبل ادا کے بدل وہ مکاتب کو منع کر دے تو بھی صحیح ہوگا اس واسطے کہ احسان منہور تمام نہیں کذا فی الزیلعی ملخصاً واذا قبض بعضہ بعض الالف فمخرجہ فاما لمقبوض کذا للاقبض لا ذنہ لہ بالقبض فیکون متبرعاً ولو قبض الالف متق حط القابض اور جب کہ ہزار درم سے کچھ درم قبض کیے پھر مکاتب ادا کئے بدل سے عاجز ہو گیا تو بالکل مال مقبوض قابض کا ملوک ہوگا نہ دوسرے شریک کا اس واسطے کہ قبض کا اس نے اذن دیا تو وہ محسن غلام پر اپنے حصہ کی بابت اور اگر ہزار درم قبض کرے گا تو قابض کا حصہ آزاد ہو جائے گا ہم ہدیہ اور درر کا ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ احسان مذکور قابض پر سے کذا فی الطحاوی امتہ بین شریکین کاتباً فوطیہا احدہما فولدت فادعاه الواطی ثم وطیہا الشریک الاخر فولدت فادعاه الواطی الثانی صحت دعوتہ لقیام ملکہ فاسر اخلافا لہما ایک لڑکی مشترک ہے دو شریکوں میں دونوں نے اس کو مکاتبہ کیا سو اسی سے قربت کی ایک شریک نے سودہ جہنی تو قربت کرنے والے نے اس کے ولد کی فرزند کا دعویٰ کیا پھر دوسرے شریک نے اس سے قربت کی سودہ دوسرا لڑکا جہنی سودہ دوسرے قربت کرنے والے نے دوسرے ولد کی فرزند کا دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ صحیح ہے اس واسطے کہ ظاہر اس کی ملک منہور قائم ہے برخلاف مذہب صاحبین ہم کہتا ہے صاحبین کے نزدیک مکاتبہ شریک اول کی ام ولد سے بنظر تکمیل استیلاؤ تو شریک ثانی کی وطی غیر کی ام ولد کے ساتھ واقع ہوئی تو شریک ثانی سے ولد کا نسب ثابت نہ ہوگا اور اس پر تمام مہر یعنی عقر لازم ہوگا لیکن شہد ملک کے سبب سے اس پر حد لازم نہ ہوگی کذا فی الزیلعی فان عجزت بعد ذلک جعلت الکتابہ کان لم تکن وحينئذ فی فی الحقیقۃ ام ولد للاول لزوالم مانع من الانتقال پھر اگر مکاتبہ عاجز ہوئی ادا کئے بدل کتابت سے بعد اس کے یعنی دونوں دلی اور دونوں دعویٰ کے بعد تو یوں ٹھہرایا جائے گا کہ گویا کتابت کبھی نہ تھی اور اب تو مکاتبہ حقیقت میں شریک اول کی ام ولد ہوگی بسبب دور ہو جانے اس چیز کے جو مانع تھی انتقال ملک کی ہم یعنی زوال کتابت سے مکاتبہ شریک اول کی بالکل ام ولد ہوگی اس واسطے کہ مقتضی تمیز قائم ہے اور تکمیل ملک سے کتابت مانع تھی اس واسطے کہ کتابت انتقال ملک قبول نہیں کرتی پھر جب کتابت زائل ہو گئی تو مقتضی تمیز نے اپنا عمل کیا کذا فی الزیلعی والدرر ملقطاً ووطیہ سابق اور شریک اول کی وطی سابق ہے شریک ثانی کی وطی سے ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدّر کا کہ دونوں شریکوں کی ملک مکاتبہ میں تھا

ترجمہ اردو درمنا رجبہ چہارم

بے اور ہر ایک نے وطن کی اور ہر ایک نے ولد کا دعویٰ کیا تو کیا وجہ ہے کہ مکاتب شریک اول کی فقط ام ولد ہو گئی شارج نے جواب دیا کہ شریک اول کی وطنی سابق ہے اور ہر ایک نے وطن کی اور ہر ایک نے ولد کا دعویٰ کیا تو کیا وجہ ہے کہ مکاتب شریک اول کی فقط ام ولد ہو گئی شارج نے جواب دیا کہ شریک اول کی وطنی سابق ہے یہی وجہ ہے اختصاص کی ضمن الاول لشریک نصف قیمتہا ونصف عقرہا اور شریک اول اپنے شریک کو اس کی نصف قیمت اور نصف عقرہ کا تاوان دے م مراد قیمت مکاتبہ کی ہے اور مکاتبہ کی قیمت لونڈی خالص کی قیمت سے نصف ہوتی ہے کذا فی الطحاوی عن الفخ وضمن شریک عقرہا کاملًا لوطیہ ولد الفیر حقیقہ اور شریک ثانی مکاتبہ کے عقرہ کامل کا تاوان دے اس واسطے کہ اس نے حقیقت میں غیر کی ام ولد سے وطن کی و قیمتہ الولد الضاد ہو انہ لاند بنزلہ المغرور اور شریک ثانی ولد کی قیمت کا بھی تاوان دے اور وہ ولد اس کا بیٹا ہے اس واسطے کہ شریک ثانی بنزلہ مغرور کے ہے م اس واسطے کہ اس نے وطن کی مکاتبہ سے اپنی مملوکہ جان کر لیکن عجز اور بطلان کتابت سے ظاہر ہوا کہ اس کی ملک اس میں نہیں رہی اور مغرور کا ولد ثابت النسب ہوتا ہے اس سے اور آزاد ہوتا ہے قیمت دے کر وای من الشریکین دفع العقر الی المکاتبہ صحیح ای قبل العجز لا اختصاصا بمنافعها فاذا عجزت تردہ للمولیٰ اور دونوں شریکوں میں سے جو عقرہ دے گا مکاتبہ کو تو صحیح ہے یعنی قبل از عجز دنیا صحیح ہے سبب مخصوص ہونے مکاتبہ کے اپنے منافع سے پھر حجب وہ عاجز ہوا دلے بدل کتابت سے تو عقرہ مولیٰ کو پھیر دے وان دبر الثانی ولم یطابا والمسئلۃ بجالبا فعجزت لطل التبدیر اور اگر شریک ثانی نے مکاتبہ مذکورہ کو بدبرہ کیا اور اس سے وطنی نہ کی اور یہ مسئلہ بجال مسئلہ سابق ہے یعنی دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتبہ کیا اور شریک اول نے اس سے وطنی کی اور حبی اور شریک اول نے اس کا دعویٰ کیا سو مکاتبہ عاجز ہو گئی اداے بدل کتابت سے تو تدبیر باطل ہو گئی یعنی اس واسطے کہ عجز سے ظاہر ہوا کہ وہ بالکل ام ولد ہے شریک اول کی تو اس میں ملک باقی نہ رہی اور حالانکہ ملک شرط سے صحت تدبیر کے واسطے وضمن الاول لشریک نصف قیمتہا ونصف عقرہا والولد الاول دیکام ولدہ اور شریک اول ثانی کو اس کی نصف قیمت اور نصف عقرہ کا تاوان دے اور لڑکا شریک اول کا ہوگا اور وہ اسی کی ام ولد ہے وان کا بتنا لا فخر با احدہما موبسراف فعجزت ضمن المعتق لشریک نصف قیمتہا اور اگر دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتبہ کیا پھر ایک شریک مقدور و لے نے اس کو آزاد کر دیا پھر وہ عاجز ہو گئی تو آزاد کرنے والا اپنے شریک کو اس کی نصف قیمت کا تاوان دے ورجع القضا من بہ علیہا لما تقران الساکت اذا ضمن اعتق یرجع عنہ لا عندہما او تاوان دینے والا شریک اس کو مکاتبہ سے بھلے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ شریک ساکت عن الاعتاق جب تاوان لے آزاد کرنے والے شریک سے تو اس کو رجوع جائز ہے امام کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک فروع مسئلہ ملحقہ شارج کا بعد لرحلین دبرہ احدا ثم حررہ الآخر غیا او عکسا اعتق المدبر ان شادا واستمتع فی الصدیقین او ضمن شریک فی الاولیٰ دو مڑوں کا ایک غلام ہے ایک نے اس کو بدبر کیا پھر دوسرے نے اس کو آزاد کیا حالانکہ وہ مقدور والے یاد و نول نے اس کے بالعکس کیا یعنی اول عتاق غنی واقع ہوا پھر تدبیر تو بدبر کرنے والا چاہے مدبر کو آزاد کرے یا دونوں صورتوں میں غلام سے سعی کرادے یا فقط پہلی صورت میں یعنی جب کہ آزاد کرنے والا مالدار ہوا اپنے شریک سے تاوان لے۔

دونوں صورتوں میں غلام سے سعی کرادے یا فقط پہلی صورت میں یعنی جب کہ آزاد کرنے والا مالدار ہوا اپنے شریک سے تاوان لے۔

دونوں صورتوں میں غلام سے سعی کرادے یا فقط پہلی صورت میں یعنی جب کہ آزاد کرنے والا مالدار ہوا اپنے شریک سے تاوان لے۔

دو دنوں صورتوں میں غلام سے سعی کراوے یا فقط پہلی صورت میں یعنی جب کہ آزاد کرے والا مالدار جو اپنے سر پر کسی کے لئے
باب موت المکاتب وعجزه ومولاه عن اداء العجز ان كان له مال سبيل اليه لم يعجزه الحاكم الى ثلاثة ايام لانها مدة ضربت لايلاء ولا اعتد
ایک مکاتب ہے کہ عاجز ہو گیا ادا کرنے ایک قسط سے اگر اس کا ایسا مال ہو کہ عنقریب اس کو ملے گا چنانچہ اس کا دین کسی پر قریب الوصول ہو یا اس کو
یا اس کو مال ملنے والا ہو بطریق ہبہ کے کذا فی الطحاوی تو حاکم اس کو عاجز نہ ٹھہراتے ہیں دن تک اس واسطے کہ یہ مدت ہے کہ اظہار عذرات کے
واسطے مقرر کی گئی ہے م چنانچہ تین دن خیار کی مدت ہے اور مرد کی جہلت دینے کی مدت اور مدعا علیہ کی جہلت دینے کی مدت دفع دعویٰ کے واسطے
والا عجزہ الحاكم فی الحال اور اگر مال قریب الوصول نہ ہو تو حاکم مکاتب کو فی الحال عاجز ٹھہراوے و قسما بطلب مولاه او فسخ مولاه برضاہ اور حاکم بعد
تعبیر کے کتابت کو فسخ کر دے اس کے مولیٰ کی خواہش سے یا اس کا مولیٰ فسخ کرے مکاتب کی رضامندی سے م فسخ کو تعبیر کے بعد اس واسطے ذکر

کیا کہ مجرد عجز سے کتابت منسوخ نہیں ہوتی بدون نسخ کرنے کے ولو كانت المكتبة فاسدة فالملک له ارفع بغیر رضاہ اور اگر کتابت فاسد ہو تو مولیٰ کو نسخ کتابت کا اختیار ہے بدون رضامندی مکاتب کے ہم بلکہ مولیٰ پر در صورت فساد کتابت نسخ واجب ہے گناہ مٹانے کے واسطے و ملک المکاتب فسحاً مطلقاً فی الجائزۃ والفاسدة وان لم یرض المولیٰ اور مکاتب نسخ کتابت کا مالک ہے ہر طرح کتابت جائزہ میں اور فاسدہ میں بھی اگر یہ مولیٰ راضی نہ ہو و عاودۃ تبخیمہا اور اس کی غلامی پھر آوے گی دونوں کے نسخ کرنے سے یعنی جیسے قبل کتابت غلام تھا ویسا ہی پھر مملوک ہوگا تبصرہ فرقہ و مافی یدہ لمولاه اور جو مال کہ اس کے پاس ہوگا وہ مولیٰ کا مملوک ہے اگر یہ خیرات ہو اور مولیٰ غنی ہو قبول صحیح کذا فی المطحطادی والمکاتب اذ مات ولہ مال کفی بالبدل لم تنسخ وتودی کتابتہ من مالہ اور اگر مکاتب مرجائے اور اس کا اتنا مال ہو جو بدل کے واسطے کفایت کرے تو کتابت نسخ نہ ہوگی اور بدل کتابت اس کے مال سے ادا کیا جائے گا م بعد موت کے بقائے کتابت اور ادائے بدل کتابت سے فائدہ یہ ہے کہ ہنگام کتابت کے فرزند اس کے آزاد ہوں اور اگر مال ادائے کتابت سے بچے تو وہ اس کے وارث ہوں وحکم بعقبتہ فی آخر جز من اجزاء حیاتہ اور حکم ہوگا اس کی آزادی کا اس کے اجزائے حیات میں سے اخیر جز میں ہم یہ مذہب ہے جمہور کا اور بعضوں کے نزدیک بعد موت کے آزاد ہوگا کما یکم بعقبتہ اولاد المولودین فی کتابتہ لا قبلہا چنانچہ حکم ہوگا اس کی اولاد کی آزادی کا وہ اولاد جو اس کی کتابت کے زمانے میں پیدا ہوئی نہ ان کا جو قبل کتابت کے پیدا ہوئے ہم اس کلام سے معلوم ہوا کہ جن اصول و فروع کو مکاتب نے حال کتابت میں خرید کیا وہ آزاد نہ ہوں گے حالانکہ ان کی آزادی کا بھی حکم ہوگا تو یوں کہنا حق تھا کما یکم بعقبتہ من دخل فی کتابتہ یعنی چنانچہ ان شخصوں کی آزادی کا حکم ہوگا جو داخل ہو گئے اس کی کتابت میں کذا فی الجلبی والباقی من مالہ میراث لو شترتہ اور جو مکاتب مذکور کے مال میں سے ادائے بدل کتابت سے باقی رہے گا وہ اس کے وارثوں کی میراث ہے ہم یعنی اگر قرب والے ہوں مکاتب کے تو وہ اس کے مال کے وارث ہوں گے اور ان میں سے کوئی نہ ہو تو مال باقی مولیٰ کو رہے گا بطریق ارث کے کذا فی المحوی لولم یرک المالا ترک ولد اولد فی کتابتہ ولا وفاق بعقبت کتابتہ وسعی الابن فی کتابتہ ابیہ علی نجومہ المقسطہ اور اگر مکاتب مرگیا اور کچھ مال نہ چھوڑ گیا اور ایک اس نے وہ بیٹا چھوڑا جو زمان کتابت میں پیدا ہوا اور ادائے کتابت کے واسطے کچھ مال نہیں تو مکاتب کی کتابت باقی رہے گی اور بیٹا اپنے باپ کی کتابت میں کوشش کرے بموجب اس کے اقتضا معینہ کے فاذا ادی حکم بعقبتہ ابیہ قبل موتہ وبعقبتہ تبعاً پھر جب اس کا بیٹا بدل کتابت ادا کرے گا تو اس سے باپ کی آزادی قبل از موت پر حکم ہوگا اور بیٹے کی آزادی پر حکم ہوگا باپ کی تبعیت سے ولو ترک ولدا شترتہ فی کتابتہ ادی البدل حالا اور مالی حالہ رقیقا و سویا بینہما اور اگر مکاتب نے وہ بیٹا چھوڑا جس کو اس نے اپنی کتابت کی حالت میں مولیٰ لیا تھا تو وہ بیٹا بدل کتابت کو فی الحال ادا کرے یا اگر فی الحال نہ ادا کر سکے تو اپنی غلامی کی حالت کی طرف پھیرا جائے یعنی جس طرح کہ غلام تھا ویسا ہی غلام بن رہے گا نہ وہ آزاد ہوگا نہ اس کا باپ اور صاحبین نے دونوں بیٹوں کو برابر کہا ہے یعنی جو بیٹا کہ کتابت میں پیدا ہوا اور جو کہ خرید ہوا دونوں حکم میں برابر ہیں یعنی بموجب اقتساط کے بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہوں گے واما الابوان فیردان للرق کلمات وقالوا ان ادیا حالا اعتقاد الا لا اور مکاتب مذکور کے ماں باپ کا تو یہ حال ہے کہ مجرد موت مکاتب کے مملوک کی طرف پھیرے جائیں گے اور صاحبین نے کہا کہ اگر دونوں فی الحال بدل کتابت کو ادا کریں گے تو آزاد ہوں گے اور نہیں تو آزاد نہ ہوں گے ہم شرح مجمع اور شریعہ الیہ میں مصرح ہے کہ صاحبین کے نزدیک اصول مکاتب کے فروع کے مانند ہیں ادائے بدل کتابت میں بموجب اقتساط معینہ کے تو نظر کرنا چاہیے کہ شارح نے یہ کلام کہاں سے لیا یعنی تفریق بین الاصول والفروع کذا فی الجلبی اشتری المکاتب اثبہ فمات عن وفاء ورثہ ابنہ لموتہ حرام عن ابن حرکام مکاتب نے اپنا بیٹا خرید کیا پھر وہ مرگیا اتنا مال چھوڑ کر کہ ادائے بدل کے واسطے کافی ہے تو اس کا بیٹا اس کا وارث ہوگا اس واسطے کہ مکاتب آزاد ہو کر مرگیا اپنے آزاد بیٹے کو چھوڑ کر چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی بدل کتابت ادا ہوا تو آخر حیات میں مکاتب آزاد ٹھہرے گا اور اس کے ساتھ اسی وقت اس کا بیٹا آزاد ہوگا تو دونوں آزاد ہوئے تو معلوم ہو گیا کہ باپ آزاد مرا آزاد بیٹا چھوڑ کر کذا فی الزلیعی وکذا یرید لوکان ہوا ی المکاتب واثبہ الکبیر کتابتہ واحدة لصیرورتہا شخص واحد ضرورة اتحاد العقد و داسی طرح مکاتب کا بیٹا اس کا وارث ہوگا اگر مکاتب اور اس کا بالغ بیٹا مکاتب ہوں ایک کتابت سے سبب ہو جائے دونوں کے ایک شخص کے مانند اتحاد عقد کی ضرورت کی جہت سے ہم بالغ کی قید لگانا خلاف صریح

غیر کے مخالف ہے حیرت قات (او کو تب ہو و ابنہ صغیر او کبیر امیرہ) کذا فی الجملی طحاوی نے کہا یوں جواب ہو سکتا ہے کہ کبیر کی قید اس واسطے لگائی کہ مبادا کوئی توہم کرے کہ بالغ بسبب اپنے بلوغ کے مستقل ہو کتابت میں فان ترک المکاتب ولدا من حرمۃ ای مقننہ و ترک دینا یکنی تبدلہا فجنی الولد فقضی بہ بما جنی علی عاقلۃ ائمہ ضروریۃ ان الاب لم یقتض بعد لم یکن ذلک القضا تعجیر الاب یہ لعدم المناقاة پھر اگر مکاتب نے ولد چھوڑا حرمہ سے یعنی مقننہ سے اور مکاتب نے لوگوں پر اتنا دین چھوڑا جو بدل کتابت کے واسطے کافی ہے پھر ولد سے قتل خطا واقع ہوا سو قاضی نے بموجب جنایت اس کی ماں کی برادری پر دیت کا حکم کیا اس ضرورت سے کہ اس کا باپ بمنور آزاد نہیں ہوا عدم ادائے بدل کتابت سے تو یہ قاضی کا حکم کرنا اس کے باپ کو عاجز ٹھہرانا نہیں ہے لعلبت عدم مناقاة یعنی حکم مذکور کتابت کے منافی نہیں کہ حکم تعجیر ہو مکاتب کا حکم حرمہ کی تفسیر مقننہ اس واسطے کہ حرمہ اصلی کے ولد پر کسی شخص کا دلالت نہیں اور جنایت سے جنایت خطا مراد ہے اس واسطے کہ جنایت عمد میں برادری پر دیت نہیں کذا فی الطحاوی ولار جوع اور جوع نہیں یعنی ماں کی برادری باپ کے مولیٰ سے دیت کو جوع نہیں کر سکتی اس واسطے کہ جب انھوں نے دیت دی تھی تو ان کے واسطے حق ولغات تھا اور باپ کے مولیٰ کو تو حق ولات مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد ثابت ہو گا قید بالذین لان فی الیمن لایستاقی القضا، بالالحاق بالام لامکان الوفا فی الحال مصنف نے دین کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر مکاتب کا مترکہ عین ہو گا تو ماں کی طرف ولد کے الحاق کا حکم نہیں اصل ہوتا بسبب ملن ہونے اور لے بدل کتابت کے فی الحال ولو قضی بہ بالولاء لقوم ائمہ بعد صورتہم مع قوم الاب فی ولانہ فہو القضا بہا ذکر تعجیر لان فی فصل مجتہد فیہ اور اگر قاضی نے اس کی ماں کی قوم کے واسطے دلالت کا حکم کیا ان کی خصوصیت کرنے کے بعد باپ کی قوم کے ساتھ اس کی ولایت ہو حکم مذکور عاجز ٹھہرانا ہے کتاب کا اس واسطے کہ قضا امر مختلف فیہ میں واقع ہوئی م یعنی جب کہ بیٹا مر گیا مکاتب مذکور کی موت کے بعد چھوڑا ہو باپ کی قوم اور ماں کی قوم کے درمیان اس کی میراث میں سو قاضی نے ماں کی قوم کے واسطے ولایت یعنی میراث کا حکم دیا تو یہ قضا کتابت کا نسخ کرنا ہے اس واسطے کہ خصوصیت واقع ہوئی بقا اور عدم بقا کے کتابت میں اور میراث کسی قوم کے واسطے ثابت نہ ہوگی بدون اس کے یعنی اگر کتابت باقی ہو کر بدل کتابت ادا ہو گا اور باپ آزاد چھوڑا ہو گا تو ولد کی میراث باپ کی قوم کے واسطے ثابت ہوگی اور اگر کتابت باقی نہ رہے گی تو میراث ماں کی قوم کے واسطے ہوگی اور صحابہ کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض صحابہ کا یہ مذہب ہے کہ جب مکاتب مرجعے بدل کتابت چھوڑ کر تو وہ غلام مر گیا نہ آزاد ہو کر اور بعض صحابہ کا یہ مذہب ہے کہ مکاتب مذکور آزاد مر گیا پھر جب قاضی نے میراث کا حکم ماں کی قوم کے واسطے کیا تو فصل مجتہد فیہ میں قضا واقع ہوئی اور مختلف فیہ میں قاضی کا حکم بالاتفاق نافذ ہو جاتا ہے تو یہ قضا تعجیر مکاتب ٹھہری کذا فی الطحاوی مختصرا وطاب لسیدہ وان لم یکن مصرفا للصدقۃ ما دای الیہ من الصدقات فجعز لتبذل الملک واصلہ حدیث بریۃ ہی ملک صدقۃ ولنا بدیۃ اور جو صدقات کا مال مکاتب کو دیا گیا اور مکاتب عاجز ہو گیا اور اسے بدل کتابت سے تو وہ مال مکاتب کے مولیٰ کو حلال ہے اگرچہ مولیٰ خیرات کا مصرف نہ ہو بسبب بدل جانے ملک کے اور اصل اس کی بریہ کی یہ حدیث ہے کہ صدقۃ تیرے واسطے تو صدقہ ہے اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے مگر یہی تبدیل ملک تب لی عین کے مانند ہے تو گویا وہ اور چیز ہو گئی اور اسی کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریہ کی حدیث میں اشارہ کیا کہ صدقہ بریہ کے واسطے صدقہ ہے اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے یا اس وقت فرمایا جب کہ بریہ نے صدقہ کی چیز حضرت کو ہدیہ دی تھی اور بریہ اس وقت میں مکاتب تھیں کذا فی الزیلعی تارای بذایہ سے نہ بلکہ وہ حرمہ تھیں کذا فی الطحاوی کما فی وارث شخص فقیرات عن صدقۃ اخذنا واثرہ الفنی چنانچہ اس شخص فقیر کے وارث میں جو مر گیا صدقہ چھوڑ کر تو اس صدقہ کو اس کا مال دار وارث لے گا یعنی ہر چند صدقہ مال دار پر حرام ہے لیکن جب کہ صدقہ کا مودث فقیر اول ملک ہوا پھر اس کے بعد اس کا وارث غنی ملک ہو بطریق میراث کے تو وہ صدقہ غنی کے حق میں حلال ہو گیا تبدیل ملک کے سبب سے ولما فی ابن سبیل اخذنا ثم وصل الی مالہ وہی فی یہ ای الزکوۃ او چنانچہ اس مسافر میں جس نے زکوۃ کا مال لیا پھر مسافر پہنچ گیا اپنے مال کے پاس اور حالانکہ مال زکوۃ اس کے قبضہ میں ہے تو وہ اس کو حلال ہے اس واسطے کہ جب سلا یعنی ثابت کیا جائے وہ اور اس کا بیٹا چھوڑا ہو یا بڑا ایک عقیدہ ۱۲ و تبدیل ملک علت مالست پس اگر غنی یا ماشی را مال زکوۃ از فقر بطریق ہدیہ یا میراث برسد طلال ست ۱۳

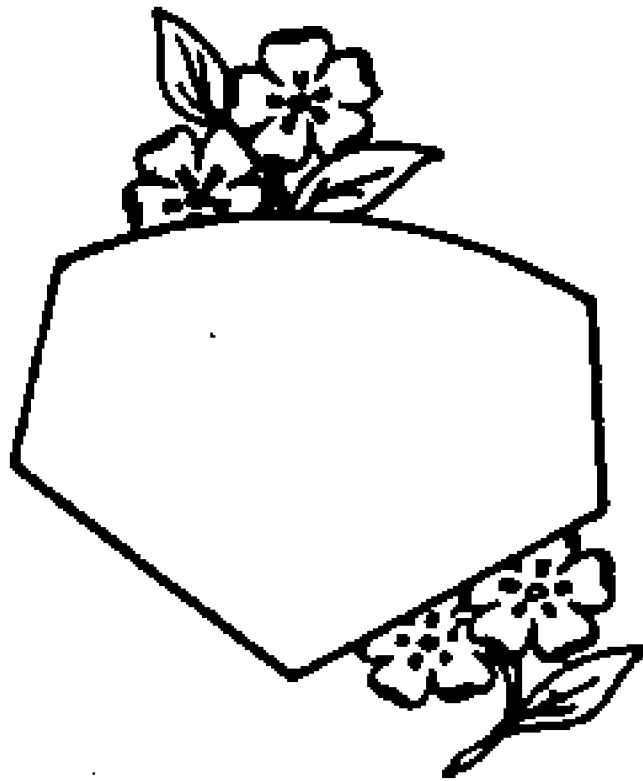
اس نے لیا تھا وہ محتاج تھا کفیر استغنی ہی فی یدہ فانہا تطیب لہ اور اس محتاج کے مانند جو زکوٰۃ لے کر غنی ہو گیا اور حالانکہ زکوٰۃ اس کے پاس سے تو زکوٰۃ اس کو حلال ہے مگر اس واسطے کہ غنی پر ابتداءً اخذ زکوٰۃ حرام ہے کیونکہ اس میں ذلت ہے تو اس کو لینا جائز نہیں بلا ضرورت اور یہاں ضرورت پائی گئی پھر حرام اس نے محتاج کی حالت میں لیا تو بعد اس کے نہیں مگر استدامت تو حلال ہو گا کذا فی الزیلعی معلوم ہوا کہ پہلے دونوں مسئلوں میں تبدل ملک علت کی علت سے اور پچھلے دونوں میں تبدل حال علت سے بخلاف فقیر اباح لغنی اور ہاشمی عین زکوٰۃ اخذ لا یحل لان الملک لم تبدل برضات اس محتاج کے جس نے غنی یا ہاشمی کو عین مال زکوٰۃ جس کو فقیر نے لیا تھا مباح کر دیا تو غنی یا ہاشمی کو حلال نہیں اس واسطے کہ ملک تبدل نہیں ہو گئی مگر اس واسطے کہ اباحت سے مباح کرنے والے کی ملک زائل نہیں ہو جاتی تو مباح لہ اس کو تناول کرتا ہے بیچ کی ملک یرقان جنی عبد و کاتبہ سیدہ جاہلا بجنایۃ او جنی مکاتیب لم یقض بہ باجی جمعہ زان شہر لمولی دفع العبد و فدی لزوال المانع بالعجز پھر اگر غلام نے کسی کو قتل کیا اور اس کے مالک نے اس کو مکاتیب کیا نادانستہ اس کی جنایت سے مکاتیب نے کسی کو قتل کیا سو اس کی جنایت پر ہنوز کچھ حکم نہ ہوا پھر وہ بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو اگر مولیٰ چاہے اولیاء مقتول کو غلام دے یا فدیہ دے بسبب زوال مانع کے عاجز ہو جانے سے یعنی مانع دفع کتابت تھی سو عاجز ہونے سے زائل ہو گئی تو اب مالک کو دفع اور فدیہ میں اختیار ہے وان قضی بہ علیہ حال نوۃ مکاتیب عجز ذریعہ فیہ لانتقال حق من رقبۃ الی قیمتہ بالقضاء اور اگر جنایت کا حکم ہو گیا اس پر حالت کتابت میں پھر وہ عاجز ہو گیا اداے بدل کتابت سے تو بیجا بائے لگ اس میں اس واسطے کہ حق اس کی گردن سے اس کی قیمت کی طرف منتقل ہو گیا قضاء کے سبب سے بشرطیکہ قیمت اقل ہو دیت سے کذا فی الجملۃ عن النبیۃ قید بالعجز لان جنایات المکاتیب علیہ فی کسبہ و لیزمہ الاقل من قیمتہ ومن الارش مصنف نے عجز مکاتیب کی قید لگائی کہ مکاتیب کی جنایات خود مکاتیب پر ہوتی ہیں اس کے کسب میں اور لازم ہوتا ہے اس پر جو حکم تہے قیمت میں سے اور دیت میں سے یعنی اگر قیمت کم ترے دیت سے تو قیمت کا دینا اس پر لازم ہو گا اور اگر دیت کم ترے قیمت سے تو دیت کا دینا لازم ہو گا وان تکررت قبل القضاء و علی قیمتہ واحدة و لویعدہ فقیم اور اگر قبل از قضائے قاضی مکاتیب سے جنہا جنایت کی واقع ہوئی تو اس پر ایک ہی قیمت واجب ہوگی اور اگر بعد قضا جنہا جنایت واقع ہوئی تو چند قیمتیں اس پر لازم ہوں گی مگر یعنی اگر مکاتیب نے ایک شخص کو قتل کیا پھر دوسرے کو پتھر سے قتل از قضا ئے قاضی تو ایک ہی قیمت اس پر واجب ہوگی اور اگر مکاتیب سے ایک بار جنایت خطا واقع ہوئی اور قاضی کا حکم ہو گیا موجب جنایت پر تو وہ سچی کرے قیمت میں اگر وہ کم تر ہو دیت سے پھر بعد اس کے اگر جنایت ثانیہ واقع ہوگی تو اس پر قیمت ثانیہ لازم ہوگی اور علی ہذا القیاس قیمت متعدد ہوئی تعدد جنایت سے ولو اقر بجنایۃ خطا لزمہ فی کسبہ بعد الحکم بہا اور اگر مکاتیب نے اپنی جنایت خطا کا اقرار کیا تو اس پر قیمت لازم ہوگی اس کے کسب میں بعد اس کے کہ موجب جنایت پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو ولو لم یحکم علیہ حتی یحضر بطلت اور اگر قاضی کا حکم اس پر نہ ہوا ہو یہاں تک کہ وہ عاجز ہو گیا بدل کتابت سے تو جنایت باطل ہے کذا فی الدرر عن القاعدة مگر یعنی در حق مولیٰ جنایت باطل ہے اور اس کا مواخذہ اور مطالبہ ہو گا آزاد ہونے کے بعد امام کے نزدیک خلاصہ لیساجین کہ فی الحال مطالبہ ہو گا کذا فی الطحاوی وان مات السید لم تنفسخ الکتابۃ کالتدبیر و امومیۃ الولد و کاجل الدین اذ مات الطالب اور اگر مولیٰ مر گیا تو کتابت نسخ نہیں ہو جاتی جیسے تدبیر اور ام ولد ہونا باطل نہیں ہوتا اور چنانچہ دین کی مدت باطل نہیں ہوتی جب کہ طالب دین مر جائے ولو یومی المال الی وراثۃ علی نحو مہ کاجل الدین اور ادا کیا جائے مال کتابت کا مولیٰ کی موت کے بعد اس کے وارثوں کو اس کی قسطوں کے موافق دین کی مدت کے مانند یعنی اگر وارث کثیر ہو تو اس کو مال دیا جائے اور اگر صغیر ہو تو اس کے وصی کو دیا جائے کذا فی القہستانی بخلاف موت المطلوب لخراب ذمۃ برضات موت مطلوب کے بسبب مٹ جانے اس کے ذمہ کے مگر یعنی اگر دیون مر جائے تو مدت باطل ہوگی اس واسطے کہ اس کا ذمہ خراب ہو گیا اور دین ترک کر کے کی طرف منتقل ہوا اور ترک عین ہے نزد دین کذا فی الزیلعی ہذا اذا کثر دہن و صح ولو فی مرضہ لا یصح تا جیلہ الامن الثلث یعنی اداے مال اقساط سابقہ کے بموجب اس وقت سے جب کہ مولیٰ نے اس کو نبھایا کیا ہو اپنی صحت کی حالت میں اور اگر اس نے بیماری میں مکاتیب کیا ہو تو اس کا مدت ٹھہرانا باطل ہے مگر ثلث مبرکہ سے یعنی بدل کتابت کے و ثلث فی الحال ادا

کرنے اور ایک ثلث اقطاع معینہ کے موافق کذا فی الشرع والیہ والی حرر وہاں کمال الورثۃ فی مجلس واحد متفق محانا استحضارنا و جعل اہل اقتضاء اور اگر وارثوں نے یعنی تمام وارثوں نے مکاتب کو آزاد کر دیا ایک ہی مجلس میں تو وہ مفت آزاد ہو جائے گا استحضار کی راہ سے اور آزاد کرنا ابراہیم قرار دیا جائے گا بطریق اقتضاء کے ہم قیاس یہ ہے کہ مکاتب آزاد نہ ہو وارثوں کے آزاد کرنے سے اس واسطے کہ آزاد وہ کرتا ہے تو مالک ہو اور حالانکہ وارث مکاتب کے مالک نہیں اس واسطے کہ مکاتب مملوک نہیں ہوتا کسی سبب ملک سے تو میراث سے بھی مملوک نہیں ہوتا وجہ استحضار یہ ہے کہ اعتقاد ابراہیم قرار دیا جائے بدل کتابت سے اس واسطے کہ بدل کتابت وارثوں کا حق ہے اور میراث اس میں جاری ہے تو اعتقاد بدل کتابت کا معات کر دینا ہو گیا بطریق اقتضاء کے یا حصول بدل کتابت کا اقرار ہو گیا الی کی طرف سے تو مکاتب بری الذمہ ہوا تو آزاد ہو گیا کذا فی الطحاوی فان حرره بعضہم فی مجلس والاخر فی آخر لم ینفذ عتقہ علی الصبح لانہ لم یملک پھر اگر مکاتب کو بعض ورثہ نے ایک مجلس میں آزاد کیا اور دوسرے وارث نے دوسری مجلس میں آزاد کیا تو اس کا عتق نافذ نہ ہو گا بزمہ صبح اس واسطے کہ وارث اس کا مالک نہیں دلو بجز بعد موت المولیٰ عاوردہ اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا اہلے بدل کتابت سے بعد موت مولیٰ کے تو اس کی غلامی پھر اوسے کی یعنی جیسا غلام مملوک قبل کتابت کے تھا ویسا ہی ہو جائے گا مکاتب تحتہ امۃ طلقاً تنفیتین فلکما لا یحل لہ ان یطاعا حتی ینکح زوجا غیرہ مکاتب کے بچے کسی کی لونڈی ہے بطریق نکاح کے اس کو اس نے دوبار طلاق دی پھر مکاتب اس کا مالک ہوا تو اس کا و طی کرنا حلال نہیں یہاں تک کہ وہ لونڈی سوائے اس کے اور شوہر سے نکاح کرے و کذا الحق کا تقریر فی محلہ اور یہی حکم ہے آزاد کا چنانچہ ثابت ہو چکا ہے اپنے مقام میں مہ یعنی اگر آزاد لونڈی منکوحہ کو و طلاق دے پھر اس کو خرید کرے تو وہ حلال نہیں تا فیکہ اس کے سوائے اور شوہر سے نکاح نہ کرے اور مکاتب کے مانند تن اور مدبرام طرد کا بیٹا اور غلام ساعی ہے اس واسطے کہ عدد طلاقات میں عورت کا اعتدال ہے نہ مرد کا یعنی اگر عورت لونڈی ہو تو دوبار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہو جاتی ہے خواہ اس کا شوہر غلام ہو خواہ آزاد اور اگر عورت آزاد ہو تو تین بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوتی ہے خواہ شوہر غلام ہو یا آزاد کا تبا بعد اکتاہۃ واحدة ای بعقد واحد و عجز المکاتب لا یعجزہ القاضی حتی یجتمع لہا کواحد بخلاف الورثۃ فان القاضی یعجزہ بطلب احدہما حتی دو مالکوں نے غلام کی ایک کتابت کی یعنی دونوں نے غلام کو مکاتب بعقد واحد کیا اور مکاتب عاجز ہوا تو قاضی اس کو عاجز نہ ٹھہرا دے تا وقتیکہ دونوں مالک ملیں اس واسطے کہ دونوں ایک شخص کے مانند ہیں برخلاف وارثوں کے اس واسطے کہ قاضی غلام کو عاجز ٹھہرا دے گا ایک وارث کی طلب سے کذا فی المجتبیٰ و فیہ کتاب عبد یرثہ قحجۃ احدہما فردہ المولیٰ فی الرق ادا القاضی ولم یعلم بکتابۃ الآخر لم یصح خان غاب ہذا المردود وجاہ الاخرم عجز فلیس لا آخر ردہ فی الرق اور مجتبیٰ میں سے کہ ایک مالک نے اپنے دو غلاموں کو مکاتب کیا ایک بار یعنی بعقد واحد پھر ایک عاجز ہو گیا سو مولیٰ نے اس کو پھر غلام کر لیا یا قاضی نے اور حالانکہ قاضی کو دوسرے غلام کی کتابت معلوم نہیں تو یہ غلام کہ لینا درست نہ ہو گا پھر اگر یہ غلام مردود یعنی جو مکاتب ہونے کے بعد پھر عبدیت کی طرف پھر ایک ہے غائب ہوا اور دوسرا غلام مکاتب آیا پھر وہ بھی عاجز ہو گیا ادا لے بدل کتابت سے تو دوسرے کو اس کا پھر دینا غلامی میں جائز نہیں م عالمگیر میں محیط سے یوں منقول ہے کہ جب دوسرا مکاتب آیا اور مولیٰ نے اس سے ایک قسطیا دو قسطیں سہی کر دئی پھر وہ عجز ہوا سو مولیٰ یا قاضی نے چاہا کہ اس کو غلامی کی طرف پھیرے تو جائز نہیں کذا فی الطحاوی فسرع مسائل لمحۃ شارح کا اختلاف المولیٰ والمکاتب فی قدر البدل قال قول ملکات عندنا مولیٰ اور مکاتب نے اختلاف کیا بدل کتابت کی مقدار میں تو قول مکاتب ہی کا مقبول ہے صحیفہ کے نزدیک اس واسطے کہ وہ منکر بدلیت اور نافی ضمان ہے اپنی ذات پر سے ولا یجس المکاتب فی دین مولاہ فی الکتابۃ و فیما سوی دین الکتابۃ قولان سراجیۃ اور مجہوس نہ ہو گا مکاتب اپنے مولیٰ کے دین میں جو دین کہ حال کتابت میں مکاتب پر لازم ہو اور ما سوی دین کتابت میں دو قول ہیں جس اور عدم مجلس میں کذا فی السراجیۃ م سواہ دین کتابت جیسے دین استہلاک یا وہ دین جو اس نے اپنے مولیٰ سے لیا تھا قبل از کتابت جب کہ وہ ماذون فی التجارۃ تھا یا قرض لیا تھا یا اس پر فن معین تھا قلت و فی عتاق الوہبانیۃ ۵ و فی غیر جنس الحق بحسب سیدنا ۶ مکاتبہ و البعد فیما یخبر فی کتابوں اور وہبانیہ

کی کتاب العتاق میں یہ ہے اور غیر جس حق میں مکاتیب اپنے مالک کو جس کرے گا اور غلام قبول اور عدم قبول کتابت میں مختار ہے ہم اس پریت میں تین مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مولیٰ مسلط ہو امکاتیب کے اس مال پر جو بدل کتابت کی غیر جنس یعنی مثلاً بدل کتابت درہم میں اور مولیٰ نے مکاتیب کا گھوڑا یا تھان چھین لیا تو مکاتیب کو مولیٰ سے مطالبہ جائز ہے اور حاکم مولیٰ کو جس کرے گا دوسرا مسئلہ یہ ہے بطریق مفہوم کے کہ اگر جنس بدل کتابت سے مال ہو اور مولیٰ اس کو بے بدل کتابت میں بجا کرے تو مکاتیب مطالبہ نہیں کر سکتا تیسرا مسئلہ ہے کہ قبول کتابت اور نسخ کتابت میں غلام کو اختیار ہے اگرچہ مولیٰ راضی نہ ہو کذا فی شرح الوہبانۃ ص ۵۰ ولا اولاد النخلین حرراۃ لمولیٰ ابیہم لیس لہم معرکہ اولاد زوجین معتقین کی میراث ان کے باپ کے مولیٰ کی ہے ماں کے مولیٰ کو اس میں دخل نہیں ہم ہر چند اولاد مذکور کی ماں اور باپ دونوں کو ولادت حاصل ہے لیکن باپ اصل ہے میراث میں نسب کے مانند لہذا باپ کے مولیٰ میراث اولاد کی پادیں گے نہ مولیٰ ماں کے ص ۵۰ قونی و ماویٰ غلامیت بن من الولد یبع و انی تسعی و تحضر مکاتیب مرگیا اور اس نے بدل ادا نہیں کیا تو مکاتیب کی اس ام ولد کو جس کا بیٹا مر گیا بیچ ڈال بدل کتابت کے ادا کرنے کے واسطے اور ولد زہد کی ماں تسعی کرے اور بدل کتابت کو حاضر کرے قسط بندی کے موافق ای وان لم یکن معا ولد بیعت وان کان استسمیت علی نجومہ صغیرا کان ولدا او کبیرا وعندہما تسعی مطلقا یعنی اگر ام ولد مکاتیب کے ساتھ ولد نہ ہو تو ام ولد بیچی جائے اور اگر ہو تو ام ولد سے تسعی کروائی جائے مکاتیب کی قسطوں پر ولد صغیر ہو یا کبیر اور صاحبین کے نزدیک ام ولد تسعی کرے مطلقا خواہ ولد زندہ ہو یا مردہ واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم:

۱۰ قول قونی وغیرہ وصغیرہ وکتاب غلامیت ای قام ولد المکاتیب الذی قدمات ولدا قولہ من الولد باسکان اللہم تعلق الحمدوت مفتہ لمیت قولہ بے لاجل المکاتیب قولہ انی بالجرح عطا علی بیت ای اذا کان معا ولد حی ولد فی کتابہ ادا شترہا معا تسعی علی نجوم المکاتیب قولہ تحضر من احضرای تحضر الخوم اتی کانت علی المکاتیب والصغیر فی تسعی و تحفر لام الولد کذا فی شرح الوہبانۃ بمعبر

۳۳ منہ ۱۰ ۱۰ ۱۰ ۱۰ ۱۰



کتاب الولاء

یہ کتاب ہے دلائل کے احکام میں ہم کتاب الولاء کو مصنف کتاب المکاتب کے بعد اس واسطے لایا کہ ولادہ وال ملک رقبہ کے آثار سے ہے کذا فی المنہج مولفہ النفق والمجہ
 مشتق من الولی و هو القرب واللفظ عربی بمعنی نصرت اور محبت کے مشتق ہے ولی بفتح واو سکون لام سے اور ولی عبارت ہے قرب اور نزدیکی سے م
 اور قرب ولادہ مصطلح میں حاصل ہے اس واسطے کہ ولادہ کا حکم یعنی ارث قریب ہے اور حاصل ہو جاتی ہے بلا فصل جب کہ اس کی شرط پائی جائے و شرعاً عبارت
 عن التناصر لولاء العتاقۃ او لولاء الموالاة زیلعی اور شرع میں ولادہ عبارت ہے باہم کی مدد گاری سے بسبب ولادہ عتاق یا بسبب ولادہ موالاة کے کذا فی الت
 ہم ناصر عتاق سے حاصل ہوتا ہے ولہذا معتق کی طرف سے اس کا مولی دیت دیتا ہے ملا علی قاری نے ولادہ شرعی عبارت اس قرابت سے رکھی ہے جو قر
 نبی کے بعد ہے جس قرابت سے مولی غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور اس کے نکاح کرنے اور اس پر نماز پڑھنے کی ولایت اس کو حاصل ہوتی ہے انتہی
 اور یہ تعریف بہتر ہے مصنف کی تعریف سے اس واسطے کہ ناصر ولادہ کے آثار سے ہے اور اسی کی طرف شارح کا آئینہ قول بل قرابۃ حکمیۃ راجع ہے کذا
 فی الطحاوی ومن آثارہ الارث والعقل ودلایۃ الانکاح وبہذا علم ان الولاء لیس نفس المیراث بل قرابۃ حکمیۃ تصلح سبباً للارث اور ولادہ کے آثار سے ہے ارث
 اور ویت اور نکاح کر دینے کی ولایت مولی کے واسطے اور مصنف کے اس کلام سے معلوم ہو گیا کہ ولادہ نفس میراث نہیں ہے بلکہ ولادہ قرابت حکمی ہے جو میراث
 کے سبب ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے مگر یہ تعریف سے مدد الشریعہ کی طرف کہ انھوں نے ولادہ کی تفسیر میراث کی ہے تہستانی نے اس کا جواب دیا کہ تفسیر
 بالحکم ہے اور تفسیر بالحکم عزیر الوجود نہیں و سببہ ان علی ملکہ لا الاعتاق لان بالاستیلاء وارث القرب حاصل اعتق بلا عتاق اور ولادہ کا سبب آئاد ہو جانا ہے مولی
 کی ملک پرنہ فقط آزاد کرنا سبب ہے ولادہ اس لیے کہ استیلاء یعنی جاریہ کے ام ولد کرنے سے اور قرابت دار کے وارث ہونے سے آزادی حاصل ہو جاتی
 ہے بدون آزاد کرنے کے مگر ام ولد آزاد ہو جاتی ہے مولی کی موت کے بعد بدون آزاد کرنے کے اور قرابت دار بجز میراث کے آزاد ہو جاتا ہے بلا عتاق
 تو صحیح قول یہی ہے کہ سبب ولادہ اعتق علی ملک المولی ہے نہ اعتاق فقط و اما حدیث الولاء لمن اعتق فبحری علی الغالب اور یہ حدیث کہ ولادہ کے واسطے سے جو آزاد
 کرے سو جاری ہے غالب حال پر ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی اگر فقط اعتاق سبب ولادہ کا نہ ہوتا تو میراث وغیرہ حدیث مذکور میں آزاد کرنے والے
 کو مخصوص نہ ہوتی شارح نے جواب دیا کہ یہ خصوصیت نہ بابر اکثریت کے ہے منعت ای حصل لاعتق باعتاق ولومن و مہ او بفرع لہ لکتابۃ و تدبیر و استیلاء
 او ملک قریب فولاء لیسیدہ جو شخص کہ آزاد ہوا یعنی اس کو آزادی حاصل ہوئی ملک کے آزاد کر دینے سے اگر چہ اعتاق ملک کے وصی سے صادر ہوا ہو
 یا آزادی حاصل ہوئی ہو اعتاق کی فرع سے چنانچہ کتابت اور تدبیر اور استیلاء سے یا آزادی حاصل ہوئی ہو قرابت دار کے ملک ہونے سے تو اس آزاد ہو جانے
 والے کی ولادہ اس کے ملک کے واسطے ہے مگر اعتاق وصی کی صورت یہ ہے کہ وصی نے وصی کو اپنے غلام کے اعتاق کی وصیت کی سو وصی نے وصی کی موت کے
 بعد اس کو آزاد کر دیا تو اس کی ولادہ وصی کی ہے اس واسطے کہ وصی کا فعل موصی کی طرف منتقل ہے کذا فی الطحاوی یہاں اعتراض وارد ہے کہ تدبیر اور استیلاء سے

کس طرح مالک کو دلا جائے ہوگی حالانکہ ام ولد اور مدبر تو مولیٰ کی موت کے بعد آزاد ہو تے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ صورت اس کی یہ ہے کہ مولیٰ مرتد ہو گیا اور
 مالک الحرب میں جا ملا تو اس کے مدبر اور ام ولد کا عتق کا حکم ہوگا پھر مولیٰ مسلمان ہو کر آیا سو اس کے ام ولد اور مدبر مر گئی تو اب دونوں کی ولا مولیٰ کو حاصل ہوگی اور
 بہتر جواب یہ ہے کہ یوں کہیے کہ مراد یہ ہے کہ عصبہ مولیٰ کے واسطے مدبر اور ام ولد کی ولایت کا ثابت ہونا تو اسی سبب سے ہے کہ ثبوت ولا مولیٰ کے واسطے ہو چکا
 ہے اس واسطے کہ ولایت کا مستحق اول دی ہے کیونکہ سبب عتق اسی سے تو صادر ہوا ہے پھر ولا مولیٰ کی طرف سے اس کے عصبہ کو پہنچتی ہے کذا فی الدرر ولو الامرة
 او ذميا او يتاحی تغذ وصایاہ و تقضی دیونہ منہ ولا مالک کا حق ہے اگرچہ مالک غوث ہو یا ذمی یا میت تو مالک میت کی وصیتیں نافذ ہوں گی غلام آزاد کے مال سے
 اور مالک کے دیون اس سے ادا کیے جاویں گے مگر حق ولا مولیٰ کا ہے اگرچہ عتق کفارہ قتل اور کفارہ افکار اور کفارہ ظہار سے یا عتق نذر اور ایمان وغیرہ واجبات سے
 ہو گا تا فی شرح الحموی ولو شرط عدمه لم یلحق للشرع فی بطل ولا حق مولیٰ کا ہے اگرچہ عدم ولا مولیٰ شرط ہو گیا ہو بسبب مخالفت ہونے اس شرط کے شرع شریف
 سے تو شرط باطل ہوگی ومن اعتق امته والجال ان زوجا قن النیر فولدت لاقل من نصف حول مذمت لا یتقل ولا لالحمل الموجود عند العتق عن مولی الام ابدا
 اصبا نے اپنی لونڈی آزاد کی اور حالانکہ اس کا شوہر غیر کا غلام ہے پھر وہ جنی نصف سال سے کم مدت میں جب سے کہ وہ آزاد ہوئی تو جو حمل کہ موجود تھا آزاد کرنے
 کے وقت اس کا ولا منتقل نہ ہوگا اس کی ماں کے مولیٰ سے کبھی یعنی اگرچہ اس کا باپ بعد اس کے آزاد بھی ہو مگر جب لونڈی آزادی کے بعد چھ مہینے سے کم مدت
 میں جنی تو با یقین معلوم ہو گیا کہ وقت عتق کے حمل موجود تھا تو جب لونڈی آزادی ہوئی تو اس کا حمل بھی آزاد ہو گیا اس واسطے کہ حمل اس کا جز تھا اور اعتاق واقع ہو
 اس کے تمام اجزا پر تو یہ بھی قصداً آزاد ہو گیا تو اس کا ولا آزاد کرنے والے سے منتقل نہ ہوگا وکذا لو ولدت ولیدین احدہما لاقل من ستۃ اشہر والاخر لا کثر منہ
 وینہما لاقل من نصف حول ضرورۃ کو نہ تو ان میں وہ اسی طرح مولیٰ ام سے انتقال ولا نہ ہوگا اگر بعد عتق کے لونڈی دو لڑکے جنی ایک لڑکا تو کم تر چھ مہینے سے جنی اور
 دو لڑکے کا زیادہ چھ مہینے سے اور حالانکہ مابین ولادت ولیدین نصف سال سے کم تر ہے اس واسطے کہ دونوں لڑکے تو ام بالضرور میں مہینہ لڑکا تو با یقین عتق
 کے وقت موجود تھا پھر جب دونوں تو ام پھر بے سبب عدم تحمل مدت حل کے تو دونوں کا علق ساتھ ہی ثابت ہوا تو دونوں کو اعتاق شامل ہو گیا بالضرور تو ولا
 عتق سے منتقل نہ ہوگا فاذا ولدت بعد عتقہا لا کثر من نصف حول فولدت لمولی الام ایضا لتغذ تبعیتہ لابل لرقہ پھر جب لونڈی اپنے آزاد ہونے کے بعد
 نصف سال سے اکثر مدت میں جنی تو اس کی بھی میراث مولیٰ ام کے واسطے ہے اس واسطے کہ تابع ہونا والد کا باپ سے متعذر ہے اس کے غلام ہونے کے سبب
 سے فان عتق القن و ہوا لابل قبل موت الولد لابلہ جہر ولا امہ الی موالیہ لزوال المانع پھر اگر وہ غلام جواب ہے آزاد ہو گیا قبل از موت ولد نہ بعد موت کے
 اپنے والد کی میراث اپنے مالکوں کی طرف کھینچ لاوے گا بسبب عدم ہوجانے مانع کے مگر یعنی جب چھ مہینے سے زیادہ مدت میں لڑکا پیدا ہو تو مالک کے مالکوں
 کا اعتاق ثابت نہ ہوا بسبب حادث ہونے ولد بعد اعتاق کے اور مسئلہ سابقہ میں جو ماں کی طرف لڑکا منسوب ہوا تھا تو باپ کی طرف بسبب اس کی غلامی کے
 نسبت نہ ہو سکتی تھی پھر جب اس کا باپ آزاد ہو گیا تو اس کی طرف نسبت ممکن ہوئی زوال مانع کے سبب سے اس واسطے کہ نسبت باپ کی ماں کی نسبت
 سے مقدم ہے کیونکہ ولا نسب کے مانند ہے اور نسب باپ کی طرف ہوتا ہے نہ ماں کی طرف اور اگر والد بعد موت ولد کے آزاد ہوگا تو میراث ولد کی والد
 کے موالی کی طرف منتقل نہ ہوگی اس واسطے کہ والدہ کے موالی مستحق ولا ہو چکے تھے اس کے مرنے کے وقت تو اب انتقال ولا نہ ہوگا کذا فی الخطوط وی مختصر لزا
 اذالمکن مقعدۃ یعنی تقيید ولادت کی نصف سال سے پہلے ابتداء اعتاق اس وقت ہے جب کہ لونڈی عدت میں نہ ہو فلو مقعدۃ فولدت لا کثر من نصف حول
 موافق ولد دون حلین من الفراق لا یتقل لمولی الاب سو اگر لونڈی عدت کے اندر ہو پھر جنی نصف سال سے اکثر مدت میں آزاد ہونے سے اور دو سال سے
 کم مدت میں فراق زوج سے تو انتقال میراث کا باپ کے مالکوں کی طرف نہ ہوگا بخلاف مولی موالاة اولم یکن لذلک وقیدا یعنی لان ولاد الموالاة لا یکن فی العرب
 نقۃ الساہم بخ مقعدۃ ولو لعربی فولدت منہ فولاہ ولدا لمولاہ اس غج نے جس کا ایک شخص مولیٰ ہے عقد موالاة کا یا اس کا ولیسا مولیٰ نہ ہونا کاح کیا اس نے مقعدہ

سے اگرچہ وہ عورت عربی کی لڑکی ہو سو معتقہ اس عجمی سے جتنی تو معتقہ کے ولد کی میراث اس کے مولیٰ کی عجمی کی قید اس واسطے لگائی کہ مولات کی میراث عرب میں نہیں ہوتی ان کے نسب کے قوی ہونے سے عجمی کے مولائے مولات ہونے کی صورت سے کہ شخص غیر عربی کا باپ کا فر تھا پھر وہ مسلمان ہوا سو اس نے معتقہ سے نکاح کیا پھر اس نے ایک مرد سے عقد مولات منعقد کی قولہ ولو لعربی صوابہ ولو لعجمی یعنی صواب یہ تھا کہ شارح یوں کہتا کہ اگرچہ معتقہ عجمی شخص کی ہو لڑکی سے نکاح کیا پھر اس نے ایک مرد سے عقد مولات منعقد کی قولہ ولو لعربی صوابہ ولو لعجمی یعنی صواب یہ تھا کہ شارح یوں کہتا کہ اگرچہ معتقہ عجمی شخص کی ہو اس واسطے کہ جب میراث عجمی مولیٰ کے واسطے ثابت ہوئی تو عربی مولیٰ کے واسطے بطریق ادنیٰ ثابت ہوئی کذا فی الطحاوی لقوة وللا، العقائد حتی اعتبار فیہ الکفاۃ قال فی العجم وللا الموالاة مولائے معتقہ کے واسطے اس واسطے میراث وللا کی ثابت ہوئی کہ وللائے عقائد قویٰ چیز سے میاں تک کہ اس میں کفایت یعنی ہم سری معتبر سے عجم اور وللائے مولات میں ہم یعنی لوگ تفاخر کرتے ہیں عقائد سے اور اس کو کفایت میں اعتبار کرتے ہیں تو وہ قبیح کا معنی کفو نہیں ہے شریف کے معتقہ کا اور عجم کے حق میں نسب ضعیف ہے اس واسطے کہ عجمیوں نے اپنے نسب ضائع کر ڈالے ولذا کفایت ان میں معتبر نہیں نسب کی راہ سے بلکہ اختیار عجم کا قبل از اس مراتب دنیاوی سے تھا اور بعد اسلام کے دین داری سے برخلاف اس صورت کے کہ ولد کا باپ عربی ہو اس واسطے کہ عرب کے نسب قویٰ ہیں معتبر ہیں حتیٰ نسب اور خون بہا دینے میں اس واسطے کہ عرب میں باہم مدد گاری نسب کے سبب سے ہے وللا مولات کی کچھ حاجت باقی نہ رہی کذا فی الطحاوی والمعتق مقدم علی الرد اور آزاد کرنے والا مولیٰ مقدم ہے رد میراث پر یعنی جب کہ عصباء نہ ہوں اور مرد و کباعتی ربی اصحاب الفروض کی میراث کے بعد تو بقدر حصص اصحاب الفروض کے پھر ان کو دیا جاتا ہے اور اگر آزاد کرنے والا ہو تو اصحاب الفروض پر رد میراث نہ ہوگی آزاد کرنے والا اس کو لے گا و مقدم علی ذوی الارحام اور آزاد کرنے والا مقدم ہے ذوی الارحام پر یعنی نانہالی وغیرہ رشتہ داروں پر مؤخر عن العصبۃ النسبیۃ لانه عصبۃ سببیۃ آزاد کرنے والا مؤخر ہے عتق کے عصباء نسبی سے اس واسطے کہ آزاد کرنے والا عصبۃ سببی ہے اور نسبی مقدم ہے عصبۃ سببی پر فان بات المولیٰ ثم المعتق وللا وارث نسبی فیہ اثر لا قرب عصبۃ المولیٰ و تحقیق فی بابہ سو اگر مولیٰ مرے پھر اس کے بعد غلام آزاد مرے اور غلام آزاد کا کوئی وارث نسبی نہ ہو تو میراث اس کے مولیٰ کی عصباء ذکر میں سے اس عصباء سے لے گی جو مولیٰ سے زیادہ ترقیب ہو اور اگے ہم اس کو محقق بیان کریں گے اس کے باب میں یعنی کتاب الفرائض میں میراث مذکور کی تفصیل تحقیق مذکور ہوگی لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن کما فی السحدیث المذكور فی الرد وغیرہ اور عورتوں کے واسطے وللا عتق میں کچھ حق نہیں مگر جس غلام یا لڑکی کو عورتیں خود آزاد کر سکیں تو ان کی ولایاویں گی چنانچہ اس حدیث میں یہ مصرع ہے جو رد وغیرہ میں مذکور ہے م لفظ حدیث یہ ہے کہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من فتنن کاتبین او کاتب من کاتبین او دہرن او دہرن او دہرن او دہرن ولا معتقین او معتقین قال یعنی وغیرہ ان حدیث منکلا اصل روایتی الجواب عنہ فی الفرائض علامہ عینی وغیرہ نے کہا کہ وہ حدیث منکر ہے کچھ اس کی اصل صحیح نہیں اور اس کا جواب کتاب الفرائض میں آئے گا م جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ حدیث شاذ ہے لیکن صحابہ کبار کلام سے موکد ہے تو ہنزہ حدیث مشہور کے ہو گئی علی رضی اور ابن مسعود اور زید بن ثابت عورتوں کو میراث نہ دیتے تھے مگر ان کو جن کو انھوں نے مکاتب یا آزاد کیا ثم فرع علی الاصل الذکور بقولہ فلموات المعتق ولم تترك الا انہ معتقہ فلاشی کہا اسی لایبہ المعتق ویوضع مالہ فی بیت المال پھر مصنف نے قائل مذکورہ پر یہ قول متفرع کیا کہ اگر غلام آزاد شدہ مر گیا اور اس نے کوئی وارث نہ چھوڑا سوائے اپنے آزاد کرنے والے کے بیٹی کے تو اس کے واسطے غلام کی کچھ میراث نہیں اس لیے کہ وہ حق مردوں کا ہے اور اس کا مال بیت المال میں رکھا جائے گا بذات ظاہر الروایۃ و ذکر الزیلعی معنی المناہیۃ ان نبیت المعتق ترث فی مالہ لفساد بیت المال و کذا ما فضل عن فرض اصد الزیلعی میرد علیہ و کذا مال یكون للابن او البنت رضا کذا فی فرائض الاشباہ واقرو المصنف وغیرہ یہی قول عدم میراث کا ظاہر الروایۃ میں ہے اور زلیلعی نے نہایت کی طرف منسوب کر کے کہا ہے کہ آزاد کرنے والے کی بیٹی ہمارے زمانہ میں وارثہ مولیٰ غلام آزاد کے مال بیت المال کے معنی حکام بیت المال کے اہل استحقاق کو نہیں دیتے اپنی شہوات میں صرف کرتے ہیں اور اسی طرح جو مال کہ فاضل باقی رہے روج یا زوج کے مال وہ اسی کو پھیر دیا جائے اور اسی طرح فرزند رضا یا دختر رضا علی کے واسطے مال ہوگا اور بیت المال میں نہ دیا جائے کذا فی فرائض الاشباہ او مصنف وغیرہ

نے اس قول کو ثابت رکھا ہے رو نہیں کیا واذنا ملک الذمی عبد او لمسلما واعتقه فولاءہ لہ لان الولاء کالنسب فیتوارثون بہ عند عدم الحاجب کالمسلمین فلو مسلما لا یرثہ ولا یعقل عنه وبہذا تفسد القول بان الولاء ہوا میراث حق الانتصاح اور جب کہ کافر ذمی غلام کا مالک ہوا اگرچہ غلام مسلمان ہوا اور وہ اس کو آزاد کرے تو اس غلام آزاد کی ولایت ذمی کے واسطے ہے اس واسطے کہ ولایت عتاق نسب کی مانند سبب ہے میراث کا تو اہل ذمہ ولایت جہت سے باہم وارث ہوتے ہیں مسلمانوں کے مانند جب کہ کوئی میراث کا حاجب نہ ہو تو اگر ذمی کا غلام مسلمان ہوا اور وہ اس کو آزاد کرے تو ذمی اس کی میراث پناوے گا اور نہ اس کی طرف سے دے گا اور اس قول سے یعنی ذمی مولیٰ کو ولایت حاصل ہوتی ہے نہ میراث اس قول کا فساد نہایت مرتبہ کے و خروج سے واضح ہو گیا کہ ولایت تو وہی میراث سے م یعنی جب ذمی کو ولایت عتیق مسلم ثابت ہوئی اور میراث اس کی حاصل نہ ہوئی تو صاف معلوم ہو گیا کہ ولایت میراث متحدہ الحقیقہ نہیں اور سابق مذکور ہو چکا کہ میراث ولایت کا حکم اور اثب ہے اور تعریف بالحکم جائز ہے ذمی مولیٰ اپنے عتیق مسلم کا اس واسطے وارث نہ ہو گا کہ ارث کی شرط حاصل نہیں یعنی اتحاد ملت وارث و مورث تو اگر ذمی مسلمان ہو جائے اور عتیق مسلم اس کے بعد مرے تو اس کو میراث اس کی ملے گی کذا فی الطحاوی ولو اعتق حربی فی دار الحرب عبداً حربیاً لا یتق بجمود اعتاقہ الا ان یخلی سبیلاً فاذا خلا عتق حینئذ ولایا لہ حتی لو خرجا الینا مسلمین لا یرثہ خلافاً للثانی اور اگر حربی نے دار الحرب میں حربی غلام آزاد کیا تو بجز اعتاق بلکہ تخلیہ کے وہ آزاد نہ ہو گا مگر یہ کہ حربی غلام مذکور کو غلی بالطبع کر دے پھر جب اس کو مطلق العنان کر دے یعنی اپنے قبض و تصرف میں نہ رکھے تو وہ اس وقت میں آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولایت اس کو ملے گی تو اگر حربی اور اس کا عتیق دونوں مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آویں گے تو حربی اس کا وارث نہ ہو گا برخلاف مذہب

ابو یوسف کہ ان کے نزدیک میراث پادے گا۔ وکان لہ ان یوالی من شاء لہ لا ولایا لاحد علیہ اور حربی کے غلام آزاد کو جائز ہے کہ جس سے چاہے عقد موالات منع کرے اس واسطے کہ کسی کی ولایت اس پر نہیں ہے جو عقد موالات دوسرے سے نہ کر سکے ولو دخل مسلم فی دار الحرب فاشتري عبداً ثم فاعقہ بالقول عتق بلا تخلیہ اور اگر مسلمان دار الحرب میں گیا سو اس نے وہاں غلام خرید کیا پھر اس کو زبانی بلا تخلیہ آزاد کیا یعنی دار الحرب میں تو وہ آزاد ہو جائے گا مگر یہ روایت شریانی کی اس روایت سے مخالف ہے کہ جب مسلمان غلام حربی کو دار الحرب میں آزاد کرے تو اس کو اس کی ولایت حاصل نہ ہو گی امام کے نزدیک کذا فی الطحاوی اور اس منافات کا یوں جواب ہو سکتا ہے کہ مصنف نے عتق ذکر کیا ہے نہ ولایت شریانی میں نفی ولایت مذکور ہے نہ نفی عتق کی اور سابق مذکور ہو چکا ہے کہ ولایت میراث متحدہ الحقیقہ نہیں واللہ اعلم ولو کان العبد مسلماً فاعقہ مسلماً او حربی فی دارالاسلام فولاءہ لہ ای المعقۃ اور اگر غلام مسلمان ہو سو اس کو مسلمان یا حربی دارالاسلام میں آزاد کرے تو اس کی ولایت اس کو ملے گی یعنی اس کے آزاد کرنے والے کو فروغ مسائل ملحقہ شارح کے ادعیاء ولایت و برہن کل انہ اعتقہ لیقضی بالولاء والیر لہما و شخصوں نے میت کی ولایت کا دعویٰ کیا اور شخص اس کے گواہ لایا کہ اسی نے اس کو آزاد کیا ہے تو دونوں بیعوں کے واسطے ولایت میراث کا حکم ہو گا بسبب عدم تزجیح المولیٰ لیتق الولاء اولاً حتی تنفذ منہ وصایاہ و نقضی منہ دیون مولیٰ آزاد کرنے والا مستحق ولایت ہوتا ہے عصبات سے پہلے تو عتیق کی میراث سے مولیٰ کی مصتبہ ناند مولیٰ اور اس کے دیون اس سے ادا کیے جاویں گے اگر عتیق کتابت یا تدبیر یا استیلاء سے ہو کذا فی الطحاوی الکفایۃ تعبر فی ولایت العتاقۃ فاعتق التاجر کفو لمعتق العطار دون البائع ممسری زوجین ولایت عتاق میں مجبر ہے تو آزاد غلام سوداگر کا برابر ہے غطر فروش کی آزاد لونڈی سے نہ دیانت کرنے والے کا غلام آزاد ہو تو اگر سوداگر کی معتقہ دباغ کے عتیق سے نکاح کرے تو اس کے مولیٰ کو فسخ نکاح کا اختیار ہے تا وقتیکہ ولادت یا حمل نہ ہوا ہو کذا فی الطحاوی امام اذا کانت حرۃ الاصل بمعنی عدم الرقی فی اصلہا فلا ولایتی ولہا حاجب کہ عورت حرہ اصل ہو یا بنی معنی کہ جس کی اصل میں لونڈی اور غلام نہ ہوا ہو تو اس کے فرزند پر ولایت نہیں ہے اگرچہ اس کا باپ غلام ہو اس واسطے کہ حریت اور رقییت میں لڑکا ماں کا تابع ہوتا ہے نہ باپ کا کذا فی الطحاوی ہم حرہ صلی فقہاء کے نزدیک دو معنوں میں مستغنی ہے ایک یہ کہ جس کی ذات پر رقی یعنی کسی کی ملک نہ جاری ہوئی ہو بلکہ وہ پیدا ہوا ہو معتقہ سے بعد گزرتے چھ مہینے کے نکاح اور عتق کے وقت سے یا اس شخص سے پیدا ہوا ہو جس کی اصل میں رقیق ہوا اور دوسرا یہ کہ جس کی اصل میں اصلاً رقیق نہ ہو کذا فی الدرر والاب اذا کان کذاک فلو عربہا ولا علیہ مطلقاً اور باپ

جب کہ اسی طرح کا حراصل ہو تو اگر وہ عربی ہے تو اس کے والد پر ولد نہیں مطلقاً یعنی نہ باپ کی قوم کے واسطے والد سے نہ ماں کی قوم کے واسطے ولو عجیلا ولا وارثاً علیہ لقوم الماب ویرث معتق الام وعتبہ خلافاً للثانی اور اگر باپ عجمی ہے تو اس پر ولد نہیں باپ کی قوم کو اور ولد کی میراث پاوے گا ماں کا آزاد کرنے والا اور اس کا عصبہ برخلاف مذہب ابو یوسف م ابو یوسف کے نزدیک بیٹا تابع ہے باپ کا دلائل چنانچہ شخص عربی میں تابع ہوتا ہے اس واسطے کہ نسب باپ کی طرف سے ہے اگرچہ نسب ضعیف ہو اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ دلالت ہوتی ہے نصرت کے سبب سے اور ولد کے واسطے نصرت نہیں عجمی باپ کی طرف سے اس واسطے کہ عرب سواجع میں تناصراً قائل سے نہیں ہے دریں ہے الناحی اصل اگر والدین حراصل ہوں یعنی مذکور تو والد پر ولد نہیں اور اگر دونوں معتق ہوں یا ان کی اصل میں معتق ہو تو والد باپ کی قوم کے واسطے ہے اور اگر ماں معتق ہو اور باپ حراصل یعنی مذکور تو اگر باپ عربی ہو تو ولد پر قوم مادر کی ولایت نہیں اور اگر باپ غیر عربی ہو تو قوم مادر کے واسطے ولا ہے امام اور محمد کے نزدیک نہ ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الطحاوی۔

فصل فی ولای الموالاة یہ فصل سے ولا، موالاة کے احکام میں م موالاة لغت میں یعنی متابعت ہے اور شرع میں چنانچہ اسمعیلی نے کافی حاکم کی شرح میں تصریح کی ہے کہ موالاة یہ ہے کہ مرد مسافر دوسرے شخص سے کہے کہ میری برادری نہیں اور نہ کوئی مددگار سو مجھ کو تو اپنی طرف ملے اور اپنی قوم کی طرف تا کہیں تیری جماعت میں گنا جاؤں سو تو میری مدد کیجو اور میرے اوپر سے نواب اور مصائب دو کیجو اور اگر میں مجاؤں تو میرے مال کا وارث سے تو دونوں شخصوں میں عقد موالاة منعقد ہوگی یعنی بشرط قبول شخص ثانی مصنف نے ولا، عتاق کو ولایت موالاة پر اس واسطے مقدم کیا کہ وہ قوی ہے قابل انتقال نہیں جمیع احوال میں بخلاف ولایت موالاة کہ وہ نقل پذیر ہے قبل از ادائے دیت اور ولایت عتاق بالاتفاق سبب میراث سے بخلاف ولایت موالاة کہ امام مالک اور شافعی کے نزدیک اس کا کچھ اعتبار نہیں والدلائل فی المطولات کذا فی الطحاوی اسل محل مکلف علی ید آخر و ولایہ اور والی غیرہ الشرط کونہ عجمی لا مسلماً علی مامر سجنی علی ان یرثہ اذ مات ولعقل عنہ اذا جنی صح هذا العقد اسلام قبول کیا ایک مرد مکلف نے دوسرے شخص کے ہاتھ پر اور اس کا تابع ہو لیا اس کے سوا اور شخص کا تابع ہوا اس شرط پر کہ متبوع اس کا وارث ہو جب کہ تابع مرے اور شخص متبوع اس کی طرف سے دیت دے جب کہ تابع سے قتل خطا صادر ہو تو یہ عقد موالاة صحیح ہے شارح نے کہا شرط موالاة کی عجمی ہونا ہے نہ مسلمان ہونا یا برہمن گذشتہ اور آگے پھر مذکور ہو گا م اسلام کی قید باعتبار غالب حال کے ہے شرط نہیں عاقل بالغ ہونے کی قید اس واسطے لگائی کہ عقد موالاة تصرف دائر ہے نفع اور ضرر میں اس واسطے کہ اس میں ایجاب میراث اور التزام دیت ہے تو وہ عقل اور بالغ ہونے کے صحیح نہ ہو گا مگر باذن اور عجمی کی قید اس واسطے لگائی کہ تناصراً عرب کا قبائل سے ہے تو عقد موالاة کی عرب کو کچھ حاجت نہیں کذا فی الدرر وعقلہ علیہ وارثہ اور دیت اسفل کی اعلیٰ پر ہے اور میراث اسفل کی اعلیٰ کے واسطے ہے وکذا لو شرط الارث من الجانبین اور اسی طرح عقد موالاة صحیح ہے اگر میراث دونوں جانبوں سے مشروط ہو یعنی اگر اسفل مرے تو اعلیٰ میراث اس کی مرے تو اسفل اس کی میراث لے م تو ارث من الجانبین اسی طرح اکثر کتب البی میں بلا خلاف مذکور ہے لیکن علامہ مقدسی نے ابن ضیاء سے نقل کیا ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور امام کے نزدیک ثانی مولیٰ ہو گا اول کا اور اول کی دلایا مل ہو جائے گی اس واسطے کہ تابع متبوع نہیں ہوتا اور نہ متبوع تابع والتعاظم کذا فی الطحاوی ولو والی صبی عاقل باذن امیہ او وصیہ صح لعدم المانع اور اگر عقد موالاة منعقد کرے صغیر عاقل اپنے باپ یا اس کے دھی کے اذن سے تو عقد صحیح ہے بسبب عدم مانع کے کما لو والی العبد باذن سیدہ آخر فانہ یصح وکیلون وکیلان سیدہ بعقد الموالاة جیسے کہ اگر غلام اپنے مالک کے اذن سے دوسرے شخص سے عقد موالاة منعقد کرے تو صحیح ہے اور غلام وکیل ٹھہرے گا اپنے مالک کی طرف سے عقد موالاة کا غلام وکیل ٹھہرے گا نہ اسیل اس واسطے کہ وہ میراث اور التزام مال کا اہل نہیں ہے بلکہ اہل کی جانب سے وکیل ہے و آخر ارثہ عن ارض ذی الرحم لضعفہ اور مولائے موالاة کی ارث نامہالی رشتہ دار سے موخر ہے اس کے ضعف کے سبب سے م اس واسطے کہ موالاة عاتقین کا عقد ہے تو ان کے غیر یہ وہ لازم نہ ہوگی اور نہ نامہالی رشتہ دار وارث شرعی سے تو عاتقین اس کے ابطال کے مالک نہیں ولہ انقل عنہ بحضر منہ الی غیرہ ان لم یعقل عنہ او عن ولده فان عاقل عنہ او عن ولده لا ینقل لتاکیہ اور عاتق اسفل کو عقد موالاة کا نقل کرنا عاتق اعلیٰ سے اس کے سامنے اس کے غیر کی طرف جائز نہ

کتاب الاکراہ

یہ کتاب ہے اکراہ یعنی جبر اور زبردستی کے احکام میں مولفہ محل الانسان علی شئ ذکرہ اکراہ لغت عرب میں عبارت ہے انسان کو برا ٹیگتہ کرنے سے اس چیز میں کو وہ ناپسند رکھتا ہو یعنی آدمی سے وہ کام کرانا جو اس کو برا لگتا ہے خواہ کراہت طبعی ہو یا شرعی و شرعاً فعل یوجد من المکرہ فیحدث فی المحل معنی یصیر بہ مدفوعاً الی الفعل الذی طلب منه اور شرع میں اکراہ زبردستی کرنے والے کے ایسے فعل خواہ دھمکانے کو کہتے ہیں جو طرف ثانی کے دل میں وہ اثر پیدا کرے کہ جس فعل کو اول شخص اس سے چاہے اس کو بنا چاری کرنا پڑے م فعل اول شامل ہے فعل حقیقی اور حکمی کو اور عام ہے قول کو بھی چنانچہ زبانی دھمکی فعل حکمی کی یہ صورت مذکور ہے قہستانی میں کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کے قتل کا امر کیا اور اس کو کسی چیز سے تهدید نہ کی اگر مامور جانتا ہے دلالت حال سے کہ اگر اس کو قتل نہ کرے گا تو آمر اس کو مار ڈالے گا یا اس کا کوئی عضو کاٹے گا تو یہ بھی اکراہ ہے اور محل سے مراد مکرہ بالفقہ ہے یعنی جس پر اکراہ واقع ہوا اور معنی سے مراد خوف ہے کہ ذاتی الطوطا دی در سر میں سے کہ اکراہ شرعی غیر سے فعل کر دانا بواسطہ اس تهدید کے جو رضائے غیر کو نیست و نابود کر دے نہ اس کے اختیار کو لیکن تهدید کا ہے اختیار کو ناسد کر دیتی ہے اور گائے نہیں الحاصل عدم رضا مقبر ہے اکراہ کی سب صورتوں میں اور اصل اختیار ثابت ہے سب صورتوں میں لیکن بعض صورت میں اختیار ناسد ہو جاتا ہے اور بعض صورت میں ناسد نہیں ہوتا انتہی اور تحقیق اس کی شرح و قیام میں یوں مذکور ہے کہ رضا کے مقابلہ میں کراہت ہے اور اختیار کے مقابلہ میں جبر ہے جس اور ضرب کے اکراہ میں بلا شک کراہت موجود ہے تو رضا معدوم ہے لیکن اختیار ثابت ہے مع وصف السلامة اس واسطے کہ اختیار ناسد ہو جاتا ہے بمقابلہ تلف نفس یا تلف عضو کے تو جس امر میں جان یا عضو کی ہلاکی ہے تو امتناع اس سے جمیع حیوانات کی مید الفی ہے کیا تو قتل دیکھتا کہ قوت ماسکہ انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کس طرح روک رکھتی ہے اوچھے مکان کے گرنے اور آگ میں گھسنے سے در صورت گمان تلف تو اس سے باز رہنا اگر چہ اختیاری ہے لیکن ظاہر کا اختیار ہے جو جبر سے قریب ہے اسی طرح تلف جان یا عضو کے وقت اختیار امتناع ہے لیکن اختیار ناسد ہے اس واسطے کہ انسان اس پر مخلوق ہے اس راہ سے کہ طبیعت اس پر مجبور ہے باوجود اس کے اہلیت خطاب شرع باقی ہے اکراہ ملجی اور غیر ملجی میں بواسطہ تحقق عقل اور طبع کے دہو نوعان تام و ہوا ملجی تلف النفس او عضو او ضرب سرج والا ناقص و ہوا غیر ملجی اور اکراہ دو قسم ہے کامل اور ناقص اکراہ کامل اور وہ اکراہ ملجی ہے یعنی جو مامور کو مضطر کر دے جان یا عضو کے تلف ہو جانے سے یا نہایت سخت مار سے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ناقص ہے اور وہی اکراہ غیر ملجی ہے م ضرب شد سے مراد وہ ضرب ہے جو موجب ہو تلف نفس یا عضو کی چنانچہ بدائع میں ہے ولہذا التقانی نے کہا کہ اکراہ ملجی چنانچہ ڈرانا قتل نفس اور قطع عضو اور ضرب شد متوالی سے جس سے تلف ہونے کا خوف ہوا وغیر ملجی چنانچہ ڈرانا مجبوس کرنے اور بیڑیاں پاؤں میں ڈالنے اور ضرب لیسیر سے کذا فی الطوطاوی و شرط اربعۃ **لہذا المکرہ علی القیاع** مابعد و بہ سلطانا و لصا او نحوہ و اکراہ کی شرطیں چار چیزیں ہیں ایک شرط قادی ہونا اکراہ کرنے والے کا اس چیز کے واقع کرنے پر جس سے اس نے تهدید اور تحریف کی ہے خواہ مکرہ پار شاہ ہو یا چور ڈاکو یا مائداس کے اور شخص جابر م مانند اس کے زوج ہے اپنی زوجہ کے حق میں اور

صغیر غیر محکم مسلط سے اور مجنون مسلط سے اکراہ ممکن ہے تو اگر مجنون مذکور ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروائے تلف نفس کی تحویل سے تو قاتل پر قصاص نہیں اور بدیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم نہ ہوگا اگر اس کا وارث ہو اور بدیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحاوی والثانی خوف المکرہ بالفتح ایقاعہ ای ایقاعہ بحدیث فی الحال بقلبة فله یصیر لمجا اور دوسری شرط خوف ہے کرہ بالفتح کا یعنی جس پر اکراہ اور زبردستی ہوئی وہ اپنے ظن غالب سے ڈرتا ہو تب بدیدہ والی چیز واقع کرنے سے فی الحال تاکہ اس گمان سے وہ مضطرب اور مضطرب ٹھہر جائے م اور اگر ظن غالب ہو اس کے نہ واقع کرنے کا یا اکراہ کرنے والا والا سے مل گیا تو اکراہ ثابت نہ ہوگا والثالث کون الشی المکرہ بہ متلفا نفسا وعضوا او موجبا غایعدم الرضی اور تیسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کے سبب سے اکراہ ہو وہ چیز جان یا حسن کی تلف کرنے والی ہو یا موجب ہولیسے غم اور اندوہ کی جو رضامندی کو نیست و نابود کرے م شرح وقایہ میں ہے کہ اکراہ دو قسم ہے ایک یہ کہ رضامندی کو تلف کر دے اور یہ اکراہ جس یا ضرب سے ہوتا ہے اور اکراہ ثانی مفسد اختیار ہے وہ قتل اور قطع عضو کے خوف سے ہوتا ہے تو فوت رضامندی فساد اختیار سے عام ہے تو جس یا ضرب میں رضامندی فوت ہے لیکن اختیار صحیح باقی ہے اور قتل میں رضامندی نہیں لیکن اس کو اختیار غیر صحیح ہے بلکہ اختیار فاسد ہے انتہی اور موجب غم کا ہے جس ہوتا ہے اور گنا سے ضرب اور اکراہ میں مقدار جس سے غم سے تریح حاصل ہو اور ضرب کی مقدار یہ ہے جس سے درد شدید پیدا ہو اور اس میں ایسی کوئی حد نہیں جس سے کمی اور زیادتی نہ ہو سکے اس واسطے کہ ضرب مقدار پر رائے سے معتنع ہے بلکہ یہ حاکم کی تجویز پر مفوض ہے کیونکہ مختلف باختلاف اشخاص ہے کذا فی الطحاوی عن الزیلعی وذا ادنی مراتبہ وبتختلف باختلاف الاشخاص فان الاثر ان یغیون بکلام حسن والارذال وبالاغیون الا بالاضرب المبرح ابن کمال اور یہ یعنی موجب غم کم تر مرتبہ ہے اکراہ کا اور وہ مختلف باختلاف اشخاص ہے اس واسطے کہ اثرات تو غلغلے ہو جائے ہی سخت بات سے اور کہنے اکثر آزرده نہیں ہوتے مگر ضرب شدید سے کذا ذکرہ ابن کمال والرابع کون المکرہ متمنعا اکراہ علیہ قبلہ اما الحقہ کبیع مالہ او الحق شخص آخر کلمات الایفر الحق الشرع کشر الخ والزنا اور ان کی چوتھی شرط معتنع ہونا مکرہ بالفتح کا بل از اکراہ ان فعل سے جس کے واسطے اس پر زبردستی ہوئی یعنی اگر اس پر اکراہ نہ ہوتا تو وہ فعل نہ کرتا یا تو اپنے حق کے سبب سے نہ کرتا چنانچہ اپنا مال بیچنا یا دوسرے شخص کے حق کے سبب سے چنانچہ غیر کمال تلف کرنا یا حق شرع کی حجت سے نہ کرتا ہے چنانچہ شراب خوری اور زنا کاری م ایسے ال کہنے میں اکراہ غیر ملحق ہے اور اکتان مال غیر اور شراب خوری میں اکراہ ملحق ہے فلو اکراہ لقتل او ضرب شدید متلف لا بسوطا و سوطین الاعلی الذاکر والعلین بزارۃ تو اگر ایک شخص پر اکراہ ہو بسبب قتل اور ضرب شدید متلف کے نہ ایک دو کوڑے کی ضرب کہ وہ تلف کرنے والی نہیں مگر آلات ناسل اور آنکھ پر البتہ متلف ہے کذا فی البرازہ م زیلعی سے مذکور ہو چکا کہ ضرب شدید حاکم کی رائے پر مفوض ہے اس کی کچھ حدیں نہیں اور تصرفات مذکورہ تن کی اکراہ غیر ملحق ہے ہوتی ہیں اور ضرب متلف تو اکراہ ملحق ہیں داخل ہے کذا فی الطحاوی یعنی شارح کو ضرب شدید میں متلف کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہ تھی اور جس اوقید مدیدین بخلاف جس یوم اوقیدہ او ضرب غیر شدید الا الذیجاہ دریا اکراہ ہوا جس دراز یا قید طویل سے برخلاف جس یک روزہ یا قید یک روزہ یا ضرب خفیف کے کہ وہ اکراہ نہیں ہے مگر عزت دار کے حق میں البتہ اکراہ ہے کذا فی الدرر م قید سے مراد بیڑیاں پاؤں میں ڈالنا ہے نہ جس چنانچہ مشہور ہے عوام میں حتی باع او اشتري او اقرا او اخرج م عقد یعنی اگر ایک شخص پر قید قتل یا ضرب شدید یا جس مدید یا قید طویل سے اکراہ ہو یا یہاں تک کہ اس نے اپنا مال بیچا یا خرید کیا یا کسی کے حق کا اقرار کیا یا جاہ کیا تو وہ شخص عقود مذکورہ کو فسخ کر دے بعد ذوال اکراہ م عقود مذکورہ سے مراد وہ عقود ہیں جو قابل فسخ ہیں چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور صلح اور ابراء دیون اور کفیل اور ہبہ کذا فی الدرر ولا یبطل حق الفسخ بموت اصحابہ او حق فسخ کا باطل نہیں ہوتا جاہریا مجبور کی موت سے م یعنی کرہ بالفتح کا وارث اپنے مورث کا قائم مقام ہوگا فسخ میں اور کرہ بالکسر کا وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہوگا یعنی اس کے ترکہ سے رجوع ہوگا ولا بموت المشتري ولا بالزیادة المنفصلة اور نہ حق فسخ باطل ہوگا فسخی کی موت سے اور نہ زیادت منفصلہ سے م زیادت منفصلہ چنانچہ پچھ اور پھل تو زیادت مقصد سے بطریق اولی فسخ باطل نہ ہوگا ولفظ بالتقدي اور زیادت منفصلہ کا

تاوان لازم ہوگا مشتری پاس کی نقدی کرنے سے قسحیٰ نہ یستردوان تداولۃ الایدی اور آگے آوے گا کہ بیع پھر لیا جاوے گا اگرچہ درست بدست چند بار اس کی بیع ہوگئی ہو اور امضی لان الاکراہ الملکی دیغیر ملکی بعد مان الرضی والرضی شرط الصحتہ العقد وکذا الصحتہ الاقرار فلذا صار له حق الفسخ والامضاء یا مکرمہ بالفتح چاہے تو عقد مذکورہ جائز اور ثابت رکھے اس واسطے کہ اکراہ ملکی رضامندی کو نیست اذالہ کر دیتے ہیں اور حالانکہ رضامندی ان عقود کی صحت کی شرط ہے اور اسی طرح اقرار صحیح ہونے کے واسطے رضامندی شرط ہے تو اسی واسطے اس کا حق ہو گیا فسخ کر ڈالنے اور جاری رکھنے میں ثم ان تک العقد نافذة عندنا پھر دیانت کرنا چاہیے کہ یہ عقود مذکورہ نافذ ہیں ہم خفیوں کے نزدیک م مراد یہ ہے کہ مکرمہ بالفتح کی عقود محتمل الفسخ اگرچہ فاسد ہیں مگر قابل نفاذ مفید ملک میں مالک کے ثابت رکھنے سے ناقد سے لازم مراد نہیں کیونکہ مکرمہ فسخ اور امضایں مختار ہوتے ہیں اور قسحیٰ کا یہ قول کہ عقود مکرمہ باطل نہیں منافی فساد عقود نہیں اور صاحب ایضاح کے اس قول کا کہ عقود مذکورہ نافذ ہیں مطلب یہ ہے کہ مفید ملک میں امضائے مالک سے اور اگر یوں تاویل نہ کیجیے تو یہ کہ ہو کہ باوجود انعدام شرط صحت کے عقود مذکورہ صحیح ہو جاویں دوسری مذکورہ ہے کہ تصرفات قولیہ مکرمہ کے منعقد ہو جاتے ہیں بیع فاسد کے مانند اور فتاویٰ عالمگیری کی بھی عبارت فساد عقود مذکورہ کے مفید ہے لایہ البتہ ہے کہ اور عقود فاسدہ سے یہ عقود مخالف ہیں چند احکام میں کذا فی الخطاوی مختصراً تبصر و حینئذ یملک المشتري ان قبض فیصح اعتناہ اور اس وقت میں یعنی جب کہ ہم نے عقود مذکورہ پر نفاذ کامل کیا تو مشتری مالک ہوگا اگر اس پر قبضہ کرے تو مشتری کو غلام بیع کا آزاد کرنا صحیح ہے وکذا کل تصرف لا یکن نقضه او اعتاق کے مانند ہر ایک وہ تصرف سے جس کا نقض ممکن نہیں م چنانچہ تدبیر اور استیلا اور طلاق کذا فی القسحانی ولزم قیمة وقت الاتفاق ولو معسر ازادی لا تلافی لبعده فاسد او مشتری کو قیمت اس کی جو اعتاق کے وقت ہوگی لازم ہوگی اگرچہ مشتری مفلس ہو کذا فی الزادی بسبب تلف کرنے مشتری کے عقد فاسد سے فان قبض ثمنه او سلم البیوع طوعاً قیداً لئلا یزید فی نفقہ یعنی لازم لامر ان عقود الملک نافذة عندنا و المعلق علی الرضی والاجارة لزوم لانفاذه اذ اللزوم امر واد النفاذ کا مستحقہ ابن کمال پھر جس پر اکراہ ہوگا اگر خن اس کا خوشی سے لے یا بیع کو رضی سے مشتری کو تسلیم کرے تو بیع نافذ ہوگی یعنی لازم اس واسطے کہ گزر گیا کہ مکرمہ بالفتح کی عقود ہمارے نزدیک نافذ ہیں اور اس کی رضامندی اور اجازت پر لزوم عقد معلق ہے نہ اس کا نافذ ہونا اس واسطے کہ لزوم نفاذ کے سوا امر ہے چنانچہ ابن کمال نے ایضاح میں اس کو تحقیق کے ساتھ بیان کیا ہے م بعد قبض افسد بیع لزوم ہوگی یعنی فاسد منقلب بہ صحیح ہو کہ لازم ہو جاوے گی اس طرح کہ اب اس کو فسخ کا اختیار باقی نہ رہے گا اور شارع نے جو نفاذ عقود کا گے مذکور کیا اس کی تاویل بھی مذکور ہو چکی اور ابن کمال نے شرح طحاوی سے نقل کیا ہے کہ عقود مذکورہ نافذ ہیں مگر اس کو اختیار ہے فسخ کر ڈالنے کا نارضامندی کے سبب سے انتہی ظاہر نفاذ سے مراد افادہ ملک سے نہ یہ کہ عقود صحیح ہیں اس واسطے کہ خود ابن کمال نے تصریح کی ہے کہ تمامی بیع کی اس کے منقلب ہو جانے سے صحیح ہو کہ بائع کی رضا اور اجازت پر موقوف ہے تو اس کا ثمن قبض کرنا اور بیع تسلیم کر دینا پلٹ کر بیع کو صحیح کر دیتا ہے اس واسطے کہ قبض اور تسلیم رضا اور اجازت پر دلالت کرتا ہے اور بحر الرائق میں کتاب البیوع کے اندر شروط صحت بیع کے نزدیک مصرح ہے کہ من جملة شروط صحت رضامندی ہے تو مکرمہ بالفتح کی بیع اور شر فاسدہ ہے اور منار اور اس کی شرح میں مذکور ہے کہ مکرمہ کی بیع فاسدہ ہے یعنی فاسد منعقد ہوتی ہے عدم رضا کے سبب سے جو نفاذ کی شرط ہے کذا فی الخطاوی مختصراً قلت والضابط ان لا یصح مع المنزل نفعه فاسد انه الباطل میں کتاب مول اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عقد کہ صحیح نہیں بنرل اور یہودی سے چنانچہ بیع اور شر اور اجابہ تو وہ اکراہ سے فاسد منعقد ہوتی ہے تو مالک کو اس کا باطل کر دینا جائز ہے وما یصح یصح فیضمن الحامل کما یصحی اور جو عقد کہ بنرل اور یہودی سے صحیح ہے چنانچہ عتق اور تدبیر اور طلاق وہ اکراہ سے بھی صحیح ہے تو تاوان لے مالک حال یعنی اکراہ کرنے والے سے چنانچہ اس کا ذکر عنقریب آوے گا وان قبض الثمن مکرراً لا یزیم اور اگر مالک نے خن اکراہ سے قبض کیا تو بیع لازم نہ ہوگی ورمہ ولم یضمن ان ملک الثمن لانه امانة ودر ان بقی فی یدہ لفساده او ثمن کو پھر دے اگر اس کے پاس باقی ہو کیونکہ عقد فاسد ہو گیا اور تاوان نہ دے گا اگر ثمن تلف ہو گیا ہو اس واسطے کہ وہ امانت سے کذا فی الدرر م امانت اس واسطے تھا کہ اس نے مشتری کی اجازت سے لیا تھا لای سبیل التملک تو تاوان اس پر لازم نہ ہوگا لکنہ بخلاف البیوع الفاسد فی اربع صور لیکن بیع مکرمہ مخالف ہے بیع فاسد کے چار صورتوں میں بخود بالاجازة

القولیة والفعلیة پہلی صورت یہ ہے کہ بیع مکروہ جائز ہو جاتی ہے اجازت قولی اور فعلی سے برصلاف ادبیع فاسد کے کہ وہ اجازت سے منقلب یصح نہیں ہوتی والکنانہ ینقض تصرف المشتري منه وان تداولته الايدي او ردوہی صورت یہ ہے کہ مشتری کا تصرف اس سے توڑا جاتا ہے اگرچہ دست بدست چند بار اس کی بیع ہوگی ہو برصلاف اور بیوع فاسدہ کے اس واسطے کہ اور بیوع فاسدہ میں حق شرع کی جہت سے فساد ہے اور بیع مکروہ میں حق البعد کی جہت سے فساد ہے اور حق البعد حق البعد پر مقدم ہے کیونکہ بعد حاجت مند ہے اور حق تعالیٰ غنی کذا فی الطحاوی والثالث تعین القیمۃ وقت الاعتاق دون وقت القبض اور تیسری صورت یہ ہے کہ بیع مکروہ میں وقت اعتاق کی قیمت معتبر ہے نہ قبض کے وقت بخلاف اور بیوع فاسدہ کے کہ ان میں وقت قبض کے قیمت معتبر ہے نہ وقت اعتاق کے والرباع الثمن والمثل امانۃ فی ید المکرہ لخذہ باون المشتري فلا تعد بخلافہا فی الفاسد بزازیۃ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ ثمن اور مثل یعنی بیع امانت ہے مکروہ بالفتح کے ہاتھ میں بسبب لینے ثمن کے مشتری کے اذن سے یا بسبب لینے مبیع کے بائع کے اذن سے تو بدوہ تعدی کے تاوان نہیں برصلاف ان دونوں ثمن اور ثمن کے بیع فاسد میں کہ امانت نہیں ہوتے کذا فی البرزازیۃ م ثمن اور بیع اس وقت امانت ہے جب کہ بائع پر ثمن لینے کا کراہ ہوا اور مشتری پر مبیع لینے کا امر السلطان الکراہ وان لم یؤعدہ پادشاہ کا امر الکراہ ہے اگرچہ اس نے قتل یا جس کی دعیاد و تہدید نہ کی ہو م فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ پادشاہ نے ایک مرد سے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھایا اس سو رک گوشت کھا اور نہیں تو میں تجھ کو قتل کروں گا تو اس کو کھانا جائز ہے بلکہ فرض ہے جب کہ اس کو گمان غالب ہو کہ اگر نہ کھاؤں تو مقتول ہوں گا پھر اگر اس نے نہ کھایا اور قتل ہوا تو گنہگار ہوگا ظاہر الروایۃ میں اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ وہ گنہگار ہوگا اور اپنے خون میں ماخوذ ہوگا لیکن اگر حالت ضرورت کی اباحت سے جاہل ہوگا اور نہ کھانے سے مقتول ہوگا تو امید ہے کہ ماخوذ نہ ہوگا اور اگر مباح ہونے کا عالم ہوگا تو ماخوذ ہوگا اور اگر اس کو یہ ظن غالب ہو کہ پادشاہ اس کو نہ کھانے سے قتل نہ کرے گا خوش طبعی سے تہدید قتل کی کرتا ہے تو اس کو کھانا درست نہیں اور اگر پادشاہ ایک مرد پر الکراہ کرے کہ وہ اپنا ہاتھ کاٹ ڈالے تو اس کو ہاتھ کاٹنا جائز ہے اگر وہ چاہے اور اگر پادشاہ نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر نہیں تو تجھ کو قتل کروں گا تو اس کو اپنا قتل کرنا جائز نہیں انتہی مختصر اور ملحق اور اس کی شرح میں ہے اور الکراہ تہدید قتل ہوا اس پر کہ پہاڑ پر سے گر پڑے یا آگ میں گھس جائے یا اور ہلک چیز پر تو اس کو اختیار ہے امام کے نزدیک چاہے اقدام کرے چاہے صبر کرے اور صاحبین نے کہا کہ اس پر صبر لازم ہے کذا فی الطحاوی مخصا و امر غرہ لان لم یعلم الما مور بدلالة الحال انه لو لم یقتل امرہ یقتلہ او یقطع یدہ او یضربہ ضربا ینحیث علی نفسه او تلف عضوہ منیۃ لغی و بفتی اور پادشاہ کے سوا اور کسی کا امر الکراہ نہیں بشرطیکہ مامور دلالت حال سے نہ جانتا ہو کہ اگر اس کا کہنا نہ کرے گا تو وہ اس کو قتل کرے گا یا اس کا ہاتھ کاٹ ڈالے گا یا اس کو اس طرح مارے گا جس سے اس کی جان یا عضو کے تلف ہونے کا خوف ہوگا کذا فی منیۃ المفتی اور اسی قول کا فتویٰ ہے وفی البرزازیۃ الردج سلطان زودہ فیتحقق منه الکراہ اور بزازیۃ میں ہے کہ شوہر پادشاہ ہے اپنی زوجہ کا تو اس سے الکراہ ثابت ہے م تہدید زوج اس صورت میں الکراہ ہے جب کہ وہ قادر ہو اس کے کرنے پر اور یہ دو روایتوں میں سے ایک روایت ہے امام سے کذا فی الطحاوی الکراہ المحرم علی قتل صید فابی حتی قتل کان ماجورا عند اللہ تعالیٰ اشباہ احرام باندھنے والے پر الکراہ ہوا شکار کئے مارنے کا سوا اس نے انکار کیا یہاں تک کہ وہ مار لیا تو وہ نواب پادے کا حق تعالیٰ کے نزدیک کذا فی الاشباہ ہم پھر اگر محرم شکار مارے گا تو قیاس میں اس پر کچھ نہیں اور استحسان میں قاتل پر کفارہ سے اس کے آم پر اور اگر آم اور مامور دونوں محرم ہوں تو دونوں پر کفارہ ہے کذا فی الطحاوی ولو الکراہ البائع علی البیع لا المشتري و ملک المبیع فی یدہ ضمن قیمتہ للبائع بقبضہ یعقد فاسد اور اگر بائع کے بیچنے پر الکراہ ہوا نہ مشتری پر اور بیع تلف ہوگئی مشتری کے ہاتھ میں تو مشتری اس کی قیمت کا بائع کو تاوان دے بسبب قبض کرنے مشتری کے مبیع کو عقد فاسد سے ہم تاوان قیمت کا مشتری پر لازم ہے اگرچہ بائع ثمن اس کا لے چکا ہو اور فائدہ لزوم تاوان کا یہ ہے کہ اگر قیمت زیادہ ہو ثمن سے تو زائد کو بائع مشتری سے بھرے اور اگر مشتری پر بھی الکراہ ہوا اور مبیع اس کے پاس تلف ہو جائے بدوہ تعدی کے تو تاوان اس نہیں کیونکہ وہ اس صورت میں اس کے پاس امانت ہے کذا فی الطحاوی عن المحوی عن الصغری والبائع المکرہ لان یضمن ای شاء من المکرہ بالکسر والمشتري اور مکروہ بالفتح

یعنی مانع کو اختیار سے کہ جس سے چاہے تاوان لے کرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے اور مشتری سے فان ضمن المکرہ رجع علی مشتری بقیمتہ پھر اگر مالک تاوان لے کرہ کرنے سے تو وہ مشتری سے قیمت اس کی بھرے یعنی اس واسطے کہ وہ ادائے ضمان سے اس کا مالک ہو گیا وان ضمن مشتری نفذای جائز لایم کل شراب بعدہ ولا ینفذ ما قبلہ لضمن مشتری الثانی مثلاً الصیورۃ ملکہ فیجوز ما بعدہ لا ما قبلہ اد اگر مالک کرہ نے مشتری سے مبیع کا تاوان لیا تو نافذ یعنی بدیل گذشتہ جائز ہو جائے گی خرید کہ بعد تاوان کے واقع ہوئی اور نافذ نہ ہوگی وہ خرید کہ تاوان سے پہلے واقع ہوئی اگر مثلاً مشتری ثانی تاوان دے کیونکہ مبیع قیمت کے تاوان دینے سے مشتری ثانی کی ملک ہو گئی تو اس کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ قبل کی موصفت نے ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ کے ضمن میں بیان کر دیا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مانع پر اکراہ ہوئے مشتری پر اور مبیع تلف ہو جائے تو مالک چاہے اکراہ کرنے والے سے تاوان قیمت کا لے چاہے مشتری سے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ہاتھ اور ثالث رابع کے ہاتھ مثلاً اور مالک مشتری ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت کا لے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لے گا تو تمام خریداریاں جائز ہو جائیں گی طحاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ موصفت اس مسئلہ کو علیحدہ ذکر کرتا اس واسطے کہ یہ مسئلہ تداول ایدی میں مفروض ہے اور پہلا مشتری واحد میں مفروض ہے فیرجع مشتری الغنا من بالتمن علی بالو تو تاوان دینے والا مشتری ثمن مبیع کا اپنے مانع سے بھرے بخلاف ما اذا اجاز المالک احد البیاعات حیث یجوز التجمع ویأخذ الثمن من مشتری الاول لزوال المانع بالاجازۃ بخلاف سابق یہ صورت ہے جب کہ مالک کسی بیع کو بیع مذکور میں سے جائز رکھے اگرچہ عقد اخیر میں اجازت واقع ہو کذا فی الطحاوی تو سب اگلی اور پہلی بیوع جائز ہو جائیں گی اور مالک مشتری اول سے ثمن لے گا وجہ جواز کل بیوع زوال مانع ہے یعنی مانع صحت بیع نارضا مندی تھی مالک کی سو اس کی اجازت سے مانع دفع ہو گیا فان اکراہ علی اکل متیتہ اودم او لحم خنزیر او شراب خمر بالکراہ غیر بلعی بحبس او ضرب او قید لم یحل اذ لا ضرورۃ فی اکراہ غیر بلعی پھر اگر ایک شخص پر اکراہ واقع ہو امر داریا خون یا سور کے گوشت کھانے یا شراب کے پینے پر بواسطہ اکراہ بلعی کے چنانچہ حبس یا ضرب یا قید کی تہدید سے تو کھانا حلال نہیں اس واسطے کہ کوئی ضرورت نہیں اکراہ غیر بلعی میں یعنی محرمات مذکورہ تو بضرورت مباح ہو جاتے ہیں چنانچہ شخص میں اور جب جان یا عضو کے تلف ہونے کا خوف نہ ہو تو ضرورت ثابت نہ ہوتی کذا فی المنع نعم لا یجوز للشراب للشبہ بالیہ البتہ ہے کہ اکراہ مذکور سے اگر شراب کوئی پئے تو اس پر حد جاری جائے گی شبہ اباحت کے سبب سے وان اکراہ بلعی بقتل او قطع عضو او ضرب میرج ابن کمال حل الفعل بل فرض اور اکراہ بلعی واقع ہوا بسبب تہدید قتل یا قطع عضو یا ضرب شدید متلف کے کذا صرح ابن کمال تو فعل مذکور حلال ہے بلکہ فرض ہے یعنی اس واسطے کہ محرمات مذکورہ عند الضرورۃ مباح ہیں اور جان بچانے سے زیادہ کون ضرورت سے ہم مسائل اکراہ تین قسم ہیں ایک قسم یہ ہے جس میں اقدام عریضت ہے یعنی جس کے کرنے پر اکراہ واقع ہوا اس کا کرنا افضل ہے اور اگر نہ کرے گا یہاں تک کہ قتل ہوگا تو گنہ گار ہوگا اور وہ شراب خمر اور ناول مردار اور مانند اس کے ہے دوسری قسم میں عریضت امتناع سے اور اقدام رخصت ہے اور وہ معاذ اللہ اجراء کفر اور دشنام نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے اور جو کہ کفر ہے اور استحقاق دین کا سبب ہے تیسری قسم میں امتناع عریضت ہے اور اقدام میں رخصت نہیں کسی حال میں اور وہ قتل نفس معصوم محرم سے یا اس کا قطع عضو کذا فی الاتقان فان صبر فقتل ثم الا اذا اراد به من الیظہ الکفار فلا بأس بہ پھر اگر محرمات مذکورہ کے کھانے میں صبر کیا یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا تو گنہ گار ہوگا مگر جب کہ اس امتناع سے کفار کی غضبناک اور کھانے کا ارادہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں م وجہ عیسایان یہ ہے کہ تناول محرمات اس حالت میں مباح ہے اور جان یا عضو کھانے سے تلف کروانا حرام ہے کذا فی الزیلعی وکذا لولم یعلم الاباحۃ بالاکراہ لایثم تخفایہ فیعضد بالجلل کالجمل بالخطاب فی اول الاسلام ادنی دار الحرب اور اسی طرح اگر صابر مقتول یا باحت محرمات مذکورہ کے اکراہ سے نہ جاتا ہو تو گنہ گار نہ ہوگا بسبب مخفی ہونے یا باحت کے تو معذہم ہوگا نادانستگی سے جیسے احکام شرعیہ کی نادانستگی ابتداً اسلام میں یا دار الحرب میں عندہ سے مباح محرمات عند الضرورۃ محل خفا ہے اور اس میں اختلاف بھی علماء اور صابر کے گان امتناع معصیت سے اعتراض ہے تو معذہم و غیر الکذا فی الزیلعی ابتداً اسلام میں مراد یہ ہے کہ کافر مسلمان ہو اور سہوذا احکام شرعی کے سیکھنے کی فرصت نہیں پائی یا دار الحرب میں مسلمان ہوا تو قبل سے مغدور ہے کافی المنصۃ کا قدنا فی الحج

جیسے شدت گرسنگی میں محرات مذکورہ کے نہ کھانے اور مر جانے سے گنہگار ہوگا چنانچہ ہم نے اس کو کتاب الحج میں بیان کیا ہے وان اکفر باللہ او بسبب النبی
قتل اللہ علیہ وسلم جمع وقدوسی لقطع او قتل رخص لہ ان یظہر یا امر بہ علی سنانہ ویوری وقلبہ مطمئن بالایمان اور اگر اکراہ ہو خدا کے انکار کا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام کا
کذا فی الجمع والقدری خواہ قطع عضو سے اکراہ ہو یا قتل سے تو اس کو جائز ہے کہ زبان سے ظاہر کرے جس کا اس کو امر ہو اور دل سے توبہ کرے درہاں حالیکہ اس
کا دل مطمئن ہے ایمان کے ساتھ یعنی ثابت ہے بلا تفریق عقیدہ ہم توبہ عبارت ہے اظہار غیر مراد اور خلاص مقصود سے ثمان درمی لایکفر دیات امراتہ قضایا دیاتہ پھر اگر
مکہ بالفتح نے توبہ کیا اظہار کفر میں تو کافر نہ ہوگا اور اس کی عورت کا نکاح ٹوٹ جائے گا ظاہر حکم میں نہ عند اللہ ہم توبہ کی صورت یہ کہ کفر باللہ میں خبر کاذب کا قصد کر
اور النشاء کفر کا قصد نہ کرے کذا فی المحوی اور چنانچہ اس کو کسی نبی کے دشنام کا امر ہو اور اس نے کہا کہ دشنام کے وقت میں نے مرد نصرانی کا ارادہ کیا تھا تو وہ قضاء
کافر ہو گا نہ دیانہ کذا فی القستانی قضاء اس واسطے کافر ٹھہرے کہ کفر اس کی زبان پر گزرا اور دیانہ اس واسطے کافر نہ ہوگا کہ کفر کا اس نے ارادہ نہیں کیا وان خطر بالہ
التوریہ ولم یور کفر دیات امراتہ دیانہ وقضاء نوازل وجلائیۃ اور اگر اس کے دل میں توبہ محظور ہو اور اس نے توبہ نہ کیا تو کافر ہو گیا اور اس کی عورت کا نکاح ٹوٹ گیا ہر
طرح دیانہ بھی اور قضاء بھی کذا فی النوازل والمجالیم اس واسطے کہ جب دل میں توبہ کا خطہ آیا تو کفر سے بچ رہنا ممکن ہوا اور اظہار کفر کی ضرورت منعدم ہو گئی تو وہ
راہی ٹھہرے کفر سے باقی رہی تیسری صورت وہ یہ ہے کہ مکہ کہے کہ میرے دل میں توبہ محظور نہ ہوا لیکن میں نے اظہار کفر کیا اور حالانکہ میرا دل مطمئن بالایمان تھا
تو اس کی عورت جدا نہ ہوگی استحسان میں اس واسطے کہ جیسا کہ دل میں سوائے اس کے کچھ محفوظ نہ ہوا تو ضرورت محقق ہو گئی اور ضرورت میں اظہار کفر کی رخصت ہے اور
اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ توبہ اس حالت میں لازم ہے جب کہ اس کے دل میں توبہ محظور ہو جائے کذا فی الطحاوی ویوجز لو صبر لہ کہ الاجراء المحرم اور ثواب پاوے
اگر صبر کرے گا بسبب ترک کرنے اجراء محرم کے ہم علم اور حبیب رضی اللہ عنہما اس میں مبتلا ہوئے تھے عمار نے رخصت پر عمل کیا اور حبیب نے صبر کیا یہاں
ملکہ کہ سولی دیے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سید الشہداء فرمایا کذا فی الدرر ومثلہ سائر حقوق تعالیٰ کا فساد صوم و صلوٰۃ و قتل صید حرام و کلمات فضیہ
بالکتاب اختیار اور اکراہ علی الکفر کے مانند ہیں رخصت اور صبر میں باقی حقوق حق تعالیٰ کے جیسے صوم و صلوٰۃ کا فساد کر دینا اور حرم کا شکار مارنا یا حالت احرام میں شکار کرنا
اور جس چیز کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہوئی کذا فی الاختیارم زیلعی میں ہے اور اسی طرح جس فعل کی حرمت ثابت ہے تو اکراہ کامل یعنی اکراہ لمجی کے نزدیک
اس کے کرنے میں رخصت ہے اور وہ چنانچہ اطلاق مال غیر اور فساد صوم و صلوٰۃ اور جناب احرام اس واسطے کہ کفر کی حرمت محتمل سقوط نہیں تو اس میں اصلا اباحت
متصور نہیں اور سوائے کفر کے اگرچہ عقلاً محتمل ہے لیکن موجود نہیں تو وہ محتمل ہو گیا غیر محتمل سقوط کے ساتھ تو اکراہ لمجی سے اس کی رخصت ثابت ہے نہ اباحت مطلقاً
اور غیر لمجی سے چنانچہ ضرب اور حبس سے رخصت ثابت نہ ہوگی، ولم یخص الاجراء بغیر ما بغیر القطع والقتل یعنی بغیر لمجی ابن کمال اذا تکلم بکلمۃ الکفر لایکل ابداً اور
اجراء کفر محرم نہیں بغیر قطع اور قتل کے یعنی بغیر اکراہ لمجی کے اس واسطے کہ کفر کا بولنا کبھی حلال نہیں ہم غیر قطع اور غیر قتل کی تفسیر شارح نے غیر لمجی اس واسطے
کی تاکہ معلوم ہو کہ اکراہ لمجی قتل اور قطع میں منحصر نہیں بلکہ جو چیز نایب مضطر کر دے وہ بھی قتل اور قطع کے حکم میں ہے چنانچہ آنکھ پر اور آلات تناسل پر مارنا اور عدم حلت
اجراء کفر قتل سابق یعنی ترک اجراء محرم کی علت ہو سکتی ہے تو اسی کے پاس ذکر کرنا بہتر تھا کذا فی الطحاوی و رخص لہ اطلاق مال مسلم او ذمی اختیار بقتل
او قطع ویوجز لو صبر ابن ملک اور مکہ بالفتح کو رخصت دی گئی ہے مال مسلم یا ذمی کے تلف کر ڈالنے میں تبدیلی قتل یا قطع سے کذا فی الاختیار اور اس کو ثواب ہوگا
الردہ صبر کرے گا کذا صرح ابن ملک وضمن رب المال المکرہ بالکسر لان المکرہ بالفتح کالاتہ اور صاحب مال اکراہ کرنے والے سے تاوان لے اس واسطے کہ
جس شخص پر کہ اکراہ ہوا وہ ہتھیار کے مانند ہے ہم افعال دو قسم ہیں ایک فعل وہ ہے جس میں مکہ بالفتح صلاحیت اس کی رکھتا کہ اس فعل میں مکہ بالکسر کا لفظ یعنی
ہتھیار ہو تو یہاں اکراہ کرنے والے کی طرف فعل منقول ہوگا تو گویا اس نے بذات خود وہ فعل کیا تو تاوان اسی پر لازم ہوگا اور دوسرا فعل وہ ہے جس میں وہ آئیں
ہو سکتا تو وہاں فعل اکراہ کرنے والے کی طرف منقول نہ ہوگا چنانچہ اکل اور طہی اور تکلم اس واسطے کہ آدمی غیر کے منہ سے نہیں کھا سکتا اور نہ دوسرے کے آگے سے
طہی کر سکتا ہے اور نہ غیر کی زبان سے بول سکتا ہے اور اطلاق مال پہلی قسم سے ہے اس واسطے کہ ممکن ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو کپڑے کے مال پر گرا دے

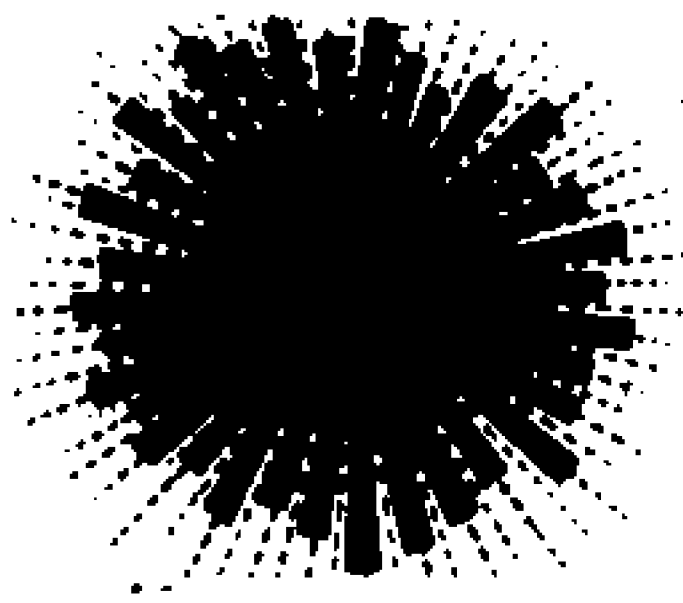
اور مال تلف ہو جاوے کذا فی الطحاوی لایرخص قتله اوبہ او قطع عضوه والا یتباح بحال اختیار اور رخصت نہیں اکراہ سے مسلمان کے قتل کیا اس کے گالی دینے یا اس کے ہاتھ کاٹنے کی اور اس فعل کی جو کسی حالت میں مباح نہیں کذا فی الاختیار م لیکن قبستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ مسلم کو دشنام دینا اکراہ لمجی سے مخص ہے انتہی اور فعل غیر مباح کی مثال چنانچہ گلا داب کر مار ڈالنا اور جان کا جلانا اور پانی میں گرا کے ڈبونا اور زنا کرنا کذا فی الطحاوی ولقد فی القتل العمد المکرہ بالکسر لو لمکلف علی مانی المبسوط خلافاً لمانی النہایۃ فقط لان القاتل کالآلۃ اذ قتل عمد میں فقط مکروہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے قصاص یا جادے کا اگر وہ قاتل اور بالغ ہو کذا فی المبسوط بر خلاف اس قول کے جو نہایت اس قول کے فقط مکروہ بالکسر یا اس واسطے قصاص سے کہ مکروہ بالفتح یعنی قاتل ہتھیار کے مانند منہ الغدایں سے کہ عنایت میں نہایت سے منقول ہے کہ قصاص امر ہے خواہ وہ بالغ ہو یا غیر بالغ خواہ قاتل ہو یا معتوہ انہی امام اور محمد کی دلیل سے کہ قاتل مذکور کا قتل بقتضائے اس کی طبیعت کے ہے اپنی جان بچانے کے واسطے تو وہ آلہ ٹھہر گیا اس فعل میں جس میں وہ آکر ہو سکتا ہے یعنی اطلاق میں نہ گناہ میں اور یہ اس واسطے ہے کہ وہ ہتھیار وہ ہے جو بقتضائے اپنی طبیعت کے قتل کرے چنانچہ تلوار کہ قطع کرنا اس کی طبیعت سے جب کہ وہ مستعمل ہو محل قطع میں اور چنانچہ آگ کہ اس کی طبیعت جلادینا ہے اور چنانچہ پانی کہ اس کی طبیعت ڈبو دینا ہے اور آگ کے استعمال کرنے سے استعمال کرنے والے پر قصاص واجب ہوتا ہے تو اسی طرح یہاں اکراہ لمجی میں امر پر قصاص واجب ہو گا نہ مامور پر کذا فی الطحاوی وادبہ الشافعی علیہا اور امام شافعی نے امر اور مامور دونوں پر قصاص واجب کیا ہے ولفہ ابو یوسف عنہما للشیبۃ اور ابو یوسف نے دونوں سے قصاص کی نفی کی ہے بسبب شبہہ کے یعنی بسبب شبہ عدم وجوب م اور زفر کے نزدیک مامور پر قصاص ہے اس واسطے کہ فعل اسی سے پایا گیا ہے حقیقۃً وحسباً حکماً یعنی در حق گناہ تو اسی پر قصاص واجب ہو گا ولو اکراہ علی الزنا لایرخص لہ لان فیہ قتل النفس بضایعہا اور اگر زنا پر اکراہ لمجی ہو تو مامور کے واسطے رخصت نہیں اس واسطے کہ اس میں جان کا قتل کرنا ہے اس کے ضائع ہو جانے سے م اس واسطے کہ دل الزنا حکماً ہلک ہے اس واسطے کہ اس کا کوئی پالنے والا نہیں تو زنا کسی صورت سے مباح نہیں مانند قتل کے کذا فی الدرر لکنہ لایجحد استحساناً لیکن مامور پر حد نہیں از روئے استحسان کے بل یغرم المہر ولو طالعہ لانہا لایسقطان جمیعاً شرح دبانیۃ بلکہ زانی مامور مہر کا تاوان دے اگرچہ عورت راضی ہو اس واسطے کہ حد اور مہر دونوں کے دونوں ساقط نہیں ہو جاتے کذا فی شرح الوہابیۃ م یعنی جب حد ساقط ہوئی تو مہر ساقط نہیں ہو سکتا کیونکہ وطی خالی نہیں ہوتی حد یا مہر سے دفی جانب المرأة مخص لہا الزنا بالاکراہ الملجی لان نسب الولد لا ینقطع فلم یکن فی معنی القتل می جانبہا بخلاف الرجل اور عورت کی جانب میں رخصت ہے اس کو زنا کی اکراہ لمجی سے اس واسطے کہ نسب ولد کا اس کے زنا سے منقطع نہیں ہوتا تو زنا بمعنی قتل کے نہ ہوا عورت کی جانب سے بر خلاف مرد کے کہ اس کی جانب سے زنا در حکم قتل کے ہے کامر لا یغیر لکنہ لیسقط الحد فی زنا ما لا زناہ لانہ لا ملجی رخصۃ لہ لیکن غیر الملجی شبہہ لہ نہیں رخصت ہے عورت کو زنا کی اکراہ غیر ملجی سے یعنی ضرب اور جس سے لیکن عورت کے زنا میں حد ساقط ہے نہ مرد کے زنا میں اس واسطے کہ جب اکراہ لمجی رخصت نہ ہو مرد کے واسطے تو غیر ملجی اس کے واسطے شبہہ ہو اسقوط حد کا بر خلاف عورت کے فرغ مسئلہ ملحقہ شارح کا ظاہر تعلیم ان حکم اللواطۃ حکم المرأة لعدم الولد فرخص بالملجی الا ان یفرقہ کو نہا شد حرۃ من الزنا لانہا لم تج بطریق ما کون قبحاً عقلاً ولذا لا کون فی الجنۃ علی الصیح قالہ المصنف فقہا کی ظاہر تعلیل رخصت عورت اور عدم رخصت مرد کی اس پر دلالت کرتی ہے کہ لواطت کا حکم عورت کے حکم کے مانند ہو بسبب نہ ہونے ولد کے لواطت میں تو لواطت مخص ہو اکراہ لمجی سے گریہ کہ زنا اور لواطت میں فرق کچھ اس طرح پر کہ لواطت کی حرمت سخت تر ہے زنا سے اس واسطے کہ لواطت کسی راہ سے مباح نہیں اور اس وجہ سے کہ قہاحت لواطت کی عقل سے اور اسی واسطے اغلام بہشت میں نہ ہو گا فرزند صحیح یہ کہ مصنف نے اپنی شرح میں م متف کی کتاب الاکراہ میں ہے کہ اگر زنا اور لواطت پر اکراہ ہو تو اس کی رخصت نہیں اگرچہ وہ قتل ہو اتنی تو اس زنا میں اغلام اکراہ لمجی سے ممنوع ہو باوجودیکہ اہلاک ولد کا مودی نہیں اور نہ مفسد فراش ہے اور ظاہر اطلاق تنف فاعل اور مفعول دونوں کو شامل ہے کذا فی الطحاوی

۱۱۔ بلکہ دلیل موافق مضمون لاحتی کچھ ہوتی چاہیے کہ نسب ولد الزنا کا مرد کی طرف نہیں رہتا اس لیے مرد کی جانب سے حکم قتل کے ہے ۱۲

م نوازل اور جلالیہ سے شارح نے تفصیل نقل کی ہے کہ در صورت تورید زوجہ قضاء جھوٹ جائز ہے کی نہ ویانہ اور اگر تورید کا قصد نہ کیا ہو جو اس کے دل میں بخاطر ہونے کے تو دونوں طرح سے جھوٹے کی اگرہ القاضی بجلا یقر بسترہ او قتل جل بعدا ولیقر بقطع بد جل بعدا فاقربہ لک فقطعت یدہ او قتل علی ما ذکر ان کان المقر موصوفاً بالصلاح اقتص من القاضی وان متہماً بالسرقة معروفاً بہا ولا تقتل لا یقتض من القاضی استحساناً للشیبۃ خانیۃ قاضی نے زبردستی کی ایک مرد پر تاکوہ چدی یا کسی مرد کے قتل عمد کا اقرار کرے یا عمدہ کسی شخص کے ہاتھ کاٹنے کا اقرار کرے سو اس نے اس کا اقرار کیا تو اس کا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا اپنے اقرار کے بموجب سو اگر اقرار کرنے والا موصوف بصلاح یعنی نیک بخت پر مبنی گار موقوف قاضی سے قصاص لیا جائے اگر مقر چرنے کے ساتھ متہم مواد چدی اور خون ریزی میں مشہور ہو تو قاضی سے قصاص لیا جائے گا استحسان کی دلیل سے بسبب شہد واقع ہونے کے کذا فی الخانیۃ ہم شہرہ سے کہ شاید اس نے کیا ہو جس کا اس نے اقرار کیا ہے قیل کہ اما ان تشرب ہذا الشرب او بیع کریمک فہو اکراہ ان کان شراباً لایکل کالمز والافلا قینۃ قال وکذا لہذا و سائر المحرمات ایک شخص سے کہا گیا کہ یا اس مشروب کو پی لے یا اپنا انگور کا باغ بیع کر تو وہ اکراہ سے اگر مشروب یعنی پینے کی چیز شریعت میں حلال نہ ہو چنانچہ شراب اور اگر مشروب حلال چیز ہو تو اکراہ نہیں کذا فی القنیۃ صاحب فیہ نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے زنا اور باقی محرمات کام در صورت اکراہ جو اس نے سچا تو اس میں بعد زوال اکراہ کے مختار ہے چاہے بیع کو فسخ کرے چاہے قائم رکھے صادرہ السلطان و لم یعین بیع مالہ فباع صح لہم تمینہ ایک شخص سے بادشاہ نے زبردستی مال طلب کیا اور اس کے مال بیچنے کی تدبیر نہیں کی سو اس نے کوئی چیز بیچ ڈالی پادشا کے واسطے تو بیع صحیح ہے یعنی لازم ہوگی بیع بلا خیار فسخ اس کے عدم تعیین کے سبب سے م یعنی پادشاہ نے مال طلب کیا اور یہ نہیں کہا کہ فلا فی چیز بیچ کر دے تو وہ بیع میں طالع اور راضی ٹھہرا اس واسطے کہ ادائے ملل بیع کے سوا قرض لینے سے بھی ہو سکتا ہے کذا فی العالگیریۃ والجملة ان یقول من ابن اعطى ولا مال لی فاذا قال الظالم بیع کذا فقد صار مکراً فیہ بزاتیۃ اور خلیہ خیار فسخ کا یہ ہے کہ ظالم سے کہے کہ میں کہاں سے دوں میرے پاس تو مال نہیں پھر جب حاکم ظالم یوں کہے کہ فلا فی چیز بیچ کر دے تو اب وہ مکرم ٹھہر گیا اس کی بیع میں کذا فی البزازیۃ خوفاً الزوج بالضرب حتی وہبۃ مہر عالم نصح البتۃ ان قدر الزوج علی الضرب عورت کو اس کے شوہر نے مارنے پر دھمکایا یہاں تک کہ اس نے اپنا مہر معات کر دیا تو بخشنا صح نہیں اگر شوہر مارنے پر قادر ہو م ظاہر اطلاق مصنف ضرب متلف اور غیر متلف و دونوں کو شامل ہے لیکن قاضی کے قادی میں ضرب متلف کی قید ہے اور عدم صحت مہر صاحبین کا قول ہے وان بدوا بطلاق او تزوج علیہا وتسلیس باکراہ خانیۃ اور اگر شوہر نے عورت کو طلاق دینے کی تهدید کی یا دوسری عادت سے نکاح کرنے کی یا لونڈی کے سر پہ بنانے کی تو یہ اکراہ نہیں کذا فی الخانیۃ ہم اس واسطے کہ طلاق اور دوسرا نکاح اور لونڈی کی حرم کو نایہ افعال شرع شریف میں درست ہیں اور فقہ شرعیہ اکراہ نہیں ہو سکتے وفی مجمع الفتاوی منع امراتہ المریضۃ عن المسیر الی ابویہا الا ان تبۃ مہر فلو بیت بعض المہر فالبتۃ باطلۃ انہا کالمکرمۃ قلت و یؤخذ منہ جواب حادثۃ الفتوی ویما زوج بنتہ البکرین حل فلما ارادہ الزفاف منعہا الاب الا ان یشہد علیہا انہا استوفت من میراث امہا فاقرت ثم اذن لها بالزفاف تلاصح اقرارہا ملکوتیانی معنی المکرمۃ وہا فتی ابوالسعود مفتی الروم فی شرح منظومہ تحفۃ الاقران فی بحث البتۃ اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ شوہر نے اپنی زوجہ بکر کو منع کیا اس کے والدین کی طرف جانے سے مگر یہ کہ وہ اس کو اپنا فہریش دے سو اس نے کچھ فہریش دیا تو مہر باطل ہے اس واسطے کہ وہ اس عورت کے مانند ہے جس پر اکراہ ہوا میں کہتا ہوں اور اس روایت سے ماخوذ ہوتا ہے استفتائے حادث کا جواب وہ استغناء ہے کہ ایک شخص نے اپنی کواری بیٹی کا نکاح کیا ایک مرد سے پھر جب اس نے اپنے شوہر کے گھر جانے کا ارادہ کیا تو باپ نے اس کو منع کیا مگر اس طرح کہ وہ شاید وہ لو اپنے اس اقرار پر گواہ ہوئے کہ اس نے اپنی ماں کی میراث باپ سے چوری بھرنے سے سو اس نے اس کا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح نہیں اس واسطے کہ وہ اس عورت کے مانند ہے جس پر اکراہ ہوا اور اسی کا فتویٰ دیا ہے ابوسعود مفتی روم نے یہ کہا ہے مصنف نے اپنے رسالہ منظومہ کی شرح میں جس کا نام تحفۃ الاقران ہے مہر کی بحث میں م ظاہر معنی سے وہ مراد ہے

جس میں والدین کی طرف جانے کی حاجت ہے اور ضیف مرض میں منع الخروج شرعاً جائز ہے اور سب کل مہر بنزلہ بعض مہر کے سے اذریع اور شرعاً اور اقرار اور یہ کے مانند ہے اور جودلی کہ قادر بر منع پر وہ باب کے مانند ہے اور اسی طرح بکارت قید نہیں کذا فی الطحاوی المکرہ باخذ المال لا یضمن ما اخذہ اذا لوی الاخذ وقت الاخذ انہ یردہ علی صاحبہ والا یضمن جس شخص پر اکراہ ہو اور دوسرے شخص کے مال چھین لینے کا تو اس پر تاوان نہیں جو اس نے لیا بشرطیکہ لینے والے نے لینے کی نیت کی ہو کہ مال مذکور پھر دے گا اس کے مالک کو اور اگر یہ نیت نہیں کی تو تاوان اس پر لازم ہوگا م یعنی پھر دینے کی نیت سے اس نے مال لیا پھر وہ مال تلف ہو گیا تو اس کا تاوان اکراہ کرنے والے پر ہے نہ لینے والے پر واذا اختلفا ای المالك والمکرہ فی النیت فالقول للمکرہ مع یحییہ ولا یضمن محبتی اور حب کہ مالک مال اور مکرہ نے اختلاف کیا نیت میں یعنی مالک گناہ ہو کہ اس نے پھر دینے کی نیت سے لیا تھا اور لینے والا گناہ ہو کہ اس نے پھر دینے کی نیت سے لیا تھا تو مکرہ لاقول قسم کے ساتھ معقول ہے اور اس پر تاوان لازم نہ ہوگا کذا فی المجتبى یعنی اس واسطے کہ ظاہر اکراہ ظالم قرینہ ہے مکرہ کے صدق کا وہیہ المکرہ علی الاخذ والذبح اما یسعد مادام حاضر عند المکرہ والالم کل لزو ال القدۃ والالجلو بالبعد منه وبهذا تبین انہ لا عذر لا عنوان النظمۃ فی الاخذ عند غیبة الامیر اور رسولہ فی حفظ اور محبتی میں ہے کہ جس شخص پر اکراہ ہو اگر کے مال لینے یا دینے کا تو اس کو لینا اور دینا اس وقت تک جائز ہے جب تک اس کے پاس اکراہ کرنے والا ظالم حاضر اور موجود ہو اور اگر حاضر نہ ہو تو لینا اور دینا حلال نہیں بسبب زائل ہوجانے قدرت ظالم اور مجبوری مظلوم کے اس کے دور ہوجانے سے اور اس قید سے ظاہر ہو گیا کہ حکام ظالمین کے نوکر چاکر مددگاروں کو کچھ عذر نہیں ناحق مال چھین لینے میں حاکم یا اس کے فرستادہ کے موجود نہ ہونے کے وقت تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م مہسوط میں ہے کہ تہدید قتل سے امیر کے سامنے غیر کا مال چھین لینا جائز ہے تہدید حبس اور قید سے اور نہ امیر کی غیبت میں اگرچہ اس کو یہ خوف ہو کہ امیر قتل کرے گا اگرچہ کو یاد دے گا کہ اگر امیر کا فرستادہ مکرہ کے ساتھ ہو اس طرح کہ اگر یہ شخص وہ کام نہ کرے تو اس کو پکڑ لادے اور قتل کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ جائز ہوگا کذا فی الطحاوی فروع مسائل لمحقہ شارح کے اکراہ علی کل طعام نفسه ان جائعاً لا رجوع وان شعبان رجع بقیۃ علی المکرہ بحصول منفعة الاکل فی الاول لا لثانی ایک شخص پر اپنے طعام کے کھانے کا اکراہ ہو تو اگر صاحب طعام بھوکا ہو تو رجوع نہیں اور اگر آسودہ ہو تو قیامت طعام کی بھرے اکراہ کرنے والے سے بسبب حاصل ہونے کھانے کی منفعت کے مالک کو پہلی صورت یعنی گرسنگی کے حال میں نہ دوسری صورت میں یعنی سیری میں قال الی الحرب لینی اخذوه ان قلت لست بنی ترکناک والافتلاک لایسعد قول ذلک وان قبل لغيری ان قلت ہذا لیس بنی ترکنا بنیک وان قلت بنی قتلناہ وسعد لا تمناع المکذب علی الانبیاء وکفار ترمین نے اس نبی سے کہا جس کو انھوں نے گرفتار کیا کہ اگر تو یوں کہے کہ میں نبی نہیں ہوں تو ہم تجھ کو چھوڑ دیں گے اور اگر نہ کہے گا تو ہم تجھ کو قتل کریں گے تو نبی کو یہ قول کہنا درست نہیں اور نبی کے سوا اور شخص سے کہا گیا کہ اگر تو اس شخص کو یوں کہے کہ یہ نبی نہیں ہے تو ہم تیرے نبی کو چھوڑیں اور اگر تو کہے گا کہ یہ نبی ہے تو ہم اس کو قتل کریں گے تو اس کو یہ کہنا جائز ہے بسبب ممتنع ہونے کذب کے انبیاء علیہم السلام پر ہم اس مسئلہ سے اگر عظمت انبیاء کا بیان واقعی منظور ہے تو ظاہر ہے اور اگر نبی پر حکم کرنا منظور ہے تو غیر ظاہر ہے اس واسطے کہ حکم شرعی نبی سے معلوم ہوتا ہے نہ غیر نبی سے کذا فی الطحاوی قال حربی لرجل ان نعت جائع تک لازمی بہاد فعت تک الف امیر لم یحل کافر ترمی نے مسلمان مرد سے کہا کہ اگر اپنی لونڈی مجھ کو دے تاکہ میں اس سے بدکاری کروں تو میں تجھ کو ہزار قیدی مسلمان دوں تو لونڈی دینا حلال نہیں م اس واسطے کہ یہ اکراہ نہیں اور قیدیوں کی تکلیف پر قادر مطلق قادر ہے چاہے ان کو خلاص کرے چاہے بلا پر صبر عطا فرمائے اقرب بقی جمدہ مکرہ لم یعتق فی الاصل اقرار کیا اپنے غلام کی آزادی کا مجبور ہو کر تو وہ آزاد نہ ہوگا صحیح تر قول میں دلیل اکراہ باخذ المال معتبر شرعاً ظاہر القیۃ نعم اذال چھین لینے کا اکراہ شرعاً معتبر ہے یا نہیں ظاہر قیہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ مال معتبر ہے م یا بیع میں ہے کہ سلطان نے دھی یتیم پر قتل یا اتمان عضو کی تہدید کی تاکہ یتیم کا مال سلطان کو دے سو اس نے دیا تو دھی پر تاوان نہیں اور دھی کی تہدید میں ضمان ہے اور اگر دھی کے مال چھین لینے کی تہدید کی تاکہ ملاً شلاً زید نے عمر سے کہا کہ خالد کا مال چھین لے ورنہ تجھ کو مار ڈالوں گا اور اس نے الے لیا تو اگر پھر دینے کی نیت سے یا تو عمر پر ضمان نہیں ورنہ ضمان ہوگا ۱۲

مال یتیم تسلیم کرے اگر وصی جانے کہ سلطان بعض مال لے گا اور بعض چھوڑے گا اور مال متروک اس کو کفایت کرے گا تو تسلیم جائز نہیں اور اگر دے گا تو نادان مثل اس پر لازم ہوگا اور اگر وصی ڈرے کہ تمام مال چھین لے گا تو وہ معذور ہے یتیم کے مال دینے میں اس پر نادان نہیں اور اگر سلطان نے یتیم کا مال وصی سے آپ چھین لیا تو ہر صورت میں وصی پر ضمان نہیں کذا فی الطحاوی و فی الوہبانیۃ قال ۛ فان قیل المدیون انی مرائع ۛ لتبرئ فالاکراہ معنی مصوبہ اور وہ بیان میں کہلے اور اگر مدیون نے کہا دائن سے کہ میں تیرا بھید ظاہر کرنے والا ہوں حاکم سے ورنہ توجہ کو اپنے دین سے بری کر دے تو یہ قول معنی اکراہ متصور ہوگا مگر شرعی لال میں سے کہ مدیون نے دائن سے کہ اکتمہ کہ کا وثیقہ پھیر دے اور یہ اقرار کر کہ میرا تجھ پر کچھ اور عاری نہیں اور اگر تو قبول نہ کرے گا تو میں حاکم سے ظاہر کر دوں گا کہ تیرے پائے (پائے) شخص کا اس قدر سونا ہے یعنی اور حاکم اس مال کی تلاش میں ہو سوتا تھا نے وثیقہ مذکورہ پھیر دیا اور اپنے دین نہ ہونے کا اقرار کیا نجم الامم بخاری نے جواب دیا کہ یہ در معنی اکراہ ہے اور اس کو جائز ہے کہ اس پر اپنے دین کا دعویٰ کرے یہ جواب اس صورت میں ہے جب کہ حاکم چغل خوردگی پیغلی سن کر مال چھین لیتا ہو کذا فی الطحاوی ۛ و صح فی الاستحسان اسلام کرہ ۛ و لا قیل ان یرتد بعد و یجبر ۛ اور استحسان میں صحیح ہے اسلام لانا کرہ بالفتح کا اور اگر وہ بعد اسلام کے مرتد ہو جاوے تو قتل نہیں ہوگا اور اس پر حبر ہوگا قبول اسلام میں م یہ مسئلہ مشر و حایان ہو چکا بسو ط میں ہے کہ ظالم نے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مروار کھا ورنہ میں تیرے باپ پیل بیٹے یا کسی اور قرابت دار محرم کو قتل کر دوں گا یا تیرے باپ کو حبس کر دوں گا ورنہ تو اپنا غلام ہزار درم کو بیع کر دے سو اس نے غلام کو بیچا تو قیاس میں یہ بیع جائز ہے اور استحسان میں باطل ہے اور تصرف مذکور نافذ نہیں اس واسطے کہ یہ اکراہ ہے کذا فی الطحاوی مختصر الداعلم و استغفر اللہ العظیم



کتاب الحج

یہ کتاب ہے حجر کے احکام میں م مصنف کتاب الحج کو کتاب الاکراہ کے بعد اس واسطے لایا کہ دونوں میں سلب اختیار ہے مگر یہ کہ اکراہ قوی تر ہے حجر سے اس واسطے کہ اکراہ سلب اختیار اس شخص کا ہے جو صاحب اختیار صحیح کا اور صاحب ولایت کاملہ کا ہے بخلاف حجر لہذا اکراہ مقدم ہوا حجر پر اور محاسن حجر رعایت اور شفقت ہے مجبورین پر اور گامی غیر مجبور پر شفقت اور رعایت منظور ہوتی ہے چنانچہ مدیون اور سفیدہ کے حجر میں بقول صاحبین اور حجر غلام برعایت حق مولیٰ مولیٰ منع مطلقاً حجر لغت میں معنی منع ہے مطلقاً یعنی باز رکھنا اور رکنا ہر طرح سے خواہ منع قول سے ہو یا فعل سے یا اور مطلب سے تا مومن میں حجر محرکات ثلاثہ حادثہ ہلہ و سکون جیم مذکور ہے و شرعاً منع میں نفاذ تصرف قولی لا فعلی لان الفعل بعد وقوعہ لایکن ردہ فلا یتصور الحجر عنہ اور اصطلاح شرع میں حجر منع کرنا اور رکنا سے تصرف قولی کے نفاذ ہونے سے نہ تصرف فعلی سے اس لیے کہ فعل کا پھیرنا بعد اس کے واقع ہوجانے کے ممکن نہیں تو فعل سے رد کرنا متصور نہیں م تصرف فعلی چنانچہ قتل اور اتلاف مال اور تصرف قولی چنانچہ بیع اور شریک و ہبہ نفاذ سے مراد لزوم ہے اس لیے کہ مجبور کا عقد موقوف ہے طحاوی نے کہا بہترین تھا کہ مصنف لزوم کہتا عوض نفاذ کے اس واسطے کہ نفاذ عام ہے لازم سے اور تصرف قولی سے مراد وہ تصرف ہے جس میں ضرر ہو اور جس تصرف قولی میں سراسر نفع ہو چنانچہ قول ہبہ اور اسلام تو اس میں سفیر بالغ کے مانند ہے قلت یسئل علیہ الفرق لمنع نفاذ فعلی الحال بل بعد العتق كما صرح به في البدائع اللهم الا ان يقال الاصل فيه ذلك لكنه آخر لعققة لقيام المانع فتأمل میں لکھا ہوں اور تصرف فعلی کے اثر پر غلام کے فعل سے اشکال واقع ہوتا ہے اس واسطے کہ اس کے فعل کا نفاذ موانعی الحال ممنوع سے یعنی اگر غلام مال قرض لے اور تلف کر ڈالے تو وہ فی الحال ماخوذ ہوگا بلکہ آزاد ہونے کے بعد ماخوذ ہوگا چنانچہ بدائع میں مصرح ہے بار خدایا مگر یوں جواب دیا جائے اس اشکال کا کہ اس میں اصل تو یہی ہے کہ غلام اپنے افعال میں فی الحال ماخوذ ہوتا لیکن مواخذہ میں تاخیر واقع ہوتی اس کے آزاد ہونے تک بسبب قائم ہونے مانع کے اس کو تال کرے م مانع حق مولیٰ سے یعنی اگر غلام اپنے فعل پر فی الحال ماخوذ ہو تو اس میں بجا جائے اور اس میں حق مولیٰ کا ابطال ہے طحاوی نے کہا اشکال اس وقت میں واضح ہوتا جب کہ غلام اپنے فعل میں گلبے ماخوذ نہ ہوتا تصرف قولی کے مانند قتال و سببہ صغیر و جنون یم القوی والضعیف كما في المعتوه وحكمه كمنه كما سيجي في الماذون اور حجر کا سبب طفلی اور وہ جنون سے جو شامل ہو قوی دیوانگی اور ضعیف دیوانگی کو چنانچہ معتوه میں اور حکم معتوه کا طفل تمیز دار کے مانند ہے چنانچہ کتاب الماذون میں آوے گا ورق اور سبب حجر کا ق ہے یعنی مملوکیث یعنی لونڈی غلام ہونا م چونکہ صغیر نقص العقل اور مجنون عديم العقل سے کہ اپنے نفع و ضرر کو نہیں پہنچاتے لہذا شرع میں ان کے تصرفات قویہ ممنوع غیر معتبر ہوئے اور مملوک ہر چند عاقل ہے لیکن چونکہ جو اس کے پاس ہے وہ مولیٰ کی ملک ہے تو برعایت حق مولیٰ اس کا تصرف جائز نہ ہوا فلا یصح طلاق صبی و مجنون مغلوب ای لا یفیک بحال و اما الذی یجن و یفیک فیکیز نہایت تو صحیح نہیں طلاق دینا صغیر اور مجنون مغلوب کا یعنی وہ مجنون جو کسی وقت ہوش میں نہیں آتا اور جو کہ کبھی دیوانہ ہو جائے اور کبھی ہوشیار تو اس کا حکم طفل ممیز کے مانند ہے کذا فی النہایہ م نہایہ اور غایہ البیان میں ہے کہ معتوه یعنی جو گامے دیوانہ ہے اور گامے ہوشیار وہ ممیز کے مانند ہے اور زلیعی میں ہے کہ وہ عاقل کے کے اندر ہے شبل عشی زلیعی نے توفیق بین القولین میں کہا کہ اگر اس کی ہوشیاری کا وقت مقرر ہو اور وہ حال افادہ میں کوئی عقد منعقد کرے تو اس میں نفاذ عند حکم ہے

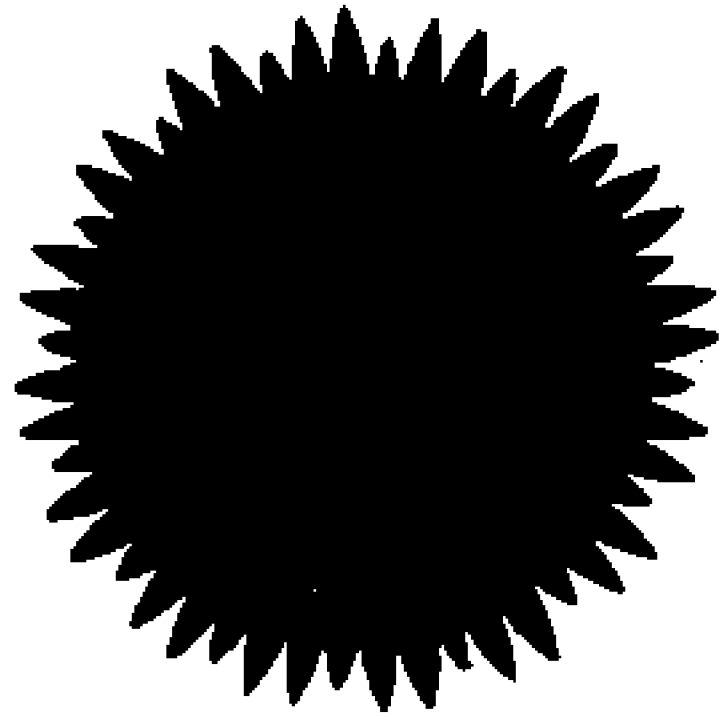
عاقل کے مانند اور اگر اس کی ہوشیاری کا وقت مبین نہ ہو تو حکم اس میں توقف کا ہے صغیر کے مانند تو بیعی کا کلام شق اول پر محمول ہے اور نہ بایہ اور غایۃ البیان کا شق ثانی پر کذا فی الطحاوی ولا اعتاقہما و اقرارہما نظر لہما اور نہ صغیر اور محبونی کا آزاد کرنا اور اقرار کرنا صحیح ہے برعایت ان کے حال کے یعنی عدم صحت طلاق اور اعتاق اور اقرار کی بنظر ترحم اور شفقت کے ہے ان کے حال پر و صحیح طلاق بعد و اقرارہ فی حق نفقہ فقط لاسیدہ اور صحیح ہے طلاق غلام کی اور اس کا اقرار فقط اس کی ذات کے حق میں نہ اس کے مالک کے حق میں فلواقرار بالانحرالی عتقہ لولہ بدو لولہ بدو تو اگر غلام مال کا اقرار کرے تو اس کا مطالبہ بھیجے ڈالا جائے گا اس کے آزاد ہونے تک اگر غیر مولیٰ کے مال کا اقرار ہو اور اگر غلام اپنے مالک کے مال کا اقرار کرے تو لغو اور باطل ہے یعنی اس واسطے کہ مالک اپنے غلام پر مستوجب مال نہیں ہوتا کذا فی البدو بعد و قد اقریم فی الحال بقضاء علی اصل الحرۃ فی حقہما اور اگر غلام نے بعد و اقرار قصاص کا اقرار کیا تو بعد و اقرار قصاص اس پر فی الحال قائم کیا جائے گا بسبب باقی رہنے غلام کی سدا و قصاص کے حق میں اصل حریت پر ومن عقد عقیدہ و بین نفع و ضرر کیا سببی فی الماذون منہم من بولاد المحورین و بولیکلہ یعرف البیع سالیب للملک و الشراء جالب اجاز و ولیہ اور بعد اور جو کہ ان محورین مذکورین میں سے وہ عقد منعقد کرے جو دائرہ ہے درمیان نفع اور ضرر کے چنانچہ یہ تصریح کتاب الماذون میں آوے گی اور حالانکہ ماعد اس کو تعقل کرنا ہو یعنی اتنا سمجھتا ہو کہ بیع ملک بائع کو سلب کر دیتی ہے اور بشر ملک مشتری کو پہنچ لاتی ہے تو ماعد کا دلی چاہے عقد کو جائز رکھے اور چاہے رد کر دے م منہم کی صغیر صغیر اور غلام اور مودہ کی طرف پھرتی ہے اس واسطے کہ محبون مندوب میں تعقل مذکور نہیں ولی سے مراد قاضی اور باب اور داد اور موی اور مولیٰ ہے اور اگر قاضی صغیر کو تصرف کا اذن دے اور اس کا باپ نہ ماننا ہو تو قاضی کا اذن صحیح ہے کذا فی الطحاوی وان لم یعقل فباطل نہایت اور اگر شخص مجبور عقد کو بھستانہ ہو تو عقد باطل ہے کذا فی النہایۃ وان اطلقوا ای مولد و المحورین سوا عتقوا اولادہ شیئاً مقوماً من مال او نفس ضمنوا اذلاً بحر فی اقل اور اگر یہ محورین مذکورین خواہ بوجہتے ہوں یا نہ بوجہتے ہوں کذا فی الدرر تلف کر ڈالیں شیئ مقوم کو مال مودہ شی یا جان تو ضمان ان پر لازم ہو گا اس واسطے کہ تصرف فعلی میں جبر نہیں کہ ان کا تلف کر ڈالنا معتبر نہ ہو مگر ضمان البعد بعد العتق علی ما مر لیکن غلام پر تاوان تلف کا بعد آزاد ہونے کے ہے چنانچہ گذر گیا و فی الاشباہ بعض المحور مواخذ بافعال فیض ما تلف من المال لہل فاذا قتل فالد علی عاقلة الا فی مسائل لو اتلف ما اقترضہ و ما اودع عند بلا اذن ولیہ و ما اعیرہ و ما بیع منه بلا اذن اور اشباہ میں ہے کہ صغیر مجبور یا خذ اور مطالب ہے اپنے افعال سے تو اس چیز کا تاوان دے گا فی الحال جس کو اس نے تلف کر ڈالا اور جب کہ قتل کرے گا تو دیت اس کی برادری پر واجب ہوگی مگر چار مسئلوں میں صغیر پر تاوان نہیں اگر اس نے تلف کیا وہ مال جو اس نے قرض لیا اور تلف کی وہ چیز جو اس کے پاس ودیعت رکھی تھی بدون اذن اس کے ولی کے اور تلف کی وہ چیز جو صغیر کے واسطے عاریت لی گئی اور تلف کی وہ چیز جو بیچی گئی اس سے بدون اذن کے م عدم اذن ولی چاروں مسئلوں کی قید سے تو اتلاف بعد الاذن میں تاوان لازم ہو شرح نویر الاذنان میں سے کہ اگر غیر کمال بلا سبقت ایداع یا اقراض تلف کرے گا تو تاوان لازم ہو گا کذا فی الطحاوی و لیستثنی من ابدانہ ما اذا اودع صغیر مجبور و دی ملک غیر ما لملک تصمین الدافع او لاخذ او ایداع صغیر سے مستثنیٰ ہے وہ صورت جب کہ صغیر مجبور نے اپنی مانند دوسرے صغیر کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی حالانکہ وہ چیز غیر صغیر کی ملک ہے تو مالک کو جائز ہے چاہے ودیعت دینے والے صغیر سے تاوان لے چاہے ودیعت رکھنے والے سے م اس مسئلہ پر قید بھی ہے کہ صغیر نے بلا اذن مالک ودیعت رکھی ہو کذا فی الطحاوی و لایحجر علی حرمکلف بسفہ ہو تبذیر المال علی خلاف مقتضی الشرع او تعقل و رد و لو فی الخیر یصر فی بناء المساجد و نحو ذلک فحج علیہ عند ما و تمامہ فی فوائد شتی الاشباہ اور جبر نہیں کیا جاتا امام کے نزدیک آزاد بائع عاقل پر بسبب سفاهت کے اور سفاهت مراد یہاں اسراف مال اور اس کا ضائع کرنا ہے خلاف مقتضائے شرع یا عقل کے کذا فی الدرر اور اگر امیر میں اسراف مال کرے چنانچہ بنائے مساجد اور کے مانند امور دین میں مال صرف کرے تو اس کا تصرف منع کیا جائے گا صاحبین کے نزدیک اور پورا بیان اس کا اشباہ کے فوائد شتی میں ہے م سفہ بفتنیں میں عبارت سے طاقت اور شفقت عقل سے اور شرع میں سفہ اور سفاهت سے مراد صرف یہودہ سے مخالف شرع یا عقل کے تو اس کے سواء اور معاصی کا چنانچہ شراب خواری و زنا کاری سفاهت مصطلح میں داخل نہیں حوی نے کہا کہ سفہ عادات سے اسراف کرنا نفقہ میں اور تصرف بلا غرض کرنا یا ایسی غرض میں صرف

جس کو غلامے دین دار غرض شمار نہیں کرتے چنانچہ مغنیین اور لامین کو مال دینا اور اٹھانے والے کو تروں کو گراں قیمت خریدنا اور خرید و فروخت میں بلا محدث نقصان اٹھانا اور مراد سے کر اول و شیعہ تقاضا پھر سفیہ ہو گیا اور اگر بالغ ہو اسفاہست کی حالت میں تو اس کا مال اس کو نہ دیا جائے گا جب تک وہ ۲۵ برس کا نہ ہو کذا فی الطحاوی و فتی و دین و غفلتہ اور حرکات مجرور تصرف نہ ہو گا گتہ کاری اور ادھار لینے اور غفلت کے سبب سے امام کے نزدیک م دین سے وہ دین مراد سے جو اس کے اموال ملو کہ سے زیادہ ہو غفلت سے مراد یہ نہیں کہ مقصد ہو بلکہ سلیم القلب بھولا سیدھا آدمی ہو جو تصرفات نافعہ نہ کرنا جانتا ہو اور تجارت میں نقصان اٹھایا کرتا ہو کذا فی الطحاوی بل منع مفت ما جن یعلم الباطل کتعلیم الردۃ للبتین من زوجہا و تسقط عنہا الزکوۃ بلکہ منع کیا جائے فتویٰ دینے سے مفتی ماجن یعنی مفتی بیباک جو لوگوں کو باطل چلے سکھائے جیسا ارتداد سکھانا کہ عورت اپنے زوج کے نکاح سے چھوٹ جائے یا اس سے زکوۃ دینا ساقط ہو جائے م زلیلی نے کہا مفتی ماجن وہ ہے جو حیل باطلہ سکھا اور حرام کے حلال کہہ دینے اور حلال کے حرام بتا دینے میں بے پرواہ اور بیباک ہو جائے قاضیخان میں سے کہ مفتی ماجن وہ ہے جو حیل باطلہ کی تعلیم کرے اور فتویٰ جہالت سے دے یعنی علم فقہ نہ جانتا ہو اور فتویٰ دینے پر جرأت کرتا ہو و طبیب جاہل اور منع کیا جائے علاج کرنے سے طبیب جاہل م طبیب جاہل وہ ہے جو بیمار کو دوائے ہلک پلا دیتا ہو خواہ اس کو ہلک جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور جب کہ دوا میرض پر شدت کرے تو اس کا ضرر دور نہ کر سکتا ہو کذا فی الطحاوی فتاویٰ قاضی خان میں سے کہ طبیب جاہل وہ ہے جو لوگوں کو مضر اور ہلک دوا پلا دے اور وہ اس کو شفا اور دوا جانتا ہو و مکار مفلس اور منع کیا جائے مکار مفلس یعنی جانور کا کرایہ کرنے والا م حموی نے اپنی شرح میں کہا کہ حجر کے اسباب میں یعنی طفلی اور مملوکی اور جنون اور ان کے ساتھ تین اور ملحق ہیں یعنی مفتی حیلہ آموز اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس یہ روایت ہے امام اعظم سے اور سنوں سے تین اور ملحق ہیں محتکر یعنی جو قحط میں غلہ نیچے اور غلہ فروش جب کہ بیع میں تعدی کریں بسبب زیادتی قیمت کے اور کافر ذمی کا غلام مسلمان ہو جائے اور وہ اس کو نیچے تو قاضی اس کو بیچ ڈالے چنانچہ ابن فرشتہ نے شرح مجمع میں بیان کیا ہے اور صاحبین کے نزدیک سفیہ اور منغلی اور بدیون بھی مجرور تصرف میں ابن ضیاء نے شرح مجمع میں کہا کہ یہ جو امام سے مروی ہے کہ ان کے نزدیک حجر نہیں گرتیں پر مفتی ماجن اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس پر سو مراد اس سے حقیقت حجر کی نہیں ہے یعنی عدم نفوذ تصرف اس واسطے کہ اگر مفتی فتویٰ دے حجر کے بعد اور وہ فتویٰ ٹھیک دیکر تو جائز ہے اسی طرح اگر طبیب دوائے حجر کے بعد تو بیع اس کی نافذ ہے تو معلوم ہوا کہ حجر حقیقی مراد نہیں بلکہ منع جس سے ظاہری مراد ہے اس طرح پر کہ وہ لوگ اپنے کام سے روکے جائیں اس واسطے کہ مفتی حیلہ آموز لوگوں کے دین میں فساد ڈالتا ہے اور طبیب جاہل ان کے کما بدن فاسد کرتا ہے اور مکاری مفلس ان کے اموال تباہ کرتا ہے اس واسطے کہ جب مکاری نے اونٹ کا کرایہ کیا اور حالانکہ اس کے پاس نہ اونٹ ہے نہ اور جانور جس پر بار برداری کرے اور نہ اس کے پاس مال ہے جس سے جانور بار بردار خرید کرے اور لوگ اس پر اعتقاد کر کے اپنا مال کرایہ میں دیتے ہیں اور وہ مال کو اپنی حاجات میں صرف کر ڈالتا ہے پھر جب سٹر کا وقت آتا ہے تو وہ چھپ رہتا ہے اور لوگوں کے مال تلف ہوتے ہیں اور فساد اس شخص کا خلق اللہ کو پہنچتی ہے مفتی ماجن اور طبیب جاہل کے فساد کے مانند تو احوال ضرر خاص واسطے دفع کرنے ضرر عام کے جائز ہے اور یہ از قسم امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہوا نہ از باب حجر تو ناقض لازم نہ ہو کذا فی الطحاوی و عند ہما بحر علی البحر بالسفہ و الغفلۃ بہ ای بقولہما مفتی صیانتہ لملکہ اور صاحبین کے نزدیک حجر کیا جائے آزاد بالغ پر بسبب سفاہت اور غفلت کے اور صاحبین کے ہی قول پر فتویٰ ہے اس کے مال کے بچانے کے واسطے و علی قولہما المفتی بہ فیکون فی احکامہ کصغیر اور بموجب قول مفتی بہ صاحبین کے سفید و رغافہ اپنے احکام میں صغیر بالغ کے مانند ہیں م یعنی اس پر بیز بالغ کے عقود محتمل الفسخ میں قاضی کو اختیار ہو گا چاہے جاری رکھے چاہے نسخ کر دے ثم بذلک الخلف فی تصرفاتہ فصل الفسخ و یطلبہ النزل پھر دریافت کرنا چاہیے کہ یہ اختلاف صاحبین کا امام کے ساتھ ان تصرفات میں ہے جن میں نسخ کا احتمال ہو اور نہ ل اور بیہودگی باطل کر گوتی ہو دے م یعنی امام کے نزدیک سفیہ کے تصرفات کو نہ روکنا اور صاحبین کے نزدیک روکنا مخصوص تصرفات مذکورہ سے چنانچہ بیع اور شرا اور بیہ و غیر ذلک اما لا یجوزہ و یطلبہ النزل فلا یجوز علیہ بالاجماع فلذا قال لا فی نکاح و طلاق و عتاق و استیلاء و قدیر و وجوب زکوۃ و فطرۃ و حج و عبادات و زوال ولایۃ

ابیہ وجہہ فی صحۃ اقرارہ بالعقوبات فی الانفاق فی صحۃ وصایاہ بالضرب من الثلث فهو ای فی ذہ کمالیۃ اذ ان تصرفات میں کہ جو بیع کے تحت نہیں اور ان کو ہر باطل نہیں کرتا سفیہ پر بالاتفاق حرج نہ ہوگا اسی واسطے مصنف نے کہا کہ سفیہ سفیر کے مانند ہے مگر نکاح اور طلاق اور فاق اور استیلا و تدبیر اور رکوۃ اور صدقہ فطر اور حج اور عبادات بذنیہ کے واجب ہونے اور اس کے باپ اور دادا کی ولایت نازل ہو جانے میں اور اقرار عقوبات یعنی حد اور قصاص کے صحیح ہونے میں اور انفاق یعنی نفقہ زوجہ اور ذوی الارحام کے صحت اقرار میں اور حسنات کے وصایا کے صحیح ہونے میں ثلث مال ہے کہ سفیہ ان امور مذکورہ میں بالغ کے مانند غیر مجرب ہے یعنی جس طرح بالغ غیر مجرب کے تصرفات صحیح ہیں اسی طرح سفیہ کے بھی یہ تصرفات بالاتفاق صحیح ہوں گے ان میں صاحبین کے نزدیک بھی حرج نہیں و فی کفارة کعبہ اشباہ اور سفیہ کفارہ میں غلام کے مانند ہے کذا فی الاشباہ مخریضہ اکل میں ہے کہ قسم اور نذر اور ظہار اور قتل کے کفارہ میں قاضی سفیہ کمال صرف نہ ہونے دے بلکہ وہ وہ رکھے کذا فی الطحاوی والحاصل ان کل ما یتوکل فی النزل والجد فی غیر من الجور والافلاک باذن القاضی خائفا و خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس تصرف میں ہزل اور جہل ہے وہ مجرب کا بھی نافذ ہے اور مجرب اگر نہیں وہ تصرف مجرب کا نافذ نہیں مگر قاضی کے اذن سے کذا فی الخانیۃ فان بلغ الصبی غیر رشید لم یسلم الیہ مال حتی یتبلغ خمساً و شریین سنۃ پھر اگر غیر رشید بالغ ہو یعنی باوجود بلوغ ایسا ہوشیار نہ ہو کہ اپنا نفع اور ضرر پہچانے تو اس کا مال اس کو نہ دیا جائے یہاں تک کہ ۲۵ برس کو پہنچے م دریں سے کہ ۲۵ برس کی قید اس واسطے لگائی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عقل مرد کی انتہاء کو پہنچ جاتی ہے جب کہ ۲۵ برس کو پہنچ جاتا ہے خزانہ اکل میں ہے کہ جب تیم بالغ ہو تو وصی اس کا مال اس کو جلد نہ دے بلکہ توقف کرے اور اس کو کچھ مال سوداگری کے واسطے دے کہ آزاد کر دے پس اگر اس کو مصلح پایے تو اس کا مال اس کو دے اور اگر مفسد بیاک دیکھے تو مال نہ دے پھر جب ۲۵ برس کو پہنچے تو مال اس کو دے خواہ وہ مصلح ہو یا نہ ہو کذا فی البدائع فصحت تصرف قبل ای قبل المقدار المذكور فی المدۃ تو صحیح ہے تصرف بالغ غیر ہوشیار کا قبل اس کے یعنی اس مدت کی مقدار مذکور سے پہلے م یعنی اگر ۲۵ برس سے پہلے بالغ غیر رشید وغیرہ کا تصرف کرے گا اپنے مال میں تو صحیح ہوگا اس واسطے کہ بالغ عاقل پر حرج نہیں امام کے نزدیک اور ۲۵ برس تک غیر رشید کو نہ دینا حرج نہ تھا بلکہ تادیب کی واسطے تھا و بعدہ یسلم الیہ وجوباً حتی لو منعه من بعد طلبه من قبل طلبه لاضمان کما یفیدہ کلام مجتبیٰ وغیرہ قالہ شیخنا اور ۲۵ برس کے بعد دینا واجب ہوگا یہاں تک کہ اگر اس کا ولی اس کو مال نہ دے اس کے مانگنے کے بعد تو ولی پر تادان لازم ہوگا و صورت ہلاک ہو جانے مال کے اور مانگنے سے پہلے تادان نہیں چنانچہ مجتبیٰ وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے ایسا کہ ہے ہمارے استاد نے وان لم یکن رشیداً او قالاً لا یدفع حتی یونس رشده ولا یجوز تصرف فیہ ۲۵ برس کے بعد مال دیا جائے گا اگرچہ رشید اور ہوشیار بھی نہ ہو اور صاحبین نے کہا کہ مال نہ دیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی ہوشیاری معلوم نہ ہو اور اس کا تصرف بھی قبل از ہوشیاری جائز نہیں اگرچہ وہ پیغمبر ہی ہو جائے والرشد المذكور فی قولہ تعالیٰ فان استم منهم رشداً ہو کو نہ مصلحاً فی مالہ فقط ولو فاستقام قالہ ابن عباسؓ اور وہ رشد جو مذکور ہے حق تعالیٰ کے اس قول میں کہ اگر تم یتیموں کا رشد معلوم کر دو تو ان کے مال ان کو دو تو مراد اس سے یہ ہے کہ یہ نقطہ اپنے مال میں مصلح ہوں نہ مفسد اگرچہ فاسق ہو ایسا کہ ہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہم اصلاح فی الحال سے مراد یہ ہے کہ مال کو حلال میں صرف کرے نہ حرام میں اور صرف فضول خرچ نہ ہو اور امام شافعی کے نزدیک رشد سے مراد اصلاح فی المال اور اصلاح فی الدین دونوں مراد ہیں کذا فی الطحاوی والقاضی یحبس الحر المدیون لیبیع مالہ لدنیہ اور قاضی مجوس کرے آزاد مدیون کو تاکہ وہ اپنا مال بیچ ڈالے اپنے قرض ادا کرنے کے واسطے م ادا کرنا دین کا واجب ہے مدیون پر اور ماطلت یعنی مالنا آجکل کے وعدے پر ظلم ہے تو حاکم کو مدیون کا جس کو نافع ظلم کے واسطے لازم ہوا و قضی دراہم دینہ من دراہم یعنی بلا امرہ و کذا لو کان دانیہ اور حاکم اس کے دین کے روپے کو مدیون کے روپوں سے ادا کرے یعنی بلا امر مدیون کے اور اسی طرح اگر دین اشرافیاں ہوں تو مدیون کی اشرافیوں سے ادا کرے و باع دانیہ لدراہم دنیہ و بالعکس استحقاقاً لا حقاً فی الثمنۃ اور قاضی مدیون کی اشرافیاں بیچ ڈالے ادھار کے روپوں کے واسطے اور روپیہ بیچ اشرافیوں کے ادا کرنے کے واسطے استحقاقاً کی وجہ سے اس واسطے کہ ثمن ہونے میں اشرافی اور روپیہ دونوں متحد ہیں لا بیع القاضی عرضہ ولا عقارہ للدين خلافاً لما وہای بقولہما بیعہما للدين یعنی اختیار و صحیح القندوی

تہیے قاضی مدیون کے اسباب کو اور نہ زمین اور باغ وغیرہ مال غیر منقول کو دین کے واسطے برخلاف مذہب صاحبین کے اور فتویٰ سے صاحبین کے اس قول پر کہ قاضی مدیون کے اسباب اور مال غیر منقول کو ادا نہ دین کے واسطے بیع ڈلے چنانچہ اختیار شرح مختار میں ہے اور صحیح کیا ہے اس قول کو یصحیح قدوری میں و بیع کل مال یتاجر فی الحال اور بموجب قول مفتی بر کے حاکم بیع ڈلے برہ چیز جس کی مدیون کو فی الحال حاجت نہیں م ادا نہ دین کے واسطے اول نقد کی بیع ہو پھر اسباب کی پھر غیر منقول کی اور جس کی فی الحال حاجت نہیں وہ بیچی جائے تو نم دار اور ادنیٰ قایلین موسم گرمی میں بیجا جائے اور شرط نجیاں موسم سرما میں اور لو سے کی انگیٹ پیچی جائے مٹی کی انگیٹ سے مدیون اپنا کام نکالے کذا فی الطحاوی ولوا قربال یزید بعد الدیون مال میں ثابۃ بیتیہ او علم قاض فی الزام الغیر اذ کمال استمکنہ اذ لا جری فی الفعل کامرا گمدیون کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اس کو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہو جانے ان دیون کے جن کے واسطے وہ مجبور ہوتا وقتیکہ مال نہ کور گواہوں سے یا قاضی کے علم سے ثابت ہو ادا اگر ثابت ہو تو مقررا اور اصحاب دیون کا مزاحم ہوگا یعنی ان کے وہ بھی اپنا دین لے گا مانند اس مال کے جس کو مدیون نے تلف کر ڈالا اس واسطے کہ جبر نہیں ہے فعل میں چنانچہ مذکور ہو چکا م قول مستدیر سے کہ قاضی کو اپنی دانست پر مدیون گواہوں کے حکم دینا جائز نہیں کذا فی الطحاوی افس ومع عرض تراہ فقضہ بالاذن من بالہ ولم یؤذ نہ فبالعہ اسوۃ الغرماء فی ثمنہ ایک شخص مغلس ہو گیا اور اس کے پاس وہ متاع ہے جو اس نے خرید کی اور قبضہ کیا ہو اس متاع پر اس کے بائع کے اذن سے اور منور اس کا ثمن ادا نہیں کیا تو اس کا بائع اور دین والوں کے برابر ہے متاع کے ثمن میں م یعنی بائع فسخ بیع کر کے متاع کو نہیں لے سکتا بلکہ وہ متاع بیع ہو کر بائع اور باقی ارباب دیون کو اس کا ثمن حصہ رسد دیا جائے گا اور باقی دین کے واسطے ماحصول قدرت مدیون کو مہلت دی جائے گی اور یہ جو حدیث میں وارد ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مرد مغلس کے پاس پادے تو وہ اس متاع سے اپنے غیر سے اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مغلس کے پاس پادے تو زیادہ تر وہ اس کا حقدار ہے تو اس متاع سے مراد وہ متاع ہے جو بطریق غصب اور عاریت اور ودیعت اور اجارہ اور دین کے ہو کہ وہ بعینہ اس کا مال ہے اور بیع تو بائع کا مال نہیں رہی اور نہ اس کی وہ متاع ہوگی بلکہ کسی چیز تو مشتری کا مال ٹھہرے گی کیونکہ وہ بائع کی ملک سے نکل گئی اور بیع اور قبض سے اس کا ضمان لازم ہو گیا کذا فی الطحاوی تبصر فی فان افس قبل قبضہ او بعدہ لکن بغیر اذن بالعہ کان لہ استردادہ حبسہ بالثمن وقال الشافعی للبائع الفسخ پھر اگر مشتری مغلس ہوگا قبل قبض بیع کے یا بعد قبض کے لیکن قبض بیع بغیر بائع کے اذن کے تھا تو بائع کو بیع کا پھر لینا اور اس کا روک رکھنا ثمن کے واسطے جائز ہے اور امام شافعی نے کہا کہ بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہے حج القاضی علیہ ثم رفع الی قاض اخر فاطلقہ واجاز ما صنع المحرر کذا فی الخانیۃ و ہرما قطن الدرر والسخ جاز اطلاقہ قاضی نے ایک شخص پر حجر کیا یعنی بیع اور شرار وغیرہ سے اس کو روک دیا پھر اس کا مراد دوسرے قاضی کے پاس ہوا مہر اس نے اس کو کھول دیا مطلق القان کر دیا اور جائز کر دیا اس تصرف کو جو مجبور نے کیا کذا فی الخانیۃ تو قاضی ثانی کا اطلاق جائز ہے اور وہ یعنی اجازت تصرفات مجبور کی ماقط اور وہ رہ گئی ہے در اور منخ الغداء سے و ما صنع المحرر فی مالہ من بیع و شر قبل اطلاق الثانی او بعدہ کان جائز الان حجر الاول مجتہد فیہ توقف علی امضاء قاض اخر اور جو تصرف مجبور نے کیا اپنے مال میں بیع یا شر سے قبل اطلاق ثانی کے اور بعد اس کے وہ جائز ہوگا اس واسطے کہ قاضی اول کا حجر کرنا محل اختلاف مجتہدین سے ہیں موقوف رہے گا دوسرے قاضی کے جاری رکھنے پر فروع مسائل ملحقہ شارح کے یصح الحج علی الثائب لکن لا یحجر مالہ یعلم خانیۃ صحیح ہے حجر کرنا شخص غائب پر لیکن وہ مجبور نہ ہوگا جب تک اس کو معلوم نہ ہوگا کہ قاضی نے میرا تصرف منع کر دیا ہے کذا فی الخانیۃ م اور اگر غائب مجبور تصرف کرے قبل العلم بعد الحجر تو اس کے تصرفات نافذ ہیں اور اگر غیر بالغ ہو سفامت کی حالت میں تو قبل از حجر قاضی مجبور ہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اس کے تصرفات نافذ ہوں گے اور محمد کے نزدیک مجبور ہوگا بدون حجر کرنے کے کذا فی الخانیۃ ولا یرفع الحجر بالرشد اور رشد کے پیدا ہوتے ہی حجر نہیں اٹھ جاتا بل باطلاق القاضی بلکہ جب قاضی اس کو اٹھنے کا حکم دیوے ولوا دعی الرشاد وادی خصم بقاۃ علی المسفہ و برہنا یعنی تقدیم بید بقاۃ السفہ اشباہ اور اگر دعویٰ کیا رشدا اور ہوشیاری کا اور اس کے منہم نے اس کے باقی رہنے کا سفامت پر اور دو گواہ لائے اپنے دعویٰ پر تو بوقت سفامت کے گواہوں کو مقدم رکھنا لائق ہے کذا فی الاشباہ م طحاوی نے کہا صاحب اشباہ کی یہ بحث مخالف ہے منقول کے

کی تصدیق میں قید لگائی ہے عادیہ وغیرہ میں بار بارہ برس کے بعد ایک اور شرط مشروط ہے اس کے بلوغ کے اقرار صحیح ہونے کے واسطے وہ شرط یہ ہے کہ صغیر کا ایسا حال ہو کہ ویسے صغیر کو اختلام ہوتا ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا کذا فی شرح الوہاب نیعم یعنی اگر صغیر بارہ برس کے بعد اور صغیر نو برس کے بعد بلوغ کا دعویٰ کریں اور نہایت ناتوان اور لاغر اور خستہ حال ہوں تو ان کی تصدیق نہ ہوگی کیونکہ ظاہر حال ان کا ان کے قول پر دلالت نہیں کرتا وہاں چنانچہ کمالیہ حکم فلا یقبل - خود بلوغ بعد اقرارہ مع احتمال حال فلا تنقض قسمہ ولا یمید اور صغیر اور صغیرہ اس وقت میں یعنی اقرار بلوغ کے وقت میں بعد شرائط مذکورہ کے بالغ جوان کے مانند ہیں حکم میں پس انکار بلوغ کا مقبول نہ ہوگا اقرار کے بعد باوجود احتمال رکھنے اس کی حالت کے تو اس کی قسمت اور وسیع منقوض نہ ہوگی مگر قادی قاضی زمان میں ہے کہ ایک لڑکا خرید و فروخت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بالغ ہوں پھر اگر بعد اس کے کہے کریں بالغ نہیں تو جب کہ اس نے بلوغ کا اظہار کیا تھا وہ محتمل بلوغ کا تھا یعنی بارہ برس یا زیادہ کا تھا تو اب اس کا انکار معتبر نہیں اور اگر بارہ برس سے کم کا ہے تو اقرار اس کا صحیح نہیں اور حموی میں ہے کہ دونوں کے احکام بالغوں کے مانند ہیں باقی تصرفات میں کذا فی الطحاوی وفي الشرع بلالیۃ یقبل قول المراقبین تدلیفنا مع تفسیر کل باذا بلغ بلا یمین اور شرعاً بلالیہ میں ہے کہ صغیر قریب بلوغ کا یہ قول مقبول ہے کہ البتہ ہم بالغ ہو چکے ہر شخص کے اس بیان کے ساتھ کہ کون علامت سے وہ بالغ ہوا بدون قسم ہم یعنی تصدیق قسم پر موقوف نہیں لیکن بیان کیفیت بلوغ البتہ اس پر لازم ہے وفي الخزانۃ اقرار بلوغ یقبل انتی عشرۃ سنۃ لا تصح الا بالینۃ وبعده تصح انتی اور خزانہ میں ہے کہ صغیر نے بلوغ کا اقرار کیا تو بارہ برس سے سیدھے صحیح نہیں مگر گواہوں سے اور بعد بارہ برس کے اقرار بدون شہادت صحیح ہے انتی کلامہ مع معائنۃ انزال کی گواہی سے اقرار بلوغ کا صحیح ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم



تصرف شخصی کا اذن استخدام یعنی خدمت لینا ہے نہ اذن تجارت م فتاویٰ مالگیری میں ہے کہ حد فاصل تجارت اور استخدام میں یہ ہے کہ اگر غلام کو عقود کا بار بار اذن دیا اور معلوم ہوا کہ مراد مولیٰ کی جلب منفعت ہے تو وہ اذن تجارت کا اذن ہے اور عقد واحد کا اذن دیا اور معلوم ہوا کہ منفعت مقصود نہیں تو وہ تجارت کا اذن نہیں بلکہ استخدام ہے عرت اور عادت میں یعنی اگر مولیٰ نے کہا کہ کپڑے کی خرید و فروخت کر تو وہ ماذون تجارت میں ہوا اور اگر کہا کہ فلا نے شخص کے پاس فلا نے کام میں مزدوری کر تو وہ ماذون فی التجارة نہیں اس واسطے کہ ایک ہی عقد کا امر کیا اور اگر کہا کہ لوگوں کے یہاں فلا نے کام میں مزدوری کر تو یہ اذن سے تجارت کا سبب عدم تعیین مستاجر تو عقود مختلفہ کا اذن ہوا انتہی القانی نے کہا کہ اگر عمل خاص کا اذن بھی اذن عام ہو جاتا تو پڑتی تھی لوگوں پر پڑتی کہ ایک پیسے کے ساگ خرید کر انے سے غلام ماذون فی التجارة ٹھہر جایا کرتا اور استخدام کا مضمون فوت ہوتا اسی ضرورت سے ہر اذن اذن عام نہیں ہوتا بلکہ وہ استخدام اور توکیل ہے کذا فی الطحاوی مختصر اویثیت الماذون دلالتہ بعد رآہ سیدہ بیع ملک اجنبی فلو ملک مولاه لم یجز حتی یاذن بالطلاق بزایہ ودرر عن الخانیۃ اور ثابت ہوتا ہے اذن دلالتہ حال سے تو جس غلام کو اس کے مولیٰ نے ملک اجنبی کو بیع کرتے دیکھا تو اگر مولیٰ اپنے غلام کو اپنی ملک نیچتے دیکھے گا تو فقط سکوت سے اذن جائز نہ ہوگا جب تک زبان سے اذن دے چنانچہ بزایہ اور درر میں ہے خانیہ سے م اذن جائز نہ ہوگا یعنی اذن ثابت نہ ہوگا اس تصرف میں جس میں سکوت واقع ہوا کا ذکر غری زادہ اور اور یہ مراد نہیں کہ اس تصرف کے ہوا اور تصرفات میں بھی اذن ثابت نہ ہوگا جیسا کہ شربنالیہ کا مصنف سمجھا ہے کذا فی الطحاوی عن ابی السعود لکن سوی بینہما الزیلعی وغیرہ وجرم بالتسویہ ابن کمال وصاحب الملتقی ودرر فی الشربنالیہ بان مافی المتون والشروح اولیٰ مافی کتب الفتاویٰ فلیحفظ لیکن مال اجنبی اور مال مولیٰ کو برابر کہا ہے زیلعی وغیرہ نے اور ابن کمال اور صاحب ملتقی نے دونوں مالوں کی برابری کا یقین کیا ہے اور شربنالیہ میں دونوں کی برابری کی ترجیح دی ہے اس طرح پر کہ جو روایت کہ متون اور مشروح میں ہے وہ مقدم اور اولیٰ ہے اس روایت سے جو فتاویٰ کی کتابوں میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م یہ استدراک بے موقع ہے اس واسطے کہ زیلعی کا کلام کہ غلام ماذون ہو جاتا ہے اس فعل کے بعد جس پر سکوت واقع ہوا اور یہ بزایہ اور درر کے مغائر ہے اس واسطے کہ بزایہ اور درر کا موضوع نفس فعل سکوت عنہ ہے اور یہ مقتضی ہے فعل اول کے فرق کا تو اگر اجنبی کا مال ہو تو سکوت سے غلام ماذون ہوگا فعل سکوت عنہ میں اور اس کے بعد میں اور اگر مولیٰ کا مال ہوگا تو غلام ماذون ہوگا مابعد میں نہ اس فعل سکوت عنہ میں کذا فی الطحاوی ویشتری ما اراد وسکت السید ماذون خبر لبتداء تو جس غلام کو اس کے مولیٰ نے ملک اجنبی کو بیع کرتے اور جو چاہا اس کو خرید کرتے دیکھا اور مالک نے سکوت کیا تو وہ غلام ماذون فی التجارة دلالتہ لفظاً سے شارح نے کہا ماذون خبر بے متباد کی اور مبتداء ہے فیجئ رآہ الا اذا کان المولیٰ قاضیا الشاہ سکوت مولیٰ کا اذن ہے مگر جب کہ مولیٰ قاضی ہو تو سکوت اذن نہیں کذا فی الاشباہ و لکون لیکون ماذون فی بیع ذلک الشیء او شرأئہ فلا یفقد علی المولیٰ بیع ذلک المتاع لانه یلزم ان یصیر ماذوناً قبل ان یصیر مادوناً و باطل دیکھن غلام ماذون نہ ہوگا اس چیز سکوت عنہ کی بیع یا اس کی خرید میں تو مولیٰ پر اس متاع کی بیع نافذ نہ ہوگی اس واسطے کہ لازم آئے کہ غلام ماذون ہو جائے ماذون ہو جانے سے پہلے اور حالانکہ یہ باطل ہے لکن قید القستانی معز بالذخیرۃ بالبیع دون الشر او من مال مولاه ای فیصح فیہ وعلیہ فیفتقر الی الفرق والذالموافق میں کہتا ہوں لیکن عدم اذن یا عدم نفاذ کو قستانی نے ذخیرہ سے نقل کر کے مقید کیا ہے بیع کے ساتھ نہ اس خرید کے ساتھ جو مولیٰ کے مال سے مولیٰ تو اس میں بھی خرید صحیح ہوگی اور بر موجب قید ذخیرہ کے بیع اور شر کے فرق بیان کرنے کی حاجت پڑے گی اور حق تعالیٰ توفیق دے فرق بیان کرنے کی مزیلعی میں ہے کہ اگر مولیٰ نے اپنے غلام کو خرید کرتے دیکھا مولیٰ کے درام یا دنانیر سے اور اس کو منع نہ کیا تو وہ ماذون ہو گیا انتہی تو غلام اسی عقد میں ماذون ہو گیا مولیٰ نے کہا وجہ فرق یہ ہے کہ خرید میں بیع داخل ہو جاتی ہے مولیٰ کی ملک میں تو کچھ ضرر نہیں بخلاف بیع کہ اس میں زائل ہو جاتی ہے مولیٰ کی ملک سے تو اس بیع میں سکوت اذن نہ ہوا لیکن اس میں نخل یہ ہے کہ بیع اور شر دونوں میں اذغال اور اخراج ہے حلّی نے کہا شاید وجہ فرق وہ ہے جو فقہا نے باب الفضولیٰ میں مذکور کیا ہے کہ شر اسرع بنفاذ ہے بیع سے اور شری الدین

یعنی اگر غلام سے ہر قسم کی بیع اور شر کر کے تو معلوم ہوگا کہ اذن ہے اور جو گاہ گاہ اس سے کوئی چیز منگوائے تو یہ استخدام اور خدمت لینا ہے اذن نہیں ۱۲

نے اس عقد کو موقوف رکھا ہے مولیٰ کی اجازت پر یعنی اگر مولیٰ اجازت قوی دے تو نافذ ہے اور اگر باطل کر دے تو باطل ہے کذا فی الطحاوی وثبت
صریحاً فلو اذن مطلقاً لا یقید صریحاً کل تجارة منہ اجماعاً اور اذن ثابت ہوتا ہے صریحاً تو اگر غلام کو اذن دیا مطلقاً بدون قید کے تو بیہ تجارت غلام کی بالاتفاق صحیح ہوگی
م اذن مطلق کی یہ مثال ہے کہ مولیٰ کہے کہ میں نے تجھ کو اذن دیا سو اگر یوں میں یا یوں کہے کہ اذن دیا سو اگر یوں میں اور چیز معین کے خرید کی قید نہ لگائی اور نہ کوئی قسم
سو اگر یوں کی بیان کی کذا فی المنہ اما لو قید عندنا لیم خلافاً لکشافی اور اگر اذن میں قید عام لگا دے گا تو ہمارے نزدیک قید معتبر نہ ہوگی اذن عام ثابت ہوگا برخلاف
مذہب شافعی کے فی بیع و لیستری ولو یغین فاحش خلافاً لہما تو بعد ماذون بیچے اور خرید کرے اگرچہ بیع اور شراغین فاحش کے ساتھ جو برخلاف مذہب صاحبین
کہ ان کے نزدیک بیع اور شراغین فاحش بعد ماذون کو جائز نہیں ہے دیو کل بہا ویرہن ویرہن و یغیر الثوب والکدابة لانه من مادة التجار اور خرید و فروخت میں
غیر کو دلیل کرے اور اپنی چیز دوسرے کے پاس گرہ رکھے اور غیر کی چیز اپنے پاس رہی رکھے اور کپڑے اور جانور کو عاریت دے اس واسطے کہ یہ
سودا گروں کی عادت ہے ویصالح عن قصاص وجب علی عبده اور مال دے کر صلح کرے اس قصاص سے جو واجب ہو ماذون کے غلام پر و
بیع من مولاه مثل القيمة واما باقل منہ فلا اور ماذون بیع کرے اپنے مولیٰ سے قیمت کی برابر اور قیمت سے کم ترکی بیع تو جائز نہیں م اذ بیع اکثر قیمت
سے بطریق اولیٰ جائز ہے و بیع مولاه منہ مثل القيمة او اقل اور مولیٰ بعد ماذون سے بیع کرے برابر قیمت یا کم تر سے و للمولیٰ حبس البیع لقیض
ثمنہ من العبد اور مولیٰ کو جائز ہے روک رکھنا بیع کا اس کے ثمن کے لینے کے واسطے بعد ماذون سے و یطبل الثمن خلافاً لکشافی شارح مجمع معزیا

للحیظ لو سلم البیع قبل قبضہ لانه لا یجب لہ علی عبده دین فخرج مجاہداً حتی لو کان الثمن بضرالم یطبل لتعینہ بالعقد وذاک لولما ذون مدیوناً والام یحرم بیعاً بیع نہایہ
اور ثمن باطل ہوگا اگر مولیٰ بیع کو قبل قبضہ ثمن تسلیم کرے اس واسطے کہ اس صورت میں ثمن دین بھڑے گا اور مولیٰ کا دین اس کے غلام پر واجب نہیں ہوتا تو بیع
مولیٰ کے ہاتھ سے منقوت نکل گئی تو اگر ثمن متاع ہو نہ کیلی اور روزنی چیز تو ثمن باطل نہ ہوگا بسبب متعین ہوجانے متاع کے عقد کے سے اور یہ سبب مذکور یعنی
ما ذون کی بیع مولیٰ سے اور مولیٰ کی ماذون سے اس شرط پر ہے جب کہ ماذون مدیون ہو اور اگر مدیون نہ ہو تو مولیٰ اور اس کے غلام میں بیع جائز نہیں کذا فی النہایہ
م جب غلام ماذون لوگوں کا مدیون ہوا تو اجنبی کے مانند ہوا تو مبايعت دونوں میں جائز ہوگئی اور در صورت عدم دین جو غلام کے پاس ہے وہ مولیٰ کا مال ہے
تو خرید و فروخت انہی ذات سے لازم آئی ولو باع المولیٰ منہ باکثر حط الزائد او فسخ العقد ای یومر السید بان یفعل واحداً منہما حتی الغرار اور اگر مولیٰ نے کوئی
چیز ماذون کے ہاتھ اکثر قیمت سے بیچی تو زائد کو کم کر ڈالے یا عقد بیع کو فسخ کرے یعنی مالک کو امر کیا جائے کہ دونوں کاموں میں سے ایک کام کرے دین والو
کے حق کے سبب سے فہماکان من التجارة مولیٰ زائد کو کم کرے یا بیع فسخ کرے اس چیز میں جو تجارت کی قسم سے موم طحاوی نے کہا کہ اس قید کا مفہوم میں
نے کتابوں میں نہیں دیکھا اور شاید کہ یہ احتراز ہے اس بیع سے جو طعام اور لباس کے واسطے ہو کہ اس میں فسخ بیع نہیں تو اس کی تیقن اور تلاش کرنا چاہیے و
تقبل الشہادۃ علیہ ای علی العبد الماذون حتی ما اور عبد ماذون کے ضرر پر گواہی مقبول ہوگی ہر ایک حق کی م چنانچہ ماذون کی غصب اور استہلاک و دلیلت کی گواہی
یا اس کے اقرار غصب وغیرہ کی گواہی اور اسی طرح بیع یا شرا یا اجارہ ماذون کی گواہی وان لم یحضر مولاه گواہی ماذون پر مقبول ہے اگرچہ اس کا مولیٰ اس وقت
حاضر نہ ہو ولو محجور الاقبیل یعنی لا تقبل علی مولاه بل علیہ فواخذہ بہ بعد القیق اور اگر غلام محجور التصرف ہو تو گواہی مقبول نہیں یعنی اس کے مولیٰ پر مقبول نہیں بلکہ غلام
محجور پر مقبول ہوگی سو اس کا مواخذہ ہوگا غلام سے اس کے آزاد ہونے کے بعد ولو حضر معاً فان الدعوی باستہلاک مال او غصبہ قضی علی المولیٰ وان باستہلاک و دلیلت
او لبضاعۃ علی المحجور تسبیح علی العبد وقیل علی المولیٰ اور اگر مولیٰ اور غلام محجور دونوں حاضر ہوں تو اگر استہلاک مال یا اس کے غصب کا دعویٰ ہو تو مولیٰ پر حکم ہوگا یعنی مولیٰ
سے خطاب ہوگا کہ اس کو بیچے اور تاوان دے اور اگر دلیلت یا لبضاعت کے تلف کر ڈالنے کا محجور پر دعویٰ ہو تو غلام پر دعویٰ مسوع نہ ہوگا یعنی حق کے بعد اس
سے مواخذہ ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ مولیٰ پر مسوع ہوگا ولو شہدوا علی اقرار العبد بحق لم یقبض علی المولیٰ مطلقاً وتمامہ فی العادیۃ اور اگر گواہی دین غلام کے

اقرار کرنے پر ساتھ حق کے یعنی غلام نے کسی کے حق کا اقرار کیا ہے تو اس کے مولیٰ پر حکم نہ ہوگا مطلقاً خواہ مولیٰ حاضر ہو یا غائب اور پورا بیان اس کا عادیہ میں ہے ویاخذ
 بوضو اجارۃ و مساقاة و مزارعة و شتر ی بذل یا زرعہ اور غلام ماذون غیر کی زمین کے بطریق اجارہ اور معاملہ اور مزارعت کے اور وہ بیع خرید کرے جس کو بوند
 ویاخذ و یزاد اور ماذون اپنے غلاموں کو اور دوکانوں اور گھروں کو اجارہ دے اور زمین بطریق مزارعت لے کذا فی الطحاوی و یشارك عناناً او مفادضة اور ماذون
 شرکت عنان کرے نہ شرکت مفادضة و یستاجر ویو جبر و لو نفسه اور ماذون اجارہ دے اگرچہ اپنی ذات کا اجارہ ہوم ہر چند ایجاز نفس ماذون ایجاز مطلق سے معلوم
 ہو چکا تھا لیکن تصریح اس واسطے کر دی کہ اس میں امام شافعی کا خلاف ہے یعنی ان کے نزدیک غلام ماذون کو اپنا اجارہ دینا جائز نہیں ولیقر بولدیعة و غصب و دین اور
 ماذون اقرار کرے و دیعت اور غصب اور دین کا یعنی یہ اقرار صحیح ہے ولو علیہ دین لغیر زوج و ولد والد و سید فان اقرارہ ہم بالبدین باطل عندہ خلافاً لہما اذ اگر ماذون
 پر زوج اور بیٹے اور باپ اور مولیٰ کے سوا کسی اور شخص کا دین ہو تو اقرار صحیح اس کا ہے اس واسطے کہ ماذون کا اقرار کرنا زوج اور بیٹے اور باپ اور مولیٰ کے دین کا
 باطل ہے امام کے نزدیک برخلاف مذہب صاحبین کے کذا فی الدررہم یعنی اگر زوج اور بیٹا اور باپ ماذون کا آزاد ہو تو ان کے دین کا اقرار باطل ہے خواہ وہ
 کسی کا دین ہو یا نہ ہو ولو بعین صح ان لم یکن مدیوناً و ہبانیۃ اور اگر دین کے سوا کسی اور شخص مقبوض کا اقرار کرے کہ یہ چیز زوج یا بیٹی یا باپ یا مولیٰ کی ہے تو صحیح ہے اگر
 ماذون مدیون نہ ہو کذا فی الوہبانیۃ و میدی طعنا لیسیرہما لا یعد سرفاً و مفادہ ان لا یہدی من غیر الماکول اصلاً ابن کمال و جزم بہ ابن الشخہ اور ماذون تھوڑا کم قیمت کھانا تحفہ
 دے اس طرح کہ وہ اسراف اور فضول خرچی شمار نہ ہو اور اس قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ کھانے کے سوا اور چیز اصلاً تحفہ نہ دے کذا ذکرہ ابن کمال اور یقین کیا اس
 پر ابن شخہ نے م ابن شخہ نے تحفہ دینا نہ کو نہیں کیا بلکہ ضیافت اور تصدق ماکول قلیل کو اس نے بیان کیا ہے کذا فی الطحاوی و المحمور لا یہدی شیئاً اور غلام محمور کچھ تحفہ
 نہ دے کسی کو نہ قلیل نہ کثیر نہ طعام نہ غیر طعام و فی الثانی اذا دفع للمحور قوت یومہ فدا بعض رفقاءہ لاکل معہ فلا باس بخلاف ما لو دفع الیہ قوت شہر او ابو یوسف سے
 رعایت سے کہ جب غلام کو محمور کو ایک دن کا کھانا دیا گیا سو اس نے اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ کھانے کے واسطے بلایا تو کچھ مضائقہ نہیں برخلاف اس صورت
 کے کہ اگر اس کو مینے بھر کا کھانا دیا گیا تو کسی اور شخص کو اپنے ساتھ کھانا درست نہیں ولا باس للمرأة ان تصدق من بیت سیدہا اور وہاں بالیسیر کر غنیف و نحوہ ملحق اور عورت
 پر کچھ مضائقہ نہیں اس کا کہ اپنے مولیٰ یا اپنے زوج کے گھر سے تھوڑی سی خیرات کرے چنانچہ ایک روٹی اور مانند اس کے کذا فی الملتقی م یعنی بدون اطلاع شوہر
 تھوڑا صدقہ دینا جائز ہے اس واسطے کہ اس قدر دینے کو منع کرنا راجح نہیں ولو علم منہ عدم الرضی لم یجز اور اگر اس قدر تصدق دینے کی ناراضماندی مولیٰ یا شوہر
 کی معلوم ہو تو اتنا بھی جائز نہیں و یضیف من یطعمہ اور ماذون ضیافت کرے اس شخص کی جو اس کو کھانا کھلاتا ہے و یتخذ الضیافۃ البیسرۃ بقدر مالہ اور کم خرچ تھوڑی ضیافت
 کہے بقدر اپنے مال کے کم محمد سے مردی سے کہ اگر ماذون کے پاس سوداگری کا مال دس ہزار درہم ہو تو دس درہم ضیافت میں خرچ کرنا قلیل میں داخل ہے اور
 اگر مال تجارت دس درہم نہ ہو تو ایک دانگ کی بھی ضیافت کثیر ہے کذا فی الطحاوی عن محیط و یحیط من یمن بعیبہ قدر ما یحیط بالتجار اور ماذون کم کر ڈالے ٹن سے
 بیع کے عیب کے سبب سے جس قدر سوداگر کم کر ڈالتے ہوں یعنی زیادہ کم کرنا درست نہیں ہے و یجانی و یو جمل مجتبیٰ اور ماذون جنس نیچے اس کے ٹن سے کم تر اور
 ٹن لینے کی مدت مقرر کرے کذا فی المجتبیٰ م قاموس میں ہے کہ جماعت سے عطائے بلا عوض اور بلا احسان سے اور محایاة عبارت ہے تصرف اور اختصام اور
 میلان سے انتہی اور یہاں ان معانی سے کوئی مراد نہیں یہاں تو مراد جنس کا بیچنا ہے اس کے ٹن سے کم تر کے ساتھ تغلیل ٹن اور تا جیل اس واسطے ماذون کو
 جائز ہوئی کہ اہل تجارت کو کبھی اس کی حاجت پڑتی ہے کذا فی الطحاوی و لای تزوج الا باذن اور ماذون نکاح نہ کرے مگر مالک کے اذن سے اس واسطے کہ یہ
 تجارت کے باب سے نہیں ہے اور اس میں ضرور ہے مولیٰ کا ہر واجب ہو جانے سے و لا یتسری وان اذن لہ المولیٰ اور سریرہ یعنی لونڈی کو حرم نہ بنادے اگرچہ
 مولیٰ نے اس کو اذن دیا ہوم اس واسطے کہ حرم بنانا مالک رقبہ پر مبنی ہے اور ماذون کسی چیز کا مالک نہیں و لایزوج رقیقہ و قال ابو یوسف یزوج الامۃ اور اپنے
 مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نہ کر دے اور ابو یوسف نے کہا لونڈی کا نکاح کر دے و لایکاتبہ الا ان یجیدہ المولیٰ و لادین علیہ و لایۃ القبض للمولیٰ اور ماذون نکاح

نہ کرے اپنے مملوک کو مگر اس طرح کہ مولیٰ اس کی اجازت دے اور حالانکہ ماذون پر وہی دم ہوا اور بدل کتابت کے قبضہ کرنے کی ولایت مولیٰ کے واسطے ثابت ہے ولا یعقوب بمال الا ان یجوزہ الی آخر یا مازون مملوک کو بعض مال کے آزاد نہ کرے مگر یہ کہ مولیٰ اس کو جائز رکھے تا آخر شرط مذکور یعنی مولیٰ اجازت دے اور ماذون پر دین نہ ہو اور ولایت قبضہ مولیٰ کے واسطے ہے نہ ماذون کے واسطے ولا یغیرہ اور نہ بدون مال کے آزاد کرے ولا یقرض ولا یمسک ولا یعوض اور نہ ماذون قرض دے اور نہ مہبہ کرے اگرچہ مہبہ بالعوض ہو ولا یشکل مطلقاً بنفس اموال اور ضامن نہ کرے مطلقاً نہ حاضر ضامن نہ مال ضامن ولا یصالح عن قصاص وجب علیہ اور ماذون صلح نہ کرے اس قصاص سے جو اس پر واجب ہو ولا یعفو عن القصاص اور نہ قصاص کو معاف کرے و یصلح عن قصاص موجب علی عبدہ خزائنہ المسفقہ اور ماذون صلح کرے اس قصاص سے جو اس کے غلام پر واجب ہو کذا فی خزائنہ المسفقہ وکل دین وجب علیہ تجارۃ او باہو فی معنایا امثلہ الاول کسب وشراء واجارۃ واستیجار وامثلہ الثانی غرم وودیعة وغصب وامانۃ محمد ہما عباتۃ الدرد وغیر ہما محمد ہما بلا مہم قنبہ وعقر وجب بوطی مشرتہ بعد الاستحقاق کل ذلک متعلق برقبۃ کدین الاستہلاک والمہر ونفقۃ الزوجۃ سیار فیہ اور جو دین کو واجب ہو ماذون پر اس کی تجارت کے سبب سے یا اس سبب سے ہو جو بمعنی تجارت کے ہے اول کی مثالیں چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور استیجار اور ثانی یعنی بمعنی تجارت کی مثالیں چنانچہ ودیعت کا تاوان اور اس غصب اور امانت کا تاوان جن کا ماذون انکار کر چکا اور وہ مہر جو واجب ہوا استحقاق کے بعد خریدی لونڈی کی دہلی سے سرائیک دین مذکور متعلق ہے اذن کی گردن سے دین الاستہلاک اور ہر اور نفقہ زوجہ کی مانند ماذون بیچا جاوے گا اس دین میں یعنی اس کو قاضی بیع کرے گا شارح نے کہا اور درر کی عبارت یوں ہے (وغرم وودیعة وغصب وامانۃ وغیر ہما محمد ہما) بدون مہم کے سو آگاہ رہنا مہم مصنف کی عبارت میں ضمیر ثنیہ کی ہے تو انکار فقط غصب اور امانت کی مخصوص ہوا اور درر کی عبارت میں وودیعت اور غصب اور امانت وغیر ہما کو شامل ہو گیا ولہم استعواءہ ایضاً زلیعی اور دین والوں کو ماذون سے سعی اور کوشش کروانا بھی جائز ہے کذا فی الزلیعی یعنی اس سے کسب کروانا اور اس کے کسب اپنے دیون کو لینا درست ہے ومفادہ ان زوجۃ لو اختارت استعواءہ لنفقۃ کل یوم ان یكون لما ذلک ایضاً بحرم النفقۃ اور ثبوت استعواءہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر ماذون کی زوجہ اس نے محنت مزدوری کروانا اختیار کرے ہر دن کی خوراک کے واسطے تو اس کو بھی یہ جائز ہے کذا فی البحر باب النفقۃ بحرف مولاہ ادناہ لاحتال ان یغدیہ بخلاف بیع الکسب فانہ لا یتحتاج لحضور المولی لان العبد خصم فیہ دیون مذکورہ میں ماذون بیچا جاوے گا اس کے ملک کے سامنے یا اس کے نائب کے روبرو ملک کے فدیہ دینے کے احتمال بحر خلاف کسب مذکور کہ اس میں حضور مولیٰ کی حاجت نہیں واسطے کہ عبد ماذون صاحب مال ہے اپنے کسی اور مال کی ذمہ داری میں اس کا مولیٰ واسطے ولی قسم ثمنہ یا کھس اور ماذون کا ثمن مقصور ہو گا دین والوں میں حصہ رسد و تعلق بکسب حاصل قبل الدین او بعدہ اور دین مذکور متعلق ہو گا ماذون کی کمائی سے خواہ کمائی قبل دین کے حاصل ہوئی یا دین کے بعد و تعلق ہما وہب لہ وان لم یحصہ مولاہ اور دین مذکور متعلق اس چیز سے ہے جو ماذون کو مہبہ کی گئی اگرچہ اس کا مولیٰ حاضر نہ ہو ہذا قید کسب والایہاب لکن بشرط حضور العبد لانه الخصم فی کسبہ یعنی عدم حضور قید ہے کسب اور مہبہ قبول کرنے کی یعنی کسب اور مہبہ کی بیع میں ادا دین کے واسطے مولیٰ کا حاضر ہونا شرط نہیں لیکن غلام کا حاضر ہونا شرط ہے اس واسطے کہ وہ صاحب معاملہ ہے اپنی کمائی میں ثم انما یبدأ بالکسب وعند عدم سیتونی من رقبۃ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ ادا دین کے واسطے کسب ہی سے ابتدا ہوگی اور کمائی کے نہ ہونے کے وقت اس کی گردن سے دین ادا کیا جاوے گا یعنی ماذون کو بیع کر قلت والاکسب المحاصل قبل الاذن فتح المولی فذا اخذہ مطلقاً قال شیخنا ومفادہ ان لو اکسب المحور شیئاً وادفعہ عند آخر ملک فی ید المودع للمولی تفضیلاً لانه کودع الغاصب قتالہ میں کہتا ہوں اور وہ کسب جو حاصل ہوا ہے اذن سے پہلے سودہ مولیٰ کا حق ہے تو مولیٰ کو اس کا لینا مطلقاً جائز ہے خواہ ماذون پر دین ہو یا نہ ہو ہمارے استاد خیر الدین رحلی نے کہا کہ مولیٰ کے حق ہونے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر غلام مجبور کوئی چیز کسب کرے اور دوسرے شخص کے پاس ودیعت رکھے اور مودع کے ہاتھ میں وہ چیز تلف ہو جائے تو مولیٰ کو اس سے تاوان لینا جائز ہے اس واسطے کہ غاصب مودع کے ملنے سے سو اس کو نال کر لایا متعلق الدین بما اخذہ مولاہ منہ قبل الدین دین متعلق نہ ہو گا اس مال سے جو ماذون کے مولیٰ نے اس سے لیا دین ہونے سے پہلے اس

واسطے کہ اس نے اپنا خالص حق لیٹو لب الماذون بما یحق من الدین زائد اثن کسبہ وثمنہ بعد عتقہ ولایباع ثانیاً اور ماذون سے اس دین کا جو زائد باقی رہ گیا ماذون کے کسب اور ثمن سے مطالبہ ہوگا اس کے آزاد ہونے کے بعد اور دوسری بار وہ نہ بچا جاوے گا دین باقی ادا کرنے کے واسطے یعنی اس واسطے کہ اگر اس کی بیع دوبارہ جائز ہو تو کوئی مشتری اس کو جان کر خرید نہ کرے گا تو بیع اس کی ممتنع ہوگی بالکلیہ تو دین والوں کا ضرر ہوگا و مولانا اخذ غلۃ مشملہ بوجود دنیہ و ما زاد للفرء یعنی لو کان المولی یاخذ من العبد کل شئ عشرۃ درہم مثلاً قبل حقوق الدین کان لہ ان یاخذ یا بعد لحوقہ استحساناً لانه لو منع منہا بکھر علیہ فیسبب باب الاکتساب اور ماذون کے مولیٰ کو مثل ماذون کے کما ثی لینا باوجود اس کے مدیون ہونے کے جائز ہے اور جو اس سے زیادہ ہو تو وہ دین والوں کا حق ہے یعنی اگر مولیٰ غلام سے خریدے دس درہم مثلاً لیتا ہو قبل لاحق ہونے دین کے تو اس کو دس درہم کا لینا دین لاحق ہونے کے بعد بھی بطریق استحسان کے جائز ہے اس واسطے کہ مولیٰ اگر اس قدر کے لینے سے روکا جائے تو وہ اپنے غلام کو بیع النصف کر دے تو کما ثی کرنے کا ہر دوازہ ہی بند ہو جائے تو دین والوں کا نقصان ہوگا وینچر کچرہ ان علم یونفسہ لرفع الضرر عنہ و اکثر اہل سوقہ ان کان الاذن شائعاً اور عبد ماذون مجبور ہو جاوے گا مولیٰ کے حجر کرنے اور روک دینے سے بشرطیکہ خود ماذون کو اور اس کے اکثر اہل بازار کو حجر کرنے کا علم ہو اگر مولیٰ کا ماذون مشہور ہو بازار یوں میں ماذون کا علم اس واسطے شرط ہوتا کہ ضرر اس سے دفع ہو م یعنی اگر ماذون مجبور ہو سکے بدون اس کی اطلاع کے تو جو کچھ وہ نصف کرے گا بعد حجر کے وہ دین اس کو دینا پڑے گا آزاد ہونے کے بعد اپنے خالص مال سے انا اذا لم العلم بہ ای بالاذن الا العبد حصہ لکن فی حجر علیہ نہ فقط ولا یشرط مع ذلک علم اکثر اہل سوقہ لا تنفای الضرر اور جب کہ اذن مولیٰ کو کوئی نہ جانتا ہو تمنا غلام کے سوا تو اس کے حجر کرنے میں قطعاً کسی کا علم لکھت کرتا ہے اور اس کے ساتھ اکثر اہل بازار کا مغلوم کرنا شرط نہیں بسبب نہ ہونے ضرر کے و فی البرازیۃ باع عبدہ الماذون ان لم یکن علیہ دین صار مجبوراً علیہ علم اہل سوقہ بعبیہ ام لا لصحة البیع دان علیہ دین لا مال یقبضہ مشتری لفساد البیع اور برازیہ میں ہے کہ مولیٰ نے اپنے عبد ماذون کو بیچا اگر اس پر کسی کا دین نہ ہو تو وہ مجبور ہو گیا خواہ اہل بازار کو اس کے پک جانے کا علم ہو یا نہ ہو بسبب صحیح ہونے اس کی بیع کے اور اگر اس پر دین ہو تو مجبور نہ ہوگا جب تک کہ اس کا مشتری اپنے قبضہ میں نہ لاوے بسبب قاسد ہونے بیع کے م م بیع قاسد میں قبض کے بعد مشتری مالک ہوتا ہے ول للفرء فسخہ ان دیونہم حالۃ انعم الا اذا کان بالثمن وفاروا براد والعبد ادا دی المولیٰ و تمامہ فی السراجیۃ اور کیا دین والوں کو فسخ بیع ماذون کا اختیار ہے یا نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ اگر ان کے دیون بلا مدت کے فی الحال ہوں تو وہاں فسخ ان کے اختیار میں ہے مگر جب کہ ماذون کے ثمن سے ادائے دیون ممکن ہو یا دین والوں نے اس کو معاف کر دیا ہو تو مولیٰ نے دین ادا کر دیا ہو تو بیع فسخ نہ ہوگی اور پورا بیان اس کا سراجیہ میں ہے و بوقت سیدہ و جنونہ مطبقاً و کذا یجنون الماذون و حوقہ ایضا بدار الحرب مرتدا وان لم یعلم احد بہ لانہ موت حکماً اور ماذون مجبور ہو جاتا ہے اپنے مالک کی موت سے اور اس کے جنون مطبق ہونے سے اور اس کے دار الحرب میں بدل جانے سے مرتد ہو کر اور اسی طرح ماذون کے جنون سے اور اس کے لاحق ہونے سے دار الحرب میں مرتد ہو کر اگرچہ حقوق دار الحرب کو کوئی نہ جانتا ہو اس واسطے کہ وہ حکمی موت ہے م محمد بن حسن سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے کہ سال بھر سے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہو وہ مطبق نہیں کذا فی الطحاوی وینچر حکماً بابا قہ دان لم یعلم احد بجنونہ ولو عاد منہ او افاق من جنونہ لم یعد الاذن فی الفسخ یعنی و قہستانی اور ماذون مجبور ہو جاتا ہے حکماً اس کے بھاگ جانے سے اگرچہ کوئی نہ جانتا ہو مانند مجنون ہو جانے ماذون کے اور اگر وہ پھر ادا دے بھاگنے کے بعد یا موش میں ہو جائے اپنے جنون سے تو اذن سابق عود نہ کرے گا صحیح قول میں کذا فی الزیلعی والقیستانی و باستیلا دنا بان ولدت منہ فادعاه کان حجر اذ لالہ مالم یصر بخلافہ اور جاریہ ماذون مجبور ہو جاتی ہے استیلا سے اس طرح پر کہ جنی مولیٰ سے پھر اس کے ولد کا مولیٰ نے دعویٰ کیا تو یا استیلا دجر ہوگا حکماً باعتبار دلالت حال کے جب تک کہ مولیٰ اس کے خلاف کی تصریح نہ کرے م استیلا د اس واسطے حجر حکمی ہوا کہ عادت میں جاری ہے کہ ام ولد پردہ میں رہتی ہے اور مالک اس کے نکلنے سے اور لوگوں کے ساتھ اختلاط کرنے سے خرید و فروخت میں راضی نہیں ہوتا تو یہ دلیل ہے حجر کی ہاں اگر مولیٰ استیلا د کے بعد تصریح کر دے اذن تجارت

سلہ قال الطحاوی الفدۃ کل ما یحصل من اجرة النظام اور ربع الارض او کراء انہار او نحو ذلک ۱۲ منہ

کی توجہ ثابت نہ ہوگا اس واسطے کہ دلائل سے صراحت فوق سے کذا فی الطحاوی لاتیجہ بالتدبیر ماذونہ مجوز نہیں ہوتی تدبیر سے یعنی اس واسطے کہ مدبرہ کو پردہ میں رکھنے کی عادت نہیں تو دلیل جحر کی نہ پائی گئی و ضمن بہا قیمتہا فقط للفرار و علیہا دین محیط اور مولیٰ استیلا و تدبیر سے ام ولد اور مدبرہ کی فقط قیمت کا تاوان دینا دین والوں کو بشرطیکہ دونوں پر دین محیط ہووے مہ فقط کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر قیمت سے زیادہ دین ہو تو اس کا مطالبہ آزاد ہونے کے بعد ہوگا اقرارہ مبتداء بعد جحرہ ان مامعہ امانۃ او غصب او دین علیہ لا خیر صحیح خبر محمد ہونے کے بعد ماذون کا یہ اقرار کرنا کہ جو اس کے پاس ہے وہ امانت ہے یا غصب ہے یا دین ہے دوسرے شخص کا صحیح سے شارح نے کہا اقرارہ مبتداء سے اور صحیح اس کی خبر ہے فی قضیہ منہ و قال لا یصح تو دین وغیرہ ادا کرے اپنے مال مقبوض سے اور صاحبین نے کہا کہ اس کا اقرار مذکور صحیح نہیں و احاطہ دینہ بمالہ و رقبۃ لایک سیدہ مامعہ ماذون کا دین محیط ہو گیا اس کے مال اور اس کی ذات کو تو اس کا مالک اس کے پاس کے مال کا مالک نہ ہوگا مہ اس واسطے کہ مولیٰ اپنے غلام تاجر کے مال کا اس وقت مالک ہوئے اس کا خلیفہ ہو کر جب اس کی حاجت سے فارغ ہو وراثت کے مانند اور جس مال کو دین محیط ہے وہ اس کی حاجت میں مشغول ہے تو مولیٰ اس میں خلیفہ نہ ہوگا اور وہ مال اس کی ملک میں داخل نہ ہوگا فلم یحقق عبدمن کسبہ تجریر مولانہ و قال لایک یحقق و علیہ قیۃ مومرا و لو مصر انہم ان یغنیوا العبد المقتن ثم یرجع علی المولیٰ ابن کمال تو آزاد نہ ہوگا وہ غلام جو ماذون مدیون کی کمائی سے ہے اس کے مولیٰ کے آزاد کرنے سے اور صاحبین نے کہا کہ مولیٰ ماذون کے مال کا مالک ہے تو اس کے آزاد کرنے سے اس کا غلام آزاد ہوگا اور مولیٰ پر اس کی قیمت دینی لازم ہوگی مگر مولیٰ مقدور والا ہو اور اگر تنگ درست ہو تو ماذون کے دین والوں کو اختیار ہے کہ غلام آزاد سے تاوان لیں پھر غلام آزاد مولیٰ سے بھرنے کذا صرح ابن کمال و لو اشتری ذارحم محرم من المولیٰ لم یحقق ولو ملکہ لحقق اور اگر ماذون مولیٰ کا قرابت دار محرم خرید کرے تو آزاد نہ ہوگا اور اگر مولیٰ ماذون کی کمائی کا مالک ہوتا تو اس کا محرم آزاد ہوگا بجز خرید کے مہ یہ مسئلہ اور اس کے بعد کا مسئلہ اس پر متفرع ہے کہ مولیٰ کسب ماذون مستغرق بالذین کا مالک نہیں و لو املت المولیٰ مافی یدہ من الرقیق ضمن ولو ملکہ لم یحقق خلافاً لہما بنا علی ثبوت الملک و عدمہ اور اگر مولیٰ تلف کر ڈالے اس کو جو ماذون کے قبضہ میں غلام ہے تو مولیٰ پر تاوان لازم ہوگا اور اگر مولیٰ اس کی کمائی کا مالک ہوتا تو تاوان نہ دیتا برخلاف مذہب صاحبین کے بنا اس خلاف کی ثبوت ملک اور عدم ثبوت ملک پر ہے وان لم یحیط دینہ بمالہ و رقبۃ صحیح تحریرہ اجماعاً اور اگر ماذون کا دین اس کے مال اور اس کی ذات کو محیط نہ ہو تو مولیٰ کا آزاد کرنا ماذون کے غلام کا باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے و صحیح اعتقادہ مال کون المازون مدیونہ ولو محیط اور صحیح ہے مولیٰ کو آزاد کر دینا ماذون کا ماذون کے مدیون ہونے کی حالت میں اگرچہ دین محیط ہو مہ اعتاق ماذون بالاجماع صحیح ہے خلاف تو فقط ماذون کے کسب میں استغراق دین کے وقت ہے و ضمن المولیٰ للفرار الاقل من دینہ و قیۃ و تاوان دے مولیٰ ماذون کے دین والوں کو کم تر اس کے دین اور قیمت سے مہ یعنی اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کا تاوان دے اس واسطے کہ ان کا حق نہیں مگر دین میں اور اگر قیمت کم ہو دین سے تو قیمت کا تاوان دے اس واسطے کہ ان کا دین متعلق ہے اس کی ذات سے اور ذات کو اس کی تلف کر دیا یعنی آزاد کرنے سے کذا فی الدرر وان شاء و التبعوا العبد بکل دیونہم و باتباع احدہما لیسر الا انہما لکیفیل مع مکفول عنہ اور اگر دین دے چاہیں تو غلام آزاد کا پیچھا کریں اپنے تمام دین کے واسطے اور مولیٰ اور غلام آزاد میں ایک کے پیچھا کرنے سے دوسرا شخص بری الذمہ نہ ہوگا تو مولیٰ اور اس کا غلام کیفیل یعنی ضامن کے مانند ہے مکفول عنہ کے ساتھ مہ یعنی جس طرح کیفیل کے مطالبہ کرنے سے مکفول عنہ بری الذمہ نہیں ہوتا اور مکفول عنہ کے مواخذہ سے کیفیل بری الذمہ نہیں ہو جاتا و طولب بالقی من دینہم اذا لم تلف بقیۃ بعد عتقہ لتقرہ فی ذمتہ اور جو ان کا دین باقی رہ گیا اس کا مطالبہ ہوگا ماذون کی آزادی کے بعد بسبب ثابت ہو جانے دین کے اس کے ذمہ یہ مطالبہ اس وقت ہوگا جب کہ اس کی قیمت ادا دے دین کے واسطے کفایت نہ کرے لی صحت تدبیر و لا تنجی و یخیر الفرار کعتقہ الا ان من اختار احداً الشیشین لیس لہ الرجوع شہ نکلا اور صحیح ہے ماذون کو مدبر کرنا اور تدبیر سے وہ مجوز النقص نہ ہوگا اور دین والوں کو نقص ہوگا تفصیل مولیٰ اور استعلاء ماذون میں اس کے عتق کے مانند مگر عتق اور تدبیر میں اثنافرق ہے کہ جو دین والا ایک چیز اختیار کرے گا اس کا پھر نادرست نہیں کذا فی شرح التکلمہ مہ یعنی اگر دین والے مولیٰ سے غلام کی قیمت کا تاوان لیں تو وہ غلام سے مطالبہ نہیں کر سکتے اس کے آزاد ہونے تک اور وہ ماذون بنا رہے گا بجا

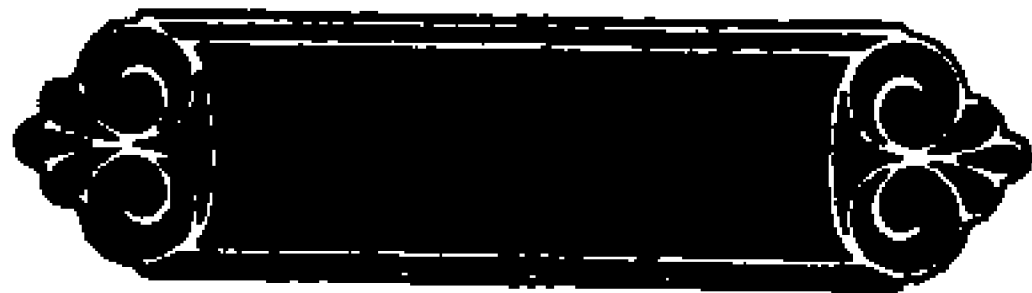
باقی اور اگر غلام سے سخی کرادیں تو اس کی محنت مزدوری سے اپنے دیون لیں اور وہ بطور سابق ماذون بنارے گا کذا فی الطحاوی دنی البدایہ ولو کان الماذون مدبرا
 ادا م ولد لم یضمن میثمہ لان حق الغراء لم یعلق برقبہا لانہا لا یباعان بالین اور ہدایہ میں ہے اور اگر ماذون مدبر یا ام ولد ہو تو ان کی قیمت کا تاوان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ
 دین والوں کا حق ان کی گروں سے متعلق نہیں ہوا کیونکہ ام ولد اور مدبر دین میں بیع نہیں ہوتے مگر یعنی اگر مدبر یا ام ولد کو مولیٰ ماذون کرے اور ان پر لوگوں کا دین غلام
 جو پھر ان کو مولیٰ آزاد کر دے تو مولیٰ پر تاوان قیمت لازم نہ ہوگا ولو اعتقہ المولیٰ باذن الغراء فلم یضمن مولاه زلیعی اور اگر ماذون کو مولیٰ نے دین والوں کے اذن سے
 آزاد کر دیا تو ان کو اس کے مالک سے تاوان لینا جائز ہے کذا فی الزلیعی م یہ مسئلہ اعتاق سے متعلق ہے نہ مسئلہ مدبر سے والماذون ان باعہ سیدہ باطل بن المولیٰ
 وغیرہ مشتری قیدہ لان الغراء اذا قدر داعی العبد کان لم یفسخ البیع کما مر من الغراء البالغ قیمتہ لتعدیہ اور ماذون کو اگر اس کے مالک نے دیون سے کم ترکوبی اور مشتری
 نے اس کو غائب کر ڈالا تو دین والے بیچنے والے سے اس کی قیمت کا تاوان لینا بسبب تعدی مالک مصنف نے غائب کر ڈالنے کی قید اس واسطے لگائی کہ دین والے
 جب غلام پر قادر ہوں تو ان کو بیع کا اختیار ہے چنانچہ گزرا فان رد العبد علیہ بعینہ قبض مطلقا بخیار روتہ او شرط او بعدہ بقضاء رجوع السید بقیمتہ
 علی الغراء وعاد حقیقہ فی العبد لزوال المانع سو اگر غلام پھر دیاجائے عیب کے سبب سے قبل از قبض مشتری کے مطلقا خواہ قضا سے یا رضا سے یا پھر اجائے
 بخیار الروتہ یا بخیار الشرط سے یا قبض کے بعد حکم قاضی پھر اجادے تو مالک اس کی قیمت پھر لے دین والوں سے اور دین والوں کا حق غلام مذکور میں پھر ثابت ہوگا
 بسبب دور ہو جانے مانع کے مگر یعنی تاوان مولیٰ کا سبب زائل ہو گیا یعنی بیع اور تسلیم کذا فی المنع وان رد بعدا لقبض لا یقضی لاقضاء فلا یسئل ہم علی العبد ولا للمولیٰ علی قیمتہ
 لان الروا بالراضی اقالہ وی بیع فی حق غیرہما اور اگر غلام پھر دیا قبض مشتری کے بعد بلا حکم قاضی تو دین والوں کے واسطے کوئی راہ نہیں غلام پر نہ رد بیع کی نہ استسعاہ کی
 اور نہ مولیٰ کے واسطے کوئی راہ ہے قیمت پر یعنی مولیٰ نے جو دین والوں کو قیمت دی تھی اس کا استرداد نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ رد بیع تراخی سے درحقیقت اقالہ
 ہے بیع کا اور اقالہ بیع ہے غیر عاتقین کے حق میں یعنی غلام کے حق میں کذا فی الطحاوی وان فضل من دینہم شئ رجعوا بہ علی العبد بدلا لحریتہ کما مر اور اگر بعد ضمان مولیٰ
 دین والوں کے دین سے کچھ باقی رہے تو وہ لوگ غلام سے اس کو پھر لیں اس کی آزادی کے بعد چنانچہ مذکور ہو چکا او ضمنوا مشتری عطف علی البالغ ای الشارح
 مشتری ورجع مشتری بالثمن علی البالغ یا دین والے تاوان لیں عہد مغیب کے مشتری سے یعنی اگر چاہیں تو مشتری سے تاوان لیں اور مشتری اس کا ثمن بالغ سے پھر
 لے شارح نے کہا قولہ او ضمنوا مشتری بالغ پر عطف ہے موطاوی نے کہا یوں کہنا شارح کو بہتر تھا کہ ضمن الغراء پر عطف ہے او اجازوا البیع واخذوا الثمن لا
 قیمتہ العبد یا دین والے بیع کو جائز رکھیں اور اس کا ثمن لیں نہ قیمت غلام کی مگر زلیعی میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ دین والوں کو ثمن چیزوں میں اختیار ہے چاہیں بیع کو
 جائز رکھیں اور چاہیں بالغ سے تاوان لیں چاہیں مشتری سے اور جس سے تاوان لینا اختیار کریں گے تو دوسرا بری الذمہ ہو جائے گا وان باعہ السید مملوۃ یعنی مقرا
 بہ منکر الکسبی ویتحقق المخاصمۃ ولیسقط اختیار مشتری لا الغراء اور اگر ماذون کو اس کے مالک نے بیچا اس کا دین جتا کر یعنی مقردین ہو کر نہ منکر ہو کر چنانچہ ان کا
 مسئلہ مخرب آدے گا۔ اعلام دین کی قید اس واسطے لگائی تا مخاصمت مشتری کی ثابت ہو اور اختیار مشتری کا ساقط ہو موطاوی مقربا بفسیر ما قبل کی صلاحیت نہیں رکھتا تو
 یوں شارح کو بہتر تھا وافر مشتری بیکہ احتراز واقع ہوتا اس صورت سے جب کہ مشتری دین کا منکر ہو بالغ کی غیبت میں تو اس حالت میں وہ مخاصم نہ بھڑے گا کذا
 فی الطحاوی فلو غرأ وروی البیع یعنی اگر مالک نے دین جتا کر بیع کی اور مشتری دین کا مقرب ہے تو دین والوں کو رد بیع میں اختیار ہے ان لم یصل ثمنہ الیہم لان قبضہم الثمن
 دلیل الرضی بالبیع رد بیع میں اختیار ہے بشرطیکہ دین والوں کو اس کا ثمن نہ پہنچا ہو اس واسطے کہ ان کا ثمن قبض کرنا بیع کی رضامندی کی دلیل ہے الا اذا کان فیہ محاباة
 قبض ثمن رضامندی کی دلیل ہے مگر جب کہ ثمن میں محاباة ہو یعنی ثمن قیمت سے کم تر ہو مگر یعنی اگر ثمن قیمت سے کم تر ہوگا تو دین والوں کو رد بیع جائز ہے اگرچہ ثمن
 قبض کر چکے ہوں اس واسطے کہ وہ کہیں گے کہ ہم نے اس خیال سے قبض کیا تھا کہ وہ قیمت سے کم نہیں ہے اور اس کا محل وہ ہے جب کہ ثمن ان سے دین کو
 کفایت نہ کرے اور اگر کفایت کرے گا تو بیع نافذ ہوگی اگرچہ اس میں محاباة ہو اس واسطے کہ اس میں مالک کا نقصان ہے نہ دین والوں کا کذا فی الطحاوی فانما ان

رفع اذ یغنی البیع ابن کمال اور اگر ثمن قیمت سے کم ہو تو یا ثمن ٹھہرا یا جاوے یا بیع منقوض ہو کذا ذکرہ ابن کمال وقال المصنف ہذا اذا کان الدین حالاً وکان البیع بلا طلب الغرماء والتمن للامنی بدینہم والا فالبیع نافذ لزوال المانع اور مصنف نے شرح میں کہا کہ یہ یعنی دین والوں کو بیع کا اختیار اس وقت ہے جب کہ ان کا دین بلا مدت ہو اور بیع ان کی خواہش سے نہ ہو اور ثمن غلام کا ان کے ادائے دین کے واسطے کفایت نہ کرتا ہو اور نہیں تو بیع نافذ ہوگی زوال مانع کے سبب سے یعنی اگر دین مہل ہو یا بیع ان کی خواہش سے ہو یا ثمن ادا ائے دین میں کافی ہو تو ان کو بیع کا اختیار نہ رہے گا۔ اس واسطے کہ مانع نفاذ بیع ان کا حق تھا تو میںوں صورتوں میں نافذ ہووان غاب البائع وقد قبضہ المشتري فالمشتري ليس خصم لهم لو منكر ادیه خلا للثانی ولو مقر خصم کما مر اور اگر بائع ماذون کا غائب ہو اور مشتری اس پر قبضہ کر چکا ہو تو مشتری دین والوں کا خصم نہیں اگر مشتری ماذون کے مدیون ہونے کا منکر ہو بخلاف مذہب ابو یوسف کے کہ وہ خصم ہے اور اگر مشتری دین کا مقر ہو تو وہ خصم ہے چنانچہ گذر گیا ولو بقلبه بان غاب المشتري والبائع حاضر فالحکم کذلک ای لا خصوصۃ اجماعاً حتی یحضر المشتري لکن لہم نصین البائع قیمۃ واجازۃ البیع واخذ الثمن اور اگر اس کا الثاب ہو یعنی مشتری غائب ہو اور بائع حاضر ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی خصوصت نہیں بالاتفاق مشتری کے حاضر ہونے تک لیکن دین والوں کو اس کی قیمت کا تادان لینا یا بیع کو جائز رکھنا اور اس کا ثمن لینا درست ہے عہد مقدم مصر او قال انا عبد فلان ماذون فی التجارۃ فباع واشتری فهو ماذون وحینئذ لزم کل شیء من التجارۃ ایک غلام شہر میں آیا اور بولا کہ میں فلا نے کا غلام ماذون فی التجارۃ ہوں اور اس نے بیع اور شری کی تو وہ ماذون ہے اور اس وقت میں اس کو ہر چیز تجارت کی لازم ہوگی م یہ استحسان ہے اس واسطے کہ یہ خبر سے معاملات میں اور ایک شخص کی خبر معاملات میں مقبول ہے وکذا الحکم ولو اشتري العبد وباع ساکناً عن اذنه وحجره کان ماذوناً استحساناً للضرورة التعالی و امر المسلم محمول علی الصلاح فیعلی علیہ ضرورۃ شرح الجامع ومفادہ تقييد المسئلة بالمسلم ابن کمال اور اسی طرح کا حکم ہے اگر غلام نے خرید و فروخت کی اپنے ماذون لہ مجھے ہونے سے ساکت ہو کر تو وہ غلام ماذون ٹھہرے گا استحسان کا راہ سے بسبب ضرورت تعالیٰ کے اور مسلمان کا حال خیر اور صلاح پر محمول ہے تو اس کی خرید و فروخت ماذون ہونے پر محمول ہوگی کذا فی شرح الجامع اور تعلیل مذکور سے مستفاد ہوا قیہ نگا تا مسد کا مسلم کے ساتھ کذا

ذکرہ ابن کمال یعنی خرید و فروخت ... بلا بیان اذن اور حجر کے اس وقت ماذون ہونے پر محمول ہوگی جب کہ غلام مسلمان ہو اور اگر غلام کافر ہو تو ماذون ہونا اس کا ثابت نہ ہوگا لیکن لا یباع لہ نیزہ اذالم یف کسبہ الا اذا اقر مولاه برای بالاذن ای اثبتہ الغریم بالبیئۃ ولکن غلام مذکور اپنے دین میں بیچا نہ جاوے گا جب کہ اس کا کسب ادائے دین کے واسطے کافی نہ ہوگا مگر جب کہ اس کا مولیٰ اذن کا اقرار کرے یا دین والا اذن کو گواہوں سے ثابت کرے و تصرف البیعی والمعتوہ الذی یعقل البیع والشرا ان کان ناقصاً محضاً کالاسلام والاثاب صح بلا اذن جو صغیر اور معتوہ کہ بیع اور شرا کو سمجھتا ہو جتنا ہے اس کا تصرف اگر نافع محض ہے چنانچہ مسلمان ہونا اور ہر قبول کرنا تو صحیح ہے بلا اذن والی کے وان ضاراً کالطلاق والعنق والصدقة والقرض لا واذن بر ولیہا اور اگر تصرف مضرت رساں ہو چنانچہ طلاق اور عنق اور صدقہ اور قرض دینا تو صحیح نہیں اگرچہ اس تصرف کا صغیر اور معتوہ نے اذن دیا ہو م ضرر سے دنیوی ضرر مراد ہے اگرچہ اس میں آخرت کا نفع ہو چنانچہ صدقہ اور قرض دینا و ما ترد من العقود بین نفع و ضرر کا بیع والشرا توقف علی الاذن حتی لو بلغ فاجازۃ نفذ اور عقود میں سے جو عقد کہ نفع اور ضرر کے درمیان میں دامر اور تحمل ہو چنانچہ بیع اور شرا تو وہ ولی کے اذن پر موقوف ہے تو اگر صغیر بالغ ہو جائے اور اس عقد کو جائز رکھے تو نافذ ہوگی م طحاوی نے کہا اگر بیع بجا حتی لو بلغ کے ولو بلغ کتا تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ تفریع کی کوئی وجہ نہیں فان اذن لہا الولی فہا فی شرا و بیع کبیر ماذون فی کل احکامہ اور اگر صغیر اور معتوہ کے ولی نے اذن دیا تجارت کا تو وہ دونوں خرید و فروخت میں عہد ماذون کے مانند ہیں ماذون کے سارے احکام میں م م م جملہ احکام مذکورہ یہ ہے کہ اذن تجارت کا ایک قسم کے ساتھ مفید نہ رہے گا اور مخصوص بزمان نہ ہوگا اور اگر صغیر اور معتوہ کو ان کا ولی خرید کرتے دیکھ کر سکوت کرے گا تو یہ سکوت بجائے اذن ہوگا وغیر ذلک من احکام الماذون والشرط الصوری الاذن ان یعقل البیع سالباً للملک عن البائع والشرا وجب البائع ان یقصد الریح ولیرت الغبن الیسیر من الفاتش دہر ظاہر اور اذن صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ صغیر اور معتوہ اتنا بوجہتے ہوں کہ بیع ملک کی سلب کرنے والی ہے بائع سے اور خرید ملک کی کھینچ لانے والی ہے مشتری کے واسطے زیلعی نے اس قدر زیادہ بیان کیا ہے اور یہ شرط ہے کہ صغیر یا معتوہ خرید و فروخت سے نفع حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور نقصان قلیل کو نقصان

کثیر سے متنازع کرتا ہو اور یہ قول ظاہر ہے و ولیہ ابوہ تم وصیہ بعد موتہ تم موی میری کافی القہستانی عن العمدیہ او صغیر یا معتوہ کا ولی اس کا باپ ہے پھر اس کا وصی اس کی موت کے بعد پھر باپ کے وصی کا وصی چنانچہ قہستانی میں ہے عمادیہ سے تم بعد ہم جدہ الصصح دان علام وصیہ تم وصیہ قہستانی زاد القہستانی والزیلعی تم الوالی بالطریق الادلی پھر ان تینوں کے بعد جد صحیح اس کا ولی ہے اگرچہ جد عالی موی یعنی پرداد اسرداد پھر اس کا وصی پھر داد کے وصی کا وصی کذا فی القہستانی قہستانی اور زیلعی نے اتنا زیادہ کہا ہے پھر والی یعنی حاکم ولی سے بطریق اولی م قہستانی اور زیلعی نے والی کو قاضی کے بعد ذکر کیا ہے اور مراد وہ والی ہے جس کی ولایت میں قضا سے جو حاکم کہ قاضی نہیں اس کا اذن جائز نہیں کذا فی الطحاوی ثم القاضی او وصیہ ایہا تصرف یصح فلذا لم یقل ثم پھر قاضی یا اس کا وصی ولی ہے قاضی اور اس کا وصی جو کوئی ان میں سے تصرف کرے گا تو صحیح ہوگا سوا اسی واسطے مصنف نے لفظ ثم نہ کہا یعنی یوں نہ کہا کہ تم وصیہ کیونکہ تم ترتیب پر دلالت کرتا ہے اور قاضی اور اس کے وصی کے تصرف میں ترتیب نہیں دون الام او وصیہما بذاتی المال بخلاف النکاح کامرہ نہ ماں یا اس کا وصی یعنی ماں صغیر کی یا اس کا وصی صغیر کا ولی نہیں یہ تفصیل ولایت کی مال میں ہے بخلاف نکاح کی ولایت کے چنانچہ کتاب النکاح میں گزر گیا م اور ماں کے مانع چچا اور بھائی اور کو تو ال شہر اور عمر اور خالہ صغیر کی ولی نہیں کذا فی الطحاوی را ئی القاضی البصی والمعتوہ او عبدہما او عبد نفسہ کامرہ یبیع ولشیری فسکت لایکون سکوۃ اذنانی التجارۃ قاضی نے صغیر یا معتوہ یا دونوں کے غلاموں یا اپنے غلام کو دیکھا بیع کرتے اور خرید کرتے پھر ساکت رہا تو قاضی کا سکوت تجارت کا اذن نہ ہوگا بعد قاضی کا مسئلہ سابق مذکور ہو چکا والقاضی لہ ان یا اذن للیتیم والمعتوہ اذ لم یکن لہ ولی ولجہما اذا کان لکل واحد منہما من البصی والمعتوہ ولی و امتنع الولی من الاذن عند طلب ذلک منہ ای من القاضی زیلعی اور قاضی کو جائز ہے کہ یتیم اور معتوہ کو تجارت کرنے کا اذن دے جب کہ یتیم یا معتوہ کا کوئی ولی نہ ہو اور یتیم اور معتوہ کے غلام کو اذن تجارت دینا قاضی کو جائز ہے جب کہ صغیر اور معتوہ ہر ایک کا ولی موجود ہو اور ولی اذن دینے سے انکار کرے جس صورت میں کہ اذن مطلوب ہو قاضی سے کذا فی الزیلعی م یہ ترکیب مصنف کی تحمل ہے بہترین تھا کہ اذا کان کے مقام پر اذا کان ہوتا قاضی عالمگیری میں ہے کہ اگر صغیر یا معتوہ کا باپ یا اس کا وصی یا داد ہو پھر قاضی کے نزدیک صغیر یا معتوہ کو تجارت کا اذن دینا مصلحت معلوم ہو یا اس نے اذن دیا اور اس کے باپ نے نہ مانا تو قاضی کا اذن جائز ہے اگر قاضی کی ولایت متاخر ہے باپ کی ولایت سے چنانچہ محیط میں ہے اور اگر قاضی نے صغیر کے غلام کو اذن دیا تجارت کا اور صغیر کا باپ زندہ ہے اور اذن کو مکروہ جانتا ہے تو جائز ہے چنانچہ معنی میں ہے انتہی مختصر اور طلب اذن قید نہیں چنانچہ صاحب محیط کے قول سے معلوم ہوتا ہے اور وہبانیہ کی ادل بیت سے نکلتا ہے کذا فی الطحاوی قلت وفی البرجندی عن الخزانہ لو ابی ابوہ او وصیہ صح اذن القاضی لہ زاد شارح وہبانیہ دلائل بعد ذلک اصلاً لاند حکم الابحجر قاضی آخر قدیر میں کتا ہوں اور برجندی میں خزانہ سے منقول ہے اگر صغیر کا باپ یا اس کا وصی اذن سے انکار کرے تو قاضی کا اذن اس کے واسطے صحیح ہے شارح وہبانیہ نے اتنا زیادہ کہا اور اس کے بعد صغیر اصلاً مجبور نہ ہوگا اس واسطے کہ قاضی کا اذن حکم سے اور حکم دفع نہیں ہوتا مگر دوسرے قاضی کے رد کے دینے سے سوا اس کو خود کفر و فروع مسائل ملحقہ شارح کے لواقرا لسان بامعہما من کسب اور اذن علی الظاہر کما ذون در اگر صغیر اور معتوہ اقرار کریں کسی آدمی کے واسطے اس مال کا جو دونوں کے پاس سے کمائی سے یا میراث سے تو اقرار ان کا صحیح ہے بوجہ ظاہر الروایۃ کے غلام ماذون کے اقرار کے مانند کذا فی الدر ہم یعنی اگر یوں اقرار کریں کہ جو مال ہم کو میراث میں ملا ہے وہ در حقیقت فلا نے شخص کا ہے تو یہ اقرار صحیح ہے اور غیر ظاہر الروایۃ کا یہ قول ہے کہ کسب میں اقرار صحیح ہے میراث میں صحیح نہیں الماذون لایکون ماذوناً قبل العلم بہ الا فی مسئلۃ اذا قال با یعوا عبدی فانی اذنت لہ فبا یعوا ہوا لا یعلم بلک صار ماذوناً بخلاف قولہ با یعوا ابی الصغیر ماذون ماذون نہیں ہوتا اذن کے دریافت ہونے سے پہلے مگر اس مسئلہ میں جب کہ مولی نے کہا خرید و فروخت کر دیر سے غلام سے کہ میں نے اس کو اذن دیا سو لوگوں نے اس سے خرید و فروخت کی اور مالا کہ غلام اس نے کو نہیں جانتا تو وہ ماذون ٹھہر جاوے گا بخلاف اس قول کے کہ باپ نے کہا لوگوں سے کہ میرے فرزند صغیر سے خرید و فروخت

کروم اذن غلام میں دُور دانتیں ہیں ایک روایت میں قبل علم ماذون ہو جاتا ہے اور دوسری روایت میں ماذون نہیں ہوتا اور اسی طرح صغیر میں دونوں روایتیں مذکور ہیں چنانچہ تنویر الماذن سے معلوم ہوتا ہے کذا فی المطحطاوی لا یصح الاذن للابن والمقصود بالمحود ولا بیئہ اذن صحیح نہیں غلام کو بختہ کے واسطے اور نہ اس غلام کے واسطے جس کا غصب غصب کرنے سے منکر ہے اور مالک کے گواہ نہیں م اور اگر مالک کے پاس گواہ ہوں اور غصب کی گواہی دیں تو اذن صحیح ہوگا ولا یصیر محجوراً بہما علی الصصح اشباہ اور غلام ماذون محجور نہیں ہو جاتا بھاگ جانے اور مقصوب ہو جانے سے بقول صحیح کذا فی الاشباہ و فی الوہابیۃ ۵ ولو اذن القاضی لعلل وقدالی ۶ ابو یصح الاذن منہ نتیجہ ۶ اور وہابیہ میں ہے اور اگر قاضی اذن دے صغیر کو اور حالانکہ اس کا باپ انکار کرتا ہے تو اذن صحیح ہے قاضی کی جانب سے ہو صغیر تجارت کسے ۵ و صحن یعقوب الصغیر ودیۃ ۶ و تحلیف یفتی بہ حدیث نیکرہ اور ابو یوسف نے تادان لازم کیا ہے صغیر پر شہلاک ودیعت میں اور صغیر کی قسم لینے پر فتویٰ دیا گیا ہے جب کہ وہ منکر ہے م یعنی اگر صغیر محجور نے ودیعت تلف کر ڈالی تو ابو یوسف کے نزدیک اس پر ضمان سے اور طرفین کے نزدیک ضمان نہیں اور اگر ودیعت خود تلف ہو گئی تو بالاتفاق تادان نہیں اور اگر ماذون ہو قبض ودیعت یا تجارت میں یا مکاتب ہو اور ودیعت تلف کر ڈالے تو اس پر اس تادان ہے اور اگر صغیر ماذون پر کسی چیز کا دعویٰ ہو اور وہ انکار کرتا ہو تو اس کی تحلیف میں اختلاف ہے کتاب الاقرار میں مذکور ہے کہ تحلیف پر فتویٰ ہے کذا فی شرح الوہابیۃ بعد البر ۵ ولورین المحجور ادیان او شری ۶ خزہ المولیٰ فایتیقر ۶ لتوقف التصرف المحجور علی الاجازۃ اور اگر محجور نے من رکھا بیع اور شرکی اور مولیٰ نے اس کو جائز رکھا تو رہن وغیرہ تغیر نہیں بسبب موقوف ہونے تصرف محجور کے اجازت پر م خواہ محجور غلام ہو یا صغیر عاقل فلولم یجز بل اذن ذلی التجارۃ فاجازنا البعد جازا استحسانا ولولم یاذن لہ فاعتقہ فاجازنا لم یصح اجازۃ سواکر مولیٰ نے عقود مذکورہ کو جائز نہ رکھا بلکہ محجور کو تجارت کا اذن دیا سو بعد ماذون نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو جائز ہے استحسان کی راہ سے اور اگر اس کو اذن تجارت کا نہ دیا ہو سو اس کو آزاد کر دیا سو اس نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو اس کی اجازت صحیح نہیں قال و کذا لابی المیز مصنف وہابیہ نے کہا اور یہی حکم ہے صغیر منیر کا جو بیع اور شرابو جھتا ہے قلت ولا یصح ان یاموت بترخ ابتداء منہ فلا یصح باذن ولی الصغیر کالقرض میں کہتا ہوں اور یہ بات مخفی نہیں کہ جو عقد کہ ابتدا میں احسان بلا بدل ہے وہ مضرب ہے تو امر ضروری صغیر کے اذن سے صحیح نہ ہوگا چنانچہ قرض م شرعیابی نے ذکر کیا کہ من جملہ تصرفات موقوفہ قرض ہے اور قرض مضرب ہے تو نافذ نہ ہوگا اگرچہ ولی اجازت دے جلی نے کہا یہ اعتراض اس پر ہے جو وہابیہ میں مذکور نہیں اور نہ اس سے مفہوم ہے واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العظیم ۶



کتاب الغصب

کتاب ہے غصب کے احکام میں ہونے اخذ الشیء مالا و غیرہ کا محرر علی وجہ التغلب غصب بفتح غین معجم و سکون صا و مہمل لغت میں عبارت ہے چیز کے لینے سے بطریق برہمتی کے خواہ وہ چیز مال ہو یا مال نہ ہو چنانچہ شخص آزاد کا پکڑ رکھنا و غیرہ ازالہ ید محققہ و لو حکما کچھ وہ لا اخذہ قبل ان یقولہ اور اصطلاح شرع میں غصب عبارت ہے قبض حق کے زائل کر دینے سے اگرچہ ازالہ قبض حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ مودع کا انکار کرنا نقل مکان سے پہلے اس ودیعت کا جس کو اس نے مال سے لیا تمام قبضہ مودع بالفتح کا قبضہ ہے مودع بالکسر کا انکار کرنے سے پہلے پھر جب اس نے ودیعت کا انکار کیا تو مالک کا قبضہ زائل ہو گیا حکما اثبات بطلان غصب عبارت ہے ازالہ مذکورہ سے قبض مبطّل کے اثبات کے ساتھ یعنی حق دار کا قبضہ دور کر دینا اور ناحق قبضہ کر لینا یہ حقیقت ہے غصب کی کم ہونے کے نزدیک غصب عبارت ہے فقط ازالہ ید محققہ سے نہ اثبات ید مبطّل سے و لہذا اگر ایک شخص کے ہاتھ میں موقوف ہو اور دوسرا آدمی اس پر ہاتھ مارے پھر موقوف دریا میں گر پڑے تو تاوان لازم ہے حالانکہ اثبات قبض یہاں ثابت نہیں اور اکثر فقہاء کے کلام سے ظاہر ہے کہ ازالہ قبض کے ساتھ اثبات قبض حکمی ضرور ہے اور حقیقی یہ ہے کہ غصب دو قسم ہے ایک غصب وہ جو تاوان کا موجب ہے تو اس میں فقط ازالہ شرط ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو پھر دینے کا وجب ہے تو اس میں اثبات قبض بھی شرط ہے و اعم الشافعی اثبات الید فقط و الثمرة فی الزاد فتمرة بستان منصوب لا تضمن عندنا خلافاً لدرادور امام شافعی نے غصب کی تعریف میں فقط اثبات قبض کا اعتبار کیا ہے اور ثمرہ اختلاف کا منصوب کی زائد چیزوں میں تو باغ منصوب کا پھل ہمارے نزدیک مضمون نہیں برخلاف امام شافعی کے کذا فی الدرر یعنی اگر پھل غصب تلف کر ڈالے تو اس پر تاوان ہمارے نزدیک نہیں بسبب عدم ازالہ کے و لکن کے نزدیک تاوان ہے اثبات ید کے سبب سے اور اگر مالک زائد کو طلب کرے تو بلا اجماع تاوان ہے کذا فی الطحاوی فی مال فلا تحقیق فی قیمتہ و مرار الا اور اثبات ہو مال میں تو غصب ثابت نہیں ہوتا مراد اور شخص آزاد میں اس واسطے کہ وہ مال نہیں مقنوم ای مباح شرعاً ہستی فلا تحقیق فی مکرر ازالہ اور اثبات ہو مال مقنوم میں یعنی جو شریعت میں مباح ہو کذا فی القستانی تو غصب ثابت نہیں ہوتا مسلمان کی شراب میں اس واسطے کہ شراب مسلمان کے حق میں مباح الاستعمال نہیں مکرر فلا تحقیق فی مال حربی ازالہ اور اثبات ہو مال محترم میں تو غصب ثابت نہیں ہوتا کافر حربی کے مال میں اس واسطے کہ اس کا مال محترم نہیں قابل للنقل فلا تحقیق بالتقار خلافاً لالمجد مال مذکور قابل ہونے کے تو غصب ثابت نہیں ہوتا زمین و عیزہ غیر منقول میں برخلاف محمد کے غیر وقف میں نہیں کا قول صحیح ہے اور وقف میں محمد کا قول صحیح ہے کذا فی الطحاوی بغیر اذن مالک اگر تزیہ عن الودیعة و اعلم ان الموقوف مضمون بالاتفاق مع ابن یسیر مملوک اصل صرح بنی البدائع فلو قال بلا اذن من لا اذن کا فعل ابن کمال لکان اول ازالہ اور اثبات ہو مال مذکور میں اس کے مالک کے بلا اذن مصنف نے یہ قید لگا کر ودیعت سے احتراز کیا یعنی ودیعت اور اسی طرح عاریت میں ہرچند ازالہ ید محققہ ہے مال مقنوم محرم قابل النقل سے لیکن چونکہ باذن مالک ہے لہذا غصب داخل نہیں اور یہ معلوم کہ مال موقوف لازم الضمان ہے تلف کر ڈالنے سے باوجود یکہ وہ اصل کسی کا مملوک نہیں تھریج کی ہے اس کی بدائع میں تو اگر مصنف یہ کہتا ہے ازالہ قبض ہو بدون اذن اس شخص کے جس کو اذن کا اختیار ہے چنانچہ مالک یا متولی وقف جیسا کہ ابن کمال نے کہا ہے تو البتہ خوب ہوتا یعنی اس واسطے کہ لکن مملوکی میں زمین پر غصب مذکور ہے اور فقہ میں بھی جای زمین منصوب کے سائل درمیں پس یا تو غصب لغوی مراد ہے یا یہ کہ قول امام محمد کا درست ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے

وقف کو بھی غضب شامل ہو جاتا ہے الخفیۃ احتراز بہ عن السرقة و فیہ لابن الکمال کلام ازالہ اور اثبات ہو نہ بطریق خفیہ کے مصنف نے یہ قید لگائی تا سرقہ نکل جائے
 غضب سے اور اس میں ابن کمال کا کچھ کلام ہے ہم حاصل کلام ابن کمال یہ ہے کہ سرقہ کا حد دو میں داخل ہونا اس کے داخل ہونے کا غضب میں منافی نہیں سر
 سرقہ غضب میں داخل ہے باعتبار اپنی اصل کے اور حد دو میں باعتبار بعض خصوصیات کے داخل ہے چنانچہ بیع الفضولی غضب ہے اور حالانکہ کتاب البیوع
 میں مذکور ہے بعض خصوصیات کی بیع کے سبب سے اور جس کو یہ نکتہ معلوم نہ ہو اس نے لعلی سبیل الخفیۃ کی قید لگائی تا سرقہ غضب سے نکل جائے فاستثنیٰ اہم العی
 و جمیل الدانیہ غضب لازماً بدلائلک تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھ لاؤنا غضب ہے بسبب دور کر دینے قبض مالک کے یعنی اور اثبات قبض نام
 کے ہم غلام مشترک سے خدمت لینا بدون اذن شریک کے اس کے غضب ہونے میں اختلاف ہے مگر قول راجح لزوم تاوان کا ہے اور مشترک جانور پر سوار ہونے
 شریک کے تاوان کا موجب ہے بالاتفاق چنانچہ قستانی کے کلام سے نکلتا ہے کذانی الطحاوی عن ابی المسعود لاجلوس علی بساط عدم ازالہ التنافل الفین مالم
 یسک بفعله غضب نہیں بیٹھنا اس کا غیر کے فرش پر بسبب زائل کرنے قبض مالک کے تو جاس پرتاوان لازم نہ ہو گا جب تک کہ فرش تلف نہ ہو جائے اس
 فعل کے سبب سے ہم اس واسطے کہ فرش کچھا نا مالک کا فعل ہے تو فقط جلوس سے اس کا ازالہ نہیں ہوتا بدون نقل اور تحویل کے و کذا لو دخل دار انسان
 غنا ما دجھ فموضا من دان لم یجولہ ولم یجد لم یغبن مالم یسک بفعله لویجر جہ من الدار غایتہ اور اسی طرح کا حکم ہے اگر غاصب ایک آدمی کے گھر میں داخل ہوا اور
 کچھ اسباب لیا اور مکر ہو گیا تو اس پر تاوان ہے اور اگر اس نے اسباب گھر سے باہر نہ نکالا اور اس کے لینے کا انکار نہ کیا تو تاوان نہیں جب تک وہ میر ملک
 نہ ہو جائے اس کے فعل کے سبب سے یا اس کو گھر سے نکال دے جائے کذانی الخانیۃ یعنی در صورت عدم انکار تاوان نہیں مگر ہلاک یا اخراج سے وحکمہ الاثم
 علم انہ مال غیر اور حکم یعنی اثر مرتب غضب کا گناہ ہے اس شخص کے حق میں جو جانتا ہو کہ مغموب غیر کا مال ہے ہم غضب کا حرام ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت
 قال تعالیٰ ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل حق تعالیٰ نے فرمایا نہ کھاؤ اپنے مالوں کو آپس میں ناحق اور حجۃ الوداع کی حدیث میں ثابت ہے کہ تمہارے غم
 اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں جب تک کہ تم اپنے رب سے ملو یعنی قیامت تک ایک شخص کا مال دوسرے پر حرام ہے اور متفق علیہ حدیث میں وارد ہے کہ
 بالثب بھرزین غضب کرے گا اس کی گردن میں حق تعالیٰ سات طبق زمین کا طوق ڈالے گا غضب کے گناہ ہونے میں دانست کی قید اس واسطے لگائی کہ
 سے گناہ معاف ہے چنانچہ دوسرے شخص کا مال تلف کر ڈالنا اپنا مال جان کر لیکن تاوان علم اور عدم علم دونوں صورتوں میں واجب ہو گا کذانی الطحاوی
 العین قائمۃ والخرم ہا لکنہ لفعله او غیرہ او آفة سماء یا آفة سماء سے کذانی الخستانی ہم غاصب نے مغموب پھیر دیا اور مالک نے نہ لیا سودہ اپنے گھر لے آیا اور اس
 تلف ہو گئی تو اس کے فعل سے یا غیر کے یا آفت سماوی سے کذانی الخستانی ہم غاصب نے مغموب پھیر دیا اور مالک نے نہ لیا سودہ اپنے گھر لے آیا اور اس
 پاس تلف ہو گیا تو اس پر تاوان نہیں اس واسطے کہ غضب اس صورت میں امانت ہو گیا کذانی الطحاوی ولغیر من علم الا غیر ان فلاثم لاد غطاء و ہور ف
 بالحدیث اور غضب کا حکم نادانستہ کے حق میں پھیرنے اور تاوان دینے کا ہے تو غاصب ناواقف پر گناہ نہیں اس واسطے کہ یہ خطا اور چوک ہے اور حالانکہ
 پر مؤاخذہ نہیں بموجب حدیث کے المغموب منہ مخیر بین تضمن الغاصب وغاصب الغاصب الا اذا کان فی الوقف المغموب بان غصب
 وقیمتہ اکثر و کان الثانی املاً من الاول فان العثمان علی الثانی کذانی وقف الخانیۃ مغموب منہ یعنی جس کا مال غضب ہو گیا وہ مختار ہے دو چیز
 غضب کرنے والے سے تاوان لینے میں اور غضب کرنے والے کے غاصب سے تاوان لینے میں یعنی چاہے غاصب سے تاوان لے چاہے غاصب کے غاصب
 مگر جب کہ غضب ثانی وقف مغموب میں واقع ہو اس طرح پر کہ غاصب ثانی نے غاصب اول سے غضب کیا ہو اور حالانکہ اس کی قیمت زیادہ تر ہو گئی ہو
 ثانی ہو زیادہ تر مال دار غاصب اول سے تو البتہ غاصب ثانی پر تاوان واجب ہو گا کذانی وقف الخانیۃ ہم اگر مالک غاصب اول سے تاوان لے تو وہ غاصب
 ثانی سے بھرے اور غاصب ثانی سے تاوان لے تو وہ غاصب اول سے تاوان رجوع نہ کرے اور چونکہ عبارت خانیکی مہم ہے لہذا عبارت غایتہ کا ترجمہ نقل کر دیا

ہوا وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے وقف کی زمین غصب کی اور اس کی قیمت ہزار درہم تھی پھر دوسرے شخص نے غاصب سے وہ زمین غصب کر لی اور اب اس کی قیمت زیادہ ہو گئی دو ہزار درہم کے برابر تو وقف کا متولی غاصب ثانی سے تاوان لے اگر وہ مال دار ہو اس واسطے کہ غاصب ثانی تاوان لینا وقف کے واسطے زیادہ نفع ہے اور اگر غاصب اول زیادہ تر مال دار ہو تو اول یا ثانی جس سے چاہے تاوان لے کذا فی الطحاوی و فی غصبہا غصب مجلہ فاسئلہ و بیس لبن ارضمن قیمتہ العجلان فقہ الامام اور خانہ کی کتاب الغصب میں ہے کہ غاصب نے پھر غصب کیا پھر اس کو ہلاک کیا اور اس کی ماں کا دودھ سوکھ گیا تو غاصب تاوان دے پھر طے کی قیمت کا ادھ اس کی ماں کے نقصان کا ہم اس واسطے کہ بچہ کا غصب مال کے نقصان کا موجب ہوا اگرچہ غاصب کا فعل اس کی ماں میں ظاہر نہیں تو یہ ضمان ہے تعوی کا نہ ضمان غصب ولی گرا بیتہا من ہم حائل غیرہ ضمن نقصانہ ولم یومر بعمارة الانی حائل المسجد اور خانہ کی کتاب الکراست میں ہے کہ جس نے غیر شخص کی دیوار ڈھائی تو اس کے ناقص ہو جانے کا تاوان دے اور اس کو حکم نہ ہو گا دیوار کے بنانے کا مگر مسجد کی دیوار میں بنا دینے کا حکم ہو گا قنہ میں ہے کہ غیر کی دیوار گرائی تو گھر کی قیمت کی جاوے دیواروں کے ساتھ پھر قیمت کی جاوے بدون دیواروں کے تو تاوان دے مابین قیمتین کے تفاوت کا و فی القنہ تصرف فی ملک غیرہ ثم ادعی انہ کان باذنہ فالقول للمالك الا اذا تصرف في مال امرأة فماتت وادعی انہ کان باذنہا وانكر الوارث فالقول للزوج اور قنہ میں ہے کہ ایک شخص نے غیر کے ملک میں تصرف کیا پھر دعویٰ کیا کہ تصرف مالک کے اذن سے تھا تو مالک کا قول مقبول ہو گا مگر جب کہ اپنی عورت کے مال میں تصرف کیا ہو سو وہ مگرئی اور زوج نے دعویٰ کیا کہ تصرف اس کے اذن سے تھا اور وارث اس کا منکر ہے تو زوج کا قول مقبول ہو گا و یجب رد عین المخصوص بالمتمتع غیر نفاذنا فاجبت اور غصب پر واجب ہے پھر دینا مخصص کا بعینہ جب تک مخصص متمتع بتغیر فاشع ہو گیا ہو کذا فی المجتبی ہم جب کہ مخصص غاصب کے فعل سے اتنا متمتع ہو کہ اس کا نام اور اس کا عمدہ قائمہ زائل ہو جائے تو مخصص مذکور کی ملک اس سے زائل ہو جاتی ہے اور غاصب اس کا مالک ہو جاتا ہے اور تاوان اس پر لازم ہوتا ہے جاد بلا ادائے عوض غاصب کو اس سے نفع لینا حلال نہیں اور اگر مخصص ناقص ہو گیا تو غاصب پر ضمان نقصان اور پھر دینا لازم ہو گا اور اگر مخصص دائم ہو گیا غاصب کے پاس تو مالک کے پھر لینا زیادت کے ساتھ جائز ہے کذا فی الطحاوی مخصص کا نام زائل ہونا چنانچہ تھان پھاڑ کر نیا یا قمیص سینا یا گیوں میں کر رونی پکانافی مکان غصبہ لتفاوت القیم باختلاف الاماکن پھر دینا عین مخصص کا واجب ہے اس کے غصب کرنے کے مکان میں بسبب تفاوت ہونے قیمتوں کے مکانات کے اختلاف ویرا برودا و لو بغیر علم المالك فی البرزانیہ غصب درہم انسان من کسرتہ ثم رد ما فیہ بلا علم بری و کذا الوصلہ الیہ بحکمہ انہی کہتہ او ابداع او شرا و کذا الواعظہ فاکلہ خلافا لاشاعی زیلعی اور غاصب بری الذمہ ہو جاتا ہے عین مخصص کے پھر دینے سے اگرچہ پھر نانا کا دانستگی سے ہو بزاز یہ ہیں ہے کہ غاصب نے کسی آدمی کے درہم اس کی تحصیل سے غصب کیے پھر ان کو اس میں رکھ دیا بلا علم مالک کے تو غاصب بری الذمہ ہو گیا اور اسی طرح اگر مخصص نے سپرد کر دیا مالک کو دوسری جہت سے چنانچہ بطریق سبب یا ودیعت رکھنے یا بیچنے کے اور اسی طرح اگر مخصص مطعوم ہو اور غاصب مالک کو کھلا دے اور مالک اس کو کھا دے تو بری الذمہ ہو گا بخلاف امام شافعی کے مطعوم میں کذا فی الزیلعی و یجب رد مثله ان ہلک و موشلی با واجب ہے پھر دینا مثل مخصص کا اگر وہ ہلاک ہو جائے اور حالانکہ موشلی بھی کھلی ہے یا دوزنی چیز ہے وان القطع المثل بان لا یوجد فی السوق الذی یباع فیہ وان کان یوجد فی البیوت ابن کمال فقیمتہ یوم الخصومة ای وقت القضاء و عند ابی یوسف یوم الغصب و عند محمد یوم الانقطاع و رجحانہ ثانی اور اگر موشلی کا مثل منقطع ہو جائے اس طرح پر کہ وہ پایانہ جاوے اس بازار میں جس میں وہ بیچا جاتا ہے اگرچہ لوگوں کے گھروں میں موجود ہو کذا ذکرہ ابن کمال تو اس کی قیمت خصوصت کے دن کی یعنی جس وقت حاکم کا حکم ہو اس وقت کی دنیا واجب ہے اور ابو یوسف کے نزدیک غصب کے دن کی قیمت واجب ہے اور محمد کے نزدیک یوم ^{الانقطاع} کا قیمت واجب ہے اور قول ثانی اور ثالث کی ترجیح دی گئی کذا فی القستانی ہم غزانہ میں امام کے قول کو اصرح کہا ہے اور تحفہ میں اس کو صحیح کہا ہے اور نہایت میں ابو یوسف کے قول کو مینا رکھا ہے اور ذخیرۃ الفتاویٰ میں محمد کے قول کو مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحاوی و یجب القیمۃ فی ایامی یوم غصبہ اجماعا اور قیمت ثانی

تو جس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے فان ادعی ہلاک مرتبط بوجوب رد العین لانه الموجب الاصلی ودر المثل والقیۃ مخلص علی الرزح مجلس حتی لعلم الحاکم انہ لوقبی
ظہری لا ظہر ثم قضا الحاکم علیہ البذل من مثل و قیمت پھر اگر غاصب منصوب کے تلف ہو جانے کا دعویٰ کرے تو وہ مجبوس کیا جائے یہاں تک کہ حاکم یہ معلوم
کر جائے کہ اگر منصوب باقی رہا ہوتا تو البیتہ ظاہر ہوتا یعنی غاصب اس کو ظاہر کر دیتا پھر حاکم اس پر عرصہ دینے کا حکم کرے مثل اور قیمت سے یعنی اگر منصوب مثل ہو
تو مثل و دادے اور اگر قیمتی ہو تو قیمت و دادے شارح نے کہا ادعائے ہلاکت وجوب رد عین سے مربوط ہے اس واسطے کہ رد عین موجب اصلی ہے اور رد مثل
اور قیمت مخلص ہے قول راجح یرمخص ہے یعنی جب کہ رد عین متعذر ہو اس وقت رد مثل یا قیمت کی طرف احتیاج ہوگی ولو ادعی الغاصب المملک
عندہ ما جہ بعد الرد و عکس المملک ای ادعی المملک عند الغاصب واما ما البرمان فبرمان الغاصب اندر وہ دہلک عند المملک ادلی خلافا للثانی ملتی اور
اگر غاصب نے دعویٰ کیا منصوب کے تلف ہو جانے کا اس کے مالک کے پاس پھر دینے کے بعد اور مالک نے بالعکس دعویٰ کیا یعنی اس کے تلف ہو جانے کا
غاصب کے پاس دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو غاصب کی یہ گواہی کہ اس نے منصوب کو پھیر دیا اور وہ مالک کے پاس ہو گیا مقدم ہے مالک کی گواہی
پر بطلان بالیوسف کے کہ ان کے نزدیک مالک کے گواہ مقدم ہیں کذا فی الملتقی ولو اختلفا فی القیمۃ و برہنا فالبیتہ للمملک و سببی اور اگر غاصب اور مالک نے منصوب
کی قیمت میں اختلاف کیا اور دونوں گواہ لائے اپنے دعویٰ پر تو مالک کے گواہ مقدم ہیں اور اس کا بیان آگے آدے گا و لونی نفس المنصوب فالقول للغاصب
اور اگر دونوں نے ذات منصوب میں اختلاف کیا یعنی غاصب کہتا ہو کہ منصوب یہی چیز ہے اور مالک کہتا ہو کہ یہ نہیں ہے تو غاصب ہی کا قول مقبول ہوگا یعنی اس
واسطے کہ وہ قابض ہے والغصب انما یتحقق فیما ینقل فلو اخذ عقار او ہلک فی یدہ بآئۃ سدادیۃ کغلبۃ سیل لم یضمن خلافا لمحمد و بقولہ قالت الشیخۃ وہ یضتی
فی الوقف ذکرہ یعنی اور غصب ثابت ہوتا ہے مال منقول میں سو اگر ایک شخص نے مال غیر منقول چنانچہ زمین اور گھر اور درخت کسی کا لیا اور اس کے ہاتھ میں
آسمانی آفت سے تلف ہو گیا چنانچہ سیلاب کے غلبہ سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا تو غاصب پر ضمان نہیں شیخین کے نزدیک بطلان محمد کے کہ ان کے نزدیک غیر
منقول کے غصب پر بھی تاوان ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ کا اور محمد کے قول پر فتویٰ ہے وقف میں علامہ عینی نے اس کو ذکر کیا ہے و ذکر ظہیر الدین فی
فتاویٰ الفتویٰ فی غصب العقار و در الموقوفۃ بالضممان وان الفتویٰ فی غصب منافع الوقف بالضممان اور ظہیر الدین نے اپنے فتاویٰ میں مذکور کیا ہے کہ
موقوف غیر منقول اور موقوف گھروں کے غصب میں لزوم تاوان کا فتویٰ ہے اور منافع وقف کے غصب میں لزوم ضمان کا فتویٰ ہے ہم طحاوی نے
کہا کہ لفظ موقوفہ عقار اور دور و دونوں کی طرف راجع ہے و فی فوائد صاحب المیط اشتری و اروا سکنا ثم اظہر انما وقف او کانت للصغیر لزمہ جبر المثل صیانتہ
الوقف والصغیر اور صاحب محیط کے فوائد میں ہے کہ ایک شخص نے گھر مول لیا اور اس میں رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر وقف تھا یا کہ وہ صغیر کا مملوک تھا تو مشتری متحقق
پر اجرت مثل لازم ہوگی مال وقف اور مال صغیر کی حفاظت کے واسطے و فی اجارۃ الفیض انما لا یتحقق الغصب عندہما فی العتقانی حکم الضمان اما فیما وراؤدک
اللہ لا یخفی فی الرواۃ انی الاستحقاق الاجرة انتی فلیحفظ او فیض کی کتاب الاجارہ میں ہے کہ غصب شیخین کے نزدیک ثابت نہیں ہوتا غیر منقول میں فقط تاوان
دینے کے حکم میں اور لزوم تاوان کے ماسوا میں تو غصب شیخین کے نزدیک بھی متحقق ہے کیا تو نہیں جانتا ہے کہ غصب متحقق ہے پھر دینے میں یعنی منصوب
پر منقول کا پھر دینا شیخین کے نزدیک بھی واجب ہے سو اسی طرح استحقاق اجرت میں بھی غصب ثابت ہے یعنی اگر غاصب عقار میں سکونت کرے تو کرایہ
اس پر لازم ہوگا اگر وقف اور مال صغیر ہو انتہی مانی الفیض تو اس کو یاد رکھنا چاہیے قیل قائلہ الاستروشی و عماد الدین فی فصولیہما و الاصح انہ ای العقار لضمن
بالبیع والتسليم قول ضعیف یہ ہے کہ عقار یعنی غیر منقول مضمون ہے بیع اور تسلیم سے قائل اس قول ضعیف کا استروشی اور عماد الدین ہے دونوں نے یہ
قول اپنی فصول میں کہا ہے و کذا بالبحر و فی العقار و ولیعۃ اور اسی طرح ضمان لازم ہے غیر منقول و ولیعۃ کے انکار کرنے سے یعنی اگر غیر منقول و ولیعۃ
ہو ایک شخص کے پاس پھر وہ ولیعۃ کا انکار کرے تو اس پر بالاتفاق تاوان لازم ہوگا کذا فی المنع و بالرجوع عن الشہادۃ بعد القضا و اور اسی طرح تاوان

لازم ہے گواہی کے پھر جانے سے قاضی کے حکم کو دینے کے بعد صورت اس کی یہ ہے کہ دو شاہدوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ جو گھر اس کے پاس ہے وہ
نلانے شخص کا ہے سو قاضی نے وہ گھر دوسرے کو دلا دیا پھر شاہدوں نے کہا کہ ہماری گواہی غلط تھی تو گھر کا تادان شاہدوں پر لازم ہو گا زمین نے کہا کہ یہ ضمان تھا
ہے نہ ضمان غصب ولی الاشباہ العقار لا یضمن الا فی مسائل وعدہ الثلثۃ اور اشباہ میں ہے کہ غیر منقول میں تادان نہیں مگر چند مسائل میں تادان ہے اور انہیں
تینوں مسئلوں کو شمار کیا ہے یعنی بیع مع التسليم اور انکار ودیعت اور رجوع عن الشہادۃ و اذا نقص العقار بسکناہ و زرعاۃ فمن النقصان بالاجماع اور
جب کہ غاصب ناقص کر دے غیر منقول کو اپنی سکونت اور کاشتکاری سے تو نقصان کا تادان دے بالاتفاق ہم نقصان کی تفسیر میں اختلاف ہے قول صواب
اور مفتی یہ ہے کہ اس میں خریداری کا اعتبار ہے یعنی تامل کرنا چاہیے کہ گھر یا زمین کی کیا قیمت ہے قبل استعمال کے اور کیا قیمت ہے بعد استعمال کے تو جس قدر دو
قیمتوں میں تفاوت ہو وہی نقصان ہے فظلی ما زاد البذر و محرقی المجتبى پھر منسوب منہ غاصب کو اس قدر دے جس قدر بیع نے اس کی مالیت زیادہ کر دی اور
تفصیح کی ہے اس قول کی مجتبیٰ میں ہم یہ مسئلہ ظاہر مرتب معلوم ہوتا ہے قبل سے حال کو ایسا نہیں ہے بلکہ یہ جدا گانہ مسئلہ ہے زیادت تخم کی یہ صورت ہے کہ کھیت کی قیمت
کی جاوے تخم ریزی کے ساتھ اور تخم سے مطلق تخم ملو نہیں بلکہ وہ تخم جس کے درخت کو مالک اکھاڑ سکتا ہے پھر اسی کھیت کی قیمت بدون تخم کی جاوے تو جس قدر
دونوں میں تفاوت ہو اس قدر مالک غصب کو دے اور اپنی زمین اس سے نکال لے کذا فی الطحاوی وعن الثانی مثل بندہ اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ
غاصب کے تخم کی قیمت مثل دے یعنی جس قدر مالیت تخم کی ہو وہ دے بلا اعتبار حق فلع ولی العیرۃ ہو الخیار اور صیرفیہ میں ہے کہ ابو یوسف کا قول مختار ہے ولو
بت رقلعہ و تمامہ فی المجتبى اور اگر غاصب کا تخم جاتا تو مالک کو اس کا اکھاڑ ڈالنا جائز ہے اور پورا اس کا بیان مجتبىٰ میں ہے ہم مجتبىٰ میں ہے کہ غاصب نے غیری کی زمین
میں زراعت کی اور کھیت جاتا تو مالک کو اختیار ہے کہ غاصب کو اس کے اکھاڑ ڈالنے کا امر کرے اگر وہ نہ اکھاڑے تو وہ آپ اکھاڑ ڈالے اور مجھے سے پہلے مالک
مختار ہے چاہے سب سے دے یہاں تک کہ کھیت جے پھر اکھاڑنے کا امر کرے اور پہلے بقدر زیادت تخم غاصب کو دے کذا فی الطحاوی کا یضمن اتفاقاً فی النقلی
ما نقص بفعلہ کافى قطع الاشجار جیسے کہ منسوب منقول میں بالاتفاق اس قدر تادان لازم ہے جتنا ناقص ہو گیا ہو غاصب کے فعل سے چنانچہ بالاتفاق قطع اشجار
میں ضمان لازم ہے ہم منقول منسوب کے نقصان میں مطلقاً ضمان لازم ہے خواہ غاصب کے فعل سے نقصان ہوا ہو یا غیر اس کے فعل کے چنانچہ شرح مسکین
میں مصرح ہے تو شارح کی تفسیر غیر مناسب ہے کذا فی الطحاوی ولو قطعہا رجل اخر و بدیم البناء ضمن ہوا غاصب اور اگر اشجار کو دوسرے شخص نے
قطع کیا یا عمارت کو ڈھایا تو قاطع یا ہدم تادان دے نہ غاصب کا لو غصب عبداً و اہر فنقص فی مدۃ الاجارۃ بالاستعمال دہذا ساقل من نسخ الشرح
لہ قولہ تحت قولہ چنانچہ ضمان نقصان لازم ہے اگر غاصب نے غلام غصب کیا اور اس کو اجارہ میں دیا پھر غلام میں کچھ نقصان عارض ہو گیا اجارہ کی مدت میں
استعمال کے سبب سے شارح نے کہا اور یہ قول مصنف کی شرح کے نسخوں میں سے ساقل ہے بسبب داخل ہونے اس معنوں کے مصنف کے قول آئندہ
میں ہم طحاوی نے کہا یہ مضمون قول آئندہ میں داخل نہیں اس واسطے کہ تصدیق غلام ضمان نقصان کے معاشیہ وان استغله فقضی الاستغلال او اقر المستأجر
ونقص من النقصان تصدیق بالقی من الغلۃ والاجرۃ خلافاً لابی یوسف کذا فی الملتقى اور اگر منسوب کر لیں میں دیا سو اس کو نقصان عارض ہو کر لیں دینے
سے یا عمارت کی چیز اجارہ دی اور اس کو نقصان عارض ہوا اجارہ سے تو ضمان نقصان کا دے اور جو باقی رہے ضمان کے بعد کر لیں اور اجرت سے اس کو غیران
کے بخلاف ابو یوسف کے یعنی ان کے نزدیک تصدیق واجب نہیں کذا فی الملتقى لکن نقل المصنف عن البرزازیہ ان الغنی تصدیق بكل الغلۃ فی الصبح لیکن مصنف نے
اپنی شرح میں برزازیہ سے یہ نقل کیا کہ غاصب تو اگر سب غلہ غیرات کرے صحیح قول میں ہم خلاصہ برزازیہ کے کلام کا یہ ہے کہ بعد ہلاک عین منسوب اگر غاصب غنی
ہے تو ادائے ضمان غلہ سے جائز نہیں بلکہ سب غلہ تصدیق کرے اور اگر غاصب فقیر ہے تو ادائے ضمان غلہ سے درست ہے اور باقی کو غیرات کرے کذا فی الطحاوی
کا لو تصرف فی المنسوب والودیۃ بان ہاء و ریح فیہ اذا کان ذلک متعیناً بالاشارۃ چنانچہ اگر منسوب اور ودیعت میں تصرف کرے اس طرح کہ

اس کو بیچ ڈالے اور اس میں نفع حاصل ہو تو منفعت کو خیرات کرے جب کہ مال منسوب اور ولایت اشارہ کرنے سے متعین ہوں متعین ہونے کی یہ صورت ہے کہ منسوب عرض یعنی از قسم اسباب کے ہو زورم اور دینار او بالشرایع بدرہم الودیعۃ او الغصب و نقد یا متعین ہو خرید سے بواسطہ درہم و نقد یا غصب کے اور انہیں درہم کے ادا کرنے سے ہم طحاوی نے کہا مختار اور واضح تر یوں کہنا تھا اذا کان متعیناً او غیر متعین و نقد یعنی بیع اور شرائع منسوب کی منفعت کا تصدیق واجب ہے خواہ وہ متعین بالاشارہ ہو خواہ غیر متعین ہو مگر ادائے ثمن منسوب کے درہم سے کرے یعنی تصدیق بیع حاصل فیہما اذا کان متعین بالاشارۃ یعنی تصدیق کرے اس منفعت کو جو حاصل ہوئی ہے غصب اور ولایت کے تصرف میں جب کہ دونوں اس قسم سے ہوں کہ اشارہ کرنے سے متعین ہو جائیں ہوں وان کا نام لا متعین فعلی اربعۃ اوجہ فان اشار الیہا و نقد یا فلذلک تصدیق اور اگر منسوب اور ولایت اس قسم سے ہوں کہ متعین نہ ہوتے ہوں چنانچہ درہم تو چار صورتوں پر ہیں سواگر درہم کی طرف اشارہ کیا اور انہیں کو ثمن میں ادا کیا تو اسی متعین کے مانند منفعت کو تصدیق کرے وان اشار الیہا و نقد غیر یا او اشار الی غیر یا و نقد یا او اطلاق و لم یشر و نقد یا لا تصدیق فی الصور الثلاث عند الکفر فی قبیل و بہ لفتی و المختار نہ لایکل مطلقاً کذا فی الملتقی و لو بعد الضمان ہوا تصدیق کافی فتاویٰ التوازل اور اگر درہم غصب کی طرف اشارہ کیا اور ان کے سوا اور درہم ادا کیے یا اشارہ کیا ان کے غیر کی طرف اور غصب کے درہم دیے یا مطلق درہم مذکور کیے اور اشارہ کسی طرف نہ کیا اور غصب کے درہم دیے تو ان تینوں صورتوں میں منفعت تصدیق نہ کرے کفری کے نزدیک بعضوں نے کہا اسی قول پر فتویٰ دیا ہے اور مختار قول یہ ہے کہ نفع مطلقاً حلال نہیں کذا فی الملتقی اگرچہ ضمان دینے کے بعد ہو یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاویٰ نوازل میں مذکور ہے و اختار بعضهم الفتویٰ علی قول الکفری فی زمانہ اکثرۃ الحرام و ہذا کلام علی قولہما و عند ابی یوسف لا یتصدق بشئ من کما لو تعلق الجنس ذکرہ الزلیعی فلیحفظ اور بعض فقہوں نے کفری کے قول کا فتویٰ مختار جانا ہے ہمارے اس زمانے میں بسبب کثرت حرام کے اور یہ تمام مذکور طریقین کے قول پر مبنی ہے اور ابویوسف کے نزدیک منفعت غصب سے کچھ بھی تصدیق نہ کرے چنانچہ اگر جنس مختلف ہو تو بالاتفاق تصدیق لازم نہیں زلیعی نے اس کو ذکر کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م یعنی اگر ضمان اور بدل مضمون مختلف الجنس ہوں اس طرح کہ تاوان میں درہم دیے ہوں اور غاصب کے ہاتھ بدل مضمون طعام یا عروض ہو تو بالاتفاق تصدیق اس پر واجب نہیں اس واسطے کہ منفعت تو ظاہر ہوتی ہے اتحاد جنس کے نزدیک کذا فی الطحاوی عن الزلیعی مختصراً فان غصب و غیر المنسوب فزال اسمہ و اعظم منافعہ ای اکثر مقاصدہ پھر غاصب نے غصب کیا اور منسوب کو غیر کر دیا سو اس کا نام اور اعظم منافع یعنی اس کے اکثر مقاصد زائل ہو گئے م زوال اسم کی اس واسطے قید لگائی کہ اگر کبریٰ غصب کر کے ذبح کر ڈالی تو مالک ضمان نقصان میں مختار ہے اس واسطے کہ فقط ذبح سے نام زائل نہیں ہوا کیونکہ اس کو حلال بکری ہوتے ہیں احتراز میں درہم سبکھا ملا ضرب خانہ وان زال اسمہ لکن سقی اعظم منافعہ ولذا لا یقطع حق المالك عنه کافی الحیط وغیرہ فلم یکن زوال الاسم مغنیاً عن اعظم منافعہ کما ظنہ ماضی وغیرہ شامی نے کہا اعظم منافع کی قید ان درہم سے احتراز ہے جن کو غاصب نے پگھلایا بلا ضرب سک تو اگرچہ درہم کا نام زائل ہو گیا لیکن اس کا اعظم منافع باقی ہے یعنی ثمن ہونا اور آرایش اور اسی واسطے مالک کا حق درہم مشبوک سے منقطع نہیں ہوتا چنانچہ حیط وغیرہ میں ہے تو زوال اسم اعظم منافع کی قید سے معنی نہ ہو گیا کہ صاحب درہم ماضی وغیرہ نے گمان کیا ہے م اعظم منافع کی مثال مثلاً گیموں کو غصب کرنا اور پس ڈالنا اس واسطے کہ مسلم گیموں سے جو مقاصد متعلق تھے چنانچہ جن کا ہونا اور یہ پکنا دہ پیسے سے فوت ہو گئے کذا فی المنع او اختلط الغصب بملک الغاصب بحیث یتمنع امتیازہ کا اختلاط برہ او یکن کبرہ بشیر ضمنہ و ملکہ باصل انتفاع قبل او وضمانہ ای رضی مالک بآداب او ابراہیم و یضمن قاضی یاربہا بل گیا منسوب غاصب کی ملک سے اس طرح پر کہ اس کا ہر کار نافع ہو چنانچہ مالک کے گیموں کا مل جانا غاصب کے گیموں سے یا ہر کار نافع اور مشقت سے ممکن ہو جیسے گیموں کا اختلاط جو ہے تو ان تینوں صورتوں میں غاصب تاوان اس کا دے اور اس کا مالک جو جاوے گا بلا حلت انتفاع قبل ادا کرنے اس کے تاوان کے ادا لئے ضمان سے رضائے مالک مراد ہے خواہ رضا ادا لئے ضمان سے ہو یا مالک کے معاف کر دینے سے ہو یا قاضی کے تاوان لینے سے ہو مگر تاوان لینے سے رضائی نہ ہو تو غاصب کو اس کا کھانا یا عزیز کو کھانا

اس کا مختار ہے چوڑی طبع دار کے ضمان لینے میں یا چوڑی لینے میں بلا اخذ ضمان اس واسطے کہ طبع کاری تابع مستلک ہے ہم اور اس واسطے کہ بیاج لازم آتا ہے کذا فی الطحاوی ولو کان مکان الغصب شراء بوزنها ففرضه فلا رد لغيرها ولا رجوع بالنقصان للزوم الربا فانما لغتة نقل من صرح به قاله شيخنا اور اگر بجائے غصب چوڑی کی خریداری ہوئی اس کے برابر وزن چاندی سے پھر طبع اس کا زائل ہو گیا تو رد بیع جائز نہیں بسبب عیب طارک وینے کے یعنی مشتری کے پاس عیب حادث ہو گیا اور وہ مانع رد ہے اور عیب قدیم کے نقصان کا رجوع جائز نہیں بسبب لازم ہونے بیاج کے تو غنیمت جان اس جواب کو اس واسطے کہ کمتر نقصانے اس کی تصریح کی ہے یہ کہ ہے ہمارے استاد یعنی خیر الدین رثی نے ومن بنی او غرس فی ارض غیره بغیر اذن امر بالقلع والرد ولو قیمة الساجدة اکثر کار اور میں نے عمارت بنائی یا درخت لگایا غیر کی زمین میں اس کے بلا اذن تو اس کو عمارت ڈھانی اور درخت اکھاڑنے کا اور زمین پھیر دینے کا امر کیا جائے اگر قیمت زمین کی زیادہ تر ہو عمارت اور درخت سے چنانچہ منقریب مذکور ہو چکا ولما لک ان فیمن له قیمة بناء او ثمر امر بالقلع اى مستحق القلع فيقوم بدونها ومع احدهما مستحق القلع فيضمن الفضل ان نقصت الارض به اى بالقلع اور اگر زمین قلع کرنے سے ناقص ہو جاتی ہو تو مالک کو جائز ہے ضمان دینا غاصب کو اس درخت یا عمارت کا جس کے قلع اور قلع کرنے کا یعنی مستحق القلع کا وہ مامور ہے تو زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے بدو ان عمارت اور درخت کے پھر قیمت مقرر کی جاوے۔ ساتھ اس عمارت اور درخت کے جو مستحق القلع ہے سو جس قدر زیادت ہو دو دنوں قیمتوں میں اتنا غاصب کو ضمان دے ولو زرعها لغيره عرف فان اقتسموا الغلة انصافا وادبا ما اعتبر والا فالخارج للزارع وعليه اجر المثل وامانی الوقف فتجب المحقة والاجرة بكل حال فصولین اور اگر غاصب نے زمین میں زراعت کی تو عرف اور رواج کا اعتبار ہو گا سو اگر مالک اور مزارع نصفانصف یا چہام بانٹ لیتے ہوں تو اسی رواج کا اعتبار ہو گا اور اگر بٹائی کا رواج نہ ہو تو غلہ مزارع کا ہے اور اس پر زمین کی اجرت مثل واجب ہوگی اور زمین وقف کی زراعت غصبی میں تو حصہ بٹائی کا یا اجرت زمین کی ہر حال میں واجب ہوگی کذا فی الفصولین ہم ہر حال سے مراد یہ ہے کہ ناظر زراعت باقی رکھتے پر راضی ہو یا اس کے اکھاڑنے کا طالب ہو اور ملک میں تو بلا رضائے القائے زراعت حصہ یا اجرت واجب نہ ہوگی کذا فی الجلبی غصب لو یا فصبغہ لبرة لالوان بل للحيطة الزيادة والنقصان او سولقا لیسمن فالمالک غیر ان شاء ضمنه قیمة ثوبه ابیش ومثل السولق غیر فی المبسوط بالقيمة لتغيره بالقلی فلم یبق مثلیا دسما ہنا مثلاً لقيام القيمة بمقام کذا فی اختیار وقد منا قولین عن المجتبى کٹر غصب کیا پھر اس کو رنگارنگوں کا بیان اعتبار نہیں بلکہ زیادت اور نقصان کی حقیقت کا اعتبار ہے یا مستوجب کیا پھر اس کو کسی سانا تو مالک مختار ہے اگر چاہے غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان لے اور ستو کی مثل کا شارح نے مبسوط میں قیمت ستو کی بھی مذکور ہے اس واسطے کہ ستوبریاں کرنے سے مثلی باقی نہ رہا اور یہاں مصنف نے اس کو مثلی کہا ہے بسبب قائم ہونے اس کی قیمت کے مقام اس کے کذا فی الاختیار اور مقدم بیان کر چکے ہیں مجتبى سے نقل کر کے کہ ستو کے مثلی اور قیمتی ہونے میں دو قول ہیں وان مثلاً اخذ المصبوغ او المثلوت وقرم ما زاد البصغ وقرم السنن لانه مثلی وقت اتصاله بلكه والبصغ لم یبق مثلیا قبل اتصاله بلكه لا متزاجاً بالمجتبى اور اگر مالک چاہے رنگین کپڑا یا گھی کا سنا سنوے اور جس قدر رنگ سے کپڑے کی قیمت زیادہ ہو گئی اس کا اور گھی کا تاوان دے اس واسطے کہ گھی مالک کی ملک کے ساتھ متصل ہونے کے وقت مثلی تھا اور رنگ مثلی باقی در باقی اتنا اتصال بلك مالک بسبب مل جانے رنگ کے پانی کے ساتھ کذا فی المجتبى و غاصب الغاصب المغموب علی الغاصب الاول یرأى من ضمانه غاصب کے غاصب نے مغموب پھیر دیا پہلے غاصب کو تو مغموب کے تاوان سے غاصب ثانی بری الذمہ ہو گا کالو ملک المغموب فی ید غاصب الثاني فاوی القيمة الی الغاصب ثانی یرأى لایضا لقيام القيمة مقام العین چنانچہ اگر مغموب ہلاک ہو گیا غاصب الغاصب کے ہاتھ میں سو اس نے اس کی قیمت ادا کر دی غاصب اول کو تو بھی وہ بری الذمہ ہو گا بسبب قائم ہونے قیمت کے مقام میں مغموب کے اذاکاں قبضہ القيمة معروفا بقضاء او بیئہ او تصدیق مالک لا باقرار الغاصب الثاني حق نفسه وغاصبه عما دية اداے قیمت سے غاصب ثانی اس وقت بری الذمہ ہو گا جب کہ غاصب اول کا قیمت قبض کرنا

معلوم ہو قاضی کے حکم سے یا گوہوں سے یا مالک کی تصدیق سے نہ غاصب اول کے اقرار سے مگر اپنے حق میں اور اپنے غاصب کے حق میں غاصب اول کا اقرار معتبر ہو گا کذا فی العمدۃ یعنی جب کہ غاصب اول قبض قیمت کا اقرار کرے گا تو اب غاصب ثانی سے مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن مالک مطالبہ کر سکتا ہے اور جب کہ مالک غاصب ثانی سے در صورت اقرار مذکور قیمت لے گا تو غاصب ثانی غاصب اول سے قیمت پھر لے گا بسبب اس کے اقرار کے غصب ثانیاً ثم غصباً آخر منہ فاراد مالک ان یاخذ بعض الضمان من الاول وبعضہ من الثانی فلو ذلک سرہیۃ والمالک بالخیار فی تضمین ایہا شاء واذا اختار تضمین احدہما لم یلک ترکہ فقضین الآخر قیل بیک عمدۃ غصب کی ایک چیز پھر دوسرے شخص نے اس سے غصب کی سو مالک نے چاہا کہ بعض ضمان غاصب اول سے لے اور بعض غاصب ثانی سے تو اس کو یہ فعل درست ہے کذا فی السراجیۃ اور مالک مختار ہے ایک غاصب سے پورا تاوان لینے میں جس سے چاہے اور جب کہ ایک سے ضمان لینا اختیار کرے تو پھر اس کے پھوٹنے کا اور دوسرے غاصب سے ضمان لینے کا مالک نہ رہے گا اور بعضوں نے کہا مالک رہے گا کذا فی العمدۃ الاجازۃ لا تلحق الا تلف مال غیرہ تعدیاً فقال المالک اجرت اور ضمیمت لم میرا من الضمان اشباہ مغیرا للبرزانیۃ لکن نقل المصنف عن العمدۃ ان الاجازۃ تلحق الافعال ہوا یصح قال وعلیہ فتلحق الاتلاف لانہ من جملۃ الافعال فلیحفظ الاجازۃ لا تلحق نہیں ہوتی تلف کر دینے کو تو اگر غیر کا مال تلف کیا ظلم کی راہ سے پھر مالک نے کہا کہ میں نے اس کو جائز رکھا یا میں راضی ہو گیا تو تلف کرنے والا ضمان سے بری نہ ہو گا کذا فی الاشباہ منقولاً من البرزانیۃ لیکن مصنف نے شرح میں عادیہ سے نقل کیا ہے کہ اجازت افعال کو لاحق ہوتی ہے مصنف نے کہا پھر تو اس کے بموجب تلف کر دینے کو بھی اجازت لاحق ہوگی اس واسطے کہ اتلاف منجمۃ افعال کے ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م شیخ صالح ابن مصنف نے کہا کہ اگر افعال سے غیر اتلاف مراد لیجیے تو سب مشائخ کے اقوال پر عمل ہو سکتا ہے جموی نے کہا بعض افعال اعدام ہوتے ہیں اور بعض ایجاد تو مشائخ کا قول اس فعل پر محمول ہے جو اعدام نہ ہو کذا فی المططاوی کسر الغاصب الخشب کسر فاشا لم یملکہ ولو کسره الموموب لم یقطع حق الرجوع اشباہ غاصب نے لکڑی بکھر فاش توڑی تو اس کا مالک نہ ہو گا اگرچہ اس کی قیمت زیادہ ہو جائے توڑنے سے کذا فی القنیۃ اور اگر لکڑی کو موموب نہ توڑے تو دایب کے پھر لینے کا حق منقطع نہ ہو گا کذا فی الاشباہ و فیہا اجرت الغاصب و در اجرت الی مالک تطیب لہ لان اخذ الاجرة اجازۃ اور اشباہ میں ہے کہ غاصب نے غصب کی چیز اجارہ دی اور اس کی اجرت مالک کو پھر دی تو اس کو یہ حال ہے اس واسطے کہ اجرت لینا اجازت ہے اجارہ کی فروع مسائل ملحقہ شارح کے استعارہ منشاراً فالقطع فی المنشر فوصلہ بلا اذن مالک لا یقطع حقہ و علی المستعیر قیمتہ منکسر شرح و ہبائیۃ آرا عاریت یا سودہ ٹوٹ گیا پھر نے میں سواس نے جوڑا بدون اذن مالک کے تو مالک کا حق اس سے منقطع ہو گیا اور مستعیر پر ٹوٹے اسے کی قیمت واجب ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ رکب دارینہ لا طفاء حریق وقع فی البلد فانہم شئ برکوبہ لم یضمن لان ضرر الحریق عام فکان لكل دفعہ جبرۃ ایک شخص غیر کے گھر پر چڑھا اس آگ بجھانے کو جو پھر میں واقع ہوئی سو کچھ عمارت منہدم ہو گئی اس کے چڑھنے سے تو اس پر کچھ ضمان نہیں اس واسطے کہ آتش زنی کا ضرر شامل ہے سب کو تو ہر شخص کو اس کے دفع کرنے اور بجھانے کا حق ہے کذا فی الجبرۃ ولا یجوز دخول بیت النساں الا باذنہ الا ان الغزو جائز نہیں آدمی کے گھر میں گھسنا مگر اس کی اجازت سے مگر جہاد میں جائز ہے یعنی جہاد میں غازیوں کو کھار کے گھروں میں بلا اذن داخل ہونا جائز ہے والمذاہم و فیما اذا سقطت بہ فی بیت غیرہ و خاف لو اعلم اخذہ اور غیر کے گھر میں بلا اذن مالک داخل ہونا اس صورت میں جائز ہے جب کہ ایک شخص کا پڑا غیر کے گھر میں گر پڑا اور وہ ڈرا کہ اگر میں اس کو غیر کروں گا تو وہ اس کو خود بار کھے گا محض قبر افدن فیہ آخر بیتا فموی ثلثۃ اوجہ ان الارض للحاف فہ بشرہ لہ تسویۃ وان مباہتہ فہ قیمتہ حفزہ وان وقفاً فذلک ولا یکیرہ لو الارض تسخیر لان الحاف لا یدری بای ارض یموت ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھود رکھی سو اس میں دوسرے شخص نے مردہ گاڑا تو وہ تین صورتوں پر ہے اگر وہ زمین نہ بکھودنے والے کی ملک ہو تو اس کو مردہ اکھاڑنا اور زمین کو برابر کر دینا جائز ہے اور اگر زمین مباح ہو تو اس کو قبر کھودنے کی قیمت یعنی اجرت ملے گی اور اگر وقف کی ہو تو اسی طرح اس کی اجرت ثابت

ہے اور یہ مکروہ نہیں اگرچہ زمین وقف کشادہ ہو اس واسطے کہ قبر کھودنے والا نہیں جانتا کہ کس زمین میں مرے کام دلوالہ میں ہے کہ ایک مرد نے مقبرہ وقف میں قبر کھودی پھر دوسرے نے اس میں دفن کرنے کا ارادہ کیا اگر مکان میں وسعت ہو تو اول شخص مزامعت نہ کرے اور اگر وسعت نہ ہو تو مزامعت کرے اور پہلی صورت میں دفن کرے گا تو مکروہ نہیں ایسا کہا ہے فقیہ ابواللیف نے اس واسطے کہ جس نے اپنے واسطے قبر کھودی ہے وہ جانتا نہیں کہ کس زمین میں مرے گا کذا فی الطحاوی لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذن ولاد لایۃ الا فی مسائل مذکورۃ فی الاستبہاء جائز نہیں تصرف کرنا نیز کے مال پر بدون اس کے اذن کے اور بدون اپنی ولایت کے مگر چند مسائل میں تصرف مال غیر جائز ہے جو استبہاء میں مذکور ہیں مگر مسائل مذکورہ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ فرزند کو والد مرخص کے واسطے یا محتاج خرید کرنا بغیر اس کے اذن کے جائز ہے اور اسی طرح والد کو فرزند کے واسطے اس کے مال سے خرید و رست ہے لیکن اور چیز سولے طعام اور دو کے خرید کرنا بدون اذن کے جائز نہیں اس واسطے کہ یا محتاج میں اذن باعتبار عادت کے ثابت ہے و دوسرا مسئلہ یہ کہ مودع کو صاحب دو لیت کے والدین پس بدون اس کے اذن کے صرف کرنا اس مکان میں درست ہے جہاں رائے قاضی کا حاصل کرنا ممکن نہیں اور اس پر ضمان لازم نہ ہو گا باعتبار استحسان کے تیسرا مسئلہ یہ کہ ایک فسیح سفر میں مر گیا تو باقی رفیقوں نے اس کا اسباب بچا اور اس کی تجبیر و تکفین اس کے ثمن سے کی اور باقی ثمن اس کے وارثوں کو دیا تو ان پر ضمان نہیں غصب حارۃ فیتعاجل شہا فاکل الذب ضمنہ لانی معایۃ الوہبانیۃ ۵ وغاصب شیء کیف یضمن غیرہ ۶ سولیس لہ فعل بما یتغیر ۷ گدھی ایک شخص نے غصب کی سوا اس کا بچہ اس کے پیچھے لگا چلا گیا سوا اس کو بھیڑ یا کھا گیا تو غاصب پر اس کا تاوان لازم ہو گا چنانچہ یہی مسئلہ وہبانیہ کی چہستان میں یوں مذکور ہے اور ایک چیز کا غاصب کیونکر ضمان دیتا ہے غیر منصوص کا اور حالانکہ اس کا ایسا فعل نہیں جس سے وہ متغیر ہو جائے مگر مالگیری میں ہے کہ غیر کی گدھی بلا اجازت ہانک لے گیا اور بھیڑ یا اس کا بچہ کھا گیا یا بچہ ضائع ہو گیا اور اس نے مالک کو گدھی پھیر دی تو اگر غاصب بچہ کو گدھی کے ساتھ ہانک لے گیا ہو تو اس پر تاوان لازم ہو گا اور اگر بچہ پیچھے لگا چلا گیا بدون اس کے ہانکنے کے تو اس پر بچہ کا تاوان نہیں شارع وہبانیہ نے بھی یہی تفصیل نقل کی ہے اور بیت کو اس صورت پر محمول کیا ہے کہ گدھی کے ساتھ بچہ کو بھی وہ ہانک لے گیا اس واسطے وہ اب متعدی ٹھہرے ۸ وغاصب نہ یل لہ منہ شربہ ۹ سولیس ثم نہر طامیر لا مطہر ۱۰ اور نہر کے غاصب کو اس میں سے پینا درست ہے یا نہیں اور کیا وہاں نہر طامیر غیر مطہر ہے یا نہیں م سوال اول کا جواب یہ ہے کہ اگر غاصب نے تحویل مکان کی ہو یعنی نہر نے اس کے مکان کو بٹایا ہو تو اس میں سے پانی پینا اور وضو کرنا مکروہ ہے اس واسطے کہ تحویل سے غصب کا اثر ظاہر ہو گیا اور بلا تحویل شرب اور وضو جائز ہے اس واسطے کہ نہر میں سے ہر شخص کو پینا اور وضو درست ہے اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہاں وہاں نہر طامیر غیر مطہر ہے کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیہ

فصل یہ فصل ہے کتاب الغصب کی غیب بمعنیۃ ما غصبہ وضمن قیمۃ مالکہ ملکہ عند مالک مستند الی وقت الغصب قسم لہ الاکساب لا الا ولاد ملحق غاصب نے جو غصب کیا اس کو غائب کر ڈالا اور اس کی قیمت کا مالک کو تاوان دیا تو ہمارے نزدیک وہ اس کا مالک ٹھہرے گا غصب کرنے کے وقت سے تو غاصب کو مفسوب کی کاٹیاں حلال ہوں گی نہ اولاد مفسوب کذا فی اللقی والقول لہ ہمینہ لوانتلفا فی قیمۃ ان لم یر من المالک علی الزیادۃ اور غاصب کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہو گا اگر غاصب اور مالک نے مفسوب کی قیمت میں اختلاف کیا ہو بشرطیکہ مالک نے زیادتی قیمت گواہی سے ثابت نہ کی ہو فان برہن او برہن فللمالک ولا تقبل بنیۃ الغاصب لقیامہا علی نفی الزیادۃ ہوا صحیح زلیعی پھر اگر مالک گواہ لایا یا دونوں گواہ لائے اپنے دعویٰ پر تو گواہ مالک کے مقبول ہوں گے اور غاصب کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اس واسطے کہ وہ شہادت نفی زیادتی پر قائم ہے اور نفی کی گواہی مقبول نہیں یہی قول صحیح ہے کذا فی الزلیعی ونقل المصنف عن الجوزی الجوزی لو قال الغاصب اذ المودع المتعدی لا اعرف قیمۃ کن علت انہا قل ما یقولہ فالتقول للغاصب بمعنیۃ و یجوز علی البیان اور مصنف نے شرح میں بحر الرائق اور جوہر سے نقل کیا کہ اگر غاصب اور مودع متعدی کے میں مفسوب اور دو لیت

کی قیمت نہیں جانتا لیکن یہ جانتا ہوں کہ قیمت اس کی اس سے کم تر ہے جو مالک کتنا ہے تو غاصب اور اسی طرح مودع کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور بیان قیمت پر جبر کیا جاوے گا مگر اراق کی تالیف تو کتاب الاجارۃ تک منتہی ہوگئی ہے تو مصنف نے غصب کا مسئلہ اس سے کیونکر نقل کیا شاید کہ یہ مسئلہ غاصب بھرنے استخلاف میں مذکور کیا ہو واللہ اعلم کذا فی الطحاوی فان لم یبین حلف علی الزیادۃ فان یحکم لزمتہ پھر اگر غاصب قیمت مجبولہ بیان نہ کرے تو اس سے نفی زیادت پر قسم لی جاوے سو اگر وہ قسم سے انکار کرے تو زیادت کی قسم کی اس کو لازم ہوگی ولو حلف المالك البضا علی الزیادۃ اخذ ما اور اگر غاصب کی قسم کے بعد مالک نے بھی زیادت پر قسم کھائی تو وہ اس کو لے گا غاصب سے ثم ان ظہر الغصب فللغاصب اخذہ و دفع قیمتیہ اور وہ واخذ قیمتیہ وہی من خواص کتابنا فلیحفظ بعد اس کے اگر غصب ظاہر ہو تو غاصب کو جائز ہے غصب کا لینا اور اس کی قیمت دینا یا غصب کا مالک کو پھیر دینا اور اس سے قیمت پھیر لینا اور یہ تفصیل مسائل مذکورہ ہماری کتاب کی مخصوصات سے ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے فان ظہر الغصب وہی ای قیمتیہ اکثر ما ضمن او مثله او دونه علی الاصح عنایت فلا دلی ترک قولہ وہی اکثر ما ضمن بقولہ اخذہ المالك و رد عوفہ او مضی القیمان پھر اگر غصب ظاہر ہو اور حالانکہ اس کی قیمت زیادہ تر ہے اس سے جو غاصب نے ضمان یا برابر ہے اس کے یا کمتر ہے اس سے بقول الاصح کذا فی العنایتہ اور حالانکہ غاصب ضمان دے چکا ہے اپنے قول کے موافق تو مالک محتار ہے چاہے غصب اور عوفہ اس کے جو ضمان لیا ہے پھر دے چاہے ضمان ہی کو جاری رکھے شارح نے کہا جب عنایت کی روایت سے ثابت ہوا کہ بقول الاصح قیمت کا برابر ہونا اور کمتر ہونا اور اکثر ہونا یکساں ہے حکم میں تو مصنف کو بہتر یہ تھا کہ اکثریت کی قید کو ترک کرتا دلاخیا رلغاصب لوقیمتیہ اقل للزومہ باقرارہ ذکرہ الوانی نعم متی ملک الغاصب للاختیار عیب و قتیہ مجتبیٰ اور غاصب کا صورت مذکورہ میں کچھ اختیار نہیں اگرچہ قیمت غصب کی کمتر ہو ضمان سے بسبب لازم ہونے قیمت کے خود غاصب کے اقرار سے کذا ذکرہ الوانی محشی الدرر ہاں جب مالک ضمان کا مالک ہوگا تو اس کو اختیار العیب اور خیار الرقۃ ثابت ہے کذا فی المجتبیٰ م اس واسطے کہ ضمان غصب ظاہر معاوضہ ہے تو اختیار العیب اور خیار الرقۃ اس کو لازم ہونا چاہیے ولو ضمن بقول المالك او برأئہ او نکول الغاصب فنمولہ ولاخیار للمالك رضاہ حیث ادعی ہذا المقدار فقط اور اگر غاصب نے ضمان دیا مالک کے قول یا اس کے گواہ لائے یا غاصب کے انکار قسم کے سبب سے تو غصب ظاہر ہونے کے بعد غاصب کا ملوک ہوگا اور مالک کا اس میں اختیار باقی نہ رہے گا اس کی ضمانندی کے سبب سے کیونکہ مالک نے فقط اسی مقدار کا دعویٰ کیا و ان باع الغاصب الغصب فضمنه المالك لظہر بیعہ اگر غاصب نے غصب کو بیع ڈالا پھر مالک نے اس کا تاوان لیا تو غاصب کی بیع نافذ ہو جاوے گی و ان حرای الغاصب لان تحریر المشتري من الغاصب نافذ فی الاصح عنایتہ ثم ضمنه لان الملك ان ناقص کیفی لنفاذ البيع لا العتق اور غاصب نے غصب کو آزاد کر دیا پھر ملک نے اس سے اس کا تاوان لیا تو متفق نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ ملک ناقص نفاذ بیع کے واسطے کافی ہے اور نفاذ عتق کے واسطے کافی نہیں شارح نے غاصب کا آزاد کرنا مراد لیا نہ غاصب کے مشتری کا اس واسطے کہ مشتری مذکور کا آزاد کرنا قول الاصح میں نافذ ہے کذا فی العنایتہ و ردہ و ان الغصب مطلقاً کسب و حسن او منفصلہ کذب و ثر امانۃ لا تضمن الا بالتعدي او المصع بعد طلب المالك لانه امانۃ اور غصب کی زائد مطلقاً خواہ زائد متصلہ ہوں چنانچہ فرہی اور غصب و قتیہ غصب کی یا زائد منفصلہ ہوں چنانچہ درودھ اور پھل امانت ہیں غاصب کے پاس ان کا تاوان نہیں مگر غاصب کی تعدی سے یا بعد طلب کرنے مالک کے اس کے نہ دینے سے البتہ ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ زائد مذکورہ امانت میں م یہاں دعویٰ اور دلیل ایک ہی ہوگی تو اگر شارع یوں کتا کہ زائد میں اس واسطے تاوان نہیں کہ ان میں غصب متحقق نہیں تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحاوی ولو طلب المتصلۃ لا یضمن اور اگر مالک زائد متصلہ کو طلب کرے تو تاوان نہیں و ما نقصتہ الجاریۃ بالولادۃ مضمون و یکبر لولدہ قیمتیہ او بغیرۃ ان دنی بہ والا فیسقط بحسابہ اور جاریہ غصب نے جو اپنی قیمت ولادت کے سبب سے ناقص کر دی تو اس کا تاوان غاصب پر لازم کیا جاوے گا اور لو نہ دی کا جبر نقصان اس کے دلہ کی قیمت یا اس کے حرہ سے کیا جاوے گا اور اگر اس کے ساتھ برابر ہو اور اگر قیمت دلہ نقصان جاریہ کی برابر نہ ہو حکم ہو تو اس کے حساب کے موافق ضمان سے ساقط کیا جائے

م یعنی اگر جاریہ منصوبہ کی قیمت سودرم تھی اور ولادت سے ساٹھ درم قیمت رہ گئی تو اگر اس کے ولد کی قیمت ۴۰ درم ہے تو جبر نقصان ہو گیا لہٰذا دی اور اس کا ولد مالک کو پھر دیا جائے ناصب پر کچھ تاوان لازم نہ ہوگا اور اگر ولد کی قیمت ۲۵ درم ہے تو ہم سے اس قدر ساقط کر کے ۱۵ درم کا ضمان ناصب پر لازم ہوگا قیمت سے جبر نقصان اس وقت ہوگا جب کہ ولد زندہ پیدا ہو والا غرض سے جبر نقصان ہوگا غرض مراد یہ ہے کہ ایک مرد نے جاریہ کے پیٹ پر ایسی عزیب ماری کہ لڑکا مردہ پیٹ سے گر پڑا تو اس پر غرض یعنی دیت واجب ہوگی اسی سے جبر نقصان کیا جائے گا ولادت و بالولد و فاء کفی ہو اجمع اختیار اور اگر جاریہ منصوبہ ناصب کے پاس گر گئی اور اس کے ولد کی قیمت اس کی قیمت کے ساتھ برابر ہے تو یہی کفایت ہے یہی قول اصح ہے کذا فی الاختیار یعنی ناصب پر کچھ ضمان نہیں زنی بامتنہ منصوبہ ای غصباً فرداً حالاً فمات بالولادة ضمن قیمتہا یوم علق زنا کیا اس جاریہ سے جس کو ناصب نے خود غصب کیا پھر جاریہ حاملہ مالک کو پھر دی سودہ ولادت سے مرگئی تو ناصب پر اس کی اس قیمت کا ضمان لازم ہوگا جو اس کی قیمت حاملہ ہونے کے دن تھی م چونکہ رد فاسد تھا لہٰذا اس پر ضمان لازم ہو یعنی جب اس نے غصب کی تھی تو اس میں تلف ہو جانے کا کوئی سبب نہ تھا اور جب اس نے پھر دی تو سبب تلف اس میں موجود تھا یعنی عمل تو پھر صحیح نہ تھا بخلاف الحرة لانہا تضمن بالنصب یعنی ضمان الغصب بعد فساد الرد بخلاف حرة منصوبہ کے پھر دینے کے یعنی اگر حرة منصوبہ سے زنا کر کے حاملہ اس کو پھر دیا اور وہ ولادت سے مرگئی تو ناصب پر ضمان نہیں اس واسطے کہ حرة کا ضمان غصب سے نہیں ہوتا ہے تاکہ ضمان غصب بعد فساد رد باقی رہے ولور وہ محوۃ فمات لا تضمن اور اگر جاریہ منصوبہ پھر دی اور حالانکہ اس کو تپ تھی سودہ مرگئی تو ناصب پر ضمان نہیں اس واسطے کہ تپ میں ناصب کا کچھ دخل نہیں و کذا لوزن مندرہ فرداً فجذبت فمات بطبیعی اور اسی طرح غصب پر ضمان موت نہیں اگر جاریہ منصوبہ نے ناصب کے پاس کسی اور شخص سے زنا کیا پھر ناصب مالک پھر دی پھر اس پر بیب زنا کے کوڑے مارے گئے سودہ اس کے سبب سے مرگئی کذا فی الملتقی ہم زلیعی نے کہا لیکن ناصب پر نقصان زنا کا ضمان البتہ لازم ہوگا ولو زنی بہا واستولد باثبیت النسب والولد قتی در اور اگر ناصب نے جاریہ منصوبہ سے زنا کیا اور اس کو ام ولد بنایا تو نسب ثابت ہوگا اور لڑکا مالک کا ہوگا کذا فی الدرر و خلاف منافع الغصب استوفوا ما اؤعطوا فانہا لا تضمن عندنا اور بخلاف منافع غصب کے خواہ ناصب نے منافع کو حاصل کر لیا ہو یا ان کو معطل چھوڑا ہو ان کا کچھ تاوان ہمارے نزدیک نہیں ہے ویوہدی بعض المتون ومنافع الغصب نیز مضمونۃ الخ لکن لا یلائم ما یاتی من عطف غیر المسلم الخ مع انہ اخضر فتدبر اور متن کے بعض نسخے میں یوں عبارت ہے ومنافع الغصب غیر مضمونۃ الخ لیکن اس عبارت کی وہ عبارت جو آگے آدے کی یعنی عطف کرنا غیر مسلم کا مناسب نہیں باوجودیکہ عبارت سابقہ زیادہ تر مختصر ہے سو اس کو نوکر الی ثلث فیجب اجماعاً علی اعتبار المتأخرین ان کیون المصوب وقفاً للسکنی اطلاق استقلال منافع غصب کا ضمان نہیں مگر تین صورتوں میں تو اجرت مثل واجب ہے بموجب اختیار کرنے فقہائے متأخرین کے پہلی صورت یہ ہے کہ منصوب وقف ہو خواہ سکونت محتاجین کے واسطے وقف ہو خواہ کرایہ لینے کے واسطے وقف ہو او مال یتیم الانی مسئلہ سکنت امہ مع زوجہانی دارہ بلا اجریس لہا ذلک والا جریس لہا ذلک الاشباہ مقزیاً لوصایا القیۃ یا مال یتیم کے منافع منصوب میں اجرت مثل واجب ہے مگر اس مسئلہ میں کہ یتیم کی ماں اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ یتیم کے گھر میں بدون کرایہ رہی تو زوجہیں کرایہ جائز نہیں اور ان پر کرایہ بھی نہیں ہے چنانچہ اشباہ میں قینکی کتاب الوصایا سے منقول ہے قلت دستثنی ایضاً سکنی شریک الیتیم فقد قل المصنف و غیرہ عن القنیۃ انہ لا شیء علیہ و کذا الا جہنی بلا عقد و قبل دار الیتیم کا لوقف انتہی میں کہتا ہوں اور بموجب اجرت مال یتیم سے سکونت شریک یتیم کا مسئلہ بھی مستثنی ہے اس واسطے کہ مصنف و غیرہ نے قنیہ سے نقل کیا ہے کہ شریک یتیم پر کچھ واجب نہیں اور اسی طرح اس اجنبی شخص واجب نہیں جو یتیم کے گھر میں بلا عقد اجارہ رہا اور بعضوں نے کہا کہ یتیم کا گھر وقف کی مانند ہے وجوب اجرت میں مطلقاً انتہی قول المصنف ہم مفتی ابوالسعود نے کہا یہی قول معتد ہے کہ مال یتیم وقف کے مانند ہے تو درحقیقت کچھ استثنی نہیں قلت لیکن کل کلا الفریق علی قول المتقدمین بعدم اجرة و اما علی قول المتقدمین انہا کا لوقف فجب الاجرة علی الشریک والزوج لکون سکنی المرأة واجبة علیہ و ہون ناصب الدار الیتیم فتکرمہ الاجرة و ہا فتی ابن نجیم میں کہتا ہوں اور استثنی کے دونوں مسئلوں کا حل کرنا متقدمین کے قول عدم اجرت پر ممکن ہے اور متأخرین کے تو قول معتد پر یہ ہے کہ یتیم کا گھر

وقف کے مانند ہے اجرت گھر کی قیم کے شریک اور اس کی ماں کے خود پر واجب ہوگی اس واسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہے اور زوج مذکور گھر قیم کا صاحب ہے تو اس پر کرایہ لازم ہوگا اور اسی قول کا فتویٰ دیا ہے ابن نجیم صاحب اشباہ نے ہم اور اگر قیم کی ماں اس کے گھر میں رہے در صورتیکہ اس کا کوئی شوہر نہ ہو تو اس پر اجرت نہیں کذا فی الطحطاوی عن المحيط وافی الصیرنیۃ من التفصیل لوالیتیم یقدر علی المنع فلا اجر ولا فعلیہا غیر ظاہر اور صیرنیہ میں جو یہ تفصیل مذکور ہے کہ اگر قیم منع پر قادر ہے اور اس نے منع نہ کیا تو اجرت نہیں اور اگر منع پر قادر نہیں تو زوجین پر اجرت واجب ہے غیر ظاہر ہے ہم قول مذکورہ کی ظاہر ظاہر ہونے کی یہ دہ ہے کہ صغیر غیر مکلف کا منع اور غیر منع لائق اعتبار کے نہیں ہے وعلیہ فہو علیہ لا علیہا کا افادہ فی تہذیب البصائر اور بموجب اس کے یعنی بموجب قول مفتی کے تو اجرت زوج پر واجب ہے قیم کی ماں پر چنانچہ یہ افادہ تہذیب البصائر میں مذکور ہے یعنی اس واسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہے تو وہ غاصب ٹھہرا تم نقل عن الخانیۃ ان مسئلۃ الدار کسۃ الارض وان الحاضر اذا سکن فیہا اذا کان لا یغیر فلا غائب ان لیکن قدر شریک قالوا دلیہ الفتویٰ پھر صاحب تہذیب البصائر نے غائب سے نقل کیا کہ گھر کا مسئلہ زمین کے مسئلے کے بموجب ہے اور شریک حاضر جب کہ گھر میں سکونت کرے جس صورت میں کہ سکونت گھر کو ضرر نہ کرے تو شریک غائب کو جائز ہے کہ اس میں بقدر اپنے شریک کے سکونت کرے علانیہ کہا اور اسی پر فتویٰ ہے ہم عادیہ میں مذکور ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ اگر زراعت زمین کو نقصان دکرے نفع کرے تو شریک کو تمام زمین میں زراعت کرنا جائز ہے پھر جب شریک غائب اُسے تو وہ بھی تمام زمین زراعت کرے اتنی مدت تک اس واسطے کہ وہ عادی مالک کی ایسی صورت میں باعتبار دلالت حال کے ثابت ہے اور اگر زراعت زمین کو ضرر نہ کرے تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی او معدا ای اعدہما

الاستغلال ان بناہ لذلک او اشتراہ لذلک قبل او اجرہ ثلث سنین علی الاولیاء یا اس مقصود کے منافع کے اجرت مثل واجب ہے جو مہیا ہوا استغلال کے واسطے یعنی اس کے مالک نے اس کو تیار کیا ہو کرایہ لینے کے واسطے اس طرح پر کہ اس کو بنایا ہو اسی واسطے یا خرید کیا ہو اسی واسطے بعضوں نے کہا یا اس کو اجارہ دیا ہو زمین برس علی لاتصال دنی الاشباہ لا تہیر الدار مودۃ لا باجارتھا بل بنا تھا بل بنا تھا او شرا تھا ولا باعداد البائع بالنسبۃ للمشتري اور اشباہ میں ہے کہ گھر استغلال کے واسطے مہیا نہیں ٹھہر جاتا اس کے اجارہ دینے سے بلکہ اس کے بنانے یا خرید کرنے سے کرایہ لینے کے واسطے اور نہ بالغ کے مہیا کرنے سے نسبت بمشتري استغلال کے واسطے ہو سکتا ہے ولی شرط علم المستعمل بكونه معدا حتی یجب الاجر اور استعمال کرنے والے کا یہ جاننا شرط ہے کہ وہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہے تب اجرت مثل واجب ہوگی وان لا یكون المستعمل مشعرا بالغصب احد وجوب اجرت کی یہ شرط ہے کہ استعمال کرنے والا غصب کرنے میں مشہور نہ ہو ہم اور اگر مشہور ہوگا غصب میں تو اس پر کرایہ نہیں اگرچہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہو اور دونوں مسئلوں کی وجہ یہ ہے کہ اس نے سکونت نہیں کی کرایہ لازم کر کے کذا فی الطحطاوی قلت ولو اختلفا فی العلم ودرمہ فالقول لا یجوز لانہ منکر والاخر مدع میں کہتا ہوں اور اگر صاحب خانہ اور سنے دلا علم اور عدم علم میں مختلف ہوں یعنی صاحب خانہ کہتا ہو کہ توجہا تھا کہ یہ گھر کرایہ کے واسطے بنا ہے اور رہنے والا کہتا ہو کہ مجھ کو اس کا علم نہ تھا تو رہنے والے کا قول اس کی قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اس واسطے کہ وہ منکر ہے اور دوسرا مدعی ہے اور قول منکر کا مقبول ہونا ہے نہ مدعی کا قال شیخنا وموت رب الدار وبعیہ لا یبطل الا بعد ہمارے استاد نے کہا کہ صاحب خانہ کی موت سے اور اس کے بیچ ڈالنے سے اعداد یعنی کرایہ کے واسطے مہیا ہونا باطل ہو جاتا ہے ولو بنی لنفسہ ثم اراد ان یعده فان قال بلسانہ وخبیر الناس جاز ذکرہا

اور اگر ایک شخص نے گھر اپنے واسطے بنایا پھر چاہا کہ اس کو کرایہ کے واسطے مہیا کر دے تو اگر وہ اپنی زبان سے یہ کہے اور لوگوں کو اس کی خبر کر دے تو جائز ہوگا معصفت نے اس کو اپنی شرح میں ذکر کیا ہے الا انی المعد لا استغلال فلا ضمان فیہ اذا سکن بنا وویل ملک کبیت سکنۃ احد الشراک فی الملک ولو یتیم کامر عن القنیۃ فقہہ مگر اس گھر میں ضمان نہیں جو کرایہ کے واسطے تیار ہوا جب کہ اس میں کسی شخص نے سکونت کی اپنی ملکیت کی تاویل اور توجیہ سے چنانچہ وہ گھر جس میں شراک ملک سے کوئی شریک رہا اگرچہ وہ گھر مشترک قیم کا ہو چنانچہ منقریب مذکور ہو چکا ہے قبیۃ سے تو خبر دار رہنا م شارح نے خبردار کر دیا اس بات پر کہ روایت قبیۃ مقدمین کے قول پر مبنی ہے اور حالانکہ فتویٰ متاخرین کے قول پر ہے وجوب اجرت میں امانی الوقف اذا سکنہ احدہما بالغلبۃ ملاذن لازم الاجر لیکن وقف کے

مکان میں جب کہ ایک شریک اس میں سکونت کرے غالب ہو کر بدون اذن کے تہاجرت لازم ہوگی اور عقد کبیت رہن اذ اسکنہ المترہن ثم بان لغیر معدلاً لاجارۃ فلاشی علیہ یا سکونت کی عقد کی تاویل سے چنانچہ رہن کے گھر میں مترہن رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر غیر شخص ملک ہے درانی ایک دہا جارہ کے واسطے مہیا ہے تو مترہن مذکور پر کچھ ضمان نہیں بقی لواء الغاصب احد بافعلى المستاجر المسمى لاجر المثل ولا يلزم الغاصب الاجر بل يرد ما قبضه للمالك استباه وقبضه باقى رہی یہ بات کہ غاصب نے بیعت ثلثہ مذکورہ سے یعنی وقف اور مال یتیم اور معدلاً استغلال سے ایک گھر جارہ دیا تو مستاجر پر اجرت معین واجب ہوگی نہ اجرت مثل اور اجرت مثل غاصب کو لازم نہ ہوگی بلکہ جو غاصب نے اجرت لی ہو وہ مالک کو پھیر دے کذا فی الاستباه والقنیه فی الشربہ لایبۃ وینظر ما لو عطل المنفعة بل یضمن الاجرة کما لو سکن اور مترہن لایمیر ہے اور اس میں نظر اور تلاش کرنی چاہیے کہ صاحب تاویل ملک یا عقد اگر منفعت کو معطل چھوڑے کیا اجرت کا ضامن ہوگا چنانچہ سکونت کے حال میں وہ کلاً غیر المسلم وخنزیرہ بان اسلم رہانی دیدہ اذا اتلفها مسلم اذنی فلما ضمان اور بر خلاف مسلمان کے شراب اور سور کے اس طرح پر کہ کافر مسلمان ہوا اور شراب اور سور اس کی ملک میں باقی رہے جب کہ دونوں مسلمان یا ذمی تلف کر ڈالے تو ضمان نہیں یعنی اس واسطے کہ مسلمان کے حق میں شراب اور سور مال متقدم نہیں وضمن المتلف المسلم قیتمہ لان الخمر فی حقنا قیتمی حکما لوکان الذمی اور مسلمان شراب اور سور کا تلف کرنے والا دونوں کی قیمت کا تاوان دے اگر شراب اور سور کا ذمی کی ملک ہو قیمت کا تاوان ہو اس واسطے کہ شراب ہم مسلمانوں کے حق میں قیمت والی چیز ہے باعتبار حکم شرع کے م ضمان اس واسطے لازم ہو کہ ذمیوں کے حق میں شراب اور سور مال متقدم ہے اور اگرچہ شراب مثلی چیز ہے نہ قیمت والی لیکن چونکہ مسلم اس کی تملیک اور ملک سے منوع ہے لہذا اس کی قیمت مسلم پر واجب ہوئی والمتلف غیر الامام او مامورہ برئی ذلک عقوبۃ فلا یضمن ولا الزق خلافاً لجمہ معتبہ ضمان اس وقت واجب ہوگا جب کہ تلف کرنے والا بادشاہ یا سر کا مامور نہ ہو جو خلاف کو تعزیر جانتا ہے تو اب ضمان نہ ہوگا اور نہ شراب کی مشک تلف کرنے کا بر خلاف محمد کے کذا فی المجتبی م یعنی اگر بادشاہ یا اس کا مامور شراب اور سور کے اخلار بیع پر ان کو تلف کر ڈالے باعتبار تعزیر کے تو اس پر ضمان نہیں منع الغضار میں ہے کہ ذمی نے دار الاسلام میں خمر اور خنزیر کی بیع علانیہ کی تو اس کو منع کیا جائے گا پھر اگر کوئی شخص شراب بہادے یا خنزیر کو قتل کرے تو اس پر ضمان ہے لیکن اگر اہام یہ کرے تعزیر جان کر تو اس پر تاوان نہیں نہ مشک کا نہ شراب کا نہ سور کا ولا ضمان فی میتۃ دم اصلاً اور مردار اور خون کے تلف کرنے میں اصلاً تاوان نہیں خواہ مسلم کے ہوں یا ذمی کے اس واسطے کہ کسی اہل دین کے نزدیک یہ چیزیں مال نہیں بخلاف مالواً شترام ای الخمر منه ای الذمی وشرہا فلما ضمان ولا یضمن لادفعہ تبسلیط بالعبہ بخلاف غصبها مجتبی اس مسئلہ کے اگر شراب ذمی سے خمیر کی اور پی تو نہ اس پر ضمان ہے نہ ثمن اس واسطے کہ مشنزی نے یہ فعل اس کے بالغ کے مسلط کرنے سے کیا بخلاف شراب غصب کرنے کے کہ اس میں تسلیط مالک نہیں لہذا اس پر ضمان ہے کذا فی المجتبی وفيه تلف ذمی خمر ذمی ثم اسماً او احدہما لاشی علیہ لانی روایۃ علیہ قیمت الخمر اور مجتبی ہے کہ ذمی نے دوسرے ذمی کی شراب تلف کی پھر دونوں مسلمان ہو گئے یا ایک تو تلف کرنے والے پر کچھ تاوان نہیں مگر ایک روایت میں اس پر تاوان مذکور ہے غصب خمر مسلم فخللہا بالالا قیتمہ لہ کخطۃ او ملح سیر لا قیتمہ لہ او شمس او غصب جلد بیتۃ فدلجہ بہ بالاقیتمہ لہ کتراب وشمس اخلہما المالك فجانا شراب مسلمان کی غصب کی پھر اس کو سرکہ بنایا اس چیز سے جس کی کچھ قیمت نہیں چنانچہ تھوڑے گیسوں یا تھوڑا نمک ڈال کر جس کی کچھ قیمت نہیں یا سرکہ بنایا دھوپ میں رکھ کر یا مردار کی کھال غصب کی پھر اس کی دباغت کی اس چیز سے جس کی کچھ قیمت نہیں چنانچہ مٹی اور دھوپ سے تو مالک سرکہ اور جلد مدبوغ کو مفت سے گاؤں لگاؤ اتلفھا ضمن لا لو تلفاھ لیکن اگر سرکہ اور جلد مدبوغ کو غاصب تلف کرے گا تو ضمان دے گا اور اگر وہ خود بخود تلف ہو تو اس پر ضمان نہیں و فی شرح الوہبیا یضمن قیتمہ مدبوغاً واعدہ فی التلقی اور شرح دسبانیہ میں ہے کہ جلد مدبوغ کا غاصب ضمان دے اور اسی قول پر طعنی میں اعتبار کیا ہے م یہ ضمان صورت اتلاف ہے کذا فی الطحاوی ولو خللہا بذی قیتمہ کالمح الکثیر والخل ملکہ ولاشی علیہ لاکہ خلافاً لہا اور اگر غاصب نے شراب کو سرکہ بنایا قیمت والی چیز سے چنانچہ نمک اور سرکہ ڈال کر تو غاصب اس کا مالک ہو جاوے گا اور مالک کے واسطے غاصب پر کوئی چیز واجب نہیں بر خلاف صاحبین ولو بلغ بہ بذی قیتمہ کقرظ ودم

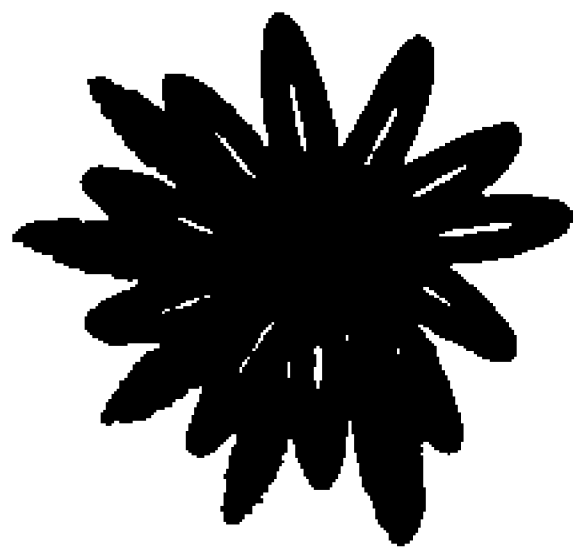
الجملہ اخذہ المالك وروما زاد البع اور اگر قیمت دلی چیز سے جلد کی دباغت کی چنانچہ بھول کی پھال اور مانوسے تمالک اس کو لے اور جس قدر قیمت جلد کی دباغت سے زیادہ ہو گئی وہ غاصب کو پھیر دے والی غاصب جسے حتی یا خذ حقه اور غاصب کو جلد مدبوع کا روک دکھنا اپنے حق کے لینے تک درست ہے ولو لم یقل لا یضمن کا تلف اور اگر غاصب جلد مدبوع مذکور کو تلف کرے تو ضمان نہ دے گا چنانچہ اس صورت میں ضمان نہیں اگر وہ خود بخود تلف ہو جاوے و لا ضمان بالامان المیتة ولو لونی اور ضمان نہیں مردار کے تلف کر ڈالنے سے اگرچہ مزار ذمی کا ہو و لا باطلاق متروک التسمیة مردار لو لم یضیع ملتقى لان ولایة المیة ثابتہ اور نہ اس ذبیحہ کے اطلاق سے ضمان ہے جس پر نام خدا عموماً ترک کیا اگرچہ متروک التسمیہ اس شخص کا ہو جو اس کو مباح کتا ہے یعنی شافعی مذہب کا ہو کذا فی الملتقی اس واسطے کہ حجت انجیری کا اختیار ضعیف مذہب کو ثابت ہے ہم حجت حنفیہ یہ ہے کہ اس کی حرمت نفس قرآنی سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی نہ کھاؤ اس کو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا و ممن بکسر معزف بکسر المیم آتہ اللہ و لو لکما فربن کال قیمتیہ نشا منحتا صالحا لیا غیر اللہ و اور بابے کے توڑنے سے اگرچہ باجا کافر کا ہو کذا ذکرہ ابن کمال تادان دے اس کی قیمت کا یعنی کھدی ہوئی لکڑی جو گانے بجانے کے لائق نہیں اس کی قیمت کا ضمان دے شارح نے کہا معزف بکسریم عبارت ہے کہ لہو سے یعنی گانے بجانے کا باجام معازف چنانچہ بربط اور مزار اور دف اور طبل اور طنبور کذا فی المنع قاضی خان نے کہا صالح لیا غیر اللہ کا مطلب یہ کہ دف توڑنے میں اس دف کی قیمت کا تادان دے جس دف میں روٹی رکھتے ہیں اور بربط کے توڑنے میں اس چوبی پیالہ کا ضمان دے جس میں شریذ وغیرہ طعام رکھا جاتا ہے و ممن القیمة لا ائثل باراقہ سکر و منصف یحیٰ بیان فی الاثریۃ اور ضمان قیمت دے نہ ضمان مثل سکر اور منصف کے بہا دینے سے کتاب الاثریہ میں سکر اور منصف کا بیان آدے گام سکر نام ہے کھجور کے کپے پانی کا جب کہ وہ گاڑھا ہو جاوے اور منصف وہ ہے جو آدھا جمل جاوے آگ پر جوش کرنے والے کذا فی الہدایۃ و صحیح بیہا کھلا و قال لا یضمن دلائل صحیح بیہا و علیہ الفتویٰ ملتقی و در رد علی و غیرہ اذ قرہ المصنف اور صحیح سے بیع آلات لہو کی بالکل اور ضمان نے کہا کہ باہوں کے توڑنے والے پر تادان نہیں اور تمام آلات لہو اور سازنہ کی بیع صحیح نہیں اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الملتقی و الدر و الزیلعی وغیرہ اما طبل الطراۃ زاوی فی فطر الخلاء و الصیادین والذی یباح ضربہ فی العرس فمضمون اتفاقاً اور غازیوں کا طبل خلاصہ کی کتاب الخطر میں یہ زیادہ کیا ہے اور کذا طبل اور وہ دف جس کا بجانا شادی میں مباح ہے تو اس کے توڑنے میں بالاتفاق تادان ہے کالامنہ المغنیۃ و نحوہ لا کلبش نطوح و عامۃ طیارۃ و دیک مقتل و ہدیٰ میث تجب قیمتہا غیر صالحۃ لہذا الامور جیسے ضمان غصب اور بیع صحیح ہے گانے والی لونڈی اور اس کے مانند کی چنانچہ مگر مارنے والا مینڈھا اور اڑنے والا کبوتر اور مرغ لڑنے والا اور خوجہ غلام کیونکہ ان کی قیمت واجب ہے اس طرح پر کہ امور مذکورہ کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں ہم یعنی ہمارے غیر مغنیہ اور غلام غیر نفی کی قیمت غاصب پر لازم ہوگی ولو غصب ام ولد فملکت لا یضمن بخلاف موت المدبر لتقدم المدبر دون ام الولد و قال لا یضمنہا لتقدمہا اور اگر ام ولد کو غصب نے غصب کیا پھر وہ ہلاک ہو گئی تو غاصب پر تادان نہیں برخلاف غلام مدبر کے موت کے بسبب مال متقدم ہونے مدبر کے ذام ولد کے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا ام ولد کا بھی ضمان غاصب دے اس کے مال متقدم ہونے کے سبب سے مدبر کی قیمت و ثلث ہے قن کی قیمت سے اور ام ولد کی قیمت صاحبین کے نزدیک سوی صہ ہے حل قی عبد یزید و در باط و ابۃ اوتج باب اصطبیل و نقص طائرہ قدسیت ہذا الذکورات اوسعی الی سلطان بمن یوزیہ و الی ان لا یدفع بلارفع الی سلطان اوسعی بمن یباشتر الفسق ولا یمتنع بنیتہ او قال سلطان قد یغرم و قد لا یغرم فقال انہ وجہ کفر افرغہ سلطان شیلہ لا یضمن فی ہذا الذکورات ایک شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی یا اس کے جانور کے باندھنے کی سی کھول دی یا اس کے اصطبیل کا دروازہ کھول دیا یا اس کے چڑیا کے پیر کی کھڑکی کھول دی سو یہ سب چیزیں جاتی رہیں یا کسی شخص نے بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کھائی جو اس کو ستاتا ہے اور حال یہ ہے کہ بدون حکم سے ناشن کرنے کے وہ سنگم رانتا نہیں یا ایسے کی چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہے اور اس کے منع کرنے سے بار نہیں آتا یا کسی ایسے بادشاہ سے کہ کبھی ڈانڈ ڈالتا ہے اور کبھی نہیں ڈالتا یہ کہہ دیا کہ فلان شخص نے گڑا ہوا مال پایا ہے پھر بادشاہ نے اس مووی یا فاسق پر یا خزانہ پانے والے پر کچھ نہ

ملک سکر و متین بنید غیر کافی قول تعالیٰ فخذون منہ سکر و زقا و انہ ۱۲۷ قول مفتی بہ صاحبین آنست کہ ہر کشتہ ساز و تادان نیست و بیع آنہ صحیح ۱۳۲

ڈال دیا تو ان مجرموں سے ان سب صورتوں مذکورہ بالا میں تاوان نہ لیا جادے کا یعنی نہ غلام اور نہ گھوڑے وغیرہ کا اور نہ بادشاہ کے ڈانڈ ڈالنے کا ولور غلام سلطان
 البتہ بمثل ہذہ السعایہ ضمن اور اگر بادشاہ ڈانڈ لیتا ہو قطعاً اور یقیناً اس طرح کی چغلی سے تو چغلوں رضامندی دے دے وکلا یقیناً کو سعی بغیر حق عند محمد و ہر مالہ
 ای لسانی و بہ لفظی و عز و لو لسانی بعد الطوب بعد العشق اور اسی طرح ضمان لازم آتا ہے چغلوں پر محمد کے نزدیک اگر اس نے ناحق چغلی کھائی و جو ب ضمان چغلوں
 کا زہر اور توبیخ کے واسطے ہے تاکہ دوبارہ ترک نہ ہو اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اس کو تعزیر دی جائے اور اگر چغلوں غلام ہو تو اس سے تاوان کا مطالبہ کیا
 جائے آزاد ہونے کے بعد و لو مات السامی للمسعی بہ ان یاخذ قدر الخسران من ترکہ ہوا یصح جوارہ القامی اور اگر چغلوں مر گیا تو اس کو جس کی اس نے
 چغلی کھائی جائز ہے کہ بقدر اپنے نقصان کے اس کے مزدور سے لے یہی قول صحیح ہے کذا فی جوارہ الفتادی و نقل للمصنف انہ لو مات الشکو علیہ بسقوطہ من سطح لوفہ غرم
 الشاک دیہ اللوات بالہرب لندورہ و قد مر فی باب السرقة اور مصنف نے اپنی شرح میں نقل کیا یعنی حمادیہ سے اور اس کا حکم کیا گیا حاکم کے پاس اگر وہ مر گیا
 پر سے مگر کے اس کے خوف کے سبب سے تو حکم دہ کرنے والا اس کی دیت کا تاوان دے نہ تاوان دے اس صورت میں کہ اگر ضرب سے وہ مر گیا بسبب دیت
 موت کے ضرب سے اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہو چکا باب السرقة میں امر شخص عبد غیرہ بالا باقی اوقال لاقتل نفسک ففعل ذلک وجب علیہ قیمتہ
 اور ایک شخص نے غیر کے غلام کو بھاگ جانے کا امر کیا یا غلام سے اس نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر سودہ بھاگ گیا یا اس نے اپنی جان ہلاک کی تو اس شخص پر قیمت
 غلام کی واجب ہوگئی و لو قال لا تلف مال مولاک فالتلف لا یضمن الامر والفرق ان امرہ بالا باقی و القتل صادر غاصباً لا استعلاً فی ذلک الفعل بامرہ بالاتلاف لا یصیر
 غاصباً للمال بل للعبد و ہو قائم لم یتلف و انما التلف بفعل العبد اور اگر ایک شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے مولیٰ کا مال تلف کر سو اس نے تلف کیا تو امر کرنے
 والا شخص تاوان نہ دے اور فرق اس مسئلہ اور مسئلہ سابقہ میں یہ ہے کہ بھاگنے اور قتل کرنے کے امر سے وہ شخص غاصب ٹھہر گیا اس واسطے کہ اس نے غلام کو استعمال
 کیا اس فعل میں اور اتلاف مال کے امر سے وہ شخص مال کا غاصب نہ ٹھہر بلکہ غلام کا غاصب ٹھہرا حالانکہ غلام موجود ہے تلف نہیں ہو گیا اور تلف ہونا مال کا غلام کے
 فعل سے ہو و اعلم ان الامر لا یمان علیہ بالامر الا فی ستمہ اذا کان الامر سلطانا و ابا و سیداً و الامور صبیاً و عبداً امرہ بالاتلاف مال غیر سیدہ اذا امرہ بضر باب فی عاٹ
 العیر غرم الحان و رجح علی الامر استنباہ اور معلوم کر کہ امر کرنے والے پر تاوان نہیں بسبب امر کرنے کے مگر چھو امر کرنے والوں پر ضمان ہے جب کہ امر بادشاہ ہو یا باپ
 یا مولیٰ یا امور وغیرہ یا وہ غلام جس کو امر کرنے مولیٰ کے سوا اور کسی مال کے تلف کرنے کا امر کیا ہو اور جب کہ اس کو غیر کی دیوار میں دروازہ کھودنے کا امر کیا ہو تو
 کھودنے والا تاوان دے اور کھودنے والا امر کرنے والے سے بھرنے کذا فی الاستنباہ سلطان امر پر اس واسطے ضمان ہوا کہ اس کا امر کرنا ہے کیونکہ امور جانتا ہے
 کہ اگر میں اطاعت نہ کروں گا تو وہ عقاب کرے گا بخلاف غیر سلطان تو ضمان سلطان پر ہوگا نہ امور پر اور پدر امر کی یہ صورت ہے کہ باپ نے اپنے فرزند بالغ کو امر کیا کہ
 اس کی زمین میں آگ جلا دے سو اس نے آگ جلائی اور وہ آگ زمین ہمسایہ میں جا پڑی اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان باپ پر ہوگا اس واسطے کہ امر صحیح ہے اور ظاہر
 اس صورت کا ولایت کرتا ہے کہ ہر امر باپ کا فرزند بالغ کے واسطے ایسا نہیں تو اگر باپ امر کرے اس کو اتلاف مال یا قتل نفس کا تو ضمان فرزند پر ہوگا بسبب فاسد
 ہونے امر کے اور امر مولیٰ کی صورت یہ ہے کہ مولیٰ نے غلام یا امور کو تلف مال یا نفس کا امر کیا تو ضمان اس کا مولیٰ امر پر ہوگا اور غیر امور کی یہ صورت ہے کہ کسی مجبور سے
 کہا کہ اس درخت پر چڑھ اور میرے واسطے پھل توڑ پھردہ چڑھا اور اگر پڑا تو اس کی دیت شخص امر کی بلوری پر ہوگی اور عبد امور کا مقترب مذکور ہو چکا جامع النصوص
 میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے دروازہ کھود یعنی غیر کی دیوار میں تو ضمان اس کا امر پر ہے نہ حاضر پر اور اگر یوں نہ کہے کہ میرے واسطے کھود
 امر پر ہوگا بلکہ حاضر پر ہوگا کذا فی الطحطاری استعمل عبد غیر لنفسہ بان ارسلنی حاجتہ و ان لم یعلم انہ عبد او قال ذلک العبد الذی استعمل فی خرم من قیمتہ ان
 ان ہلک العبد حمادیہ کام لیا بیز کے غلام سے اپنی ذات کا اس طرح کہ اس کو اپنی حاجت میں بھیجا اگر چہ وہ نہ جانتا ہو کہ وہ غلام ہے یا اس غلام نے کہا جس کو
 اس نے اپنے کام میں لگایا کہ میں آزاد ہوں تو اس کی قیمت کا تاوان دے اگر غلام ہلاک ہو جائے کذا حمادیہ یعنی اس واسطے کہ استعمال سے وہ غاصب ٹھہرے

وفیما جاورجل الی آخر وقال انی عرفنا ستمنی فی عمل فاستعملہ فلک تم ظہرانہ عبدہ منہ علم اولہ لعلہ ہذا اذا استعملہ فی عمل نفسه اور عادیہ میں ہے کہ ایک مرد دوسرے پاس آیا اور بولا کہ میں اگر ادھوں سو مجھ سے کوئی کام لے سواس نے اس سے کام لیا تو وہ ہلاک ہو گیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام تھا تو اس کا تادان دے خواہ وہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو یہ اس وقت ہے جب کہ اس نے اس سے اپنا ذاتی کام لیا ہو ولو استعملہ لغیرہ ای فی عمل غیرہ لا ضمان علیہ لانه لا یعبیر بنائبہ کقولہ بعد رقی ہذہ الشجرۃ وانظر المشرق لتاکرانت فسقط لم یضمن الامر ولو قال لتاکرانت وانا ضمن قیمۃ لانه استعملہ کلہ فی نفعہ اور اگر غلام کو استعمال کیا اپنے سوا اور شخص کے کام میں تو امر پر ضمان نہیں اس واسطے کہ اس سے وہ غاصب نہیں ہو جاتا چنانچہ اس کے یوں کہنے میں غلام سے کہ اس درخت پر چڑھ اور زرد آلود کو بھاڑ تاکہ تو کھائے سو غلام گر کے مر گیا تو امر پر ضمان نہ ہو گا اور اگر یوں کہا تاکہ تو کھائے اور میں تو اس کی قیمت کا ضمان دے گا اس واسطے کہ اس نے تمام غلام کو اپنے نفع میں استعمال کیا مطلقاً ہی نہیں کیا تعیل اخیر میں گفتگو ہے یعنی تمام غلام امر کے نفع میں مستعمل نہیں غلام جاء الی فضا و فقال افصد فی فصدہ فصد معتاد وغیرہ بالادلی فمات من ذلک فمن قیمۃ العبد عاقلۃ الفضا و ایک غلام فضا دے گا اس آیا سو بولا کہ میری فصد کھول سواس نے ایسی فصد کھولی جیسی عادت میں کھولا کرتے ہیں سو وہ مر گیا اس فصد کے زخم سے تو فضا کی برادری اس غلام کی قیمت کا تادان دے شارح نے کہا اور فصد غیر معتاد میں تو بطریق اولی ضمان لازم ہو گا م اس واسطے ضمان واجب ہوا کہ غلام کا اذن معتبر نہیں اگرچہ وہ ماذون ہو بلکہ مولی کا اذن لائق اعتبار کے ہے کہ ذلک الحکم فی الصبی تجب دینہ علی عاقلۃ الفضا و عادیہ اور ایسا ہی حکم ہے صغیر نابالغ کی فصد کھولنے اور اس کے مرجانے میں تو اس کی دیت فضا کی برادری پر ہے کافی العادیہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا غصب عبد آدمی مال المولی صار غاصباً للمال ایضا بل قالوا لضمن ثیابہ تبعاً لضمان عینہ بخلاف الحر عادیہ غصب کیا غلام اور اس کے ساتھ مولی کا مال ہے تو وہ مال کا بھی غاصب ہو گیا بلکہ فقہانے کہا کہ غلام کے کپڑوں کا غاصب تادان دے باعتبار تبعیت ضمان ذات غلام کے بخلاف آزاد کے کذا فی العادیہ یعنی آزاد کی ذات کا ضمان نہیں اور نہ اس کے کپڑوں کا وافی الوہابیۃ شاعر و لیس الحرفات لضمن نقصانہ و لیس القرآن اور شاخ مذکورہ اور وہابیہ میں ہے اور اگر غلام منصوب پیشوں کو بھول گیا تو ان کے نقصان کا غاصب تادان دے اور اگر قرآن بھول جائے یا غلام جو ان پر ہو گیا تو اسی طرح ضمان مذکور ہے ہم مسائل مذکورہ میں علت شامل فوات وصف مرغوب فیہ ہے جس سے مالیت زیادہ ہوتی ہو و لو علم الدلال قیمۃ سلقہ ہ فقدم للسلطان انقص بخیرہ اور اگر دلال قیمت قماش کی جانتا ہو پھر حاکم کے واسطے کمتر قیمت اس کی بیان کرے تو اس پر تادان لازم آئے گا و متلف احدی فردین لیسلم و البقیۃ والمجموع منہ یکھربہ اور جوڑے میں سے ایک فرد کے تلف کرنے والے کو باقی فرد بھی دی جائے اور کل کی ضمان کو وہ حافظہ کرے ہم جوڑے سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے مالک کو انتفاع مقصود حاصل نہ ہو دے بدون دونوں کے چنانچہ دو کواڑ اور دو موزے اور دو جوڑے تو اگر غاصب ایک فرد اس میں سے غصب کرے تو دوسری فرد بھی اس کو مالک تسلیم کرے اور جوڑے کا تادان اس سے لے قلت وعن ابی یوسف لا یضمن الا الخف التی اطمعنا فی البرازیۃ ہو المختار و اقروہ الشر بنحالی میں کتاہوں اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ غاصب سے تادان نہ لیا جائے مگر ایک ہی موزے کا جس کو اس نے تلف کر دیا اور برازیہ میں ہے کہ یہی قول مختار ہے اور شر بنحالی نے اس کو ثابت رکھا ہے و ذکر الیقید ان السلطان لیس لیقید و انہ یغنی القول لضمنین القاضی الیقید انی استبدال الوقف و مال الیتیم فلیحفظ و لیس العلم اور شر بنحالی نے شرح وہابیہ میں وہ قول ذکر کیا جو اس کا مفید ہے کہ وہابیہ کی بیت میں قبض قیمت دلال میں سلطان قید نہیں ہے اور یہ کہ تضمنین قاضی کا بھی قول لائق ہے خصوصاً استبدال وقف اور مال یتیم میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے لیس العلم ہم یعنی اموال یتیمی اور ویران اوقاف کی قیمت امیروں اور نوابوں اور حاکموں کے واسطے قیمت کرنے والی مقرر کرتے ہیں اور اس میں نہیں غاصب ہوتا ہے اور قاضی ان کا حال جانتا ہے خصوصاً استبدالات میں تو اس وقت میں لائق یہ ہے کہ قاضی کی بھی ضمان کے قائل ہو جیسے کذا فی المطاوی عن الشر بنحالی مختصراً خاتمہ ایک شخص پر دین تھا سو وہ بھول گیا پھر مر گیا تو اس کا مواخذہ ہو گا قیامت کے دن یا نہ ہو گا جواب اس کا یہ ہے کہ اگر تجاوت کا دین ہے تو امید یہ ہے کہ مواخذہ نہ ہو گا اور اگر غصب کی جہت سے دین ہے تو مواخذہ ہو گا ایک شخص کا باپ مر گیا اور پر دین تھا

اور وہ بھول گیا اور اس کا بیٹا جانتا ہے تو وہ ادا کرے اور اگر بیٹا بھی دین بھول کر مر گیا تو مانو نہ ہو گا ایک شخص نے باپ کی چیز چوری کی پھر اس کا باپ مر گیا تو فرزند سے اُطرت میں مواخذہ نہ ہو گا اس واسطے کہ دین اور نماز مسروق منتقل ہوا فرزند کی طرف باپ کی موت کے بعد لیکن چوری کا گناہ البتہ باقی رہا اگر مسلم نے کافر ذمی کی چوری کی یا غصب کیا تو اس کا عذاب قیامت میں ہو گا اور مجبوراً ذمی کا قیامت میں سخت تر ہو گا اس واسطے کہ کافر ذمی سب سے گاہمیشہ اور غیر کفر کے عذاب سے اس پر تخفیف ہو کر سبب اس کی حق تلفیوں کے تو اس سے امید مغفول کی نہیں اور مسلمان سے البتہ امید ہے اور جانور کی غصومت آدمی پر نہایت سخت تر ہے آدمی کی غصومت سے آدمی پر غاصب اگر غار مغصوب میں رہتا ہو تو اس کی عیادت نہ کرنی چاہیے البتہ یوسف نے کہا ایک شخص نے زمین غصب کی اور اس میں مسجد بنائی اور دکانیں اور حمام تو اس مسجد میں نماز کا تو چندان مضائقہ نہیں لیکن حمام میں نہ جانا چاہیے اور عدلوں کا گریہ نہ لینا چاہیے مگر خرید کر لے کے واسطے دکانوں میں جانا جائز ہے ہشام نے کہا میں مکہ وہ جانتا ہوں نماز اس مسجد میں یہاں تک کہ اس کے مالک راضی ہو جاویں اور ان دکانوں کو خرید کر نا بھی میرے نزدیک مکروہ ہے اور جو سوداگران دکانوں میں رہتے ہیں مغصوب جان کر ان کی گواہی مقبول نہیں کذا فی المططا دی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم



کتاب الشفعة

یہ کتاب ہے شفعہ کے مسائل میں مناسبتہ تک مال الغیر بغیر رضاہ شفعہ کی مناسبت عصب سے مالک ہوتا ہے غیر کے مال کا بدون اس کی رضا مندی کے یعنی غیر کے مال کا مالک ہونا بدون اس کی رضا مندی کے عصب اور شفعہ میں مشترک امر ہے لہذا عصب کے بعد شفعہ کو مذکور کیا ہی لفظہ الضم شفعہ لغت میں بمعنی ضم ہے یعنی ملانا ہم زبانی نے کہا شفعہ یا خود ہے شفعہ بمعنی ضم سے جو مذہب ہے در تک اور اسی سے شفاعت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے گنہگاروں کے واسطے اس لیے کہ حضرت کی شفاعت سے مذنبین فائزین کے ساتھ ملیں گے اور یہاں شفیع مانو ذکر اپنے ملک کے ساتھ ملا ہے لہذا اس کا نام شفعہ ٹھہرا دینا تمہیک البقعة بھرا علی المشتري بما قام علیہ بمثلہ لومتلیا والا بنقیمتہ اور شرع میں شفعہ عبارت ہے تمہیک بقعہ سے مشتری پر زبردستی کے بعض اس مال کے جو مشتری پر خرید کرنے میں پڑا اور تمہیک ہو بعض مثل ثمن مشتری کے اگر ثمن شئی ہو اور نہیں تو برابر اس کی قیمت کے ہم مشتری کی قید سے ملک بلا عوض سے احتراز ہو گیا چنانچہ سبب بلا عوض اور میراث اور صدقہ سے اور اس ملک سے جو بعض غیر عین کے ہو چنانچہ ہر اور اجارہ اور خلع اور صلح دم عمد سے اس واسطے کہ امور مذکورہ میں شفعہ نہیں اور اگر سبب بعض ہو تو اس میں شفعہ ہے کیونکہ وہ باعتبار انتہا کے بیع ہے و سبب اتصال ملک الشفیع بالمشتري بشرکتہ اد جوار اور شفعہ کا سبب متصل ہوتا ہے ملک شفیع کا خریدی چیز سے خواہ اتصال شرکت کے ساتھ ہو خواہ ہمسائیگی کی جہت سے ہم خواہ شرکت بقعہ میں ہو خواہ حقوق میں چنانچہ آگے معلوم ہو گا لازم شفعہ کی حکمت یہ ہے کہ تاکہ دینی اجنبی شخص کی ہمسائیگی سے تکلیف نہ پادے و شرط ان کیوں المل محل عقار اور شفعہ کی شرط یہ ہے کہ محل عقار ہوم و الملتقی میں ہے کہ عقار سے مراد یہاں غیر منقول ہے تو عقار میں کرم اور چکی اور کنواں اور بالا خانہ داخل ہے اگرچہ اس کی راہ اسفل میں نہ ہو اور عمارت اور اسجاء عقار سے نکل گئی اس واسطے کہ ان میں شفعہ نہیں مگر عقار کے ساتھ اگرچہ عمارت اور شجر کی بیع میں حق القرار بین العقار عن النکل کذا فی الخطا دی سفلا کان او عوا شرط شفعہ عقار ہے اگرچہ عقار سفل ہو یا علوی یعنی نیچے کا مکان ہو یا اوپر کا مکان ہم شفعہ بالا خانہ کی مثال یہ ہے کہ دو شخص شریک ہیں سفل اور علوی میں سوا یک شریک نے بالا خانہ کا اپنا حصہ بیع کیا تو دوسرا شریک اس کا شفیع ہو گا تبعیت عقار سے کذا فی الخطا دی وان لم یکن طریقہ فی السفل لانه التمسق بالعقار بالامن حق القرار در شفعہ ثابت ہے اگرچہ بالا خانہ کی راہ نیچے والے مکان میں نہ ہو اس واسطے کہ بالا خانہ ملحق بعقار ہے اس واسطے کہ اس کے لیے حق ثبات اور قرار ثابت ہے کذا فی الدررہم اگر منزل بالا اور منزل زیریں کی ایک ہی راہ ہے تو استحقاق شفعہ بسبب طریق کے ہے اس وجہ سے کہ وہ شخص شریک فی الحقوق ہے اور اگر اس کی دوسری راہ ہے تو استحقاق شفعہ بسبب ہمسائیگی کے ہے اور اگر منزل زیریں کی بیع ہوئی اور منزل بالا مندم ہو تو بقیاس قول ابو یوسف شفعہ نہیں اور بقیاس قول محمد شفعہ ہے اور اگر منزل زیریں ایک شخص کی ہے اور منزل بالا دوسرے شخص کی اور دونوں کے پاس گھر بکنا ہے تو اس میں دونوں کا شفعہ ہے کذا فی الخطا دی واما جزم ہا بن الکمال فی اول باب ما ہی ینہ من ان البناء اذا بیع مع حق القرار ملحق بالعقار فردہ شیئا الرطی وفتی بعد ما تبع اللباز یہ وغیرہ فلیحفظ اور وہ جوابن کال نے اس باب کے اول میں جس کے اندر شفعہ ہے اس کا یقین کر لیا ہے کہ جب بھی جائے عمارت حق قرار کے ساتھ تو عمارت ملحق بعقار ہے تو اس میں شفعہ ثابت ہے سو اس کلام کو ہمارے استاد غیر الدین رٹی نے رد کیا ہے اور فتویٰ دیا ہے عدم شفعہ کا بنزایہ وغیرہ کا تابع ہو کر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم عمارت مع حق القرار کی مثال یہ ہے

ملہ یعنی اس شرط کا اسی زمین باقی پر رہنے دیے جائیں گے ۱۲

کہ زمین وقف میں عمارت بنائی گئی اور بقا عمارت واقف یا متولی سے شرط کر لیا تو اگر عمارت مذکورہ کی بیع ہو تو ابن کمال اور مفتی ابوالسعود کے نزدیک اس میں شفعہ ثابت ہے لیکن درالمفتی اور بزاز یہ اور سراجیہ اور قزینہ میں عدم شفعہ مصرح ہے سراجیہ میں یوں ہے کہ ایک مرد کا گھر ہے وقف کی زمین میں تو اس کے واسطے شفعہ نہیں اور اگر وہ شخص اپنی عمارت بیچے تو اس کے واسطے بھی شفعہ نہیں کذا فی الطحاوی مختصر ذکر نہا انما بیع من اهل المتعاقدين عند وجود سبب شرط اور شفعہ کارکن لینا ہے شفعہ کا بالغ یا مشتری سے وجود سبب اور شرط شفعہ کے ہم یعنی جب کہ اتصال ملک شفعہ ہو اور عقد معاوضہ اور بیع بقار ہو و حکمها جواز الطلب عند تحقق السبب ولو بعد بین اور حکم شفعہ جائز ہوتا ہے طلب کا سبب کے ثبوت کے نزدیک اگرچہ جواز طلب چند سال کے بعد ہو م سالہا سال کے بعد طلب شفعہ اس وقت جائز ہوگی جب کہ شفعہ غائب ہو اور اس کو بیع کا محل معلوم نہ ہو و مقتضا ان الاخذ بها بمنزلة شراء منتهی فیثبت بها ما ثبت بالشراؤ کالذکر و بخیار روثیہ و یوب اور شفعہ کی صفت یہ ہے کہ بواسطہ شفعہ کے لینا ابتداء خرید کے مانند ہے تو شفعہ سے وہ ثابت ہوتا ہے جو خریداری سے ثابت ہوتا ہے جیسے پیر دینا بسبب بخیار روثیہ اور بخیار عیب کے تجب کہ لا علیہ شفعہ واجب ہے یعنی ثابت ہے شفعہ کے منفعت کے واسطے نہ اس پر مضرت ہونے کو م شارع نے اس قول سے اشارہ کر دیا کہ یہاں وجوب بمعنی ثبوت کے ہے نہ وجوب مطلق فقہاء جس کے ترک سے گناہ لازم آوے تو اگر شفعہ طلب نہ کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں بعد البیع ولو فاسداً انقطع ذی حق المال کا لیاقتی شفعہ واجب ہے بعد بیع کے اگرچہ ایسی بیع فاسد ہو جس میں مالک کا حق منقطع ہو گیا چنانچہ آگے آوے گا م بیع فاسد میں حق مالک منقطع ہوتا ہے مشتری کے وقف کرنے اور رہن رکھنے اور وصیت کرنے سے اور بخیار مشتری یا شفعہ واجب ہوتا ہے بعد بیع کے مشتری کے بخیار سے یعنی اگر بالغ کا بخیار ہو یا بالغ اور مشتری دونوں کا تو شفعہ نہیں و مستقر بالشہادتی مجلس ای طلب الموانئہ اور شفعہ مستقر اور ثابت ہو جاتا ہے گواہ کرنے سے اس کی مجلس میں یعنی طلب موافقہ کی مجلس میں فلا تبطل بعد تو شفعہ باطل نہ ہوگا بعد گواہ کر لینے کے یعنی بعد اشتہاد کے اگر تاخیر کرے گا قاضی کے پاس رجوع کرنے سے تو شفعہ باطل نہ ہوگا بموجب ظاہر مذہب مفتی بہ کے و عیالک بالاخذ بالتراضی اول بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لثبوت ملک الشفعہ بموجب حکم قبل الاخذ کاحرہ طائفہ و اور عقار بیع مملوک ہو جاتا ہے لینے سے باہم کی رضائے سے یا مملوک ہوتا ہے قاضی کے حکم سے شارع نے کہا قضاء قاضی انہ پر عطف ہے بسبب ثابت ہونے ملک شفعہ کے بموجب قاضی سے لینے سے پہلے چنانچہ در میں طائفہ و نے اس کو تحریر کیا ہے م شارع نے بیان عطف سے مشبہ دفع کیا یعنی اگر قضاء قاضی کا عطف تراضی پر کوئی کھے گا تو مطلب یہ ہوگا کہ ملک شفعہ لینے سے ہوتی ہے خواہ لینا تراضی سے ہو خواہ قاضی کے حکم سے حالانکہ یہ مطلب خلاف تحقیق طائفہ ہے بقدر رؤس الشفعاء لا الملک خلافاً للشافعی شفعہ واجب ہوتا ہے بقدر رؤس شفعاء کے بقدر ملک شفعہ کے بخلاف مذہب شافعی کے ہم عدد رؤس شفعاء اور مقدار ملک کی صورت ہے بلکہ گھر تین شخصوں میں مشترک ہے ایک کا حصہ اس میں نصف ہے اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا سبب سوم صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور باقی دو شریکوں نے شفعہ طلب کیا تو امام شافعی کے نزدیک حصہ بیع میں اٹلاٹ کا حکم ہوگا بقدر ان کی ملک کے اور اگر صاحب سبب اپنا حصہ بیچ کرے گا تو دونوں میں ان کا حصہ کا حکم ہوگا اور اگر صاحب ثلث نے بیع کی تو اربعہ کا حکم ہوگا اور ہم حنفیوں کے نزدیک دونوں شریکوں میں برابر نصف نصف کا حکم ہوگا سبب مودتوں میں کذا فی الدرر یعنی جتنے شفعہ ہوں گے برابر حصہ پاویں گے اگرچہ کسی کی زیادہ ملک ہو اور کسی کی کم للخیلیط متعلق تجب فی نفس البیع شفعہ واجب ہوتا ہے واسطے غلیط کے یعنی جو شریک ہے ذات بیع میں شارع نے کہا لفظ غلیط کا تجب سے متعلق ہے م یہاں سے معنی ہے ترتیب شفعاء کا بیان شروع کیا م لو لم یکن او سلم لم فی حق البیع و ہوالذی قاسم و بقیت لہ شریک فی حق العقار کالتشریب و الطریق خاصین بعد اس کے اگر شریک نفس بیع کا نہ ہو یا ہو مگر مشتری کے واسطے بیع کو سلم کھے یعنی حق شفعہ کو طلب نہ کرے تو اس کا شفعہ واجب ہے جو حق بیع میں شریک ہے اور حق بیع میں شریک ہے اور حق بیع کا شریک وہ ہے

۱۳ یعنی دو تہائی ثلث دے دے کو اور ایک سبب دے دے کو ۱۴ تین نصف دے دے کو اور ایک سبب دے دے کو ۱۵

جس نے مشترک چیز یا طے ل اور اس کی شرکت حق عقار میں باقی رہی جیسے مخصوص پانی لینے کی باری کی شرکت اور طریق خاص کی شرکت ثم فسر ذلک بقولہ کشرک نہ غیر لا تجری فیہ السفین و طریق لا یفقد پھر مصنف نے خاص باری اور خاص طریق کی تفسیر کی اپنے اس قول سے یعنی چنانچہ پانی کی باری اس نہر صغیر کی جس میں کشتیاں نہیں چلتیں اور جیسے کوچہ غیر نافذہ فلو عا میں لا شفعۃ بہا تو اگر پانی کی باری عام ہو یعنی نہر کبیر جو جس میں کشتیاں چلتی ہیں اور طریق عام ہو یعنی کوچہ نافذہ ہو تو ان دونوں شرکتوں سے شفعہ ثابت نہ ہوگا بیا نہ شرب نہر مشترک میں قوم تستقی اراضیہ منہ بیت ارض منہا فکل اہل الشرب الشفعۃ ولو انہما نادا المسئلۃ بحا فاشفعۃ لہما بالملاصق فقط بیان نہر خاص کا یہ ہے کہ نہر صغیر کے پانی لینے کی باری مشترک ہے چند لوگوں میں کہ ان کی اراضی اس سے سچی جاتی ہیں ان اراضی میں سے ایک کھیت بکا تو سب پانی لینے والوں کے واسطے شفعہ ثابت ہے یعنی سب لوگوں کا حق ہے اس کی خرید میں اور اگر نہر عام ہے جس میں کشتیاں چلتی ہیں اور باقی مسئلہ حال سابق ہے تو سب پانی لینے والوں کا وہاں کی زمین کی بیع میں شفعہ نہیں بلکہ فقط ہمسایہ ملاصق کا شفعہ ہے م شارج نے طریق خاص کا بیان کیا اس کے ظاہر ہونے کے سبب سے ثم لچار ملاصق ولو ذمیا او ماذونا او مکاتبا پھر حق بیع کے خلیط کے بعد شفعہ ہمسایہ ملاصق کے واسطے واجب ہے اگرچہ ہمسایہ ملاصق ذمی یا عبد ماذون یا مکاتبہ ہو یا بہ فی سکتہ انہری و ظہر وارہ نظر ہا فلو با بہ فی تلک السکتہ فلو غلیط کامر جار ملاصق وہ ہے جس کا دروازہ دوسرے کوچے میں ہے اور اس کے گھر کی پشت خانہ میعہ کی پشت سے ملے ہو تو اگر اس کا دروازہ اسی کوچے میں ہو اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہے تو وہ خلیط حق بیع میں نہ جار ملاصق چنانچہ مذکور ہو چکا اگرچہ اس کا دروازہ سامنے ہو خانہ میعہ کے م ترتیب شفعہ کی صورت یہ ہے کہ ایک منزل یعنی کوٹھری یا دالان مشترک ہے دو شخصوں میں اور وہ منزل واقع ہے ایک قوم کے گھر میں کوچہ غیر نافذہ کے اندر جب کہ احد الشریکین اپنا حصہ منزل سے بیع کرے گا تو منزل کا شریک الحق ہے شفعہ کے ساتھ پھر اگر وہ تسلیم کرے تو گھر کے شریک الحق میں کوچہ کے شریکوں سے اس واسطے کہ وہ اقرب ہیں صحن دار کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کریں تو اہل کوچہ الحق ہیں راہ کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کریں تو جار ملاصق الحق ہے کذا فی الدرر مطاوی میں ہے کہ ترتیب مذکورہ اس حدیث میں مذکور ہے الشریک الحق من الخلیط والخلیط الحق من الشفعۃ یعنی شریک زیادہ تر حق دار ہے خلیط سے اور خلیط الحق ہے شفعہ سے شریک سے مراد شریک فی نفس البیع ہے اور خلیط سے خلیط فی حق البیع مراد ہے اور شفعہ سے جار ملاصق مراد ہے مجہوبی نے ترتیب اس کی یوں مذکور کی ہے کہ اول شریک فی البیت ہے پھر شریک فی الدار پھر شریک فی الاساس پھر شریک فی الشرب پھر شریک فی الطريق پھر ہمسایہ ملاصق وہ ہے کہ اس کی دیوار جار ملاصق دوسرے کی دیوار ہے اور دونوں دیواروں میں راہ نہیں چلتے بسبب تنگی ممر کے یا دونوں ہا ہم ملحق ہوں تو اگر دونوں میں طریق نافذہ ہو تو اس ہمسایہ کا شفعہ نہیں انتہی و واضح جذوع علی حالط و شریک فی نہر صغیر علیہ جار اور رکھنے والا دہنیوں کا دوسرے کی دیوار پر اور اس لکڑی کا شریک جو دیوار سے ہے وہ ہمسایہ ہے نہ شریک فی حق البیع کذا فی الہدایۃ والکافی ولونی نفس الجدار فشریک ملحقی قلت لکن قال المصنف ولو کان بعض الجوان شریکاً فی الجدار لا یقدم علی غیرہ من الجوان لان الشریکۃ فی البناء الجود بدون الارض لا یتحقق ہا الشفعۃ اور اگر دیوار کی ذات میں شرکت ہو تو وہ شریک ہے نہ ہمسایہ میں کتا ہوں لیکن مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ اگر ہمسایوں میں سے ایک ہمسایہ دیوار میں شریک ہو تو اور ہمسایوں پر مقدم نہ ہوگا اس واسطے کہ فقط عمارت کی شرکت سے بدون شرکت زمین کے استحقاق شفعہ کا نہیں ہو تا م یعنی ملحقی کی عبارت اس پر محمول ہے جب کہ زمین بھی مشترک ہو صورت اس کی یہ ہے کہ وہ شریکوں نے مشترک زمین میں دیوار بنائی پھر زمین کی دونوں نے قسمت کر لی سوائے محل بنا کے تو اگر اس دیوار کی بیع ہوگی تو اس کے شفعہ کا شریک حق ہے کذا فی المطاوی مختصراً و فی شرح الجمع و ذلک الجار القابل فی السکتۃ البیروا نافذۃ الشفعۃ بخلاف النافذۃ اور شرح مجمع میں ہے اور اسی طرح شفعہ ہے اس سامنے کے ہمسایہ کا جس کا گھر کوچہ غیر نافذہ میں واقع ہے بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اس کا شفعہ نہیں استقطا بعضہم حقہ من الشفعۃ بعد القضاء فلو قبلہ فلم یلحقی اخذ کل لوال المذاہم لیس لمن لقی اخذ لہیہ التارک لانہ بالتضاء قطع حق کل واحد منہم فی نصیب الآخر زیلعی کسی شفعہ نے اپنا حق شفعہ کا سا قنطار کیا

دیباچہ حکم قاضی کے تو باقی شفیعوں کو شفیع تارک کا حصہ لینا جائز نہیں اس واسطے کہ حکم قاضی سے ان میں سے ہر واحد کا حق جدا ہو گیا دوسرے کے حصہ سے کذا فی الزمعی تو اگر شفیع اپنا حق ساقط کر دے قبل قضاء قاضی تو باقی شفیعوں کو تمام بیع کا لینا جائز ہے بسبب دور ہوجانے مزاحمت کے ولو کان بعضهم نائباً بقضی بالشفعة بین الحاضرين فی المبیع لاحتمال عدم طلبہ فلا یؤخر بالشک اور اگر بعض شفیع غائب ہو تو شفعہ کا حکم ہو گا حاضری کے اندر تمام بیع میں شفیع غائب کے نہ طلب کرنے کے احتمال سے تو تاخیر نہ کی جاوے گی بسبب شک کے و کذا لو کان الشریک غائباً فطلب الحاضر لقضی بالشفعة کلہا اور اسی طرح اگر ایک شریک غائب ہو تو شریک حاضر نے شفعہ طلب کیا تو اسی کے واسطے تمام شفعہ کا حکم ہو گا ثم اذا حضر وطلب قضی بہ بہا فلو مثل الاول قضی لہ بنصفہ ولو ذوقہ فبکسرہ ولو در نہ منع خلاصہ یہ کہ شریک غائب یا شفیع غائب حاضر ہو اور شفعہ طلب کرے تو اس کے واسطے شفعہ لینے کا حکم ہو گا سو اگر شفیع ثانی برابر ہو شفیع اول کے یعنی دونوں شریک ہوں تو اس کے واسطے نصف کا حکم ہو گا اور اگر ثانی فوق ہو اول سے یعنی ثانی شریک ہو اور اول ہمسایہ تو تمام شفعہ کا ثانی کے واسطے حکم ہو گا اور اگر ثانی کم تر ہو اول سے تو شفعہ ثانی کو قاضی باز رکھے کذا فی الخلاصۃ اسقط الشفیع الشفعۃ قبل الشراء لم یصح لفقہ شرطہ و ہو البیع شفیع نے شفعہ ساقط کر دیا تاخیر نہ کی مشتری سے پہلے تو صحیح نہیں بسبب نہ پائے جانے اس کی شرط کے اور وہ شرط بیع ہے امداد الشفیع اخذ البعض و ترک الباقی لم یملک ذلک جبراً علی مشتری لضرر تفریق الصفقة شفیع نے بعض شفعہ لینے کا اور بعض کے چھوڑنے کا قصد کیا تو وہ اس کا مالک نہیں مشتری پر جبر کر کے تفریق صفقہ کے ضرر کے سبب سے ولو جعل البعض الشفعاء نصیبہ لبعض لم یصح و سقط حقہ بہ لا عارضہ وقسم بین البقیۃ اور اگر ایک شفیع نے اپنا حصہ دوسرے شفیع کے واسطے مقرر کر دیا تو صحیح نہیں اور اس کا حق اس فعل سے ساقط ہو گا اس کی روگردانی سے اور بیع بٹ جائے گا باقی شفیعوں میں بل لو طلب احد الشریکین النصف بناء علی انہ لیتحقہ فقط شفعۃ او شرط محتما ان یطلب الكل کا بسطہ الزمعی فلیحفظ بلکہ اگر دو شریکوں میں سے ایک شریک نصف شفعہ طلب کرے اس دہرے سے کہ وہ فقط نصف کا استحقاق رکھتا ہے تو اس کا شفعہ باطل ہو گیا اس واسطے کہ صحت شفعہ کی شرط یہ ہے کہ تمام شفعہ کو طلب کرے چنانچہ اس کو زمینی نے مشرح بیان کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے صحیح بیع دو رکتہ فجب الشفعۃ فیہا و علیہ الفتوی اشباہ اور صحیح ہے بیع مکہ معظمہ کے گھروں کی تو ان میں شفعہ واجب ہے اور اسی قول پر فتویٰ کذا فی الاشباہ ہم ملقات میں مذکور ہے کہ مکہ معظمہ کے گھروں میں شفعہ نہیں وہ بقی فتویٰ مختلف ہے چنانچہ ابوالسعود نے مذکور کیا ہے شرح وہبانیہ میں گھنیں اور مزید سے مذکور ہے کہ وہاں کے وجوب شفعہ میں دو روایتیں ہیں اور جامع صغیر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع جائز نہیں اور عمارت کی بیع جائز ہے تو شفعہ واجب نہیں اور سنن کی روایت امام سے یہ ہے کہ شفعہ واجب ہے اور یہی قول ہے صاحبین کا اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی مختصر اقلت ومفادہ صحیحہ اجارہ تھا بالاولی وقد قد مناه فلیحفظ لکنہ یکبرہ ومحقق فی الخطر میں کہتا ہوں اور مکہ معظمہ کے گھروں کی بیع کی صحت کا مفاد یہ ہے کہ ان کا اجارہ بطریق اولیٰ صحیح ہے اور مقررہ اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں تو یاد رکھنا چاہیے لیکن ان کا اجارہ مکہ ہے اور اگے ہم اس کی تحقیق بیان کریں گے کتاب الخطر والا بائعہ میں م شارب نے کتاب الخطر میں اجارہ وہبانیہ اور تاتار خانیہ سے نقل کیا کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ میں مکہ کو وہ جانتا ہوں بیوت مکہ کا اجارہ ایام حج میں اور امام فتویٰ دیتے تھے اہل مکہ کے واسطے کہ گھروں کو حاجیوں کے واسطے خالی کر دیں بلیل قول حق تعالیٰ سواہ العاکف فیہ والباو یعنی مکہ معظمہ میں مقیم اور مسافر برابر ہے اور امام نے اجارہ جائز کیا ہے ایام حج کے سوائے میں تو اسی سے کہ بت اور صحت اجارہ کا اختلاف رفع ہو گیا کذا فی الطحاوی یعنی ایام حج کا اجارہ مکہ ہے یعنی حج میں اجارہ صحیح ہے دینا و بیع الطلب من وکیل الشراء ان یسلم الی موکلہ وان سلم لا و بطلت و ہذا الخ تارادرا شباہ میں ہے اور صحیح ہے طلب کرنا شفعہ کا مشتری کے وکیل سے اگر بیع اس نے اپنے موکل کو تسلیم نہ کر دی ہو اور اگر تسلیم کر دی ہو تو طلب شفعہ وکیل سے صحیح نہیں تو دعویٰ شفعہ اس سے باطل ہے یہی قول مختار ہے م مصنف اور شارح کا کلام اس کا موہم ہے کہ وکیل مشتری جب کہ شفیع ہو تو اس کو اپنا شفعہ طلب کرنا صحیح ہے قبل تسلیم موکل کے اور بعد تسلیم باطل ہے حالانکہ درر اور

عز میں یوں ہے کہ وکیل مشتری ختم ہے شفع کا جب تک موکل کو تسلیم نہ کرے اور تسلیم کے بعد تو موکل ختم ہے اتنی تو اس میں بطلان شفعہ مذکور نہیں اور اسی طرح زلیعی میں مذکور نہیں کذا فی الطحاوی لہذا مترجم نے ترجمہ میں کتب مذکورہ کی رعایت کی ولاشفعة فی الوقف دلالہ نازل ولا بجوارہ شرح مجمع وغایہ خلافاً للکلامۃ والبرازیہ ولعل لاساقطہ قالہ المصنف اور شفعہ نہیں وقف میں اور نہ وقف کے واسطے شفعہ ہے کذا فی المنازل اور نہ وقف کے جوار میں شفعہ ہے کذا فی شرح الجمع والخیاتۃ بخلاف خلاصہ اور برازیہ کے اور شاید کہ لاساقطہ ہے خلاصہ اور برازیہ میں ایسا کہا ہے مصنف نے شرح میں ہم وقف میں اس واسطے شفعہ نہیں کہ اس کی بیع جائز نہیں اور اگر کوئی گھر یا مکان وقف کے قریب بیع ہو تو اس کو وقف کرنے والا بطریق شفعہ نہیں لے سکتا اور نہ متولی اور نہ موقوف علیہ وقولہ لا ولا بجوارہ کا ایک ہی مطلب ہے تو شارح کو اقتضایا بجوارہ پر بہتر تھا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں ایسا ہی کیا ہے مصنف نے خلاصہ اور برازیہ کی روایت یوں نقل کی وکذا ثبت الشفعۃ بجوار الوقف تو شاید اصل عبارت یوں ہوگی ولا ثبت الشفعۃ بجوار الوقف کذا فی الطحاوی بنصرہ قلت وکل شیخنا الرئی الا دل علی الاخذہ والثانی علی اخذہ بنصرہ اذ بیع فی الفیض حق الشفعۃ مبنی علی صحیح البیع اتنی میں کتابوں اور ہمارے استاد خیر الدین رلی نے قول اول یعنی عدم شفعہ بجوار وقف کو محمول کیا ہے شفعہ لینے پر بسبب وقف کے یعنی اگر جوار وقف میں کوئی گھر بنا ہو تو وقف اور متولی کو اس کا حق شفعہ کے سبب سے جائز نہیں اور قول ثانی یعنی ثبوت شفعہ کو جو خلاصہ اور برازیہ میں مذکور ہے محمول کیا ہے وقف کے خریدنے پر بسبب ذات وقف کے جب کہ اس وقف کی بیع ہو سو فیض میں ہے حق شفعہ مبنی ہے محبت بیع پر اتنی کلام ہم یعنی اگر شرعاً کسی وقف کی بیع جائز ہو اور وہ بیع ہو تو اس کے جوار کے وقف کے متولی کو اس کا خرید کرنا بحق شفعہ درست ہے کذا فی الطحاوی فمفادہ ان مالایملک من الوقف بحال لا شفعۃ فیہ وما یملک بحال ففیہ الشفعۃ تو رلی کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ جو وقف کہ ملک ہو سکتا ہو کسی حال میں تو اس میں شفعہ ہے مملوک ہو تو وقف کے متولی کو اس میں شفعہ ہے مملوک ہونے وقف کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے وقف کیا دو فرزندوں پر بالمتناصفہ اور ہر شخص کو اپنے حصہ کے استبدال میں مختار کیا سو ایک نے اپنا حصہ بمقتضائے شرط کے بیع کیا پھر دوسرے نے اسی طرح اپنا حصہ بیچا تو مشتری اول کو بحق شفعہ حصہ ثانی کا لینا جائز ہے کذا فی الطحاوی داما اذا بیع بجوارہ وکان لبعض البیع ملکاً وبعضہ وقفاً وبع ملک فلا شفعۃ للوقف واللہ اعلم اور جب کہ جوار وقف میں کوئی چیز بیع ہو یا بعض بیع مملوک ہو اور بعض وقف اور مملوک بیع ہو تو وقف کے واسطے شفعہ نہیں لہذا علم

باب طلب الشفعۃ تقسیم کا بیان شروع کیا وطلبہا لشفیع فی مجلس علم من مشیر اور سولہ اعدل اور عدو باب البیع اور شفعہ طلب کرے بیضع بیع دیانت ہونے کی مجلس میں خواہ علم بیع مشتری سے ہو یا اس کے فرستادہ سے یا کسی اور ایک متقی شخص کے کہنے سے یا عدد کثیر کی خبر دینے سے دان اتدا المجلس کالجزء بالامع ورد علیہ التون خلافاً لمانی جواہر الفتاویٰ اند علی الفور وعلیہ الفتویٰ مجلس علم بیع میں طلب لازم ہے اگرچہ مجلس دراز ہو عورت مجیزہ کی مانند ہی قول اصح ہے کذا فی الدرر اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہیں بخلاف روایت جواہر الفتاویٰ کہ طلب علی الفور لازم اور علی الفور پر فتویٰ ہے مخطا دی نے کہا جب کہ روایت علی الفور پر فتویٰ ہوا تو مخالفت کی کیا وجہ ہے اور اسی روایت پر متفرع ہے نوازل کا مسئلہ کہ جب شفعہ سلام کرے مشتری پر تو شفعہ باطل ہو گیا یعنی اس واسطے کہ طلب پر اس نے سلام کو مقدم کیا کیونکہ طلب بعد علم بیع فوراً واجب تھی اور زلیعی میں ہے اور اگر شفعہ کو خبر بواسطہ خط کے ہوئی اور شفعہ اول یا وسط خط میں لکھا تھا سو اس نے تمام خط پڑھا تو شفعہ باطل ہو گیا یعنی بسبب تاخیر طلب کے بشرطیکہ علم مشتری اور ثمن ہو گیا ہو اس واسطے کہ سکوت اس وقت رضا ہوتا ہے جب کہ مشتری اور ثمن معلوم ہوا اتنی مانی الطحاوی بلفظ لفظہا طلب الشفعۃ ونحوہ کا نا طلبہا او اطلبہا ایسے لفظات شفعہ طلب کرے جس سے طلب شفعہ سمجھی جائے چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے شفعہ طلب کیا اور مانند اس کے چنانچہ یوں کہنا کہ میں شفعہ کا طالب ہوں یا میں اس کو طلب کرتا ہوں وہ بھی طلب المواثبہ ای المبادرۃ اور علم بیع کے بعد طلب کرنے کو طلب مواثبہ یعنی طلب مبادرت کہتے ہیں ہم مواثبہ مفاعلت ہے وثوب بمعنی برکت

سے اور وہ استغارہ سے سرعت سے اس واسطے کہ جو اچھل کو دیکھتا ہے وہ زمین کو جلدی اور شتابی سے قطع کرتا ہے والا شہادۃ علیہ لیس بلا دم بل لیس اللہ تعالیٰ
اور طلب مواثبت میں گواہ کرنا لازم نہیں بلکہ اس میں اشد خوف انکار کے دفع کرنے کے واسطے ہے ہم گواہ کرنا اس وقت میں لازم نہیں جب کہ مجلس علم میں گواہ
نہ ہوں والا گواہ کرنا متعین اور لازم ہے کذا فی المنع خلاصہ یہ ہے کہ اگر اس وقت گواہ ہوں تو ان کو اپنے طلب کرنے کا گواہ کرے اور اگر کوئی دہاں نہ ہو تو اپنی زبان سے
طلب شفۃ کرے فائدہ طلب کا یہ ہے تاکہ اس کا حق عند اللہ ساقط نہ ہو جو اسے ادراک مشتری طلب مواثبت کا منکر ہو تو شفیع کو قسم کھانا ممکن ہے اگر حاکم قسم کھلائے دم
یشہد علی البائع لو العقار فی یدہ او علی المشتري وان لم یکن ذایدا لہ مالک او عند العقار پھر شفیع گواہ کرے بالبائع پر اگر عقار بیع اس کے قبضہ میں ہو یا مشتری
پر گواہ کرے اگرچہ وہ قابض ہو اس واسطے کہ وہ مالک ہے اس کا یا گواہ کرے عقار کے نزدیک فیقول المشتري فلان ہذا الدار انا شفیع ہا وقد کنت طلبت
الشفۃ واطلبہا الا ان فاشہد واعلیہ وہو طلب اشد وایسی طلب تقریر تو شفیع یوں کہے کہ فلاں نے یہ گھر خرید کیا اور میں اس کا شفیع ہوں اور تقریر میں
مجلس علم میں شفۃ طلب کر چکا ہوں اور اب میں اس کو طلب کرتا ہوں سو تم گواہ رہو اس پر اور یہ طلب اشد ہے اور اس کو طلب تقریر بھی کہتے ہیں م اور اس کو
طلب استحقاق بھی بولتے ہیں اور بعضے طلب اول کو طلب استحقاق کہتے ہیں و ہذا الطلب لا بد منہ حتی لو کمن ولو بکتاب اور رسول و لم یشہد لطلبت
شفۃ اور طلب ثانی ضرور ہے تو اگر شفیع قادر ہو اس پر اگرچہ بواسطہ خط لکھنے یا رسول بھیجنے کے ہو اور باوجود اس کے گواہ نہ کرے تو اس کا شفۃ باطل ہو گا و ان
لم یشہد منہ لا یبطل اور اگر اشد پر قادر نہ ہو تو شفۃ باطل نہ ہو گا م منع العقار میں ذخیرہ سے ہے کہ اگر شفیع راہ مکہ میں ہو اور بعد علم بیع طلب مواثبت کرے
اور طلب اشد سے عاجز ہو گھر کے نزدیک یا صاحب ید کے نزدیک تو اس پر دلیل مقرر کرے اگر پاؤں پھرا کر نہ پاؤں تو قاصد بھیجے یا خط اگر یہ بھی نہ ہو سکے
تو اس کا شفۃ قائم ہے پھر جب اُدے طلب کرے اور اگر باوجود قدرت کچھ نہ کرے گا تو شفۃ باطل ہو گا و لو اشد فی طلب المواثبت عند حد ہوا و کفاه و قائم
مقام اطلبین اور اگر شفیع نے طلب اول یعنی طلب مواثبت میں کسی کے پاس ان تینوں میں سے یعنی گھر یا بائع یا مشتری کے پاس گواہ کر لیا تو اس کو طلب ثانی
سے یہ کفایت کرتا ہے اور وہ طلب قائم مقام دوم طلب کے ہوگی ثم بعد ہذا اطلبین اطلب عند قاض فیقول المشتري فلان دار کذا وانا شفیع ہا
بدار کذا لی لو قال ببب کذا کانی الملتقی لثمن الشریک فی نفس البیع پھر ان دونوں طلب کے بعد قاضی کے پاس طلب کرے تو شفیع یوں کہے کہ فلاں نے شخص نے
ایسی جوئی خریدی ہے اور میں اس کا شفیع ہوں بسبب فلاں نے گھر کے جو میرا مملوک ہے شارع نے کہا اگر مصنف یوں کہتا کہ میں شفیع ہوں فلاں نے سب سے
بسبب شرکت یا حمار کے جس طرح ملتقی میں ہے تو شریک نفس بیع کو بھی شامل ہوتا م مصنف کی تعبیر میں حق بیع کا شفۃ شامل ہے نہ شرکت نفس بیع کا اور ملتقی
کی تعبیر میں دونوں شامل ہیں فمرہ سلیم الدار الی ہذا الوتضیٰ مشتری و طلب الخصومة لا یوقوف علیہ سو جواب قاضی صاحب حکم کہے اس کو کہ گھر مجھ کو دے شارع
نے کہا یہ اس صورت میں ہے جب کہ گھر کو مشتری قبض کر چکے اور حالانکہ طلب خصومت فقط مشتری پر موقوف نہیں و ہوسمی طلب تملیک و خصومتہ اور اس
طلب ثالث کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں و بتاخرہ مطلقا بعد رد بغیرہ شراذ اکثر لا یبطل الشفۃ حتی یسقطا بساۃ بشرقی و ہوا بالذنب قبل لفتی
بقول محمد ان اخرہ شراذ لا یبطل کذا فی الملتقی یعنی دفعا للضرر قلنا دفعہ برفعہ للقاضی لیامرہ بالاخذ والترك اور طلب ثالث کی تاخیر کرنے سے ہر طرح خلاف تاخیر و رد
سے ہو یا بل اندر ایک مہینے کی تاخیر ہو یا زیادہ شفۃ باطل نہیں ہوتا جب تک شفیع اس کو اپنی زبان سے ساقط کر دے اسی قول کا فتویٰ ہے اور یہی ظاہر مذہب
ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ فتویٰ محمد کے قول پر ہے یعنی اگر طلب ثالث کو ایک مہینہ تاخیر کرے گا بدون عذر کے تو شفۃ باطل ہو جائے گا کذا فی الملتقی یعنی محمد
کے قول پر فتویٰ دفع ہر مشتری کے واسطے ہے ہم جواب میں کہتے ہیں اس دلیل کے کہ دفع ہر مشتری کی نالہ سے ممکن ہے تاکہ قاضی شفیع کو حکم کرے لینے کا یا چھوڑ
کام سابق مذکور ہو چکا ہے کہ جب ظاہر مذہب پر فتویٰ ہو اور نیز ظاہر پر بھی فتویٰ ہو تو ظاہر لایہ مقدم ہے کذا فی الطحاوی و اذ اطلب الشفیع سأل القاضی
الخصم ان مالکیتہ الشفیع لا یشفع بہ اور جب کہ شفیع طلب خصومت کرے تو قاضی غم یعنی مشتری یا بائع سے سوال کرے شفیع کے مالک ہونے سے اس پر حاکم جس کی

ملکیت کے سبب سے وہ شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے م زلیعی نے کہا ملکیت شفعہ کا سوال کرنا بعد طلب شفعہ کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سداول سوال کرے قبل طلب
کے کہ گھر کو کون شہر اور کس محلہ میں ہے اور اس کی حدیں کیا ہیں اس واسطے کہ اس نے حق کا دعویٰ کیا تو وہ معلوم چاہیے اس واسطے کہ دعویٰ مجہول صحیح نہیں پھر جب وہ بیان
کے تو سوال کرے کہ مشتری گھر کا قابض ہے یا نہیں اس واسطے کہ باقبض مشتری پر دعویٰ صحیح نہیں جب تک بائع حاضر نہ ہو پھر جب اس کو بیان کرے تو شفعہ کے سبب
اور اس کے حدود سے سوال کرے اس واسطے کہ لوگ اس میں مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ بسبب غیر صالح کے سبب سے دعویٰ کرتا ہو یا وہ اور شخص کے سبب سے
موجب ہو پھر جب سبب صالح کا بیان کرے اور موجب نہ ہو تو اس سے سوال کرے کہ گھر کو علم بیع کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تھا جب سنا تھا اس لیے کہ شفعہ باطل ہو
جاتا ہے طول زمان اور اعراض یعنی طلب اول اور طلب ثانی کے ترک کرنے سے تو اس کا بھی ظاہر ہونا ضرور ہے پھر جب اس کو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال
کرے کہ کیونکر کی اور کس کے پاس اثہاد واقع ہوا اور جس کے پاس اثہاد واقع ہوا وہ اقرب تھا اپنے غیر سے یا نہیں پھر جب کہ شفعہ یہ سب کچھ بیان کر دے
اور کسی شرط کو اس نے فوت نہ ہونے دیا ہو تو دعویٰ اس کا پورا اور مکمل ہو گا تو اب مدعی علیہ کی طرف قاضی متوجہ ہو اور اس گھر کا سوال کرے جس کے سبب سے
وہ شفعہ چاہتا ہے کذا فی الطحاوی فان اقرب ہا اسی بملکیۃ یا شفعہ بہ او نکمل عن الحلف علی العلم او برہن الشفعہ انہا ملکہ سالہ عن الشراہل اثرتیت ام لا
سو اگر مشتری اس کا اقرار کرے یعنی اس گھر کی ملکیت کا جس کے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنی ذلت پر یا شفعہ گواہ گزارنے کہ
وہ گھر اس کا مملوک ہے تو قاضی خریدار سے سوال کرے کہ آیا تو نے اس کو خرید کیا ہے یا نہیں م مصنف کو مناسب تھا کہ نکول کو گواہوں کے بعد مذکور کرتا اس
واسطے کہ نکول اقامت برہان سے عاجز ہونے کے بعد ہوتا ہے فان اقربہ او نکمل عن الیمین علی الحاصل فی شفعۃ الخلیط او علی السبب فی شفعۃ الجوار بخلاف
الشافعی کا مرنی کتاب الدعویٰ او برہن ایضاً و قضی لہ ہا پھر اگر مشتری خرید کا اقرار کرے یا انکار کرے قسم کھانے سے حاصل پر شفعہ خلیط میں یا قسم کھانے سے
سبب پر شفعہ جوار میں بسبب خلاف ہونے شافعی کے چنانچہ کتاب الدعویٰ میں مذکور ہو چکا یا شفعہ گواہ لا دے اس کی خرید پر تو قاضی شفعہ کے واسطے ثبوت شفعہ
کا حکم کر دے م امام شافعی شفعہ خلیط کے قائل ہیں نہ شفعہ جوار کے تو اگر شفعہ خلیط کا دعویٰ ہو تو مشتری حاصل پر قسم کھائے اس طرح کہ واللہ یہ شفعہ میرے اور
مستحق شفعہ نہیں ہے اور شفعہ جوار میں سبب شفعہ پر قسم کھائے کہ واللہ میں نے یہ گھر خرید نہیں کیا بذا اذالم یکر مشتری طلب ایضاً الشفعۃ فان انکر فالقول لہ بیمینہ
ابن کمال یہ یعنی شفعہ کے واسطے شفعہ کا حکم کرنا خرید کے اقرار کے بعد اس وقت ہے جب کہ مشتری نے شفعہ کے طلب کرنے کا انکار نہ کیا ہو سو اگر وہ منکر ہو اس
کی طلب شفعہ کا تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہو گا کذا ذکرہ ابن کمال وان لم یحضر الثمن وقت الدعوی قاضی بعد اقرار خرید شفعہ کا حکم کر دے اگر جہ
شفیع نے دعویٰ کے وقت ثمن حاضر نہ کر دیا ہو یعنی اس واسطے کہ احضار ثمن قبل تضاد واجب نہیں واذا قضی لزیمہ حضارہ وللمشتری حبس الی ان یتقبض ثمنہ اور
جب کہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے تو شفعہ کو حاضر کرنا ثمن کا لازم ہو گا اور مشتری کو گھر کا رد رکھنا ثمن لینے کے واسطے درست ہے فلو قیل للشفیع ای بعد القضاء
والبلد فیتبطل عند محمد لعدم اتاکہ کذا ذکرہ الزلیعی او الثمن فان لم تبطل شفعۃ پھر اگر شفعہ سے کہا گیا کہ ثمن ادا کر سو اس نے تاخیر کی ادا ثمن میں تو اس
کا شفعہ باطل نہ ہو گا بعد حکم قاضی کے ادا قبل از حکم تو شفعہ باطل ہو گا تاخیر سے محمد نے نزدیک اس کے موکر نہ ہونے کے سبب سے کذا ذکرہ الزلیعی انھم للشفیع
المشتری مطلقاً و البائع قبل التسليم الاول بلکہ والثانی میدہ ابن کمال اور شفعہ کا ختم مشتری ہے ہر طرح خواہ قابض ہو یا نہ ہو اور بائع ختم ہے قبل التسليم کے
اول یعنی مشتری ختم ہے بسبب اس کے مالک ہونے کے اور ثانی یعنی بائع ختم ہے اپنے قبض سے کذا ذکرہ ابن کمال ولکن لا تمنع البینۃ علیہ غنی بحضر مشتری
لا مالک و لیکن گواہ نہ سے جاویں گے بائع یہ جب تک مشتری حاضر نہ ہو اس واسطے کہ مالک تو مشتری ہے و لیکن بحضورہ دوسرے مشتری لا یلزم حضور البائع
لذوال مالک و لیکن عند ابن کمال او بیع فسخ کی جائے بائع کے سامنے اور اگر بائع نے بیع مشتری کو تسلیم کر دی ہو تو بائع کا حاضر ہونا بیع کے وقت لازم نہیں
بسبب زائل ہو جانے اس کی ملک اور قبض کے کذا ذکرہ ابن کمال و یقضى القاضی بالشفعة والعقد لثمان الثمن عند الاستحقاق علی البائع قبل

تسليم المبيع الى المشتري والتمه المشتري لوجده لامر او تاصى شفوع كالحكم كرسى اور حالانکہ ثمن کے تاوان کا عہدہ استحقاق کے نزدیک بائع پر ہے قبل تسليم كرسى مبيع کے مشتری کی طرف اور عہدہ ضمان کا مشتری پر ہے اگر بعد تسليم کے استحقاق ثابت ہوا بدلیل گذشتہ یعنی اس واسطے کہ تسليم کے بعد بائع سے اس کی ملک اور قبض دونوں زائل ہو گئے تو وہ اجنبی ہو گیا للشفيع خيار المروية والعيب وان شرط المشتري البراءة منه دون خيار الشرط والاصل اختيار شفيع کے واسطے خيار رويت اور خيار عيب ثابت ہے اگرچہ مشتری نے برأت عيب کی شرط کر لی ہو نہ خيار شرط اور مدت کذا فی الاختيار یعنی خيار شرط شفيع کے واسطے ثابت نہیں اگرچہ مشتری کے واسطے خيار شرط ہوا ہو اور ثمن کی مدت بھی نہیں اگرچہ مشتری کا ثمن موعول ہو وہی الاشباہ والشفوع ميعنى كل الاحكام الا ان ضمان الغرر للبراءة اشباه میں ہے کہ شفيع مبيع ہے سب احکام میں فریب کے تاوان کے سوا ہر کے سبب سے م صورت اس کی یہ ہے کہ شفيع نے زمین لی بسبب شفوع کے پھر اس میں عمارت بنائی یا درخت لگا پھر وہ زمین غیر کی ملک نکلی سوا ملک سخی نے ازالہ عمارت اور درخت کا چاہا سو اس نے دیسا ہی کیا تو شفيع ثمن پھیرے مشتری سے اس واسطے کہ اب ظاہر ہوا کہ اگر مشتری کو ایسا دھوکا ہو گا تو بائع سے وہ نقصان پھیرے گا اس واسطے کہ بائع نے اس کو دھوکا دیا اور شفيع کو مشتری کی جانب سے تو دھوکا نہیں ہوا اس واسطے کہ شفيع نے تو مشتری سے زبردستی شفوع لیا کذا فی الطحاوی وان اختلف شفيع والمشتري فی الثمن والدار مقبوضه والثمن منقود وصدق المشتري بمینه لانه منکر ولا يتحالفان اور اگر شفيع اور مشتری ثمن میں اختلاف کریں اور حالانکہ گھر مشتری کا مقبوض ہے اور ثمن بائع کو نقد مل گیا ہے تو مشتری کے قول مع قسم کی تصدیق ہوگی اس واسطے کہ وہ منکر ہے وجوب تسليم مبيع کا ثمن اول سے اور دونوں قسم نہ کھا دیں گے م اس واسطے کہ تحالف دہاں ہوتا ہے جب کہ انکار دونوں جانب سے ہو اور دعوی بھی طرفین سے ہو اور یہاں مشتری شفيع پر کچھ دعوی نہیں کرنا کذا فی الزمعي مختار وان برهننا فاشفيع احق لان مینه طرقة اور اگر شفيع اور مشتری دونوں گواہ لادیں اپنے قول پر تو شفيع کے گواہ مقدم ہیں اس واسطے کہ شفيع کے گواہ طرم ہیں مشتری کے گواہ شفيع کے گواہ نہیں اس واسطے کہ مشتری کی جانب سے تحفیر ہے شفيع کے اخذ اور ترک میں ادعی مشتری ثمن اوئی بالعه اقل منه بلا قبضه فالقول له ای لبائع دعوی کیا مشتری نے ثمن کا اور اس کے بائع نے اس سے کتر کا دعوی کیا بدون اس کے قبض کرنے کے تو بائع کا قول مقبول ہو گا یعنی شفيع بائع کے ثمن بتا پرے گا ومع قبضه للمشتري اور قبض ثمن کے ساتھ مشتری کا قول مقبول ہو گا تو بموجب اس کے شفيع کے گواہ دلو عکس فبعد قبضه القول للمشتري وقبله يتحالفان اور اگر دونوں نے بالعکس کہا یعنی مشتری نے اقل ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اکثر کا تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونوں پر قسم کھانا لازم ہو گا وای نکل امیر قول صاحبہ اور اگر کسی نے قسم سے انکار کیا تو دوسرے کا قول مقبول ہو گا وان حلفا فمخ المبيع ویاخذ الشفيع باقل البائع ملتی اور اگر دونوں نے قسم کھائی تو مبيع فسخ کی جائے اور شفيع بائع کے قول کے موافق ہے گا کذا فی حوط البعض يظهر فی حق الشفيع یاخذ بالمبائی دلالة البعض لا اذ كانت بعد القبض اشباه اور کم کر طوان بائع کا بعض ثمن کو ظاہر ہوتا ہے حق شفوع میں پس شفيع گھرے گا باقی ثمن سے اور اسی طرح بہ بعض ثمن حق شفيع میں ظاہر ہوتا ہے مگر جب کہ بہ بعد قبض ہو تو وہ بہ مشتری کے حق میں ظاہر ہو گا کذا فی الاشباہ یعنی اس واسطے کہ وہ بہ جدا گانہ بہ از قبیل حط ثمن نہ ٹھہرے گا و حط الكل والزيادة لا تأخذ به بکل المسمی اور بائع کا گرا دینا تمام ثمن کو اور زیادہ کر دینا ثمن مسمی پر حق شفيع میں ظاہر نہیں ہوتا تو شفيع اس کو لے گا تمام ثمن ہی سے ولو حط النصف ثم النصف یاخذ بالنصف الاخير اور اگر بائع نے نصف ثمن کم کر دیا بعد اس کے نصف باقی کو کم کر دیا تو شفيع نصف الاخير سے اس کو لے گا وظیم انه منقرا بالف فسلم ثم حط البائع مائة فله الشفعة كالو بامه بالف فسلم ثم زاد البائع لاجارية او متاعا فبیه اور اگر شفيع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے اس کو ہزار سے خرید کیا شفوع سے دست بردار ہوا پھر بائع نے اس میں سے سو کم کر دیے تو ب شفيع کے واسطے شفوع ثابت ہے یعنی نو سو دے کر وہ لے گا چنانچہ اگر اس کو بعض ہزار کے بچا تو شفوع سے انکار کیا بعد اس کے بائع نے مشتری کو ایک لونی یا کوئی اسباب زیادہ کر دیا تو شفوع شفيع کا ثابت ہے کذا فی القیة یعنی لونی اور اسباب کی

سہ دونوں کا تم کھانا ۱۲۱ طہ اختیار دینا ۱۲

قیمت ثمن مسمی سے گھٹ جائے گی م یہ دونوں مسئلے حط ثمن کے جزئیات سے ہیں و فی الشراء بمثلی ولو حکما بالخزنی حق المسلم ابن کمال یاخذ بمثلہ اور خرید میں مثل چیز سے شفع لے گا بعوض مثلی کے گھر چھٹی حکما ہو جیسے کہ شراب مسلم کے حق میں کذا ذکرہ ابن کمال م یہ کلام مقتضی ہے کہ شراب مثلی ہے حکما لانکہ ایسا نہیں بلکہ دہی ہے حکما مسلم کے حق میں اور اس کا مقتضی ہے کہ مسلم اس کو لے شراب کے مثل سے اور حالانکہ ایسا نہیں اور ابن کمال کی عبارت میں کچھ غبار نہیں کذا فی الجلبی یعنی شائع کی تعبیر سے خلل ہو گیا ابن کمال کی عبارت سے و فی الشراء بالیقی بالیقیۃ ای یوم الشراء اور خرید میں قیمت دالی سے شفع لے گا قیمت سے یعنی تو اس چیز کی قیمت ہو خریداری کے دن فنی مع عقار بعقار یاخذ الشفع کلامن العقارین بقیۃ الآخر نوعا کی بیع میں بعوض و دوسرے عقار کے یعنی زمین کا قطعہ یا گھر بیع ہو اور دوسرے قطعہ یا گھر کے عوض تو ہر شفع دونوں عقار کو لے گا دوسرے کی قیمت سے یعنی اس گھر کا شفع اس کو اس کی قیمت سے لے گا اور اس گھر کا شفع اس کو اس کی قیمت سے لے گا و فی الشراء بثلثین موہل یاخذ بحال اطلب الشفوع فی الحال یاخذ بعد الاجل اور مدت دے ثمن سے خرید کرنے میں شفع لے ثمن نقد بلا مدت سے یا کہ شفع شفع فی الحال طلب کرے اور بعد مدت کے اس کو لے و لا یجمل ماعلی المشتري لو اخذ بحال اور جو ثمن موہل مشتری ہے وہ مجمل نہ ہوگا اگر شفع نے ثمن حال سے اس کو لیا یعنی اس واسطے کہ مدت حق مشتری ہے سو مجمل شفع سے باطل نہ ہوگا و لو سکت عنہ فلم یطلب فی الحال و صبرتی لطلب عن حلول الاجل بطلت شفوعہ خلافاً لابی یوسف اور اگر شفع ثمن موہل سن کر چپ رہا اس سے سو اس نے شفوع فی الحال طلب نہ کیا اور صبر کیے رہا یہاں تک کہ طلب کیا مدت کے آنے کے وقت تو شفوع باطل ہو گیا بخلاف ابی یوسف کہ ان کے نزدیک باطل نہ ہوا و یاخذ بمثل الخمر و قیمتہ الخمر بمران کان البائع والمشتري والشفيع ذميا لالبدان یکن البائع الباعذیا ولا یفسد البیع فلا ثبت الشفوع ابن کمال مغیر بالمسوط اور شفع مثل شراب اور سوہ کی قیمت سے لے اگر بائع اور مشتری اور شفع ہر واحد ذمی ہو بنقد ضرور ہے کہ بائع بھی ہو اور اگر بائع ذمی نہ ہوگا تو بیع فاسد ہوگی شفع ثابت نہ ہوگا چنانچہ ابن کمال نے بیان کیا ہے مسوط کی طرف نسبت کر کے و یاخذ بقیۃ الخمر لاملو کان البائع مسلماً لشفوعہ عن تملیکہا و تملکها اور شفوع لے شراب اور سوہ کی قیمت دے کہ بدلیل گذشتہ اگر شفع مسلمان ہو بسبب ممنوع ہونے مسلمان کے شراب اور سوہ کے مالک کرنے اور مالک ہونے سے یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ خنزیر کی قیمت اس کے ذات کے قائم مقام ہوتی ہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قیمتی کی قیمت لینا اس کی ذات کے لینے کے برابر ہے تو واجب ہوا کہ مسلم پر تملیک قیمت خنزیر حرام ہو بخلاف قیمت شراب کے کہ اس کے مثل ہونے سے اس کی قیمت لینا اس کی ذات کے لینے کے مانند نہیں اس کا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا ثم قیمتہ الخنزیر ہنا قائم مقام الدار لا مقام الخنزیر ولذا لا یجزم تملیکہا بخلاف المدور علی العاشر پھر معلوم کہ خنزیر کی قیمت یہاں یعنی شفع لینے میں گھر کی قائم مقام ہے نہ خنزیر کے قائم مقام ہے اور اسی واسطے اس کی تملیک مسلم پر حرام نہیں بخلاف وارد ہونے ذمی کے ماحشر پر م یعنی قیمت خنزیر یہاں گھر کا بدلہ ہے نہ خنزیر کا عوض جو اس کی تملیک حرام ہو بخلاف مدور علی العاشر یعنی اگر ذمی شراب اور سوہ لے کر ماحشر لے کر دے تو وہ اس سے کچھ نہ لے گا شراب کا حکم تو ظاہر ہے اور خنزیر کی وجہ یہ ہے کہ اس کی قیمت لینا اس کی ذات کے لینے کے برابر ہے اور مسلم کو اس کی ذات کا لینا جائز نہیں تو اسی طرح اس کے قائم مقام کا لینا درست نہیں اور یہاں قیمت سوہ لے خنزیر کے اور چیز کا بدلہ نہیں ہو سکتی کذا فی الطحاوی و طریق معرفۃ قیمتہ الخمر و الخنزیر بالرجوع الی ذمی اسلام او فاسق تاب ولو اختلفا فیہ فالقول للمشتري سنا یہ اور طریقہ خمر اور خنزیر کی قیمت کے معرفت کا رجوع کرنا ہے اس ذمی کی طرف جو مسلمان ہو گیا یا اس مسلمان فاسق کی طرف جس نے توبہ کی شراب خواری سے اور اگر شفع اور مشتری خمر اور خنزیر کی قیمت میں مختلف ہوں تو مشتری کا قول مقبول ہوگا کذا فی العناوۃ و یاخذ الشفع بالثلثین و قیمتہ البناء والغرس مستحق القلع کامر فی الغصب اور شفع شفوع ثمن سے اور اس ہمارا اور درخت کی قیمت سے جو متعلق قلع سے چنانچہ غصب میں مذکور ہو چکا قلت و اما لو دہنہا بالوان کثیرۃ او طلا یا بھیں کثیر غیر شفع بین ترکما او اخذ باو عطاء ما زاد البیع فیہا لتعد ثقیفہ ولا تیز لتقصہ بخلاف البناء و الخمر و الخنزیر لگا یا گھر میں یا بہت گچکاری کی اس میں تو شفع مختار ہے اس گھر کے چھوڑ دینے سے وہ کی لینے والا مال قابل زکوٰۃ ہے ۱۲

میں باس کے لینے میں اور اس قدر کے دینے میں جس قدر گھر کی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہو گئی بسبب متعذر ہونے نقص رنگت کے اور حالانکہ گھر کے رنگ کی کچھ قیمت نہیں بخلاف نقص عمارت کہ اس کی قیمت کچھ بانی رہتی ہے کذا فی حاوی الزاہدی لومنی المشتري او غرس او كلف الشفعة المشتري قلعهما شفع من او تمیت عمارت اور درخت کی دے کرے اگر مشتری نے عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہوں یا کہ شفع مشتری کو عمارت کھودنے اور درخت اکھاڑنے کی تکلیف دے

الا اذا كان في القلع نقصان الارض فان الشفعة له ان ياخذها مع قيمة البناء والغرس مقلوبة غير ثابتة تستاني مگر جب کہ اکھاڑنے میں زمین کا نقصان ہو تو شفع کو جائز ہے اس کا لینا کھودی عمارت اور اکھاڑے درخت کی قیمت کے ساتھ کذا فی القستانی وعن الثاني ان شاء اخذ بالثمن بقيمة البناء والغرس او ترك وبه قال الثاني

واملك قلنا بنی فیما لغيره فیہ حق اقوی ولذا تقدم عليه فينقذه او بالجو یوسف سے روایت ہے اگر چاہے شفع لیوے ثمن اور عمارت اور درخت کی قیمت سے یا چاہے اس کو چھوڑ دے یعنی قلع عمارت کی تکلیف نہیں دے سکتا یہی کہا ہے امام شافعی اور مالک نے ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ مشتری نے اس میں عمارت بنائی جس میں غیر مشتری کا قوی تر حق ہے لہذا وہ مقدم ہو گیا اس کے لینے میں مشتری پر تو اس کو نقص عمارت اور درخت میں بھی اختیار ہو گا کا نقص شفع جمع

تصرفاته ای مشتری حتی الوقف والمسجد والمقبرة والنبوة والبی وزاہدی جس طرح منقوض کر دیتا ہے شفع مشتری کے سبب تصرفات کو یہاں تک کہ وقف اور مسجد اور قبرستان اور سہ کو بھی کذا فی الزاہدی والبی مگر مشتری نے خرید کے بعد اس کو وقف کر دیا یا مسجد بنائی یا قبرستان کیا یا کسی سہ کو دیا تو شفع ان سبب تصرفات کو دفع کر سکتا ہے طحاوی نے قستانی سے نقل کیا کہ نظم میں ہے کہ نقص مسجد اور نبش موتی جائز نہیں اور شفع شفع کا باطل ہے والہ

علم دامنا الزرع فلا یقلع استحسانا لان له نهاية معدومة ویقی بالاہر اور زراعت تو نہ اکھاڑی جا دے گی اس واسطے کہ اس کی نہایت معلوم ہے اور اس کا باقی رہنا بعوض اجرت کے ہو گا یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد زراعت کی زمین میں تو وہ قائم رہے گی بچشگی تک اور مشتری پر اس کی اجرت لازم ہوگی ویر

الشفعة بالثمن فقط ان اخذ بالشفعة ثم بنی او غرس ثم استحققت لایرجع بقيمة البناء والغرس علی احد لایس منغور بخلاف المشتري او شفع فقط ثمن کو یہاں لے اگر اس نے شفع کے سبب سے لیا پھر اس میں عمارت بنائی یا درخت لگایا پھر وہ زمین غیر بائع کی ملک ہو گئی اور عمارت اور درخت کی قیمت شفع کسی شخص سے نہ لے گا اس واسطے کہ اس کو کسی نے فریب نہیں دیا بخلاف مشتری و یا اخذ بكل الثمن ان تربت الدار او حطب الشجر بلا فعل احد ولا اصل ان اشترى یقابل لاصل لا الوصف او شفع کل ثمن سے لے اگر گھر خود بخود ویران ہو گیا یا درخت خشک ہو گیا اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ثمن مقابل ہوتا ہے اصل بیع کے نہ اس کے وصف کے م عمارت اور درخت وصف خانہ اور باغ نہیں بلکہ تابع میں تو یوں کہنا بہتر تھا کہ ثمن اصل کے مقابل ہوتا ہے نہ تابع کے کذا فی الطحاوی و ہذا اذا لم یبق ثمن لنقص او خشب او ریحی ویرانی خانہ اور خشکی باغ کے کل ثمن سے لینا اس وقت ہے جب کہ بناء منقوض یا درختوں کی لکڑی سے کچھ باقی رہا ہو لولوی و اخذہ المشتري لانفصاله من الارض حیث لم یکن تبعاً للارض تسقط حصته من الثمن ینقسم الثمن علی قيمة الدار لیم علی قيمة النقص یوم الاخذ لعلی سواک عمارت کا مصالحہ اور لکڑی باقی سے اور مشتری نے اس کو لیا بسبب اس کے جدا ہونے کے زمین سے کیونکہ وہ زمین کا باقی نہ رہا تو بقدر اس کے حصہ کے ثمن سے ساقط ہو گا تو ثمن باقی رہا ہے گھر کی قیمت پر جو بیع العقدھی اور منقوض کی قیمت پر جو شفع کے لینے کے دن ہے کن

فی الزاہدی قلت فلو لم ياخذہ المشتري كان ملک بعد انفصاله لم یسقط ثمنی من الثمن لعدم جبره اذ هو من التولیع والتولیع لایقابله ثمنی من الثمن وبالاخذ بالشفعة لایسقط الی الشفع نقد ملک داخل تبعاً قبل القبض ولا یسقط بمثلہ ثمنی من الثمن قالہ شینی میں کہتا ہوں سواک مشتری مصالحہ اور لکڑی کچھ نہ لے اس طرح پر کہ وہ تلف ہو جائے جدا ہونے کے بعد زمین سے تو ثمن میں سے کچھ ساقط نہ ہو گا مشتری کے عدم جس کے سبب سے اس واسطے کہ مصالحہ اور لکڑی تو اس سے ہے اور توابع کے مقابلے میں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور شفع کے لینے سے بسبب شفع کے عقد گھوم کر شفع کی طرف ہو گیا تو جو چیز تبعاً داخل بیع تھی وہ قبل

لے تو نہ تاخیر نہ اکھاڑا مردوں کا

ہلاک ہو گئی تو ایسی صورت میں کچھ ثمن ساقط ہوتا یہ کہا ہے ہمارے استاد غیر الدین ریل نے بخلاف ماؤاتلف بعض الارض بغرق حیث یسقط من الثمن بھتہ
 فان الفات بعض الاصل زطی بخلاف اس صورت کے جب کہ کچھ زمین تلف ہو گئی بسبب ڈوب جانے کے کہ وہاں بقدر اس کے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا اس
 واسطے کہ فوت ہونے والا بعض ہے اصل بیع کا کذا فی الزطی ویاخذ بھتہ العرصۃ من الثمن ان لنقص المشتري البتاع لانه قصد الانلاف و فی الاول الآفة ساقط
 و یقیم الثمن علی قیمة الارض و لبناء یوم العقد بخلاف انہدامہ کامر تقدمہ بالحبس اور شفیع نے حصہ زمین کے ثمن کے عوض اگر مشتری نے عمارت گھر کی ڈھائی
 اس واسطے کہ اس نے تلف کر ڈالنے کا ارادہ کیا اور اول میں یعنی جب کہ خود بخود عمارت ویران ہو گئی آفت آسمانی تھی اور ثمن مقسوم ہوگا زمین اور عمارت
 کی قیمت پر جو یوم العقد تھی بخلاف اس کے منہدم ہو جانے کے کہ وہاں یوم الاخذ کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا حصہ منقوض اس واسطے ساقط ہوگا کہ متقوض
 مال متقدم ہے جس مشتری کی سبب سے و نقص الاجنبی کمقوضہ ای مشتری اور اجنبی شخص کا عمارت توڑنا مشتری کے توڑنے کے مانند ہے حکم میں یعنی
 بقدر اس کے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا و المنقوض بالکسر المنقوض لای مشتری و لیس للشفیع اخذہ لئلا یزال التبعية بالفصالہ اور نقص بکسر اول معنی ملکہ مشتری
 کا ہے اور شفیع کو اس کا لینا نہیں چاہیے کیونکہ زمین سے جدا ہونے سے اس کا تابع نہ رہا و یاخذ بھتہ الاستحسانا لا اتصالا ان ابتاع أرضا دخلها و ثمرها ثم بعد
 الشرا فی یدہ اور شفیع نے اس کے پھلوں کو ساتھ استحسان کی وجہ سے اگر مشتری نے زمین اور کھجور کے درخت اور پھل خرید کیے یا کہ پھل لگے خرید
 کے بعد مشتری کے قبض میں بسبب متصل ہونے پھلوں کے درخت سے وان جزدہ مشتری فلیس للشفیع اخذہ لامر اور اگر مشتری نے پھل توڑے تو شفیع کو پھل
 لینے کا اختیار نہیں بدلیل گذشتہ یعنی پھل تابع ہیں نہ اصل اور تابع ہونا انفصال سے زائل ہو گیا اور ہلک بافتہ سعادۃ وقد اشترا بثمر باسقطان
 بھتہ من الثمن فی الاول ای ثمر بثمر و بکل الثمن فی الثانی لحدوثہ بعد القبض یا باع تلف ہو گیا آفت آسمانی سے اور حالانکہ اس کو مشتری نے اس کے
 پھلوں کے ساتھ خرید کیا تھا ساقط ہوگا اس کا حصہ ثمن سے اول میں یعنی جس بلع کو پھل کے ساتھ خرید کیا اور کل ثمن سے شفیع نے گامائی میں یعنی جہاں
 پھل پیدا ہوا مشتری کے قبض میں بسبب حادث ہونے پھل کے بعد قبض کے یعنی تو مقابل اس کے کچھ ثمن واقع نہ ہوگا قضی بالشفعة للشفیع لیس لہ
 ثم کہا شرع دہنا یتحول الصفقة الیہ بخلاف ما قبل القضاء قاضی نے شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کیا تو اس کو اس کا چھوڑنا جائز نہیں کذا فی شرح الربا
 بسبب پھر جانے عقد کے شفیع کی طرف قضا کے سبب سے بخلاف ما قبل قضا کے الطلب فی بیع فاسد وقت القطاع حق البائع الفاقا طلب شفعہ
 کہ نایح فاسد میں القطاع حق البائع کے وقت ہے بالاتفاق و فی بیعہ بعض مشروط ولا شیوع فیما وقت التقابل و اس میں جو بعض مشروط ہے
 اور حالانکہ بدین میں شیوع نہیں تقابل بعض البدلین کے وقت طلب شفعہ ہے م یہ ایک روایت ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ وقت عقد کے طلب شفعہ
 ہے کذا فی المالکیرۃ و فی بیع فضولی اور بخیار بائع وقت البیع عند الثانی و وقت الاجارۃ عند الثالث اور فضولی کی بیع میں اور بخیار بائع کی بیع میں شفعہ طلب
 ہے وقت بیع کے ابو یوسف کے نزدیک اور اجازت بیع کے وقت ہے محمد کے نزدیک و بخیار مشتری وقت البیع اتفاقاً مجتبیٰ اور بخیار مشتری بیع میں بیع کے
 وقت طلب شفعہ ہے بالاتفاق کذا فی المجتبیٰ من لم یأخذ بالشفعة بالجوار کالشیء فلیس لہ طلبہا عند حاکم یراہ لیفول لہ بل تعقد و جو بہا ان قال نعم اعتقد
 فک حکم کہ بہا ولا یقلہ لای حکم خیر و بزاز یہ جو شخص شفعہ جوار کا معتقد نہ ہو چنانچہ شافعی مذہب شلا اور وہ شفعہ طلب کرے اس حاکم کے پاس جو شفعہ جوار کا معتقد
 ہے تو حاکم اس سے کہے کہ تو شفعہ جوار کا معتقد ہے اگر مدعی کے کہ اس میں اس کا اعتقاد رکھتا ہوں تو اس کے واسطے شفعہ کا حکم دے اور اگر مدعی وہ نہ کہے تو
 حاکم حکم نہ دے ثبوت شفعہ کا کذا فی النیۃ و البزاز یہ حکم یہ ایک قول ہے لقوال ثلثہ سے اور یہ حملوانی کا قول احسن اقوال ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم نہ کر دے کیونکہ
 مدعی اس کا معتقد نہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم دے اس واسطے کہ حاکم تو اس کے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہے اور یہی مشہور ہے کذا فی المنع و روع مسائل لمحقة
 شامہ کے اور شفیع ایجاب الطلب لکون القاضی لایراہ منہ و در شفیع نے ایجاب طلب شفعہ میں تاخیر کی اس واسطے کہ قاضی وقت وجوب شفعہ کا معتقد

نہیں تو شیخ معذور ہے یعنی اس معذور سے تاخیر طلب مطلق شفعہ نہ ہوگی و کذا لو طلب من القاضي احضاره فامنع بخلاف سبت اليهود کایاتی اور اسی طرح شیخ تاخیر طلب میں معذور ہے اگر اس نے قاضی سے مشتری کا حاضر کرنا طلب کیا سو قاضی نے نہ مانا یا مشتری نہ حاضر ہوا کذا ذکرہ ابو السعد و برخلاف یہودی کے سبت کے چنانچہ آگے آگے کا یعنی اگر یہودی یوم السبت کی تعطیل کے سبب سے یا نصرانی یوم الاحد کی تعطیل سے طلب شفعہ میں تاخیر کرے گا تو معذور نہ ہوگا کذا فی شرح الحموی شری ارضاً بآئہ فرج تراہا و باہہ بآئہ ثم اخذنا ایضاً بالشفۃ اخذنا بحسین لان ثمنها یقسم علی قیۃ الارض یوم الشراء قبل رفع التراب و علی قیۃ التراب الذی باہہ و ہما سوا و ایک شخص نے زمین خریدی سودم کو پھر اس کی مٹی اٹھائی اور سودم کو بیچ پھر اس زمین کو شیخ نے یا بسبب شفعہ کے تو شیخ کو ۵۰ درم سے اس واسطے کہ زمین کا ثمن یعنی سودم پاتا جائے زمین کی اس قیمت پر جو خرید کے دن تھی مٹی لینے سے پہلے اور اس مٹی کی قیمت پر جس کو اس نے بیچ لیا اور دونوں قیمتیں برابر ہیں مطلقاً دی نے کہا یہ تعلیل ظاہر نہیں مگر جب کہ دونوں کی قیمتیں عند العقد برابر ہوں و لو کہ ہما لا کانت فالجواب لا یتفاوت و یقال للشری ارفع باکست فیہا فهو ملک حامی الزاہدی اور اگر مشتری نے زمین مذکور مٹی سے بھری جیسی کہ پہلے تھی تو جواب متفاوت نہ ہوگا یعنی شیخ اس کو پاس ہی درم سے لے گا اور مشتری سے کہا جاوے گا کہ نکال دے جو اس میں تو نے مٹی بھری ہے کہ وہ تو تیری ملک ہے کذا فی حامی الزاہدی فیہ شری داراً الی الحصاد فلیس للشیخ ان یجعل الثمن و یاخذہ بالشفۃ لانه ملکاً بیع فاسد انتہی قلت و سببی انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسداً و لو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ بنا و نحوہ وجبت اور حامی زاہدی میں ہے کہ گھر خرید کیا کھیت کھلے کی مدت تک تو شیخ کو جائز نہیں کہ ثمن مجمل دے اور گھر کو بوجہ شفعہ لے اس واسطے کہ مشتری گھر کا مالک ہو اب یہ بیع فاسد کے سبب سے انتہی مافی الحادی میں کتا ہوں اور آگے آگے کا کہ اس میں شفعہ نہیں جس میں بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو احتمال فسخ کے سبب سے ہاں جب کہ فسخ ساقط ہو جائے مشتری کی عمارت بنانے سے اور مانند اس کے کوئی اور تعرف سے تو شفعہ واجب ہوگا و فی المبسوط البتہ بشرط العوض انما ثبت للملک للموہوب لا اذا قبض الکل فلو دہب داراً علی عوض الف و درہم قبض احد العوضین دون الآخر ثم سلم الشیخ الشفعۃ فہو حق حتی اذا قبض العوض الآخر کان لان یاخذ الدار بالشفۃ اور مبسوط میں ہے کہ یہ بشرط عوض میں تو موہوب لہ کی ملک ثابت ہوتی ہے جس وقت کل مقبض ہو یعنی دونوں عوضوں پر دہب اور موہوب لہ کا قبضہ ہو جائے تو اگر گھر یہ کیا بزار درم کی عوض پر پھر ایک عوض پر قبضہ ہو نہ دوسرے عوض پر پھر شیخ شفعہ سے دست ہٹا رہا تو وہ باطل ہے یہاں تک کہ جب دوسرا عوض مقبوض ہو تو شیخ کو اختیار ہے کہ گھر لے شفعہ کے سبب سے و اللہ اعلم

باب ما ثبت فیہ اولاً تثبت یہ باب ہے اس کا جس میں شفعہ ثابت ہوتا ہے یا ثابت نہیں ہوتا قصداً لکن فی عقار کے بعض خراج البتہ ہوا مال خراج البتہ شفعہ ثابت نہیں ہوتا قصداً لکن اس عقار میں جو ملک ہوئی

اس عوض کے بدلے جو مال ہے عوض کی قید سے یہ بلا عوض خارج ہو گیا اور مال کی قید سے منکرل گیا م قصداً کی قید اس واسطے لگائی کہ شفعہ غیر قصداً غیر عقار میں بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ شجر اور ثمر میں شفعہ ثابت ہوتا ہے گھر کے ساتھ اور اسی طرح اشتباہ میں ہے غانہ آسیا کے ساتھ اور اسی طرح نہیں کے ساتھ و ان لم یکن لقییم فلا لا شفعۃ کمرگی اسی بیت الری مع الری نہایت و حمام و بڑو نہرو بیت صغیر لایکن قسماً اگرچہ عقار اور مانند عقار قسمت نہ ہو برخلاف شافعی چنانچہ آسیا اور حمام اور کنواں اور نہرو در ایسا چھوٹا گھر جس کی قسمت ممکن نہ ہو یعنی قسمت کرنے سے لائق ارتفاع کے نہ ہے نہایت میں کہ آسیا سے مراد آسیا غانہ ہے آسیا کے ساتھ یعنی اشیاء مذکورہ میں شفعہ ثابت ہے ہمارے نزدیک دفع ضرر جواری کی وجہ سے اور اہم شافعی کے نزدیک نہیں دفع ضرر قسمت کی علت سے لافی عرض باسکون مالیں بعقار کیونکہ مابعدہ من عطف الخاص علی العام شفعہ ثابت نہیں عرض میں عرض بفتح اولی ثانی وہ چیز ہے جو عقار نہ ہو تو جو معطوفات عرض کے بعد ہیں وہ من قبیل عطف خاص کے ہیں عام پر م صحاح میں ہے عرض باسکون عبارت ہے متاع اور چیز ہے وہ عرض ہے دینار اور درہم کے سوا ہر چیز حرام دنیا و فلک خلا مالک اور شفعہ ثابت نہیں ناؤں میں برخلاف مذہب مالک

وہنا ۷ وکل اذا بیعنا فصداد لومع حق القرار خلافاً لما فہم ابن الکمال لینی لفظ المنقول کا افادہ ثمنی الرملی اور شفۃ نہیں عمارت اور نخلستان میں جب کہ ان کی بیع بالقصد ہو بلا بیعت ارض کے اگرچہ بیع حق قرار کے ساتھ ہو برخلاف اس کے جو کہ ابن کمال سمجھا ہے بسبب اس کے مخالف ہونے کے منقول سے چنانچہ ہمارے استاد غیر الدین رملی نے اس کو بیان کیا ہے ولانی ارث وصدقۃ وینۃ لا یعوض مشروط اور شفۃ ثابت نہیں مورث میں اور صدقۃ اور ہبہ بلا عوض مشروط ہیں مگر ایک شخص گھر کا مالک میراث کے سبب سے ہے تو اس میں شفۃ نہیں کذا فی الدرر ودارقمت اور جعلت ابرۃ او بدل خلع او شق او صلح عن دم عمد او مردان قبول بعضہا ای الدار مال لان معنی البیع تابع فیہ اور اس گھر میں شفۃ نہیں جس کی قسمت ہو گئی شریکوں میں یا وہ گھر اجرت یا بدل خلع یا بدل عتق یا بدل صلح کا دم سے ٹھہرایا گیا یا گھر مقرر دیا گیا اگرچہ بعض گھر کے مقابلہ میں مال واقع ہوا ہو اس واسطے شفۃ نہیں کہ بیع کے معنی اس میں تابع ہیں م بعض گھر کے مقابلہ میں مال واقع ہونے کی صورت یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے نکاح کیا ایک گھر کے مہر پر یا اس شرط کہ زوجہ زوج کو ہزار درم پھر دے طحاوی نے کہا کہ ہنزہ تھا کہ مصنف بجائے مہر الجمر کے مہر بالنصب لاتا تاکہ اجرۃ پر عطف ہوتا اس واسطے کہ جب کہ گھر بدل ہو گا مہر کا اس طرح پر کہ زوج مہر کے بدلے زوجہ کو گھر دے تو اس میں شفۃ ثابت ہو گا چنانچہ زیلعی میں مذکور ہے اس واسطے کہ وہ مباذلہ ہے مال کا مال سے اس واسطے کہ گھر بدل ہے اس کا جو زوج کے ذمہ پر مال ہے یعنی مہر داویا لانی ہتھ الال اور صاحبین نے شفۃ واجب کہا ہے حصہ مال میں یعنی جس قدر گھر مال کے مقابلہ میں پڑا اتنے میں صاحبین کے نزدیک شفۃ واجب ہے اور بیعت بخیار البائع ولم یسقط خياره فان سقط وجبت ان طلبت عند سقوط الخيار فی الصبح وقيل عند البيع صحیح یا اس گھر میں شفۃ نہیں جو بیع ہوا بائع کے اختیار پر اور ہنوز اس کا اختیار ساقط نہیں ہوا پھر اگر ساقط ہو گیا تو شفۃ واجب ہو گیا اگر شفیع نے سقوط اختیار کے وقت طلب کی قول صحیح میں اور بعضوں نے کہا کہ بیع کے وقت طلب کی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے اور بیعت الدار بیعاً فاسداً ولم یسقط فسخه فان سقط حق فسخه کان بنی المشتريها تثبت الشفۃ لکن یا اس گھر میں شفۃ نہیں جس کی بیع فاسد ہوئی اور ہنوز اس کا فسخ ساقط نہیں ہوا پھر اگر اس کا حق فسخ ساقط ہو گیا چنانچہ مشتری نے اس میں کچھ عمارت بنائی تو شفۃ ثابت ہو گا چنانچہ مذکور ہو چکا اسی طرح یہ سے اور مہر میں دینے سے حق فسخ ساقط ہو جاتا ہے تو شفیع قیمت دے کر شفۃ لے گا کذا فی الزیلعی اور بخیار ردیۃ او شرط او عیب بقضاء متعلق بالانہ فقط خلافاً لما زعم المصنف تبعاً للدرر بارذیع ہوا بخیار ردیۃ یا بخیار شرط کے سبب سے یارذیع ہوا بخیار العیب سے حکم قاضی شارح نے کہا بقضاء فقط انہ یعنی عیب سے متعلق ہے برخلاف اس کے جو مصنف نے شرح میں گمان کیا ہے اور درر کا تابع ہو کر مصنف نے شرح میں کہا کہ بقضاء متعلق ہے رو سے تو مسائل ثلاثہ سے حکم قاضی متعلق ہو گیا حالانکہ ایسا نہیں چنانچہ کلام زیلعی صریحاً اس کے مخالف ہے کذا فی الطحاوی بعد اسلمت ای اذا بیع وسلمت الشفۃ ثم رد البیع بخیار ردیۃ او شرط کیف باکان او عیب بقضاء فلا شفۃ لان فسخ لا بیع رد بیع ہوا تسلیم شفۃ کے یعنی جب بیع ہوئی اور شفۃ سے شفیع نے انکار کیا پھر بیع پھر دیا گیا بسبب بخیار ردیۃ کے یا بسبب بخیار شرط کے یا رد بیع ہوا بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے تو شفۃ نہیں اس واسطے کہ فسخ ہے بیع نہیں ہے م یہ علت ہے مسائل ثلاثہ کی یعنی شفۃ واجب ہوتا ہے بیع کے بعد فسخ بیع کے بعد بخلاف الرد عیب بعد قبض بلا قضاء او باقالہ فان لا شفۃ لان الرد عیب بلا قضاء والاقالہ بمنزلۃ بیع مبتداء برخلاف رد بیع عیب سے قبض کے بعد بدون حکم قاضی کے یا اقالہ سے اس واسطے کہ شفیع کے واسطے اس میں شفۃ ثابت ہے اس واسطے کہ عیب سے پھر دینا بدون حکم قاضی کے بمنزلۃ بیع کے ہے شرح سے اور اسی طرح اقالہ بیع ہدایہ گاہ ہے م اس واسطے کہ عیب سے بلا قضاء پھر لینا چرچہ واجب نہیں اور باوجود اس کے بائع نے اپنی خوشی سے پھر لیا تو لیا ہو گیا یا اس نے خرید کیا اور اسی طرح اقالہ بیع سے ثالث کے حق میں اور شفیع تیسرا ہے بائع اور مشتری کا کذا فی الدرر وثبت الشفۃ للبعد الاول المستوف بالمدین احاطۃ الدین برقبۃ وکسب لیس بشرط ابن کمال فی بیع سیدہ اور شفۃ ثابت ہے غلام ماذون کے واسطے جو دین میں ڈوبا ہے اپنے مولیٰ کی بیع میں ابن کمال نے محیط ہونا دین کا غلام کی گردن اور کائی کو ثبوت شفۃ کی شرط نہیں کیا م یعنی اگر مولیٰ نے گھر بیچا تو اس کا شفۃ اس کے غلام تاجر دین

کے واسطے ثابت ہے اس واسطے کہ در صورت اذن تجارت جو غلام کے پاس ہے وہ مولیٰ کا ملوک نہیں ہے اور یہی علت ہے مولیٰ کے شفعہ لینے کی غلام کا بیع میں وقت ثبت لیسیدہ فی مبیعہ بنا علی ان الاخذ بالشفعۃ بمنزلۃ الشراء وشراء احدہما من الآخر یحوز اور شفعہ ثابت ہے غلام باذن کے مالک کے واسطے غلام کے بیچے گھر میں اس وجہ سے کہ شفعہ سے لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور ان میں سے ایک کا خرید کرنا دوسرے سے جائز ہے وقت ثبت لمن شتری اصلۃ او کالۃ او شتری لہ بالوکالۃ اور شفعہ ثابت ہے اس شخص کے واسطے جس نے اصلۃ یا وکالۃ خرید کیا یا اس کے واسطے دوسرے نے بطریق وکالت خرید کیا یعنی ایک شفعہ نے دوسرے کو خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل نے موکل کے واسطے گھر خرید کیا اور حالانکہ موکل شفعہ ہے تو اس کے واسطے شفعہ ثابت ہے صورت اس کی یہ کہ ایک گھر تین شخصوں میں مشترک ہے اور اس گھر کا ایک شخص جارحاً ملحق ہے پھر جب وہ گھر بیع ہوا اور ایک شریک نے اس کو خرید کیا تو مشتری کے واسطے ثابت ہے خواہ اس نے اصلۃ خرید کی ہو یا وکالۃ اور اسی طرح موکل کے واسطے شفعہ ثابت ہے جب کہ وکیل نے اسی کے واسطے خرید کی ہو اور دوسرے شریک کے واسطے بھی شفعہ ثابت ہے کذا فی الدرر یہ توضیح ہے شارع کے قول آئندہ کی وفائدہ تذاکرہ لو کان المشتري او الموکل بالشراء شریکا وللدائر شریک آخر فلہ الشفعۃ ولو ہو شریکا وللدائر جارحاً فلہ الشفعۃ للجارح مع وجودہ اور فائدہ ثبوت شفعہ کا مسئلہ مذکورہ میں یہ ہے کہ اگر مشتری یا خرید کا موکل شریک ہو اور گھر کا شریک بھی تو دونوں کے واسطے شفعہ ثابت ہے اور اگر وہ شریک ہو اور گھر کا کوئی جارحاً ملحق ہو تو ہمسایہ کے واسطے شفعہ نہیں باوجود شریک کے یعنی اس کہ شریک مقدم ہے ہمسایہ پر کذا فی الدرر لا شفعۃ لمن باع اصلۃ او کالۃ او بیع لہ ای دکل بالبیع او ضمن الدرع والاصل ان الشفعۃ تطلب باظهار الزبۃ عنہا لا شفعۃ نہیں اس کا جس نے بیع کی اصلۃ یا وکالۃ یا بیع ہوگی اس کی طرف سے یعنی دوسرے کو اس نے بیع کرتے کا وکیل کیا یا ضمان دیکر کیا یعنی اگر بیع غیر کی ملک کی ضمان اس پر ہے اور قاعدہ کلیہ ثبوت اور عدم ثبوت شفعہ کا یہ ہے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے شفعہ سے بے رغبتی ظاہر کرنے میں اور باطل نہیں ہوتا خواہش سے اس میں مچو نہ بیع اور ضمان استحقاق بیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتا ہے لہذا شفعہ باطل ہو گیا

باب ما یطلبہا

یہ باب ہے اس کا جو شفعہ باطل کر دیتا ہے یہ طلبہا ترک طلب الموائبہ ترک بان لا یطلب فی مجلس غفیرہ بالبیع ابن کمال وقت تزیحہ شفعہ کو باطل کرتا ہے طلب الموائبہ کا ترک کرنا اور ترک طلب الموائبہ کی صورت یہ ہے کہ شفعہ طلب نہ کرے اس مجلس جس میں اس کو بیع کی غفیرہ کذا ذکرہ ابن کمال اور تزیحہ مجلس کی مقدم مذکور ہو چکی یعنی طلب الموائبہ آخر مجلس تک متدہ ہے اور یہی قول راجع ہے طلب علی الہما و ترک طلب الاشہاد عند عقار و ذی مدلا الاشہاد عند طلب الموائبہ لای غیر لازم مع القدرۃ کا مریا بطل شفعہ ہے باوجود قدرت کے طلب اشہاد کا کرنا عقار یا ذی الید کے نزدیک نہ کہ گواہ کرنا طلب الموائبہ کے نزدیک اس واسطے کہ وہ غیر لازم ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ طلب اشہاد کی یہ صورت مذکور ہو چکی کہ یوں کہ کفالت نے شخص نے یہ گھر خرید کیا اور میں اس کا شفعہ ہوں اور میں قبل اس کے طلب الموائبہ کر چکا ہوں اور اب بھی طلب کرتا ہوں سو تم شاہد ہو اس پر قدرت کی صورت یہ ہے کہ کسی نے شفعہ کا منہ بند نہ کر لیا ہو اور وہ نماز کے اندر نہ ہو و یطلبہا تسلیمہا بعد البیع علم بالسقوط او لا فقط لا قبلہ کا مریا فقط بعد البیع کے تسلیم شفعہ باطل ہے اس کی خواہ علم سقط شفعہ کا بسبب تسلیم کے اس کو ہوا یا نہ ہو اور قبل بیع کے تسلیم شفعہ باطل نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا کہ تسلیم شفعہ عبارت ہے اس حق شفعہ سے اور اسقاط حق نہیں ہو سکتا مگر بعد وجوب کے اور وجوب شفعہ نہیں ہوتا مگر بیع کے بعد لہذا تسلیم شفعہ قبل بیع کے صحیح نہیں اور بعد بیع کے صحیح ہے تسلیمہا من اب و دھی خلا لہ الحمد فیما بیع بقیمۃ یا اقل منقی تسلیم شفعہ باطل شفعہ ہے اگرچہ تسلیم مغیر کے باب یا دھی کی طرف سے ہو برخلاف محمد کے اس میں جس کی بیع کی قیمت کے موافق یا اقل قیمت سے ہوئی ہو کذا فی الملتقی م یعنی مغیر کا باب اگر مغیر کا شفعہ ماقط کرے تو یہ تسلیم صحیح ہے امام کے نزدیک یعنی بعد بیع کے مغیر اس نہیں کر سکتا خواہ بیع بقیۃ اکثر یا مساوی یا اقل ہوئی ہو اور محمد کا مذہب یہ ہے کہ در صورت مساوات یا قلت قیمت تسلیم باب اور دھی کی باطل شفعہ نہیں ہو گی

لہ درک بقیۃ دس کرکھ ہمدن بعد استحقاق بیع کے کذا فی الفتاویٰ ۱۲

طلبہا اذا سلم الشفعة او اقر على الموكل تسليم الشفعة صح لو كان التسليم او الاقرار عند القاضي والالم يصح لكنه يخرج من انصوصه طلب شفعة کا وکیل جب کہ شفعة تسلیم
 کی جائے یا اپنے موکل پر تسلیم شفعة کا اقرار کرے تو تسلیم صحیح ہے اگر یہ تسلیم اور اقرار قاضی کے پاس ہو اور قاضی کے حضور نہ ہو تو صحیح نہیں لیکن وکیل خصوصیت سے خارج ہو
 جاتا ہے و سکوت من ملک التسليم تسلیم اور ساکت رہنا اس کا جو تسلیم کا اختیار رکھتا ہے تسلیم ہے مثلاً باپ یا دھی کو تسلیم کا اختیار ہے اور انھوں نے مع کے وقت
 سکوت کیا طلب شفعة سے صغیر کے واسطے تو یہ سکوت بجائے تسلیم ہے ویطلبہا صلح منها علی عوض ای بیع المشفوع لایاتی اور شفعة باطل کرتا ہے صلح کرنا شفیع کا شفعة
 ہے عوض پر یعنی عوض پر مشفوع پر بدلیل آئندہ ہم قول آئندہ یہ ہے دو سطر کے بعد دلوصلح علی اخذ نصف الدار وعلیه ردۃ لانه رشوة اور شفیع پر عوض کا پھیر دینا واجب ہے
 اس واسطے کہ وہ رشوت ہے ہم چونکہ شفعة عبارت ہے حق ملک سے بلا ملک لہذا اس کا عوض لینا صحیح نہیں ویطلبہا بیع شفعة کمال ولا یزیم المال اور شفعة کو باطل کرتا
 ہے بیعنا اپنے شفعة کا مال سے اور اس بیع سے مال لازم نہ ہوگا یعنی اس واسطے کہ وہ رشوت ہے وکذا الکفالة بخلاف الخود اور اسی طرح کفالت باطل ہو جاتی ہے بیع سے
 بخلاف قصاص کے ہم کفالت سے یہاں مراد حاضر فاضل یعنی اگر صاحب حق نے حاضر فاضل سے کہا کہ میں تیرے ہاتھ حاضر فاضل منی ہتی ہوں اتنے مال پر تو فاضل منی ساقط
 ہو جاتا ہے اور مال واجب نہ ہوگا بخلاف قصاص کے کہ اس کا عوض لینا درست ہے اور اسی طرح ملک نکاح اور اسقاط رقبہ کا اشیاء درست ہے اس واسطے کہ ان
 اشیاء میں ملک ثابت ہے دلوصلح علی اخذ نصف الدار بعض الثمن صح اور اگر شفیع نے صلح کی نصف گھر کے لینے پر بعض بعض ثمن کے تو صحیح ہے دلوصلح علی اخذ بیت
 بعض من الثمن لاجمالۃ الثمن عند الاخذ ولا تسقط شفعة اور اگر شفیع نے صلح کی گھر میں سے ایک مکان کے لینے پر بقدر اس کے حصہ کے ثمن سے تو صحیح نہیں بسبب
 بطلان ہونے ثمن کے لینے کے وقت اور اس صلح غیر صحیح سے شفیع شفیع کا ساقط نہ ہوگا ہم نصف گھر کی صلح میں ثمن مجہول نہیں اس واسطے کہ نصف گھر کا ثمن نصف ثمن
 سے ملے گی ہے اور تمام گھر میں سے ایک کوٹھری یا ایک والان کا ثمن معلوم نہیں کہ کتنا ہے لہذا مسئلہ سابقہ میں صلح صحیح اور شفعة باطل اور اس مسئلہ میں صلح غیر صحیح اور
 شفعة ثابت ہے ویطلبہا موت ای شفیع قبل الاخذ بعد الطلب او قبلہ ولا تورث خلافا للشافعی ولومات بعد القضا لا باطل اور شفعة کو باطل کرتا ہے شفیع کا
 یا انشفوع لینے سے پہلے طلب کے بعد یا قبل طلب کے اور شفعة موروث نہیں ہوتا برخلاف مٹا فی کے اور اگر شفیع مرے گا قاضی کے حکم کرنے کے بعد تو شفعة باطل
 ہوگا ہم درج بطلان یہ ہے کہ شفعة تو عبارت ہے مجرد حق ملک سے اور وہ باقی نہیں رہتا صاحب حق کے مرجع کے بعد تو اس میں کیونکر میراث جاری ہو کذا فی الدرر
 ایطلبہا موت المشتري بقاء المستحق شفعة کو باطل نہیں کرتی مشتری کی موت بسبب باقی رہنے مستحق کے یعنی شفیع کے ویطلبہا وبيع ما یشفع بہ قبل
 القضا بالشفعة مطلقاً علم بیع عام لا اور میں زمین اور گھر کے سبب سے شفعة لیا جاتا ہے اس کا بیع ڈالنا قبل اس کے کہ قاضی ثبوت شفعة کا حکم کرے ہر
 نوع باطل ہے شفعة کا خواہ شفیع کو اس گھر کی بیع کا جس کا وہ شفیع ہے علم ہو یا نہ ہو وکذا لو جعل ما یشفع بہ مسی او مقبرة او وقفاً مسجداً اور اسی طرح شفعة باطل ہوتا
 اس مقام کو جس کے سبب سے شفعة ثابت ہوتا ہے مسی بنائی یا قبرستان یا وقف محل قرار دیا کذا فی الدرر یعنی اس واسطے کہ شفعة ثابت ہوتا ہے ملک سے اور مسی
 غیرہ سے ملک زائل ہو جاتی ہے لہذا شفعة ثابت ہوتا بشرطیکہ قاضی نے ثبوت شفعة کا حکم نہ دیا ہو والا شفعة ثابت ہوگا کذا فی الطحاوی ولو باع بشرط الخيار لنفسه
 یا بطل بقاء السبب اور جس کے سبب سے شفعة حاصل ہوتا ہے اس کو بیع بشرط اختیار اپنی ذات کے تو شفعة باطل نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے سبب کے یعنی سبب
 استحقاق شفعة کا ملک ہے اس مقام کی جو دار مشفوعہ سے متصل ہے سو ہنوز ملک بسبب بیع بشرط اختیار کے بائع سے زائل نہیں ہوتی ویطلبہا شراء الشفیع من
 المشتري اور شفعة کو باطل کرتا ہے خرید کرنا شفیع کا مشتری سے یعنی جب شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سے خرید کیا تو یہ خرید کرنا اعراف ہو اطلب سے اور اعراف
 باطل شفعة ہے ظنن دوہ او مثلاً اخذ من الشفعة بالعقد الا دل الدانی تو جو شخص کمتر ہے شفیع مذکور سے استحقاق شفعة میں یا اس کی برابر ہے تو اس کو دار مشفوعہ
 لینا شفیع سے بوجہ شفعة درست ہے خواہ بعقد اولے یا بعقد ثانی ہم اس واسطے کہ جب شفیع کا استحقاق خرید کرنے سے باطل ہو گیا تو شفیع ما دون کا حق بسبب
 دال مانع کے ثابت ہو جاوے گا بخلاف ما وشرایا ابتدا حیث لا شفعة لمن دوہ بخلاف اس کے کہ اگر شفیع نے گھر کو خرید کیا بشرط سے یعنی بائع سے اس واسطے

کہ وہاں شیفع مادون کا شفعہ ثابت نہ ہو گا م سابق مذکور ہو چکا کہ اگر شریک خرید کرے تو ہمارا ماضق کے واسطے شفعہ نہیں ہے و کذا یبطلها ان استاجر لاد
ساومہا میا ادا ہمارا ماضق اسی طرح شفعہ کو باطل کرتا ہے اگر شیفع نے مشتری سے گھر کرایہ لیا یا اس کی خرید یا اجارہ کی بات پیت کی کذا فی الملتقی یعنی بعد علم
بیع کرایہ لینا یا مول چکانا دلیل ہے تسلیم کی لہذا شفعہ باطل ہو گا او طلب مدان یو لہ عقد الشراء یا شیفع مشتری سے یہ طلب کرے کہ اس کو عقد خرید کا منولی کرے
م اس واسطے کہ مشتری سے تولیت عقد کو بطریق وکالت کے طلب کرنا تسلیم کی دلیل ہے اور تسلیم بیع مبطل شفعہ ہے لیکن طحاوی نے کہا کہ بیع التولیعہ مراد ہے
اور یہ مراد نہیں کہ اس کو منولی عقد کرے بطریق وکالت کے اس واسطے کہ اس سے شفعہ باطل نہیں ہوتا بسبب اس کے ہونے کے قبل عقد کے و لا یطعن او ممن
الد رک مستدرک ہمارا انفا فبطل فی اکل لدلیل الاعراض زلیجی یا شیفع ثمن کی ہمت کرے استحقاق کے وقت شارح نے کہا عثمان درک کا مسئلہ زیادہ حاجت
ہے بسبب اس کے کہ معتق یہ مذکور ہو چکا یعنی باب سابق میں تو سب تینوں صورتوں میں شفعہ باطل ہوتا ہے اعراض کی دلیل سے کذا فی الزلیجی قبل الشفیع انہا
بیعت بالف فسلم ثم علم انہا بیعت باقل او بر او شیعر اعدوی متقارب قیمۃ الف و اکثر فلا الشفعۃ ولو بان انہا بیعت بدنا نیر ادا بعوض قیمۃ الف
فلا شفعۃ والفرق بینہما ان ہذا قیمی و ذاک مثلی فرمایا سئل علیہ وان کثر شیفع سے کہا گیا کہ گھر بیچا گیا بعوض ہزار درم کے سو اس نے بیع مسلم رکھی پھر اس کو معلوم ہوا
ہزار درم سے کم ثمن کو بیع ہوئی یا بعوض گہیوں یا جو عدوی متقارب سے بیع ہوئی تو شیفع کا شفعہ ثابت ہے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ گھر بکان دیناروں یا اسباب کی
عوض جن کی قیمت ہزار درم ہے تو شفعہ ثابت نہیں اور فرق دونوں میں یعنی متاع میں اور گہیوں جو میں یہ ہے کہ یہ یعنی اسباب متاع قیمت والی چیز ہے اور وہ یعنی
گہیوں اور جو اور عدوی متقارب مثلی ہے تو گاہے مثلی چیز شیفع پر آسان ہو سکتی ہے اگرچہ زیادہ ہوم مسئلہ اولیٰ میں شفعہ اس واسطے ثابت ہوا کہ تسلیم تھی کثرت ثمن
سے یا تعذر جنس سے پھر جب اس کے خلاف ظاہر ہو تو اس کو شفعہ لینا جائز ہوا اس واسطے کہ رغبت مختلف ہوتی ہے اختلاف ثمن سے تو تسلیم بعض وجہ سے کل ہوم
کی تسلیم کی مستلزم نہیں اور مسئلہ ثانیہ میں اختلاف دینار اور درم سے اس واسطے شفعہ ثابت نہ ہوا کہ دونوں جنس واحد میں ثمنیت میں اور مسئلہ متاع میں قیمت
واجب ہے اور وہ درم یا دینار میں تو آسانی اس میں ظاہر نہیں کذا فی الطحاوی ولو علم ان المشتري رید فسلم ثم بان انہ بکر فلا الشفعۃ اور اگر شیفع نے جانا کہ
مشتری زید ہے سو اس نے بیع تسلیم کی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری تو بکر ہے تو شیفع کے واسطے شفعہ ثابت ہے م اس واسطے کہ آدمی اخلاق میں متفاوت ہیں مستدرک
کی ہمسائی قبول ہوتی ہے اور بعض کی نہیں تو ایک کے حق میں تسلیم کرنا اس کے بیز کے حق میں تسلیم کرنے کا مستلزم نہیں ولو علم ان المشتري ہو مع عیوکان ل
اخذ نصیب غیرہ لعدم التسليم فی عقد اور اگر شیفع نے جانا کہ مشتری زید ہے دوسرے آدمی کے ساتھ تو اس کو دوسرے آدمی کا حصہ بطریق شفعہ کے لینا جائز ہو گا
اس واسطے کہ دوسرے کے حق میں تسلیم حاصل نہیں م جلی نے کہا اگر مصنف بجائے لو علم کے نوکر کرتا تو مناسب تر ہوتا ولو بلوغه شراء النصف فسلم ثم بلوغه شراء النصف
فلا الشفعۃ فی الكل و فی عکسہ بان غیر بشر او اکل فسلم ثم شراء النصف لا الشفعۃ علی الظاہر لان التسليم فی کل الباعض خلاف عکسہ اور اگر شیفع کو نصف
کے خرید کی خبر پہنچی سو اس نے بیع تسلیم کی پھر اس کو خبر پہنچی تمام گھر کے خرید کی تو اس کے واسطے شفعہ ثابت ہے سب گھر میں اور اس کے بالعکس میں اس طرح کہ شیفع کو
غیر ہوئی تمام گھر کے خرید کی سو اس نے تسلیم کی پھر ظاہر ہوا نصف کا خرید کرنا تو اس کے واسطے شفعہ نہیں ظاہر الروایۃ میں اس واسطے کہ کل میں تسلیم کرنا جمیع اجزاء
میں تسلیم کرنا ہے برخلاف اس کے عکس کے یعنی تسلیم بعض تسلیم کل نہیں ثم شرع فی الحیل فقال وان باع حلی عقارا لا اور اما مثلاً فی جانب حد الشفیع فلا شفعۃ
لعدم الاتصال پھر مصنف نے حیلوں کا یعنی تدبیر سقوط شفعہ کا بیان شروع کیا سو یوں کہا اور اگر ایک مرد نے زمین یا گھر بیچا مگر مثلاً ایک گز نہیں بیچا پھر شیفع کی
میں تو شیفع کو شفعہ دے گا بسبب عدم الاتصال کے م شفعہ کا سبب اتصال ملک شیفع تھا سو اگر اس نے گز بھر یا اتم بھر یا بالشت بھر یا انگل بھر زمین شیفع کی جانب
کی بیع دکی تو اب شیفع اس میں شفعہ کا دعویٰ نہیں کر سکتا بشرطیکہ طول مستثنیٰ شیفع کے تمام گھر کو ماضق ہوا اور یہ حیلہ ہے شفعہ جوار کے اسقاط کا والقول بان
ذما ما سو ہوا و یہ قول کہ ذرا نا کا نصب سو ہے سو ہے یہ تعویض ہے صاحب درر کی طرف اس واسطے کہ صاحب درر نے یوں کہا ہے کہ وقایہ میں جو یہ عبارت

والایما بیع الاضغانا نصب ہے سو کتاب کی سو سے ہے شارع نے کہا کہ اس کو سو کننا سو ہے اس واسطے کہ کلام تام موجب میں مشتری کا نصب واجب ہے وکن لا شفعة
 ولو نصب بذالقدر للمشتري وقبضه اور اسی طرح شفو نہیں اگر اس قدر یعنی بقدر ایک گز طول میں بائع نے مشتری کو مبیعہ بالعوض کر دیا اور اس نے اس پر قبضہ بھی کر لیا
 عدم ثبوت شفوع کی وجہ یہ ہے کہ جو متعل شفعہ تھادہ موجب ہو گیا اور موجب میں شفعہ نہیں طحاوی نے کہا خواہ مبیع قبل بیع کے ہو خواہ بعد بیع کے وان ابتاع سہامہ
 ثمن ثم ابتاع لبقیتہ فالشفعة للجاری فی سہم الاول فقط والباقی للمشتري لا شریک اور اگر مشتری نے اس کا ایک حصہ مثلاً دسواں حصہ کچھ ثمن سے خرید کیا پھر باقی گھر
 خرید کیا تو ہمایہ کے واسطے شفعہ ثابت ہوگا فقط پہلے حصہ میں اور باقی گھر مشتری کا ہوگا اس واسطے کہ مشتری شریک ہو گیا بائع کا سہم اول کی خرید سے اور شریک
 مقدم ہے ہر پیم سہم اول میں اس واسطے شفعہ ثابت ہے کہ پہلے بیع اسی کی ہوئی اور شرکت مشتری کی بائع سے عقد ثانی کے وقت ہوگی شفعہ لینے سے پہلے اور
 مراد یہ ہے کہ شفعہ کو خبر بیع کی نہ ہوئی مگر دونوں عقد کے بعد وجیہ کلام انیشری الذراع والسہم بکل الثمن الا درہم باقی بالباقی اور تمام شفعہ کے استقاط کا یہ حیلہ
 ہے کہ مشتری خرید کرے ایک گز کو مسئلہ اولیٰ میں یا سہم کو خرید کرے یا سہم مسئلہ میں تمام ثمن سے سوائے ایک درہم کے اور باقی گھر کو باقی ایک درہم سے خرید کرے
 مثلاً ہزار درہم پر خرید کرنا منظور ہے تو اس گھر کا ہزارواں حصہ ۹۹۹ درہم سے خرید لے اور باقی گھر ایک درہم سے خرید کرے تو شفعہ کا شفعہ ہزارویں حصہ میں ثابت ہوگا
 ۹۹۹ درہم کی ثمن سے اور باقی گھر میں شفعہ نہیں اس واسطے کہ مشتری شریک ہو گیا اور وہ حق ہے جارسے کذا فی الدرر لیس لہ تخلیفہ باللہ ماروث بہ ابطال شفعتی
 اور جائز نہیں شفعہ کو قسم دینا مشتری کو اس طرح کہ والدہ تو نے اس فعل سے میرے شفعہ کے باطل کر دینے کا ارادہ نہیں کیا ولہ تخلیفہ باللہ ان البیع الاول کان
 تلجیر مؤید زادہ معز باللوجیز اور شفعہ کو قسم دینے کا اختیار ہے کہ والدہ کہ بیع اول تلجیر تھی کہ ذکرہ مؤید زادہ عن الوہیزم تلجیر اس بیع کو کہتے ہیں کہ بائع اور مشتری
 بیع ظاہر کریں ثمن کے خوف سے اور حالانکہ وہ حقیقت میں بیع نہیں بلکہ وہ منزل سے اس کی تکلیف کا اس واسطے اختیار ہوا کہ اگر وہ تلجیر کا اقرار کرے گا تو بائع
 کی ملک ثابت رہے گی اور شفعہ جو قائم رہے گا کذا فی الطحاوی وان ابتاع ثمن کثیر ثم دفع ثوبا عنہ فالشفعة بالثمن لا بالشوب فلایرغب فیہ اور اگر بیع خرید
 کیا ثمن کثیر سے پھر ثمن کی عوض کپڑا دیا تو شفعہ ثابت ہوگا ثمن سے نہ کپڑے سے تو اس میں خواہش نہ ہوگی مثلاً ایک گھر کی قیمت سو درہم ہے اس کو ہزار درہم
 ثمن سے خرید کیا پھر ثمن کے عوض بائع کی رضامندی کے ساتھ ایک تھان دیا تو اگر شفعہ دعویٰ کرے گا تو اس کو شفعہ ہزار درہم کی عوض ملے گا نہ تھان کی عوض اس
 واسطے کہ ہزار درہم کی عوض تھان دینا دوسرا عقد ہے اور گھر کی عوض تو وہی ہزار درہم کا ثمن ہے دہذہ حیلہ تلجیر شریک والجار لکنہا تفرق للبايع اذ یزید کل الثمن اذا
 المنزل اور یہ حیلہ شریک اور ہزار دونوں کو عام ہے لیکن بائع کو مضرب ہے اس واسطے کہ بائع کو تمام ثمن دینا لازم ہوگا جب کہ منزل بیع غیر کی ملک ثابت ہوگی فالاولیٰ
 بیع درہم الثمن بدینا لیسطل الصرف اذا اتفق تو بیع درہم ثمن کا ایک دینار سے بہتر ہے تاکہ یہ عقد صرف باطل ہو جائے جب کہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہو مگر ثمن کے درہم
 مثلاً سو تھے مشتری کے ذمہ پر پھر بائع نے سو درہم کو ایک دینار سے مثلاً بیچا پھر جب کہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہوگا تو یہ عقد صرف فاسد ہوگی اس واسطے کہ اب غایہ
 ہو گیا کہ مشتری کے ذمہ پر کچھ نہ تھا تو جو مشتری نے دیا وہی بائع کو پھر دینا پڑے گا یعنی دینا کذا فی الطحاوی وحیلہ آخری احسن واسئل وہی المتعارفۃ فی الامصار زکا
 بقولہ وکن الا شری بدرانہم معلومۃ بوزن او اشارۃ مع قبضۃ فلوس اشیر الیہا وجہل قدرہا وضعی فلوس بعد القبض فی المجلس ان جہالۃ الثمن تمنع
 الشفعۃ در رقلت دحوہ فی المضرات ادا یک دو سراجیلہ بہتر اور سہل تر سب حیل مذکورہ سے اور وہی مشہور ہے شہروں میں اس کو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا ہے
 اور اسی طرح شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اگر مشتری نے درہم معلومہ سے خواہ تعین درہم کا وزن سے ہو خواہ اشارہ سے خرید کیا اور ان کے ساتھ مٹھی بھر فلوس بھی دیے جن کی
 طرف اشارہ کر دیا گیا اور ان کی مقدار مجہول رہی اور فلوس بائع نے تلف کر دیے بعد قبض کے مجلس کے اندر اس واسطے کہ جہالت ثمن شفعہ کی مانع ہے کذا فی الدرر
 میں کتابوں اور اسی کے مانند مضمرات میں ہے مگر جب فلوس مشار الیہ پر بائع کا قبضہ ہوا تو ثمن عقد کے وقت معلوم اور تعین ٹھہر لہذا بیع صحیح ہوگئی اور فلوس تلف ہو جا
 کے بعد جہالت مقدار سے شفعہ کے وقت ثمن مجہول ہو گیا معلوم نہیں کہ فلوس مذکورہ کتنے تھے اور جہالت ثمن شفعہ کے وقت ثبوت شفعہ کی مانع ہے طحاوی نے کہا

فی المجلس کی قید نہ منع الغفار میں مذکور ہے نہ در میں اور اس کا تعلق نہ ضائع ہونے فلوس سے ظاہر ہوتا ہے قفس سے اس واسطے کہ ملازم وقف مقدر ہے اور یہ برابر ہے خواہ مجلس میں ہو خواہ بعد مجلس کے یعنی ان شفع لوقال انا علم قیمة الفلوس وہی کذلک یاخذ بالدرہم قیمتہا کالواشتری دارا بعض اوقات الشفع اخذ البقیۃ کامر قال المصنف ثم نقل عن مقطعات الظہیرۃ بالوافقة قلت ووافقة فی تہذیب البھار وافرہ شیخنا لکن تعقبہ ابنہ فی زواہر الجواہر بانہ مخالف للاول دانی المتون والشرع مقدم علی الفتاوی کامر مرارۃ انتہی اور اللق بقولہ دفعہ یہ ہے کہ اگر شفع کے کہ میں فلوس کی قیمت جانتا ہوں اور وہ فلوس اتنے تھے تو شفع دے درہم سے اور فلوس کی قیمت سے چنانچہ اگر مشتری گھر خرید کرے متاع یا متاع سے تو شفع کو گھر کا لینا متاع یا متاع کی قیمت سے جائز ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یہ کہا ہے مصنف نے شرح میں پھر مصنف نے مقطعات ظہیر سے وہ روایت نقل کی جو قول مذکور کے موافق ہے میں کہتا ہوں اور اسی کے موافق کہا ہے تہذیب البھار عاشرہ اشباہ میں اور ہمارے استاد نے قول کو ثابت رکھا لیکن اس قول پر مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اعتراض کیا ہے زواہر الجواہر عاشرہ اشباہ میں اس طرح کہ یہ قول مخالف ہے قول اول کے جو متن میں مذکور ہے اور جو متون اور شروع میں ہے وہ فتاویٰ پر مقدم ہے چنانچہ یہ قاعدہ چند بار مذکور ہو چکا انتہی مانی زواہر الجواہر متون اور شروع میں جو مذکور ہے وہ اس کا مفید ہے کہ شفع کا قول قیمت فلوس اور تعین مقدار میں مقبول نہ ہوگا اس واسطے کہ اگر مقبول ہو تو اس جیلہ مذکورہ کا کچھ فائدہ نہ رہے مگر عجب کہ شفع ساکت رہے کذا فی الخطا دی و قد نہ ازلا شفع فیما یبع فاسدا ولو بد القبح لاحتمال الفسخ ثم اذا سقط الفسخ بالبناؤ و نحوه وجبت والدائم اور ہم مقدم کر چکے ہیں کہ شفع نہیں اس میں جس کی بیع فاسد ہوئی اگرچہ قفس کے بعد ہو بسبب احتمال فسخ ہو جانے بیع فاسد کے ہاں جب کہ فسخ ساقط ہو جائے مشتری کی عمارت بنانے وغیرہ سے تو شفع واجب ہوگا والدائم تکرہ الحیلۃ لاسقاط الشفع بعد ثبوتها وفاقا لقولہ للشفع اشتہرہ منی ذکرہ البرازی کردہ ہے حیلہ کرنا اسقاط شفع کے واسطے بعد ثبوت ہو جانے شفع کے بالاتفاق چنانچہ مشتری کالوں کننا شفع سے کہ تو اس منزل کو مجھ سے خرید کر لے ذکر کیا ہے اس کو برازی نے م شفع ثابت ہوتا ہے بعد بیع کے پھر جب مشتری نے شفع سے کہا کہ مجھ سے خرید کر لے تو اگر وہ خرید کر ارادہ کرے گا تو شفع باطل ہوگا تو یہ اسقاط شفع کا حیلہ ہے ثبوت کے بعد سو یہ ابو یوسف اور محمد دونوں کے نزدیک مکروہ ہے واما الحیلۃ لرفع ثبوتہا ابتداء فعن ابی یوسف لا تکرہ وعند محمد تکرہ و فی قول ابی یوسف فی الشفع قیدہ فی المبرہۃ بما اذا کان الجا غیر محتاج الیہ واستحسہ محشی الاشباہ اور ابتداء سے دفع ثبوت شفع کا حیلہ کرنا یعنی تدبیر کرنا جس سے شفع ثابت نہ ہو سکے سو ابو یوسف نزدیک یہ مکروہ نہیں یعنی اس واسطے کہ وہ منع ہے حق واجب ہونے سے نہ اسقاط حق ثابت کا اور محمد کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور ابی یوسف کے قول کا فتویٰ ہے شفع میں سراجہ میں جواز حیلہ کی یہ قید لگا ہے جب کہ ہمسائے کو اس گھر کی حاجت نہ ہو اور محشی اشباہ نے اس کو خوب کہا ہے محشی اشباہ شرف الدین غزی نے تہذیب البھار میں کہا ہے کہ اس قول پر اعتماد کرنا چاہیے اس کے حسن اور خوبی کے سبب سے شرح وقایہ میں ہے کہ شفع تو دفع ضرر جوار کے واسطے مشروع ہوا ہے تو اگر مشتری ایسا شخص ہو کہ پڑبیوں کو اس سے ضرر ہو تو اسقاط شفع کا حیلہ کرنا حلال نہیں اور اگر مشتری نیک مرد ہو اور شفع منعت ہو جس کی ہمسائی پسند نہ ہو تو اسقاط شفع کا حیلہ کرنا حلال ہے والحدہ ہوا کراہت فی الزکوۃ ولج وایۃ السجۃ جوہرہ اور اس کے مخالف یعنی کراہت ہے حیلہ زکوۃ اور حج اور آیت سجدہ میں کذا فی الجوہرۃ منع زکوۃ کا یہ حیلہ ہے کہ جس مال میں زکوۃ واجب ہو وہ سال بھر کے گزرنے سے پہلے اپنے فرزند یا غیر کو بیہ کرے یا سال سے پہلے اس قدر خیرات کر دے جس سے نصاب پوری باقی نہ رہے شرح وقایہ میں کہا کہ یہ حیلہ نہایت قبیح ہے بخلی اختیار کرنا ہے اور فقیروں کا رزق قطع کرنا ہے اور وہ عدم اتفاق میں داخل ہونا ہے اور حج کا حیلہ یہ ہے کہ اتفاقی داخل موافقت کسی محل میں داخل ہو پھر کہ معظم میں ملا اہرام داخل ہوا اند یہ حیلہ اسقاط اہرام کا ہے نہ اسقاط حج کا اور آیت سجدہ کا یہ حیلہ کہ آیت سجدہ نہ پڑھے اور سابق اور لاحق کی آیتیں پڑھے لہٰذا جمیع میقات وہ مقام جہاں سے بدون اہرام کفاتی کو کہ کی طرف جانا اہرام ہے ۱۲ اہل تعجب میں بھی عبارت ہے مگر کتاب الحج میں اس کی صورت یوں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے مقام کی لیت سے جاوے جو میقات کے اندر اور عرام سے خارج ہو اور اس کا ارادہ کہ میں جائے گا نہ ہو مثلاً سجدہ میں جانا چاہے تو اس کو میقات پر اہرام کی کچھ نعمت نہیں جہ میں بلا اہرام چلا جاوے اور جب جہ میں پہنچ جاوے گا تو وہاں کے باشندوں کا حکم مبرا کرے گا یعنی اب کہ معظم میں بدون اہرام جا سکتا ہے ۱۲ اہل بکرا اسقاط حج کا حیلہ دی ہے جو زکوۃ میں گزرا یعنی اہل اہرام

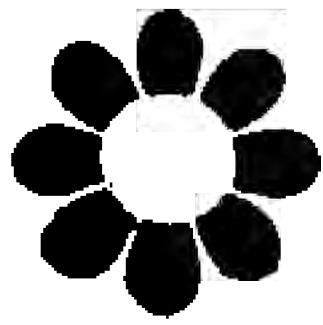
مختار اپنے اس مجموعہ کے لئے بہت کوشش کی ہے

دوب سجدہ کے خوف سے ولایت موجودہ فی کلام لا سقاط الحیلۃ بزانیۃ قال وطلبنا ما کثیرا فلم نجد ما اور کوئی میلہ موجود نہیں فقہ کے کلام میں جیلہ ساقط کرنے کے واسطے کذا فی البرزانیہ کہا بزانی نے اور ہم نے اس کو بہت تلاش کیا سو اس کو نہ پایا اذا اشتری جماعۃ عقارا والبائع واحد یتعد والاخذ بالشفعة یتعد للشفیع ان یاخذ نصیب بعضهم ویک البائی ولعکسہ وهو اذا تعدد البائع واتحد المشتری لا یتعد والاخذ بہا بل یاخذ کل او ترک لان فیہ تفریق الصفقة علی المشتری بخلاف الاول لقیام الشفیع مقام احدہم فلم تفرق الصفقة بل تفرق بین کونہ قبل القبض او بعدہ سہی بکل بعض ثمن او سہی بکل جملۃ لان العبرة لا تہتم بالصفقة لا اتحاد الثمن جب کہ ایک جماعت نے زمین مول لی اور بائع ایک ہے تو شفعا لینا متعدد ہوگا مشتری کے شمار کے موافق تو شفیع کو یہ جائز ہوگا کہ ایک مشتری کا حصہ لے اور باقی کو چھوڑ دے اور بالعکس اس کے یعنی جب کہ بائع کئی شخص ہوں اور مشتری ایک ہو تو شفعا لینا متعدد نہ ہوگا بلکہ شفیع یا سب بیع کو لے یا سب کو چھوڑ دے اس واسطے کہ اس میں مشتری پر تفریق عقد ہے بخلاف اول مسئلہ کے اس واسطے کہ وہاں شفیع قائم مقام ہے ایک مشتری کے تو عقد تفرق نہ ہوا اس میں کچھ فرق نہیں کہ شفعا لینا قبض کرنے سے پہلے ہو یا بعد اس کے ہر مشتری کے ثمن کا علیحدہ علیحدہ نام لیا گیا ہو یا تمام ثمن مجملاً مذکور ہو یا ہو اس واسطے کہ یہاں اتحاد عقد کا اعتبار ہے نہ اتحاد ثمن کا واعلم انہ لو طلب الحصة ثمنہ علی شفعة اور معلوم کر اس کو کہ اگر شفیع در صورت تعدد مشتری ایک حصہ کو طلب کرے تو باقی حصوں میں وہ اپنے شفیع پر قاسم ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ باقی کا شفیع باطل ہو گیا کذا فی در المنقذی ولو اشتری دارین او قریبتین ادھرین صفقۃ اخذہما شفیعہما معا اور کما لا لحد ہما ولو اخذہما بالشرق والاعری بالغرب شرح مجمع ویاتی اور اگر مشتری نے دو گھر یا دو گاؤں خرید کیے دو شہروں میں ایک عقد یعنی ایک ایجاب اور قبول سے تو ان دونوں گھروں کا شفیع ان کو ساتھ ہی لے یا دونوں چھوڑ دے اور یہ نہیں کہ ایک گھر کو لے اگرچہ ایک گھر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی شرح الجمع اور اس کا ذکر آگے آئے گا اور اگر شفیع ایک ہی گھر کا ہو نہ دوسرے کا اور بیع دونوں گھروں کی ایک ایجاب اور قبول سے ہوئی ہو تو شفیع کو شفعا لینا نہیں پہنچتا مگر اسی گھر کا جو اس پاس ہے اور ایسا کہ اسے محمد نے ان دونوں گھروں میں جو متصل ہوں اور شفیع ایک گھر کا ہمسایہ ہو اور حسن نے امام سے روایت کی کہ شفیع کو دونوں کا لینا درست ہے شفیع سے کفری نے کہا حسن کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ امام نے روایت سابقہ سے رجوع کیا ہے کذا فی العالمگیریۃ والمعتبر فی ہذا ای العدد والای والعاقۃ متعلق حقوق العقد بہ ودن المالک فلو وکل احد جماعۃ للشفیع اخذ نصیب بعضهم اور اس تعدد اور اتحاد عقد میں عائد معتبر ہے نہ مالک اس واسطے کہ حقوق عقد کے عائد کی طرف متعلق ہوتے ہیں نہ مالک کی طرف تو اگر ایک مالک نے ایک جماعت کو وکیل کیا یعنی خرید کا تو شفیع کو ایک وکیل کا حصہ لینا جائز ہے مگر یہ اس صورت میں ہے کہ ہر وکیل کو ایک ایک حصہ کی خرید میں وکیل کیا ہو اور اگر سب کو تمام کی خرید کا وکیل کیا تو شفیع نہیں مگر تمام میں کذا فی الطحاشری نصف دار غیر مقسوم فقام المشتری البائع اخذ نصیب المشتری الذی حصل لہ بالقسمة وان وقع فی غیر جانبہ علی الاصح اوصا گھر غیر مقسوم خرید کیا مشتری نے بائع سے ہاٹ لیا تو شفیع مشتری سے وہ حصہ لے جو اس کو حاصل ہوا قسمت سے اگرچہ وہ حصہ شفیع کی جانب میں نہ پڑا ہو بموجب اصح قول کے مگر اصح قدری کا قول ہے کہ شفیع وہی حصہ لے گا جو اس کی جانب میں واقع ہے نہ غیر جانب کا ولبیس لہ ای للشفیع نقضہا مطلقا سو اس قسم حکم رضی علی الاصح لہما من تمام القبض اور شفیع کو نقض قسمت مطلقا جائز نہیں خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا بائع کی ضمانت سے اس واسطے کہ قسمت قبض کی قاضی ہے یعنی دون قسمت کے مشترک چیز کا پورا قبض نہیں اور حالانکہ تمام قبض عقد کا حکم ہے حتیٰ لو قاسم شریک کان للشفیع القبض کا ذکرہ بقولہ بخلاف ما اذا باع احد الشریکین نصیب من دار مشترکۃ وقاسم المشتری الشریک الذی لم یبع حیث یکون للشفیع نقضہ کقض مبیعہ ویتعد اگر مشتری نے قسمت کر لی بان کے شریک سے تو شفیع کو نقض قسمت جائز ہے چنانچہ مصنف نے اس کو ذکر کیا اپنے اس قول سے برخلاف اس کے جب کہ دو شریکوں میں کہ ایک شریک نے اپنا حصہ بیع کیا مشترک گھر سے تو مشتری نے دوسرے اس شریک سے جس نے بیع نہیں کی قسمت کر لی کہ وہاں شفیع کو نقض قسمت جائز ہے جس طرح اس کی بیع اور بیع کا نقض جائز ہے یہاں بیع سے عدم نقض قسمت کی تعلیل پر یعنی اگر قسمت تمام قبض سے نہ ہو چنانچہ مثال مذکور میں ہے تو نقض قسمت درست ہے اس واسطے کہ عقد

اس شخص سے واقع ہوا جس سے قسمت کر لی تو یہاں قسمت تمام قبض سے نہ ہوئی جو عقد کا حکم ہے لہذا شفیع اس کو توڑ سکتا ہے کما لو اشتری انسان دارا و ہما شفیعان ثم جاء شفیع ثالث بعد ما اقتسما قبضاً او غیرہ فلا یشیع ان یشیع القسمة ضروریہ و ضروریہ العرفۃ لثنا شرح وہبانیہ چنانچہ اگر دو شخصوں نے گھر مول لیا اور وہ دونوں شفیع ہیں اس گھر کے پھر پھر شفیع آیا دونوں کی قسمت کر لینے کے بعد خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا سولے اس کے مثلاً رضامندی سے تو شفیع کو قسمت کا توڑ دینا جائز ہے نصف کی نہائی ہو جانے کی ضرورت سے کذا فی شرح وہبانیہ ہم یہ تعبیر ہے نصف قسمت کی صورت اس کی یہ ہے کہ ایک گھر کے تین پڑوسی ملحق ہیں مثلاً ان میں سے دو نے دھگر خرید کر کے بانٹ لیا نصف نصف پھر پھر پڑوسی نے شفیع طلب کیا قسمت مذکورہ متوفی ہوگی اس ضرورت سے کہ ہر شخص نہائی نہائی کا مستحق ہے اور دونوں مشتریوں میں سے ہر ایک کے پاس نصف نصف ہے اور نہائی نہیں رہ سکتا اختلاف الجار والمشری فی ملکیت الدار التي لیکن فیہا الشفیع الذی ہوا الجار فالقول للمشری لانه ینکر استحقاق الشفعة اختلاف کیا پڑوسی اور مشتری نے اس گھر کی ملکیت میں جس میں وہ شفیع رہتا ہے جو پڑوسی ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ وہ استحقاق شفیع کا منکبہ ہے وللجار تحلیفۃ ای تحلیف مشتری علی العلم عند ابی یوسف و یقنی اور پڑوسی کو مشتری کا قسم دینا اس کی دانست پر جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور اسی کا فتویٰ ہے م یعنی مشتری یوں قسم کھائے کہ واللہ یہ گھر میرے علم میں شفیع کا ملک نہیں علم پر اس واسطے قسم ہوئی کہ غیر کے فعل پر تحلیف ہے اور غیر کے فعل پر یقین قطعی نہیں ہوتا کیونکہ مشتری طلب الموثبۃ فانہ یحلف علی العلم جیسے کہ مشتری اگر طلب موثبہ کا منکر ہو تو اس سے علم پر قسم لی جائے گی یعنی اس واسطے کہ یہ بھی تحلیف ہے غیر کے فعل پر وان انکر مشتری طلب الاشهاد عند لقائہ حلف مشتری علی البتات لانه محیط بہ ما دون الاول حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے اپنی ملاقات کے وقت طلب اشہاد سے انکار کیا تو مشتری قسم کھائے قطع اور یقین پر اس واسطے کہ مشتری کا علم طلب اشہاد کو محیط ہے نہ طلب موثبہ کو کذا فی حاوی الزاہدی م اگرچہ طلب اشہاد بھی غیر کا یعنی شفیع کا فعل ہے لیکن چونکہ حالف کے سامنے کا فعل ہے لہذا قطعی قسم لازم ہوئی یہ اس وقت ہے جب کہ شفیع طلب اشہاد کا مدعی ہو اور گواہوں سے اس کو ثابت نہ کر سکے ولو برہنا فینبذ الشفیع الحق وقال ابو یوسف ینبذ مشتری اور اگر شفیع اور مشتری دونوں گواہ لادیں تو شفیع کے گواہ الحق اور منقاد ہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ مشتری کے گواہ مقدم ہیں فروع مسائل ملحقہ شارح کے باج مالی اجارۃ الغیر وہو شفیعہا فان اجاز البیع اتخذ بالشفعة والابطال الاجارۃ وان رد مالک نے وہ چیز بیع کی جو غیر کے اجارہ میں ہے اور حالانکہ مستاجر اس کا شفیع ہے سو اگر مستاجر نے بیع اس کی جائز رکھی تو اس کے گواہ بیع شفیع کے یعنی اور اجارہ باطل ہو جاوے گا اور اگر بیع جائز نہ رکھی تو اجارہ باطل ہوگا اگرچہ شفیع رو کر دے م یعنی عدم اجازت بیع کے ساتھ شفیع بھی طلب کیا تو اجارہ باطل ہوگا اس واسطے کہ طلب شفیع صحیح نہیں مگر بعد بطلان اجارہ کذا فی وہبانیہ ثری لطفہ والاب شفیع کہ الشفعة والوصی کا لاب قلت لکن فی شرح الجمع ما کالغۃ فتنہا بپ نے اپنے طفل غیر کے واسطے خرید کی اور حالانکہ باپ شفیع ہے تو اس کا شفیع ثابت ہے اور وصی باپ کے مانند ہے میں کہتا ہوں لیکن شرح جمع میں اس کے مخالف ہے سو ضرور در بنام شرح جمع میں یوں ہے کہ باپ کی قید اس واسطے لگائی کہ وصی شفیع نہیں لے سکتا اتفاقاً اس واسطے کہ شفیع لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور وصی کو نفیم کا مال خرید کر ناجائز نہیں اپنی ذات کے واسطے لو کانت دار الشفیع ملحقۃ ببعض البیع کان لا الشفعة فیما لا یستوفی فقط ولو فی تفریق الصفقة اگر شفیع کا گھر متصل ہو بعض بیع سے تو اس کا شفیع فقط اسی قدر میں ثابت ہوگا جو کہ متصل ہے اگرچہ اس میں تفریق صفقہ ہوتی ہو م صورت اس کی یہ ہے کہ دو گھر کی بیع ہوئی اور شفیع کا گھر ایک ہی گھر کے پاس ہے جارطابق وہ ہے کہ ہر ایک کی دیوار علیحدہ ہو اور دونوں دیواروں میں راہ نہ ہو مکان کی تنگی کے سبب سے یا کہ دونوں کے انفصال کے سبب سے کذا فی الطحاوی عن الاموی الابراہیم العام من الشفیع یطلبها قضاء مطلقاً لاویانہ ان لم یعلم ہا شفیع کی جانب سے ابراہیم عام کرنا شفیع کو باطل کر دیتا ہے قضاء ہر طرح سے اور ویانہ بطل نہیں اگر شفیع شفیع کو نہ جانتا ہو م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک گھر کا تو بائع یا مشتری نے کہا شفیع ہے کہ تو ہم کو بری الذمہ کر دے ہر خصوصیت سے جو تیری خصوصیت کہ ہماری جانب ہو سو اس نے ابراہیم عام کو دیا اور حالانکہ شفیع جانتا

نہیں ہے کہ ان کی جانب اس کا شفعہ واجب ہو ہے تو اس ابراہیم سے قاضی کے نزدیک اس کا شفعہ باطل ہوگا لیکن فیما بینہ و بین اللہ شفعہ باقی رہے گا اس واسطے کہ اگر وہ جاننا تو شفعہ نہ چھوڑتا تا وہ ہر الجواہر میں ہے کہ بہ محمد کے قول پر ہے اور ابو یوسف کے قول پر بروت من المجهول سے براءت ثابت ہو جاتی ہے قضاء بھی اور دینا بھی و علیہ الفتویٰ چنانچہ شرح منظومہ اور خلاصہ اور فرائد الفتاویٰ میں ہے کذا فی الطحاوی عن الجلی اذ اصبح المشتري البناء فجاء الشفع خیران شاہ طہاہ ما زاد الصبیح اذ ترک جب کہ مشتری نے عمارت میں رنگ آمیزی کی پھر شفعہ آیا تو وہ مختار ہے چاہے اس کو اتنا دے جس قدر اس کی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہو گئی اور چاہے شفعہ ترک کرے آخر الجار طلبہ لکون القاضی لایرا ہا مذکور شفعہ جار نے طلب شفعہ میں تاخیر کی اس واسطے کہ قاضی شفعہ جوار کا اعتقاد نہیں رکھتا تو وہ معذور ہے یہودی سمع بالیوم السبت فلم یطلب لم یکن عذر یہودی نے سینچر کے دن جمع سنی اور شفعہ طلب نہ کیا تو یہ عذر نہ ہوگا یہ تینوں مسئلے مکرر ہو گئے کہ سابق مذکور ہو چکے ہیں قلت یو خدمنا ان الیسودی اذا طلب خصم من القاضی احضاره یوم سبتہ فانہ یکلف الحضور ولا یكون سبتہ عذر اذی داقۃ الفتویٰ قال المصنف قلت وہی فی واقعات الحسامی میں کہتا ہوں یوم السبت کے عذر نہ ہونے سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ جب یہودی اپنے معا علیہ کا احضار چاہے قاضی سے اس کے یوم السبت میں تو قاضی اس کو حاضر کر دے اور اس کا یوم السبت عذر نہ ہوگا اور یہ مسئلہ فتویٰ طلب ہو چکا ہے کہ ہاے مصنف نے میں کہتا ہوں اور یہی مسئلہ واقعات حسامی میں مذکور ہے ادعی الشفع علی المشتري انه احتال لا باطلما یكلف دنی الوہبانیۃ خلافہ قلت و سنذکرہ لان ابن المصنف فی حاشیۃ الاشباہ ابیدہ ماہ مزید علیہ فلیحفظ شفعہ نے مشتری پر یہ دعویٰ کیا کہ مشتری نے شفعہ باطل کرنے کا حیلہ کیا ہے تو مشتری سے قسم لی جائے اس پر اور وہبانیہ میں اس کے مخالف عدم تکلیف مذکور ہے میں کہتا ہوں اور مقترب ہم وہبانیہ کا قول مذکور کرتے ہیں اس واسطے کہ مصنف کے فرزند نے اشباہ کے اپنے حاشیہ میں کلام وہبانیہ کی اس طرح تائید کی ہے کہ اس پر تائید زیادہ نہیں ہو سکتی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے خلاصہ تائید مذکور یہ ہے کہ قاضی خاں اور ولوالجی کے کلام مدلل سے مصرح ہے کہ مشتری پر قسم لازم نہیں تعلیق الباطل بالشرط جائز ابطال شفعہ کا تعلیق کرنا شرط سے جائز ہے صورت اس کی یہ ہے کہ شفعہ نے مشتری سے کہا کہ میں نے شفعہ قیرے واسطے مسلم رکھا اگر تو نے اپنی ذات کے واسطے خریدی ہو سو اگر مشتری نے کسی اور شخص کے واسطے خریدی تو اس کا شفعہ ثابت ہے کذا فی الطحاوی عن ذیۃ المفتی والمجتبیٰ لدعویٰ فی رقبۃ الدار و شفعۃ فیہا یقول ہذہ الدار دارتی وانا ادعیہا فان وصلت الی الدار علی شفعۃ فیہا ایک شخص کا دعویٰ ملک ہے گھر کے رقبہ میں اور شفعہ کا بھی اس میں دعویٰ ہے تو یوں دعویٰ کرے کہ یہ گھر میرا ہے اور میں اس کا دعویٰ کرتا ہوں سو اگر یہ گھر مجھ کو اپنی تو بہتر ہے اور اگر نہ اپنی تو میں اس میں اپنے شفعہ کے دعویٰ پر ہوں ہم یہ مسئلہ ظہیر یہ میں یوں مذکور ہے کہ اگر ایک گھر دوسرے کے پاس بکا اور صاحب خانہ اس کا شفعہ ہے اور اس کا زعم یہ ہے کہ خانہ بیع میرا ملک ہے سودہ ڈرتا ہے کہ اگر میں اس کی ملک کا دعویٰ کروں تو شفعہ باطل ہوتا ہے اور اگر شفعہ کا دعویٰ کروں تو ملک رقبہ کا دعویٰ باطل ہوتا ہے تو وہ شخص یوں دعویٰ کرے کہ یہ میرا گھر ہے اور میں اس کے رقبہ کا دعویٰ کرتا ہوں سو اگر وہ مجھ کو اپنی تو بہتر ہے اور نہیں تو میں اپنے شفعہ کے دعویٰ پر ہوں اس واسطے کہ یہ سب ایک کلام ہے تو طلب شفعہ سے سکوت ثابت نہ ہوگا کذا فی الطحاوی عن المحوی استولی الشفع علیہا بلا قضاء ان اعتماد علی قول عالم لایكون ظالما الاکان ظالما لا شفعہ نے غلبہ کر کے عمل کر لیا گھر پر بدون حکم قاضی کے تو اگر شفعہ نے کسی عالم کے قول پر اعتماد کیا ہے تو وہ ظالم نہ ہوگا اور نہیں تو وہ ظالم ٹھہرے گا شیخ مصالح بن مصنف نے کہا کہ مجھ کو اس مسئلہ میں اعتراض ہے اس واسطے کہ درود وغیرہ کتب فقہ میں یہ مصرح ہے کہ شفعہ کی ملک ثابت نہیں مگر تراوی یا قضاء قاضی سے پھر جب کہ بدون اس کے بجز و قول عالم کے اس نے استیلا کیا تو یہ استیلا ہوا غیر کی ملک پر تو یہ صریح ظلم ہے اور اگر مجر و استنقرار شفعہ کو اعتبار کیجیے تو وہ فقط گواہ کرنے سے موجود ہو جاتا ہے تو عالم کے قول کی بھی کچھ حاجت نہیں اور نہ تراوی اور قضاء قاضی کی جلی نے کہا جب ظلم ٹھہرے گا تو اس پر تعزیر ہوگی اشیاء علی عدد الرطوس العقل والشفعة واجرة القسام والطریق اذا اختلفوا فیہ הכל فی الاشباہ چند میز میں عدو اشخاص پر ہیں ایک تو دیت دوسرے شفعہ میسر سے قسمت کرنے والے کی اجرت چوتھے راہ جب کہ اس میں لوگ اختلاف کریں یہ سب مسائل مذکورہ

اشباہ میں ہیں م دیت کی صورت یہ ہے کہ اگر مقتول پایا گیا مکان مملوک میں تو اس کی دیت اس مکان کے سب مالکوں پر لازم ہوگی برابر خواہ کسی کی ملک
 لم ہو یا زیادہ اور شفعہ کی برابری خود مذکور ہو چکی اور اجرت تمام کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے زمین کی قسمت کر دی شریکوں میں تو اس کی اجرت امام کے
 نزدیک سب پر برابر ہے اگرچہ ایک کا حصہ قلیل ہو اور دوسرے کا کثیر اور صاحبین کے نزدیک اجرت بقدر ملک ہے اور راہ سے کو چھ غیر ناقدہ مرادت اس واسطے
 کہ شائع عام کسی کا مملوک نہیں اور طریق کے مانند گھر کا صحن ہے جب کہ اس باب میں اختلاف کریں اس واسطے کہ وہ لوگ چلنے اور دھنکرنے اور لکڑی
 چیرنے اور اسباب رکھنے میں سب برابر ہیں یعنی اگرچہ ایک شخص کا والاں طویل ہو اور دوسرے کی کوٹھڑی کوتاہ کذا فی حاشیۃ الاشباہ والابی المسعود لا شفعۃ لمرئۃ یا شفعۃ
 کا حق ثابت نہیں مرند کے واسطے کذا فی الخانیۃ صبیح لا ولی لا تبطل شفعۃ وان نصب القاضی قیما بطلبها جائز ہو برہ ایک رد کا شفعہ ہے جس کا کوئی والی نہیں تو
 اس کا شفعہ باطل نہ ہوگا اور اگر قاضی اس کی طرف سے کوئی کار پر داز قائم کرے اور وہ شفعہ دے کے واسطے طلب کرے تو جائز ہے کذا فی الجوہرۃ شری کر
 ولہ شفعۃ غائب فائز الا شبار فاکلہ المشتري ثم اتی الشفع و اخذہ ان الاشبار وقت القبض ثمرة سقط بقدرہ والا لاند لاصحة لمن ثمن جینز مؤمن زائد معزیا
 لواقعات الحسامی انکور کا باغ خرید کیا اور اس کا شفعہ غائب ہے سو درخت پھل لائے اور مشتری نے ان کو کھایا پھر شفعہ آیا اور اس نے وہ باغ پوری شفعہ
 لیا اگر درخت قبض مشتری کے وقت پھلے ہو تو بقدر قیمت پھلوں کے ثمن سے ساقط ہوگا اور اگر پھلے نہ ہوں گے قبض کے وقت تو ثمن سے کچھ ساقط ہوگا اس
 واسطے کہ پھل کا کچھ حصہ نہ تھا ثمن میں اس وقت کذا ذکرہ مؤمن زائد من واقعات الحسامی فی الوسیانیت سے یاخذ فیما یشتري لصغیرہ اب دومی للبلیغ
 یونہیہ اور وہ بیانہ میں ہے اور باپ شفعہ نے اس میں جو اس نے اپنے صغیر فرزند کے واسطے خرید کیا اور وہی محاسنت میں تاخیر کرے قیم کے بلوغ تک
 م اگرچہ خصوصیت میں تاخیر چاہیے لیکن وہی کو لازم ہے کہ طلب شفعہ کرے اور خرید کے دن گواہ کر رکھے چنانچہ خزائنہ المل میں ہے یعنی اس واسطے کہ تاخیر طلب
 سے شفعہ باطل نہ ہو جائے سے دلیس نہ تفریق دارین بیعتا ولویز جار فال تفرق اجدرہ اور شفعہ کو جائز نہیں تفریق کرنا ان دو گھروں کا جو ساتھ ہی بیچے
 اور وہ دونوں کا شفعہ ہے اور اگر شفعہ ہمسایہ نہیں دوسرے گھر کا تو تفریق لائق تر ہے تفریق اس واسطے کہ وہ تفریق صفقہ کے موجب ہے اور ایک گھر کا شفعہ
 ہے اور دوسرے کا نہیں تو تفریق جائز ہے چنانچہ سابق میں مذکور ہو چکا ہے و ما فر اسقاط التخیل مسقطا و تخلیفہ فی الشکر لا شک انکرہ اور ضرر نہیں کرنا
 اسقاط شفعہ کا جلد سے در انما لیکہ وہ قاصد ہے اسقاط کا یعنی کچھ مضائقہ نہیں تھا شفعہ ساقط کرنے میں جلد سے اور تخلیف اعد العاقین کی حالت لکھا
 میں بلا شک منکر اور محبوب ہے شرعاً یعنی اگر بائع یا مشتری انکار کریں کہ ہم نے اسقاط شفعہ کا ارادہ نہیں کیا تو شفعہ کو ان سے قسم لینا جائز نہیں کذا فی فتاوی
 قاضی خان والہ اعلم واستغفر اللہ العظیم



کتاب القسمة

یہ کتاب ہے قسمت کے بیان میں یعنی ساجے کی چیز بانٹنا مناسبتہ ان احد الشریکین اذا ادا لافراق باع فجب الشفعة او قسم قسمت کی مناسبت شفعہ سے یہ ہے کہ احد الشریکین جب افراق کا ارادہ کرے تو اپنا حصہ بیع کرے گا تو شفعہ واجب ہو گا یا قسمت کرے گا بدون بیع کے ہی نفع اسم لاقتسام کا لفظ و لا قسمت لغت میں اسم ہے اقتسام یعنی بانٹ لینے کا جیسے فذوق اسم ہے اقتداء کا و شرعا جمع نصیب شائع لہ فی مکان معین اور شرع میں قسمت عباد ہے ایک شخص کے حصہ شائع کے جمع کر دینے سے ایک معین مکان میں ہم مثلاً ایک گھر کے تین شریک ہیں تو ہر شخص کا حصہ ہر جگہ اس گھر میں شائع ہے بلا تعین پھر جب اس کے تین حصے ہو گئے تو ہر شخص کا حصہ خاص خاص مکان میں مجتمع ہو گیا اسی تعین حق شائع کا نام قسمت ہے و سببها طلب الشریکاء او بعضہم الا متفاد بلکہ علی وجہ الخصوص فلو لم یجد طلبہم لانفع القسمة او قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سبب شریکوں کا یا بعض کا اپنی ملک سے منفعت حاصل کرنے کے واسطے بردہ خصوص تو اگر شریکوں کی طلب نہ پائی جائے تو قسمت کرنا صحیح نہیں ہم مشترک چیز میں ہر شریک نفع لیتا ہے اپنے غیر کے حصہ سے تو طلب قسمت حاکم سے یہ سوال کرنا ہے کہ اس کو اپنے حصہ کے انتفاع سے خاص کر دے اور غیر کو اس کے انتفاع سے روک دے تو حاکم پر اس کی اجابت واجب ہے کذا فی الزلیس و کہنا ہوا الفعل الذی یحصل بہ الافراز والتعین بین الانصباء لکیل وفروع اور قسمت کا کن وہ فعل ہے جس سے جدائی اور تمیز حاصل ہو جائے حصوں کے درمیان چنانچہ یہاں نہ کرنا اور گز سے ناپنا ہم یعنی چنانچہ کیل چیز کو پیمانہ کرنا اور وزنی چیز کو تولنا اور عددی چیز کو شمار کرنا اور وزنی چیز کو گز سے ناپنا یہ رکن ہے قسمت کا کہ بدون اس کے قسمت کا وجود نہیں و شرطها عدم فوت المنفعة بالقسمة و لذلک لا یقسم حائط و حمام اور شرط قسمت کی یہ ہے کہ مشترک چیز کی منفعت فوت نہ ہو جاوے بانٹنے سے اور اسی واسطے قسمت نہیں کی جاتی دیوار اور حمام اور مانند اس کے ہم عدم فوت منفعت یہ شرط ہے زبردستی قسمت کی اس واسطے کہ قسمت سے غرض مقصود و تو فیہ منفعت ہے پھر جب منفعت ہی نہ رہی تو حاکم قسمت پر جبر نہیں کر سکتا ایک شریک کے طلب سے ہاں اگر سب شریک طلب کریں تو قسمت صحیح ہے چنانچہ آگے مذکور ہو گا و حکمها تعین نصیب کل من الشراک علی حدہ اور حکم یعنی قسمت کا اثر مرتب معین کر دینا ہے ہر شریک کے حصہ کا علیہ علیہ و تشتمل مطلقاً علی معنی الافراز و مواخذ عین حق و علی معنی المبالوۃ وہی اخذ عوض حقہ اور مطلقاً یعنی مثل اور قیمتی دونوں میں قسمت شامل ہے معنی افراز اور معنی مبالوۃ پر افراز سے مراد لینا ہے اپنے حق کا بعینہ اور مبالوۃ سے مراد بدلہ لینا ہے اپنے حق کا ہم بیان اشتمال یہ ہے کہ جو حصہ ہر شریک لیتا ہے اس کے اجزاء میں ہر جزو شامل ہے نصفین کو ایک نصف تو اسی شریک کا ہے تو اس کا لینا افراز ہوا یعنی اپنا حق بعینہ پایا اور دوسرا نصف اس کے شریک کا تھا اس کو لیا اس کے عوض جو اس کے حصہ میں سے شریک ثانی کے قبضہ میں ہے تو اس کا لینا بھی مبالوۃ ظہر اذ فی الشمنی والافراز ہوا غالب فی الشلی و مانی حکمہ کا لحدوی المتقارب فان معنی الافراز غالب نہیہ ایضا ابن کمال عن الکافی اور افراز یعنی اپنا حق بعینہ لینا غالب ہے مثلی چیز اور جو مثل کے حکم میں ہے چنانچہ عددی متقارب جیسے یضہ اور جو اس واسطے کہ افراز کے معنی اس میں بھی مثل کے مانند غالب ہیں ایسا نقل کیا ہے ابن کمال نے کافی سے ہم مثلی میں معنی افراز اس واسطے غالب ہیں کہ اس کی الباعض اور افراز میں تفاوت نہیں اس واسطے کہ مثلاً گیموں اور جو میں سے جو ایک شریک لیتا ہے وہ اس کی مثل ہے

ظاہر اور باطن میں جو دو سر شریک لیتا ہے تو اس کو بعینہ اس کا قرار دینا ممکن ہے والمباذلة غالبۃ فی غیرہ اسی غیر المثل ہو القسمة اور مباذلة غالب ہے مثل کے سوا یعنی قسمی میں ہم قیمت وال چیز چنانچہ حیوانات اور اسباب اور زمین میں اس واسطے مباذلة غالب ہو کہ ان میں بہت تفاوت ہوتا ہے چنانچہ ایک گھوڑا سو درم کا اور دو سر ہزار درم کا تو اس کو عین حق قرار دینا ممکن نہیں ہے کیوں کہ دونوں حصوں میں بالیقین معاوہ اور مساوات ثابت نہیں اذالقرہذا الاصل فیماخذ الشریک حصۃ لغیبتہ صاحبہ فی الاول اسی المثل لعدم التفاوت لا الثانی اسی القسمة لتفاوتہ جب کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا کہ مثل میں افراد غالب ہے اور قسمی میں مباذلة تو شریک اپنا حصہ لے اپنے سامنے شریک کے غائب ہونے سے اول میں یعنی مثل میں عدم تفاوت افراد کے سبب سے نہ حصہ لے اس کی غیبت سے ثانی میں یعنی قسمی میں اس کے تفاوت افراد کے سبب سے فی الثانیہ یکیل اور موزون بین حاضر و غائب او بالغ او صغیر فانذا الی اخرہ

البالغ نصیبہ نقدت القسمة ان سلم حظ الآخین والالاغانیۃ یعنی فتاویٰ قاضی خان میں کیلی یاد دہانی پر مشترک ہے درمیان حاضر اور غالب کے پار و میان باغ اور صغیر کے سو شریک حاضر یا شریک بالغ نے اپنا حصہ لیا تو قسمت نافذ ہوگی اگر دونوں شریکوں کا حصہ تسلیم کر دیا اور کسی کی قیمت نافذ نہ ہوگی اور اگر باقی تلف ہوگی غائب یا صغیر کے وصول سے پہلے تو دونوں کا نقصان ہوگا یعنی غائب اور حاضر کا یا بالغ اور صغیر کا نہ فقط غائب اور صغیر کا کبصرۃ بین و ہقان و ذاع

امرو الدہقان بقسمة ان ذہب بما افرزہ الدہقان اولاً فہلاک الباقی علیہما وان بحظ نفسه اولاً فالملک علی الدہقان خاصۃ کذا قالہ بعض الشارح انتہی منہ چنانچہ اناج کا ڈھیر مشترک ہے درمیان زمیندار اور مزارع کے زمیندار نے مزارع کو اس کے بانٹنے کا امر کیا تو اگر مزارع وہ اناج جس کو زمیندار کے واسطے جدا کیا تھا زمیندار کی طرف لے گیا پہلے تو باقی اناج کا تلف ہو جائے تو دونوں پر پڑے گا اور اگر مزارع پہلے اپنا حصہ لے گیا تو باقی کی ہلاکی فقط زمیندار پر پڑے گی یہ کہہ رہے بعض شارح نے انتہی کلام قاضی خان مخصوص عالمگیری میں یہ مسئلہ ذخیرہ سے یوں منقول ہے کہ قاعدہ کلیہ قسمت یکیل اور موزون میں یہ ہے کہ جب ایک شریک کا حصہ ہلاک ہو گیا قبل قبض تو قسمت منقوض ہوگی اور ویسا حال ہو جائیگا جیسا کہ قسمت سے پہلے تھا اور اگر اس کا حصہ تلف ہو گیا جس نے خود کیل اور وزن کیا نہ دوسرے کا حصہ تو قسمت برقرار ہے اسی قاعدہ سے ہم نے یہ کہا کہ اگر زمیندار مزارع سے کہے کہ غلہ بانٹ اور میرا حصہ اپنے حصہ سے جدا کر سوا اس نے ایسا ہی کیا تو اگر زمیندار کا حصہ قبل از قبض ہلاک ہو گیا تو قسمت منقوض ہے اور زمیندار مزارع کے حصہ سے نصف لے گا اس واسطے کہ زمیندار وار کا حصہ قبل از قبض تلف ہو گیا اور اگر مزارع کا حصہ تلف ہو گیا تو قسمت برقرار ہے انتہی اور جو شارح نے قاضی خان سے نقل کیا وہ اس کے مخالف ہے اور ظاہر برکات عالمگیری کے ذخیرہ سے محتمل علیہ ہے ولہذا قاضی خان نے اس فعل کو بعض شارح کی طرف نسبت کیا ہے تو یہ وجود اختلاف پر دلیل ظاہر ہے کذا فی الطحاوی وان اجبر علیہما اسی علی قسمۃ غیر المثل فی متحد الجنس منہ فقط سو ہی رقیق غیر ملخ عن طلب الخصم فجر لما فیہما من معنی الافراد ایک شریک دوسرے شریک کی غیبت میں اپنا حصہ نہیں لیتا قسمی میں اگرچہ غیر مثل کی قسمت پر جبر کیا جاتا ہے فقط متحد الجنس میں ماسوائے اس سلام کے جو غنیمت کا نہیں جب کہ خصم قسمت طلب کرے تو قسمی میں جبر اس واسطے ہے کہ اس میں معنی افراد ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدمہ کا کہ مباذلة غالب ہے غیر مثل میں باوجودیکہ متحد الجنس غیر مثل میں قسمت پر جبر کیا جاتا ہے حالانکہ مباذلة میں جبر جاری نہیں خلاصہ جواب یہ ہے کہ جبر علی القسمة باعتبار معنی افراد کے ہے کہ اس میں تکمیل منفعۃ ہما متحد الجنس میں مقاصد متقارب ہیں تو جبر اس پر جاری ہونا ضروری ہے ہوا اس واسطے کہ طالب قسمت چاہتا ہے کہ میرا اتفاق میرے حصہ سے مخصوص ہو جاوے اور اس کی ملک میں غیر کا تصرف نہ رہے اور دوسرا جواب شارح اور دیتا ہے علی ان المباذلة قد بحر فیہا الجبر عند تعلق حق الخیر فی الشفعة و بیع ملک المدیون لو فاد وینہ اس کے علاوہ یہ ہے کہ مباذلة میں گاہے جبر جاری ہوتا ہے حتیٰ غیر کے مقدمہ ہونے کے نزدیک چنانچہ متفقہ میں اور مدیون کی ملک نہ ہونے میں اس کے دین کے ادا کرنے کے واسطے وینصب قاسم برزق من بیت المال للقیوم بلا اذنہ اجر منہم و ہواحب و ما فی بعض النسخ واجب غلط اور مقرر کیا جاوے ایک قاسم جس کو روزی دی جائے بیت المال سے تو وہ قسمت کر دیا کرے

بدون لینا جرت کے شرکیوں اور وہ یعنی تقسیم بلا اجرت مستحب ہے اور یہ جو بعض نسخہ مد المتار میں ہے کہ تقسیم بلا اجرت واجب ہے سو غلط ہے وان نصب ہاجر المثل صح لانہا لیس بقضاء حقیقۃ فجازلہ اخذ الاجرة علیہا وان لم یجر علی القضاء ذکرہ اخی زامہ اور اگر قسمت کرنے والا اجرت مثل پر مقرر کیا جائے تو صحیح ہے اس لیے کہ قسمت کرنا حقیقت میں قضا نہیں تو قاسم کو اجرت لینا قسمت کرنے پر جائز ہے اگرچہ قضا پر اجرت لینا درست نہیں کذا ذکرہ اخی زامہ ہم اور اگر قاضی خود قسمت کرے تو اجرت لینے میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ جائز نہیں کذا فی الخرو و علی وعدہ الرؤس مطلقا لا الانصبا و خلانا لہما اور وہ یعنی اجر مثل شرکیوں کی شمار پر ہے مطلقا یعنی خواہ سب شریک طالب قسمت ہوں یا بعض نہ حصوں پر بخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک اجرت مثل حصوں کے موافق ہے تو زیادہ حصہ والا زیادہ اجرت دے اور کم حصہ والا کم دے قیدنا بالقاسم لان اجرة الکیال والواندن بقدر الانصبا و اجماعا و کذا سائر المؤمن کا جرة الراعی والحمل والحفظ وغیرہ شرح مجمع زوافی الملتقی ان لم یکن للقسمة والکیال لہا فعلی الخلاف لکن ذکرہ فی الہدایۃ بلفظ قلیل و تمامہ فیما علقہ علیہ اختلاف اجرت میں ہم نے قاسم کی قید لگائی اس واسطے کہ کیل کرنے والے اور وزن کرنے والے کی اجرت بقدر حصوں کے ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسی طرح باقی مصارف شرکت میں اجرت بقدر حصوں کے ہے جیسے چرانے والے کی اجرت اور بار برداری کی اجرت اور حفاظت کی اجرت وغیرہ کذا فی شرح المجمع ملتقی میں اتنی قید زیادہ لگائی ہے کہ اجرت بقدر حصہ اس وقت ہے جب کہ وہ چیز قسمت کے واسطے نہ ہو اس طرح کہ دو شرکیوں نے کیل یا موزوں خرید کیا اور ایک آدمی سے اس کے کیل یا وزن کا امر کیا تا اس کی مقدار معلوم ہو تو اس کی اجرت بقدر سهام ہوگی کذا فی درر الملتقی اور اگر وہ چیز قسمت کے واسطے نہ ہو تو اس میں وہی خلاف ہے امام اور صاحبین کا لیکن ہدایہ میں اس قید کو بلفظ قلیل جو ضعف پر دلالت کرتا ہے ذکر کیا ہے اور پورا اس کا بیان ملتقی کی ہماری شرح میں ہے والقاسم یجب کو نہ عدلا امین عالما بہما اور واجب ہے ہونا قاسم کا مستقی اور امانت دار اور قسمت کا واقف کار ہم تو فاسق اور خائن اور اس جاہل کا قسمت کرنا جائز نہیں جو قسمت کرنا نہیں جانتا ہے اگرچہ وہ مولوی ہو ولا یتعین واحد لہما لکلا یتکلم بالزیادۃ اور ایک شخص قسمت کرنے کے واسطے متعین نہ کیا جاوے تاکہ وہ زیادت اجرت مثل پر حکم نہ کرے ولا یشترک القسام خوف تو اطمینان اور قسمت کرنے والے لوگ باہم شرکت نہ کر لیں ان کے اتفاق کے خوف سے ہم یعنی اگر ان میں اشتراک ہو گا تو اس کا خوف ہے کہ اتفاق کر کے ہوتا گراں کر دیں تو اس میں لوگوں کا ضرر ہوگا طحاوی نے کہا قسام صحیح ہے قاسم کی وصحت برضی الشراک والا اذا کان فیہم صغیر او مجنون لا نائب عنہ او غائب لا وکیل عنہ لعدم لزومہما حیث لا باجاءة القاضی او الغائب او العصبی اذا بلغ اولیہ بذل وورثۃ ولو شرکا بطلت نیۃ الملتقی وغیرہ اور قسمت صحیح ہے سب شرکیوں کی رضامندی سے مگر جب کہ ان میں کوئی شریک صغیر یا مجنون ہو جس کی طرف سے کوئی نائب نہیں ہے یا کوئی شریک غائب ہے جس کی طرف سے کوئی وکیل نہیں قسمت مذکورہ صحیح نہ ہوگی اس کے نہ لازم ہونے کے سبب سے اس وقت میں مگر قاضی یا غائب یا صغیر کی اجازت ہے جب کہ وہ بالغ ہو جائے یا اس کے ولی کی اجازت سے قسمت صحیح ہوگی یہ یعنی قسمت کی صحت کا موقوف ہونا اشخاص مذکورین کی اجازت پر اس وقت ہے جب کہ شرکا وارث ہوں اور اگر شریک ہوں یعنی کسی چیز کے خرید کرنے سے ان میں شرکت حاصل ہوئی ہو تو قسمت باطل ہے کذا فی ملیۃ المفتی وغیرہ ہم طحاوی میں عالمگیری سے یوں منقول ہے اور اگر شریک مشتری ہوں تو قسمت نہ ہوگی ایک شریک کے غائب ہونے سے تا حضور غائب اگرچہ شرکا حاضرین گواہ لاویں خریداری پر قسم نقل یدعون ارثہ بلینیم او ملکہ مطلقا و شرہ صد الشریۃ فلا فرق فی النقل بین شرکاء وارث و ملک مطلق اور قسمت کیا جائے وہ مال منقول جس کی میراث کا بیجا بلینیم شرکا دعویٰ کرتے ہیں یا اس کی ملک مطلق کا دعویٰ کرتے ہیں یا اس کی خریداری کا دعویٰ کرتے ہیں کذا فی شرح الوقایۃ لصد الشریۃ تو کچھ فرق نہیں نقل یعنی مال منقول میں درمیان خریدار اور میراث اور ملک مطلق کے ہم منقول کی قسمت بلا مزید تحقیق اس واسطے جائز ہوئی کہ منقول معرض تلف میں ہے تو قسمت میں اس کا حفظ ہے اور حق دار کا حق پہنچتا ہے اور قبضہ دلیل ہے ملک کی اور اقرار دلیل ہے

صدق کی اور کوئی ان کے ساتھ منازع نہیں قلت ومن النقل البت والاشجار حیث لم تبدل المنفعة بالقسمة وان تبدلت فلا جبر قالہ شیخنا میں کہتا ہوں اور منجملہ مال منقول عمارت اور اشجار ہیں جہاں منفعت بتدل نہ ہو قسمت کرنے سے اور اگر منفعت بدل جاتی ہو قسمت سے تو وہاں قسمت پر جبر نہیں یہ کہا ہے ہمارے استاد نے وعقار یدعون شہادہ اولکہ مطلقاً اور قسمت کی جائے وہ مال منقول جس کی خرید کا یا اس کی ملک مطلق کا شریک کا دوہا کرتے ہیں فان ادعوا نہ میراث ثمن زید لا یقسم حتی یرینوا علی موتہ وعدہ وورثتہ پھر اگر شریک دعویٰ کریں کہ غیر منقول میراث ہے زید سے تو اس کی قسمت نہ کی جائے یہاں تک کہ گواہ لاویں زید کی موت پر اور اس کے وارثوں کے شمار پر وقال یقسم باعتبار فہم کما فی الصور ان خرا اور صاحبین نے کہا کہ غیر منقول کی بھی تقسیم کی جائے گی محض ان کے اقرار سے چنانچہ اور صورتوں میں قسمت ہوتی ہے یعنی خرید اور ملک مطلق کی صورت میں ولان برہنا ان العقار معہما حتی یرینا انہ لہما اتفاقا فی الاصح لانہ یحتمل انہ معہما باجازۃ او اعادة فتكون قسمة حفظ والعقار محفوظا بنفسہ اور قسمت نہ ہوگی اگر دو شخصوں نے دعویٰ کیا کہ غیر منقول ان کے ساتھ ہے یعنی ان کے قبضہ میں ہے یہاں تک کہ گواہ لاویں اس پر کہ غیر منقول انہیں دونوں کا مملوک ہے باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح میں اس لیے کہ احتمال رکھتا ہے کہ غیر منقول ان کے قبضہ میں بطریق اجارہ یا عاریت کے ہو تو اس صورت میں قسمت حفا کی ٹھہرے گی اور حالاں کہ غیر منقول بذات خود محفوظ ہے ولو برہنا علی الموت وعدہ وورثتہ وہو امی العقار قلت قال شیخنا وکذا المنقول بالاول وفہم صغیر او غائب قسم بنہم ونصب قالہن لہما نظر للغائب والصغیر اور اگر گواہ لائے مورث کی موت پر اور وارثوں کی شمار پر اور وہ یعنی عقار غیر منقول ان کے قبضہ میں ہے اور وارثوں میں صغیر حاضر ہے یا ایک وارث کبیر غائب ہے تو ورثہ حاضرین میں قسمت کی جائے اور صغیر کے واسطے ایک شخص ان کے حصہ کا قبضہ کرنے والا مقرر کیا جائے تاکہ ان کی حق تلفی نہ ہو ولا بد من النبیۃ علی اصل المیراث عندہ ایضا خلا فالہما کما مر اور ضرور ہے شہادت سے اصل میراث پر بھی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین چنانچہ مذکور ہو چکا ہم اصل میراث کی گواہی یہ کہ یہ گھر ان کی میراث ہے ان کے باپ کی جانب سے مثلاً کذا فی الطوطا وی فان برہن وارث واحد لا یقسم اذ لا بد من حضور شہین ولو احدهما صغیر او موصی لہ اور ایک وارث اگر موت اور عدد عدتہ پر گواہ لائے تو قسمت نہ ہوگی اس واسطے کہ دو وارثوں کا حاضر ہونا ضروری ہے اگرچہ ان میں سے ایک صغیر ہو یا موصی لہ او کالوا امی الشراک مشترکین امی شراک ربیع الارث وغائب احدہم لان فی الشراک اذا ابلح الی حاضر معہما من الغائب بخلاف الارث یا شریک خریدار ہوں یعنی شریک ہوں بدون میراث کے اور ایک شریک ان میں سے غائب ہو تو قسمت نہ ہوگی اس واسطے کہ خریداری کی شرکت میں شریک حاضر شریک غائب کی طرف سے خصم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا برخلاف میراث کے کہ اس میں ایک وارث اور وارثوں کی طرف سے خصم ہو سکتا ہے او کان فی صوۃ ارث العقار او بعینہ مع الورث الطفل او الغائب او کان شیئ منہ لا یقسم للزوم الفقہاء علی الطفل او الغائب بلا خصم حاضر عنہما یا کہ عقار یا بعض عقار کی میراث کی صورتوں میں وارث صغیر یا غائب وارث کے قبضہ میں ہو یا عقار سے کچھ ہو تو اس کی قسمت نہ ہوگی بسبب لازم ہونے قضا کے صغیر یا غائب پر بدون حاضر ہونے خصم کے دونوں کی طرف سے ہم صغیر کی مانند اس کی ماں ہے اور غائب کے مانند اس کا مودع ہے علی نے کہا شارح کا قول او بعینہ مکرر ہوگی متن کے اس قول کے ساتھ وشیئ منہ وقسم المال المشترك بطلب احدہم ان اتفخ کل بخصۃ بعد القسمة اذ مال مشترک قسمت کیا جائے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے حصہ سے نفع حاصل کر سکے قسمت کے بعد و بطلب ذی الکثیر ان لم ینتفع الا بآخر لقل حصہ اور زیادہ حصہ والے کی طلب سے قسمت کی جائے اگر دوسرے شریک کو نفع حاصل نہ ہو قلت حصہ کے سبب سے ہم یعنی اگر ایک شریک کو نفع حاصل ہوتا ہو کثرت حصوں کے سبب سے اور دوسرے کو ضرر ہوتا ہو قلت حصہ کے سبب سے تو اگر صاحب کثرت قسمت طلب کرے تو قسمت ہوگی اور اگر صاحب قلت طلب کرے تو قسمت نہ ہوگی یہ خصاف نے ذکر کیا ہے کافی میں کہ یہ قول اصح ہے اور بخیرہ میں ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے

کذا فی الدرر فی الثانیۃ یقسم بطلب کل وعلیہ الفتویٰ لکن المتون علی الاول فعلیہا للمعول اور غایہ میں ہے کہ مال مشترک قسمت کیا جائے صاحب قلیل اور صاحب کثیر ہر ایک کی طلب سے اور اسی پر فتویٰ ہے لیکن متون فقہ قول اول پر شامل ہیں یعنی عدم قسمت پر صاحب قلیل کی طلب سے تو متون ہی کی روایت تباہ افتاد کے ہیں وان تضرر الكل لم یقسم الا برضاہم لئلا یعودل موضوعہ بالنقض اور اگر قسمت سے سب شرکیوں کو ضرر ہوتا ہے تو قسمت نہ ہوگی مگر سب شرکیوں کی رضامندی سے تاکہ قسمت عود نہ کرے اپنے موضوع پر منقوض ہو کہ ہم لینی موضوع قسمت یہ تھا کہ ہر شریک نفع پادے اپنی خاص ملک سے سو یہ ان مفتو و بے کذا فی البی ماں اگر سب راضی ہوں تو قسمت درست ہے کہ حق ان کا ہے اور وہ اپنی حاجت سے زیادہ ترواقت ہیں لیکن قاضی اس کا مبشر نہ ہوا اگرچہ وہ طلب کریں اور نہ اس کو منع کرے کذا فی الزلیعی فی المبتنی حالات لہما لیمان فیہ طلب احدہما القسمة ان امکن لکل ان یعمل فیہ بعد القسمة ما کان یعمل فیہ قبلہا قسم والا لا یجتبیٰ میں ہے کہ ایک دکان ہے شرکیوں کی جس میں وہ اپنا کام کرتے ہیں سوا ایک شریک نے قسمت طلب کی اور دوسرا شریک نہیں ماننا ہے تو اگر ایسا ممکن ہو کہ ہر ایک اس میں کام کرے قسمت کے بعد جیسا کام کہ قسمت سے پہلے کرتا تھا تو قسمت کی جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو قسمت نہ کی جائے قسم عروض اتحاد جنسہا لا الجنسان بعضہما فی بعض لوقوعہما معا و ضة لا یتزانی فی التراضی دون جبر القاضی اور قسمت کی جائے ان عروض اور اسباب کی جن کی جنس متحد ہے نہ قسمت کی جادیں دو جنسیں اس طرح کہ بعض جنس بعض شریک کو دے جائے بسبب واقع ہونے قسمت کے معاوضہ ہو کہ نہ تمیز ہو کہ تواضع جنس پر تراضی شرکاء پر اعتماد کیا جائے نہ قاضی کے جبر کرنے پر ہم یعنی اگر متاع اور اسباب ایک جنس ہے چنانچہ مکمل یا مزدون یا عددی متقارب یا چاندی سونا تو اس میں ایک شریک کی طلب سے قاضی جبر کرے گا قسمت پر اس طرح کہ کچھ اس شریک کو دے گا اور کچھ دوسرے کو اس واسطے کہ مقصود دونوں میں برابر ہے تو قسمت تمیز واقع ہوئی لہذا قاضی کو اس میں جبر کا اختیار ہو گا ورنہ جس سے کہ جنسین کی قیمت میں ادخال بعض کا بعض میں اس طرح صحیح نہیں کہ ایک شریک کو اونٹ دیجئے اور دوسرے کو دو بکریاں مثلاً اس جنس کو دوسری جنس سے مقابلہ کر کے اس واسطے کہ دونوں جنسوں میں اختلاط اور اتما نہیں تو یہاں قسمت تمیز واقع نہ ہوئی بلکہ معاوضہ ہو گئی تو یہاں تراضی پر اعتماد ہو گا نہ قاضی کے جبر پر اس واسطے کہ قاضی کو جبر کا وہاں اختیار ہے جہاں قسمت یعنی تمیز ہو نہ یعنی معاوضہ انتہی ولا الرقیق و حدہ لغش التفاوت فی الادوی اور نہ قسمت کیا جائے فقط مملوک یعنی لونڈی غلام اس واسطے کہ آدمی میں تفاوت بہت ہوتا ہے ہم آدمی میں تفاوت ہونا معانی باطنہ کے سبب سے چنانچہ ذہن اور ہوشیاری بخلاف باقی حیوانات کہ ان میں تفاوت قلیل ہے اتما جنس کی صورت میں فقط کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر لونڈی غلام کے ساتھ کوئی اور چیز قابل قسمت نہ ہوگی تو اس وقت مملوک کی بھی اس کے ساتھ مل کر قسمت ہو جاوے گی باتفاق امام اور صاحبین کے وقال یقسم لوزک ورافقط وانا ثا فقط لک یقسم الابل والغنم ورتیق الغنم اور صاحبین نے کہا کہ اگر مملوک فقط غلام ہو یا فقط لونڈیاں ہوں تو قسمت ہوگی جیسے اونٹ اور بھیر بکری اور غنیمت کے لونڈی غلام کی قسمت ہوتی ہے ولا الجواہر لغش تفاوتہا اور نہ قسمت کیے جادیں جواہرات ان کی کثرت تفاوت کے سبب سے ہم اگرچہ جواہر ایک ہی جنس ہوں تو بھی قسمت نہ ہوگی اس واسطے کہ ان کی قیمت میں بڑا تفاوت ہوتا ہے تو تبدیل نہیں ہو سکتی ولا الحماہم والبر والرحی والکتب وکل مانی قسمہ ضرر اور نہ کیا جائے قسمت حمام اور کنواں اور چکی اور کتا ہیں اور جس چیز کی قسمت میں ضرر ہو ہم شارح نے عدم قسمت کی چند مثالیں دے کر بطور عطف عام کے علت عدم قسمت پر اشارہ کر دیا کہ جس چیز کی قسمت میں ضرر ہوتا ہے وہ قسمت پذیر نہیں اس واسطے کہ قسمت تو تکمیل منفعت کے واسطے ہے مہر جب ہر شخص کا حصہ انتفاع مقصود کے لائق نہ رہا تو معنی قسمت مستحق نہ ہوئے الا برضاہم لما مر مگر شرکیوں کی رضامندی سے قسمت جائز ہے بدلیل گزشتہ ہم لینی اگر اسٹیاد مذکورہ کی قسمت میں باوجود ضرر کے شرکاء راضی ہوں قسمت جائز ہوگی کہ حق تو انہیں کا ہے ولو ادا واحد ہما البیع والی الاخر لم یجبر علی بیع نصیبہ خدا فاما ملک اور اگر ایک شریک نے بیع کا ارادہ کیا اور دوسرا شریک نہیں ماننا ہے تو اس کے حصہ کی بیع پر جبر نہ کیا جائے گا بخلاف مذہب امام مالک رحمہ و فی الجواہر لا یقسم لکتب

بین الورثة لكن يتفخ كل بالما ياة ولا تقسم بالادراق ولو برضاهم او برضاهم القنادي میں ہے کہ کتابیں قسمت نہ ہوں گی ولڑوں میں لیکن ہر وارث ان سے نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابوں کی درقوں کے شمار سے نہ ہوگی اگرچہ ہر ذی حصہ اس پر راضی ہوں و کذا لو کان کتابا ذا مجلدات کثیرة اور اسی طرح جلد جلد کی قسمت نہ ہوگی اگر ایک کتاب کی بہت مجلدات ہوں ہم یعنی اگر بڑی کتاب جو کئی مجلدات میں تمام ہو چنانچہ فتاویٰ مالگیری مثلاً جس کی پہلے چھ مجلد ہوتی ہیں تو ایسی کتاب کی مجلدات کی قسمت نہ ہوگی کہ کوئی شریک کتاب الطہارۃ لے مثلاً اور کوئی کتاب الحج اور کوئی کتاب البیوع ولو تزلینا ان تقوم الکتب ویأخذ کل بعضنا بالیقمة لو کان بالتراضی جازوالالا اور اگر دو شریک باہم راضی ہو جائیں اس پر کہ کتاب کی قیمت میں کی جائے اور ہر شریک بعض کتب لے قیمت سے تو اگر یہ تراضی طرفین سے ہو تو جائز ہے اور اگر تراضی نہ ہو تو جائز نہیں ولی التماثل غایۃ واراو وحوالت میں انہیں لا ممکن قسمتنا تشا جرافہ فقال احدہما لا اکرى ولا انتفع وقال الآخر اید ذلک امر القاضی بالماہیات ثم یقال لمن لا یرید الانتفاع ان خست فانتفع وان شئت فقلق الباب اور تاتار خانہ میں ہے ایک ایسا گھر یا دکان مشترک ہے دو شرکیوں میں جس کی قسمت ممکن نہیں ہے دونوں نے اس میں جھگڑا کیا سو ایک شریک کہتا ہے کہ میں اس کو کرایہ نہ دوں گا اور نہ اس سے نفع لوں گا سکتے وغیرہ سے اور دوسرا شریک کہتا ہے کہ میں اس کا ارادہ رکھتا ہوں یعنی کرایہ نہ دے گا یا بے کا تو قاضی حکم کرے مہیاہ کا یعنی باری باری فائدہ لینے کا پھر اس شریک سے کہا جائے جو انتفاع کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو اگر چاہے تو اس گھر سے فائدہ لے اور اگر چاہے تو دروازہ بند کر دے یعنی اپنی باری میں اس کو انتفاع اور عدم انتفاع کا اختیار ہے اور دوسرے کی باری میں دوسرے کو انتفاع کا اختیار ہو گا چاہے کرایہ دے چاہے آپ رہے دور مشترکہ او دار و صنیعہ او دار و حانوت قسم کل واحد یا مفردہ مطلقا وومتلازقہ اوسے محلتین او مہرین مسکین چند گھر مشترک ہیں یا ایک گھر اور زمین مشترک ہے یا ایک گھر اور دکان مشترک ہے تو ہر ایک کی قسمت علیحدہ علیحدہ جدا جدا ہوگی ہر حال میں اگرچہ گھر وغیرہ باہم متصل ہوں یا ایک شہر کے دو محلوں میں ہوں یا دو شہروں میں ہوں کذا فی شرح مسکین ہم یعنی مشترک گھروں میں اس طرح قسمت نہ ہوگی کہ ایک گھر ایک شریک لے اور دوسرا گھر دوسرا شریک اس لیے کہ گھروں کا مقصود نہایت مختلف ہوتا ہے باعتبار محلوں اور پڑوسیوں اور مسجد اور پانی کے نزدیک ہونے کے تو ان کی قسمت میں برابری ممکن نہیں تو ایک شریک کا حصہ ایک گھر میں جمع کر دینا ممکن نہیں بدون آپس کی رضامندی کے اور گھر اور زمین اور گھر اور دکان کی قسمت اختلاف جنس سے جائز نہیں کذا فی الزلیجی اور بیوت قسمت پذیر ہیں مطلقا اور منازل اگر مجتمع ہوں ایک گھر میں تو قسمت پذیر ہیں اور اگر جدا جدا ہوں تو قسمت پذیر نہیں اس واسطے کہ منزلت سے زیادہ اور دار سے کم ہوتی ہے تو منازل متصلہ بیوت سے ملحق ہوتی اور متبانیہ دار سے کذا فی الدرر اذا کانت کلہا فی مہر واحد او لا دور مشترک وغیرہ کی قسمت مجتمہ نہ ہوگی جب کہ وہ سب ایک شہر میں ہوں یا نہ ہوں ہم مصنف کے اس قول سے اطلاق معلوم ہو گیا تو شارح کا قول سابق جو شرح مسکین سے نقل کیا مکرر ہو گیا وقالہ ان الكل فی مہر واحد فالرأی فیہ للقاضی وان فی مہرین فقولہما کقولہ اور صاحبین نے کہا کہ سب اشیاء مذکورہ اگر ایک ہی شہر میں واقع ہوں تو اس میں قاضی کی تجویز کو دخل ہے اور اگر اشیاء مذکورہ دو شہروں میں ہوں تو صاحبین کا قول امام کے قول کے مانند ہے یعنی قسمت مجتمہ جائز نہیں دو شہروں میں اور ایک شہر میں جائز ہے اگر قاضی اس کو بہتر سمجھے والا جائز نہیں ویصور القاسم ما یقسمہ علی قرطاس لیرفعہ للقاضی ویجملہ علی سہام القسمة اور قاسم نقشہ بنا دے کاغذ پر اس کا جس کی قسمت کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ نقشہ قاضی کے سامنے کرے اور مقسوم کی قسمت کے حصوں پر تعدیل اور تسویہ کرے ہم تسویہ سہام قسمت کی یہ صورت ہے کہ کم تر سہام کو تامل کرے تو مقسوم کو اسی پر جاری کرے تو اگر عقل سہام غیث ہو تو اس کو اثاثات کرے اور اگر سبب ہو تو اس سبب سے کذا فی الطہارۃ عن الشمنی ہیذرعہ اور گز سے اس کو پیمائش کرے اس واسطے کہ مساحت کی مقدار گز سے معلوم ہوتی ہے ولقوم البناء اور عمارت کی قیمت مقرر کرے ہم تقویم عمارت اس واسطے ہے کہ عمارت کی قیمت علیحدہ ہوتی ہے تو جب زمین کی قیمت پیمائش سے ہو چکی اور عمارت ایک شریک کے حصہ

واقع ہو تو صاحب عمارت دوسرے شریک کو اس قیمت کے کذا فی النہایتہ ولیفرز کل نصیب بطریقہ و شریبہ اور قاسم جدا کر دے ہر حصہ کو اس کے راہ
 اور پانی کی آمد کے ساتھ ہم ہر حصہ کی راہ وغیرہ جدا کر دینے سے یہ فائدہ ہے تاکہ ایک شخص کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے متعلق نہ رہے تو تمیز اور
 افراز کے معنی علی وجہ الکمال حاصل ہوں ولیقلب الانصباء بالاول والثانی والثالث دہم جہا اور قاسم حصوں کو ملقب کرے اول اور ثانی اور
 ثالث کے ساتھ علی ہذا القیاس رابع اور خامس بقدر حاجت کے ہم ترتیب حصص جس طرف سے چاہے شروع کرے تاکہ ہر شریک کے التزام پر قادر ہو
 قرعہ نکلنے کے وقت کذا فی الزلیعی ویکتب اسمہم ویقرع لتطیب النفوس اور شریکوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے تسکین قلوب کے واسطے ہم ہر شریک
 کا نام علیحدہ علیحدہ پرچہ کاغذ پر لکھے اور کاغذ کو مٹی یا موم کے اندر رکھ کر گولی بنا دے جو ہرہ میں ہے کہ قرعہ واجب نہیں غرض اس سے تسکین قلوب ہے
 تاکہ کسی کو جانب داری معلوم نہ ہو تو اگر قاضی بدون قرعہ ڈالنے کے ہر شریک کا حصہ معین کر دے تو جائز ہے فمن خرج اسمه اولاً فله السهم الاول ومن
 خرج ثانیاً فله السهم الثانی الی ان ینتہی الی الاخیر سو جس کا نام قرعہ میں پہلے نکلے تو اس کے لیے پہلا حصہ ہے اور جس کا نام کہ دوسری بار نکلے اس
 کا دوسرا حصہ ہے یہاں تک کہ آخر تک پہنچ جاوے ہم شرح و قایہ میں ہے کہ قاسم خانہ مقسومہ میں جدول کے قلم سے کل ذراع فی ذراع کو بشکل خشت
 خام کے خانہ بندی کرے اور محن اور مکانات کو گزوں سے پیمائش کرے اور جدھر سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر غربی جانب کو اول قرار دے
 قیاس کے متصل کو ثانی ٹھہراوے اور اس کے متصل کو ثالث علی ہذا القیاس تو جس کا نام قرعہ میں اول نکلے تو اس کا حصہ جانب غربی سے دے عمارت
 اہل زمین سے تا ایک اس کا حصہ پورا ہو جائے پھر جس کا نام دوسری بار نکلے اس کا حصہ اول کے ساتھ متصل دے خواہ حصص متساوی ہوں خواہ متفاوت
 اگر ملخصاً در میں ہے کہ اگر عمارت مشترک میں تین شریک ہوں ایک شریک کا سداں اور دوسرے کا ثالث اور تیسرے کا نصف ہو مثلاً تو زمین یا گھر کے چھ
 سہم ٹھہراوے اور اول کو ملقب بہ سہم اول کرے اور اس کے پاس والے کو ملقب بہ سہم ثانی علی ہذا القیاس سداں تک کرے اور شریکوں کے نام
 لکھے اور قرعہ ڈالے جس کا نام پہلے نکلے تو اس کو سہم اول دے اور اگر صاحب سداں ہو تو وہ اپنا حق لے اور اگر صاحب ثالث ہو تو اول سہم لے اور
 اس کے پاس والا دوسرا سہم لے اور اگر صاحب نصف ہو تو اول سہم اور اس کے پاس کے دوسم اور لے واعلم ان الدرہم لما تدخل فی القسمۃ لیمتار
 الا برضاہم فلو کان ارض و بناء او منقول قسم بالقیمۃ عند الثانی وعند الثالث یرد من العرصۃ بمقابلۃ البناء فان بقی فضل ولا یکن التسویۃ روا الفضل وراہم للفرقۃ
 واستحقاق الاختیار اور یہ جان رکھ کہ نقد درم زمین اور گھر کی قسمت میں داخل نہیں ہوتے ہیں مگر شریکوں کی رضامندی سے تو اگر زمین اور عمارت یا مال
 منقول ہو تو اس کی قسمت قیمت کر کے ہوگی ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک زمین پھیر دی جائے عمارت کے مقابلہ میں پھر اگر کچھ عمارت زیادہ
 ہائی رہے زمین دے کر اور برابری دونوں حصوں میں ممکن نہ ہو تو بقدر زیادت درم پھیر دیے جائیں ضرورت کے سبب سے اور اختیار میں اس قول
 کو پسند کیا ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک گھر ہے جماعت کا سوا انھوں نے قسمت کا ارادہ کیا اور ایک جانب میں زیادہ عمارت ہے سوا ایک شریک
 نے چاہا کہ عمارت کے عوض درہم دے اور دوسرے نے چاہا کہ اس کے عوض زمین لے تو عوض زمین ہی دی جائے گی اور صاحب عمارت سے درم
 نہ دلائے جاویں گے مگر جب کہ زمین کا عوض متعذر ہو تو اب قاضی کو یہ درست ہے یعنی درہم دانا اس واسطے کہ قسمت حقوق ملک سے ہے اور
 شرکت ان لوگوں کی گھر میں ہے نہ درہم میں تو اس کی قسمت جائز نہ ہوگی جو مشترک نہیں کذا فی الدرر قسم ولا حدہم مسیل ماد او طریق فی ملک الا خسر
 والذل انہ لم یشرط فی القسمۃ صرف عنہ ان الکن والافسوت القسمۃ اجاعاد استولفت مشترک گھر کی قسمت ہو گئی اور ایک شریک کا نابدان
 اور افسافت کی دوسرے شریک کی ملک میں ہے اور حالانکہ اشتراک مسیل اور طریق قسمت میں مشروط نہیں ہوا تو نابدان اور راہ اس کی طرف سے
 دوسری طرف پھیری جائے اگر ممکن ہو اور اگر نہ ہو تو قسمت نسخ کی جائے باتفاق امام اور صاحبین اور پھر سر نو سے قسمت کی جائے اس طرح کہ ہر

شریک کا نابدان اور راہ جدا ہو ہم اور اگر اشتراک راہ اور نابدان کا قسمت میں مشروط ہو گیا تو قسمت برقرار ہے گی کذا فی البوہرۃ ولو اختلفوا فقل بعضهم البقیۃ مشترکاً کما کان ان امكن افراز کل فعل کا بسطہ الزلیحی اور اگر شرکیوں نے اختلاف کیا سو بعضوں نے کہا کہ ہم نے اس کو یعنی راہ کو مشترک باقی رکھا جیسا کہ قبل قسمت کے تھا تو اگر ممکن ہو جدا کرنا ہر شخص کے واسطے تو حاکم ویسا ہی کرے چنانچہ زلیحی نے اس کو مشرع بیان کیا ہے ہم زلیحی میں یوں ہے کہ اگر قسمت کے اندر داخل طریق میں اختلاف ہو اس طرح کہ بعضوں نے کہا کہ راہ کی قسمت نہ ہوگی بلکہ وہ مشترک باقی ہے گی جیسے کہ قبل قسمت تھی تو اس میں حکم تامل کرے سو اگر ہر ایک شریک اپنے حصہ میں راہ نکال سکتا ہو تو حاکم جامعیت کی راہ کے سوا اور راہ قسمت کر دے تکلیف منفعت کے واسطے تاکہ ہر طرح سے جدائی ہو جائے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو راہ کو قسمت سے اٹھا رکھے یعنی راہ کو مشترک باقی رکھے کذا فی الطحاوی منقراً اختلفوا فی مقدار عرض الطريق جعل عرضاً قدر عرض باب الدار واما فی الارض فبقدر ممر الثور زلیحی شرکیوں نے اختلاف کیا عرض طریق کی مقدار میں تو راہ کا عرض گھر کے دروازے کے عرض کے برابر کیا جائے اور زمین میں تو عرض راہ کا بقدر چلنے میل کے کیا جائے گا و صورت اختلاف کذا فی الزلیحی ہم یعنی جب گھر کی قسمت ہو گئی شرکیوں میں اور ہر حصہ کی راہ کے عرض میں اختلاف ہو تو ہر حصہ کی راہ مشترک گھر کے دروازہ کے عرض کے برابر کی جائے گی اس واسطے کہ گھر کا دروازہ متفق علیہ ہے تو مختلف فیہ متفق علیہ کی طرف پھیرا جائے گا اور اس مسئلہ کی دوسری صورت وہ ہے جو مصنف نے اپنی شرح فتاویٰ قاضیخان سے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک گھر دو شرکیوں میں مشترک ہے اور اس گھر میں تیسرے شخص کے مکان کی راہ ہے سو شرکیوں نے گھر کی قسمت چاہی اور صاحب طریق نے چاہا کہ ان کو قسمت سے منع کرے تو اس کو منع کا اختیار نہیں لیکن اس شخص کے واسطے اتنی چوڑی راہ چھوڑی جاوے گی جتنا اس گھر کا بڑا دروازہ چوڑا اور لمبا ہے گھر کے دروازہ سے شخص ثالث کے مکان تک اور باقی گھر کی قسمت ہوگی اور سیل بمنزلہ طریق کے ہے کذا فی الطحاوی بطولہ ای ارتفاع حتی یخرج کل واحد منهم جناحاً فی نصیبہ ان فوق الباب لا فیما دونه لان قد طول الباب من الهیاء مشترک والبناء علی الهیاء المشترك لا یجوز الا برضی الشریکین لایحی علیہ طریق کے اختلاف میں عرض اس کا بقدر عرض دروازہ ٹھہرایا جائے اس کے طول کے ساتھ یعنی دروازہ کی ارتفاع اور بلندی کے ساتھ یعنی بقدر باب اعظم گھر کی راہ مشترک کے چوڑائی اور بلندی کرنا چاہیے تو ہر شخص شرکیوں میں سے گھر کا نکالے اپنے حصہ میں اگر وہ دروازے سے اوپرا ہو تو دروازے سے کم تر میں اس واسطے کہ ہو بقدر طول اور بلندی دروازے کی مشترک ہے اور ہواے مشترک پر بنا نا جائز نہیں مگر شرکیوں کی رضامندی سے کذا فی البیالیتم یعنی گھر کی راہ مشترک میں جس کا ارتفاع اور عرض گھر کے باب اعظم کے دروازے کی برابر قرار دیا گیا اگر کسی شریک کا مکان اس راہ کے کنارے پر پڑے اور وہ گھر کا یا گھر کی یاد دشن دان اپنے مکان میں راہ کی جانب بنانا چاہے تو اگر باب اعظم کی بلندی سے اوپر بناوے تو درست ہے اور اس سے نیچے میں بناوے تو درست نہیں ولو شرطوا ان یکون الطريق فی قسمة الدار علی التفاوت جاز وان وصیلة کان سہا لہم فی الدار متساویۃ وذلک لان القسمة علی التفاوت بالتراضی فی غیر الاموال الربویۃ جائزۃ فجاز قسمة البیت بالکرام لانہ لیس بوذنی لا العتب بالشوہ علی الصیح بل بالقبان والیزان لانہ وذنہ اور اگر شرکیوں نے شرط کی کہ گھر کی قسمت میں راہ متفاوت ہو تو جائز ہے اگرچہ ان کے حصے گھر میں برابر ہوں اور یہ اس واسطے ہے تفاوت پر قسمت کرنا آپس کی رضامندی سے جائز ہے سوائے ان مالوں کے جن میں سود اور بیاج ہوتا ہے تو جائز ہے محبس کا بائنا و بیاج کا بیاج یعنی جالی جو محبس وغیرہ کے اٹھانے کے واسطے رسیوں سے بنائی جاتی ہے اس واسطے کہ محبس وذنہ چیز نہیں ہے جس میں بیاج کا بیاج ہو اور جائز نہیں انکو رکھنا محبس کی لٹو کر ہی سے بر قول صحیح بلکہ قبان یا ترازو سے اس واسطے کہ وہ وذنہ ہے ہم فتاویٰ قاضیخان کی عبارت یہ ہے وقسمۃ البیت بالیبال ذکر فی النوازل انه یجوز لقلۃ التفاوت لانہ لیس بوذنی انتہی تو بتالیبت اس عبارت کے اکر کا ترجمہ در مختار

۱۵ یعنی محبس کا بائنا رسیوں سے نازل میں مذکور ہے کہ قلت تفاوت کی قیمت سے درست ہے کیونکہ وہ وذنہ نہیں ۱۲۔

یہ اس واسطے کہ اگر رجب ہے کہ بالفتح کی اور وہ معنی رسی کے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اگر رجب ہو کہ بالضم کی اور وہ عبارت سے یہاں نہ
 آتی ہے قاموس میں بیان کا ترجمہ قسط اس کیا ہے اور وہ عبارت ہے ترازو کے بزرگ سے تو تردید کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ انگوڑ کی قیمت
 بڑی یا چھوٹی ترازو سے جائز ہے واللہ اعلم سفلہ اسی فوقہ علوم مشترکان و سفلہ فخر و مشترک والعلو لا خرد و علوم مجر و مشترک والسفل لا خرد قوم کل
 واحد من ذلک علیہ قسم بالقیمۃ عند محمد و بہ لفظی نیچے اوپر کا مکان دونوں مشترک اور فقط نیچے کا مکان مشترک اور اوپر کا مکان دوسرے شخص
 کا اور فقط اوپر کا مکان مشترک اور اس کے نیچے کا مکان اور شخص کا ہے تو ان مکانات مشترک کی قیمت ٹھہرائی جاوے علیہ علیہ اور شرکوں
 میں قیمت کی جائے قیمت سے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے ہم امام اعظم کے نزدیک قیمت سے نہ ہوگی بلکہ نیچے کے مکان کا ایک
 نزدیک بلکہ دو گز کے ہوگا اوپر کے مکان سے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ہی گز کے ہے اور محمد کے قول پر اس واسطے فتویٰ ہوگا کہ نیچے کا مکان
 اس کی صلاحیت رکھتا ہے جو اوپر کے مکان میں صلاحیت نہیں چنانچہ اس میں کنواں کھودنا اور تہ خانہ بنانا اور اصطبل کرنا وغیرہ ذلک تو وہ دونوں
 مکان ہمنزکہ و جنسوں کے ہو گئے تو تعدیل اور برابری شرکوں کے حصوں کی ممکن نہیں ہو سکتی مگر قیمت سے اگر بعض الشرکاء بعد القسمۃ استیفاء
 نصیبہ و شہد القاسمان بالاستیفاء لفقہ تقبل وان قسما باجر ثلثا لاصح ابن ملک بعض شرکاء نے بعد قسمت کے پورا پانے سے اپنے حصہ کے انکار
 کیا اور وہ قسمت کرنے والوں نے پورا پانے سے اس کے حق کی گواہی دی تو گواہی ان کی مقبول ہوگی اگرچہ انھوں نے اجرت لے کر قسمت کی ہو کذا ذکرہ
 ابن ملک ولو شہد قاسم واحد لالانہ فردا اگر ایک قاسم گواہی دے تو مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ اکیلا ہے اور ایک شخص کی گواہی محبت
 میں و لو ادعی احدہم ان من نصیبہ شیئا و قد کان اقربا بالاستیفاء اولم یقر بہ ذکرہ البرجنذی لم یصدق الا بمرمان
 و اقرار الخصم او نکولہ فلو قال الابطحہ نعمت ولا تناقض لالانہ اعتمد علی فعل الامین ثم ظہر غلطہ اور اگر ایک شریک نے دعویٰ کیا کہ میرے حصہ میں سے
 پانچ گز غلط کاری کے میرے ساتھی شریک کے قبضہ میں پڑ گیا ہے اور حالانکہ اس نے پورا حصہ پانے کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا ذکرہ
 البرجنذی تو اس کی تصدیق نہ ہوگی مگر گواہی سے یا خصم کے اقرار سے یا اس کے قسم نہ کھانے سے تو اگر مصنف بجائے الابرمان کے الابطحہ
 سے تو گواہی اور اقرار اور انکول سب کو شامل ہو جاتا اور اقرار استیفاء اور ادعا غلط سے تناقض دعویٰ مدعی کا ثابت نہ ہوگا اس واسطے
 کہ اس نے امین یعنی قاسم کے فعل پر اعتماد کر کے استیفاء کا اقرار کیا پھر تامل کے بعد اس کی خطا ظاہر ہوئی تو وہ ماخوذ نہ ہوگا اپنے اقرار پر بعد
 لامر ہو جانے حق کے کذا فی الدرر وان قال قبضتہ فاخذ شرکی لبعنہ وانکر شرکی ذلک حلف لالانہ منکر اور اگر ایک شریک نے کہا کہ میں
 نے اپنے حصہ پر قبضہ کیا پھر شریک نے اس میں سے کچھ لے لیا اور شریک اس کا منکر ہے تو اس سے قسم لی جائے اس واسطے کہ وہ منکر ہے وان
 قال قبل اقرارہ بالاستیفاء اصابنی من ذلک کذا الی کذا ولم یسلم الی و کذبہ شرکیہ تحالف و تفسخ القسمۃ کا اختلاف فی قدر المبیع اور
 اگر ایک شریک نے قبل اقرار استیفاء حق کے کہا کہ مجھ کو پہنچا ہے اس میرے حصے سے یہاں سے یہاں تک اور شریک نے تمام حصہ مجھ کو
 تسلیم نہیں کیا اور شریک اس کا اس کی تکذیب کرتا ہے تو دونوں قسم کھاویں اور قسمت فسخ کر ڈالی جائے جیسے مقدار مبیع کے اختلاف میں طرفین
 قسم لازم آتی ہے کامر فی احکام التحالف فی الدعوی ولو اقسما دارا و اصاب کلا طائفۃ فادعی احدہما بیتی فی ید الآخر من نصیبہ و انکال الآخر
 علی البنیۃ لالانہ مدعی اور اگر دو شرکوں نے گھرانے لیا اور ہر شریک کو کچھ مکان پہنچا سو ایک شریک نے ایک کو ٹھہری کا دعویٰ کیا کہ دوسرے شریک
 کے تصرف میں آگئی میرے حصے سے اور دوسرا شریک اس کا منکر ہے تو اس پر گواہی لانا واجب ہے کیونکہ وہ مدعی ہے وان اقاما بالابحہ لبعینہ

حاشیہ و نتیجہ

المدعی لانه خارج وان كان قبل الاستهاد على القسمة مخالفاً ونسبت وكذا لو اختلفا في الحدود او اكر دون شرکوں نے گواہ قائم کیے تو مدعی کی گواہی کا اعتبار ہوگا اس واسطے کہ وہ خارج ہے اور اگر قسطن پر گواہی لانے سے پہلے ہو تو دونوں شرک کے قسم کھا دیں اور قسمت منسوخ کر ڈال جائے اور اسی طرح کا حکم ہے اگر دونوں حدود میں اختلاف کریں وان استحق بعض معین من نصيبه لا تفسخ القسمة اتفاقاً على الصحيح اور اگر ایک شرک کے حصہ سے بعض معین میں استحقاق ملک غیر ثابت ہوا تو قسمت منسوخ نہ ہوگی باتفاق امام اور ابو یوسف کے بقول صحیح ہم اس لیے کہ مستحق جدا باقی رہا بحال خود اس میں غیر کا حق نہیں کذا فی الطحاوی وفي استحقاق بعض شائع في الكل تفسخ اتفاقاً او بعض شائع غير معین کے استحقاق میں سب حصوں کے اندر قسمت منسوخ ہوگی باتفاق مذکور ہم اس واسطے کہ استحقاق شائع سے ایک اور شرک ظاہر ہو اور قسمت ہر دون اس کے صحیح نہیں وفي استحقاق بعض شائع من نصيبه لا تفسخ جبراً خلافاً لثاني بل المستحق منه يرجع بجمعة ذلك في نصيب شرک ان شاء او لتفسخ القسمة دفعا لمخر التفتيح اور بعض شائع کے استحقاق میں ایک شرک کے حصہ سے قسمت زبردستی سے منسوخ نہ ہوگی بخلاف ابو یوسف کے بلکہ مستحق منہ اس قدر پھیر لے اپنے شرک کے حصہ سے اگر وہ چاہے یا قسمت توڑ دے تاکہ حصص سازی مندرج ہو جائے قلت قد لقي هنا احتمال آخر وهو ان يستحق بعض من نصيب كل واحد فان كان شائعاً فنسبت وان كان معيناً فان تساوى افعالهما والافعال لانه لا يفرق بالذكر من كتبنا ههنا ايک اور احتمال باقی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بعض مستحق ہو ہر شرک کے حصہ میں تو اگر بعض شائع غیر معین ہو تو قسمت منسوخ ہوگی اور اگر بعض معین ہو تو اگر دونوں حصوں میں برابر ہو تو ظاہر ہے قسمت کی اور اگر کم و بیش ہو تو اسی زائد کا اعتبار ہے چنانچہ گذر گیا تو اسی واسطے مصنف نے اس کو علیحدہ ذکر نہیں کیا ہم کی بیش کی یہ صورت ہے کہ ایک شرک کے حصہ میں چار گز کا استحقاق ہے اور دوسرے کے حصہ میں پھر گز کا تو ثانی اول کو ایک گز پھر دے بے ظہر وین في التركة المقسومة لتفسخ القسمة الا اذا قصوه اى الدين او ابراء الخرماء ذم الورثة او بقي منها اى من التركة ما بقي به لزوال المانع تركه مقسومة من دين ظاهراً او قسمت منسوخ کی جائے گی معنی اس واسطے کہ دین مقدم ہے میراث پر مگر جب کہ وارث دین کو ادا کر دیں یا ارباب دیان وارثوں کو بری الذمہ کر دیں یا ترکہ سے اتنا باقی رہ گیا ہو جو ادا کر دین کے واسطے کفایت کرتا ہو تو قسمت منسوخ نہ ہوگی مانع کے دور ہو جانے کے سبب سے ولو ظہر غبن فاحش لا يخل تحت التقويم في القسمة فان كانت بقضاء بطلت اتفاقاً لان تعرف لثاني مقيد بالعدل ولم يوجد اور اگر قسمت میں ایسا نقصان کثیر ظاہر ہو جو قیمت کرنے والوں کی تجویز میں داخل نہیں ہوتا تو اگر قسمت بحکم قاضی ہو تو قسمت باطل ہوگی بالاتفاق اس واسطے کہ قاضی کا تصرف مقید ہے عدل کے ساتھ اور حالانکہ وہ یہاں پایا نہیں گیا ولو وقعت بالتراضی تبطل ايضا في الاصح لان شرط جواز المعادلة ولم توجد فوجب نقصانها خلافاً لتصحيح الخلاصة قلت فلو قال كاللغو تفسخ لكان اولی اور اگر قسمت تراضی طرفین سے ہو تو بھی باطل ہوگی قول اصح میں اس واسطے کہ جواز قسمت میں برابری حصوں کی شرط ہے اور وہ نہیں پائی گئی تو اس کا توڑ واجب ہو گیا بخلاف تصحيح خلاصہ کے میں کہتا ہوں تو اگر مصنف ترکہ کے مانند بجائے بطلت کے تفسخ کہتا تو بہتر ہوتا ہم کثر میں یوں ہے ولو ظہر غبن فاحش في القسمة تفسخ یعنی اگر غبن فاحش قسمت میں ظاہر ہو تو قسمت منسوخ کی جائے گی چونکہ یہ عبارت مختصر ہے اور قسمت قاضی اور قسمت تراضی دونوں کو شامل ہے لہذا اشارہ نے اس کو بہتر کہا کذا فی الطحاوی وتسمع دعواه ذلك اى ما ذكر من الغبن الفاحش ان لم يقر بالاستيفان اقرب لا تسمع دعوى الغلط والغبن للتناقض الا اذا دعوى الغصب فتسمع دعواه وتكامل في الثانية اور شرک کا وہ دعویٰ یعنی غبن فاحش کا مستحق ہوگا اگر اس نے حصہ پانے کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر اس کا اقرار کر چکا ہو تو سماعت نہ ہوگی دعویٰ غلط اور غبن فاحش کی بسبب تناقض مگر جب کہ وہ غصب کا دعویٰ کرے یعنی یوں کہے کہ قسمت کے بعد میرا حصہ اس نے غصب کر لیا تو دعویٰ مسموع ہوگا اور پورا اس کا

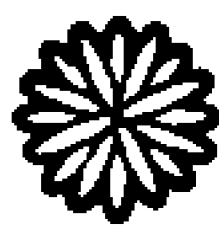
غانیہ میں ہے ادعیٰ احد المتقاسمین للترک وینافی الترتک صح وحوادث لا یتناقض لتعلق الدین بالمعنی والقسمۃ بالصورة متروکہ بانٹ لینے والوں میں سے ایک شخص نے دین کا دعویٰ کیا متروکہ میں تو اس کا دعویٰ صحیح ہے اس واسطے کہ قسمت کر لینے اور دعویٰ دین میں تناقض نہیں بسبب متعلق ہونے دین کے معنی متروکہ سے اور متعلق ہونے قسمت کی صورت متروکہ سے ہم دین معنی سے متعلق ہے یعنی متروکہ کی مالیت سے اس کا تعلق ہے تو اگر متروکہ کے وارث ہوں تو ان کو دین کا ادا کرنا اپنے پاس سے اور متروکہ کو اپنے واسطے مخصوص کر لینا درست ہے کذا فی الطحاوی ولو ادعی عینا ہی سبب کان لا یتسمع للتناقض اذ لا قدام علی القسمۃ اعتراف بالشركة اور اگر دین کے سوا کسی عین کا دعویٰ کیا کسی سبب سے خواہ عاریت یا مضب سے تو دعویٰ مسموع نہ ہوگا بسبب تناقض کے اس واسطے کہ قسمت پر پیش قدمی کرنا اقرار ہے شرکت کا و فی الزانیہ اقسامہ اور اوارضائہ ادعیٰ احدہم فی قسم الآخر بناء او تخلازم انه بناء او غرسہ لم تقبل بینتہ اور غانیہ میں ہے کہ شریکوں نے ایک گھریا زمین بانٹ لی پھر ایک نے دوسرے کے حصہ میں عمارت یا درخت کا مطالبہ کیا یعنی یہ کہا کہ مدعی نے اس کو بنایا ہے اور درخت کو لگایا ہے تو اس کے گواہ مقبول نہ ہوں۔ یعنی بسبب تناقض کے وقعت شجرة فی نصیب احدہا اعضا نہ امتد لیتہ فی نصیب الآخر لیس لہ ان یجبرہ علی قطعہا بہ لفتی لانه استحق الشجرة باغضا نہا اختیار درخت ایک شریک کے حصہ میں پڑا اس کی شاخیں ٹٹک رہی ہیں دوسرے شریک کے حصہ میں تو اس کو نہیں پہنچتا ہے کہ اس پر زبردستی کسے شاخوں کے کاٹنے پر اسی قول پر فتویٰ ہے اس واسطے کہ وہ درخت کا مستحق ہو گیا ہے اس کی شاخوں کے ساتھ کذا فی الاختیار یعنی بحالت مذکورہ وہ مستحق ہوا ہے تو جبر کی کوئی وجہ ہے مبنی احدہما ای احد الشریکین بغیر اذن الآخر فی عقار مشترک بینہما فطلب شریک رفع بناء قسم العقار فان وقع البناء فی نصیب البانی فیہا دلت والاہدم البناء وحکم الغرس كذلك بزازیہ ایک شریک نے دوسرے شریک کے بدون اذن کے عمارت بنائی اس زمین میں جو دونوں میں مشترک ہے سوا اس کے دوسرے شریک نے عمارت کا رفع کرنا چاہا تو زمین کی قسمت کی جلنے سوا اگر عمارت مذکورہ بنانے والے کے حصہ میں پڑے تو خوب ہے اور نہیں تو عمارت ڈھائی جائے اور اسی طرح کا حکم درخت کا ہے کذا فی البزازیہ ہم ہاں اگر وہ شریک کو راضی کر لے تو بدیم نہ ہوگا کذا فی العالمگیر فی القیقل النقص فلو اقتصموا واخذوا حصتهم ثم تراصوا علی الاشرک بنیم صح وعاتدات الشركة فی عقار وغیرہ لان قسمۃ التراضی مبادلتہ وبيع فسخنا ومباذلتہا بالتراضی بزازیہ قسمت قابل نقص ہے یعنی ٹوٹ سکتی ہے تو اگر شریکوں نے مشترک کو بانٹ لیا اور اپنے حصے لے چکے پھر وہ راضی ہو گئے آپس کے ساجھے سے تو یہ قسمت کا ٹوڑ دینا صحیح ہے اور شرکت پھر آدے کی زمین یا اس کے غیر میں اس واسطے کہ آپس کی رضامندی کی قسمت مبادلہ ہے اور اس کا فسخ کرنا اور بدل ڈالنا باہم کی رضامندی سے صحیح ہے کذا فی البزازیہ المقبوض بالقسمۃ الفاسدة لقسمة علی شرط ہتہ اوصدقہ اور بیع من المقسوم او غیرہ یشیت الملک فیہ ویفید جواز التصرف فیہ لبقا لہ ولہیمنہ بالقیمۃ جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہوئی چنانچہ قسمت ہونا بہرہ کی شرط پر یا صدقہ کرنے کی شرط پر یا مقسوم کے بیچ ڈالنے کی شرط پر یا سوائے اس کے تو قبض کرنا اس کا ملکیت کو اس میں ثابت کر دیتا ہے اور قابض کے واسطے اس میں جواز تصرف کا مفید ہے اور اس کا ضمان لازم ہوتا ہے قیمت سے کا المقبوض بالشراء الفاسد فانه یفید الملک كما مر فی بابہ جس طرح شراء فاسد کا مقبوض ملک کا مفید ہے چنانچہ بیع الفاسد کے باب میں گذر گیا وقیل لا یشیتہ جزم بالقیل فی الاستبہاء بالاول فی البزازیہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقبوض بقسمت فاسدہ ملک قابض کو ثابت نہیں کرتا ہے اور قول ضعیف یقین کیا ہے استبہاء میں اور قول اول پر یقین کیا ہے نمازیہ میں ولو تھا یا فی سکنی طرہا قد یکن ہابفا وذا بعضا و ہذا شہرا و ذامشہراد وارین یسکن کل دارا او فی خدمۃ غیرہ یخدم ہذا یوما و ذایوم او عبدین یخدم ہذا ہذا و ذالآخر الاخر او فی عتقہ دارا و وارین كذلك صح التہای فی الوجہ الستہ استحسانا اتفاقا اور اگر دو شریک نوبت اور باری

مقرر کر لیں ایک گھر مشترک کے رہنے میں اس طرح کہ یہ شریک رہے گھر کے بعضے مکان میں اور وہ شریک بعضے میں یا یہ شریک مہینہ بھر رہے اور وہ شریک مہینہ بھر یا دو گھروں میں باری مقرر کریں کہ ہر شریک ایک ایک گھر میں رہے یا باری معین کریں غلام مشترک کی خدمت میں کہ ایک روز اس کی خدمت کرے اور ایک روز دوسرے کی یا دو غلاموں مشترک کی خدمت میں کہ یہ غلام اس کی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے شریک کی یا باری مقرر کریں ایک گھر یا دو گھر کی حاصلات اور کرایہ میں اسی طرح تو یہ باری مقرر کرنا وجہ مستہ میں بطریق استحسان بالالتفاق صحیح ہے ہم ہایاۃ اور تالیو مفاعلة اور تعامل ہے ہیئت سے اور ہیئت عبارت ہے اس شخص کی حالت ظاہر سے جو کسی چیز پر مستعد اور تیار ہے اور تحقیق اس کی عنایہ میں یوں ہے کہ ہر شریک ایک ہیئت پر راضی ہے اور شریک ثانی مشترک سے نفع لیتا ہے جس طرح سے شریک اول نے اس سے نفع لیا اور فقہ کی اصطلاح میں ہایاۃ عبارت ہے منافع کی قسمت سے اور قیاساً یہ جائز نہیں کیونکہ مبادلہ ہے منفعت کا اس کے ہم جنس سے لیکن استحساناً یہ جائز ہے بدلیل آئے کریمہ لہا شرب و لکم شرب یوم معلوم والا صحیح ان القاضی یہاں بینما جبر البطلب احدهما اور قول صحیح تر یہ ہے کہ قاضی باری مقرر کر دے دو شریکوں میں زبردستی ایک شریک کے طلب کرنے سے یعنی اگرچہ دوسرا شریک قبول نہ کرتا ہو ولا تبطل بھوت احدهما ولا بھوتہا اور باری باطل نہیں ہوتی ایک شریک کی موت سے اور نہ دونوں شریکوں کی موت سے ولو طلب احدهما القسمة فیما یقسم بطلت اور اگر ایک شریک قسمت طلب کرے اس مشترک میں جو قابل قسمت ہے تو باری باطل ہو جاوے گی ہم ذخیرہ میں ہے کہ ہر شریک کو نقص ہایاۃ عذر سے و بلا عذر جائز ہے اور یہ اس وقت ہے جب کہ باری باہم کی تراضی سے ہو اور اگر حکم حاکم ہو تو جب تک کہ دونوں نقص پر راضی نہ ہوں گے تو نقص جائز نہ ہوگا اور اگر تراضی سے باری مقرر کی پھر توڑی تو اب اس کا اعادہ نہ ہوگا بلکہ قاضی کے حکم سے قسمت کی جاوے گی اور باری میں عمارت بنانا یا توڑنا عمارت کا یا دروازہ پھوڑنا جائز نہیں کذا فی العالمگیریہ ولو التفقا علی ان نفقة کل عبد علی من یمدہ جاز استحساناً بخلاف السنۃ اور اگر دو شریک متفق ہوئے اس پر کہ خوراک ہر غلام کی اس شریک پر ہے جس کی وہ خدمت کرے تو جائز ہے استحساناً بخلاف لباس کے کہ اس میں تفصیل ہے ہم جب کہ لباس کی مقدار معین دونوں نے مذکور نہ کی ہو تو نہ قیاساً جائز ہے نہ استحساناً اور اگر مقدار معین مذکور ہوئی ہو تو قیاساً جائز نہیں اور استحساناً جائز ہے کذا فی العالمگیریہ وما زاد فی ثوبہ احدہما فی الدار الواحدة مشترک لانی الدلین اور جو حاصلات اور کرایہ زیادہ ہو گیا ایک شریک کی نوبت کے اندر ایک گھر میں تو وہ مشترک ہے دونوں میں نہ دو گھر کی حاصلات میں ہم اگر ایک گھر کے کرایہ لینے پر باری مقرر ہوئی سو ایک شریک کی نوبت میں کرایہ گراں ہو گیا دوسرے کی نوبت سے تو زیادت میں دونوں شریک ہوں گے اور اگر دو گھروں میں ایک گھر کا کرایہ گراں ہو گیا تو زائد میں شرکت نہ ہوگی کذا فی الثانیۃ مختار تجوز فی عبد و دار علی اسکنی والخدمۃ و کذا فی کل مختلف المنفعة ملحق و تمامہ فیما ملقۃ علیہ اور باری مقرر کرنا غلام کی خدمت اور گھر کی سکونت میں جائز ہے یعنی ایک شریک غلام سے خدمت لے اور دوسرا شریک گھر میں رہے تو یہ درست ہے اور اسی طرح ہر ایک دو چیز مختلف المنفعة میں نوبت مقرر کر لینا جائز ہے کذا فی الملحق اور پورا اس کا بیان ہماری شرح ملحق میں ہے ہم شارح کی شرح ملحق میں ہے کہ جب باری متحد المنفعۃ میں جائز ہوئی تو مختلف المنفعۃ میں بطریق اولیٰ جائز ہوگی چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارضی اور جیسے حمام اور گھر و لو تھا یا فی غلۃ عبد و فی غلۃ عبدین او تھا یا فی غلۃ لعل او بخلین او فی رکوب لعل او بخلین او فی شجرة او فی لبن شاة لا یصح فی المسائل الثمان اور اگر دو شریکوں نے باری مقرر کر لی ایک غلام کی اجرت میں یا نوبت معین کی ایک خچر کے کرایہ میں یا دو خچر کی سواری میں یا ایک دخت کے پھل میں یا بکری کے مودھ میں تو ان اشخاص

۱۲ ملحق اس کی ایک باری اور تم کو باری ایک دن کی مقرر یہ ذکر حضرت صالح علیہ السلام کے ناکہ کا ہے کہ ایک دن وہاں پتی مٹی اور ایک دن دوسرے مٹی ۱۲

مسئلوں میں باری معین کرنا درست نہیں ہم اجرت غلام کی باری میں بالاتفاق جائز نہیں اس واسطے کہ باری نہیں ہو سکتی مگر دوزمانے میں تو احکام
 ہے حاصلات کی کمی بیشی کا برخلاف خدمت کہ اس میں مسامحہ مروج ہے اور دو غلاموں کی اجرت کی باری امام کے نزدیک جائز نہیں اس واسطے
 کہ باری تو ضرورت کے سبب سے جائز ہوئی ہے اور اجرت میں کچھ ضرورت نہیں اس لیے کہ اجرت میں قسمت ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک امکان
 تعاون سے جائز ہے اور کرایہ خیر کی باری بالاتفاق جائز نہیں اور دو خچروں میں اختلاف ہے دلی بذالقیاس سواری ایک خچر کی بالاتفاق جائز نہیں
 اور دو خچروں میں اختلاف ہے اور بچل اور دودھ کی باری بالاتفاق جائز نہیں اس واسطے کہ بچل اور دودھ کی قسمت آسان ہے تو باری کی
 کیا حاجت ہوئی کذا فی الطحاوی وحلیۃ الثمار ونحوہا ان لیشری حظ شریک ثم یشیع کلہا بعد مضمی نوبۃ او یشیع باللمن بمقدار معلوم استقرضا فی صلیۃ او قرض
 المشاع جائز اور بچل اور اس کے مانند اور چیز کی باری کا یہ حلیہ ہے کہ ایک شریک دوسرے شریک کا حصہ مول لے پھر شریک مشتری سب بچلوں کو
 بیچ ڈالے اپنی باری کے گذر جانے کے بعد دوسرے شریک کے ہاتھ یا مقدار معین دودھ سے انتفاع لے اپنے شریک کے حصہ کو قرض لے کر اس
 واسطے کہ مشاع کا قرض جائز ہے فروع مسائل لمحۃ شارح کے الغرامات ان کانت لحفظ الاملاک فالقسمۃ علی قدر الملک وان لحفظ النفس فعل
 عدد الرؤس ولا یخل صبیان ونساء فلو غرم السلطان قریۃ تقسم علی بذل الغرامات یعنی ڈانڈ یعنی جو مال کہ زبردست کو دینا پڑے جان اور مال کے
 بھانے کے واسطے تو اگر املاک کی حفاظت کے واسطے ہو تو اس کی قسمت لوگوں پر بقدر ملک کے ہے اور اگر جانوں کی حفاظت کے واسطے
 ہو تو لوگوں کے شمار پر ہے اور اطفال اور عورات شمار میں داخل نہ ہوں گے تو اگر بادشاہ ایک گاؤں سے ڈانڈ لے تو اس کی قسمت اہل قریہ
 پر اس طرح ہوگی ولو خیف الغرق فالتفقوا علی القاء متعۃ فالزعم بعد الرؤس لانہا لحفظ النفس اور اگر کشتی یا جہاز کے ڈوبنے کا ڈر ہو اسو
 لوگوں نے اس کو ہلکا کرنے کے واسطے اسباب گردینے پر اتفاق کیا تو ڈانڈ آدمیوں کے شمار پر ہے اس واسطے کہ یہ جانوں کی حفاظت
 کے واسطے ہے ہم اور اگر بدون اتفاق کے ایک شخص نے دوسرے کا مال گرا دیا تو اس پر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اس غائب پر کچھ مال
 لازم نہ ہوگا جس کا مال کشتی میں ہے اور اس نے گرانے کی اجازت نہیں دی اور اگر پانی کی قلت سے آدمی کے ڈوبنے کا خوف نہ ہو بلکہ
 اسباب کے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو ڈانڈ بقدر اموال ہوگا نہ بقدر رؤس اور اگر مال اور جان دونوں کے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو دونوں
 طرح پر مال لازم ہوگا کذا فی الطحاوی مختصر المشتک اذا اہندم فابی احدہما الحمارۃ ان احتل القسمۃ لاجبر و قسم والا بنی ثم اجرہ لیرجع بما انفق لو
 ہامر القاضی والا فبقیمۃ البناء وقت البناء اور مکان مشترک جب کہ مہدم ہو گیا سو ایک شریک اس کی عمارت بنانے سے انکار کرتا ہے اگر
 وہ مکان قابل قسمت کے ہے تو جبر نہیں اور بانٹ ڈالاجائے اور اگر ماتد حمام کے لائق قسمت کے نہیں ہے تو ایک شریک اس کی تعمیر کرے پھر
 اس کو کرایہ پر چلا دے تاکہ جو اس نے خرچ کیا ہے کرایہ سے بھر لے اور اگر تعمیر حکم قاضی ہوئی ہو اور اگر حکم قاضی تعمیر نہ کی ہو تو کرایہ سے عمارت
 کی قیمت بھر لے وہ قیمت جو بنانے کے وقت ہو وہ المتصرف فی ملکہ وان تصرف جائز فی ظاہر الروایۃ کل فی الاستبہاء اور انسان کو تصرف کرنا اپنی
 ملک میں جائز ہے اگرچہ اس تصرف میں اس کے پڑوسی کو ضرر ہو تا ہو ظاہر الروایۃ میں یہ سب مسائل مذکور ہیں استبہاء میں ہم صاحب استبہاء
 نے قول مفصل کو چھوڑ دیا یعنی اگر ضرر صریح ہو تو تصرف ممنوع ہے اور نہیں تو جائز ہے اور اسی پر فتویٰ منقول ہے شرح وہبانیہ میں اور اسی
 قول کو صحیح کہا ہے نسفی میں اور عمادیہ میں ہے کہ اسی قول کو ہمارے اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی عن
 الزاہری فی المبتی وہبیتی و فی السراجیۃ الفتوی علی المتع قال المصنف فقد اختلفت الافاء و یشی ان لیجول علی ظہر الروایۃ اور مجتبیٰ میں ہے کہ جواز
 تصرف پر فتویٰ ہے اگرچہ ہمسایہ متضرر ہو اور سراجیہ میں ہے کہ فتویٰ منع تصرف پر یعنی ضرر و ضرر مصنف نے اپنی شرح میں کہا تو جواز

اور عدم جوانی کے فتویٰ میں اختلاف پڑا اور ایسی صورت میں لائق یہ ہے کہ ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جائے یعنی جواز تصرف پر گوہر ہا یہ
 ضرر پائے قلت و مرئی مستقرات القضا میں کتا ہوں اور یہ مسئلہ مذکور ہو چکا متفرقات قضایں فی الوہبانیۃ و شریعہ و لوزع الانسان
 ارضا بدرہ: بد فلیس بہار منع لم یغزر: اور وہبانیہ اور اس کی شرح میں ہے اور اگر آدمی کچھ بودے اپنے گھر میں تو اس کے پڑوسی کو اس کے
 منع کرنے کا اختیار نہیں اگرچہ اس کو ضرر ہوئے ہم یہ وہی مسئلہ ہے جو اشتباہ سے مذکور ہوا کہ تصرف اپنی ملک میں جائز ہے اگرچہ پڑوسی
 کو ضرر ہوے و حیث لاہ اہل فحل واحد: و لا محل فیہ قبل لیس یغیر: اور ایک دیوار سے جس کے اہل یعنی شریک ہیں سو ایک شریک نے اس پر دھنیا
 رکھیں اور حالانکہ قبل اس کے اس پر دھنیوں کا بوجھ نہیں تو اس کو دوسرا شریک ٹخیر نہ کرے گا ہم یعنی ایک مشترک دیوار جس پر دھنیاں نہیں
 ہیں سو اگر ایک شریک اس پر دھنیاں رکھے تو دوسرا شریک اس کو رفع نہیں کر سکتا اور اگر دوسرا شریک دھنیوں پر اور دھنیاں رکھے یا اس
 پر پردہ بناوے یا دروازہ وغیرہ لگاوے تو بد و ناجازت شریک کے جائز نہیں کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیۃ سے و مال شریک ان علی حیلہ
 : و قبل التعلیل جائز فیعمر: اور شریک کو جائز نہیں کہ اپنی مشترک دیوار کو اونچا کرے اور بعضوں نے کہا کہ اونچا کرنا جائز ہے تو تعمیر کر لے
 ہم عبدالبر شارح وہبانیہ نے کہا لائق یوں ہے کہ تفصیل اطلاق معتمد ہو یعنی اگر اونچا کرنا مخالف رسم کے ہو تو جائز نہیں اور اگر موافق رسم اور عراج
 کے ہو تو جائز ہے سے و ممنوع قسم عند منع مشارک: من الرم قاضی موجب فیعمر: اور جس مشترک کی قسمت ممنوع ہے چنانچہ حمام تو شریک کی منع
 ترسیم سے قاضی اس کو کرایہ دے پھر کرایہ سے اس کی تعمیر کرے ہم مثلاً ایک مشترک حمام مہندم ہوا جاتا ہے اور ایک شریک اس کی مرمت پر
 مستعد ہے اور دوسرا شریک نہیں مانتا ہے تو قاضی حمام کو کرایہ پر چلاوے اور جو کرایہ حاصل ہو اس سے اس کی مرمت کرے لیکن یہ قول غیر مختار
 ہے اور قول مختار اگلی بیت میں مذکور ہے سے و یفتق فی المختار راض باذن: و یمنع نفعاً من ابی قبل یخسر: اور قول مختار میں جو شریک راضی
 ہے مرمت کا وہ اس کی مرمت میں اپنے پاس سے خرچ کرے قاضی کے اذن سے اور روکا جائے اس کے فائدہ لینے سے وہ شریک جو
 مرمت سے انکار کرتا ہے قبل تاوان دینے کے یعنی جس شریک نے مرمت کی ہے جب تک وہ اپنا صرف کرایہ سے نہ لے گا تب تک دوسرا
 شریک اس کا کرایہ نہیں لے سکتا ہے سے و عند منقفا بالاذن منہ لحاکم: و عند قیمہ ان لا وہذا المور: اور لے مرمت کے صرف کو اگر حاکم کے
 اذن سے مرمت کی ہو اور قیمت لے اگر باذن حاکم مرمت نہ کی ہو اور یہی قول منقح: اور محقق ہے ہم طحاوی نے کہا پہلے تین بیتیں وہبانیہ کی ہیں
 اور چوتھی اور پانچویں علامہ عبدالبر شارح وہبانیہ کی اصلاح سے ہیں اور چھٹی بیت شارح کی زیادت سے ہے مسئلہ ملحقہ مترجم ایک شخص
 مرگیا اس نے تین بیٹے چھوڑے اور پندرہ ٹھلیاں چھوڑیں پانچ ٹھلیاں سرکہ سے مملو ہیں اور پانچ میں نصف نصف سرکہ ہے اور پانچ خالی ہیں
 اور سب برابر ہیں تو بیٹوں نے چاہا کہ بد و ن اعطائے کے برابر بانٹ لیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک فرزند کو دو بھری ٹھلیاں اور ایک آدمی
 بھری اور دو خالی دی جاویں اور دوسرے فرزند کو بھی اسی طرح دی جاوے تو اب باقی رہیں پانچ ایک بھری اور ایک خالی اور تین آدمی بھری
 تو یہ پانچوں تیسرے فرزند کو دی جائیں تو سب کا حصہ برابر ہو گا کذا فی فتاویٰ قاضیخان والہ اعلم واستغفر اللہ العظیم:



کتاب المزارعة

یہ کتاب ہے مزارعت کی یعنی بٹائی پر کھیت دینا اور مزارعت کو مخابرت اور مفاقت بھی کہتے ہیں اور اہل عراق فراج بولتے ہیں
مناسبتاً ظاہرۃً مناسبت کتاب المزارعت کی کتاب القسمة سے ظاہر ہے یعنی جو کھیت میں اناج وغیرہ پیدا ہوتا ہے اس میں قسمت جاری
ہوتی ہے ورمیان مزارع اور صاحب زمین کے ہی لغت مفاعلة من الرزق مزارعت لغت میں مفاعلت ہے زرع سے وشرعاً عقد علی
الزرع بمعنی الخارج اور شرع میں مزارعت عبارت ہے اس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بمقرر بعض خارج یعنی تہائی یا چوتھائی اناج
پیدا ہوئے زراعت پر ایجاب اور قبول کرنا یہ حقیقت ہے مزارعت کی وارکانہا اربعة ارض و بذر و عمل و بقر اور مزارعت کے ارکان چار ہیں
زمین اوزیج اور محنت اور سیل ولا تقص عند الامام لانہا کفیر البطلان اور مزارعت درست نہیں امام اعظم کے نزدیک اس واسطے کہ وہ
قیر البطلان کے ماتہ ہے ہم امام کی حدیث وہ دلیل ہے جو رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی فرمائی مخابرت
سے اور وہ مزارعت ہے زمین کی تہائی یا چوتھائی وعندہما تقص وبہ لفتی للماجہ وقیاساً علی المضاربة اور صاحبین کے نزدیک مزارعت
درست ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے بسبب حاجت کے اور مضاربة پر قیاس کرنے سے ہم درمیں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ
ہے اس واسطے کہ رسول علیہ السلام نے غیر کی نخلستان و ماں کے لوگوں کو دیے بطریق معاملہ کے اور اس کی زمین دی بطور مزارعت کے اور
اسی پر صحابہ اور تابعین کا عمل تھا اور اب تک مسلمین میں جاری ہے اور ایسی صورت میں خبر واحد اور قیاس موقوف ہو جاتا ہے بشرط تمانیۃ صلیۃ
الارض للزرع صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہے آٹھ شرطوں سے پہلی شرط لائق ہونا زمین کا کاشت کاری کے واسطے ہم تو اگر زمین
نثر اور ریگستان ہو تو مزارعت صحیح نہیں والہیۃ العاقدین اور دوسری شرط اہلیت ہے عاقدین کی یعنی عاقل ہوں تو مجنون اور صغیر غیر
عاقل کا عقد صحیح نہیں لیکن بلوغ اور حریت شرط نہیں اور اسلام بھی شرط نہیں کذا فی الطحاوی و ذکر المدة اسی مدت متعارفہ فتنفسد بما لا یتکین
فیہا منہا و بما لا یعیش الیہا احد ہما غالباً اور تیسری شرط مدت کا ذکر کرنا یعنی وہ مدت جو مزارعین میں معروف اور مروج ہے یعنی ایک سال یا دو سال
تو عقد فاسد ہوگا اس کم مدت سے جس میں زراعت نہیں ہو سکتی اس مدت طویل سے کہ وہاں تک احد العاقدین غالباً نہیں جیتا و قیل فی بلاؤنا
تقص بلا بیان مدة و لقیح علی اول زرع واحد علیہ الفتویٰ مجتبیٰ و بزازیہ و اقترہ المصنف اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں مزارعت بدون بیان
کسے مدت کے بھی صحیح ہے اور عقد واقع ہوگا پہلے ایک زراعت پر اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی المجتبیٰ و البزازیہ اور مصنف نے اپنی شرح میں
اس قول کو ثابت رکھا ہے و ذکر رب البذر اور جو بھی شرط صاحب تم کا ذکر کرنا ہم اس واسطے کہ اگر بیج مالک کی طرف سے ہے تو مزارعت
استیجار جابل ہوگی اور اگر بیج عامل کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار ارضی ٹھہرے گی تو بدون ذکر صاحب تم معقول علیہ مجبول ہوگا اور دونوں
کے احکام بھی مختلف ہیں اس واسطے کہ جس بیج نہیں تو اس کے حق میں عقد لازم ہے فی الحال اور صاحب تم کو بدون تم ریزی کے عقد لازم نہیں
و قیل یحکم العرف اور بعضوں نے کہا بیج میں عرف ماکم ہے یہ قول ہے ابو بکر بلخی کا یعنی اگر عقد وہاں ہو جہاں بیج مزارع کا ہوتا ہے تو وہی

معتبر ہے اگر وہاں ہو جہاں مالک زمین کا بیج بوتا ہو تو وہی قابل اعتبار کے ہے بشرطیکہ عرف و امثلی ہو اور اگر عرف مشترک ہو تو عقد صحیح نہیں و ذکر جنسہ اور پانچویں شرط ذکر کرنا ہے بیج کے جنس کا یعنی گہوں یا جو یا باجرہ یا جو ارم بیان جنس تخم اس واسطے شرط ہوا کہ عامل کی اجرت اسی سے ہوگی اور جنس اجرت کا بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الزلیعی لا قدرہ لعلمہ باعلام الارض و شرطہ فی الاختیار اور مقدار تخم ذکر کرنا شرط نہیں بسبب اس کے معلوم ہونے کے زمین کے بتا دینے سے یعنی زمین سے خود معلوم ہو جاتا ہے کہ اتنی زمین میں اتنا بیج پڑے گا اور اختیار شرح مختار میں مقدار تخم کو بھی شرط کہا ہے و ذکر قسط العامل الآخر اور چھٹی شرط ذکر کرنا ہے دوسرے شخص کا حصہ ہم مراد اس شخص کا حصہ ہے جس کی طرف سے بیج نہیں ہے اس واسطے کہ حصہ عمل یا زمین کی اجرت ہے تو اس کا معین ہو نا ضرور ہوا کذا فی الزلیعی ولو بینا حظ رب البذر و سکتا عن خط العامل جازا استحسانا اور اگر عاقدین نے صاحب تخم کا حصہ بیان کیا اور عامل کے حصہ سے سکوت کیا تو استحسانا جائز ہے ہم اور اگر عاقدین نے اس کا حصہ بیان کر دیا جس کا بیج نہیں ہے تو مزارعت جائز ہے قیاسا و استحسانا کذا فی الخلاصۃ و بشرط التخلیۃ بین الارض و لومح البذر و العامل اور مزارعت صحیح ہے تخلیہ کی شرط سے یعنی تخلیہ کر دینا و درمیان زمین اور عامل کے اگر چہ زمین کا تخلیہ بیج کے ساتھ ہو ہم تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونوں کا عمل مشروط ہو تو عقد صحیح نہیں تخلیہ نہ ہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہے کہ زمین کا مالک کہے کہ میں نے زمین تجھ کو تسلیم کی کذا فی الطحاوی و بشرط الشریکۃ فی الخارج اور مزارعت صحیح ہے شرکت فی الخارج کی شرط سے یعنی جو غلہ پیدا ہو اس میں دونوں کی شراکت ضرور ہے تو اگر یہ شرط ہو کہ غلہ ایک ہی شخص کا ہو تو عقد صحیح نہیں ثم فرع علی الاخر بقولہ فبطل ان شرط لاحدہما قفیز ان مسماۃ مہر مصنف نے شرط اخیر یعنی شرکت فی الخارج پر تفریع کی اس قول سے تو مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کے واسطے چند قفیز معین شرط ہوں یعنی کچھ غلہ ایک شخص لے اور باقی دونوں میں نصفانصف ہو او ما یخرج من موضع معین یا ایک کے واسطے وہ غلہ شرط ہو جو موضع معین میں پیدا ہو اور باقی نصفانصف اور فرع رب البذر بذرہ یا یہ شرط ہو کہ صاحب تخم اپنا بیج اٹھالے یعنی جس قدر اس نے بیج ڈالا اس کو پہلے نکال لے پھر باقی نصفانصف اور فرع الخراج الموظف و تنصیف الباقی بعد رفعہ یا خراج موظف کا نکال لینا اور اس کے نکال لینے کے بعد باقی کو نصفانصف کر لینا شرط ہو ہم تنصیف الباقی چاروں مسئلوں سے متعلق ہے اور بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بعد رفعہ کو حذف کرتا تاکہ تنصیف سب مسائل کو شامل رہتی اور ان صورتوں میں مزارعت اس واسطے باطل ہوئی کہ غلہ میں گاہے قطع شرکت ہو سکتی ہے اس واسطے کہ شاید اتنا ہی غلہ پیدا ہو جتنا مشروط ہو یعنی بقدر تخم یا بقدر خراج موظف کذا فی الطحاوی بخلاف شرط رفع خراج المقاسمۃ کثلث اور بیج او شرط رفع العشر لارمن اول احدہما لانه مشاع فلا یؤدی الی قطع الشریکۃ بخلاف اس شرط کے کہ خراج مقاسمۃ نکال لیا جائے چنانچہ تہائی یا چوتھائی یا یہ شرط ہو کہ عشر یعنی دسواں حصہ زمین کا نکال لیا جائے یا دسواں حصہ احد العاقدین لے تو مزارعت باطل نہیں اس واسطے کہ بٹائی کا خراج اور عشر مشاع ہے یعنی غیر معین ہے تو یہ قطع شرکت کی طرف نہیں پہنچاتا ہے او شرط التین لاحدہما والحب للآخر ای تبطل لقطع الشریکۃ فیما ہو المقصود یا مہوسا شرط ہو ایک کے واسطے اور دانہ دوسرے کے واسطے یعنی اس شرط سے مزارعت باطل ہوگی بسبب قطع ہو جانے شرکت کے اس میں جو مقصود مزارعت سے یعنی اناج او شرط تنصیف الحب و التین لغير رب البذر لانه خلاف مقتنی العقد یا دانہ اور مہوسے کی تنصیف ہو صاحب تخم کے سوا اور شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہے اس واسطے کہ یہ شرط مقتضائے عقد کے مخالف ہے او شرط تنصیف التین والحب لاحدہما لقطع الشریکۃ فی المقصود یا مہوسا لصفانصف شرط ہو او دونوں میں اور دانہ شرط ہوا ایک شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہے بسبب قطع ہو جانے شرکت کے مقصود

میں وان شرط تنقیف الحب والتبن لصاحب البذر كما هو مقتضى العقد ولم يتعرض التبن لصحة او اگر یہ شرط ہو کہ دانہ تو دونوں میں نصفاً نصف ہو اور مہوسا فقط صاحب تخم کا ہو چنانچہ یہی مقتضائے عقد ہے یا مہوسہ کا کچھ تعرض نہ ہو تو مزارعت صحیح ہے ہم عدم تعرض مہوسہ کا اس واسطے مطلق عقد نہ ہوا کہ مقصود تو دانہ ہے اور مہوسا اس کے تابع ہے اور تابع سے سکوت کرنا فساد عقد کا موجب نہیں ہوتا

کذا في الدرر وحيد التبن لب البذر وقيل بينهما تبعاً للحب كذا قال المصنف تبعاً للمصدر وغيره لكن اعمد صاحب الملتقى الثاني حيث قدم فقال والتبن بينهما وقيل لب البذر اور اس وقت میں یعنی جب مہوسہ کا تعرض نہ ہو تو مہوسا بیج والے کا ہو گا اور قول ضعیف یہ ہے کہ مہوسا دونوں میں نصفاً نصف ہو گا دانہ کے تابع ہو کہ ایسا کہا ہے مصنف نے صدر الشریعہ وغیرہ کا تابع ہو کہ لیکن صاحب ملتقى نے قول ثانی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ اسی کو مقدم ذکر کیا ہے سو یوں اس نے کہا ہے اور مہوسا دونوں میں نصفاً نصف ہو گا اور بعضوں نے کہا کہ صاحب تخم کا ہو گا قلت دفع

شرح الوهبانية عن القنية المزارع بالربح لا يستحق من التبن شيئاً وبالثلث يستحق النصف میں کتابوں اور شرح وہبانہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ چومتائی کا مزارع مستحق مہوسہ کا نہیں ہوتا اور تہائی کا مزارع اُدھے مہوسے کا مستحق ہوتا ہے ہم مقتضائے فقہ یہ ہے کہ مہوسا دونوں میں مشترک ہو بقدر ان کے حصہ کے مگر یہ کہ عرف یا شرط اس کے مخالف ہو چنانچہ عنایہ میں مذکور ہے جہاں عاقدین کی شرط مفوض نہ ہو وہاں عرف کا اعتبار ہے تو قنیہ کی عبارت اسی پر محمول ہے یعنی مزارع بالربح مستحق نہیں ہوتا بسبب شرط یا عرف کے اور مزارع بالثلث مستحق نصف کا ہوتا ہے شرط اور عرف کے سبب سے اور اس تقریر سے اشکال زائل ہو گیا اور اس پر دلیل بدائع کا قول ہے کہ ہمارے زمانہ میں تخم الاثمہ بخاری کا جواب مختلف ہے کہ مزارع بالربح کے واسطے کچھ مہوسا نہیں عرف اور رواج کے سبب سے کذا فی الحلبي والطحاوي عنقراً وكذا صحت لو كان الارض والبذر لزید والبقر والعمل للآخر والارض له والباقي للآخر فهذه الثلثة جائزة اور اسی طرح مزارعت صحیح ہے اگر زمین اور بیج زید کا ہو اور بیل اور عمل دوسرے کا یا زمین زید کی اور باقی تین چیزیں یعنی بیل اور بیج اور عمل دوسرے کا ہو یا عمل زید کا ہو اور باقی تین چیزیں یعنی زمین اور بیج اور بیل دوسرے کا ہو تو یہ تین صورتیں جائز ہیں و بطلت فی اربعة اوجه لو كان الارض والبقر لزید والبقر والبذر له والآخران للآخر او البقر له والبذر له والباقي للآخر فنی بالتقسيم العقل سبعة اوجه لانه اذا كان من احد هما واحد الثلثة من الآخر فنی اربعة واذا كان من احدهما اثنان واثنان من الآخر فنی ثلثة اور مزارعت باطل ہے چار صورتوں میں اگر زمین اور بیل زید کے ہوں یا بیل اور بیج اس کا اور باقی دو چیزیں دوسرے کی ہوں یا بیل یا بیج زید کا ہو اور باقی دوسرے کا ہو تو یہ صورتیں باعتبار تقسیم عقل کے سات وجہ پر ہیں اس واسطے کہ ارکان اربعہ یعنی زمین اور بیج اور بیل اور عمل میں سے احد العاقدین کی طرف سے ایک ہو اور باقی تین دوسرے کی طرف سے تو یہ چار صورتیں ہیں اور جب کہ ایک طرف سے دو ہوں اور دوسرے کی طرف سے بھی دو ہوں تو یہ تین صورتیں ہیں ومتى دخل ثالث فاکثر بحصة فسدت اور جب کہ داخل ہو تیسرا شخص زیادہ حصہ مقرر کر کے تو مزارعت فاسد ہو گی ہم اور اگر چار شخص شریک ہوں مزارعت میں اس طرح کہ ایک کی زمین ہو اور دوسرے کا بیج اور تیسرے کا عمل اور چوتھے کا بیل تو یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کذا فی الطحاوي عن الوهبانية وشرهما واذا صحت فالخارج علی الشرط اور جب کہ مزارعت صحیح ہو گئی تو جو غلہ پیدا ہو وہ شرط کے موافق قسمت ہو ولا شئ للعامل ان لم يخرج شئ فی الصیقة اور عامل کے واسطے کچھ نہیں اگر کچھ غلہ پیدا نہ ہو مزارعت صحیحہ میں ہم اس واسطے کہ استحقاق عامل کا شرکت فی الخارج سے ہے اور خارج کچھ نہیں برخلاف مزارعت فاسدہ چنانچہ اس کا بیان آگے آئے گا و بحیر من ابی علی المصنف الارب البذر فلا یجرب قبل القاء و بعد ہجر در را در زبردستی کی جائے مزارعت قائم رکھنے کی اس شخص پر جو انکار

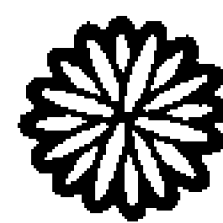
کرتے ہیں مگر صاحب تخم کہ اس پر جبر ہو گا بیج ڈالنے سے پہلے اوزیج ڈالنے کے بعد جبر ہو گا کذا فی الدرر مستی فسدت المزارع فالخارج لب البذر لانه نهار
 نکلے اور جب کہ مزارعت فاسد ہو تو جو غلہ وغیرہ پیدا ہو وہ بیج والے کا ہے اس واسطے کہ اس کی ملک کی افزائش اور بڑھوتی ہے یعنی جو
 پیدا ہوا بیج سے پیدا ہوا ہو کیونکہ بالآخر اثر مثل عملہ او ارضہ ولا یزاد غل الشریط بالغام بلغ عند محمد اور دوسرے شخص کو اس کے عمل یا
 اس کی زمین کی اجرت مثل ہوگی یعنی اگر صاحب تخم صاحب زمین ہے تو عامل کو اس کے عمل کی مزدوری دی جاوے گی اور اگر صاحب تخم
 عامل ہے تو صاحب زمین کو زمین کا اجر دیا جاوے گا اور اجرت زیادہ نہ کی جاوے گی شرط پر پہنچے جہاں تک پہنچے محمد کے نزدیک وان لم
 یخرج شئی فی الفاسد فان کان البذر من قبل العامل فعلیہ اجر مثل الارض والبقرة وان کان من قبل رب الارض فعلیہ اجر
 مثل العامل حامی اور اگر مزارعت فاسدہ میں کچھ پیدا نہ ہو تو اگر بیج عامل کی طرف سے ہو دے تو وہی زمین اور بیل کی اجرت اس پر واجب
 ہوگی اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہو تو اس پر وہی عامل کی اجرت لازم ہوگی کذا فی الحاوی ولو امتنع رب الارض من المصنی فیہا
 وقد کر رب العامل فی الارض فلا شئی لہ کراہ حکما ای فی الغضائز لا قیمة للمنافع ولیست رضی ویانہ فیفتی بان یوفیہ اجر مثله لغرہ اور اگر زمین کا
 مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہے اور حالانکہ عامل نے زمین میں جو تائی کی ہے تو قاضی کے حکم میں اس کے واسطے کچھ نہیں اجرت
 اس کے جوتنے کی اس واسطے کہ منافع کی قیمت نہیں ہوتی اور دیانت میں یعنی فیہا بنیہ و بین اللہ اس کو راضی کرنا چاہیے تو یہ فتویٰ دیا جائے
 کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب فریب کھانے کے یعنی عقد مزارعت سے اس نے فریب کھایا کہ اور کام سے باز رہا اور جوتنے
 میں مشغول رہا و لفسخ المزارع بدین محوج الی بیعہا اذالم ینبت الزرع لکن یجب ان لیستر ضی المزارع دیانہ اذاحمل کما مر اور عقد
 مزارعت منسوخ کر ڈالا جائے بسبب اس دین کے جو مضطر کر دے زمین کی بیع کرنے کی طرف جب کہ کھیت نہ اگا ہو لیکن دیانہ واجب یہ ہے
 کہ مزارع کو راضی کیا جائے جب کہ وہ کچھ محنت کر چکا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جو تھائی کی اجرت اس کو دینا چاہیے ہم دین محوج الی البیع وہ ہے
 کہ کوئی جائیداد نہ ہو اس کے ادا کرنے کی مشن ارض کے سوا اما اذانبت ولم لیست قصد لم تبع الارض لتعلق حق المزارع حتی لو اجاز جاز اور اگر
 کھیت اگا ہو اور ہنوز پختہ نہیں ہوا کہ کاٹا جائے تو زمین کی بیع نہ ہوگی بسبب متعلق ہونے حق مزارع کے تو اگر مزارع بیع کو جائز کر دے
 تو بیع جائز نہ ہوگی فان مضت المدة قبل ادراک الزرع فعلى العامل اجر مثل نصیبہ من الارض الی اور اگر کہ ای الزرع کما فی الاجاز
 پھر اگر مزارعت کی مدت گزر جائے کھیت کی پختگی سے پہلے تو عامل یعنی مزارع پر کھیت کے پختہ ہونے تک اجرت واجب ہے بقدر اس کے
 حصہ کے زمین سے چنانچہ اجارہ میں اجرت واجب ہوتی ہے ہم یعنی اگر مزارع کا حصہ غلہ میں تھائی ہو تو زمین کی اجرت کی تھائی اس پر واجب ہے
 اور نفقہ دونوں پر ہوگا اس صورت میں کذا فی الدرر بخلاف مالومات احدہما قبل ادراک الزرع حیث یكون الكل على العامل او وارثه لبقاء العقد
 استمسانا کما سیجی بر خلاف اس صورت کے کہ اگر عامل یا صاحب زمین مر گیا کھیت پکنے سے پہلے کیونکہ وہاں کل یعنی عمل اور کھیت کا خرچہ اور
 نگہبانی کی اجرت کذا فی الزلیس عامل پسا اس کے وارث پر ہوگی بسبب باقی رہنے عقد کے استمسانا چنانچہ آگے آوے گا ہم طحاوی نے
 کہا یہ دوسرے عمل کی گفتگو ہے اس کا ذکر آگے آوے دفع رجل ارضه الی آخر علی ان یزرعہا بنفسه و لبقرة والبذر بینہما نصفان
 والخارج بینہما کذلک فعلى هذا فالمرارعة فاسدة و يكون الخارج بینہما النصفین ولیس للعامل علی رب الارض اجر لشركته
 فیہ والعامل یوجب علیہ اجر نصف الارض لصاحبہا لفساد العقد ایک مرد نے اپنی زمین دوسرے کو دی اس شرط پر کہ وہ شخص بذریعہ

اور اپنے بیل سے زراعت کرے اور بیج دونوں میں نصف نصف ہو اور جو غلہ پیدا ہو وہ بھی دونوں میں اسی طرح نصف نصف ہے سو مزارع اور اس کے بیل نے اسی شرط پر زراعت کی تو مزارعت فاسد ہے اور غلہ دونوں میں نصف نصف ہو گا اور مزارع کا صاحب زمین پر کچھ اجر لازم نہیں بسبب اس کے شریک ہو جانے کے غلہ میں اور عامل پر نصف زمین کی اجرت واجب ہے صاحب زمین کے واسطے بسبب فاسد ہونے عقد کے وکذا لو کان البذر ثلثین من احدہما وثلثہ من الآخر والربع بینہما نصفین او علی قدر بذرہما فاسد ایضا

لا بشرط الا عارۃ فی المزارعة عادیۃ اور اسی طرح اگر دو تہائی بیج ایک شخص کی طرف سے ہو اور ایک تہائی دوسرے کی طرف سے ہو اور عامل غلہ دونوں میں آدھوں آدھ یا غلہ بقدر ان کے بیج کے تو وہ بھی فاسد ہے بسبب شرط کرنے مالک زمین کے عاریت دینے کو مزارعت میں کذا فی العادیۃ یعنی اس واسطے کہ مالک زمین نے عامل پر بیل کا عاریت دینا شرط کیا کذا فی الطحاوی واعلم ان نفقۃ الزرع مطلقاً بعد معنی مدۃ المزارعة علیہا بقدر الحصاص اور معلوم کر کہ کھیت کا خرچ مطلقاً بعد گزر جانے مدت مزارعت کے دونوں پر ہے بقدر ان کے حصول کے ہم مطلقاً یعنی خواہ صرف کی حاجت ہو کھیت کے پختہ ہونے سے پہلے یا بعد اس کے کذا فی الحلبي واما قبل مضیفاً فکل عمل قبل انتهاء الزرع کنفقۃ بذرہ مؤنۃ حفظ وکرمی ہر عمل العامل ولو بلا شرط فاذا تباہی لبقی مالاً مشترکاً بینہما فتجب علیہما مؤنۃ کحصاد وودیاس کذا حررہ المصنف واصل علیہ اصل صدر الشریعۃ فلیحفظ اور مزارعت کی مدت گزر جانے سے پہلے تو جو عمل کھیت پختہ ہونے کے قبل ہے جیسے بیج کا صرف اور نگہبانی اور ہر صاف کرنے کی محنت ہے وہ عامل پر ہے اگرچہ اس کی شرط نہ ہوئی ہو پھر جب کھیت پختہ ہو کر کمال کو پہنچا تو اب مال مشترک ہو کر باقی رہے گا تو عامل اور مالک زمین دونوں پر خرچ اس کا واجب ہو گا چنانچہ کھیت کے کٹنے اور واپس چلانے کی اجرت اسی طرح تحریر کی ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اسی پر یعنی ماقبل معنی مدت پر صدر الشریعۃ کے قاعدہ کو محمول کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم صدر الشریعۃ نے یوں کہا ہے کہ جو عمل قبل پختگی کے ہے وہ عامل پر ہے مصنف نے یہ محمول قبل انقضاء مدت مزارعت پر تا بقیاد عقد اور استحقاق عمل عامل پر متصور کیا کیونکہ مدت کے بعد نہ عقد ہے نہ استحقاق فان شرطاً علی العامل فسدت کما لو شرطاً علی رب الارض پھر اگر عاقدین نے بعد پختگی عمل شرط کیا عامل یعنی مزارع پر تو عقد فاسد ہے جیسے کہ فاسد ہے اگر صاحب زمین پر عمل کو شرط کیا یعنی اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں کذا فی الطحاوی بخلاف مالومات رب الارض والزرع بقول فان العمل فیہ جمیعاً علی العامل او وارثہ لبقاد مدت العقد والعقد یوجب علی العامل عملاً یتحتاج علیہ الی انتهاء الزرع کما مر بخلاف سابق یہ صحت ہے کہ اگر صاحب زمین مرگیا اور کھیت ہو کر لگھاں اور ساگ ہے یعنی دانہ نہیں نکلا تو اس میں تمام عمل عامل پر ہے یا اس کے وارث پر بسبب باقی رہنے مدت عقد کے اور عقد واجب کرتا ہے عامل پر وہ عمل جس کی طرف حاجت ہے تا انتهاء زرع چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حلبي نے کما قولہ بخلاف مرتبط ہے قولہ ونفقۃ الزرع علیہما بالحصاص سے ولومات قبل البذر بطلت ولا شیئ لکراہہ کما مر وکذا الوضوخت بدین مجموع مجتبیٰ اور اگر زمین کا مالک مرگیا بیج ڈالنے سے پہلے تو عقد باطل ہو گیا اور مزارع کی جو تہائی کی کچھ اجرت نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسی طرح جو تہائی کی کچھ اجرت نہ ہو گی اگر مزارعت فسخ کی گئی بسبب اس دین کے جو مضطر کر دے بیج زمین کی طرف کذا فی المجتبیٰ وصح اشتراط العمل کحصاد وودیاس ونصف علی العامل عند الثانی للمتعاہل وهو الی صح وعلیہ الفتاویٰ ملتقی اور صحیح ہے شرط کر لینا عمل کا چنانچہ کھیت کاٹنا اور پانڈنا اور غلہ کو مہو سے سے صاف کرنا ابو یوسف کے نزدیک بسبب رواج اور عرف کے اور یہی قول اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الملتقی ہم عمل مذکور بلا شرط عاقدین پر ہے اور شرط سے مزارع پر لازم ہے بحکم عرف کذا فی الطحاوی عن الثانی

الغلة فی المزارعة مطلقا ولو فاسدة امانة فی ید المزارع ثم فرع علیہ بقوله مزارعت میں مطلقا اگرچہ مزارعت فاسدہ ہو غلہ امانت سے مزارع کے ہمتہ میں پھر مصنف نے اس قول پر تفریح کی بقول آئندہ فلا ضمان علیہ لو ہلکت الغلة فی یدہ بلا صنتہ فلا تصح بہا الکفالة تو مزارع پر تاوان نہیں اگر غلہ تلف ہو گیا اس کے پاس بدون اس کے کرتب کے تو غلہ کی ضامن صحت نہیں نہم کو کفل بچھتہ ان استہلکھا صحت المزارعة والکفالة ان لم تکن علی وجه الشرط والافسدت المزارعة خانیۃ ہاں اگر ایک شخص ضامن ہوا صاحب زمین کے حصہ کا اگر مزارع اس کو تلف کر ڈالے تو مزارع اور ضمانت دونوں صحیح ہیں بشرطیکہ کفالت بطریق شرط کے نہ ہو اور اگر بطریق شرط کے ضمانت ہوگی تو مزارعت فاسد ہو جاوے گی کذا فی الخانیۃ ہم کفالت مذکورہ اس واسطے صحیح ہوئی کہ وجوب ضمان کے سبب کی طرف مضاف ہوئی یعنی استہلاک کی طرف و مشکہ فی الحکم المعاملۃ اسی القاء فان حصۃ الدھقان فی ید العامل امانة اور مزارعت کے ماتہ حکم میں معاملت یعنی مساقاۃ ہے اس واسطے کہ زمیندار کا حصہ عامل کے ہمتہ میں امانت ہے و اذا قصر المزارع فی سقی الارض حتی ہلک الزرع بهذا السبب لم یضمن المزارع الفاسدة ویضمن فی الصحیۃ وجوب العمل علیہ فیہا کما مردہ فی یدہ امانة فیضمن بالتقصیر اور جب کہ مزارع نے قصور کیا زمین کے سینچنے میں یہاں تک کہ کھیت خشک ہو گیا اس سبب سے تو مزارع تاوان نہ دے مزارعت فاسدہ میں اور مزارعت صحیحہ میں تاوان دے سبب واجب ہونے عمل کے مزارع پر صحیحہ میں نہ فاسدہ میں چنانچہ مذکور ہو چکا اور غلہ اس کے پاس امانت ہے تو ضمان دے گا بسبب تقصیر کے فی السراجیۃ اکار ترک السقی عمدہ حتی میں ضمن وقت ماترک السقی قیمتہ نابتانی الارض وان لم یکن للزرع قیمة قومۃ الارض مزدوعہ وغیر مزدوعہ فیضمن فضل ما بینہما سراجیہ میں ہے ایک مزارع نے سینچنا عمدہ چھوڑ دیا یہاں تک کہ کھیت خشک ہو گیا تو سنبھانی چھوڑنے کے وقت جو زمین میں جے کھیت کی قیمت ہو اس کا تاوان دے اور اگر کھیت کی کچھ قیمت نہ ہو تو زمین مزدوعہ اور غیر مزدوعہ کی قیمت مقرر کی جائے تو جس قدر دونوں میں زیادتی ہو اتنا ضمان دے ہم یعنی مثلاً اگر زمین مزدوعہ کی قیمت چالیس ہو اور غیر مزدوعہ کی تیس تو دس کا ضمان دے فروع مسائل ملحقہ شارح کے اخرا لا کار السقی ان تاخیر امتقا والا یضمن والا ضمن مزارع نے سنبھانی میں تاخیر کی تو اگر وہی تاخیر کی عادت ہو مزارعین میں اور کھیت خشک ہو جائے تو تاوان نہ دے اور اگر تاخیر غیر معتاد ہو تو تاوان دے شرط علیہ الحصاد فتغافل حتی ہلک ضمن الا ان یؤخر تاخیر امتقا مزارع پر کھیت کا ٹنا مشروط ہوا سو اس نے یہاں تک غفلت کی کہ وہ تلف ہو گیا تو تاوان دے مگر یہ کہ اتنی تاخیر کرے جس کی عادت ہے تو تاوان نہیں ترک حفظ الزرع حتی اکلہ الدواب ضمن وان لم یرد الجراد حتی اکل کلہ ان امکن طرودہ ضمن والا لا بزازیۃ مزارع نے نگہبانی کھیت کی یہاں تک چھوڑ دی کہ اس کو چوپائے جانور کھا گئے تو تاوان دے اور اگر اس نے ٹڈی نہ ہانکی یہاں تک کہ سارا کھیت کھا گئی تو اگر اس کا ہانکنا ممکن تھا تو تاوان دے اور اگر ممکن نہ تھا تو تاوان نہیں کذا فی البزازیۃ زرع ارض رجل بلا امرہ طالبہ بحصۃ الارض فان کان العرف جری فی تلک القریۃ بالنصف او بالثلث ونحوہ جب ڈلک ایک مرد نے دوسرے مرد کی زمین میں زراعت کی بدون اس کے امر کے تو صاحب زمین اس سے حصہ زمین کا مطالبہ کرے تو اگر اس کا گاؤں میں عرف جاری ہو نصف یا ثلث اور مانند اس کے تو وہی واجب ہو گا حرت بین رجلین الی احدہما ان یسقیہ اجبر فلو فسدت قبل رفعہ للماکم لا ضمان علیہ وان رفع الی القاضی وامرہ بذلک ثم امتنع ضمن جواہر الفتاویٰ ایک کھیت ہے دو شخصوں کی شراکت میں ایک شخص نے اس کے سینچنے سے انکار کیا تو اس پر زبردستی کی جائے سینچنے میں اور اگر کھیت بگڑ گیا ماکم سے ناش کرے سے پہلے تو اس پر تاوان نہیں اور اگر اس نے قاضی سے ناش کی اور اس نے اس کو سینچنے کا حکم کیا پھر بھی اس نے نہ مانا تو اس پر تاوان لازم ہو گا کذا فی جواہر الفتاویٰ ہم ظاہر اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کھیت مشترک ہے نہ بطریق مزارعت کے اس واسطے کہ مزارعت کا حکم مصنف اور شارح ذکر کر چکا

مرط البذر علی الزارع ثم زر عمارب الارض ان مل وجہ الامانة فمزارعة والا فتقن لما یج شرط ہوا مزارع پر پھر کھیت بویا صاحب زمین نے تو وہ بوجہ اعانت ہے تو مزارعت ہے اور نہیں تو مالک کا ہونا مزارعت کا توڑ دینا ہے وفتح الارض المستاجرة من الماجر مزارعة جازان البذر من مستاجر ومعاملة لم یجز مستاجر نے اجارہ کی زمین مالک زمین کو دمی بطریق مزارعت کے تو جائز ہے اگر بیج مستاجر کا ہو اور اگر بطریق مساقاة کے تو جائز نہیں استاجرا رضائم استاجر صاحبہا لیسعمل فیہا جاز النکل من منع المصنف مستاجر نے زمین اجارہ لی پھر مستاجر سے مالک نے زمین اجارہ لی تاس میں عمل کرے تو جائز ہے یہ سب مسائل مصنف کی شرح منع الخفاری سے منقول ہیں ہم عمل سے ہر قسم کا عمل مراد ہے سوائے مساقاة کے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مالک کو بطریق مساقات کے زمین دینا جائز نہیں قلت وفيہ آخر باب جنایۃ البہیمۃ معنی یا لامعة لبستان فیض امر البستان وغفل حتی دخل الماء وتلفت الکروم والھیطان قال لضمین الکروم لا الھیطان ولو فیہ حصر من الحصر لا العنب النہیۃ مار حفظہ علیہا قلت وضمین العنب فی عرفنا انتہی میں کتاہوں اور منع الخفاری میں جنایۃ البہیمۃ کے آخر باب میں خلاصہ سے منقول ہے کہ لبستان مساقی نے ضائع کر دیا کام باغ کا اور غافل ہو گیا یہاں تک کہ پانی باغ میں داخل ہوا اور انکور کے درخت اور دیوار میں تلف ہو گئیں سب خلاصہ نے کہا کہ تاوان دے درختوں کا نہ دیواروں کا اور اگر درختوں میں خام انکور ہو تو اس کا بھی تاوان دے نہ پختہ انکور کا اس سے اپنے کمال کو پہنچ گیا تو اس کی نگہبانی مساقی اور مالک دونوں پر واجب ہوگی میں کتاہوں اور ہمارے عرف میں انکور کا بھی تاوان انتہی مانی النسخ التفق بلا اذن الاخذ ولا امر قاض فہو متبرع کمرۃ وار مشترکہ خرچ کیا بلا اذن دوسرے کے اور بدون امر قاضی کے تو وہ خرچ ہے یعنی اس نے احسان کیا دوسرے سے خرچ کا مطالبہ نہیں کر سکتا جسے مشترک گھر کا مرمت کرنا بلا اذن شریک موجب رجوع نہیں صحت اس کی یہ ہے کہ مزارع غائب ہے انقصائے مدت سے پہلے شخص حاضر خرچ کرے قاضی کا حکم لے کر اور صرف کیا غائب ہے پھیر لے خواہ کھیت باقی ہے یا تلف ہو جائے اور اسی طرح اگر مزارع محتاج ہو جس کا کچھ مال نہیں تو یہی جواب ہے اور اگر بدون حکم غنی صرف کسے گا تو متبرع ہو گا اور اگر مدت اجارہ منقض ہو گئی اور مالک زمین غائب ہو گیا اور کھیت ہنوز گھاس اور ساگ ہے قاضی مزارع کو صرف کسے گا حکم نہ دے مگر جب گواہی سے ثابت ہو کہ کھیت اس میں اور غائب میں مشترک ہے اور اگر بدون قاضی قاضی خرچ کرے گا تو مستطوع مقررے گا کذا فی الطحاوی مختصرات العامل فقال وارثہ انا عمل الی ان یستعبد فلہ ذلک وان بان رب الارض فی مزارع مرگیا سو اس کے وارث نے کہا کہ میں عمل کروں کھیت کاٹنے تک تو وہ اس کو درست ہے اگرچہ صاحب زمین نہ مانے کذا فی متقی و فی الوہبانیۃ ۵ و یاخذ رضا اللیثیم وصیہ مزارعۃ ان کان ما ہو یبذر ۶ اور تیمم کا دمی تیمم کی زمین لے بطریق مزارعت اگر تیمم نہ ہو بیج لے والا ہم اگر بیج دیکھی ہو تو مزارعت جائز ہے اور اگر تیمم کا بیج ہو تو جائز نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی ۵ ولو قال بذل الارض فی مزارع ۶ لہ القول بعد الصد والخم نیکر ۶ اور اگر مزارع کے کہ زمین کا بیج میرا ہے تو اسی کا قبول مقبول ہو گا کھیت کاٹنے کے بعد اور لاکھ طرف ثانی اس کا منکر ہے واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ الکریم ۶



کتاب المساقاة

یہ کتاب ہے مساقاة کے احکام میں لا تمفنی مناسبتاً پوشیدہ نہیں مناسبت مساقاة کی حرارت سے ہم اس واسطے کہ دونوں عقد شرعی ہیں تفصیل منقوت کے واسطے فرق اتنا ہے کہ مزارعت میں کھیت کی خبر گیری ہے سینچنے وغیرہ سے اور مساقاة میں باغ اور درختوں کی اصلاح ہے سنیائی وغیرہ سے ہی المعاملة بلغة اہل المدينة مساقاة اہل مدینہ کی زبان میں معاہدت ہے یعنی اہل مدینہ مساقاة کو معاملہ کہتے ہیں مٹی نمتہ و شرعاً معاقدہ دفع الشجر والکرم و ہل للراہ بالشجر ما لیم غیر المشرک الجوز والصفصاف لم ارہ الی من یصلحہ بجر معلوم من ثمرہ تو مساقاة باعتبار لغت اور شرع کے جلدت ہے معاقدہ دفع شجر سے یعنی درخت اور انگور کی ہل دینا اس شخص کو جو درخت کی اصلاح کرے کہ اس کے مہین پھلوں پر اور کب شجرہ سے وہ درخت بھی مراد ہے جو درخت غیر مشرک کو بھی شامل ہو چنانچہ جوز اور صفصاف کا درخت میں نے اس کو نہیں دیکھا کتب فقہ میں ہم یعنی مساقاة کے معنی لغوی اور شرعی میں کچھ فرق نہیں اور یہی قول نہایت میں ہے اور ظاہر کلام زبلی اور عینی ہونے مسکین اور درخت پر دلالت کرتا ہے زبلی نے اور اسی طرح صاحب درر نے کہا مساقاة معاہدت ہے سقی سے علی نے کہا تعریف مساقاة میں مشرک مصرع ہے تو انشاء غیر مشرک کو کیونکہ شامل ہوگی مگر یوں جواب دیا جائے کہ ذکر اس کا بنا بر عادت حال کے ہے وہی کا المزارعة حکماً و خلافاً اور مساقاة مزارعت کے مانند ہے ازراہ حکم اور اختلاف کے یعنی امام کے نزدیک مساقاة صحیح نہیں برخلاف صاحبین کے اور حکم مساقاة یہ ہے کہ وہ صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے و کذا شرطاً تمکن ہنا لیخرج بیان البذر ونحوہ اور اسی طرح مساقاة مزارعت کے مانند ہے ان شرط میں جو یہاں ممکن ہیں امکان کی قید اس لیے لگائی تا یخرج وغیرہ کا جیسا کہ اس کی جنس اور مقدار کا بیان کرنا مشکل جائے ہم شرط ممکنہ مساقاة چنانچہ اہلیت متعاقدين کی اور بیان کرنا حصہ عامل کا اور تمکین کر دینا عامل اور اشجار میں اور شرکت پھل میں جو پیدا ہوا لافی ارجعہ اشیاء فلا بشرط ہنا اذا امتنع احدہما بکیر علیہ اذ لا ضرر بخلاف المزارعة کما مر مگر چار چیزوں میں سودہ یہاں شرط نہیں ہوتی ایک یہ کہ جب کہ احد العاقدین انکار کرے تو اس پر مساقاة میں جبر کیا جاوے گا اس واسطے کہ کوئی ضرر نہیں برخلاف مزارعت چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر صاحب تخم مزارعت میں انکار کرے تو اس پر جبر نہیں واذا التقت المدة ترک بلا اجر و عمل بلا اجر و فی المزارعة باجر اور جب کہ مساقاة کی مدت منقضي ہو جائے تو چھوڑ دیا جائے بدون اجر کے اور اس میں عمل کیا جائے بدون اجر کے اور مزارعت میں اجرت کے ساتھ ہم یعنی مدت مساقاة اگر منقضي ہو جائے اور پھل خام ہوں تو عامل کو جائز ہے کہ خبر گیری کیا کرے پھل پختہ ہونے تک جس طرح مزارع کو جائز ہے لیکن مزارعت میں مزارع پر اجرت زبلی کی بقدر اس کے حصہ کے واجب ہوگی اور مساقات میں بقدر اس کے حصہ کے اجرت واجب نہیں اس واسطے کہ اشجار کا اجارہ درست نہیں برخلاف حرارت کے کہ وہاں زمین کا اجارہ ہوگا اور وہ درست ہے کذا فی الطحاوی عن الزبلی واذا استحق الثمن یرجع العامل باجر مثل فی المزارعة لبقیمہ الزرع اور جب کہ نخلستان میں استحقاق غیر ثابت ہو تو عامل اپنی اجرت مثل مہر لے اور مزارعت میں کھیت کی قیمت

۱۵ صفصاف بالفتح وخت بید کو کہتے ہیں اور جز کی جگہ عریضی سرور ہوتا تو اچھا ہوتا ۱۲

ہم عامل اس وقت ہر مثل لے گا جب کہ کھجور شمرہ ہو اور اگر پھل نہ ہوں تو کچھ اجر نہیں کذا فی الطحاوی عن تاتارخانیہ والراجح بیان المدة
 لیس بشرط ہوتا استمسانا لمعلم بوقتہ مادة اور جو پختی چیز جو مزارعت بشرط ہے اور مساقاة میں نہیں بیان کرنا ہے مدت کا بیان مدت
 یہاں استمسانا بشرط نہیں بسبب معلوم ہونے اس کے وقت کے بطریق عادت کے ہم یعنی پختی پھل کا وقت مقرر ہے اس میں کم تفاوت ہوتا ہے
 وحینہ یقع علی اول ثمر یخرج فی اول السنۃ اور اس وقت یعنی در صورت عدم ذکر مدت مساقاة واقع ہوگی پہلے پھل پر اور جو پیدا ہوا اول
 سال میں ہم یعنی مساقاة منعقد ہوگی اول ثمر پھر اس سال میں خارج ہوا اس واسطے کہ وہ متیقن ہے اور مابعد اس کا مشکوک ہے و فی الرطبۃ
 علی اوراک بذریۃ اذ الرطبۃ فیہ وحدہ اور در صورت عدم بیان مدت رطبہ میں مساقاة منعقد ہوگی اس کے بیج کے پکنے پر اس واسطے کہ اس
 کی فقط بیج ہی میں رغبت ہوتی ہے ہم رطبہ لفتح اول ولایت میں عمدہ چارہ ہے ایک بار کا بویا سالہا سال رہتا ہے اس کے بیج کی زیادہ
 قدر ہوتی ہے طحاوی نے کہا رطبہ جب تک تر رہتا ہے اس کو قصب کہتے ہیں اور اہل مصر ہر سیم کہتے ہیں اور خشک کو دس لیس بولتے ہیں اور بعضوں
 نے کہا رطبہ سے بقول مراد ہیں چنانچہ شارح نے قول ثانی پر اکتفا کیا ہے اگلی عبارت میں انتہی اور فارسی میں رطبہ کو سببست کہتے ہیں
 فان لم یخرج فی تلك السنۃ ثمرۃ فسدت اور اگر اس سال میں پھل نہ پیدا ہو تو مساقات فاسد ہوگی در صورت عدم بیان مدت ولو ذکر مدة
 لا یخرج الثمرۃ فیہا فسدت اور اگر ایسی کثرت ذکر کرے جس میں پھل ہو پیدا تو مساقاة فاسد ہے ولو تبلغ الثمرۃ فیہا اولاً تبلیغ صح
 لعدم التیقن بغوات المقصود اور اگر اتنی مدت مذکور ہو کہ گاہے اس میں پھل پختہ ہو اور گاہے نہ پختہ ہو تو عقد صحیح ہے بسبب عدم تیقن قوت
 مقصود کے ہم بلکہ اس مدت میں مقصود کا احتمال ہے اور بسبب حدوث آفت کے احتمال موجود ہے ہر مساقاة اور مزارعت میں فلو خسرج
 فی الوقت المسمی فعلى الشرط لصحة العقد والافسدت فللعامل اجر المثل لیدوم عملہ الی اوراک الثمر تو اگر پھل پیدا ہوا وقت مسمی میں تو
 مساقاة اپنے مشروط پر ثابت ہے بسبب صحیح ہو جانے عقد کے اور اگر پیدا ہو تو مساقاة فاسد ہے سو عامل کے واسطے اجرت مثل ہے تاکہ اس
 کامل ہمیشہ بار ہے پھل پکنے تک ولو دفع غراسا فی ارض لم تبلغ الثمرۃ علی ان یصلحاً فما خرج کان بینہما تلفسذہ المساقاة ان
 لم یذکر اعوا ما معلومہ وان ذکر ذلک صح اور اگر ایسے پودے درخت کے جو زمین میں قائم ہیں اور ہنوز ان کے پھلنے کی نوبت نہیں پہنچی مالک
 نے باغبان کو دیے اس شرط پر کہ ان کی خبر گیری اور درستی کرے اور جو پھل پیدا ہوا وہ دونوں میں نصفانصف ہو تو یہ مساقاة فاسد ہے اگر وہ
 چند سال معین کو ذکر نہ کرے اور اگر ذکر کرے اس کو تو عقد صحیح ہے ہم بیان مدت اس صورت میں اس لیے ضرور ہوا کہ نئے درختوں کا پھل
 لانا نہایت متفاوت ہوتا ہے باعتبار قوت اور ضعف اراضی کے تو اس کا اول ثمر پر محمول کرنا ممکن نہیں کذا فی الزلیعی و کذا لو دفع اصول رطبۃ
 فی ارض مساقاة ولم یسم المدة اور اسی طرح مساقاة فاسد ہے اگر رطبہ کی جڑیں جو زمین کے اندر ہیں بطور مساقات کے دیں ہم یعنی بقا موصول
 تک مساقاة فاسد ہے اس واسطے کہ اس کی انقطاع کی حد مقرر نہیں کیونکہ رطبہ کی جڑیں بڑھا کرتی ہیں جب تک زمین میں قائم ہیں تو مدت مجہول
 طحری کذا فی الزلیعی بخلاف الرطبۃ فانہ یجوز ان لم یسم المدة ویقع علی اول جمرہ لکیون بر خلاف رطبہ کے کہ اس کی مساقاة جائز ہے اگرچہ مدت
 مذکور نہ ہو اور عقد واقع ہوگا اول تراش پر جو عقد کے بعد ہو ہم اس واسطے کہ اس کی نہایت کی حد ہے چنانچہ چھ مہینے کذا فی الدرر ولو دفع رطبۃ
 انتہی جذوا علی ان یقوم علیہا حتی یخرج بذریۃ لکیون بینہما نصفین جاز بل بیان المدة والرطبۃ لصاحبہا اور اگر مالک وہ رطبہ
 دے جس کے قلع کا وقت منتہی ہو گیا اس شرط پر کہ عامل اس کی خبر گیری کیا کرے یہاں تک کہ اس کا بیج پیدا ہو اور بیج دونوں میں نصفانصف
 ہو تو مساقاة جائز ہے بدون بیان کرنے مدت کے اور رطبہ اس کے مالک کی ہے ہم اس واسطے کہ بیج کا وقت مزارعین کے نزدیک معلوم ہے

لے بیج سین مہل دکر بار فارسی سکون سین مہل ساگ نرم اور چپتا ہے جس کے کھانے سے مواش فرہ ہو جاتے ہیں ۱۲

اور بیج نکلا عامل کی محنت سے تو مناصفہ شرط کرنا صحیح ہو گیا اور ربطہ فقط مالک کا ہوا اس واسطے کہ عامل کی محنت کا اس میں کچھ اثر نہیں کذا
 فی الدرر ولو شرط الشریکۃ فیہا ای فی الربطۃ فسدت لشرطہا الشریکۃ فیہا لا ینوی عملہ اور اگر دونوں نے ربطہ میں بھی شرکت شرط کی تو مساقاة
 فاسد ہے اس واسطے کہ انھوں نے اس میں شرکت شرط کی جو نہیں بڑھا عامل کی محنت سے یعنی ربطہ تو موجود تھا اس کی محنت سے پہلے و تصحیح
 فی الکرم والشجر والربطاب المراد منها جمیع البقول و اصول الباذر و الخان و التخل و خصہا الشافعی بالکرم و التخل اور مساقاة صحیح ہے انگور کی
 بیل اور درخت اور ربطات سے مراد جمیع بقول ہیں اور مساقاة صحیح ہے بگیں کی جڑوں میں اور کھجور میں اور اہام شافعی نے مساقاة کو مخصوص کیا
 ہے انگور اور کھجور میں لوفیہ ای الشجر المذكور مخرقة غیر مدرکۃ یعنی تنزید بالتحمل وان مدرکۃ قد انتہت لا تصح کالمزارعۃ لعدم الحاجۃ مساقات
 صحیح ہے اگر درخت مذکور میں کچا پھل ہو یعنی جو عامل کی محنت سے بڑھے اور اگر پختہ پھل ہو جو اپنی نہایت کو پہنچ گیا تو مساقات صحیح نہیں مگر
 کے مانند عدم حاجت کے سبب سے دفع ارضا بیضاء مدۃ معلومۃ لیغرس و تکون الارض و الشجر بینہما لا تصح لاشترط الشریکۃ فیہا ہو
 موجود قبل الشریکۃ فکان کفیض الطمان ففسد زمین سفید یعنی خالی صاف زمین دی مدت میں پر تاکہ عامل اس میں درخت لگا دے اور زمین اور درخت
 دونوں میں نصفانصاف ہو تو مساقاة صحیح نہیں بسبب شرط ہونے شرکت کے اس چیز میں جو موجود ہے شرکت سے پہلے یعنی زمین تو یہ قفیر الطمان
 کے مانند ہوا تو فاسد ہو گا و الثمر والغرس لرب الارض بتعالا رضاء و لا آخر قیمۃ غرسہ یوم الغرس و اجر مثل عملہ اور مسئلہ مذکورہ میں پھل اور
 درخت صاحب زمین کا ہے اس کی زمین کا تابع ہو کر اور دوسرے شخص یعنی عامل کے واسطے اس کے درخت کی قیمت ہے جو قیمت کہ درخت
 لگانے کے دن تھی اور اس کے عمل کی اجرت مثل ہے و حیلۃ الجواز ان یشیع نصف الغراس بنصف الارض ویستاجر رب الارض العامل ثلث سنین
 مثل بشی قلیل لیمیل فی نصیبہ صدر الشریعۃ اور شرکت مذکورہ کی جواز کا یہ حیلہ ہے کہ عامل آدھے درختوں کو بموطن آدمی زمین کے بیع کرے اور زمین
 کا مالک عامل کو مثلاً تین سال کے واسطے نوکر رکھ لے مقوڑی سی اجرت پر تاکہ مالک کے حصہ میں وہ محنت کر کے درخت تیار کر دے کذا فی شرع
 الوقایہ لصدر الشریعۃ ثم تو اس تدبیر سے صاحب زمین نصف زمین اور نصف درختوں کا مالک ہو گا اور اسی طرح عامل نصف زمین اور نصف درختوں کا
 مالک ٹھہرے گا اور تین سال سے مراد وہ مدت ہے جس میں درخت پھلنے کے لائق ہو جائیں وہ بہت البرک بنوۃ رجل و المقہتا فی کرم آخر
 فنبت منها شجرۃ فنی لصاحب الکرم ای لا قیمۃ للزواۃ ایک مروی گٹھل کو ہوا اڑا لے گئی اور دوسرے شخص کے باغ میں اس کو ڈالا سو اس سے
 درخت جاتا تو زمین کے مالک کا ہو گا اس واسطے کہ گٹھل کی کچھ قیمت نہیں و کذا الوقعت نخوة فی ارض غیرہ فنبتت لان النخوة لا تنبت الا
 بعد ذاب لہما اور اسی طرح اگر شفتا لود دوسرے کی زمین میں گرا پھر وہاں جاتا تو زمین کے مالک کا ہو گا اس واسطے کہ شفتا لو نہیں جتا مگر اس کے
 گوشت کے جانے کے بعد یعنی جھنے کے وقت فقط گٹھل باقی رہی اور گٹھل کی کچھ قیمت نہیں و تبطل اسی المساقاة کالمزارعۃ بموت احدہما و مضی
 مدتها و الثمر فی ہذا قید لصورۃ الموت و مضی المدۃ اور مساقات مزارعت کے مانند باطل ہو جاتی ہے احد العاقدین کی موت سے اور مساقاة
 کی مدت منقض ہو جانے سے اور حالانکہ پھل کچا ہے شارع نے کہا یہ یعنی خالی ثمر موت اور انقضاء مدت دونوں کی قید ہے قال مات
 العامل تقویم و رشتہ علیہ ان شاء و حتی یدرک الثمر و ان کرہ الدافع ای رب الارض وان ارادوا القلع لم یجوز و علی العمل سو اگر عامل مر گیا
 تو اس کے وارث اس پر قائم ہیں اگر چاہیں یہاں تک کہ پھل پختہ ہو اگرچہ دینے والا یعنی زمین کا مالک اس کو پسند نہ کرے اور اگر وارث پھل
 توڑنا چاہیں تو عمل کرنے پر ان پر جبر نہ ہو گا مگر اور مالک زمین کو اس صورت میں تین امر میں اختیار ہے چاہے وارثوں کے سامنے وہ بھی

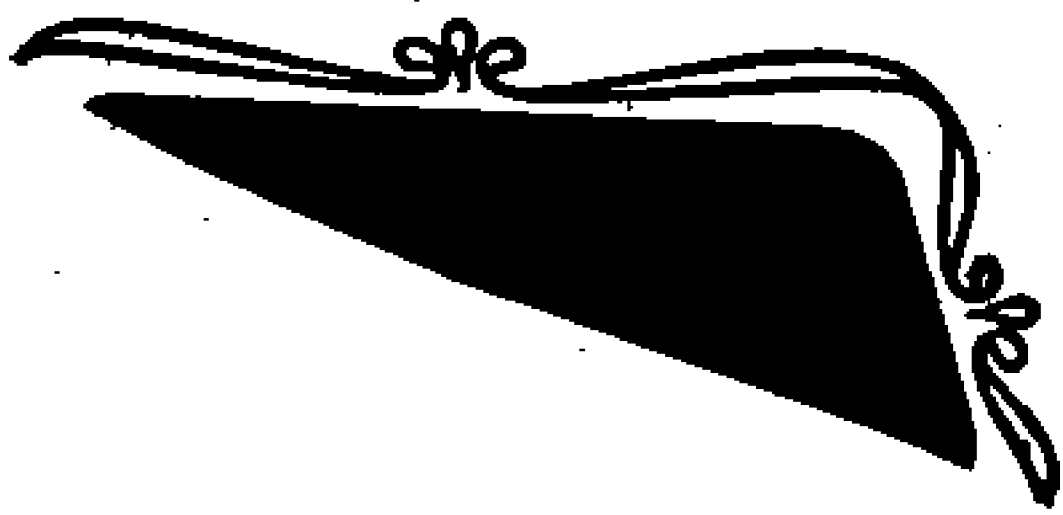
(پہلے سنو کا حاشیہ)

بقیہ حاشیہ

کی پھل توڑے اور قسمت کرے اور چاہے عامل کے حصہ کی قیمت دے اور سب پھلوں کا مالک ہو اور چاہے خرچ کر کے پھلوں کی خبر گیری کر اوسے ان کی پختگی تک اور جو صرف ہو وہ عامل کے حصہ سے جو پھلوں میں ہے مگر اسے کذا فی الطحاوی وان مات الدافع ليقوم العامل كما كان وان کره ورشته الدافع دفعا للضرر او راگر دینے والا یعنی مالک زمین مر جائے تو قائم رہے عامل عمل پر جس طرح پہلے تھا اگرچہ مالک کے وارث راضی نہ ہوں یہ حکم دفع ضرر کے سبب سے ہے ہم اور اگر عامل کچے پھل توڑ لینے پر راضی ہو تو اس کو اختیار ہے اس واسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اس کے ضرر دفع کرنے کے واسطے تھا اور اگر وہ راضی ہوا اپنے ضرر پر تو عقد باطل ہو گا اور مالک زمین کے وارثوں کو خیارات ثلثہ مقدمہ ہیں کذا فی الطحاوی وان ماتا فالخیار فی ذلک لورثته العامل كما مر اور اگر عامل اور مالک زمین دونوں مر گئے تو اس میں عامل کے وارثوں کا اختیار ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وان لم يميت احدهما بل النقصت مدتها ای المساقاة فالخیار للعامل ان يشارك في عمل على ما كان اور اگر احد العاقدین سے کوئی نہ مر گیا بلکہ مساقاة کی مدت منقضی ہو گئی تو عامل کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو عمل کیا کرے جس طرح مدت کے اندر کرتا تھا تا پختگی پھر اور چاہے نہ عمل کرے و تفسخ بالعذر كما لمزارعة كما فی الاجارة اور مساقاة تفسخ کی جاتی ہے عذر سے مزارعت کے مانند چنانچہ اجارات میں فسخ ہوتا ہے عذر سے ومنه كون العامل عاجزا عن العمل وكونه سارقا يخاف على ثمرة وسعفه منه دفعا للضرر اور مجملہ عذرات عامل کا عاجز ہونا عمل سے اور اس کا چور ہونا کہ اس کی طرف سے خوف ہو اس کے پھل اور شاخوں پر فسخ جائز ہو دفع ضرر کے واسطے فروغ مسائل لمحقہ شارح کے ماقبل الا وراک کسقی و تلتیق و حفظ فعلی العامل وما بعده کما اذا وحفظ فعلیهما ولو شرط على العامل فسدت اتفاقا لمتقى والا صل ان ما كان من عمل قبل الادراك کسقی فعلی العامل وبعده کما بعد القسمه فلیحفظ جو عمل کہ پختگی پھر سے پہلے ہے چنانچہ سینچنا اور تلتیق حرام اور نگہبانی ہو وہ عمل پر ہے اور جو عمل کہ پختگی کے بعد ہے جیسے پھل توڑنا اور نگہبانی سو عامل اور مالک دونوں پر لازم ہے اور اگر عمل بعد از پختگی بھی عمل پر شرط کیا جائے تو مساقاة فاسد ہوگی بالاتفاق کذا فی الملتقى اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عمل کہ قبل از پختگی ہو جیسے سینچنا تو وہ عامل پر ہے اور جو بعد پختگی ہو چنانچہ قطع کرنا وہ دونوں پر ہے چنانچہ قسمت کے بعد دونوں پر ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے دفع کر مہ معاملتہ بالمصف ثم زاد احدهما على المصف ان زاد رب الکریم لم یجزه لانه بینه مشاع لیتقسم وان زاد العامل جاز لانه استقاط مالک نے انکور کی بیل نصف المصف پر بطور مساقات کے دی پھر ایک شریک نے نصف پر کچھ زیادہ مقرر کر دیا تو اگر مالک انکور نے زیادہ کر دیا تو جائز نہیں اس واسطے کہ یہ ہبہ ہے اس مشاع کا جو قسمت پذیر ہے اور اگر عامل نے زیادہ کر دیا تو جائز ہے اس واسطے کہ یہ اسقاط ہے یعنی اپنا حق کم کر دیا دفع الشتر لشریک مساقاة لم یجز فلما اجر له لانه شریک فیقع العمل لنفسه ودرخت دے اپنے شریک کو بطور مساقاة کے تو جائز نہیں اور اس کے واسطے اجرت بھی نہیں اس واسطے کہ وہ شریک ہے تو عمل اس کی ذات کے واسطے واقع ہو گا ہم یعنی عمل امالتا ابنی ذات کے واسطے ہو گا اور بقایہ کے واسطے دفی الوہبانیۃ سے و مالک مساقی ان لیساقی غیرہ : وان اذن المولى له لیسین ینکر : اور وہبانیہ میں ہے اور مساقی یعنی عامل کو جائز نہیں یہ کہ اپنے غیر کو بطور مساقات کے دے اور اگر مالک اذن دے اس کو تو معیوب نہیں ہم یعنی اگر مالک یوں کہے کہ عمل کر اپنی عقل اور تجویز پر تو دوسرے عامل کو مساقاة کرنا درست ہے جیسے شرح وہبانیہ اور عالمگیریہ سے مستفاد ہوتا ہے تو اگر ناظم بجائے اذن اطلق بولتا تو بہتر ہوتا کذا فی الطحاوی و فی معایاتہ : و ای شباه دون ذبح یحلبا : و ای المساقی والمزارع یخفر : اور وہبانیہ کی پسیلیوں میں سے یہ پہلی ہے اور کس بکری کو ذبح کرنے کے شارح حلال و معتبر ہے اور کونسی مساقی اور مزارع کو کافر کہتے ہیں ہم پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ بکری ملو

۱۲ : انک شکرہ کا پانی مارہ میں پہنچانا تاکہ مور لادے

ہے جو جنگل میں وحشی ہو گئی کسی طرح اس کے مالک کو نہیں ملتی ہے کہ اس کو ذبح کرے تو وہ زخمی کر دینے سے حلال ہو جاتی ہے خواہ زخم ہاتھ پائی میں لگے خواہ پیٹ یا پیچ میں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہر مساقی اور مزارع کا فرہ ہے اس واسطے کہ کفر لغت میں معنی چھپانے کے ہے اور ہر باغبان اور کاشت کار تخم بوتا ہے تو اس کو خاک میں چھپاتا ہے تو یہاں کا فر لغوی مراد ہے نہ کا فر اصطلاحی خاتمہ منع النفاق میں ہے کہ محمد بن فضل کے فتاویٰ میں کہا کہ قولہ تعالیٰ (یا ایہا الذین آمنوا کملوا فی الارض حلالاً طیباً) میں حلال تو معلوم ہے اور طیب وہ ہے کہ زمین لے بطریق مزارعت یا قفایہ کے یا اپنی زمین میں مزارعت کرے اس طرح کہ نماز پنجگانہ جماعت سے اوقات مستحبہ میں ادا کرے تو حلال طیب حاصل ہو لیکن اگر ایک نماز میں بھی بسبب اشتغال مزارعت کے تاخیر کرے گا وقت مستحب سے تو اس کی مزارعت طیب نہ رہے گی اور اسی طرح اگر بیج بوسے گا یا درخت لگا دے گا بدین طہارت کے یا مزدور کی مزدوری نہ دے گا یا مزدوری دینے میں اتنی دیر کرے گا کہ سپینہ مزدور کا خشک ہو گیا یا اداسے شین میں مدت معین کے ہو جانے کے بعد تاخیر کرے گا یا شین متفرق دے گا بدین رضا مندی بالئے کے تو اس کی کھیتی طیب نہ رہے گی اور مستحب یہ ہے کہ بیج زمین میں ڈالے طہارت کر کے پھر کھیت کے کنارہ پر دو رکعتیں نماز پڑھے اور یہ دعا کرے (اللہم انی عبد ضعیف سہل ذلیلک فسلمہ لی وبارک لی فیہ) پھر مرد پڑھے حق سبحانہ تعالیٰ اس کھیت کو آفات سے بچا دے گا اور اس میں برکت کرے گا اور جب کھیت پختہ ہو تو مستحب ہو کہ یہ بے کیل یا وزن کرنے والا طہارت کر کے قبلہ رخ بیٹھے اور نہیں تو برکت نہ ہوگی پھر جب کیل یا وزن کر چکے تو دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے (یا ربی القیت بذراقلیل واعطیتنی شیئاً کثیراً فاجعلہا قوت طاعة ولا تجعلہا قوت معصية واجعلنی من الشاکرین) اور اسی طرح درخت لگانے میں کرنا چاہیے کذا فی الطحاوی تبصرہ واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم ۛ



۱۵۔ الہی میں بندہ ضعیف ہوں اس کو میں نے تیرے حوالہ کیا تو اس کو میرے حوالے کرنا اور مجھ کو اس میں برکت دینا ۱۲ ۛ

۱۶۔ الہی میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی کہ تو نے مجھ کو بہت کچھ دیا پس اس کو غذائے طاعت کر اور غذائے معصیت کر ۱۰ اور مجھ کو

شکر گزاروں میں سے کر ۱۲ ۛ

کتاب الذبائح

یہ کتاب ہے حیوانات مذبحہ کے احکام میں ذبائح جمع سے ذبیحہ کی مناسبتہا للزراعة کو تھا اتلافی الحال للانتفاع بالنبات وللم في المال مناسبت کتاب الذبائح کی کتاب المزارع سے ہونا دونوں کا اتلاف فی الحال اور نفع حاصل کرنا نباتات اور گوشت سے انجام کار میں ہم مناسب یہ تھا کہ شارع ذبائح اور مساقاة میں مناسبت مذکور کرتا اس واسطے کہ ذبائح مساقاة کے بعد مذکور ہے نہ مزارعت کے بعد تو وجہ مناسبت میں یوں کہنا حق ہے ہر ایک میں خورش انسانی مذکور ہے مساقاة میں پھل اور ذبائح میں گوشت کذا فی الحموی الذبیحة اسم ما یذبح کالذبح بالکسر واما بالفتح فی الاوداج ذبیحہ اس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جائے جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے حرم حیوان من شاة الذبح خرج السمک والجراد فیلان بلا ذکاة ودخل المتردۃ والنطیمة دکل ما لم یتذک ذکاة شرعیاً اختیار یا کان او اضطرار یا جو ہاندار کہ شرعاً لائق اور قابل ذبح ہے وہ حرام ہے جب تک ذبح نہ کیا جائے بطریق ذبح شرعی کے خواہ ذبح اختیاری ہو خواہ اضطراری شارع نے کہا یاقت ذبح کی قید سے پھل اور ٹڈی نکل گئی تو وہ دونوں حلال ہیں بدون ذبح کے اور حرمت میں داخل ہوا وہ جانور جو اپنے پر سے گر کے مر گیا اور جو جانور سینک وغیرہ کا زخم کھا کر مر گیا اور جو حیوان کہ ذبح نہ کیا گیا ہم طبعی نے کہا کہ شارع نے جو ماتن کی عبارت میں تصرف کیا سو تصرف فاسد ہے کہ متن قید نہ رہا تعریف میں انتہی لہذا مترجم نے عبارت متن کا ترجمہ مقدم جانا و ذکاة الضرورة جرح و طعن و انہار دم فی امی موضع وقع من البدن اور ضرورت کا ذبح زخمی کرنا اور کوچنا اور خون کا بہانا ہے بدن میں سے جہاں کہیں زخم واقع ہو ہم کوچنا اور خون بہانا بدون زخم کے نہیں ہوتا تو طعن اور انہار دم کی کچھ حاجت نہ تھی و ذکاة الاختیار ذبح بین الحلق واللبۃ بالفتح المنحر من الصدر اور ذبح اختیاری ذبح کرنا ہے درمیان حلق اور لبۃ کے لبۃ بفتح لام و تشدید باء منحر کرنے کا مقام ہے سینہ سے ہم واضح تر زلیعی کا قول ہے کہ ذبح اختیاری زخم لگانا ہے درمیان لبۃ اور لیمن کے اتقانی نے کہا کہ لبۃ سر سینہ ہے اور لیمن ذقن ہے اور معباح میں ہے لبۃ فتر موضع ہے اس کے نحر کرنے کا فارابی نے کہا کہ لبۃ عبارت ہے منحر سے اور منحر موضع ہے نحر کا حلق سے اور موضع قلادہ کا ہے صدر سے کذا فی الطحاوی وعروقه الحلقوم کلمۃ وسطہ و اعلاہ و اسفلہ و ہو مجری النفس علی الصیغ اور ذبح کے عروق میں سے ایک حلقوم ہے بالکل خواہ ذبح حلقوم کے درمیان ہو یا اس کے اوپر یا اس کے نیچے اور حلقوم دم کے آنے جانے کی راہ ہے بر قول صحیح میں کو اہل ہند زخراکتے ہیں ہم بدایہ میں کہا کہ حلقوم مجری ہے طعام اور شراب کا سوکات وغیرہ کا سہو ہے بلکہ حلقوم سانس آنے جانے کی راہ ہے کذا فی شرح الوتایہ طحاوی نے کہا صاحب مواہب نے کہا کہ ذبح متعین ہے درمیان حلق اور لبۃ کے چنے گرہ کے کمال باشائے کہا کہ ذبح جائز نہیں فوق العقدۃ یعنی گرہ کے اوپر اور بعضوں نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور زلیعی نے کہا ہمارے علماء نے اگرچہ عروق اور لبۃ کا قطع شرط کیا ہے سو حلقوم اور مری میں سے ایک کا قطع سب کے نزدیک ضروری ہے اور جب کہ عقدہ حلقوم میں سے جانب سر کچھ باقی نہ رہے گا تو ایک کا بھی قطع حاصل نہ ہو گا تو وہ ماکول نہ ہو گا بالا جماع اور اسی طرح شنی اور ملا علی اور شربلالی نے کہا ہے اور فتاویٰ عالمگیری اور تہنئیس اور مزید میں واقعات سے زلیعی کے موافق منقول ہے تو ظاہر ازلیعی اور اس کے سامقیوں کا قول حق ہے بالجملہ احتیاطاً

یہ ہے کہ متفق علیہ پر عمل کرنا چاہیے انتہی مختصراً والمری ہو مجری الطعام والشراب اور منجملہ عروق اربعہ مری ہم وزن امیر ہے یعنی کھانے اور پینے کی راہ ہم اطباء نے تصریح کی ہے کہ اقتضائے فم میں دو منفذ ہیں ایک دم آنے جانے کا منفذ ہے پیچھے سے کی طرف اس کو قصبہ یہ کہتے ہیں اور دوسرا طعام اور شراب کا منفذ ہے معدہ کی طرف اس کو مری بولتے ہیں اور حلقوم اور قصبہ یہ سامنے ہے اور مری اس کے پیچھے ہے پشت کی طرف والود جان مجری الدم اور منجملہ عروق اربعہ ووجان ہیں جن میں خون پھرتا ہے جن کو شاہ رگ بولتے ہیں ہم دونوں رگیں حلقوم اور مری کے چپ درمیان واقع ہیں یہ چاروں عروق ذبح کے واسطے اس لیے متعین ہوئیں کہ دونوں شاہ رگ کا قطع خون نکل جانے کے واسطے ہے اور حلقوم اور مری کا قطع تجمیل کے واسطے ہے یعنی تاکہ جان جلد نکل جاوے کذا فی الطحاوی وحل المذبح لقطع امی ثلاث منها اذ لا کثر حکم النکل اور حیوان مذبح حلال ہو جاتا ہے عروق اربعہ میں سے تین رگوں کے کٹ جانے سے کوئی کیوں نہ ہو اس واسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے یعنی اکثر کل کے برابر ہے ہم تین رگوں کا قطع ضرور ہے خواہ حلقوم اور مری اور ایک شہ رگ خواہ حلقوم اور دو شہ رگ خواہ مری اور دو شہ رگ وہی کیفی قطع اکثر کل منہا خلاف شہ اور کیا کفایت کرتا ہے کل عروق اربعہ میں سے ہر رگ کے اکثر کا قطع ہونا اس میں خلاف ہے ہم شبلی نے حاشیہ میں کہا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک عروق اربعہ میں سے کوئی تین رگیں جب کٹ جائیں تو ذبیحہ حلال ہے اور ابو یوسف سے تین روایتیں ہیں ایک تو یہی روایت ہے کہ مذکور ہو چکی دو مری روایت یہ ہے کہ حلقوم اور دو رگوں کا قطع کرنا شرط ہے تیسری روایت یہ ہے کہ قطع حلقوم اور مری اور ایک شہ رگ کا شرط ہے اور محمد کے نزدیک عروق اربعہ میں سے ہر رگ کا اکثر کٹ جانا ضروری ہے یعنی اگر ہر رگ دو حصہ قطع ہو جائے اور ایک حصہ قطع سے باقی رہے تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الطحاوی وحل الذبح بکل ما افری الا وواج اراد بالادواج کل اربعة تغلیبا وانزل الدم ای اسالہ ولو بنا راو بلیطہ ای قشر قصبہ اور ہر جراحین کا سکین یذبح ہما اور ذبح کرنا حلال ہے ہر ایک تیز چیز سے جو ادواج کو کاٹ دے اور خون کو بہا دے اگرچہ قطع اور خون نری آگ سے ہو یا بانس یا نر کل کے پوست سے یا ہارحہ دار پتھر سے شارح نے کہا مصنف نے ادواج سے چاروں رگوں کا ارادہ کیا باعتبار تغلیب کے اور مردہ وہ سفید پتھر چھری کے مانند ہے جس سے ذبح کرتے ہیں ہم شبلی نے حاشیہ میں کہا ایک غریب مسئلہ ہے کہ اتقا۔ نے ہدایہ کی کتاب البنایات میں ذکر کیا ہے کہ آگ سے ذکاۃ یعنی ذبح ہو سکتا ہے اگر آگ رکھی جائے موضع ذبح پر اور حلقوم اور دونوں شہ رگ کو قطع کر دے تو اس کا کھانا حلال ہے اس کو قدوری نے اپنی شرح میں مذکور کیا ہے انتہی اور اس کے خط سے حاشیہ پر یوں مذکور ہے کہ یہ روایت اصل شمس الائمہ اور اصول فخر الاسلام کے مخالف ہے کہ ذکاۃ آگ سے نہیں واقع ہوتی کذا فی الطحاوی الا سنا وظرفا قائلین عرجے مانت اور جے ناخن سے ذبح کرنا حلال نہیں ولو کاننا منزعین حل عندنا مع الکراہتہ لما فیہ من الضرر بالعیوان کذبہ بشفرۃ کلیتہ اور اگر دانت اور ناخن منزع ہوں یعنی علیحدہ اور جدا ہوں منہ اور انگلی سے تو ہم حنیفوں کے نزدیک ان سے ذبح کرنا حلال ہے کراہت کے ساتھ اس واسطے کہ اس میں ضرر یعنی حیوان کو تکلیف ہے جیسے جانور کو ذبح کرنا کد چھری سے مکروہ ہے ہم امام شافعی کے نزدیک دانت اور ناخن سے ذبح کرنا مکروہ ہے کیونکہ حدیث میں منع وارد ہے کہ وہ حبشیوں کی چھریاں ہیں یعنی حبشی لوگ جانور کو دانتوں اور ناخن سے ذبح کرتے تھے اور حنیفوں کے نزدیک یہ حدیث نیز منزع پر محمول ہے کہ حبشیوں سے یہی صادر ہوتا ہے طحاوی نے کہا کہ ظاہر کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے چنانچہ تعلیل کراہت

اس پر دلالت کرتی ہے وندب احد او شفرته قبل الاضجاع وکرہ بعدہ کالجرب جلمہا الی المذبح اور مستحب ہے تیز کر لینا پھری کاذبو کے ٹانے سے پہلے اور تیز کرنا ٹانے کے بعد مکروہ ہے جس طرح اس کا پاؤں پڑے کھینچنا مذبح کی طرف مکروہ ہے ہم حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احسان کرنا ہر چیز پر فرض کیا ہے توجہ قتل کر دو اچھی طرح کر دو اور جب ذبح کر دو اچھی طرح کر دو اور چاہیے کہ تیز کر لے اپنی پھری کو اور آرام دے اپنے ذبیحہ کو ووقہ کما من قفلاً ان بقیت حیتہ حتی تقطع العروق والالم تمل لموتہا بلا ذکاة اور مکروہ ہے جانور کا ذبح کرنا اس کی گردن کے پیچھے سے اگر وہ زندہ رہے رگوں کے کٹ جانے تک اور اگر اس قدر زندہ نہ رہے تو اس کا کھانا حلال نہیں بدون مذبح کے مرجانے سے ہم وجہ کراہت مخالف سنت کی ہے اور اس واسطے کہ اس میں بلا حاجت زیادہ تکلیف رسائی ہے والنخع بفتح فسکون بلوغ السکین النخاع وبعون ابیض فی جوف عظم الرقبۃ اور مکروہ ہے ذبح شدید یہاں تک کہ حرام مغز تک پھری پہنچ جائے شارح نے کہا نخع بفتح فسکون سکن معہ پہنچنا پھری کا نخاع تک ہے اور نخاع سفید رنگ ہے گردن کی ہڈی کے اندر ہم نخاع بالکسر اور فتحہ اور منہ بھی لغت میں درست ہے حرام مغز کو کہتے ہیں جو گردن اور پیٹھ کی گریوں میں دینالہ کے مانند واقع ہے طحاوی نے کہا بعضوں نے کہا نخع یہ ہے کہ گردن کو کھینچنے کا ذبح کا مکان ظاہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ نخع گردن کا توڑنا ہے ٹھنڈے ہونے سے پہلے اور یہ سب افعال مکروہ ہیں کہ بلا فائدہ تعذیب ہے جیسا کہ زمیعی میں ہے وکرہ کل تعذیب بلا فائدہ مثل قطع الراس والسیخ قبل ان تبردای تسکن من الاضطراب وهو تفسیر باللازم کمالا یخفی اور بدون فائدہ کے بر تعذیب اور تکلیف رسائی مکروہ ہے چنانچہ سر کا کاٹنا اور کھال کا ادھیڑنا ٹھنڈے ہو جانے سے پہلے یعنی سکون من الاضطراب کے پیش تر اور وہ تفسیر باللازم ہے چنانچہ مخفی نہیں یعنی برودت کو سکون من الاضطراب لازم ہے بدون عکس اس واسطے کہ گاہے سکون من الاضطراب ہوتا ہے اور برودت اس سے متاخر ہوتی ہے اور منجملہ تعذیب ہے فائدہ سے یہ ہے کہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا کذا فی الطحاوی وکرہ ترک التوجہ الی القبلة لمخالفتہ السنۃ اور مکروہ ہے ذبح کے وقت قبلہ رخ نہ ہونا بسبب مخالفت سنت کے وشرط کون الذابح مسلماً حلاً الا خارج الحرم ان کان صیداً فیدلحرم لا تحل الذکاة فی الحرم مطلقاً اور شرط ہے ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا اور محروم نہ ہونا اور حرم مکہ معظمہ سے باہر ہونا غیر محرم اور خارج حرم ہونا اس وقت شرط ہے جب کہ ذبیحہ وحشی شکار ہو تو وحشی شکار کو حرم شریف میں ذبح کرنا حلال نہیں مطلقاً خواہ ذابح محرم ہو یا حلال ہم پس اگر محرم ہو اور شکار کو حلال کرنے سے تودہ حلال ہے اوکتا بیا ذمیاً او حربیاً الا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح یا شرط ہے ذابح کا اہل کتاب ہونا خواہ ذمی ہو یا حربی مگر جب کہ اس سے ذبح کے وقت مسیح علیہ السلام کا ذکر سنا جائے تو یہ حلال نہیں ہم یہود اور نصاریٰ کا ذبیحہ اس واسطے حلال ہے کہ وہ توحید کے مدعی ہیں اور اصل اس میں یہ آیت قرآنی ہے (وطعام الذین اؤتوا الكتاب حل لکم) یعنی اہل کتاب کا طعام ہمارے واسطے حلال ہے اور طعام سے مراد وہ طعام ہے جس کو وہ ذبح کریں اور جس طعام کو ذبح لاحق نہیں ہوتا اس میں اہل کتاب اور مجوسی برابر ہے چنانچہ محیل کذا فی الدرر فتاویٰ عالمگیری میں ہے کتابی کا ذبیحہ اس وقت کھایا جائے جس وقت ذبح کے وقت مسلم دماغ موجود نہ ہو اور کتابی سے کچھ سنا نہ ہو یا ذبح کے وقت اس سے نقطہ اللہ تعالیٰ کا نام سنا ہو اور جب کہ کچھ نہ سنا ہو تو اس پر محمول ہے کہ اس نے خدا کا نام لیا ہو گا باعتبار حسن ظن کے مسلم کے مانند اور جب کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا نام سنا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا علماء نے کہا ہے کہ ذبیحہ ماکول ہے مگر جب کہ وہ تفریک کرے اس طرح بسم اللہ الذمی ہو ثالث ثلثہ یعنی وہ اللہ جو تیسرا ہے تین کا تلب ذبیحہ حلال نہیں انتہی فتحل ذبیحۃ اولاد الذابح بمنوا او امرأة او صبیا یعقل التسمیۃ والذبح ویقدر تو حلال ہے ذبیحہ مسلمان اور کتابی کا اگر جیہ ذبح کرنے والا دیوانہ یا عورت یا ایسا لڑکا ہو جو اللہ تعالیٰ کے نام کو اور ذبح کرنے کو بوجہ سمجھتا ہو اور ذبح کر سکتا ہو

ہم یعنی صغیر اتنا جاتا ہو کہ ذبیحہ اس وقت حلال ہوتا ہے جب کہ اس پر خدا کا نام لیا جائے اور دیوانہ اور صغیر جب کہ نام خدا کو سمجھتے ہوں اور ذبیحہ کرنا چاہتے ہوں اور اس پر قادر ہوں تو وہ مائل بالغ کے مانند ہیں کذا فی الدر من الخفایہ میں ہے کہ اگر مجنون اور صغیر ایسے ہوں کہ تعقل اور ضبط تسمیہ نہ کریں تو ان کا ذبیحہ حلال نہیں طحاوی نے کہا عورت کا ذبیحہ ہر طرح حلال ہے خواہ اس وقت وہ حاملن ہو یا نفاس وال یا جنب او اقلف او اخرس ذبیحہ مسلم اور کتاب کا حلال ہے اگرچہ اس کا ختنہ نہ ہو ابو کہ وہ گونگا ہو گونگا بابل سے نام خدا لینے سے عاجز ہے تو وہ معذور ہے اور اس کا دین قائم مقام نام لینے کے ہے تو وہ ناسی کے مانند ہے یعنی جو ذابح کہ ذبیحہ کے وقت نام خدا لینے سے بھول جائے بلکہ گونگا ناسی سے زیادہ تر معذور ہے کذا فی المنع لا تحلل ذبیحہ غیر کتاب من وثنی و مجوسی و مرتد و حبشی حلال نہیں ذبیحہ غیر کتابی کا منجملہ بت پرست اور مجوسی آشت پرست اور مرتد اور مجوسی کے نہیں دیو پری ہم جن کا ذبیحہ اس واسطے حلال نہ ہوا کہ نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذابح المجن یعنی حضرت نے منع فرمایا ذابح مجن سے چنانچہ اشتباہ میں ہے ملقط سے اور ظاہر اہل اس کا وہ ہے جب کہ جن آدمی کی صورت پکڑ کے ذبیحہ نہ کرے اور اگر آدمی کی صورت پر جو کچھ ذبیحہ کرے تو بنظر ظاہر صورت کے اس کا ذبیحہ حلال ہو اس کی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے کذا فی الطحاوی و جبری لو ابوہ سنیا و لو ابوہ جبر یا علت اشتباہ لانه صار کمر ذبیحہ اور حلال نہیں ذبیحہ جبری مذہب کا اگر اس کا باپ بھی جبری ہو تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الاشتباہ اس واسطے کہ سنی کے فرزند نے جب جبری مذہب اختیار کیا اہل سنت اور جماعت کو چھوڑ کر تو وہ مرتد کے مانند ہو گیا کذا فی القنیۃ ہم مصنف نے منع الغفار میں کہا اور فوائد زینیہ میں ہے کہ جائز نہیں ذبیحہ جبری کا اگر اس کا باپ سنی ہو اور اگر جبری ہو تو علت ہے میں کہتا ہوں اور ظاہر اصحاب فوائد زینیہ نے جو مصنف ہے اشتباہ کا یہ قول قنیۃ سے لیا ہے اور قنیۃ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ ابوعلی سے منقول ہے کہ ذبیحہ مجبرہ کا اگر اس کے آباؤ اجداد مجبرہ ہوں تو وہ ذمیوں کے مانند ہیں اور اگان کے باپ اہل عدل سے ہوں تو حلال نہیں اس واسطے کہ وہ بمنزلہ مرتدین کے ہیں انتہی مافی القنیۃ میں کہتا ہوں اور صاحب قنیۃ کی مراد ابوعلی سے ابوعلی مبتدائی ہے جو فرقہ معتزلہ کا رئیس ہے اور مجبرہ سے اہل سنت و جماعت مراد ہیں اس واسطے کہ معتزلہ اہل سنت کو مجبرہ کہتے ہیں چنانچہ بیہقی جب شمس معتزلی کے کلام سے یہ ظاہر ہے اور اہل عدل سے مراد معتزلہ ہیں ان کے گمان میں چنانچہ علم کلام میں مذکور ہے تو صاحب فوائد نے مجبرہ کو مجبرہ سے بدل ڈالا انتہی مافی المنع اور زواہر الجواہر حاشیہ اشتباہ میں ہے اور ظاہر اصحاب یعنی صاحب اشتباہ نے جبر یہ اور مجبرہ کے فرق کی طرف التفات نہیں کیا اور جبر یہ اہل ہوائے اور اہل بدعت ہیں اور عقیدہ ان کا یہ ہے کہ بدون استطاعت اور قدرت افعال کی اصلاح نہیں اور تمام خلق اپنے افعال میں مجبور ہیں انتہی اور اہل بدعت کی تکفیر میں علماء سلف اور خلف میں اس کا اختلاف ہے اور اس میں شک نہیں کہ جس کا مذہب اور مذہبی بدعت الی الکفر ہو اور وہ تاویل نہ کرتا ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہے اور جس کا مذہب بطریق تاویل کے ہو اور اجتہاد اور غطا باعث بدعت کی ہو تو اس کے تکفیر میں اختلاف ہے بعض علماء تمام بدعت اہل کو کافر کہتے ہیں اور یہ قول ہے اکثر سلف کا فقہ اور متکلمین سے اور بعض نے ان کو جماعت مسلمین سے نہیں نکالا ہے اور وہ اکثر فقہاء اور متکلمین ہیں سوا محفوں نے کہا ہے کہ وہ عاصی گمراہ ہیں ان پر احکام اسلام کے جاری ہیں اور مسلمین سے میراث پاویں گے ابن ہمام نے شرح ہدایہ میں کہا ہاں اکثر اہل مذہب ان کو کافر کہتے ہیں لیکن یہ کلام فقہاء مجتہدین کا نہیں اور غیر فقہاء کا کلام مستبر نہیں اور مجتہدین سے عدم تکفیر منقول ہے انتہی مافی تبیین الممارم لہ اس منقول سے ظاہر ہوا کہ جبر یہ مومن ناجی ہیں اور ایمان کے احکام سے علت ذبیحہ ہے خواہ اس کا باپ سنی ہو یا جبری شارح کو مناسب نہ تھا یہ مسئلہ ذکر کرنا اور بدون روئے کے اس کو چھوڑ دینا باوجودیکہ یہ مبنی ہے عقیدہ فاسدہ پر کذا فی الطحاوی مختار بمخلاف یہودی اور مجوسی تنصیر لانه یقر علی ما انتقل الیہ عندنا فیعتبر ملک عند الذبح حتی لو تمس یہودی لایمیل ذکاتہ برخلاف اس یہودی اور مجوسی کے جو نصرانی ہو گیا کہ اس کا ذبیحہ حلال ہے اس واسطے کہ وہ ثابت لکھا

جاوے گا ہمارے نزدیک اسی ملت نصرانیت پر جس کی طرف اس نے انتقال کیا یعنی اس واسطے کہ تمام کفر ایک ہی ملت ہے تو وہی ملت مغیر ہوگ ذبح کے وقت تو اگر یہودی مجوسی ہو جائے تو اس کا ذبح حلال نہ ہوگا والمتولد بین مشرک و کتابی لکتابی لانا احف اور جوڑ کا پیدا ہوا درمیان مشرک اور کتابی تو کے مانتہ ہے یعنی اس کا ذبیحہ حلال ہے اس واسطے کہ کتابی سبکتر ہے یعنی مشرک سے اس کی ہدی کمتر ہے و تارک تسمیۃ عمد اخلافا للشافعی اور حلال نہیں ذبیحہ اس کا جو نام خدا قصداً ترک کرے ذبح کے وقت برخلاف امام شافعی کے ہم بقولہ تعالیٰ (ولا تأکھوا امام یذکر اسم اللہ علیہ) یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نہ کھاؤ اس کو جس پر اللہ کا نام مذکور نہ ہو اور امام شافعی سے پہلے اس کی حرمت پر اجماع منعقد ہو گیا تو اگر قاضی ذبیحہ متروک التسمیۃ عمد کے حوازیج پر حکم دے تو حکم اس کا نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ مخالفت اجماع کے ہے فان ترکہا ناسیاً حاصل خلاف مالک مگر اگر نام خدا مہول کر ترک کیا تو ذبیحہ حلال ہے برخلاف امام مالک کے یعنی ان کے نزدیک عمد اور نسیاً ناسیۃ سے حلت نہیں ہوتی ہم ہماری دلیل یہ ہے کہ شارح نے ناسی کو ذاکر کے مانند قرار دیا ہے عندہ سے تو دین کو قائم مقام ذکر کے کر دیا چنانچہ اہل ناسیاً کو قائم مقام امساک کے کر دیا موم میں اسی سبب سے وان ذکر مع اسمہ تعالیٰ غیرہ فان وصل بلا عطف کہہ کقولہ بسم اللہ اللہم تقبل من فلان اور منی ومنہ بسم اللہ محمد رسول اللہ بالرفع لعدم العطف فیکون مبتدأً لیکن یہ لوصول صوره ولو بالجر والنصب حرم درر اور اگر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اس کے غیر کو ذکر کرے تو اگر غیر خدا کو ملاوے بدون عطف کے تو مکروہ ہے چنانچہ یوں کہنا بسم اللہ اللہم تقبل من فلان اور منی یعنی قبول کر فلان نے شخص کی طرف سے یا میری طرف سے اور وصل بلا عطف سے ہے یوں کہنا بسم اللہ محمد رسول اللہ بالرفع وال محمد عطف نہ ہونے کے سبب سے تو ذابح شروع کرنے والا کلام کا ہوا کذا فی الطحاوی یا محمد کاللفظ مبتدأً ہوا یعنی توجدا کلام مٹھرا لیکن مکروہ ہے وصل ظاہری کے سبب سے اور اگر دال کو زیر یا زبرد سے تو ذبیحہ حرام ہوگا کذا فی الدرر عن غایۃ البیان ہم حموی میں نوازل سے منقول ہے کہ دال کے زیر دینے سے ذبیحہ حرام ہوگا اور فتاویٰ عالمگیری میں نہایت سے منقول ہے کہ رفع نصب جرتینوں صورتوں میں ذبیحہ حلال ہے اس واسطے کہ رسول علیہ السلام مذکور ہے بدون عطف کے کذا فی الطحاوی قبل بذ اذاعت النخو بعضوں نے کہا یہ یعنی رفع دال سے مکروہ ہونا اور جبراً نصب سے حرام ہونا اس وقت ہے جب کہ ذابح علم نخو کو جانتا ہو وال وجہ ان لا یعتبر الاعراب بل یحرم مطلقاً بالعطف لعدم العرف زلیعی کا افادہ بقولہ اور قول وجہ تریہ ہے کہ اعراب کا اعتبار نہ کیا جاوے بلکہ ذبیحہ حرام ہوگا مطلقاً خواہ نخو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو بسبب عطف کرنے کے عدم عرف کی جہت سے کذا فی الزلیعی چنانچہ مصنف نے اس کو قول آئندہ میں بیان کیا ہے ہم شبلی نے حاشیہ زلیعی میں کہا کہ میری دیکھی زلیعی کے سبب نسخوں میں یہی عبارت ہے اور وہ غیر ظاہر ہے اس واسطے کہ یہاں عدم عطف میں کلام ہے تو یوں کہنا ظاہر ہے بل لا یحرم مطلقاً دون العطف یعنی بلکہ حرام نہیں مطلقاً بدون عطف کے اور مؤید اس کلام کا وہ ہے جو ہم نے فتاویٰ عالمگیری سے من النہایۃ نقل کیا ہے کذا فی الطحاوی وان عطف حرمت نخو بسم اللہ واسم فلان او فلان اور اگر ذابح نے خدا کے نام کے ساتھ غیر خدا کو ذکر کیا بطریق عطف کے تو ذبیحہ حرام ہوگا چنانچہ یوں کہنا بسم اللہ واسم فلان یا یوں کہنا بسم اللہ و فلان یعنی خواہ لفظ اسم کو اسم پر عطف کرے خواہ غیر خدا کو لفظ خدا پر عطف کرے دونوں صورتوں میں حرمت ثابت ہے لاناہل بہ بخیر اللہ قال علیہ الصلوۃ والسلام موطان لا ذکر فیہا عند العطاس وعند الذبح غیر خدا کے ذکر کرنے سے بطریق عطف کے اس واسطے ذبیحہ حرام ہوا کہ اس پر غیر خدا کا نام پکا را گیا یعنی اور حالانکہ قرآن مجید میں اس ذبیحہ کھانے کا حکم نہیں رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا دو مکان میں جن میں مجھ کو ذکر نہ کرنا چاہیے ایک تو چین کے وقت اور دوسرے ذبح کرنے کے وقت فان فصل صوره ومعنی کال دعاء قبل الاضجاع والدعاء قبل التسمیۃ اول الذبح لا باس بہ لعدم القرآن اصلاً پھر اگر ذابح نے ذکر غیر خدا کو نام خدا سے علیحدہ

اور بعد اذکر کہا باعتبار صورت اور معنی کے چنانچہ دعا کرنا ذبیحہ کے گرانے اور لٹانے سے پہلے اور دعا کرنا بسم اللہ کہنے سے پہلے یا دعا کرنا ذبح کرنے کے بعد تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں اس واسطے کہ اس میں غیر خدا کا اصلاً اتعال نہیں نہ ظاہر میں نہ حقیقت میں ہم بلکہ دعا کرنا قبل ذبح کے ممنون ہے اس واسطے کہ ابو داؤد اور ترمذی میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی مینڈھے ذبح کیے سو ان کو جب قبلہ رخ گرایا تو یہ دعا کی (اے وحی للہی فطر السموات والارض علی ملتہ ابراہیم حنیفاً وما انا من المشرکین ان صلوٰتی ونسکی ومیما سی وماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اللهم منک ولك والیک اللهم عن محمد وامتہ بسم اللہ واللہ اکبر) پھر حضرت نے ذبح کیا اور دوسری روایت جابر سے ترمذی میں یوں ہے کہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا (بسم اللہ واللہ اکبر اللهم ہذا عنی وعن لم یضیج من امتی) والشرط فی التسمیۃ هو الذکر النی لص عن شوب الدعاء وفیہ فلا یحیل بقولہ اللهم اغفر لی لانه دعاء وسوال بخلاف الحمد للہ اوسبحان اللہ مرید ابیہ التسمیۃ فانه یحیل اور تسمیہ یعنی نام خدا لینے میں شرط یہ ہے کہ ذکر خالص ہو دعا وغیرہ کے اختلاط سے تو ذبیحہ حلال نہیں فقط یوں کہنے سے اللهم اغفر لی یعنی الہی مجھ کو بخش اس واسطے کہ یہ تو دعا اور سوال ہے تو خالص ذکر نہ ہو بخلاف الحمد للہ اور سبحان اللہ کہنے کے جب کہ ذابح اس قول سے تسمیہ کا ارادہ کرے تو ذبیحہ حلال ہوگا ولو عطس عند الذبح فقال الحمد للہ لا یحیل فی الاصح لعدم قصد التسمیۃ اور اگر ذابح کو چھینک آئی ذبح کے وقت سو اس نے الحمد للہ کہا تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا قول صحیح ترین بسبب عدم قصد تسمیہ کے ہم اس واسطے کہ عاقل الحمد للہ سے شکر نعمت کا ارادہ کرتا ہے نہ تسمیہ کا بخلاف الخطبۃ حیث بمزقہ قلت یعنی حملہ علی ما اذا نوسی والا لا لیوفق بینہ وین مامرنی للجمۃ فتأمل بر خلاف خطبہ کے کہ وہاں اگر خطیب چھینکے اور الحمد للہ کے تو یہ کہنا ثبوت خطبہ کے واسطے کفایت کرتا ہے میں کہتا ہوں اور اس کا حاصل کرنا اس صورت پر لائق ہے جب کہ خطیب الحمد للہ سے خطبہ کا ارادہ کرے اور اگر ارادہ نہ کرے گا تو خطبہ ادا نہ ہوگا یہ اس واسطے قید لگائی تاکہ موافقت ہو جائے اس میں جو مذکور ہو چکا جمعہ میں سو تامل کر ہم معصی نے جمعہ میں کہا کہ اگر خطیب نے چھینک کے واسطے الحمد للہ کہا تو قائم مقام خطبہ کے نہ ہوگا انتہی ولو الجہی نے کہا کہ اگر تسمیہ کے مقام پر الحمد للہ یا سبحان اللہ کہا اور تسمیہ کا ارادہ کیا تو کفایت کرتا ہے اور اگر تمحید کا قصد کیا اور تسمیہ کا ارادہ نہ کیا تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اللہ اکبر کہا اور تسمیہ کا قصد نہ کیا اس واسطے کہ یہ الفاظ باب تسمیہ میں صریح نہیں ہیں صریح تو فقط بسم اللہ ہے تو یہ الفاظ کنا یہ ٹھہرے اور کنا یہ قائم مقام صریح کے نہیں ہوتا مگر نیت سے چنانچہ باب الطلاق میں صریح ہے کذا فی الطحاوی والمستحب ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر بلا واو کرہ یہاں نہ یقطع فور التسمیۃ کما عذہ الزلیعی للمحدثی وقال قبلہ والمتداول المنقول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالواو اور ذبح کے وقت یوں کہنا مستحب ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر بدون واو کے اور واو کے ساتھ یوں کہنا کہ بسم اللہ واللہ اکبر مکر وہ ہے اس لیے کہ فوریت تسمیہ کا قاطع ہے چنانچہ نسبت کیا ہے زلیعی نے اس قول کو شمس الہی کی طرف اور زلیعی نے اس سے پہلے کہا کہ مشہور اور معمول اور منقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واو کے ساتھ ہے ہم اگر واو سے قطع فوریت ہوتی ہو تو لازم آتا ہے کہ ذبیحہ مردار ہو جائے اور وہ وجوب حذف واو کا مقتضی ہے نہ استنباب کا مگر یہ کہ فور مقارب پر حمل کیجیے علاوہ یہ ہے کہ زیادت واو قاطع فوریت نہیں فتاویٰ عالمگیری میں بدائع سے ۱۷ میں نے اپنا منہ پھیرا اس شخص کی طرف جس نے بنایا آسمانوں اور زمینوں کو ملت ابراہیم پر ایک طرف ہو کر اور میں نہیں ہوں مشرکوں سے میری نماز اور حج کے افعال اور عبادت مرنا اللہ تعالیٰ رب العالمین کے لیے ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا بعد کو حکم ہوا اور میں مسلمانوں سے ہوں اتنی یہ تجھ سے ہے اور تیری لیے اور تیری طرف اتنی یہ محمد کی اور اس کی امت کی طرف سے ہے بسم اللہ واللہ اکبر ۱۷ اتنی یہ میری جانب ہے اور اس شخص کی طرف سے جس نے میری امت میں سے قسربانی نہ کی ہجو ۱۲

منقول ہے کہ تسمیہ کا وقت ذکاء اختیاری میں ذبح کا وقت ہے تقدیم تسمیہ ذبح پر جائز نہیں مگر زبان قلیل جس سے پہنچنا ممکن نہیں اور جس طرح حدیث میں وارد منقول ہے اسی طرح علی مرتضیٰ اور ابن عباس سے بھی وارد منقول ہے بقالی نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ کہے بسم اللہ واللہ اکبر واللہ کے ساتھ کذا فی الطحاوی ولو سہی ولم تحقرہ النیۃ صحیح بخلاف ما لو قصد بها التبرک فی ابتداء الفعل ازہوی ہما امر آخر فانه لا یصح .

مائل اور اگر ذابح بسم اللہ زبان سے بولا اور تسمیہ کی نیت حاضر نہ ہوئی تو تسمیہ صحیح ہے برخلاف اس کے اگر اس نے تسمیہ سے برکت لینے کا قصد کیا شروع فعل میں یا تسمیہ سے اور کسی امر کا ارادہ کیا سوائے ذبح کے تو تسمیہ صحیح نہیں تو ذبیحہ حلال نہ ہو گا ہم در صورت عدم نیت اس واسطے صحت ہوئی کہ ذابح کو جس کا امر ہوا تھا اس کو صریحاً لایا یعنی لفظ صریح نیت کا محتاج نہیں در صورت قصد تبرک یا نیت امر آخر اس واسطے صحت نہیں کہ اس نے غیر مامور کی نیت کی چنانچہ غانیہ میں ہے تنبیہ اگر ذابح بسم اللہ بولا اور اس نے ہائے ہوز کو ظاہر نہ کیا اگر ذکر اللہ کا ارادہ کیا تو حلال ہے اور اگر ذکر اللہ کا قصد نہ کیا اور اس کو ترک کیا قصداً تو حلال نہیں کذا فی الطحاوی کما لو قال اللہ اکبر وارادہ متابعۃ المؤذن فانه لا یصیر شارعی فی الصلوۃ بذاتیہ چنانچہ اگر کسی نے اللہ اکبر کہا اور اس سے مؤذن کی متابعت کا ارادہ کیا نہ دخول فی الصلوۃ کا تو وہ اس تکبیر سے شروع کرنے والا نماز کا نہ ہو گا کذا فی البرزازیہ و فیہا وتشرط التسمیۃ من الذابح حالۃ الذبح والرمی بصید والارسال احوال ومنع التمدید لحمار الوحش اذا لم یقعد عن طلبہ کما سیمجی اور برزازیہ میں ہے اور شرط ہے بسم اللہ کہنا ذابح سے ذبح کی حالت میں شکار کے واسطے تیر مارنے کی حالت میں یا باز یا شکاری کئے چھوڑنے کی حالت میں یا بول کر کھنے کی حالت میں گو خر کے شکار کے واسطے بشرطیکہ شکار کرنے والا نہ بیٹھ رہا ہو اس کی تلاش سے چنانچہ آگے آوے گا والمعتبر الذبح عقب التسمیۃ قبل تبدل المجلس حتی لو اجمع شاتین احدا ہما فوق الاخری فذبحہما ذبحۃ واحدة بتسمیۃ واحدة بخلاف ما لو ذبحہما علی التعاقب لان الفعل یعد وفتعد التسمیۃ ذکرہ الذلیعی فی الصید اور معتبر ہے ذبح کرنا تسمیہ کے بعد قبل از تبدل مجلس تو اگر لٹا یا دو بکریوں کو ایک بکری کو دوسری بکری پر پھر دونوں کو ذبح کیا ایک ہی بار کے ذبح کرنے سے ایک ہی بار بسم اللہ کئے سے تو دونوں حلال ہیں برخلاف اس کے اگر دونوں کو علی التعاقب ذبح کیا یعنی پہلے ایک ذبح کی پھر دوسری اور تسمیہ ایک ہی بار کہا تو دوسری بکری حلال نہ ہوگی اس واسطے کہ فعل یعنی ذبح متعدد ہوا تو تسمیہ کا بھی تعدد لازم ہوا ذکر کیا ہے اص کو ذلیعی نے کتاب الصید میں ولو سہی الذابح ثم اشتغل بالکل او شرب ثم ذبح ان طال وقطع الفور حرم والا لا و احد الطول ما یسکثرہ الناظر اذا و احد الشفرة منقطع الفور بزازیہ اور اگر ذبح کرنے والا بسم اللہ بولا پھر کھانے یا پینے میں مشغول ہو گیا پھر اس نے ذبح کیا اگر زمانہ دراز ہو گیا اور فوریت قطع ہو گئی تو ذبیحہ حرام ہو گیا اور نہیں تو حرام نہیں ہوا اور طول کی حد وہ ہے جس کو دیکھنے والا زیادہ اور کثیر جانے اور جب کہ ذابح نے تسمیہ کیا اور چھری تیز کی پھر ذبح کیا تو فوریت منقطع ہو گئی کذا فی البرزازیہ ہم طحاوی نے کہا ان مسائل میں اور مسائل سابقہ میں تحریر کا فرق چاہیے وحسب بالجماء نحر الابل فی اسفل عنق وکرہ ذبحہا والحکم فی عنقہم ولحقہم عکسہ فندب ذبحہا ذکرہ نحر ما ترک السنۃ ومنع مالک اور مستحب ہے اونٹ کا نحر کرنا یعنی نیزہ مارنا نیچے گردن کے اوپر کردہ ہے اس کا ذبح کرنا اور بھیڑ بکری دنبہ اور گائے بیل میں بالعکس اس کے حکم ہے یعنی ان کا ذبح کرنا مستحب ہے اور ان کا نحر کرنا مکروہ ہے ترک سنت سے اور امام مالک نے اس کو منع کیا ہے ہم ذلیعی نے کما نحر عبارت ہے قطع عروق سے اسفل عنق میں صدر کے نزدیک اور ذبح عبارت ہے قطع عروق سے اعلائے عنق میں تحت اللیمین انتہی استجاب سے مراد یہاں سنت ہے اس واسطے کہ صاحب بدایہ نے کہا کہ استجاب نحر ہے بسبب موافقت سنت متواترہ کے تو کچھ مخالفت نہ رہی کفر کی عبارت سے کہ اس نے اس کو سنت کہا ہے فتاویٰ عالمگیری میں غزالیہ المغنیین سے منقول ہے کہ اگر ذبح کیا جس میں نحر مستحب ہے یا نحر کیا جس میں ذبح مستحب ہے تو جائز ہے لیکن ترک سنت ہے

اور آبیاری کی شرح کنز میں ہے کہ شتر مرغ اور بٹا اونٹ کے مانند ہے غریب اور قاعدہ یہ ہے کہ جس کی گردن طویل ہے اس کو خرگ ناچا ہے اور ہستانی میں نقت سے منقول ہے کہ آداب ذبح سے یہ ہے کہ جانور کو آسانی سے بائیں کر دٹ لٹا دے اور قبلہ رخ ہو اور فقط تین پاؤں باندھے اور دلہنے ہاتھ سے ذبح کرے اور چھری اول تیز کر لے اور چھری چلانے میں معلقوم پر اور ذبح میں نہایت جلدی کرے کذا فی الطحاوی ولا بد من ذبح صید مستأنس لان ذکاة الاضطرار انما یصار الیہا عند العجز عن ذکاة الاختیار اور ضروری ہے ذبح کرنا اس وحشی جانور کا جو مانوس ہو گیا اس واسطے کہ ذکاة اضطراری کی طرف تو اس صورت میں حاجت ہوتی ہے جب ذکاة اختیاری سے عاجزی ثابت ہو و کفی جرح نعم کبقر و غنم تو حش فیخرج کصید او تعذر و حکم کان ردی فی بڑاوند اوصال حتی لو قتلہ المصول علیہ مرید ذکاة حل اور کفایت کرتا ہے زخمی کرنا چوپائے جانور کا جو وحشی ہو گیا چنانچہ گائے بیل اور مہیڑ بکری زخمی کی جائے شکاری جانور کے مانند یا چوپائے غیر وحشی کا ذبح کرنا متعذر ہو گیا چنانچہ وہ گر گیا کنوئیں میں یا سرکش ہو گیا یا آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اس نے اس کو قتل کیا جس پر اس نے حملہ کیا ذکاة کی نیت سے تو وہ حلال ہے و فی النہایۃ بقرة تعسرت ولادتها فادخل رہا یدہ وذبح الولد حل وان جرحہ فی غیر محل الذبح ان لم یقدر علی ذبحہ حل وان قدر لا اور نہایہ میں ہے کہ مادہ جانور کا جتنا مشکل ہو گیا سو اس کے مالک نے اپنا ہاتھ داخل کر کے بچہ ذبح کر ڈالا تو بچہ حلال ہو گیا اور اگر اس کو زخمی کیا محل ذبح کے سوا اور محل میں تو اگر قادر نہ ہو سکا اس کے ذبح کرنے پر تو حلال ہے اور اگر قادر تھا ذبح پر تو حلال نہیں قلت ونقل المصنف ان من التخذنا لو اور اک صیدہ حیا او اشرف ثورہ علی البہاک وخلق الوقت علی الذبح اولم یجد آت الذبح فخرہ حل فی روایت میں کہتا ہوں اور مصنف نے نقل کیا کہ تعذر ذبح کی صورتوں میں سے ایک صورت وہ ہے کہ اگر اپنے شکار کو زندہ پایا یا اس کا بیل قریب البہاک ہو گیا اور ذبح کی فرصت تنگ ہو گئی یا اس نے ذبح کرنے کا ہتھیار نہ پایا سو اس کو زخمی کر دیا تو ایک روایت میں وہ حلال ہو گیا ہم بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے فی روایت قول کہنا اس واسطے کہ یہ قول ہے بعض مشائخ کا اور بعضوں نے کہا کہ اس کا کھانا حلال نہیں بدون قطع عروق کے کذا فی الطحاوی فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ ایک مرغی درخت پر اٹک گئی اور اس کا مالک اس تک نہیں پہنچ سکتا تو اگر اس کی فوت اور موت کا خوف نہ ہو اور اس کو تیرے مارے تو اس کا کھانا جائز نہیں اور اگر فوت ہو جائے گا اور ہو تو اس کا کھانا جائز ہے اور کبوتر جب کہ مالک کے پاس سے اڑ گیا پھر اس کے مالک یا کسی اور شخص نے اس کو تیرا مارا تو فقہائے کما کہ اگر وہ اپنے مکان پر نہ آسکتا ہو تو اس کا کھانا حلال ہے خواہ تیر ذبح کے مقام پر لگے خواہ اور کہیں اس واسطے کہ ذکاة اختیاری سے عاجزی ثابت ہوئی اور اگر کبوتر اپنے مکان پر آسکتا ہو تو اگر تیر ذبح کے مقام پر لگے تو حلال ہے اور اگر اور مقام پر لگا تو اس میں اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ حلال نہیں و فی منظومۃ النسفی ۵ ان الجنین مفروض بکفۃ ۶ لم یتذک بذکاة امہ ۷ فحذف المصنف ان اور منظومہ نسفی میں ہے کہ پیٹ کا بچہ مستقل ہے چاہے حکم میں حلال نہیں ہو جاتا اپنی ماں کے حلال ہو جانے سے تو مصنف نے ان شرطیہ کا لفظ حذف کیا ہم سمجھتے ہیں اگر پیٹ کا بچہ ذبح کیا گیا تو حلال ہے ورنہ حلال نہیں اور وہ اپنی ماں کا تابع نہیں کہ اس کے حلال ہونے سے وہ بھی حلال ہو جائے وقال ان ثم خلقہ اکل لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکاة الجنین ذکاة امہ و حملہ الی ما مل علی التشبیہ ای ذکاة امہ بدلیل اندروی بالنصب اور صاحبین نے کہا کہ اگر جنین یعنی پیٹ کے بچہ کی خلقت پوری ہو چکی ہے تو کھا یا جلے بدلیل قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنین کی ذکاة اس کی ماں کی ذکاة ہے اور امام اعظم نے اس حدیث کو تشبیہ پر محمول کیا ہے یعنی جنین کی ذکاة اس کی ماں کی ذکاة کے مانند ہے اس دلیل سے کہ اس کی روایت نصب سے بھی آئی ہے ہم اکل نے شرح ہدایہ میں کہا کہ ذکاة امہ برفع و نصب دونوں طرح مروی ہے تو اگر منصوب ہو تو کچھ اشکال نہیں اس کی تشبیہ ہونے میں اور اگر مرفوع ہو تو بھی اشکال نہیں اس واسطے کہ وہ قوی تر ہے تشبیہ میں اول سے کقول الشاعر ۸ عینا ما وجیدک جید ما کذا فی

الطحاوی و لیس فی ذبح الام اضاعة الولد لعدم التیقن بموتہ اور ماں کے ذبح کرنے میں بچہ کا ضائع کرنا نہیں ہے کیونکہ اس کی موت کا تیقن نہیں ہے یعنی جنین تام الخلقہ ماں کے ذبح کرنے سے زندہ بھی رہتا ہے تو اس کی موت یقینی نہ ہوتی ہم یہ بقیہ ہے دلیل امام کا اور جواب ہے اس سوال مقدرا کہ اگر بچہ کھانا اس کی ماں کے ذبح کرنے سے حلال نہ ہو تو اس کی ماں کا ذبح کرنا جائز نہ ہو اس واسطے کہ اس میں مال کا ضائع کرنا ہے اور حالانکہ مال ضائع کرنا حدیث میں ممنوع ہے چنانچہ زلیحی میں ہے کذا فی المبلغ لا یحیل ذونا ب یصید مئابہ مخرج نحو البعیر او مخلب یصید بملعبہ ای ظفره فخرج نحو الحماة من سباع بیان لذی ناب و سباع کل مختلف منتہب جارج قائل عادة او طیر بیان لذی ناب و مخلب اور حلال نہیں نیش والا درندہ جو شکار کرتا ہو اپنے نیش سے یا وہ طائر پنجہ گیر چنگل والا جو شکار کرتا ہو اپنے چنگل یعنی ناخن سے تو شکار نیش کی قید سے اونٹ سا جانور نکل گیا حرمت سے اس واسطے کہ اگرچہ وہ نیش دہرے لیکن نیش سے شکار نہیں کرتا اور شکار چنگل کی قید سے کبوتر سا طائر حرمت سے نکل گیا اس واسطے کہ ہرچند وہ چنگل دار ہے لیکن چنگل سے شکار نہیں کرتا ہے شارح نے کہا سباع یعنی درندہ ہر جانور اوچک لے جانے والا غارت گر بھاڑنے والا قاتل بنا برعلت کے ہم حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ تہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل کل ذی ناب من السباع و کل ذی ناب من الطیر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہر نیش دار پرندہ اور ہر چنگل دار طائر کے کھانے سے اور بالا جماع سباع ذی ناب سے وہ مراد ہے جو اپنے نیش سے چیر پھاڑ کر شکار کرتا ہو اور ذی ناب سے بھی وہ مراد ہے جو اپنے چنگل سے شکار کرتا ہو اور وجہ حرمت یہ ہے کہ طبیعت ان حیوانات کی مذموم واقع ہوئی ہے شرعاً تو خوف یہ تھا کہ ان کے گوشت کھانے سے انھیں کی خورٹے بد انسان میں بھی پیدا ہوگی تو بنی آدم کی تکریم کے واسطے حیوانات مذکورہ حرام ہو گئے کذا فی الطحاوی ولا الحشرات ہی منار و دواب الارض و احدی حشراتہ اور حلال الحشرات یعنی چھوٹے جانور زمین پر چلنے والے اور رینگنے والے جو زمین میں رہتے ہیں حشرات جمع ہے حشرة بالتحک کی کذا فی القاموس ہم ہوام اور حشرات الارض چنا پنچہ چوہا اور گھوس اور نیولا اور سیسی جو زمین میں رہتے ہیں حرام ہیں اس واسطے کہ مستنبط ہیں قال اللہ تعالیٰ و یحرم علیہم الغنایت اور اس واسطے کہ غالباً وہ نجاست خور ہیں کذا فی الطحاوی عن الاتقانی و الحمیر الہلیۃ بخلاف الوحشیۃ فانہا ولبنہا حلال اور حلال نہیں پالو گدے برخلاف وحشی گدھوں یعنی گور خ کے کہ وہ اور ان کا دودھ حلال ہے ہم پالو گدھا حرام ہے اگرچہ وہ وحشی ہو جائے اور گور خ حلال ہے اگرچہ وہ اہلی اور مانوس ہو جائے اور اس پر پالان باندھا جائے کذا فی العالمگیریہ و المغفل الذی امہ حمارۃ فلو امہ لبقرۃ اکل اتفاقاً ولو فرسا فکامہ اور وہ خیر حلال نہیں جس کی ماں گدھی ہو تو اگر خیر کی ماں گائے ہو اور باپ اس کا گدھا تو وہ حلال اور ماکول ہے بالاتفاق اور اگر خیر کی ماں گھوڑی ہو تو وہ اپنی ماں کے مانند ہے یعنی امام کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے ہم قاعدہ کلیہ اس میں یہ ہے کہ جو بچہ مختلف الجنس سے پیدا ہو تو اس کی ماں کا اعتنا ہے اگر ماں حلال ہے تو وہ بھی حلال ہے اگرچہ اس کا باپ حرام ہو اور اگر ماں حرام ہے تو بچہ بھی حرام ہے اگرچہ باپ اس کا حلال ہو وائیل وعندہما و الشافعی محل وقیل ان ابا حنیفہ رجح عن حرمة قبل موتہ بثلثۃ ایام و علیہ الفتویٰ عمادیۃ اور حلال نہیں گھوڑا اور گھوڑی امام کے نزدیک اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک حلال ہے اور بعضوں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ نے تین دن اپنی موت پہلے اس کی حرمت سے رجوع کی اور اس کے حلال ہونے کے قائل ہوئے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی العمادیۃ ہم ہدایہ میں گھوڑے کی کراہت تحریری کو اصح کہا ہے اور در میں بقول فخر الاسلام اور ابو المعین کے کراہت تنزیہی کو اصح کہا ہے تو در صورت کراہت تنزیہی امام اور صاحبین میں کچھ خلاف باقی نہ رہے گا اس واسطے کہ صاحبین اگرچہ حلت کے قائل ہیں لیکن کراہت تنزیہی کے ساتھ کذا فی الطحاوی ولا باس بلینہما علی الا وجہ اور گھوڑی کے دودھ

اور حرام کرتا ہے ان پر خبیث چیزیں ۱۲

میں کچھ مضائقہ نہیں بر قول وجہ ترجمہ اس واسطے کہ اس کے دودھ پینے میں سامان جہاد کی کچھ کمی متصور نہیں بخلاف گوشت حلال کھا جانے کے
 کذا فی المنع والضحی والتعلب لان لہما ناہا وعذ الثلثہ بحیل اور حلال نہیں بجز اور لوٹری اس واسطے کہ دونوں عیش دانی اور امام شافعی اور مالک
 اور احمد کے نزدیک وہ حلال ہیں والسطحاقہ بریتلو بحریۃ اور حلال نہیں کچھوا خشکی کا ہو یا دریائی والغراب الا یقع الذی یا کل الجیف لانه لم یقع
 بالنبات قال المصنف ثم قال والنبیث ما یستنبث الطباع السلیتہ اور حلال نہیں البقی کو اجرو مردار کھاتا ہے اس واسطے کہ وہ حیوانات خبیثہ کے ساتھ
 ملحق ہے یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں پھر مصنف نے کہا کہ خبیث وہ چیز ہے جس سے طباہ سلیہ گھنائیں اور اس کو مکروہ اور خبیث جانیں
 ہم غراب البقی وہ ہے جس میں سیاہی اور سفیدی ہو کذا فی الطحاوی عن الملک عن الکشف والغرائب لوزن غراب النسر جمعہ غدقان قاموس اور حلال نہیں
 غداف یعنی جنگلی سیاہ بڑا کوا شارح نے کہا غداف بروزن غراب نسر یعنی گدھ ہے اور جمع اس کی غدقان ہے کذا فی القاموس ہم صد الشریعہ نے
 شرح وقایہ میں اور صاحب درر نے غداف کا ترجمہ کلاغ سیاہ بزرگ کیا ہے اور شارح نے قاموس سے نسر ترجمہ کیا ہے حالانکہ قاموس میں
 غداف کا ترجمہ غراب گرما اور نسر کثیر الریش واقع ہے اغلب کہ یہ کاتب کے اغلاط سے ہو قاموس کی عبارت یہ ہے الغداف کغراب غراب القیظ
 والنسر کثیر الریش جمعہ غدقان والفیل والضب وماروی من الکلمہ محمول علی الابداء اور حلال نہیں باحتی اور سو سو مار یعنی گدھ اور جو سو سو مار کھانے کی روایت
 ہے وہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے یعنی ابتدائے اسلام میں حلال تھا اب حلال نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک حلال ہے والیربوع وایمن
 عرس والرحم والبقاۃ و ہوطا رونی الہمتہ یشبہ الرحم وکلما من سباع البہائم اور حلال نہیں موش وشتی اور نبولا اور کرگس کذا فی المنتخب اور
 بقاۃ اور وہ کم ہمت پرندہ ہے مشابہ زخم کے اور یہ تمام سباع بہائم سے ہیں ہم ربوع جانور ہے جو ہے کے مانند لیکن اس کی دم اور کان جھبے
 سے زیادہ تر دراز ہیں اور دونوں پاؤں دونوں ہاتھوں سے دراز تر ہیں کذا فی الطحاوی عن ابی السعود تو ظاہر برابر ربوع کا ترجمہ اردو میں گھوس
 ہوا اور مخزن الادویہ میں ربوع کا ترجمہ فارسی میں خرگوش اور ہندی میں گھوس کیا ہے واللہ اعلم وقیل النفاش لانه ذو ثاب اور بعضوں نے کہا
 کہ حلال نہیں چمکا ڈر اس واسطے کہ وہ نیش دار ہے ہم اتفاق نے کہا کہ دلیل میں اختلاف ہے اس واسطے کہ نیش دار حرام نہیں بلکہ وہ نیش دار جانور
 حرام ہے جو اپنے نیش سے شکار کرتا ہو اتنی اور فتادی عالمگیری میں چمکا ڈر کی حلت اور حرمت کے دو قول مذکور ہیں کذا فی الطحاوی ولا یحکل
 حیوان مائی اور حلال نہیں دریائی اور پانی کا جانور ہم حیوان مائی سے مراد وہ ہے جس کا مادی اور معاش پانی میں ہو کذا فی المنع الا السمک
 الذی مات یا تموت لانی ما یجس ولو طافیۃ مجردہ وہا نیہ سب دریائی جانور حرام ہیں مگر وہ مچھلی حرام نہیں جو کسی آفت کے سبب سے مرگئی ہو
 اگرچہ مچھلی ناپاک پانی میں پیدا ہوئی ہو اور گو زخمی مچھلی پانی پر اچھل آئی ہو کذا فی الوہبانہ ہم قادمہ کلیہ مچھلی میں حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ جو
 مچھلی کسی سبب سے مرگئی تو وہ حلال ہے چنانچہ وہ مچھلی کہ گرفتار ہونے سے مرگئی اور جو مچھلی بغیر سبب مرگئی تو وہ حلال نہیں چنانچہ پانی پر کی اڑ
 ہوئی مچھلی کذا فی الدرر الطافی علی وجہ الماء الذی مات حتف انفعہ وہو ما بطتہ من فوقی مچھلی حلال ہے مگر وہ مچھلی حلال نہیں جو پانی پر اچھل آئی
 ہے یا جو خود بخود اپنی موت سے مرگئی بلا آفت اور مچھلی طانی وہ ہے جس کا پیٹ پانی پر آسمان کی طرف ہے فلو ظہر من فوق فلیس بطاف فیہ
 کما یوکل مانی بطن الطافی تو اگر مچھلی کی پیٹھ اوپر کی طرف ہو تو وہ طانی نہیں اس کا کھانا حلال ہے جیسے اس مچھلی کا کھانا حلال ہے جو اڑائی مچھلی کے
 پیٹ میں ہے ہم جو مچھلی کہ دوسری مچھلی کے پیٹ میں ہو تو اس کی موت آفت اور سبب سے ثابت ہوئی یعنی تنگی مکان کے سبب سے کذا فی شری
 الوہبانہ اور منع الغفار میں ہے کہ اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کو نگل گئی تو دونوں کا کھانا حلال ہے یعنی اس واسطے کہ دونوں کی موت آفت سے ہوئی،

۱۵ غداف بروزن غراب گرمی کا کوا اور گدھ بہت پر دن والا اس کی جمع غرقان ہے ۱۲

وامانہ بحر الماء ادمہ اور برطانیہ او القادسی مورتہ بآفتہ وہابیہ اور مجملہ مرگنی پانی کی گرمی یا سردی کے سبب سے یا پانی میں بانٹنے کے سبب سے
 بحال وغیرہ سے یا کسی چیز کے ڈالنے سے یعنی کوئی دوا پانی میں ڈالی اور مجملہ اس کو کھا کر مرگنی تو اس کی موت آدنی کے سبب سے ہوئی یعنی تو حلال ہوئی
 کذا فی الوہابیہ ہم اگر مجملہ کو پرندہ دریائی نے قتل کیا یا مجملہ مرگنی پانی کے گڑھے میں یا ایک شخص نے مجملہ گھیری غلطیہ میں کہ اس سے نکل نہیں سکتی
 اور وہ شخص اس کو بچھڑ سکتا ہے سو اس میں وہ مرگنی یا بحال میں مجملہ مرگنی اور وہ اس حال میں تھی کہ بحال سے نکل نہ سکتی تھی یا مجملہ کو پانی میں بستہ کیا
 سو وہ برف میں باقی رہ گئی اور مرگنی تو وہ حلال ہے اور اگر پانی کی گرمی یا سردی سے مرگنی تو وہ ماکول ہے ایک روایت میں یونکہ اس کی موت کا سبب
 پایا گیا اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ حلال نہیں اس واسطے کہ پانی مجملہ کو مارتا نہیں ہے گرم ہو یا سرد چنانچہ کافی میں ہے کذا فی الدرر الجریث
 السمک اسود والدرماہی سمک فی صوۃ الجبۃ واخرہما بالذکر للنفاد وخلاف محمد اور حلال نہیں دریائی جانور مگر جریت اور مارماہی حلال ہے جریت سیاہ مجملہ
 ہے اور مارماہی سانپ کی صورت پر مجملہ ہے مصنف نے دونوں کو جدا اس واسطے ذکر کیا کہ ان کے مجملہ ہونے میں پوشیدگی تھی اور محمد کے خلاف کی بہت
 سے علیحدہ بیان کیا ہم عینی نے کہا جریت بکسر جیم وتشدید رائے مکسورہ ایک ہی قسم ہے مجملہ کی مدد یعنی گول ہوتی ہے جیسے ڈھال انتہی اور یہ جو محمد سے مغرب
 میں منقول ہے کہ سب مچھلیاں حلال ہیں سو اسے جریت اور مارماہی کے سوہیف قول ہے غایۃ البیان میں ہے کہ بعض روافضی اور اہل کتاب جریت کے
 کھانے کو مکروہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک دیوث تھا وہ لوگوں کو اپنی جو رو کے پاس بلاتا تھا سو سوخ ہو کر جریت ہو گیا سو باطل قول ہے کہ جو
 سوخ ہوا وہ تین دن کے بعد مر گیا اس کی نسل باقی نہیں رہی کذا فی الطحاوی والدرماہی کہ اہل ہند بام کہتے ہیں اور جریت کو بعض اہل ہند
 کھانے بولتے ہیں وحل البحر او ان مات تحت النعیم خلاف السمک اور حلال ہے مڈھی اگرچہ وہ خود بخود بلا سبب ظاہر مرگنی ہو برخلاف مجملہ کے کہ
 وہ بلا سبب خود بخود مرنے سے حلال نہیں والواع السمک بلا ذکاة لحدیث امت لنا میتان السمک والجراد ودمان الکبد والطحال بکسر الطاء اور
 سب اقسام مجملہ کے حلال ہیں بدون ذبح کرنے کے اس حدیث کی دلیل سے کہ حلال ہوئے ہمارے واسطے دوسرے مجملہ اور مڈھی اور حلال ہوئے
 و خون کلیجہ اور تلہ شارح نے کہا طحال مکسور الاول ہے وحل غراب الذی یا کل الحب اور کھیت کا کوا حلال ہے جو دانہ کھاتا ہے
 ہم یعنی سناست خور نہیں ہے شہر میں نہیں آتا ہے صغیر البشہ ہوتا ہے مثل فاختہ کے والذاعلم والارنب والعقوق ہو غراب مجمع بین اکل جیف
 وبوالاصح حلال ہے خرگوش اور عقوق عقوق وہ کوا ہے کہ مر وار اور دانہ دونوں کھاتا ہے اور اس کا حلال ہونا اصح قول ہے ہم عقوق بوز
 فقتر بندہ و ابلق سیاہ اور سفید ہوتا ہے اور اس کی آواز میں عین اور قاف معلوم ہوتا ہے کذا فی القاموس بعضے لوگ اس کو موکھا کہتے ہیں
 طحاوی نے حاشیہ مکی سے نقل کیا کہ عقوق بوزن جعفر پرندہ ہے کبوتر کے مانند لمبی دم والا اس میں سپیدی اور سیاہی ہے اور وہ اقسام غراب
 سے ہے بدشگون اس سے لیتے ہیں انتہی اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے عقوق کو پوچھا تو فرمایا لا باس بلفتی اس کے کھانے
 میں کچھ مضائقہ نہیں تو میں نے کہا وہ سناست کھاتا ہے تو امام نے فرمایا کہ سناست کو ملتا ہے دوسری چیز سے پھر کھاتا تو امام کے نزدیک قاعدہ
 یہ ٹھہرا کہ جو سناست کو دوسری چیز سے ملا کر کھا دے چنانچہ مرغی تو اس کا مضائقہ نہیں ابو یوسف نے کہا کہ عقوق مکروہ ہے جیسے مرغی مملات
 مکروہ ہے کذا فی فتاوی قاضی خان معہما اسی مع الذکاة کھیت کا کوا اور خرگوش اور عقوق حلال ہیں ذبح کرنے کے ساتھ ہم اب مناسب معلوم
 ہوتا ہے کہ ان حیوانات کو ذکر کیجیے جن کی حلت اور حرمت کتب معتدہ میں مذکور ہے فتاوی قاضی خان میں مذکور ہے کہ انعام ماکولہ بالکل چنانچہ
 اونٹ اور اونٹنی اور گائے بیل اور بھڑ اور بکری اور دنبہ حلال ہیں اور اسی طرح ماسوائے انعام جو درندہ نہیں ہیں چنانچہ ہرن اور خرگوش اور
 گورخا و نیل گاؤ اور وہ طیور جو چنگل سے شکار نہیں کرتے چنانچہ مرغی مرغی اور کبوتر اور بٹ اور غراب الزرع جو فقط دانہ کھاتا ہے اور اہل

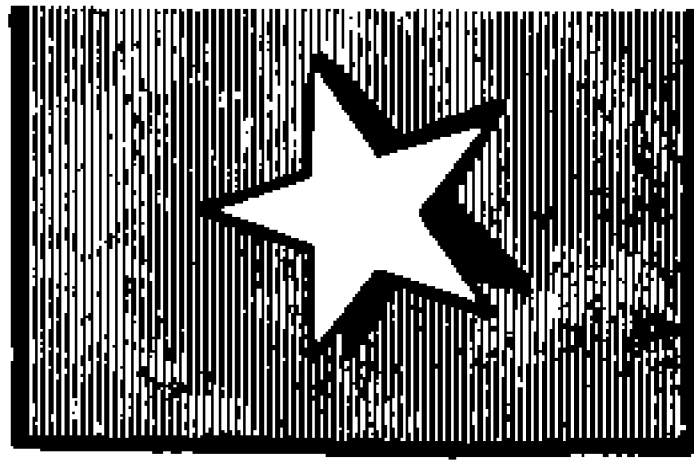
اور قمری اور سودانی اور زرد زور اور عصار یعنی جمیع اقسام کنبشک کی اور ناخنہ اور ٹڈی وہ حلال ہیں اور حرام ہے ہرنیش دار و زندہ چنانچہ شیر اور
بھیر یا اور تیندرا اور چیتا اور لومڑی اور بکرا اور کتا اور بلی جنگل ہر یا پالوا اور سنباب اور سمور اور بچھ اور بندر اور موش و شعی اور گدہ اور غیر لا اور گیدڑ
اور مانتی اور سور اور سانپ اور مینڈک اور جس جانور میں کہ خون نہیں چنانچہ زنبور یعنی بھڑ اور بھیر اور مکھی اور سپور اور جوں اور چرن اور ہرنچہ گیر پزندہ
جو شکار کرتا ہے چنانچہ سقر یعنی برہ اور باز اور گدہ اور عقاب اور بادشاہ اور شاہین اور بٹا اور چیل اور جو مردار خوردہ ہو چنانچہ غراب البقع
یعنی ابلق کو ایہ سب حرام ہیں انتہی مانی الثانیۃ قائدہ جو بالور خشکی میں بہتے ہیں تین قسم ہیں ایک وہ جن میں اصلا خون نہیں در سری قسم رہ جن
میں خون ہے مگر خون رداں نہیں اور تیسری قسم وہ جن میں خون سائل اور رداں ہے سو بن میں خون نہیں چنانچہ ٹڈی اور بھڑ اور مکھی اور بکرا اور
گیر یا اور بچھ اور مانتا اس کے تران کا کھانا اسلال نہیں سولے ٹڈی کے اور اسی طرح جن میں خون سائل نہیں چنانچہ سانپ اور چھپکلی جس کو چھپکلی ہی
کہتے ہیں اور سام ابرص اور جمیع حیوانات حشرات اور مہام الارض چنانچہ چوہا اور سیسی اور گدہ اور یہ بوع یعنی موش و شعی یا گھوس اور نیولا اور مانند ان
کے اور ان کی درست میں اختلاف نہیں مگر گدہ امام شافعی کے نزدیک حلال ہے اور جن میں خون سائل ہے وہ دو قسم ہیں مانوس اور وحشی سو بازل
بہائم سے چنانچہ اونٹ اور گائے بیل اور غنم بالاجماع حلال ہیں اور وحشی چنانچہ ہرن اور بیل گاڑ اور گور اور جنگلی اونٹ سو باجماع سلیہن حلال ہیں
اور درندے مانوس چنانچہ کتا اور چیتا اور پارہلی اور سال نہیں اور اسی طرح وحشی درندے جن تو سیاح عقور طر کہتے ہیں چنانچہ شیر اور بھیر یا اور بکرا اور
تیندرا اور چیتا اور لومڑی اور جنگل بل اور سنباب اور سمور اور قمری در بچھ اور بندر اور مانند ان کے سباع طر چنانچہ باز و بادشاہ اور شاہین اور چیل
اور بٹا اور گدہ اور عقاب جو ان کے مانند ہو یہ سب حرام ہیں کذا فی الطحاوی عن الدیمیری الشافعی صاحب حیوة الحيوان وذبح مالا ليوکل لظہر
لحمہ وشمہ وجلدہ تقدم فی الطهارة ترجیح خلافہ اور جو جانور ماکول اللحم نہیں اس کا ذبح کر ڈالنا اس کے گوشت اور چربی اور چمڑے کو پاک کر دینا
شاذ ہے کہ کتاب الطہارۃ میں اس کے خلاف کی ترجیح مقدم مذکور ہو چکی ہم طہارۃ میں اس کی ترجیح مذکور ہو چکی کہ ذبح سے گوشت پاک نہیں
ہوتا چمڑا پاک ہو جاتا ہے طہارۃ سے مطلب یہ ہے کہ اگر مائعات یعنی رقیق چیزوں میں چڑایا چربی غیر ماکول اللحم مذبح کی پڑ جائے تو وہ چیز رقیق نہیں
نہیں ہو جاتی اس واسطے کہ ذبح ازالہ رطوبت نجسہ میں دباغت کے مانند ہے اور اس کے حاصل کی نماز باطل نہیں ہوتی اور کھانے کے سوا اس
کی چربی سے فائدہ لینا درست ہے یا نہیں بعضوں نے کہا کہ جائز نہیں اور بعضوں نے کہا جائز ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی الا الاوئی والختیر
کما مر سوائے آدمی اور سور کے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں مذکور ہو چکا ذبح نشاة مرغیۃ فحرکت اوخرج الدم حلت والا لان لم تد حیوة
عند الذبح بیمار بجری ذبح کی پھر اس نے جنبش کی یا خون نکلا تو وہ حلال ہے اور اگر حرکت نہ کی یا اس کا خون نکلا تو وہ حلال نہیں اگر اس کی زندگی
ذبح کے وقت معلوم نہ ہوئی ہو ہم حرکت اور خروج خون نہیں ہونا مگر زندہ سے کیونکہ مردہ جنبش نہیں کرتا اور اس سے خون نہیں بہتا شرح طحاوی
میں ہے کہ خون کا نکلنا زندگی پر دلالت نہیں کرتا مگر اس صورت میں جب کہ زندہ کے مانند خون نکلے وان علم حیوة حلت مطلقا وان لم
تتحرك ولم يخرج الدم وبذا یاتی فی منہجۃ ومرتدۃ ونظیمة والذی بعقر الذئب لبطنا مذکاة ہذہ الاشیاء تمل وان کان حیوۃ خفیۃ وعلیہ
الفتویٰ لقولہ تعالیٰ (الا ما ذکیتم) من غیر فصل وسمی فی العید اور اگر مذبح کی حیات معلوم ہو گئی تو وہ ہر طرح حلال ہے اگر چہ اس نے جنبش اور
حرکت نہ کی ہو اور خون نہ نکلا ہو اور اس کا بیان آگے گا اس جانور میں جس کا گلہ دبا گیا اور جو بچے گر پڑا اور جس کو دوسرے جانور نے سینک سے
۱۵ سوال اور زور و دو پرندہ کے نام ہیں مثل مولے کے ۱۲ ایک پرندہ ہے مردار خور ۱۲ ۱۵ فارس میں کریمہ کہتے ہیں چھپکلی کی قسم ہے ۱۲
۱۵ عرب دہ اور اس کو قاتم کہتے ہیں اور جنگل بل کو کہتے ہیں ۱۲

مارا اور جس کا پیٹ بھریے نے پھاڑ ڈالا تو ان چیزوں کو ذبح کر دینا حلال کر دیتا ہے اگرچہ حیوانات مذکورہ کی زندگی پر شدید غیر جانبدار ہو اور اس پر فتویٰ ہے بیل تو حق تعالیٰ کے الٰہی ذکیم یعنی رہ جانور حلال ہے جس کو تم نے ذبح اور حق تعالیٰ نے اس میں کچھ تفصیل نہیں فرمائی حرکت یا خروج خون کی اور اس کا ذکر آگے آئے گا کتاب الصمدین قبح شاة لم تد رجوتما وقت الذبح ولم تحرك ولم يخرج الدم ان فتحت فاما لا توکل وان ضمت اكلت وان فتحت عينها لا توکل وان ضمتها اكلت وان مدت رحلها لا توکل وان قبضتها اكلت وان نام شعرها لا توکل وان قام اكلت لان الحيوان يستريح بالموت فتفتح فم وعين ومد رحل ونوم شعر علامته الموت لانها استرخت فادومتها بحركات تحق بالحي فدل على حيوته وبذلك اذالم تعلم الحيوة وان علمت حيوتها وان قلت وقت الذبح اكلت مطلقا بكل حال زليعي بجرى ذبح کی اور اس کا زندہ ہونا ذبح کے وقت معلوم نہ ہوا اول اس نے جنبش نہ کی اور خون بھی نہ نکلا تو اگر اس نے منہ کھول دیا تو اس کا کھا نا حلال نہیں اور اگر اس نے منہ بند کر لیا تو کھا نا حلال ہے اور اگر اس نے آنکھ کھول دی تو اس کا کھا نا حلال نہیں اور اگر آنکھ اس نے بند کر لی تو کھا نا حلال ہے اور اگر اس نے پاؤں پھیلا دیا تو کھا نا درست نہیں اور اگر کھینچ لیا تو درست ہے اور اگر اس کے بال سو گئے یعنی گر پڑے تو اس کا کھا نا حلال نہیں اور اگر بال کھڑے ہو گئے تو درست ہے اس واسطے کہ جانور موت سے ڈھیلہ ہو جاتا ہے تو منہ اور آنکھ کا کھولنا اور پاؤں کا پھیلا نا اور بال کا گر پڑنا علامت ہے موت کی اس واسطے کہ یہ افعال استرخا ہیں یعنی ڈھیلے ہو جانے سے ہوتے ہیں اور ان افعال کے مقابل یعنی منہ اور آنکھ کا بند کر لینا اور پاؤں کا کھینچنا اور بال کھڑا ہونا یہ حرکات عجب زندہ کے ساتھ مخصوص ہیں تو اس کی زندگی پر دلالت ہوگی اور یہ سب علامات مذکورہ اس وقت میں جب کہ زندگی معلوم نہ ہو اور اگر اس کی زندگی معلوم ہو ذبح کے وقت اگرچہ حیات قلیل ہو تو اس کا کھا نا مطلقا حلال ہے ہر حال میں خواہ علامات مذکورہ پائی جاویں یا نہ پائی جاویں کذا فی الزلیعی سمکتہ فی سمکتہ فان كانت المظروفہ صحیۃ حلتا یعنی المظروفہ والظرف موت البلوغۃ لیسبب ایک پھل نکل دوسری پھل کے پیٹ میں تو اگر مظروفہ یعنی وہ پھل جو پیٹ کے اندر ہے تندرست ہے تو دونوں حلال ہیں یعنی مظروفہ اور ظرف کیونکہ نکلے ہوئے پھل کی موت سبب حادث سے ہے یعنی تنگی مکان کے سبب سے اور نکلنے والے کی موت اس پر جانے سے والا تکن صحیۃ حل الظرف لا المظروف کی لو خرجت من ورجلا لاستقامتها عذرة جوہرة وقد غیر المصنف عبارة ملقنہ الی ما سمعته اور اگر پیٹ کی پھل تندرست نہ ہو مگر گل گئی ہو تو ظرف حلال ہے نہ مظروف یعنی نکلنے والی حلال ہے نہ نکل گئی چنانچہ اگر مظروفہ اس کی مقعد سے نکلے تو حلال نہیں اس واسطے کہ مستمیل اور متغیر ہو کہ گوہ ہو گئی کذا فی الجوہرة اور البتہ مصنف نے اپنے متن کی عبارت بدل ڈال جو تو نے سنی ہم استبہا کی عبارت یوں تھی سمکتہ فی سمکتہ فان كانت صحیۃ حلا والا لا یعنی پھل کے اندر کی پھل ہے تو اگر مظروفہ صحیح اور سالم ہے تو دونوں حلال ہیں اور نہیں تو حلال نہیں یہ عبارت اس کے موہم ہے کہ در صورت عدم تندرستی مظروفہ دونوں حلال نہیں اور حالانکہ یہ مطلب نہیں بلکہ ظرف حلال ہے نہ مظروف تو مصنف کی اخیر عبارت سے یہ خیال دفع ہو گیا ولو وجد فیہا درة ملکہا حلالا ولو خاتما او دینارا مفروبا لا وہو لقطہ اور اگر پھل کے اندر موتی پایا تو پانے والے کو اس کی ملک حلال ہے اور اگر اس کے اندر انگوٹھی یا سکہ دارا شرفی پائی تو پانے والا اس کا مالک نہیں اور وہ لقطہ ہے ہم اس مسئلہ میں تفصیل ہے جو دوا البیہ میں یوں مذکور ہے کہ موتی پھل کے پیٹ میں پایا تو اگر موتی صدف کے اندر ہے تو وہ پانے والے کا ہے اور اگر پھل بیچی اور مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہے اور اگر موتی صدف میں نہیں ہے تو وہ پانے والے کا ہے اور اگر پھل بیچی اور مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہے اور اگر موتی صدف میں نہیں ہے تو وہ پانے والے کا ہے مملوک ہے اور وہ لقطہ ہوگا اس واسطے کہ ظاہر اودھیا کے ہاتھ سے اس کو بیچنا کذا فی الطحاوی قبح لقد هم الامیر ونحوہ کو احد من العظام یحرم لانه اہل بہ لغیر اللہ ولو وصیۃ ذکر اسم اللہ تعالیٰ ذبح کیا ماکم کے آنے کے واسطے یا ماکم کے مانند کسی اور شخص طلیل القدر کے آنے کے سبب سے ذبح کیا تو ذبیحہ حرام ہے اگرچہ ذاب نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہو ذبح کے وقت اس واسطے کہ اس پر غیر خدا کا نام پکارا گیا ہو دستور عوام میں یوں ہے کہ جب نیا حاکم قلعہ میں داخل ہوتا ہے تو اس کی تعظیم کے واسطے یا دیو جھوت کے جھوگ دینے کے واسطے تاکہ تکلیف نہ دے جانور ذبح کرتے ہیں اور حاکم کو اس کا گوشت نہیں کھاتے ہیں

کہ تو فرادی جی طوطاوی نے کہا ذبیحہ مذکور مردار ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کا خالص نام اس پر لیا جاوے اور بہتر یہ ہے کہ تعظیم غیر خدا حرمیت کی علت
 ٹھہرائی جاوے انتہی تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ جو ہندوستان میں جاہلوں میں رواج ہے کہ منٹ مان کر سید احمد کھیر کی گائے اور شیخ سعد
 کا بکرہ ذبح کرتے ہیں وہ گائے اور بکرہ مردار ہے اس واسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا اور تقرب مخلوق کا ارادہ کرتے ہیں اور یہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ
 ذبح کے وقت نام خدا کے ذکر کرنے سے ذبیحہ حلال اور پاک ہو جاتا ہے گو نیت عوام کی خراب ہو ان کی غلط فہمی ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مردار
 تعظیم غیر خدا ذبیحہ مردار ہو جاتا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کا خالص نام لیا جائے صحیح مسلم: علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوعہ موی ہے لعن اللہ من
 ذبح لغير الله یعنی خدا کے لئے اس پر جو خدا غیر کے واسطے ذبح کرے ولو ذبح للضعیف لا یجزم لانه سنة الخلیل واکرام الضیف اکرام اللہ تعالیٰ اور اگر
 مہمان کے واسطے ذبح کرے تو ذبیحہ حرام نہیں ہوتا اس واسطے کہ ذبح کرنا دعوت مہمان کے واسطے سنت ہے خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی اور کریم مہمان
 کی اللہ تعالیٰ کی تکریم ہے ہم منج العفار میں ہے کہ جو یہ گان کرتا ہے کہ مہمان کے واسطے ذبح کرنا حلال نہیں اس واسطے کہ یہ ذبح تکریم ابن آدم کے
 واسطے ہے تو گو بارفح صوت ہوا غیر خدا کے واسطے تو اس شخص نے قرآن اور حدیث اور عقل کے مخالف کہا اس واسطے کہ اس میں شک نہیں کہ تعاب
 منفعت کے واسطے ذبح کرتا ہے اور اگر وہ ۲۱ باب سے ذبح نہ کرے تو اس جاہل پر لازم ہے کہ تعاب کے ذبیحہ کر نہ کھاوے اور نہ اس کو کھائے جو ولیمہ
 اور عرس یعنی شادی اور عقیقہ میں ذبح ہو والفارق انہ ان قد مہالیہ کل منما کان الذبح لشد المنفعة للضعیف اولو لیمۃ اول الذبح وان لم یقد مہالیہ کل منما بل
 یدفعما لغيرہ کان لتعظیم غیر اللہ فحرم اور وجہ فرق درمیان حرمت ذبیحہ قدم امیر کے اور علت ذبیحہ وغیرہ کی یہ ہے کہ اگر ذبیحہ اس واسطے پیش کیا تاکہ اس
 میں سے آپ یا مہمان کھائے تو ذبح اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوا اور گوشت کی منفعت مہمان کے واسطے یا ولیمہ کے واسطے یا تعاب کے نانہ مال
 کرنے کے واسطے ہوئی اور اگر کھانے کے واسطے ذبیحہ پیش نہ کیا بلکہ غیر کو یا تو یہ غیر خدا کی تعظیم ہوئی تو ذبیحہ حرام ہو گا ہم موی شارح استنباہ نے
 کہا کہ اس مسئلہ میں حاصل کلام یہ ہے کہ ذبح متصل بنام خدا اگر آنے والے کے آنے سے پہلے مینانت کے واسطے یا اس کے آنے کے بعد مٹوئی
 دیر میں اس کی مینانت کے واسطے ہو تو اس کے جائز ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اگر آنے کے وقت ہو تو اگر مینانت کا قصد ہے تو اسی طرح درست ہے بلشبہ
 اور اگر مجرد تعظیم ہو تو حرام اور مذکور مردار ہے پھر شارح کا فرق مذکور بیان کیا انتہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ یہ فرق ظاہر نہیں اس لیے کہ گاہے تعظیم
 غیر خدا مقصود ہوتی ہے اور قاصد خود اس کو کھاتا ہے اور اس کے خیال بھی تو بہتر یہ ہے کہ مناط حکم کا تعظیم کے قصد پر ہو کذا فی الطوطاوی یعنی اگر غیر خدا
 کی تعظیم ذبح سے مقصود ہے تو حرام ہے والا حلال ہے وہل یکفر قولان بزانیہ وشرع وہبانیہ اور کیا ذبح لغير الله کافر ہے اس میں دو قول ہیں یعنی بعض
 کے نزدیک کافر ہے بعضوں کے نزدیک کافر نہیں کہہنا کہ کذا فی البزازیہ وشرع العربانیہ قلت و فی صید المنیۃ انہ یکفر ولا یکفر لانا لانسئی الظن بالمسلم انہ یتقرب ال
 الادی بہذا النحر ونحوہ فی شرح الوہبانیہ عن الذخیرۃ و لظہم فقال و فاعلمہ جمہور ہم قال کافر بہ و فضل واسمعیل لیس یکفر بہ میں کہتا ہوں اور منیہ
 کی کتاب الصید میں یہ ہے کہ غیر خدا کے واسطے ذبح کرنا مکروہ ہے اور ذبح کافر نہیں ہے اس واسطے کہ ہم مسلمان کے ساتھ یہ گمان بد نہیں کرتے
 ہیں کہ وہ اس ذبح سے تعظیم اور تقرب آدمی کا چاہتا ہے اور مانند اس قول کے شرح وہبانیہ میں ہے اور شارح وہبانیہ نے اس معنی کو نظم کر کے
 یوں کہا ہے اور اس ذبح کا کرنے والا اکثر علماء کے نزدیک کافر ہے اور امام فضل اور اسمعیل اس کو کافر نہیں کہتے ہیں ہم ہر چند تکفیر اختلافی میں عدم تکفیر
 راجح ہے لیکن امر مختلف فیہ کو اشد الکبار جانا اور اس سے بھنا اور بچانا چاہیے واللہ ہو الحق والمعین العوضو یعنی الجزء المنفصل من الحمی حقیقہ و کما
 لانه مطلق فینعرف للکامل کما حققہ فی تنویر البصائر قلت لکن ظاہر المتن التعمیم بدلیل الاستثنا و فاعلمہ یکفیرہ کالاذن المقطوعۃ و الحسن الساقطۃ ال
 فی حق صاحبہ فظاہر وان کثر استنباہ من الطہارۃ و ہو التنازل کما فی تنویر البصائر عنو یعنی جو چیز کہ جدا ہو گیا جو ان حی یعنی زندہ سے وہ مردار کے مانند ہے

چنانچہ کٹکان اور گرا دانت مگر دانت والے کے حق میں دانت طاہر ہے اگرچہ دانتوں میں کثرت ہو چنانچہ اشباہ میں ہے کتاب الطہارۃ سے اور طہارۃ کا قول ہی مختار ہے چنانچہ تنویر البصائر میں ہے شارح نے کہا حیوان حی یعنی زندہ سے وہ مراد ہے جو حقیقتاً اور حکماً زندہ ہو اس واسطے کہ حی کا لفظ مطلق ہے تو حی کا فرد کامل مراد ہوگا چنانچہ اس کی تحقیق تنویر البصائر حاشیہ اشباہ اور نظائر میں مذکور ہے میں کہتا ہوں لیکن ظاہر متن تعمیم پر دلالت کرتا ہے استثنائے دلیل سے سو اس کو تامل کر ہم اگر زندہ حقیقتاً یعنی صورتاً اور حکماً مراد لیجئے تو جز کہ منفصل ہوا مذبح سے قبل اس کی موت کے تو وہ منفصل ہے زندہ صورتاً سے نہ زندہ حکماً سے تو اس وقت میں استثناء آئندہ کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ شیخ صالح دمشقی اشباہ نے کہا ہے تعمیم سے مراد یہ ہے کہ خواہ زندہ حقیقتاً اور حکماً ہو خواہ فقط حقیقتاً یعنی صورتاً زندہ ہو تو در صورت تعمیم کے استثناء کی البتہ حاجت ہوگی تو یہاں گفتگو اس میں ہے کہ حی سے یہاں فرد کامل مراد ہے یا عام مراد ہے اگرچہ حکم مختلف نہیں ہے دونوں صورتوں میں اور عضو منفصل سے مراد وہ عضو ہے جو ہڈی اور گوشت سے جدا ہو جائے اگرچہ کھال سے متصل رہا ہو اور جو عضو کہ گوشت سے متصل ہے وہ ماکول ہے اور کلام ہے بھیل اور ٹڈی کے غیر میں اس واسطے کہ بھیل اور ٹڈی مردہ بھی حلال ہے کذا فی الطہارۃ والامین مذبح قبل موتہ فیصل اکل لومین الماکول لان ما بقی من الحيوة غیر معتبر اصلً بزازیہ قلت لکن یکرہ لکما مرگ جو عضو کہ حیوان مذبح سے جدا ہو اس کی موت سے پہلے تو اس کا کھانا حلال ہے اگر وہ حیوان ماکول اللحم ہو اس واسطے کہ جس قدر زندگی حیوان مذبح میں باقی ہے وہ اصلاً معتبر نہیں کذا فی البزازیہ میں کہتا ہوں لیکن عضو کا جدا کرنا حیوان مذبح کے ٹھنڈے ہونے سے پہلے مکروہ ہے چنانچہ اسی کتاب میں مذکور ہو چکا وحررنا فی الطہارۃ قول الوہبانیۃ اور ہم نے قول آئندہ وہبانیہ کی تحریر کی ہے کتاب الطہارۃ میں قبل تیمم کے ہم کتاب الطہارۃ میں شارح نے بیان کیا ہے کہ غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہیں اس واسطے کہ فقہائے تصریح کی ہے کہ وہ بھیڑ یا حلال ہے جو بکری سے پیدا ہوا اپنی ماں کے اعتبار سے ۵ و قد صلا لحم البغال واما من الخیل قطعاً والکرمۃ اور البتہ صاحبین نے حلال کہا ہے قطعاً خجروں کا گوشت حالانکہ ماں ان کی گھوڑی ہے اور کراہت بھی مذکور ہے یعنی جس خچر کی ماں گھوڑی ہے وہ صاحبین کے نزدیک حلال ہے مگر کراہت بھی مذکور ہے ۵ وان ینزکلب فوق غز نمجا دہا: نتاج لہ راس کلب فیمنظر ۶ اور اگر جست کی کتے نے بکری پر یعنی جفتی کی تو اس کے بچہ پیدا ہوا جس کا سر کتے کے مانند ہے تو اس کو دیکھنا چاہیے ۵ فان اکلت لحم کلب جمیعاً ۶ وان اکلت بیتاً فذا راس یمتر ۶ سو اگر اس نے گوشت کھایا تو وہ بالکل کتاب ہے اور اگر اس نے گھاس کھائی تو اس کا سر کاٹا جائے یعنی اس کا کھانا نہ چاہیے ۵ ویوکل ہایا وان اکلت لذا ۶ وذا فاضر ہما والصیاح یخبر ۶ اور سوائے سر کے باقی گوشت کھایا جائے اور اگر گوشت اور گھاس دونوں کھائے تو اس کو مارنا اور اس کا چلانا خبردار کرے گا ہم یعنی اگر مارنے سے کتے کی مانند مھونکے تو نہ کھانا چاہیے اور اگر بکری کی مانند چلائے تو حلال کرنے کے بعد سر مہینکا جائے اور باقی کھایا جائے کذا فی الطہارۃ ۵ وان اکلک فاذبح فان کرشما بدا ۶ فعنزوالا فوکلب فیطمر ۶ اور اگر مشکل اور مشتبہ ہو یعنی کتے اور بکری دونوں کی طرح آواز کرے تو اس کو ذبح کر تو اگر اس کی اوچھڑی ظاہر ہو تو وہ بکری ہے لیکن سر اس کا دور کیا جائے اور اگر اوچھڑی نہ نکلے تو وہ کتاب ہے دفن کیا جائے یعنی اس کا کھانا نہ چاہیے و فی معایاتنا اور وہبانیہ کی چستان میں یہ ہے ۵ واما شباہ دون

ذبح یکلما ۛ ومن ذی الذی صغی ولادم نہر ۛ اور کون بکری ہے جس کو بدن ذبح کے شارع حلال رکھتا ہے اور کون ہے وہ شخص جو اپنے گھر میں رہا یہاں تک کہ رقت صغی داخل ہوا اور اس نے خون نہیں جاری کیا ہم مصرعہ اول کا جواب کتاب المساقاة کے آخر میں مذکور ہو چکا اور مصرعہ ثانی کا جواب خود ترجمہ میں مذکور ہو گیا محل سوال فقط لفظ ہے صغی کا تو ظاہر اس کا مطلب یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کون شخص ہے جس نے قربانی کی اور حالانکہ خون نہیں بہا یا قربانی کرنے اور عدم خونریزی میں منافات ظاہر ہے تو ناظم کا مطلب وہ ہے جو ترجمہ میں مذکور ہوا نہ قربانی کرنا خاتمہ آٹھ پیڑیں ہیں مردار سے جن سے انتفاع درست ہے سینگ اور کھڑ اور عصب اور صوف اور رویش یعنی روئیں اور بال اور پٹ اور پٹشی خواہ حیوان ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول ہے کذافی الطحاوی عن زواہر الجواہر واللہ اعلم استغفر اللہ العظیم ۛ



کتاب الاضحیہ

یہ کتاب ہے اضمیہ یعنی قربانی کے مسائل میں من ذکر الخاص بعد العام کتاب الذبائح کے بعد کتاب الاضحیہ کا لانا خاص کا ذکر کرنا ہے عام کے بعد یعنی ذبیحہ عام ہے اور قربانی خاص ہے ہی لفظ اسم لسانہ یذبح ایام الاضحی من تسمیۃ الشئ باسم وقتہ اضمیہ لغت میں اس حیوان کا نام ہے جو ایام اضحی میں ذبح کیا جائے من قبیل نام رکھنے شے کے اس کے وقت کے نام کے ساتھ ہم جو حیوان مذکور ہوا ایام غریں اس کو اضمیہ اس واسطے کہتے ہیں کہ وقت ضحی یعنی دن چڑھے اس کو ذبح کرتے ہیں کذا فی الدرر تو اس کا نام ماخوذ ہوا اس کے وقت کے نام سے کذا فی العلوی طحاوی نے کہا زلیحی میں ہے تقربات مالیہ قسم میں ایک قسم تملیک ہے چنانچہ صدقہ اور دوسری قسم اطلاق ہے چنانچہ اعتاق اور اضمیہ میں دونوں معنی مجتمع ہوئے کہ خوزیری سے وہ اطلاق ہے پھر گوشت میں تصرف کرنے سے تملیک اور اباحت ہے انتہی واقعات میں ہے کہ قربانی کا خرید کرنا دس درم سے بہتر ہے ہزار درم کی خیرات سے اس واسطے کہ جو قربت خوں ریزی سے حاصل ہوتی ہے وہ صدقات سے نہیں ہوتی و شرعاً ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص اور اصطلاح شرع میں اضمیہ عبارت ہے حیوان مخصوص کے ذبح کرنے سے عبارت کی نیت سے مخصوص وقت میں ہم حیوان مخصوص یعنی گائے بیل بھڑ بکری اونٹ اور وقت مخصوص یعنی ایام غر و شرائطہ الاسلام والاقامت والیسار الذی یتعلق بہ وجوب صدقۃ الفطر کما مر اور شرائط قربانی کی الام اور مقیم ہونا اور اس قدر تو نگرانی اور مال داری جس قدر سے وجوب صدقۃ فطر متعلق ہے چنانچہ آخر کتاب الزکاة میں مذکور ہو چکا ہم اسلام اور اقامت ایام غر کی آخر وقت کی معتبر ہے تو اگر اول غر میں کا فر تھا اور آخر میں مسلمان ہوا یا اول میں مسافر تھا اور آخر میں مقیم ہو گیا تو اس پر قربانی واجب ہوگی فتاوی عالمگیری میں ہے ظاہر الروایۃ میں تو نگر اور مال دار وہ ہے جس کے پاس ۵۰ درم یعنی ۵۰ روپے یا سات تولہ سونا ہو مسکن اور متاع مسکن اور سوری اور خادم کے سوا اور کوئی چیز ہو اس قدر مالیت کی چنانچہ رہنے کے سوا اور گھریا باغ یا چار پاسے جالور یا غلام یا گھوڑے یا تجارت کا اسباب وغیرہ ہو ۵۰ روپے کا تو اس پر قربانی واجب ہوگی اور اگر قرآن شریف ہو اس قدر مالیت کا تو اگر وہ شخص قرآن پڑھتا ہو یعنی پڑھ سکتا ہو تو اس پر قربانی نہیں خواہ بالفعل اس میں پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو اور اگر قادر ہو قرأت پر تو قربانی واجب ہے اور کتابوں سے آدمی غنی نہیں مٹھتا مگر اس وقت جب ایک کتاب کے دو نسخے ہوں اور احادیث اور تفسیر کی کتابوں سے غنی نہیں ہوتا اگرچہ دو دو نسخے ہوں اور کتب طب اور نجوم اور ادب سے غنی ہوتا ہے جب ان کی قیمت بقدر نصاب کے ہو کذا فی الطحاوی تبصر لا الزکوۃ فتجب علی الناس غایۃ اور مرد ہو یا قربانی کی شرط نہیں تو قربانی واجب ہے عورت پر کذا فی الغایۃ وسیما الوقت و ہوا یام النہر و قبل الراس و قدمہ فی التارخانیۃ اور قربانی کا سبب وقت ہے اور وقت سے غر کے دن مراد ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ قربانی کا سبب آغاز ایام غر ہے نہ تمام وقت اور تارخانیہ میں اسی قول کو ترجیح دی ہے و کہنا ذبح مایکوز و یجوز من النہم لا غیر فیکہ ذبح دجاہتہ و دیک لانه تشبہ بالہوس بزمانیۃ اور قربانی کا رکن ذبح کرنا ہے اس کا جس کا ذبح کرنا جائز ہے منہملہ چوپایوں کے نہ سولے اس کے تو مکروہ ہے ذبح کرنا مرغی اور مرغ کا قربانی کی نیت سے اس واسطے کہ وہ تشبہ ہے بموسیوں کے ساتھ کذا فی البزویۃ و حکمہا

الخروج عن حمدة الواجب في الدنيا والوصول الى الثواب بفضل الله تعالى في العقبى مع صحة النية اولا ثواب بدونها
اور قربانی کا حکم یعنی اثر مرتب قربانی کا دنیا میں نکل جانا واجب کے عمدہ سے اور ثواب کا ملنا ہے اللہ کے فضل سے آخرت میں نیت صحیح ہونے
کے ساتھ اس واسطے کہ ثواب نہیں ہوتا بدون صحیح ہونے نیت کے فتویٰ التفتیح ای اراقة الدم من النعم مطلقا لا اعتقادا ان واجب ہے قربانی
کرنا یعنی چوپایوں کا خون بہانا یہ وجوب باعتبار عمل کے ہے نہ باعتبار اعتقاد کے ہم وجوب خون ریزی پر دلیل یہ ہے کہ اگر زندہ اضحیہ کو تصدق کر دے
تو واجب ادا نہ ہوگا اور ظاہر السدایہ یہی ہے کہ قربانی واجب ہے اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ سنت ہے اور طرفین سے روایت یہ ہے
کہ فرض ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ واجب ہے چنانچہ معمرات میں ہے لیکن قربانی کا وجوب کفارہ یحییٰ اور صدقہ فطر سے کم تر ہے سنت ہونے کی
دلیل یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذبح کرنا چاہو اور جو تم میں سے قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنے بال اور ناخن
رک رکھے یعنی نہ کاٹے اور تعلیق بالارادہ منافی وجوب ہے اور واجب ہونے کی یہ حدیث دلیل ہے کہ (من وجد سعة ولم يضره فلا يقرن مصلانا)
کہ جو کشائش پاسے اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے پاس نہ جامے اور اس طرح کی وعید نہیں ہوتی مگر ترک واجب میں اور حدیث اول
میں ارادہ سے مراد سہو کی ضد ہے نہ تخیر تو ارادہ ذکر کرنا نفی وجوب پر دلالت نہیں کرتا چنانچہ اس حدیث میں کہ من اراد ان یحییٰ یحییٰ جو
حج کا ارادہ کرے وہ شتائی کرے مگر جب قربانی واجب عمل ہوئی نہ واجب اعتقادی تو اس کا منکر کافر نہ ہوگا کذا فی المطاویٰ ملخصا بقدرہ ممکنہ
قربانی کرنا واجب ہے قدرت ممکنہ سے ہم یعنی قادر کر دینے والی قدرت سے ممکنہ اسم فاعل ہے تمکین سے نہ امکان سے ہی مایجب بجز التمكن من
الفعل فلا يشترط بقدره لا بقاء الوجوب لانها شرط محض قدرت ممکنہ وہ ہے جو واجب ہو بجز قادر ہونے کے فعل سے تو بقاء قدرت مشروط نہیں
بقائے وجوب کے واسطے اس لیے کہ قدرت ممکنہ شرط محض ہے یعنی اس میں معنی علت نہیں اور شرط کا مطلق وجود بلا اشتراط دوام کفایت کرتا
ہے مشروط کے پاسے جانے کے واسطے لامیسرۃ ہی مایجب بعد التمكن بعفۃ الیسر غیر من العسر الی غیرہ بشرط بقاؤہا لانها شرط فی معنی العلة كما فی الفقرة
وجوب قربانی کا قدرت میسرہ سے نہیں اور قدرت میسرہ ہے جو واجب ہو بعد قادر ہونے کے فعل سے آسانی کی صفت کے ساتھ تو قدرت
میسرہ نے وجوب کو بدل ڈالا تنگی سے آسانی کی طرف تو قدرت مذکورہ کا باقی رہنا مشروط ہے اس واسطے کہ وہ شرط یعنی علت کے ہے
چنانچہ مذکور ہو گیا نظر کے بیان میں ہم جب فطر یعنی علت ہوئی تو علت کا دوام مشروط ہے دوام معلول کے واسطے بدلیل وجوب تصدقہ بعینہا
او بقیتمہا لو مضت ایامہا قربانی کا واجب ہونا قدرت ممکنہ سے نہ قدرت میسرہ سے ثابت ہے وجوب تصدق کی دلیل سے یعنی قربانی کا بعینہ
تصدق کرنا یا اس کی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہے اگر قربانی کے ایام گزر جاویں ہم تو قربانی اور نظرہ اور حج بعد واجب ہونے کے مال
تلف ہو جانے سے ساقط نہ ہوگا کیونکہ ان کا وجوب قدرت ممکنہ سے ہے نہ میسرہ سے بخلاف زکوٰۃ اور عشر اور فراج کے اس واسطے
کہ قدرت میسرہ کا بقا مشروط ہے نہ قدرت ممکنہ کا علیٰ حرر مسلم مقیم بمصر او قرۃ او بادۃ یعنی فلا تجب علی حاج مسافر ما اہل مکہ فتلزمہم ان
جوا و قبل لا تلزم المحرم سراج قربانی کرنا واجب ہے آزاد مسلمان پر جو مقیم ہے شہر یا گاؤں یا جنگل میں کذا فی العینی تو قربانی واجب نہیں
حاجی مسافر پر اور مکہ والوں پر تو قربانی لازم ہے اگرچہ وہ حج کرے ہوں اور بعضوں نے کہا کہ محرم پر قربانی لازم نہیں اگرچہ وہ اہل
مکہ سے ہو کذا فی السراج طحاوی نے کہا سراج کے مانند شرح طحاوی میں ہے مویس لیسار الفطرۃ عن نفسه لا عن طفلہ علی الظاہر فلا
الفطرۃ اس مقدولے پر جس کو فطرہ کا سامعہ در ہے قربانی واجب ہے اپنی ذات سے نہ اپنے طفل سے بنا بر ظاہر الرایۃ کے بخلاف

نزدہ کہ اپنی ذات اور اپنے طفل کی طرف سے واجب ہے ہم اور ظاہر الروایۃ پر فتویٰ ہے اور من کی روایت امام سے یہ ہے کہ واجب ہے قربانی اپنے اس ولد صغیر اور اپنے اس پوتے کی طرف سے جس کا باپ نہیں اور مالک کی طرف سے مستحب ہے کذا فی الطحاوی شتاۃ بالرفع بدل من صغیر تجب او فاعل او سلیع بذلتہ ہی الابل والبقر سمیت بہ لضم امتہا اور جو جائز قربانی کیا جائے وہ ذنبہ بھیڑ بکری ہے یا ساتواں حصہ بدنہ کا اور بدنہ جبارت ہے شتر اور گاؤں سے شتر اور گاؤں کو بدنہ نام رکھا ان کی ضمانت یعنی تندرستی اور بڑا اپنے کے سبب سے شارح نے کما شتاۃ بالرفع بدل ہے تجب کی صغیر سے یا اس کا فاعل ہے ہم فاعل تجب کا تو تفسیر مصرع ہے تو شتاۃ نہ اس سے بدل پڑ سکتا ہے نہ اس کا فاعل ہو سکتا ہے بلکہ وہ خبر ہے مبتداء مخدوف کی تقدیر اس کی یوں ہے والمصنوع بہ شتاۃ کذا فی الطحاوی لہذا مترجم نے شارح کے موافق ترجمہ نہ کیا لہذا صغیر بکری ایک شخص کی طرف سے قربانی ہوتی ہے اور شتر اور گاؤں سات شخصوں کی طرف سے اور قیاس یہ تھا کہ اونٹ اور گائے ایک کی طرف سے قربانی ہوتی اس واسطے کہ نخل ریزی قربت واحدہ ہے اور وہ متجزی نہیں مگر یہ قیاس متروک ہوا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گاؤں قربانی کیا سات کی طرف سے اور چونکہ بھیڑ بکری میں نص موجود نہ تھی تو وہ اصل قیاس پر باقی رہی کذا فی الدرر ولولا عدم اقل من سلیع لم یجز عن اعداد اگر ایک شخص کا حصہ شتر اور گاؤں سے ساتویں حصہ کم تر ہو تو کسی کی طرف سے قربانی جائز نہ ہوگی ہم یعنی شتر اور گاؤں کی قربانی سات شخصوں کی طرف سے جائز ہے بشرطیکہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو صورت اس کی یہ ہے کہ ایک مرد بیٹا اور زوجہ اور گائے یا بیل میراث چھوڑ کر مر گئی پھر بیٹے اور زوجہ نے گائے قربانی کی تو بیٹے کے حصہ میں قربانی جائز نہ ہوگی بسبب فوت ہو جانے وصف قربت کے بعض میں اور بسبب عدم متجزی اس فعل کے قربت ہونے میں کذا فی الدرر یعنی زوجہ کا حصہ آٹھواں تھا اس گائے میں تو ساتویں سے کمتر ہوا لہذا کسی کی طرف سے قربانی نہ ہوئی اس واسطے کہ جب بعض قربت نہ ٹھہرا تو کل بھی قربت نہ ہوا اور متجزی عداوں سبعة بالاولیٰ اور شتر اور گاؤں کی قربانی کم تر سات سے بطریق اولیٰ جائز ہے یعنی چھ یا پانچ شخصوں کی طرف سے بطریق اولیٰ درست ہے بشرطیکہ ہر ایک کا حصہ ساتواں ہو یا زیادہ کذا فی الملکی فہر نصب علی الظرفیۃ لہم النحر الی آخر ایامہ وہی ثلثہ افضلہا اولہا واجب ہے قربانی کرنا یوم النحر کی فجر سے ایام النحر کے پچھلے دن تک اور ایام نحر تین دن ہیں یعنی دسویں اور گیارہویں اور بارہویں تاریخ ذی الحجہ کی اور افضل دن قربانی کا پہلا دن ہے شارح نے کہا نحر کالفظ منصوب ہے بنا برظرفیت کے یعنی ظرفیت وجوب ہم اور ایام مذکورہ کی راتوں میں قربانی جائز ہے لیکن مکروہ ہے بسبب خوف غلط کے تاریکی میں کذا فی الحموی وفتحی عن ولده الصغیر من مالہ صحیح فی الہدایۃ وقیل لا صحیح فی الکافی قال ولیس للاب ان یفعل من مال طفله ورجحہ ابن الشیمہ قلت وهو المحدث لما فی متن مواہب الرحمن من انه اصح ما یفتی بہ وحلہ فی البرہان بانہ ان کان المعقود الاطلاق فالاب لا یمکن فی مال ولده کالعتق او التصدق باللم فمال الصبی لا یمکن صدقۃ التطوع وعواہ للمبسوط علی حفظ اور باپ قربانی کرے اپنے فرزند صغیر کی طرف سے صغیر کے مال سے صحیح کہا ہے اس قول کو ہدایہ میں اور بعضوں نے کہا کہ قربانی نہ کرے صغیر کے مال سے اس قول کو صحیح کہا ہے کافی میں صاحب کافی نے کہا کہ باپ کو یہ کرنا اپنے طفل کے مال سے درست نہیں اور ترجیح دی ہے اس قول کو ابن شیمہ نے میں کتابوں اور یہی قول معتد ہے اس واسطے کہ مواہب الرحمن کے متن میں یہ مذکور ہے کہ فتویٰ مینے میں یہی قول صحیح ہے اور برہان میں اس کی وجہ یوں بیان کی ہے کہ اگر قربانی سے اطلاق معقود ہے تو باپ اس کا مالک نہیں اپنے فرزند کے مال میں چنانچہ اس کے غلام کے آزاد کرنے کا مالک نہیں اور اگر گوشت کا تصدق معقود ہے تو صغیر کا مال صدقہ نفل کا احتمال نہیں رکھتا ہے اور اس قول کو مبسوط کی طرف نسبت کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے تم فرع علی قول الاول بقولہ واكمل منہ الطفل واذخرہ قدر حاجتہ وما یبقی یبدل بما یتفجع الصغیر یعنی نہ کثرت و خف لا بما یتملک کخبز و نخو

ابن کمال و کذا الجہد والوصی پھر مصنف نے قول اول پر تفریع کی اپنے اس قول سے اور طفل کھائے اپنے قربانی سے اور گوشت اٹھا رکھا جائے تو اس کی حاجت کے اور جو گوشت باقی رہے وہ بدل ڈالا جائے اس چیز سے جس کے بعینہ ذات سے صغیر فائدہ حاصل کرے چنانچہ کپڑا اور موزہ نہ اس چیز سے بدلنا چاہیے جس کے استہلاک سے فائدہ حاصل ہو چنانچہ روٹی اور مانتا اس کے کذا صرح بہ ابن کمال اور اسی طرح یعنی باپ کے مانتہ اور وصی ہے و صحیح اشتراک سستہ فی بدتہ شریعت لاضعیۃ اسی ان نو ہی وقت الشراک لا شرک صحیح استمسانا والا لا استمسانا اور ایک شخص کے ساتھ صحیح ہے شریک ہو جانا چھ شخصوں کا اس شتر اور گاؤں میں جو خرید کیا گیا قربانی کے واسطے یعنی اگر خرید کے وقت خرید کرنے والے نے شریک کر لینے کی نیت کی تو صحیح ہے از روئے استمسان کے اور اگر شریک کی نہیں نیت کی خرید کے وقت تو صحیح نہیں از روئے استمسان کے ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ قربانی خرید کی اپنی ذات کے واسطے پھر اس میں شریک کر لیا عالمگیریہ میں ہے اگر قربانی نے ارادہ سے خرید کی پھر اس میں چھ شخصوں کو شریک کر لیا تو مکروہ ہے اور قربانی ساتوں کی طرف سے کفایت کرے گی اور اگر خرید کے وقت شریک کر لینے کا ارادہ کرے تو مکروہ نہیں اور اگر خرید اس کا ارادہ کرے تو بہتر ہے اور زیلعی میں ہے کہ گائے خرید کی اس ارادہ سے کہ قربانی کرے اپنی ذات سے پھر چھ آدمی اس کے ساتھ شریک ہو گئے تو کفایت کرتا ہے از روئے استمسان کے اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہ ہو اس لیے کہ مہیا کر چکا اس کو قربت کے واسطے تو یہ اس کی متولاً معتق ہے وجہ استمسان یہ ہے کہ گائے آدمی موٹی گائے باتا ہے اور شریکوں کو نہیں پاتا ہے خرید کے وقت سو اس کو خرید کر لیتا پھر شریکوں کو طلب کرتا ہے اور اگر یہ جائز نہ ہو تو لوگ حرص میں پڑیں اور حرج شرعاً مدفوع ہے انتہی اور سیاق کلام شارح اس کا مفید ہے کہ گائے خرید کی شرکت کی نیت سے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ صورت مسئلہ یہ ہے بلا نیت شرکت خرید کی پھر اس نے شریک کو پایا اس وقت کہ اگر شرکت کی نیت سے خرید کرے گا تو مخالف قیاس نہ ہو گا کما ذکرہ الوالی کذا فی الطحاوی طحطاوی و ذامی الا اشتراک قبل الشراء احب اور یعنی اشتراک خرید کرنے سے پہلے مستحب اور بہتر ہے و لقیسم اللحم و زنا لا جزا فی اور مشترک قربانی کا گوشت قسمت کیا جائے تو کہ نہ اٹکل ہم فتاویٰ خلاصہ اور فیض میں ہے کہ تعلیق قسمت کی شریکوں کے ارادہ پر ہے کذا فی الطحاوی الا اذا صنم معہ من الاکارع او الجا صرنا للجنس بخلاف جنسہ مگر جب کہ گوشت کے ساتھ پائے یا کھال ملائی جاوے تو وزن کا برابر ہونا ضروری نہیں جنس کو خلاف جنس کی طرف پھیرنے کے سبب سے ہم یعنی ہر جانب میں کچھ گوشت ہو اور کچھ پائے یا ہر جانب میں کچھ گوشت ہو اور کچھ کھال یا ایک جانب میں گوشت اور پائے ہوں اور دوسری جانب میں گوشت اور کھال ہو تو اب جائز ہے صرف کرنا جنس کا خلاف جنس کی طرف کذا فی الدرر واول وقتہا ان الصلوۃ ان ذبح فی مصر ای بعد اسبق صلوۃ عیدہ ولو قبل الخطیۃ لکن بعد ما احب اور قربانی کا اول وقت بعد نماز کے ہے اگر نماز میں ذبح کیا ہو یعنی اس نماز عید کے بعد اول وقت ہے جو سب سے پہلے نماز ہو گئی ہو اگرچہ خطبہ عید سے پہلے قربانی کی ہو لیکن خطبہ کے بعد قربانی مستحب ہے ہم اور قبل از خطبہ قربانی کرنے سے بدکار مٹھرے گا کذا فی الحبس و بعد معنی وقتہا لولم یصلوا العذر وکم فی العدد و بعدہ قبل الصلوۃ لان الصلوۃ فی العدد لقیح فقاء لا اداء زیلعی وغیرہ اور قربانی کا اول وقت نماز عید کے وقت گذر جانے کے بعد اگر لوگوں نے عذر کے سبب سے نماز نہ پڑھی ہو اور گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کو قبل از نماز عید قربانی جائز ہے اس واسطے کہ گیارہویں کی نماز قضاء واقع ہوگی نہ ادا کذا فی الذیلیعی ہم عذر سے مراد غیر مقتنہ ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا و بعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ اور قربانی کا اول وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونے کے بعد ہے اگر قربانی ذبح کی شہر کے سوا گاؤں یا جنگل میں وافرہ قبیل غروب الثالث و جہنہ الشافعی فی الرابع اور آخر وقت قربانی کا یوم ثالث یعنی بارہویں تاریخ کے غروب ہونے سے پہلے اور امام شافعی

ترسوریں تاریخ میں بھی قربانی جائز رکھی ہے ہم ایام نحر کے تین ہیں اور ایام تشریق کے بھی تین ہیں اور دونوں ایام گزر جاتے ہیں چاروں میں اول روز نحر ہے تشریق نہیں اور پچھلا دن تشریق ہے نحر نہیں اور تشریق ہیں ایام نحر و موسیٰ گیارہویں اور بارہویں اور ایام تشریق گیارہویں بارہویں تیرہویں والمعتبر مکان الاضحية لا مکان من علیہ اور معتبر قربانی کا مکان ہے نہ اس شخص کا مکان جس پر قربانی واجب ہے ہم تو اگر قربانی دینا میں ہو اور قربانی کرنے والا شہر میں ہو تو بھیر طلوع فجر قربانی جائز ہے اور اگر قربانی شہر میں ہو اور قربانی کرنے والا دیہات میں ہو تو قربانی جائز نہیں مگر بعد نماز عید کے برخلاف صدقہ نظر کہ اس میں مکان فاعل معتبر ہے نمیلۃ مصری ارادۃ التجیل ان یخرجہا لارج المصر فیضی بہا اذا طلعت الفجر مجتبیٰ تو اس شہر کا حلیہ جو شتابی قربانی کیا چاہتا ہے نماز عید سے پہلے یہ ہے کہ قربانی نکال دے شہر سے باہر یعنی اس مکان میں جہاں مسافر کو قصر صلوٰۃ جائز ہے پھر وہاں فجر کے طلوع ہوتے قربانی کرے کذا فی المجتبیٰ والمعتبر آخر وقتہا للفقیر وصدہ والولادۃ والموت فلو کان غنیاً فی اول الایام فقیراً فی آخرها لا یجب علیہ وان ولد فی الیوم الاخر یجب علیہ وان مات فیہ لا یجب علیہ اور معتبر قربانی کا پچھلا وقت ہے فقیر اور غنی اور ولادت اور موت کے واسطے تو وہ اگر غنی ہو اول ایام نحر میں اور فقیر ہو ان کے پچھلے دن میں تو اس پر قربانی واجب نہیں اور اگر طفل پیدا ہو پچھلے دن میں تو اس پر قربانی واجب ہے اور اگر غنی ہو گیارہویں دن میں تو اس پر قربانی واجب نہیں ہم صغیر کے مال میں قربانی واجب ہے بموجب ایک قول کے چنانچہ مذکور ہو چکا تبیین ان الامام صلی بغیر طہارۃ تعاد الصلوۃ دون الاضحية لان من العلام من قال لا یعید الصلوۃ الا امام واحد فکان للاجتماع فیہ مساعا زلیعی بعد نماز اور قربانی کے ظاہر ہوا کہ امام نے نماز عید کی پڑھائی بدون طہارت کے تو فقط نماز پھیری جائے نہ قربانی اس واسطے کہ علماء میں سے بعضا عالم وہ ہے جو کہتا ہے کہ نماز کا اعادہ نہ کرے مگر امام تمنا تو اس میں اجتہاد مجتہدین کی گنجائش ٹھہری کذا فی الزلیعی یعنی جب مقتدیوں پر اعادہ واجب نہ ہوا تو قربانی کا اعادہ کیونکر ہوا تو سقوط جماعت جواز قربانی کا عذر ٹھہراتا کہ قربانیاں فساد سے محفوظ رہیں ولی المجتبیٰ انما اتوا قبل التفرق لابعده اور مجتبیٰ میں ہے کہ نماز اعادہ نہ کی جائے گی مگر متفرق ہونے سے پہلے نہ بعد متفرق ہو جانے مقتدیوں کے ہم یہ تقیید ہے اطلاق متن کی اس واسطے کہ اعادہ بعد التفرق میں مشقت ہے ولی البرازیۃ بلدۃ فیہا فتنۃ فلم یصلوا و انما بعد طلوع الفجر جاز فی المنعۃ اور برازیہ میں ہے کہ ایک شہر ہے جس میں فتنہ ہے یعنی وہاں کا کوئی حاکم نہیں ہے تو شہر والوں نے نماز پڑھ لی حاکم کے نہ ہونے کے سبب سے اور قربانی کے بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہے قول مختار میں ہم اس واسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہو گیا اس حکم میں زلیعی حلی نے کہا اور یہ ملاحظہ ہوا اس قول کے جو پہلے منقول ہو چکا زلیعی سے طحاوی نے کہا تو عذر مقدم غیر فتنہ پر محمول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور یہ فتنہ پر محمول ہے تو ملاحظہ نہ کرنا لیکن فی البینا بیع لو تعدل ترک نفس اول وقتہا لا یجوز الدبر حتی تنزل الشمس انتہی لیکن ینایع میں ہے اور اگر حاکم نے عمدۃ نماز عید ترک کی پھر کسی شخص نے قربانی کی اول وقت یعنی بعد طلوع فجر سنت قربانی کی ادا کی تو ذبح کرنا قربانی کا جائز نہیں جب تک زوال شمس نہ ہوا انتہی مافی البینا بیع ہم قربانی قبل زوال اس واسطے جائز نہیں کہ شاید قبل زوال تک حاکم نماز عید کا ارادہ کرے طحاوی نے کہا اس استدراک کی کوئی وجہ نہیں اس واسطے کہ قبل اس کے نماز ترک ہوئی معنی عذر کے سبب سے اور یہ بلا عذر ترک ہوئی وقیل لا یجوز قبل الزوال فی الیوم الاول و تجوز فی بقیتہ الایام قلت وقد مننا انہ مختار الزلیعی وغیرہ بہ جزم فی المواہب فتنہ اور بعضوں نے کہا کہ قربانی جائز نہیں قبل زوال کے اول دن میں اور جائز ہے باقی دنوں میں میں کہتا ہوں اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ قول زلیعی وغیرہ کا مختار ہے اور اسی پر یقین کیا ہے مواہب الرحمن میں تو خبر دار رہنا کما لو شہدوا انہ یوم العید عند الامام فصلوا ثم نضحوا ثم بان انہ یوم عرفۃ اجز اتهم الصلوۃ والنضیۃ لانه لا یکن التمر عن مثل هذا

سہ تشریق کے معنی گوشت کے قیمہ کرنے کے ہیں چونکہ ان دنوں میں قربانی کا گوشت ہوتا ہے اس لیے ایام تشریق نام ہوا ۱۲ ۱۱

الخطا في حكم بالحوار صيانة لجميع المسلمين چنا پختہ اگر گواہی دی گواہوں نے امام کے نزدیک کہ وہ عید کا دن ہے سو لوگوں نے نماز عید کی پڑھی اور قربانی کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ عید کا دن تھا تو ان کو نماز اور قربانی کفایت کرتی ہے اس واسطے کہ ایسی خطا کا بہنا ممکن نہیں تو حواد صلوة اور قربانی کا حکم کیا جاوے گا جمیع مسلمین کے سپاؤں کے واسطے معنی تاکان کی نماز اور قربانی فساد سے محفوظ رہے و کمرہ تنزیہ الذبح لیلالات الخلط اور مکہ تنزیہی ہے ذبح کرنا قربانی کا رات کو غلط اور خطا ہو جانے کے احتمال سے ولو ترک التضحية ومضنت ايامها تصدق بہا حیثہ ناظر فاعل تصدق لمعینہ ولو فقیرا اور اگر تندر کرنے والے نے قربانی کرنا چھوڑا اور قربانی کے دن گزر گئے تو معین جانور کا تذکرہ کرنے والا اس کو زندہ خیرات کر دے اگرچہ تندر کرنے والا فقیر ہو شارح نے کہا تا ذرا فاعل ہے تصدق کا ہم یعنی جس کے ملک میں بکری یا بھیڑ ہو اور وہ یوں تندر کرے کہ خدا کے واسطے مہر واجب ہے یہ کہ میں اس کو قربانی کروں گا کذا فی الدرر ولو ذبحها تصدق بلجہا اور اگر تندر والی قربانی کو ذبح کیا تو اس کا گوشت خیرات کر دے ولو نقصها تصدق بقیمة النقصان ایضا اور اگر اس کو ناقص کر دیا بسبب عیب وار کر دینے کے تو اس کے نقصان کی قیمت بھی خیرات کر دے ولایا اکل الناذر منها فان اکل تصدق بقیمة ما اکل اور تندر کرنے والا تندر کی قربانی سے نہ کھائے اور اگر کھائے تو جس قدر گوشت کھایا اس کی قیمت خیرات کرے وفقیر عطف علیہ شرارا لما لوجوبہا علیہ بذلک حتی یمنع علیہ بیعہا اور محتاج نے جانور خرید کیا قربانی کرنے کے واسطے اور قربانی کے دن گزر گئے تو اس کو زندہ تصدق کر دے بسبب واجب ہو جانے قربانی کے محتاج پر سبب خرید کرنے کے تو اس پر ممنوع ہو گا اس کا بیچنا شارح نے کہا فقیر کا لفظ عطف ہے ناظر پر ہم یعنی ہر چند محتاج ہر قربانی واجب نہیں لیکن جب کہ قربانی کی نیت سے عید کرے گا تو اس پر واجب ہو جائے گی ہمارے نزدیک کذا فی الدرر فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر قربانی خرید کی پھر اس کی بیع کی تو اس کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ قربانی کی نیت خرید کی دوسری صورت یہ کہ بدون نیت کے خرید کی تیسری یہ کہ بلا نیت خرید کی پھر اس کا قربانی کننا زبان سے واجب کر لیا اس طرح کہ خدا کے واسطے مجبور لازم ہے اس کا قربانی کرنا اسی سال میں تو پہلی صورت میں قربانی نہ ہو جاوے گی جب تک زبان سے اس کو واجب نہ کرے گا ظاہر الروایۃ میں اور صاحبین کے نزدیک قربانی ٹھہر جاوے گی اور دوسری صورت کا حکم ظاہر الروایۃ میں مذکور نہیں اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ وہ قربانی نہ ہو گی تو اگر اس کو بیع کر ڈالے تو جائز ہے اور یہی قول ماخوذ ہے اور تیسری صورت میں بالاتفاق قربانی ہو جاوے گی کذا فی الخطا و تصدق بقیمة ما غنی شرارا او لا تعلقتا بذمہ شرارا او لا فالمراد بالقيمة قيمة شاة بحری فیہا اور بعد گزر جانے ایام نحر کے اس کی قیمت کو مالدار تصدق کرے خواہ اس نے قربانی خرید کی ہو یا نہ خرید کی ہو بسبب متعلق ہونے قربانی کے غنی کے ذمہ پر خرید کرے یا نہ کرے تو قیمت سے مراد اس بھیڑ بکری کی قیمت جو قربانی کرنے میں کافی ہے ہم در صورت عدم خرید فقط قیمت کا خیرات کرنا تو ظاہر ہے اور جب کہ خرید کی تو وہ مختار ہے چاہے اس کی قیمت تصدق کرے چاہے اس کو زندہ خیرات کر دے تاکہ اس کے عمدہ سے خارج ہو جیسے جمعہ کی قضاوت ہو جانے کے بعد ظہر ہے اور صوم کی قضا عاجز ہونے کے بعد فدیہ ہے و صح الجذع ذو ستة اشهر من الضان انکان بحيث لو غلط بالشئ یا لا یکن التیمیز من بعد اور قربانی کے واسطے صحیح ہے بعد فدیہ چھ مہینے کا پٹھا دنبہ کا بشرطیکہ ایسا قد آور ہو کہ اگر سال بھر کی بھیڑ بکریوں میں ملایا جاوے تو اس کی تیز دور سے ممکن نہ ہو ہم ضان سے مراد وہ جس کے الیہ ہو یعنی چکیتی کذا فی صدر الشریعة والدرر والمنحطوطا دی نے کہا دلیل جواز یہ حدیث ہے جس کو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ یجوز الذبح من الضان اضنیہ یعنی جائز ہے چھ مہینے کا پٹھا دنبہ سے قربانی کے واسطے اتقانی نے کہا اور اگر صغیر البشہ ہو تو جائز نہیں جب تک ایک سال پورا نہ ہو اور دوسرا سال شروع نہ ہو ابو و صح الشئ فصاعداً من الشاة اور ثنی اور اس سے زیادہ صحیح ہے تینوں قسموں سے یعنی غنم اور بقر اور اہل سے والثنی ہوا بن خمس من الابل وحولین من البقر والجاموس وحول من الشاة والغر اور ثنی اونٹ سے پا

مال کا ہوتا ہے اور گائے بیل اور بھینس سے دو سال کا ہوتا ہے اور بھیڑ بکری سے سال بھر کا ہوتا ہے ہم تقدیر اسنان مذکورہ مانع نقصان
 مانع زیادت تو اگر ان سے کم عمر کا ذبح ہوگا تو جائز نہ ہوگا اور اگر ان سے زیادہ عمر کا ذبح ہوگا تو جائز ہے بلکہ افضل ہے کذا فی العالمگیریۃ
 قولہ بنی الاہلی والوحشی تبع الا م قال المصنف اور جو جانور پیدا ہوا ہل اور وحشی سے وہ اپنی مال کا تابع ہے ایسا کہا ہے مصنف نے ہم یعنی اگر
 مال کی قربانی جائز ہے تو اس کی بھی جائز ہے اور اگر اس کی مال کی قربانی جائز نہیں تو اس کی بھی جائز نہیں قروح مسائل ملحقہ شارح کے
 ثلثۃ افضل من سبع البقرۃ اذا استویا فی الثیمۃ واللحم بھیڑ بکری بہتر ہے گائے بیل کے ساتویں حصہ سے اگر قیمت اور گوشت میں دونوں برابر ہوں
 البش افضل من النعۃ اذا استویا قیمتہا اور مینڈھا بہتر ہے بھیڑ سے جب کہ دونوں کی قیمت برابر ہو ہم اور اگر بھیڑ کی قیمت زیادہ ہو یا اس کا
 قیمت زیادہ ہو تو وہ مینڈھے سے افضل ہے کذا فی الذخیرۃ والانشی من المعرفۃ افضل من التیس اذا استویا قیمتہ اور مادہ بکری بہتر ہے بکری سے جب
 دونوں قیمت میں برابر ہوں والانشی من الابل والبقر افضل حاوی اور اونٹنی اور گائے افضل ہے اونٹ اور بیل سے کذا فی الحاوی و فی
 جہانۃ ان الانشی افضل من الذکر اذا استویا قیمتہ واللدا علم اور وہبانیہ میں ہے کہ مادہ بہتر ہے نہ سے جب کہ دونوں کی قیمت برابر ہو واللہ
 ہم طحاوی نے کہا کابل اور بقر میں مادہ افضل ہے نہ سے اس واسطے کہ ان دونوں قسموں میں مادہ کا گوشت عمدہ ہوتا ہے نہ کے گوشت
 ولدت الاضحیۃ ولذا قبل الذبح یدبرک الولد معہا وعند بعضهم یتصدق بہ بلا ذبح قربانی پچھتہ ذبح ہونے سے پہلے تو پچھ بھی ذبح کیا جائے اس کے
 اور بعضوں کے نزدیک پچھ خیرات کیا جائے بدون ذبح کرنے کے صلت اور سرقۃ فاشتری آخری ثم وجہہ قال افضل ذبحا وان ذبح الاولی
 لکذا الثانیۃ لوقیمتہا کالاولی او اکثر وان اقل ضمن الزائد یتصدق بہ بلا فرق بین غنی وفقیر وقال بعضهم ان وجبت عن یسار فکذا الجواب وان عن
 مال ذبحا ینایح قربانی گم ہو گئی یا چوری گئی سود و سری قربانی خرید کی پھر پہلی ملی تو دونوں کا ذبح کرنا افضل ہے اور اگر پہلی قربانی کو ذبح
 کرے گا تو بھی درست ہے اور اسی طرح اگر دوسرے کو ذبح کرے گا تو بھی درست ہے بشرطیکہ دوسری کی قیمت پہلی کی برابر ہو یا زیادہ ہو اور اگر
 دوسری کی قیمت پہلی کی قیمت سے کم تر ہو تو زائد کا ضمان دے اور اس کو طیرات کر دے اس میں کچھ فرق نہیں مالدار اور محتاج کا اور بعضوں نے
 اگر اگر قربانی مالدار کے سبب سے واجب ہوئی ہے تو اسی طرح کا جواب ہے جو مذکور ہو چکا اور اگر محتاجی میں خرید کرنے کی سبب سے واجب
 ہو تو دونوں قربانیوں کو ذبح کرے کذا فی الینایح یعنی دونوں قربانیوں کا ذبح کرنا واجب ہے کذا فی الطحاوی عن الثانیۃ والضحیٰ بالجواب والضحیٰ
 قولہ ای البنویۃ اذالم یمنعہا من السوم والرعی اور قربانی کرے منڈے کو یعنی جس کے سر پر سینگ نہ ہوں اور ضعی یعنی بدھیا کو اور قربانی
 سے اس دیوانے کو جس کو دیوانگی چرنے چکنے سے نہ روکے وان منعہا لا یجوز التضمین بہا اور اگر چرنے چکنے سے دیوانگی باز رکھے تو ایسے دیوانے
 کو ذبح کرنا جائز نہیں والجر یاہ السمنیۃ فلم یزولہ لم یجز لان الجرب فی اللحم نقص اور قربانی کرے موٹے خدشی جانور کو تو اگر خدشی جانور بلا
 و صحت نہیں اس واسطے کہ گوشت میں خارش ہونا نقصان ہے ہم یعنی کھال کی خارش سے گوشت میں نقصان نہیں لہذا اس کی قربانی درست
 ہے اور جب خارش سے جانور دبلا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ خارش گوشت تک پہنچ گئی اس واسطے درست نہیں لایا لعمید والعوراء والعجفاء
 والذاتی لان فی عظامہا جائز نہیں قربانی اندھے اور کانے اور ایسی نہایت دبیلے جانور کی جس کی بڈیوں میں گودا نہیں والعرجاء والستی
 الی المنسک اسی الذبح اور اس منگٹے کی قربانی جائز نہیں جو ذبح کرنے کے مقام تک نہ چل سکے ہم بزاز یہ میں ہے کہ اگر ایسا
 جانور ہو جو تین پاؤں سے چلے اور چھ پاؤں زمین پر نہ رکھے تو اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر چوتھے پاؤں کو تھوڑا ٹپکتا ہو اور جھکا
 تا ہم تو اس کی قربانی درست ہے رملینۃ البین مرضنا اور اس بیمار کی قربانی جس کی بیماری صاف ظاہر ہے ومقطوع اکثر الماؤن او

الذنب او العین اسی التي ذنب اکثر نور عینا فاطمہ قطع علی الذنب مجازا وانا یعرف بقرب العلف اور اس مجاز کی قربانی جائز نہیں جس کا کڑکان یا دم یا آنکھ قطع ہوگی ہو یعنی جس جانور کی آنکھ کا اکثر نور جاتا رہا ہو تو مصنف نے ذنب پر قطع کا اعلان کیا باعتبار مجاز کے اور اکثر روشنی کا جانا چارہ نزدیک رکھنے سے معلوم ہوتا ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ جب جانور مہو کا ہو تو کم روشن آنکھ کو بند کرے اور اس کے سامنے چارہ رکھے پھر نظر کرے کہ کتنی دور سے اس نے چارہ کو دیکھا اور اس کی طرف رغبت کی پھر تندرست روشن آنکھ کو بند کرے اور چارہ سامنے رکھے پھر نظر کرے کہ کتنی دور سے اس نے چارہ دیکھا پھر دونوں مکانوں کے تفاوت کو اندازہ کرے اگر تھائی کا تفاوت ہو تو تھائی روشنی کئی اسی طرح اقل یا اکثر معلوم کرے طحاوی نے کہا اکثر کار عایت کہ نافقہ ابو اللیث کا قول ہے اور مجتبیٰ میں اسی قول پر فتویٰ مذکور ہے اور شربلہ میں قاضی خان سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ تھائی اور اس سے کم قلیل میں داخل ہے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ کثیر ہے اور اس پر فتویٰ تو معلوم ہوا کہ یہاں فتویٰ مختلف ہے اور اکثر الالبیہ لان لاکثر حکم الکمل بقامہ ذہباً بانفسی بقامہ الذنب وعلیہ الفتویٰ مجتبیٰ اور جس دہ کی اکثر چکتی کٹی ہے تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے اس لیے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے رہنے اور جانے میں تو اکثر کان اور دم اہل آنکھ اور چکتی کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے قربانی کے واسطے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی المعتبری ولا بالتماء التی لا اسنان لہا وکیفی بقامہ اکثر وقیل ما لتختلف بہ اور قربانی جائز نہیں پوپے جانور کی جس کے دانت نہیں اور اکثر دانتوں کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اس قدر دانتوں کا باقی رہنا کافی ہے جس قدر سے چارہ کھا سکے یعنی اگرچہ نصف سے کم ہوں والسکار التی لا اذن لہا خلقة فلو لہا اذن صغیرا اجزات زلیعی اور جائز نہیں قربانی پوپے کی جس کے پیدائشی کان نہیں اور اگر جانور کے چھوٹے کان ہوں تو اس کی قربانی کافی ہے کذا فی الزلیعی ہم اگر پیدائشی ایک کان ہو تو قربانی اس کی درست نہیں کذا فی العالمگیریہ والجداد مقطوعہ رؤس من عہاد یا بسہا واداس جانور کی قربانی جائز نہیں جس کے تھنوں کی نوکیں کٹی ہوں یا وہ خشک ہوں ولا الجذاع مقطوعۃ الانف اور قربانی درست نہیں نیکے جانور کی جس کی ناک کٹی ہو ولا المصترمہ اطباء ولا وہی التی عولبت حتی انقطع لبنہا اور نہ وہ جانور جس کے تھنوں کی نوکیں مقطوع ہوں یعنی جس جانور کا علاج کرنے سے دودھ منقطع ہو گیا ولا التی لا البیہ لہا خلقة مجتبیٰ اور درست نہیں قربانی اس دہ کی جس کے پیدائشی چکتی نہ ہو کذا فی المعتبری ولا بالتماء لان لہما لا ینفج شرح دہبانیہ وتمامہ فیہ اور جائز نہیں قربانی غنشی کی اس واسطے کہ اس کا گوشت پختہ نہیں ہوتا کذا فی شرح الوہبانیہ اور اس کا پورا بیان اسی کتاب میں ہے ولا الجملۃ التی تامل العذرة ولا تا کل غیرہ اور جائز نہیں قربانی سببست خور جانور کی جو گوہ کھاتا ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں کھاتا ہم اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر سببست بھی کھاتا ہو اور چلہ بھی کھاتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے کذا فی الطحاوی تہمہ قربانی جائز ہے اس جانور کی جس کو کھانسی آتی ہے اور اس کی جوڑے صاف سے جن نہیں سکتی اور اس کی جوڑا غلیب ہے اور اس کے دودھ نہیں اترتا بلکہ مرع اور جس کی چھوٹی چکتی ہے دم کے برابر اور جس کی زبان کٹی ہے بشرطیکہ چارہ کھا سکتا ہو کذا فی الطحاوی ولو اشتراکاً سلیمہ ثم تعیبت لعیب مانع کما مفعلیہ اقامۃ غیرہا مقامہا ان کان غنیادان کان فقیرا اجزاء ذلک اور اگر قربانی تندرست خرید کی پھر اس میں وہ عیب لگ گیا جو مانع ہے جواز قربانی کا چنانچہ عیوب مانعہ مذکور ہو چکے تو اس پر واجب ہے کہ اور قربانی اس کے تامل مقام کرے اگر خرید کرنے والے مالدار ہو اور اگر محتاج ہو تو وہی عیب دار قربانی اس کے واسطے کفایت کرتی ہے وکذا لو کانت معیبتہ وقت الشراء لہم الوجوب علیہما بخلان الغنی اور اسی طرح معیوب قربانی محتاج کے واسطے کافی ہے اگر قربانی میں عیب موجود ہو خریداری کے وقت اس واسطے کہ محتاج پر قربانی واجب نہیں برخلاف مالدار کے کہ اس پر واجب ہے تو اس کے حق میں کافی نہ ہوگی ولا یضر تعیبتہا من اضطرارہا عند الذبح اور ضرر نہیں کہ تعیبت دار

جانا قربانی کا اس کے تڑپنے کے سبب سے ذبح کے وقت وکذا الو ماتت فعلی الغنی غیر لال الفقیہ اور اگر قربانی مرگئی تو مالدار پر دوسری قربانی کے سوا واجب ہے نہ محتاج پر ولو ضلت او سرقت فشری آخری فظرت فعلی الغنی احد ہما علی الفقیہ کلا ہما شتمنی اور اگر قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی اس نے دو سال جانور خرید کیا تو غنی پر ایک جانور کا قربانی کرنا واجب ہے اور محتاج پر دونوں کا قربانی کرنا ضرور ہے کذا فی الشتمنی ہم یہ مسئلہ ربوگی وان مات احد السبعۃ المشترکین فی البذۃ وقال الورثۃ اذ جماعہ وسلم صحیح عن الکل استحسانا لفقد القرۃ من الکل ولو ذبحوا بلا اذن بشریہ لم یجز ہم لان بعضہا لم یقع قربۃ اور اگر گائے یا اونٹ کے سات شریکوں میں سے ایک شریک مر گیا اور میت کے وارثوں نے کہا کہ ذبح کرو ت کی طرف سے اور اپنی طرف سے تو سب کی طرف کی قربانی صحیح ہوگی استحسان کی راہ سے اس واسطے کہ عبادت کا قصد سب کی طرف سے مل ہوا اور اگر شریکوں نے میت کے وارثوں کے بلا اذن اس کو ذبح کیا تو شریکوں کی طرف سے بھی قربانی ادا نہ ہوگی اس واسطے کہ ساتواں حصہ عبادت واقع نہ ہوا یعنی جب عبادت نہ ہو تو کل بھی عبادت نہ ہو عدم تجزی کے سبب سے کذا فی الکافی وان کان شریک السنۃ نصرانیا اور میرا لم یجز عن واحد منهم لان الاراقۃ لا تجزی ہدایۃ لما مر اور اگرچہ شریکوں کے سامنے ساتواں شریک نصرانی ہو یا فقط گوشت لینے کا ارادہ رکھتا تو ان میں سے کسی طرف سے قربانی ادا نہ ہوگی اس واسطے کہ خوں ریزی تجزی نہیں ہوتی کذا فی الہدایۃ بدیل گذشتہ ہم اور یہی حکم ہے باقی قربات شرکت پذیر میں جب متقرب کے سامنے وہ شخص شریک ہو جو قربت کا قصد نہیں رکھتا ہے تو عبادت ادا نہ ہوگی اور در صورت قربت عبادت ادا ہوگی اگرچہ قربت بہت مختلف ہو اس طرح پر کہ بعض شریک قربانی کا ارادہ کرے اور بعض جزاء صید اور بعض ہدی احصاء اور بعض کفارہ احرام اور بعض ہدی نطوح اور دم متعہ یا قران کا ارادہ کرے اور اسی طرح اگر بعض اپنے فرزند کے عقیقہ کا قصد کرے ایسا بیان کیا ہے امام محمد نے فوائد ضمایا میں اور اس سے پہلے محمد نے ذکر کیا ہے کہ قربانی کے واجب ہونے نے عقیقہ وغیرہ ہر ذبح کو منسوخ کر دیا اور محمد کی نص سابق اس کے مفید ہے کہ نسخ فقط وجوب کی راہ ہے وال عقیقہ بھی قربت ہے اور یہ مخالف ہے اس بحث کے جو شر بنالی نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے کذا فی الطحاوی ما صیہ ہے کہ عقیقہ کا قربت اور عبادت ہونا خود امام محمد کے کلام سے ثابت ہے اور یہ جو امام محمد نے کہا ہے کہ عقیقہ وغیرہ کو قربانی نے منسوخ دیا تو مطلب یہ ہے کہ عقیقہ واجب نہیں رہا ہے تو اس سے نفی استجاب یا اباحت کی لازم نہیں اور اس کو مکروہ کہنا تو قول بدیل ہے اس مسئلے کہ عقیقہ احادیث معتبرہ سے ثابت ہے اور اہل اسلام میں جاری ہے فروغ مسائل ملوۃ شارح ولوان ثلثۃ نفرا شترمی کل واحد منهم شاة

میتہ احدہم بعشرۃ والاخر بعشرین والاخر ثلثین وقيمة کل واحد مثل شتمنا فاختلطت حتی لا یعرف کل واحد شاة بعینہا واصطلموا علی ان یا فکل واحد ما فی نفس بہا جزا اتم وصدق صاحب الثلثین بعشرین وصاحب العشرین بعشرۃ ولا یتصدق صاحب العشرۃ بشئ وان اذن کل واحد منهم ان یجھما عنہ اجزائہ ولا شیئ علیہ کما لو نفی اضیئۃ غیرہ بغیر امرہ ینابیح اور اگر تین شخصوں نے ایک ایک بکری قربانی کے واسطے خرید کی ایک شخص نقدی درم کو خرید کی اور دوسرے نے بیس درم کو خرید کی اور تیسرے نے بیس درم کو خرید کی اور ہر بکری کی قیمت اس کے متن کی برابر ہے پھر تینوں بکریاں اس طرح مختلط ہو گئیں کہ تینوں شخصوں سے کوئی شخص بھی اپنی خاص بکری کو نہیں پہچانتا ہے اور تینوں نے اس پر اتفاق کر لیا ہے کہ ہر ایک شخص ایک ایک بکری لے کر قربانی کرے تو اس طرح قربانی کرنا کفایت کرے گا اور تیس درم والا ۲۰ درم خیرات کرے اور ۲۰ درم والا ۱۰ درم تصدق کرے اور ۱۰ درم والا کچھ خیرات نہ کرے اور ہر شخص اگر دوسرے کو اذن دے کہ تو میری طرف سے قربانی کر دے تو اس کے واسطے قربانی کافی ہوگی اور اس پر کچھ خیرات نہ کرنا واجب نہ ہوگا چنانچہ اگر کوئی شخص غیر کی قربانی کو قربانی کرے بدون اس کے حکم کے تو اس پر

یعنی حرم کے شکار کا بدلہ اور ہدی احصاء یعنی حج سے رکعت ۵ اور ایک نسنے میں فروغ کی جگہ قلت ہے ۱۲۔

تصدق لازم نہیں کذا فی الینابیح ہم ۳۰ درم والے پر ۲۰ درم کی خیرات اس احتمال سے لازم آئی کہ شاید اس نے وہ بکری قربانی کی ہو جو ۱۰ درم سے خرید ہوئی اور اسی احتمال سے ۲۰ درم والے پر دس درم کی خیرات لازم آئی اور ۱۰ درم والے پر قلت کا احتمال نہیں لہذا اس پر کچھ تصدق بھی نہیں و یا کل من لحم الاضحية و یوکل غنیا و یدخر و ندب ان لا ینقص التصدق عن الثلث و ندب ترک لذی حیال تو مستطیع اور قربانی کرنے والا کھا دے اپنی قربانی سے اور مقدّمہ الے کو کھا دے اور ذخیرہ رکھے اور مستحب یہ ہے کہ تصدق تہائی گوشت سے کم نہ کیا جائے اور ترک تصدق مستحب ہے عیال دار کے واسطے ان پر کشائش کرے کے لیے ہم مستحب یہ ہے کہ اپنی قربانی سے کھا لے اور غیر کو کھا دے اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی میں اقارب اور دوستوں کی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اٹھا رکھے گوشت دینا یعنی اور فقیر اور سلم اور فقی کو درست ہے اور اگر سب گوشت خیرات کرنے کو جائز ہے اور اگر سب گوشت اپنے واسطے ذخیرہ کر رکھے اگرچہ عین دن سے زیادہ رکھے تو بھی درست ہے اور قربانی کرنے والے کو کھانا اس قربانی میں سے جو منذور نہ ہو اور اگر قربانی نذرمان کر اپنے اوپر واجب کر ل ہو تو قربانی کرنے والے کو اس کا کھانا اور مالداروں کو کھانا حلال نہیں خواہ نذر کرنے والا غنی ہو یا فقیر اس واسطے کہ نذر میں تو تصدق کرنا لازم ہے اور تصدق کو اپنے صدقہ سے کھانا یا غنی کو کھانا باہر گز جائز نہیں کذا فی البدائع و العالگیریہ و ان یدفع بیدہ ان علم ذلک و الا علیہ شہدہ بنفسہ و یا مفرغہ بآدبہ کین یجلبہا میتہ اور مستحب یہ ہے کہ قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جائز تھا ہو اور اگر ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت خود موجود ہو اور غیر شخص کو اس کا ذبح کرنے کا امر کرے تا نا واقف قربانی کو مردار نہ کر ڈالے ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کھڑی ہو اور اپنی قربانی پر حاضر ہو اس واسطے کہ تیری مغفرت ہوگی قربانی کے اول قطرہ کے نکلنے اور یوں کہ ان مملوقی و نسکی و میامی و مانی لشد رب العالمین لا شریک لہ جان رکھ کہ اس کا گوشت اور خون تیری ترازو میں رکھا جائے گا سترگنا ہو کر کذا فی الطحاوی و کرہ ذبح الکتابی و اما البوسی فیہم لانه لیس من اہلہ درر اور اہل کتاب کا ذبح کرنا قربانی کو مکروہ ہے اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے اس لیے کہ مجوسی ذبح کرنے کی ریت نہیں رکھتا ہے کذا فی الدرر و تصدق بجلد یا او تمیل منہ مغربا و حجاب و فریۃ و سفرۃ و دلو اور قربانی کی کھال خیرات کرے یا اس سے مانند چھلنی اور بھولی اور مشک اور ستارہ خزان اور ڈول بنا دے او بیہ کہ بامیتفق بہ باقیہ کما مر یا کھال کو بدلے اس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اس کو باقی رکھ کے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی مشک اور ڈول وغیرہ سے بدل لے لا بمستملک کل لحم و نحوہ کدراہم نہ بدلے کھال کو مستملک چیز سے یعنی جس سے فائدہ حاصل نہ ہو سکے بدون استملاک کے چنانچہ سرکہ اور گوشت اور مانند اس کے چنانچہ روپے یا پیسے یا کوڑی فان بیع اللحم او الجلد بہ اہی بمستملک او بدراہم تصدق بشتمہ و مفادہ صحتہ البیوع مع الکراہۃ و عن الثانی باطل لانه کا لوقف مجتبیٰ پھر اگر قربانی کا گوشت یا چمڑہ بیجا گیا مستملک چیز سے یا روپیوں سے تو اس کے منہ تو تصدق کر دے اور تصدق منہ سے صحت بیع کراہت کے ساتھ حاصل ہوا اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ بیع مذکور باطل ہے اس واسطے کہ وہ وقف ہے کذا فی المجتبیٰ و لا یعطی اجر الجزا منہا لا کبیح و استقیدت من قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من باع جلد اضحیۃ فلا اضحیۃ لہ ہدایت اور نہ دے قصاب کی مزدوری قربانی کے گوشت وغیرہ سے اس واسطے کہ مزدوری دینا قربانی سے اس کی بیع کے مانند ہے اور یہ مسئلہ مستفاد ہوا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ جس نے اپنی قربانی کا چمڑا بیجا تو اس کی قربانی نہ ہوئی کذا فی الہدایۃ و کرہ جز صوفی قبل الذبح لیتنتفع بہ فان جزہ تصدق بہ ولایرکبہا ولا یحکم علیہا شیئا ولا یوجبہ فان فعل تصدق بالاجرة حاوی الفتاویٰ لانه التزم اقامۃ القرۃ بجمع اجزائہا اور قربانی کے روپیوں اور بال نہ کترے ذبح کرنے سے پہلے تاکہ ہی سے فائدہ حاصل کر لے

۱۱ البتہ میری نماز اور افعال مجھ اور زندگی اور موت اللہ کے واسطے ہے جو پروردگار ہے جہانوں کا اس کا کوئی شریک نہیں ۱۲

پھر اگر کترے تو اس کو خیرات کر دے اور قربانی پر سوار نہ ہو اور نہ اس چیز پر کوئی لاوے اور نہ اس کو کرایہ دے سوا اگر ایسا کرے تو اجرت کو خیرات کر دے کذا فی عادی الفتاویٰ امور مذکورہ اس واسطے جائز نہیں کہ عبادت کا قائل کرنا اس کے تمام جزا سے لازم کیا گیا ہے بخلاف ما بعدہ

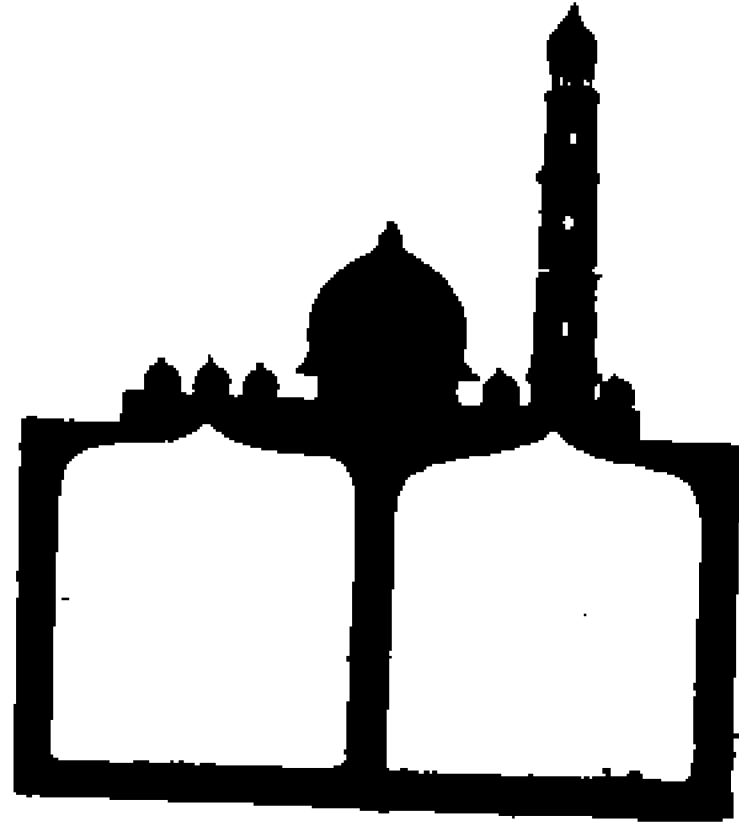
الحصول المقصود مبتدی بخلاف بعد ذبح کرنے کے کہ صوف کا کترنا درست ہے بسبب حاصل ہو جانے مقصود کے کذا فی المبتدی یعنی قربانی سے مقصود قربت مٹی سو ذبح کرنے سے حاصل ہو چکی اب انتفاع کے واسطے صوف کترنا اور دودھ کا دہنا درست ہے ویکرہ الانتفاع بلبہنا قبلہ کما فی الصوف ومنہم من اجازہما للغنی لوجوبہما فی الذمۃ فلا متعین زلیحی اور مکروہ ہے نفع حاصل کرنا قربانی کے دودھ سے ذبح کرنے سے پہلے چنانچہ صوف میں انتفاع قبل ذبح مکروہ ہے اور فقیہوں میں سے بعض فقہاء وہ ہے جس نے صوف کترنا اور دودھ دہنا قبل ذبح کے جائز رکھا ہے مال دار کے واسطے بسبب واجب ہونے قربانی کے مالدار کے ذمہ پر تو اس پر مخصوص قربانی متعین نہیں ہے کذا فی الزلیحی ولو غلطا اثنان ذبح کل شاة صاحبہ یعنی من نفسه علی ما ولی علیہ قوله غلطا اولم یغلطا نیکون کل واحد مکید من الآخر دلالتہ ہدایۃ قالہ ابن الکمال وظاہر کلام صدر الشریعہ وغیرہ وقوعہ من صاحبہ صحیح استسنا بلا تعزیم اور اگر دو شخص غلطا کار ہوئے اور ہر شخص نے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کی تو یہ قربانی صحیح ہے باعتبار استسنان کے دون لازم ہونے تاوان کے شارح نے کہا مراد مصنف یہ ہے کہ ہر شخص نے دوسرے کی بکری ازراہ خطا اپنی ذات کی طرف سے قربانی کی بدل بدل صاحب ایضاً کہ دونوں نے خطا کی ہو یا نہ کی ہو تو ہر شخص دوسرے شخص کا ذکیل مٹھ چاؤ سے گا دلالت حال کے سبب سے یعنی دونوں کو قربان کرنا منظور تھا سو اس طرح سے بھی حاصل ہوا کذا فی الہدایۃ یہ کہا ہے ابن کمال شارح ایضاً نے اور صدر الشریعہ وغیرہ کا ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہر بکری کا ذبح واقع ہوا اس کے مالک کی طرف سے ہم طحاوی نے کہا کہ صدر الشریعہ کا ذکر کرنا بلا وجہ ہے اس واسطے کہ ہوائے زفر کے تمام اہل مذہب کا اسی پر اجماع ہے کہ ذبح مالک کی طرف سے ہے بقرنیہ اذن حالی ویتالان ولو اکلوا ولم یجروا ثم عرفنا ہدایۃ دونوں شخص باہم حلیت کی درخواست کریں یعنی معاف کروالیں اگر قربانی کا گوشت کھا یا ہو اور نہ پہچانا ہو پھر بعد اس کے پہچانا ہو کذا فی الہدایۃ ان تشاھا من کل لصاحبہ قیمۃ لحمہ وتصدق بہا اور اگر دونوں نے باہم بخل کیا اور معاف نہ کر دیا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گوشت کی قیمت کا ادا کرے اور ہر شخص قیمت کو خیرات کر دے قلت وفي ادائل القاعدة الاولى من الاشباہ لو شرأنا بنیتہ الاضحية فذبحها غیرہ بلا اذن فان الذبح مذکورہ ولم یقیمہ اجزائہ وان صمنہ لا تجزئہ هذا اذا ذبحها عن نفسه اما اذا ذبحها عن مالکها فلا ضمان علیہ انتہی فراجعہ میں کہتا ہوں اور اشباہ کے پہلے قاعدے ادائل میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک شخص نے جانور خرید کیا قربانی کرنے کی نیت سے پھر دوسرے شخص نے اس کو ذبح کر ڈالا تو دونوں اس کے اذن کے سوا مالک نے اس مذبح کو لیا اور اس سے تاوان نہ لیا تو اس کے حق میں قربانی کفایت کر گئی اور اگر اس کا تاوان لیا تو ذبح کرنے والے سے تو قربانی ادا نہ ہوگی یہ اس صورت میں ہے جب کہ غیر شخص نے جانور کو اپنی طرف سے ذبح کیا ہو اور اگر مالک کی طرف سے ذبح کیا ہو گا تو اس پر تاوان نہیں ہے انتہی قول الاشباہ سو اشباہ کی طرف سے مراجعت کر کے لیسح لوصحی لبشاة الغصب ان صمنہ قیمۃ حیۃ قربانی صحیح ہے اگر ایک شخص نے بکری غصب کر کے قربانی کی بشرطیکہ غاصب نے مغضوب منہ کو زندہ بکری کی قیمت کا تاوان دیا ہو ہم زندہ بکری کا ضمان اس واسطے لازم آیا کہ غاصب اس کا مالک ٹھہر گیا غصب کے وقت سے بطریق استناد کے اگرچہ قربانی صحیح ہے لیکن غاصب گنہگار ہوا غصب سے تو اس پر توبہ اور استغفار لازم ہے اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبح حلال ہے اور حرام پر سیم اللہ کہنے سے کفر لازم نہیں آتا ہے بلکہ کفر لازم نہیں آتا جب تک کہ غصب کرنے کو حلال نہ جانے کا کذا فی الطحاوی کما اذا باعها جیسے بیع صحیح ہے اگر غصب کی بکری کو غاصب کر لیا اور مالک اس کی قیمت کا تاوان نہ دیا

فکذا لو اتفها من لصاحبہ قیمۃ ہدایۃ لکما بالاضمان من وقت الغصب اور اسی طرح اگر غصب کی بکری کو غاصب تلف کر دے تو تاوان دے اس کی

قیمت کا اس کے مالک کو کذا فی الہدایۃ شاة مخصوصہ کی قربانی صحیح ہو گئی بسبب ظاہر ہو جانے بکری کے ملک کے تاوان دینے سے غضب کے وقت سے لا الوولیۃ ان ضمنہا لان سبب ضمانہ ہنا بالذبح والکسۃ ثبت بعد تمام السبب ہوا الذبح فیقبح فی غیر ملک قربانی صحیح نہیں امانت کی بکری کی اگرچہ اس کے مالک کو تاوان بھی دے اس واسطے کہ تاوان کا سبب یہاں ذبح ہے اور ملک ثابت ہوتی ہے سبب کے تمام ہونیکے بعد اور وہ سبب ذبح ہے تو ذبح واقع ہوا اسکے غیر ملک میں قلت و نظیر ان العاریۃ کا لودیۃ والمرجوتۃ کا المغصوبۃ لکونہما مضمونۃ بالمدین و کذا المشتکۃ فلیراجع میں کتابوں اور مسئلہ امانت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عاریت امانت کے مانند ہے یعنی عاریت کی بکری کے ذبح کرنے سے قربانی صحیح نہیں ہے اور مرہون بکری مغصوبہ بکری کے برابر ہے اس واسطے کہ وہ مضمون بالمدین ہے اور اسی طرح مشترک بکری مغصوبہ بکری کے مانند ہے تو ان مسائل کو کتب فقہ میں تلاش کرنا چاہیے تاکہ تصریح حکم معلوم ہو جائے ہم بدائع میں حدیث کو روایت کے مانند مرقا بیان کیا ہے عدم صحت قربانی میں اور غانیہ اور خلاصہ میں مسئلہ بن بر خلاف شارح مذکور ہے یعنی مرہون جانور کی قربانی صحیح نہیں باوجود تاوان دینے کے تو اس تصریح کے مقابل میں شارح کی تجویز لائق اعتبار کے نہ رہی غزانہ میں مذکور ہے کہ دو بکریاں مشترک ہیں دو شخصوں نے سودہ دونوں نے ان کو قربانی کیا تو کافی ہے انتہی اور اگر ایک شریک نے مشترک کی قربانی کی تو اس میں تجویز علماء مختلف ہے کذا فی الطحاوی مختصر فروع مسائل طحہ شارح کے لون اضمیتہ علیہ الصلوۃ والسلام سودہ رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی کی زکات سیاہ تھی ہم طحاوی نے کہا شاید کسی سال آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ کی قربانی کی ہو حدیث میں تو تصریح ہے کہ حضرت نے قربانی کیے دو خصی میڈھے شاندار سفید رنگ جن میں کچھ سیاہ بھی موجود تھے نذر مثل ضمیات لزمہ ثنتان لمبئی الاثر بہا خانانۃ والاصح وجوب الكل لا بجاہر بالشد من جنسہ ایجاب شرعاً وکذا ایک شخص نے دس قربانی کی نذر دانی تو اس پر دو قربانی لازم آویں گی اس واسطے کہ دو قربانی کی حدیث آئی ہے یعنی آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو میڈھوں کو قربانی کیا ہے چنانچہ اجماع اس کا مذکور ہو چکا کذا فی الغانیہ اور صحیح ترقول و تبرک کل ہے یعنی دس قربانی کا واجب ہونا صحیح تر ہے بسبب واجب کر لینے نادر کے اس چیز کو جس کی ہم جنس ایجاب ربانی موجود ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ قلت مفاد لزوم النذر بما من جنسہ واجب استقادی او اصطلاحی قالہ المصنف فلیحفظ میں کتابوں اور شرح و ہبانیہ کے مسئلہ مذکور سے ثابت ہوتا ہے لازم ہو جانا اس نذر کا جس کے ہم جنس شرع میں واجب ہو خواہ واجب استقادی ہو خواہ واجب اصطلاحی ایسا کہ ابے مصنف نے اپنی شرح میں تو اس کلیہ کو یاد رکھنا چاہیے منہم بین حلیں منیہا بہا جان مختلف العتق لعمۃ قسمۃ النعم لا الترقی بھیر بکریاں دو شخصوں میں شریک ہیں سودہ دونوں نے ان کو قربانی کیا تو جائز ہے بخلان آزاد کرنے کے شریک ملک کے بسبب صحیح ہونے قسمت منہم کے نہ رقیق کے منہم جنتیں فالانیمۃ کلا ہما وقیل الزائد لحم ایک شخص نے دو جانور قربانی کیے تو دونوں قربانی ٹھہریں گے اور بعضوں نے کہا کہ زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹھہرے گا والا فضل الا کر قیۃ فان استویا فالاکثر لهما فان استویا فاطیبہا ولو منی بالکل فالکل فرض کارکان الصلوۃ فان الغرض منہا ما یطلق الا لکم فاذا طویل لیس بالکل فرضا بحتی اور افضل قربانی زیادہ تر قیمت والی ہے اور اگر قیمت میں دونوں برابر ہوں تو زیادہ تر گوشت والی افضل ہے اھل اگر گوشت میں برابر ہوں تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہے اور اگر سب کی قربانی کی تو سب فرض واقع ہوں گے جیسے نماز کے ارکان کہ ان میں سے فرض تو اسی قدر ہے جس پر رکن کا نام ہوا جائز ہے چرب نمازی نے اس کو طویل کر دیا مثلاً تین آیت سے زیادہ قراوت کی یا پانچ پتہ یا کوع اور سجود میں تسبیح کسی تو سب فرض ہی واقع ہو گا کذا فی البحتی ہم فرض سے مراد فرض نماز ہے کذا فی الطحاوی شری اضمیتہ و امر جملہ بذبحہا فقال ترکۃ التبیۃ لودہ قیۃ لیشتری الا امرہا اطری و قیۃ و متیق و لایا کل لولیم النحر یا قیۃ والا تصدق قیۃ متی علی الفقہاء غانیۃ قربانی کا جانور خرید کیا پھر ایک مرد کو اس کے ذبح کرنے کا امر کیا سو ذبح کرنے کا کہ میں نے لسم اللہ کہنا قصد ترک کیا تو مامور پر اس کی قیمت دینا لازم ہو گا تاکہ ترک کرنے والا اس سے اور قربانی خرید کرے اور اس کو قربانی کر لے اور خیریت کر دے اور آپ نہ کھائے یہ اس وقت ہے اگر خر کے ایام باقی ہوں اور اگر باقی نہ رہے ہوں تو اس کی قیمت فقیران پر تصدق کرے کذا فی الغانیۃ و فیہا اراد التبیۃ فوضیعہ مع یقصاب فی الذبح و اعانہ علی الذبح سبی کل وجوباً فلو ترکہا احدہما او ظن ان التبیۃ احدہما کفنی حرمت دہی قلعہ لغزاف قال اسی شاة لا تخل بالتبیۃ مرقہ بل لا بد ان یسبی علیہا مرتین اور غانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے قربانی کرنے کا ارادہ کیا سو اپنا ہاتھ تصاب کے ہاتھ کے ساتھ رکھا ذبح کرنے میں اور اس کی مدد کی ذبح کرنے پر تو ہر شخص لسم اللہ کے بنا بر وجوب کے پھر اگر لسم اللہ کو ایک شخص بھی ترک کرے گا یا گمان کرے گا کہ ایک شخص کا لسم

سنا کفایت کرتا ہے تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا اور یہ مسئلہ حیستانت ہونے کی لیاقت رکھتا ہے تو یوں سوال کیا جائے کہ کون بھڑ بکری ہے جو ایک بار بسم اللہ
لکھنے سے حلال نہیں ہوتی بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس پر دوبار بسم اللہ لکنا چاہیے و قد لفظہ شیخنا الخیر الرمل فقال ۵ اسی ذبح لا بد لمل فیہ ۶ ان شتی بذكر ذمی التنزیہ
۶ فاجب عنہ بالتقریض فانما لایزاه نرا ولا تر لعیہ اور البتہ اس کو نظم کیسے ہمارے استاد خیر الدین نے اور وہ نظم یہ ہے کون ذبح ہے جس کی حلت میں یہ ضرور ہے کہ
دوبار ذکر کیا جائے صاحب تنزیہ کی یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے سو اس کا جواب دے نظم سے اس واسطے کہ ہم نثر کو نہیں دیکھتے اور پسند نہیں کرتے نقلت
الجواب ۵ خذوا بالنظر کما تبغیہ ۶ من فقیہ مروی عن فقیہ ۶ خیر الدین رمل نے کہا تو میں نے جواب سوال مذکور میں یوں کہا کہ لے جواب نظم میں جیسا کہ تو
بتا ہے اس فقیہ سے جس کی روایت ثابت ہے فقیہ سے ۵ ہی شاة فی ذبحا الشترک اشان ۶ ففکر ان الذکر شرط کما نرہ ۶ ذاک ذبح قصاب وضع لید
مع صاحب الذی یکتب ۶ وہ بھڑ بکری ہے جس کے ذبح کرنے میں دو شخص شریک ہوئے تو دوبار نام خدا ذکر کرنا شرط ہے جیسا کہ ہم روایت کرتے ہیں
وہ ذبح کرنا اس قصاب کا ہے جس نے ہاتھ رکھا تو اس صاحب کے ساتھ جو اس کی امید رکھتا ہے یا خوف کرتا ہے کہ شاید ایک شخص کی قوت سے ذبح
ہو سکے ۵ فعل کل واجر منہا ان ۶ یذکر اللہ جل من تشبیہ ۶ تو ان دو شخصوں میں سے ہر شخص پر واجب ہے یہ کہ ذکر کرے اللہ کو در آنحالیکہ وہ پاک
تشیہ اور تمثیل سے و فی الوہبانیۃ و شرحہا قال ۵ ولو ذبحا شاة معاً ثم واحد ۶ اخل بسم اللہ فالشاة تہجر اور وہاں یہ اور اس کی شرح میں کہا اور اگر
شخصوں نے بکری کو سا ہی ذبح کیا پھر ایک شخص بسم اللہ نہ بولا تو بکری مزدک ہو گئی یعنی حرام واجب الزک ہے ۵ وان لیستری منہا ثلثا ثلثا
۶ و اشکل فالتوکیل بالذبح یحرم ۶ اور اگر تین شخص تین بکریاں خرید کریں اور اشکال واقع ہو یعنی تینوں شخص اپنی اپنی بکریوں کی شناخت میں حیران
۵ تو ذبح کا وکیل کر دینا کاشف حیرت ہے ہم شرح وہاں یہ میں صورت مذکورہ میں یوں چاہیے کہ تینوں شخص ہر ایک کو ذبح کرنے میں وکیل
میں سو اگر اپنی بکری ذبح کی تو جائز ہے اور غیر کی بکری ذبح کی اس کے اذن سے تو بھی جائز ہے ۵ وکیل شراد الشاة للعمران شری ۶ بفتح خلاب
عکس والقود یحرم ۶ خرید شاة کا وکیل اگر عمر یعنی بکری خرید کرے تو صحیح ہے برخلاف عکس کے یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل شاة خرید کرے ۶
صحیح نہیں اور ہاتھ کی اجرت میں وکیل نقصان اٹھاوے گا ہم وجہ صحت یہ ہے کہ شاة اسم جنس ہے ضان اور عمر یعنی بھڑ اور بکری دونوں
مقابل ہے برخلاف عکس یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل کیا سو اس نے شاة من اعنان یعنی بھڑ خرید کی تو موکل کو اس کا لینا لازم نہیں چنانچہ
فیہ میں ہے فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے کہ اگر قربانی خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل نے خرید کی اور اس سے ہاتھ کے واسطے ایک
م پر کوئی آدمی مقرر کیا تو موکل پر یہ اجرت لازم نہیں یعنی وکیل کو دینا پڑے گا ۵ ولو قال سودا فغیر صح لا ۶ اذا کان فی قرناء عینا بغیر
۶ اگر موکل نے کہا کہ سیاہ ننگ گائے یا بکری خرید کرنا سو وکیل نے غیر اس کے سرخ یا سفید خرید کی تو صحیح ہے اور اگر وکیل نے شادار سیاہ
نم قربانی کی خرید میں تغیر کی تو صحیح نہیں ہم اس واسطے کہ شاخ دار سیاہ چشم کی خرید میں لوگ رغبت کرتے ہیں تو مخالف وکیل مقرر ہوگی برخلاف
۵ و صورت کے ۵ ثبوتین من یبذر العشر الزموا ۶ و تصحیح ایجاب الجہیز محرم ۶ علماء نے دو قربانیوں کو لازم کیا ہے اس شخص
۶ حق میں جس نے دس قربانی کی نذر مانی اور سب دس قربانی کی ایجاب کی تصحیح منفع اور مطلق قول ہے یعنی صحیح قول یہ ہے کہ تمام نذر
جب اور لازم ہوگی چنانچہ یہ مسئلہ سابق مذکور ہو چکا ۵ ومن میت بالامر الزم تصدنا ۶ والا فکل منہا ہذا المنیر ۶ اور اگر قربانی
۶ میت کی طرف سے اس کے امر سے تو لازم جان اس کا خیرات کہ ۶ اور اگر قربانی میت کی بدون امر ہوئی ہے میت کی طرف سے تو
اس کے گوشت کو اور یہ قول مختار اور پسندیدہ ہے ۵ ومن مال طفل نا لعیج سقط طما ۶ ومن ابی فی حقہ و ہوا الطمر ۶ اور صغیر کے مال سے تو
۶ مال قربانی کا قول صحیح ہے اور صغیر کے باپ کے مال سے باپ کے حق میں قربانی ہونا صحیح ہے اور یہی قول ظاہر الروایۃ میں ہے چنانچہ یہ مسئلہ اول کتاب الامنیۃ

میں مذکور ہو چکا ہے وہاں شاقہ راجع بعد ذبح کیا: پیغمبرؐ صلی علیہ وسلم اور بکری کا بہہ کرنے والا اس کے ذبح ہو جانے کے بعد رجوع کر سکتا ہے تو کفایت ہوگی اس کی طرف سے جس نے اس پر قربانی کی اور اس کو ثواب ملے گا ہم یعنی زید پر قربانی واجب تھی سو خالد نے اس کو ایک بکری بہہ کی سو اس نے قربانی کی پھر خالد نے ذبح کے بعد بہہ میں رجوع کی یعنی مذبح بکری پھیر لی تو رجوع درست ہے امام کے نزدیک خلیفہ ابی یوسف کذا فی الخطاوی اور زید کی طرف سے قربانی ادا ہوگی اور اس کو قربانی کا ثواب ملے گا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم



کتاب المحظور والایباحہ

یہ کتاب ہے خطر اور اباحت کی یعنی اس میں فعلی ممنوع اور مباح کا ذکر ہے مباح کا ذکر اس واسطے ہے کہ کوئی اس کو مکروہ گمان نہ کرے
 واسطے میں فرض بھی مذکور ہوتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس کا ترک کرنا حرام اور ممنوع ہے فقہ کی بعضی کتابوں میں کتاب المحظور والایباحہ کو کتاب الکراہت کہا
 ہے اس واسطے کہ اس میں افعال مکروہ اور غیر مکروہ مذکور ہوتے ہیں اگرچہ ذکر مکروہ اہم ہے اور بعضی کتاب میں کتاب الزہد والورع مذکور ہے اس
 واسطے کہ اس میں اکثر مسائل مباح مذکور ہیں اور ان سے احتراز کرنا زہد اور ورع ہے اور بعضی کتاب میں اس کو کتاب الاستحسان بیان کیا ہے اس
 واسطے کہ اس میں افعال مذکور ہیں جن کو شرع نے نیک یا بد کہا ہے مناسبت ظاہرۃ کتاب المحظور والایباحہ کی مناسبت کتاب الاضحیہ سے ظاہر ہے
 واسطے کہ اضحیہ میں اکثر محظورات اور مباحات داخل ہیں بلکہ یہ کتاب ہر کتاب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے کذا فی الخطاوی والخطرفلغۃ لمنع
 ودرمختار ہر بار مسند و ظاہر لغت میں عبارت ہے منع اور جس سے و شرعاً ما منع من استعمالہ شرعاً اور اصطلاح شرع میں حظروہ ہے جس کا استعمال شرعاً
 منع ہے م یہ تعریف ہے محظور کی و المحظور ضد المباح اور محظور ضد مباح کی یہ تعریف بالائیم ہے اس واسطے کہ فرض اور حرام اور مکروہ
 کی ضد مباح ہیں تو محظور کی تعریف خاص یہ ہے کہ جس کا ممنوع ہونا بدلیل قطعی ثابت ہو قرآن سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا اس دلیل سے جس کا
 دلائل ثمرہ مذکورہ ہوں کذا فی الخطاوی والمباح ما اجیز للمکلفین فعلہ و ترکہ بلا استحقاق ثواب و عقاب ثم یجاس علیہ حساب السیرۃ اختیار اور مباح و
 ل ہے جس کے کرنے اور نہ کرنے کی مکلف لوگوں کو اجانت ہو بلا استحقاق ثواب اور بلا ترتب عقاب ہاں البتہ یہ ہے کہ مباح پر کچھ ہلکا سا حساب
 لگا کذا فی الاختیار عدم ثواب اور عذاب در صورت عدم نیت کے ہے اور اگر مباح میں عبادت کی نیت کرے تو ثواب ہوگا اور اگر گناہ کی نیت
 کرے تو عذاب ہوگا قال صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات کل مکروہ اہی کراہتہ تحریم حرام اہی کالحرام فی العقوبۃ بالنار عند محمد واما المکر وہ کراہتہ
 نزہۃ قالی اہل اقرب اتفاقاً جو مکروہ تحریمی ہے وہ حرام کے مانند ہے ووزخ کے عذاب میں محمد کے نزدیک اور مکروہ تنزیہی تو حلال کی طرف نزدیک ہے
 ہے باتفاق اہل ادرہین کے م حرام وہ ہے جو بدلیل قطعی یقینی ممنوع ہو اور اس کا ترک فرض ہے چنانچہ شراب کا پینا اور مکروہ تحریمی وہ ہے جو
 بدلیل قطعی ممنوع ہو اور اس کا ترک کرنا واجب ہے جیسے سو سمار کا کھانا اور شطرنج کا کھینا تو امام محمد جب اپنی کتابوں میں کراہت بولتے ہیں تو اس
 سے قلام مراد رکھتے ہیں اور مکروہ تحریمی کو حرام نہیں کہتے ہیں اس واسطے کہ اس کی دلیل قطعی نہیں جو حرمت پر دلالت کرے تو جس کی حرمت دلیل غیر قطعی
 یا خبر اسناد یا قول صحابی سے ثابت ہے اس کو مکروہ کہتے ہیں اور یہ جو کہا کہ مکروہ تنزیہی حلال سے نزدیک تر ہے یعنی اس کے کرنے والے پر
 عذاب نہیں لیکن اس کا ترک کچھ محمود و ثواب پادے گا کذا فی الخطاوی و عند سہام و صحیح المختار و مشد البدعۃ و المشیۃ الی الحرام اقرب ادر
 امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کی طرف نزدیک تر ہے اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہے اور بدعت اور شرب مکروہ تحریمی کے مانند ہے
 امام شافعی کے نزدیک مکروہ تحریمی میں حرم اور حرمت کے دلائل متعارض ہیں لیکن جانب حرمت کی غالب ہے فامکر وہ تحریم بالنسبۃ الی
 ملہ یعنی اہل کے ثواب کا مدنیوں پر ہے ۱۲ ملہ یعنی قریب بہ حرام ۱۳

الحرام کسبہ واجب الی الفرض فیثبت بما یثبت بہ الواجب یعنی لبطنی البتوت دیا تم بار تکاہ کیا یا تم ترک الواجب و مثلاً السنۃ المؤکدۃ تو مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کی طرف ایسی ہے جیسے واجب کی نسبت فرض کی طرف تو مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے اس دلیل سے جس سے واجب ثابت ہوتا ہے یعنی جس دلیل کا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی ہے اس سے مکروہ تحریمی اور واجب ثابت ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی کے کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے جیسے واجب کے ترک کرنے سے گنہگار ہوتا ہے اور واجب کے مانند سنت مؤکدہ ہے ہم دلائل شرعی چار قسم ہیں اول وہ دلیل جس کا ثبوت اور دلالت مطلب دونوں قطعی اور یقینی ہیں چنانچہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ صریحہ میں کسی طرح تاویل کا احتمال نہیں یہ سفید یقین ہے اور ایسی دلیل سے فرض مقتادی اور حرام ثابت ہوتا ہے ثانی وہ دلیل ہے جس کا ثبوت قطعی ہے اور دلالت ظنی چنانچہ وہ آیات اور احادیث جن میں تاویل کا احتمال ہے اور یہ سفید ظن ہے اور اس سے فرض عملی ثابت ہوتا ہے ثالث وہ دلیل ہے جس کا ثبوت ظنی ہے اور دلالت مقصود قطعی چنانچہ اخبار اٹھا و صریحہ ایسی دلیل سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے رابع وہ دلیل ہے جس کا ثبوت اور دلالت دونوں ظنی ہیں جیسے اخبار اٹھا و محتمل المعانی ایسی دلیل سفید سنت اور استحباب ہے اور گاہے فرض بولتے ہیں اور قطعی اور عملی مراد لیتے ہیں اور کبھی واجب کہتے ہیں اور اس سے فرض عملی کا ارادہ کرتے ہیں کذا فی الخطاوی و فی الزلیعی فی بحث حرمت الخمر القریب من الحرام ما یعلق بہ محذور و دل استحقاق العقوبۃ بالنار بل العتاب کثرک السنۃ المؤکدۃ فانہ لا یتعلق بہ عقوبۃ النار و لکن یتعلق بہ الحرمان عن شفاعۃ ابنی المختار صلی اللہ علیہ وسلم لحديث من ترک سنتی لم یزل شفاعتی فترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام و یس بجرام انتہی اور زلیعی میں گھوڑوں کی حرمت کی بحث میں یہ مطلب ہے کہ مکروہ قریب بجرام وہ ہے جس سے محذور متعلق ہو نہ عذاب و دوزخ کا استحقاق بلکہ عتاب کا استحقاق ہے جیسے سنت مؤکدہ کے ترک سے عذاب و دوزخ متعلق نہیں و لیکن اس کے ترک سے نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت محرومی متعلق ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ جو شخص میری سنت کو ترک کرے گا وہ میری شفاعت کو نہ پاوے گا تو ترک سنت مؤکدہ قریب ہے حرام سے اور وہ خود حرام نہیں ہے انتہی مانی الزلیعی ہم حرمان شفاعت سے یہاں شفاعت مخصوصہ مراد ہے چنانچہ ترقی درجات کی شفاعت اور یہ مراد نہیں کہ مطلق شفاعت سے محرومی ہوگی اس واسطے کہ مرتکب کبیرہ بھی شفاعت سے محروم نہ رہے گا بدلیل حدیث کے کہ شفاعتی لابل الکبار من امتی تو مرتکب مکروہ یا تارک سنت مؤکدہ کیونکر محروم ہوگا حاصل کلام مقدسی کا یہ ہے کہ محمد نے مکروہ تحریمی پر حرام کا اطلاق کیا ہے اور اس کو حلال نہیں کہا ہے کیونکہ اس کی حلت پر دلیل قاطع نہیں اور شیخین نے اس کو حلال میں داخل کیا ہے اس واسطے کہ اصل اشیاء کی حلت ہے اور اس کی حرمت پر قطعی دلیل ثابت نہیں انتہی خلاصہ مقام یہ ہے کہ مکروہ محمد کے نزدیک حرام کی ایک قسم ہے کیونکہ ان کے نزدیک قطعی بھی حرام ہے اور ظنی بھی اور دونوں کا مرتکب معاقب بالنار ہے اگرچہ عذاب متفاوت ہو اور شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی حلال غیر قطعی میں داخل ہے اور حلت سے اباحت لازم اور مرتکب مکروہ تحریمی کا گنہگار اور معاقب ہے نہ معاقب بالنار تو معلوم ہوا کہ خلاف مابین محمد و شیخین کے لفظی نہیں ہے کذا فی الخطاوی مختصر الاکل للغذاء و الشرب للعطش و لون عرام او مئیتہ او مال غیرہ وان ضمنہ فرض شایب علیکم السلام کھانا غذا کے واسطے اور پینا دفع عطش کے واسطے فرض ہے اس پر ثواب ملے گا بحکم حدیث کے اگرچہ اکل اور شرب حرام سے ہو یا مردار سے یا غیر کے مال سے اگرچہ مال غیر کا تاوان اس پر لازم ہو ہم حدیث مذکور یہ ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ یشیر فی کل شیء حتی اللقمۃ یرفعها العبد الی فیہ کذا فی شرب بلالیۃ یعنی حق تعالیٰ ہر چیز میں ثواب دیتا ہے یہاں تک کہ اس لقمہ میں ثواب دیتا ہے جس کو بندہ اپنے منہ تک اٹھاتا ہے اور مردار اور غیر کا مال کھانا حالت اضطرار میں ہے اور منتفی میں ہے کہ جو شخص مردار نہ کھائے مخصوصہ میں یا روزہ رکھتا جائے اور نہ کھائے یا

سے یعنی میری شفاعت میری امت میں کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے ۱۲

تک کہ مر جائے تو وہ گنہگار ہے اور اضطرار کی تعریف میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ فرض نہ ادا کر سکے اور بعضوں نے کہ تین دن کے بعد اور صحیح یہ ہے کہ غیر موقت ہے اس واسطے کہ طبائع آدمیوں کی مختلف ہوتی ہیں کذا فی الطحاوی ولكن مقدار ما يدفع الانسان الملاك عن نفسه کھانا فرضی ہے لیکن اتنا جتنے سے آدمی اپنی ذات سے ہلاکت کو دفع کرے وہ مباح و علیہ وہ مقدار ناممکن بہ من الصلوة قائما ومن صومه مفادہ جواز تقبیل الاکل بحیث یضعف عن الفرض لکنہ لم یحجز کما فی الملتقی وغیرہ اور ایک کھانا وہ ہے جس پر ثواب ہوتا ہے اور وہ اس قدر کھانا ہے جس سے آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے شارح نے کہا اس کلام سے اس قدر تقبیل طعام کا جواز مستفاد ہوتا ہے جس سے آدمی ادا سے فرض سے ضعیف ہو جائے لیکن اسی تقبیل مضاعف درست نہیں ہے چنانچہ ملتقی وغیرہ میں مصرح ہے قلت و فی المبتغی بالغین الفرض بقدر ما یندفع به الملاك ولكن مع الصلوة قائما انتہی فتبہ میں کہتا ہوں اور مبتغی لغین معجمہ میں یوں مذکور ہے کہ اس قدر کھانا فرض ہے جس قدر سے ہلاکی دور ہو اور اس کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ممکن ہو انہی کلام المبتغی تو خبردار ہو جام اس قدر کھانا اس واسطے فرض ہوا کہ فرض عبادت ادا نہیں ہو سکتی بدوں اس کے و مباح الی التبشیر لقرینہ قوتہ اور کھانا مباح ہے سیری اور اسودگی تک تاکہ آدمی کی قوت زیادہ ہو و حرام عبر فی الخانیہ بیکرہ و ہوا فوقہ ای التبشیر و ہوا کل طعام غلب علی ظمئه انه یفسد معدتہ و کذا فی الشرب قسنا فی اور وہ کھانا حرام ہے جو سیری اور اسودگی سے زیادہ ہو یعنی اتنا کھانا کہ کھانے والے کو گمان غالب ہو کہ اس کے پیٹ میں فساد کرے گا یعنی بدہضمی ہوگی یا مہینہ ہوگا اور خانیہ میں اس کو مکروہ کہا ہے یعنی مکروہ تحریمی جو قریب بحرام ہے قسنا فی میں کہا کہ اسی طرح اتنا پینا بھی حرام ہے جو مفسد معدہ ہو م زیادہ کھانا اس واسطے حرام ہوا کہ مال کا ضائع کرنا ہے اور اپنی ذات کو ہمارا ڈانا حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کے حق میں کسی برتن کا بھرنا ایسا بدتر نہیں جیسا کہ پیٹ کا بھرنا بدتر ہے سو اگر ضرورت ہو تو پیٹ کے تین حصے کرے ایک تھائی کھانے کی اور ایک تھائی پانی کی اور ایک تھائی دم لینے کے واسطے اور بہت عذاب ان پر ہے جو بہت پیٹ کو بھرتے ہیں ابو داؤد نے روایت کی جو حمد اور شکر کرے کھانے اور پینے کے بعد اس کی مغفرت ہوگی کذا فی الطحاوی عن الدر المنثور

الا ان یقصد قوت صوم الغدا ولئلا یستغنی ضیفہ او نحو ذلک اسودگی سے زیادہ کھانا حرام ہے مگر اس نیت سے حرام نہیں ہے کہ کل کے روزے رکھنے کی قوت حاصل ہو یا کہ اس کا سہان نہ شراب دے یا مانند اس کے کسی اور عذر سے کھانا درست ہے حرام نہیں ہے م عذر مذکور چنانچہ زیادہ کھانے کرنے کے واسطے حرام نہیں انس بن مالک صحابی طرح طرح کے کھانے کھاتے تھے اور تھے کر ڈالتے تھے سوان کو یہ فائدہ کرتا تھا کذا فی البرزانیہ والخانیہ ولا تجوز الرباۃ بقبیل الاکل حتی یضعف عن اداء العبادۃ اور جائز نہیں مقوڑے کھانے کی اس قدر ضیق کہ ادائے عبادت سے ضعیف ہو جائے ولا باس بانواع الفواکہ و ترک الفضل اور طرح طرح کے میوؤں کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں اور اس کا ترک افضل اور بہتر ہے واتخاذ الاطعمۃ سرف اور طرح طرح کے کھانے پکوانا سرف ہے یعنی فضول خرچی ہے مگر حاجت کے وقت کثرت اطعمہ سرف نہیں ہے چنانچہ اگر ایک کھانے کو نہیں کھا سکتا تو کثیر اطعمہ درست ہے تاہم قسم سے مقوڑا مقوڑا اتنا کھائے جس قدر سے ادائے عبادت پر قادر ہو یا مہانوں کی دعوت منظور ہو تو کثیر اطعمہ میں کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الخلاصۃ و کذا وضع الخیر فرق الحاجۃ اور اسی طرح روٹیاں رکھنا حاجت سے زیادہ ہیودہ صرف ہے مگر ب نیت دعوت درست ہے کذا فی العالمگیریہ و سنۃ الاکل البسملة اولہ والحمد للہ آخرہ و غسل الیدین قبلہ و بعدہ و ید بالثاب قبلہ و بالتیور بعدہ ملتقی اور کھانے کے وقت سنت ہے کھانے کے پہلے بسم اللہ کہنا اور بعد اس کے الحمد للہ کہنا اور قبل از طعام اور بعد از طعام دونوں ہاتھ دھونا اور کھانے سے پہلے جو انوں کے ہاتھ دھلانے سے ابتدا کی جائے اور کھانے کے بعد ہڈیوں کے

سے ایک نسخہ میں دینی کی جگہ لفظ ہے ۱۲

ہاتھ دھلانے سے ابتدا کی جائے کذا فی المنتقی م اور اگر اول میں بسم اللہ کہنا بھولے تو یوں کہے بسم اللہ علی اولہ و آخرہ اور جب بسم اللہ کے تو بلند آواز سے تاکر اس کے ساتھی بھی بسم اللہ کہیں اگر کھانا حلال ہو تو بسم اللہ کے اور الحمد للہ تو ہر حال میں آخر کو کہے اور الحمد للہ بلند آواز سے نہ کہے مگر جب کہ سب لوگ کھانے سے فراغت کریں اور اس کی سنت میں ایک ہاتھ دھونا یا دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دھونا کفایت نہیں کرتا بلکہ دونوں ہاتھ بند دست تک دھونا چاہیے قبل از طعام ہاتھ دھو کر رومال سے پوچھنا چاہیے اور بعد از طعام پوچھنا چاہیے تاکر طعام کا زائل ہو جائے سبوس سے ہاتھ دھونا اگر آٹا اس میں باقی نہ رہا ہو تو قادی تاضی خال میں لا باس بہ مذکور ہے اور نو اور ہشام میں آٹے اور ستوسے ہاتھ دھونا امام اور صاحبین سے منقول ہے اور تطہیر فم جمیع مواضع میں مستحب ہے اور لائق یوں ہے کہ برتن لے کر اپنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور غیر سے اس میں استعانت نہ کرے مانند وضو کے اور سنت یہ ہے کہ نمک سے شروع کرے اور نمک پر ختم کرے اور نہایت گرم کھانا نہ کھائے اور نہ اس کو سونگھے اور نہ اس کو اور پانی کو پھونکنے والے اگر پھونکنے میں مانند آف کے آواز نہ نکلے تو پھونکنا درست ہے اور ہاتھ پوچھنے سے پہلے انگلیوں کا چاٹنا اور رکابی کا چاٹنا اور جو نوالہ دسترخوان پر گر پڑا ہو اس کو کھانا یہ سب امور مذکورہ سنت ہیں راہ میں کھانا مکروہ ہے اور سر پر ہنہ کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں اور کھانا پینا تکبیر لگا کر ہو یا یا یاں ہاتھ زمین پر رکھ کر یا کسی چیز پر ٹیک دے کر مکروہ ہے الكل من العالم کیرتہ نعمتہ اپنے اور اپنے عیال پر خرچ کرے اس طرح کہ نہ اسراف ہو نہ بخل نہ ان کے جمیع مرغوبات کی تلاش کرتا رہے نہ جمیع مشہیات کو روکتا رہے بلکہ میانہ روی اختیار کرے سنت یہ ہے کہ رکابی کے درمیان سے نہ کھائے اس واسطے کہ برکت درمیان میں نازل ہوتی ہے بلکہ ایک طرف سے کھائے اس واسطے کہ طعام یکساں ہے ہاں اگر طبق میں رنگ برنگ میوے ہوں تو جھڑکے چاہے کھائے اسی طرح اگر طبق میں الوان اٹمے ہوں تو ہر طرف سے کھانا درست ہے حدیث میں وارد ہے کہ جو رکابی کو چاٹے کھانے کے بعد تو رکابی کہتی ہے کہ اللہ تجھ کو دوزخ سے آزاد کرے جیسے تو نے مجھ کو شیطان سے آزاد کیا اور امام احمد کی روایت یوں ہے کہ رکابی اس کے واسطے مغفرت طلب کرتی ہے حدیث میں وارد ہے کہ تکریم کر و ردی کی کہ وہ برکات سموات اور ارض سے ہے اور جس قوم نے ردی کا استخفاف اور حقارت کی تو حق تعالیٰ ان کو گرسلی اور محتاجی کے ساتھ مبتلا کرتا ہے اور اس کے اکرام سے یہ ہے کہ جب ردی سامنے آئے تو سالن کا انتظار نہ کرے یعنی روکھے کھانے لگے امام محمد نے کہا کہ لوگوں پر محتاج کا کھانا دینا اس وقت میں جبکہ وہ خروج اور طلب سے عاجز ہو فرض ہے تو جو اس کا حال جانتا ہو اس کو اتنا کھانا دینا فرض ہے جس قدر سے وہ خروج اور ادائے عبادت پر قادر ہو اور اگر محتاج خروج پر قادر نہ تھا سو وہ مر گیا اور کسی نے اس کو کھانا نہ دیا تو جو لوگ اس کا حال جانتے ہوں گے سب گناہ میں شریک ہوں گے اور جو محتاج کسب پر قادر ہو تو اس پر کسب واجب ہے اور سوال کرنا اس کو حلال نہیں کذا فی الطحاوی و کرہ لحم الاتان ای الحمارۃ الابلیۃ خلافاً لک ولینہما اور مکروہ ہے گدھی کا گوشت اور اس کا دودھ یعنی پالو گدھے کا گوشت مکروہ تحریمی ہے برخلاف مالک کے م کہ است بیماری وغیرہ سب کے حق میں ہے اور حمار وحشی یعنی گور خر کا گوشت اور دودھ حلال ہے کذا فی الطحاوی ولین الجملۃ الی تامل العذرة ولین المکۃ ای الفرس وبل الابل و اجازہ ابو یوسف للتداوی اور مکروہ ہے جلالہ کا دودھ جلالہ وہ گائے یا بکری یا اونٹنی ہے جو گوہ کھاتی ہو اور مکروہ ہے گھوڑی کا دودھ اور اونٹ کا پیشاب اور ابو یوسف نے اونٹ کا پیشاب علاج کے واسطے جائز کہا ہے م ہدایہ میں ہے کہ امام اعظم کے نزدیک گھوڑی کا دودھ حلال ہے چنانچہ کتاب الاشرار میں آدے گا و کرہ لحمہا ای لحم الجملۃ والبرکۃ اور جلالہ اور گھوڑی کا گوشت مکروہ ہے وحبس الجملۃ حتی یذہب

۱۳ یعنی شروع ہنم خدا سے اول میں اور آخر میں ۱۴ یعنی کچھ مضائقہ نہیں ۱۵ یعنی منہ کا پاک کرنا ۱۶ و

نقل لهما وقد رتبتهما لاجل الحاجة والرجاء لشاة وعشرة لال ولقبر على الناهر اور گوہ کھانے والا جانور بند رکھا جائے یہاں تک کہ اس کے گوشت کی گندگی اور بدبو دفع ہو جائے اور جس کی مدت ٹھہرائی گئی ہے بموجب ظاہر الروایۃ کے مرغی کے واسطے تین دن اور بھیڑ بکری کے واسطے چار دن اور اونٹ اور گٹھے کے واسطے دس دن و لو اكلت النجاسة وغيره بحيث لم ينتن لهما حدث كما حل اكل جدی غزی بلین خنزیر لال لحم لا یتغیر وما غزی به یصیر مستملا لا یتقی له اثر اور اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونوں کھاتا ہو اس طرح کہ اس کا گوشت گندہ نہ ہو تو حلال ہے جیسے وہ حیوان حلال ہے جو پالا گیا سور کے دودھ سے اس واسطے کہ اس کا گوشت متغیر نہیں ہوتا اور جو دودھ اس کا غذا ہوا وہ نیست اور نابود ہو جاتا ہے اس کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا ہے م اور اسی طرح جو کھیت نجاست سے سینچے جاویں تو اس کا کھانا مکروہ نہیں ولو سقی بالیوکل لحم خنزیر فذبح من ساعة حل اکله وکیره زیلعی و صید شرح و ہبانیہ اور اگر ماکول لحم جانور کو شراب پلائی گئی پھر وہ اسی وقت ذبح کیا گیا تو اس کا کھانا حلال ہے اور مکروہ ہے کذا فی الزیلعی و کتاب الصيد من شرح الوہبانیہ و مکروہ الاکل والشرب والادمان والتطیب من امام فہرہب و فضة للرجل والمرأة لا طلاق الحدیث اور مکروہ ہے کھانا اور پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا سونے اور چاندی کے برتن سے مرد اور عورت دونوں کے حق میں اطلاق حدیث کی دلیل سے م حدیث مذکور بخاری اور مسلم میں حذیفہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنوجریہ اور دیبا اور نہ پیو سونے چاندی کے برتنوں میں اور نہ کھاؤ ان کی رکابیوں میں اس واسطے کہ یہ برتن کافروں کے واسطے ہیں دنیا میں اور تمہارے واسطے ہیں آخرت میں اتنے پھر حرج کھانا پینا ان میں منع ہوا تو اسی طرح ان برتنوں سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بھی منع ہوا کذا فی المنع و کذا ینکرہ الاکل مبلوغة الفضة والذهب والاکتحال بمیلما وما شرب ذک من الاستعمال مکحہ و مرأة و قلم و دراة و نحوہ اور اسی طرح مکروہ تحریمی ہے کھانا چاندی اور سونے کے چمچے سے اور سرمہ لگانا ان کی سلاخیوں سے اور جو استعمال اس کے مشابہ ہے چنانچہ چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دروات اور مانند اس کے مکروہ ہے م ظروف مذکورہ کے مانند ہے چاندی سونے کی مینی اور سپی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو وہ مرد اور عورت کو درست نہیں کذا فی الخطاوی یعنی اذا استعملت ابتداء فیما صنعت له بحسب متعارف الناس والا فلا کراہتہ حتی لو نقل الطعام من اناء الذهب الی موضع آخر و صب الماء والذہن فی کفہ لا علی رأسہ ابتداء ثم استعمالہ لابسہ بحسب متعارف الناس ولا کراہتہ فی الدرر فلیحفظ یعنی ظروف اور آلات مذکورہ کی کراہت اس وقت ہے جب کہ ان کو ابتداء استعمال کیجیے ان کاموں میں جن کے واسطے وہ بنائے گئے ہیں لوگوں کے رواج کے موافق اور اگر ابتداء استعمال نہ ہو تو کراہت نہیں تو اگر کھانا نقل کیا جائے سونے کے برتن سے دوسری جگہ یا پانی یا تیل کف دست میں ڈالے نہ اپنے سر پر ابتداء پھر اس کو استعمال کرے تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں کذا فی المجتبی وغیرہ اور اسی مطلب کو تحریر کیا ہے درر میں تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے م درر میں یوں مذکور ہے کہ ظروف صغیرہ جو تیل وغیرہ کے واسطے مصنوع ہیں ان کا استعمال اس وقت حرام ہے جب کہ ان میں ظروف سے تیل سر پر ڈالا جائے اس واسطے کہ وہ ظروف اسی واسطے مصنوع ہوئے ہیں کہ اسی طرح مستعمل ہوں اور اگر ان میں ہاتھ ڈالے اور تیل ہاتھ میں لے کر سر پر ڈالے تو کراہت نہیں اس واسطے کہ ان سے ابتداء استعمال نہ ہوا انتہی لیکن محشی درر میں یعنی علامہ دانی اور نوح نے اس تخصیص کو رد کیا ہے اس طرح کہ استعمال چاندی سونے کا ممنوع ہے اس واسطے کہ اصل اسباب میں یہ حدیث ہے کہ ہذا ان حرمان علی ذکور امتی حل لانا ثم اور جب کہ معلوم ہوا کہ مراد یہ ہے کہ عورتوں کو فقط زیور حلال ہے تو درائے زیور کے حرمت باقی رہی خواہ استعمال بالذات ہو خواہ بواسطہ کیونکہ احادیث نہی کی مطلق ہیں کذا فی الخطاوی م ہر چند

۱۲۔ یعنی یہ دونوں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر حلال ہیں ان کی عورتوں پر ۱۲۔

در کے موافق فتاویٰ عالمگیری میں محیط سے بھی منقول ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ کسی طرح استعمال نہ کرے واللہ اعلم واستثنیٰ القستانی وغیرہ استعمال البیضۃ والجوشن والساعدان منہما فی الحرب للضرورة اور قستانی وغیرہ میں چاندی سونے کے خود اور زرہ اور دستانوں کو جنگ میں ضرورت کے سبب سے مستثنیٰ کیا ہے کراہت سے و بذالینما یرجع للبدن و ما لایغیرہ تجلایا وانی مستحکم من ذہب و فضة و سریر کذلک و فرش علیہ من دیباچ و نحوہ فلا باس بہ بل فعلمہ السلف خلاصۃ حجتہ اباح البو حنیفۃ تو سد الذہاب و النہی علیہ کما یأتی اور یہ یعنی ظروف فضیہ اور ذہبیہ کی تحریم اس صورت میں ہے جب کہ استعمال نفع بدن کے واسطے راجع ہو اور اس کے سوا تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنوں سے اور اسی طرح سونے چاندی کی چارپائی سے اور اس پر دیا اور مانند اس کے فرش کرنا تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ اس کو سلف نے کیا ہے کذا فی الخلاصۃ یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ نے دیا کاکیر لگانا اور اس پر سونا مباح کیا ہے چنانچہ آگے آوے گا ویکرہ الاکل فی نحاس او صفر و الفضل الخنز قال صلی اللہ علیہ وسلم من اتخذ لوانی بیتی خزنا زارۃ الملکۃ اختیار اور مکروہ ہے کھانا تانبے اور پتیل کے برتن میں اور افضل اور بہتر مٹی کا برتن ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر میں مٹی کے برتن رکھے اس کی زیارت فرشتے کرتے ہیں کذا فی الاختیار م ظاہر کراہت اس وقت ہے جب تانبے اور پتیل کا برتن بے قلعی ہو اور ظروف چینی میں تو نفاست اور تجمل اور ادائے سنت و دنوں موجود ہیں اس واسطے کہ وہ مٹی کے برتن ہیں لاکیرہ ماذکر من امان و صا ص وزجاج و بلور و عقیق و خلافا لشافعی اور مکروہ نہیں کھانا رنگ اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے برخلاف امام شافعی کہ ان کے نزدیک کراہت ہے و حل الشرب من امان مفضض ای مزوق بالفضۃ اور حلال ہے پینا ظرف مفضض سے یعنی جو برتن کہ مزین اور منقش اور مرصع ہو چاندی سے فارسی میں اس کو کیم کو ب کہتے ہیں ہندی میں بدر اور جڑاؤم منخ الغفار میں مفضض کی تفسیر مزوق ہے اور شیشی میں مرصع ہے اور قستانی میں مزین بفضہ ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مفضض بھی جائز نہیں زیلعی نے کہا یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ چاندی برتن سے جدا ہو سکے اور متویر یعنی اگر چاندی کا ایسا پتلا پانی برتن پر ملا ہو جو جدا نہ ہو سکے تو وہ بالاجماع درست ہے اس واسطے کہ وہ مستحکم ہے اس کے باقی رہنے کا کچھ اعتبار نہیں چنانچہ شارح اس کو بیان کرے گا کذا فی الطحاوی والکوب علی سرج مفضض و الجلبوس علی کرسی مفضض و لکن بشرط ان یتحقق ای یجتنب موضع الفضۃ بغم قیل و ید و جلوس سرج و نحوہ اور حلال ہے سوا ہونا مفضض زین پر اور حلال ہے بیٹھنا کرسی مفضض پر و لیکن اس شرط سے حلال ہے مفضض برتن میں پینا کہ چاندی کی جگہ سے منہ علیحدہ رکھے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ماتہ بھی جدا رکھے چاندی کی جگہ سے اور زین کے جلوس اور اس کے مانند میں بھی بدن جدا رکھے م اجتنب نم کا اعتبار ہے نہ اجتنب بید اور باقی اعضا کا چنانچہ اختیار اور ہدایہ اور عجوبہ میں مذکور ہے یہ حکم ہے ظرف مفضض کا اور جو ظرف خالص چاندی کا ہے اس کا استعمال تو کسی طرح جائز نہیں کذا فی الطحاوی و کذا الامام المصنوب بذہب و فضۃ و الکمری المصنوب بہا و حلیہ مرآۃ و مصحف بہا اور اسی طرح حلال ہے ظرف مضرب یعنی برتن میں چاندی سونے کے پتر جڑے ہیں اس کے استحکام کے واسطے اور اسی طرح پر چاندی سونے کے پتر جڑی کرسی اور زلیہ آئینہ اور مصحف کا چاندی اور سونے سے م فتاویٰ عالمگیری میں ہے کچھ مضائقہ نہیں کھانے پینے کا ظرف مذہب اور مفضض میں جب کہ سونے چاندی پر نہ رکھے اور اسی طرح ظرف مضرب اور کرسی اور سریر جب کہ چاندی سونے پر نہ بیٹھے اور اسی طرح حلقہ آئینہ کا چاندی سونے سے اور اسی طرح مچر اور گام اور زین اور دھچ اور رکاب مفضض یا مضرب درست ہے بشرطیکہ اس پر قعود نہ واقع ہو اور ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہے لیکن مضمرات میں ہے کہ امام اعظم کا قول صحیح ہے انتہی کما لو جعلہ لمتقین فی فصل سیف و سبیل او فی قبضتہا او لیجام اور کاب و لم یضع یدہ موضع الذہب و الفضۃ چنانچہ

۱۱ سونا جڑا ہوا ۱۲ سہ چاندی جڑا ہوا ۱۳ سہ سونے یا چاندی کے پتر لگا ہوا ۱۴

چاندی سونے کا کام کرنا درست ہے اگر تلواریں اور چھری کی کوٹھی میں یا ان دونوں کے قبضے میں یا لگام یا رکاب میں کرے اور اپنا ہاتھ نہ رکھے سونے چاندی کی جگہ میں م کافی میں ہے جب کہ چھری کو کوٹھی میں اور تلواریں کے قبضہ میں چاندی ہو تو امام اعظم نے کہا کہ اگر چاندی کی جگہ پکڑے گا تو مکروہ ہے اور نہیں تو مکروہ نہیں ہے کذا فی الطحاوی وکذا کتاب الثوب بذهب اوفضہ و فی المجتبى لاباس بالسیکن المفضض والمجاہد والرباب وعن الشافعی یکرہ الکل و اسی طرح درست ہے پکڑے پر چاندی سونے سے لکھنا اور مجتبى میں ہے کہ چھری مفضض اور دات اور رکاب کا کچھ مضائقہ نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہیں امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری میں انس سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو موقع شق چاندی کی زنجیر سے جڑا گیا اور احمد کی روایت میں ہے کہ انس بن مالک کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدح یعنی پیالہ تھا اس میں چاندی کا پیر جڑا تھا والخلاف فی المفضض اما مطلقا فلا باس به بالاجماع بلا فرق بین لجام و رکاب وغیرہ لان الطلاء مستلک لا یخلص فلا عبرة لعلوہ یعنی وغیرہ اور خلاف ابو یوسف اور امام کا مفضض میں ہے یعنی جس چیز میں چاندی سونا علیحدہ ہو سکتا ہو اور مطلقا یعنی جس پر سونے چاندی کا پانی پھرا ہو سو وہ تو بالاجماع درست ہے بدول فرق کے درمیان لگام اور رکاب وغیرہ اس واسطے کہ طلا یعنی چاندی سونے کا پانی مستلک ہے جدا نہیں ہو سکتا تو اس کی بقطر رگت کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی المعنی وغیرہ ویقبل قول کافر ولو جوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریت من مجوسی فیحرم ولا یردہ بخبر الواحد اور مقبول ہے کافر کا یہ قول اگرچہ کافر مجوسی ہو کہ میں نے یہ گوشت مول لیا ہے یہودی یا نصرانی سے تو اس گوشت کا کھانا حلال ہو گا یا کافر نے کہا کہ میں نے مجوسی سے گوشت خریدا کیا تو گوشت حرام ہو گا اور اس کے قول کو خبر واحد کے سبب سے مردود نہ کرے و صدان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لانی الدیانات وعلیہ یحل قول الکفر فی الحل والحرمۃ یعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات لا یطلق الحل والحرمۃ کما توہم الزلیعی اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کافر کی خبر مقبول ہے بالاجماع معاملات میں نہ دیانات میں اور اسی قاعدہ پر کنز کا یہ قول محمول ہے اور کافر کا قول مقبول ہے حلت اور حرمت میں یعنی وہ حلت اور حرمت کہ ضمن معاملات کے حاصل ہے نہ ہر طرح کی حلت اور حرمت جیسا کہ زلیعی شارج کنز نے توہم کیا ہے ایک شخص کا قول مقبول ہے معاملات میں خواہ وہ شخص متقی ہو خواہ فاسق آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا کافر بسبب ضرورت اور دفع حرج کے اور منجملہ معاملات وکالت اور مضاربت اور رسالت فی المداۃ اور اذن تجارت ہے لیکن بایں ہمہ صدق خبر کا گمان غالب ہونا ضرور ہے تو اگر اس کے صادق ہونے کا گمان غالب ہو تو اس پر عمل کرے اور اگر گمان غالب نہ ہو اس کے صدق کا یا شک ہو تو اس پر عمل نہ کرے کذا فی الطحاوی عن الکافی والسرراج معاملات وہ امور ہیں جو بینا بین الناس جاری رہتے ہیں چنانچہ بیع اور شرا اور وکالت وغیر ذلک اور دیانات وہ امور ہیں جو بینا بین خدا اور بندے کے ہوتے ہیں چنانچہ عبادات اور حلت اور حرمت ویقبل قول المملوک ولوائتی والبصی فی المداۃ سوادا خبر بادل المولے غیرہ اور نفسہ اور مملوک کا قول اگرچہ وہ عورت ہو اور صغیر کا قول مقبول ہے تحفہ پوچھانے میں خواہ غلام نے یہ خبر دی ہو کہ میرے مالک نے یہ تحفہ دیا ہے اور شخص کو یا یوں کہا ہو کہ اور شخص نے یہ تحفہ دیا ہے مالک کو والاذن سوادا کان بالتجارة او بدخول الدار مثلا اور مقبول ہے غلام اور صغیر کا قول اذن میں خولہ تجارت کا اذن ہو یا مثلا دخول دار کا اذن م سراج میں ہے کہ اگر ایک شخص کے غلام یا طفل صغیر نے دوسرے شخص کے گھر میں داخل ہونے کا اذن دیا تو قیاس یہ ہے کہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن عادت جاری یوں ہے کہ اس سے لوگ باز نہیں رہتے لہذا یہ جائز ہے کذا فی الطحاوی وقیدہ فی السراج بما اذا غلب علی رأیه صدق فلو شری صغیر نحو صابون واثان لاباس ببیعہ ولو نحو زبیب و حلوی البغی بیع لان الظاہر کذبہ وتماہ فیہ اور اذن تجارت میں سراج میں اس کی قید لگائی ہے جب کہ اس کی رائے میں ان کا صدق غالب ہو تب قول مقبول ہے تو اگر صغیر صابون اور اثنان ایسی چیز کی خرید کا ارادہ کرے تو اس کے ہاتھ بیچنا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر منفقے اور حلوا ایسی چیز کے مول لینے کا قصد کرے تو اس کے ہاتھ بیچنا لائق نہیں اس واسطے کہ صغیر کا کذب ظاہر حال ہے اور اس کا پورا بیان سراج میں ہے م مٹھائی وغیرہ کی

طرف اطفال مشتاق رہتے ہیں تو ظاہر حال اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے پیسے مٹھائی کھانے کے واسطے چور لایا ہوگا تو اس کا یہ قول کہ میرے ماں باپ نے منگوا یا ہے مقبول نہ کرنا چاہیے لیکن اغنیاء کے اطفال پر یہ اشتباہ نہیں ہو سکتا ہے و یقین قول الفاسق و الکافر والعبد فی المعاملات کثرة وقوعها اور فاسق اور کافر غلام کا قول مقبول ہے معاملات میں وقوع معاملات کی کثرت کے سبب سے اس میں یہ ہے کہ معاملات میں ہر مینز کا قول مقبول ہے تو اگر معاملات میں عدالت بشرط ہو تو حرج عظیم واقع ہو اس واسطے کہ عدالت کی شرائط مستجمع کیا ہے کہ اس کو آدمی پادے کہ اس سے معاملہ کرے یا اس کو نوکر رکھے اور لوگوں کے پاس معاملات کے واسطے بھیجا کرے اور سامع کو کوئی دلیل نہیں سوا خبر کے تو اگر مینز کی خبر مقبول نہ ہو تو معاملات کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور اس واسطے کہ معاملات کثیر الوقوع ہیں تو اس میں عدالت کا شرط ہونا باعث حرج ہے لہذا اس میں فقط تمیز کفایت کرتی ہے کذا فی الذیلیعہ لکھا اذا اخبر انه وکیل فلان فی بیع کذا فیخبر الشرا منہ ان غلب علی الراۃ صدقہ کما مروی بھی انہو المظہر چنانچہ اگر فاسق یا کافر یا غلام نے خبر دی کہ وہ وکیل ہے فلا نے شخص کا فلا فی چیز کے بیچنے میں تو اس سے اس کا خرید کرنا جائز ہے اگر خرید کرنے والے گمان میں اس کی راستی غالب ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور کتاب المظہر کے اخیر میں بھی اس کا ذکر اس کا و شرط العدالت فی الدیانات ہی الیقین بین العبد والرب اور مشروط ہے عدالت اور پرہیزگاری دیانات میں دیانات و دہمور ہیں جو بندے اور مالک علی الاطلاق کے درمیان واقع ہیں مگر چونکہ دیانات معاملات کے مانند کثیر الوقوع نہیں تو اس میں عدالت کی شرط کرنی حرج نہیں اور قول فاسق اور کافر اور عید کے قبول کرنے کی اس میں کچھ ضرورت اور حاجت نہیں کا لخبیر عن نجاست الماء یتیم ولا یتوضا ان اخبر بہا مسلم عدل منہ خبر عما یعتقد حرمة ولو عبدا او امۃ جیسے نجاست پانی کی خبر سے تیمم کرے اور اس پانی سے وضو نہ کرے اگر نجاست کی خبر دی ہو مسلمان پرہیزگار نے پرہیزگار وہ ہے جو باز رہتا ہو اس چیز سے جس کی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو اگرچہ وہ غلام ہو یا لونڈی مگر عدالت مسقط احتمال کذب ہے تو اس احتیاط کی حاجت نہیں کہ پانی گرا کر تیمم کرے و تیمم فی خبر الفاسق بنجاست الماء و خبر المستور ثم یعمل بغالب ظنہ اور اٹکل دوڑاوسے فاسق اور مستور الحال کی خبر میں پھر عمل کرے اپنے ظن غالب پر یعنی اگر فاسق اور مستور یعنی جس کا فسق اور عدالت معلوم نہیں وہ کہیں کہ یہ پانی ناپاک ہے تو وہاں اٹکل کر کے ظن غالب پر عمل کرے نہ ان کے قول پر ولو اراق الماء یتیم فیا اذا غلب علی رأیہ صدقہ و لو ضا و تیمم فیا اذا غلب علی رأیہ کذبہ کان احوط اور اگر پانی کو گرا دے پھر تیمم کرے اس صورت میں جب کہ اس کو ظن غالب ہو کہ فاسق سچا ہے نجاست کی خبر میں اور وضو اور تیمم کرے اس صورت میں جب کہ اس کو گمان غالب ہو اس کے کذب کا تو یہ احوط ہوگا یعنی اس میں زیادہ تر احتیاط ہے و فی الجملہ ہر دو تہم بعد الوضو احوط اور جوہر میں ہے اور اس کا تیمم کرنا وضو کے بعد احوط ہے مگر اس میں اشارہ ہے کہ تقدیم تیمم کی وضو پر احتیاط ہے اور تاخیر تیمم کی وضو سے احوط ہے کذا فی الطحاوی و اما الکافر اذا غلب صدقہ علی کذبہ فاراقۃ احب قسمانی و خلاصۃ و خانۃ اور کافر کا تو یہ حکم ہے کہ جب اس کے کذب پر صدق کا گمان غالب ہو تو پانی کا بہا دینا مستحب ہے کذا فی القسمانی و الخلاصۃ و خانۃ مگر اگر کافر نے خبر دی کہ یہ پانی نجس ہے اور اس کے صدق کا گمان غالب ہو تو اگر اس پانی سے وضو کرے اور نماز پڑھے تو نماز جائز ہے اس واسطے کہ کافر مستہم ہے اس کی خبر مزم نہیں لیکن پانی گرا کر تیمم سے نماز پر مہنا مستحب ہے قلت لیکن تو تیمم قبل اراقۃ لم یجز تیمم بخلاف خبر الفاسق لصلاحۃ ملا فی الجملۃ بخلاف الکافر میں کتا ہوں در صورتیکہ کافر کی اخبار نجاست کے صدق پر گمان غالب ہو لیکن اگر تیمم کرے پانی گرا دینے سے پہلے تو اس کا تیمم جائز نہ ہوگا بخلاف خبر فاسق کے کہ وہاں تیمم مذکورہ جائز ہوگا اس واسطے کہ فاسق کی خبر فی الجملہ الزام کی صلاحیت رکھتی ہے اور کافر کی خبر مزم ہونے کے لائق نہیں مگر فاسق کی خبر کی فی الجملہ مزم ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اگر فاسق کی گواہی قبول کر کے حکم دے تو اس کا حکم نافذ ہوگا اگرچہ اس کی گواہی قبول کرنا حرام ہے اور اگر کافر کی گواہی پر

حکم دے گا یعنی مسلم کی خصوصیت میں تو حکم اس کا نافذ نہ ہوگا ورنہ خبر عدل بطہارتہ وعدل بنجاستہ حکم بطہارتہ بخلاف الذبیحة اور اگر مسلم متقی نے پانی کی طہارت کی خبر دی اور دوسرے متقی نے اس کو بنجاست کی خبر دی تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جائے گا برخلاف ذبیحہ کے کہ وہاں در صورت تناقض حرمت کا حکم ہوگا پانی کی طہارت کا اس واسطے حکم ہوگا کہ دونوں خبریں بسبب تناقض کے ساقط الاعتبار ہو گئیں تو اصل پر یعنی طہارت پر حکم ہوگا و تعتبر الغلبة فی اوان طہارة ونجاسة و ذکوة و متیة فان الاغلب طہارۃ تحری و بالعکس والسواء لا الا لعطش اور غلبہ معتبر ہے ظروف پاک اور ناپاک میں جو باہم مل گئے اور مذہب جہاں جہاں مملو ہو گئے تو اگر پاک برتن یا مذہب جہاں جانور اکثر ہوں تو طہارت اور شرب اور اکل کے واسطے غور کرے اور اکل دوڑا دے اور اگر ناپاک برتن یا مردار جانور زیادہ ہوں یا دونوں پاک اور ناپاک برابر ہوں تو ظن غالب کا کچھ اعتبار نہیں مگر دفع عطش کے واسطے البتہ ظروف میں گمان غالب معتبر ہوگا و فی الشیاب سحری مطلقاً اور کپڑوں میں ہر طرح کا گمان غالب معتبر ہے مگر خواہ اکثر کپڑے ظاہر ہوں یا نجس اس واسطے کہ ستر عورت میں کپڑے کا کچھ بدلنا نہیں اور پانی کا بدلائی ہے یتیم کے واسطے وی الی ولیمۃ و مثلاً لعب او غناء و قعد و اکل لو المنکر فی المنزل و لو علی المائدة لا یتبع ان یقعد بل یخرج موصلاً لقولہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین کوئی شخص شادی کی دعوت میں بلایا گیا اور وہاں لہو و لعب یا رگ ہے تو بیٹھے اور کھائے بشرطیکہ امر خلاف شرع مکان میں ہو اور دستار خوان پر نہ ہو اور اگر غیر مشروع دستار خوان پر ہو تو اب بیٹھنا لائق نہیں و جو باہم نکل جائے ناخوش ہو کر اس واسطے کہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ مت بیٹھ نہی کے یاد ہونے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ ہم ولیمہ شادی کے کھانے کا نام ہے جو زوجین کی ملاقات کے بعد ہو اور بعضوں نے کہا دونوں طعام کا نام ولیمہ ہے طعام ولیمہ سنت ہے حدیث میں آیا ہے کہ ولیمہ کہ اگرچہ ایک ہی بکری کا ہو مگر تاشی نے کہا اجابت دعوت میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک اجابت واجب ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ سفت ہے اور افضل یہ ہے کہ اگر ولیمہ ہو تو دعوت قبول کرے اور نہیں تو وہ محتار ہے لیکن اجابت افضل ہے اس واسطے کہ اس میں دل میں کا خوش کرنا ہے مگر فاسق معین کی دعوت قبول نہ کرے تاکہ معلوم ہو کہ تو اس کے فسق سے راضی نہیں اور اسی طرح اس کی دعوت قبول نہ کرے جس کا اکثر مال حرام ہے ہاں اگر وہ کسی کمال مال حلال ہے میراث سے یا قرض لینے سے تو دعوت قبول کرے اور کھائے اور اگر اس کا غالب مال حلال ہے تو اس کا تحفہ قبول کرنا درست ہے جب کہ دعوت قبول کی اور اس کے مکان پر گیا تو جو اس کے ذمہ پر تھا ساقط ہو گیا اختیار ہے کھائے یا نہ کھائے نہ کھانے سے کچھ حرج نہیں اور کھانا افضل ہے اگر روزہ دار نہ ہو اور اگر صاحب دعوت کا قصد مذموم ہو یعنی اپنی سخنی اور نام آوری اور شکر گزاری چاہے تو خصوصاً اہل علم کو اس کی دعوت قبول کرنا چاہیے اس واسطے کہ اجابت میں آپ کو ذلیل کرنا ہے اور ذمی کی دعوت قبول کرنا جائز ہے کذا فی الطحاوی مختصرافان قدر علی المنع فعمل پھر اگر دعوت میں گیا اور وہاں ناچ رنگ ہے تو اگر یہ شخص منع کرنے پر قادر ہے تو منع کرے مگر یعنی منع کرنا قادر پر واجب ہے اگر نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا اس واسطے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جو شخص خلاف شرع دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے سو اگر قادر نہ ہو تو زبان سے اس کی برائی ظاہر کر دے اور یہ بھی اگر نہ ہو سکے تو دل سے اس کو برا جانے اور یہ اضعاف الایمان ہے والا یقدر صبر ان لم یک یمن یقتدی بہ اور اگر منع کرنے پر قادر نہ ہو تو صبر کرے اگر ان لوگوں میں نہ ہو جن کے قول اور فعل کے لوگ اقتدا اور پیروی کرتے ہوں یعنی اگر مقتدا سے خلق نہ ہو تو صبر کرے دل سے ناخوش ہو کر فان کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لان فیہ شین الدین سو اگر وہ شخص مقتدا ہو اور منع کرنے پر قادر نہ ہو تو وہاں سے نکل جائے اور نہ بیٹھے اس واسطے کہ اس کے ٹھہرنے میں عیب لگتا ہے دین میں م اور اس میں معصیت کا دروازہ کھولنا ہے

مسلمین پر کہ وہ اس بزرگ کی پیروی کریں گے والضحی عن الامام کان قبل ان یصیر مقتدی بہ اور جو قول امام سے منقول ہے کہ میں ایک بار لبوی کی دعوت میں مبتلا ہوا تھا سو میں نے صبر کیا تو یہ ان کے مقتدا ہونے سے پہلے ہوا تھا کذا فی الایضاح وان علم اولاً باللعب لا یحضر اصلاً سوا کان ممن یقتدی بہ اور لان حق الدعوة انما یلزمہ بعد الحضور لا قبلہ ابن کمال اور اگر لبوی کو پہلے معلوم کر جائے تو اصلاً وہاں نہ جائے خواہ مقتدا ہو یا غیر مقتدا اس واسطے کہ حق دعوت کا لازم ہوتا ہے حاضر ہونے کے بعد نہ قبل اس کے کذا ذکرہ ابن کمال م نہ جانے کی بہتر وجہ یہ ہے کہ اجابت دعوت اس وقت ہے جب کہ دہاں امر غیر مشروع نہ ہو کذا فی الزیلعی وفی السراج ودایت المسئلة ان الملاہی کما حرام اور سراج میں ہے اور مسئلہ دعوت نے دلالت کی کہ سب کھیل اور ناچ رنگ حرام ہیں م ملاہی سے تین مستثنی ہیں بموجب حدیث کے مرد کی ملاعبت اپنی عورت کے ساتھ اور تادیب اپنے گھوڑے کی اور تیر اندازی ویدخل عظیم بلا اذنہم لانکار المنکر اور ارباب ملاہی کے گھر میں گھس جائے بدول ان کے اذن خلاف شرع کے مٹانے کے واسطے یعنی ہر چند کسی کے گھر میں بلا اذن جانا درست نہیں لیکن جب ان لوگوں نے خلاف شرع کے ارتکاب سے اپنی حرمت ساقط کر دی تو ان کی ہتک حرمت جائز ہوگی کذا فی المنع قال ابن مسعود صوت اللہ والغارینبت النفاق فی القلب کما نبت الماء النبات عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ لو اور راگ کی آواز دل میں نفاق کو اگاتی ہے جیسے پانی گھاس کو اگاتا ہے م نفاق سے نفاق علی مراد ہے نہ نفاق اعتقادی جو کفر سے قلت وفی البرزخ استماع صوت الملاہی کضرب قصب ونحوہ حرام لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاہی معصیۃ و الجہلوس علیہا فسق والتلذذ بہا کفر اسے بالنعمة فصرف الجوارح اسے غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمة لا شکر فالواجب کل الواجب ان یجتنب کیلا یسمع لمارجی انہ علیہ الصلوۃ والسلام اذ دخل اصبعہ فی اذنه عند سماعہ اشعار العرب لومینا ذکر الفسق مکرہ انتہی میں کہتا ہوں اور برزخ یہ ہے کہ باجوں کی آواز جیسے بانسری بجانے کی آواز اور مانند اس کے حرام ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ استماع ملاہی گناہ ہے اور اس پر بیٹھنا فسق ہے یعنی طاعت ربانی سے باہر نکل جانا ہے اور اس سے لذت لینا کفر ہے یعنی کفر ان نعمت ہے تو اعضا کو صرف کرنا اس چیز کی طرف جس کے واسطے وہ بنائے نہیں گئے نعمت کا کفر ان ہے نہ شکر اس نعمت کا تو واجب کمال واجب یہ ہے کہ کنارہ گیر ہو جائے تاکہ آواز کو نہ سنے اس واسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے انگشت مبارک کو اپنے کان مقدس میں داخل کر لیا تھا اس کی سماعت کے وقت اور عرب کے اشعار اگر ان میں فسق کا ذکر ہو تو وہ مکروہ ہیں انتہی مافی البرزخ اور تعظیم الذنب کما فی الاختیار اور لا استحلال کما فی النہایۃ یا قذو سماع کو کفر فرمایا اس گناہ کی بڑائی جتانے کو کما فی الاختیار شرح المختار یا کفر فرمایا اس کو حلال سمجھنے کے سبب سے کما فی النہایۃ فائدہ من ذلک ضرب التوبۃ للتغافل فلو للتنبیہ قبلہ اس پر کما اذا ضرب فی ثلثۃ اوقات لکن کثرت نفحات الصور من سبتہ بمنہا فبعد العصر لا یشارة الی نفخۃ الفجر وبعد العشاء الی نفخۃ الموت وبعد نصف البیل الی نفخۃ البعث وتامہ فیما علقہ علی ملتقی اور منجد ملاہی نوبت کا بجانا ہے تغافل اور نام آوری کے واسطے تو اگر نوبت نوازی تنبیہ کے واسطے ہو تو اس کا مضائقہ نہیں چنانچہ جب کہ تین وقت نوبت بکے صورت کی تین بار پھونکے جانے کی یاد پڑ کے واسطے اس لئے کہ نوبت کی آواز اور صورت کی آواز میں فی الجملہ مناسبت ہے عصر کے بعد کی نوبت اشارہ ہے نفخہ دہشت اور بعد عشا کے اشارہ ہے نفخہ موت کا اور آدھی رات کے بعد اشارہ ہے نفخہ بعثت کا یعنی قبروں سے اٹھنے کا اور پورا اس کا بیان اس شرح میں ہے جو ہم نے طبعی الاجر پر معلق کی ہے م شرح طبعی میں شارح نے کہا حسن سے مروی ہے کہ شادی نکاح میں دف بجانا جائز ہے شہرت نکاح کے واسطے اور راجحہ میں ہے دف اس وقت درست ہے جب کہ اس میں جلاجل یعنی جھاجھیں نہ ہوں اور اس کا بجانا برہیت تطرب نہ ہو تمہ پہلا گانے والا ابیس ہے کذا فی القمستانی اور قص اور تواجد کو سامری کے لوگوں نے اول ایجاد کیا جب کہ سامری نے گوسالہ بنایا تو گوسالہ پر

اس کے سامنے ناپے اور وجد کرنے لگے تو یہ کفار گوسالہ پرستوں کا دین ہے اور طریقہ محمدیہ میں ہے کہ حرمت رقص پر نفس قرآنی موجود ہے قل تعالیٰ ولا تمشی فی الارض مرقا یعنی مت چل زمین اتراتے اور تختہ کی راہ سے اور رقص میں نہایت تجتر اور سجاوٹ اور تراؤ ہوتا ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ رقص گناہ کبیرہ ہے اور اس پر اجماع ہے اور بعض فقہیوں نے کہا کہ غلبہ وجد میں رقص منع نہیں جیسے صوفیہ کے ہوتا ہے مجلس ذکر اور سماع میں تا تا رغانہ میں وہ مضمون ہے جو سباز رقص پر دلالت کرتا ہے اس مغلوب الحال کے واسطے جس کی حرکات مرتعش کے مانند ہیں اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ وجد صادق ہو اور قیام میں وہ شخص مغلوب ہو اور ایک چیز گاہے حلال ہوتی ہے اور کبھی حرام ہو جاتی ہے اختلاف مقاصد کے سبب سے کما ذکرہ ابوالسعود اور شرح ملتقی میں ہے کہ جو ہمارے زمانہ کے متصوفہ سماع کے وقت آواز بلند کر کے لغزے مارتے ہیں حرام ہے و اہل بیٹھنا جائز نہیں اور صوفیہ سابقین ایسا نہیں کرتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شعر سننا اباحت غنا پر دلالت نہیں کرتا ہے وہ اشعار حکمت اور وعظ پر مشتمل تھے اور حدیث تو احمد نبوی صحیح نہیں سری سقطی نے فرمایا وجد کرنے والے کی شرط یہ ہے کہ اس حد کو اس کا وجد پہنچ جائے کہ اگر اس کے چہرہ پر تلوار پڑے تو اس کو کچھ خبر نہ ہو ورنہ اور الم کی انتہی مافی شرح ملتقی کذا فی الخطا دی اور حرمت آلات سرود کی اور اختلاف غنائے مجرد کا کتاب الشہادت میں مفصل مذکور ہو چکا فلینظر مثلاً

فصل فی اللبس یہ فصل ہے لباس کے مسائل میں م فرض لباس وہ ہے جو عورت کو چھپا دے اور گرمی اور سردی کو دفع کرے بہتر یہ ہے کہ پوشاک روئی یا کتان یا صوف کی ہو سنت کے موافق یعنی اس کا دامن نصف ساق تک ہو اور آستین انگلیوں تک اور آستین کا عرض بقدر ایک بالشت کے چنانچہ نصف میں مصرح ہے متوسط لباس چاہیے نہ نفیس نہ خیس اس واسطے کہ خیر الامور اوسطا اور اس واسطے کہ نہی وارد ہے لباس شرتی سے یعنی جو نہایت نفیس ہو اور نہایت خیس اور مستحب وہ لباس ہے جو آرائش اور نعمت الہی کے اظہار کے واسطے ہو اور مباح لباس جمیل ہے زینت کے واسطے عید اور جمعہ اور مجامع خلق میں نہ جمیع اوقات میں اور مکروہ لباس وہ ہے جو تجتر اور تکبر کے واسطے ہو اور سپید لباس مستحب لباس ہے کذا فی الخطا دی ملخصاً بحکم لبس الحریر ولؤلؤ کجائل بینہ دہین بدنہ علی المذہب الصحیح وعن الامام المناکیرم اذا مس الجلد قال فی القیئہ وہی رخصۃ عظیمہ فی موضع علم بالبلوی اور حرام ہے پینا حریر یعنی ریشمی کپڑے کا اگرچہ کوئی اور کپڑا حائل ہو درمیان ریشمی کے اور بدن کے بموجب مذہب صحیح کے اور امام اعظم سے روایت ضعیف یہ ہے کہ ریشمی تو اس وقت حرام ہے جب کہ وہ کھال سے لگا ہو قنیہ میں کہا اور یہ رخصت عظیمہ ہے و اہل جہاں ریشمی کا عموم بلوی ہوم جب معلوم ہو کہ مذہب صحیح میں ریشمی کی حرمت علی الاطلاق ہے خواہ بدن سے متصل ہو یا غیر متصل تو روایت ضعیف قابل اعتبار کے نہیں طحاوی نے شمس الامم حوالی سے نقل کیا کہ صحیح یہ ہے کہ کل حرام ہے اور قول ضعیف مذکور بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا ہے نہ امام کی طرف حریر وہ کپڑا ہے جس کا تانا بانا دونوں ریشم ہو چنانچہ کلبدن اور دریائی اور تافہ اور اٹلس اور کخاب البوداؤد اور نسائی میں علی مرتضیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے واسنے ہاتھ میں ریشمی کپڑا لیا اور بائیں ہاتھ میں سونا اور فرمایا کہ یہ دونوں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر اور ترمذی اور نسائی کی دوسری روایت ہے کہ لباس حریر اور مونے کا میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور ان کی عورتوں پر حلال ہے اور مجہین اور نسائی میں عمر فاروق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں حریر ہی پینتا ہے جس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے کذا فی التیسیر او فی الحرب فانہ یحرم ایضاً عنده وقال اکیل فی الحرب اگرچہ ریشمی جنگ میں پہنے سودہ بھی حرام ہے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ریشمی میں ریشمی لباس حلال ہے ہم صاحبین کے نزدیک جنگ میں گاڑھا کپڑا ریشمی

درست ہے جو سلاح کی مضرت سے بچا دے نہ باریک ریشمی کذا فی عالمگیری علی الرجل والمرأة الا قدر اربع اصابع کا علام الثوب مضمونہ
 قبل منشورہ و قبل بین بین ریشمی حرام ہے مرد پر نہ عورت پر مگر مرد پر بقدر چار انگل کے حرام نہیں جیسے ریشمی بوٹیاں کپڑے کی حرام نہیں چار انگلیاں
 ملی ہوئیں مراد ہیں اور بعضوں نے کہا کہ کھلی ہوئیں اور بعضوں نے کہا نہ ملیں نہ کھلیں مراد ہیں مگر نجم الامم بخاری نے کہا کہ رخصت حریر میں معتبر چار
 انگلیاں ہیں نہ نہایت ملیں اور نہ نہایت کھلیں کذا فی عالمگیری عن القنیۃ وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق ولو فی عمامۃ کا بسط فی القنیۃ اور ریشمی
 بوٹیوں میں ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے اگرچہ متفرقات بوٹیاں عمامہ میں ہوں چنانچہ قنیۃ میں مشرح بیان ہے م اس کی توضیح قنیۃ میں یوں مذکور ہے
 کہ عمامہ کی متفرقات بوٹیاں کے جمع کرنے میں اختلاف ہے نجم الامم بخاری نے کہا کہ نہ جمع کرنا متفرقات کا یہی ظاہر مذہب ہے مگر جب کہ ایک خط
 ریشم کا ہو اور ایک خط کسی اور چیز کا اس طرح پر کہ سب ریشم ہی نظر آتا ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ریشم اور غیر ریشم جدا جدا ظاہر ہو جیسے عمامہ کا طرہ
 تو ظاہر مذہب عدم جمع ہے کذا فی عالمگیری معنی اگر کپڑے یا پگڑی پر ریشم کی بوٹیاں متفرق کثرت سے ہوں اگر ان سب کو جمع کیجئے تو چار انگلی سے زیادہ ہو جائی
 تو ظاہر مذہب میں یہ جمع کرنا معتبر نہیں وہ کپڑا حلال ہے و فیما عمامۃ طراز با قدر اربع اصابع من ابریم من اصابع عمر رضی اللہ عنہ و ذلک قیس شبرا
 یرخص فیہ اور قنیۃ میں ہے کہ ایک عمامہ ہے جس کا نقش و نگار ریشم کا ہے چار انگل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انگلیوں سے اور فاروق کی چار
 انگلیاں ہمارے بالشت کے ساتھ قیاس کی گئی ہیں تو اس قدر نقش و نگار میں رخصت ہے م عالمگیری میں قنیۃ سے طرہ عمامہ یعنی کنارہ اور انجل
 پگڑی کا مذکور ہے نہ طراز ظہیر الدین مرقاشی نے کہا کہ معتبر چار انگلیاں ہیں اپنی ہیئت اور شکل پر سلف کی انگلیاں معتبر نہیں ہیں کذا فی عالمگیری
 عن القنیۃ طحاوی نے کہا اصابع منشورہ غیر معتبر ہیں تو بہتر یہ تھا کہ شارح اس عبارت کو ذکر نہ کرتا و کذا المنسوج بذہب تحیل اذا کان
 بذال المقدار اربع اصابع والا لایحل للرجل زیلعی اور اسی طرح جو سونے سے بنا ہو حلال ہے جب کہ اس مقدار پر ہو یعنی چار انگل اور اگر چار
 انگل سے زیادہ ہو تو مرد کو حلال نہیں ہے کذا فی الزیلعی و فی المجتبی العلم فی العمامۃ فی موضعین اور اکثر جمع و قبل لا اور مجتبی میں ہے کہ نقش و نگار
 اور بوٹی عمامہ میں دو جگہ ہے یا زیادہ تر جو جمع کرنا چاہیے یعنی چار انگل سے زیادہ ہو تو درست نہیں اور بعضوں نے کہا کہ متفرق کا جمع کرنا ضروری
 نہیں مگر عنقریب مذکور ہو چکا کہ ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے تو اس عبارت کا ذکر ضرور نہ تھا و فیہ عن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عمامۃ علیہا
 علم من تصعب فضۃ قدر ثلث اصابع لا باس ومن ذہب بکیرہ و قبل لایکرہ اور مجتبے میں امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ عمامہ پر نقش و نگار ہے
 چاندی سے بقدر تین انگل کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور سونے کا نقش و نگار مکروہ ہے اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ نہیں و فیہ بکیرہ
 الجبۃ المكفوفۃ بالحریر قلت بهذا ثبت کراہیۃ اعتادہ اہل زماننا من القمص البصریۃ اور مجتبے میں ہے کہ مکروہ ہے جبہ مکفوفہ بحریر یعنی جس پر اہل
 کے اطراف میں ریشمی کپڑا ہوں اس روایت سے ثابت ہو گئی کراہت اس کی جو ہمارے اہل زمانہ کی عادت ہے بصری پیراہنوں کے
 پہننے کی م طحاوی نے کہا یہ روایت مخالف ہے جمہور فقہاء کے اس واسطے کہ عالمگیری میں وغیرہ سے منقول ہے کہ مکفوفہ بحریر عمامہ علماء فقہاء کے
 نزدیک درست ہے انتہی اور ہدایہ میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جبہ مکفوفہ بحریر پہنتے تھے عینی محشی ہدایہ نے کہا کہ یہ حدیث صحیحین میں
 اس طرح ہے کہ اسماء بنت ابی بکر صدیق نے جبہ نکالا اور کہا کہ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے سو اس میں دیا کا گریبان سیا تھا اور اس کے دونوں
 چاک دیبا سے یے تھے سو کہا کہ یہ عائشہ صدیقہ کے پاس تھا جب وہ مرگئیں تو میں نے اس کو لیا سو آنحضرت اس کو پہنتے تھے سو ہم اس کو
 دھو بیٹے میں ہماروں کے واسطے سو اس کی برکت سے شفا حاصل ہوتی ہے اور ابو داؤد کی روایت میں یوں ہے کہ اس جبہ کی جیب اور دونوں استین
 اور دونوں چاک دیبا سے یے تھے اور بخاری کی ادب مفرد میں یوں روایت ہے کہ اس جبہ کا گریبان دیا تھا بالشت بھر اور دونوں چاک دیبا
 سے یے تھے حضرت اس کو مہمانوں کے آنے کے وقت اور جمعہ کے دن پہنتے تھے انتہی فی العینی مختصر و فیہ المخص العلم فی عرض الثوب قلت

بحین لفقما رلف عمامۃ طویلۃ ولبس ثیاب واسعۃ اور قنیه میں ہے کہ فقیہوں کے واسطے عمامہ طویلہ باندھنا اور کشادہ لباس پہننا اچھا ہے دنیا
لاباس لبثہ نماز اسود علی عینہ من البیض ثم لعدر قلت ومنہ الرد اور قنیه میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں ریشمی سیاہ کپڑا باندھنا اپنی دونوں آنکھوں پر عذر
کے سبب سے میں کہتا ہوں اور منجملہ عذر مذکور جو پیش کرنا ہے آنکھ کا وہی شرح الوہابیۃ عن المنتقی لاباس بعروۃ التھمیس وزرہ من الحریر لا یتبع
اور شرح وہابیہ میں ہے منتقی سے کہ کچھ مضائقہ نہیں پیرا من میں ریشمی تکرہ اور گھنڈی لگانا اس واسطے کہ وہ تابع ہے پیرا من کا یعنی خود لباس مستقل
نہیں وہی التتار خانہ عن السیر الکبیر لاباس بازلا من الدیاج والذہب اور تانا خانہ میں سیر کبیر سے منقول ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں ریشمی اور سونے
کی گھنڈیوں میں وہی عن مختصر الطحاوی لا یکو علم الثوب من القطنۃ وکیرہ من الذہب قالوا ہذا مشکل فقد خص الشرع فی الکفاف والکفاف
قد ینکون من الذہب انتہی اور تانا خانہ میں مختصر طحاوی سے منقول ہے کہ مکروہ نہیں نقش نگار کپڑے کا چاندی سے اور مکروہ ہے سونے سے
علمانے کہا اور یہ یعنی عدم جواز علم زر مشکل ہے اس واسطے کہ شرع نے کفاف یعنی حاشیہ کی رخصت دی ہے اور کفاف کبھی سونے کا ہوتا
ہے انتہی مافی التتار خانہ قنیه میں ہے علم یعنی نقش نگار سونے سے ذہب منسوج کے مانند چار انگل مرد کے واسطے جائز ہے اور اسی
طرح ٹوپی میں ظاہر مذہب میں جائز ہے چار انگل اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں جیسے حریر کی جائز نہیں انتہی طحاوی نے کہا کفاف سے
ظاہر اس عبارت میں بمعنی خیاطت مراد ہے اور حالانکہ قاموس میں کفاف بالفتح بمعنی مثل اور رزق بقدر کفایت مذکور ہے اور بمعنی خیاطت
کف سے نہ کفاف اور شارح علیہ الصلوۃ والسلام سے جب بکفوفہ بحریر کا پہننا ثابت ہے اس میں چاندی سونا مذکور نہیں تو اس کی تحریر کیا چاہیے تاہل
سے مجھ کو غلبہ تشویشات سے فرصت نہیں انتہی مختصر امام وباللہ التوفیق قاموس میں مذکور ہے کہ کف تھمیس وہ ہے جو دامن کے گرد ہو اور جو لہنا ہو چنانچہ
حاشیہ ثوب کا اور کفاف بالکسر کنارہ ہے اس کا اور جو اس کے گرد ہو انتہی توصاف معلوم ہو گیا کہ کفاف سے حاشیہ زرین اور دامن کا کنارہ مراد ہے
اور قنیه سے ظاہر ہوا کہ چار انگل کا حاشیہ زرین ظاہر مذہب میں جائز ہے تو رخصت شرع بھی ثابت ہو گئی واللہ اعلم وحیل تو سدہ وافر اشہ والہم
علیہ وقالوا لاشافی و مالک حرام وہو الصصح کما فی المواہب قلت فلیحفظ ہذا لکنہ خلاف المشہور اور ریشمی کپڑے کا تکرہ بنانا اور اس کا فرش کچھانا
اور اس پر سو رہنا حلال ہے اور صاحبین اور امام شافعی اور مالک نے کہا حرام ہے اور یہی قول حرمت کا صحیح ہے کما فی المواہب میں کہتا ہوں
تو اس تصحیح کو یاد رکھنا چاہیے لیکن یہ تصحیح مذہب مشہور کے مخالف ہے ہم شریک لایہ میں ہے کہ یہ تصحیح متون معتبرہ مشہورہ اور شروح کے مخالف ہے
اور بعضوں نے کہا ہے کہ ابویوسف امام کے ساتھ ہیں حلت کے قول میں کذا فی الطحاوی واما جملہ دثارا اولذا فانہ یکوہ بالاجماع سراج اور کپڑے کے
اور پر ریشمی پہننا یا ریشمی پا جامہ پہننا سو وہ تو بالاتفاق سب کے نزدیک مکروہ ہے کذا فی السراج ہم شعارہ کپڑا ہے جو بدن سے لگا ہو اور دثار وہ ہے
جو بدن سے متصل نہ ہو واما الجکوس علی القطنۃ فحرام بالاجماع شرح مجمع اور چاندی کی چیز پر تو بیٹھنا بالاجماع حرام ہے کذا فی شرح الجمع وحیل لبس
ماسدہ ابرسیم و لجمۃ غیرہ کلتان و قطن و خز لان الثوب انما یصیر ثوبا بالصبغ والنج باللمۃ فکانت ہی المعبرۃ دون السدۃ اور حلال ہے مشہور
جس کا تانا ریشم ہے اور اس کا بانا ریشم کے سوا اور چیز کا ہے چنانچہ کتان یا اسی کی چھال کا یا روئی کا یا خز یعنی دریائی جانور کے روئی کا اس واسطے
کہ کپڑا تو کپڑا نہیں ہوتا مگر بناوٹ سی اور بناوٹ ہوتی ہے بانے سے تو کپڑے کی حقیقت میں بانا ہی معتبر مگر انہ تانا قلت وہی الشرع لایعین المواہب
یکوہ ماسدہ ظاہر کا لعابی و قیل لا یکوہ ونحوہ فی الاختیار قلت ولا یخفی ان المرجح اعتبار اللمۃ کما یعلم من العزمۃ بل فی الجتبۃ ان اکثر المتأخرون
بخلافہ میں کہتا ہوں اور شریک لایہ میں مواہب سے ہے کہ مکروہ ہے وہ کپڑا جس کا تانا ظاہر اور نمودار ہو چنانچہ عنابی کپڑے میں بانے سے زیادہ
تانا ریشم کا ظاہر رہتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ مکروہ نہیں اور اسی کے مانند اختیار میں ہے میں کہتا ہوں بانے کے اعتبار کرنے کا قول

رجح ہے چنانچہ عزمیہ سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مجتہدین میں صاف مذکور ہے کہ اکثر مشائخ نے برخلاف اس کے فتویٰ دیا ہے یعنی برخلاف کراہت کے کراہت پر فتوے دیا ہے مطلقاً اور اس کی شرح میں ہے جس کا تانا ریشم ہے اور باناروئی وغیرہ کا ہے تو وہ حلال ہے خواہ بانا کم ہو یا زیادہ اور ریشم کے اور بعضوں نے کہا جب بانا غالب ہو تب حلال ہے اور صحیح پہلا قول ہے چنانچہ محیط اور قستانی میں ہے کذا فی الطحاوی و فی شرح الخازن صوف غم اجماعی قلت و ہذا کان فی زمانہ داما الان فمن الحریر و حینئذ فحرم برجدی و تار خانہ فی حفظہ اور شرح مجمع میں ہے کہ خز بفتح خاء و زاء منقطہ مشدودہ دریائی بھیڑ کا صوف ہے انتہی میں کتا ہوں اور یہ یعنی اطلاق خز کا صوف پر فقہاء سابقین کے زمانے میں تھا اور اب تو حریر سے ہوتا ہے اور اس وقت میں تو خز حرام ہے کذا فی البرجدی و التار خانہ تو اس اصطلاح متقدمین اور متاخرین کو یاد رکھنا چاہیے تو حرام کو تدلالت قول سابقین کوئی حلال نہ سمجھے و حل عکسہ فی الحرب فقط لوصفقا یحصل بہ التقاء العدو و لور قیقا حرم بالاجماع لعدم الفائدة سراج او سابق حلال ہے فقط لڑائی میں یعنی جس کا تانا روئی وغیرہ کا ہو اور بانا ریشم کا ہو وہ جنگ میں درست ہے بشرطیکہ وہ گاڑھا ہو جس کے سبب صدات دشمن سے بچاؤ حاصل ہو تو اگر باریک ہوگا تو وہ لڑائی میں باتفاق حرام ہے بے فائدہ ہونے کے سبب سے کذا فی السراج م لفظ ع کا خلل عنقریب محوم ہوگا و اما خالصہ فیکرہ فیہا عنہ خلافا لہما مطلقاً اور خالص حریر یعنی جس کا تانا اور بانا دونوں ریشم ہو تو وہ امام کے نزدیک حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے کذا فی الملتقی م جوہرہ میں ہے کہ اگر حریر باریک ہو تو اس کا پہننا جنگ میں باتفاق امام اور صاحبین اس واسطے کہ حفاظت عدو کا فائدہ اس میں حاصل نہیں انتہی لیکن ظاہر ہدایہ اس کے مخالف ہے اس واسطے کہ اس میں جو حریر اور بیا جنگ میں صاحبین کے نزدیک جائز ہے اس واسطے کہ اس میں جو حریر خالص ہے اور حریر خالص اذیت سلاح کا دافع ہے اور دشمن کو کھ میں رعب ڈالتا ہے اپنی چمک دیک سے انتہی توجب حریر خالص مطلقاً صاحبین کے نزدیک جائز ہوا جنگ میں تو جس کا فقط بانا ریشم ہے کیونکہ نہ ہوگا تو اجماع سابق کی حکایت صحیح نہیں کذا فی الطحاوی قلت و لم ار ما لو غلظت لحمۃ بابر سیم وغیرہ والظاہر اعتبار الغالب میں کتا ہوں میں نے اس کپڑے کا حکم نہیں دیکھا جس کا بانا ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہو اور ظاہر غالب کا اعتبار ہے یعنی اگر ریشم غالب ہے تو حرام ہے اور اگر ریشم غالب ہے تو حلال و فی المحادی الزاہدی بکیرہ ما کان ظاہرہ قز او خط منہ خرو خط منہ قزو ظاہر المذہب عدم جمع المتفرق الا اذا کان خط منہ قزو منہ غیرہ بحیث یری کلا قزاً فاما اذا کان کل واحد مستبیناً کا لطار فی العمامۃ ظاہر المذہب انہ لا یجمع انتہی و اقراء شیخنا قلت و قد علمت ان العجۃ لا للظاہر علی الظاہر فافہم اور حاوی زاہدی میں ہے کہ مکروہ ہے جس کے ظاہر میں تو ریشم نمودار ہو اور حالانکہ اس کی ایک دھاری اون کی و دایک دھاری ریشم کی اور ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے مگر اس صورت میں خطوط متفرقہ جمع کئے جاویں گے جب کہ اس میں ایک دھاری کی ہو اور ایک غیر ریشم کی ہو اس طرح پر کہ سب ریشم ہی دکھائی دیتا ہو سو اگر ایک دھاری جدا جدا نمودار ہو جیسے عمامہ کا نقش و نگار تو ظاہر مذہب ہے کہ متفرقات کو جمع نہ کریں گے انتہی مافی المحادی اور ہمارے استاد نے اس قول کو مان لیا ہے میں کتا ہوں اور مقرر تو عنقریب معلوم کرے کہ حلت اور حرمت میں بانے کا اعتبار ہے نہ ظاہر کی نموداری کا بنا بر قول ظاہر المذہب کے تو اس کو سمجھ لے یعنی اگر اس کپڑے کا ریشم کا نہیں تو وہ مکروہ نہیں گو ریشم ہی نمودار ہو و کیرہ لبس المعصفر و المزعفر الاحمر و الاصفر للرجال و مردوں کو مکروہ ہے کسم کا رنگ کپڑا مذعفران کا رنگ کپڑا سرخ اور زرد م یعنی دونوں قسم کا زعفرانی رنگ سرخ اور زرد مکروہ ہے اور زعفران کے سوا اور چیز کا زرد رنگ مکروہ کذا فی الطحاوی تو معلوم ہوا کہ عہدی اور ناپیل اور بار سنگار وغیرہ کا زرد رنگ مکروہ نہیں مرد کو ہاں مگر ورس کا رنگ بھی مکروہ ہے چنانچہ ری قاضی خاں میں ہے ورس ایک گھاس ہے اس کا رنگ زرد ہوتا ہے مفادہ انہ لا یکرہ للنساء مرد کی قید اس کی مفید ہے کہ کسم اور زعفران

کارنگ عورتوں کے واسطے مکروہ نہیں ہے ولا لباس بسائر اللوان اور کچھ مضائقہ نہیں کسم اور زعفران کے باقی رنگوں میں مرد کے واسطے دینے
 المجبۃ والعتسانی وشرح النقایۃ لابی المکارم لا لباس للبس الثوب الاحمر انتی ومفادہ ان الکراہۃ تنزیہیۃ اور مجتبے اور عتسانی اور ابوالمکارم کی
 شرح نقایہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں سرخ کپڑے کے پہننے میں انتی اور یہ کلام کراہت تنزیہی کا مفید ہے م اس واسطے کہ لباس کا کلمہ اکثر ترک
 اولیٰ میں مستعمل ہوتا ہے کذا فی المنح یہ گفتگو ہے اس سرخی میں جو کسم اور زعفران کے سوا اور چیز سے ہو چنانچہ لاکھ اور مٹی اور رسال اور کرمداد کی مٹی
 لکن صرح فی التحفۃ بالحرمة فافادنا تحریرتہ وہی محل عند الاطلاق قال المصنف قلت وللمشر بن لابی مینار رسالۃ فیہا ثانیۃ اقوال منہا نہ مستحب لیکن تحفہ
 میں ثوب احمر کی حرمت کی تصریح کی ہے نو حرمت کی لفظ نے کراہت تحریمی کا فائدہ دیا اور کراہت تحریمی ہی محل اطلاق کے وقت یعنی جب مطلق
 کراہت بولتے ہیں بلا قید تنزیہ اور تحریم کے تو کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے ایسا کہ اسے مصنف نے اپنی شرح میں شارح نے کہا میں کہتا ہوں
 اور شربلانی کا سرخی کے احکام میں ایک رسالہ ہے اس میں آٹھ قول مذکور ہیں از الجملہ ایک قول یہ ہے کہ ثوب احمر مستحب ہے م الاما اعظم سے روایت
 ہے کچھ مضائقہ نہیں سرخ اور سیاہ رنگ میں کذا فی العالمگیریۃ عن الملقط ولا یحتلی الرجل بذمب وفضۃ مطلقا اور مرد زبور نہ پہنے سونے
 چاندی کا مطلقا کسی حال میں نہ جنگ میں نہ اس کے سوا میں الا بنیاقم ومنطقۃ حلیۃ سیف نہای الفقتہ اذا لم یرد بہ التزین مرد کو سونے چاندی کا زبور
 حلال نہیں مگر انگوٹھی اور کمر بند اور تلوار کا زبور چاندی سے حلال ہے بشرطیکہ اس سے آرائش کا قصد نہ کرے یعنی وہ آرائش جو منجر بہ تجرؤ و تکبر ہو م
 قنیہ میں ہے کچھ مضائقہ نہیں اس کمر بند کا جس کے دونوں کناروں پر چاندی کے دو حلقے ہوں انتی طبریہ میں ہے کہ اگر تمام منطقہ چاندی کا ہو یا اکثر
 تو مکروہ ہے انتی اور تلوار کا زبور اس شرط سے حلال ہے کہ چاندی کی جگہ پر لاقہ نہ لگا دے اور حال سیف منجملہ علیہ سیف ہے ہر چند کمر بند اور حلیہ سیف
 سونے کا درست نہیں لیکن چاندی پر سونے کا طمع درست ہے اس واسطے کہ طلا مستحب ہے کذا فی الطحاری و فی المجتبی لاسیما استعمال منطقہ واسطے
 من دیباج وقیل یحل اذا لم یلغ عرضا ربع اصابع وفیہ بعد سبع ورق ولا یکرہ فی المنطقۃ حلقۃ حدید ونحاس وعظم ویجوز حکم لبس اللؤلؤ اور مجتبے میں ہے
 کہ استعمال ایسی مٹی کا حلال نہیں جس کا بیج دیا ہو اور بعضوں نے کہا حلال ہے بشرطیکہ عرض اس کا س انگل کا نہ ہو اور اس میں سات ورق کے بعدوں ہے
 کہ مٹی میں حلقہ لوہے اور تانبے اور ہڈی کا مکروہ نہیں اور موتیوں کے پہننے کا حکم آگے آدے گا ولا یجوز الا بالفضۃ لحصول الاستغناء بہ اور طحوی
 نہ پہنے مگر چاندی کی بسبب حاصل ہو جانے بے پردائی کے چاندی سے یعنی چاندی سے حاجت رفع ہو گئی تو اب سونے اور لوہے وغیرہا کی کچھ حاجت
 باقی نہ رہی فیہم غیر ما یجوز مع السخنی جواد الیشب والحق وحم طلاخسرو ذہب و حدید و صفرد و صام و ذباج وغیرہا تو چاندی کے سوا
 انگوٹھی پہنا حرام ہے جیسے پتھر اور سونے اور لوہے اور پتیل اور رانگ اور سیسے وغیرہا بدیل گذشتہ یعنی چاندی نے کسی کی حاجت باقی نہ رکھی اور
 سرخی نے جواز یشب اور عقیق کی تصحیح کی ہے اور طلاخسرو نے درر غرر میں سب پتھروں کی انگوٹھی کو جائز کہا ہے م یہ گفتگو حلقۃ انگشتی میں ہے
 اور نگین تو بالاتفاق درست ہے چنانچہ اس کا ذکر عنقریب آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پتیل کی انگوٹھی کو فرمایا کہ اس سے بتوں کی بوائی ہے
 اور لوہے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ دوزخیوں کا زبور ہے اور سونے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ زبور ہے بہشتیوں کا کذا فی العینی شرح الہدایۃ ابن داؤد والترمذی
 والنسائی بعض اشخاص یشب میں کشف اور شرم درست کہتے ہیں فاذا ثبت کراہۃ لبس اللعظم ثبت کراہۃ بیعہا وصوغہا لما فیہ من الاعانۃ علی مالکونہ
 وکل ماوی الی مالکونہ لایجوز وتمامہ فی شرح الوسیانۃ پھر جب سونے وغیرہ کی انگوٹھی پہننے کی کراہت ثابت ہو گئی تو اس کو بیچنے اور بنانے کی بھی
 کراہت ثابت ہو گئی اس لئے کہ اس میں اعانت ناجائز ہے اور جو بغل کر ناجائز کی طرف مودی ہو وہ بھی ناجائز ہے اور اس کا تمام بیان شرح
 و بیانیہ میں ہے والحیرۃ بالحلقۃ من الفضۃ لا بالفضۃ فیجوز من مجر و عقیق و یاقوت وغیرہا اور چاندی کی انگشتی میں حلقہ کا اعتبار ہے نہ نگین کا

اگر چاندی کا حلقہ ہو تو نگینہ ہر چیز پتھر اور قیمتی اور باقوت وغیرہ کا جائز ہے مگر یہ جو مذکور ہوا کہ پتھر کی انگوٹھی جائز نہیں تو مراد یہ ہے کہ پتھر کا حلقہ انگشتی کا درست نہیں پتھر کا نگینہ درست ہے وصل مسال الذہب فی حجر الفضة اور حلال ہے سونے کی کیل پتھر کے نگین میں م کیل ٹھونکی جاتی ہے استحکام کے واسطے تاکہ نگینہ مٹیوں سے جدا نہ ہو و جب جائز یہ ہے کہ سناہیاں چاندی کا تابع ہے تحریر کے نقش و نگار کے مانند و بجعلہ بطن کفہ فی یدہ ایسے وقیل لہی الا انہ من شعار الروافض فیجب التحرز عنہ قستانی وغیرہ قلت ولعلہ کان وہان فقبصر اور انگوٹھی کو کف دست کے اندر رکھے بائیں ہاتھ میں اور بعضوں نے کہا دینے ہاتھ میں مگر یہ طریقہ ہے رافضیوں کا تو اس سے پرہیز کرنا واجب ہے کذا فی القستانی وغیرہ میں کتابوں اور شاید کہ یہ بھی رافضیوں کا طریقہ ہوگا سو منفصل اور منقرض ہو گیا سو دیکھ لے م عورتیں انگوٹھی ظاہر کف دست کی طرف رکھیں برخلاف مردوں کے اس واسطے کہ عورت زینت کے واسطے پہنتی ہے اور مرد حاجت کے واسطے کذا فی محیط السرخسی و نقیض اسمہ او اسم اللہ تعالیٰ لا تمثال طیر و انسان ولا محمد رسول اللہ ولا زید علی مثقال اور نگین پر اپنا نام یا اللہ تعالیٰ کا نام نقش کرے چڑیا یا آدمی کی صورت نقش نہ کرے اور نہ محمد رسول اللہ کا کدہ کرے اور نہ وزن انگوٹھی کا مثقال سے زیادہ کرے مگر اگر اللہ تعالیٰ کا نام ہو تو انگوٹھی رستین یا داہنے ہاتھ میں کرے اگر بائیں ہاتھ میں ہو محمد رسول اللہ کا کدہ اس واسطے درست نہ ہوا کہ خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نقش خاتم تھا اس طرح کہ ایک سطر میں محمد منقوش تھا اور دوسری سطر میں رسول اور تیسری میں اللہ اور چوتھی میں محمد پر لغم القادر اللہ تھا اور غیر فاروق کا نقش نگین کفہ بالموتی و اسطفاً اور ذی النورین کا نقش محمد بن اویس و لہذا من اور علی مرتضیٰ کا نقش الکرکندہ اور امام ابو حنیفہ کا نقش قل الخیر و الانفاست اور امام ابو یوسف کا نقش من عمل برائیہ فقد ندم اور محمد بن من کا نقش من صبر غفر تھا کذا فی الطحاوی عن الدر المنثور عن البستان مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشے ہے و ترک التعمیم لغير السلطان والقاضی ذی حاجۃ الیہ مکتولی الفضل اور سلطان اور قاضی اور محتاج الیہ چنانچہ متولی کے غیر کو انگوٹھی کا ترک کرنا افضل ہے مگر اپنے بادشاہ اور قاضی اور متولی وقف محتاج الیہ خلائق ہیں تو ان کو مہر رکھنا ضروری ہے ان کے سوا اور شخصوں کو حاجت نہیں تو بہتر یہ ہے کہ ترک نختم کریں یہ قول ہے تشریفی کا اور فقہ ابواللیث نے کہا بعضوں نے غیر سلطان کے واسطے انگوٹھی رکھنا مکروہ کہا ہے لیکن جمہور علمائے اس کی اجازت دی ہے چنانچہ جو اہر اخلاطی میں ہے کذا فی العالمگیریۃ ولا یشد سنہ المتحرک بذہب بل بفضتہ و جوز ہما محمد اور اپنے ہلتے دانت کو سونے کے تار سے نہ باندھے بلکہ چاندی سے باندھے اور محمد نے چاندی سونے دونوں سے جائز کہا ہے و تخیذ النفا منہ لان الفضة تنبتہ اور سونے سے ناک بنا دے یعنی دھورت طلح اس واسطے کہ چاندی گندہ کر دیتی ہے اس کو ذکرہ الیاس البصبی ذہباً و حریراً فان ما حرم لبسہ و شربہ حرم الباسہ و شربہ اور طفل صغیر کو سونا اور ریشمی کپڑا پہنانا مکروہ ہے اس لئے کہ جس کا پہنانا اور پہنا بھی حرام ہے مگر حدیث میں سونا اور ریشمی کپڑا مرد پر لازم ہے خواہ مرد بالغ ہو یا نابالغ لایکرہ خرقۃ لوضوء بالفتح لبقیۃ بلہ او مخاطب او مرق لولحاجۃ و لوللتکرر مکرہ نہیں رومال رکھنا وضو کا پانی پونچھنے کے واسطے یا رینٹ یا پسینہ پونچھنے کے واسطے شہر طیکہ رنج حاجت کے واسطے ہو اور اگر رومال تکبر اور تجتر کے واسطے ہو تو مکروہ ہے شارح نے کہا وضو بفتح و او عبارت ہے اس تری سے جو وضو کرنے کے بعد اس اعضا پر باقی ہو و لا التیمیئۃ ہی خیط یربط باصبع او خاتم لکن کراشئہ والحاصل ان کل ما فعل تجبر کرہ و ما فعل لا عنایۃ اور تمیئۃ مکروہ نہیں تمیئۃ وہ تاگا ہے جو انگلی یا انگوٹھے پر باندھا جائے بات یاد رکھنے کے واسطے اور خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز تکبر کے واسطے کرے وہ مکروہ اور جو ضرورت اور حاجت کے واسطے کرے وہ مکروہ نہیں کذا فی العنایۃ

ف نقوش نگین اکبر ۱۱ اچھا قاعد اللہ تعالیٰ ہے ۱۲ کافی ہے موت نصیحت کو ۱۳ صبر کردہ مذمت اسٹائے گا ۱۴ ملک اللہ کا ہے ۱۵

۱۶ بہتر کہ مرد چپ ۱۷ جس نے اپنی رائے پر عمل کیا وہ شرمندہ ہوا ۱۸ جس نے صبر کیا وہ جیت گیا ۱۹

فخرج مسد ملحقہ شارح فی المجتبى التيممة المسكوه ما كان بغیر العربیة مجتبیٰ میں ہے کہ مکروہ تعویذ وہ ہے جو عربی کے سوا اور زبان میں ہو تعویذی تعویذ میں
مضائق نہیں لیکن بیت الخلا جالے میں اور قربت کے وقت میں اتار ڈالے کذا فی العالمگیریۃ

فصل فی النظر والمس

اس فصل میں دیکھنے اور چھونے کے احکام مذکور ہیں بنظر الرجل من الرجل ومن غلام بلغ حد الشوۃ مجتبیٰ ولہ
امر و صبح الوجه و قد مر فی الصلوۃ اور دیکھے ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو اور اس گبرو کے بدن کو جو حد شہوت

کو پہنچ گیا ہو یعنی مرہق قرب البلوغ کو کذا فی المجتبى اگرچہ وہ بے رشیہ خوبصورت ہو اور اس کا ذکر کتاب الصلوۃ میں گذر گیا م امر و صبح کا دیکھنا
اس وقت حلال ہے جب کہ شہوت کی راہ سے اس کو نہ دیکھے والا وہ بمنزلہ عورت کے ہے از سر تا قدم اس کو دیکھنا اور خلوت کرنا حلال نہیں کذا فی
فی العالمگیریۃ والا ولی تنکیر الرجل لکلا یتوہم ان الاول عین الثانی و کذا الکلام فیما بعد فتستانی قلت و قرینۃ المقام تکفی فتدبر اور میریہ تھا کہ مصنف

لفظ رجل کو مکروہ لاتا نہ معترف بالف و لام تاکہ اس کا وہم نہ آتا کہ رجل اول رجل ثانی کا عین ہے اس واسطے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب باللام مکروہ

آتا ہے تو ثانی عین ہوتا ہے اول کا اور اسی طرح کا کلام ہے اس کے مابعد میں یعنی تنظر المرأة من المرأة کذا فی الفتستانی میں کتا ہوں اور قرینۃ

مقام معانرت کے واسطے کفایت کرتا ہے ثم نقل عن الزاہدی انه لو نظر لعودة غیرہ باذنہ لم یاثم قلت وفيه نظر ظاهر بل لفظ الزاہدی نظر لعودة غیرہ

وہی غیر بادیہ لم یاثم انتہی فلیحفظ پھر فتستانی نے زاہدی سے یہ نقل کیا کہ ایک مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو دیکھے اس کے اذن سے تو گنہ گار نہ ہوگا لیکن

کتا ہوں اس میں تو صریحا اعتراض ہے بلکہ زاہدی کی عبارت یوں ہے کہ ایک مرد نے غیر شخص کی شرمگاہ کی طرف نظر کی اور حالانکہ اس کی شرمگاہ

غیر ظاہر ہے یعنی کپڑے سے ڈھکی ہے تو دیکھنے والا گنہ گار نہ ہوگا انتہی کلام الزاہدی تو فتستانی کی غلط فہمی کو یاد رکھنا چاہیے م زہدی میں ہے عورت

کے بدن میں تامل کرنے کا مضائقہ نہیں اگر اس پر کپڑے ہوں بشرطیکہ کپڑے سے اس کا حجم معلوم نہ ہوتا ہو اور اگر حجم معلوم ہوتا ہو تو نظر نہ کرے بدلیل

حدیث رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جو عورت عورت کو تامل کرے اور اس کے کپڑے دیکھے بیان تک کہ اس کی ہڈیوں کا حجم ظاہر ہو جائے

وہ شخص بہشت کی خوشبو نہ سونگے گا کذا فی الطحاوی نسوی مابین سر منہ الی ماتحت رقبۃ فالرکبۃ لعودۃ لا استقر ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو

دیکھے سوائے اس بدن کے جو مابین اس کی ناف کے ہے اس کے گھٹنوں کے نیچے تک یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک نظر کرنا حلال نہیں تو عبارت

متن سے معلوم ہوا کہ نہ انور عورت اور واجب المستربے اور ناف عورت نہیں م عورت غلیظہ مبال اور میرز سے اس کے بعد زانو اس کے بعد زانو

تو اگر غیر شخص کا زانو کھلا دیکھے تو اس پر نرمی سے انکار کرے نزاع نہ کرے اور اگر ان کھلی دیکھے تو اس پر درشتی سے انکار کرے اور اگر عورت غلیظہ

کھلی دیکھے تو ڈھکنے کا امر کرے اور ادب دے یعنی اگر نہ مانے تو مارے کذا فی العالمگیریۃ ومن عرسہ و امۃ الجلال لہ وطیما فخرج الجوسیۃ والامۃ

والمشترکہ و مشکوۃ غیر المحرمۃ برضاۃ او مصاہرۃ حکما کالاجنبیۃ مجتبیٰ و لیشکل بالمفضاۃ فانہ لا یحل لہ وطیما و بنظر ایضا فتستانی قلت و قد کباب

بانہ علی الی فرجہا لبشوة وغیرہ والا ولی ترکہ لانہ یورث النسیان اور مرد اپنی زوجہ کی اور اپنی اس لونڈی کی جس کی قربت اس کو حلال ہے فرج

کی طرف نظر کرے شہوت سے اور بدوں شہوت کے اور شرمگاہ کا نہ دیکھنا بہتر ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہے حلال لونڈی کی تید سے مجوسی لونڈی

اور مکاتبہ لونڈی اور خیراکت کی لونڈی اور غیر کی منکوحہ لونڈی اور جو لونڈی کہ خیر خوار کی یا مصاہرت کے سبب سے حرام ہے نکل گئی اس واسطے

کہ ان لونڈیوں کا حکم بیگانی لونڈی کی برابر ہے کذا فی المجتبى اور اس قاعدہ پر کہ جس کی وطی درست ہے اس کی شرمگاہ دیکھنا درست ہے

وارد ہوتا ہے اس عورت کا جس کا پیش اور پس ایک ہو گیا ہے پردہ پھٹ کر کہ اس کی وطی تو حلال نہیں اور نظر کرنا حلال ہے کذا فی الفتستانی

کتاب ہوں اور گاہے یوں جو بیا جاتا ہے اس اعتراض کا کہ قاعدہ مذکورہ اکثر یہی ہے نہ کلی م لوندی کی حرمت بالمصاہرۃ کی صورت یہ ہے کہ مذکورہ وہاں ہو یا بیٹی ذیلی میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ زوجین میں سے ایک دوسرے کی شرع گاہ کو نہ دیکھے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو تستر کرے جتنا ہو سکے اور دونوں برہنہ نہ ہو جاویں گدھوں کے مانند کذا فی الطحاوی ومن محرمہ ہی من لا یحل لہ لکاحا ابدانہا بسبب اور بسبب ولونہا الی الراس والوجہ والصدر والساق والعضدان امن شہوتہ وشہوتہا ایضا ذکرہ فی المداۃ فمن قصر علی الاول فقصر ابن کمال اور دیکھے مرد اپنی محرم عورت کا سر اور منہ اور سینہ اور پیٹ کی اوڑھنا اگر اپنی شہوت سے بے خوف ہو اور اس کی شہوت سے بھی سیا ذکر کیا ہے ہذا میں سو جس شخص نے مرد کی شہوت پر اقتضایا کیا سو اس نے قصور کیا بیان میں کذا ذکرہ ابن کمال محرم وہ عورت ہے جس کے ساتھ نکاح کرنا مرد کو بھی حلال نہیں بسبب نسب کے یا بسبب کے اگرچہ حرمت سببی حرام کاری سے ہوم محرمات نسبی چنانچہ ماں بہن خالہ عمہ دادی مانی اور محرمات سببی چنانچہ دایہ اور اس کے اصول اور فروع اور خوشدامن والا لا اور اگر طرفین سے خوف ہو شہوت کا تو اعضا مذکور کی طرف نظر کرنا حلال نہیں لا الی النظر والبطن خلافاً لشافعی والحنبل نہ دیکھے مرد اپنی محرم عورت کی پیٹھ اور پیٹ اور ران کی طرف پیٹھ اور پیٹ میں اہم شافعی کا خلاف ہے واصلہ قولہ تعالیٰ ولا یبیدین نہ یستن الا لبعوثین الا یہ وتلك المذكورات مواضع الزنیۃ بخلاف النظر ونحوہ اور نظر محرم میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنی ازواج کو یا اپنے آباء اور اجداد کو یا اپنی ازواج کے آباء اور اجداد کو یا اپنے فرزندوں کو یا اپنی ازواج کے فرزندوں کو یا اپنے بھائیوں کو یا بھتیجوں کو یا بھانجوں کو یا اپنی عورتوں کو یا مملوک کو اور یہ اعضا مذکورہ مواضع میں زینت کے برخلاف پیٹھ اور پیٹ کے کہ وہ زینت کے مکان نہیں مآیہ شریف میں نفس زینت اور زیور مرد نہیں اس واسطے کہ زیور کو مطلقاً نظر کرنا مباح ہے لیکن مواضع زینت کے مرد میں تو سرتاج کا مکان ہے اور چہرہ سرمہ کا مکان ہے اور گردن اور سینہ ہار اور حلیہ وغیرہ کا موضع ہے اور کان بالیوں کی جگہ ہے اور بازو موضع ہے بازو بند کا اور کلائی کنگن اور جوڑیوں کی جگہ ہے اور کف دست موضع انگشتی اور حنا بندی ہے اور پیٹ موضع غلام ہے اور قدم محل حنا بندی ہے کذا فی الزیلعی اور بال موضع ہے موباف کا کذا فی العینی وحکم امتہ غیرہ ولودیرۃ اوام ولد کذا لک فی نظر البیہا کمرہ اور غیر شخص کی لوندی کا حکم اگرچہ وہ مدبرہ یا ام ولد ہو اسی طرح ہے تو مرد اس کو دیکھے اپنی محرم عورت کے مانند م لوندیاں گھر باہر کے کام کے واسطے ہوتی ہیں تو اگر ان کے اعضا مذکورہ کا کھنا جائز نہ ہوتا غیروں سے تو نہایت تنگی ہوتی تو ضرورت اباحت نظر اور لمس کی موجب ہوتی وما حل نظره مما من ذکر ادانتی حل لمسہ اذا من الشہوتۃ علی لفسہ علیہا لاند صلے اللہ علیہ وسلم کان یقبل راس فاطمہ وقال علیہ الصلوۃ والسلام من قبل رجل امہ فکانما قبل عتیۃ الجنۃ وان لم یامن ذلک اوشک فلا یحل لہ النظر لمس کشف الحقائق لابن سلطان و مجتہ اور جس کا دیکھنا حلال ہے منجملہ مرد یا عورت کے جو بیان ہو چکا تو اس کا چھونا بھی حلال ہے بشرطیکہ مرد کو اپنی ذات پر اور عورت کو اپنی ذات پر شہوت کا خوف نہ ہو اس واسطے چھونا درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا علیہا السلام کا سر چومتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مرد اپنی ماں کا قدم چومے تو اس نے گویا آستانہ بہشت کو چوما اور اگر شہوت کا خوف ہو یقیناً یا تردد کرے شہوت اور عدم شہوت میں تو اس کو حلال نہیں نظر کرنا اور چھونا کذا فی کشف الحقائق لابن سلطان و المجتبی الامن اجنبیۃ فلا یحل مس وہا و کھا وان امن الشہوتۃ لاند غلط ولذا ثبت بہ حرمتہ المصاہرۃ جس کا دیکھنا حلال اس کا چھونا حلال ہے اجنبی عورت کے سوا کہ اس کا چہرہ اور کف دست دیکھنا حلال مگر ان کا چھونا حلال نہیں اگرچہ مرد کو شہوت کا خوف نہ ہو اس واسطے کہ چھونا سخت تر ہے نظر سے اور اسی واسطے چھونے سے حرمت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے کسی عورت کے سر کو چوما تو اس نے گویا آستانہ بہشت کو چوما

مصاہرت کی ثابت ہو جاتی ہے و ہذا فی الشاہدہ واما العجز الی لا تشتی فلا بأس بمصافحتہا و مس یدہا اذ ان اور یہ یعنی چہرہ اور کف دست کا نہ چھونا اجنبی جوان عورت کے حق میں ہے اور ایسی مذہب بڑھی جو شہوت اور رغبت کے لائق نہیں رہی تو اس کے مصافحہ کرنے اور اس کے چھونے کا مصافحہ نہیں جب کہ شہوت سے نڈر ہو و مستی جازا لمس جاز سفرہ بہا و یخلوا اذا امن علیہ و علیہا والا لا اور جب کہ بڑھی کا ہاتھ چھونا درست ہوا تو مرد کو اس کے ساتھ سفر کرنا بھی درست ہوگا اور خالی مکان میں اس کے پاس ہونا بھی جائز ہے بشرطیکہ دونوں طرف سے شہوت کا خوف نہ ہو اور اگر شہوت کا احتمال ہو تو خلوت اس کے ساتھ بھی درست نہیں کذا فی العالمگیریۃ عن المیوطی فی الاشباہ و النحلۃ بالاجنبیۃ حرام الا باللازمۃ مدینۃ ہریت و دخلت خربۃ او کانت عجزا شوہا و او کجائل اور اشباہ میں ہے کہ خلوت یعنی خالی مکان میں مرد کا ہونا اجنبی غیر محرم عورت کے ساتھ حرام ہے مگر اس عورت مدینہ کی ملازمت کے واسطے خلوت درست ہے جو صاحب دین سے بھاگی اور دریائے گھر میں گھس گئی یا خلوت درست ہے اس بڑھی عورت سے جو نہایت بد صورت ہو یا خلوت درست ہے کسی چیز کے حامل ہونے کے سبب سے یعنی کوئی چیز مرد عورت اجنبی کے درمیان آڑا کر ہو اور وہ دونوں ایک مکان میں ہوں کذا فی الموطاوی عن الاشباہ و النحلۃ بالمحرم مباحۃ الا لاخت رضاعا و الصغرۃ الشاہدہ اور خلوت محرم عورت کے ساتھ مباح ہے مگر رضاعی بہن اور خوش دامن جوان کے ساتھ خلوت مباح نہیں فی الشریعۃ مغلزۃ الجومرۃ و لا یكلم الا اجنبیۃ الا عجزا عطست یوسلت فی شمتہا و یرید السلام علیہا والا لا اور شریعۃ میں جو ہرۃ سے منقول ہے اور مرد نہ بولے اجنبی عورت سے مگر جب کہ بڑھی عورت چھینکے یا سلام کرے تو مرد اس کو یرحمک اللہ کہے اور سلام کا جواب دے اور اگر جوان ہو تو جواب نہ دے یعنی بلند آواز سے م خانہ میں ہے کہ جب غیر محرم عورت مرد کو سلام کرے اگر بڑھی ہے تو مرد آواز سے جواب دے کہ وہ سنے اور اگر جوان عورت ہو تو سلام کا جواب اپنے دل میں کہے اور مرد اگر اجنبی عورت کو سلام کرے تو اس میں بالعکس حکم ہے خانہ میں ہے کہ اگر مرد چھینکے اور عورت یرحمک اللہ کہے تو اگر بڑھی ہے تو جواب دے اور اگر جوان ہے تو اپنے دل میں جواب دے غرائب میں ہے کہ اگر جوان خولصورت عورت چھینکے تو غیر محرم مرد پکار کے یرحمک اللہ نہ کہے کذا فی الموطاوی و بہان ان لفظہ لانی نقل لغستانی و یلکما بالاحتیاج الیہ زائدۃ فیکتبہ اور جوہرہ کی روایت مذکورہ سے ظاہر ہو گیا کہ لفظ لغستانی کی اس نقل میں زیادہ ہے یعنی و یلکما بالاحتیاج الیہ تو آگاہ رہنا م یعنی اگر لفظ زائد نہ ہو تو کلام غیر ضروری کا جو لز ثابت ہوا اور حالانکہ جوہرہ سے مذکور ہو چکا کہ اجنبی عورت سے کلام نہ کرے و لہ مس ذلک اسے مائل نظرہ اذا اراد الشر او ان خاف شہوتہ للضرورة قیل لانی زمانا و بہ جزم فی الاختیار اور اس کا چھونا یعنی جس کا دیکھنا حلال ہے اس کا چھونا مرد کو درست ہے جب کہ لوٹڈی کی خرید کا ارادہ کرے اگرچہ چھونے میں شہوت کا خوف ہو چھونا درست ہوا ضرورت کے سبب سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں چھونا درست نہیں اور عدم جواز پر یقین کیا ہے اختیار میں م یعنی اگر لوٹڈی کی خرید کا ارادہ کرے تو چہرہ اور ہاتھ پاؤں ٹوٹنا درست ہے تا مالم ہو کہ نرم بدن ہے یا سخت و امۃ بلغت حد الشہوتۃ لا تعرض علی البیع فی ازار و احد یستر ما بین السرة و الركبتہ لان ظہرہا و بطنہا عورة اور جو لوٹڈی حد شہوت کو پہنچ گئی ہو اس کو بیع کے واسطے پیش کرنا نہ چاہیے ایک تہ بند میں جو ناف سے زانو تک چھپا دے اس واسطے کہ اس کی پیٹھ اور پیٹ کا چھپانا فرض ہے و یستر من الاجنبیۃ ولو کافرة محبتہ الی و جہہا و کفہا فقط للضرورة قیل و القدم و الذراع اذا جرت نفسها للجز تار خانۃ اور اجنبی غیر محرم عورت کے بدن سے اگرچہ وہ کافر ہو کذا فی المجتبی دیکھے مرد فقط اس کے چہرہ اور دونوں کف دست کو ضرورت کے سبب سے بعضوں نے کہا اور قدم اور ہاتھ کو بھی دیکھنا جائز ہے جب کہ وہ نوکری روٹی پکانے کی کرے کذا فی التاتار خانیم قدم اجنبیہ کی عورت

ملہ کلام کرے اس کے ساتھ جس کی حاجت مد ہو ۱۲

ہونے میں انک اور مشائخ سے اختلاف ہے ہدیہ اور قاضی خاں کی شرح جامع صغیر میں اس کی تصریح ہے کہ قدم عورت نہیں اور محیط میں اسی کو اختیار کیا ہے اور قطع اور قاضی خاں نے اپنے فتاویٰ میں اس کے عورت ہونے کی تصریح کی ہے اور بیجا بی اور ریحانی نے اسی کو ہند کیا ہے اور صاحب اختیار نے اس کی تصحیح کی ہے کہ نماز میں تو قدم عورت نہیں اور نماز کے باہر عورت ہے اور شرح منیہ میں مطلقاً عورت ہونے کی ترجیح دی ہے احادیث سے کذا فی الطحاوی وعبد لا کالاجنبی معھا فینظر لوجہھا وکفہا فقط نعم یدخل علیھا بلا اذنھا اجماعا ولا یسا فرسبا اجماعا خلاصۃ وعند الشافعی و مالک یمنظر لکمرہ اور عورت کا غلام اس کے ساتھ اجنبی مرد کی برابر ہے تو فقط اس کا چہرہ اور کف دست پر نظر کرے ال اس کے پاس جایا کرے بدوں اس کے اذن کے بالاتفاق اور تنہا اس کے ساتھ سفر نہ کرے بالاتفاق کذا فی الخلاصۃ اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک غلام اپنی بی بی کو دیکھے اس کے محرم کے مانند فان خاف الشہوة ادشک اتنفع نظره الی وجہھا فقل النظر مقید بعدم الشہوة والا فحرام و ہذا فی زمانہ واما فی زمانہ فتغ من الشاہدۃ فتسانی وغیرہ پھر اگر شہوت کا خوف ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو مرد کا نظر کرنا عورت کے چہرہ ممنوع ہے تو نظر کا حلال ہونا شہوت نہ ہونے کے ساتھ مقید ہے اور نہیں تو حرام ہے اور یہ یعنی علت نظر در صورت عدم شہوت اگلے لوگوں کے زمانہ میں تھا اور ہمارے زمانہ میں تو جوان عورت کا چہرہ دیکھنا ہر طرح ممنوع ہے یعنی فبا د زمانہ کے سبب سے کذا فی الفتاویٰ وغیرہ الا النظر والمس لحاجۃ کعاض و شاید حکم و شاید علیہا لف و نشر مرتب لا لتسل الشہادۃ فی الاصح مگر اجنبی عورت کا دیکھنا اور چھونا حاجت اور ضروریات کے سبب سے حلال ہے چنانچہ اس قاضی کا عورت کو دیکھنا جو فیصد کرتا ہے اور اس شاید کا دیکھنا جو مدعا علیہا عورت پر گواہی دیتا ہے جائز نہیں شاید کا دیکھنا نقل شہادت کے واسطے صحیح تر قول میں شارح نے کہ حکم اور شہید میں لف نشر مرتب ہے ہم لینے اگر عورت اپنے دعوے کرنے کے واسطے کسی کو شاید کرتی ہو تو اس کو نظر کرنا درست نہیں اور اگر کسی مدعی نے عورت پر دعوے کیا ہو تو اس صورت میں شاید کو نظر کرنا شناخت کے واسطے حلال ہے زلیعی نے کہا کہ قاضی اور شاہد پر واجب ہے کہ صرف حکم اور ادائے شہادت کی نیت سے دیکھیں نہ قضاء شہوت کے واسطے تا بقدر امکان امر قبیح سے بچیں و کذا امر یدلکما حما و لو عن شہوة فبیت السنۃ لا قضاء الشہوة اور اسی طرح نکاح کے ارادہ کرنے والے کو عورت کا چہرہ دیکھنا درست ہے گو شہوت ہو اتباع سنت کی نیت سے دیکھے نہ قضاء شہوت کے قصد کے مگر ترمذی اور نسائی میں ہے کہ جب مغیر بن شعبہ نے ایک عورت سے نکاح کا قصد کیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو دیکھتا کہ تم دونوں میں موافقت اور الفت رہے زلیعی نے کہا لیکن عورت مذکورہ کا چہرہ اور کف دست چھونا درست نہیں کذا فی الطحاوی و شرائہا و مداواتہا اور اسی طرح عورت کے خرید کرنے والے کو اور اس کے علاج کرنے والے کو نظر کرنا درست ہے فی نظر الطیب الی موضع مرضہا بقدر الضرورة اذ الضرورات تتقدر بقدر علاج کرنے والا طبیب عورت کی بیماری کی جگہ کو بقدر ضرورت کے نظر کرے اس واسطے کہ امور ضروریہ بقدر ضرورت ہی کے متعین ہوتے ہیں مگر شمس الاممہ حلوانی نے کتاب الصوم کی شرح میں کہا کہ حقنہ فقط ضرورت میں جائز ہے اور اگر ضرورت نہ ہو لیکن اس میں ظاہر منفعت ہو اس طرح کہ حقنہ کے سبب سے قوت باہ حاصل ہوتی ہو تو ہمارے مذہب میں حقنہ حلال نہیں اور اگر خشکی بدن کی اور رخاوت ایسی غالب ہو جس سے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو حلال ہے اور نہیں تو حلال نہیں کذا فی الطحاوی و کذا فی نظر قابہ و حتان اور اسی طرح دائی جنائی کا نظر کرنا اور حقنہ کرنے والے کا بقدر ضرورت حلال ہے مگر سراجیہ میں ہے کہ حتی الامکان نظر کو بند رکھے یعنی اگر ہاتھ سے کام نکلے تو نظر نہ کرے اور اگر بدوں نظر کے مطلب نہ ہو سکے تو فقط ایک دو بار موضع مرض پر کفایت کرے اجازت عام نہ سمجھے و شیخی ان یعلم امرأۃ تداوی لالان نظر الجنس الی الجنس اخف اور لائق یوں ہے کہ طبیب عورت کا علاج کرنا کسی عورت کو سکھا دے کہ وہ عورتوں کا علاج کیا کرے اس واسطے کہ ہم جنس کی نظر سبک تر ہے غیر جنس سے ہم عورت کو علاج کرنا سکھانا مستحب نہیں بلکہ واجب ہے چنانچہ فتاویٰ قاضی خاں

کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت کے قرحہ ہے وہاں جاں مرد کو دیکھنا حلال نہیں تو اس کا علاج عورت کو سکھانے اور اگر عورت نے
یا عورت بے سلیقہ ہو تعلیم سے علاج نہ کر سکے اور خوف ہوشیت درد اور ہلاکی کا تو سارا بدن چھپا کر فقط قرحہ کی جگہ مرد دیکھے پھر اس کی دوا کرے اور
اپنی آنکھ بجائے رہے سوا اس جگہ کے اور اس میں محرم اور غیر محرم عورت کا کچھ فرق نہیں ہے اس واسطے کہ اعضاء واجب السترا دیکھنا حلال نہیں بحریت
کے سبب سے بھی وینتظر المرأة المسلمة من المرأة كالرجل من الرجل عورت مسلمان دیکھے عورت کو جس قدر مرد نظر کرتا ہے دوسرے مرد کو
مسی زیناف سے زیر الزنا تک عورت کا دیکھنا عورت کو حلال نہیں اس کے سوا اور بدن کا نظر کرنا درست ہے اس واسطے کہ ضرورت دہی انکشاف ہے
اپس میں مجاہست کی جہت سے اور اندام شہوت کے سبب سے غالباً سراجیہ میں ہے کہ عورت کو عورت کا پیٹ دیکھنا شہوت سے درست نہیں
وقیل كالرجل للمحرم والاول اصح سراج اور بعضوں نے کہا ایک عورت دوسری عورت کو دیکھے جس قدر مرد دیکھتا ہے اپنے محرم کو یعنی پیٹ اور پیٹ کو
نزدیکے اور ہلا قول صحیح ہے کذا فی السراج وکنظر المرأة من الرجل كنظر الرجل من الرجل ان امت شہوت تھا اور اسی طرح عورت مرد کو
دیکھے جتنا مرد دیکھتا ہے مرد کو بشرطیکہ اس کو شہوت ہونے کا خوف نہ ہو فلو لم تامن او خافت او شکت حرم استحسانا كالرجل هو اصح فی الفصیلین تارخانہ
معز یا لمضمرات اور اگر عورت کو شہوت سے امن ہو یا خوف شہوت ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو عورت کو مرد کی طرف نظر کرنا حرام ہے بلی اتنا
کے جیسے مرد کو عورت کی طرف نظر کرنا درصورت خوف شہوت یا شک کے حرام ہے اور یہی قول صحیح ہے دونوں صورتوں میں یعنی عورت کی نظر میں مرد کی طرف
یا مرد کی نظر میں عورت کی طرف کذا فی تارخانہ منسوبا الی المضمرات والذمیتہ كالرجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر الی بدن المسلمة مجتبیٰ اور ذمیرہ یعنی کافرہ مطیع الاسلام
اجنبی مرد کی مانند ہے صحیح تر قول میں تو ذمیرہ عورت مسلمان عورت کی طرف نظر نہ کرے سوائے چہرہ اور کف دست جکے کذا فی المجتبیٰ م اور لائق نہیں کہ صالہ عورت
کو فاجرہ بدکار عورت دیکھے اس واسطے کہ وہ اس کی صورت کو مردوں سے بیان کرے گی تو اپنی چادر اور اوڑھنی اس کے سامنے نہ اتارے اور حلال نہیں
عورت مومنہ کو کہ اپنی شرگاہ مشرکہ یا کتابیہ کے سامنے کھولے کذا فی السراج کل عضو لا یجوز ان تنظر الیه قبل الانفصال لا یجوز لبعده ولو بعد الموت
کشعر عانة وشعر راسها وغظم ذراع حرة میتة وساقها وقلامة ظفر رجليها دون یدها مجتبیٰ اور جس عضو کا دیکھنا جائز نہیں قبل از انفصال بدن کے تو اس کا
نظر کرنا بعد انفصال کے بھی جائز نہیں اگرچہ انفصال موت کے بعد ہو چنانچہ موسے زنا عورت یا مرد کے اور عورت کے سر کے بال اور آواز مرد و عورت
کی کلائی اور نیڈلی کی ہڈی اور عورت کے پانوں کا ناخن تراشا ہونا اس کے ہاتھ کا کذا فی المجتبیٰ وفي النظر الی ملأه الاجنبیة بشهوة حرام اور مجتبیٰ میں ہے
کہ عورت اجنبی کی چادر کی طرف نظر کرنا شہوت سے حرام ہے وفی الاختیار وصل لشعر بشعر الاودی حرام سوا کال شہر ہا او شعر غیر بالقولہ صلی اللہ علیہ وسلم
لعن اللہ الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة والنامصة والنامصة التي تنف الشعر من الوجه والمستنصبة التي تغسل
بها ذلک اور اختیار شرح مختار میں ہے اور جوڑنا بال کا آدمی کے بال سے حرام ہے خواہ اسی عورت کا بال ہو یا غیر عورت کا بلی حدیث رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ خالفت کرے اس عورت پر جو بال جوڑ دے دوسری عورت کے اور جو جوڑ دے اور جو عورت دوسری عورت کا بدن گودے
اور جو گودے اور جو عورت دوسری عورت کے دانت کھس کر باریک بنا دے اور جو دانت باریک کر دے اور جو عورت دوسری عورت کے منہ کے
بال مچنے سے چنے اور جو چہادے و انحصی و المحنث فی النظر الی الاجنبیة کا لفعل اور خصی اور محبوب اور محنث عورت اجنبی کی طرف
نظر کرنے میں مرد مجامع کے برابر میں مخصی وہ جس کے نوٹے نکل گئے اور محبوب وہ جس کا کہ اتنا سل اور فوطے کاٹے گئے اور محنث وہ ہے جو مرد کو اپنے
اوپر تھوکر سے بن تینوں شخصوں سے عورت کو پردہ کرنا چاہیے اس واسطے کہ مخصی کو شہوت ہوتی ہے اور جماع کر سکتا ہے بلکہ بعضوں نے کہا کہ وہ
قوی الجماع ہوتا ہے اس واسطے کہ اس کا نازہ مست نہیں ہوتا اور اسی طرح مقطوع الذکر و الختین کو بھی شہوت ہوتی ہے اور سحاق کرتا ہے

اور اس کو انزال بھی ہوتا ہے اور لوطی تو مرد صریح ہے اور محنت زنا نے اور زنی کو بھی کہتے ہیں جس کے اعضا اور زبان میں عورتوں کے مانند نرمی ہو اور عورتوں کی اس کو مطلق خواہش نہ ہو تو بعض فقہانے کہا کہ ایسے نامرد کا احتلاط عورتوں ساتھ رخصت ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس کا بھی احتلاط جائز نہیں کذا فی الخطاوی ملخصاً وقیل لا باس بمجرب جف مادہ لکن فی البکری ان من حوزہ فمن قلة التجربة والديانة اور بعضوں نے کہا کہ اس مقطوع الذکر وخصتین کے نظر کرنے کا مضائقہ نہیں جس کی ہنسی خشک ہو گئی لیکن فتاویٰ کبریٰ میں ہے کہ جس نے اس کو تجویز کیا ہے تو قلت امتحان اور قلت دیانت سے ہے ہم صحیح یہ ہے کہ حلال نہیں بدلیل عموم لیس کذا فی الخطاوی لیس یہ ہے قل للمؤمنین یغضوا من البصاریم و یحفظوا فروجهم یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے رسول کہو کہ ایماندار مردوں سے کہ اپنی نظروں کو روکیں اور اپنی شرمگاہوں کو نگاہ رکھیں خلاصہ یہ ہے کہ خفی اور محبوب اور محنت مومنین میں داخل ہیں تو ان کا نظر کرنا اپنی عورتوں کی طرف حلال نہیں و جازر عزله عن امته بغیر اذنها وعن عرسہ بہ اسے باذن حرة او مولیٰ امته وقیل یجوز بدونه لفساد الزمان ذکرہ ابن سلطان اور عزل یعنی انزال کے وقت عورت سے جدا ہو کر منزل ہونا اپنی لونڈی سے جدا ہونا بدول اس کے اذن کے جائز ہے اور اپنی منکوحہ سے باذن درست ہے یعنی اگر منکوحہ آزاد ہے تو اس کے اذن سے اور غیر کی لونڈی سے تو اس کے مالک کے اذن سے درست ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عزل بدول اذن کے بھی جائز ہے فساد زمانہ کے سبب سے کذا ذکرہ ابن سلطان

باب الاستبراء وغیرہ یہ باب ہے استبراء وغیرہ کے احکام میں ہم استبراء لغت میں عبارت ہے طلب برأت سے مطلقاً اور شرح میں رحم جاریہ کی طلب برأت محل سے عبارت ہے یعنی ملک جاریہ کے بعد بیض تک انتظار کرنا کہ حاملہ ہے یا نہیں اگر حاملہ نہیں ہے تو اسی وقت تصرف کرنا اور نہیں تو وضع محل کے بعد ^{محل} ملک استمتاع امۃ بنوع من انواع الملک کشرہ وارث و بی و رفع جنایۃ و نسخ بیع بعد القبض و نحوہا شخص ملک ہو لونڈی کے استمتاع کا یعنی اس سے انتفاع کا بوجہ من وجہ الملک جیسے ملک حامل خرید سے یا میراث میں پانے سے یا جہاد میں پکڑ لانے سے یا رفع جنایت سے یا نسخ ہو جانے سے یا قبض سے اور مانند ان کے چنانچہ مہیہ یا رجوع عن مہیہ یا خلع یا صلح یا کتابت یا عتق غلام اس طرح پر کہ لونڈی عوض ملے خلع یا عتق کے یا صدقہ یا وصیت یا عوض اجارہ کذا فی الخطاوی وقیدت بالاستمتاع لیخرج شراد الزوجه کی سیجی اور ملک جاریہ میں استمتاع کی قید لگائی گئی تاکہ خرید و زوجہ کا مسئلہ نکل جائے چنانچہ آگے آوے گا ولو کبرا او مشتراة من عبد او امراة ولو عبده مکاتبہ وما ذونہ۔ لو مستغرقا بالدين والالا استبراء واجب ہے اگرچہ جاریہ باکرہ ہو یا غلام یا عورت سے خریدی ہو اگرچہ وہ مشتری کا غلام ہو جیسے اپنے مکاتب اور ماذون سے خریدی ہو بشرطیکہ غلام ماذون مستغرق بدین ہو اور نہیں تو استبراء کی کچھ حاجت نہیں مگر باکرہ میں سبب معتبر ^{معتبر} یعنی سدرت ملک و تصرف و حکمت یعنی تصرف برائت رحم اور چونکہ مکاسب مکاتب اور ماذون مستغرق بالدين کے مولیٰ کی ملک نہیں امام کے نزدیک لہذا صحیح ہوگی تو استبراء بھی واجب ہوگا بخلاف مکاسب غیر مستغرق ^{مکاسب} او من محرمات غیر محرمات علیہ یا جاریہ خریدی ہو جاریہ کے محرم غیر نسبی سے غیر نسبی کی قید اس واسطے لگائی تاکہ جاریہ آزاد نہ ہو جائے محرم پر محرم غیر نسبی چنانچہ خرید کرنا جاریہ کا اس کی رضاعی بہن سے یا ابن واطی سے کذا فی الخطاوی والحسن الچلی علی شرح الوقایہ او من مال صبی ولو طلقہ یا جاریہ خریدی ہو صغیر کے مال سے اگرچہ صغیر مشتری کا لڑکا ہو محرم علیہ و طہما و کذا وواو علیہ فی الاصح لاحتمال وقوعہ فی غیر ملک بظہور جلی جو مالک ہوا جاریہ مذکور کا تو اس پر جماع ان کا اور اسی طرح دوائی اور موجبات جماع کے حرام ہیں صحیح تر قول میں بسبب احتمال واقع ہونے جماع کے اس کی غیر ملک میں اس کے حاملہ ہونے کے ظہور کے سبب سے جماع دوائی جماع ملے یعنی اگر کسی نے دوسرے کا قصور ایسا کیا جس کے عوض میں لونڈی دینی پڑے اور ایک نسو میں رفع جنایہ کے بدلے دفع جنایت ہے اور مترجم اول نے دفع جنایت لکھا تھا ۱۲

چنانچہ مساس اور بوسہ یعنی اگر جاریہ حاملہ ہوئی اور اس کا گل ظاہر ہو گیا اور بائع نے اس کے ولد کا دعویٰ کیا تو جاریہ اس کی ام ولد ہو گئی اور بیع اس کی باطل ہو گئی تو بوسہ وغیرہ غیر ملک میں واقع ہوا حتیٰ لیستبرئھا بحیضہ مینن تحیض ویشترنی ذوات اشتروی صغیرۃ واکتہ ومنقطعة حیض جو لونڈی کا مالک ہو تو اس پر اس کا جماع اور وداعی جماع حرام ہے یہاں تک کہ اس کے رحم کی صفائی معلوم ہو جائے ایک بار حیض ہونے سے حیض ہونے والی عورت میں اور مہینہ گزرنے سے مہینوں والی عورت میں اور وہ صغیرہ ہے اور کبیرہ جس کا حیض بند ہو گیا پیری سے اور جس کا حیض منقطع ہے یعنی اس کو کبھی حیض نہیں آتا کذا فی الخطاوی یعنی اگر جوان لونڈی ہو تو ایک بار حیض آنے سے برکت رحم کی معلوم ہو گئی اور اگر نابالغہ یا بڑھی ہے یا وہ جوان جس کو کبھی حیض نہیں آتا تو ایک مہینہ گزر جانے سے م وجوب استبراء میں وہ حدیث اصل ہے جو ابو داؤد میں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ جنگ اوہاس کی گرفتار ہوئی لونڈیوں کے حق میں فرمایا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حاملہ کا جماع نہ کیا جائے وضع حمل تک اور نہ غیر حاملہ کا یہاں تک کہ ایک بار حیض اس کو آجائے کذا فی العینی ولو حاضت فی بطل الاستبراء بالایام اور اگر صغیرہ یا کبیرہ یا منقطعة کو مہینہ کے اندر حیض آگیا تو ایام کا استبراء باطل ہو گیا یعنی استبراء میں اصل حیض ہے اور مہینہ اس کا بدل تو اصل کے ہوتے بدل کی کچھ حاجت نہ رہی ورواد ترفع حیضا بان صارت ممتدة الطهر وہی ممن تحیض استبراءا لشترنی وخمسۃ ایام عند محمد وہ یفتی اور اگر جاریہ کا حیض مرتفع ہو گیا اس طرح کہ اس کا طہر دراز ہو گیا اور حالانکہ وہ حیض جاری ہونے والی عورتوں میں سے ہے تو اس کا استبراء دو مہینے اور پانچ دن کا ہے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے والمستحاضۃ یدعی ما من اول اشتر عشرۃ ایام برجذی وغیرہ فلیحفظ اور مستحاضہ کا استبراء یہ ہے کہ اول مہینہ سے دس دن تک اس کی قربت کو بھڑ دے کذا فی الیرجذی وغیرہ تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ویوضع الحمل فی الحال اور استبراء کرے حاملہ میں بچہ پیدا ہونے سے ولا یعتد بحیضہ ملکما فیہا ولا الی بعد ملک قبل قبضہا ولا ولادۃ حصلت کذلک اے بعد ملک قبل قبضہا اور استبراء میں شمار نہ کرے اس حیض کو جس میں مشتری اس کا مالک ہو اور نہ اس حیض کو جو حاصل ہو ملک کے بعد اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اور نہ شمار کرے اس ولادت کو جو اسی طرح حاصل ہوئی یعنی بعد ملک قبل قبضہ کے کما لا یعتد بالحال من ذلک اے من حیضہ ونحو ابداً بعد البیع قبل اجازۃ بیع فضولی وان کانت فی ید المشتري جیسے شمار نہیں کیا جاتا وہ حیض وغیرہ جو حاصل ہو ابداً بعد بیع قبل اجازت فضولی کے اگر جاریہ مشتری کے قبضہ میں ہو یعنی اس واسطے کہ بیع فضولی میں ملک پوری نہیں ہوتی بدوں اجازت کے ولا یعتد ایفاً بالحال بعد القبض فی الشراء الفاسد قبل ان یشترئھا شرار صحیحاً لا انتفاء ملک اور شمار میں نہیں آتا وہ حیض وغیرہ بھی جو حاصل ہو قبضہ کے بعد شرار فاسد میں قبل اس بات کے کہ اس کو بشرار صحیح خرید کرے بسبب نہ ہونے ملک کے یعنی ملک کامل بیع فاسد میں نہیں جو حیض استبراء میں شمار کیا جائے ویجب لبشرار نصیب شریک من امۃ مشترکہ مینہما التام ملک الا ان اور واجب ہے استبراء بسبب خرید کرنے جسے اپنے شریک کے اس لونڈی سے جو مشترک ہے دونوں میں بسبب پوری ہو جانے اس کی ملکیت کے اب یعنی ایک لونڈی دو شخصوں میں مشترک ہے سو ایک نے دوسرے کا حصہ مول لیا تو اس پر استبراء واجب ہے اس واسطے کہ شریک مشتری اب اس کا پورا مالک ہو اور تجزی بحیضہ حاضتا وہی مجوسیۃ او مکاتبۃ بان مشتری امۃ مجوسیۃ وسلمۃ وکاتبہا بعد الشراء قبل الاستبراء فی تمام اسلمت المجوسیۃ او عجزت المکاتبۃ لوجود البعد ملک اور استبراء کے واسطے کفایت کرتا ہے وہ حیض جو لونڈی کو ہوا اور حالانکہ وہ مجوسیۃ یا مکاتبۃ ہے صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے مجوسی یا مسلمان لونڈی خریدی اور مسلمہ کو مکاتب کیا بعد خرید قبل استبراء کے پھر ان کو حیض آیا پھر مجوسی لونڈی مسلمان ہو گئی یا مکاتب لونڈی اداسے بدل کتابت سے عاجز ہوئی بسبب پلٹے جانے حیض کے مالک ہونے کے بعد یعنی حیض مذکور اس واسطے استبراء میں کفایت کر گیا کہ وہ حامل ہوا مالک ہونے کے بعد ولا یجب عند عود الابقۃ اے فی دار الاسلام خانیۃ اور استبراء واجب نہیں جاریہ گریختہ کے پھر آنے کے وقت دار الاسلام میں کذا فی النایۃ ثم اتقانی نے کہا اس

مسئلہ میں تفصیل ہے شرح طحاوی میں ہے کہ اگر جاریہ بھاگ گئی دار الحرب میں پھر پٹ آئے اپنے مالک کے پاس کسی وجہ سے تو اس پر استبراء نہیں امام کے نزدیک اس واسطے کہ کفار اس کے مالک نہیں ہو گئے اور صاحبین رح کے نزدیک اس پر استبراء ہے کیونکہ کفار اس کے مالک ہو گئے اور اگر کفار نے جاریہ کو دار الاسلام میں گرفتار کیا اور حالانکہ وہ گرجتے تھے اور اس کو بکڑ کے دار الحرب میں لے گئے تو امام اور صاحبین سب کے نزدیک مالک ہو گئے سو اگر اب وہ اپنے مالک کے پاس پٹ آوے گی تو سب کے نزدیک اس پر استبراء واجب ہوگا انتہی تو بموجب اس تفصیل کے گرجتے سے وہ جاریہ مراد ہے جو دار الحرب میں بھاگ گئی اور کفار اس کو نہیں لے گئے پھر وہ اپنے مالک کے پاس آئے انتہی اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ ماتن اور شارح کے کلام میں کتنا خلل ہے کذا فی الخطاوی و رد المحتار اے اذالم یجعا الغاصب خانیۃ اور جاریہ مغموبہ کے پھر دینے سے استبراء واجب نہیں بشرطیکہ اس کو غاصب نے نہ بیع ڈالا ہو کذا فی الحانیۃ امام اور اگر غاصب نے بیع مع التیمم کی پھر مالک نے حکم حاکم یا مشتری کی رضا سے نوڈی پھیر لی تو اگر مشتری غصب کرنا نہ جانتا ہو گا تو مالک پر استبراء واجب نہیں اور اگر جانتا ہو گا تو در صورت عدم جماع کے استبراء نہیں اور بعد جماع مشتری استبراء واجب ہے کذا فی الخطاوی والمستاجرۃ وفلک المہر ہوتہ لعدم اتحدت الملك اور در دستاجرہ اور فلک مہر ہوتہ سے استبراء واجب نہیں ملکیت کے حادث نہ ہونے کے سبب سے یعنی اجارہ اور رہن جاریہ سے مالک کی ملک زائل نہ ہو گئی تھی جو استبراء واجب ہوتا ولوا قال لبيع قبل قبض لا استبراء علی البائع کما لو باع عیالاً وقبضت ثم ابتاعه بخیاره لعدم خرد جہا عن ملکہ اور اگر بیع کو توڑ دیا مشتری کے قبضہ ہونے سے پہلے تو بائع پر استبراء واجب نہیں جیسے اگر جاریہ کو بیچا بشرط اختیار لینے جا کر اور مشتری نے اس پر قبضہ کیا پھر بائع نے اپنی شرط کے سبب سے بیع کو باطل کر دیا تو استبراء واجب نہیں اس واسطے کہ جاریہ بائع کی ملک سے خارج نہیں ہوئی دونوں صورتوں میں وکذا لو باع مدبرۃ اوام ولدہ وقبضت ان لم یطأ بالامشتری اور اسی طرح اگر بائع نے اپنی مدبرہ یا ام ولد بیچی اور اس پر قبضہ ہوا پھر رو بیع ہوا تو استبراء واجب نہیں اگر مشتری نے اس کی قربت نہ کی ہوم اس میں اعتراض یہ ہے کہ مدبرہ اور ام ولد کی بیع باطل ہے تو جاریہ قبض سے ملوک نہ ہوگی تو مشتری کی قربت زنا ٹھہرا اس میں استبراء کیونکہ واجب ہو گا تو اس کی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الخطاوی وکذا لو طلق الزوج قبل الدخول ان کان زوجه ابداً الاستبراء ان قبلہ فالتحدہ وجوبہ زلیحی اور اسی طرح اگر جاریہ منکوحہ کو زوج نے طلاق دی قبل دخول کے تو مالک پر استبراء نہیں بشرطیکہ جاریہ کا نکاح کر دیا ہو بعد استبراء کے اور اگر قبل استبراء کے نکاح کر دیا ہو تو وجوب استبراء منتہی اور پسندیدہ ہے کذا فی الزلیحی قلت و فی الجلالیۃ شری معتدۃ الغیر وقبضہا ثم مضت عدتہا لم یستبرأ لعدم حل وطی للبائع وقت وجود السبب میں کتا ہوں اور جلالیہ میں ہے غیر کی عدت والی جاریہ خرید کی اور اس پر قبضہ کیا پھر اس کی عدت منقضی ہو گئی تو اس کا استبراء نہ کرے اس واسطے کہ اس کی وطی حلال نہیں بائع کو وجہ سبب کے وقت یعنی ملک اور قبض مشتری کے وقت م صوب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ وجہ سبب کے وقت مشتری کو اس کی وطی حلال نہیں اتقانی نے شرح طحاوی سے نقل کیا کہ جاریہ خرید کی اور وہ مدت میں تھی خواہ مدت دفات ہو یا طلاق اور اس کی عدت سے ایک روز یا کم باقی رہا ہو اور بعد قبض مشتری کے عدت منقضی ہو گئی تو اس پر استبراء واجب نہیں پھر اگر عدت قبل از قبض منقضی ہو گئی تو مشتری کو حلال نہیں بدول استبراء کے کذا فی الخطاوی ولا باسن بحیثۃ اسقاط الاستبراء اذ اعلم ان البائع لم یقربہا فی طهر فذلک والا لا یغلبا بہ لیفتے اور کچھ مضائقہ نہیں اسقاط استبراء کے حید میں جب کہ یہ معلوم ہو جائے کہ بائع نے جاریہ کی قربت نہیں کی اس طہر میں اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو استبراء کے ساقط کرنے کا حید نہ کرے اسی قول پر فتویٰ ہے ام ابو یوسف کے نزدیک حیلۃ اسقاط کا مطلقاً جائز ہے اور محمد کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے لیکن مفتی بہ تفصیل ہے یعنی اگر بائع کی عدم قربت معلوم ہو تو ابو یوسف کے قول پر فتوے ہے اور در صورت قربت محمد کے قول پر فتوے ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو درمرد خدا اور آخرت کا ایمان رکھتے ہیں ان کو حلال نہیں کہ ایک عورت پر

شہ ایک نسخہ میں لم یجہا کی جگہ لم یصہا ہے یعنی بشرطیکہ غاصب نے اس سے جماع کیا ہو یعنی مطلق غصب موجب استبراء نہیں ۱۲

اجتماع کریں ایک طہریں توجب بائع نے اس طہریں قربت نہ کی تو یہ بھی مستحق نہ ہوئی اور قربت اور عدم قربت دونوں معلوم نہ ہوں تو عدم جواز ظاہر ہے تو ہم شغل رحمہ سے کذا فی الطحاوی وہی اذائم تکمن تحت حرۃ اور بیع اما ان ینکحوا ویقبضوا ثم یشتریا فحق للہما لان النکاح لایجب ثم اذا اشتری زوجۃ لایجب ایضا اور وہ یعنی اسقاط استبراء کا حید جس وقت کہ اس کے نیچے آزاد عورت یا چار منکوحہ لونڈیاں نہ ہوں یہ ہے کہ جاریہ سے نکاح کرے اور اس پر قبضہ کرے پھر اس کو خرید کرے تو وہ جاریہ اسی وقت اس کو حلال ہوگی اس واسطے کہ نکاح سے استبراء واجب نہیں ہوتا پھر جب کہ اس نے اپنی زوجہ کو خرید کیا تو بھی استبراء واجب نہ ہوگا مگر قبل خرید کے قبضہ اس واسطے شرط ہو کہ قبضہ بعد خرید سے استبراء ساقط نہ ہوگا اس واسطے کہ خرید سے نکاح فسخ ہو جائے گا تو استبراء واجب ہوگا لیکن ہدایہ اور ذخیرہ اور محیط میں اطلاق مختار ہے بالجملہ یہاں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ تقدم قبضہ اور دخول دونوں شرط ہیں چنانچہ طہیریہ میں ہے اور دوسرا قول حلوانی کا یہ ہے کہ قبضہ شرط ہے نہ دخول اور تیسرا قول خسی کا ہے کہ نکاح فسخ کا کافی ہے نہ قبضہ شرط ہے نہ دخول اور یہ قول وسیع تر ہے اور قول ثانی عدل ہے کذا فی الطحاوی ملخصاً ونقل فی الدرر عن ظہیر الدین اشتراط وطیۃ قبل الشراء وذكر وجهہ اور دوسری ظہیر الدین سے نقل کیا شرط ہونا وطی کا خرید کرنے سے پہلے اور اس کی وجہ بھی ذکر کی ہے مگر مذکور یہ ہے کہ بعد وطی کے خرید کرنے سے اس کا مالک ہوگا اور حلالانہ جاریہ اس کی عدت میں ہوگی اور اگر وطی نہیں کی تو بجز خرید کے نکاح باطل ہو جائے گا پھر جب ملک کے وقت نکاح نہ ہوا تو استبراء واجب ہوگا اس کے سبب مستحق ہونے سے یعنی انحلت عدت وطی بملک عین کذا فی الدرر وان کانت تحت حرۃ فالحمیدۃ ان ینکحوا البائع اسے یزوجہا من یتق بہ کما یبھی قبل الشراء وان ینکحوا المشتري قبل قبضہ لما فلو بعدہ لم یسقط من موقوف بلس تحت حرۃ اور اگر اس کی بیوی حرمہ ہے یا منکوحہ چار لونڈیاں ہیں کذا فی الطحاوی توحید اسقاط کا یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کر دے مشتری کی خرید سے پہلے اس شخص سے جس پر اس کو اعتماد ہو طلاق دینے کا چنانچہ اس کا ذکر قریب آدے گایا بعد خرید قبل قبضہ کے جاریہ کا نکاح مشتری کر دے اس معتمد شخص سے جس کے نیچے آزاد عورت نہیں شارح نے کہا قبل قبضہ کے نکاح شرط ہے تو اگر بعد قبضہ کرنے کے نکاح کر دے گا تو استبراء ساقط نہ ہوگا اور یزوجہا بشرط ان کیوں امر بائید یا ادبیدہ یطلقا متی شارح ان لا یطلقا یا جاریہ کا نکاح کر دے کسی شخص سے بائیں شرط کہ جاریہ اپنے طلاق کی مختار ہے یا بائع یا مشتری کو طلاق کا اختیار ہے جب چاہے اس کو طلاق دے یہ اس وقت ہے جب کہ بائع یا مشتری اس سے ڈرے کہ جاریہ کا زوج اس کو طلاق نہ دے گا ثم یشتری الائمۃ ویقبض او یقبض فیطلق الزوج قبل الدخول بعد قبضہ مشتری فیسقط الاستبراء بمرکاح کے بعد مشتری جاریہ کو خرید کرے اور اس پر قبضہ کرے در صورت تزویج بائع کے یا مشتری جاریہ پر قبضہ کرے در صورت تزویج مشتری کے پھر زوج اس کو طلاق دے قبل دخول بعد قبضہ مشتری کے تو استبراء ساقط ہوگا مگر الحاصل اگر اس کے تحت میں حرمہ ہو توحید اسقاط یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کر دے قبل خرید کرنے مشتری کے اس مرد سے جس پر طلاق دینے کا اعتماد ہو پھر مشتری اس کو خرید کرے پھر زوج اس کو طلاق دے تو استبراء واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ اس نے غیر کی منکوحہ خرید کی اور اس کی وطی مشتری کو حلال نہیں تو اس پر استبراء نہیں پھر جب اس کے شوہر نے قبل دخول کے طلاق دی تو جاریہ مشتری پر حلال ہو گئی اور اس وقت میں حدوث ملک پایا نہیں گیا جو وجوب استبراء کا سبب ہے تو استبراء واجب نہ ہوا اور اگر مشتری نے بعد خرید قبل قبضہ کے جاریہ کا نکاح کر دیا مرد معتمد سے پھر نکاح کے بعد اس پر قبضہ کیا پھر زوج نے قبل دخول اس کو طلاق دی تو استبراء واجب ہو بعد قبضہ کے اور اس وقت میں وطی مشتری کو قیام نکاح سے حلال نہ تھی اور جب وطی حلال ہوئی طلاق زوج کے بعد تو اس وقت استبراء کا سبب یعنی حدوث ملک پایا نہیں گیا کذا فی شرح الوقایہ ونقل المسئلۃ المتی اخذ ابو یوسف رحمہ علیہا مائۃ الف درہم ان زبیدۃ حلفت الرشیدان لایشترے علیہا جاریۃ ولا یتوبہا فقال یشتری نصفاً ویوبی نصفاً ملقط اور بعضوں نے کہا کہ جس مسئلہ پر قاضی ابو یوسف نے لاکھ درہم لے دیے ہیں

۱۲ پیدا ہونا جماع کی عدت کا ملک عین کے باعث سے

کہ زبیدہ خاتون نے ہارون الرشید کو قسم دلائی کہ کسی جاریہ کو اس پر خرید نہ کرے اور نہ ہیہ قبول کرے تو ابو یوسف نے کہا کہ نصف جاریہ خرید کرے اور نصف اس کو ہیہ کی جائے کذا فی الملتقط یعنی تو اس طریق سے یہ بات صادق آئی کہ تمام اور کمال نہ خرید کی نہ ہیہ ہوئی تو قسم بھی قائم رہی اور جاریہ کا تصرف بھی حلال ہو گیا اور یکا تبہا مشتری بعد الشراء والقبض کما یفیدہ اطلاقہ علیہ فی طلب الفرق بین الکتابۃ والنکاح بعد القبض وقد نقلہ المصنف عن شیخہ بنی کما سند کردہ و لکن فی الشربلانیۃ عن المواہب التصریح بتقید الکتابۃ بكونها قبل القبض فلیحرج قلت ثم وقفت علی البرہان شرح مواہب الرحمن فلم ارا تقید الذکور فقذریہ یا مشتری جاریہ کو مکاتب کرے بعد خرید اور بعد قبضہ کرنے کے چنانچہ اشتراط قبضہ کو فقہاء کا اطلاق مفید ہے اور بموجب اس کے تو طلب فرق کرنا چاہیے درمیان کتابت اور نکاح بعد القبض کے یعنی اگر مشتری جاریہ کا نکاح کر دے بعد خرید اور قبضہ کے تو استبراء ساقط ہو اور اگر بعد قبضہ اس کا نکاح کر دے تو استبراء ساقط نہ ہو تو کیا فرق ہے کتابت اور نکاح میں اور البتہ مصنف نے اپنی شرح میں فرق مذکور کو نقل کیا ہے اپنے استاد سے بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے چنانچہ اس فرق کو مذکور کریں گے یعنی مکمل قول میں یعنی شربلانیہ میں مواہب الرحمن سے تصریح ہے تقید کتابت کے قبل قبضہ کے ہونے سے یعنی مشتری کو قبضہ کرنے سے پہلے کتابت کرنا چاہیے تو اس مقام کو تحریر کرنا چاہیے میں کتابتوں پھر میں واقع ہوا برہان شرح مواہب الرحمن پر سو میں نے قید مذکور کو نہیں دیکھا سو تامل کرے ہم بعضوں نے یوں جواب دیا ہے شارح کو کہ شربلانی نے فقط مواہب سے نقل نہیں کی تو عبارت اس کی مجموعہ ہے چند کتب سے تو اگر صاحب مواہب نے قید مذکور کی تصریح نہیں کی تو ممکن ہے کہ اس کی غیر تصریح کی ہو کذا فی الخطاوی ثم یفسخ برضا بالیجوز لہ الوطی بلا استبراء لزوال ملک بالکتابۃ ثم تجدد بالتغیر لکن لم یحدث ملک حقیقۃ فلم یوجد سبب الاستبراء و ہذا سئل لیل تاتار خانہ پھر کتابت کے بعد مشتری عقد کتابت کو فسخ کر دے جاریہ مکاتبہ کی رضا مندی سے تاکہ مشتری کو وطی اس کے بدوں استبراء کے جائز ہو جائے بسبب زائل ہوجانے ملک مشتری کی کتابت سے پھر ملک جدید حاصل ہونے سے بسبب عاجز کرنے کے اور اسے بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک کا حدوث نہیں ہوا تو استبراء کا سبب پایا نہ گیا اور یہ سبب حیلوں سے آسان تر ہے کذا فی التاتار خانہ ہم یہ وجہ فرق ہے درمیان کتابت اور نکاح کے جس کے ذکر کا شارح نے وعدہ کیا تھا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ شاید وجہ فرق یہ ہے کہ کتابت سے جاریہ مولیٰ کے قبضہ سے نکل گئی کیونکہ وہ حرہ ہو گئی تصرف کی راہ سے اور اپنے مکاسب کی مالک ٹھہری تو گویا مولیٰ کی ملک زائل ہو گئی کتابت سے پھر اس کی ملک جدید حاصل ہوئی تغیر بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک رقبہ حادث نہیں ہوئی تو جو سبب کہ موجب استبراء تھا یعنی حدوث ملک وہ پایا نہیں گیا چنانچہ نہایت میں ہے کہ جب جاریہ ملک مولیٰ سے نکلے لیکن اس کے تصرف سے نکلے پھر اس کے تصرف میں آوے تو استبراء واجب نہ ہوگا اور اس کے خارج ہونے کی تصرف مولیٰ سے یہ دلیل ہے کہ اگر مولیٰ مکاتبہ کی وطی کرے تو اس پر نظر لازم ہوگا کذا فی الخطاوی مضافاً صورت اس جدید کی یہ ہے کہ جاریہ کو بعد خرید اور قبضہ کے مکاتبہ کر دے مثلاً یوں کہے کہ میں نے تجھ کو ہر دو دم پر مکاتب کیا کہ سودم کی قسط ہر مہینہ ادا کر پھر جب وہ عاجز ہو ادا نہ کرے تو اس کی رضا مندی سے کتابت کو فسخ کر دے تو اب جاریہ فی الفور مولیٰ پر حلال ہو جاوے گی استبراء واجب نہ ہوگا بدلیل گذشتہ تو یہ جدید سبب حیلوں سے سہل تر ہے خصوصاً اگر کتابت مال کثیر پر ہو اور جب جلد اس کی قسط مقرر کرے تو وہ ادا نہ کرے بدل کتابت سے عاجز ہو کر فسخ کتابت پر خواہ مخواہ راضی ہو جاوے گی لامتناہی لا یجوز نکاحاً اختان ام لا قبلہا فلو قبل او طى احدہما کل لہ وطیاً و تقبیلاً دون الاخری الشہوۃ فی التقبیل لا تعتبر بل فی لمس والنظر ابن کمال حرمتا علیہ ایک شخص کی ایسی دو لونڈیاں ہیں جو ساتھ ہی نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں خواہ وہ دونوں بنیں ہوں یا نہ ہوں یعنی خالہ بھانجی ہوں یا عمہ بھتیجی ہوں سو مالک نے دونوں کا بوسہ لیا شہوت سے تو دونوں اس پر حرام ہو گئیں سو اگر ایک لونڈی کا بوسہ لیا یا اس سے قربت کی تو اسی لونڈی کا بوسہ لینا اور قربت کرنا مالک کو حلال ہوگا نہ دوسری لونڈی کا ابن کمال نے کہا کہ بوسہ میں شہوت مجتہد نہیں بلکہ مساس اور نظریں شہوت شرط ہے

یعنی بوسہ سے حرمت ہر طرح ثابت ہوتی ہے شہوت ہو یا نہ ہو اور مساس اور نظر سے حرمت بشرط شہوت کے ثابت ہوتی ہے جمع بین الاختین نکاح میں تو بالاجماع جائز نہیں لیکن جمع بین الاختین بملکت میں تمہور صحابہ کرام کے نزدیک جائز نہیں بلکہ جمع بین الاختین دواعی وطی میں حلال نہیں اس واسطے کہ دواعی وطی بمنزلہ وطی کے ہیں وکذا لک بحکم علیہ الدواعی کا لفظ و التقبیل حتی بحکم فرج احدہما علیہ ولو غیر فخذ کا استیلاء الکفار علیہا ابن کمال اور اسی طرح مولیٰ پر حرام ہیں دواعی وطی کی چنانچہ نظر کرنا اور بوسہ لینا جب تک کہ ایک لونڈی کی شرمگاہ اس پر حرام ہو جائے اگرچہ چوٹ بدول فعل مولیٰ کے ہو چنانچہ کفار کا غالب ہو جانا جاریہ پر کذا ذکرہ ابن کمال م شاری نے ابن کمال کے قول سے اشارہ کیا کہ بحکم حرمت سے ہے نہ تحریم سے بلکہ ولو بعضا یا سبب کان او نکاح صحیح لا فاسد الا بالدخول او غتق ولو بعضا او کتابۃ لانا تحریم فرجا بخلاف تدبیر و رہن و اجارۃ حرمت ایک جاریہ کی ثابت ہوتی ہے ملک غیر سے اگرچہ بعض جاریہ کی ملک ہو کسی سبب سے یعنی بیع یا ہبہ سے یا نکاح صحیح سے نہ نکاح فاسد سے اس واسطے کہ نکاح فاسد سے جاریہ مولیٰ پر حرام نہیں ہوتی بدول دخول کے یا حرمت ثابت ہو ایک جاریہ کے آزاد کر دینے سے اگرچہ بعض یعنی نصف یا ثلث جاریہ آزاد کیا ہو یا کتابت سے اس واسطے کہ کتابت اس کی شرمگاہ کو حرام کر دیتی ہے بخلاف تدبیر اور رہن اور اجارہ کے ان سے حرمت ثابت نہیں ہوتی قلت و المستحب ان لا یسہا حتی یغنی حیضۃ علی الحرمۃ کا بسط فی شرح المتقنی میں کتابوں اور مستحب یہ ہے کہ حلال جاریہ کو ہاتھ نہ لگا دے جب تک جاریہ محرمہ پر ایک یا حیض نہ گذر جائے چنانچہ ہم نے اس کو شرح المتقنی میں شرح بیان کیا ہے وکرہ تحریم ائمتنا فی تقبیل الرجل قم الرجل اویہ او شیئاً مکرہ کذا تقبیل المرأة المرأة عند لقاء او دواعی قبیحہ و ہذا الومن شہوة و اما علی وجہ البر فبانہ عند النکل خانہ فی الاختیار عن بعضہم لایاس بہ اذا قصد البر وامن الشہوة کتقبیل وجہ فقیہ و نحوه اور قستانی میں ہے کہ مکروہ تحریمی ہے بوسہ لینا مرد کو مرد کے منہ کا یا اس کے ہاتھ کا یا اس کے عضو کا اور اسی طرح مکروہ ہے بوسہ لینا عورت کا عورت کو ملاقات کے وقت یا رخصت کے وقت کذا فی المقنیۃ اور یہ یعنی کراہت بوسہ اس وقت ہے جب کہ شہوت کی راہ سبب و لیکن بر وجہ نیکو کاری اور مزید احسان کے تو بوسہ لینا جائز ہے سب علماء کے نزدیک کذا فی المانیۃ اور اختیار میں ہے بعض فقہاء سے منقول کہ بوسہ کا کچھ مضائقہ نہیں جب کہ نیکو کاری کا قصد کرے اور شہوت سے بے خوف ہو جیسے چو منہ فقیہ اور مانند اس کے اور بزرگ کے چہرے کا منہ فقیہ ابو جعفر نے کہا کچھ مضائقہ نہیں چومنے ایک مرد میں دوسرے مرد کے چہرہ کو جب کہ وہ فقیہ یا عالم یا تارک دنیا ہو اعزاز اور تکریم دین کی نیت سے کذا فی العالمگیریۃ و کذا معانقۃ فی ازار واحد اور اسی طرح مکروہ ہے مرد کا مرد سے معانقہ یعنی گلے سے گلا لگا کر ملنا ایک تہم میں یعنی کڑتہ اور اگر مکروہ بدل پر دہ فقط لنگی پا جامہ سے زیر ناف سے زیر ناف تک چھپا ہو ایسی حالت میں معانقہ مکروہ ہے کہ موجب شہوت ہے اور مرد و عورت کے ہر شخص پر تہم ہے اور یہ مرد و عورت کے دونوں شخص ایک تہم میں ہوں اس واسطے کہ یہ تو صاف حرام ہے اور کراہت پر وہ حدیث دلیل ہے کہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم میں سے ایک شخص دوسرے کے واسطے انکسار کرے یعنی جھکے فرمایا کہ نہیں ہم نے عرض کیا کہ ایک دوسرے کا معانقہ کرے فرمایا کہ نہیں ہم نے عرض کیا کہ دوسرے کا معانقہ کرے فرمایا ہاں اس حدیث سے سلام کے وقت جھکنے کی کراہت معلوم ہوئی کذا فی المطاویٰ یہ حدیث طحاوی کی معانی الآثار میں اسناد کے ساتھ مذکور ہے کذا فی المعنی شرح الہدایۃ دریافت کرنا چاہیے کہ نہی معانقہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ فقط تہم بدل پر ہو اس واسطے کہ جواز معانقہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کما یجی وقال ابو یوسف رحمہ اللہ بالباس بالتقبیل و المعانقۃ فی ازار واحد ابو یوسف نے کہا کچھ مضائقہ نہیں چومنے اور معانقہ کرنے میں ایک تہم میں ولو کان علیہ قمیص او جبتہ جائز با کراہت بالاجماع صحیح فی الہدایۃ و علیہ المتون اور اگر مرد کے بدل پر کڑتہ یا جبہ ہو تو معانقہ کرنا بدول کراہت کے باجماع یحییٰ اور ابو یوسف کے جائز ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ہادیہ میں اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہیں حدیث میں ثابت ہے کہ جب جعفر طیار فتح خیبر میں حبشہ سے آئے تو رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا معاف کیا اور ان کے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور زید بن حارثہ سے معاف کیا اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم معاف کرتے تھے اور کافی میں ہے کہ اعراب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اطراف مبارک کو چومتے تھے ابن عباسؓ سے معاف کا سوال ہوا تو کہا سب سے پہلے ابراہیم خلیل الرحمن نے معاف شروع کیا وہ مکہ مکرمہ میں تھے جب ذوالقرنین وہاں وارد ہوئے پھر جب الطنج میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس شہر میں ابراہیم علیہ السلام ہیں تو ذوالقرنین نے کہا مجھ کو سوار ہونا لائق نہیں اس شہر میں جس میں خدا کا دوست موجود ہو پھر ذوالقرنین سواری سے اترے اور چلے ابراہیم علیہ السلام کی طرف تو ابراہیم علیہ السلام نے ان کو سلام کیا اور ان سے معاف کیا کذا فی الزیلعی معاف جعفر طیار کی حدیث مستدرک حاکم میں عبد اللہ بن عمر سے سند صحیح مذکور ہے اور طحاوی اور بیہقی اور دارقطنی اور طبرانی نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور زید بن حارثہ سے معاف کرنا عائشہ صدیقہؓ سے ترمذی میں ثابت ہے کذا فی المعنی شرح الدایہ فی الحقائق لوالقیلۃ علی وہب لہبۃ دون الشہوۃ جاز بالا جماع اور حقائق میں ہے کہ اگر چہ مناہجہ نیکو کاری اور تکریم کے ہے نہ بطریق شہوت کے تو بالاتفاق جائز ہے کالمصافحۃ اسے کما یجوز المصافحۃ لانا سندہ قدیمۃ متواترۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من صافح اخاہ سلم وخرک یدہ تناشرت ذنوبہ یعنی معاف جائز ہے جیسے مصافحہ جائز ہے اس واسطے کہ مصافحہ قدیم متواتر سنت ہے بدلیل قول بنی کریم علیہ الصلوۃ والسلام جو شخص اپنے بھائی مسلمان کا مصافحہ کرے اور اپنا ہاتھ دوسرے تو اس کے گناہ بھڑک جائیں گے یہ حدیث معجم طبرانی میں حذیفہ بن یمان سے یوں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑ پاتے ہیں جیسے درخت کی پتیاں جھڑ جاتی ہیں اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث مرفوع ہے کہ جو دو مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے دونوں کے گناہ بجھ جاتے ہیں اور ترمذی میں عبد اللہ بن مسعود سے حدیث مرفوع ہے کہ ہاتھ کا پکڑنا ناجائز ہے تحفۃ کی یعنی سلام پورا نہیں ہوتا بدوں مصافحہ کے واطلاق المصنف تبعا للدرر والکنز والوقایہ والنقایہ والجمع والمستی وغیرہ یفید جوازہ مطلقا ولو بعد العصر وقولہ انہ بدعتہ اسے مباحۃ حسنہ کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ علیہ بحیل ما نقلہ عنہ شارح الجمع من انما بعد الفجر والعصر میں ہے توفیقاً قائلہ اور مصنف کا اطلاق یعنی بلا قید مصافحہ کا جواز رکھنا درر وکنز اور وقایہ اور نقایہ اور مجمع اور مستقی میں وغیرہ امتوں فقہ کا تابع ہو کر مفید ہے جواز مصافحہ کا ہر وقت اگرچہ مصافحہ بعد عصر کے ہو اور علما کا یہ کہنا کہ مصافحہ عصر کے بعد بدعت ہے یعنی مباح اور بدعت حسنہ ہے چنانچہ نووی شافعی نے اس کو اپنی کتاب اذکار میں بیان کیا ہے اور نووی کے سوا اور علماء نے بھی اور کتابوں میں مذکور کیا ہے اور اسی پر محمول ہے جو شارح مجمع نے نووی سے یہ نقل کیا ہے کہ مصافحہ فجر اور عصر کے بعد کچھ چیز نہیں یہ عمل کرنا توفیق کے واسطے ہے سو تامل کر اس کو یعنی لیس لہجے کو اباحت اور بدعت حسنہ پر اس واسطے کہ اذکار نووی کے مخالف ترمذی ہے اذکار نووی میں یوں ہے کہ مصافحہ مقب ہے ہر ملاقات کے وقت اور یہ جو فجر اور عصر کی لوگوں کی عادت ہے تو اس کی شرع میں اس وجہ خاص سے کچھ اصل نہیں لیکن اس کا بھی کچھ مضائقہ نہیں اس واسطے کہ اصل مصافحہ سنت ہے تو بعض وقت میں مصافحہ کرنا اور اکثر اوقات میں نہ کرنا بعض وقت کے کرنے کو مصافحہ مشروع سے خارج نہیں کر دیا کذا فی الطحاوی خلاصہ یہ ہے کہ اصل مصافحہ سنت ہے اور خصوصیت وقت کی بدعت ہے و فی القیئۃ السنۃ فی المصافحۃ بکتاب یدیرہ وتمامہ فیما علقۃ علی المستقی اور قیئۃ میں ہے کہ سنت مصافحہ میں ہے کہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرے اور پورا اس کا بیان ہماری شرح طبعی میں ہے م سنت یہ ہے کہ مصافحہ کرنے میں کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو اور ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ ہو اور مصافحہ کرنے پر ہما کہ یعنی انگوٹھے کو کپڑے حدیث میں آیا ہے کہ جب تم مصافحہ کرو تو ہما پکڑو اس واسطے کہ اس میں ایک رگ ہے جس سے محبت پیدا ہوتی ہے یہ مذکور شریفی کے رسالہ مصافحہ میں ہے شرح طبعی میں شارح نے رسالہ مذکورہ سے جو ذکر ہو چکا بیان کیا اور کہا کہ مصافحہ الصاق صفتہ کف بکف اور اقبال وجہ شہخ عبد القی حث دہری نے ترمذی شکوہ میں بیان کیا ہے کہ مصافحہ اس طرح کرے کہ ہاتھ کی طرف سے دہنے اچھ کاٹھ پکڑے اس طرح کہ ہتھیلیاں مل جائیں اور ہاتھ کو سینے کا منہ کر دے اسے غایتی کے رخ کا رخ

جو یہ ہے بابت ہے تو انکلیوں کا پڑنا سنت نہیں برخلاف روغن کے کذا فی الطحاوی ولا یجوز للرجل مضاجعة الرجل وان کان کل واحد منهما فی جانب
 من الشرائع قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یفحص الرجل الی الرجل فی قوب واحد ولا تفضی المرأة الی المرأة فی الثوب الواحد اور جائز نہیں مرد کو دوسرے مرد
 کے پاس بیٹنا اگرچہ ہر ایک کچھونے کے کنارے پر ہو ذرا با علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ نہ ٹھٹھے اور نہ پٹے ایک مرد دوسرے مرد سے ایک کپڑے میں اور
 نہ پٹے ایک عورت دوسری عورت کو ایک کپڑے میں م یعنی ایک کپڑے میں دوسرے کا بیٹنا بلا حائل کپڑے تیار کر جائز نہیں کذا فی الطحاوی واذا بلغ
 الجسی او البصیۃ عشرین کیب التذوق بینہا و بین انیہ و اخریۃ و امہ و بیہ فی المصنع لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام و فرقوا بینہم فی المضاجع و ہم ابنا عشر و فی
 التفت از بلغوا ستا کذا فی الجبسی و جب کہ لڑکا یا لڑکی دس برس کو پہنچے تو دونوں کی خواب گاہ اور بستر کا جدا کرنا اور اس کے بجائی اور بہن اور اس
 کی ماں اور باپ کی جدائی کرنا بستر میں واجب ہے بدلیل قول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جدائی کر دو ان کے بستروں میں جب کہ وہ دس برس کے ہوں اور
 نتف میں ہے کہ جب بچہ دس برس کو پہنچے یعنی جدا کرنا چاہیے کذا فی الجبسی م شاید کہ مراد اس سے ہم بستی مع التجرد ہے ایک لحاف میں والا جماعت کا پاس بیٹنا
 کہ ہر انسان کا اور ہذا جدا ہو ممنوع نہیں کذا فی الطحاوی و فیہ الغلام اذا بلغ حد الشوۃ کا نفل اور مجتہد میں ہے کہ گھر جب حد شہوت کو پہنچا تو بالغ
 مرد کے مانند نظر وغیرہ کے احکام میں والکافرة کالمسلمۃ اور کافر عورت مسلمان عورت کے مانند ہے جیسے مسلمہ کا بدن سوائے چہرہ اور کف دست دیکھنا
 درست نہیں ویسے ہی کافرہ کا درست نہیں عن ابی حنیفۃ لصاحب اللحم ان یطرا الی الحورة و حبة الختان ام اعظم م سے روایت ہے کہ حامی کو شرمگاہ
 دیکھنا درست ہے اور حجت اس کی ختان ہے جیسے ختنہ کرنے والے کو دیکھنا درست ہے ویسا ہی حامی کو م فقیہ البالیث نے کہا کہ یہ ضرورت
 کی حالت میں ہے نہ غیر ضرورت میں کذا فی العالمگیریۃ و قیل فی ختان البکیر اذا مکذ ان یختن نفسه فعل و الام یفعل الا ان لا یمکنہ النکاح او شر الی جاریہ
 اور بعضوں نے بالغ کے ختنہ میں کہا کہ جب اس کو بذات خود ختنہ کر لینا ممکن ہو تو کرے اور اگر آپ نہ ختنہ کر سکے تو نہ کرے مگر در صورت امکان
 نکاح یا خرید جاریہ کے ختنہ کرنا چاہیے م یعنی ختنہ کرنے والی عورت سے نکاح کرے یا اگر وہ لونڈی ہو تو اس کو خرید کر کے اس سے اپنا ختنہ
 کروائے اور اگر بڑھا مسلمان ہو اور اذیت ختنہ کا تحمل نہ ہو اگر اہل بصارت کہیں کہ اس کو طاقت نہیں تو ترک کرے اس واسطے کہ واجب کا ترک عذر
 سے جائز ہے تو ترک سنت عذر سے بطریق اولیٰ جائز ہے کذا فی الخلاصۃ طحاوی نے کہا حذف کرنا لفظ لا کا لا یمکنہ سے صواب ہے اس واسطے کہ
 فتاویٰ عالمگیری میں یوں ہے (والام یفعلہ الا ان یمکنہ ان تیزوج او یشتترے ختہ نہ تختہ والظاہر فی البکیر ان یختن و یکنی قطع الا کثر اور ظاہر
 مذہب کبیر اس کے حق میں یہ ہے کہ مقرر وہ ختنہ کرے اور قطع اکثر قلعہ کفایت کرتا ہے حصول سنت میں ولا باس لتقبیل ید الرجل العالم و
 المتورع علی سبیل التبرک و در اور کچھ مضائقہ نہیں مرد عالم اور متقی کے ہاتھ چومنے میں بطریق تبرک کے کذا فی الدرر بلکہ قبلہ تحیۃ کا سنت ہونا یا
 مستحب ہونا احادیث سے ثابت ہوتا ہے شرب لالی نے رسالہ مصافحہ میں بعد گفتگوئے تقبیل کے کہا کہ اس سے پانچ قول حامل ہوئے قبلہ تحیۃ میں
 اول کرابت تقبیل مطلقاً اور یہ ام کا قول ہے ثانی قول صاحبین رحمہم لا باس یطلقاً اور قول ثالث تقبیل یعنی اگر بوجہ تبرک کے واسطے ہے
 جیسے عالم اور متورع اور سلطان عادل کا ہاتھ چومنا تو اس میں بعض متاخرین نے رخصت دئی ہے اور احادیث سے اس کی سنیت یا استحباب
 معلوم ہوتا ہے بقول علامہ عینی اور قول رابع تقبیل غیر تبرک ہے غرض دنیا کے واسطے سو وہ مکروہ ہے اور قول خامس یہ ہے کہ اگر فاعل کو تعظیم
 مسلم اور اس کا اکرام منظور ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الطحاوی عینی نے شرح ہدایہ میں کہا عالم اور متقی کے مانند والدین اور استاد کا ہاتھ چومنا
 درست ہے اور جو شخص تعظیم اور تکریم کا مستحق ہے اس کی تقبیل یہ جائز ہے و نقل المصنف عن الجامع انہ لا باس بتقبیل ید العالم المتدین

۱۲ ورنہ ذکر سے مکر در صورتیکہ نکاح کر سکتا ہو ختہ و عورت کو جو اس کی ختنہ کرے ۱۲

اور مصنف نے شرح میں جامع سے نقل کیا کہ کچھ مضائقہ نہیں عالم دیندار کے ہاتھ چومنے کا طحاوی نے کہا اس کی کچھ حاجت نہ تھی کہ یہ تو قول آئمہ ہیں
داخل ہے اس واسطے کہ سلطان صاحب سلطنت اور حکومت کو کہتے ہیں والسلطان العادل وقیل سنۃ مجتبیٰ اور سلطان عادل کے ہاتھ چومنے
میں مضائقہ نہیں اور بعضوں نے اس کو سنت کہا ہے کذا فی المجتبیٰ تم تقبیل میں احادیث کثیرہ مروی ہیں از ابن عبد اللہ بن عمر سے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ
میں روایت ہے کہ ہم لڑائی سے پلٹ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ہم نے آپ کا دست مبارک چوما اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی
میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال میں کسی کو میں نے فاطمہ بنت رسول سے زیادہ تر شاہ نہیں دیکھا جب
فاطمہ آتی تھیں تو حضرت ان کے واسطے اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور ان کو چومتے تھے اور اپنے مقام پر بٹھلاتے تھے اور ترمذی اور نسائی نے روایت
کی کہ یہودی قوم نے حضرت کے ہاتھ اور پانوں چومے اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ جب عثمان بن مظعون مر گئے تو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام
ن پر چبکے اور ان کا بوسہ لیا اور اتنا روئے کہ آنسو چہرہ مبارک پر سے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے تو ان احادیث سے اباحت تقبیل بدو
اصل ثابت ہوئی اور سر اور کوکھ کی اور احادیث سے ثابت ہے اور تقبیل بین العینین و علی الشفتین عبد اللہ بن جعفر کی حدیث سے جس کو بیہقی نے
روایت کیا ہے ثابت ہے لیکن یہ جواز بشرط تعظیم اور تکریم سے ہے اور اگر بطریق شہوت کے ہو تو جائز نہیں مگر زور جن کے حق میں کذا فی المعنی شرح البدایہ
فقہراً و تقبیل راسہ اسے عالم ابو دکنانی البرزازی اور چوہنا اس کے سر یعنی عالم کے سر کا جید تر ہے کذا فی البرزازی م طحاوی نے کہا شاید کہ
جو دینی اکثر ثواب کے ہے ولا رخصتہ فیہ اسے فی تقبیل الید غیر ہما اسے غیر عالم و عادل ہوا المختار مجتبیٰ و فی المیط ان تعظیم اسلامہ و اکرامہ جاز
ان لنیل الدینا کرہ اور رخصت نہیں ہے سوائے عالم اور عادل کے ہاتھ چومنے میں یہی قول مختار ہے کذا فی المجتبیٰ اور محیط میں ہے کہ اگر غیر عالم اور
عادل کا ہاتھ چومنا فقط اس کے اسلام کی تعظیم اور اکرام کے واسطے ہو تو جائز ہے اور اگر دنیا حاصل کرنے کے واسطے یہ خوشاد ہے تو مکروہ ہے
اللب من عالم او زایدان یدفع الیہ قدمہ و میکنہ من قدمہ لیقبلہ اجابہ وقیل لا یخص فیہ کما یکرہ تقبیل المرأة ثم اخری او خذ عند اللقاء
لو ادع کما فی القنیہ مقدماً للقبیل ایک شخص نے عالم یا زاید سے اس کی درخواست کی کہ اپنا قدم اس کی طرف بڑھا دے اور اپنا قدم اس کو چومنے دے
تو اس کو عالم یا زاید مان لے یعنی چومنے دے اور بعضوں نے کہا کہ نہ مانے چومنے کی رخصت نہ دے جیسے عورت کو دوسری عورت کا منہ اور گال
چومنا مکروہ ہے مٹنے اور رخصت ہونے کے وقت چنانچہ قنیہ میں ہے بتقدیم قول بعض یعنی صاحب قنیہ نے عدم اجابت کو مقدم ذکر کیا اجابت پر
قال و ما یغفل الجہال من تقبیل یدہ لنفسہ او لقی غیرہ فلو مکروہ فلا رخصتہ فیہ صاحب قنیہ نے کہا اور یہ جو بعض جہال کی عادت ہے اپنے ہاتھ منہ
چومنے کی جب غیر شخص سے ملاقات کرے تو وہ مکروہ ہے سو اس میں رخصت نہیں یعنی مکروہ تحریمی ہے و اما تقبیل ید صاحبہ عند اللقاء فمکروہ اجماعاً اور
اپنے ساتھی کی تقبیل ید ملاقات کے وقت تو بالاجماع مکروہ ہے م طحاوی نے کہا یہ قول تو اقوال سابقہ سے جدا نہیں ہے تو حکایت اجماع کی اس میں
کیا وجہ ہے و کذا ما یغفل من تقبیل الارض بین یدہ سے العلماء و العظام و الخرم و الفاعل و الرافعی بہ اثمان لانه لیشبہ عبادة الوثن اور یہ لوگ جو زمین
کو چومتے ہیں عالموں اور سلاطین اور امیروں کے سامنے سوجھتا ہے اور کرلے والا اور جو اس فعل سے راضی ہو عالم ہو یا سلطان دونوں گنہگار ہیں
اس واسطے کہ اس طرح زمین کا چومنا بت پرستی کے مشابہ ہے یعنی اس واسطے کہ اس میں سجدہ غیر خدا کی صورت معلوم ہوتی ہے کذا فی الطحاوی و ہل
یکفران علی وجہ العبادة و تعظیم کفر وان علی وجہ التمجید لا یدار انما ترکباً للکبیرۃ اور کیا زمین کا چومنے والا کافر ہو جاتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اگر
مرد وجہ عبادت اور تعظیم کے کرتا ہے تو کافر ہو گیا اور اگر وجہ تجتہ اور سلام کے کرتا ہے تو کافر نہ ہوگا گنہگار مرتکب کبیرہ ہو جاوے گا و فی الملتقط
الترامع غیر اللہ حرام اور ملقط میں ہے کہ غیر خدا یعنی مخلوق کے واسطے تواضع کرنا یعنی گڑ گڑانا اور بہت جھکنا حرام ہے م طحاوی نے کہا مراد یہ ہے

کہ غرض دنیاوی کے حاصل کرنے کے واسطے اور شہوت پرستی کے لئے تواضع کرنا حرام ہے اور اگر فقیر اور کسپر اس کے واسطے تواضع اور انکسار کرے تو وہ تواضع درحقیقت خدا کی طرف ہی راجع ہے یعنی اس سے غرض دین ہے نہ غرض دنیاوی اور یہاں تک مجوز بل یذب القیام تعلیمی المقام کا مجوز القیام و اللقاری بین ید سے عالم و کجی نظم اور وہاں یہ میں ہے کہ جائز بلکہ مستحب ہے کھڑا ہونا آنے والے مسافر کے بھیجے جائز ہے کھڑا ہونا قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے اور آخر کتاب المخطوطات میں مسئلہ نظم میں اسے کام شربندی نے کہا فقہوں کا کلام قیام میں مختلف ہے بعضوں نے قیام کو منع کیا بدلیل حدیث ابو داؤد کے کہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نکلے عصا کو ٹیکے تو ہم اصحاب کھڑے ہو گئے تو فرمایا کہ نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بعضوں نے قیام کو مباح کہا ہے باستدلال قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فاطمہؓ کے واسطے چنانچہ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی میں مروی ہے اور بعضوں نے اس میں تفصیل کی ہے چنانچہ قاضی خاں نے کہا ہے چند لوگ قرآن پڑھتے ہیں یا ایک شخص قرآن پڑھتا ہے پھر اس کے پاس کوئی اشراف میں سے آیا تو فقہانے کہا کہ اگر مرد آنے والا عالم ہو یا قاری کا باب یا استاد ہو تو اس کے واسطے اٹھنا جائز ہے اور اس کے سوا قیام جائز نہیں انتہی اور مجمع فتاویٰ انطاکی میں ہے قیام قاری کا جائز ہے جب کوئی اس سے زیادہ تر عالم یا اس کا استاد جس نے اس کو قرآن یا علم سکھایا اسے یا اس کے والدین اویں اور ان کے سوا اور کسی کے واسطے قیام جائز نہیں اگرچہ آنے والا جلیل القدر اور شریف ہو اور شربندی نے ابن وہبان سے نقل کیا کہ ہمارے زمانے میں قیام مستحب ہے اس واسطے کہ ترک قیام کینہ اور بغض اور عداوت کا مویش ہوتا ہے خصوصاً جس ملک میں قیام کی عادت ہو اور وہ جو قیام پر وعید واقع ہے وہ ان کے حق میں محمول ہے جو کھڑے رہنے کو اپنے سامنے پسند رکھتے ہیں چنانچہ ترک اور الہ عجم کی عادت ہے اور اصحاب کبار کا نہ اٹھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کرامت قیام پر دلالت نہیں کرتا اس واسطے کہ تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا عرب کی عادت نہ تھی اور جب سعدؓ آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوموا لیسلم یعنی اپنے سردار کے واسطے اٹھو کذا فی المطاویٰ فائدہ قبل لتقبیل علی خیمۃ اوجہ قبۃ المودۃ للولد علی الخندق قبۃ الرحمة لوالد علی علی الرأس وقبۃ الشفۃ لاختی علی الحبۃ وقبۃ الشہۃ لامرئۃ اومتہ علی الخیم وقبۃ النجۃ للمؤمنین علی الید وزاد بعض قبۃ الدیانۃ للحجر الاسود جوہرہ قلت تقدم فی الحج لتقبیل عقبۃ الکعبۃ فائدہ اقام تقبیل میں بعضوں نے کہا کہ چونکہ پانچ قسم پر ہے اول سچونا مودت اور پیار کا فرزند کے لئے گال پر اور سچونا رحمت کا اپنے والدین کے واسطے سر پر اور سچونا شفقت کا اپنے بھائی کے واسطے پیشانی پر اور سچونا شہوت کا اپنی عورت کو یا اپنی حلال لونڈی کو منہ پر اور سچونا نجات اور سلام کا مومنین کے واسطے ہاتھ پر اور بعضوں نے بوسہ عبادت اور دیانت کو زیادہ کیا ہے حجر اسود کے واسطے کذا فی الجہرۃ میں کتابا ہوں اور کتاب الحج میں آستانہ کعبہ کا سچونا مقدم مذکور ہو چکا ہے یہ بھی بوسہ دیانت ہے و فی القنیۃ فی باب ما یعلق بالمقابر لتقبیل المصحف قبل بدعۃ مکن روی عن عمر رضی اللہ عنہ ان کان یاخذ المصحف کل غداۃ ویقبۃ ویقول الحمد ربی و منشور ربی عزوجل و کان عثمان رضی اللہ عنہ یقبیل المصحف و لم یسجد علی وجہہ اور قنیۃ میں ہے منطلقات مقابر کے باب میں کہ مصحف شریف کا سچونا بعضوں نے کہا بدعت ہے لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مصحف کو ہر صبح لیتے تھے اور چومتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ میرے رب کا عہد ہے اور وصیت ہے اور کتاب اور فرمان ہے میرے رب عزوجل کا اور عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کو چومتے تھے اور اپنے چہرے پر اس کو ملتے تھے و اما لتقبیل الخبز فخر الشافعیۃ ان بدعۃ مباحۃ و قبل حسنۃ و قالوا لیکرہ دوسرے لا بوسہ ذکرہ ابن قاسم فی حاشیۃ علی شرح المنہاج لابن حجر فی بحث الولیۃ و قواعدنا لایاہا اور روٹی کے چومنے کو تو شافعیوں نے کہا کہ بدعت مباح ہے اور بعضوں نے بدعت حسنہ کہا ہے اور شافعیوں نے کہا کہ روٹی کا پالٹوں سے روندنا مکروہ ہے نہ اس کا چومنا یہ بیان کیا ہے ابن قاسم نے اپنے حاشیہ میں جو ابن حجر کی شرح منہاج میں ہے ولیمہ کی بحث میں اور ہمارے قواعد بھی اس کو رد نہیں کرتے یعنی روٹی کا چومنا قواعد حنفیہ سے بھی مباح معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ تکریم اس کی حدیث میں مروی اور تقبیل منجذ تکریم ہے

واللہ اعلم وجار لا تقطعوا الخبز بالیمن واکرمہ فان اللہ اکرمہ وروایت میں آیا ہے کہ روٹی کو پھیری سے نہ کاٹو اور اس کی تعظیم و تکریم کرو کہ حق تعالیٰ نے اس کو بزرگی دی ہے یعنی انسان اشرف المخلوقات کافوت اس کو مقرر کیا ہے

فصل فی البیع

یہ فصل ہے بیع وغیرہ کے بعض احکام میں مہمسلمان کو تجارت اور سوداگری اور بیدار کرنا نہ چاہیے جب تک کہ خرید اور فروخت کے مسئلے دریافت نہ کر لے کہ کس چیز کی خرید و فروخت شرع میں جائز ہے اور کس کی نہیں زبان سابق میں سوال ہوا کہ قوم ترک بازاروں میں خرید و فروخت کرتے ہیں اور ان کا اکثر مال حرام ہے اور ان میں بیاج اور عقود فاسدہ رائج ہیں تو جواب ہوا کہ اس کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ اگر ظن غالب معلوم ہو کہ یہ چیز انہوں نے غیر سے نظم لی ہے اور وہ چیز بعینہ بلا تغیر موجود ہے اور بازار میں بھی ہے تو اس کا خرید کرنا نہ چاہیے اگرچہ دست بدست کئی بار وہ بک گئی ہو ثانی یہ کہ وہ چیز تو بعینہ موجود ہے لیکن اور چیز سے اس طرح مخلوط ہو گئی ہو کہ جدا نہیں ہو سکتی تو امام اعظم کے قاعدہ پر خلط سے اس کی ملک میں داخل ہو گئی مگر اس سے خرید کرنا نہ چاہیے جب تک کہ وہ مالک کو رضی نہ کر لے بدلا دے کہ تو اگر بلا دے اے ضمان خرید کرے گا تو مشتری مالک ہوگا مع الکرہ ثالث یہ کہ جب معلوم ہو کہ غصب اور بیاج وغیرہ کی چیز اس کے پاس باقی نہیں اس نے بیج ڈالی غیر کے ہاتھ تو واقف کو ان سے خرید کرنا درست ہے اور یہ فتویٰ ہے اور بہتر یہ ہے کہ ان سے خرید نہ کرے بالجملہ طلب حلال ان بلاد میں دشوار ہے جو ہر القادسے میں ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ میں حرام محض کا ترک اپنے اوپر لازم جان اس واسطے کہ ایسی چیز نہ پاوے گا جس میں شبہ نہ ہو قیہ میں ہے اگر ظن غالب ہو کہ اہل بازار کی اکثر بیوع فساد سے خالی نہیں تو اگر حرام غالب ہو تو خرید کرنے سے کنارہ کرے لیکن باوجود اس کے اگر خرید کرے گا تو اس کے حق میں حلال ہوگی بشرطیکہ اخیر مشتری کی بیع صحیح ہوگی کذا فی العالمیہ کمرہ بیع العذرة راجع الادی خالصۃ یعنی آدمی کے خالص گوہ کی بیع مکروہ ہے م برجندی نے خزانہ سے نقل کی کہ آدمی کے گوہ کی بیع باطل ہے لیکن اگر اس پر مٹی غالب ہو تو جائز ہے لایکہ بل یصح بیع السرقین اسے الزبل خلافاً للشافعی مکروہ نہیں بلکہ صحیح ہے گوہ اور لید اور مٹگی کی بیع برخلاف شافعی کے شارح نے کہا سرقین عبارت ہے زبل بالکسر سے یعنی فضلة حیوانات م سرقین معرب ہے سرگین کا وہ عبارت ہے رش اور لید اور خشی سے کذا فی التخری و صحیح بیع مخلوطہ بتراب اور ما وغلب علیہا فی الصحیح اور آدمی کے گوہ کی بیع صحیح ہے جب کہ وہ مخلوط ہو گیا اس قدر مٹی اور راکھ سے جو گوہ پر غالب ہے قول صحیح میں مہمتانی نے کہا کہ خلط کی صورت یہ ہے کہ مٹی اور راکھ اٹھا کر گوہ پر ڈالی ہو نہ بالعکس اس واسطے کہ نجس کا اٹھانا ممنوع ہے محیط اور اختیار میں صحت بیع مخلوط بلا قید تراب مذکور ہے تو یا مطلق کو مقید پر حمل کیجئے یا رخصت اور استحباب پر کذا فی الطحاوی کما صح الانتفاع بمخلوطها اسے العذرة بل با خالصۃ علی ما صح الزلیعی وغیرہ خلافاً للصحیح المدائنی فقد اختلف الصحیح بیع کے مانند آدمی کے مخلوط گوہ سے نفع لینا یعنی باع اور کھیت میں بانس ڈالنا صحیح ہے بلکہ خالص گوہ سے انتفاع درست ہے زلیعی وغیرہ کی تصحیح کے بموجب برخلاف صحیح ہدایہ تو تصحیح میں اختلاف واقع ہوا فی المشتقی ان الانتفاع کا بیع اسے فی الحکم فافہم اور ملتقی میں ہے کہ انتفاع عذہ بیع کے مانند ہے یعنی حکم میں برابر ہے تو اس کو سمجھ لے یعنی جیسے بیع میں خلط شرط ہے ویسے ہی انتفاع میں وجاز اخذ دین علی کافر من ثمن فخر لخصۃ بیعہ اور مسلمان کو جائز ہے اپنا دین لینا جو کافر پر ہے شراب کے ثمن سے سبب صحیح ہونے بیع شراب کے یعنی شراب کافر کے حق میں مال متقوم ہے تو ثمن کا مالک بائع ہوگا تو اس سے دین لینا درست ہوگا برخلاف مسلم کے کہ شراب اس کے حق میں مال متقوم نہیں تو ثمن کا مالک مشتری محض ہے گا نہ بائع بخلاف دین علی المسلم لبطانہ الا اذا وکل ذمیا بیعہ فنجوز عندہ خلافاً لہما علی ہذا لومات مسلم و ترک ثمن عمر بامہ مسلم لا یکل لود ثمنہ کما بسطہ الزلیعی برخلاف اس دین کے جو مسلمان پر ہے تو ثمن شراب کا لینا درست نہیں بسبب باطل ہونے بیع مذکور کے مگر جب کہ مسلمان آدمی کو اپنا وکیل کرے شراب کے بیچنے میں تو امام کے نزدیک یہ بیع جائز ہے برخلاف صاحبین کے اور بنا براس کے یعنی بطلان بیع کے اگر مسلمان مر گیا اور اس نے ثمن اس شراب کا مٹرو کہ چھوڑا جس کی بیع کسی مسلمان نے کی تھی تو اس کے وارثوں

کو حلال نہیں چنانچہ اس کو زیلعی نے مشرح بیان کیا ہے مہم زیلعی نے کہا فقہانے کہا اگر مرد مر گیا اور اس کی کمائی شراب بیچنے یا ظلم یا رشوت کی تھی تو اس کے وارث اس کو نہ لیں اور اس مال کے مالکوں کو پھر دیں اگر ان کو جانتے ہوں اور اگر نہ جانتے ہوں تو مال کو خیرات کر دیں یعنی مالکوں کے ثواب کی نیت سے اس واسطے کہ حرام کمائی کا طریقہ تصدیق ہے جب مالک پر روئے ہو سکے کذا فی الطحاوی و فی الاشبہ الحرمۃ منتقل مع اعظم اللوارث الا اذا علم ربہ اور اشباہ میں ہے کہ حرمت منتقل ہوتی ہے مگر وارث کے حق میں منتقل نہیں ہوتی مگر جب کہ وارث مال حرام کے مالک کو جانتا ہو تو وارث کے حق میں بھی حرمت انتقال کرتی ہے قلت و مر فی البیع الفاسد لکن فی المجتبی مات و کسب حرام فلیمرث حلال ثم مرزوق قال لا تأخذ بحدہ الروایۃ وہو حرام مطلقا علی الورثۃ قنیزہ میں کہتا ہوں اور اشباہ کا قول بیح فاسد میں مذکور ہو چکا لیکن مجتبیٰ میں ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس کا کسب حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر صاحب مجتبے نے مڑ لکھی اور کہا کہ ہم اس شرط کو نہیں لیتے ہیں اور وہ مال حرام ہے مطلقا وارثوں پر خواہ وارث صاحب مال کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں تو خبر دار رہو کہ اشباہ کا قول ضعیف ہے لائق حجت کے نہیں ہے مہم ملتقی میں امام محمد سے روایت ہے کہ نوہ گرجورت یا طبل یا مزار بجانے والے نے مال کمایا اگر نوہ اور بجانے کی شرط پر مال حاصل ہوا تو مالکوں کو وہ مال پھیر دے اگر جانتا ہو اس واسطے کہ یہ مال بمقابلہ گناہ کے ہے تو اس کا لینا گناہ ہے اس کو پھر دینا چاہیے اور اگر صاحب مال معلوم نہ ہو تو خیرات کر دے مالکوں کی طرف سے تاکہ اگر عین مال ان کو نہیں ملا تو ثواب ان کو ملے اور اگر بلا شرط نوہ گری اور سرود کے مال ملا تو یہ حلال ہے کذا فی الطحاوی ہندوستان میں رائج ہے کہ اکثر قوال اور گانے والوں سے اجرت نہیں ٹھہراتے اور شرط نہیں کرتے بعد فراغت شادی کے رواج اور معمول کے موافق دیتے ہیں تو اگر یہ ظاہر میں یہ شرط نہیں لیکن درحقیقت یہ بھی شرط ہے اس واسطے کہ فقہ کا قاعدہ کہ المعروف کا مشروط یعنی معمولی اور مردج مشروط کے برابر ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و جاز تجلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیم کمائی نقش المسجد اور جائز ہے کہ المصحف مجید کی چاندی سونے سے اس واسطے کہ اس میں اس کی تعظیم ہے جیسے مسجد کی نقش کاری اور آرائش میں تعظیم اور جلالت قدر ہے مہم خانیہ میں ہے کہ آرائش مصحف کی سونے اور چاندی سے درست ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ انتہی اور مسجد میں اختلاف ہے سراجیہ میں ہے مسجد میں نقش کاری چونکہ اور ساگون اور سونے کے پانی سے لا باس ہے اور فقیروں کو دینا افضل ہے نقش کاری سے مضمرات میں ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے کہ بعض مشائخ نے کہا کہ محراب اور دیوار قبہ پر نقش کاری قلیل ہو یا کثیر مکروہ ہے اس واسطے کہ نمازی کا دل مشغول ہو جاتا ہے تماشا میں ناز سے غافل ہو جاتا ہے اور چھت کی نقش کاری قلیل ہو تو جائز ہے اور کثیر مکروہ جو مٹی نجس پانی سے تر ہوئی اس کا لگانا مسجد میں مکروہ ہے برخلاف لید اور گور کے جب مٹی میں ملائی گئی تو اس کا مسجد میں لگانا درست ہے استحکام کی ضرورت کے سبب سے مسجد میں کھانا اور سونا مکروہ ہے مگر متکلف کو درست ہے اور جب کھانا اور سونے کا مسجد میں قصد کرے تو اعتکاف کی نیت کرے پھر مسجد میں جائے اور ذکر خدا کرے جس قدر مدت کی اعتکاف کی نیت ہو یعنی گھڑی یا دو گھڑی کی یا ناز پڑھے پھر اس کے بعد کھانا یا لینا جو چاہے کرے چنانچہ سراجیہ میں ہے مسجد میں درخت لگانا سایہ کی نیت سے درست ہے بشرطیکہ مسجد میں تنگی نہ ہوتی ہو اور صف میں خلل نہ پڑتا ہو تعظیم مسجد پذیرہ طرح پر ہے اول یہ کہ دخول مسجد کے وقت سلام کرے اگر لوگ بیٹھے ہوں اور ذکر وغیرہ میں مشغول نہ ہوں اور اگر ناز پڑھتے ہوں تو یوں کہے السلام علیکم من ربنا و علی عباد اللہ الصالحین ۲ ناز پڑھے دو رکعت تحیۃ المسجد بیٹھنے سے پہلے ۳ خرید و فروخت نہ کرے ۴ تلوار نہ نکالے ۵ گم ہوئی چیز و مال تلاش نہ کرے ۶ سوائے ذکر خدا کے دواں آواز بلند نہ کرے ۷ دنیا کی باتیں نہ کرے ۸ اندر جانے کے واسطے لوگوں کی گردنوں پر نہ مچانے ۹ مکان کے واسطے نزع نہ کرے کہ میں یہاں بیٹھوں گا تو دواں بیٹھ ۱۰ کسی پر تنگی نہ کرے صف میں ۱۱ نماز کے آگے نہ چلے ۱۲ مسجد میں نہ حقو کے ۱۳ دواں انگلیاں نہ چٹکاوے ۱۴ انجاسات اور لڑکوں اور دیوانوں اور قنات مسجد کو پاک رکھے ۱۵

ف احکام مسجد ۵ یعنی ہم پر سلام ہو ہمارے پروردگار کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر ۱۲

کی یاد اس میں بہت کرے کذا فی العالمیہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جب سجدیں جائے تو اول واجباً پانچوں رکعے اور درود پڑھے اور یہ دعا کرے
 اللہم افتح علی ابواب رحمتک اور جب باہر نکلے تو اول بائیں پانچوں رکعوں سے اور درود پڑھے اور یوں دعا کرے اللہم افتح علی ابواب فضلک وکثیرہ
 اور قرآن مجید کی دس دس آیتوں پر علامت بنا نا جائز ہے ولفظہ اسے اظہار اعراب و بحیث الفرق جدا خصوصاً للجمع فستحسن اور قرآن مجید کا انقطاع یعنی اس کے
 اعراب کو ظاہر کرنا لکھ کر جائز ہے اور اعراب کی تحریر سے یقیناً آسانی حاصل ہوتی ہے خصوصاً عجیبول کو یعنی عرب کے سوا اور ملک والوں کو تو اعراب دینا
 مستحب منہر ام بران میں ہے کہ اصل روایت یہ ہے کہ تفسیر اور نقطہ مصحف میں مکروہ ہے اس واسطے کہ اس میں ترک تحریر ہے اور عبداللہ بن مسعود
 نے کہا کہ قرآن کو مخبر و رکھو اور اس میں اس چیز کو نہ ملاؤ جو اس میں داخل نہیں اور تحریر و معنی کی محفل ہے ایک تحریر فی التلاوة یعنی قرآن کے ساتھ غیر
 قرآن کو نہ پڑھنا دوسری تحریر فی الخط یعنی قرآن کے لکھنے میں نقطہ اور تفسیر نہ کرنا کذا فی الخطا دی لیکن متاخرین کے نزدیک تسہیل کے واسطے درست ہے
 علی ہذا لایس بکتاہ اسمی السور وعدالای وعلامات الوقف ونحو ہانہی بدعت حسنہ دررقنیۃ اور بنا براس کے نظر بہ تسہیل کچھ مضائقہ نہیں سورتوں کے نام
 اور آیتوں کی شمار اور وقف کی نشانیوں کے اور ان کے مانند چنانچہ نقطہ سجدہ علامت آیات سجدہ کے لکھنے میں تو وہ بدعت حسنہ ہے کذا فی الدرر والقیۃ
 و فیہ لایس بکواغذاخبار ونحو ہانہی مصحف و تفسیر وفقہ و مکروہ فی کتب نجوم و ادب اور قنیۃ میں ہے کہ مضائقہ نہیں اخبار وغیرہ کا غذات کا مصحف اور تفسیر اور
 وفقہ کی دفتیوں میں لگانا اور نجوم اور ادب یعنی صرف و نحو بلاغت وغیرہ کا دفتیوں میں لگانا مکروہ ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ البوجاہ سے سوال ہوا کو اغذا
 اخبار اور متعلقات کا جن کو ورق غلاف میں استعمال کرتے ہیں یعنی صحاف دفتیوں میں لگاتے ہیں تو جواب دیا کہ مصحف اور کتب تفسیر اور وفقہ میں درست ہے
 نہ کتب ادب اور نجوم میں انتہی لیکن یہ بیان نہیں کہ اخبار سے احادیث مراد ہیں یا تواریخ کذا فی الخطا دی وکیرہ تصغیر مصحف و کتابۃ بقلم دقیق یعنی تنزیہاً
 للبحر لاف شے فی کاغذ وفقہ ونحوہ فی کتب الطب بخور مصحف کی چھوٹی تختی کرنا اور باریک قلم سے لکھنا مکروہ کبر بہ تنزیہی ہے اور وفقہ وغیرہ دینی کتاب کے
 کاغذ میں کسی چیز کو لپیٹنا جائز نہیں اور طب کی کتابوں میں لپیٹنا جائز ہے کتاب قرآن کا جو قصد کرے اس کو لائق ہے کہ واضح تر اور خوشخط کتابت کرے عہد
 سفید ورق پر حلی قلم اور روشن سیاہی سے لکھے اور بین السطور کشادہ رکھے اور مصحف کی ضخامت اور حجم زیادہ کرے کذا فی القنیۃ وجاز دخول الذی مجدداً
 مطلقاً وکیرہ مالک مطلقاً وکیرہ محمد و الشافعی و احمد فی المسجد الحرام اور جائز ہے داخل ہونا ذی کاہر مسجد میں اگرچہ مسجد الحرام ہو اور مالک نے اس کو مکروہ کہا ہے
 ہر مسجد میں اور محمد اور شافعی اور احمد نے مسجد الحرام کے جانے کو مکروہ کہا ہے ذی کے حق میں مام کی دلیل وہ حدیث ہے جو سنن ابو داؤد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے کافروں کو مسجد میں اتارا اور مسند احمد اور طبرانی میں بھی اس مضمون کی حدیث وارد ہے کذا فی یعنی شافعی کی دلیل یہ آیت ہے ائنا انشورکون بحسن
 فلا یقرئوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا یعنی مشرک ہا پاک ہیں تو مسجد الحرام کے قریب نہ جاویں اس سال کے بعد اور دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ غسل جنابت اس طرح نہیں
 کرتے کہ جنابت دفع ہو اور نجاست کی دلیل سے مالک نے کہا کہ کسی مسجد میں ان کا جانا روا نہیں شارح نے اس کا جواب اگلے قول میں دیا قلنا انہی تلوینی لا تکلیفی
 ہم جواب کہتے ہیں کہ قرآن کی نہی تلوینی ہے نہ ہی تکلیفی ہم تلوینی نسبت ہے تلوینی کی طرف اور تلوینی تاثریدیوں کے نزدیک وہ صفت قدیم ہے جس کے طرف افعال
 کی صفات راجع ہوتی ہیں تو آیت شریفہ کے معنی یہ کہ حق تعالیٰ مشرکین میں مسجد الحرام کی نزدیکی کو پیدا نہ کرے گا امر تلوینی کی مثال امتنا طرما اوکرا اور امر تکلیفی
 کی مثال اقموا الصلوۃ اور تلوینی اور تکلیفی کا فرق یہ ہے کہ امثال مستحلف نہیں ہوتا امر تلوینی سے عقلاً اور تکلیفی سے متخلف ہوتا ہے کذا فی الجلبی وقد جوزوا
 مجور عابرا بسبیل جنبا اور البتہ شافعیوں نے جائز رکھا ہے جنابت میں مسجد کے اندر چلنا راہ چلنے کے مانند یعنی یہ جو شافعیوں نے جنابت کفار کو عدم
 سے انکی کھول دے مجہ پر دروازے اپنی رحمت کے ۱۲ سے انکی کھول دے مجہ پر دروازے اپنے فضل کے ۱۳ سے یعنی فرمانبرداری اسی
 وقت ہوجاتی ہے اس میں درنگ نہیں ہوتی ۱۲

دخول مسجد پر دلیل ٹھہرایا ہے سودیل نام ہے اس واسطے کہ ان کے نزدیک مسجد میں بلا توقف گزنا درست ہے معنی لا یقربوا الا بحوا ولا یقربوا امرأۃ بعد حج
عاکم ہذا عام لتسع مین امر الصدیق و نادى علی علی بعیرہ بسورة بلعة وقال الالایح بعد عامنا ہذا مشرک ولا یطوف عریان رواہ الشیخان وغیرہما فی حفظ
پھر جب بنی ٹکونی ٹھہری تو ایت شریعہ کا مطلب یہ ہوا کہ مشرکین حج اور عمرہ برہنہ نہ کریں گے اس سال یعنی ہجری نویں سال کے بعد جب کہ حضرت صدیق
اکبر امیر حج ہوئے تھے اور حضرت علیؑ نے اپنے اونٹ پر سے سودہ بابت باز ملند سادی اور کما خبر دار رہو کہ ہمارے اس سال کے بعد کوئی مشرک حج
نہ کرے اور کوئی برہنہ طواف نہ کرے اس کو شیخین یعنی بخاری اور مسلم وغیرہا نے روایت کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م اتفاقاً نے کہا کہ ایت ہمارے
صحابہ کے نزدیک اس پر محمول ہے کہ مشرک منع کئے جادیں مسجد حرام کی تولیت اور کار پر دازی سے یا برہنہ طواف پر محمول ہے چنانچہ جاہلیت میں کرتے تھے
توحی تعالیٰ نے تنزیہ مسجد اطرام کا امر فرمایا نہ یہ کہ نفس دخول ممنوع ہے بدیل حدیث صحیح بخاری کے کہ مذکور ہو چکی تو یہ حکم یا فقط مومنین کو ہے کہ ان کو روکیں
یا مومنین اور کفار دونوں کو موجب اس قول کے کہ کفار فروع شریعت سے مخاطب ہیں اور یہ بنی ٹکونی نہیں ہے اس واسطے کہ بنی ٹکونی کا مدلول یہی ہے
عقلاً مختلف نہیں ہوتا ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے انتہی طحاوی نے کہا یعنی یہ کیونکر معلوم ہو کہ بعد اس بنی کے کسی مشرک نے برہنہ طواف نہیں کیا تو بہتر
یہ تھا کہ شارح وہ استدلال کرتا جو اور اہل مذہب نے کیا ہے انتہی مختصراً تبصر و لا تنس ما مر فی فضل الجہزیۃ اور نہ معمولی وہ مضمون جو جزیرہ کی فضل میں گذر
کیا مفضل جزیرہ میں یہ ہے کہ محمد نے سیر کبیر میں دخول کا فر کو مسجد اطرام میں منع کیا ہے اور جامع مغیر میں عدم منع مذکور کیا ہے اور سیر کبیر کبھی تصنیف ہے محمد کی
تو ظاہر اس میں وہ مسئلہ وارد کیا ہے جو آخر کار خوب ثابت ہو گیا ہے و ہاز عیادۃ بالاجماع اور جائز ہے بید پر سی ذمی کی بالاتفاق م بخاری وغیرہ میں
مروی ہے کہ یہودی لڑکا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا جب بیمار ہوا تو حضرت اس کی عیادت کو تشریف لے گئے پھر فرمایا یا مسلمان ہو جا سودہ
مسلمان ہو گیا تو حضرت نے فرمایا یا شکر ہے خدا کو جس نے اس کو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی البیعی اور اس واسطے کہ عیادت ایک قسم کا احسان ہے اور قرآن
مجید میں حربی کفار کے احسان سے منع فرمایا برخلاف غیر حربی کے لیکن جامع صغیر میں یہودی اور نصرانی کی عیادت کا جواز مذکور ہے و فی عیادۃ الجوی تو
اور مجوسی کی عیادت میں رد قول ہیں جواز اور عدم جواز و ہاز عیادۃ فاسق علی الاصح لانه مسلم والعیادۃ من حقوق المسلمین اور جائز ہے بید پر سی ناسق
کی بر قول اصح اس واسطے کہ ناسق مسلمان ہے گنہگار اور بیمار پر سی تو مسلمانوں کے حقوق میں سے ہے و ہاز خصاً والنہام تمی المرة اور جائز ہے خصی کو
چار پائے جانوروں کا یہاں تک کہ بلی کا بھی مخصی وہ جس کا خضیہ نکالا جائے ہندی میں اس کو بدھیہ کہتے ہیں و اما خصاً والادی فحرام اور آدی کا خضی کرنا تو
حرام ہے م خوبوں سے خدمت لینا اور ان کو عورتوں میں جانے دینا مکروہ ہے امام اعظم نے کہا کہ اگر لوگ ان سے خدمت نہ لیتے تو خضی کرنے والے
ان کو کیوں خضی کرتے بعضوں نے کہا کہ خوبے مخصوص بچہ امور ہیں اول یہ کہ مسلم کے صلب سے پیدا نہیں ہوتے اور نہ ان سے مسلمان پیدا ہوتا ہے اور لوگوں
کی تادیب میں زبردست اور خود بے ادب اور عورتوں کی مجلس میں آرزو کرتے ہیں کہ کاش ہم بھی عورت ہوتے اور مال جمع کرنے میں نہایت حریص ہوتے
ہیں اور شدت سے محفل ہوتے ہیں باوجودیکہ اولاد نہیں رکھتے کذا فی البیعی قیل والغرض بعضوں نے کہا اور گھوڑے کا آختہ کرنا حرام ہے شیخ الاسلام
نے کہا حرام ہے اور شمس الامم حلوانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک آختہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں و قید وہ بالمنفعۃ والاقترام اور خضی کرنے
میں فقہانے منفعت کی قید لگائی اور اگر منفعت نہ ہو تو حرام ہے م یعنی اگر گھوڑے کے سوا اور جانوروں کے خضی کرنے میں فائدہ حاصل ہوتا ہو تو درست
ہے اور اگر منفعت یا دفع مضرت نہ ہو تو حرام ہے چنانچہ عالمگیری میں ہے و آخر ما فی الخیل کعکسہ قستانی اور گدھا چڑھانا گھوڑے
پر اور گھوڑا چڑھانا گدھی پر جائز ہے یعنی بچہ لینے کے واسطے کذا فی القستانی والحقنۃ للشدادی و لولہ لعل بظاہر لا جس اور حقنہ اور مل مال
بیماری کے علاج کے واسطے پاک چیز سے نہ ناپاک سے درست ہے اگرچہ حقنہ مرد کے واسطے ہوم دفع مرض کے واسطے حقنہ درست ہے نہ خضی

بدن کے واسطے سنن ابو داؤد میں ابو در داؤد سے روایت ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے بیماری اور دوا اتاری ہیں اور بیماری کی دوا مقرر کی ہے تو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا نہ کیجو کذا فی العینی وکذا کل تدار لایکجز الا بظاہر لا بنجس اور اسی طرح ہر علاج کرنا جائز نہیں مگر پاک چیز سے دنجس سے وجوزہ فی النبی یحرم اذا اخبرہ طبیب مسلم ان فیہ شفا ولم یجد مباحا یقوم مقامہ اور نہ ایہ میں حرام چیز سے علاج کرنے کو جائز کہا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب نے اس کو خبر دی ہو کہ اسی حرام چیز سے شفا ہے اور کوئی مباح چیز اس کے قائم مقام نہیں پائی ہم ذخیہ میں ہے ایک بیمار سے طبیب نے شراب پینے کو کہا علمایہ کی ایک جماعت نے کہا نظر کرنا چاہیے اگر یقیناً جانتا ہو کہ چنگا ہو جائے گا تو حلال ہے اور فقیر عبد الملک نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ حلال نہیں مگر تاشی میں ہے خون اور پیشاب پینا اور مردار کھانا بیمار کو علاج کے واسطے جائز ہے جبکہ طبیب مسلم نے اس سے کہا ہو کہ تیری اس میں شفا ہے اور کوئی مباح چیز اس کے قائم مقام نہیں اور اگر طبیب نے کہا کہ اس میں جلد شفا ہوگی تو اس میں اختلاف ہے کذا فی العالمگیریۃ قلت و فی البرزنیۃ ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یجعل شفا رکم فیما حرم علیکم نفی الحرمة عند العلم بالشفا و دل علیہ جواز اساعۃ اللقمۃ بالحمود جواز شرب لاذالۃ العطش انتہی وقد قدمناہ میں کہتا ہوں اور برزازیہ میں ہے کہ اس حدیث کا یعنی مقرر اللہ تعالیٰ نے مکاری شفا مقرر نہیں کی اس چیز میں جس کو تم پر حرام کی مطلب نفی حرمت ہے شفا معلوم ہونے کے وقت یعنی جب یقیناً بلا تردد معلوم ہو جائے کہ اسی حرام چیز میں شفا ہے تو اب اس کی حرمت باقی نہ رہی دلالت کرتا ہے اس مطلب پر لقمہ تارنے کا جواز شراب سے اور شراب پینے کا جواز دفع تشنگی کے واسطے انتہی اور اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں یعنی اگر لقمہ حلق میں اٹک گیا کسی طرح نہیں اترتا اور پانی نہیں ملتا تو اس وقت شراب پینا بقدر لقمہ تارنے کے درست ہے اور اسی طرح عطش شدید میں شراب پی لینا بقدر دفع عطش ملک کے درست ہے اور حالانکہ شراب نجس اور حرام ہے تو معلوم ہو گیا کہ اس وقت اس کی حرمت باقی نہ رہی والا جواز کی کون صورت ہے لقمہ دوا کرنا درست ہے اگر یہ اعتقاد ہو کہ ثانی اللہ تعالیٰ ہے اور دوا کو اس نے سبب ٹھہرایا ہے اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ دوا ثانی ہے تو درست نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ ازالہ ضرر کے اسباب تین قسم ہیں ایک تو سبب قطعی اور یقینی ہے چنانچہ پانی ضرر عطش کا منزل ہے اور ردی ضرر گر سنگی کی منزل ہے دوسرا سبب ظنی جیسے فصد اور پچھنے لگانا اور مسل پینا اسی طرح سائر ابواب طب یعنی برودت کا معالجہ حرارت سے اور حرارت کا برودت سے اور یہی اسباب طب میں ظاہر ہیں تیسرا سبب مہوم جیسے داغنا اور افسون تو قطعی سبب کا ترک کرنا توکل نہیں بلکہ اگر موت کا خوف ہو تو اس کا ترک کرنا حرام ہے اور سبب مہوم کا ترک کرنا توکل کی ضرورت ہے اس واسطے کہ حدیث میں متوکلین کا وصف یوں ہی فرمایا ہے کہ وہ داغے نہیں اور افسون نہیں کرتے اور درجہ متوسط یعنی سبب ظنی جیسے علاج کرنا اسباب طب سے تو اس کا کرنا توکل کے مخالف نہیں بخلاف سبب مہوم اور اس کا نہ کرنا بھی ممنوع اور محظور نہیں برخلاف ترک سبب قطعی بلکہ گاہے ترک علاج افضل ہوتا ہے اس کے نفل سے بعض احوال میں بعض اشخاص کے واسطے چنانچہ عمادیہ میں ہے ظہیر یہ سے ایک شخص کا پیٹ جاری ہو گیا یا آنکھیں جوش میں آئیں مگر اس نے دوا نہ کی یہاں تک کہ ناتواں ہو کر مر گیا تو اس پر گناہ نہیں اور اگر بھوکا رہا اور اس نے نہ کھایا باوجود قدرت کے یہاں تک کہ مر گیا تو وہ گنہگار ہوگا اور دونوں صورتوں میں فوق یہ ہے کہ کھانا بقدر قوت کے آسودہ کر دیتا ہے یقیناً تو اس کا ترک کرنا اپنی جان کو ہلاک کر دیتا ہے اور معالجہ اور دوا کرنا ایسا نہیں یعنی حصول شفا کا سبب قطعی نہیں ہے حجامت یعنی خون کا نکالنا پچھنوں سے ہر شخص کو مستحب ہے اور حجامت بعد نصف ماہ بروز شنبہ بہتر لو یافت ہے در پندرہویں تاریخ سے پہلے مکر وہ ہے ذخیہ میں ہے کہ آدمی اور سور کے سوا اور حیوانات کی ہڈیوں سے علاج کرنا درست ہے لیکن اگر مرد اور جانور ہو تو اس کی خشک ہڈی سے علاج درست ہے نہ تر سے قتیہ میں ہے کہ عورت کے دودھ کا ناس لینا مرد کو اور علاج کے واسطے پینا درست ہے لیکن جو ہر غلطی میں ہے کہ اجزاء آدمی سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں خلاصہ میں ہے کہ تریاق کا کھانا مکروہ

ہے جب کہ اس میں سانپ کا گوشت پڑا ہو لیکن بیع اس کی درست ہے اور اگر یقیناً معلوم ہو کہ اس میں سانپ نہیں پڑا ہے تو اس کا پینا درست ہے محیط میں ہے کہ لڑکوں کا دغنا مرض سے اور ایسے حیوانات کا دغنا نشانی کے واسطے درست ہے خزانۃ الفقہاء میں ہے کہ قرآن کے انہوں کرنے میں اختلاف ہے یعنی مریض پر قرآن پڑھنا یا کاغذ میں لکھنا اور مریض پر لٹکانا یا برتن میں لکھ کے دھونا اور بیاد کو پلانا عطل اور مجاہد کے نزدیک مباح ہے اور نخعی کے نزدیک مکروہ ہے خزانہ مفتیین میں ہے کہ نوز و زکے ایام میں کاغذ پر دعا وغیرہ لکھنا اور دروازوں پر چپکانا حرام ہے اس واسطے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی امانت ہے اور نجومیوں سے مشابہت ہے الکل من العالمگیریۃ وجاز رزق القاضی من بیت المال لو بیت المال حلالاً جمع بحق والام بحیل اور جائز ہے قاضی کا رزق بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے بشرطیکہ بیت المال حلال واجب جمع ہو اور غیر واجب ظلم سے جمع ہو اور تو قاضی کو اس میں سے لینا حلال نہیں یعنی اس واسطے کہ وہ غیر کا مال ہے اس کے مالک کو پھیر دینا چاہیے کذا فی الزکات و عمر بالرزق لیفید تقدیرہ بقدر ما یکفیه و اہل فی کل زمان و لو غنی فی الاصح اور مصنف نے وظیفۃ قاضی کو تعمیر رزق کیا تاکہ معلوم ہو کہ مقدار اس کی بقدر کفایت قاضی کے اور اس کے عیال کے چاہیے ہر زمانہ کے موافق اگر قاضی مالدار ہو تو بھی روزی اس کی بیت المال سے متعلق ہے قول اصح میں م اس واسطے کہ اس نے اپنی ذات کو روک رکھا مصلحت مسلمین کے واسطے اور جس منجملہ اسباب نفقہ ہے و ہذا لولہ بلا شرط و لولہ کالاجرة فحرام لان القضاۃ طاعة فلم یحز کسائر الطاعات قلت و ہل یجری فیہ کلام المتأخرین لیسر اور یہ یعنی بیت المال سے قاضی کی روزی کی حلت اس وقت ہے جب کہ روزی بدول شرط کے مقرر ہو اور اگر شرط سے ہو اجرت کے مانند تو اب قاضی کو بیت المال سے لینا حرام ہے اس واسطے کہ نفیل کرنا مقدمات کا طاعت اور عبادت ہے تو اس کا اجارہ جائز نہ ہوگا جیسے اور باقی طاعات کا جائز نہیں ہیں کتاہوں اور کیا قضائیں متاخرین کا کلام جاری ہوگا یا نہیں اس کی تحریر کرنا چاہیے متاخرین کا کلام یہ ہے کہ طاعت پر استیجار پر درست ہے طحاوی نے کہا تحریر اس کی یہ ہے کہ جس کے نزدیک قرأت قرآن اور فقہ مخصوص بجواز اجارہ ہے توقفا وغیرہ حاجات میں اجارہ جائز نہ ہوگا اور جو عموم طاعات کے اجارہ کو جائز رکھتا ہے تو اس کے نزدیک درست ہوگا و جاز سفر امۃ و ام الولد و المکاتبتہ و المبغضۃ بلا محرم بذاتی زمانہم امانی زمانہ فلا یغلبہ اہل الفساد و بہ یعنی ابن کمال اور نوٹڈی اور ام ولد اور مکاتبتہ اور جو نوٹڈی کہ نصف یا ثلث آزاد ہے تو اس کا سفر کرنا بدول محرم کے درست ہے یہ حکم تھا زمانہ قدیم کا ہمارے زمانہ میں تو سفر غیر محرم کے ساتھ نوٹڈیوں کا جائز نہیں اہل فساد کے غلبہ کے سبب سے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا ذکرہ ابن کمال و جاز شرا مالاً بد للصغیر منہ و بیعہ اسے بیع مالاً بد للصغیر منہ لایح و غم و ام و ملقط ہونی حجر ہم اسے فی کفعم واللہ اور صغیر کے واسطے خرید کرنا اس چیز کا جو اس کے واسطے ضروری ہے چنانچہ نفقہ اور کسوت اور دایہ نوکر رکھنا اور بیچنا اس کا جو صغیر کے واسطے ضروری ہے جائز ہے اس کے بھائی اور چچا اور مال کو اور اس کو جس نے لاوارث لڑکا پڑا یا یا بشرطیکہ صغیر اشخاص مذکورین کی حفظ اور پرورش میں ہو اور اگر ان کی پرورش میں نہ ہو تو خرید و فروخت صغیر کے مال کی درست نہیں و جاز اجارۃ لایم فقط لونی مجرباً و کذا الملقط علی الاصح کذا اعزہ المصنف بشرح الجمع و لم ارہ فیہ و یاتی تنامینا فیہ قتیۃ اور فقط اس کی مال کو صغیر کا اجارہ دینا جائز ہے اگر اس کی پرورش میں ہو اور اسی طرح لاوارث لڑکا پلنے والے کو صغیر کا اجارہ درست ہے بنا بر قول اصح کے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو شرح جمع کی طرف نسبت کیا ہے اور میں نے اس میں نہیں دیکھا اور آگے متن میں وہ معنوں آوے گا جو اس کے مخالف ہے تو آگاہ یہ یوم طحاوی نے کہا کہ مؤید قول مصنف زلیعی میں ہے قدوری کی روایت سے یعنی صغیر کا اجارہ ملقط کو جائز ہے اس واسطے کہ اس میں ضرورت ہے اور صغیر کے واسطے محض نفع ہے و کذا العمر عند الثانی خلاف الثالث اور اسی طرح صغیر کے چچا کو اس کا اجارہ دینا درست ہے ابو یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک یہ شارح کی غلط فہمی ہے اس واسطے کہ اس نے نقل کلام کافی کا شربلالیہ سے قصد کیا ہے حالانکہ شربلالیہ میں یوں ہے کہ اگر صغیر

پچاکی پرورش میں ہو اور اس کی ماں اس کو اجارہ دے تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے اور محمد کے نزدیک جائز نہیں کذا فی الطحاوی ولو آجر لصغير
نفسہ لم یجز الا اذا فرغ العمل لمتحضرة نفعاً یجب المسیء اور اگر صغیر نے اپنی ذات کو خود اجارہ دیا تو جائز نہیں مگر جب کہ اجارہ کے کام سے فراغت حاصل
ہو گئی ہو تو جائز ہے کیونکہ اب اجارہ نفع محض ہو گیا تو آجر سے واجب ہوگا یعنی علت عدم جواز احتمال ضرر تھا سو بعد از فراغ عمل ضرر کا احتمال نہ رہا اثر
حاصل ہونے سے سراسر نفع ہو گیا و صحیح اجارۃ اب وجد وقاضی ولو بدول اجر مثل فی البیوع کما یعلم من الدرر فقتصر اور صحیح ہے اجارہ دینا صغیر کا
باپ اور دادا اور قاضی کو اگر خیرہ اجارہ بدول اجر مثل کے ہو صحیح قول میں چنانچہ درر سے یہ معلوم ہوتا ہے تو اس کو دیکھ لے و جائز بیع عصیر غنیمت
یعلم انہ یتخذہ خمر لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ وقیل یکبرہ لا عانتہ علی المعصیۃ اور بخیرہ اشیرہ انگور کا بیچنا اس شخص سے جس کو بائع جانتا
ہے کہ اس کی شراب بنا دے گا درست ہے اس واسطے کہ گناہ قائم نہیں ہوتا شیرہ کی ذات سے بلکہ گناہ ثابت ہوتا ہے شیرہ کے متغیر ہونے کے بعد
یعنی شیرہ میں نشہ نہیں جو اس کی بیع ناجائز ہو بلکہ جب اس کی حقیقت بدل کر شراب بنے گی تب گناہ ثابت ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ شیرہ انگور کی بیع
شراب بنانے والے کے اٹھ کر وہ ہے گناہ کی اعانت کی سبب سے م شیرہ انگور کی بیع درست ہے جیسے جاریہ مغنیہ اور ٹکر مارنے والے میٹھے اور
اڑنے والے کبوتر اور لڑنے والے مرغ کی بیع درست ہے اس واسطے کہ ان اشیاء کی ذات خلاف شرع نہیں بلکہ ان کا استعمال خلاف شرع ہے یعنی
گونا اور ٹکر لگانا اور کبوتر اڑانا اور مرغ لڑانا خلاف شرع ہے برہان میں ہے کہ شیرہ انگور کی بیع شافعی اور مالک کے نزدیک جائز نہیں بلکہ قولہ تعالیٰ
ولا تعادونوا علی الاثم والعدوان یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ باہم مددگاری نہ کرو گناہ اور سرکشی پر اور ہماری دلیل یہ آیت ہے و احل اللہ البیع یعنی حق تعالیٰ

نے بیع کو حلال کیا کذا فی طحاوی ونقل المصنف عن السراج والمشکلات ان قولہ من ای من کا فرما بیعتہ من المسلم فیکبرہ و مثله فی الجمرۃ والبقا فی وغیرہما زاد القہستانی معرباً للحمانیۃ ان
یکبرہ بالاتفاق اور مصنف نے اپنی شرح میں سراج اور مشکلات سے نقل کیا کہ شیرہ انگور کی بیع کا شراب ساز سے مکروہ نہیں اور سلمان شراب ساز سے تو اس کی بیع مکروہ ہے اور اسی کی مانند جوڑ
اور باقانی وغیرہ میں ہے اور قہستانی نے خانیہ سے اتنا زیادہ نقل کیا ہے کہ اس کی بیع بالاتفاق مکروہ ہے بخلاف بیع امرومن یلو ط و بیع سلاح من اهل الفتنۃ لان المعصیۃ تقوم بعینہ برضا
بیع امرومن کے اس شخص سے جو اعلان کرتا ہے اور تہوار کر بیچنا اہل فتنہ سے کہ وہ جائز نہیں اس واسطے کہ یہاں گناہ بعینہ قائم ہوتا ہے یا تغیر تم انکار ہے فی مسئلۃ الامر و معرج بہا فی بیوع الخانیۃ وغیرہ

واعلمہ المصنف علی خلاف مافی الزیلعی والعمینی وان اقرہ المصنف فی باب البغاة قلت قد مناشۃ معزیا للہن ان ما قامت المعصیۃ بعینہ بکبرہ بیعہ تحریر
الاقتضی فی حفظ توفیقاً پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مسئلہ امرو کی کراہت خانیہ وغیرہ کی کتاب البیوع میں مذکور ہے اور مصنف نے اسی پر اعتماد کیا ہے یہاں
بر خلاف قول زیلعی اور عمینی کے اگرچہ مصنف نے عدم کراہت کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں میں باب البغاة کے اندر میں کہتا ہوں اور ہم وہاں باب
البغاة میں ذکر کر چکے ہیں نہ الفائق سے کہ جس چیز میں بعینہ گناہ ثابت ہوتا ہے تو اس کی بیع مکروہ تحریمی ہے اور اگر بعد تغیر کے گناہ ثابت ہوتا ہے
تو اس کی بیع مکروہ تنزیہی ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے تناقض دفع ہونے کے واسطے م یعنی تو اس تقریر سے خانیہ اور زیلعی کا تناقض دفع
ہو گیا یعنی نفی کراہت زیلعی تحریری پر محمول ہے اور کراہت خانیہ تنزیہی پر محمول ہے واللہ اعلم و جاز تعمیر کنیتہ اور تعمیر کنیتہ جائز ہے م کنیتہ عبادت
خانہ یودیان فارسی میں اس کو کنشت کہتے ہیں تعمیر سے مراد ہے نہ اعادہ لعدم البدن من الغفار میں ہے کہ اگر مسلمان کنیتہ کی مرمت میں مزدوری کر
تو لا باس بہ اس واسطے کہ عین عمل میں معصیت نہیں اور اگر نا قوس بجانے کی نوکری کرے تو لا قوس نہیں کذا فی الطحاوی وحمل ضروری بنفسہ و ابۃ باجر
اور کافر ذمی کی شراب لا دنا اپنی پیٹھ پر یا اپنے جائز پر مزدوری لے کر جائز ہے امام کے نزدیک م اور صاحبین کے نزدیک یہ مکروہ ہے اس واسطے کہ
شراب میں دس شخصوں پر لعنت ہے منجد ان کے حامل بھی ہے امام کی دلیل یہ ہے کہ عین فعل معصیت نہیں اس واسطے کہ حمل گاہے شراب کے
گلاب دینے یا سر کر بنانے کے واسطے بھی ہوتا ہے اور ملعون وہ حامل ہے جو معصیت کا قصد کرے فخر الاسلام نے کہا کہ قول امام قیاس ہے اور قول
صاحبین امتحان کذا فی الحموی لا عصر لایقام المعصیۃ یعنی شراب پیکارنے کی مزدوری جائز نہیں اس واسطے کہ معصیت بعینہ قائم ہے و جاز
اجارۃ بیت لبسوا و الکوفۃ اسے قرأ لا یغیر علی اللامح و اما الامصار والقری غیر الکوفۃ فلا یکنون انظر شعرا لاسلام فیہا دخص سواد الکوفۃ

لان غالب اہل الذمۃ لیتخذ بیت ناراً وکنیستہ او بیعتہ او یباع فیہ الخمر وقال لا ینبغی ذلک لانداعانہ علی المعصیۃ وبہ قالت الثلثۃ زیلعی اور
قریبات کوفہ میں گھر کر لے دینا آتش خانہ یا کنشت یا کلیسا بنانے کے واسطے یا اس میں شراب بیچنے کے واسطے جائز ہے نہ اس واسطے قریبات مذکورہ
کے بنا بر قول اصح کے اور شہروں اور غیر کوفہ کی دیہات میں تو امور مذکورہ کی قدرت مذہبی جائے کافروں کو علامات اسلام کی ظاہر ہو جانے کے سبب سے
اور قریبات کوفہ میں یہ بات اس واسطے مخصوص ہوئی کہ اکثر وہاں کے رہنے والے ذمی تھے اور صحابین نے کہا کہ کرایہ دینا امورہ مذکورہ کے واسطے لائق
نہیں اس واسطے کہ یہ گناہ کی اعانت ہے اور سی قول ہے امام شافعی اور مالک اور احمد کا کذا فی الزیلعی م امام کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ واقع ہے
منفعت مکان پر ولہذا اجرت بمجرۃ تسلیم کے واجب ہوتی ہے اور اس میں معصیت نہیں معصیت تو مستاجر کے فعل سے ہوتی ہے اور اس میں محتار ہے
پھر جب فعل محتار درمیان میں واقع ہوا تو معصیت کی نسبت صاحب مکان سے قطع ہو گئی واللہ اعلم وجاز بیع بناء بیوت مکہ وارضہا بلا کر ہوتی
وبہ قال الشافعی وبیعتی عینی وقد مر فی الشفعۃ اور مکہ معظمہ کے گھروں کی عمارت اور زمین کی بیع بلا کر ہوتی جائز ہے اور سی قول ہے شافعی کا اور
اسی کا فتویٰ دیا ہے عینی نے اور یہ مسئلہ گذر گیا ہے کتاب الشفعۃ میں م وہاں کی بیع تو بالاجماع جائز ہے اور زمین کی بیع صحابین کے نزدیک اور
امام کی روایت میں درست ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ ارضی مکہ کی بیع جائز نہیں و فی البرہان فی باب
العشر ولا یرہ بیع ارضہا کبناء سواہ بعل اور برہان کے باب العشر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع وہاں کی عمارت کی مکہ نہیں اور اسی کے مانند پٹنل ہے و فی مختارات النوازل
لصاحب الدرایۃ لا باس بیع بناء سواہ و اجارۃ تہا لکن فی الزیلعی وغیرہ بیکرہ اجارۃ اور صاحب ہدایہ کے مختارات النوازل میں ہے کہ مکہ معظمہ کی عمارت بیچنے
میں اور اس کے کرایہ میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن زیلعی وغیرہ نے کہا کہ اس کا کرایہ مکہ وہ ہے و فی آخر الفصل الخاص من التتار عانیۃ و اجارۃ الوہبانیۃ
قال قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ اگرہ اجارۃ بیوت مکہ فی ایام الموسم وکان لیس فی لہم ان ینزلوا علیہم فی دورہم لقولہ تعالیٰ سوار العاکف فیہ والباد وخص فیہا فی غیر
ایام الموسم انتہی فلیحفظ قلت وبہذا ینظر الفرق والتوفیق ویکذا کان ینادی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام الموسم ولقول یا اہل مکہ لا تتخذوا بیوتکم ابواباً
لینزل الیہا دی حیث شاءتم تلوا آیۃ فلیحفظ اور تاتار خانہ کی فصل خاص کے آخر اور وہاں یہ کتاب الاجارہ میں دونوں کتاب والوں نے کہا کہ
امام اعظم نے کہا کہ مکہ وہ جانتا ہوں میں مکہ معظمہ کے گھروں کا کرایہ موسم حج کے دنوں میں اور امام اہل مکہ کو فتوے دیتے تھے کہ حاجیوں کو تاریں اپنے
گھروں میں بدوں کرایہ کے بدلیل اس آیت کے کہ مکہ میں رہنے والا اور مسافر برابر ہے اور موسم حج کے سوا اور دنوں میں وہاں کے کرایہ کی رخصت
دیتے تھے انتہی مافی التتار عانیۃ والوہبانیۃ تو اس کو یاد رکھنا چاہیے میں کتابوں اور اس تقریر سے فرق ایام حج اور غیر حج کا اور دفع تناقض کراہت
اجارہ اور عدم کراہت کا ظاہر ہو گیا اور اسی طرح فتویٰ امام کے موافق امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام موسم حج میں بلند آواز سے فرماتے
تھے کہ اے اہل مکہ اپنے گھروں کے دروازے نہ بناؤ یعنی بند نہ کرو تاکہ مسافر وہاں اترے جہاں اس کا بجا چاہے پھر آیت مذکورہ پڑھتے تھے تو اس
کو یاد رکھنا چاہیے وجاز قید العبد تحریراً عن التمر والاباق و ہر سنتہ المسلمین فی الفساق اور جائز ہے قید کنا غلام کا بیڑی ڈال کر قہر اور بھاگ جانے
کے سبب سے اور وہ مسلمانوں کا طریق ہے بدکاروں کے حق میں یعنی اس قصہ سے قید کنا درست ہے اور اگر اس کا خوف نہ ہو تو جائز اور محترم کو تکلیف
دینا ناحق مکہ وہ ہے اور سی حکم ہے لہذا فی الطحاوی وقبول ہدیۃ تاجر او حاجۃ و عوتہ واستعارۃ وابۃ استئمانا اور غلام کا تحفہ قبول کرنا
جائز ہے جب کہ وہ باذن مولے سوداگری کرتا ہو اور اس کی دعوت قبول کرنا اور اس کا جانور عاریت لینا درست ہے از روئے امتحان کے م قیاس
یہ ہے کہ اس کا ہدیہ وغیرہ قبول نہ ہو کیونکہ وہ تبرع کے لائق نہیں ہے لیکن بطریق امتحان کے درست ہے تاکہ اہل معاملہ اس کی طرف رجوع کریں
اور سوداگری اس کی روانہ پکڑے اور حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کا تحفہ قبول کیا ان کے آزاد ہونے
سے پہلے اور بربرہ کا تحفہ قبول کیا اور فرمایا کہ اس کے حق میں صدقہ ہے اور ہمارے واسطے تحفہ کذا فی الزیلعی وکرہ کسوتہ اسے قبول ہدیۃ بعد ثواب

وابداؤہ النقرین لعدم الضرورة اور مکروہ ہے اس کی کسوت یعنی غلام کے کپڑے کا تحفہ قبول کرنا اور روپیے اشرفی کا ہدیہ دینا اس کا مکروہ ہے
عدم ضرورت کے سبب سے یعنی یہ امور منجملہ سوداگری کے نہیں واستخدام الحنفی ظاہرہ الاطلاق وقیل بل دخولہ الحرمہ حتمہ عشر اور حنفی
یعنی خوب سے خدمت لینا مکروہ ہے ظاہر اس کلام کا اطلاق پر دلالت کرتا ہے خواہ باہر خواہ گھر میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ خوب سے باہر خدمت لینا
مکروہ نہیں بلکہ اس کا جانا گھر کے اندر عورت میں مکروہ ہے اگر اس کی عمر پندرہ سال یا زیادہ کی ہو وکرہ اقراض اسے اعطاء بقال کجناز وغیرہ
در اہم اور خوف بلکہ لو بقی بیدہ بشرط لینا خذ متفرقا منہ بذلک ماشاء ولو لم یشرط حال العقد کن یعلم انہ یدفع لذلک بشرط لایہ لانہ قرض جبر
نفعاً و ہو بقاء مالہ اور مکروہ ہے اقراض یعنی روپیے یا گھیسوں بقال کا چنانچہ نانوائی وغیرہ کو دینا تلف ہو جانے کے خوف سے اگر اس کے پاس سے
یہ شرط کر لینا کہ بقال سے بعض اس کے لیا کرے گا متفرق جو چاہے گا اور اگر بہ شرط حال عقد یعنی دینے کے وقت نہ کی لیکن بقال جانتا ہے
مکروہ اسی واسطے دیتا ہے تو بھی مکروہ ہے کذا فی الشرع لایہ دلیل کراہت کی یہ ہے کہ اس طرح دینا وہ قرض ہے جس سے مالک نے نفع حاصل
کیا یعنی مالک کا مال باقی رہنا کم اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بقال وغیرہ کے پاس روپیہ رکھ دیتا ہے اس خیال سے کہ میرے پاس باقی نہ رہے گا خرچ
ہو جائے گا تو بقدر ضرورت اندک اندک اس سے لیا کرتا ہے تو یہ مکروہ ہے اس واسطے کہ اس قرض سے نفع حاصل ہوا باقی رہنے مال کا خواہ دینے
کے وقت متفرق لینے کی شرط کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ معروف کامل شرط ہے سید بن منصور کی سنن اور بیہقی میں حدیث مرفوعہ ہے کہ جب
قرض دے تو مستقر کا ہدیہ قبول نہ کرے اور اس کی سواری پر سوار نہ ہو مگر اس وقت جب کہ ہدیہ دینا اور سوار ہونا دونوں میں قرض سے پہلے بھی جاری ہو
اور بیہقی کی دوسری روایت یہ ہے کل قرض جبر منفعت فلو وجہ من وجہ الربو یعنی جو قرض نفع کھینچنے تو وہ بھی ایک وجہ ہے ربائی وجہ سے کذا فی یعنی شرح
لمذاۃ فلو اودعہ لایکولہ لانہ لو ملک لایمن تو اگر روپیہ وغیرہ بقال کے پاس امانت اور ودیعت رکھ دے اور اس سے متفرق لیا کرے تو مکروہ نہیں اس
نفع کے کہ اگر روپیہ وغیرہ تلف ہو جائے بقال کے پاس تو اس پر تاوان نہیں مگر جب ودیعت میں ضمان نہ ہو تو قرض ثابت نہ ہو المذاہر منفعت مکروہ نہ بھڑا
و کذا الو شرط ذلک قبل الاقرض ثم اقرضہ لم یکرہ اتفاقاً قستانی و شرعی لایہ اور اسی طرح اگر یہ متفرق لینا قرض دینے سے پہلے شرط کر لیا پھر قرض دیا تو بالاتفاق
مکروہ نہیں کذا فی القستانی و الشرع لایم تجنیس اور خرید میں اس کی تین صورتیں مذکور ہیں ایک یہ کہ لینا بطریق تبرع یا خرید کے قرض میں شرط کرے دوسرے
یہ کہ شرط نہ کرے لیکن معلوم ہو کہ اسی کے واسطے دیتا ہے یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ قرض دینے سے پہلے شرط کرے بعد اس کے
قرض دے تو یہ جائز ہے کیونکہ اس میں نفس عقد میں منفعت شرط نہیں کذا فی الطحاوی عن الشرع لایہ و کرہ تحریکاً للعب بالنزد اور نزد کھینا کر
تحریک ہے مگر یہ کھیل آرڈشیر بن بابک نے نکالا ہے لہذا اس کو نزد شیر کہتے ہیں کذا فی القاموس قستانی نے کہا کہ یہ کھیل شاہ پور بن آرڈشیر کی موضوعات
سے ہے اور وہ دوسرا بادشاہ ہے ملوک ساسانیہ سے اور یہ حرام ہے اور مسقط عدالت ہے بالاجماع انتہی اور حرمت نزد شیر کی حدیث مرفوعہ
میں ثابت ہے چنانچہ جامع صغیر میں ہے اور عینی نے اس میں صحیح مسلم سے روایت کی ہے و کذا الشطرنج بکسر اولہ ویل ولا یفتح الا نادراً اور اسی طرح
شطرنج مکروہ ہے شطرنج بکسر ثانی معجز ہے اور سین مہلہ بھی جائز ہے اور اس کو فتح نہیں دیا جاتا مگر بقتل مگر ہر چند شطرنج کی حرمت چند احادیث
ضعیفہ میں مذکور ہے لیکن عمدہ دلیل اس کی تحریم پر یہ ہے کہ وہ لولعب ہے اور ان ملاعب شلہ سے جن کا اشتنا حدیث معتد میں ثابت ہے خارج ہے
کذا فی یعنی شرح وقایہ میں ہے کہ شطرنج کھیلنے میں عزت غارت کا مظنہ ہے اور مضر ضائع کرنا ہے اور نظر باطل کا ایسا استیلا ہے کہ کھیلنے والے کو
بھوک پیاس کی خبر نہیں رہتی اور چیز کا کیا ذکر ہے و اباحہ الشافعی و ابو یوسف فی روایت و نظمها شارح الوہبانیۃ فقلل سے ولا باس بالشطرنج
و ہاروتیۃ عن الجبر قاضی الشرق والغرب تو شرعاً اور شطرنج کو مباح کہا ہے شافعی اور ابو یوسف نے ایک روایت میں اور اس کو نظم کیا ہے

شارح و بہانہ نے سوئوں کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں شطرنج میں اور ایک روایت ہے منقول علامہ شرقیٰ طرب کے قاضی سے یعنی ابو یوسف سے و ہذا اذا لم یقام ولم یدام ولم یخل بواجب والا فحرام بالاجماع اور یہ باجہ شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک اس وقت ہے جب کہ قمار بازی نہ کرے اور ہمیشہ نہ کھیلے اور ادائے واجب میں مثلاً جمعہ اور جماعت پنجگانہ میں خلل نہ ڈالے اور نہیں تو سب کے نزدیک حرام ہے و کرہ کل لم یولد من اللہ علیہ وسلم کل لم یولد من اللہ علیہ وسلم و من صلتہ بقومہ اور ہر کھیل مکروہ ہے بدیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ مسلمان کا ہر کھیل حرام ہے مگر تین کھیل حرام نہیں اپنی زوجہ سے ملاعت کرنا اور اپنے گھوڑے کو تعلیم اور تادیب کرنا اور اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا سبقت کے واسطے مہمو اور لعب اور عیث بمعنی واحد ہیں کذا فی شرح التاویلات اور حرمت ملاہی قرآن مجید میں بھی مصرح ہے انہیں ہم انما خلقناکم عبثاً یعنی کیا یہ تم نے گمان کیا ہے کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے لسانی کی حدیث مرفوعہ میں تعلیم سیاحت یعنی پانی میں طیرنا بھی حرمت ملاہی سے مستثنیٰ ہے و کرہ جعل القمل طوقاً لہ رایتہ فی عنق العبد یعلم باقاہ و فی زمانہ لا یأس بہ لغلبۃ الابق خصوصاً فی السودان و ہوا المتارکما فی شرح الجمع للعلینی لہ اور کھیل والا طوق غلام کے گلے میں ڈالنا جس سے اس کا بھاگنا ثابت ہو مکروہ ہے اور ہمارے زمانہ میں طوق ڈالنا مکروہ نہیں سبب کثرت بھاگنے کے خصوصاً جمنی غلاموں میں اور یہی قول مختار ہے چنانچہ عینی کی شرح مجمع میں ہے م رایت وہ علامت ہے جو غلام کے گلے میں ڈالے تاکہ معلوم ہو کہ یہ گرجنیت ہے اور وہ طوق ہے جس میں مسماہ عظیم ہے جو تحریک سر سے مانع ہے کذا فی الطحاوی و کرہ قولہ فی دعاءہ بمقعد العز من عرشک و لو بتقدیم العین اور اپنی دعائیں یوں کہنا مکروہ ہے کہ بمقعد العز من عرشک اگرچہ عین کی تقدیم ہو قاف پر م بیاباں دو صورتیں ہیں مقعد یعنی تقدیم قاف کی عین پر اور مقعد یعنی تقدیم عین کی قاف پر سود و نون طرح مکروہ ہے اس واسطے کہ مقعد مشتق ہے خود سے تو ممکن عرش پر ثابت ہوا اور حالانکہ یہ قول مجسمہ کا باطل ہے اور مقعد بتقدیم عین بھی جائز نہیں اس لئے کہ عرش کو موضع عقد عزت کہنا موسوم حدیث ہے اس واسطے کہ عرش قدیم نہیں محدث ہے تو عزت متعلق بعرش بھی حادث ٹھہرے گی حالانکہ عزت رب العالمین قدیم ہے کذا فی العینی لمخصا وعن ابی یوسف ر لا یأس بہ و بہ اخذ ابواللیث ر للآثر اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دعائیں بمقعد العز من عرشک کہنا مکروہ نہیں اور اسی قول کو فقیہ ابواللیث نے پسند کیا ہے بدیل اثر کے م اثر مذکور ذہبی کی کتاب الدعوات میں عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارہ رکعت نماز ادا کر رات یا دن میں اور دو رکعت میں تشہد پڑھ اور آخر نماز میں شائے خدا سے عزوجل کر اور درود پڑھ اور سجدہ میں سات بار سورہ فاتحہ پڑھ اور آیت الکرسی سات بار پڑھ اور لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الحمد و ہو علی کل شیء قدیر دس بار کہ پھر یہ دعا کر اللہم انی اسألك بمعقد العز من عرشک و منہی الرحمة من کتابک واسمک الاعظم و کلما تک الائمة پھر اپنی حاجت مانگ پھر اپنا سراٹھا پھر دہنہ بائیں سلام کر اور اجماعاً کو یہ دعا نہ سکھا اس واسطے کہ وہ دعا کریں گے تو قبول ہوگی انتہی ابن جوزی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور ابن معین اور حبان نے اس کی تکذیب کی کذا فی العینی شرح المداویط طحاوی نے شرح حموی سے نقل کیا کہ اگر لفظ عز کو عرش کی صفت قرار دیجے نہ صاحب عرش کی تو یہ دعا جائز ہوگی اس واسطے کہ توصیف عرش کی بلفظ کرم اور مجد کے ثابت ہے اور فقیہ ابواللیث نے جو لہ ایک نسخہ میں اس کے بعد عبارت ہے بخلاف القید فانہ حلال کہ مراد بخلاف القید تنہا ہے باقی مخرج یعنی بخلاف بڑی ڈالنے کے مکروہ حلال ہے جیسے اوپر گذرا چکے ہو مکروہ ہوتا تھا اور مترجم اول نے اس کو ترک کر دیا تھا لہذا ترک کیا گیا ۱۲ ۱۳ نہیں ہے کوئی مجبور مجبوز خدا کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کو سلطنت ہے اور اسی کو تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۱۲ ۱۳ اہل میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بظہل تیرے عرش کے جلوں کے جن میں تیری عزت و اہمیت ہے اور بظہل منہائے رحمت کے تیری کتاب سے اور تیرے اسم اعظم اور کلمات تاد کے بظہل سے ۱۲

اس کو اختیار کی ہے تو اس کی بھی وجہ وجہ ہے واللہ اعلم بالصواب والاحوط الامتناع لکونہ خبر واحد فیما یخالف القطعی اذ المتشابه انما یثبت بالقطعی ہدایہ اور زیادہ ترا احتیاط اس دعا کی امتناع میں ہے اس واسطے کہ خبر واحد ہے اس امر میں جو دلیل قطعی کے مخالف ہے اس واسطے کہ متشابه تو قطعی سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الہدایۃ ہم یعنی تنزیہ رب العالمین شواہد حدوث اور جہانیت سے بدلیل قطعی ثابت ہے اور یہ خبر موم حدوث سے تو اس کی ترک میں احتیاط ہے بلکہ جب اس کا موضوع ہونا ثابت ہوا تو ترک واجب ہے و فی التا تاریخانۃ معزیا للمنتقی عن ابی یوسف

عن ابی حنیفہ لا ینبغی لاحد ان یدعو اللہ الاب والد عارما ذون فیہ المامور بہ بالاستغفار من قولہ تعالیٰ وللہ الاسماء الحسنی فادعوه بما قال وکذا لا یصلی علی احد الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تا تاریخانۃ میں منسوب بمنتقی ابو یوسف سے عن ابی حنیفہ منقول ہے کہ کسی کو دعا مانگنا لائق نہیں مگر بذریعہ رات اور صفات اور اسماء الہی کے اور دعا مامور ذون فیہ اور مامور بہ وہ ہے جو حق تعالیٰ کے اس قول سے مستفاد ہے کہ حق تعالیٰ کے اسماء حسنہ میں سوائے اسماء سے دعا کیا کرو گے اور اسی طرح صلوٰۃ اور درود کوئی کسی کو نہ کہے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یعنی بالاستقلال لفظ صلوٰۃ درست نہیں لیکن بالبتع درست ہے مگر غیری صلی اللہ علیہ وسلم پر تنہا صلوٰۃ کہنا اس طرح کہ اللہ صلی علی فلان مکروہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملا کر یوں کہنا اللہ صلی علی محمد و علی آلہ واصحابہ تو جائز ہے انتہی لیکن ملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال صلوٰۃ درست ہے اور سلام بجائے صلوٰۃ کافی ہے کذا فی الطحاوی وکرہ قولہ بحق رسک وانبیائک واولیائک وحق البیت لانہ لاحق للمخلق علی الخالق تعالیٰ اور مکروہ ہے یوں کہنا دعائیں بحق رسک وحق انبیائک یا بحق بیت اللہ اس واسطے کہ خلق کا کچھ حق ثابت نہیں خالق تبارک و تعالیٰ پر ہم انبیا اور اولیا علیہم السلام کا حق خالق تعالیٰ پر وجوباً ثابت نہیں لیکن تفضلاً وکرمًا ثابت ہے یہاں تک کہ ازراہ کرم حق سائلین بھی ثابت ہے چنانچہ حصن حصین میں حدیث ثابت ہے اللہم انی اسالک بحق السائلین علیک اور بحق سے اگر حرمت اور عظمت اور وجاہت مراد لیجیے تو بطریق وسیدہ درست ہے فقال تعالیٰ واستغوا الیہ الوسیۃ کذا فی الطحاوی متعبرف ولوقال لاخر بحق اللہ او باللہ ان تفضل کذا لایزید ذلک وان کان الادوی فعدہ ودر اور اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ بحق خدا یا بخدا ایسا کرو تو اس پر یہ کرنا لازم نہیں اگرچہ ویسا کر دینا بہتر ہے کذا فی الدرر یعنی واجب نہیں مستحب ہے و فی المختارات قال ابن المبارک سال لوجہ اللہ وحق اللہ یعنی ان لا یعطیہ شیئاً لانہ عظم ماحقر اللہ اور مختارات میں ہے کہ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ ایک شخص نے دوسرے سے صدقہ بذات خدا یا بحق خدا سوال کیا مجھ کو یہ پسند آتا ہے کہ اس کو کچھ نہ دے اس واسطے کہ اس نے تعظیم کی اس چیز کی جس کو خدا نے حقیر اور ذلیل کیا یعنی دنیا مانگی پر درکار جل شانہ کا نام لے کر طحاوی نے کہا یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ سوال سائل کا بے ضرورت معلوم ہو و فیما قرأ القرآن ولا یعمل بوجہہ شیئاً علی قرآنہ من یصلی ویصی اور مختارات میں ہے کہ قرآن مجید پڑھا اور اس کے موجب عمل کیا تو پڑھنے کا ثواب پاوے گا ماننے اس شخص کے کہ نماز پڑھتا ہے اور گناہ کرتا ہے یعنی اگرچہ ترک عمل سے گنہگار ہوگا تو ثواب ہو ایک جہت سے اور گناہ ہو دوسری جہت سے فہرست ملحقہ شارح کا بل یکوہ رفع الصوت بالذکر والدعاء قبل نغم وتما قبل جنایات البزازیہ کیا مکروہ ہے اولاً مہذب کرنا ذکر اور دعائیں بعضوں نے کہا ال مکروہ ہے اور اس کا پورا بیان بزازیہ کی کتاب الجنایات کے پہلے مذکور ہے ہم جہر ذکر اور دعا میں اختلاف ہے اور ظاہر اس کا حکم باختلاف احوال ذکر مختلف ہے استحضار قلب اور عدم استحضار اور ریا اور عدم ریا کے سبب سے کذا فی الطحاوی وکرہ احتکار قوت البشیر کثیرین وغب ولوز والیہا تم کتبہن وقت فی بلد لیسر یا ہلہ اور احتکار یعنی بند کر رکھنا آدمی کا قوت چنانچہ انجیر اور انگور ملکہ اللہ صلوٰۃ نازل کر خداں شخص پر ۱۲ ملکہ اسی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل اور اصحاب پر ۱۲ ملکہ بحق اپنے رسول کے اور بحق اپنے پیارے اولیاء کے تو دعا قبل کر ۱۳ ملکہ اسی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ پر سوال کرنے والوں کے حق کی وجہ سے ۱۴

اور بادام اور جانوروں کا قوت چنانچہ بھوسہ اور چارہ خشک یا تر مکروہ ہے اس شہر میں جہاں کے لوگوں کو بند رکھنا ضرر پہنچاتا ہو، احتکار یعنی جس طعام اور علف گرانی یا محظوظ کی نیت سے مکروہ تحریمی ہے امام کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جس کا جس خلق کو مضر ہو وہ احتکار ہے اگرچہ سونایا چاندی یا کپڑا ہو احتکار ثابت ہوتا ہے ہم دن یا مہینہ بھر کے جس سے اصل یہ ہے کہ طعام کی تجارت بقصد احتکار و انتظار گرانی کے بہتر نہیں لیکن اگر گرانی کی نیت نہ ہو تو بہتر ہے کذا فی الطحاوی لحدیث الجالب مرزوق والمحتکر ملعون احتکار مکروہ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جالب مرزوق ہے اور محتکر ملعون ہے م یہ حدیث بروایت عمر بن الخطابؓ سنن ابن ماجہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور عبد اللہ بن حمید اور ابو علی کی مسانید میں اور بیہقی کی شعب الایمان میں ثابت ہے جالب وہ جو غلہ باہر سے خرید کر شہر میں بیچنے کو لاوے تو وہ مرزوق یعنی اس کی روزی میں برکت ہے اس لئے کہ لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے وعاہ مسلمان کے لائق ہے اور قوت کا بند کر رکھنے والا بد خواہ خلأقی ہے لہذا اس پر لعنت ہے اصطلاح شرع میں احتکار یہ ہے کہ آدمی اور جانور کا قوت بند کر رکھے اس کو نہ بیچے گرانی کے انتظار سے مہینہ بھر یا زیادہ بشرطیکہ غلہ اسی شہر میں خرید کیا ہو اور لوگوں کو ضرر نہ ہو، جس سے یعنی اگر اور مقام سے لا کر غلہ بند کر رکھا ہو شہر میں یا خلق کو حاجت نہ ہو تو وہ احتکار مکروہ نہیں کذا فی العینی فان لم یضر لم یکرہ سو اگر احتکار ضرر نہ کرتا ہو تو وہ مکروہ نہیں م ضرر کی صورت یہ ہے کہ شہر چھوٹا ہو اور اگر ضرر نہ ہو اس طرح پر کہ شہر بڑا ہو یعنی جہاں ہر طرف سے غلہ آتا ہو تو وہاں احتکار مکروہ نہیں اس لئے کہ اس نے اپنا مال رکھ چھوڑا بلا مضرت غیر کذا فی الزیلعی و مثله تلقی الجلب اور بانڈ احتکار کے تلقی جلب ہے م تلقی جلب یعنی شہر سے نکل کر کھپ اور بھرتی لانے والوں سے غلہ مول لینا اگر مضر ہو شہر والوں کو تو درست نہیں اور نہیں تو درست ہے بشرطیکہ غلہ کے نرخ کو غلہ لانے والوں سے نہ چھپا دے والا تلقی جلب مطلقاً مکروہ ہے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہ ہو کذا فی الہدایۃ و شرعاً وجب ان یا مرہ القاضی بیع ما فضل عن قوتہ وقوت اہلہ فان لم یبع بل خالف امر القاضی عززہ بما یراہ رادعاً و باع القاضی علیہ طعام وفاقاً علی صحیح اور یہ واجب ہے کہ جس قدر غلہ محتکر کا زیادہ ہو اس کی اور اس کے گھر والوں کی قوت سے اُس کے بیچ ڈالنے کا قاضی حکم دے پھر اگر وہ نہ بیچے بلکہ حکم قاضی کی مخالفت کرے تو قاضی اس کو تعزیر دے جیسا مناسب دیکھے اس کی زجر اور تو بیخ کے واسطے اور قاضی اس کا غلہ زبردستی بیچ ڈالے باتفاق امام اور صاحبین رحمہم کے بقول اصح م ہر چند امام کے نزدیک حجر جائز نہیں لیکن در صورت ضرر عام کے درست ہے کذا فی الطحاوی و فی السراج لو خاف الامام علی اہل بلد الہلاک اخذ الطعام من المحتکرین و فرق علیہم فاذا وجدوا سعة ردوا مثله و نہالین بھرجل للضرورة و من اضطر لمال غیرہ و خاف الہلاک تباؤہ بلا رضائہ و نقدہ الزیلعی عن الاختیار و اقروہ اور سراج و حاج میں ہے کہ اگر بادشاہ اہل شہر کے ہلاک ہو جانے سے ڈرے تو غلہ بند کرنے والوں سے اناج لے اور اہل شہر کو بانڈ دے پھر جب اہل شہر کو کٹاؤش ہو تو اس کے برابر اناج مالکوں کو پھیر دیں اور یہ لینا بادشاہ کا زبردستی حجر نہیں بلکہ ضرورت کے سبب سے ہے اور جو شخص کہ غیر کے مال کی طرف مضطر ہو اور اپنے ہلاک ہو جانے سے ڈرے وہ اس کو لے بلا رضامندی مالک کے اور زیلعی نے یہ مسئلہ اختیار سے نقل کیا اور اس کو ثابت رکھا و لا یكون محتکراً بحبس غلۃ ارضہ بلا خلاف و مجلو بہ من بلد آخر خلافاً للثانی اور محتکر نہیں ہوتا آدمی اپنی زمین کا غلہ بند کر رکھنے سے بالاتفاق اور اس کے غلہ کے جس سے جس کو لا دیا ہے دوسرے شہر سے برخلاف ابو یوسف کے م اپنی زمین کے جس غلہ سے اس واسطے احتکار نہیں کہ اس کا خالص حق ہے حق عوام اُس سے متعلق نہیں تو مبطل حق خلق نہ ہوا اور مجلو بہ کے جس سے اس واسطے احتکار نہیں کہ اہل شہر کا حق اُس سے متعلق نہیں فقیہ ابواللیث نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اس کی تین صورتیں ہیں ایک صورت درست ہے اور دوسری مکروہ اور تیسری میں اختلاف ہے مکروہ صورت یہ ہے کہ شہر میں غلہ مول لے اور نہ بیچے اور لوگوں کو اس کے نہ بیچنے سے ضرر نہ ہو اور جو

صورت درست ہے وہ یہ ہے کہ اس کی زمین کا غلہ ہو یا دوسرے شہر سے اس کو لے آیا ہو یا شہر ہی میں غلہ خرید کیا ہو لیکن لوگوں کو مضرب نہ ہو اور مختلف اصوات یہ ہے کہ شہر کے متصل قریات سے غلہ خرید کرے اور شہر میں بند کر رکھے تو امام کے نزدیک درست ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ اور یہی قول ماخوذ ہے انتہی تو یہ جو صاحب ہدایہ نے محبوب کو مکروہ کہا ہے ابو یوسف کے نزدیک موسیٰ بن اسد واسطے کہ فقہ ابو اللیث نے اس کو قسم متفق علیہ میں داخل کیا ہے قدوری نے کتاب التقریب میں روایت کی کہ ابو یوسف نے کہا کہ اگر نصف میل سے غلہ لاوے تو وہ احتکار نہیں اور اسی طرح مختصر کرخی میں ہے تو محبوب بلکہ آخر ابو یوسف کے نزدیک کیونکہ احتکار ہو گا کذا فی العینی شرح المداہم مختصر وعند محمد ان کان یحبب من عادیہ کرہ دہو المختار اور محمد کے نزدیک اگر غلہ لانے کی اس شہر سے عادت ہو تو وہاں سے غلہ لا کر بند کر رکھنا احتکار مکروہ ہے اس واسطے کہ تمام شہر کا حق اس سے متعلق ہے اور یہی قول مختار ہے ولا یسعر الی کم لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تسعروا فان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرزاق اور حاکم نزع مقرر نہ کرے بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ نزع مقرر نہ کرو اس واسطے کہ بالتحقیق اللہ تعالیٰ ہی نزع مقرر دینے والا قابض اور باسط الرزاق ہے یعنی تنگی اور کشائش اناج کی اسی کی طرف سے ہے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ نزع گراں ہو گیا سو ہمارے واسطے نزع مقرر کر دیجیے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرزاق میں چاہتا ہوں کہ خدا سے ملوں اور تم میں سے کوئی شخص مجھ سے مطالبہ نہ کرے ظلم کرنے کا نہ خون کا نہ مال کا ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دارمی اور بزار اور ابو یعلیٰ موسیٰ نے اپنی مسندوں میں اس کو روایت کیا ہے کذا فی العینی الا اذا تعدی الارباب عن القیمۃ تعدیاً فاحشاً فلیسعر بمشورۃ اہل الراۃ مگر جب کہ غلہ فروش قیمت میں تعدی فاحش کریں تو حاکم اہل راستے کے مشورہ سے نزع مقرر کر دے م تعدی فاحش کی صورت عینی اور زلیعی وغیرہ نے یہ بیان کیا ہے کہ دونی قیمت پر بیع کرتے ہوں وقال مالک علی الوالی التسعیر عام الغلاء اور امام مالک نے کہا کہ حاکم پر گزانی کے سال میں نزع کرنا واجب ہے م تو امام اعظم اور مالک کے مذہب لزوم اور عدم لزوم کا فرق ہے یعنی ہمارے مذہب میں نزع حاکم پر واجب نہیں در صورت تعدی جائز ہے اور مالک کے نزدیک واجب ہے و فی الاختیار تم اذا سمع وخاف البائع ضرب الامام لو نقص لایحل للمشتري وحیثہ ان یقول کہ یعنی ہاتھ اور اختیار میں ہے پھر جب کہ حاکم نزع مقرر کر دے اور بائع ڈرے حاکم کی ضرب سے مگر اس کے نزع سے کمی کرے تو مشتری کو وہ غلہ حلال نہیں یعنی مالک کی نارضا مندی کے سبب سے توحید جواز کا یہ ہے کہ مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ تو بیع جس قدر تو چاہے لکذا فی العینی عن المحیط ولو اصابوا علی سمر الجوز واللحم ووزن ما تصارح المشتري بالنقصان فی الجوز لا اللحم لشمرة صحره علاۃ بخلاف اللحم اور اگر ایک شہر کے لوگ روٹی اور گوشت کا نزع مقرر کر لیں اور بائع کسی شخص کو کم تول دے تو مشتری نقصان بھرے روٹی میں نہ گوشت میں اس واسطے کہ عادت یہ ہے کہ روٹی کا نزع مشہور ہو بخلاف گوشت کے کہ اس میں شہرت نہیں ہوتی مگر لعلت ہم یہ تفصیل مشتری مسافر پر محمول ہے اور اگر مشتری اس شہر کا رہنے والا ہو تو وہ روٹی اور گوشت دونوں کا نقصان بھرے اس واسطے کہ معروف کا مشروط ہے کذا فی الزلیعی وغیرہ قلت وانا دان التسعیر فی القوتین لا غیر وہ بصرح العتانی وغیرہ لکنہ اذا تعدی ارباب غیر القوتین وظلموا علی العامة فیسعیر علیہم الی کم ہمارے اہل مال ابو یوسف ضیعفی ان یجوز ذکرہ القستانی فان ابو یوسف یعتبر حقیقۃ الضرر کما تقررتہ برہم کتا ہوں اور مصنف نے اشارہ کر دیا کہ حاکم کا نزع مقرر کر دینا انسان اور حیوان کی قوت میں ہے نہ قوت کے سوا اور چیزوں میں اور اس کو صریح بیان کر دیا ہے عتانی وغیرہ نے لیکن اگر غیر قوت کے بائع زلیعی کریں گزانی میں اور لوگوں پر ظلم کریں سو حاکم ان پر زبردستی نزع مقرر کر دے ابو یوسف کے قول پر تو لائق یوں ہے کہ یہ جائز ہو ایسا ذکر کیا ہے قستانی نے اس واسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک حقیقت منکر کا اعتبار ہے قوت میں ضرر ہو یا غیر قوت میں چنانچہ یہ ثابت ہے تو اس کو غور کرے مگر ہمساک الحامات و لونی بر جہان ان کان لیضر بالناس بنظر اوجب اور مکروہ ہے کیوتروں کا رکھنا اگرچہ کیوتراپنے درجوں میں رہتے ہیں

بشرطیکہ لوگوں کو ضرر نہ ہو نظر سے یا جلب سے ہم نظر کا ضرر یہ کہ لوگوں کے مکانات اور عورت پر کبوتر بازی کی نظر پڑتی ہو اور جلب یہ کہ اس کے کبوتر کے ساتھ غیر شخص کا کبوتر اڑتا ہو اور یہ شخص اس کو پکڑ لیتا ہو والا احتیاط ان یصدق بہائم یشتربا او توہب لم یحبے اور جو غیر کا کبوتر پکڑ لے اور اس کے مالک کو نہ جانتا ہو تو احتیاط یہ ہے کہ کبوتر خیرات کر دے محتاج کو پھر اس کو محتاج سے خرید کر لے یا اس کو ہبہ کر دیا جائے تصدق کے بعد کذا فی الجلبے ہم تصدق کی وجہ یہ ہے کہ جب مالک چیز کا معلوم نہ ہو تو اس کا رکھنا حلال نہیں اس کو تصدق کرنا چاہیے مالک کے ثواب رسائی کی نیت سے فان کان لیطر با فوق السطح مطلقا علی عورت المسلمین ویکسر زجاجا والناس برمیة تلک الحمامات عزرو ومنع اشد المنع فان لم یمنع بند لک ذبحا اسے الحمامات المختب پھر اگر کبوتر بازان کو اڑتا ہو حیثیت کے اور چھانکتا عورت مسلمین کو اور توڑتا لوگوں کے شیشے کبوتروں کے مارنے اور انکے سے تو تعزیر دیا جاوے اور نہایت سختی سے منع کیا جاوے پھر اگر باوجود اس کے باز نہ رہے تو کبوتروں کو مختب ذبح کر ڈالے وصرح فی التوبہ بان یوجب التعزیر وذبح الحمامات ولم یقیدہ بامر ولعلہ اعتمد علی عادتم اور وہ یہاں یہ میں وجوب تعزیر اور ذبح کر ڈالنے کبوتروں کی تعزیر کی ہے اور قید نہیں لگائی اطلاع عورت اور برتن توڑنے کی اور شاید کہ اس نے ان کی عادت پر اعتماد کیا یعنی صاحب وہاں کے زمانے میں تاکنے چھانکے اور پتھریاں پھینکنے کی عادت ہوگی لہذا اس نے اس قید لگانے کی حاجت نہ دیکھی واما لاستیناس مباح کثیرا و عسافر یصدق ان قال من اخذ ما فی لہ ولا تخرج عن ملکہ باعنا قد قیل بکیرہ لانه یضیع المال جامع الفتاوی اور کبوتر کا پالنا دفع وحشت اور جی لگانے کے واسطے ہے تو مباح ہے جیسے کنجشک خرید کرنا چھوڑ دینے کے واسطے مباح ہے بشرطیکہ چھوڑنے کے وقت یوں کہ ان کو پکڑ لے تو وہ اس کے ہیں اور چھوڑ دینے سے اس کی ملک سے باہر نہیں ہو جاتے یعنی تا وقتیکہ دوسرا شخص ان کو پکڑ نہ لے اور بعضوں نے کہا کہ کنجشک خرید کر کے چھوڑنا مکروہ ہے اس واسطے کہ مال کا ضائع کرنا ہے کذا فی جامع الفتاوی و فی المختارات سیب داتہ قال ہی لمن اخذ ما لم یأخذ ما من اخذ ما مرفی الحج اور مختارات میں ہے کہ اپنا جانور ایک شخص نے چھوڑ دیا مطلق العنان کر دیا اور کہا یہ اس کا ملک ہے جو اس کو پکڑ لے تو اس کے پکڑنے والے سے چھوڑ دینے والا نہ لے اور کتاب الحج میں یہ مسئلہ گذر گیا وجاز رکوب الثور و تحمید و الکرب علی الحمیر بلا جہد و ضرب اذ ظلم الدابة اشد من ظلم الذی انکاشد من ظلم المسلم اور سوار ہونا بیل پر اور اس کا لادنا اور گدھوں سے کھیت جو تباہیوں مشقت شدید اور مارنے کے جائز ہے اس واسطے کہ ظلم جانور کا سخت تر ہے کافر ذمی کے ظلم سے اور ذمی کا ظلم سخت تر ہے مسلمان کے ظلم سے ہم یعنی مافوق طاقت مشقت لینا جانور سے اور اس کو مبت ماننا ظلم شدید ہے وجہ شدت یہ ہے کہ جانور کا کوئی ناصر اور حامی نہیں سوائے خدا کے تعالیٰ کے روایت میں وارد ہے کہ سخت تر غضب اللہ تعالیٰ کا اس شخص پر ہے جس نے ظلم کیا اس پر جس کا کوئی مددگار نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور ظلم ذمی مسلم سے اس واسطے سخت تر ہے کہ وہ شدت ظلم کرے گا اپنے ظالم پر تاکہ اس کے ساتھ عذاب میں شریک رہے کذا فی الطحاوی ولا یاس بالمسابقة فی الرمی والفرس والبغل والحمیر کذا فی ملتقی والجمع واقعہ المصنف خلافا لما ذکرہ فی مسائل شتی فتنہ والابل وعلی الاقدام لانه من اسباب الجہاد فکان مندوبا اور کچھ مضائقہ نہیں باہم سبقت لے جانے کا تیر اندازی اور گھوڑا اور اونٹ دوڑانے میں اور قدموں کے دوڑنے میں اس واسطے کہ امور مذکورہ جملہ کے اسباب میں تو مسابقت مستحب ہوئی ملتقی اور مجمع میں کہا کہ خیر اور گدھے کی مسابقت بھی درست ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں یہاں تو اس کو ثابت رکھا اور مسائل شتی میں اس کے مخالف ذکر کیا ہے تو خبردار رہنا ہم مسائل شتی میں حالت مسابقت گھوڑے اور اونٹ اور اقام اور تیر اندازی میں مخصوص کی ہے وعند الثلثة لا یجوز فی الاقدام اسے بالجعل اور ائمہ ثلثہ یعنی مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اقام میں مسابقت جائز نہیں یعنی مال شرط کر کے درست نہیں واما بدو فیہ مباح فی کل الملاعب کما یاتی اور بلا شرط مال کے تو مسابقت مباح ہے سب ملاعب اور ملاہی

چنانچہ آگے آوے گا م ظاہر ہے کلام ائمہ ثلثہ کے کلام سے مرتبط ہے اور مضمون آئندہ اس کا مفید ہے کہ یہ کلام ہے اہل مذہب کا کذا فی الطحاوی
حل الجمل و طاب لانی یصیر مستحقاً ذکرہ البرجذی وغیرہ و علائہ البرازی بانہ لا یتحقق بالشروط شے لعدم العقد و القبض انتہی و مفادہ لزومہ بالعقد
لیقول الشافعیہ فقہر مسابقت کا مال مشروط حلال اور طیب ہے اور یہ نہیں کہ وہ مستحب مستحق ہو جاتا ہے کہ حاکم زبردستی دلاوے ایسا ذکر کیا ہے
برجذی وغیرہ نے اور برازی نے اس کی علت بیان کی ہے کہ شرط سے کوئی چیز مستحق نہیں ہوتی بسبب نہ ہونے عقد اور قبض کے انتہی کلام
البرازی اور یہ کلام لزوم مال مشروط کا مفید ہے عقد ہونے کے سبب سے چنانچہ شافعی مذہب کہتے ہیں تو اس کو دیکھ سمجھ لے یعنی عقد یا قبض
سے استحقاق مال ثابت ہوگا تو حاکم زبردستی دلاوے گا ان شرط المال فی المسابقة من جانب واحد مسابقت کا مال مشروط حلال ہے
اگر مسابقت میں ایک جانب سے مال کی شرط کی ہو مثلاً حامد نے محمد سے کہا کہ اگر میرا تیرا سبقت کرے تیرے تیرے یا میرا گھوڑا یا اونٹ آگے
بڑھ جائے تیرے گھوڑے اور اونٹ سے تو میں دس یا سو درم تجھ سے لوں گا اور اگر تیری طرف سبقت ہوگی تو میں کچھ نہ دوں گا و حرم لو شرط
فیہا من الجانبین لانی یصیر قاراً و مسابقت کا مال مشروط حرام ہے اگر مسابقت میں دونوں جانبوں سے مال مشروط ہو اس واسطے کہ یہ
قار اور جو ہو گیا اس لئے کہ قار وہ ہے جس میں جانبین برابر ہوں احتمال غرامت میں کذا فی الزیلعی الا اذا خلا ثالثاً محلاً بینہما بفرس کف
لفرسیہما تو ہم ان لیسبقتما والام بجزئہ اذا سبقتما اخذ منها وان سبقا لم یعطما و فیما بینہما ایہما سبق اخذ من صاحب جانبین کا مال مشروط حرام
ہے مگر اس صورت میں حرام نہیں جب کہ دونوں نے تیسرے شخص محل کو اپنے درمیان داخل کر لیا بشرطیکہ اس کا گھوڑا دونوں شخصوں کے گھوڑے
سے اس طرح برابر ہو کہ اس کا آگے بڑھ جانا دونوں گھوڑوں سے ممکن ہو اور اگر اس کا گھوڑا ایسا نہ ہو تو ایک کو دوسرے کا مال حلال نہیں پھر اگر
تیسرا محل آگے بڑھ گیا تو دونوں شخصوں سے مال مشروط لے اور اگر دونوں شخص تیسرے سے بڑھ گئے تو تیسرا ان کو کچھ نہ دے گا اور دونوں
شخص آپس میں جو بڑھ جاوے گا وہ اپنے ساتھی دوسرے سے لے گا محمد نے کتاب میں کہا کہ ثالث کو اس وقت جواز کا حید ہوگا جب کہ اس کا
سابق اور مسبوق ہونا متوہم ہو اور اگر اس کی سبقت دونوں سے متیقن ہو یا اس کا مسبوق ہونا یقینی ہو تو جواز نہیں عالمگیری میں ہے کہ جب جانبین
نے محل کو فیما بین اپنے داخل کیا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو سبقت کرے مجھ پر تو تیرے واسطے اتنا مال ہے اور اگر میں سبقت
کر دوں تو میں اتنا لوں اور اگر تیسرا سبقت کرے تو کچھ نہ پاوے اور خلاصہ میں ہے کہ جانبین نے تیسرے کو داخل کیا اور تیسرے سے کہا کہ اگر تو
ہم دونوں پر سبقت کرے تو دونوں کا مال مشروط تیرا ہے اور اگر ہم تجھ پر سبقت کریں تو ہم کچھ نہ دیں تو ازراہ استحسان یہ جائز ہے انتہی اس سے
معلوم ہوا کہ ادخال ثالث کی دو صورتیں ہیں زیلعی نے کہا وجہ جواز یہ ہے کہ ثالث پر کچھ غرامت نہیں قطعاً و یقیناً ہر تقدیر پر اس میں تو فقط ہی احتمال
ہے کہ پاوے یا نہ پاوے تو اس سبب سے قار ہونا ثابت نہ ہوا تو گویا ایک ہی جانب سے شرط ہوئی اس واسطے کہ قار وہ ہے جس میں جانبین احتمال
غرامت میں مساوی ہوں کذا فی الطحاوی و کذا الحکم فی المتفقہ فاذا شرط لمن مع المصواب صح وان شرطاً لكل علی صاحبہ لا درر و مجتہد اور اسی طرح
کا حکم ہے فرقہ فقہ کی مسابقت میں سوجب کہ مال شرط ہو اس کے واسطے جس کے ساتھ مصواب اور حق ہے تو صحیح ہے اور اگر دونوں نے مال شرط کیا
ہر شخص کے واسطے دوسرے ساتھی پر تو صحیح نہیں کذا فی الدرر والمجتہد جب صاحب حق کے واسطے مال مشروط ہو تو یہ قار کی صورت ہے اس واسطے
کہ احتمال زیادت و نقصان ہر شخص میں موجود ہے بلکہ حلت مال کی صورت ہے کہ مال مثلاً زید کو دیا جائے اگر حق کوئی اس کی جانب ظاہر ہو اور اگر دوسرے
کی طرف حق کوئی ثابت ہو تو وہ کچھ نہ پاوے یا تیسرے فقیہ کو داخل کریں اگر مسئلہ تین صورت کا محتمل ہو اور مال تیسرے کے واسطے مقرر کریں اگر اس
کی حق کوئی ظاہر ہو اور اگر دونوں میں سے ایک شخص کی حق کوئی ثابت ہو تو تیسرے پر کچھ نہیں کذا فی الطحاوی والمصارعة لیست ببدعة الا للشمی فکروہ برجذی

اور کشتی کرنا بدعت نہیں مگر بقصد بازی اور سولہب کے تو مکروہ ہے کذا فی البرجندی م جو ہر فتاویٰ میں ہے کہ کشتی بدعت نہیں مگر بقصد بازی مکروہ ہے منع کرنا چاہیے اور اگر بقصد تحصیل قوت کے ہوتا کہ کفار سے جہاد کرنے پر قدرت حاصل ہو تو جائز ہے اور ثواب پاوے گا واما السباق بلا جمل فخل فی کل شئے کمایاتی اور باہم سبقت کرنا بدول اشتراط مال کے تو ہر چیز میں حلال ہے چنانچہ مسائل شتے میں آوے گا وعند الشافعیۃ المسابقة بالاقدام والبطر والبقر والسباحة والصولجان والبنوق والسفن ورمی الحجر والشالہ بالید والشاک والوقوف علی رجل ومعرفة ما بیدہ من زوج او فرد واللعب بالی تم وکذا یحیل کل لعب خطر لحاق تغلب سلامة کرمی الرام وصيد لیمۃ وکل التفرج علیہم حیثہ وحدث مد فو عن بنی اسرائیل یفید کل سماع الاعاجیب والغرائب من کل مال یتیقن کذبہ بقصد الفرجة لاجتہ بل وما یتیقن کذبہ لکن یقصد ضرب الامثال والمواظط ولتقیم خواشجاء علی السنۃ اکادمیین او حیوانات ذکرہ ابن حجر اور شافعی مذہبوں کے نزدیک مسابقت حلال ہے قدموں سے اور پرندہ اور بیل اور پانی میں تیرنے اور چوگان اور غلیہ اندازی اور سفن اور پتھر پھینکنے اور زمین سے ہاتھ اٹھا دینے اور انگلیاں پھینکی کر کے پتھر کرنے اور ایک پاؤں پر کھڑے ہونے اور بوجھنے میں کہ دوسرے شخص کے ہاتھ میں کیا ہے جفت یا طاق اور انگوٹھی سے بازی کرنے میں اور اسی طرح حلال ہے ہر بازی خطرناک باہر تجربہ کار کو جس کا سلامت رہنا خطرہ سے اکثر ہے امر ہے چنانچہ تیر اندازی تیر انداز کو اور سانپ کا پکڑنا اور ان پر اس وقت میں تماشا دیکھنا بھی حلال ہے اور یہ حدیث کہ نقل کی بنی اسرائیل سے اس کے معنی ہے کہ عجائب وغرائب کی سماعت کرنا تمام ان حکایات سے جس کا کذب بالیقین ثابت نہیں درست ہے انبساط خاطر کے واسطے بلکہ جس کا کذب یقینی ہے اس کی بھی سماعت حلال ہے لیکن حرب اشل اور فصاح کی نیت سے اور شجاعت وغیرہ کی تعلیم کے واسطے آدمیوں یا جانوروں کی زبان سے چنانچہ کتاب کلیدہ ومنہ اور طوطی نامہ ہے ایسا ذکر کیا ہے ابن حجر شافعی نے م طحاوی نے کہا میں نہیں جانتا فروع شافعیہ کے ذکر کرنے کی وجہ ہاں اس کا ذکر اس وہم میں البتہ ڈالتا ہے کہ قواعد حنفیہ بھی اسی کو مقتضی ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ قواعد مذہب اس کے مقتضی ہیں کہ اکثر امور مذکورہ چنانچہ چوگان وغیرہ حرام لہو ہیں واللہ اعلم فقیہ ابو الیث نے کہا کہ قصہ خوانی تین طرح پر ہے ایک یہ کہ اس میں مذکرہ علم کا ہو تو وہ بہتر ہے سورتے سے دوسرے یہ کہ حکایات کا ذہب اور مضحکہ ہو تو وہ مکروہ ہے تیسرے یہ کہ دفع دشت کے واسطے بات چیت ہو اور دروغ گوئی اور قول باطل سے اجتناب ہو تو اس کا مضائقہ نہیں لیکن ترک اس کا افضل ہے اور جب ایسا کریں تو لائق ہے کہ آخر کو ذکر اللہ اور تسبیح اور استغفار کی طرف رجوع کریں تاکہ خیر پر خاتمہ ہو اور شہر کے امور تازہ وغیر ذلک کو پوچھنا قول مختار یہ ہے کہ اس کے پوچھنے میں اور خبر دینے میں مضائقہ نہیں چنانچہ غلامہ میں ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ سماع اکاذیب حلال نہیں اور آگے مذکور ہوگا کہ جن قصوں کی کچھ اصل نہیں وہ مکروہ ہیں کذا فی الطحاوی ولستحب قلم الظایرہ الالجادی دار الحرب فیتحب تو فیہ شاربہ واطفارہ لیوم الجمعة وکونہ بعد الصلوة افضل الا فاخو الیہ تاخیر فاحشا میکہ لان من کان طفرہ طویلا کان من رزقہ ضیقا اور جمعہ کے دن ناخن تراشنا مستحب ہے مگر غازی کو دار الحرب میں سوا اس کو مویچیں اور ناخن بڑھانا مستحب ہے اور ناخن تراشنا بعد نماز جمعہ افضل ہے مگر جب کہ جمعہ کے دن تاخیر کی ہو بت سی تاخیر کر کے تو اس طرح پر جمعہ پر معین رکھنا مکروہ ہے اس واسطے کہ جس کا ناخن دراز ہوگا اس کا رزق تنگ ہوگا م لائق یوں ہے کہ ناخن تراشنے اور بال منڈے ہوئے زمین کے اندر دفن کر دے اور اگر ان کو پھینک دے تو مضائقہ نہیں اور اگر پاخانہ یا غسل خانہ میں پھینک دے تو مکروہ ہے اس واسطے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے کذا فی الحانیۃ عنابہ میں ہے کہ چار چیزیں دفن کرنا چاہیے ناخن اور بال اور خون اور لہہ حیض کا و فی الحدیث من قلم الظایرہ لیوم الجمعة اعادہ اللہ من البلیا الی الجمعة الاخری و زیادۃ ثلثۃ ایام در حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے ناخن کاٹے جمعہ کے دن تو حق تعالیٰ

سلف مترجم اول نے اس کا ترجمہ نہیں کیا ظاہر اس سے کشتیوں کی مساف ہے ۱۲ ف موزعہ ناخن تراشین مستحب است ف استماع حکایات کا ذہب مکروہ ہے

اس کو بلایا سے محفوظ رکھے دوسرے جمعہ تک اور تین دن اور زیادہ کذا فی الدرر وعنه صلی اللہ علیہ وسلم من قلم اظفارہ مخالفاً لم ترمذیہ ابدالاً
یعنی بقول علی رضی اللہ عنہ سے قلموا اظفارکم بسنتہ وادب ۵ یعنی خواہیں بسیار با ادب ۵ و بیانہ و تمامہ فی مفتاح السعاده اور رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جو اپنے ناخن مخالف تراشے اس کی آنکھ کبھی نہ جوش کرے یعنی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس قول کے مانند کہ اپنے
ناخن کا نو سنت اور ادب سے داہنا ہاتھ خواہیں اور بائیں ادب سے ہے اور اس کا بیان اور پورا ذکر مفتاح السعاده میں ہے م اس بیت
میں ہر حرف سے انگلی کے نام کی طرف اشارہ ہے تو خاء معجب سے مراد ہے خنصر اور واؤ سے وسطی اور الف سے ابہام اور ب سے بنصر اور سین
سے سبابہ اور بائیں ہاتھ میں علیٰ ہذا القیاس اور آگے معلوم ہو گا کہ یہ نسبت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف باطل اور موضوع ہے و فی الشرح الغزالی

وردی انہ صلی اللہ علیہ وسلم بدأ بمسحۃ الیمینۃ الی الخنصر بخنصر الیسرۃ الی الابهام وخنم باہام الیمینۃ و ذکر لہ الغزالی فی الاحیاء و جہا و جہا اور
شرح غزنویہ میں اور مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخن تراشا داہنے ہاتھ کے کلمہ شہادت کی انگلی سے شروع کیا چھنگلی
تک پھر بائیں ہاتھ سے شروع کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے تک اور ختم کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے پر اور اہم غزالی نے احیاء العلوم میں اس کی وجہ
معقول بیان کی ہے م وجہ مذکور یہ ہے کہ داہنا ہاتھ بائیں سے بلا شک افضل ہے اور داہنے ہاتھ میں کلمہ شہادت کی انگلی بلا رب افضل ہے
تو اسی سے ابتدا کرنا بہتر ٹھہرا پھر اس کی جانب مین وسطیٰ ہے اور اس کے یمن بنصر اور اس کے یمن خنصر ہے پھر داہنے ہاتھ اور بائیں ہاتھ کی
انگلیوں کو ملائے تو بائیں ہاتھ کی خنصر جانب یمن ہے علیٰ ہذا القیاس تا ابہام الیمین اور یمن افضل ہے شمال سے لہذا احتتام ہوا ابہام الیمین پر واللہ
اعلم ولم یثبت فی اصابع الرجل نقل والاویٰ تعلیماتہا اور پاؤں کی انگلیوں میں روایت ثابت نہیں اور بہتر ہے پاؤں کے ناخن تراشنا
اس کے حلال کرنے کی مانند یعنی ابتدا کرنا خنصر یمنی سے اور احتتام خنصر لیسری پر قلت و فی المواہب اللدنیۃ قال الحافظ ابن حجر انہ لیسحب کیف ما احتاج
الیہ ولم یثبت فی کیفیۃ شئ ولا فی تعیین یوم لہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کتا ہوں اور مواہب لدنیہ میں ہے کما حافظ حدیث ابن حجر نقل
نے کہ ناخن تراشنا مستحب ہے جس طرح کہ اس کی حاجت ہو اور اس کی کیفیت میں کچھ روایت ثابت نہیں اور اس کے واسطے روز مقرر کرنے میں
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت صحیح ثابت نہیں م تعلیم اظفار وغیرہ میں جو احادیث مذکور ہوئیں محدثین اور فقہاء محققین کے نزدیک لائق اعتماد
کے نہیں و بالعیز من انظم فی ذلک للامام علی بن ابی طالب شیخنا انہ باطل اور کیفیت تعلیم اظفار میں جو نظم مذکور کہ امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف پھر
ابن حجر کی طرف منسوب ہے ہمارے استاد خیر الدین ربی نے کہا کہ وہ باطل اور موضوع ہے ویسحب خلقاً عانۃ و تنظیف بدنہ بالاعتسال
فی کل اسبوع مرۃ والا فضل یوم الجمعۃ وجاز فی کل خمسۃ عشر وکرۃ ترکہ وراہ الاربعین مجتہد اور موسیٰ زہار کا مونڈنا اور اپنا بدن پاک صاف کرنا غسل
کرنے سے مستحب ہے ہر ہفتہ میں ایک بار اور جمعہ کا دن اس کے واسطے افضل ہے اور جائز ہے ہر پندرہ دن میں اور ترک کرنا حلق اور اعتسال
کا ہم دن سے زیادہ مکروہ ہے کذا فی المجتہد یعنی مکروہ تحریمی چنانچہ مجتہد کی اس عبارت سے نکلتا ہے کہ بعد از بعین اس میں کچھ عذر نہیں اور وہ
وعید کا مستحق ہے عزاب میں ہے کہ حلق عانہ زیر ناف سے شروع کرے اور نورہ لگا کر موسیٰ زہار دفع کرنا بھی جائز ہے اور بغل کے بال
دور کرنا اکھاڑنے اور مونڈنے سے درست ہے لیکن اکھاڑنا افضل ہے قنیہ میں ہے کہ سینہ اور پشت کے بال مونڈنے میں ترک ادب ہے کذا
فی الطحاوی و فیہ حلق الشارب بدعۃ و فیل سنتہ ولا بائس بقتف الشنب و اخذ اطراف اللیحمۃ و السنۃ فیہا القبضۃ اور مجتہد میں ہے کہ مونچھ
کا مونڈنا بدعت ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ سنت ہے اور ضائقہ نہیں ہے سپید بال کے اکھاڑ ڈالنے اور اطراف ریش کے کتر ڈالنے

۱۲ خنصر چھنگلی اور بنصر اس کے پاس کی اور وسطی بیچ کی اور سبابہ انگشت شہادت اور ابہام انگوٹھا

میں اور ڈاڑھی میں قبضہ بھر رکھنا سنت ہے ہم محیط سرخسی میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی قبضہ میں پکڑے جس قدر قبضہ سے باہر ہو اس کو قطع کرے ایسا ذکر کیا ہے محمد نے کتاب الآثار میں امام اعظم سے محمد نے کہا اسی قول کو ہم لیتے ہیں انتہی مجتہد میں ہے کہ اتنا مچھوں کا کرتا کہ لب بالا کے کنارے کے ساتھ برابر ہو جاویں یہ سنت ہے بالاتفاق انتہی غرائب میں ہے کہ نتف فینکین یعنی زیر لب کے دونوں طرف کے بال اکھاڑنا بدعت ہے قینہ میں ہے کہ ناک کے بال اکھاڑنا مورث آکلہ ہے کذا فی الطحاوی و فیہ قطع شعر رأسہ اثمت ولعنہ زاد فی البرزخ و ان باذن الزوج لانه لا طاعة لمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یحرم علی الرجل قطع لحيته والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال انتہی اور مجتہد میں ہے کہ عورت نے اپنے سر کے بال کاٹ ڈالے تو وہ گنہگار ہے اور اس پر لعنت ہے بزازیہ میں اتنا زیادہ کہا کہ اگرچہ عورت نے اپنے شوہر کے اذن سے بال کاٹے ہوں اس واسطے کہ مخلوق کی طاعت خالق کے گناہ میں جائز نہیں اور اسی واسطے حرام ہے مرد پر دوسرے مرد کی ڈاڑھی کا قطع کرنا اور معنی مؤثر یعنی علت فغنی قطع موئے زن کی حرمت میں مشابہت پیدا کرنا ہے مردوں سے اور عورت کی تشبیہ برجال جائز نہیں انتہی مافی البرزخ قلنا واما خلق رأسه ففی الوہبانیۃ قال وقد قیل ۵ خلق الرأس فی کل جمعة یحب و بعض بالجوار یعبیر ۶ میں کہتا ہوں اور سر مونڈنے کو تو وہ بیانہ میں کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ سر مونڈنا ہر جمعہ میں مستحب ہے اور بعضے اس کو جائز کہتے ہیں نہ مستحب نہ حل تعلیم علم الصلوٰۃ او نحوہ لیسلم الناس و آخرہ لیسلم فیہ فالاول افضل لانه متعدد ایک مرد ہے کہ غازیہ اس کے مانند علم دین سیکھتا ہے تلوگوں کو تعلیم کرے اور دوسرا شخص علم سیکھتا ہے تا اس پر عمل کریں تو پہلا شخص افضل ہے اس واسطے کہ اس کے علم کا فائدہ غیروں کو بھی پہونچتا ہے اور دوسرے کا فائدہ اسی کی ذات کو مخصوص ہے اول غریق کو نکالتا ہے اور ثانی اپنی خیر مناتا ہے و ردی مذکرۃ العلم ساعة خیر من احوالہ اور روایت میں آیا ہے کہ باہم علم کا ذکر کرنا ایک ساعت بہتر ہے ایک رات کی عبادت سے یعنی بشرط حسن نیت م عالمگیری میں ہے کہ علم اور فقہ کی طلب فرض ہے اور جب کہ نیت صحیح ہو تو سب نیک اعمال سے افضل ہے اسی طرح زیادت علم کا اشتغال بشرط صحت نیت افضل ہے اس واسطے کہ اس کا فائدہ عام تر ہے لیکن اس شرط سے کہ ادائے فرائض میں نقصان واقع نہ ہو اور صحت نیت یہ کہ رضائے حق تعالیٰ اور اخوت کا قصد کرے نہ طلب دنیا اور جاہ اور حشمت کا اور اگر خروج من الجمل اور نفع خلق اور احیاء علم کا ارادہ کرے تو بعضوں کے نزدیک یہ بھی صحت نیت میں داخل ہے کذا فی ذخیرۃ الکروری اور اگر تصحیح نیت پر قادر نہ ہو تو بھی علم سیکھنا ترک علم سے بہتر ہے علم چند قسم ہے لیکن فقہ افضل ہے تو تعلیم فقہ پر اہتمام زیادہ کرنا چاہیے جب فقہ سیکھ چکے تو سزاوار یہ ہے کہ علم زہد اور کلام حکماء دین اور شامک صالحین میں نظر کرے طلب علم بقصد ضرورت دین و دنیا فرض ہے سوائے اس کے فرض نہیں پھر اگر اس سے زیادہ علم حاصل کیا تو افضل ہے اور اگر ترک کیا تو گناہ نہیں علم تین قسم ہے ایک تو علم نافع جس کا حاصل کرنا واجب ہے وہ معرفت معبود کا علم ہے بعد اس کے علم حلال اور حرام اور امر و نہی کا علم اور جس کے واسطے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے تبہرا علم وہ ہے جس سے پرہیز کرنا واجب ہے یعنی علم سحر اور علم فلسفہ اور طلسمات اور علم نجوم مگر بقدر معرفت اوقات نماز نچیکانہ اور طلوع فجر اور سمت قبلہ اور ہدایت طریق کی درست ہے اور ایک علم اور ہے جس کا نفع آخرت میں نہیں وہ علم بدل اور منافرات کا ہے تو اس کے اشتغال میں علم کا ضائع کرنا ہے غرض اس سے الزام ختم ہے نہ اعمار حق کذا فی الطحاوی مختار اولہ الخروج لطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیہ لولیتی و نامہ فی الدرر اور نو جوان کو علم شرعی کی طلب کے واسطے سفر کرنا اپنے والدین کے بلا اذن درست ہے اگر وہ ڈاڑھی والا ہو اور پورا بیان در میں ہے ہم اور اگر مرد ہو تو والدین کو سفر سے منع کرنا درست ہے اور مرد علم شرعی ہے نہ علم کلام اور مانند اس کے جو نہ بیان فلاسفہ

اور ان کے ابائیں سے ملو ہے ہذا تمام مافی الدرر و اذا کان الرجل یصوم ویصلی ویصیر الناس بیدہ ولسانہ مذکرہ بما فیہ لیس لغیبتہ حتی لو اخبر السلطان بذک لیزجرہ لا اثم علیہ اور حب کہ ایک شخص ناز پڑتا اور روزہ رکھتا ہو اور لوگوں کو تکلیف دیتا ہو اپنے ہاتھ اور زبان سے تو اس کی برائی کا ذکر کرنا غیبت نہیں بیان تک کہ اگر حاکم کو اس کی خبر دے تاکہ وہ اس کو ڈانٹے تو مجبر پہ کچھ گناہ نہیں مگر اس بدگوئی اس وجہ سے غیبت میں نہیں کہ وہ گناہ کو علانیہ کرتا ہے اور جس گناہ کو چھپاتا ہو تو اس کا ذکر کرنا غیبت میں داخل ہے و قالوا ان علم ان اباه یقدر علی منعه علمہ ولو بکتاہ والا لایکذلک تقع العداۃ وتمامہ فی الدرر اور فقہاء نے کہا کہ اگر جانے کہ اس کا باپ اس کے منع کرنے پر قادر ہے تو اس کو آگاہ کر دے اگرچہ اعلام لکھ بھیجنے سے ہو اور اگر وہ منع پر قادر نہ ہو تو آگاہ نہ کرے تاکہ باپ اور بیٹے میں عداوت نہ پڑ جائے اور پورا اس کا بیان درزیں ہے و کذا لا اثم علیہ لو ذکر مساوی اخیه علی وجہ الاستہام لایکون غیبتہ انما الغیبتہ ان ینذکر علی وجہ الغضب یرید السب اور اسی طرح اس پر گناہ نہیں اگر اپنے بھائی مسلمان کی برائیاں ذکر کرے بطریق اہتمام اور افسوس کرنے کے اور اس طرح کا بیان عیوب غیبت نہیں غیبت تو یہی ہے کہ عیب ذکر کرے بر وجہ غضب کے دشنام اور تحقیر اور حبیب جوئی کا قصد کر کے و لو انقبأ اہل قریۃ فلیس لغیبتہ لانه لا یرید بل یغتمم و ہو مجہول خانیۃ فیباح غیبتہ مجہول و متظاہر بفتح و لمصاہرۃ و لسوء اعتقاد تحذیراً منہ و لشکوی ظلامتہ للی کم شرح و مہینۃ اور اگر ایک گاؤں والوں کی غیبت کرے تو وہ غیبت محرمہ نہیں ہے اس واسطے کہ اس بدگوئی سے وہ سب رہنے والوں کا ارادہ نہیں کرتا ہے بلکہ بعض لوگوں کا قصد رکھتا ہے اور وہ بعض مجہول ہیں معین نہیں کذا فی الخانیۃ تو غیبت مباح ہے پانچ شخصوں کی ایک تو شخص غیر معین کی دوسری جو علانیہ گناہ کرتا ہے تیسری مصاہرت یعنی ناتارشتہ کرنے کی وجہ سے چوتھی بد اعتقادی کے سبب سے تاکہ وہ عقیدہ فاسدہ سے باز رہے پانچویں حاکم کے سامنے اپنی مظلومی کی شکایت سے کذا فی الشرح الوہابیہ م مصاہرت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کہیں نکاح کا ارادہ کیا اور دوسرے سے مشورہ لیا تو اس کے عیب کا بیان کر دینا درست ہے اور اسی طرح اگر معاملہ یا اس کے ساتھ سفر کا ارادہ کیا یا کوئی چیز خرید کرنے کا قصد کیا اور وہ اس کا عیب نہیں جانتا ہے تو صاحب مشورہ کو عیب بیان کرنا درست ہے اور اسی طرح روایت اور شیوخ میں مجروحین کی جرح جائز ہے تاسلین شرعے محفوظ نہیں اور جیسے حاکم سے بیان کرنا ظلم ظالم کا درست ہے ویسے معنی سے اس طرح فتویٰ پوچھنا درست ہے کہ مجھ پر فلا نے شخص نے یہ ظلم کیا یا میرا زوج ایسا کرتا ہے اس کا شرع میں کیا حکم ہے اور تعین کے واسطے القاب مشورہ کا ذکر کرنا چنانچہ فلا نا چیرا یا لنگڑا درست ہے یہ غیبت میں داخل نہیں کذا فی الخطاوی مختصراً و کما تکنون الغیبتہ باللسان صریحاً تکنون ایضاً بالفعل و بالتقریض و بالکتابۃ و بالحرکہ و بالمرز و بغیر العین و الاشارة بالید و کل ما یفہم من المقصود منہ و ثل فی الغیبتہ و ہر اجم اور جیسے صریحاً زبان سے غیبت ہوتی ہے ویسے ہی فعل سے او تقریض یعنی قول غیر صریح سے اور لکھنے اور حرکت سے اور اعضا کے اشارہ کرنے سے بھی غیبت ہوتی ہے اور جس چیز سے مقصود مفہوم ہو سو وہ غیبت میں داخل اور وہ حرام ہے م غیبت فعلی جیسے کسی کے قد اور انعال کی نقل کرنا اور تقریض جیسے یوں کہنا کہ میں طفیلی نہیں ہوں ومن ذلک ما قالت عائشہ رضی اللہ عنہا دخلت علینا امراة فلما دلت اولت بیدی اے قصیرۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم اغتتبا اور منہما غیبت فعلی کے وہ روایت ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک عورت ہمارے پاس آئی پھر جب وہ پلٹ چلی تو میں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا یعنی وہ ٹھگنی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اس کی غیبت کی ومن ذلک المحاکاة کان میثی متعارفاً او کما میثی فہو غیبتہ بل اقع لانہ اعظم فی التصویر و اتقنیم اور اسی غیبت فعلی سے حکایت اور نقل کرتا ہے چنانچہ لنگڑا کہ چلنا یا جس طرح کہ وہ چلتا ہو تو نقل کرنا بھی غیبت ہے بلکہ غیبت فعلی بدرجہ

ف پانچ شخصوں کی غیبت نہ ہے

۱۲ یہ بقیہ ہے اس کا جو درجہ ۱۲

غیبت قوی سے اس واسطے کہ وہ بقویہ اور تقصیر میں زیادہ تر اور عظیم تر ہے قوی سے ومن الغیبت ان یقول بعض من مر بنا الیوم او بعض من راناہ اذا کان الخ
 یغتم شخصاً معیناً لان المحذور تقصیر دون ماہ التقصیر واما اذا لم یغتم عینہ جاز وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور منہ غیبت یہ ہے کہ کہے کہ جو شخص آج کے دن
 ہمارے پاس ہو کر نکلا یا جس کو ہم نے دیکھا وہ ایسا ہے یہ قول اس وقت غیبت سے جب کہ مخاطب معین شخص کو سمجھے اس واسطے کہ محذور اور
 ممنوع تقصیر شخص سے نہ وہ قول یا فعل جس سے تقصیر ہو اور جب کہ مخاطب اس کی ذات کو نہ سمجھے تو جائز ہے اور پورا بیان اس کا شرح وہبانیہ
 میں ہے م اور بعض نسخہ میں بجائے شرح وہبانیہ کی شرح شریعہ ہے وفيما الغیبت ان نصف احاک حال کو نہ غائباً بوصف پھر یہ اذا کموہ عن ابی ہریرۃ
 رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتردون ما الغیبتہ قالوا اللہ ورسولہ اہم قال ذکرک احاک بما یکرمہ قبل افریت انکان فی اخی ما قول قال
 انکان فیہ ما تقول اغتبتہ وان لم یکن فیہ فقد بہتہ اور شرح مذکور میں ہے کہ غیبت یہ ہے کہ اپنے بھائی کے غائب ہونے کے وقت اس کا ایسا حال
 یا قال تو بیان کرے جو اس کو برا لگے جب کہ وہ اس کو سنے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحاب سے
 کہ تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے اصحاب نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ تر دانا ہے فرمایا کہ اپنے بھائی مسلمان کا وہ حال بیان کرنا جو اس کو مکروہ
 معلوم ہو تاکہ کسی نے کہا کہ یا حضرت بتائیے تو کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب واقعی ہو جو میں کہتا ہوں تو بھی غیبت ثابت ہوگی فرمایا کہ اس میں وہ
 ہے جس کو تو کہتا ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ عیب اس میں نہیں ہے تو البتہ تو نے اس پر بہتان باندھا یعنی عیب واقعی کا ذکر کرنا
 یہی تو غیبت ہے اور غیر واقعی عیب کا بیان کرنا غیبت نہیں بلکہ بہتان اور افتراء ہے غیبت سے قبیح تر مخطاوی نے کہا مسلمان کی قید احترازی نہیں
 تو ذمی کی بھی غیبت حرام ہے اور جو حکم مردوں میں ثابت ہے وہ عورتوں میں بھی ثابت ہے الا بدلیل مخصص اور جس طرح غیبت حرام ہے ویسا ہی
 اس کا استماع بھی حرام ہے حق تعالیٰ اس بلائے عام سے ہم کو نجات بخشنے آمین حدیث مذکور ابو داؤد اور ترمذی میں ہے ترمذی نے کہا کہ حدیث
 صحیح ہے واذ لم تبلغہ یغیہ الذم والاشراط بیان کل ما اختارہ اور جس شخص کی غیبت کی اور اس کو اس کی خبر نہیں پہنچی تو غیبت کرنے سے مذمت
 اور شرمندہ ہونا کفایت کرتا ہے اور اگر اس کو غیبت کی خبر پہنچ گئی ہے تو جس چیز کی غیبت کی ہے اس کا بیان کرنا معتاب کے سامنے اور معاف
 کروانا شرط ہے رفع گناہ میں م یعنی در صورت عدم علم معتاب تو یہ کفایت کرتی ہے اور در صورت علم اس کے سامنے یوں بیان کرنا چاہیے کہ
 میں نے تیری یوں غیبت کی ہے سو تو اس کو معاف کر دے تب غیبت کا گناہ معاف ہوگا مخطاوی نے کہا نا ہر اہر اہر ت عامہ کفایت کرے گی
 واللہ اعلم وصلۃ الرحم واجبۃ ولو کانت بسلام و تحیۃ و ہدیۃ و معادۃ و مجالسۃ و مکالمۃ و تطف و احسان اور صلہ رحم یعنی عطا اور حسن سلوک
 قرابت والوں سے واجب ہے اگرچہ صلہ رحم سلام کرنے اور دعا دینے اور تحفہ رسانی اور مددگاری اور ہم نشینی اور باہم بات چیت کرنے اور مہربانی
 کرنے اور احسان سے ہو ویز و رحم غنائیزید جابل یز و اقرباہ کل جمعۃ او شہر ولا یرد حاجتہم لاند من القطیعت فی الحدیث ان اللہ یصل من وصل رحمہ
 یقطع من قطعہ و فی الحدیث صلۃ الرحم تزیید فی العمر و تمامہ فی الدرر اور ملاقات کیا کرے اپنے قرابت والوں سے ایک روز درمیان دے کر حاجت
 زیادہ ہو بلکہ اپنے اقربا سے ملاقات کرے ہر جمعہ یعنی ہر سات دن میں یا ہر مہینے میں اور ان کی حاجت کو نہ روکے اس واسطے کہ حاجت روانی نہ کرنا
 قطع رحم میں داخل ہے حدیث میں ہے کہ مقرر حق تعالیٰ احسان کرتا ہے اس سے جو اپنی برادری سے احسان کرتا ہے اور قطع کرتا ہے اس
 سے جو اپنی برادری سے قطع کرتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ قرابت والوں کے ساتھ احسان کرنا عمر کو زیادہ کرتا ہے اور اس کا پورا بیان
 درر میں ہے م درر میں ہے کہ ہر قبیلہ اور عشیرہ ملک اور مددگاری میں غیروں پر بمنزلہ ذات واحد کے ہے اظہار حق میں انتہی اور مددگاری قرابت
 سے یعنی اس طرح کہ جو میں نے تیری غیبت کی ہر اس کو معاف کر اور وہ معاف کر دے تو کافی نہیں جب تک کہ غیبت کی تعیین نہ کرے ۱۱

والے کی اس شرط پر ہے جب کہ وہ مخالف شرع کے نہ ہو اور نہیں تو اس کا ساتھ چھوڑنا بلحاظ حق شرع کے درست ہے تبیین المحرم میں ہے اختلاف ہے اس قرابت میں جس کی معاونت واجب ہے بعضوں نے کہا کہ قریب محرم مراد ہے اور بعضوں نے کہا ہر قرابت در مراد ہے محرم ہو یا نہ ہو تو اگر قرابت والوں کے پاس ہے تو ان کو بدیدہ دینا اور ان کی ملاقات کرنا واجب ہے اور اگر احسان کی قدرت نہیں تو ملاقات کرنا اور ان کے کام میں اعانت کرنا لازم ہے اگر ان کو اعانت کی حاجت ہو اور اگر اہل قرابت سے ایک شخص دشمنی کرتا ہو تو اس کی دشمنی سے قطع احسان نہ کرے بلکہ زیادہ احسان کرے اور اہل قرابت سے دور ہو تو خط لکھا کرے اور ان کی ملاقات کے واسطے چلنا افضل ہے اگر ہو سکے اور بڑا بھائی باپ کے مانند ہے اور اسی طرح دادا پردادا اور بڑی بہن اور خالہ ماں کے مانند ہے ماں کے بعد اور چچا باپ کے مانند ہے حسن سلوک میں بنا بریک قول کے اور صلہ رحمی میں دس فضیلتیں ہیں ۱۔ خوشنودی حق تعالیٰ کی ۲۔ ادخال سرور ۳۔ فرشتوں کا خوش کرنا ۴۔ نیک نامی ۵۔ شیطان کو غمگین کرنا ۶۔ عمر کا زیادہ ہو جانا ۷۔ رزق میں برکت ہونا ۸۔ سرور موت ۹۔ محبت زیادہ ہونا ۱۰۔ انوثاد زیادہ ہونا موت کے بعد اس واسطے کہ جب اس کا احسان یاد کریں گے دعا خیر کریں گے زیادت عمر کی تاویل میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک زیادت حقیقی مراد ہے اور بعضوں نے کہا کہ بعد موت کے اس کا ثواب لکھا جاتا ہے تو گویا وہ زندہ ہے اور بعضوں نے کہا کہ لوح محفوظ میں طول عمر صلہ رحمی پر متعلق ہے کذا فی الطحاوی بخاری اور مسلم میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رحم یعنی قرابت عرش سے متعلق ہے کہتی ہے جو مجھ سے جوڑے اللہ اس سے جوڑے گا اور جو مجھ سے توڑے اللہ اس سے توڑے گا اور بخاری میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کو اپنے رزق کی کشادگی اور اپنی موت کی تاخیر خوش معلوم ہو وہ اپنی برادری سے احسان کرے اور ترمذی میں روایت ہے کہ اپنے انساب کو سیکھو تا اپنی صلہ رحمی کرو اس واسطے کہ صلہ رحمی سے قرابت والوں میں محبت ہوتی ہے اور مال میں برکت اور موت میں تاخیر ہوتی ہے اور نسائی میں سلمان بن عامر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محتاج کی خیرات میں فقط ایک ثواب ہے خیرات کا اور قرابت والے کے دینے میں دو ثواب ہیں ایک خیرات کا اور دوسرا صلہ رحمی کا کذا فی تیسیر الوصول و تسلیم المسلم علی اہل الذمۃ لولہ حاجت الیہ والا کرہ وہا یصح کہا کہ المسلم مصافحۃ الذمی کذا فی نسخ المشرح و اکثر المتون بلفظ و تسلیم فادلتما ہذا و لکن بعض نسخ المتن و تسلیم وہا لا یصح الاسلام فافہم اور سلام کرے مسلمان ذمیوں کو اگر مسلمان کو ذمی کی طرف حاجت ہو اور اگر حاجت نہ ہو تو سلام کرنا مکروہ ہے یہی قول صحیح ہے جیسے مسلمان کو ذمی کا مصافحہ کرنا مکروہ ہے اسی طرح شرح مصنف اور متن کے اکثر نسخوں میں بلفظ و تسلیم کے وارد ہے تو میں نے اس کی یوں تاویل اور توجیہ کی یعنی سلام مسلم ذمی کو بشرط حاجت جائز ہے اور بلا حاجت مکروہ ہے لیکن متن کے بعض نسخوں میں و تسلیم ثابت ہے اور وہ یعنی نفی کا نسخہ اثبات کے نسخہ سے بہتر اور سالم تر ہے تاویل سے تو اس کو سمجھ لے م فتاویٰ عالمگیری میں ہے مجاہد نے کہا کہ جب یہودی یا نصرانی کو خط لکھے کسی حاجت میں تو یوں سلام لکھے السلام علی من اتبع الهدی کہ بہت مصافحہ ذمی غیر ہمسایہ پر معمول ہے اور اگر ہمسایہ ہو تو قنیہ میں ہے کہ ہمسایہ نصرانی کا مصافحہ درست ہے جب کہ سفر سے آوے اور ترک مصافحہ سے اس کو رنج ہوتا ہو محیطہ میں عبد الرحمن کاتب سے منقول ہے کہ اگر مسلمان ایک دوبار مجوسی وغیرہ اہل شرک کے ساتھ کھانا کھانے میں مبتلا ہو تو مضائقہ نہیں اور اس پر پیشگی کرنا مکروہ ہے زبلی میں ہے کہ ذمی کو جواب سلام کا دینا درست اور دھیکم سے زیادہ نہ کہے اور اس سے ابتداء سے سلام نہ کرے اس واسطے کہ اس میں اس کی تعظیم اور تکریم ہے اور اگر اس کی طرف حاجت ہو تو ابتداء سے سلام میں مضائقہ نہیں اور اس کے واسطے دعائے مغفرت ذکر ہے لیکن دعائے ہدایت

۱۔ سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے ۱۲

ف فضاہل صلہ رحم

درست ہے اور طول عمر کی دعا میں اختلاف ہے کذا فی المطحطاوی وفی شرح البخاری للعینی فی حدیث ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام و تقر
 اسلام علی من عرف من عرف قال و هذا التعمیم مخصوص بالمسلمین فلا یسلم ابتداء علی کافر لقوله علی الصلوة والسلام لا یتعد الیہود والنصار
 بالاسلام فاذا یقینتم احدہم فی طریق فاضطروہ الی الضیقہ رواہ البخاری اور عینی کی شرح صحیح بخاری میں اس حدیث میں کہ کون اسلام یعنی کون صفت
 اسلام کی بہتر ہے فرمایا کہ تو کھانا کھلا دے اور اسلام کرے اس کو جس کو تو بھیچتا ہے اور جس کو نہیں بھیچتا عینی نے کہا اور تعمیم مسلم مخصوص مسلمین
 ہے تو کافر کو ابتداء اسلام نہ کرے بدلیل اس حدیث کے جس کو بخاری نے روایت کیا کہ یہودیوں اور نصاریوں کو ابتداء اسلام نہ کیا کرو پھر جب تم ان میں
 سے کسی کو راہ میں ملو تو ان کو تنگ راہ کی طرف مضطر کروم تنگ راہ میں ان کو کر دینا اس صورت میں ہے جب کہ اس کا مکان ہو اور ضرر کا خوف
 نہ ہو یعنی اسلام کی شوکت کے سبب سے و کذا یخص منہ الفاسق بدلیل آخر اور اسی طرح عموم اسلام سے فاسق مخصوص ہے دوسری دلیل کے سبب
 سے م فاسق سے فاسق معین مراد ہے نہ مستور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ کافر اور مبتدع سے ترش روئی کے ساتھ ملاقات کرے اور مجتہد
 میں ہے کہ محمد نے کہا کہ فاسق متعین کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر اس کا منق اعلان کے ساتھ نہ ہو تو مکروہ نہیں اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ
 خوف نہ ہو اور ضرورت داعی نہ ہو کذا فی المطحطاوی و اما من شک فیہ فالامل فیہ البقاء علی اعموم حتی یثبت الخصوص اور جس شخص کے اسلام اور
 کفر میں شک ہو تو اس میں باقی رکھنا حدیث کا عموم پر اصل ہے یہاں تک کہ خصوص ثابت ہو م اور اگر فاسق اور صالح ہونے میں شک واقع ہو
 تو اس کا اعتبار نہیں بلکہ مسلمین کے ساتھ حسن ظن لازم ہے و لیکن ان یقال ان الحدیث المذكور کان فی ابتداء الاسلام لمصلوہ التالیف ثم ورد
 النہی انتہی فلیحفظ اور ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ حدیث مذکور یعنی عموم سلام کی حدیث ابتداء اسلام میں تھی تالیف قلوب کی مصلحت سے پھر
 کافر اور فاسق کے سلام کی نہی وارد ہو گئی انتہی کلام یعنی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و لو سلم یہودی اور نصرانی اور مجوسی علی مسلم فلا بأس بالرد و لیکن
 لایزید علی قولہ و علیک کما فی النہیۃ اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام کرے تو اس کے جواب دینے کا مضائقہ نہیں و لیکن و
 علیک سے زیادہ نہ کہ چنانچہ فتاوی قاضی خاں میں ہے م یعنی جواب میں فقط و علیک کہ و علیک السلام نہ کہے اس واسطے کہ کافر بھی مسلمان
 کو اسلام علیک کہتا ہے یعنی تجھ پر موت ہے اور گاہے کہتا ہے اسلام علیک بکسر سین یعنی تجھ پر پتھر ہے تو جب رعینک کہا تو اس کا قول
 اسی پر ڈالا کالائے بد بربیش خاند و لو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر اور اگر ذمی کو سلام کرے تو کریم اور تعظیم کی نیت سے تو
 کافر ہو جائے گا اس واسطے کہ کریم کافر کی کفر ہے و لو قال لمجوسی یا استاد تبجیل کفر کما فی الاشباہ اور مجوسی کو کہے یا استاد تعظیم کی راہ سے تو
 کافر ہو جائے چنانچہ اشباہ میں ہے و فیہا لو قال لذمی اطال اللہ بقاءک ان نوبی بقلوبہ یسلم او یؤدی الجزیۃ ذیلًا فلا بأس به اور اشباہ میں
 ہے اگر مسلمان نے ذمی سے کہا حق تعالی تیری بقا اور زندگی کو دراز کرے تو اگر اپنے دل میں یہ نیت کرے کہ شاید دراز فاندگی سے
 سمجھے اور مسلمان ہو جائے یا جزیہ دیا کرے ذلیل ہو کر تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں م جو ہندوستانی نصاری کے نوکر و رافضی میں ان کو ہم آقا
 لکھتے ہیں سو حرام ہے اس لئے کہ کفار کی خیر خواہی ہے لیکن اگر دوام اقبال بشرط ایمان دل میں مراد رکھیں تو شاید مضائقہ نہ ہو ورنہ نیت
 کون کرتا ہے و لایجب رد سلام السائل لانیس للبعیۃ و لایسلم وقت الخلیفۃ خانیۃ اور بھیکہ مانگنے واسطے کے سلام کا جواب دینا واجب
 نہیں ہے کذا فی النہیۃ قاضی پر محکمہ میں اور جو شخص مسجد میں بیٹھا ہے انتظار گزار کے واسطے یا تسبیح اور قرات قرآن میں مشغول ہے
 اور مذکرہ علم کے وقت اور اذان اور اقامت کے حال میں جواب سلام کا دینا واجب نہیں عتا بہ میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ ان
 مواضع میں جواب نہ دے انتہی تبلیغہ سوار پیدل کو اور کھڑا بیٹھے کو اور قلیل کثیر کو اور صغیر کبیر کو سلام کرے اور جو پیچھے تا بدو اگلے

کو سلام کرے اس لئے کہ سلام موضوع ہے اس لئے کہ دو ملنے والوں کا خوف زائل ہو جائے یا ایک کا خوف دور ہو یا تواضع کے واسطے جو مومن کو مناسب ہے یا تعظیم کے واسطے تو سلام سے مقصود دو امر ہیں یا محبت حاصل کرنا یا استدفاع بکرم وہ تو سوا کا پیدل کو اور قائم کا قاعد کو ازالہ خوف کے واسطے ہے اور قبیل کا سلام کثیر کو تواضع کے واسطے ہے اور صغیر کا سلام کبیر کو توقیر کے واسطے ہے ہر چند یہ قول ہے نودی شافعی کا لیکن ہمارے قواعد کے موافق ہے محیط میں ہے کہ ثواب کس کا زیادہ ہے بعضوں نے کہا جواب دینے والے کا اور بعضوں نے کہا سلام کرنے والے کا کذا فی الخطاوی مختصر و مفید و اذا اتی دار انسان یجب ان یتساذن قبل السلام ثم اذا دخل یسلم اولاً ثم یتکلم ولو فی قضاء یسلم اولاً ثم اور غانیہ میں ہے کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کے گھر جائے تو سلام سے پہلے یہ واجب ہے کہ گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرے پھر جب اجازت پاوے اور داخل ہو تو اول سلام کرے پھر بات کرے اور اگر وہ شخص گھر میں نہ ہو میدان میں ہو تو اول سلام کرے یعنی اس صورت میں دخول کی اجازت مانگنے کی حاجت نہیں و لو قال السلام علیک یا زید لم یسقط برء غیرہ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ السلام علیک یا زید تو غیر شخص کے جواب دینے سے جواب دینا زید پر سے ساقط نہ ہوگا و لو قال یا فلان او اشار لم یمن سقط اور یوں کہا کہ السلام علیک یا فلان یا معین شخص کو سلام کیا بدون نام لئے تو غیر کے جواب دینے سے جواب ساقط ہو جاتا ہے م اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا اور دوسری جماعت نے جواب دیا تو جواب ساقط نہ ہوگا کذا فی تبیین المحرم و شرط فی الرد و جواب العباس اسما و فلو اعم بریہ تحریک شفیقتہ انتی اور جواب سلام میں اور چھینک کے جواب میں اس کا سنا شرط ہے اور اگر سلام کرنے والا یا چھینکنے والا برا ہو تو اس کو اپنے لبوں کی حرکت دکھاوے یعنی تاکر وہ جانے کہ جواب دیا انتی مافی الخانیۃ قلت و فی المتبعی و یسقط عن الباقین برء صبی یعقل لانه من اهل اقامۃ الفرض فی الجملة بدیل حل ذبیحہ و قیل لایں کہتا ہوں اور متبعی میں ہے کہ ساقط ہوتا ہے جواب سلام کا دینا باقی لوگوں سے صغیر عاقل کے جواب دینے سے اس واسطے کہ صغیر عاقل اقامت فرض میں فی الجملة اہلیت رکھتا ہے اس دلیل سے کہ اس کا ذبیحہ حلال ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ صغیر عاقل کے جواب سے باقی جماعت سے جواب ساقط نہیں ہوتا و فی المجتبے و یسقط برء العجز و فی رد الشائبۃ و الصبی و المجنون و لان و ظاہر التاجیۃ ترجیح عدم سقوط اور مجتبے میں ہے کہ جواب جماعت سے ساقط ہو جاتا ہے بڑھی عورت کے جواب دینے سے اور جوان عورت اور صغیر اور مجنون کے جواب میں و قول میں سقوط اور عدم سقوط میں اور تاجیہ کا ظاہر عدم سقوط کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے و سلیم علی الواحد تلفظ الجمع و کذا الرد اور سلام کرے مسلمان کو بصیغہ جمع اور اسی طرح جواب سلام میں صیغہ جمع ہونا چاہیے یعنی ایک شخص کو بھی السلام علیک نہ کہے بلکہ السلام و علیکم اور جواب میں علیکم سلام کہے اس واسطے کہ تعظیم مسلمان کی عمدہ بات ہے علاوہ اس کے ہر مسلمان کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں تو جمع کے لفظ سے وہ بھی داخل ہو جاویں گے طحاوی نے تاج غانیہ سے نقل کیا کہ بہتر یہ ہے کہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہے اور جواب دینے والا بھی اسی طرح کہے و اد عطف زیادہ کر کے یعنی و علیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ اور حذف و اد بھی درست ہے اور اگر یوں سلام کرے سلام علیکم یا السلام علیکم تو مجیب دونوں صورتوں میں سلام علیکم و السلام علیکم کہے لیکن الف کے ساتھ کما افضل ہے انتی و لایزید علی و برکاتہ اور زیادہ نہ کرے و برکاتہ پریم ابن عباسؓ نے کہا کہ ہر شے کا منتی ہے اور سلام کا منتی برکات ہے کذا فی محیط و رد السلام و تسمیت العباس علی الفور اور سلام کا جواب چھینکنے والے کا جواب فی الفور واجب ہے ہم ظاہر تاخیر بلا عذر کردہ تحرکی ہے اور گناہ جواب دینے سے مرتفع نہ ہوگا بلکہ توبہ سے کذا فی الخطاوی و یجب رد جواب کتاب التیۃ کو و السلام اور خط کے اندر لکھے سلام کا جواب دینا واجب ہے جیسے سلام قولی کا جواب واجب ہے اس واسطے کہ

ف خط کے سلام کو پٹھ کر جواب دینا واجب ہے

سہ اور ایک نسخہ میں و لایزید الزاد ہے یعنی جواب دینے والا و برکاتہ سے نایہ دیکھے ۱۲

غائب کی طرف سے خط منبرہ خطاب کے ہے حاضر کی طرف سے کذا فی المجتبیٰ اور لوگ اس سے غافل ہیں خط پڑھ کر جواب سلام کا نہیں دیتے
تتارخانیہ میں ہے کہ اگر مجلس میں دوسری بار سلام کرے تو جواب دینا واجب نہیں ولو قال لاخر اقرأ فلانا السلام یجب علیہ ذلک اور اگر ایک شخص نے
دوسرے سے کہا کہ فلا نے شخص کو میرا سلام کہہ دینا تو اس پر بلاغ سلام واجب ہے یعنی اگر اس کا سلام نہ پہنچا دے گا تو گنہگار ہوگا امام
محمد نے کتاب السیر میں وہ حدیث نقل کی جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو کسی انسان کو غائب کی طرف سے سلام پہنچا دے تو اس پر لازم ہے کہ
پہنچانے والے کو اول سلام کا جواب دے پھر غائب کو کذا فی العالمگیریہ یعنی یوں کہے وعلیکم وعلیہم السلام ویکرمہ السلام علی الفاسق لو معناه والا
لاکما یکرہ علی عاجز عن الرد حقیقۃً کامل او شرعاً کصل او قاری و لو سلم لا یشق الجواب انتہی اور مکروہ ہے سلام کرنا فاسق پر اگر علانیہ گناہ کرتا ہو
اور اگر گناہ کو چھپاتا ہو تو مکروہ نہیں جیسے مکروہ ہے سلام کرنا اس پر جو حقیقۃً جواب نہیں دے سکتا چنانچہ کھانے والا یعنی جس کے منہ میں لقمہ ہے
اور وہ چار ہا ہے یا عاجز ہو جواب سے شرعاً چنانچہ غازیہ کا پڑھنے والا اور قرآن خواں اور اگر ان تینوں کو سلام کوئی کرے تو جواب سلام کا مستحق
نہ ہوگا انتہی مافی المنتقی و قد منافی باب ما یفسد الصلوۃ کراہتہ فی بنیف و عشرین موضعاً و انہ لا یجب رد سلام علیکم بحزم المیم اور مفصلات صلوۃ کے
باب میں ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کراہت سلام کرنے کے میں اور چند مقام ہیں اور یہ کہ واجب نہیں جواب دینا سلام علیکم کا بحزم المیم یعنی اگر سلام
کے میم کو حزم کے ساتھ کہے تو نون اور منہ حذف کرے تو جواب واجب نہیں اس واسطے کہ مخالف سنت کے ہے اور عربی بولی کے موافق نہیں
کذا فی الطحاوی لیکن ظاہر عموم جو اعراب سے واقف نہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں ولو دخل ولم یرا احداً یقول السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین
اور اگر مکان میں داخل ہو اور کسی کو نہ دیکھے تو یوں کہے السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین یعنی ہم پر سلام ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں
پر ہم عباد الصالحین سے وہ ملائکہ مراد ہیں جو سلام کرنے والے کے ساتھ ہیں اور حاضرین جن تتارخانیہ میں ہے کہ سلام کرنا ہر بار کے داخل
ہونے میں چاہیے فروع مسکۃ طحہ شارح کا لیکرہ اعطاء سائل المسجد الا اذ لم یتخط رقبۃ الناس فی المختار کما فی الاختیار و متن مواہب
الرحمن لان علیا تصدق بجامعہ فی الصلوۃ فمدہ اللہ بقولہ ویؤتون الزکوۃ و ہم راہون مسجد میں سوال کرنے والے کو دینا مکروہ ہے مگر جب
کہ سائل لوگوں کے گردنوں پر قدم اٹھا کر نہ پہچانتا ہو تو اس کو دینا بقول مختار مکروہ نہیں کذا فی الاختیار و متن مواہب الرحمن اسی واسطے
کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز میں خیرات دی سو حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں ان کی مدح کی کہ زکوۃ دیتے ہیں اور حالانکہ
رکوع میں ہوتے ہیں م یعنی وہ نماز مسجد میں تھی تو دلیل پوری ہوگئی یا جب کہ نماز میں جو افضل اعمال ہے تصدق درست ہو تو مسجد میں بطریق
اولیٰ درست ہوگا تو معلوم ہوا کہ کراہت اعطاء سائل مسجد بعلت تحنطی رقبۃ ہے کذا فی الطحاوی احب الاسماء الی اللہ تعالیٰ عبد اللہ و
عبد الرحمن و دست ترین اسماء حق تعالیٰ کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے ہم مسلم اور ابو داؤد و اور ترمذی اور ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر
سے حدیث مرفوعہ منقول ہے کہ احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمن منادی نے کہا اور عبد اللہ افضل ہے مطلقاً حتیٰ کہ عبد الرحمن سے
بھی اور ان دونوں ناموں کے بعد محمد افضل ہے پھر احمد پھر ابراہیم انتہی قول المناوی طبرانی میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے احب
الاسماء الی اللہ ما تعبد بہ یعنی سب ناموں میں پسندیدہ تر خدا کے نزدیک وہ نام ہے جس سے عہدیت ثابت ہو چنانچہ عبد اللہ اور عبد القادر
کذا فی الطحاوی و جاز التسمیۃ یعلیٰ و رشید وغیرہا من الاسماء المشتركة و یزاد فی حقنا غیر ما یزاد فی حق اللہ تعالیٰ لکن التسمیۃ بغیر ذلک فی
زمانا اولے لان العوام یصفرونہا عند الذکر کذا فی السراجیۃ اور جائز ہے آدمی کا نام علی اور رشید رکھنا اور ان کے سواے ان اسماء
سے جو مشترک ہیں خالق اور مخلوق میں ان کا تسمیہ بھی درست ہے اور ہمارے حق میں اسماء مذکورہ سے اس کے غیر معافی مراد ہوتے ہیں جو

حق تعالیٰ کے حق میں مراد ہوتے ہیں لیکن ان کے سوا اور نام رکھنا ہمارے زمانہ میں بہتر ہے اس لئے کہ عوام لوگ پکارنے کے وقت اسماء
مکروہہ کو حقیر کر کے پکارتے ہیں کذا فی السراجیہ مثلاً علی حق تعالیٰ کے حق میں بیعتنے عالی رتبہ ہے ہر شے سے اور آدمی کے حق میں عالی رتبہ
ہے اپنے ہمسر وں سے اور رشید حق تعالیٰ کے حق میں بمعنی مؤمن الی الهدایۃ والی کل خیر اور آدمی کے حق میں تقرب الی اللہ حاصل کرنے
والا اور جو راشد اور مرشد ہو غیر کا تعلیم اور تعلیم سے ومن کان اسمہ محمد الا باس یا ان یکنی ابا القاسم لان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم سوا باکی
ولا تکنوا بکینتی قد نسخ لان علیا رضی اللہ عنہ کنی ابنہ محمد بن الحنفیۃ ابا القاسم اور جس کا نام محمد ہو اس کی کنیت ابا القاسم سے رکھنے میں کچھ مضائقہ
نہیں اس واسطے کہ یہ حدیث کہ میرا نام تور کھو اور میری کنیت نہ رکھو البتہ منسوخ ہے اس واسطے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ
کی کنیت ابا القاسم رکھی م سبب کراہت کا یہ تھا کہ ابا القاسم کہہ کر یہود پکارتے تھے پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف التفات فرماتے
تو وہ کہتے کہ ہم نے اور شخص کو پکارا نہ تم کو ویکرہ ان یدعو الرجل اباہ وان تدعو المرأة زوجہا باسمہ انتی بلفظہ اور یہ مکروہ ہے کہ مرد اپنے
باپ کا نام لے کر اور عورت اپنے شوہر کا نام لے کر پکارے انتی مانی السراجیہ بلفظہ چونکہ والد کا حق ولد پر اور زوج کا حق زوجہ پر نہایت زیادہ ہے
تو تعظیم اور تکریم کے ساتھ خطاب کرنا چاہیے نام لینے میں ظاہر ہے ادبی ہے حدیث میں وارد ہے کہ اگر سجدہ کا کسی کے واسطے امر ہوتا تو زوجہ کو زوج
کے سجدہ کرنے کا حکم ہوتا وہیما لیکرہ الکلام فی المسجد وخلف الجنازۃ وفی الخلاء وفی حالة الجماع وزاد ابواللیث رحمہ فی البستان وعند قراءة القرآن
وزاد فی المستقی بقا لفتار وعند التذکرۃ فظنک بہ عند العناد الذی لیسونہ وجہ اور سراجیہ میں ہے کہ مکروہ ہے کلام کرنا مسجد میں اور جنازہ کے ویچے اور
بیت الخلاء میں اور جماع کی حالت میں اور فقہ ابواللیث نے بستان میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے اور مکروہ ہے کلام کرنا قرآن پڑھنے کے وقت اور طہنقی
میں باتحار مختار اتنا اور زیادہ کہا ہے اور وعظ اور تذکیر کے وقت کلام مکروہ ہے سو تیرا کیا گمان ہے قرآن پڑھنے کے وقت اس راگی کا جس کو
بعضے صوفی وجہ کہتے ہیں م یعنی جب کلام مباح وعظ کے وقت مکروہ ہوا تو غنا محرم وعظ کے وقت ظلم عظیم ہے طحطاری نے کہا شارح کو یوں کہنا تھا
فما ظنک بالغناء عند التذکیر تا آخر غانیہ میں ہے کہ فجر کے بعد نماز تک کلام نہ کرے مگر امر خیر میں اور بعضوں نے کہا اور نماز کے بعد سے کلام نہ کرے تا طلوع
آفتاب للعزیز فیہ فضل علی سائر اللسان وهو لسان اہل الجنة من تعلموا او علم غیرہ فهو ماجور وفی الحدیث احب العرب لثلاث لانی عربی والقرآن
عربی ولسان اہل الجنة فی الجنة عربی زبان فضل ہے باقی زبانوں سے اور ہشتیوں کی زبان عربی ہے جو اس کو سیکھے اور غیر کو سکھاوے وہ ثواب
پادے گا اور حدیث میں وارد ہے کہ عرب کو دوست رکھتین وجہ سے اس واسطے کہ میں عربی ہوں اور قرآن شریف عربی ہے اور اہل جنت کی زبان جنت
میں عربی ہے جامع صغیر میں اجواء البیضہ مع امر حائز ہے حاکم نے اس حدیث کی تخریج کے بعد کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ حفظہ
لی فی العرب لثلاث چنانچہ سیوطی نے ذکر کیا ہے اور حجت عرب میں احادیث کثیرہ وارد ہیں چنانچہ عراقی نے عللہ کتاب اس میں تالیف کی ہے ازاجلہ
افراد وارقطنی میں ابن عمر سے روایت مرفوع ہے کہ حب العرب ایمان وبعظم نفاق یعنی محبت عرب کی ایمان ہے اور عداوت ان کی نفاق ہے
اور ابوالشیخ نے ابو ہریرہ سے حدیث مرفوع روایت کی کہ دوست رکھو عرب کو اور ان کے بانی رہنے کو اس واسطے کہ عرب کی بقا نور ہے اسلام
میں اور ان کا فنا ہو جانا ظلمت ہے اسلام سے کذا فی الطحاوی وفیما لطیبین القبور لا یکیرہ فی المختار وقیل یکیرہ وقال البردوی لو اشیج الی
الکتابۃ کیلانیہ سبب الاثر ولا یمیتن لا باس بذكرہ المصنف فی آخر باب الوصیۃ للاقارب وقد مناه فی الجنائز اور سراجیہ میں ہے کہ فردوں پر مٹی لگانا
اور کھل کر ناول مختار میں مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا مکروہ ہے اور بردوی نے کہا اور اگر کتابت کی حاجت ہوتا اثر نہ جاتا رہے اور گنام
ملہ یعنی تیرا کیا گمان ہے غنا پر وعظ کے وقت ۱۰ ملہ میرا خدا تعظیم کر د عرب میں تین باتوں کے سبب سے ۱۲ ملہ پہنچانے والا ہدایت پر اور بہتری پر ۱۲

نہ ہو تو مضائقہ نہیں اس کا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے وصیت اقارب کے آخر باب میں اور ہم اس کو باب الجنائز میں پہلے ذکر کر چکے ہیں
فائدہ زیارت قبور مرد اور عورت کو درست ہے اور کیفیت زیارت یہ ہے کہ جس طرح میت کی حیات میں قرب یا بعد سے زیارت کرتا تھا
اسی طرح بعد موت کے زیارت کرے اور جب زیارت کا قصد کرے تو مستحب یہ ہے کہ اپنے گھر میں دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں فاتحہ اور
آیت الکرسی ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھے اور اس کا ثواب میت کے واسطے مقرر کرے حق تعالیٰ قبر کو نورانی کر دے گا اور مصلی کو بہت
ثواب ہوگا پھر قبرستان کی طرف چلے اور راہ میں بیہودہ اشتغال نہ کرے جب قبرستان میں پہنچے میت کے سامنے قبلہ کو پشت دے کر کھڑا
ہو اور یوں کہ سلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا و لکم انتم سلفنا و نحن بالاثار و انما کرشمید ہو تو یوں کہ سلام علیکم یا صبرتم فتم عقبہ الدار
اور جب میت کے واسطے دعا کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ ہو کر دعا کرے پھر سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی اور اذان و اذلت و الھکم التکاتر پڑھے
قرآن پڑھنا قبرستان میں بلند آواز سے مکروہ ہے اور آہستہ پڑھنا مکروہ نہیں اور زیارت کے افضل ایام دو شنبہ اور پنج شنبہ اور جمعہ اور
ہفتہ میں لیکن جمعہ میں نماز کے بعد اور ہفتہ میں طلوع آفتاب اور پنج شنبہ میں اول روز یا آخر روز اور اسی طرح متبرک راتوں میں چنانچہ
شب رات اور اسی طرح ازمنہ متبرک میں چنانچہ عشرہ ذیحجہ اور عیدین اور عاشوراء ابو بکر بن ابی سعید سے منقول ہے کہ زیارت کے وقت سورہ اخلاص
سات بار پڑھنا مستحب ہے مجھ کو روایت پہنچی ہے کہ جو سات بار پڑھے اگر میت غیر مغفور ہے تو اس کی مغفرت ہوتی ہے اور اگر مغفور ہے تو
پڑھنے والے کی مغفرت ہوتی ہے اور میت کو ثواب ملتا ہے اور جو قبر پر بسم اللہ و علی بنی اللہ پڑھے تو عذاب اور تنگی اور تاریکی قبر سے
سے ہم برس تک دور ہو جاتی ہے قبر پر اچھڑکنا بعضوں کے نزدیک درست ہے اور بعضوں کے نزدیک بدعت ہے اور قبر کا ملنا اور بوسہ
لینا جائز نہیں کہ نصاریٰ کی عادت ہے لیکن قبر والدین کے چومنے مضائقہ نہیں پھولوں کا ڈالنا قبروں پر درست ہے اور اگر پھولوں کی قیمت
غیرات کر دے تو بہتر ہے اور اخراج شمع قبروں کی طرف بدعت ہے الکل فی العالمیہ پیکر فی الموت لعنہ العیش الا خوف
الوقوع فی معصیۃ اسے فیکرہ الخوف الدنیا لا الدین لحدیث فتن بن الارض خیر لکم من ظہر باخلاصہ آرزو کرنا موت کی غضب یا معاش کی تنگی
سے مکروہ ہے اور گناہ میں پڑ جانے کے خوف سے تمنا موت کی مکروہ نہیں یعنی خوف دنیا سے آرزو کرو دے نہ دین کے خوف سے
بدلیں اس حدیث کے کہ زمین کا پیٹ تمہارے واسطے بہتر ہے اس کی پیٹھ سے کذا فی الخلاصۃ یعنی ایام فتنہ میں مزاجینے سے بہتر ہے لا باس
بلبس البسی باللولو و کذا البائع کذا فی شرح الوہبانیۃ معنی باللمنیۃ وقاس علیہ الطرطوسی بقتیۃ الاحجار کیا قوت و زمر و نازعہ ابن وہبان
باندہ نیماج الی نقل صریح و جزم فی الجورۃ بجرۃ اللولو قلت و حمل المصنف مافی المنیۃ علی قولہ و مافی الجورۃ علی قولہ و قال و تدحرجوا قلوبکم
فنی الکافی قولہ اقرب الی عرف و یارنا فیمنی بہ ثم قال المصنف و علیہ فالتمت فی المذہب حرمت لبس اللولو و نحوہ علی الرجال لانہ من
علی النساء مضائقہ نہیں موتی کے پہننے میں صغیر کو اور اسی طرح بالغ کو ایسا مذکور ہے شرح وہبانیہ میں منیۃ المفتی لی طیف منسوب کر کے
اور موتی پر طرطوسی باقی پتھروں کو مثل یا قوت اور زمرہ کو قیاس کیا ہے اور ابن وہبان نے طرطوسی سے یہ نزاع کیا ہے اس کی حلت میں
نقل صریح چاہیے یعنی غیر مجتہد کا قیاس حجت نہیں اور جو ہرہ میں موتی کے حرام ہونے پر یقین کیا ہے میں کتابوں اور مصنف نے اپنی شرح میں
موتی کی اباحت کو جو منیۃ المفتی میں مذکور ہے امام کے قول پر محمول کیا ہے اور جو جو ہرہ میں حرمت مذکور ہے صاحبین کے قول پر محمول کیا ہے
سلام تم پر اسے قبر والو بخشہ اللہ ہم کو اور تم کو ہم سے پہلے پہنچے اور ہم تمہارے بعد میں ۱۲ ف زیارت وود ۱۳ سلام تو پر اس وجہ سے کہ تم نے
ممبر کیا سو کیا اچھا ہے پچھلا گھر ۱۴ اللہ کے نام سے اور رسول اللہ صلعم کے طریق پر ۱۵

مصنف نے کہا اور اہل بیتہ علمائے صاحبین کے قول پر ترجیح دی ہے سو کافی میں یوں مذکور ہے کہ صاحبین کا قول قریب تر ہے ہمارے دیانے کے روح سے تو اسی کا فتویٰ دینا چاہیے پھر مصنف نے کہا اور بموجب اس کے تو مذہب میں موتی اور اس کے مانند اور پتھروں کے پینے کی حرمت محمد ہے مردوں پر اس واسطے کہ وہ عورتوں کا زور ہے ویکرہ للولع الباس الخنخال والسوار للصبی اور دلی کو پھاننا گوجری اور کنگن کا صیغہ کو مکروہ ہے یعنی اس واسطے کہ عورت کا زور ہے کذا فی الخطاوی اور اسی طرح ہاتھ پاؤں میں کڑے اور جوشن اور ٹھونگروں کو پھاننا درست نہیں ولا باس یشق اذن البنت والطفل استحسانا ملقط بیٹی اور طفل کے کان چھیدنے میں مضائقہ نہیں باعتبار استحسان کے کذا فی الملقط م ظاہر طفل سے مذکور مراد ہے عطف کے قرینہ سے لیکن فتاویٰ عالمگیری میں کبریٰ سے منقول ہے لا باس ان یشق اذن الطفل من البنت اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے بلا انکار انتہی تو اس میں کن چھیدن اذنی کے واسطے مخصوص ہے کذا فی الخطاوی وذل یجوز الخرم فی الالف لم ارہ اور کیا جائز ہے نختنی پھاننا کی چھید کر میں نے اس کا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا م خطاوی نے کہا میں کتابوں اگر نختنی کو زینت کے واسطے عورتیں پہنتی ہوں چنانچہ بعضے بلاد میں رائج ہے تو ان ملکوں میں ناک چھیدنا نختنی کے واسطے ایسا ہے جیسے کان کا چھیدنا درست ہے بالیوں کے واسطے ویکرہ للذکر والانشی الکتابۃ بالقلم المتخذ من الذہب او الفضة او من دواۃ کذلک سراجیہ اور مرد اور عورت کو مکروہ ہے لکھنا سونے چاندی کے قلم بنائے ہوئے سے یا سونے پاندی کی دوات سے کذا فی السراجیہ ثم قال لا باس بتجویہ السلاح بذهب وفضۃ ولا باس بسرج ولجام وخنجر من الذہب عندانی حنیفۃ خلافا لابی یوسف پھر سراجیہ میں یوں کہا کچھ مضائقہ نہیں سونے چاندی کے طمع کا ہتھیار پر اور مضائقہ نہیں زین اور لگام اور رکاب کا سونے سے امام اعظم کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے م ان مسائل کی تفصیل اس کتاب کے اول میں مذکور ہو چکی جا رہی ہے لہذا یہ قال بکر وکھنی زید ببعیما حل عمر وشر او ہا و طہیما بقبول قول بکر ان اکبر رایہ صدقہ کما مروان اکبر رایہ کذب لا یقبل قوله ولا یشتری منه ولولم یخبرہ ان ذلک الشئ لغيرہ فلا باس بشرایہ منہ زید کی لونڈی ہے سو بکر نے کہا کہ مجھ کو زید نے اس کے بیچنے کا کبیل کیا تو عمر و کو اس کی خرید اور قربت کرنا درست ہے بسبب قبول کر لینے بکر کے قول کے بشرطیکہ عمر و کو اس کی راستی کا ظن غالب ہو چنانچہ اول کتاب میں مذکور ہو چکا اور اگر اس کے کذب کا گمان غالب ہو تو اس کے قول کو قبول نہ کرے اور نہ اس سے خرید کرے اور اگر ایک شخص مشتری کو اس کی خبر نہ کرے کہ یہ چیز غیر شخص کی ہے تو اس کے خرید کرنے میں قابض سے کچھ مضائقہ نہیں یعنی اس واسطے کہ قبضہ دلیل ہے ملک کی کما حل وطی من زفت الیہ وقال النساء ہی امراتک جیسے حلال ہے قربت اس عورت کی جو زوج کے پاس پہنچائی گئی نکاح کے بعد اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہے یعنی اس واسطے کہ خبر دلیل شرعی ہے در صورت عدم معارض و حل نکاح من قالت طلقت زوجی والفقہت عدتی او کنت امۃ لفلان اعقبتی ان وقع فی قلبہ صدقا وتمامہ فی النانیۃ قلت وحاصلہ ان متی خبرت بامر متعل فان ثقتہ او وقع فی قلبہ صدقا لا باس بتزوجہا وان بامر مستنک لا یستفسر ہا اور حلال ہے نکاح کر لینا اس عورت کے ساتھ جس نے کہا کہ میرے زوج نے مجھ کو طلاق دی اور میری عدت گزر گئی یا میں فلا نے شخص کی لونڈی تھی سو اس نے مجھ کو آزاد کر دیا بشرطیکہ مرد کے دل میں اس کی راستی واقع ہو جائے اور اس کا پورا بیان خانیہ میں ہے میں کہتا ہوں خلاصہ اس مقام کا یہ ہے کہ جب عورت خبر دے امر محفل کی تو اگر عورت ثقہ اور معتد ہو یا مرد کے دل میں اس کی راستی جم جائے تو اس کے ساتھ نکاح کر لینا درست ہے اور اگر عورت امستنکر

۱۷ میں مضائقہ صیغہ لیکوں کے کان چھیدنے کا ۱۲ مترجم اول نے تقریر بالتحریک کا ترجمہ رکاب کیا ہے مگر کتب لغت میں

دیچی یا لینڈی کو کہتے ہیں جس کی فارسی پارہم ہے ۱۲

اور غیر معلوم کی خبر سے تو اس کے نکاح پر حرجت نہ کرے جب تک کہ اس کا حال دریافت نہ کرے لوگوں سے مامور مستنکر چنانچہ عورت نے ایک مرد سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے بولی کہ میرا نکاح فاسد تھا یا میرا زوج مسلمان نہ تھا تو دوسرے مرد کو اس کا قول مان لینا درست نہیں اور نہ اس کے ساتھ نکاح کرنا درست ہے اس واسطے کہ اس نے امر مستنکر کی خبر دی کذا فی العالمگیریۃ اور چنانچہ مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے کہا کہ میں تجھ کو حلال ہو گئی تو اس کے ساتھ نکاح حلال نہیں ہوں استفسار کے اس واسطے کہ بعض علماء کے نزدیک مجبر نکاح کے بلا طہی زوج ثانی کے حلت ہو جاتی ہے تو شاید اس عورت نے اسی قول ضعیف پر اعتماد کیا ہو تو استفسار ضرور ہو کذا فی الطحاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے کتب ما قول الشافعی یکتب جواب ابی حنیفہ مستفتی نے لکھا کہ اس مسئلہ میں مثلاً شافعی کا کیا قول ہے تو امام ابو حنیفہ کا جواب لکھے یہ مبنی ہے علماء کے اس قول پر کہ اپنے مذہب کو صواب محض و اعتقاد کرنا واجب ہے اور غیر کے مذہب کو بالکس اس کے اور اس کی بنا اس پر ہے کہ تقلید مفضل کی باوجود فضل کے جائز نہیں اور حق یہ ہے کہ تقلید مفضل کی بھی جائز ہے اور اعتقاد مذکور تو محمد کے حق میں ہے نہ تابع مقلد کے حق میں اس واسطے کہ مقلد تو نجات پاتا ہے ائمہ اربعہ کے ایک کی تقلید کرنے سے فروع میں اور اس پر ترجیح واجب نہیں کذا فی الطحاوی واذا کتب المفتی بدین یکتب ولا یصدق قضاء لیقضی القاضی بحکمتہ اور جب مفتی لکھے کہ یہ امر دیانہ درست ہے یعنی فیما بینہ وبين اللہ اپنی نیت پر عمل کرنا چاہیے تو یہ بھی مفتی کو لکھنا چاہیے اور اس کی تصدیق قضاء نہ کرنا چاہیے تاکہ قاضی حکم کرے اس کے حاشیہ ہونے سے مثلاً شاید کہ یہ بریل اولویت کے ہے والاقتضار قاضی اس قول کتابت پر موقوف نہیں مگر جب کہ قاضی احکام شرعی سے جاہل ہو اور فقہاء مفتی پر اعتماد کرتا ہو کذا فی الطحاوی الترجیع بالقرآن والاذان بالصوت الطیب طیب ان لم یزد فی الحروف قرآن پڑھنے اور اذان کہنے میں ترجیح یعنی تردید صوت حلق میں خوش آوازی سے جائز ہے اگر ترجیح میں حروف زیادہ نہ ہو جائیں مسموع الغفار میں اس قول کو اصح نقل کیا ہے اور عالمگیری میں ہے کہ اکثر مشائخ نے کہا کہ ترجیح مکروہ ہے حلال نہیں اس لئے کہ فاسقوں کی حالت فسق سے مشابہ ہے یعنی معنیوں کی گشتری سے مشابہ ہے اور یہ گمان کوئی نہ کرے کہ ترجیح مذکور سے لپٹی مراد ہے اس واسطے کہ لحن بلا خلاف حرام ہے وان زاد کرہ لم یستوعب اور اگر ترجیح سے حرف زیادہ ہو جائے مثلاً فتح سے الف اور کسرہ سے یا اور منہ سے واؤ پیدا ہو تو قاری اور مؤذن کو اور اس کی سماعت کرنے والے کو ترجیح مکروہ ہے وقولہ احسن ان لسکوتہ فحسن وان لتک القراءة یخفف علیہ الکفر اور مستمع کا یوں کہنا قاری مرجع مذکور سے کہ کیا خوب کیا تو نے تو اگر اس کے چپ رہنے کے واسطے یہ قول کہا تو بہتر ہے اور اگر اس قرأت مجرہ کے واسطے کہا تو اس پر کفر کا خوف ہے م وجہ خوف کفر یہ ہے کہ اس نے حرام متفق علیہ کو بہتر کہا کذا فی الطحاوی المناظرۃ فی العلم لمنصرۃ الحق عبادۃ ولاحد ثلثہ حرام لعنہم المسلم واطہار علم ونبیل دنیا و مال او قبول مناظرہ اور مباحثہ علم میں کرنا نفرت اور تائید حق کے واسطے عبادت ہے اور تین امور میں سے کسی امر کے واسطے مناظرہ حرام ہے مسلمان کے مغلوب کرنے کے واسطے اور اپنے علم اور قابلیت کے اظہار کرنے کے واسطے اور حصول دنیا یا مال یا قبول خلافت کے واسطے حرام ہے التذکیر علی المناہر للوعظ والاتقاۃ سنتہ الانبیاء والمرسلین ولریاستہ و مال و قبول عامۃ من غلایۃ الیہود والنصارى وعظ اور درس کہنا منبروں پر غیروں کے اور اپنی پند پندیری کے واسطے انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے اور تحصیل ریاست اور مال اور قبول عوام کے واسطے وعظ کہنا یہود و نصاری کی گمراہی سے ہے م اسی کی طرف اشارہ ہے قرآن مجید میں خلف من بعدہم خلف ورنہ الکتاب یاخذون عرض ہذا لادنی الایۃ فلیکۃ القرآن بقراءة معروفة وشاذۃ وفعۃ واحدة مکروہ کذا فی الطحاوی القدسی قرآن پڑھنا مشہور اور غیر مشہور

سے پھر اس کے پیچھے آئے ناخلف وارث کتاب کے لینے اسباب الہی زندگی کا لینے ثروت سے کرمسند غلو کہنے لگے ۳

قرأت سے یکبارگی مکروہ ہے چنانچہ حادی قدسی میں ہے قرأت عشرہ سے زیادہ قرأت شاذہ غیر مشورہ ہے اور جب مشورہ اور غیر مشورہ کا ساتھ پڑھنا مکروہ ہوا تو فقط شاذ قرأت پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا کذا فی الطحاوی مستحب للرجل خضاب شعرہ ولجیۃ ولونی غیر حرب فی الاصح والاصح ان علیہ الصلوۃ والسلام لم یغسلہ وکیرہ بالسواد وقیل لا یجمع الفتاویٰ والکل من منخ المصنف مستحب ہے مرد کو خضاب کرنا اپنے بالوں اور ڈاڑھی میں اگرچہ خضاب کوسے سوائے جہاد کے قول اصح میں اور صحیح تر قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں کیا اور سیاہی کا خضاب کرنا مکروہ ہے اور بعضوں نے کہا مکروہ نہیں کذا فی مجمع الفتاویٰ اور سب مسائل مصنف کی شرح منخ الغفار سے منقول ہیں ہم ہاتھ پاؤں میں مہندی کا خضاب مکروہ ہے عورتوں کی مشابہت کے سبب سے بالوں کا خضاب درست ہے اگرچہ لہسا اور جاری کے پسند آنے کے واسطے کرے ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ جیسے مجھ کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میری عورت میرے واسطے اپنا سنگار اور آرائش کرے ویسے ہی عورت کو میری آرائش پسند آتی ہے اکثر مشائخ کا قول یہی ہے کہ سیاہی کا خضاب مکروہ ہے کذا فی الطحاوی حنا اور کتم کا خضاب بالاتفاق درست ہے اور احادیث میں وارد ہے لیکن کتم میں اختلاف ہے کہ دسمہ ہے یا کوئی اور گھاس ہے جو حنا کے ساتھ بوئی جاتی ہے مترجم نے اساتذہ دہلی سے سنا کہ سیاہی کے خضاب سے دسمہ کا خضاب مستثنیٰ ہے اس واسطے کہ صحیح بخاری میں وارد ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک شہید ہو کر شام کو گیا تھا تو ریش مبارک میں دسمہ کا خضاب تھا تو معلوم ہوا کہ اور ادویہ کی سیاہی مکروہ ہے نہ دسمہ کی الکتب المتی لا ینتفع بہا بھی عنہا اسم اللہ و ملائکہ و رسلہ و یحرق الباقی و لا یاس ہاں ملحق فی ما حار بہا ہی او تدفن و ہوا حسن کما فی الانبیاء وہ کتابیں جن سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا بوسیدگی کے سبب سے ان سے حق تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا نام مٹایا جائے اور باقی جلاوی جائیں اور بستے پانی میں اسی طرح بلائیں اسامہ مقدمہ ان کا ڈالنا درست ہے یا زمین میں دفن کر دی جائیں اور دفن کرنا جلانے اور بہانے سے افضل ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کو دفن کرتے ہیں بعد موت کے انقصص المکر وہ ان یجثم بالیس لہ اصل معروف و اعظم کما لا ینعظ بہ او یزید و ینقص یعنی فی اصلہ اما للترتیب بالعبارات اللطیفۃ المرفقۃ و الشرح لغوائہ فذلک حسن و عظیم مکروہ قصہ بیان کرنا یہ ہے کہ لوگوں سے وہ قصہ بیان کرے جس کی کچھ اصل مشورہ اور معلوم نہیں اہل روایت کے نزدیک یا ان کو اس چیز کی نصیحت کرے جس پر خود عمل نہیں کرتا یا اصل قصہ اور مطلب میں کچھ زیادہ کر دے یا کم کر ڈالے لیکن کلام کا آراستہ کرنا عبارتوں لطیفہ ملزم کرنے والوں سے اور شرح کر دینا قرآن اور حدیث کے فوائد کا سودہ بہتر ہے ہم اکثر جہاں و اعظین یا دنیا پرست اور مرثیہ کہنے والوں کی عادت ہے کہ حکایات کا ذہب اور روایات موضوعہ جس کی اہل حدیث کے نزدیک کچھ اصل نہیں مزید رقت اور گرمی محفل کے واسطے بیان کرتے ہیں یا کمی ہشتی کر دیتے ہیں معلوم ہوا کہ درست نہیں مکروہ ہے جاہل کے وعظ گوئی میں یا حریص عالم کے بیان میں اکثر ایسے فساد دینی واقع ہوتے ہیں والا فضل مشارکت اہل محلہ فی اعطاء الناصیۃ لکن فی زماننا اکثر باطل فتن تمکن من دفعہ عن نفسه فحسن وان اعلیٰ فلیعط من عجز اور مشارکت اپنے اہل محلہ کی اس مال کے دینے میں جس کو حاکم مقرر کر لیتا ہے بہتر ہے لیکن ہمارے زمانے میں اکثر نواب ظلم ہیں سو جو شخص کہ اس کے دفع کرنے پر اپنی ذات سے قادر ہو تو بہتر ہے اور اگر دے تو عاجز ہونے کے سبب دینا چاہیے یعنی اگر اہل محلہ پر سے نہ مال سکے عاجز ہو تب دے م دفع کرنا اپنی ذات سے اس وقت درست ہے جب کہ اس کا حصہ غیر ہندو الا جائے فتاویٰ عالمگیری میں قنیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص پر ناحق تصور باندھا گیا تو اس کو ٹالنا اپنی ذات پر سے درست ہے بشرطیکہ باقی لوگوں پر اس کا حصہ نہ ڈالا جائے اور فضل یہ ہے کہ اپنی ذات سے دفع نہ کرے یعنی دینے میں اہل محلہ کے شریک رہے کذا فی الطحاوی لیس لذی الحق ان یاخذ غیر جنس حقہ وجوزہ الشافعی و ہوا الاصح صاحب حق کو جائز نہیں کہ لے اپنے حق کے غیر جنس کو اور غیر جنس کے لینے کو

فت وسمہ کا خضاب مکروہ نہیں

شافعی نے جائز کہا اور شافعی کا قول وسیع تر ہے استیفاء حق میں م یعنی اگر مثلاً ایک شخص کے دوسرے پر کیوں قرض ہیں اور اس سے وصول نہیں اور وہ اس کے جو یا چاول پاوے تو اس کو لینا درست نہیں اس واسطے کہ اس کے ہم جنس نہیں غیر جنس میں مجتہد میں ہے کہ درہم اور دینار ایک جنس ہیں تو اگر درہم کے بدلے دینار لے تو درست ہے معلوم طلب من العبدان اثنان الحصر فحصر فشری بعضہما واخذ بعضہما لذلک لانه قلیل لمن الالباء معلوم نے لاکھوں سے قریش مکتب کی چٹائیوں کے واسطے پیسے طلب کئے سو جمع کئے تحصیل کر کے پھر کچھ پیسوں سے چٹائیاں خریدیں اور کچھ پیسے آپ لئے تو اس کو درست ہے اس واسطے کہ اس طرح کا دینا لوگوں کے باپوں کی طرف سے قلیل ہے معلوم کرم خطاوی نے کہا کہ اس میں تامل ہے اس لئے کہ معلوم نہیں کہیں کے ہے خرید میں یعنی وکیل کو بعض مشن کا لینا درست نہیں کہ خیانت ہے لابس بوطی المنکوحة بمعایة الامتہ دون عکسہ کچھ مضائقہ نہیں منکوہ کی قربت کرنے میں لونڈی کے سامنے نہ بالعکس اس کے یعنی لونڈی کی قربت منکوہ کے سامنے درست نہیں م مجتہد میں مسئلہ بعض مشائخ سے منقول ہے اور قبل اس کے محمد کا قول یوں ذکر کیا ہے کہ دو لونڈیوں یا دو عورتوں کا جمع کرنا ایک قریش پر اور ایک کی قربت دوسرے کے سامنے مکروہ ہے کذا فی الخطاوی غایہ ہر اگر اس کا قول معتد ہے اس واسطے کہ اگرچہ مرد کا ستر دیکھنا منکوہ یا لونڈی کو درست ہے لیکن لونڈی کو منکوہ کا ستر دیکھنا کیونکر درست ہوگا وجہ مالا قیمة لہ لابس بالانتفاع بہ ایک شخص نے غیر کی وہ چیز پانی جس کی کچھ قیمت نہیں اور اس سے فائدہ لینا درست ہے یعنی بلا اجازت مالک کے دلولہ قیمة وہ غنی تصدق بہ اور اگر اس چیز کی کچھ قیمت ہے اور پانے والا غنی ہے اور مالک معلوم نہیں تو اس کو خیرات کر دے لابس بالجماع فی بیت فیرت مصحف بلبوی کچھ مضائقہ نہیں جماع کرنے میں اس کو ٹھہری یاد الا ان کے اندر جس میں مصحف رکھا ہے یہ جائز ہو بسبب تکلیف اور مشقت کے م مجتہد میں اسی طرح مطلق مذکور ہے اور قنیہ میں یہ قید مذکور ہے کہ مصحف مستور ہو اور اگر اوپر پر نظر کیے تو منافات زائل ہو جائے لا ترک مسئلہ علی السراج للحدیث بذلول التلہی ولو لحاجة عز و اوج او مقصد دینی او دنیوی لا بد لہا منہ فلا باس بہ سواری نہ کرے مسلمان عورت زین پر بسبب نئی حدیث کے یہ عدم جواز اس وقت ہے جب لمولع قناش منظور ہو سواری نہ کرنے سے اور اگر جہاد یا حج کی حاجت کے سبب سے عورت زین پر سواری ہو یا کسی مقصد دینی یا دنیوی کے لئے جو اس کے واسطے ضروری ہے سواری ہو تو مضائقہ نہیں م حدیث مذکور خطاوی میں یوں مذکور ہے کہ لعن اللہ الفروج علی السروج تعنی بالقرآن ولم یخرج بالی نہ عن قدر مہمصح فی العربیہ مستحسن قرآن پڑھا خوش آوازی سے اور بسبب الحان نہ خارج ہو گیا اس مقدار سے جو زبان عرب میں صحیح ہے تو وہ خوب ہے م قرآن میں خوش آوازی وہاں تک درست ہے جس میں قواعد موسیقی کی رعایت نہ ہو یعنی راگ اور لاگنی کو دخل نہ دے یعنی حسن صوت طبعی مستحسن ہے نہ صنائی جس میں حروف اور حرکات اور سکنات میں تغیر ہوتا ہے ذکر اللہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس اولے من قرأ القرآن ذکر اللہ کرنا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے و تسحب القلوة عند الطلوع او الغروب اور مستحب ہے قرأت قرآن کی طلوع یا غروب کے وقت م فتاوی عالمگیری میں غرائب سے منقول ہے کہ طلوع آفتاب اور ان اوقات میں جن میں نماز درست نہیں درود پڑھنا اور دعا کرنا اور تسبیح پڑھنا بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے اور سلف ان اوقات میں تسبیح کیا کرتے تھے اور قرآن نہیں پڑھتے تھے انتہی تو شاید یوں کہنا حق تھا کہ طلوع یا غروب کے وقت قرأت مستحب نہیں یا ذکر مستحب ہے ان اوقات میں کذا فی الخطاوی لابس للامام عقیب الصلوۃ بقراءة آیت الکرسی و خواتیم سورۃ البقرۃ والاخفاء فضل مضائقہ نہیں امام کو ناز کے بعد آیت الکرسی یا آمن الرسول کے پڑھنے میں بلند آواز سے اور چپکے پڑھنا ان کا فضل قرأت الفاتحۃ بعد الصلوۃ جہراً للمہات بدعتہ قال استاذنا لکنہا مستحسنۃ للعادة والاثار سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ناز کے بعد پکار کے رفع حاجات کے واسطے بدعت ہے ہمارے استاذ یعنی بدیع نے کہا لیکن وہ بدعت حسنہ ہے بسبب عادت مسلمین کے اور بسبب وارد ہونے اخبار اور آثار کے

م فتاویٰ عالمگیری میں اس مسئلہ میں تفصیل واقع ہے یعنی اگر اس غار کے بعد سنت ہو چنانچہ ظہر یا مغرب یا عشا تو سورۃ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے اور نہیں تو مکروہ نہیں انتہی یعنی اس واسطے کہ فرض اور سنت میں سوائے اللہ انت السلام یا اور اذکار یا ثورہ کے فضل کرنا نہ چاہیے الرشوة لامذک بالقبض رشوت مملوک نہیں ہو جاتی قبضہ کرنے سے مرثیہ کے یعنی راشی کو اس کا پھیر لینا درست ہے مگر عالم کو تحفہ دیا اس واسطے کہ وہ سفارش کرے یا ظلم کو دفع کر دے تو یہ رشوت ہے ایک شخص نے دوسرے کی حاکم سے سعی کی اور اس کا کام نکال دیا تو بعد کا بربر آرمی کے ہدیہ قبول کرنا درست ہے اور کار براری سے پہلے اس کے طلب کرنے سے ہدیہ حرام ہے اور بدول طلب کے مختلف فیہ ہے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک درست ہے اور شاگردوں کے تحفہ قبول کرنے میں اختلاف ہے مشائخ کا کذا فی الخطاوی عن المجتبے لاباس بالرشوہ اذا خاف علی دینیہ کو یہ مضائقہ نہیں رشوت دینے میں جب کہ آدمی اپنے دین پر خوف کرے یا اپنا حق حاصل کرنے کو رشوت دے تو یہ دینے والے کے حق میں رشوت نہیں مجبوظ برانی میں سچو ایک مرد ایک گاؤں میں رہتا ہے اور اس میں ظالم ہے اور یہ مرد اس ظالم کو میوہ جات یا مطعومات تحفہ دیتا ہے دفع ظلم کے واسطے تو درست ہے والہی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعطی الشجرہ لمن یخاف لسانہ وکفی لبسم المولفۃ من الصدقات دلیلا علی امثالہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شاعروں کو اور جس کی زبان درازی اور بدگوئی سے خوف کرتے تھے اُس کو مال عطا فرماتے تھے اور مؤلفہ القلوب کا حصہ مقرر ہونا اموال زکوٰۃ سے ایسے مسائل کی دلیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہے مگر مؤلفہ القلوب روساء کفار تھے جن کو زکوٰۃ کا حصہ تالیف قلوب کے واسطے دیا جاتا تھا ابتداء اسلام میں جمع اہل الجملہ امام حسن اہل محلہ نے کچھ قوت زاد باہم امام کے واسطے جمع کر دیا تو یہ بہتر ہے امام سے ظاہر امام مسجد مراد ہے بدیل محلہ ومن السحت مایؤخذ علی کل مباح کلمح وکلاء وواد و معاون اور حرام مال سے وہ مال مراد ہے جو مباح چیز پر لیا جاوے چنانچہ نمک اور گھاس اور پانی اور کھانین ہم اشیاء مذکورہ علی مباح ہیں سب آدمی اس میں شریک ہیں لیکن جب آدمی نمک کو مثلاً اس کے کھان سے اٹھا لاوے تو وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے تو اب اس کو بیچنا درست ہے و ما یاخذ غار لغزو و شاعر لشعر و مسخرۃ و حکواتے قال لقائے ومن الناس من لیشتر لہو الحدیث اور منخلہ اموال محرمہ کے وہ مال ہے جس کو غازی بواصلہ غزا اور شاعر بذرعیہ شعر گوئی اور مسخر اور حکواتی لیتا ہے فرمایا حق تعالیٰ نے اور بعضا آدمی وہ ہے جو لہو الحدیث یعنی کھیل کی بات خرید کرتا ہے ہم مراد وہ غازی ہیں جو اہل شہر سے زبردستی مال لیں لہو الحدیث سے وہ مراد ہے جو امور ضروریہ سے غفلت میں ڈالے چنانچہ احادیث بے اصل اور قصص غیر معتبرہ اور مضاحک اور فضول کلام یہ آیت نفرین حادث بن کلدہ کے حق میں اتری وہ سوداگری کو ملک عجم میں جاتا وہاں سے اخبار عجم خرید کر لاتا اور قریش سے بیان کرتا اور کتا کہ محمد تم سے عاود اور مشود کا قصہ بیان کرتے ہیں اور میں تم سے رستم و اسفندیار و غیر ہما کا قصہ ذکر کرتا ہوں تو کافراں کی حکایات سنتے اور قرآن کی سماعت ترک کرتے تب یہ آیت اتری و اصحاب معارف و قرار و کامن و مقام و واقفہ و فروغ و کثیرۃ اور حرام ہے وہ مال جس کو باجوں کے بجائے والے لیتے ہیں اور قرار اور غیبی خبر تباہنے والا اور قرار باز اور عورت نبل سے بدن کی گودنے والی لیتی ہے اور مال حرام کی فروغ اور شاخیں بہت ہیں ہم از انجند اجرت و اثرہ یعنی اس عورت کی اجرت جو دوسری عورت کے دانت گھس کر باریک کر دے اور جو متوسط عقد نکاح کا ہو کر کچھ مال لے اور جو دو شخصوں میں صلح کروا کے مال لے اور شراب اور مسکرات کا من اور جو مال کہ جانوروں کی جفتی پر لیا جاوے اور جانور مردار اور درندوں کی کھال کی قیمت قبل از دباغت اور خرچی اور شرط کر کے حجام یعنی کچھنے لگانے والے کی اجرت یہ سب مال حرام ہیں کذا فی الخطاوی قیل لہ یا خبیث و نحوہ ہازلہ الردنی کل شئتمہ لا توجب الحد و ترک فضل کسی نے کسی کو کہا یا خبیث اور مانند اس کے کوئی کلمہ سخت تو مخاطب کو پھیر کے کہنا اُس

سلسلہ اس کو ترجمہ اٹھانے تو اہل جہاد کے ترجمہ کا دوسرے نسخہ میں فرادہ دانے ہوتا تھا تو وہی مناسب معلوم ہوا اس کے معنی میں بندر بچانے والا ۱۲

گالی میں جائز ہے جو گالی کہ حد کی موجب نہیں ہے اور ترک اس کا افضل یعنی صبر افضل ہے جواب دینے سے کہ قول اہم من قول اذا سئل اصلہم حق
انظر فانہ نفاق او محقق نفل کے روزہ دار سے کسی نے سوال کیا کہ کیا تو روزہ دار ہے تو اس کا یوں کہنا کہ دیکھا جاوے مکر وہ ہے اس
واسطے کہ یہ نفاق ہے یا محقق اور جہالت م یعنی یہ منافقین کا طریقہ ہے تا معلوم ہو کہ یہ اپنے عمل کو چھپاتا ہے بلکہ یوں جواب دینا بہتر ہے کہ
ہاں میں روزہ دار ہوں اس واسطے کہ صوم میں ریا کو دخل نہیں الطحاوی من لہ اطفال و مال قلیل لا یومی بنفل جس شخص کے چھوٹے لڑکے ہوں
اور حقوڑا مال ہو وہ نفل وصیت نہ کرے م لیکن اگر مریض پر صلوات اور کفارات ہوں تو حاضرین کو چاہیے کہ مریض سے بطریق احسن وصیت
کراویں مگر یہ کہ مریض عالم متقی ہو اور یہ جو حدیث ہے کہ اپنے بیماروں سے وصیت کا امر کرو تو مطلب اس کا یہ ہے کہ بیمار اپنی اولاد اور عیال
اور دوستوں کو جمع کرے اور حمد الہی بجالا دے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے اور اس کی گواہی دے کہ بہشت اور دوزخ اور
قیامت کا آنا حق ہے پھر اولاد سے کہے کہ تم کس کی عبادت کرو گے میرے بعد پھر ان کو ایمان کی وصیت کرے اور ان سے کہے کہ نہ مریو
مگر مسلمان جیسے حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی پھر اس کے بعد جو چاہے وصیت کرے کذا فی معنی
یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد جو اس پر ہوں ان کی وصیت کرنا چاہیے وصیت ایمانی کے بعد اس واسطے کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے
کہ مسلمان کو چاہیے کہ تین دن سے زیادہ وصیت میں تاخیر نہ کرے من صلے او لصدق یراک بہ ان س لا یعاقب بتک الصلوۃ ولا ثيابہا
قیل ہذا فی الفرائض و عمہ الزاہدی للنوافل لقولہم الریاء لا یدخل الفرائض جو شخص ناز پڑھتا ہو یا زکوۃ اور خیرات دیتا ہو لوگوں کے دلکھنے
کے واسطے تو اس ناز ریا کی کے سبب سے اس پر عذاب نہ ہوگا اور نہ اس کو اس کا ثواب ملے گا بعضوں نے کہا کہ یہ عدم عقاب اور ثواب
فرائض میں ہے نہ نوافل میں اور زاہدی نے اس کو نوافل کے واسطے بھی عام کہا ہے فقہائے اس قول کی دلیل ہے کہ ریا فرائض میں داخل
نہیں ہوتا م شارح کو یوں کہنا بہتر تھا وخصہ الزاہدی بالنوافل اس واسطے کہ زاہدی کی عبارت مجتہد میں ہے ولکن نص فی الواقعات ان
الریاء لا یدخل فی الفرائض فتعین النوافل انتہی تو اس صورت میں تعیل ظاہر ہے اور تعیم میں ظاہر نہیں کذا فی الطحاوی غزل الرجل علی
ہیئۃ غزل المرأة یکرمہ سوت کا نام مرد کا عورت کی ہیئت اور وضع پر مکر وہ ہے یعنی اس واسطے کہ مرد کو عورت کی مشابہت کرنا اور
عورت کو مرد کی مشابہت کرنا جائز نہیں اور حدیث میں اس پر لعنت وارد ہے یکرمہ للمرأة صور الرجل وصورا لہ عورت کو مرد کا جھوٹا اور مرد کو
عورت کا جھوٹا مکر وہ ہے م مراد جھوٹا پانی ہے عورت غیر حلال کا اور یہ کراہت در صورت تلذذ کے ہے والا ظاہر مکر وہ نہیں اس کا تحریر
کرنا چاہیے کذا فی الطحاوی ولہ ضرب زوجتہ علی ترک الصلوۃ علی الاظہر اور شوہر کو جائز ہے مارنا اپنی زوجہ کا ناز کے چھوڑنے پر بنا بر ظاہر
مذہب کے م اور اسی طرح اپنی ولد اور یتیم کا مارنا ترک صلوۃ پر جائز ہے کذا فی المجتہد للکجب علی الزوج تطلیق الفاجرة زوج پر واجب
نہیں طلاق دینا حرام کار زوجہ کا طحاوی نے کہا خور زنا وغیرہ کو شامل ہے لا یجوز الوضوء عن الحيض المحدثۃ للشرب فی الصحیح جائز نہیں وضو کرنا
ان حوضوں سے جو پینے کے واسطے بنائے گئے ہیں قول صحیح میں م لیکن وضو کے حوضوں سے پینا درست ہے وینع من الوضوء منہ و فیہ اور
پانی پینے کے حوض سے پانی لے کر وضو کرنا اور خود حوض میں وضو کرنا منع کیا جائے وحملہ لا بلہ ان ما دونہا بہ جائز والا لا اور اس حوض سے پانی
لانا اپنے اہل و عیال کے پینے کے واسطے اگر مالک کی اجازت ہو لے جانے کی تو درست ہے اور نہیں تو جائز نہیں الکذب مباح لا حیاقہ
ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال و ہوا الحق قال تعالیٰ قتل الخراصون انکل من المجتہد جھوٹ بولنا اپنے حق
ف وصیت کا طریق ۱۷ یعنی مخصوص کیا ہے اس کو زاہدی نے نوافل سے ۲۷ لیکن واقعات میں تصریح ہے کہ ریا فرائض میں نہیں داخل ہوتا تو نفی میں متعین ہو گئیں ۱۷

کے ظاہر کرنے کے واسطے اور اپنے اور پر سے ظلم کے دفع کرنے کے واسطے مباح ہے اور کذب سے مراد تعریف ہے یعنی مخالف تصریح اس واسطے کہ عین کذب حرام ہے صاحب مجتہد نے کہا اور سی قول حق ہے کہ کذب سے تعریف مراد ہے نہ عین کذب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جھوٹ بولنے والے لعنت کئے گئے یہ مسائل یعنی مسئلہ محو کتب غیر متفقہ سے یہاں تک مجتہد سے منقول ہیں و فی الوہبانیۃ قال سہ للصلح جاز الکذب او دفع ظالم ۛ اہل لترضی والقتال لیطفر ۛ اور وہبانیہ میں کہا جھوٹ بولنا درست ہے صلح بین المؤمنین کے واسطے یا دفع ظالم کے واسطے اور زوجہ سے جھوٹ بولنا درست ہے تا وہ راضی رہے وحشت میں نہ اوسے اور لڑائی میں کذب درست ہے تا فتنہ حاصل ہو م شاریح وہبانیہ نے کہا کذب سے معارف مراد ہے نہ کذب خالص ویکرہ فی الحما تمہید خادم ۛ ومن شاد تنزیرا فقا لوی نور ۛ اور حرام میں خدنگار کا دینا اور چپٹی کرنا مکروہ ہے اور جو چاہے نور لگانا تو علمائے کما ہے کہ اپنے ہاتھ سے نور لگا دے م کپڑے پر چپٹی کرنا بلا ضرورت مکروہ ہے اور بضرورت درست ہے اور بلا حیولت ثوب ران پر چپٹی کرنا حرام ہے چنانچہ جاہلوں کی عادت ہے سو حرام ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ و فی حق معتاد المروزی جامع ۛ ومن علم الاطفال فیہ ویوزرہ ۛ اور عادت گرفتہ میں در جامع مسجد فاسق ہے اور اسی طرح جو معلم کہ اس میں لڑکے پر صافے اور وہ گنہگار ہے م شاریح وہبانیہ نے کہا تعلیم فی المسجد کو کسی نے فسق نہیں کہا اں اُس کو گناہ کہا ہے تو ناظم کے کلام کی یوں توجیہ ہو سکتی ہے کہ جب اس نے گناہ پر اصرار کیا تو فاسق ہو گیا ومن قام اجلالہ شخص فجازئہ ۛ فی غیر اہل العلم بعض یقررہ ۛ اور جو کھڑا ہو گیا کسی شخص کی تعلیم اور تکریم کے واسطے تو جائز ہے اور بعض علی غیر اہل علم میں اس کو ثابت رکھتے ہیں م شخص سے مراد مسلمان ہے نہ کافر اس واسطے کہ اسباب میں مذکور ہو چکا کہ کافر کی تعلیم جائز نہیں اور بعضوں کے نزدیک قیام اہل علم کے واسطے مخصوص ہے چنانچہ قنہ میں ہے وجوز نقل المیت البعض مطلقا ۛ وعن بعضہ ما فوق میلین بخطر ۛ اور بعضوں نے میت کا نقل کرنا جائز کہا ہے مطلقا خواہ دو میل ہو یا زیادہ اور بعض فقہاء سے منقول ہے کہ دو میل سے زیادہ جائز نہیں م طرطوسی نے ذکر کیا کہ میت کو اٹھالے جانا دو میل سے زیادہ قبل از دفن مکروہ ہے بلا خلاف اور بعد دفن کے نقل کرنا حلال ہے بالاتفاق اور ناظم وہبانیہ نے ذکر کیا کہ جواز نقل میت میں دو میل سے زیادہ اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک مطلقا جائز ہے قبل دفن اور بعد دفن کے مسافت کم ہو یا زیادہ میت نے اس کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو عبد البز شاریح وہبانیہ نے کہا کہ یہ جو ناظم نے خلاف نقل کیا ہم اس پر مطلع نہیں علمائے کلام سے اور ظاہر طرطوسی کا کلام حق ہے ولزوجة التسمین لافوق شعبا ۛ ومن ذکر بالتعودی للعب بخطر ۛ اور زوجہ کا اپنا بدن مٹا کر یا مقوی طعام کھا کر درست ہے بشرطیکہ اسودگی سے زیادہ نہ کھائے اور زوجہ کا تعویذ لکھنا زوجہ کی محبت کے واسطے ممنوع ہے م تسمین زوجہ بشرط رضائے زوجہ جائز ہے خانیہ میں ہے کہ ایک عورت آیات تعویذ لکھواتی ہے تا اس کا زوج اُس کو چاہے اور اُس کی طرف سے نفرت چھوڑے جامع مغیر میں ذکر کیا ہے کہ یہ حرام ہے حلال نہیں انتہی ابن وہبان نے توجیہ اُس کی یوں بیان کی ہے کہ ایک طرح کا یہ بھی سحر ہے اور سحر حرام ہے ویکرہ ان قسے لاسقاط مملہ ۛ وجاز لعذر حیث لا یتصور ۛ اور عورت کا دو اپنا اپنے گل کے اسقاط کے واسطے مکروہ ہے اور اسقاط کرنا عذر کے سبب سے درست ہے جب کہ گل کی صورت نہ بن گئی ہو م گل کا گرنا بلا عذر مباح نہیں اور عذر سے درست ہے بشرطیکہ صورت نہ بن گئی ہو عذر اسقاط یہ ہے کہ مثلا عادت لڑکے کو دودھ پلاتی ہے اور حمل رہنے سے دودھ جاتا رہا اور اس کے زوج کو دایہ رکھنے کی قدرت نہیں ہے اور بلا کی طفل کا خود ہے تو اس صورت میں حمل کا گرنا دینا علاج وغیرہ سے درست ہے جب تک حمل ٹھہرا ہو اعضا نہ بن گئے ہوں وان اسقطت میتا ففی السقط غرقہ ۛ واللہ من عاقل الام تحضرہ ۛ اور اگر عورت نے علاج وغیرہ سے مردہ لڑکا گر دیا تو جنین میت کے باپ کے واسطے مال کی برادری سے غمرہ حاضر

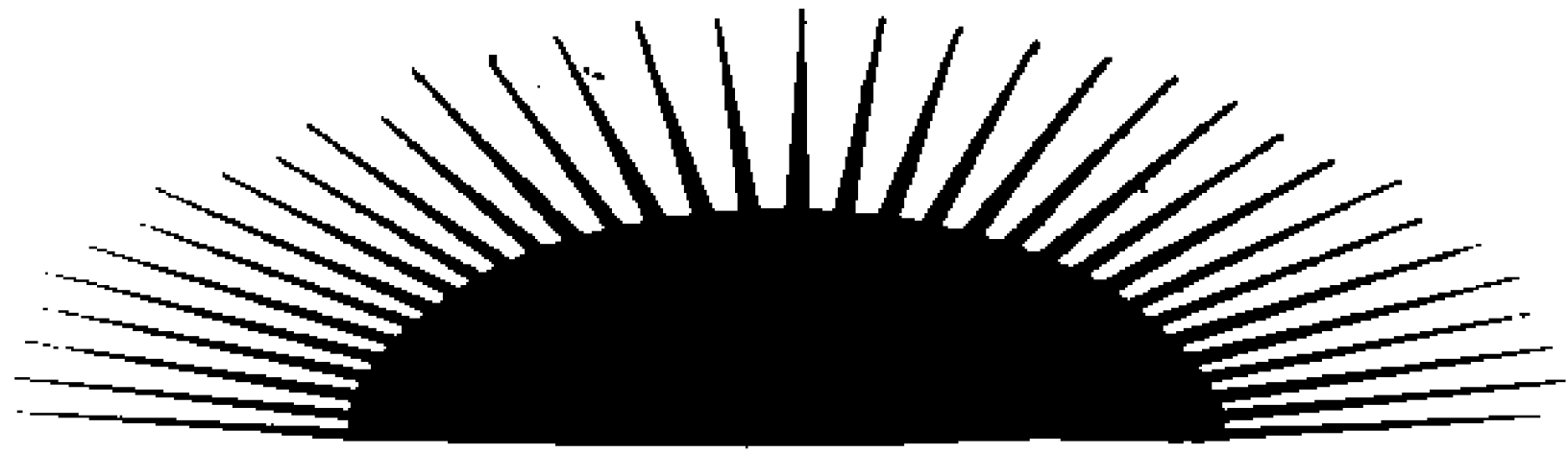
سہ اور ایک نسخہ میں تسمین مملہ ہے بجائے قاف اور یہ معنی کی مد سے مناسب تر ہے اور نیز بلا زحاف آجاتا ہے ۱۲

کیا جاوے مگر بغیر غنیمت معجزہ عبادت پانچ سو درم سے ہے جو ایک سال کے اندر لیا جائے اور اگر عورت کی برادری نہ ہو تو عورت کے مال سے کہا
 قدر لیا جائے اور اگر عورت نے زندہ کرادیا پھر وہ مر گیا تو عورت کی برادری سے خوبیاں تین سال کے اندر اور اگر برادری نہیں تو عورت کے مال
 سے اس قدر لیا جائے کذا فی المخطاوی و فی یوم عاشوراء مکرمہ و لا باس بالمعتاد خلطاً و یوجز بہ و یوم عاشوراء یعنی محرم کی دسویں تاریخ سرد
 لگانا مکرمہ ہے اور کچھ مضائقہ نہیں خلط اطعمہ کی عادت میں اور ثواب ہے و بعضہ المختار فی المحل جائز بہ و لفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بعضوں
 کے نزدیک یوم عاشوراء کو سرد لگانا جائز اور مختار ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے سبب سے تو وہی مقرر ہے مگر کراہت سرد یہ ہے
 کہ علامت ہے دشمنان اہل بیت نبوت کی اس واسطے کہ یزید اور ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے سرد لگایا تھا اور دوسری روایت یہ ہے
 کہ اللہ کا سرد لگایا تھا قتل امام کی فرحت سے قنہ میں ہے کہ خلط اطعمہ میں یوم عاشوراء کوئی اشرقی وارد نہیں لیکن اس میں مضائقہ نہیں بدیل حدیث من
 وسیع علی عیالہ وسیع اللہ علیہ سائر سنتہ تو لوگوں نے اسی سے وسعت طعام کی عادت کی ہے کذا فی المخطاوی عن شرح الوہابیۃ و سفر السعادت
 فیروز آبادی میں ہے کہ استجاب صیام عاشوراء ثابت ہے اور سائر احادیث فضل عاشوراء اور فضل صلوٰۃ و انفاق و خضاب و ادب و اکتال و طہنچ و حب
 و غیر ذلک مجموع موضوع و مفتری ہے ائمہ حدیث نے کہا کہ اس میں سرد لگانا بدعت ہے کہ قاتلین حسینؑ کی ایجاد ہے شیخ عبدالحق و آدمی نے
 سفر السعادت کی شرح صراط المستقیم میں کہا کہ احادیث فضل عاشوراء اور وقوع و قانع عظیمہ چنانچہ قبول توبہ آدم کو رفع اوبس آسمان پر اور نجات ابراہیم
 کی آتش نرود سے اور اترنا نوح کا کشتی سے اور اترنا تورات کا موسیٰ پر اور فدیہ اسمعیل کا اور لکنا یوسف کا قید خانہ سے اسی طرح اور وقوع انبیاء
 عظیم السلام کے محدثین کے نزدیک موضوع اور باطل ہیں کثیر طعام میں عیال پر احادیث ضعیفہ وارد ہیں کہ تعدد طرق سے جبر نقصان ہو سکتا ہے حافظ زین الدین
 عراقی نے اپنی مانی میں طریق بیہقی سے حدیث مرفوع روایت کی کہ من وسیع علی عیالہ و اہل یوم عاشوراء وسیع اللہ علیہ سائر سنتہ اور کہا ہے کہ یہ حدیث
 ضعیف ہے و لیکن بعضوں کے نزدیک حسن ہے اور دوسرے طریق سے بعضوں کے نزدیک صحیح ہے الحاصل صواعق محرقہ میں ہے کہ اہل سنت
 کا طریقہ یہ ہے کہ اس روز میں بدعات رد و فضی سے چنانچہ نوحر گری وغیرہ سے اجتناب کریں اسی طرح بدعات نواصب اور دشمنان اہل بیت سے
 پرہیز کریں چنانچہ اس دن میں عید کرنا اور اظہار فرحت اور آرائش کرنا سرد لگانا خضاب کرنا ثياب جدیدہ پہنا اور توسیع نفقات کرنا وغیر ذلک
 کہ نہ حدیث صحیح سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے اور نہ چاروں اماموں سے اور نہ کسی کتاب معتبر میں وارد ہے انتہی مانی صراط المستقیم مختار و ضرب
 عبید الغیر جائز بامرہ و در جائز فی الاحرار والاب یا مرہ و اور غیر کے غلاموں کو مارنا مالک کے حکم سے جائز ہے اور جائز نہیں احرار کو مارنا اگر چہ پاپ
 امر کرے اپنے فضل کے مارنے کا مگر لیکن معلم کا مارنا تمہیک پدر جائز ہے مصلحت کے سبب سے شربلالی نے کہا صغیر کو ہاتھ سے مارے نہ بکری
 سے اور تین ضرب سے زیادہ نہ مارے اور قاضی کے امر سے مارنا اس صورت میں ہے جب کہ قاضی عادل ہو اور حجت ملزمہ کا مشاہدہ ہو گیا اور اس نہ
 میں فقط قاضی کے حکم پر اعتماد نہ کرنا چاہیے کذا فی المخطاوی والوثب من ذکر القرآن استماعہ و قالوا ثواب لطف لطف بکرمہ و اور قرآن کے پڑھنے
 سے قرآن کی سماعت میں زیادہ ثواب ہے اور علمائے کما ہے کہ طفل کا ثواب طفل ہی کے واسطے مخصوص ہے م استماع قرآن کا ثواب پڑھنے
 اس واسطے زیادہ ہوا کہ استماع واجب ہے اور پڑھنا مستحب ہے اور عبادات طفل کا طفل ہی کو ثواب ہے اور اس کے باپ کو تعلیم کا ثواب ہے
 و در سک باقی الذکر اولیٰ من الصلوٰۃ و نفل و درس العلم اولیٰ و النظر بہ و اور سیکھنا باقی قرآن کا افضل اور مقدم ہے نفل نماز سے اور سیکھنا علم کا یعنی
 علم مفترض کا مقدم تر ہے باقی قرآن کے سیکھنے کا م اس واسطے کہ تعلیم جمیع قرآن فرض کفایہ ہے اور تعلیم مسائل فقہ بقدر ضرورت فرض عین ہے اور

سے جو شخص عاشوراء کے دن اپنے کنبے اور گھر والوں پر وسعت کرے یعنی بہت سا پاکوے اللہ تعالیٰ اس پر تمام سال وسعت کرے گا ۱۱

اشتغال بعض عین اولے ہے فرض کفایہ کے اشتغال سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلم باقی قرآن کا افضل ہے اس فقہ کے تعلم سے جو قدر حاجت سے زیادہ ہے وہ قدر ہو واللہ اعلم ونحوہ ۱۱ لا اعلام ختم الدرس عین یقریر بہ اور البتہ فقیہوں نے مکروہ کہا ہے واللہ اعلم کہنے کو اور مانند اس کے چنانچہ درود بخشنے کو اختتام درس کے اعلام کے واسطے وقت مقرر کرنے کو م وجہ کراہت یہ ہے کہ اس نے اس لفظ کو بے محل صرف کیا یعنی وسیلہ اعلام اور اطلاع کا قریب و یا اسی طرح اگر ایک شخص محفل میں آیا اور اس نے کہا یا اللہ مثلاً تاکہ اہل مجلس اس کے آنے سے خبردار ہوں اور اس کے لائق بیٹھنے کو جبکہ دیں اور تعظیم کریں یا چوکیداریوں کے لالہ الا اللہ اور مانند اس کے تا لوگ اس کے جاگنے اور چوکیداری سے آگاہ ہوں تو یہ سب مکروہ ہے اس واسطے کہ ذکر مقصود نہیں ہاں اگر دو قصد مجتمع ہوں یعنی اعلام بھی اور ذکر بھی تو قصد غالب کا اعتبار ہوگا کذا فی الموطا وی فائدہ موطا وی نے مالکہ طرطوسی اور بطلیوسی مجتمع ہوئے اور حلال روزی میں گفتگو کرنے لگے کہ اب اس میں سے کچھ باقی ہے تو بطلیوسی نے کہا کہ اصول حلال کے دس میں حق تعالیٰ انہیں سے وسعت کرتا ہے اپنے بندوں میں اول تجارت بشرط صدق و راست گوئی ۲ اجارہ بشرط خیر خواہی مالک ۳ ہدیہ اور تحفہ ۴ اور متقی کا ہم میراث اصل طیب سے یعنی جس مورث نے حلال مال جمع کیا نہ حرام ۵ جو غلہ کہ زمین غیر ملوکہ میں پیدا ہوا یعنی غلہ خود رو یا خمس غنیمت واجب کہ عدل اور انصاف سے اس کی قسمت ہوئی ہو ۶ شکار خشکی کا ۸ شکار دریا کا ۹ سوال کرنا سخت ضرورت کے وقت ۱۰ احیاء موتات تو طوسی نے کہا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے تقیید ان اصول کی تا وہ حلال پاک حاصل ہو جو اہم المہمات ہے اور سب امور سے مقدم ہے ۔

واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم



کتاب احیاء الموات

یہ کتاب ہے احیاء موات کے مسائل میں ہم موات بفتح وضم میم بروزن حیات و فرات وہ زمین ہے جس کا کوئی مالک نہیں اور احیاء یعنی زندہ کرنے سے مراد یہ کہ زمین غیر مزروع زراعت کے لائق ہو جاوے یعنی ویران زمین آباد ہو جائے اس واسطے کہ ہر چیز کی حیات اس چیز کے لائق اور مناسب ہوتی ہے لعل مناسبہ ان فیہ مایکرہ و ملائکہ شاید کہ مناسبہ اس کتاب کی کتاب الکماہتہ سے یہ ہے کہ اس کتاب میں وہ حکم ہے کہ مکروہ ہے اور وہ حکم بھی ہے جو مکروہ نہیں الحیاء نوعان حاسہ و نامیۃ والمراد بہنا انامیۃ حیات دو قسم ہے حاسہ یعنی جس سے حس اور حرکت حاصل ہو اور نامیۃ یعنی جس سے نشو و نما حاصل ہو اور یہاں مراد حیات نامیہ ہے نہ حاسہ و سمی مواتا بطلان الانتفاع بہ اور زمین غیر مملوکہ غیر نامیہ کو موات کہا بسبب باطل ہونے اس کی انتفاع کے تو وہ مردہ ٹھہری نہ زندہ ہم عدم انتفاع کی وجہ یہ ہے کہ پانی میں زمین ڈوب گئی یا سینچنے کا پانی دیا نہیں یا جنگل ہو گیا وغیرہ ملک من موانع الانتفاع و احیاء وہ ببناء و غرس او کرب اوسقی اور احیاء موات یعنی زمین مردہ کا زندہ کرنا عمارت بنانے سے ہوتا ہے یا درخت لگانے سے یا جوتے یا سینچنے سے اذالہ حی سلم او ذمی ارضنا غیر متفق بہا ولیست مملوکہ لمسلم ولا ذمی فلو مملوکہ لم تکن مواتا فلو لم یعرف مالکها ففی لقطۃ یتصرف فیہا الامام ولو ظہر مالکها ترد الیہ و فیمن نقصانہا ان نقصت بالزرع و ہی بعیدۃ من القریۃ اذ اصاح من باقصی العامر و ہی جموری الصوت بزازیۃ لایسبح بہا صوتہ ملکھا عند ابی یوسف و ہو المختار کما فی المختار وغیرہ جب کہ مسلمان یا ذمی آباد کرے اس زمین ویران کو جس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور وہ کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک نہیں اور وہ دور واقع ہے گاؤں سے ہر طرح کہ اگر چہ وہ شخص جو منتہائے آبادی پر ہے بشرطیکہ وہ شخص بلند آواز ہو کہ انی البرازیۃ تو اس زمین تک اس کی آواز نہ سنائی دے تو وہ آباد کرنے والا مسلمان یا ذمی اس زمین کا مالک ہو جاتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول مختار ہے چنانچہ مختار وغیرہ میں مصرح ہے سو اگر زمین ویران کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک ہو تو وہ موات نہیں ہے پھر اگر اس کا مالک معلوم نہ ہو تو وہ لقطہ یعنی لا وارث مال ہے اس میں بادشاہ اسلام تصرف کرے اور اگر بعد اس کے اس کا مالک ظاہر ہو تو وہ زمین اسی کو پھیر دی جائے اور اس کے نقصان کا تاوان دے اگر زراعت کرنے سے زمین میں کچھ نقصان ہو گیا ہو زمین مذکور کا آباد کرنے والا مالک ہو گا اگر مسلمان ہے تو اس پر عشر واجب ہو گا اور اگر ذمی ہے تو خراج واجب ہو گا اور اگر خراج کے پانی سے اس کو سینچے گا تو اس کو اختیار ہو گا کذا فی الاختیار و اعتبار محمد عدم ارتفاق اہل القریۃ و بہ قالت الثلثۃ قلت و ہذا ظاہر الروایۃ و بہ یفتی کما فی زکوۃ الکبریٰ ذکرہ القستانی و کذا فی البرجندی عن منصور عن قاضی خان ان الفتویٰ علی قول محمد فاعجب من الشر بنیالی کیف لم یذکر ذلک فلیحفظ اور محمد نے اہل قریہ کی عدم احتیاج کو اس زمین کی طرف متبرک کیا ہے یعنی موات وہ زمین غیر مملوک ہے جس سے اہل قریہ منتفع نہ ہونے ہوں خواہ قریب ہو خواہ بعید اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ کا میں کہتا ہوں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی کا فتویٰ ہے چنانچہ فتاویٰ کبریٰ کی کتاب الزکوۃ میں ہے ایسا ذکر کیا ہے قستانی نے اور اسی طرح برجندی میں ہے عن منصور عن قاضی خان کہ محمد کے قول پر فتویٰ ہے تو شر بنیالی سے تعجب ہے کہ اس نے اس کو کیوں بیان نہ کیا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ صحیح تر قول موات میں وہ ہے کہ اگر منتہائے آبادی میں آدمی کھڑا ہو کر بلند آواز سے چلاوے تو جہاں آواز نہ پہنچے وہ موات ہے اور جہاں تک آواز پہنچے وہ آبادی کے لواحق سے ہے کہ وہاں تک موانعی چرلے وغیرہ کی اہل قریہ کو حاجت ہوتی ہے انتہی تو شاید قاضی خان نے کسی اور کتاب میں محمد کے قول پر فتویٰ بیان کیا ہو گا واللہ اعلم ان اذن الامام فی ذلک و قال یملکها بلا اذن احیاء موات سے مسلم مالک اس کا ہو جاتا ہے اگر امام نے اس کو آباد کرنے میں حکم دیا ہو اور زمین

ماکہ اس کا مالک ہو جائے یہ دونوں اس کے حکم کے بھی و ہذا المسلما فلو ذمیا شرط الاذن اتفاقا اور یعنی اشتراط اذن امام اور عدم اشتراط اس وقت ہے جبکہ وہ مسلم ہو اور اگر آباد کرنے والا ذمی ہو تو بادشاہ اسلام کا اذن باتفاق امام اور صاحبین کی شرط ہے ولو ستامن لم یملکھا اصلا اتفاقا قستانی اور اگر آباد کرنے والا کافر ستامن ہو تو زمین کا اصلا مالک نہ ہوگا بالاتفاق کذا فی القستانی ولو ترکھا بعد الاحیاء و زرعمھا غیرہ فالاول باحتی بہا فی الاصح اور اگر آباد کرنے والے نے زمین کو چھوڑ دیا آباد کرنے کے بعد اور غیر شخص نے اس کو بویا تو پہلا شخص اس کا زیادہ تر حق داسے صحیح تر قول میں ولول احی ارضا بیتہ ثم احاط الاحیاء بجوانہسا الاربعہ من الاربعۃ لفر علی التعاقب تعین طریق الاول فی الارض الاربعۃ اور اگر ایک شخص نے ویران زمین کو آباد کیا پھر اس کے چاروں طرف سے آبادی محیط ہو گئی چار شخصوں کے آباد کرنے سے علی التعاقب یکبارگی تو پہلے آباد کرنے والے کی راہ چوتھی زمین میں متعین ہوگی م اور اگر سب زمین کی آبادی ایک شخص نے کی تو اس کی راہ مقرر کرنے میں ہر طرف سے اس کو اختیار ہے اور اگر جوانب الاربعہ میں چاروں شخصوں نے ساتھ ہی آبادی کی تو شخص اول جس طرف چاہے راہ مقرر کرے کذا فی العالمگیر ومن حجر ارضا ای منع غیرہ منہا البوضع علامۃ من حجر او غیرہ ثم اہملھا ثلث سنین دفعت الی غیرہ وقبلھا ہوا حتی بہا وان لم یملکھا لانہا یملکھا بالاحیاء والتمیر لا بحد التحیر اور جس نے روک ڈالا زمین کو یعنی غیر کا تصرف دلائل سے منع کر دیا پتھر وغیرہ کی نشانی رکھ کر پھر کو چھوڑ دیا نین سال تک تو وہ زمین غیر شخص کو دی جائے آبادی کے واسطے اور تین سال سے پہلے وہی شخص نشانی رکھنے والا زیادہ تر اس کا حقدار ہے اگرچہ وہ اس کا مالک نہیں ہو گیا اس واسطے کہ آدمی اس کا مالک ہوتا ہے آبادی اور تعمیر سے نہ فقط روک ڈالنے سے ولو کر بہا او ضرب علیہا المسنۃ او شق لہا نہرا او بندہا فہو احیاء مبطوطہ اور اگر ویران زمین کو جوتایا اس پر بان باندھا سیلاب روکنے کو یا اس کے واسطے نہر کھودی یا اس میں بیج ڈالا تو وہ اس کا زندہ کرنا اور آباد کرنا ہے کذا فی الملبوطہ م سنۃ بضم میم وتشدید نون وہ چیز ہے جو سیلاب کے واسطے بنا یا جائے یا پانی کو ہٹانے اور الیاسد کو رہے غایتہ البیان اور مغرب میں اور مصباح العلوم میں ہے کہ مسنۃ دیوار ہے پانی کے اندر بنائی جاتی ہے جس کو سد کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی اور قاموس میں سنۃ کی تفسیر غر کی ہے اور عمر مشترک ہے سد وغیرہ میں ولا یجوز احیاء ما قرب من العامر بل یرکب علی لہم وطرحا حصا یدہم متعلق حقہم فلم یکن مواتا کذا لو کان محظوبا اور جائز نہیں آباد کرنا اس زمین کا جو آبادی سے قریب ہے بلکہ اس کو چھوڑنا چاہیے لوگوں کی چراگاہ کے واسطے اور ان کے کھلیان ڈالنے کے واسطے اس لیے کہ لوگوں کے حق اس زمین سے متعلق ہیں تو وہ زمین موات نہ ٹھہری اور اسی طرح وہ زمین موات نہیں جہاں لوگ لکڑیاں اور دیندھن رکھتے ہوں واعلم انہ لیس امام ان لقطع مالا غنی للمسلمین عنہ من المعادن الظاہرۃ وہی ماکان جوہرا الذی اودعہ اللہ فی جواہر الارض بازراء کمعاون اللع والکحل والقار والنقطہ اور یہ معلوم کہ بادشاہ کو جائز نہیں یہ کہ کسی کو عطا کرے وہ چیز جس سے مسلمان بے پرواہ نہیں ظاہر کھانوں سے اور ظاہر کھان وہ ہے کہ جس کا وہ جوہر جو اللہ تعالیٰ نے زمین کے مواضع اور بقاع میں ودیعت رکھا ہے ظاہر اور آشکارا جو چنانچہ نمک اور سرمہ اور قیر اور لفظ کی کھانیں م قار اور قیر اور لفظ حکینی رطوبت ہے جو زمین کے چٹوں سے جوش کر کے نکلتی ہے قیر کا روغن جہاز وغیرہ میں ملا جاتا ہے اور لفظ کمان وغیرہ میں آتشکام کے واسطے مل جاتی ہے والا بار الی تم ملک بالاستنباط والسعی اور چنانچہ وہ کنوئیں جو کسی کے مملوک نہیں کھود کر پانی نکالنے اور کوشش کرنے سے وفی المستنبط بالسعی کما فی القنی والماء المحرز فی الطرف فملک للمحرز والمستنبط وتامہ فی شرح المصابیح فی حدیث المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاہ والنار اور وہ پانی جو زمین کھود کر کوشش سے نکالا گیا چنانچہ کاریزوں کا پانی اور وہ پانی جو بھر کر رکھا گیا برتن میں سو وہ پانی بھرنے والے اور زمین کھودنے والے کی ملک ہے اور اس کا پورا بیان شرح مصابیح میں ہے اس حدیث کی شرح میں کہ سب مسلمان شریک ہیں تین چیزیں پانی اور گھاس اور آگ میں ہم کئی بضم قاف وکسر نون وتشدید یاء جمع قناة بمعنی کاریز ہے کاریز وہ نہر ہے جو زمین کے اندر کھودی جائے الی لیتقی منہا الناس زمین لیتی الی تم ملک بالاستنباط والسعی چنانچہ وہ کنوئیں جن سے لوگ پانی لیتے ہیں اور سینچتے ہیں کذا فی الزیلعی

ملہ بیع اول وکسر ثانی بند ہائے آب ۱۳

یعنی وہ کنوئیں کسی کے مملوک نہیں بواسطہ استنباط اور سبی کے ہم عدم ملک کا مضمون مکرر ہو گیا اس کی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحاوی فلو اقطع ہذا المعادن الظاہرۃ لم یکن لا قطعاً علیہا حکم بل المقطوع وغیرہ سواء تو اگر سلطان ان ظاہر کھانوں کو عطا کرے کسی شخص کو تو اس کے عطا کا حکم جاری نہ ہوگا بلکہ جس کو عطا ہوئی اور غیر شخص برابر میں انتفاع میں فلو منعہم المقطوع کان بمنعہ متعدیاً وکان لما اخذہ مالکاً لانه متعدیاً بالمنع لا بالاختصاص عن المنع وصرف عن ملوئہ العمل لئلا یشتبہ اقطاعاً بالصحة او یصیر معنی حکم الاطلاق المستقر ذکرہ العلامة قاسم فی رسالۃ احکام ابراءۃ اقطاع الجندی پھر اگر لوگوں کو نمک اور پانی وغیرہ کے لینے سے منع کیا اس نے جس کو سلطان نے عطا کیا تو وہ منع کرنے کے سبب متعدی ظالم ٹھہرے گا اور جو چیز کھان سے لے گا اس کا مالک ہوگا اس واسطے کہ وہ متعدی ہے منع کرنے سے نہ بسبب لینے کے اور باز رکھا جائے روکنے سے اور پھر ارجا سے دوام عمل سے یعنی ہمیشہ کھان سے وہی شخص لیا کہے تا عطا سلطانی کی صحت کا اشتباہ واقع نہ ہو یا وہ چیز اس کے ساتھ در حکم املاک مستقرہ کے نہ ہو جائے ایسا ذکر کیا ہے علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں عطا جازہ اقطاع لشکری کے احکام میں لکھا ہے ہم املاک مستقرہ وہ جو اس کی ملک میں سابق سے داخل ہوں کذا فی الطحاوی وحریم بئر الناضح وہی التي نیرح الماء منها بابا بعبیر کبیر العطن وہی التي نیرح الماء بابا لید والعطن مناخ الابل حول البئر لبعون ذراعا من کل جانب وقالان الناضح فستون اور گرد اگر دیر ناضح کا بئر عطن کی مانند ہم گز ہے ہر جانب سے اور صاحبین نے کہا کہ بئر ناضح کا اگر حریم ہے تو ۶۰ گز ہے بئر ناضح وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا اور نکالا جاتا ہے اونٹوں سے یعنی کھیت سینچنے کے واسطے کذا فی العینی شرح الہدایۃ اور بئر عطن وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا ہے ہاتھ سے یعنی اونٹوں کے پلانے کے لیے اور عطن عبارت ہے اونٹوں کی نشست گاہ سے کنوئیں کے گرد و فی الشریعۃ عن شرح المجمع لوعن البیرونی فی البیرونی یزاد علیہا انتہی لکن لیسہ الفتاویٰ لمحمد ثم قال طیفی بقول الامام وعزاه للمتمم ثم قال وقیل التقیر فی بیروین بما ذکر فی اراضیہم لصلواتہا فی اراضیہا فی زاد الاصل یتقل الماء الی الثاني وعزاه للہدایۃ وعزاه البرجندی للکافی فلیحفظ اور شریعۃ میں شرح مجمع سے یوں ہے کہ اگر کنوئیں کا عمق ۶۰ گز سے زیادہ ہو تو حریم ۶۰ گز سے زیادہ کیا جائے گا اتنی لیکن قہستانی نے اس قول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے پھر کہا اور فتویٰ امام کے قول پر ہے کہ حریم ۶۰ گز سے زیادہ نہیں اور اس کو قہستانی نے تتر کی طرف نسبت کیا ہے پھر یوں کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ کنوئیں اور چشمہ کی حریم کی مقدار نہ کو دفعہ سابقین کی اراضی میں ملتی بسبب سخت ہونے ان کی اراضی کے اور ہماری اراضی میں نرمی ہے تو ہم ۶۰ گز سے زیادہ کرنا چاہیے تاکہ کنوئیں کا پانی دوسرے کنوئیں میں منتقل نہ ہو جائے اور اس کو ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہے اور برجندی نے اس قول کو کافی کی طرف نسبت کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم تانا رخانیہ میں اور بکری میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے تو معلوم ہوا کہ امام اور صاحبین دونوں کا قول منقحی ہے حموی نے کہا جب حاجت کا اعتبار ہو نہ تقدیر کا تو مسئلہ میں خلافت معنوی باقی نہ رہا کذا فی الطحاوی اذا اضرع فی موات باذن الامام کنوئیں کا حریم ۶۰ گز اس وقت ہے جب کہ کنواں زمین موات میں سلطان کے حکم سے کھودا ہو فلو فی غیر موات او فیہ بلا اذن الامام لم یکن الحکم کذلک کذا ذکرہ المصنف تو اگر کنواں موات میں نہ ہو یعنی غیر شخص کی زمین میں ہو یا موات میں ہو بدول اذن سلطان کے تو اس کا حکم ایسا نہ ہوگا یعنی ۶۰ گز اس کا حریم نہ ہوگا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں وعبارۃ الفتاویٰ وفیہ نزل الی انہ لو حفر فی ملک الغیر لایستحق الحریم فلو حفر فی ملکہ فہ من الحریم ماشاء والی ان الماء لو غلب علی ارض ترکھا الملاک او ماتوا لا اقرضوا لم یجز احیاء فلو ترکھا الماء بیث لا یعود الیہا ولم یکن حریماً لہما جاز احیاء وغیرہ الی المضمرات اور عبارت قہستانی کی یوں ہے اور اس میں یعنی اس کے مانی کے قول میں اشارہ ہے اس طرف کہ اگر کنواں کھودے غیر کے ملک میں یعنی اس کے اذن سے تو وہ مستحق حریم کا نہیں ہے الا با اشتراط حریم کذا فی الطحاوی تو اگر اپنے ملک میں کنواں کھودا تو اس کو حریم رکھنے کا اختیار ہے جتنا چاہے اور اس کی طرف اشارہ ہے کہ اگر پانی غالب ہو گیا زمین پر اور مالکوں نے اس کو چھوڑ دیا یا وہ مر گئے یا منقرض ہو گئے تو اس زمین کا آباد کرنا جائز نہیں سوا کہ پانی وہ زمین اس طرح چھوڑ دے کہ پھر اس کا عود اس کی طرف نہ ہوگا اور وہ زمین آبادانی کی حریم نہیں ہے اس کا آباد کرنا درست ہے اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہے وحریم المعین خمساً ذراعاً من کل جانب کافی الحدیث اور چشمہ آب کا حریم ۵۰ گز ہے ہر جانب چنانچہ حدیث

Marfat.com

کے نزدیک حرم نہیں مگر باقامت شہور اور صاحبین کے نزدیک حرم ہے محمدؐ کے نزدیک بقدر عرض حوض اور ابو یوسفؒ کے نزدیک بقدر نصف بطن حوض و فیہ مخریبا للکافی ولو کان النہر صغیرا یتحتاج الی کریم فی کل صین فہم حرم بالاتفاق اور قستانی میں کافی سے منقول ہے اور اگر ایسی نہر صغیر ہو جس کی مٹی صاف کرنے کی ہر وقت حاجت ہو تو اس کا حرم باتفاق امام اور صاحبین کے ثابت ہے و فیہ مخریبا للکافی ان الخلاف فی نہر مملوک امساۃ فارغۃ یز قبا ارض بغیر صاحب النہر قائمۃ (عندہما صاحب لارض عندہ اور قستانی میں کرمالی سے منقول ہے کہ البتہ امام اور صاحبین کا اس نہر مملوک میں جس کی مینڈ خالی ہو و فیہ امساۃ متصل اور برابر سے شخص کی نہیں ہو گا ہر کے سوا اس صورت میں صاحبین کے نزدیک مینڈ صاحب نہر کی مملوک اور امام کے نزدیک ماسا ارض کی ہے) اگر حید فارغ نہ ہو بلکہ ماسا نہر یا ماسا ارض کے درختوں وغیرہ سے مشغول ہو تو بالاتفاق درختوں کا مالک مینڈ کا بھی مالک ہے کذا فی الطحاوی من الدررینی میں قاضی خاں سے منقول ہے کہ اگر مینڈ زمین کی برابر نہ ہو بلکہ اونچی ہو تو وہ صاحب نہر کی مملوک ہے اس واسطے کہ ظاہر ارتفاع اس کا نہر کی مٹی سے محفوظ رہتا ہے بالستتہ الصیح ان در حرم بالاتفاق بقدر ما یتحتاج الیہ لالقاء الطین ونحوہ انتہی قلت و ممن نقل الاتفاق الشرنبلالی عن الاختیار و شرح الجمع اور قستانی میں تتمہ سے منقول ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ صاحب نہر کے واسطے حرم بالاتفاق ثابت ہے اس قدر جس قدر مٹی وغیرہ ڈالنے کی حاجت ہو انتہی مافی القستانی میں کتا ہوں جن لوگوں نے اتفاق نقل کیا ہے ان میں سے شرنبلالی ہے ناقل عن الاختیار و شرح الجمع فصل فی الشرب یہ فصل ہے شرب کے مسائل میں ہو لغت نصیب الماء و شرعاً نوبۃ الانتفاع بالماء سقیا للزراعت والدواب شرب بالکسر لغت میں عبارت ہے پانی کے حصہ سے اور شرع میں عبارت ہے پانی سے فائدہ حاصل کرنے کی باری سے زراعت سینچنے کے واسطے اور جانوروں کے پلانے کے لیے والشفۃ شرب بنی آدم والبهائم بالشفاء اور بنی آدم کا پینا ہے اور لمیوں سے جانوروں کا پینا ہے ہم یہاں شرب بضم شین مصدر ہے بمعنی نوشیدن اور شرب سے مراد بنی آدم کا استعمال ہے دفع تشنگی کے واسطے یا کھانا پچانے یا وضو یا غسل یا کپڑا دھونے کے لئے اور مانند اس کے اور بہائم کے حق میں شرب سے مراد دفع تشنگی اور جو اس کے مناسب ہے کذا فی الطحاوی و لکل حقہ فی کل ما لم یحجز زمانا واجب اور ہر جاندار کے واسطے اپنے پینے کا حق ثابت ہے ہر پانی میں جو برتن یا ٹکے کے اندر بھر رکھا نہیں گیا م پانی میں حق عام اس وقت تک ہے جب تک وہ اپنے مقام میں ہے یعنی دریا میں یا کنوئیں میں اور جب کسی نے پانی گھرے یا ٹکے یا حوض میں بھر رکھا اور پانی کا جاری ہونا منقطع ہو گیا تو وہ شخص پانی کا مالک ہو گیا اور مصنف نے احراز کمانہ اخذ اس میں اشارہ ہے کہ اگر کنوئیں سے ڈول بھرا اور کنوئیں کے مہرے سے ہنوز جدا نہیں ہوا تو شیخین کے نزدیک بھرنے والا اس کا مالک ہو گا اس واسطے کہ احراز عبارت ہے ایک شے کے کر دینے سے موضع مضبوط میں کذا فی الطحاوی و لکل سقی ارضہ من بحر و نہر عظیم کہ جلتہ والفرات ونحوہ لان الملك بالاحراز ولا احراز لان قهر الماء يمنع قهر غیرہ اور ہر آدمی کو اپنی زمین کے سینچنے کا حق ثابت ہے سمندر یا نہر عظیم سے چنانچہ دجلہ بغداد اور فرات کو نہ اور مانند ان کے چنانچہ نیل مصر کا اور گنگ اور جمن ہند کے اس واسطے کہ آدمی کی ملک پانی میں احراز سے ثابت ہوتی ہے اور دریا اور نہر میں احراز نہیں اس واسطے کہ پانی کا غلبہ غیر پانی کے غلبہ کو مانع ہوتا ہے و لکل شق نہر سقی ارضہ منها او لنصب الریحی ان لم یضر بالعامة لان الانتفاع بالمباح انما یجوز اذا لم یضر باحد کانتفاع بالشمس والقمر والهواء اور ہر شخص کو سمندر اور نہر عظیم سے نہر کھودنے کا اپنی زمین میں سینچنے کے واسطے یا پہنچائی قائم کرنے کے واسطے جائز ہے بشرطیکہ نہر کھودنے سے عوام خلق کو ضرر نہ پہنچتا ہو اس واسطے کہ مباح چیز سے فائدہ حاصل کرنا اس صورت میں مخصوص ہے جب کسی کو ضرر نہ ہوتا ہو جیسے آفتاب اور مانتاب اور ہو اسے فائدہ لینا ہر شخص کو مباح ہے بشرط عدم ضرر خلق ہم نہر سے ضرر خلق کی یہ صورت ہے کہ پانی ریتا کرے ایک طرف کنارہ توڑ کر اور دیہات اور اراضی غرق ہو جائیں تو اس صورت میں نہر کھودنا درست نہ ہو گا اس واسطے کہ دفع ضرر لوگوں سے واجب ہے کذا فی الطحاوی عن خزائن المفتین لاسقی دوابہ ان خیف تخریب النہر کثر تھا ولا سقی ارضہ و شجرہ و زرعہ ونصب دلاب ونحوہ من ہر غیرہ و قناتہ و بئرہ الاباذنہ لان الحق لا یتوقف علی اذنہ جائز نہیں اپنے جانوروں کو پانی پلانا اگر نہر کے دیران ہونے کا خوف ہوئے جانوروں کی کثرت کے سبب اور نہ زمینی اور درخت اور زراعت کا سینچنا اور نہ دلاب یعنی چرخ اور دھڑ کا قائم کرنا غیر کی نہر اور کاریز اور کنوئیں سے جائز ہے مگر مالک کے اذن سے اس واسطے کہ حق اسی کا ہے

ترافع کے اذن پر موقوفہ زمین اور کھیتی باڑی کی ہر اور کنوئیں سے بلا اذن جائز نہیں خواہ اضطرار ہو یا نہ ہو لیکن اگر بلا اذن سینچا گیا تو اگرچہ بار بلا اذن سینچا تو مالک اس کو تعزیر دے حرب یا حبس سے اگر مصلحت جلنے کے کذا فی الخطاوی عن النخانیہ ولہ سقۃ شجر او خضر زرع فی دارہ حملہ الیہ بجرارہ و اذانیہ فی الاصح وقیل لا الا باذنہ اور اپنے گھر کے اندر کا درخت سینچنا یا زراعت خانگی کا سرسبز کرنا غیر کی ہر کانوئیں کا پانی اٹھا لاکر گھڑوں اور بہنوں سے بلا اذن درست ہے اصح قول میں اور بعضوں نے کہا کہ درست نہیں بلکہ مالک کے اذن سے ہم خانیہ اور وحیز میں قول ثانی کو اصح کہا ہے تو دونوں قول معصم ٹھہرے کذا فی الخطاوی والمحرز فی کوز وجب بمہملۃ مضمومۃ النخانیۃ لا ینتفع بہ الا باذن صاحبہ ملکہ باحرارہ اور جو پانی کسی نے بھر رکھا کوز سے اور ٹھہریں تقاس سے فائدہ لینا نہ چاہیے مگر اس کے مالک کے اذن سے بسبب اس کے مالک ہو جانے کے بھر رکھنے سے ولو كانت البراءۃ المحوض او النہر فی ملک رجل فله ان یمنع مرید الشفۃ من الدخول فی ملکہ اذا کان یجد ماء بقربہ اور اگر کنواں یا حوض یا نہر ایک مرد کی ملک میں ہو اور کوئی شخص اس میں سے پانی پینے کا ارادہ کرے تو مالک کو جائز ہے کہ اس کو اپنے مملوک مکان میں داخل نہ ہونے دے بشرطیکہ طالب آب قریب اس کے پانی پاسکت ہو بشرطیکہ متصل پانی کسی کا مملوک نہ ہو پیاسے کا منع کرنا اس واسطے جائز ہو کہ اس کو کچھ ضرر نہیں دوسری جگہ سے پانی پیوے گا کذا فی الخطاوی فان لم یجد یقال لا یمنع صاحب البراءۃ من ان یتخرج الماء الیہ او ترکہ لیاخذ الماء بشرط ان لا یکسر قطعتہ امی جانب النہر ونحوہ لان لا یجوز حق الشفۃ لحدیث احمد المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والناسوا اگر پانی کا طالب اس کے متصل پانی نہ پاوے تو کنوئیں کے مالک اور مانند اس کے نہرو غیرہ کے مالک سے کہا جائے گا کہ یا تو اس کو پانی نکال دے یا اس کو چھوڑ مت روک تا وہ خود پانی لے بشرطیکہ پانی پینے والا نہر اور مانند اس کے حوض کا کنارہ اور لگنے توڑ ڈالے اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی جب پانی کا طالب متصل اس کے میلح پانی نہ پاوے تو اس کو پانی پینے کا حق ثابت ہے مسند احمد کی اس حدیث کی دلیل سے کہ سب مسلمان تین چیزیں شریک ہیں پانی اور گھاس اور آگ میں ہم مراد حدیث شرکت اباحت ہے نہ شرکت ملک سو جو شخص مباح پانی یا گھاس یا آگ پر پہلے دخل کرے اور اس پر اپنا قبضہ کر لے بطریق احراز کے تو وہ احق ہے اور وہ اس کا مالک ہے دوسرا اس کا مالک نہیں اس کو اس کی تملیک جمیع وجوہ تملیک کے درست ہے گھاس سے مراد وہ گھاس ہے جو خود رو ہووے تو صاحب زمین اس کا مالک نہیں تو جو اس کو پھیل یا کاٹ لے وہ اس کا مالک ہوگا برخلاف درخت کے کہ اگر وہ خود رو ہو کسی آدمی کی زمین میں تو صاحب زمین اس کا مالک ہے اس کو کوئی نہیں لے سکتا بلا اذن صاحب زمین کے اور آگ سے وہ آگ مراد ہے جو جگہ میں کسی آدمی نے جلائی ہو تو اس میں سب شریک ہیں تو اگر دوسرا آدمی آوے اور اس کے گرد بیٹھ کر تاپا چاہے یا اس کی روشنی میں کچھ سیا چاہے یا چراغ روشن کیا چاہے تو آگ جلانے والا اس کو روک نہیں سکتا اور اگر اپنے موضع مملوک میں آگ جلاوے تو اس کو اپنی ملک سے ارتفاع سے روکنا درست ہے جلانے کی لکڑیاں لینا غیر کی ملک سے جائز نہیں بدوں اس کے اذن کے اور غیر مملوک سے لینا درست ہے اور حطب کی نسبت کسی گاؤں یا جماعت کی طرف مضر نہیں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ ان کی مملوک ہے اور لکڑیاں جمع کرنے والا فقط جمع کرنے سے مالک ہو جاتا ہے اگرچہ اس نے کسی سے نہ باندھی ہوں کذا فی الخطاوی وحکم الکلاء حکم الماء فیقال للمالک اما ان تقطع وقدفع الیہ ولا ترکہ لیاخذ قدر ما یرید زیلعی اور گھاس کا حکم پانی حکم کے مانند ہے تو مالک زمین سے کہا جلاوے اگر وہ اپنی زمین میں آنے دے کہ یا تو گھاس کاٹ کر طالب کو دے اور نہیں تو اس کا روکنا چھوڑ تو وہ لے جتنا اس کا جی چاہے کذا فی الزیلعی ہم گھاس کاٹ کر دینا اس وقت ہے جب کہ قریب اس کے دوسری زمین میں مباح گھاس موجود نہ ہو کذا فی العالمگیریہ ولو منع الماء وہو یخاف علی نفسه ودابۃ العطش کان لہ ان یقاتلہ بالسلاح لاخر عمر رضی اللہ عنہ اور اگر ایک شخص دوسرے کو مباح پانی سے روکے اور وہ ڈرتا ہو اپنی جان اور اپنے جانور کے ہلاک ہو جانے سے پیاس سے تو اس کو

لہ اصل میں مہموز اللام ہے حمزہ کو با سے بدل لیا ہے معنی اس کے خم کے ہیں ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

اس سے لڑنا درست ہے مہتیار سے بدلیل اس اثر کے جو غفار و قرضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وان کان محرزاً فی الارض قاتلہ بغیر السلاح کلمہ
عند المحضہ در اذا کان فضل عن حاجتہ لملک بالاحراز فصار نظیر الطعام قبل فی البر ونحوہ الاولی ان لقاتلہ بغیر سلاح لانه ارتکب معصیۃ فکان کالتغزیر
اور اگر پانی بھر رکھا ہو زمینوں میں اور خوف ہلاکی کا ہو پیاس سے اور مالک پانی نہ دیتا ہو تو پیاس اس سے بدوں مہتیار کے رٹے یعنی لاشی وغیرہ سے
رٹے نہ ملو اسے جیسے کوئی طعام سے روکے شدت گرسنگی کے وقت کذا فی اللہ لڑنا اس شرط سے ہے جب کہ پانی اس کی حاجت سے زیادہ ہو بسبب ملک
ہو جانے اس شخص کے بھر رکھنے سے تو پانی طعام کے مانند ہو گیا اور بعضوں نے کہا کنوئیں وغیرہ کے پانی روکنے میں بہتر یہ ہے کہ بدوں مہتیار کے اس
سے رٹے اس واسطے کہ مانع مرتکب ہوا گنہ کا قولا ٹھٹھی سے لڑنا بمنزلہ تغزیر کے ہوا کافی یعنی مرتکب معصیت مستحق تعزیر ہوتا ہے تا دیب اور زجر کے واسطے
و کرمی نہرای حقہ غیر مملوک من بیت المال فان لم یکن ثمرہ ای فی بیت المال شیء یجبر الناس علی کر یہ ان امتنعوا عند دفع اللضرہ اور نہر غیر مملوک کا کھودنا
بیت المال سلطان سے ہے سوا گرداں یعنی بیت المال میں کچھ مال نہ ہو تو لوگوں سے زبردستی کرنا چاہیے اس کے کھودانے پر اگر وہ انکار کرتے ہوں اس سے
یہ زبردستی ہے دفع ضرر کے واسطے ہم یہ کہتے ہیں کہ عوام مال صرف کریں مصالح پر اپنے اختیار سے لہذا سلطان کو ان پر جبر کرنا درست ہے جیسے لشکر
سامان کے واسطے جبر درست ہے کذا فی الحموی و کرمی النہر المملوک علی اہلہ و عیالہ من ابی منہم علی ذلک اور مملوک نہر کا کھودنا اور صاف کرنا مٹی سے
اس کے مالکوں پر ہے اور جو ان میں سے انکار کرے اس پر زبردستی کی جائے وقیل فی الخاص لا یجبر اور بعضوں نے کہا کہ نہر خاص میں جبر نہ کیا جاوے
ہم نہر خاص وہ ہے جس میں شفعہ واجب ہو اور نہر عام وہ ہے جس میں شفعہ واجب نہ ہو اور اس کی تحدید اختلاف ہے بہتر قول اس میں یہ ہے کہ اگر نہر
کے شریک سو سے کمتر ہیں تو شرکت خاص ہے اس میں استحقاق شفعہ ثابت ہے اور اگر شریک سو ہیں یا زیادہ تو شرکت عام ہے اس میں ہر شریک کو واسطے
شفعہ واجب نہیں بلکہ شفعہ ہمسایہ کے واسطے خاص ہے کذا فی العینی و ہل یرجعون ان ہل القاضی نعم اور کیا خرچ کرنے والے سے بھر لیں گے یا نہیں تو اگر
یہ خرچ کرنا قاضی کے حکم سے ہے تو رجوع درست ہے اور نہیں تو درست نہیں و مؤنۃ کرمی النہر المملوک علیہم من اعلامہ اور نہر مشترک کے کھودنے
کا خرچ شریکوں پر ہے نہر کے اوپر کی جانب سے ہم بیان اس کا یوں ہے کہ اگر نہر کے دس شریک ہوں تو کھودنے کا خرچ ہر شخص پر دسواں حصہ ہے
وہاں تک کہ ایک کی زمین سے نہر تجاوز کرے تو اس وقت میں خرچ نہر کا باقی لوگوں پر ہے گا ہر شخص پر نوں حصہ فان جاوز ارض رجل منہم یرى
من مؤنۃ الکری و قال علیہم کریم اولہ الی آخرہ بالخصص کما یستودن فی استحقاق الشفعۃ پھر اگر نہر بڑھ جائے ایک شریک کی زمین سے تو وہ بڑھ گیا
کھودنے کے خرچ سے اور صاحبین نے کہا کہ سب شریکوں پر کھودنے کا خرچ ہے اول نہر سے آخر تک بقدر حصوں کے جیسے وہ سب برابر ہیں شریک ہیں بہتر
یوں تھا کہ شایع یوں کہتا فی استحقاق الشفعۃ یعنی جیسے وہ برابر ہیں شفعہ کے استحقاق میں چنانچہ زیلعی میں ہے اس واسطے کہ حق شرب شریکوں کو مخصوص
نہیں کذا فی الطحاوی ولا کری علی اہل الشفعۃ اور کھودنا واجب نہیں پانی پینے والوں پر یعنی اس واسطے کہ وہ نہر کے مالک نہیں ان کا حق تو فقط شرب
میں ہے جب کہ پانی موجود ہو و تصحیح دعوی الشرب بغیر ارض استحسانا اور پانی کی باری کا دعوی بدوں زمین کے درست ہے از روئے استحسان کے ہم و استحسان
یہ ہے کہ باری مرغوب فیہ اور ارتفاع کے لائق ہے اور یہ ممکن ہے کہ آدمی بدوں زمین کے میراث یا وصیت سے مالک ہو باری کا اس لیے کہ گلے زمین یک
جاتی ہے بدوں پانی کی باری کے تو فقط باری کا باقی رہنا متصور ہے بدوں ارض کے و اذا کان لرجل ارض ولاخر فیہا نہر و ارد رب الارض ان لا یجری
النہر فی ارضہم لکن لہ ذلک و نیز کہ علی مالہ اور جب کہ ایک مرد کی زمین ہو اور دوسرے شخص کی اس زمین میں نہر ہو اور زمین کا مالک چاہے کہ اس کی زمین
میں نہر جاری نہ رہے تو اس کو اس کے روکنے کا اختیار نہیں اور چھوڑے نہر کو اس کے فدی حال پر و ان لم یکن فی یدہ ولم یکن جاری فیہا ای فی الارض

۱۲ اور ایک نسویم الشفعہ ہے بجائے الشفعۃ کے ۱۲

فعلیہ البیان ان ہذا النہر لہ قداکان لہ مجراہ فی ہذا النہر مسوق لسطی اراضیہ اور اگر نہر اس کے نصیب نہ ہو یعنی اس کے درخت نہ ہوں نہر کے کنارے پر کذا فی العینی اور اس زمین میں جاری نہ ہو یعنی اس کا جاری ہونا زمان ماضی میں معلوم نہ ہو تو مدعی پر بیان ثابت کرنا گواہوں سے لازم ہے کہ یہ نہر اس کی مملوک ہے یا اس کا پانی اس نہر میں جاری تھا اس کی روانگی تھی مدعی کی زمین سینچنے کے واسطے قداکان کا واو بمعنی او ہے اس واسطے کہ دعویٰ ملک نہر میں ہے یا حق ابراہین چنانچہ مذہبی میں مصرع ہے کذا فی الطحاوی و علی ہذا المصب فی نہر او علی سطح او المیزاب او الممشی کل ذلک فی دار غیرہ فحکم الاختلاف فیہ نظیرہ فی الشرب زمینی اور اسی قیاس پر پانی گرنے کا مکان ہے نہر میں یا چھت پر و علی ہذا القیاس پر نہر یا راہ یہ سب مذکور دوسرے شخص کے گھر میں واقع ہیں تو اس میں اختلاف متخاصمین کا حکم پانی کی باری کے حکم کے مانند ہے م مصب یعنی آب ریز سے مراد پانی کے وہ فضلات ہیں جو وضو یا غسل یا مینہ کا پانی نہر میں یا چھت پر گرتا ہو یعنی اگر قدیم سے دوسرے کی نہر میں فضلات مذکورہ گرا کرتے ہیں یا کسی کے گھر میں دوسرے کا پرنا یا راہ واقع ہو تو وہ اس کو منع نہیں کر سکتا اور اگر دعویٰ کے وقت اشیاء مذکورہ موجود نہ ہوں تو اس پر گواہوں سے اپنا دعویٰ ثابت کرنا لازم ہوگا نہر بین قوم اختصموا فی الشرب فہو بینہم علی قدر ارضیہم لان المقصود نہر مشترک ہے ایک قوم میں انہوں نے جھگڑا کیا زیادتی اور کمی باری میں تو باری ان کے درمیان میں بقدر ان کی اراضی کے ہوگی اس واسطے کہ باری سے تو زمین کا سینچنا مقصود ہے یعنی پانی کی حاجت مختلف ہوتی ہے باعتبار اراضی کے تو ہر شخص کا حق بقدر اس کی زمین اور حاجت کے ہوگا بخلاف اختلاف فہم فی الطرق فانہم لیتوون فی ملک رقبتہ بلا اعتبار سوا الدار و ضیقہا لان المقصود الاستطراق برحلت راہ کے اختلاف کے کہ رقبہ طرق کی ملکیت میں سب شریک برابر ہیں بلا اعتبار کشادگی اور تنگی گھر کے اس واسطے کہ مقصود راہ آمد و رفت ہے اور وہ مختلف نہیں گھر کی کشادگی اور تنگی سے و لیس لاحد من الشراکاء فی النہر ان لیشق منہ نہر او یصیب علیہ رجی الارحی وضع فی ملک ولا یضر نہر ولا بناء وقایہ اور نہر کے شرکوں میں کسی کو درست نہیں یہ کہ اس سے دوسری نہر جاری کرے یا اس پر پنچکی قائم کرے مگر وہ پنچکی قائم کرنا درست ہے جو خاص اس کی زمین میں واقع ہو اور نہر اور پانی کو ضرر نہ کرے کذا فی الوقایہ پنچکی قائم کرنا اس واسطے درست نہ ہو کہ نہر کا کنارہ ٹوٹتا ہے اور کنارہ ٹوٹنے سے پانی بیکار رہ جاتا ہے کسی کام میں نہیں آتا نہر کے عدم ضرر سے مراد یہ ہے کہ اس کا کنارہ نہ ٹوٹے اور پانی کے عدم ضرر سے مراد یہ ہے کہ اس کے جاری ہونے میں خلل واقع نہ ہو اور والیہ کنا عورۃ او حبر او نظرة یا قائم کیے مشترک نہر پر ڈھیلکی چنانچہ دلاب یا قائم کرے چوبی پل یا خشتی اور تنگی پل تو شریک کو جائز نہیں اولیو سح فم النہر او لقیم بالایام والجال انہ قداکانت لہتمہ بالکوی بکسر الکاف جمع کوة وفتحہا النقب لان القیم تیرک علی قدرہ لظہور الحق فیہ یا ایک شریک نہر کا دہانہ کشادہ کرے یا پانی کی قسمت دونوں کے شمار سے کرے حالانکہ قدری قسمت تھی بطور نقب کے تو یہ سب امور درست نہیں اس واسطے کہ قدیم چیز اپنی قدامت پر چھوڑی جاتی ہے بسبب ظاہر ہونے حقیقت کے قدامت میں کوی بکسر کاف جمع ہے کوة یعنی نقب م اصل اس کی نقب بیت ہے لیکن یہاں مستعار ہے کشت زار کے مفارح آب کے واسطے کذا فی المغرب اولیو سح نصیبہ الی ارض لہ اخری لیس لہ منہ ای من النہر شرب یا شریک بجائے اپنا حصہ پانی کا اپنی دوسری زمین کی طرف حالانکہ اس نہر مشترک سے اس کے واسطے باری مقرر نہیں ہے بلارضامہم متعلق بالجمیع امور مذکورہ جائز نہیں بدوں رضامندی باقی شرکوں کے شارح نے کلام و رضامند شیلہ مذکورہ متعلق ہے یعنی نہر مشترک سے دوسری نہر نکالنا اور پنچکی اور ڈھیلکی وغیرہ اس پر قائم کرنا اور دہانہ وسیع کرنا اور پانی کی قسمت جدید مقرر کرنا اور دوسری زمین میں پانی بدوں رضامندی شرکوں کے لے جانا درست نہیں ولم نقضہ بعد الاجازۃ ولور شتم من بدہم اور شرکاء کو اجازت کے بعد اسکا توڑ دینا یعنی اجازت دیکر بد کرنا درست ہے اور شرکوں کے بعد ان کے وارثوں کو بھی یہی اختیار حاصل ہے و لیس لاہل الاعلیٰ سدا النہر بلارضامہم ان لم تشر آبہ بدونہ ملحق اور نہر کے اوپر جانب والے کو جائز نہیں نہر کا باندھنا بدوں رضامندی شرکوں کے اگرچہ اس کی زمین سیراب ہوتی ہو بدوں بند باندھنے کے م اور اگر شریک راضی ہو جاوے اعلیٰ کے باندھنے پر بقدر اس کے حصہ کے یا ہر شریک اپنی باری میں نہر باندھنے پر راضی ہو جائے لے اعلیٰ کے زمین میں جاری اس طرح ہے قداکان لہ قداکان لہ مجراہ فی ہذا النہر مسوق لسطی اراضیہ یعنی قدیم سے مدعی کا ایک باغ نہر میں پانی سینچنے کے لیے تھا جس کو وہ سینچنے کو اس واسطے رواں کرنا تھا اس واسطے کہ حق ہوں کہیت میں پانی آتا ہو

Marfat.com

باری کے سواے میں پہنچی ہو یا اپنے حصہ سے پانی زیادہ لیا ہو تو اس پر تاوان لازم ہوگا بموجب قول اسمعیل زاہد کے کذا فی القمستان فی ولا یضمن من سقی ارضہ
 او ذرعه من شرب غیرہ بغیر اذن فی روایت الاصل و علیہ الفتوی شرح وہبانیۃ وابن الکمال عن الخلاصۃ لما مر انہ غیر متقوم اور تاوان نہ دے وہ شخص جس نے اپنی
 زمین یا ذراعت پہنچی غیر شخص کی باری سے بدوں اس کے اذن کے اہل کی روایت ملے اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ شرح وہبانیۃ اور ابن کمال میں ہے خلاصہ سے اس واسطے تاوان
 نہیں کہ مذکور ہو چکا کہ باری کا پانی مال مقتوم نہیں ہے ولو تصدق بئر لم یفسد لبقاء الماء الحرام فیہ بخلاف العلف المخصوص فان الدایۃ اذا سمحت بہ الغنم
 و صار شیتا آخر قمستانی اور اگر اس کے پیدا ہوئے غلہ یا پھل کو خیرات کر دے تو خوب ہے بسبب باقی رہنے حرام پانی کے اس میں برخلاف مخصص
 چلے کے اس لیے کہ جب جانور موتا ہو گیا چار اکھانے سے تو چار معدوم ہو گیا اور دوسری چیز بن گیا یعنی خون اور گوشت ہو گیا کذا فی القمستانی فان تکلمہ
 ذلک منہ لاضمان و ادب الامام بالضرب المجلس ان رأى الامام ذلك غائبه و تمامہ فی شرح الوہبانیۃ پھر اگر یہ یعنی غیر کا پانی لینا چند بار واقع ہو اس شخص سے
 تو تاوان نہیں اور تضریر دے اس کو حاکم مارنے اور قید کرنے سے اگر حاکم اس کو مصلحت جانے کذا فی الحانیۃ اور اس کا پلایا بیان شرح وہبانیۃ میں ہے وقال و يجوز بعض
 بلخ بیع الشرب لتعادل بل بلخ و القیاس یتبرک بالتعادل و لو قرض بانه تعادل اہل بلدۃ واحدة اور مصنف وہبانیۃ نے کہا اور بعض مشائخ بلخ نے پانی کی باری
 بیچنے کو تجویز کیا ہے بسبب رواج اہل بلخ کے اور قیاس متروک ہو جاتا ہے رواج کے سبب سے اور یہ تجویز توڑی گئی اس طرح کہ یہ ایک شہر والوں کا رواج
 ہے یعنی اور ایک شہر والوں کے رواج سے قیاس متروک نہیں ہوتا و فی الناصحی بضمنا ذکرہ فی جوابہ الفتاوی قال و یستقدا حکم لامنتہ بیعہ فلیست اذنا صحت
 نے فتویٰ دیا ہے اس کے تاوان کا یعنی جو غیر کا پانی بلا اذن لے بیٹھ کر ہے جوابہ الفتاویٰ میں اور یہ کہ ہے کہ باری کی بیع کا حکم نافذ ہو جاتا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے
 م اس فتویٰ میں ناصحی منفرد ہے تو عدم ضمان کا معارض نہ ہوگا اور عدم ضمان صحیح تر ہے چنانچہ طہیریہ میں ہے اور صحت بیع کا حکم نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے
 کہ قاضی اپنے مذہب کے غیر معتمد قول پر حکم نہ کرے کذا فی الطحطاوی قلت و فی الہدایۃ و شروحا من البیع الفاسد انہ یضمن بالاتفاق فلو سقی ارض نفسه بما غیرہ ضمتہ
 و برہزم فی النقایۃ ہنا فافہم میں کہتا ہوں اور برابر اور اس کی شروح میں بیع فاسد سے یہ مذکور ہے کہ ضمان لازم آتا ہے تلف کرنے سے تو اگر اپنی زمین پہنچی غیر کے
 پانی سے تو مالک کو تاوان دے اور اسی قول پر یقین کیا ہے نقایہ میں یہاں سو اس کو سمجھ لے م شارح نے اشارہ کیا کہ صاحب نقایہ نے اس مقام کے سوا اور مقام
 میں جمہور کے موافق یقین کیا ہے قلت و قد مرنا علیہ الفتوی فتنبہ میں کہتا ہوں اور البتہ مذکور ہو چکا وہ قول جس پر فتویٰ ہے تو خبردار رہنا ہم مراد جمہور کا فتویٰ ہے
 عدم ضمان کا جو شرح وہبانیۃ سے مذکور ہو چکا ناصحی کا فتویٰ کذا فی الطحطاوی و فی الوہبانیۃ و ساقی بشرط البیوع لیس لیسنا منہ و ضمتہ بعض و ما ظہر انہ اور وہبانیۃ
 میں ہے اور سینچنے والا غیر کی باری سے ضامن نہیں اور بعضوں نے اس پر تاوان لازم کیا ہے اور جو قول عدم ضمان کا گذر گیا ظاہر تر ہے و ما جوز اذا التراب الذی
 علی جوانب نہردن اذن یقریرہ اور فقہائے اس مئی کا لینا جو نہر کے جواب پر ہے تجویز نہیں کیا ہے بدوں اذن مالک کے جو ثابت کرے لینے کو + و لو خروا نہر او القوا تراب
 فلو فی حریم ییس بالنقل یومرہا و اگر لوگوں نے نہر کھودی اور اس کی مٹی باہر ڈالی تو اگر نہر کے حریم کے اندر ڈالی تو مٹی کے دانوں سے اٹھانے کا
 حکم نہ ہوگا م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک قوم کی نہر ہے دوسرے شخص کی زمین میں اور ان لوگوں نے نہر کی مٹی اس کی زمین میں ڈالی تو اگر مٹی حریم کے اندر ہے تو صاحب
 زمین مٹی اٹھانے کا ان سے مواخذہ نہیں کر سکتا اور اگر مٹی حریم کے باہر ڈالی ہے تو مالک کو اختیار ہے کہ ان سے نقل تراب کا مواخذہ کرے یہ دونوں مسئلے وہبانیۃ
 کی دو بیتوں میں مذکور تھے شارح نے اصلاح کی وہ مطلب ایک بیت میں بیان کر دیا کہ لانی الطحطاوی و اسد تعالیٰ علم و استغفر اللہ العظیم الکریم :



کتاب الاشریہ

یہ کتاب ہے اشریہ یعنی شرابوں کے احکام میں م اشریہ مجرمہ کے حرام ہونے کی خوبیاں ظاہر ہیں اس لیے کہ مزیل عقل ہیں اور عقل الاشریہ ہے جس سے آدمی ممتاز ہے حیوانات سے اور اسی سے خطاب شرع متعلق ہے لیکن غمراہی امتوں پر مباح تھی ان کی طول اعمار اور جسامت ابدان کے سبب تو یہ سب اپنی قوت کے آفت شراب کے متحمل تھے اور ان پرستی غالب ہوتی تھی تو اس کی اباحت میں ان کے واسطے صلاح تھی کثرت منافع کے سبب اور یہ امت تو کم عمر ضعیف البدن ہے تو ان پرستی غالب ہو جاتی ہے شراب قلیل سے بھی اس لیے کہ ان کے حق میں یہی صلاح تھی کہ خمر یا نکل قلیل یا کثیر ان پر حرام ہو اور ابتداء اسلام میں اس واسطے مباح ہوئی تھی تا فساد خمر کو معائنہ کر لیں پھر جب حرام ہوئی تو معلوم ہو گیا کہ یہی دین حق ہے یہ چیز حرام ہونے کے لائق تھی کذا فی العینی طحاوی نے کہا کہ مستی اور نشہ سب دینوں میں حرام تھا اور خمر کا تصور ابھی دنیا امت محمدی پر حرام ہوا ان کی تعظیم اور تحکیم کے واسطے تا امر قبیح میں واقع نہ ہوں کیونکہ یہ امت مشرک بالینہ ہے ہی جمع شراب والشراب لفظ کل مانع لیشرب واصطلاحاً مالیسکر اشریہ جمع ہے شراب کی اور شراب لغت عرب میں عبارت ہے ہر چیز رقیق سائل سے جو پی جائے چنانچہ پانی اور شربت اور عرق خواہ حلال ہو یا حرام نشہ کرے یا نہ کرے اور اصطلاح شرع میں شراب وہ ہے جو نشہ کرے مست اور بیہوش کرے ہم عرف ہندوستان میں شراب اس کو کہتے ہیں جو دیک میں ڈال کر بطور عرق کے کشید ہو اور نشہ کرے خواہ انگور کا عرق ہو خواہ اوبھل کا خواہ گڑ کا والحمرم منہا لربعۃ النواع اور شرابوں میں سے چار قسم کی شرابیں حرام ہیں یعنی خمر اور طلالہ اور سکرا اور نقع زید چنانچہ تفصیل اس کی آگے معلوم ہوگی ہم اصول اشریہ چار چیزیں ہیں ایک تو شمار یعنی پھل مثل انگور اور کھجور اور مور یعنی انگور خشک جس کو اہل ہند منقی کہتے ہیں دوسرے حبوب جیسے گیہوں اور جو اور جو اتریسے شیریں چیزیں چنانچہ شکر اور گڑ اور شہد جو تھے البان یعنی اونٹ کا دودھ اور گھوڑے کا دودھ سوا گور سے پانچ یا چھ شرابیں بنتی ہیں یعنی خمر اور یاق اور منصف اور مثلث اور منج یعنی پختہ اور منقی سے دو شرابیں بنتی ہیں یعنی نقع اور نبذ اور کھجور سے تین شرابیں بنتی ہیں یعنی شکر بفتقین اور فنیخ اور نبذ اور حبوب اور خواکہ اور شہد وغیرہ اسے ایک ہی چیز ہوتی ہے اگرچہ نام اس کے چند قسم کے ہیں تو یہ گیارہ یا زیادہ نام جو سواشریہ انگوری کی تفصیل یہ ہے کہ جب انگور کا عرق پھڑا گیا تو اس کو عصیر کہتے ہیں جب تک وہ شیریں ہے پھر جب وہ جوش کھا کر جھاگ لایا اور کڑوا کر بگا اس کا نام غمر ہے اور جب کھا ہو گیا تو وہ سرکہ انگوری ہے اور اگر انگور کے عرق کو پھوڑا آگ پر پکا یا کہ نصف سے کم جلا پھر وہ جوش کھا کر جھاگ لایا تو اس کا نام بادہ ہے اور اگر یہاں تک پکا یا کہ نصف باقی رہا تو وہ منصف ہے اور اگر اتنا پکا یا کہ دو تہائی جل گیا تو اس کا نام مثلث ہے اور مثلث کو جب پانی ڈال کر پھلایا پھر اس کو پکا یا تو اس کا نام پختہ ہے اور اس کو یعقوبی اور بابوسفی بھی کہتے ہیں اس لیے کہ ابو یوسف نے مارون الرشید کے واسطے اس کو مرتب کیا تھا اور جمہوری اور حمیدی بھی اس کو بولتے ہیں اور منقی سے نقع اور نبذ بناتے ہیں نقع یہ کہ منقی کو پانی میں چند روز رکھا یہاں تک کہ پانی شیریں ہو گیا اور نبذ یہ کہ منقی کا پانی پھوڑا پکا یا گیا اور کھجور سے سکرا اور فنیخ اور نبذ بناتے ہیں سکرا کچا پانی ہے خمر پختہ کا اور فنیخ کچا پانی ہے گڑ کھجور کا اور نبذ پختہ یا گڑ کھجور کا پانی ہے جو پھوڑا سا پکا یا گیا کذا فی العینی وقاضی خاں متقطعا الاول الخمر وی الثانی بکسر النون فتشید الیاء من ماء العنب اذا غلی واشتد وقذف ای رمی بالزبد ای الزخوة چار حرام شرابوں سے پہلی شراب غمر ہے اور خمر کچا پانی ہے انگور کا جب کہ وہ جوش کھائے

لہ جسدانہ انگور خشک ۱۲ سے ۱۵ بمجموعہ ماہروزن امیر شراب بخورہ خام ۱۲

اور ایسے اور اشتداد پکڑے اور جھاگ ڈالے شایع نے کھانے بکسرون اور تشدید یا تختانیہ ہے اور زبد بفتح زائوجہ و باء موحده عبارت ہے رغوہ سے او
 رغوہ کو ہندی میں جھاگ اور پھینا کہتے ہیں جوش سے مراد جوش کامل ہے اس طرح پر کہ نیچے کا پانی اوپر ہو جائے اور اوپر کا نیچے کذا فی الطحاوی
 اور اشتداد سے مراد قوت اور کثرت ہے جوش کھانے کی جس سے مست کر دینے کی قوت حاصل ہو جائے اور بعضوں نے کہا اشتداد سے وہ حالت
 مراد ہے جو شراب کے جو اس کو فہم اور دیک سے روکے اور بعضوں نے کہا صلاحیت اسکا یعنی مست کر دینے کی یاقوت مراد ہے کذا فی بنایۃ العینی
 ولم یشرطاً قد ذوبہ قالت النکتہ ذوبہ اخذ ابو حفص الکبیر وہو الاظہر کما فی الشریعۃ لایہ عن المواہب ویاتی بالیقیدہ اور صا حبین نے خمر کی حقیقت میں
 جھاگ ڈالنا شرط نہیں کیا یعنی فقط غلیان اور اشتداد سے نشہ حاصل ہو جاتا ہے بدوں جھاگ ڈالنے کے اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا اور اسی قول
 کو ابو حفص کبیر نے لیا ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ شریعۃ لایہ میں مواہب سے منقول ہے اور آگے آوے گا جو اس مطلب کا مفید ہے یعنی قولہ
 والکل حرام اذا غلی واشتد اور صا حبین کی دلیل یہ ہے کہ لذت مطربہ اور قوت مسکرہ اشتداد سے حاصل ہو جاتی ہے اور یہی موثر ہے ایقاع عداوت
 اور نماز کے روکنے میں اور جھاگ ڈالنا وصف زائد ہے اس کو مستی پیدا کرنے میں تاثیر نہیں اور امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ غلیان اشتداد کی ابتداء ہے اور
 اور کمال اشتداد جھاگ ڈالنے سے ہے اس واسطے کہ جھاگ ڈالنے سے صافی ممتاز ہو جاتا ہے مگر اسے اور احکام شرعی جو خمر سے متعلق ہیں وہ قطعی ہیں
 چنانچہ حد اور تکفیر مستحل اور مانند اس کے لہذا مناسط احکام نہایت اور کمال پر ہوا کذا فی الزیلعی وقد تطلق الخمرۃ علی غیر ما ذکر مجازاً اور گاہے خمر کا اطلاق
 ہوتا ہے غیر مذکور پر باعتبار مجاز کے م ابن اعرابی امام اہل لغت نے کہا خمر اس واسطے نام ہوا کہ وہ دیکھی گئی یہاں تک کہ مخمر ہو گئی اور اختار عبارت ہے تغیر
 لیسے سے اور بعضوں نے کہا کہ خمر نام ہوا اس کی منامرت کے سبب عقل کو وہ پھپھا ڈالتی ہے قول اول حنفیہ کے موافق ہے اور قول ثانی ائمہ ثلاثہ کے موافق
 ہے اس واسطے کہ ان کے نزدیک ہر مسکر خمر ہے اور دلیل ان کی وہ احادیث ہیں جو اطلاق کی مفید ہیں چنانچہ مسلم کی حدیث کل مسکر خمر و کل مسکر حرام اور ہماری
 دلیل یہ ہے کہ جو تعریف خمر کی ہم نے کی ہے اس پر اہل لغت کا اتفاق ہے اس کے سوا اور مسکرات کو بادہ اور مثلث وغیر ذلک کہتے ہیں تو غیر خمر کو حرم کرنا باعتبار
 مجاز کے ہے نہ باعتبار حقیقت کے اور مجاز ہونے پر حدیث مسلم وغیرہ محمول ہے یا بیان حکم پر محمول ہے کذا فی الزیلعی اور مزید تفصیل اس کی کتب مطولہ میں ہے
 تم شرع فی احکامہا العشرۃ فقال وہم قلیلہا وکثیرہا بالاجماع لعینہما اسے لڑاتھا پھر مصنف نے خمر کے دس حکموں کا بیان شروع کیا سو یوں کہا کہ خمر کا قلیل
 اور کثیر باتفاق امت حرام ہے بحرمت ذاتی یعنی خمر کی ذات حرام ہے نشہ کرے یا نہ کرے ہم بعضوں نے کہا کہ قلیل خمر حرام نہیں اس واسطے کہ قلیل مسکر نہیں جو
 موجب فساد ہو اور یہ قول کفر ہے اسی میں قرآن اور حدیث اور اجماع کا انکار ہے اس لیے کہ قرآن میں خمر کو جس فرمایا اور جس نجس العین کو کہتے ہیں چنانچہ
 لم یشریکو نجس فرمایا ہے تو خمر اور لحم خنزیر نجاست ذاتی میں برابر ہیں اور حرام ہونے میں یکساں فی قولہ تعالیٰ انما الخمر والمیسر الایۃ عشر دلائل علی حرمتها بسوۃ
 فی المجتبى او غیرہ اور انما الخمر والمیسر کی آیت میں دس دلیل خمر کے حرام ہونے پر مجتبى وغیرہ میں مشروعا مذکور ہیں دلائل مذکورہ یہ ہیں ۱ خمر کو قمار اور اسنام کے
 ساتھ ذکر فرمایا ۲ اس کو جس یعنی نجس العین کہا ۳ اجمال شیطانی سے اس کو شمار کیا ۴ ہتھاب کا حکم کیا ۵ ہتھاب خمر پر فلاح معلق کی ۶ شیطان ایقاع عداوت کا
 ارادہ کرتا ہے خمر سے ایقاع بغض کا قصد رکھتا ہے اس کے سبب ۸ روکتا ہے زیادہ سے ۹ روکتا ہے نماز سے ۱۰ نہی بلیغ بصیغہ استفہام تہدید کی کذا فی
 العللی وہی نجسۃ بنجاستہ مغفلۃ کالبول اور خمر نجاست مغفلۃ ہے پیشاب کے مانند اس واسطے کہ اس کی حرمت بدلیل قطعی قرآنی ثابت ہے ویکفر مستحلہا او
 کافر ہو جائے خمر کا حلال کہنے والا اس واسطے کہ وہ دلیل قطعی کا مسکر ہوا و سقط تقوہما فی حق المسلم الاما لیتہما فی الاصح اور خمر کا مال متقوم ہونا مسلمان
 کے حق میں ساقط ہے نہ مالیت اس کی صحیح تر قول میں مال متقوم مسلمان کے حق میں اس واسطے نہیں کہ حق تعالیٰ نے اس کی امانت کی نجس العین فرمایا اور متقوم
 لہا سب حرام ہیں جب جوش کھائیں اور شدت پکڑیں ۱۱ ہر نشہ اور خمر ہے اور ہر نشہ اور خمر ہے ۱۲ مسکے جس کی ذات ناپاک ہو ۱۳

ہونا عزت کا مشعر ہے اور خمر کی مالیت ہونے میں اختلاف ہے اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ مال ہے بسبب میلان طبائع کے اس کی طرف وحرم الانتماع بہا
 ولو سبق دواب او لطین او نظر للتلوی اونی دواء او دمن او طعام او غیر ذلک اور حرام ہے فائدہ حاصل کرنا خمر سے اگرچہ جانوروں کا پلانا ہو یا اس سے مٹی کا تر
 کرنا دیوار بنانے کو یا اس کا دیکھنا تماشے کے واسطے یا دوا میں اس کا ڈالنا یا تیل میں یا کھانے میں یا اس کے سوا اور طرح سے استعمال کرنا جائز نہیں حرام ہے
 الا لتخیل او لحوق عطش بقدر الضرورة ولوزاد فسر حد مجتبیٰ مگر خمر کا سرکہ بنانا یا خوف تشنگی سے بقدر ضرورت کے پینا حرام نہیں اور اگر ضرورت سے زیادہ پی
 کر مست ہو گا تو اس پر حد ماری جاوے گی کذا فی المجتبیٰ ولا یجوز بیعہما لحدیث مسلم ان الذی حرم شرہما حرم بیعہما اور جائز نہیں خمر کا بیچنا صحیح مسلم کی اس حدیث
 کی دلیل سے مقرر جس نے اس کا پینا حرام کیا ہے اس نے اس کا بیچنا بھی حرام کیا ہے ہم مسلم میں ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک مرد مشک خمر تحفہ لایا
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے فرمایا کہ تجھ کو کیا معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا پینا حرام کیا ہے پھر اس نے دوسرے آدمی کے کان میں چپکے بات
 کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے کیا سرگوشی کی اس نے کہا کہ میں نے اس کے بیچ ڈالنے کا امر کیا تب یہ حدیث فرمائی کہ جس نے پینا حرام کیا اس نے بیچنا
 بیچنا حرام کیا پھر اس مرد نے مشک کا ڈالنا کھول دیا تو جو اس میں خمر تھی سب جاتی رہی کذا فی العینی ویکحد شاربہا وان لم یسکر منها اور حد ماری جلے خمر
 کے پینے والے پر اگرچہ وہ مست نہ ہو جائے اس سے ہم باوجود عدم سکر مد لازم ہے اس واسطے کہ اس کی حرمت ذاتی ہے نہ فقط سکر کے سبب سے کیونکہ وہ
 ام الخبائث ہے بمسوط میں حدیث مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد خمر کا پیالہ اپنے ہاتھوں پر رکھتا ہے تو اس پر آسمانوں اور زمین کے فرشتے لعنت
 کرتے ہیں پھر اگر اس نے پی تو اس کی نماز پالیس رات مقبول نہیں ہوتی اور اگر اس کو ہمیشہ پیا کرتا ہے تو وہ بت پرست کے مانند ہے کذا فی الطحاوی عن
 القستانی ویکحد شارب غیرہ ان سکر اور خمر کے سوا اور مسکرات کے پینے والے کو حد ماری جاتی ہے جب کہ اس کو یہوشی اور نشہ ہو م فتاویٰ عالمگیری میں
 ہے کہ ہمارے زمانے میں محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ ہے تو حد ماری جلاوے گی اس پر جو مست ہو جائے اور ان شرابیوں کو پی کر جو خوب اور شہد اور دودھ اور
 انجیر سے بنائی جاتی ہیں اس واسطے کہ فاسق لوگ ان شرابیوں پر اجتماع کرتے ہیں ہمارے زمانے میں اور لہو و لعب کا قصد کرتے ہیں اور اس کے پینے سے مست
 ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں انتہی و لا یؤثر فیہا الطبخ اور خمر کا آگ پر پکانا اس کے ازالہ حرمت میں اثر نہیں کرتا م یعنی پکانے سے اس کی حرمت زائل نہیں ہوتی
 اس واسطے کہ پکانا شرع میں ثبوت حرمت کے منع کرنے کے واسطے ہے نہ اس واسطے کہ اس کی حرمت کو باطل کر دے حرمت کے ثابت ہوجانے کے بعد یعنی خمر
 ہوجانے سے پہلے طبع البتہ مؤثر ہے اور جب کہ خمر بن گئی تو اس کے بعد طبع کچھ اثر نہیں کرتا کذا فی الطحاوی الا ان لا یجد فیہا مال لیسکر منہ لاختصاص الحمد بالحق ذکرہ الطحاوی
 واستظهر المصنف وضعف ما فی القنیۃ والمجتبیٰ ثم نقل عن ابن وہبان انہ لا یلتفت لما قالہ صاحب القنیۃ مخالفاً للقواعد مالم یعضدہ نقل من غیرہ انتہی و فیہ
 کلام لابن اشنۃ مگر یہ کہ خمر مطبوخ کے پینے میں حد ماری نہ جاوے گی جب تک اس سے مست نہ ہوگا بسبب مخصوص ہونے حد کے کچھ خمر کے ساتھ الیاذکر کیا ہے زیلعی
 نے اور قوی کیا ہے اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں اور ضعیف کہا ہے اس قول کو جو قنیۃ اور مجتبئی میں ہے یعنی جب خمر پکائی گئی اور اس کی تخم دور ہوگئی تو حلال
 ہو جاتی ہے پھر مصنف نے ابن وہبان سے یہ قول نقل کیا کہ التفات نہ کیا جائے اس کے قول کی طرف جو صاحب قنیۃ نے قواعد مذہب کے مخالف کہا ہے
 جب تک کہ اس کی تائید کسی اور فقیہ کی نقل سے ثابت نہ ہو انتہی اور اس تصنیف میں ابن شحنہ شامی و ہبانیہ نے گفتگو کی ہے ہم خمر مطبوخ پر بلا سکر حد کا ذوق
 ہونا ایک قول ہے اور دوسرا قول شمس الائمہ رضی کا یہ ہے کہ اس کے شارب پر حد واقع ہوگی محوڑی پیئے یا بہت چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں کافی سے منقول
 ہے اور اسی طرح قاضی خلیل اور بدائع میں ہے ابن شحنہ نے کہا صاحب قنیۃ کی مراد یہ ہے کہ خمر مطبوخ حلال ہوتی ہے جب کہ اس سے اوصاف خمریت کے یعنی تلخی
 اور مست کر دینا زائل ہو جائے کیونکہ اس کی حقیقت بدل گئی جیسے سرکہ ہوجانے سے اس کی حقیقت بدل جاتی ہے اور یہ جو صاحب مسوط نے کہا ہے کہ طبع
 سے خمر حلال نہیں ہو جاتی تو مراد اس کی یہ ہے کہ جب خمریت کے اوصاف موجود ہوں کیونکہ انقلاب اور استعمال نہیں پایا گی جو مقتضی ہے اباحت کا اور یہ ہوگا کہ

طبخ کو اس کی صحت کے اثبات میں اثر نہیں مخالف اس کے نہیں اس لیے کہ مؤثر انقلاب ہے طبخ کی اس میں کچھ خصوصیت نہیں کذا فی الطحاوی واللہ بخیر
 بہا التداوی علی المعتمد قال المصنف قلت ولو باحققان واطار فی احلیل نہایت اور جائز نہیں خمر سے دو اکڑا بنا بر قول معتد کے ایسا کہا ہے مصنف نے
 شرح میں میں کہتا ہوں اگرچہ خمر سے حقن کیا جائے اور پیشاب کے سوراخ میں پکائی جائے کذا فی السہا جیم پر چند حقنہ وغیرہ میں احتمال مسکر کا نہیں لیکن نجس العین ہونے
 سے یہ بھی درست نہیں اسی طرح اس کا سرہ اور ناس میں ڈالنا جائز نہیں ویکوز تخلیلہما ولو بطرح شیء فیہا خلافا للشافعی اور جائز ہے خمر کا سرکہ بنانا اگرچہ
 کوئی چیز مانند نمک وغیرہ کے ڈال کر سرکہ بنے برخلاف شافعی جیم ام شافعی کے نزدیک اگر خمر خود بخود سرکہ ہو جائے تو حلال ہے اور نمک وغیرہ ڈال کر سرکہ بنانا
 درست نہیں پھر جب خمر سرکہ ہوگئی تو جہاں تک سرکہ ہے وہاں تک برتن پاک ہو گیا اور اس کی اوپر کی جانب اس کی تمییز سے پاک ہوگئی ابو سعود نے اپنے استاد
 سے نقل کیا کہ یہی قول مفتی ہے کذا فی الطحاوی والثانی الطلاء بالکسر وہو العصیر لیطبخ حتی یدہرب اقل من ثلثہ ویصیر مسکرا و صوب المصنف
 ان ہذا یسمی الباذق اور دوسری قسم اشرارہ خمر سے طلاء بالکسر ہے اور وہ رس ہے انگور کا جو پکایا گیا یہاں تک کہ دو تہائی سے کمتر جل گیا اور وہ مسکر ہو گیا
 اور مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ حق یہ ہے کہ اس کا نام بادہ ہے نہ طلاہم ہدایہ میں بھی اسی طرح ہے کہ جس عصیر کا دو تہائی سے کمتر جل گیا وہ بادہ ہے اور قاضی نے
 کے فتاویٰ میں دو تہائی کی قید نہیں بلکہ یوں کہا کہ انگور کا پانی جب تھوڑا پکایا گیا وہ بادہ ہے طحاوی نے شرح مسکین سے نقل کیا کہ اقل کی قید اس واسطے لگائی
 کہ اگر تہائی جل جائے گا تو جب تک تیریں ہے سب کے نزدیک حلال ہے اور بعد علیان اور اشتداد کے جب تک نشہ نہ کرے تب تک شنجین کے نزدیک حلال ہے
 خلافا لمحمد واما الطلاء فما ذکرہ بقولہ وقیل ما یطبخ من ماء الغضب حتی یدہرب ثلثا و صا مسکرا وہو الصواب کا بری علیہ صاحب المیض
 وغیرہ یعنی فی التسمیۃ لافی الحکم لان حل ہذا الثلث المسمی بالطلاء علی ما فی المیض ثابت لیشر بہا بالصحابۃ رضی اللہ عنہم کما فی الشرع بنبلالیہ اور دوسرا قول یہ ہے
 کہ طلاء وہ مشروب ہے کہ انگور کا پانی پکایا جائے یہاں تک کہ اس کی دو تہائیاں جل جاویں اور ایک تہائی باقی رہے اور وہ مسکر ہو جائے اور اسی مشروب کو طلاء
 کہنا حق ہے چنانچہ صاحب محیط وغیرہ اسی پر چلے ہیں یعنی فقط تسمیہ میں نہ حکم میں یعنی صاحب محیط وغیرہ نے اس مثلث کو طلاء کہا ہے اس کو حرام نہیں کہا ہے
 اس واسطے کہ حلال ہونا اس مثلث کا جو مسمی بطلاء ہے بموجب روایت محیط کے ثابت ہے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے پینے سے چنانچہ شری بنبلالیہ میں ہے خلاصہ
 یہ کہ طلاء تفسیر اول یعنی بادہ حرام ہے اور طلاء تفسیر ثانی یعنی مثلث عینی بشرط عدم اسکار حلال ہے تو مثلث حرام نہیں الا بقدر مسکر کذا فی الطحاوی و فی الطلاء بقول
 عمر رضی اللہ عنہ ما اشدہ بذا بطلاء البعیر وہو القطران الذی یطلی بہ البعیر الحمر بان اور مثلث کا نام طلاء رکھا گیا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کے سبب
 کہ یہ مثلث کیا ثوب مشابہ ہے اونٹ کے طلاء کے ساتھ اور وہ یعنی طلاء وہ قطران ہے جو خارشتی اونٹ کو ملا جاتا ہے م طلاء بالکسر قطران ہے اور قطران بفتح و کسر وہ
 چیز ہے جو خارشتی اونٹ پر ملی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ مثلث عینی غلظت قوام میں از بسکہ مشابہ تھا طلاء سے لہذا اس کو فاروق اعظم نے فرمایا ونجا ستہ ای الطلاء
 علی التفسیر الاول کذا قال المصنف کا تخمینہ یہی مفتی اور اس کی نجاست یعنی طلا کی بنا پر تفسیر اول چنانچہ مصنف نے کہا ہے خمر کے مانند نجس ہے اسی قول پر فتویٰ
 ہے م طلاء تفسیر اول یعنی دو تہائی سے کمتر جلے جو مسمی ببادہ ہے اس کی نجاست غلیظہ ہے اور تفسیر ثانی کے موافق یعنی مثلث عینی چونکہ وہ حلال ہے تو ظاہر ہے
 والثالث السکر بفتح تین وهو النبی من ماء الرطب اذا اشتد وقذف بالزبد اور اشرارہ مجرم سے تیسری شراب مسکر ہے بفتح سین وکاف اور وہ کچا رس
 ہے پختہ تر کھجور کا جب کہ وہ خوب جوش مائے اور جھاگ ڈالے یعنی اور اس میں قوت اسکار کی حاصل ہو تو اگر تیریں ہو گا تو بالاتفاق حلال ہے کذا فی الطحاوی
 عن القمستانی والرائع لفتح الزبيب وهو النبی من ماء الزبيب بشرط ان یقذف بالزبد بعد الغلیان اور اشرارہ مجرم سے چوتھی شراب بفتح زبیب ہے یعنی
 خیسانہ مویری اور وہ کچا پانی ہے مویری کا یعنی جس پانی میں انگور خشک کو چند مدت تر رکھا بشرط اس کے جھاگ ڈالنے کے جوش کھانے کے بعد والکل ای
 الثلثۃ المذكورۃ حرام اذا غلی واشتد اور تمام یعنی تینوں مذکورہ شرابیں یعنی بادہ اور مسکر اور لفتح زبیب حرام ہیں جب کہ جوش کھاویں اور اشتداد پکریں

والا لم یحرم اتفاقا اور اگر جوش اور اشتداد نہ ہو تو بالاتفاق حرام نہیں مام کے نزدیک اس واسطے حرام نہیں کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد اور جھاگ ڈالنا ہے اور صاحبین کے نزدیک اس وجہ سے حرام نہیں کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد ہے سو حاصل نہیں وان قذف حرم اتفاقا اور اگر جھاگ ڈالنا تو بالاتفاق حرام ہے مام کے مذہب پر تو ظاہر ہے اور صاحبین کے نزدیک اس لیے حرام ہے کہ جب فقط غلیان اور اشتداد میر حرمت ہوئی تو جھاگ ڈالنے سے بطریق اولیٰ حرمت ہو گئی و ظاہر کلامہ بقیۃ الملتون انہ اختار ہونا قالہ البرجدی نعم قال القمستانی و ترک القید ہنا لانہ اعتمد علی السابق فتنبہ اور ماتن کا ظاہر کلام باقی اور ممنوں کے مانند یہ ہے کہ اس نے اس مقام میں صاحبین کا قول پسند کیا ہے کہ فقط غلیان اور اشتداد پر کفایت کی اور جھاگ ڈالنے کو مذکور نہیں کیا ایسا کہ ہے برجدی نے ہاں قہستانی نے کہا کہ ماتن نے یہاں جھاگ ڈالنے کی قید ترک کی اس واسطے کہ بیان سابق پر اعتماد کیا یعنی چونکہ خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا مذکور کر چکا تھا یہاں اس کے ذکر کو ضرور نہ جانا تو اس سے خبردار رہنا مخطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح قہستانی کے کلام کی تائید نکلتی ہے اس واسطے کہ اس نے سکر کی حرمت میں جھاگ ڈالنے کو غلیان کے بعد ذکر کیا ہے تو یہی قید نقیض نہیں بلکہ جاری ہوگی اس واسطے کہ دونوں میں یکساں خلاف ہے ولم یبین حکم نجاستہ السکر بالنقیض ومفاد کلامہ انہا خفیۃ وهو مختار السخسی واختار فی الہدایۃ انہا غلیظۃ اور مصنف نے سکر بفتح تہیں اور نقیض کی نجاست کا جو بیان نہیں کیا اور اس کے کلام سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں کی نجاست خفیہ ہے اور یہی قول شمس الاثرہ سرخی کا مختار ہے اور ہدایہ میں یہ اختیار کیا ہے کہ نجاست غلیظہ ہے و حرمتہا دون حرمتہا لا یفر مستحکمہا لان حرمتہا بالاجتہاد اور حرمت اثر بہ ثلاثہ یعنی بادہ اور سکر اور نقیض کی کثر ہے خمر کی حرمت سے تو ان کا حلال جاننے والا کافر نہ کہا جاوے گا اس واسطے کہ حرمت ان کی اجتہاد کے سبب ہے اور حرمت خمر کی بدیل قرآنی قطعی ہے ہم کشف میں ہے کہ کفر کو کفار سے کہنا بہتر ہے تکفیر سے اس واسطے کہ اول نسبت الی الکفر میں خاص اور ثانی مشترک ہے اور خاص دلالت برادیں اولیٰ ہے مشترک سے کذا فی الطحاوی والحلال منہا اربعۃ النوع الاول نبیذ التمر والزبيب ان طبخ ادنی طبخۃ بجل شرہ وان اشتد اور اشربہ سے چار مشروب حلال ہیں اول نبیذ تمر اور زبيب ہے یعنی خشک کھجور اور خشک انگور کا پانی بشرطیکہ کھوڑا سا پکایا جاوے یعنی یہاں تک کہ لہجہ حاصل ہو کذا فی الزیلعی تو اس کا پینا حلال ہے اگرچہ جوش کھا کر قوی ہو جاوے مام اشتداد کے ساتھ قذف کو ذکر نہیں کیا بیان سابق پر اکتفا کر کے چنانچہ مز میں ہے عینی نے کہا متخذ من التمر کی حرمت میں احادیث وارد ہیں اور اس کی حلت میں بھی احادیث وارد ہیں تو اگر حرام کو خام پر محمول کیجیے اور حلال کو مطبوخ پر تو توافق حاصل ہو اور تعارض دفع ہو جائے و ہذا اذا اشرب منہ بلا لہو وطرب فلو شرب للموقلہ و کثیرہ حرام اور یہ یعنی حلت نبیذ تمر اور زبيب کی اس وقت ہے جبکہ وہ پیا جائے بدوں لہو اور طرب کے تو اگر لہو ولعب کے واسطے شرب ہوگا تو اس کا قلیل اور کثیر سب حرام ہے مام مختار میں ہے کہ طرب سبکی ہے جو انسان کو شدت حزن یا سرور کے بعد حاصل ہوتی ہے در میں کہا کہ یہ قید ان اشربہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات کو لہو اور طرب کے ساتھ استعمال کرے فاسقوں کی وضع پر تو حرام ہے و مالم لیسکر فلو شرب مایغلب علی لہو اد مسکر فیوم اور یہ حلت اس وقت تک ہے جب تک وہ نشا نہ کرے تو اگر اس قدر پیے گا جس قدر کہ پینے سے اس کے نشہ کرنے کا گمان غائب ہوگا تو وہ پینا حرام ہے نہ مشروب بتمامہ سحر رائق میں ہے کہ جس نے نو پیالے پیے خمر کے سوا اشربہ حلال سے اور اس کو نشہ نہ ہوا پھر اس نے دسواں پیالہ پیاسو اس نے نشہ کیا تو حرام دسواں پیالہ ہے نہ لگے پیالے البتہ سفٹ نے کہا کہ اگر مست ہونے کی نیت سے بیٹھا تو قدح اول ہی حرام ہے اور وہاں کا بیٹھنا حرام اور اس کی طرف چلنا حرام ہے کذا فی الطحاوی والثانی الخلیطان من الزبيب التمر اذا طبخ ادنی طبخۃ وان اشتد بجل بلا لہو اور اشربہ حلال سے مشروب ثانی غلیظین ہے یعنی خشک انگور اور خشک کھجور کا مخلوط پانی جب کہ وہ کھوڑا سا پکایا جاوے اگرچہ جوش کھا کر اشتداد اس میں حاصل ہو حلال ہے بدوں لہو ولعب کے ہم حلت کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ہم مٹھی بھر تمر اور مٹھی بھر زبيب رسول خدا صلی اللہ

عیدہ والدہ و امحایہ وسلم کے واسطے برتن میں ڈالنے تھے اور پانی اس پر ڈالتے تھے سو جو علی الصبح تکرار کرتے تھے حضرت صلعم اس کو شام کو پیتے تھے اور شام کو بھگور کھتے اس کو علی الصبح پیتے تھے اور وہ جو احادیث میں خلیطین سے نہی وارد ہے وہ قحط کی حالت پر محمول ہے تاکہ دو نعمتوں کا اجتماع نہ ہو ورنہ اور حالانکہ پڑوسی محتاج ہے بلکہ ایک چیز پڑوسی کو دے اور ایک آپ استعمال کرے اور اباحت فراخ حالی میں تھی یہ توجیہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے کذا فی الطحاوی والثالث تبیذ العسل والتین والبر والشعیرۃ والذرة یحل سواء طبخ او لا بلا لہو وطرب اور اثر بہ حلال سے شہد اور انجیر اور گیہوئی جو درجہ اکابر نبیذ ہے یعنی خیساندہ ان چیزوں کا حلال ہے خواہ پکایا گیا ہو یا نہیں بدوں لہو اور طرب کے والراح المثلث العنبی وان اشد و ہوا طبخ ماء العنب حتی یزہب ثلثا فمقی ثلثا اذا قصد بہ استمر الطعام والتداوی والتقوی علی طاعة اللہ ولو لہو لا یحل اجماعاً حتی یزہب اثر بہ حلال سے چوتھا مشروب مثلث انگوری ہے اگرچہ اس میں اشداد حاصل ہو اور مثلث انگوری وہ ہے کہ انگور کا رس پکایا جائے یہاں تک کہ اس کی دو تہائیاں جاتی رہیں اور ایک تہائی باقی ہے یہ اس وقت حلال ہے جب کہ اس کے پینے سے ہضم طعام اور دوا کرنا اور حق تعالیٰ کی طاعت پر قوت حاصل کرنا مقصود ہو اور اگر لہو ولعب کے واسطے پیتا ہے تو شیخین اور محمد سب کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے کذا فی الحقائق شیخین کے نزدیک مثلث عنبی بشرط مذکور حلال ہے اور محمد اور آئمہ مثلث کے نزدیک حرام ہے بخلاف دلائل حلت شیخین کے ایک دلیل وہ روایت ہے جو نسائی میں سویدر بن غفلہ سے مروی ہے کہ ہم نے وہ مکتوب جو امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا پڑھا اس میں یہ تھا کہ شام کا قافلہ مشروب غلیظ اسود لایا طلاء اہل کے مانند یعنی گاڑھا سیاہ رنگ میں نے ان سے سوال کیا کہ تم اس کو کتنا پکاتے ہو سو انھوں نے مجھ کو خبر دی کہ دو تہائیاں جلا ڈالتے ہیں اس کے دوثلث اجڑ جاتے رہے ایک ثلث بدبو کا اور ایک ثلث اشداد اور سکر کا سو اپنے لوگوں سے حکم کر کہ اس کو پیا کریں اور دوسری روایت نسائی کی یوں ہے کہ اپنے مشروب کو تم پکاؤ یہاں تک کہ شیطان کا حصہ جاتا ہے سو شیطان کے دو حصے ہیں اور تمہارا ایک حصہ ہے انتہی عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ ابو حفص کبیر سے مثلث کا سوال ہوا تو جواب دیا کہ اس کا پینا حلال نہیں سائل نے کہا کہ تم امام اعظم اور ابو یوسف کے خلاف کرتے ہو جواب دیا کہ وہ ہضم طعام کے واسطے حلال کہتے تھے اور ہمارے زمانہ میں لوگ لہو ولعب اور فسق و فجور کے واسطے پیتے ہیں ابو یوسف سے امالی میں روایت ہے کہ اگر کشتی کے واسطے مثلث پیے تو قلیل اور کثیر سب حرام ہے اور وہاں کا بیٹھنا اور اس طرف کا چلنا حرام ہے امام اعظم سے روایت ہے کہ میں نبیذ کو حرام نہیں کہتا باعتبار دیانت کے یعنی اس واسطے کہ اکابر دین اس کو استعمال کرتے تھے اور میں اس کو نہیں پینا ہوں باعتبار مروت کے انتہی مافی العینی و صحیح بخاری غیر النحر محرم اور غیر کے سوا جو اثر بہ مذکور ہو چکے ان کی بیع صحیح ہے یعنی اثر بہ محرم یعنی منصف اور سکر اور نقیع زہیب کی بیع شیخین کے نزدیک صحیح ہے لیکن مکروہ ہے اس واسطے کہ مصیبت بعینہا قائم ہے کذا فی الطحاوی ومفادہ صحیح بیع الحشیۃ والا فینون قلت وقد سل ابن نجیم عن بیع الحشیۃ بل یجوز فکتب لایجوز فیمنع انی مرادہ بعدم الجواز عدم الحیل قالہ المصنف اور متن کے قول سے بھنگ اور افیون کی بیع کی صحت مستفاد ہوتی ہے یعنی اس واسطے کہ دونوں غیر محرم ہیں کہتا ہوں اور ابن نجیم سے بھنگ کی بیع کا سوال ہوا کہ کیا جائز ہے تو جواب لکھا کہ جائز نہیں تو یہ محمول اس پر ہے کہ عدم جواز ابن نجیم کی مراد عدم حلت ہے ایسا کہ ہے مصنف نے شرح میں و تضمن ہذہ الاثرۃ بالقیمۃ لایا مثل لنعنا عن تملیک عینہ وان جاز فعلہ اور تاوان دیا جائے گا ان شرالوں کا بہ سبب تلف کر ڈالنے کے قیمت سے نہ مثل سے اس واسطے کہ ہم ممنوع ہیں اس کی ذات کی تملیک سے اگرچہ تملیک کا فعل جائز ہے ہم جواز فعل تملیک سے صحت اور شراب مراد ہے کذا فی الطحاوی بخلاف الصلیب حیث تضمن قیمۃ صلیب لانا مال متقوم فی حقہ وقد امرنا بترکم ما یدنیون نہ طبعی برخلاف اتلاف صلیب کے یعنی اگر کوئی مسلمان نصرانی ذمی کا چلیپا تلف کر ڈالے تو اس کے مانند چلیپا کی قیمت کا تاوان دیا جائے گا اس لیے کہ چلیپا مال متقوم ہے ذمی کے حق میں اور ہمارے دین کے دین کے عدم تعرض پر کذا فی الزیلعی و حرما محمد اسے الاثرۃ المتخذۃ من العسل والتین لہ پینے کی چیز گاڑھی سیاہ رنگ ۱۲

وہو ہما قال المصنف مطلقاً قلیلہا و کثیرہا و بلفظی ذکرہ الزلیعی وغیرہ اور حرام کہا ہے ان کو محمدؐ نے مصنف نے شرح میں میں کہا یعنی ہو شراب میں کربائی جاویں شہد اور انجیر اور ان کے مانند سے وہ محمدؐ کے نزدیک مطلقاً حرام ہیں خواہ قلیل ہوں خواہ کثیر اور اسی قول پر فتویٰ ہے ایسا ذکر کیا ہے زلیعی وغیرہ نے ہم قستانی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ حبوب اور خلاوات کا بیہذہ یعنی ان کا بوزہ بشرط مذکورہ شیخین کے نزدیک حلال ہے تو جو ان کو پی کر مست ہو اس پر حد نہیں اور اس کی طلاق واقع نہیں اور محمدؐ کے نزدیک وہ حرام ہے اور طلاق واقع ہوگی چنانچہ کافی میں ہے اور محمدؐ کے قول پر فتویٰ ہے چنانچہ کفار وغیرہ میں ہے حموی نے کہا قول اصح اور مختار ہمارے زمانہ میں یہ ہے کہ اشربہ مذکورہ سے جو نشا کرے علی العموم اس کا قلیل اور کثیر حرام ہے کسی نوع سے ہو بدلیل حدیث صحیح مسلم کل مسکر خمر و کل مسکر حرام یعنی جو نشہ کرنے والی چیز ہے وہ خمر ہے اور ہر مسکر حرام ہے اور بدلیل حدیث مسند احمد ابن ماجہ و دارقطنی کہ (ما سکر کثیرہ فقلیلہ حرام) یعنی جس چیز کا کثیر نشہ کرتا ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے اور فتویٰ محمدؐ کے قول پر ہے اور برازیہ میں ہے کہ محمدؐ کے نزدیک قلیل اس کا اور کثیر سب حرام ہے فقہانے کہا کہ ہم محمدؐ کے قول کو لیتے ہیں اور محمدؐ کا مذہب یہ ہے کہ وہ نجس ہے جیسا مذہب شافعی اور مالک اور احمد اور ابو داؤد و ظاہری کا ہے انتہی اور یہ اختلاف شیخین اور محمدؐ کا چار اشربہ حلال میں ہے اور اشربہ محرم میں سے تو قدر قلیل یا اتفاق شیخین اور محمدؐ کے حرام ہے گو کہ اس قدر سے نشہ نہ ہو اگرچہ حد لازم نہ ہوگی بدوں نشہ کرنے کے کذا فی الطحاوی مختصر و اختصارہ شارح الوہبانیہ و ذکرانہ مروی عن الکل اور پسند کیا ہے محمدؐ کے قول کو وہبانیہ کے شارح نے اور ذکر کیا ہے کہ قول مذکور یعنی وجوب حد مروی ہے شیخین اور محمدؐ سبب ہم اور جب حد واجب ہوئی تو حرمت ثابت ہوگئی شرح وہبانیہ میں عبارت سے یہ مذکور ہے کہ صدر الاسلام ابو السیریزدی سے حکایت ہے کہ اس نے ہمارے سبب اصحاب سے یہ روایت پائی کہ حد واجب ہے اس واسطے کہ اس سے نشہ واقع ہو وہ حرام ہے اور نشہ فساد کا سبب ہے تو حد واجب ہوئی تاکہ اس کے پینے سے لوگ باز رہیں تاروئے زمین سے فساد دفع ہو اور یہ امر تو موجود ہے خمر کے سوا باقی اشربہ میں بھی کذا فی الطحاوی ملخصاً و نظیر فقالہ فی عصرنا فاختیر حد و اقواء طلاق من مسکر الحبیس کلمہ بروی و افقی محمدؐ بتحریم ما قد قتل و ہوا المحرم و شرح وہبانیہ نے اس کو نظم کیا ہے سو یوں کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں وجوب حد مختار ہے علماء نے طلاق واقع کر دی ہے اس شخص کی جو انجیر کی شراب یعنی بوزے سے مست ہوا و شیخین اور محمدؐ سبب علماء سے وجوب حد مروی ہے اور محمدؐ نے قلیل کی بھی تحریم کا فتویٰ دیا ہے اور یہی قول متفق اور محقق ہے و فی طلاق البرازیہ و قال محمدؐ ما سکر کثیرہ فقلیلہ حرام و ہونجس ایضاً ولو سکر منہا لمختار فی زماننا انہ یجوز ان فی الملتقی و وقوع طلاق من سکر منہا تابع للحرمة و اکل حرام عند محمد و بلفظی و الخلاف انما ہو عند قصد التقویٰ اما عند قصد التسلی فحرام اجماعاً انتہی و تمام فیما علقہ علیہ اور برازیہ کی کتاب الطلاق میں ہے اور محمدؐ نے کہا کہ جس چیز کا کثیر نشا کرے اس کا قلیل بھی حرام ہے اور وہ ناپاک بھی ہے اور اگر اس سے کوئی مست ہو تو ہمارے زمانہ میں قول مختار یہ ہے کہ اس پر حد ماری جائے ملتی میں اتنا زیادہ کہ ہے کہ جو شخص مست ہو اس کے پینے سے تو اس کی طلاق کا واقع ہونا حرام ہونے کا تابع ہے اور سبب مسکرات حرام ہیں محمدؐ کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور یہ خلاف شیخین اور محمدؐ کا تو قصد تقویت پر مخصوص ہے اور لو لعب کے قصد سے تو قلیل اور کثیر جمع مسکرات کا باجماع شیخین اور محمدؐ کے حرام ہے انتہی مافی الملتقی اور پورا بیان اس کا اس شرح میں ہے جو ہم نے ملتی پر لکھی ہے زاد القستانی ان لین الابل اذا اشتد لم یجل عند محمدؐ خلافاً لہا و السکر منہ حرام بلا خلاف و الحد و الطلاق علی الخلاف قستانی نے اس قدر زیادہ بیان کیا کہ اونٹ کا دودھ جب جو ش کھا کرستی لاوے تو محمدؐ کے نزدیک حلال نہیں پر خلاف شیخین کے اور نشہ ہونا اس سے تو بلا خلاف حرام ہے اور اس کے مست پر حد واقع ہونا اور اس کی طلاق واقع ہونی اسی خلاف پر ملتی ہے یعنی شیخین کے نزدیک واقع نہ ہوگی اور محمدؐ کے نزدیک واقع ہوگی و کذا لین الرماک ای الفرس اذا اشتد لم یجل و صحیح فی الہدایۃ خلعہ و فی الخزانہ انہ مکروہ تحریماً عند عامۃ المشائخ علی قولہ اور اسی طرح گھوڑی کا دودھ جب کہ جو ش کھاوے حلال نہیں اور ہدایہ میں اس کے حلال ہونے کو صریح کہا ہے یعنی امام کے نزدیک تا عدم سکر اور خزانہ میں یوں ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے سبب مشائخ کے نزدیک امام کے قول پر ہم حدت اس وقت تک ہے جب تک نشا نہ کرے

زیلعی میں قول صحیح یہ ہے کہ گھوڑے کا دودھ امام کے نزدیک حلال ہے بموجب فکر کرنے صاحب ہدایہ کے اس لیے کہ اس کے گوشت کی کراہت احرام کے سبب ہے اور اس لیے کہ مادہ جہاد منقطع نہ ہو جائے تو یہ کراہت اس کے دودھ کی طرف متعدی نہ ہوگی انتہی کذا فی الطحاوی وحل الانتیاز استخارہ النبذ فی البہاء جمع ویاقوتہ فی القریع حلال ہے نمیز بنانا تو شیوں میں وبار تشدید بارجع ہے دباؤ کی جو معنی کہ وہ ہے الختم جبرۃ خضراء والنزف المصلی بالزفت ای القیر والنقیع الخشبہ المتفورة وما ورد من النہی نسخ اور حلال ہے نمیز بنانا ختم یعنی سبز گھڑے اور مرتبان میں اور اس برتن میں جس پر زفت یعنی روغن قیر کا ملا ہے اور کڑی کے کھدے ہوئے برتن میں اور جو حدیث میں ان ظروف کے استعمال سے بھی وارد ہے سو منسوخ ہے محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں عن ابی حنیفہ عن علقمہ بن مرثد عن ابی برید عن ابیہ حدیث مرفوع روایت کی کہ میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا سوا ب زیارت کیا کرو اور یہودہ گوئی ذکر و اور محمد کو اپنی ماں کی زیارت کا حکم دیا اور منع کیا تھا قربانی کے گوشت کو کہ تین دن سے زیادہ نہ رکھا جائے سوا ب رکھو ختم چاہو منع اسی واسطے کیا تھا کہ مالدار فقیر پر کشائش کرے اور بیاہ اور ختم اور زفت میں نمیز بنانے سے منع کیا تھا سوا ب پیو ہر برتن میں اس واسطے کہ برتن کسی چیز کو حلال اور حرام نہیں کرتا اور نہ پیونشہ کرنے والی چیز کو کذا فی العینی شرح الہدایۃ ان برتنوں میں شراب بنائی جاتی ہے سو اگر ان میں شراب ہو تو بعد پاک کرنے کے ان کا استعمال درست ہے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر پرانا برتن ہو تو تین بار دھو ڈالے اور اگر نیا برتن ہو تو محمد کے نزدیک وہ بھی پاک نہیں ہوتا اور ابو یوسف کے نزدیک تین بار دھونے اور ہر بار خشک کرنے سے پاک ہو جاتا ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس میں بار بار پانی بھرے اور گراتا رہے یہاں تک کہ صاف پانی نکلے جس میں نہ شراب کا مزہ ہے نہ رنگ نہ بو فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے وکرہ شرب وردی الخمر ای عکرہ والا متشاط بالمدردی لان فیہ اجزاء الخمر وقلیلہ کثیرہ کما مر و لکن لا یجد شاربہ عندنا بلا سکر و بہ یجد اجماعا اور خمر کی لچھٹ پینا اور اس کو کنگھی میں ملا کر بالوں میں لگانا مکروہ اس واسطے کہ درد اور لچھٹ میں خمر کے اجزاء موجود ہیں اور خمر کا قلیل اس کے کثیر کے مانند حرام ہے چنانچہ مذکور ہو چکا و لیکن اس کے پینے والے پر ہمارے نزدیک مدہ ماری جاوے گی بدول نشہ کے اور نشہ کے ساتھ باجماع مدہ ماری جاوے گی ویکرم اکل البنج والحشیشۃ ہی ورق القنب والافیون لانہ مفسد للعقل ولیمد عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ اور بنج یعنی خراسانی اجوائن اور حشیشہ یعنی ورق القنب اور افیون کا کھانا حرام ہے اس واسطے کہ ہر واحد اشیاء نشہ سے مفسد عقل ہے اور یاد خدا سے اور نماز سے باز رکھتا ہے اور روکتا ہے م طحاوی نے حج اور حشیش میں عطف تفسیری سمجھا ہے حالانکہ یہ خطا ہے اس لیے کہ بنج بفتح یا موصدہ و سکون نون خراسانی اجوائن ہے اور حشیش ورق القنب یعنی بنگ ہے جس کو جاہل فقیر میتے ہیں چنانچہ بنج کی ماہیت مخزن الادویہ میں یوں مذکور ہے کہ بنج یعنی خراسانی اجوائن باقی ست شبیہ بہ برگ بادرنجبویہ و بسیار غلیظہ و در طول و عرض ازاں بزرگ تر و بسیار سبز مائل لبیاسی و برگ و ساق غلیظہ آن مرغوب و ثمر آن در غلافی شبیہ نکل انار و شاخہائے آن یکے زیر دیگرے و مملو از تخمے شبیہ بکلبہ و بسیار ریزہ ترازاں و غیرہ و در مسہ نوع است سیاہ و سرخ و سفید ہر دو نوع اول با سمیت و غیر مستعمل و نوع سوم کہ مفید است مستعمل و کیا ب بعضے سرخ آزا استعمال نمایند اور صاحب مخزن نے قنب میں کہا کہ بفارسی کتب و بنگ و ہندی بھاگ و اصطلاح ورق الجنال حشیش و حشیشۃ الفقرا گویند درخت آن بند و ساق آن مجوف و گل آن سفید و تخم آن مدور کہ آن را شہد انج و بفارسی شاید نہ گویند انتہی شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ میں بنج کی ماہیت صاحب مخزن کے مانند ذکر کی ہے اور کہا تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ بنج وہ گھاس ہے جس کو قلندر یہ استعمال کرتے ہیں جو لغت عرب میں حشیش مشہور ہے سو غلط اور خطا ہے بلکہ بنج مفار حشیش کی اس واسطے کہ حشیش قاتل نہیں لیکن مخدر اور مفتر اور مکسل ہے اور اس میں اوصاف ذہبہ ہیں لہذا متاخرین کا اس کی تحریم پر اجماع واقع ہو گیا ہے شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی شرح میں کہا کہ قلیل سقمونیا اور بنج مباح ہے دوا کے واسطے اور جو اس پر زیادہ ہو اور قتل کرے یا عقل کو زائل کرے وہ حرام ہے انتہی مانی العینی طحاوی نے قستان فی عن شرح اللباب نقل کیا کہ

بج دو قسم ہے ایک منزل عقل وہ حرام ہے اسی پر فتویٰ ہے اور دوسری قسم مباح ہے ایون کے مانند اس واسطے کہ اگرچہ اس سے اختلال عقل ہوتا ہے لیکن زوال عقل نہیں ہوتا اور ہدایہ وغیرہ میں جو اباحت بیچ کی مذکور ہے وہ اسی قسم ثانی پر محمول ہے اتنا مگر دون حرمتہ انحرافان اکل شیشا من ذلک لا علیہ وان سکر منہ بل یعزیز بہما دون الحد کذا فی الجوبہ خزانی ابوان اور بنگ اور ایون حرام ہے لیکن زنت حرم ہے ان کی حرمت کمتر ہے سوا اگر کوئی شخص ان میں سے کھائے تو اس پر حد نہیں اگرچہ اس سے مست ہو جائے بلکہ اس کو تعزیری دی جائے حد سے کمتر کذا فی الجوبہ و کذا انحراف جواز الطیب لکن دون حرمتہ الحشیہ قال المصنف اور اسی طرح جواز الطیب یعنی جائے پھل حرام ہے لیکن اس کی حرمت بنگ کی حرمت سے کمتر ہے ایسا کہ مہرے مصنف نے شرح میں حرمت جائے پھل شافعیہ سے نقل کی ہے اور اس کو ثابت رکھا ہے اپنے قواعد کے موافق تہا ان کر کذا فی الطحاوی مخزن الادویہ میں مذکور ہے کہ جواز الطیب مکہ ہے ونقل عن الجامع وغیرہ من قال یحل البینج والحشیہ فهو زندق مبتدع بل قال نجم الدین الزاہدانہ یکفر و مباح قتلا مصنف نے شرح میں جامع وغیرہ سے نقل کیا کہ جو بیچ اور بنگ کے صلال ہونے کا قائل ہو وہ ملحد بدعتی ہے بلکہ نجم الدین زاہدانہ نے کہا کہ وہ منسوب بہ کفر ہے اور اس کا قتل مباح ہے ہم مصنف نے جامع الفتاویٰ سے یہ نقل کیا کہ حافظ الدین نے شرح ترمذی سے ذکر کیا کہ شمس الاممہ سرخی سے علت اور حرمت شیشا یعنی بھنگ کا سوال ہوا سو کہا کہ امام ابو حنیفہؒ سے کچھ منقول نہیں اس واسطے کہ ان کے وقت میں اس کا استعمال مشہور نہ تھا تو اباحت پر باقی رہا اور سلف سے بھی کچھ منقول نہیں مرنے کے زمانے تک جو شاگرد ہیں امام شافعی کے اور اسد بن عمر شاگرد امام اعظم کے عراق اور عجم میں تھے اور اس کی اباحت کے قائل تھے پھر جب اس کی بلا عام ہو گئی اور یہ تمام میں پھیلا اور سفادت عقل پر غالب ہو گئی اسکے استعمال سے تو تمام علماء اور ائمہ مرنے کے مانند اس کی حرمت اور اسکے جلا اور اس کے بائع کی تعزیر کا فتویٰ دیا تو اب شافعی اور حنفی دونوں مذہبوں کا اس کے حرام ہونے پر فتویٰ ہے یہاں تک کہ اس کی علت کے قائل کو زندق اور مبتدع کہا ہے اور حکم کیا ہے کہ جو بھنگ سے مست ہو اور طلاق سے تو اس کی طلاق واقع ہوگی زہرا اور تویسج کی وجہ سے کذا فی الطحاوی قلت ونقل شیخنا البغوی الشافعی فی شرحہ علی منظومۃ ابیہ البدر المتعلقۃ بالکبار والصغار عن ابن حجر المکی انہ صرح بتحريم جواز الطیب باجماع الائمة الاربعۃ وانہا مسکرة میں کہتا ہوں اور ہمارے استاد نجم غزی شافعی مذہب نے اپنی شرح میں جو ان کے باپ بدر الدین کی منظومہ پر ہے جو کبار اور صغار کے بیان میں ہے ابن حجر مکی سے یوں کہہ ہے کہ اس نے تصریح کی ہے جائفل کے حرام ہونے پر باتفاق چاروں اماموں کے اور یہ کہ وہ نشہ کرتا ہے علم قال شیخنا البغوی والبتین الذی حدث و کان محدثہ بدشتی فی سنتہ خمسۃ عشر بعد الالف یدعی شاربہ انہ لایسکر وان سلم لہ فاذہ مفتر و ہو حرام بحديث احمد علی سلمۃ قالت نخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر و مفتر قال ولیس من الکبار تبنا ولا المرة والمرین ومع نھی ولی الامر عنہ حرام قطعاً علی ان استعمالہ ربما اضرب بالبدن نعم الاضرار علیہ کبیرۃ کما ان الصقائر انتہی بحرہ پھر کہا ہمارے استاد نجم شافعیؒ نے کہ تنبا کو جو نو پیدائش ہے اور اس کی پیدائش دمشق شام میں ایک ہزار پندرہ سال ہجری میں ہوئی اس کا پینے والا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نشہ نہیں کرتا اگر اس کے عدم سکر کو مان لیجیے تو البتہ وہ مفتر ہے یعنی اگرچہ عقل کو زائل نہیں کرتا مگر اس کو منکر اور ضعیف کرتا ہے اور جو چیز مفتر ہے وہ حرام ہے بدلیل اس حدیث کے جو مسند احمد میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر اور مفتر یعنی نشہ کرنے والی اور شست کرنے والی چیز سے کہا نجم مذکور نے کہ تنبا کو کا ایک دوبار استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہیں اور باوجود منع کر دینے سلطان وقت کے وہ یقیناً حرام ہے علاوہ یہ کہ اس کا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہے ہاں اس کو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے باقی مضار کا دوم کبیرہ گناہ ہو جاتا ہے انتہی کلام البغوی الشافعی بلفظہم ابو السعد مفتی روم نے کہا کہ تنبا کو کی حرمت علماء شافعیہ کے مخالف ہے اس واسطے کہ شافعیہ نے تصریح کی ہے کہ اگر زہرہ حقہ بیٹی ہو تو زوج پر اس کا سامان کر دینا واجب ہے انتہی اور ہم نے ثقات شافعیہ سے دریافت کیا سوائے انہوں نے کہا کہ جو ابن حجر نے حرمت بیان کی ہے سو قول ضعیف ہے اور مذہب صحیح یہ ہے کہ تنبا کو مکروہ تنزیہی ہے مگر بعض

اور حقہ اس وقت زوج پر واجب ہے جب زوجہ کو اس کی عادت ہو اور ترک اس کا ضرر نہ کرے تو از قبیل تفکرات ہوگا اور اگر اس کا ترک ضرر کرتا ہو تو من قبیل علاج کے ہوگا تو اب زوج پر لازم نہ ہوگا انتہی کلام الشافعیۃ اور یہ جو ضرر بدن کا مد کو یکساں حقیقت ہماں رہے کہ یہ مختلف ہے اختلاف مستعملین کے یعنی ہر کسی کو مضر ہے اور کسی کو نافع و فی الاشباہ فی قاعدۃ الاصل الا باسۃ او الوقت و لفظہ اترہ نیما شکل سالہ کا حیوان المشکل امرہ والنبات المجهول بحثہ انتہی قلت فیفہم منہ حکم النبات الذی شاد فی زماننا المسعی بالتین فقیہہ اور اشباہ میں اس قاعدہ کے اندر کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یا توقف اور ظاہر ہوتا ہے اثر اس قاعدہ کا اس چیز میں جس کا حال معلوم نہیں چنانچہ وہ جائز جس کا حال معلوم نہیں درود گھاس جبکا زہر ثابت نہیں ہوتا انتہی کلام الاشباہ میں کتا ہوں تو اس قاعدے سے بوجھا جاتا ہے حکم اس گھاس اور بوٹی کا جو ہماری زمانہ میں شائع اور پھیل گئی ہے جس کا نام ہمیں یعنی تنباکو ہے تو خبردار رہنا ہم یعنی بموجب اس قاعدہ کے اصل اشیاء میں اباحت ہے تنباکو مباح ہے اور بموجب اس قاعدہ کے اصل اشیاء میں توقف ہے یعنی نہ اباحت ہے نہ حرمت بلا حکم مخرج کے تو نہ مباح ہے نہ حرام وقد کرشمۃ نختا العمدی فی ہدیۃ الحاقار بالشوم والبصل بالاولی فترہ اور البتہ تنباکو کو ہماری استاد عمدی نے اپنے رسالہ ہدیۃ العمدی میں مکروہ کہا ہے اس کو لسن پیاز کے ساتھ بطریق اولی ملحق کر کے سوا کچھ غور کر لے ہم مفتی روم ابو سود نے کہا کہ کوکراہت تنزیہی لسن پیاز کے الحاق کی دلیل سے اور مکروہ تنزیہی سے جواز نکلتا ہے انتہی اس الحاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مجیدی تحریر کیا مکروہ تحریمی ہے جیسے لسن پیاز و ان مکروہ تحریمی ہے اور قرآن خوانی کے وقت اس کا استعمال صریحاً ادبی ہے کذا فی الطحاوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے جواب استفتا میں بیان کیا ہے کہ جو لوگ (کل دخان حرام) سے قلیان کشی کو حرام کہتے ہیں سو یہ حدیث نہیں لیکن حقہ کشی کو تین امر لازم ہیں ایک تو بدلو آنا حقہ کش کے منہ سے دوسرے ملا بست آتش کی تیسرے دھواں نکلنا نہ سے کہ مشابہ اہل دوزخ ہے ہر چند ہر واحد کو کراہت تنزیہی کا موجب ہے لیکن بجماع امور ثلثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے انتہی ملخص کلامہ الشریف واللہ اعلم ومن جرم بجمرتہ الحشیۃ شارح الوہبانۃ فی المحظر ونظم فقال سے وافتوا بتحریر الحشیۃ وحرقة و تطلیق محتش زجر وقرر وادہ لبائعہ التادیب والفسق اثبتوا: وزندقتہ للمستحل وحرر وادہ اور ان علما میں سے جو بنگ کی دیمت پر یقین کر چکے ہیں شایع وہبانیہ نے بیان کیا ہے اس کو کتاب المحظر میں اور اس کو نظم کیا ہے اور یوں کہا ہے اور علما نے فتویٰ دیا ہے بنگ کے حرام ہونے اور اس کے جلادینے اور بنگ نوش کی طلاق واقع ہونے پر زجر اور توہین کی وجہ سے اور ثبات کی ہے علم نے بنگ فروش کی تعزیر اور فسق اور اس کے حلال کہنے والے کا زندہ اور کفر ثابت کیا ہے اور اس کو منقح اور محقق بیان کیا ہے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم:



کتاب الصيد

یہ کتاب ہے صید یعنی شکار کے احکام میں ہم قستانی نے مطرزی سے نقل کیا کہ صید وہ حیوان ممتنع متوحش ہے جس کا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ تو ممتنع کی قید سے مرغی اور بٹ نکل گئی اس لیے کہ ممتنع سے وہ مراد ہے کہ اس کے پاؤں یا پر ہوں جن سے وہ بھاگ سکے اور متوحش کی قید سے کہو تر نکل گیا اس واسطے کہ متوحش سے مراد یہ ہے کہ آدمیوں سے مالوف نہ ہونہ رات نہ دن اور وحشت طبعی کی قید سے وہ پالو جانور نکل گیا ہو وحشی ہو گیا کہ وہ شکار کرنے سے حلال نہیں بلکہ ذکوۃ ضرورت سے حلال ہے اور اسی قید سے متوحش مالوف داخل ہوا صید میں چنانچہ پالو ہرن جس کا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ لعل مناسبتہ ان کلامہا لیورث الہر

شاید کہ مناسبت صید کی کتاب الاشریہ سے یہ ہے کہ دونوں چیز مورث سرور ہوتی ہیں مباح بحیثہ عشر شرطاً مبسوطۃ فی العنایۃ وسفقرہ کفی اثنا المسائل شکار کرنا مباح ہے پندرہ شرطوں سے جو مفصل مذکور ہیں عنایہ میں اور ہم ان کی تقریر بیان کریں گے اس کتاب کے اثنا مسائل میں ہم مجددہ شروط مذکورہ پانچ شرطیں ہیں شکار کرنے والے میں ۱ ہونا اس کا مسلم یا کتابی ۲ پھوڑنا اس کا کلب یا باز کو ۳ شریک نہ ہونا اس کے پھوڑنے میں غیر مسلم یا کتابی کا ہم ترک لبسم اللہ عمدانہ کرنا ۴ پھوڑنے اور شکار کے پکڑنے کے اندر دوسرے کام میں مشغول نہ ہونا اور یہ پانچ شرطیں کلب وغیرہ ہیں اس علم ہونا اس کا یعنی تعلیم یافتہ ہو ۲ جاننا اس کا بطریق پھوڑنے کے ۳ عدم مشارکت کلب غیر معلم کی ہم قتل کرنا شکار کا زخم سے ۵ شکار کا نہ کھانا اور پانچ شرطیں شکار میں ہیں ایہ اس کی خورش نیش داردانت اور جنگل سے نہ ہو ۲ شکار کا حشرات الارض سے نہ ہونا ۳ سوائے مچھلی کے آبی جانور نہ ہونا ۴ قادر ہونا شکار کا اپنے بچانے پر اپنے پاؤں سے یا پروں سے ۵ مرجانا شکار کا شکار کرنے سے قبل اس کے ذبح کرنے کے کذا فی العالمگیریہ عن النہایۃ پہلی تینوں شرطیں حلت اکل کے واسطے ہیں نہ مطلق شکار کیے منع الغفار میں ہے کہ شکار کا سبب مختلف ہوتا ہے شکاری کے اختلاف حال سے اس لیے کہ شکار کرنا کبھی حاجت کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی اظہار بہادری کے واسطے اور کبھی دل بہلانے کے واسطے اور غایۃ البیان میں ہے کہ شکار کرنا مباح ہے حلال جانور میں اور حرام میں حلال تو کھانے کے واسطے اور حرام جانور کا شکار اور غرض کے واسطے یا اس کی کھال یا بال سے فائدہ لینا یا دفع اذیت کے واسطے منع الغفار میں ہے کہ شکار کرنا مشروع ہے قرآن سے قال اللہ تعالیٰ واذ احلتم فاصطادوا وحرم علیکم صید البر ما دمتم حراما یعنی جب تم حلال ہو یعنی حرم نہ ہو تو شکار کرو اور حرام کر دیا گیا تم پر شکار کرنا خشکی میں جب تک تم حرم ہو اور مشروع ہے حدیث سے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب اپنا کتا پھوڑے تو اس پر لبسم اللہ کہہ پھر اگر اس نے شکار پکڑ رکھا اور تو نے اس کو زندہ پایا تو اس کو ذبح کر اور اگر تو نے اس کو مقتول پایا اور حالانکہ کتے نے اس کو نہیں کھایا تو اس کو کھا اس واسطے کہ کتے کا پکڑنا بھی ذبح ہے یہ حدیث بخاری اور مسلم اور مسند احمد میں ہے اور اجماع امت اس کے مشروع ہونے پر قائم ہے اور عقل سے بھی اس کی خوبی ثابت ہے اس واسطے کہ یہ قسم ہے اکتساب کی اور اکتساب مباح ہے انتہی مافی المنع الا لحم فی غیر الحرم شکار کرنا مباح ہے مگر حرم کو غیر حرم میں مباح نہیں ہم علی نے کہا یوں کہنا بہتر تھا الا لحم اوفی الحرم یعنی شکار مباح ہے مگر حرم کو یا حرم میں مباح نہیں اس واسطے کہ یہ عبارت تینوں شکاروں کو شامل ہے شکار حرم کو حل یا حرم میں اور شکار حلال کو حرم میں اور ملتہی کما ہو ظاہر یا شکار کرنا مباح ہے مگر لہو ولعب کے واسطے چنانچہ یہ ظاہر ہے اور حرفۃ علی مافی الاشباہ قال المصنف واما زدت بعمالہ والا فالتحقیق عذی ابانہ اتخاذه حرفۃ لانه نوع من الکتساب وکل انواع الکسب فی الاباحۃ سواء علی الذہب الصبح کما فی

الترازیہ وغیرہ یا شکار کرنا مباح ہے مگر شکار کا پیشہ اختیار کرنا مباح نہیں یہ عدم ایاحت بموجب اشتباہ کے یہ مصنف نے شرح میں کہا کہ میں نے عدم ایاحت حرفہ متن میں زیادہ کی اشتباہ کی تبعیت سے ورنہ میرے نزدیک شکار کے پیشہ اختیار کرنے کی ایاحت تحقیق ہے اس واسطے کہ یہ بھی ایک قسم ہے اکتساب کی اور سب اقسام ایاحت کے برابر ہیں بموجب مذہب صحیح کے چنانچہ بزازیہ وغیرہ میں ہے ہم مصنف شاگرد ہے صاحب اشتباہ کا ادب کی راہ سے اس کے قول ضعیف کو بھی علانہ رد نہ کیا نصب شبکہ لصد ملک مالتعلق بہا بخلاف ما اذا نصبہا للبحاف فانہ لا یملک مالتعلق بہا ایک شخص نے شکار کے واسطے جال لگایا تو وہ مالک ہوگا اس جانور کا جو اس میں پھنس گیا برخلاف اس صورت کے جب کہ جال لگایا اس کے خشک کرنے کے لیے تو وہ مالک نہ ہوگا اس کا جو پھنس گیا اس میں تو اول صورت میں دوسرا شخص شکار کو نہیں لے سکتا اور دوسری صورت میں جو شخص اس کو پکڑے گا مالک ہوگا جال والا اس سے نہیں لے سکتا وان وجد المقلش او غیرہ خاتما او دینارا مضر وبالغرب الاسلام لایملکہ ووجب تعریفہ اور اگر نیار یا کوئی اور شخص انگوٹھی یا شرفی جس پر اسلام کا سکہ ہے پاوے تو اس کا مالک نہ ہوگا اور اس کی تعریف یعنی پہنچانا واجب ہے کہ جس کا ہو سو اس کو لے ہم مقلش بضم میم و سکون قاف و کسر لام و شین معجمہ عرف میں اس کو کہتے ہیں جو زمین کی مالیت کی چیز تلاش کرتا پھرے کذا فی المطاوی اور جس پر ضرب کفر کی ہو وہ رکاز میں داخل ہے اعلم اسباب الملك نلتثنا قل کبیع و ہبۃ و خلافتہ کارث و اصلۃ و ہوا استیلا و حقیقتہ بوضع الیاد و حکما بالتمیۃ کنصب شبکہ لصد لا یخاف علی المباح الخالی عن مالک فلو استولی فی مفاذۃ علی حطب غیر علم بملکہ ولم یحل للمقلش ما یجده بلا تعریف معلوم کر کہ ملک کے سبب تین ہیں ایک سبب ناقل ہے یعنی ایک مالک سے دوسرے مالک کی طرف ملکیت منقول ہو جائے جیسے بیع اور ہبہ سے ملک دوسرے کی ہو جاتی ہے اور دوسرا سبب ملک کا خلافت ہے یعنی ایک کے مرنے کے بعد دوسرے کا مالک ہونا چنانچہ میراث اور تیسرا سبب ملک کی اصالت ہے یعنی استیلا اور قادر ہونا اس مباح چیز پر جو خالی ہے مالک سے خواہ حقیقتہ استیلا اور قدرت ہو تصرف میں کر لینے سے یا حکما قدرت ہو اس کے تہیہ اور سامان کرنے سے چنانچہ جال کا لگانا شکار کے واسطے نہ جال خشک کرنے کے لیے تو اگر ایک شخص مستولی ہو جنگل میں غیر شخص کی لکڑی پر تو مالک نہ ہوگا یعنی اس واسطے کہ ملک غیر سے خالی نہیں اور زمین کے تلاش کرنے والے کو حلال نہیں وہ چیز جو پاوے بدوں تعریف کے تمام التعریف فی المطولات اور شکار کی تعریف تمام بڑی بڑی کتابوں میں ہے ہم تمام تعریف صید کی قسمانی سے ترجمہ میں مذکور ہو چکی وکیل الصيد بکل ذی ناب و مخلب تقدما فی الذبائح من کلب و باز و نحوہما و بشرط قابلیۃ التعلیم بشرط کونہ لیس نجس العین اور حلال ہے شکار کرنا ہر نیش دار اور جنگل گیر سے کتا ہوا باز اور مانند ان کے چنانچہ چیتا اور شکر بشرط قابل ہونے تعلیم کے اور بشرط اس کے نجس العین نہ ہونے کے کتاب الذبائح میں نیشدار اور جنگل گیر کی تفصیل ہو چکی یعنی ہر نیشدار اور ہر جنگل والا مراد نہیں اس لیے کہ اونٹ بھی نیش دار ہوتا ہے اور کبوتر جنگل والا لیکن یہ شکار نہیں کرتے نیش اور جنگل سے ثم فرع علی ما مر من الاصل بقولہ فلا یجوز الصيد بدب و اسد لعدم قابلیتہما للتعلیم فانہما لا یعملان للغیر الاسد لعلو ہبۃ والدب لخصاستہ والحق بعضہم بالدب الحدۃ لخصاستہا پھر مصنف نے تفریع کی اس قاعدے پر جس کی مہید کی اس قول سے تو جائز نہیں شکار کرنا یہ کچھ اور شیر سے اس واسطے کہ ان میں تعلیم کی قابلیت نہیں کیونکہ وہ دونوں غیر کے یہ عمل نہیں کرتے شیر اپنی علومیت سے غیر کام نہیں کرتا اور یہ کچھ بسبب اپنی خصاست اور حرص کے دوسرے کام نہیں کرتا اور بعضوں نے یہ کچھ کے ساتھ چیل کو بھی ملحق کیا ہے اس کی خصاست کی وجہ سے ہم اور بعضوں نے بھیڑیے کو بھی اس کے ساتھ ملحق کیا ولا یختر بر بنجاستہ عینہ و علیہ فلا یجوز بالکلب علی القول بنجاستہ چیتہ الا ان یقال ان النض و رد فیہ قبیحہ اور سور سے شکار کرنا درست ہے اس کے نجس العین ہونے کے سبب اور بموجب اس قاعدے کے

ملہ ایک نسخہ میں التفریع بجائے تعریف کے یعنی اس مسئلے کی پوری تفریع بڑی کتابوں میں ہے ۱۲

تو کتے سے بھی شکار بھار نہ ہوان لوگوں کے نزدیک جو کتے کو نجس العین کہتے ہیں مگر یوں جواب دیجیے کہ کتے کے بھار شکار میں نص و وارد ہے تو کتے مستثنیٰ ہے اس قاعدے سے آگاہ رہنا وہ بہر مندفع قول القستانی ان الکلب نجس العین عند بعضهم والخزیر نجس العین عند ابی حنیفہ علی ما فی التہرید وغیرہ فتاویٰ اور اس جواب سے قستانی کا یہ قول مندفع ہوتا ہے کہ کتا نجس العین ہے بعضوں کے نزدیک اور سور نجس العین نہیں ابو حنیفہ کے نزدیک چنانچہ تجربہ میں ہے سو تامل کر لے بشرط علمہما علم ذی ناب و منقلب نیش دار اور جنگل گیر کا شکار حلال ہے ان کی تعلیم یافتگی کی شرط سے وذا بترک الاکل اما الشرب من الصيد فلا یفر قستانی و بانی تلثانی الکلب نخوہ و بار جوع اذا دعوتہ فی البازی و نخوہ اور یہ یعنی ان کی تعلیم یافتگی کتے وغیرہ میں عین بار نہ کھانے سے ثابت ہوتی ہے اور بازو وغیرہ میں پلٹ آنے سے جب کہ تو اس کو بلا و سلاؤ نہ کر کا خون پی لینا تو مضر تعلیم کا نہیں چنانچہ قستانی میں ہے اور آگے مذکور ہو گا ہم یعنی جب تین بار کتا شکار پکڑے اور اس کی کھال اور گوشت اور ہڈی اور پردہ وغیرہ کچھ نہ کھائے تو اس کا معلم ہونا ثابت ہو گا اس واسطے کہ کتے کی عادت غارتگری اور لے بھاگنا ہے اور بازو وغیرہ کی عادت وحشت ہے پھر جب دونوں نے اپنی عادت پھوڑی تو تعلیم یافتگی ثابت ہوتی خواہ بازو گوشت دیکھ کر پلٹ آتا ہو یا بدوں گوشت کے اور اگر بازو شکار سے کچھ کھا دے گا تو یہ اس کی تعلیم یافتگی کو مضر نہیں کرتا ہے کذا فی الطحاوی و بشرط جو حما فی لے موضع منہ علی الظاہر و بلیغی اور شکار حلال ہے بشرط زخم لگانے کے اور بازو کے کسی شکار کے مقام میں بموجب ظاہر الروایہ کے اور اسی پر فتویٰ ہے یعنی فقط گل از خمی کرنا شرط نہیں بلکہ زکوۃ اضطرابی ہر زخم سے ثابت ہو جاتی ہے کہ نجس خون نکل جاتا ہے وعن الثانی یکل بلا جرح و بہ قال الشافعی اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ شکار حلال ہوتا ہے بدوں زخم کے بھی اور یہی قول ہے امام شافعی کا و بشرط ارسال مسلم او کتانی اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ کتے یا بازو کو مسلمان یا اہل کتاب پھوڑے شکار پر بھی اگر کتا یا بازو شکار کا پیچھا کرے بدوں ارسال کے اور اس کو پکڑ کے قتل کرے تو حلال نہ ہو گا و بشرط التسمیۃ عند الارسال ولو حکما فالشرط عدم ترکہ علی حیوان متمتع ای قادر عن لا متناع بقوا ائمہ و بجا حیۃ متوحش فالذی وقع فی الشبکہ او سقط فی البئر او استانس للہ یحقق فیہ الحکم للذکر و لذا قال یوکل لان الکلام فی صید الاکل وان حل صید غیرہ کما یجی او اعم طحل الانتفاع بالجلد مثلا کما یاتی فتاویٰ اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ اسم اللہ کے کتے یا بازو کے پھوڑنے وقت جانور متمتع متوحش ماکول پر اگر پر اسم اللہ کہنا حقیقتہ نہ ہو بلکہ حکما تو شرط صحت عدم ترک تسمیہ عمد ہے یعنی ترک تسمیہ سیانا مضر نہیں متمتع سے اس واسطے کہ جانور اپنے پیچانے پر قادر ہو اپنے پاؤں سے یا دونوں پروں سے متوحش کی قید اس واسطے لگائی کہ جو جانور بال میں پھنسا یا کنوئیں میں گر پڑا یا وحشی ماکول ہو گیا تو اس میں حکم مذکور یعنی ارسال اور زخم سے اس کی صحت ثابت نہ ہوگی بلکہ ذبح کرنے سے وہ حلال ہو گا اور اس واسطے مصنف نے شکار میں ماکول ہونے کی قید لگائی اس واسطے کہ گفتگو بیان حلال شکار میں ہے اگر یہ غیر ماکول کا بھی شکار کرنا حلال ہے چنانچہ آگے مذکور ہو گا یا عام تر ہے ماکول اور غیر ماکول سے اس واسطے کہ مثلا کھال سے فائدہ حاصل کرنا حلال ہے چنانچہ آگے آئے گا سو تامل کر لے و بشرط ان بشرک الکلب المعلم کلب لا یحیل صیدہ ککلب غیر معلم و کلب مجوسی اولم یرسل اولم یسم علیہ اور شکار حلال ہوتا ہے اس شرط سے کہ کلب معلم یعنی تعلیم یافتہ کتے کے ساتھ وہ کتا شریک نہ ہو گیا ہو جس کا شکار کرنا حلال نہیں بدوں سیکھا کتا اور مجوسی کا کتا یا وہ کتا جو چھوڑا نہ گیا بلکہ خود کتا شکار پر دوڑ پڑا یا ارسال کے وقت عمد اسم اللہ کہنا اس پر ترک ہو اتوان صورتوں میں شکار حلال نہ ہو گا و بشرط ان لا یطول وقتہ بعد ارسال لیکن الاصطیاد مضافا لارسال اور حلال ہے شکار بشرطیکہ کتے یا بازو نے چھوڑنے کے بعد شکار پکڑنے میں زیادہ وقفہ اور توقف نہ کیا ہو یہ اس واسطے شرط ہوا تاکہ شکار کرنا ارسال کی طرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف ما اذا کمین و استخفی کا لفظ کمین العہد علی وجہ الجملة لا الاستراخۃ بخلاف اس صورت کے جبکہ کتا یا بازو دیکر رہا اور چھپ گیا چیتے کے مانند یعنی جیسے چیتا دیکر رہتا ہے بطریق حیلہ اور گھات کے نہ بطریق استراحت و آرام کے

میں یہ منزل استثناء کے ہے یعنی اگر وقفہ کرنا شکار کی گھات میں ضرور نہیں کرتا تو اگر چتیا یا کتا یا باز ارسال کے بعد شکار کی گھات میں دیکھ رہے نہ بطریق استراحت کے
 ہر شکار کو پکڑے اور قتل کرے تو کچھ مضائقہ نہیں شکار حلال ہے اور اگر ارسال کے بعد کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے تو حلال نہیں کذا فی الطحاوی عن
 فقہستانی عن المحیط مختار و للفقہ خصال حسنۃ ینبغی لكل عاقل لعل بہا کما یسطہ المصنف اور چیتے کے چند عادات ہیں ہر عاقل کو لائق ہے ویسا کرنا چنانچہ
 مصنف نے شرح میں ان کو مفصل بیان کیا ہے ہم از انجملہ یہ ہے کہ چیتا دیکھ رہا ہے یہاں تک کہ شکار پر قادر ہوتا ہے اسی طرح عاقل کو لازم ہے کہ دشمن پر عداوت
 باہر نہ کرے فرصت تاکتا رہے تا بلا مشقت مطلب حاصل ہو از انجملہ یہ ہے کہ اس کا سیکھنا مارے نہیں ہوتا بلکہ کتا اس کے سامنے مارا جاتا ہے اور چیتا اس کو
 فیکہ کر سیکھ جاتا ہے اسی طرح عاقل کو لائق ہے کہ غیر کا حال دیکھ کر عبرت پکڑے کما قیل السعید من وعظ الغیرہ از انجملہ یہ ہے کہ خبیث اور گندہ نہیں کھاتا بلکہ اپنے
 ملک سے طیب طلب کرتا ہے اسی طرح عاقل کو لازم ہے کہ نہ کھائے مگر حلال طیب از انجملہ یہ ہے کہ تین بار یا پانچ بار شکار کے واسطے حملہ کرتا ہے اگر نہ پایا
 بیٹھ رہتا ہے کتا ہے میں اپنی جاں کیوں ہلاک کروں غیر کے واسطے ایسا ہی عاقل کو مناسب ہے کذا فی المنع عن السخری عن الحلواتی فان اکل منہ الباری
 ل لان تعلیم لیس تبرک اکلہ پھر اگر شکار میں سے باز نہ کچھ کھایا تو باقی حلال ہے کھایا جائے گا اس واسطے کہ اس کی تعلیم کھانا ترک کرنے سے نہیں بلکہ اس کی تعلیم
 لے جانے کے بعد وان اکل الکلب ونحوہ لایوکل مطلقاً عندنا اور اگر کتے اور مانند اس کے نے شکار سے کچھ کھایا تو باقی نہ کھایا جائے گا ہمارے مذہب میں
 طرح خواہ اس کو کھانے کی عادت ہو یا نہ ہو کا کلمہ منہ اسے کما لایوکل الصيد الذی کل الکلب منہ بعد ترکہ لاکل ثلاث مرات لانہ علامۃ الجمل جیسے اس کا کھانا
 اس سے یعنی جیسے وہ شکار کھایا نہیں جاتا جس میں سے کتے نے کھایا تین بار کھانا چھوڑنے کے بعد یعنی تین بار اس نے شکار پکڑا اور نہ کھایا پھر چوتھی بار کھایا
 شکار اس کا حلال نہیں اس واسطے کہ وہ علامت ہے اس کی جہالت اور ترک تعلیم کی و کذا لایوکل ماضیاً و بعدہ حتی یتعلم ثانیاً تبرک الاکل ثلاثاً اور اسی طرح وہ
 مار بھی نہ کھایا جائے گا جو اس نے شکار کیا بعد کھانے کے یہاں تک کہ دوسری بار تعلیم یافتہ ہو جائے تین بار کے چھوڑ دینے سے یعنی کھانے کے بعد جب تین بار
 شکار کرے اور نہ کھائے تب چوتھی بار شکار حلال ہوگا اور ماضی قبلہ لوبقی فی ملکہ فان ما تلف من الصيد لا ینظر فیہ الحرمة اتفاقاً لقوت الحیل وفیہ اشکال ذکرہ فقہستانی
 وہ بھی شکار حلال نہیں جو کتے نے کھانے سے پہلے شکار کیا بشرطیکہ شکار صیاد کی ملک میں باقی رہا ہو اس لیے کہ جس شکار کو وہ تلف کر چکا ہے یعنی مثلاً کھا چکا تو اس میں
 اتفاق امام اور صاحبین کے حرمت ظاہر نہ ہوگی بسبب فوت ہو جانے محل حرمت کے اور اس میں اشکال ہے جس کو فقہستانی نے ذکر کیا ہے ہم خلاصہ مقام یہ ہے
 شکار غیر موجود ہے موجود اگر غیر موجود ہے تو اس کا حکم شارح نے بیان کیا کہ اس میں حرمت ظاہر نہیں عدم بقائے محل کے سبب ہے اور اگر موجود ہے تو جنگل میں
 موجود ہے یا صیاد کے ملک میں موجود ہے اگر جنگل میں ہے تو اس میں بالاتفاق حرمت ثابت ہے اور اگر اس کی ملک میں ہے تو اس میں اختلاف ہے سو امام کے نزدیک
 حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حرام نہیں خواہ مدت دماز ہو یا کوتاہ بقول صحیح حاصل اشکال مذکور یہ ہے کہ حکم وجود کا مقتضی نہیں کیا تو نہیں دیکھتے کہ ہم مردہ
 مذکی کے آزادی کا حکم کرتے ہیں دعویٰ دار کے نزدیک انتہی محصل اشکال یہ ہے کہ انعدام محلیت حرمت اکل کے حکم کا مانع نہیں ہے اور لائق یہ ہے کہ حکم بالحرمة
 ثمرہ ظاہر ہو جب کہ شکار بیک گیا تو مشتری بائع سے من پھیرے گا کیونکہ بیع مردار تھا اور از ظاہر ہوتا ہے تو بہ میں اس کے کھانے کے بعد اور اگر یہ کہیے کہ حکم
 وجود کا مقتضی ہے تو جو شخص غیر کا مال غصب یا چوری سے کھا جائے تو ہمارے یہ کہ حرمت ساقط ہو جائے محل کے فوت ہو جانے سے کذا فی الطحاوی کصغر قرمن
 ما جہ فکت حینا ثم رجع الیہ فارسلہ فصاد لہ لکل لکرہ ما مار بہ علما فیکون کالکلب اذا اکل چنانچہ وہ چرغ جو بھاگ گیا یعنی اڑ گیا اپنے مالک کے پاس سے
 سو چند مدت چھوٹا رہا پھر ملٹ آیا مالک کے پاس سو اس نے شکار پر چھوڑا سو اس نے شکار پکڑا تو وہ کھایا نہ جائے گا اس لیے کہ چرغ نے وہ فعل چھوڑ دیا
 جس سے وہ تعلیم یافتہ ہو گیا تھا یعنی اس نے ترک رجابت کی تو وہ اس کتے کے مانند جاہل ہو گیا جو شکار سے کھا لیتا ولوا تھد الصیاد الصيد من الکلب
 لہ نیک بخت وہ ہے جو غیر کے حال سے نصیحت پکڑے ۱۲

وقطع منه لصنعة والقالا اليه فأكما او خطف الكلب منه واكله مالم يبق كما لو شرب الكلب من دمه لانه من غايه علمه اور اگر میا نے شکار لے لیا کتے سے اور اس میں سے ایک ٹکڑا کاٹا اور کتے کی طرف ڈال دیا سو اس نے اس کو کھا لیا یا کتا شکار میں سے میلہ کے ہاتھ سے جھپٹا مار کے لے گیا اور کھا گیا تو باقی کھا حلال کھا یا جائے گا جیسے وہ شکار حلال ہے جس کا خون کتا پی گیا اس واسطے کہ یہ حرکت اس کی نہایت علم اور دانستگی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس نے وہ چیز لی کہ جو مالک کے لائق نہ تھی یعنی خون ادا باقی رکھی وہ چیز جو مالک کے لائق ہے یعنی گوشت کذا فی المنع ولو نهش الصيد فقطع منه لصنعة فاکلها ثم ادرک فقتله ولم ياكل منه الا يוכל لاکله حاله الا صطیاد اور اگر کتے نے شکار کو دانتوں سے نوچا سو اس میں سے نصف کاٹا اور کھا یا پھر شکار کو پکڑا اور قتل کیا اور کھا یا تو وہ حلال نہیں کھایا نہ جاوے گا شکار کرنے کی حالت میں کھا جانے کے سبب سے ہم تو یہ شکار ہوا کلب جاہل کا ولو القی ما نهش و اتبع الصيد فقتله ولم ياكل منه حتی اخذه صاحبہ ثم اكل ما القی حل لانه حیث ذلک من نفس الصيد لم یضرب کما مر اور اگر کتے نے وہ ٹکڑا ڈال دیا جو نوچا اور پھینکا گیا شکار کا سو اس کو قتل کیا اور اس میں سے نہ کھا یا یہاں تک کہ اس سے مالک نے شکار لیا پھر کتے نے کھا یا جو ڈالا تھا تو شکار حلال ہے اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی شکار کر چکے کے بعد اگر خود شکار کی ذات سے کتا کھاتا تو حلت میں ضرر نہ کرتا چنانچہ عنقریب گذر گیا و اذا ادرک المرسل او الرامی الصيد حیة بحیوة فوق مانی الذلوح ذکاہ و جو با اور جب کہ کتے یا باز کا چھوڑنے والا یا تیر انداز شکار کو زندہ پاوے ایسی زندگانی کے ساتھ جو حیات مذبح سے زیادہ ہے تو اس کو ذبح کر لے بنا بر وجوب کے ہم یعنی اگر شکار کو بعد مقتول ہونے کے پایا تو وہ حلال ہے ذکوۃ اضطراری کے سبب سے اور اگر زندہ پایا تو حلال نہیں بدوں ذبح کرنے کے اس واسطے کہ اس نے ذکوۃ اختیاری کو ترک کیا باوجود قدرت کے طحاوی نے عالمگیری سے نقل کیا کہ اگر فوق مانی للذلوح حیات باقی نہیں اس طرح پر کہ شکار کا پیٹ پھٹ گیا اور انتڑیاں نکل پڑیں پھر وہ مر گیا تو وہ حلال ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ قول ہے صاحبین کا لیکن امام کے نزدیک حلال نہیں اس واسطے کہ جب زندہ ملا تو بدوں ذبح کے حلال نہ ہو گا اسی قول پر فتویٰ ہے چنانچہ کافی میں ہے و شرط حلہ بالرمی التیمیہ ولو حکما کما مر اور شکار کے حلال ہونے میں تیر مارنے سے بسم اللہ کہنا تیر لگانے کے وقت شرط ہے اگرچہ تسمیہ حکمی ہو چنانچہ گذر گیا یعنی نسیان سے ترک تسمیہ ضرر حلت نہیں و شرط الجرح لیحقق معنی الذکوۃ اور شرط ہے زخم لگنا تیر سے تاکہ ذکوۃ کا مطلب یعنی تطہیر خون نکل جانے سے ثابت ہو و شرط ان لا یقع عن طلبہ لو غاب الصيد متحمل لسمہ فمادام فی طلبہ یحیل وان فقد عن طلبہ ثم اصابه ميتا لا یוכל لاحتمال موته بسبب انزله و یہ شرط ہے کہ تیر انداز بیٹھ نہ رہے شکار کی تلاش سے اگر شکار غائب ہو گیا ہو اس کے تیر کو اٹھائے ہوئے تو جب تک تیر انداز اس کی طلب میں ہے وہ حلال ہے اور اگر اس کی تلاش اور طلب سے بیٹھ رہا پھر اس نے شکار کو مردہ پایا تو اس کا کھانا حلال نہیں اس احتمال سے کہ شاید شکار کی موت دوسرے سبب سے ہوئی ہو تیر کے زخم کے سوا اس واسطے کہ محرمات میں موبوم متحقق کے مانند ہوتا ہے کذا فی الزیلعی و شرط فی النحانیۃ لحد ان لا یتواری عن بصره و فیہ کلام مبسوط فی الزیلعی وغیرہ اور فتاویٰ قاضی خاں میں حلت شکار کی یہ شرط مذکور کی ہے کہ شکار چھپ نہ گیا ہو تیر انداز کی نظر سے اور اس شرط میں اعتراض ہے جو زیلعی وغیرہ میں مذکور ہے ہم و ہر شرط ہے کہ جب شکار نظر سے غائب ہو شاید اور کسی سبب سے مر گیا ہو خلاصہ اعتراض زیلعی یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے آخر کلام میں اس شرط کی طرف اشارہ کیا ہے اور اول کلام طلب اور عدم طلب پر مبنی ہے اور اس پر اکثر کتب ہمارے مذہب کی ہیں مسلم اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجھ سے تین دن پھر تو نے اس کو پایا سو کھا جب تک وہ گندہ نہیں ہو گیا یہ حدیث اباحت غائب پر دلالت کرتی ہے تو حجت ہے اس شخص پر جو اس کا مانع ہے انتہی شخص کلام یہ ہے کہ عدم اشتراط اس شرط کا راجح ہے کذا فی الطحاوی فان ادرک الرامی او المرسل حیة ذکاہ و جو بانلو تو کہ حرم و سببی پھر اگر تیر انداز یا چھوڑنے والا کتے یا باز کا شکار زندہ پاوے واجب ہے کہ اس کو ذبح کرے اور اگر ذبح کو ترک کرے گا تو شکار حرم ہو گا اور اگے آوے گا اور آگے آوے گا یہ مسئلہ مقرر ہو گیا و الحیوة المعنی

ہنا ما یكون فوق ذکوة المذبح بان یعیش یوما وروی اکثره مجمع اور جو حیات کہ یہاں یعنی ذبح شکار میں معتبر ہے وہ ذکوة مذبح سے زائد ہے اس طرح کہ شکار ایک دن زندہ رہے اور دوسری رات یہ ہے کہ اکثر یوم نہ رہے کذا فی الجمع اما مقدار ہا و مولا یتوہم بقاۃ کما فی الملتقی فلا یعتبر بہنا حتی لو وقع فی مالم یحرم اور حیات مذبح کی مقدار یعنی جس قدر زندگی سے اس کا باقی رہنا متوہم نہ ہو چنانچہ ملتقی میں ہے سو وہ زندگی یہاں معتبر نہیں یہاں تک کہ اگر اس قدر حیات شکار میں ہو اور صیاد اس کو ذبح کرے اور وہ پانی میں گر پڑے تو وہ حرام نہ ہو گا م صدر الشہید نے ذکر کیا کہ یہ قول باجماع امام اور صاحبین کے ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ صاحبین کے نزدیک ہے اور امام کے نزدیک حیات مخفیہ میں بھی ذبح کرنا ضروری ہے متردبہ وغیرہ کے مانند کذا فی المحوی والمعتبر فی المتردبہ واخواتہا کنظیرہ وموقوفہ وما اکل السبع والمرایۃ مطلق الحیوۃ وان قلت کما اثرنا الیہ وعلیہ الفتوی وتقدم فی الذبائح اور متردبہ اور اس کے مانند چنانچہ نظیرہ اور موقوفہ میں جس کو درندے نے کھایا اور بیمار میں مطلق حیات معتبر ہے اگرچہ زندگی نہایت کم ہو چنانچہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کر دیا اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور یہ مقدم مذکور ہو چکا کتاب الذبائح میں متردبہ وہ جانور ہے جو اوپر سے گر پڑا اور لطیم وہ جس کو دوسرے جانور نے اپنے سینک سے ماما اور موقوفہ وہ ہے جو لاکھی وغیرہ کے مارنے سے قریب الہلاک ہو گیا یعنی حیوانات مذکور بدوں ذبح کے حلال نہیں بدوں ذبح کے اور اسی طرح شکار میں بھی حیات قبلہ خفیہ کے معتبر ہونے کا فتویٰ ہے سید حموی نے کہا تو کھانا شکار مذکور کا حلال نہیں بدوں ذبح کے خواہ اس کی زندگی ظاہر اور باہر ہو یا ہو کئے وغیرہ کے زخم سے یا تیر سے اور اسی قول پر فتویٰ ہے بدیل اس آیہ کے رو ما اکل السبع الا ما ذکیتہ اور بدیل حدیث عدی مذکور یعنی اگر کتا شکار کو پکڑ رکھے اور تو اس کو زندہ پاے تو ذبح کر اس کو کذا فی الطحاوی فان ترکہا ای الذکاة عمدا مع القدرۃ علیہا فحرم پھر اگر صیاد نے شکار کو زندہ پایا اور ذبح کرنے کو ترک کیا عمدا باوجود قادر ہونے کے اس پر پھر وہ مر گیا تو حرام ہو گیا وکذا یحرم لو عجز عن التذکیۃ فی ظاہر الروایۃ بھی ابی حنیفہ والی یوسف یحیٰ و هو قول الشافعی قال المصنف وفی ثنی وثمن الوقایۃ اشارة الی حملہ والظاہر ما سمعتمہ انتہی قلت وجہ الظاہر ان العجز عن التذکیۃ فی مثل ہذا لا یحل الحرام اور اسی طرح شکار حرام ہو گا ظاہر الروایت میں اگر صیاد عاجز ہو گیا ذبح کرنے سے اس طرح کہ اس کے پاس ذبح کا ہتھیار نہیں یا وقت تنگ ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف بھی ظاہر الروایت یہ ہے کہ در صورت عجز حلال ہے اور یہی قول ہے شافعی کا مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور میرے متن میں اشارہ اس حلال ہو جانے کی طرف یعنی قدرت کی قید لگانے سے اور ظاہر الروایت کو تو سن چکا فی شرح المصنف میں کتا ہوں اور ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ عاجز ہو ناذب کرنے سے ایسی صورت میں حرام کو حلال نہیں کر دیتا ہم بخلاف اس صورت کے کہ پانی اور کھانا حاصل کرنے سے عاجز ہو گا تو شراب اور مہر اور کما استعمال مباح ہو گا اور اسل مجوسی کلبہ فزجرہ مسلم فائزہ جریہ مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا شکار پر جو مسلمان نے کئے کو تیز کیا اور بھڑکا یا شور کر کے سو وہ تیز ہو گیا اور اس نے شکار مارا سو وہ شکار حرام ہے ہم ہر چند زجر لغت میں معنی منع اور نہی کے ہے لیکن زجر سے یہاں مراد ترغیب اور خواہش دلانا ہے شکار کرنے پر اور زجر عاصی سے مراد ظہار زیادت طلب ہے چنانچہ عینی شرح ہدایہ اور طحاوی میں ہے معلوم کرنا چاہیے کہ جب ارسال اور زجر مجتمع ہوں تو ارسال معتبر ہو گا تو اگر ارسال مجوسی یا مرتد یا بت پرست یا تارک تسمیہ سے ہو اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور بالعکس اس کے حلال ہے یعنی ایک مسلمان نے کئے کو شکار پر چھوڑا اور مجوسی نے اس کو تیز کیا تو اعتبار چھوڑنے کا کیا جامے گا اور شکار حلال ہو گا اور اگر ارسال موجود نہ ہو اور زجر موجود ہو تو اب زجر ہی معتبر ہو گا پھر اگر زجر مسلم سے ہے تو حلال ہے اور اگر مجوسی سے ہے تو حرام ہے اور قتلہ معراض بعرضہ و ہوسم لاریش لسمی بہ لاصابتہ بعرضہ یا شکار کو معراض نے قتل کیا اپنی عرض سے تو وہ حرام ہے اور معراض وہ تیر ہے جس میں پر نہیں اور معراض اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ وہ نشانہ پر لگتا ہے اپنی عرض کی طرف سے نہ طول کی طرف سے م معراض بوزن محراب تیر ہے بدوں پر کا دونوں کندے اس کے باریک اور درمیان میں موٹا وہ نشانہ پر عرض کی جانب سے لگتا ہے نہ تیزی کی طرف سے کذا فی القاموس ولوراسہ مفاصا بجمہل اور اگر معراض کے کنارے پر حدت اور تیزی ہو پھر وہ شکار کو تیزی کی طرف سے

لگے تو وہ حلال ہے اور بندہ ثقیلہ ذات مدہ حرم لقتلہا بالثقل لا بالحد یا قتل کیا شکار کو بھاری غلیلہ بارہولے نے تو شکار حرام کے سبب اس کے قتل کرنے کے بوجھ سے اور گرانی سے نہ بارہ اور تیزی سے ہم بندہ بضم بارہ مدہ و سکون نون مدور مٹی ہے اس سے مارتے ہیں اور اس کو جلاہتی بھی کہتے ہیں کذا فی المغرب ہندی میں اس کو غلولہ اور غلیلہ کہتے ہیں جس کو غلیل سے چلاتے ہیں ولو كانت خفیفة لخاصة حل لقتلہا بالجرح حیثہ ولو لم یجرح لایوکل مطلقا و شرط فی الجرح الادمار وقیل لا ملتی وتمام فیما علقہ علیہ اور اگر غلیلہ ہلکا ہو گیا ہو تو شکار حلال ہو گا اس لیے کہ اس وقت میں نوکیلا غلیلہ زخم قتل کرتا ہے اور اگر غلیلہ نے شکار کو زخمی نہ کیا تو اس کا کھانا مطلقا درست نہیں خواہ غلیلہ بھاری ہو یا ہلکا گول ہو یا نوکیلا اور زخم میں خون بہنا شرط ہے اور بعضوں کے نزدیک شرط نہیں کذا فی الملتقی اور اس کا پورا بیان ملتی کی ہماری شرح میں ہے ہم فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ غلیلہ اور پتھر اور محراض اور لاکھی اور اس کے مانند کاشکار حلال نہیں اگرچہ شکار زخمی ہو گیا ہو اس کے اشیاء مذکورہ چیرتی پھاڑتی نہیں ہیں ہاں اگر انگوں دراز نوک دار تیر کے مانند کر لے اور اس کا پھینک مارنا ممکن ہو اور وہ چیرے پھاڑے اپنی مدت اور تیزی سے تو کھانا اس کا حلال ہو گا اور اگر اندر زخم ہو گیا بسبب کوفت کے اور ظاہر میں نہ پھٹا تو حلال نہیں اس لیے کہ اس سے خون کا بہنا حاصل نہیں ہوتا انتہی خلاصہ یہ ہے کہ اگر قتل ثقل اور گرانی سے حاصل ہے تو حلال نہیں اگرچہ خون نکلا ہو چنانچہ درمیں اس کی طرف اشارہ ہے اور یہی جواب لکھا شیخ زین صاحب بحر الرائق نے جب ان سے یہ استفتا ہوا کہ جو شخص چڑیوں کا شکار کرتا ہے سیسے اور مٹی کی گولی سے اس کا کھانا درست ہے یا نہیں تو جواب لکھا کہ اس کا کھانا حلال نہیں نہ ملتی میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر موت شکار کے زخم سے بالیقین حاصل ہوئی ہے تو وہ حلال ہے اور اگر ثقل اور گرانی سے ہوئی ہے تو بالیقین حرام ہے اور اگر شک ہے اس میں کہ زخم سے موت ہوئی یا ثقل سے تو احتیاطا حلال نہیں انتہی میں کہتا ہوں کہ سیسے کی گولی کے شکار میں احتیاط یہ ہے کہ اس کا کھانا حلال نہیں اس واسطے کہ گولی تو اندفاع عینف کے سبب قتل کرتی ہے نہ اپنی مدت اور بارہ کی تیزی سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی اور می صید فوقع فی ماء لا احتمال قتلہ بالماء فیجوز یا شکار کو تیر مارا سو وہ گر پڑا پانی میں اور مر گیا تو حرام ہو گا کہ شاید قتل اس کا پانی سے ہو ہو نہ تیر سے ولو الطیر مائیا فوقع فیہ فان النفس جرمہ فیہ حرم والا صل ملتی ادا اگر شکار آبی چڑیا ہو پھر تیر لگنے کے بعد پانی میں گر پڑی سو اگر اس کا زخم پانی میں ڈوب گیا تو وہ حرام ہو گئی اور اگر پانی میں زخم نہیں ڈوبا تو حلال ہے کذا فی الملتقی اس واسطے کہ پہلی صورت میں احتمال ہے کہ پانی نے قتل کیا اور دوسری صورت میں احتمال نہیں یہ سب اس وقت ہے جب کہ ایسا زخم لگا ہو جس میں زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ زندگی کی امید نہ ہو تو شکار حلال ہے کہ وہاں احتمال مذکور منع ہے کذا فی العالگیریۃ او وقع علی سطح او جبل فتردی منہ الی الارض حرم فی المسائل کلہا لان احتمال عن مثل ہذا ممکن یا تیر لگنے کے بعد چڑیا چھت پر یا پھاڑ پر گری پھر وہاں سے زمین پر گر پڑی تو حرام ہے ان سب مسائل میں اس واسطے کہ ایسی صورتوں سے بچنا ممکن ہے ہم یعنی یہ ضرور نہیں کہ جب زخمی چڑیا گرے تو پانی یا چھت یا پھاڑ ہی پر گرے اور اسی طرح کا حکم ہے درخت یا دیوار یا کھڑی برہی یا پتھر کے کنارہ پر گرنے کا اور اگر چڑیا چھت یا پھاڑ وغیرہ پر گر کر باقی رہی زمین پر نہ آئی یا اینٹ یا پتھر کے مانند پگری تو حلال ہے اس واسطے کہ وہ بمنزلہ زمین کے ہے کذا فی المحوی فان وقع علی الارض ابتداء اذا احتراز عن غیر ممکن فخل پھر اگر تیر کی زخمی چڑیا پہلے سے زمین پر گری اور مر گئی تو حلال ہے اس واسطے کہ اس سے بچاؤ ممکن نہیں ہم یعنی زمین پر گرنے سے احتراز غیر ممکن ہے تو یہ احتمال کہ شاید زمین کے گرنے سے چڑیا مر گئی ہو تو ساقط الاعتبار ہے ورنہ شکار کے باب کا انسداد ہو گا اور اس مسلمہ کلیہ فہرہ اسے اغراہ بصیاحہ مجوسی فائزہ جہاں اگر الزبردن الارسال والفعل یرفع بما ہو فوقہ مثلہ کنسج الحدیث یا مسلمان نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مجوسی نے اس کو زبرد کیا یعنی شور کر کے اس کو بھڑکایا اور تیز کر دیا سو تیز ہو گیا اور شکار کو مارا تو شکار حلال ہے اس واسطے کہ زبرد کتر ہے ارسال سے اور فعل دفع ہو جاتا ہے اس فعل سے جو اس سے فوق ہے یا برابر اس کے ہے نہ کمتر اور منہیف سے

ذکر کی کاشکار حلال نہیں

جیسے صحیح حدیث منسوخ ہوتی ہے اسی طرح صحیح سے نہ ضعیف سے ہم زجر اس واسطے کہ تر ہے ارسال سے کہ زجر یعنی ہے ارسال پر کہ اس کی تاکید ہے تو علت اور حرمت میں ارسال معتبر ہے نہ زجر اولم پر سلا احد فزجرہ مسلم فان زجر اذ الزجر ارسال حکما یا کہنے کو کسی نے نہیں چھوڑا پھر مسلمان نے اس کو شکار پر بھڑکایا اور گرم کیا سو وہ گرم اور تیز ہو گیا اور شکار مارا تو حلال ہے اس واسطے کہ زجر ارسال حکمی ہے یعنی بمنزلہ ارسال کے ہے در صورت عدم ارسال او اخذ غیر ما ارسل الیہ لان غرضہ اخذ کل صید یشکک حتی لو ارسل علی صید کثیرۃ بتسمیۃ واحدة فقتل اکل اکل یا کہنے نے اور شکار مارا سوائے اس کے جس پر چھوڑا گیا تھا تو وہ حلال ہے اس واسطے کہ صیاد کی غرض ہر ایک اس شکار کا پکڑنا ہے جس پر کتا قادر ہو سکے یہاں تک کہ اگر صیاد نے کتا چھوڑا بہت سے شکاروں پر ایک بار بسم اللہ کہہ کر سو اس نے سب شکاروں کو قتل کیا تو سب کا کھانا حلال ہے یعنی خلاصہ یہ ہے کہ تعیین شکار کا اعتبار نہیں اکل فی الوجہ المذكورۃ لما ذکرنا وجہ مذکورہ میں ہر شکار حلال اور ماکول ہے ان دلائل سے جن کو ہم نے ذکر کیا ہم قولہ اکل جزا ہے فان دفع احد اس کے معطوفات کی کسید رمی فقطع عضو منہ فانہ یوکل لا العضو خلاف الشافعی ولنا قولہ علیہ الصلوۃ والسلام ما بین من الحی فهو میتہ چنانچہ شکار تیرے زخمی ہو اس کا کوئی عضو کاٹ لیا گیا تو شکار کا کھانا حلال ہے نہ عضو مقطوع کا برخلاف شافعی یعنی ان کے نزدیک عضو مقطوع کا بھی کھانا حلال ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا قول ہے کہ جو عضو جدا کیا گیا زندہ جانور سے وہ مردار ہے ہم ابو داؤد اور ترمذی میں ابو داؤد لیشی سے یوں روایت ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما قطع من البہیمۃ وہی حیۃ فهو میتہ یعنی جو چیز جو پائے جانور سے کاٹی گئی اور وہ زندہ ہے تو وہ مردار ہے اور مسند احمد اور ابن ابی شیبہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور ابو لعلی کی مسانید میں بھی یہ مضمون مروی ہے کذا فی الصغری شرح الہدایۃ وجہ استدلال یہ ہے کہ حدیث میں زندہ مطلقاً مذکور ہے خواہ حقیقہ ہو یا حکماً سو جس وقت اس کا عضو قطع ہوا تو وہ حقیقتاً زندہ تھی کیونکہ حیات اس میں قائم ہے اور اسی طرح حکماً بھی زندہ ہے کہ سلامت رہنا اس کا اس زخم کے بعد متوہم ہے حیوی نے کہا قطع اس عضو کا مراد ہے جس کے قطع کے بعد حیوان زندہ رہے چنانچہ پاؤں یا ران یا اقل نصف راس سے ولو قطعہ ولم یمیتہ واحتل الدنمار اکل العضو ایضاً والا لا ملتی اور اگر عضو قطع کیا اور جدا نہیں کر دیا اور اس کا بدن سے الٹیا یعنی ملنا اور جڑ جانا محتمل ہے تو اس عضو کا کھانا بھی حلال ہے اور اگر الٹیا اور اندام اس کا نہیں ہو سکتا تو عضو مقطوع کا کھانا حلال نہیں کذا فی الملتقی وان قطعہ الرأی ثلاثاً واكثرہ مع عجزہ او قطع نصف راسہ او اکثرہ او قدرہ نصفین اکل کلمہ لان فی ہذہ الصور لا یکن حیۃ فوق حیات الذبوحہ ثم تناولہ الحدیث المذكور اور اگر تیرا انداز نے شکار کو تین تہائی قطع کیا اور اس کا اکثر بدن اس کی ڈھڈی اور دم کے ساتھ رہا یعنی ایک تہائی سر کی طرف رہی اور دو تہائیاں دم کی طرف باقی رہیں یا شکار کا نصف سر یا اکثر کا یا شکار کا جسم نصف نصف پھاڑا سر سے دم تک تو تمام شکار کا کھانا حلال ہے اس واسطے کہ ان صورتوں میں اس کی زندگی مذبوحہ کی زندگی سے زیادہ ممکن نہیں تو حدیث مذکور اس کو شامل نہ رہی ہم اس واسطے کہ حدیث مذکور زندہ حقیقی اور حکمی کو شامل ہے اور ان صورتوں میں حیات حکمی بھی صادق نہیں اس واسطے کہ اس کی سلامتی اور بقا البیہ زخموں کے بعد متوہم نہیں ہونی الحال اس کی ذکوۃ واقع ہو گئی تو وہ بالکل حلال بھڑا یعنی نے کہا مراد قد سے شق طولانی ہے بخلاف مالوکان اکثرہ مع راسہ لامکان المذكورہ بخلاف اس صورت کے کہ اگر شکار کا اکثر بدن اس کے سر کے ساتھ رہا تو اس کا اکثر ماکول ہے نہ اقل امکان مذکور کے سبب یعنی اگر ایک تہائی دم کی طرف کٹ رہی اور دو تہائیاں سر کے ساتھ باقی رہیں تو سر کی جانب حلال ہے نہ دم کی طرف اس واسطے کہ جانب سر کی حیات مذبوحہ کی حیات سے زیادہ ممکن ہے کذا فی المنع وحریم صید مجوسی ووتنی ومرتد وحریم لانہم لیسوا من اہل الذکاۃ بخلاف کتبہ لان الذکاۃ الاضطراۃ کذاۃ الاختیار اور اہرام ہے شکار مجوسی اور بت پرست اور بتدار اہرام باندھنے والے کا اس لیے کہ اشخاص مذکورین ذبح کرنے کی بیعت نہیں رکھتے برخلاف اہل کتاب کے اس واسطے کہ ذبح اضطراری ذبح اختیار کے مانند ہے وان رمی صید فہم یمنخنہ فرماہ آخر فقتلہ فهو للثنائی وحل اور اگر شکار کو ایک شخص نے تیرا مارا تو اس کو قتل کیا تو وہ شکار مردار سے

شخص کا مملوک ہے اور حلال ہے یعنی اس واسطے کہ دوسرے نے اس کو حیز امتناع سے خارج کر دیا وان اشحنہ الاول بان اخرج عن حیز الامتناع
وفیه من الحيوة ما ییش فالصيد للاول ورم لقدرته علی ذکاة الاختیار فصار قاتلاً فیحرم اور اگر اول شخص نے شکار کے زخم کاری لگایا اس طرح پر
کہ حیز امتناع سے اس کو خارج کر دیا یعنی اب بھاگ نہیں سکتا اور اس میں انہی حیات ہے جس سے جیتا ہے بعد اس کے دوسرے نے اس کو تیر مارا اور
قتل کیا تو وہ شکار شخص اول کا ہے اور اس کا کھانا حرام ہے بسبب قادر ہونے شخص اول کے ذکاة اختیار پر تو دوسرا شخص اس کا قاتل ہو گیا
تو وہ حرام مٹھراہم زلیعی نے کہا جب کہ شخص اول نے اس کو زخم کاری لگایا تو وہ حیز امتناع سے خارج ہو گیا اور وہ اس کے ذبح پر قادر ہو گیا تو اس پر
ذبح کرنا واجب ہوا اور حالانکہ اس نے اس کو ذبح نہ کیا اور دوسرا شخص اس کا قاتل مٹھراہم زلیعی نے اس کو ذبح کر دیا اور جب کہ ترک ذبح مع القدرة
سے حرمت ثابت ہوتی ہے تو قتل سے بطریق اول حرمت ثابت ہوگی وضمن الثانی للاول قیمته کما وقت اتلاذہ غیر ما نقصتہ جراحۃ اور دوسرا شخص
پہلے شخص کو تیر مارا وان دے اس کی پوری قیمت کا جو اس کی قیمت ہو اس کے تلف کر ڈالنے کے وقت سوائے اس نقصان کے جو اول کے زخم لگانے
سے حاصل ہو عام وجہ تاوان یہ ہے کہ ثانی نے غیر کے مملوک شکار کو تلف کر دیا اس واسطے کہ پہلا شخص زخم کاری لگانے سے اس کا مالک ہو گیا تھا
تو وقت اتلاف کے اس پر قیمت لازم آویگی جراحۃ اول کا نقصان وضع کر کے تو بیع اس کی یوں ہے کہ وہ شکار دس دم کا تھا مثلاً سو شخص اول کے
زخم سے دو دم کا نقصان ہو گیا پھر دوسرے نے تیر مارا تو آٹھ دم کا نقصان ہوا پھر شکار مر گیا تو دوسرا شخص آٹھ دم کا تاوان دے کذا فی المنع وحصل
اصطیاد مایوکل لحمہ ومالا یوکل لحمہ لمنفعة جلدہ او شعرہ اور لیشہ اول دفع شرہ وکلمہ مشروع لا طلاق النص اور حلال ہے شکار کرنا اس جائزہ کا جس کا
گوشت حلال ہے اور جس کا گوشت حلال نہیں اس کی کھال یا بال یا پر کی منفعت سے یا اس کی شر او رادیت کے دفع کرنے کے واسطے اور سب شکار
ماکول اور غیر ماکول شرع میں درست ہے نص قرآنی کی مطلق دلیل سے یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا و اذا صلتتم فاصطادوا یعنی جس وقت حج کا احرام باندھے
نہ ہو تو شکار کرو اس ریت میں ماکول اور غیر ماکول کی قید نہیں اور لغت عرب میں ماکول اور غیر ماکول دونوں کو شکار کہتے ہیں وفي القیۃ یجوز ذبح الہرة
والکلب لنفع ما والاوی ذبح الکلب اذا اخذت حرارة الموت اور قیہ میں ہے کہ بلی اور کتے کا ذبح کرنا کسی منفعت کے واسطے جائز ہے اور بہتر یہ ہے
کہ جب کتا مرنے لگے تو اس کو ذبح کر ڈالے مگر بلی موذی ہو تو اس کو نہ مارے نہ اس کے کان ملے بلکہ اس کو ذبح کر ڈالے چنانچہ وحیز میں ہے اور اگر کلب
عقور ہو یعنی کاٹا ہو تو اس کا قتل جائز ہے اور اس کا مالک تاوان نہیں دے سکتا کذا فی الطہطاوی و بہ طہر لحم غیر نجس العین کحزیر فلا یطہر اصلاً
وجلدہ وقیل یطہر جلدہ لا لحمہ وذا الصبح مالیتی یہ کما فی الشرع بلائیۃ عن المواہب ہنا و مر فی الطہارۃ پاک ہو جاتا ہے گوشت اور چمڑا غیر نجس العین کا
چنانچہ سور کہ وہ اصلاً پاک نہیں ہوتا اور بعضوں نے کہا کہ غیر ماکول کی کھال پاک ہو جاتی ہے نہ گوشت اس کا اور یہ قول اقوال مفتی بہا میں صحیح تر ہے
چنانچہ شریعہ میں مواہب کے کتاب الصيد میں منقول ہے اور یہ گزر گیا کتاب الطہارۃ میں اخذ الطہر لیل مباح والاوی عدم فعلہ خانیہ پرند کا پکڑنا
رات کو مباح ہے اور بہتر یہ ہے کہ ایسا نہ کرے کذا فی الخانیۃ بیکر تعلیم البازی بالطیر المحی لتعذیبہ مکروہ ہے بازو شکار سکھانا زندہ پرند پر اس لیے
کہ پرند کو اس سے تکلیف ہوتی ہے سمع الصائد حس الانسان او غیرہ من الالہیات کفرس وشاة فرمی الیہ فاصاب صید لم یحل شکاری نے
آدمی یا اس کے سگ یا لوجا نور چنانچہ گھوڑے اور بکری کی آہٹ سنی سو اس کی طرف تیر پھینکا سو شکار کو لگ گیا تو وہ شکار حلال نہیں مگر یہ مسئلہ کتب فقہ
میں مختلف مذکور ہے ہدایہ میں شکار مذکور حلال کہا ہے او مضمرات میں اس کو قول مختار قرار دیا ہے مفتی نے اس کو غیر ماکول کہا اس واسطے کہ اس نے
تیر مارا اور شکار کرنے کا قصد نہیں کیا زلیعی نے اسی کو پسند کیا اس وجہ سے کہ آدمی وغیرہ کی طرف تیر مارنا اصطیاد نہیں ہے اگرچہ تیر شکار کو لگ جاوے

۱۲ اس کے بیان کرنے کا کچھ فائدہ نہیں

کذا فی الطحاوی بخلاف ما اذا سمح حس اسد او خنزیر فرمی الیہ او ارسل کلبہ فاذا هو صید حلال الا کل حل برخلات اس سورت کے کہ جب شیر
یا سور کی آہٹ سے سو اس کی طرف تیر مارا یا کتا چھوڑا پھر ناگماں وہ شکار ماکول اُحم نکلا تو وہ حلال ہے لوم یعلم ان الحس حس صید او غیرہ لم یحل جو ہرہ لاش
اذا اجمع المبیح والمحرّم غلبا المحرم اور اگر معلوم نہ ہو کہ آہٹ شکار کی یا غیر شکار کی آہٹ ہے تو حلال نہیں کذا فی الجوزہ اس واسطے کہ جب بیع اور محرم
مجمع ہوتے ہیں تو محرم غالب ہو جاتا ہے احتیاط کی راہ سے رمی طبعیا فاصاب قرنہ او ظلفہ فمات ان ادماء اکل لوجود الجرح والالّا تیر مارا ہرن کو
سولگا اس کے سینگ یا کھر کو سو وہ مر گیا اگر اس کو خون آلودہ کر دیا تو وہ ماکول ہو گا زخم کے موجود ہو جانے سے اور اگر خون نہیں نکلا تو وہ ماکول نہیں
والجوزہ بحالہ الرمی فخل الصید بدوۃ اذا رمی مسلما لا باسلامہ اور اہلیت اصطیاد میں تیر اندازی کی حالت معتبر ہے تو شکار حلال ہے تیر انداز کے مرتد
ہو جانے سے جب کہ اس نے تیر لگایا ہو اسلام کی حالت میں اور شکار حلال نہیں تیر انداز کے اسلام لانے سے جب کہ اس نے تیر لگایا ہو بیت پرستی کی حالت
میں ہم عتابہ میں ہے کہ تیر لگانے اور کلب معلّم چھوڑنے کے وقت اسلام شرط ہے نو اگر اس نے تیر مارا یا کتا چھوڑا حالت اسلام میں پھر وہ مرتد ہو گیا تو شکار حلال اور اس کے
بالعکس حلال نہیں کذا فی العالمگیریہ ووجب الجزاء بحلہ اذا رمی محرّلا با حرامہ و سببی قبیل کتاب الدیات اور بدلا دینا شکار کا واجب ہو گا محرم
کے حلال ہو جانے سے جب کہ اسے تیر مارا حالت احرام میں نہ اسے محرم ہو جائے یعنی اگر غیر محرم تیر مارا شکار کو پھرنے احرام یا مذہب و جزا واجب نہیں اور یہ مسئلہ کتاب الدیات سے پہلے آویجا
فرع مسئلہ طمّۃ شایح کاوان باز یا معلّم اخذ صیداً فقتلہ ولا یدری اسلہ انسان او لا لایوکل لوقوع الشک فی الارسال ولا اباحتہ بدوۃ وان کان مرسل
فہو مال الغیر فلا یجوز تناولہ الا باذن صاحبہ ذلیعی اگر تعلیم یافتہ باز نے شکار پکڑا پھر اس کو قتل کیا اور معلوم نہیں کہ اس کو کسی انسان نے پھوڑا ہے شکار
پر یا نہیں تو اس کا کھانا درست نہیں شک پڑنے کے سبب سے ارسال میں اور حالانکہ شکار کی اباحت نہیں بدوۃ ارسال کے اور اگر باز آدمی نے پھوڑا بھی
تو وہ غیر کامال ہے تو بھی اس کا کھانا درست نہیں بدوۃ مالک کے اذن کے کذا فی الزلیعی قلت قد وقع فی عصرنا حادثۃ الفتویٰ وہی ان رجلاً وجد شاة
مذبوحة بستان ہل یحل اکلہ ام لا مقتنی ما ذکرناہ انہ لایحل لوقوع الشک فی ان الذایح من تحل ذکوۃ ام لا و ہل سمی اللہ تعالیٰ علیہا ام لا میں کہتا ہوں البتہ
ہمائے زمانہ میں ایک حادثہ فتویٰ طلب واقع ہوا وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنی بکری کو باغ میں مذبوح پایا تو اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں اور جو مسئلہ کہ ہم
نے ذلیعی سے ابھی ذکر کیا اس کا مقتنا یہ ہے کہ اس بکری کا کھانا حلال نہیں شک واقع ہونے سے اس میں کہ اس کا ذبح کرنے والا ان لوگوں میں ہے جن کا
ذبح حلال ہے یا ان میں سے نہیں ہے اور اگر ہے تو اس نے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام پاک لیا یا نہیں لیا لیکن فی الخلاصۃ من اللقطۃ قوم اصابوا البعیر الذی لہما
فی طریق البادیۃ ان لم یکن قریبا من الماء و وقع فی قلبہ ان صاحبہ فعل ذلک اباحتہ للناس لا یاس بالآخذ والاکل لان الثابت بالدلالۃ کالثابت بالقریح
انتھ فقط اباح اکلہا بشرط الذکوۃ لیس بشرط قالہ المصنف لیکن خلاصہ میں ہے کہ کتاب اللقطۃ سے کہ ایک قوم نے
ذبح کیا ہوا اونٹ پایا جنگل کی راہ میں اگر وہ پانی کے نہ ہو اور اس کے دل میں یہ بات جم جائے کہ اس کے مالک نے یہ کیا ہے لوگوں پر مباح کرنے کے واسطے
تو اس کے لینے اور کھانے میں مضائقہ نہیں اس واسطے کہ جو امر دلالت حال سے ثابت ہو وہ اس کے مانند ہے جو صریح قول سے ثابت ہے انتھی مافی الخلاصۃ
تو صاحب خلاصہ نے اس کا کھانا بشرط مذکور مباح کہا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کا دریافت ہونا کہ ذایح اہل ہے ذکوۃ کا شرط نہیں ہے ایسا کہا ہے
مصنف نے شرح میں ہم یہ قول استدراک ہے عدم علت کے قول پر پانی کے قریب کی قید اس واسطے لگائی کہ جب پانی کے قریب ہو گا تو بہ محتمل ہے کہ پانی
میں گرے مر گیا اور دریائی جانور نے اس کو پھاڑ ڈالا اور پانی کی موج نے اس کو باہر ڈال دیا اور بعضوں نے کہا ظن اباحت معتبر ہے خواہ پانی قریب ہو
یا نہ ہو مے قلت قد لفرق بین حادثۃ القتل والقطع بان الذایح فی الاول غیر مالک قطعاً و فی الثانی یحتمل میں کہتا ہوں استفتاء مذکور اور مسئلہ لقطہ میں

شہ اور نسخہ میں الصید ہے بجائے الطیر کے ۱۲

فرق بیان کیا جاتا ہے کہ ذبح کرنے والا اول میں غیر مالک ہے یقیناً اور ثانی میں احتمال یہ ہے کہ مالک نے ذبح کیا ہو یا غیر مالک نے
 م اس فرق سے کچھ حاصل نہیں کہ اگر بالفرض مالک ہی ذابح ہوا تو یہ معلوم نہیں کہ اس کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں کذا فی الحلی واللمطی وادارت
 بخط ثلثہ سرق شاة قد جہا بتسمیۃ فوجدنا جہا بل توکل الامح لا لکفرہ بتسمیۃ علی الحرام القطعی بلا ملک ولا اذن شرعی انتہی فلیحرر اور میں نے دیکھا
 فقہ معتد کے خط سے یہ مضمون کہ ایک شخص نے بکری جو راٹی پھر اس کو ذبح کیا بسم اللہ کہہ کر پھر بکری کے مالک نے اس کو پایا تو اس کا
 کھانا حلال ہے یا نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اس کا کھانا درست نہیں بسبب کافر ہو جانے ذابح کے حرام قطعی
 بسم اللہ کہنے سے بدول ملکیت اور بلا اذن شرعی کے انتہی قول تو اس کی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے ہم یہ صورت عادی فتویٰ طلب کے
 مفار ہے کیونکہ یہاں ذابح اور تسمیہ معلوم ہے اور حرمت اور ذبیحہ سے لازم آئی اور ولوں ذابح اور تسمیہ معلوم نہیں اور یہ جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ
 سے کافر ہو گیا سو معتد قول یہ ہے کہ اس قدر سے کافر نہیں ہوتا بلکہ جب اس کو حلال جانے کا نب کافر ہو گا اور تسمیہ علی الحرام سے
 اعتقاد صحت کا لازم نہیں اور اس کا مویہ فقہاء کا یہ قول کہ شاة غضب کی قربانی صحیح ہے چنانچہ مجتہبی میں ہے کہ جس نے بکری غضب کی اور
 قربانی کی تو اس کی قیمت کا تاوان اس پر لازم آیا اور قربانی ادا ہو گئی کیونکہ غضب سابق سے وہ مالک ہو گیا کذا فی الحلطی وافی الوہبانیۃ مال
 سے و مامات لا تطعمہ کلبا فانہ ۛ خبیث حرام نفعہ متعذر ۛ اور وہبانیہ میں کہا اور جو جانور مر گیا وہ کتنے کونہ کھلا کہ وہ ناپاک حرام متعذر النفع
 ہے یعنی مردار کو کتنے کے پاس لانا جائز نہیں لیکن کتنے کو اس کی طرف سے جانا جائز ہے چنانچہ شربلالی میں ہے مگر ظاہر وہبانیہ مطلقاً
 حرمت پر دلالت کرتا ہے قبیحہ کے مانند قبیحہ میں یوں ہے کہ بچے علمائے کما کہ مردار سے نفع لینا کسی وجہ پر جائز نہیں اور کتوں کو بھی کھلانے
 اور شاید کہ یہاں دو قول ہوں کذا فی الحلطی وافی و تملیک عصفور لواء جہہ اجز اور اجازت دی گئی تملیک کنجشک کی اس کے پانے والے کو
 ہم یعنی ارسال کے وقت اس کی تملیک پر وجہ اباحت مراد ہے تجنیس اور مزید میں ہے کہ ایک مرد نے اپنا جانور چھوڑ دیا اور دوسرے
 نے اس کو لیا اور اس کی درستی اور خبر گیری کی پھر اس کا مالک آیا سو اس کی دو صورتیں ہیں اگر اس نے چھوڑنے کے وقت یہ کہا کہ جو اس کو
 پکڑے ہم نے اس کو اس کا کر دیا یا یہ نہ کہا تو پہلی صورت میں مالک اس کو نہیں لے سکتا اس واسطے کہ اس نے تملیک کو مباح کر دیا اور
 دوسری صورت میں اس کو لینا جائز ہے عدم اباحت کے سبب سے یہی قول ہمارا ہے شکار کے چھوڑ دینے میں کذا فی الحلطی وافی مختراً
 واعتاق بعض الائمۃ منکر اور اس کے اعتاق کو یعنی کنجشک کے چھوڑنے کو یعنی علما انکار کرتے ہیں یعنی ارسال بلا اباحت کو جائز نہیں
 کہتے ہیں شارح وہبانیہ نے کہا کہ لفظ بعض اس پر دلالت کرتا ہے کہ اکثر علما اس کے مجوز ہیں حالانکہ ایسا منقول نہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ مذہب
 یہی ہے کہ حرام ہے کذا فی الحلطی وافی وان یلقہ مع غیرہ ہاذا خذہ اور اگر مالک نے عصفور مرسل کو غیر واحد کے ساتھ پایا تو مالک کو اس کا لینا
 جائز ہے ہم یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ مالک نے ارسال کے وقت لینے والے پر مباح نہ کر دیا ہو چنانچہ تجنیس اور مزید سے مذکور ہو چکا
 کذا فی الحلطی وافی کقشر لزمان رباہہ المقشر جیسے لینا جائز ہے چھلکا اس انار کا جس کو چھلکے والے نے پھینک دیا ہم برازیہ میں ہے شے خیر
 بے قیمت کا زمین سے اٹھا لینا شیخین کے نزدیک درست ہے لیکن بعد التقاط مالک اس کو لے سکتا ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ بعد البر
 وقی معلایا تنہاۃ وای حلال لا یحل اصطیادہ ۛ صیود او ماصیدت ولا ہی تنفر ۛ اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں یہ ہے وہ کون غیر محرم غیر ارض
 حرم میں ہے جس کا شکار کرنا حلال نہیں ان شکاروں کا جن کو غیر اس کے نے شکار نہیں کیا اور نہ اس سے متفر ہووے نہ بھلے گے ہم اس کا جواب
 شارح نے اگلے قول میں دیا ہو صید دخل دار رجل فخلق علیہ بابہ ملک فلا یملکہ غیرہ ولو بعد نزولہ یعنی مراد وہ شکار ہے جو ایک مرد کے گھر میں گھس گیا

ہو اس نے اس کے پتلہ دروازہ بند کر لیا یعنی قصداً اس طرح سے بند کر لیا کہ اس کے پکڑنے پر قادر ہو گیا تو اب اس کا کوئی مالک نہ ہو گا سو اے صاحب خانہ کے اگرچہ بعد اس کے خروج کے ہم یعنی شکار گھر میں گھسا پھر جب صاحب خانہ نے دیکھا تو دروازہ بند کر لیا اس طرح کہ وہ نکل نہیں سکتا اور صاحب خانہ اس کے پکڑ لینے پر قادر ہے بدوں شکار کرنے کے تو صاحب خانہ اس کا آخذ اور مالک ہو گیا اور اگر اس نے دروازہ بند کر لیا اور حالانکہ شکار اس کو معلوم نہیں تو اس کا آخذ اور مالک نہ ہو گا تو اگر پہلی صورت میں شکار باہر نکل گیا اور غیر صاحب خانہ نے اس کو پکڑ لیا تو وہ مالک نہ ہو گا اور دوسری صورت میں مالک ہو گا چنانچہ شرح دہبانیہ میں ہے قولہ ما صیدت میں نفی صید سے مراد صید حقیقی ہے نہ صید حکمی اور غیر محرم سے غیر صاحب خانہ مراد ہے کذا فی الخطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم۔



کتاب الرهن

یہ کتاب ہے مسائل رهن یعنی گرو کرنے کے احکام میں مناسبتہ ان کلام من الرهن والصید سبب لتخصیل المال مناسبت کتاب الرهن کی کتاب الصید سے یہ ہے کہ رهن اور شکار کرنا ہر ایک تخصیل مال کے سبب ہیں ہولغۃ مجلس الشیء یعنی رهن لغت میں عبارت ہے مجلس شے سے یعنی چیز کے روکنے اور بند کرنے سے خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال و شرعا مجلس شئی مالی ای جعل الشیء محبوبا سالان الحالیں ہوا رهن اور اصطلاح شرع میں عبارت ہے مالی چیز کے مجلس کرنے سے یعنی چیز کو محبوب کر دینا اس واسطے کہ مجلس کرنے والا رهن ہے نہ رهن م شایع نے مجلس شئی کی تفسیر جعل الشیء محبوبا اس واسطے کی تا رهن مالیں نہ کھڑے اس واسطے کہ مالیں تو رهن ہے نہ رهن بلکہ رهن تو شئی کا محبوب کر دینے والا ہے اور تعریف میں مجلس رهن اس واسطے مقبرہ ہوا کہ کلام ہے اس رهن میں جو رهن کا فعل ہے نہ ارتهان میں جو رهن کا فعل ہے مثلاً زید نے خالد سے سود مر لیے اور اپنا باغ اس کے پاس گرو رکھ دیا تو زید رهن ہے اور خالد رهن اور باغ مرہون بحق لیکن استیفاء ہ ای اخذہ منہ کلا وبعضا کان قیمة المرہون اقل من الدین رهن عبارت ہے مجلس شے سے لے کر اس حق کے جس کا حاصل کرنا اور لینا مرہون سے ممکن ہو خواہ تمام حق کا اس سے لینا ہو سکے یا بعض حق کا چنانچہ اگر قیمت مرہون کی دین سے کم ہو تو بعض حق کا حصول ممکن ہو گا نہ کل کام امکان اخذ کی قید سے وہ چیز نکل گئی جو نہیں ٹھہرتی چنانچہ عرف کذا فی الطحاوی کالدین کاف الاستقصاء لان العین لا یمن استیفاء من الرهن الا اذا صار دینا حکما لکسی چنانچہ دین کا حاصل کر لینا مرہون سے حق مذکور سے دین اس واسطے مراد ہوا کہ عین کا حاصل کرنا مرہون سے ممکن نہیں مگر جس وقت کہ عین دین حکمی ہو جائے چنانچہ دین حکمی کا بیان بعد ایک سطر کے آتا ہے شایع نے کہا کالدین کاف الاستقصاء کا کاف ہے نہ تمثیل کا یعنی حق منحصر ہے دین میں تو دین کل حق ہے نہ بعض ہم استیفاء عین مرہون سے اس واسطے ممکن نہیں کہ عین میں تو صورت مطلوب ہے سو اس کا نکلنا اور حاصل ہونا دوسری شے سے ممکن نہیں برخلاف دین کے کہ اس کا استیفاء مرہون سے ممکن ہے اس کو بیچ کر کذا فی شرح الوقایہ حقیقہ و مرہون واجب ظاہر و باطن اور ظاہر فقط کسٹن عبد و خل و جدلا او خمر او خواہ دین حقیقہ اور دین حقیقی وہ ہے جو ذمہ پر ظاہر اور باطن میں واجب ہو یا فقط ظاہر میں واجب ہو جیسے اس غلام کا ثمن جو آزاد نکلا یا وہ سرکہ جو خمر ثابت ہوا م تو بنظر ظاہر رهن صحیح ہے تو تاوان لازم آوے گا بائع پر اس کے ہلاک ہو جانے سے تو اگر غلام اور سرکہ کی قیمت دس درم ہو مثلاً تو بائع پر شری کو دس درم دینا لازم ہو گا محمد نے مبسوط اور جامع میں تصریح کی کہ مقبوض بحکم رهن فاسد لازم الضمان ہے ہی قول مختار ہے کذا فی الطحاوی عن الاختیار او حکما کالاعیان المضمونۃ بالمثل او القیمۃ کالسیبئی خواہ دین حکما ہو چنانچہ وہ اعیان جن کا ضمان مثل یا قیمت سے ہوتا ہے چنانچہ آگے مذکور ہو گا م مضمون بالمثل او القیمۃ کو مضمون بنفسہ بھی کہتے ہیں تاج الشریعہ نے کہا مضمون بنفسہ وہ ہے جس کے تلف ہو جانے کے وقت مثل واجب ہے اگر اس کا مثل ہو یا قیمت واجب ہے اگر اس کا مثل نہ ہو چنانچہ مقبوض اس واسطے کہ اگر غاصب مقبوض کے بدلے مالک کے پاس کوئی چیز رهن رکھ دے تو رهن صحیح ہے حالانکہ مقبوض دین نہیں ہے اور چنانچہ مقبوض علی سوم الشراء اور مقبوض بحکم بیع فاسد اور مہر قہر اور بدل خلع اور بدل صلح عن دم العمد اور مضمون بغیرہ چنانچہ وہ بیع جو بائع کے پاس ہے تو اس کا تاوان یعنی در صورت تلف ہو جانے کے ثمن سے ہے نہ قیمت سے کذا فی العینی حسن پہلی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں کہا کہ عین مضمون بنفسہ کی عوض رهن رکھنا صحیح ہے جیسے عوض دین کے رهن صحیح ہے اس واسطے کہ اس کا

مال کار دین ہے انتہی خانیہ میں ہے رہن رکھنا بعوض ہر دین کے جائز ہے لیکن رہن بعوض اعیان کی اس طرح ہے کہ رہن بعوض ان اعیان کے جو امانت اور ودیعت اور عاریت اور مال مضاربت اور بیضاعت ہیں سو جائز نہیں ہے اور اسی طرح رہن بعین مستاجرہ باطل ہے اور اسی طرح اعیان مضمونہ بغیر اس سے رہن جائز نہیں چنانچہ بائع نے عین کو بیچا اور بعوض بیع کوئی چیز رہن رکھ دی مشتری کے پاس قبل تسلیم کے تو وہ باطل ہے اے مگر اعیان مضمونہ بالقیمت سے رہن رکھنا مانند مغسوب کے بالاتفاق جائز ہے اور اسی طرح رہن بعوض مہر اور بدل خلع کے جائز ہے خواہ وہ عین ہو یا دین کا جائز ہے نہ مختصراً خلاصہ یہ ہے کہ عین مضمون بنفسہ در حکم دین ہے تو رہن کی یہ تعریف صادق آئی کہ رہن نہیں ہوتا مگر دین میں خواہ دین حقیقی ہو یا حکمی و منعقد یا یجاب و قبول حال کو نہ غیر لازم و جہنڈ فلما رہن تسلیم و الرجوع عنہ کافی الہیتہ اور رہن منعقد ہوتا ہے یجاب اور قبول سے درحالیکہ وہ عقد غیر لازم ہے اور اس وقت میں تو رہن کو تسلیم مہون کی اور رہن کے عقد سے رجوع کرنا جائز ہے چنانچہ یہی جائز ہے رہن غیر لازم ہے کیونکہ تبرع کا عقد ہے مانند ہبہ اور صدقہ کے ولہذا راہن پر جبر نہیں رہن رکھنے میں فاذا سلم قبضہ المترہن حال کو نہ محرز الامتفرقا لشر علی شجر مقرر غالا مشغولا بحق الراہن کشر بدون الشجر ممیز الامشا عا ولو حکما بان اتصل المترہون بعین المترہون خلقہ کا البتہ لشر و بتیضغ لازم پھر جب راہن نے مہون تسلیم کر دیا مترہن کو اور مترہن نے اس پر قبضہ کر لیا اس حالت میں کہ مہون مجتمع اور مضموم ہے نہ متفرق مانند متفرق ہونے پھل کے درخت پر خالی نہ مشغول بحق راہن جیسے رہن رکھنا درخت کا بدو پھل کے ممیز اور مقسوم ہے نہ مشاع اگرچہ شیوع حکمی ہو اس طرح کہ مہون متصل ہو غیر مہون سے باعتبار بیدائش کے چنانچہ اتصال درخت کا زمین مہون سے اور یہ آگے واضح ہوگا تو رہن لازم ہوگا بعد تسلیم اور قبض کے بشرط مذکورہ جب عدم تفرق مہون کا شرط ہوا تو پھل کا رہن رکھنا بدو درخت کے اور زراعت کا رہن بدو درخت کے جائز نہ ہوا اور جب مہون کا خالی ہونا بحق راہن سے شرط ہوا تو درخت کا رہن بدو درخت کے اور زمین کا بدو درخت کے اور گھر کا رہن بدو درخت کے جائز نہ ہوا فاذا ان القبض شرط اللزوم کافی الہیتہ و صحیح فی المجنبی انہ شرط الجواز مضافاً کلام مذکور اس کا مفید ہے کہ قبض مہون کا عقد رہن کے لازم ہو جانے کی شرط ہے جیسے ہبہ میں قبض لزوم کی شرط ہے اور مجنبی میں اس کی تصحیح کی ہے کہ قبض جواز رہن کی شرط ہے جب کہ قبض لزوم کی شرط ہو گئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح ہے بدو قبض کے مگر بدو قبض کے لازم نہیں اور جب جواز کی شرط ہوئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح نہیں بدو قبض کے والتخلیۃ بان الراہن والمترہن قبض حکما علی الظاہر اور تخلیۃ کر دینا درمیان مہون اور مترہن کے در حکم قبض کے ہے ظاہر الروایۃ میں یعنی قبض کا حکم جاری ہے تخلیۃ میں تو اگر بعد تخلیۃ مترہن اس کو نہ لے اور وہ ضائع ہو تو تاوان اس کا مترہن پر لازم آئے گا کذا فی الطحاوی عن ابی السعد نعم تخلیۃ یہ کہ راہن مہون کو ایسے موضع میں رکھ دے کہ مترہن اس کے لینے پر قادر ہو یہ ظاہر الروایۃ ہے اور ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ منقول میں قبض ثابت نہیں ہوتا بدو نقل کے کذا فی شرح الوقایۃ کا بیع فانہ فیہ ایضا قبض تخلیۃ رہن میں قبض ہے مانند بیع کے اس واسطے کہ تخلیۃ بیع میں بھی قبض ہے وہو مضمون اذا ملک بالاقول من قیمتہ ومن الدین اور جب مہون تلف ہو جائے مترہن کے پاس تو مترہن ہمس کا تاوان کمتر قیمت اور دین سے لازم آئے گا ہم یہ مراد نہیں کہ قیمت اور دین دونوں سے کمتر ضمان ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ دونوں میں سے جو کمتر ہے اس کا ضمان ہے تو اگر دین اقل ہے قیمت مہون سے تو اس قدر تاوان ہے مترہن پر اور اگر قیمت اقل ہے تو وہ تاوان ہے کذا فی شرح الوقایۃ تلف ہو جانے کی قید اس واسطے لگانے کہ اگر مترہن مہون کو تعدی سے تلف کر ڈالے گا تو تمام مہون کا تاوان اس پر لازم ہوگا چنانچہ محیط میں ہے اور اگر راہن اس شرط پر کر دے کہ اگر ضائع ہو مہون تو مفت بلا ضمان ضائع ہو تو رہن جائز ہے اور شرط باطل ہے تو تاوان لازم ہو کیونکہ یہ تبدیل مشروع ہے اور اگر بعض مہون تلف ہو تو دین قسمت کیا جائے گا مالک اور موجود پر مثلاً اگر گھر رہن رکھا اور اس کی قیمت ہزار ہے پھر گھر ویران ہو گیا تو ہزار کی قسمت ہوگی عمارت اور زمین کی قیمت پر یوم القبض سو عمارت کا حصہ ساقط ہوگا اور زمین کا حصہ باقی رہے گا کذا فی الطحاوی وعند الشافعی ہوا مانۃ اور شافعی

کے نزدیک مرہون امانت ہے تو تاوان لازم نہ آوے گا والمعتبر قیمتیہ یوم القبض للہاک کا تو ہم فی الاشباہ لمخالفتہ المنقول کا حررہ المصنف اور مرہون کی قیمت وہ معتبر ہے جو اس کی قیمت یوم القبض ہو یا یوم الہلاک کی قیمت جیسا دھوکا کھایا ہے صاحب اشباہ نے کیونکہ وہ منقول مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مصنف نے شرح میں اس کی تحقیق بیان کی ہے المقبوض علی سوم الزہد اذا لم یسہل المقدار ای مقدار مایہ ید اخذہ من الدین لیس مضمون فی الاصح کذا فی القنیۃ والاشباہ جس مرہون پر قبضہ ہو بطریق گفتگوئے زمین کے جب کہ مقدار اس دین کی مذکور نہ ہوئی ہو جس کو زمین طلب کرتا ہے تو اس کا تاوان لازم نہیں صحیح تر قول میں چنانچہ قنیۃ اور اشباہ میں ہے ہم یعنی راہن نے مرہون سے کہا کہ یہ چیز میں نے تیرے پاس گرو رکھی کچھ قرض میں تجھ سے لوں گا اور مقدار قرض بیان نہ کی اور مرہون ہلاک ہو گیا تو اس پر تاوان نہیں اور اگر مقدار مذکور ہو چکی تو تاوان لازم ہو گا فان ملک وسات قیمت الدین صار مستوفیا دینہ حکما سو اگر مرہون مرہون کے پاس تلف ہو گیا اور اس کی قیمت دین کے برابر ہے تو مرہون اپنا دین بحکم شرع پا چکا یعنی جتنا لینا تھا اتنا دینا لازم آیا تو برابر برابر ہو گیا گو یا دین بھر پایا اور زادت کا ان الفضل امانتہ فیض من بالتعدی یا قیمت مرہون کے دین سے زیادہ ہے تو جس قدر زائد ہے وہ امانت ہے تو اس کا تاوان تعدی سے لازم ہو گا یعنی جب امانت ٹھہری تو اس کے ہلاک ہونے سے ضمان نہیں مگر جب کہ مرہون تعدی سے اس کو ہلاک کرے گا اولقصت سقط بقدرہ ورجع المرہن بالفضل لان الاستیفاء بقدر المالیۃ یا قیمت مرہون کی کم ہے دین سے تو بقدر قیمت کے دین ساقط ہو گا اور زائد کو مرہون راہن سے بھر لے اس واسطے کہ حاصل ہونا تو بقدر مالیت کے ہوتا ہے ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر دس درم دین ہے اور دس درم مرہون کی قیمت ہے تو ہلاک ہو جانے سے اس صورت میں گو یا مرہون نے اپنا دین بھر پایا اور اگر پندرہ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرہون کے پاس امانت ہے اور اگر پانچ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرہون راہن سے بھر لے گا وضمن المرہن بدعوی الہلاک بلا برہان مطلقا سوا مکان من اموال ظاہرۃ او باطنۃ وخصۃ مالک بالباطنۃ اور تاوان دے گا مرہون کے دعوی ہلاک سے بدول شہادت کے ہر طرح خواہ مرہون اموال ظاہرہ سے ہو چنانچہ اراضی اور اور غلام وغیرہ خواہ اموال باطنۃ سے ہو چنانچہ نقد اور زیور امام مالک نے تاوان خصوص یا اموال باطنۃ کیا ہے ولہ طلب دینہ من راہنہ ولہ حبسہ بہ وان کان المرہن فی یدہ لان الحبس جزاء مطلقہ اور مرہون کو جائز ہے اپنا دین طلب کرنا اس کے راہن سے اور اس کو اختیار ہے راہن کے حبس کرنے کا دین کے سبب سے اس واسطے کہ حبس اور دین کی تائفر کا بدلہ لے یعنی باوجود قبض مرہون کے دین کا تقاضا کرنا اور راہن کو سرعت ادائے دین کے واسطے مجبوس کرنا مرہون کو درست ولہ حبس رہنہ بعد الفسخ للعقد حتی یقبض دینہ اور برہان لان المرہن لا یصل بحجۃ الفسخ بل یبقی رہننا ما بقی القبض والدین معا فاذا فاق احدہما لم یبق رہننا بل یجوز درر وغیرہ اور مرہون کو جائز ہے مجبوس رکھنا مرہون کا عقد مرہون کے فسخ ہو جانے کے بعد یہاں تک کہ وہ اپنا دین پا لے یا دین کو معاف کر دے اس واسطے کہ مرہن باطل نہیں ہو جاتا بجز فسخ عقد کے بلکہ مرہن باقی رہتا ہے جب تک کہ قبضہ اور دین ساتھ ہی باقی رہیں پھر جب دونوں میں سے ایک فوت ہوا یعنی قبضہ نہ رہا یا دین کو معاف کر دیا تو اب مرہن باقی نہ رہے گا کذا فی الزیلعی والدرر وغیرہ لا الانتفاع بہ مطلقا لا بالاستخدام ولا سکنی ولا لیس ظاہرۃ او عارۃ سوا مکان من مرہن اور راہن الا باذن کل للاخر جائز نہیں منفعت حاصل کرنا مرہون سے ہر طرح نہ ظلام لوندی کی خدمت لینے سے نہ مکان کی سکونت لینے سے نہ کپڑے کے چھیننے سے نہ اجارہ دینے یا عاریت دینے سے برابر ہے کہ یہ انتفاع مرہن لے یا راہن کسی کو درست نہیں مگر باذن ہر ایک کے دوسرے کو یعنی مرہن راہن کو انتفاع کی اجازت دے یا راہن مرہن کو تب البتہ درست ہے ہم صیرفیہ میں ہے کہ عدم انتفاع مرہن تو سب متون فقہ میں مذکور ہے لیکن عدم انتفاع راہن مجمع سے ماخوذ ہے اور غایۃ البیان میں اقطع سے یہ منقول ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا کہ راہن کو استیفاء منافع رہن جائز نہیں مگر مرہن کے اذن سے اور اسی طرح اس میں تصرف کرنا کذا فی الطحاوی عن ابی السعود وقیل لا یصل للمرہن لا یربوا اور بعضوں نے

کہ فائدہ لینا مرہن کو جائز نہیں اگرچہ راہن اجازت سے اس واسطے کرے تو بیان ہے کہ جب مرہن نے اپنا دین پورا پایا تو جو منفعت حاصل ہو وہ فضل ہے یہی تو بیان ہے اسی لیے بعض علماء اس بات کے قائل ہوئے کہ مرہن کو رهن سے نفع لینا درست نہیں مصنف نے شرح میں اس قول کو دیانت اور یقین پر محمول کیا اور جو کتب معتبرہ میں حلت انتفاع یا رهن کو رهن کو حکم اور فتویٰ پر محمول کیا کذا فی الخطا و قبل ان شرط کان ربوا والا لا اور بعضوں کا کہ عقد رهن میں استيفاء منافع شرط ہے تو بیان ہے اور اگر شرط نہیں تو بیان نہیں فی الاشباہ و المجاہد اباح الراہن للمرہن اكل الثمار و سکن الدار و لبن الشاة المرہونۃ فاکلھا یغنی و لم یمنعہم افاد فی الاشباہ ان یکرہ للمرہن الانتفاع بذلک و یجوز آخر الراہن اور اشباہ اور ہوا ہر میں ہے کہ راہن نے مرہن کو درختوں کا پھل کھانا اگر کھارہنا اور رهن کی بکری کا دودھ مباح کر دیا سو مرہن نے وہ کھایا تو اس پر ان منافع کا تاوان نہیں اور راہن کو اباحت کے بعد منع کر دینا ہی جائز ہے پھر اشباہ میں یہ فائدہ بیان کیا کہ مرہن کو یہ نفع لینا مکروہ ہے اور اس کا بیان کتاب الراہن کے آخر میں آدے کا م غالب حال لوگوں میں ہے کہ رهن رکھنے سے انتفاع کا قصد رکھتے ہیں اور اگر فائدہ متوقع نہ ہو تو قرض نہ دیں تو یہ بمنزلہ شرط کے ہے اس واسطے کہ معروف کا مشروط ہے یہ تاہم ہے عدم جواز کی کذا فی الخطا و ی ماتت الشاة فی ید المرہن قسم الدین علی قیمتہ الشاة و لبنہا الذی شر بہ فخط الشاة لیسقط و حظ اللبن یاخذ المرہن بکری مرگئی مرہن کے پاس یعنی وہ بکری جس کے دودھ پینے کی راہن نے مرہن کو اجازت دی تو دین قسمت کیا جائے گا بکری اور اس دودھ کی قیمت پر جو مرہن نے پیا تو بکری کا حصہ ساقط ہوگا اور دودھ کا حصہ مرہن نے کام ایک مرد نے بکری گرو رکھی اور مرہن کو اس کا دودھ مباح ہوا تو مرہن کو پینا جائز ہے اور اس پر ضمان نہیں پھر اگر بکری اس کے پاس مرگئی تو دین کی قسمت ہوگی باری اور دودھ کی قیمت پر سو بکری کا حصہ ساقط ہوگا دین سے اور دودھ کے حصہ کو مرہن راہن سے بھر لے گا اس واسطے کہ مرہن کا پینا راہن کے اذن سے بمنزلہ راہن کے پینے کے ہے کذا فی النہی نہ خطا و ی نے مسئلہ عالمگیری علی محیط سے نقل کیا ہے اس کی عبارت میں کچھ ساقط ہو گیا ہے فلو حصل الانتفاع بہ قبل اذ نہ صار متعديا ولم یسئل الراہن بہ پھر اگر مرہن نے مرہون سے فائدہ حاصل کیا قبل از اذن راہن کے تو وہ متعدي ہو گیا اور رهن باطل نہ ہوگا اس کی اس تعدی سے و اذا طلب المرہن دینہ امر باحضار رهنہ لئلا یضیرتو فیما مرہن اور جب کہ مرہن اپنا دین طلب کرے تو اس کو مرہون کے حاضر کر دینے کا حکم ہوگا تاکہ وہ دوبار مستوفی نہ ٹھہر جائے ہم اس واسطے کہ رهن کا قبضہ استيفاء کا قبضہ ہے تو مال پر قبضہ کرنا یا وجود قیام بہ استيفاء جائز نہیں اس واسطے کہ اس میں تکرار استيفاء لازم آتا ہے اس صورت میں جب کہ مرہون ہلاک ہو جائے مرہن کے پاس ادبہ امر محتمل ہے کذا فی الزیلعی الا اذا کان له محل او عند العدل لا دلم یا مئذ نہ شرح مجمع مگر اس صورت میں احضار رهن ضرور نہیں جبکہ مرہون کے حاضر کرنے کے واسطے بار برداری کی حاجت ہو یا مرہون کسی معتد کے پاس رکھا ہو اس واسطے کہ راہن نے مرہن کو معتد نہ سمجھا تب دوسرے کے پاس رکھا کذا فی شرح الجمع فان احضر مسلم لہ دینہ اولاً ثم سلم المرہن رهنہ تحقفا للتسویۃ پھر اگر مرہن نے مرہون کو حاضر کر دیا تو اس کا پورا دین اس کو دیا جائے گا پہلے پھر مرہن اس کے مرہون کو تسلیم کرے تاکہ تعین حق میں برابری ثابت ہو جائے ہم یعنی حق مرہن دین میں متعین ہو جائے جیسے راہن کا حق مرہون میں متعین ہے یہ علت ہے اختیار کی اور پہلے دین تسلیم کرنے کی یہ علت ہے کہ رهن مجبوس ہے استيفاء دین کے واسطے تو جب تک دین حاصل نہ ہوگا مرہن دفع مرہون کا امور نہ ہوگا وان طلب دینہ فی غیر بلد العقد للراہن فکذلک حکم ان لم یکن للراہن مؤنۃ وان کا لحدہ مؤنۃ سلم دینہ وان لم یحضر لان الواجب علیہ التسلیم بمعنی التخلیۃ لا النقل من مکان الی مکان اور اگر مرہن نے اپنا دین طلب کیا عقد رهن کے غیر مشرط میں تو اسی طرح احضار کا حکم ہے اگر مرہون کے لانے میں بار برداری کی مشقت نہ ہو اور اگر اس کے لانے میں مشقت ہو تو دین اس کو دیا جائے گا اگرچہ مرہن مرہون کو حاضر نہ کرے اس واسطے کہ مرہن تسلیم مرہون بمعنی تخلیہ واجب ہے نہ نقل کرنا مرہون کا ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف و نقل القمستانی عن الذخیرۃ انہ لو لم یقدر علی احضارہ اصلاح قیامہ

یومیر انتہی غلیظ اور قستانی نے ذخیرہ سے نقل کیا کہ اگر مہون کو حاضر کرنے پر قادر نہ ہو باوجود موجود ہو تو مہون کے تو اس پر حاضر کرنے کا حکم نہ ہوگا انتہی قول تو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر چہ مہون عقد زمین کے شہر میں ہو و لیکن للراہن ان یکلفہ بالشدہ ہلاک و لیکن راہن اختیار ہے کہ مہون سے قسم لے خدا کی قسم مہون موجود ہے تلف نہیں ہوا ہے یعنی در صورت عدم احضار و ہذا کلام اذا ادعی الراہن ہلاک لہ الا انہ یثقل فائدۃ فی احضارہ و کذا حکم عند کل بنجم حل اور یہ سب مذکور اس وقت ہے جب کہ راہن مہون کے تلف ہو جانے کا دعویٰ کرتا ہے اور اگر ہلاکی کا دعویٰ نہ ہو تو مہون کے حاضر کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہے اور اسی طرح کا حکم ہے ہر ایک اس قسط کے نزدیک جس کی مدت پہنچ گئی ہو یعنی اگر دین بطور قسط بندی کے ہو اور قسط کی مدت آئے اور مہون بقدر قسط کے طلب کرے تو مہون پر اظہار مہون کا جبر نہ ہوگا لہذا حررہ ابن السننہ و قال لا بد لہ من دفع مالہ بحضر الزہن او یکن بغير مکان العقد و الحمل لیسر ذہنا و مضمون مذکور کو ابن شہنہ شاری نے تحریر کیا ہے اور یوں کہتا ہے اور تمام دین کا دینار راہن کو لازم نہیں جب تک مہون کو حاضر نہ کرے یا کہ مہون ہو عقد زمین کے غیر شہر میں اور حالانکہ اس کی بار برداری میں دشواری ہے یعنی در صورت عدم دشواری غیر شہر میں حاضر کرنا ضرور ہوگا خواہ راہن مدعی ہلاک ہو یا نہ ہو و کذا البنجم اولاد و دعویٰ مدنیہ ہلاک و ہذا فی النہایۃ یذکرہ اسی طرح قسط کا حکم ہے کہ بدوں احضار مہون راہن تسلیم قسط لازم نہیں یا کہ مہون پر اظہار زمین لازم نہیں بدوں دعویٰ ہلاک راہن کے اور تفصیل قول اخیر کی نہایت شرح ہدایہ میں مذکور ہے ہم یہ تنویع قول اشارہ ہے ہدایہ اور نہایت کے اختلاف کا ہدایہ میں یوں ہے کہ جیسے استیفائے کل دین کے واسطے احضار مہون ضرور ہے ویسے ہی استیفاء ہر قسط کے واسطے احضار لازم ہے بسبب احتمال تلف ہو جانے کے اور نہایت اور زیادات میں ہے کہ اگر راہن مدعی ہلاک ہے تو احضار ضرور ہے تا اس کی خاطر جمع ہو جائے ورنہ احضار میں کچھ فائدہ نہیں کذا فی الطحاوی مختصراً و لا یکلف مہون قد طلب دینہ احضار زمین قد وضع عند العدل بامر الراہن اور جس مہون پر مہون طلب کیا وہ مکلف نہ ہوگا اس مہون کے حاضر کرنے کا جو اس نے رکھا ہے معتقد شخص کے پاس راہن کے امر سے یعنی اس واسطے کہ راہن نے مہون پر اعتماد نہیں کیا تب دس نے دوسرے کے پاس رکھا و لا احضار مہون زمین باعہ المہون بامرہ اسی بامر الراہن حتی یقبضہ لانہ بذلک اور نہ مکلف ہوگا مہون مہون اس مہون کے مہون حاضر کرنے کا جس کو مہون نے بیچ ڈالا ہے راہن کے امر سے یہاں تک کہ مہون پر قبضہ کرے علم احضار مہون کی وجہ اذن ہے راہن کا بیع و حینئذ فاذا قبضہ ای المہون یکلف احضارہ لقیام البذل مقام المبدل اور اس وقت میں جب کہ مہون پر قبضہ کرے گا تو مہون حاضر کرنے کا مکلف ہوگا بسبب قائم ہونے بدل کے مقام مبدل کے م بدل مہون ہے اور مبدل مہون یعنی جیسے مہون کا حاضر کرنا در صورت طلب دین لازم ہے اسی طرح بعد قبضہ مہون کے مہون کا حاضر کرنا لازم ہوگا کیونکہ وہ بدل ہے مہون کا و لا یکلف مہون مہون رہنے تمکین الراہن من بیعہ لیتقبضہ لانی لان حکم الزہن الجبس الدائم حتی یقبض دینہ اور جس مہون کے ساتھ مہون ہے وہ اس کا مکلف نہ ہوگا کہ راہن کو بیع مہون پر قادر کرے تا وہ اپنا دین اس کے مہون سے ادا کرے اس واسطے کہ راہن کا حکم دائمی جس ہے یا قبض دین و لا یکلف من قبض بعض دینہ او ابراہیم بعضہ تسلیم بعض دینہ حتی یقبض البقیۃ من الدین او یرثہا اعتبار الجبس المبیع اور جس مہون کا کچھ دین ادا کیا گیا یا اس نے کچھ دین معاف کر دیا وہ بعض مہون کی تسلیم کا مکلف نہ ہوگا جب تک وہ قبضہ نہ کرے گلاہنے باقی دین پر یا باقی کو معاف کر دیا جس بیع کے قیاس پر یعنی اگر مشتری نے بعض مہون ادا کیا تو باقی پر جبر نہیں تسلیم بیع کا اسی طرح بعض دین کے قبض یا ابراہیم بعض مہون کی تسلیم مہون پر لازم نہیں و یجب علی المہون ان یحفظہ بنفسہ و عیالہ کافی الودیعۃ اور مہون پر یہ قسط ہے کہ مہون کی حفاظت کرے اپنی ذات سے اور اپنے اہل و عیال سے جس طرح و دلچست کی حفاظت واجب ہے ہم حفظ عیال میں مہون کی حفاظت ہے نہ نفقہ اور اگر زوجہ مہون اپنے زوج کے حفظ میں دے تو اس پر ضمان نہیں اگرچہ زوجہ پر زوج کا نفقہ نہیں کذا فی النہوی و مضمون ان حفظہ لیسر ہم کا مہون اور مہون پر ضمان لازم ہوگا اگر غیر عیال سے اس کی حفاظت کرے گا پناہ کتا با لودیعۃ گزر گیا اور ضمان سے عصبہ کا ضمان مراد ہے نہ زمین کا ضمان

لذانی الطحاوی ومن یأیداعه و عارته و اجارته و استخارہ و تعدیہ کل قیمتہ فیسقط الدین بقدرہ اور مرہن پر ضمان لازم ہوگا اس کی ودیعت رکھنے
 عادت دینے اور اجارہ دینے اور خدمت لینا اور تعدی سے مرہون کی تمام قیمت کا تو دین ساقط ہو جائے گا بقدر اس کے یعنی اور باقی کا مطابق
 کرے گا راہن پر و کذا یضمن کل قیمتہ بجعل خاتم الزین فی خنصرہ سواء جعل فضہ بطن کمر او لہ فیتی برجندی الیسری والیمنی علی ما اختارہ الرضی اور اسی
 طرح مرہن تاوان دے گا پوری قیمت کا مرہن کی انگوٹھی پہننے سے اپنی یا اہل یا دہنی چھنگلی میں بنا بر اس قول کے جس کو رنی نے پسند کیا ہے خواہ انگوٹھی
 نے نگین کو اپنی باطن کف میں کرے یا نہ کرے اسی کا فتویٰ ہے کذا فی البرجندی ضمان اس واسطے لازم آیا کہ یہ استعمال ہے نہ حفاظت لکن قد منا
 فی الخطر عن البرجندی منها ان شعار الروافض وانہ یجب التحرز عنہ فتنہ قلت ولکن جرت العادة فی زماننا بلبسہ کذلک فیسبغی لزوم الضمان
 نیاسا علی مسئلہ السیف الایۃ فلیحذر لیکن ہم نے کتاب الخطر میں مقدم ذکر کیا ہے برجندی سے کہ دہنی چھنگلی میں انگوٹھی پہننا اور فضیوں کی عادت
 اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہے تو آگاہ رہنا میں کہتا ہوں ولیکن ہمارے زمانہ میں تو دہنی چھنگلی میں انگوٹھی پہننے کی عادت جاری ہو گئی ہے
 و لازم ہونا ضمان کا لازم ہے مسئلہ سیف پر قیاس کرنے سے جو آگے آتا ہے تو اس کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے لایسجلہ فی اصبح اخری الا اذا کان
 امرأۃ قضمن لان النساء یلبس کذلک فیکون استئصال الاحتفاظ ابن اکمال معزیا للمزیلعی ضمان لازم نہ ہوگا سوائے چھنگلی کے دوسری
 نگلی میں پہننے سے مگر جس صورت میں مرہن عورت ہوگی تو دوسری نگلی کے پہننے سے بھی تاوان دے گی اس واسطے کہ عورتیں اسی طرح چھنگلی کے سوا
 اور انگلیوں میں بھی پہنتی ہیں تو ان کے حق میں یہ استعمال ہوا نہ حفظ چنانچہ ابن کمال نے یہ ذکر کیا ہے زیلعی کی طرف نسبت کر کے ہم یہ جو کہا اور انگلی
 پر ضمان لازم نہ ہوگا تو مراد ہے کہ ضمان غصب لازم نہ ہوگا اور یہ نہیں کہ اصلا ضمان لازم نہ ہوگا بلکہ اس صورت میں تلف ہو جائے سے قیمت یا دین سے جو کمتر ہوگا اس قدر ضمان
 لازم آوے گا کذا فی الزیلعی ومثلہ تقلد سیفی الزین للاثلثۃ فان الشجعان یقلدون فی العادة بسیغین للاثلثۃ اور انگوٹھی کے مانند دو تلواروں
 کا باندھنا ہے نہ تین تلواروں کا اس واسطے کہ بہادر عادت میں دو تلواریں باندھتے ہیں نہ تین تلواریں یعنی اگر مرہن کی دو تلواریں باندھیں تو ضمان لازم ہوگا
 لیونکر یہ استعمال ہے اور اگر تین تلواریں باندھیں تو ضمان لازم نہ ہوگا کیونکہ یہ حفاظت ہے نہ استعمال و فی لبس خاتمہ ای خاتم الزین فوق آخر
 جمع الی العادة فان کان منی تجمل بلبس خاتمین فمن والا کان حافظا لیسمن اور مرہن کی انگوٹھی پہننے میں دوسری انگوٹھی پر عادت کی طرف رجوع کیا
 جائے گا تو اگر مرہن ان لوگوں میں سے ہے جو تجمل اور آرائش کرتے ہیں دو انگوٹھیاں پہن کر تو تاوان دے گا اور اگر ان لوگوں میں نہیں تو محافظ کھڑے گا
 تو ضمان نہ دے گا ثم ان قضی بہا ای بالقیمۃ الذکورۃ من جنس الدین یلتقیان قضا صا بمجرده ای بمجرۃ القضاء بالقیمۃ اذا کان الدین حالا
 وطالب المرہن الراہن بالفضل ان کان ثمرہ فصل پھر اگر مرہن نے قیمت مذکور ادا کی جنس سے تو ادائے ضمان اور دین دونوں مل کر برابر
 ہو جائیں گے بمجرۃ ادا کرنے قیمت کے جس وقت کہ دین حال ہو نہ موجد اور مرہن راہن زائد کا مطالبہ کرے گا اگر وہاں دین زیادہ ہوگا قیمت سے
 ہم درہم اور دنانیر و جنسین مختلف ہیں چنانچہ معدن میں مصرع ہے اور شرح حموی سے مستفاد ہوتا ہے کذا فی الطحاوی وان کان الدین مؤجلا
 فیضمن المرہن قیمتہ وتکون رہنا عنده فاذا حل الاصل اخذہ بدنیہ اور اگر دین مؤجل ہو تو مرہن اس کی قیمت کا تاوان دے اور قیمت مذکور مرہن
 کے پاس رہے گی پھر جب مدت دین کی آوے گی تو مرہن اس کو لے گا اپنے دین کے بدلے وان قضی بالقیمۃ من خلاف جنسہ کان الضمان رہنا
 عنده الی قضاء دینہ لانہ بدل الزین فاخذ حکمہ اور اگر مرہن نے قیمت ادا کی جنس دین کے مخالف تو تاوان رہے گا مرہن کے پاس اس کے دین کے
 ادا ہونے تک اس واسطے کہ تاوان بدلہ ہے مرہون کا تو بدل نے مبدل کا حکم لیا مجوس رہنے میں واجرة بیت حفظہ وحافظہ وادی الختم علی المرہن
 اور مرہن کی حفاظت کے گھر کا کرایہ اور اس کی نگہبانی کی اجرت اور بھیڑ بکری کے رہنے کا مکان مرہن پر لازم ہے واجرة راعیہ لوجیوانا ونفقۃ

الزہد والخراج والعشر علی الراہن اور مرہون کے چرانے والے کی اجرت اگر مرہون جائید ہو اور نفقہ مرہون کا اور مرہون زمین کا خراج اور عشر راہن پر ہے والاصل فیہ ان کل ما یحتاج الیہ لمصلحتہ الزہد بنفسہ وتبقیۃ فعلی الراہن لانہ ملکہ وکل ما کان لحفظہ فعلی المرہن لان حبسہ لہ اور قاعدہ کلیہ اس میں یہ کہ جو چیز ذات مرہون اور اس کے باقی رکھنے کی مصلحت کے واسطے محتاج الیہ ہو سو وہ راہن پر واجب ہے اس لیے کہ مرہون راہن کی ملک ہے اور جو چیز مرہون کی محافظت کے واسطے ہو سو وہ مرہن پر لازم ہے اس واسطے کہ اس کا مجبوس رہنا اس کے حق کے واسطے ہے ہم نفس مرہون کے محتاج الیہ چنانچہ طعام اور پانی اور لباس اور اجرت دایہ اور چرانے والے کی اور چاہا اور باغ کی سچائی وغیرہ ملکہ من المصلحات والعلم انہ لا یلزم شئ منہ لواء شرط علی الراہن فہستانی عن الذخیرۃ اور یہ جان رکھ کہ جو چیز مرہن پر لازم ہے اس میں سے کچھ لازم نہ ہوگا اگر مرہن راہن پر شرط کرے کفافی بقیۃ عن الذخیرۃ ہم چنانچہ زخم مرہون کا اور ردی کی قیمت اور طبیب کی اجرت مرہن پر لازم ہے بشرطیکہ مرہن کے پاس زخم لگا ہو تو شرط کرنے سے یہ امور راہن پر لازم نہ ہوں گے کذا فی الطحاوی عن القستانی واما موقوفہ ردہ بمجمل ابقی اور دجز منہ مکداۃ جریح الی یدہ ای لا ید المرہن فتنقسم علی المصنوع والا مانتہ فالمصنوع علی المرہن والا مانتہ مصنوۃ علی الراہن لوقیۃ اکثر من الدین اور مرہن کے پاس مرہون کے پھیر لانے کا خرچ چنانچہ غلام اگر نختہ کے لئے والے کا اجر یا اس کے کسی جز کے پھیر لانے کی اجرت چنانچہ عسوز خنمی کا معالجہ سو منقسم ہے مصنوع اور امانت پر سو تیس قدر مصنوع ہے اس قدر کا خرچ پر ہے اور امانت کا خرچ راہن پر بشرطیکہ مرہون کی قیمت دین سے زیادہ ہو مثلاً دین سو درم ہے اور غلام مرہون کی قیمت دو سو درم ہے تو سو درم کا ضمان مرہن پر ہے اور زیادہ دین سے امانت ہے سو اگر غلام اگر نختہ کے پھیر لانے میں دس درم صرف ہوئے تو نصف مرہن پر لازم ہوں گے اور نصف راہن پر والا فعلی المرہن اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زیادہ نہیں یعنی قیمت دین کے برابر ہے یا کم تو اس کا خرچ پھیر لانے کا مرہن پر ہے نہ راہن پر وگنہ معالجۃ امراض وقرح و فداہ جنایۃ اور اسی طرح کا حکم ہے معالجۃ امراض اور قرح اور فداہ جنایت کا وکل ما وجب علی احدہما فاداہ الاخر کان مقبرۃ الا ان یا مرہ القاضی بہ ویجبلہ دینا علی الآخر فحینئذ یدفع علیہ و بجد امر القاضی بلا تصریح بجبلہ دینا علیہ لایرید کما فی المنطقہ اور جو چیز مرہن یا راہن پر واجب ہو پھر دوسرا اس کو فدا کرے تو وہ تبرع ہوگا اس کا دعوی نہیں کر سکتا مگر یہ کہ قاضی اس کو اس کا حکم کرے اور اس کو دین پھر اسے دوسرے پر اس وقت میں دے دوسرے سے اپنا خرچ پھیر لے گا اور بجد امر قاضی کے بدوں اس تصریح کے کہ اس کو دوسرے پر دین پھر اسے رجوع نہیں کر سکتا چنانچہ یہ منقطع میں مصرح ہے وعن الامام لایرید جمع لوصاحبہ حاضر مطلقا خلافا للثانی وہی مسئلۃ الجوز یطعی اور امام سے ایک روایت یوں ہے کہ خرچ کرنے والا رجوع نہ کرے گا اگر اس کا ساتھی موجود ہے مطلقا رجوع نہیں خواہ قاضی امر کرے یا نہ کرے بخلاف ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک امر اور بدولت امر ہر طرح رجوع ہے اور یہ جبر کا مسئلہ ہے کذا فی الزبلی ہم یعنی امام کے نزدیک مکلف حاضر پر قاضی جبر نہیں کر سکتا اور ابو یوسف کے نزدیک قاضی کو اس کا اختیار فتاوی عالمگیری میں جو امر اخلاقی سے منقول ہے کہ قول اول پر فتویٰ ہے یعنی بامر قاضی ایک دوسرے سے اپنا خرچ پھیرے گا کذا فی الطحاوی قال الراہن الزہد غیر بذل وقال المرہن بل ہذا ہوالذی ارہنتہ عندی فالقول للمرہن لانہ القابلین راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہیں اور مرہن نے کہا کہ یہ وہی مرہون ہے جس کو تو نے میرے پاس رکھا تھا تو مرہن ہی کا قول معتبر ہوگا اس لیے کہ وہ قابض ہے اور قول معتبر نہیں مگر قابض کا بخلاف ما لواء علی المرہن ردہ لراہن بدقبحہ فان قول الراہن لانہ النکر بخلاف اس صورت کے کہ اگر مرہن نے اس کو پھیر دینے کا دعوی کیا اپنے قبضہ کرنے کے بعد تو اب راہن کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ وہ منکر ہے یعنی رد عارض مرہون کا وہ منکر ہے فان برہنا فلراہن ایضا وسقط الدین لاجل الزیادۃ پھر اگر راہن اور مرہن گواہ گذرانیں تو بھی راہن ہی کے مقبول ہوں گے بسبب زیادت اثبات کے اور دین مرہن کا ساقط ہو جائے ولو قبل قبضہ فالقول للمرہن لانکارہ دخول فی ضمانہ اور اگر اختلاف ہو اس کے مقبوض ہونے سے پہلے یعنی مرہن کہتا ہو کہ مرہون تلف ہو گیا راہن پاس میرے قبضہ کرنے سے پہلے اور راہن کہتا ہو بلکہ تیرے قبضہ کرنے کے بعد تلف ہوا تو مرہن کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ وہ اس کے دخول فی

کا منکر ہے کذا فی الطحاوی عن البرازیہ وان برہنا فللرہن لا ثباتہ الاضمان بزازیہ اور اگر دونوں اپنے دعویٰ پر گواہ لاویں تو راہن کے گواہ مقبول ہوں گے
 بسبب اس کے ثابت کرنے عنان کے کذا فی البرازیہ و يجوز له السفر به بالرہن اذا كان الطريق آمنا كما فی البدیۃ وان كان له حمل وموتہ اور مرہن
 کو جائز ہے مرہون کا سفر میں لیجانا جب کہ راہ بے خوف ہو جیسے ودیعت کو سفر میں لیجانا بشرط امن طریق جائز ہے اگرچہ مرہون کے لے جانے کے
 واسطے بار برداری اور خرچ کی حاجت ہو و کذا لا انتقال علی البلد و کذا العدل الذی الرہن فی یدہ کما فی العمادیۃ معزیا للعدۃ علی خلاف مافی فتاوی
 القاضیین ولعل مافی العدۃ قول الامام ومافی الفتاوی قولہما کما لیفیدہ کلام القینۃ اور اسی طرح مرہون کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں لے جانا درست
 ہے اگرچہ مدت سفر نہ ہو اور اسی طرح اس معتد شخص کو سفر جائز ہے جس کے قبضے میں مرہون ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے عدہ سے منقول برخلاف دو قاضیوں
 کے فتاویٰ یعنی قاضی خاں اور قاضی ظہیر الدین کے فتاویٰ کے اور شاید کہ جو روایت عدہ میں ہے وہ امام کا قول ہے اور جو دونوں فتاویٰ میں ہے وہ صاحبین
 کا قول ہے چنانچہ یہ مفہوم ہوتا ہے قینۃ کے کلام سے ہم شاید کہنے کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ فتاویٰ قاضی خاں میں قول صاحبین کا صریح مذکور
 ہے کذا فی الطحاوی فائدة فی الحدیث اذا علی الرہن فهو بافیہ قالوا معناه اذا اشتبہت قیمتہ بعد ہلاک بان قال کل لا اور سے کم کانت قیمتہ ضمن بافیہ
 من الدین کما ذکرہ المصنف اول الباب فائدہ حدیث میں ہے کہ جب رہن دکھائی نہ پڑے تو وہ بعوض اس دین کے ہے جس میں وہ مرہون ہے شرح حدیث
 نے کہا مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جب مرہون کی قیمت مشتبہ ہو اس کے ہلاک ہو جانے کے بعد اس طرح پر کہ راہن اور مرہن ہر ایک کہتا ہو کہ میں نہیں جانتا
 کہ اس کی قیمت کتنی تھی تو مرہن تاوان سے اس قدر دین کا جس قدر میں وہ رہن تھا یعنی دین راہن سے ساقط ہو جاوے گا جب کہ مرہن کے پاس مرہون
 ہلاک ہو جائے ایسا ذکر کیلئے مصنف نے شرح میں کتاب الرہن کے شروع میں ہم یہ حدیث مسند اور مرسل دونوں طرح مروی ہے مسند کی تودار قطنی نے بسند ضعیف روایت کی
 ہے اور مرسل کی ابوداؤد نے اپنے مراسیل میں روایت کی ہے میں کہتا ہوں مرسل ابوداؤد صحیح ہے بقول سعید ابن قطان کذا فی العینی شرح الہدایۃ

یہ باب ان مسائل میں ہے کہ کوئی چیز کارہن رکھنا جائز ہے اور کس کا جائز نہیں لایصح رہن مشاع لعدم کوہ غیر
 باب ما يجوز الزمان وما لا يجوز الزمان | کما مر صحیح نہیں رہن رکھنا مشاع یعنی غیر مقسوم کا اس کے ممتاز اور جدا نہ ہونے کے سبب سے چنانچہ شروع میں گذر گیا
 مطلقا مقابلا او طاریا من شرک او غیرہ بقیم اولامشاع کارہن مطلقا صحیح نہیں خواہ شیوع عقد رہن کے متصل ہو یا پیچھے سے طاری ہو گیا خواہ اپنے شریک
 سے اس کو رہن رکھے یا اور اجنبی سے مشاع قیمت پذیر ہو یا نہ ہو ثم الصحیح ان فاسد الصیغ بالقبض و يجوزہ الشافعی پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ مذہب صحیح
 یہ ہے کہ رہن مشاع کا باطل نہیں فاسد ہے مرہن پر اس کا ضمان قبضہ کرنے سے لازم ہو گا اور رہن مشاع کو امام شافعی نے جائز رکھا ہے ہم انعقاد رہن
 کی شرط یہ ہے مال ہو اور اس کے مقابل بھی مال مضمون ہو تو اگر شرط جواز کی پائی گئی تو رہن صحیح منعقد ہو گا اور اگر کوئی شرط منقود ہوئی تو رہن فاسد منعقد
 ہو گا اور جہاں رہن مال نہ ہو چنانچہ آزاد یا غرہ ہو یا مقابل اس کے مال مضمون نہ ہو تو رہن اصلا منعقد نہ ہو گا اسی کارہن باطل نام ہے و فی الاشیاء ما قبل
 البیع قبل الرہن الا فی اربعۃ المشرع والمشتغل والمتصل بغيره والمعلق عتقہ بشرط قبل وجودہ غیر اللہ یہ فیجوز بیعہا لا رہنہا اور شاہ میں ہے کہ جو چیز بیع
 قبول کرتی ہے وہ رہن بھی قبول کرتی ہے یعنی جس چیز کی بیع صحیح اس کارہن رکھنا بھی صحیح ہے سوائے چار چیزوں کے مشاع اور مشغول اور متصل بغیر اور وہ غلام جس کا عتق
 معلق ہو کسی شرط سے قبل اس کے وجود کے سوائے غلام مدبر کے تو ان چاروں کی بیع تو جائز ہے رہن رکھنا ان کا جائز نہیں ہم مشغول کو مطلق کہا حالانکہ
 ایسا نہیں ہے کیونکہ مشغول ملک راہن مانع رہن ہے اور مشغول ملک غیر کارہن جائز ہے اور عتق معلق کی صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنے غلام کہا کہ تو اگر
 اس گھر میں داخل ہو گا تو آزاد ہے تو اس کی بیع تو درست ہے مگر رہن درست نہیں ہاں مگر مدبر مطلق کی بیع بھی درست نہیں لیکن مدبر مقید کی بیع جائز ہے

۱۲ لے اور ایک نسخہ میں القاضیین کی جگہ قاضی خاں ہے

کذا فی الطحاوی وفيها الحيلة فی جواز من المشاع ان يبيع النصف بالخيار ثم يفسخ البيع قال المصنف وفيه نظر ولعله مفرع على الضيف
 فی الشیوع الطحاری اور اشباہ میں جواز من مشاع کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ نصف مشاع کی بیع بشرط اختیار کے کسیے پھر مشتری کے پاس نصف باقی کو رہن رکھے
 پھر بائع شرط اختیار کے سبب سے بیع فسخ کر ڈالے مصنف نے شرح میں کہا کہ اس میں اعتراض ہے اور شاید کہ یہ حیلہ متفرع ہے شیوع طحاری میں ضعیف
 قول پر ہم برآن میں ابو یوسف کا ضعیف قول یوں مذکور ہے کہ شیوع طحاری بقا حکم رہن کا مانع نہیں کذا فی الطحاوی قلت بل ولا علی الصیح لان بالخيار
 لا یخلو اما ان یبقی فی ملک او یعود لملک و علی کل ما یكون من المشاع ابتداءا کما بسطہ فی تنویر البصائر فتنبہ میں کہتا ہوں بلکہ وہ بنا بر قول صحیح کے ضعیف
 قول پر بھی متفرع نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ شرط اختیار سے دو حال سے خالی نہیں کہ باقی رہے گا اس کی ملک میں یا اس کی ملک کی طرف عود کرے گا اور یہ
 حال میں مشاع کا رہن ابتدا سے ہو گا چنانچہ مشرح بیان کیا ہے اس کو تنویر البصائر میں تو خبر دار رہنا م شرف الدین غزی کی تنویر البصائر حاشیہ اشباہ
 والنظائر میں مذکور ہے کہ یہ حیلہ اس پر متفرع ہے کہ شیوع طحاری مضر نہیں بلکہ ظاہر اس پر بھی متفرع نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ جب بائع نے بیع کی
 اس شرط پر کہ مجھ کو اختیار ہے تو بیع بائع کی ملک سے باہر نہ گیا پھر جب اس کے ملک سے باہر گیا تو اس نے اپنے بعض ملک کو رہن رکھا تو رہن مشاع
 ابتدا سے ثابت ہوا اور اگر مشتری نے رہن اختیار شرط کیا تو صاحبین کے قول پر ظاہر ہے اس واسطے کہ ان کے نزدیک ملک مشتری میں داخل ہو گیا تو رہن
 رکھنا مشاع کا اپنے شریک کے پاس لازم آیا اور وہ جائز نہیں اور امام کے قول پر اگرچہ مدت خیال میں ملک مشتری میں داخل نہیں ہوا لیکن بعد مدت کے یا مشتری
 کی ملک میں داخل ہو گا یا بائع کی ملک میں عود کرے گا اور ہر حال میں رہن مشاع کا ابتدا سے ثابت ہو گا کذا فی الطحاوی مختصر اقلت والحيلة الصیحة مافی
 حیل منیة المفتی اراد رہن نصف دارہ مشاعا یبیع نصفها من طالب الزین ویقبض منه الثمن علی ان المشتري بالخيار ویقبض الدار ثم ینقض البیع بحکم
 الخیار فیبقى فی یدہ بمنزلة الزین بالثمن واعتدہ ابن المصنف فی زواہر الجواہر میں کہتا ہوں اور صحیح حیلہ جواز رہن مشاع میں وہ ہے جو منیة المفتی کے حیلوں
 میں مذکور ہے ایک شخص نے اپنے گھر میں سے نصف غیر متقوم کے رہن رکھنے کا ارادہ کیا تو اس کے نصف کو طالب رہن کے ہاتھ بیع کرے اور اس سے ثمن
 اس کا لے اس شرط پر کہ مشتری کو اختیار ہے اور مشتری گھر پر قبضہ کرے پھر بیع کو توڑنے کے حکم خیار کے تو نصف گھر مشتری کے قبضہ میں باقی رہے گا
 بمنزلہ رہن بعض ثمن کے اور اس حیلہ پر شیخ صالح ابن مصنف نے زواہر الجواہر میں اعتماد کیا اور اسی طرح حموی نے حاشیہ اشباہ میں اس حیلہ کو ثابت رکھ کر لفظاً
 میں ہے کہ اگر مشتری کے پاس تلف ہو گا تو مالک پر سے ثمن ساقط ہو گا اور اگر عیب دار ہو جاوے گا تو اس کے حساب کو موافق ثمن گھٹ جائے گا و فیہا
 الشیوع الثابت ضرورة لایزال فی الاولی الحیة ولوا ہما ثوبین وقال خذ احد ہما ولا یخرضا عہ منک فان نصف کل منہما یصیر رہنا بالذین لان احد ہما یس
 باولی من الآخر فیستحق الزین فیہما بالضرورة فلا یضر اور زواہر الجواہر میں ہے کہ جو شیوع ضرورت کے سبب سے ثابت ہو وہ رہن کے واسطے مضر نہیں اس واسطے
 کہ ولو الحیة میں ہے کہ اگر ایک شخص دو کپڑے لایا اور بولا کہ ان میں سے ایک کپڑا رہن رکھ اور دوسرا کپڑا بضاعت رکھ اپنے پاس تو ہر کپڑے سے نصف نصف
 رہن بٹھ جائے گا دین کی عوض اس واسطے کہ ایک کپڑا رہن یا بضاعت کے واسطے اولی اور مقدم نہیں تو رہن شائع ہو شائع ہو گا دونوں کپڑوں میں عدم
 ترجیح کی ضرورت کے سبب سے تو یہ شیوع ضروری رہن کو ضرر نہیں کرتا ولا یمن ثمرۃ علی نخل و لا زرع ارض او نخل او بناء و نہما اور جائز
 نہیں رہن رکھنا اس بھل کا جو درخت پر ہے بدوں درخت کے اور نہ زمین کی زراعت یا درخت یا عمارت کا بدوں زمین کے و کذا عکسہا کہ رہن الشجر
 لا الثمر ولا یمن لا یخل اور اسی طرح کا حکم ہے اس کے عکس میں چنانچہ رہن رکھنا درخت کا بدوں بھل اور زمین کا رہن رکھنا بدوں درخت کے ہم اور اگر نخل
 شجر کی تقریر نہ کی تو درخت بھی رہن میں بائع داخل ہو گا والا صل ان المرہون متی اتصل غیر المرہون فخلقت لہ بحوزہ لا متناع قبض المرہون و صدہ در راہ قاعدہ
 کلیہ ان مسائل میں یہ ہے کہ جب مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار سیدائش کے تو رہن جائز نہیں بسبب امتنع ہونے قبض مرہون کے فقط

کذا فی الدرر عن الامام جواز رهن الارض بلا شجر اور امام سے ایک روایت ہے کہ زمین کا رهن بدوں درخت کے جائز ہے ولو رهن الشجر بمواضعها
اولا لانه با فيها مجاز لمقتضى لانه متصل اتصال مجاورة اور اگر رهن کیا درختوں کو ان کے مواضع کے ساتھ یا گھر رهن کیا اس کے ساتھ جو اس کے اندر
ہے کذا فی الملتقى اس واسطے کہ وہ متصل ہے بال اتصال مجاورت اور مقاربت کے وفي القیة رهن دار والحيطان مشتركة بينه وبين الجيران صح في الحرمة
ولا يضر اتصال السقف بالحيطان المشتركة لكونه تبعاً وقينة میں ہے کہ ایک گھر رهن رکھا اور حالانکہ اس کی دیواریں مشترک ہیں فی مابین راہن اور
پڑوسیوں کے تو رهن صحیح ہے صحن اور انگنائی میں اور چھت کا متصل ہونا مشترک دیواروں سے مضر رهن کا نہیں اس لیے کہ وہ تابع ہے نہ اصل میں
پوری روایت یوں ہے کہ رهن صحیح ہے صحن اور چھت اور راہن کی خاص دیواروں میں کذا فی الطحاوی ولا رهن المحر والمدر والمکاتب ام الولد
والوقف اور جائز نہیں رهن رکھا از غلام کا اور غلام مدر اور غلام مکاتب اور ام ولد اور وقف کا تم لما ذکر مالاً يجوز رهنه ذکر مالاً يجوز الرهن به فقال
ولا بالامانات کو وليعة وامانة پھر جب کہ مصنف نے وہ چیزیں ذکر کیں جن کا رکھنا درست نہیں لب اس کا ذکر شروع کیا جس کے بدلے رهن رکھا
درست نہیں تو مصنف یوں کہا اور رهن جائز نہیں بدلے امانتوں کے چنانچہ ودیعت اور امانت اور اسی طرح عاریت اور مال مضاربة اور مال شرکت کے بدلے رهن رکھنا
جائز نہیں اس واسطے کہ رهن کا موجب یہ استيفاء ہے مرہن کے واسطے تو رهن کا قبضہ لازم لضمان ہوگا تو ضمان ثابت کا ہونا ضروری ہے تاکہ قبضہ مضبوط
واقع ہو اور استيفاء دین اس سے ہو سکے اور امانت کے قبضہ میں ضمان نہیں کہ رهن اس کے بدلے صحیح ہو کذا فی الدرر ولا بالدرك خوف استحقاق المبيع
فالرهن به باطل بخلاف الكفالة كما مر اور رهن بالدرك جائز نہیں استحقاق مبيع کے خوف سے تو رهن بالدرك باطل ہے بخلاف كفالت بالدرك کے کہ وہ صحیح
ہے چنانچہ گذر گیا رهن بالدرك اس واسطے صحیح نہیں کہ رهن تو استيفاء ہے اور استيفاء نہیں ہوتا واجب ہونے سے پہلے اس واسطے کہ معنی درک کے
تاوان لینا ہے ثمن کا بعد استحقاق مبيع کے تا ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اور رهن بالدرك کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص کوئی جنس بیع کرے اور اس کا ثمن
لے اور مشتری ڈرے کہ شاید یہ مبيع بائع کے سوا کسی اور شخص کی مملوک نکلے اور ثمن کے بدلے بائع سے کوئی چیز رهن رکھ لے قبل از استحقاق کے
تو یہ رهن باطل ہے اور مرہون اگر تلف ہوگا تو مشتری کے پاس امانت ہوگا ضمان اس کا لازم نہ آوے گا خواہ درک حاصل ہو یا نہ ہو بخلاف كفالت
کے اس واسطے کہ كفالت بالدرك صحیح ہے و بفرقیہ ہے کہ رهن ہوتا ہے استيفاء کے واسطے اور استيفاء نہیں و بوقت پہلے اور اضافت و بوجوب کی
زبان مستقبل کی طرف جائز نہیں اور كفالت تو عبارت ہے التزام مطالب سے اور التزام افعال کا مضاف مستقبل صحیح ہے ولا بعین مضمونہ لیغیر
ای بغیر مثل او قیرۃ مثل المبيع فی بدل البائع فانه مضمون بالثمن فاذا هلك ذميب بالثمن اور رهن جائز نہیں عین مضمون بغیر ہا کے بدلے یعنی وہ چیز جس کا
تاوان مثل یا قیمت سے نہیں چنانچہ مبيع بائع کے پاس اس واسطے کہ اس کا ضمان ثمن سے ہے پھر اگر مبيع بائع کے پاس تلف ہو گیا تو ثمن جاتا رہا مبيع بائع
نے مشتری کے ہاتھ کوئی چیز بیچی اور مبيع بائع کے پاس ہے بائع نے کوئی چیز مشتری کے پاس بدلے مبيع کے رهن رکھی تو یہ رهن باطل ہے اس واسطے کہ
رهن واجب ہونا ہے دین کے مقابلہ میں اور مبيع بائع کے پاس دین نہیں ہوتا بلکہ اگر مبيع تلف ہوگا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ماقط ہوگا اور وہ بائع کا حق
ہے اور اس میں ضمان نہیں کذا فی الدرر ولا بالكفالة بالنفس اور رهن جائز نہیں حاضر ضامن کے بدلے یعنی کفیل کا اھیل پر مال واجب نہیں جس کے بدلے
رهن جائز ہو اور اگر مال ضامن ہو اور اھیل اس کے پاس مال کے بدلے کچھ رهن رکھے تو یہ درست ہے کذا فی المنع ولا بالقصاص مطلقاً فی نفس
ولم دونها اور رهن جائز نہیں بدلے قصاص کے ہر طرح خواہ قصاص جان کا ہو یا اعضا کا اس واسطے کہ استيفاء قصاص رهن سے متعذر ہے اور یہ رهن
باطل ہے اس واسطے کہ مرہون برعنی قصاص مال نہیں تو اگر مرہون ہلاک ہوگا تو مالک مال ضائع ہوگا بخلاف الجناية خطاء لامكان استيفاء اللار من
الرهن بخلاف جنایت خطا کے کہ اس کے بدلے رهن جائز ہے بسبب ممکن ہونے دیت کے مرہون سے یعنی یہاں تو مال واجب ہے تو رهن بمقابلہ مال
کے جائز ہوگا ولا بالشفعة اور رهن جائز نہیں بدلے شفعة کے یعنی رهن لینا جائز نہیں اس مشتری سے جس پر تسلیم مبيع شفعة کے سبب سے واجب اس واسطے کہ

بیع کا مشتری پر ضمان نہیں و باجزة الناحية والمغنية اور رهن جائز نہیں نوحرک اور گلنے والی عورت کی اجرت کے بدلے اس واسطے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی چیز لازم الضمان نہیں کذا فی الدرر والعبء الجانی او المذیون کا اور رهن جائز نہیں غلام قاتل یا غلام مدیون کے بدلے اس واسطے کہ مالک پر اس کا ضمان نہیں و اذا لم یصح الرهن فی هذه الصور فللمرهن اخذه فلو ملک عند المترهن قبل الطلب ملک مجانا اذ لا حکم لباطل فبقی القیض باذن المالك صدرا الشرع و ابن کمال اور جب کہ رهن صحیح نہ ہو ان سب صورتوں میں تو رهن کو مرہون کا لینا مترهن سے جائز ہے پھر اگر مرہون تلف ہو گیا مترهن کے پاس رهن کے طلب کرنے سے پہلے تو مفت تلف ہو گیا اس واسطے کہ رهن باطل کے واسطے کچھ حکم ضمان کا نہیں تو باقی رہا قبض مترهن کا مالک کے اذن سے کذا ذکرہ صدر الشرع و ابن کمال ولا رهن خمر و ارتها نہا من مسلم او ذمی للمسلم ای لا یجوز للمسلم ان یرهن خمر او یرتها نہا من مسلم او ذمی اور جائز نہیں مسلم کو رهن دینا خمر کا اور نہ خمر کا رهن لینا مسلمان یا ذمی سے یعنی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ خمر کو رهن دے یا خمر کو مسلمان یا ذمی سے رهن لے م اس واسطے کہ ایضا اور استیفاء حق مسلم میں متعذر ہے اس واسطے کہ مسلم ممنوع ہے تمکک اور تمکیک خمر سے ولا یضمن لای للمسلم ترتها نہا حال کو نہ ذمیا او ذمی رهن کو خمر کا مترهن ذمی ہو کر تاوان نہ دے گا یعنی اگر ذمی کے پاس مسلمان خمر کو رهن رکھے اور وہ تلف ہو جائے تو اس پر تاوان اس کا لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ مرہون کے حق میں لای نہیں جو اسکا تاوان واجب ہو فی عکس الضمان لتقومها فذمهم لا یندرنا اور اس کے بالعکس میں ضمان یعنی اگر ذمی اپنی خمر مسلمان کے پاس رهن رکھے اور وہ تلف ہو جائے مسلمان پر تاوان دینا لازم ہوگا اس واسطے کہ خمر ذمی کی مال متقوم ہے نہ ہمارے نزدیک صحیح الرهن میں مضمونہ بنفسها ای بالثلث او بالقيمة کا لمغضوب و بدل التخلع والمہ و بدل الصلح عن دم عمد اور صحیح ہے رهن عین مضمونہ بنفسها کے بدلے یعنی جس چیز کا ضمان اس کے مثل سے یا اس کی قیمت سے لازم ہوتا ہو چنانچہ غصب کی چیز اور بدل خلع اور مہر اور بدل صلح کا عمد اخون سے م اس کی تفصیل کتاب الرهن کے شروع میں مذکور ہو چکی اعلیٰ ان الاعیان ثلثة عین غیر مضمونہ اصلا کالامانات وعین غیر مضمونہ ولکنها تشبه المضمونہ کبیع فی ید البائع وعین مضمونہ بنفسها کا لمغضوب ونحوہ وتمامہ فی الدرر وریافت کر کہ اعیان یعنی اشیاء غیر دین میں قسم ہیں ایک وہ عین ہے جو غیر مضمونہ ہے یعنی اصلا اس کا ضمان نہیں چنانچہ امانتیں دوسری عین غیر مضمونہ ہے لیکن وہ مضمون کے مشابہ ہے چنانچہ وہ بیع کہ ہنوز بائع کے پاس ہے تیسری وہ عین جو مضمونہ بنفسها ہے چنانچہ مغضوب اور مانند اس کے اور اس کا پورا بیان درمیں ہے م تفصیل اس کی درمیں یوں ہے کہ اعیان میں قسم ہیں ایک عین تو اصلا مضمونہ نہیں یعنی اس کا تاوان نہیں چنانچہ امانات اس واسطے کہ ضمان عبارت ہے رد مثل مالک سے یعنی جو چیز تلف ہو گئی اس کے مانند چیز کو پھیر دینا اگر وہ مثلی چیز ہے یا اس کی قیمت پھیر دینا اگر وہ قیمتی والی چیز ہے تو امانت اگر تلف ہو جائے بدوں تعدی کے تو اس کے مقابلہ میں کچھ ضمان نہیں یا امانت تعدی سے تلف ہو تو وہ امانت نہ رہی بلکہ غصب ہو گئی دوسری عین مضمونہ بنفسها چنانچہ مغضوب اور مانند اس کے اور فقہاء اس کو اعیان مضمونہ بنفسها کہتے ہیں اور مراد یہ کہتے ہیں کہ ان اعیان کا ضمان فی حد ذاتہ ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ضمان عبارت ہے رد مثل مالک سے یا اس کی رد قیمت سے چنانچہ معلوم ہو چکا اور شئی مثلی یا قیمتی کی ہلاکت میں اس کا مثل یا قیمت متعین ہوگی تو وہ مضمونہ فی حد ذاتہ تھائی قطع نظر عوارض سے تیسری وہ عین ہے جس کا ضمان نہیں لیکن وہ مشابہ مضمونہ ہے جیسے بیع بائع کے قبض میں اس واسطے کہ اگر بیع بائع کے پاس تلف ہو تو کسی پر اس کی مثل یا قیمت کا ضمان نہیں لیکن ثمن ماقول ہو جائے گا ذمہ سے مشتری کے اور ثمن مثل اور قیمت کے مغائر ہے تو بجز اس اعتبار کے اس کو عین مضمونہ بغیرہ کہا انتہی مافی الدرر و صحیح بالدرین الموعود بیان رهن لیقرضہ کذا کالف مثلا فلو دفع الیہ البعض و امتنع لاجر اشباہ اور رهن صحیح ہے بمقابلہ دین موعود کے اس طرح کہ رهن نے کوئی چیز گرو رکھی تا مرن اس کو قسمی دے اس قدر چنانچہ مثل ہزار درہم پھر اگر مترهن اسکو بعض دے یعنی مثلاً نصف دے اور باقی نہ دے تو اس پر جہنم کذا فی الاشباہ دین موعود موجود کی برقرار دیا گیا باعتبار حاجت کے اور جبکہ مترهن بعض موعود دیکھا تو ای قدر مرہون مجوس رہ گیا اور رهن موعود کا ایفاء لازم نہیں اسلئے کہ وعدہ دیکھا حقیقت جہنم قوی تر ہے کذا فی الطحاوی مختصراً فاذا ملک بزارہی فی ید المترهن کان مضمونا علیہ جما و علیہ من الدین فیسلم الالف للمرهن جبراً اذا کان الدین مساویاً للقيمة او اقل اما اذا کان اکثر فهو مضمون بالقيمة

پھر جب کہ یہ رہن مذکور تلف ہو گیا مرتن کے پاس تو اس پر تاوان لازم ہو گا بقدر وعدہ دین کے تو صورت مذکورہ میں مرتن ہزار درم راہن کو دے گا
 زبردستی اس وقت میں جب کہ دین قیمت مرہون کے برابر ہو گا یا کمتر اور جب کہ قیمت سے زیادہ ہو گا تو وہ مضمون قیمت سے یعنی مرتن پر قیمت مرہون
 کا تاوان لازم ہو گا نہ دین کا ہذا اذ اسمی قدر الدین فان لم یسلم یکن مضمونا فی الاصح كما مر فی المقبوض علی سوم الرهن بان رہنہ علی ان یعطیر شیئا فملک
 فی یدہ بل یضمن خلاف میں الاما لین مذکور فی البزازیہ وغیرہ والاصح انہ غیر مضمون وقد تقدم ان المقبوض علی سوم الرهن اذا لم یسلم غیر مضمون
 فی الاصح یعنی دین موعود میں ہلاکی مرہون سے تاوان لازم ہونا اس وقت ہے جب کہ راہن نے مقدار دین کو معین کر دیا ہو پھر اگر اس نے معین
 نہ کیا ہو تو اس کا ضمان لازم نہ ہو گا قول اصح میں چنانچہ یہ گذر گیا اس مرہون کے بیان میں جس پر قبضہ ہو اطلب رہن پر اس طرح کہ رہن رکھا اس شرط
 پر کہ راہن کو مرتن کچھ دین دے سوم مرہون مرتن کے پاس تلف ہو گیا ضمان اس میں لازم ہو گیا یا نہیں اس میں خلاف ہے دو اماموں میں جو بزازیہ وغیرہ
 میں مذکور ہے اور قول صحیح تر یہ ہے کہ اس میں تاوان نہیں ہے اور مقرر مرتن میں مقدم مذکور ہو چکا کہ مقبوض بطلب رہن جب کہ دین کی مقدار بیان
 ہو غیر مضمون ہے صحیح تر قول میں صحیح براس مال المسلم وضمن الصرف والمسلم فیہ اور صحیح ہے رہن سلم کی اس المال کے بدلے اور صرف کی ضمان
 اور سلم فیہ کے بدلے ہم ہر چند صحت اس رہن کی مطلق دین کی صحت میں داخل تھی لیکن اس کو علیحدہ اس واسطے مصنف نے ذکر کیا تاکہ مسائل آئندہ اس پر
 مرتب ہوں فان ہلک الرهن فی المجلس ثم الصرف والسلم وصار المرتن مستوفیا حکما خلافاً للثلاثۃ پھر اگر مرہون تلف ہو گیا صرف اور سلم کی مجلس
 عقد میں تو صرف اور سلم کا عقد تمام ہو گیا اور مرتن پا جانے والا ٹھہر گیا حکم بر خلاف آئمہ ثلاثہ کے م یعنی مرتن نے گویا اس المال اور ثمن صرف کا پایا اگر مرہون
 اس المال کے برابر تھا اور اگر زیادہ تھا تو فاضل اس کے پاس امانت ہے اور اگر اقل تھا تو بقدر اس کے مستوفی ہوا اور باقی کو رب سلم سے لے وان افرقا
 قبل نقد و ہلاک لبطلا ای السلم والصرف اور اگر عاقدین مجلس عقد سے جدا ہو گئے نقد دینے اس المال یا بدل صرف سے پہلے اور مرہون کے ہلاک
 ہو جانے سے پہلے تو سلم اور صرف باطل ہو گئے ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ اس المال اور بدل صرف میں قبض شرط ہے سو یہاں قبضہ حقیقی اور حکمی دونوں
 فوت ہو گئے واما المسلم فیہ فیصح مطلقا اور سلم فیہ تو مطلقا صحیح ہے خواہ مرہون مجلس میں تلف ہو گیا یا بعد افتراق کے اس واسطے کہ سلم فیہ کا قبضہ ہونا مجلس
 میں واجب نہیں فان ہلک الرهن ثم العقد وصار ثمن المسلم فیہ پھر اگر مرہون ہلاک ہو گیا تو عقد سلم تمام ہو گیا اور وہ محض ہو گیا سلم فیہ کا دلوم ہلک و لکن
 تقاضا سلم و بالمسلم فیہ نہیں ضرور رہن براس المال استحسانا لانہ بدلہ مقام مقامہ اور اگر مرہون ہلاک نہ ہوا لیکن عاقدین نے عقد سلم کو فسخ کر دیا اور سلم
 فیہ کے بدلے رہن ہے تو وہ از روئے امتحان کے اس المال کے بدلے رہن ہو گا اس واسطے کہ اس المال بدل ہے سلم فیہ کا تو اس المال بجائے سلم فیہ
 کے قائم ہو گیا وان ہلک الرهن بعد الفسخ المذكور ہلک بہ ای بالمسلم فیہ فیلزم رب المسلم دفع المسلم فیہ بقاء الرهن حکما الی ان یہلک اور اگر مرہون
 ہلاک ہو گیا فسخ مذکور کے بعد تو سلم فیہ کے بدلے ہلاک ہوا تو رب المسلم تو سلم فیہ کا دینا لازم ہو گا بسبب باقی رہنے رہن کے حکما اس کے ہلاک ہونے
 تک ہم یعنی رب المسلم سلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دینا اور اس المال کا لینا واجب ہے اس واسطے کہ رہن مضمون ہے اس کے بدلے اور البتہ رہن کا حکم اس کی
 ہلاکی تک باقی ہے تو رب المسلم رہن کی ہلاکی سے سلم فیہ کا مستوفی ہو گیا کذا فی المنع و لا ب ان یرہن بدین کائن علیہ عبد الطفلة لان لا یداعہ فہذا اولی
 لہما کہ مضمون او الولد لیتہ امانتہ اور باپ کو جائز ہے اپنے طفل کا غلام رہن رکھنا بدلے اس دین کے جو باپ پر ثابت ہے اس واسطے کہ باپ کو اس کے
 غلام کا دلایت رکھنا درست ہے تو رہن رکھنا بطریق اولیٰ درست ہو گا بسبب ہلاک ہونے رہن کے مرتن پر تاوان واجب ہو کر اور ہلاک ہونے دلایت
 کے امانت ہو کر بلا تاوان والوصی کذلک اور وصی کو بھی اسی طرح صغیر کے غلام کو اپنے دین کے بدلے رہن رکھنا جائز ہے وقال ابو یوسف لا یملکان ذلک
 اور ابو یوسف نے کہا کہ باپ اور وصی اس کے مالک نہیں یعنی اس کے غلام کے رہن رکھنے کے ثم اذا ہلک ضمانا قدر الدین للصغیر لا الفضل لانا امانتہ پھر

جب کہ غلام مرہون ہلاک ہو جائے تو باپ اور وصی صغیر کو بقدر دین کے تاوان دے نہ زیادہ کا تاوان اس واسطے کہ زیادہ امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں قال التمر تاشی لیمن الوسی القیم لان ملاب ان یتفع بمال البسی بخلاف الوسی لکن جزم فی الذخیرہ وغیرہ بالتسویۃ بینہما تاشی نے کہا کہ وصی غلام کی پوری قیمت کا تاوان دے اس واسطے کہ باپ کو صغیر کے مال سے نفع حاصل کرنا درست ہے برخلاف وصی کے کہ اس کو درست نہیں لیکن ذخیرہ وغیرہ میں باپ اور وصی کے برابر ہونے کا یقین کیا ہے ولہ ای لا لاب رہن مالہ عند ولده الصغیر بدین لہ ای للصغیر علیہ ای علی الاب اور باپ کو جائز ہے اپنا مال رہن رکھنا اپنے فرزند صغیر کے پاس بدلے اس دین کے جو صغیر کا دین باپ پر ہے م فرزند صغیر کا دین جیسے اس کی مال کا مہر جو باپ کے ذمہ ہے و یکبسہ لا حیلہ ای لا حیل للصغیر بخلاف الوسی فانہ لا یمکن ذلک سراجیۃ اور باپ نے اس مرہون کو فرزند صغیر کے واسطے مجبوس رکھے برخلاف وصی کے کہ وہ اس کا مالک نہیں ہے کذا فی السراجیۃ و کذا علیہ فلا لاب رہن متاع طفلہ من نفسہ لانہ لو فور شفقۃ جمل شخصیتی و عیالہ کثر ائمہ مال طفلہ اور اسی طرح کا حکم ہے اس کے بالعکس میں تو باپ کو اپنے طفل کی متاع رہن رکھنا اپنی ذات سے درست ہے اس واسطے کہ باپ و فور شفقت کے سبب سے دو شخص عاقد کے مانند قرار دیا گیا اور اس کی ایک عبارت بمنزلہ دو عبارت کے قرار دی گئی چنانچہ باپ کو خرید کر اپنے طفل کا مال جائز ہے یعنی تو فقط باپ کا ایجاب اور قبول بمنزلہ بائع اور مشتری کے ہوگا بخلاف الوسی لانہ وکیل محض فلا یتولی طرفی العقد فی رہن لا یبع و تمامہ فی الزلیعی برخلاف وصی کے اس واسطے کہ وہ تو وکیل محض ہے تو وہ مالک نہ ہوگا عقد کے ایجاب اور قبول کا نہ رہن میں نہ بیع میں اور اس کا پورا بیان زلیعی میں ہے اصل یہ ہے کہ ایک شخص رہن اور بیع کے عقد میں ایجاب اور قبول کا متولی نہیں ہوتا لیکن یہ قاعدہ باپ میں اس کی و فور شفقت کے سبب سے متروک ہوا اور وصی باپ کے مانند نہیں کیونکہ اس کی شفقت قاصر ہے تو حقیقت سے عدول نہ ہوگا کذا فی الزلیعی لمخصا و صح ثمن عبد او خل او ذکیۃ ان طهر عبد حر او النخل خمر او الذکیۃ میتۃ اور غلام اور سرکہ اور مذکورہ کے ثمن کے بدلے رہن صحیح ہے اگرچہ ظاہر ہو کہ غلام تو واقع میں آزاد ہے اور سرکہ شراب اور مذکورہ مردار ہے م فائدہ صحت رہن کا یہ ہے کہ در صورت ہلاکی مرہون کے مہرین پر ضمان واجب ہوگا و اگر رہن باطل ہوتا تو ضائع ہوتا امانت ہو کہ کذا فی الطحاوی و صح بدل صلح عن انکار ان اقرب بعد ذلک ان لا دین علیہ والاصل ما مر ان وجوب الدین ظاہر لہ یعنی بصرۃ الرهن والکفیل اور رہن صحیح ہے اس صلح کے بدل سے جو انکار سے ہوئی اگر اقرار کرے بعد اس کے کہ اس پر دین نہ تھا واقع میں اور قاعدہ کلیہ وہ ہے جو گذر گیا کہ واجب ہونا دین کا ظاہر میں صحت رہن اور کفیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے صلح کی انکار یعنی انکار دین سے اور بدل صلح کے عوض کوئی چیز رہن رکھ دی پھر دونوں نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ واقع میں دین نہ تھا تو رہن کا ضمان لازم ہے اور اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ ظاہر میں وجوب دین صحت رہن کے واسطے کافی ہے حقیقۃ واجب ہونا شرط نہیں کذا فی الدرر و صح رہن المحجرین والمکلیل والموزون اور صحیح ہے رہن رکھنا چاندی اور سونے اور کبلی اور وزنی چیز کا اس واسطے کہ اشیاء مذکورہ محل استیفاء دین ہیں کذا فی الدرر فان رہن المذكور بخلاف ہنسہ ہلک لبقیمتہ و ہون ظاہر پھر اگر چاندی یا سونا یا کبلی یا وزنی کو رہن رکھا اس کی جنس کے مخالف سے چنانچہ بعض کتب یا ثیاب کے اور مرہون ہلاک ہو گیا تو بمقابلہ کتب یا ثیاب کی قیمت کے تلف ہوا اور یہ تو ظاہر ہے مانند سائر اموال کے ان بجنسہ و ہلک ہلک بمثلہ و زنا و کیل لا قیمۃ خلا فالہما من الدین اور اگر اشیاء مذکورہ رہن ہوئیں اپنے جنس کے ساتھ اور ہلاک ہو گئے تو ہلاک ہوئے بمقابلہ مثل دین کے وزن میں یا بیل میں نہ قیمت میں برخلاف صاحبین کے م در صورت اتحاد جنس دین اور مرہون کے امام کے نزدیک تاوان بالمثل ہے وزن یا کیل میں اور صاحبین کے نزدیک قیمت مرہون معتبر ہے نہ وزن یا کیل مثلاً بقدر دس درم کے وزن چاندی رہن رکھی دس درم کے دین پر اور وہ تلف ہو گئی مہرین کے پاس تو اگر چاندی کی قیمت دس درم تھی تو دین ساقط ہو گیا یا اتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر قیمت دس درم سے کم تر ہے تو امام کے نزدیک تو دین ساقط ہوا اور صاحبین

کے نزدیک مہتمن پر اس کی قیمت کا ضمان واجب ہے اس کے خلاف جنس سے کذا فی شرح لامسکین ولا غیرۃ بالجودۃ عند المقابله بالجنس ثم ان تساویا قضاہروان الدین ازید فالزائد فی ذمتہ الرهن وان الرهن ازید فالزائد امانۃ در رد صدر الشریعۃ اور اعتبار نہیں مہون کے حید اور کھڑے ہونے کا مقابلہ جنس کے نزدیک پھر اگر دین اور مہون برابر ہیں تو ظاہر ہے یعنی دین ساقط ہو گیا اور اگر دین زیادہ مہون سے ہو تو زائد راہن کے ذمہ پر ہے اور اگر مہون زائد ہے تو وہ امانت ہے یعنی وہ راہن کا ہے یعنی اگر تلف ہو گیا تو مہتمن پر اس کا ضمان نہیں کذا فی الدرر والصدور الشریعۃ باع عبد علی ان یرہن المشتري بالثمن فیدنا بعینہ او یعطى کفیلاً کذلک بعینہ صح غلام بیچا اس شرط پر کہ مشتری ایک معین چیز رہن رکھ دے بدلے ثمن کے یا اسی طرح معین ضامن دے تو بیع صحیح ہے مگر اگر متعین رہن نہیں تو اگر مجلس بیع میں تعین یا ثمن اور مشتری متفق ہو گئے تو بیع جائز ہے اور اگر اتفاق نہ کیا اور ثمن ادا کیا تو بھی بیع جائز ہے اور نہیں تو فاسد ہے کذا فی الطحاوی عن الزلیعی ولا یجوز المشتري علی الوقاء لکما مر انہ غیر لازم اور مشتری پر حیر نہیں وعدہ رہن پورا کرنے پر اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وہ غیر لازم ہے یعنی رہن اور وعدہ رہن لازم الوقا نہیں اور وعدہ رہن کارہن سے فوق نہیں حالانکہ رہن خود لازم نہیں تاہم تسلیم تو وعدہ رہن کا بطریق اولی لازم نہ ہو گا وللبائع فسخ لفوات الوصف المرغوب اور در صورت عدم وفایا ثمن کو فسخ بیع جائز ہے بسبب فوت ہو جانے وصف مرغوب کے یعنی بائع راضی ہوا تھا شرط مذکور سے تو بدول اس کے راضی نہ ہو گا پھر جب اس کی رضا تمام نہ ہوئی تو اس کو فسخ بیع کا اختیار ہے یا ترک رہن پر راضی ہو جائے الا ان یدفع المشتري الثمن حالاً او یدفع قیمتہ الرهن المشروط رہنا الحصول المقصود فسخ بیع کا بائع کو اختیار ہے مگر یہ کہ مشتری ثمن نقد دے یا مہون مشروط کی قیمت کو رہن رکھ دے تو فسخ بیع کا اختیار نہ ہے گا بسبب حاصل ہوجانے مقصود کے مگر یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ شرط میں تو رہن معین مذکور ہے اور قیمت اس کی خلاف ہے حال جواب یہ ہے کہ استیفا تو معنی پر ثابت ہے یعنی قیمت پر اور صورت رہن تو امانت ہے تو مقصود رہن سے اس کی قیمت ہے نہ بعینہ صورت وان قال المشتري لبا لوقد اعطاه شیئاً غیر بیعہ امسک بذاتہ اعطیک الثمن فہو رہن تلفظہ بما لفیہ الرهن والعبرۃ للمعانی خلافاً للثانی والثالثۃ اور اگر مشتری نے سوائے بیع کے کوئی چیز بائع کو دی اور اس سے کہا کہ اس کو رکھ یہاں تک کہ میں تجھے کو ثمن دوں تو وہ رہن ہو گا بسبب ہونے مشتری کے وہ لفظ جو رہن کا فائدہ دیتا ہے اور اعتبار معانی کا ہے نہ الفاظ کا برخلاف ابو یوسف اور آئمہ ثلاثہ کے م فتاوی عالمگیری میں ہے کہ رہن کا لفظ اور اس کا مادہ شرط نہیں ولو کان ذلک الشئ الذی قال لہ المشتري امسک ہو المبیع الذی اشتراہ بعینہ لول بعد قبضہ لانہ حیث یصلح ان یکون رہنا بئمنہ اگرچہ وہ چیز جس کو مشتری نے کہا کہ رکھ یہ وہی بیع جس کو اس نے بعینہ خرید کیا تو بھی رہن ثابت ہو گا بشرطیکہ مشتری نے بعد قبضہ کرنے بیع کے یہ کہا ہو اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی قبضہ کرنے کے بعد وہ اس کی صلاحیت رکھتا ہے کہ مہون ہو بدلے اپنے ثمن کے م یعنی جب مشتری نے بیع پر قبضہ کیا تو اس کی ملکیت اس میں متعین ہو گئی یہاں تک کہ اگر وہ بعد قبضہ تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہو گا نہ بائع کا اور عقد بیع فسخ نہ ہو گا ولو قبلہ لایکون رہنا لانه محبوس بالثمن کما مر اور اگر بیع کے قبضہ کرنے سے پہلے مشتری نے کہا کہ اس کو رہن رکھ تا دوائے ثمن تو وہ رہن نہ ہو گا اس واسطے کہ وہ تو محبوس ہے بدلے ثمن کے چنانچہ گذر گیا مگر تو اگر بیع قبل قبضہ کے تلف ہو گا تو بیع فسخ ہو گی اور ثمن مشتری کے ذمہ پر سے ساقط ہو گا باقی لوکان المبیع مما یفسد بکلمہ وبشر فایطاع المشتري و خاف البائع تلفہ ہاز بیعہ و شراؤہ ولو باعہ بازید تصدق بہ لان فیہ شیمتہ باقی رہی یہ صورت کہ اگر بیع غیر مقبوض جس کو مشتری نے بائع کے پاس رہن رکھا اس قسم کی چیز ہو جو زیادہ ٹھہرنے سے بگڑ جاتی ہو چنانچہ گوشت اور روٹی سو مشتری نے ادائے ثمن میں دیر لگائی اور بائع ڈر اس کے تلف ہوجانے سے اس کا بچنا اور دوسرے شخص کو اس کا خریدنا جائز ہے اور اگر اس کو بیچا ثمنی اول سے زیادہ تو زائد کو خیرات کرے اس واسطے کہ اس میں شبہ ہے غیر کے مال ہونے کا یعنی مشتری کا م طحاوی نے کہا یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مسئلہ مستقل عام ہو خواہ رہن ہو یا نہ ہو رہن رجل عینا عند رجلین

بدین لکل منہما صح و کلمہ رہن من کل منہما و کو غیر شریکین اور اگر ایک مرد نے کوئی چیز دو مردوں کے پاس رہن رکھی بدلے اس دین کے جو دونوں کا ہے تو رہن صح ہے اور وہ چیز بالکل دونوں شخصوں کے پاس رہن ہے اگرچہ دونوں شریک نہ ہوں یہ نہیں ہے کہ اس کا نصف ایک شخص کے پاس رہن ہو اور دوسرا نصف دوسرے شخص کے پاس اس واسطے کہ رہن مضاف ہے جمیع علی کی طرف بصفتہ واحدہ اور اس میں شیوع نہیں اور موجب اس کا حبس بالذین ہے اور وہ متجزی نہیں تو وہ محبوس بھٹا ہر شخص کا اور اس میں کچھ منافات نہیں برخلاف اس کے کہ اگر ہبہ کر دے دو شخصوں کو تو اہام کے نزدیک درست نہیں اس واسطے کہ ہبہ سے مقصود ایجاب ملک ہے اور عین واحد میں ہر شخص کی ملک کامل متصور نہیں ہو سکتی کذا فی الدرر فان ثانیاً فکل واحد منہما فی نوبتہ کالعدل فی حق الآخر ہذا لومہ لا یتجزا ان مما یتجزا فلی کل حبس النصف فلو دفع لکلہ ضمن عنذہ خلافا لہما واصل مسئلۃ الودیعۃ زیلعی پھر اگر دونوں مرتہنوں نے مرتہون مذکور میں باری باندھ لی تو ہر مرتہن اپنی باری میں شخص عادل کے مانند ہے دوسرے مرتہن کے حق میں یہ اس صورت میں ہے جب کہ مرتہون اس قسم سے ہو جو قسمت قبول نہیں کرتا چنانچہ گھوڑا یا غلام اور اگر قسمت پذیر ہو چنانچہ نمک یا گیسو تو ہر مرتہن کو نصف مرتہون کا حبس لازم ہے اگر ایک دوسرے کو بالکل مرتہون دے گا تو اہام کے نزدیک اس پر تاوان لازم ہو گا نہ صاحبین کے نزدیک اور اس مسئلہ کی اصل و دلالت کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ہم واقع پر ضمان عصب لازم آوے گا نہ یلعی میں ہے کہ جب شی قابل قسمت دو شخصوں کے پاس و دلالت رکھے سو ایک مودع نے دوسرے کو بالکل دی تو واقع پر ضمان لازم آوے گا خلافاً للصاحبین و لو بکل ضمن کل حصۃ لتجزی الاستیفاء اور اگر مرتہون تلف ہو گا تو ہر مرتہن بقدر اپنے حصہ دین کے تاوان دے گا بسبب قسمت پذیر ہونے استیفاء دین کے یعنی عند الہلاک ہر مرتہن اپنے حصہ کا مستوفی ہو گیا اس واسطے کہ استیفاء متجزی ہے کذا فی الدرر فان قضی دین احدہما فکلہ رہن للآخر لکما مر ان کل العین رہن فی ید کل منہما بلا تفرق پھر اگر راہن نے ایک مرتہن کا دین ادا کر دیا تو بالکل مرتہون دوسرے مرتہن کے پاس رہن رہے گا بدلیل گذشتہ کہ تمام عین ہر مرتہن کے ہاتھ میں رہن ہے بلا تفرق یعنی بلا تجزی وان رہنا رجلاً رہنا واحداً بدین علیہما صح بکل الدین و میسکہ الی استیفاء کل الدین اذ لا شیوع اور اگر دو شخصوں نے ایک مرد کے پاس ایک چیز رہن رکھی محض اس میں کے جو دونوں پہلے ہے تو رہن صحیح ہو گا بعوض تمام دین کے اور مرتہن مرتہون کو اپنے پاس رکھے گا تمام دین کے محال ہونے تک اس واسطے کہ اس صورت میں شیوع نہیں ہے ہم اس واسطے کہ قبض رہن تمام مرتہون میں بلا شیوع محال ہے کذا فی الدرر و لو رہن عبدین بالف لا یأخذ احدہما بقضاء حصۃ لمحس الکل بکل الدین کا لمبیع فی ید اللہائع اور اگر ایک شخص نے دو غلام بعوض ہزار کے رہن رکھے تو راہن لوک غلام کو اس کا حصہ ادا کرنے سے نہ لے گا بسبب محبوس ہونے دونوں غلام کے بعوض تمام دین کے اجمالاً جیسے بیع محبوس رہتا ہے بائع کے پاس تا ادا کمال ثمن فان سمی لکل واحد منہما شیئاً من الدین لہ ان یقبض احدہما اذا دی ماسمی لہ بخلاف البیع لتعدد العقد بتفصیل الثمن فی الہن لا یباع ہوا لا صح اور اگر راہن نے ہر غلام کے واسطے کچھ دین مقرر کر دیا یعنی مثلاً یوں کہا کہ یہ غلام بعوض چار سو دم کے رہن رکھتا ہوں اور وہ غلام بعوض چھ سو دم کے رکھتا ہوں تو راہن کو ایک غلام پر قبضہ کرنا جائز ہے جب کہ ادا کرے اس قدر دین جو اس کے واسطے معین کر دیا تھا بخلاف بیع کے بسبب متعدد ہو جانے عقد کے تفصیل ثمن سے رہن میں بیع میں یہی قول صحیح تر ہے ہم وجہ اس کی یہ ہے کہ عقد رہن کا قبول کرنا ایک غلام میں دوسرے عقد کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہیں برخلاف بیع کے اس واسطے کہ بیع میں اہام کے نزدیک تفصیل ثمن سے تعدد عقد کا نہیں ہوتا ولہذا اگر ایک میں بیع قبول کرے نہ دوسرے میں تو بیع باطل ہو جاوے گی کل میں اس واسطے کہ بائع کو ضرر ہوتا ہے تفریق صفتہ سے کیونکہ یہ عادت جاری ہے کہ ناقص کو عمدہ کے ساتھ ملا کر بیچتے ہیں اور رہن میں ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ راہن کو تفریق سے ضرر نہیں ہوتا اور یہی روایت اصح ہے اور اصل کی روایت میں اس مسئلہ میں اور مسئلہ سابقہ میں کچھ فرق نہیں کذا فی المنع موطاوی نے کہا بہترین تھا کہ شایع بجلای تفصیل الثمن کے تفصیل البذل کتا اس واسطے کہ ثمن بیع میں ہوتا ہے نہ رہن

میں و بطل بیتہ کل منہا ای من یجلی علی رجل انہ ای ان کل واحد رہنہ ہذا الشی کعبہ مثلاً عندہ وقبضہ لا سستی لہ کون کل رہنہ لہذا
وکلہ رہنہ لہذا ک فی ان واحد ولا یکن تنصیفہ للزوم اشیوع فتہا تر تاو جینڈ فی ملک مانہ اذ الباطل لا حکم لہ اوردور مردوں کے گواہ ایک مرد پر باطل
ہیں اس مقدمہ میں کہ اس مرد نے اس کے پاس یہ چیز مثلاً غلام کو رہن رکھا اور اس نے اس پر قبضہ کیا اس واسطے کہ تمام غلام کا اس کے پاس رہن ہوتا
اور سب غلام کا اس کے پاس رہن ہونا ایک آن میں محال ہے اور اس کا نصف نصف رہن ہونا ممکن نہیں بسبب لازم ہونے شیوع کے تو دونوں
گواہیاں ساقط ہو گئیں اور اس وقت میں اگر مرد ہون ہلاک ہو گا تو امانت ہلاک ہو گا بدو ن ضمان کے اس واسطے کہ رہن باطل کے لیے کچھ حکم نہیں ہوتا
محق یوں ہے کہ اے کی ضمیر کا مرجع رجل ہے نہ کل واحد اور رہنہ کی ضمیر مستتر کا مرجع رجل راہن ہے اور ضمیر ظاہر کا مرجع کل واحد ہے اس لیے کہ مرتن دو
مرد ہیں اور راہن ایک مرد ہے کذا فی الطحاوی لہذا مترجم نے اسی کے موافق ترجمہ کیا نہ شامح کے موافق لان الحق حق بالاتباع ہذا اذالم یؤرخا فان
ارخا کان صاحب التاریخ الا قدم اولی وکذا اذا کان الرہن فی ید احدہما کان ذوالید الحق لقرینۃ سیفہ یہ یعنی بطلان شہادتین کا اس وقت ہے
جب کہ دونوں نے تاریخ بیان نہ کی ہو سہ دونوں اگر تاریخ بیان کی ہو تو اگلی تاریخ والا لائق رہے اور اسی طرح جبکہ مردوں ایک مٹی کے پاس ہو تو قابض زیادہ تر حق دار ہے
اس کی سبقت کے قرینہ سے یعنی اس کا قادر ہونا قبض پر دلیل ہے اس کے سبقت کی ولومات راہنہ ای راہن العبد مثلاً والحا ان الرہن معہا
ای فی ایدیہا ولا ای ولیس العبد معہا فان الحکم واحد زلیعی فیرہن کل کذلک کما وصفنا ہ کان فی ید کل واحد منہما نصفہ ای العبد رہنہا بحقہ
استحسانا لا لقلابہ بالموت استیفاء و الشائع یقیدہ اور اگر مثلاً غلام کا راہن مر گیا اور حالانکہ مرد ہوں ان کے ساتھ ہے یعنی ان کے قبضے میں ہے
یا قبضے میں دونوں کے نہیں دونوں میں ایک ہی حکم ہے کذا فی الزیلعی پھر ہر مرتن اسی طرح گواہ لایا چنانچہ ہم نے اس کو بیان کیا ہے یعنی ہر مرتن کے
گواہ نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس غلام کو مدعی کے پاس رہن رکھا اور اس کا قبضہ اس پر رہا تو ہر مرتن کے قبضے میں نصف نصف غلام رہن رہے گا
اس کے حق یعنی اس کے دین کے بدلے از روئے استحسان کے اس لیے کہ رہن موت راہن کے سبب سے منقلب باستیفاء ہو گیا اور شائع استیفاء کو
قبول کرتا ہے ہم قیاس یہ ہے کہ رہن مذکور باطل ہو اس واسطے کہ رہن سے مقصود جس سے استیفاء دین کے واسطے اور جس یہاں نہیں ہو سکتا شیوع
کے سبب سے وجہ استحسان یہ ہے کہ عقد تو بالذات مراد نہیں ہوتا بلکہ مقصد مراد ہوتا ہے اور حکم زندگی راہن میں جس تھا اور شائع اس کو قبول نہیں کرتا اور راہن کی موت کے
بعد دین حاصل کرتا ہے مرد ہوں کو بیع کر اس کے ثمن سے اور شائع اس کو قبول کرتا ہے کذا فی المنع اخذ عمامۃ المدیون لتکون رہنہا عندہ لکن رہنہا
بکثرتہ ہلاک ہوں قال و ہذا ظاہر اذا رضی المطلوب تبرکہ رہنہا عادیۃ ومفادہ انہ ان رضی تبرکہ کان رہنہا والا لا و علیہ یحمل اطلاق السراجیۃ وغیرہا کما اذا
اقادہ المصنف راہن نے مدیون کی پگڑی لی تا اس کے پاس رہن رہے تو وہ پگڑی رہن نہ ٹھہرے گی اور جب کہ تلف ہوگی تو بطور مرد ہوں کے تلف
ہوگی یعنی ضمان رہن لازم ہو گا نہ ضمان غصب کا صاحب عادیۃ نے کہا اور یہ حکم یعنی اس کا ہلاک ہونا بطور مرد ہوں کے ظاہر ہے جب کہ مدیون اس کے
رہن رہنے پر راضی ہو گیا ہو کذا فی العادیۃ اور اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر مالک اس کے رہن رہنے پر راضی ہو تو وہ رہن ثابت ہو گا اور اگر راضی
نہ ہوا تو رہن نہیں غصب ہے اور شق ثانی کے مستفاد پر سراجیۃ وغیرہ کا اطلاق محمول ہے چنانچہ مصنف نے اس کو شرح میں بیان کیا ہے ہم سراجیۃ میں
یوں ہے کہ جب مدیون کی پگڑی بدوں اس کی رضامندی کے اپنے پاس رہن رکھنے کے واسطے لی تو وہ رہن نہیں ہے بلکہ غصب ہے انتہی خلاف مطلب
شامح کا یہ ہے کہ اگر بدوں رضائے مدیون پگڑی لی پھر وہ راضی ہو گیا اور پگڑی تلف ہوئی تو بطور رہن کے تلف ہوئی ہے اور
راضی نہ ہوا تو بطور غصب کے تلف ہوئی اور مانند اس کے مالگیری میں جو اہر الفتاوی سے منقول ہے کذا فی الطحاوی وفي المجتبى رب المال میک

مال المدیون رہنا بلا اذن قبیل اذا ایس فله اخذه مکان حقہ قصده عن دینہ و اقربہ المصنف اور مجتبیٰ میں ہے کہ مالک مال کو جائز ہے کہ مدیون کے مال کو بدوں اس کی اجازت کے رہن کے طور پر روک لے اور بعض نے کہا ہے کہ جب مالک کو یاس ہو تو اس کو اپنے دین کی جگہ پر مدیون کا مال لے لینا اپنے دین کے وصول کرنے کو درست ہے اور اس کو مصنف نے ثابت رکھا ہے دفع ثوبین فقال خذایہما شئت رہنا بکذا فاخذہما لم یکن واحد منہما رہنا قبل ان یختارا احدہما سراجیۃ مدیون نے دائن کو دو کپڑے دیے پھر کہا ان دو میں سے ایک کپڑا جس کو تو چاہے رہن رکھ جو فی اس قدر دین کے سودائے دو نوں کپڑے یہ تو ان میں سے ایک کپڑا بھی رہن نہ ہو گا ایک کے اختیار کرنے سے پہلے کذا فی السراجیۃ یعنی جب تک ایک کپڑے کو پسند نہ کرے گا تو رہن ثابت نہ ہو گا فروع مسائل ملحقہ شارح کے غصب الرهن کسلا کہ الا اذا غصب فی انتفاع مرتن باذن راہن رہن کا غصب کرنا اس کے تلف ہو جانے کے مانند ہے تاوان لازم ہونے میں مگر جب کہ غاصب نے غصب کیا اس حالت میں جب کہ مرتن مرہون اپنے استعمال میں لایا ہو راہن کی اجازت سے تو مرتن پر ضمان لازم نہ ہو گا مگر مصحف رہن رکھا اور راہن نے مرتن کو اس میں پڑھنے کی اجازت دی تو اگر پڑھنے کی حالت میں تلف ہو گیا تو دین ساقط نہ ہو گا یعنی اس لیے کہ ضمان مرتن پر لازم نہ ہو گا اس لیے کہ رہن کا حکم عیس ہے پھر جب اس کو استعمال میں لایا مالک کے اذن سے حکم بدل گیا اور رہن باطل ہو گیا اور اگر تلف ہوا پڑھنے کے بعد تو دین ساقط ہو گا کذا فی العالمگیریہ عن الوجیز امرہ بدفعہ لللال فدفعہ فہلک لم یضمن راہن نے مرتن کو امر کیا کہ مرہون دلال کو دے یعنی بیچنے کو سو اس نے اس کو دیا پھر وہ تلف ہو گیا تو مرتن پر ضمان لازم نہ ہو گا حامی وضع المصحف الرهن فی صندوق و وضع علیہ قصعة ماء للشرب فانصب الماء علی المصحف فہلک ضمن ضمان الرهن لا الزیادۃ ایک حامی نے مرہون مصحف کو اپنے صندوق میں رکھا اور اس پر پانی پینے کا کٹورا رکھ دیا سو پانی ٹپک پڑا مصحف پر سو وہ بھیگ کے تلف ہو گیا تو حامی رہن کا تاوان دے گا نہ زیادہ کا یعنی دین اس کا ساقط ہو گا اور اگر مصحف کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو اس کا تاوان لازم نہ ہو گا کیونکہ دین سے زیادہ امانت ہے اور امانت پر تاوان نہیں والمودع لا یضمن شیئاً فنیۃ اور امانت دار پر کچھ تاوان نہیں یعنی بدوں تعدی کے کذا فی القنیۃ الا بل فی الرهن یفسد مدت مقرر رہن کی مفسدہ اس واسطے کہ رہن کا حکم عیس دائمی ہے تا حصول دین تو در صورت ہلاکی کے تاوان لازم ہو گا اس واسطے کہ دین فاسد رہن صحیح کے مانند ہے لزوم ضمان میں برخلاف رہن باطل کے کذا فی الخطاوی سلطہ بیوہ مات للمرتن بیعہ بلا محضارۃ راہن نے مرتن کو مرہون کی بیع پر مسلط کر دیا اور راہن مر گیا تو مرتن کو اس کی بیع کا اختیار ہے بدوں حاضر ہونے راہن کے وارث کے م تو وارث نقص بیع نہیں کر سکتا اس لیے کہ حق مرتن کا اس سے متعلق ہو گیا ہے اور وہ باطل نہیں ہو سکتا راہن کے مرجانے سے کذا فی الخطاوی غاب راہن غیبتہ منقطعۃ فرج المرتن امرہ القاضی لیبیعہ بیعہ بخیر ان يجوز ولومات ولا یعلم لہ وارث فباع القاضی دارہ جائزہ فی متفرقات بیوع النہر راہن غائب ہو گیا بطور غیبت منقطعہ کے سو مرتن نے اس کی نالیش کی قاضی سے تاجر ہون کو بیع دے اس کے دین کے سببے لولائق بقواعد فقہیہ ہے کہ جائز ہو اور اگر راہن مر گیا اور اس کا کوئی وارث معلوم نہیں سو قاضی نے اس کا گھر بیچ ڈالا تو جائز ہے ایسا مذکور ہے نہر الفائق کی کتاب البیوع کے متفرقات میں وفي الذخیرۃ لیس للمرتن بیع ثمرۃ الرهن وان خاف تلفہا لانہ ولایۃ المجلس لا البیع و یکن دفعہ الی القاضی حتی لوکان فی موضع لا یکنہ الرفع للقاضی او کان بحال یفسد قبل ان یرفع جائز ان یبیعہ اور ذخیرہ میں ہے کہ مرتن کو جائز نہیں مرہون کا پھل بیچنا اگرچہ اس کے تلف ہو جانے کا خوف ہو اس واسطے کہ مرتن کو عیس مرہون کا اختیار ہے بیع کا اور ممکن ہے اس کا مرافعہ کرنا قاضی کی طرف سے تو اگر ایسے مکان میں ہو کہ اس کو قاضی کی طرف سے مرافعہ کرنا ممکن نہ ہو یا وہ پھل ایسا نازک ہو کہ مرہون مرافعہ کرنے سے پہلے تو مرتن کو اس کا بیچنا جائز ہے واللہ اعلم ۔

یہ باب ہے اس رہن کے احکام میں جو رکھا جائے عدل یعنی معتد کے ہاتھ میں جب راہن اور مرتن کے احکام مذکور باب الرهن یوضع علی ید عدل ہو چکے تو اب ان کے نائب کے احکام شروع ہوئے یعنی عدل کے اور عدل سے یہاں مراد وہ شخص ہے جس کے ہاں مرہون

کہنے پر رهن اور مرتهن دونوں راضی ہو گئے اور اس کی بیع پر راضی ہوئے مدت کے آنے پر اور وہ رهن کا وکیل ہے مرہون کی بیع میں لیکن وہ تو وکیل مفرد کے مخالف ہے چند مسائل میں چنانچہ بعض مسائل مذکورہ عنقریب مذکور ہوں گے سہی بعد اللہ فی زعم الراہن والمرتهن نائب کا نام عدل اس واسطے رکھا گیا کہ اس کی عدالت راہن اور مرتهن کے گمان میں ثابت ہے اذا وضعا الرهن علی يد عدل صح وتم بقبضه جیسے کہ راہن اور مرتهن نے مرہون کو معتمد کے ہاتھ میں رکھ دیا تو رهن صحیح ہے اور رهن تمام اور لازم ہو گا اس شخص کے قبضہ کرنے سے ولا یا خذہ احدہما منہ اور نہ لے گا مرہون کو راہن یا مرتهن معتمد سے یعنی اس کی واسطے کہ دونوں کے حق مرہون سے متعلق ہیں راہن کا حق ہے حفظ اور امانت میں اور مرتهن کا حق ہے استيفاء دین میں تو ایک شخص دوسرے کے ابطال مالک نہ ہو گا ضمنی لو دفع الی احدہما متعلق صح تھا اب اور معتمد تاوان دے گا اگر مرہون یا مرتهن کو دے گا اس لیے کہ دونوں کا حق اس سے متعلق ہے یعنی اس واسطے کہ شخص معتمد راہن کا امانت دار ہے عین کے حق میں اور مرتهن کا امانت دار ہے ماییت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہے اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہے اجنبی کے دین سے کذا فی الدرر فلو دفع فو قتلتم من تعدیہ واخذ امنہ فیمتہ وجعلنا عندہ او عند غیرہ ولیس للعدل جعلنا رہننا فی یدنا یصیر قاضیا ومقتضیا پھر اگر معتمد نے مرہون ایک کو یعنی راہن یا مرتهن کو دیا سو وہ اس کے پاس تلف ہو گیا تو معتمد تاوان دے اپنی تودی کے سبب سے اور راہن اور مرتهن سے مرہون کی قیمت لیں اور اس قیمت کو رهن رکھ دیں اس معتمد کے پاس یا اس کے سوا اور شخص کے پاس اور معتمد کو اس قیمت کا رهن رکھ لینا اپنے پاس جائز نہیں تاکہ معتمد ادا کرنے والا اور قیمت کا تقاضا کرنے والا نہ ہو جائے م اس واسطے کہ قیمت مرہون کی معتمد پر واجب ہے تو اگر قیمت کو اپنے پاس رکھے تو قیمت کا ادا کرنے والا اور تقاضا کرنے والا ٹھہر گیا اور حالانکہ دونوں میں مخالف ہے کذا فی المنع وبل للعدل الرجوع ببسوط فی المطولات اور معتمد کو کیا رجوع کرنا جائز ہے جواب اس کا مفصل مذکور ہے بڑی کتابوں میں م زیلعی میں ہے کہ جب مرہون کی قیمت رهن ہوئی معتمد اول کے پاس یا غیر کے پاس پھر راہن نے دین ادا کیا سو اگر معتمد نے قیمت کا تاوان دیا ہو اس وجہ سے کہ اس نے مرہون راہن کو دیا تھا تو قیمت مرتهن کے واسطے سالم رہی اس کو لے جس کے پاس ہو اور اگر معتمد نے مرہون کی قیمت کا ضامن دیا ہو اس وجہ سے کہ اس نے مرہون مرتهن کو دیا تھا تو راہن قیمت کو لے گا جس کے پاس ہو پھر معتمد کو مرتهن سے قیمت بھر لینا جائز ہے یا نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ اگر معتمد نے مرتهن کو مرہون بطور ماریت یا ودیعت کے دیا اور وہ تلف ہو گیا ہو اس کے پاس تو مرتهن سے اس کا رجوع درست نہیں اور اگر مرتهن نے اس کو خود تلف کر ڈالا ہو تو معتمد مرتهن سے بھرے گا اور اسی طرح رجوع درست ہے اگر معتمد نے مرہون دینے کے وقت مرتهن سے یوں کہا ہو کہ لے اس کو بدلے اپنے حق کے یا جس کراس کو بدلے اپنے دین کے کذا فی الطحاوی مختصرا و اذا ملک یسک من ضمان المرتهن اور جب کہ مرہون تلف ہو گیا معتمد کے پاس تو مرتهن کے ضمان سے تلف ہو گا یعنی مرتهن پر تاوان اس کا لازم ہو گا وکل الراہن المرتهن او وکل العدل او غیرہما بیعہ عند حلول الاصل صح تو کیدہ لو الوکیل اہل الذلک ای للبیع عند التوکیل پھر اگر راہن مرتهن کو یا معتمد کو یا ان کے سوا اور شخص کو مرہون کی بیع کا وکیل کرے دین کی مدت آنے کے نزدیک تو یہ وکیل کرنا صحیح ہے بشرطیکہ وکیل بیع کرنے کی یاقت رکھنا ہو وکیل کرنے کے وقت یعنی عاقل بالغ ہو والا لکن اہل الذلک عند التوکیل لاصح الوکالۃ وحینئذ فلو وکل بیعہ صغیرا لا یعقل فباعہ بعد بلوغہ لم یصح خلافا لما ادا اگر وکیل اس کی یاقت نہ رکھتا ہو تو وکیل کے وقت تو وکالت صحیح نہ ہوگی اور اس وقت میں تو اگر راہن نے مرہون کی بیع کا صغیر بے تمیز کو وکیل کیا اور اس نے اپنے بائع ہونے کے بعد بیع کی تو بیع صحیح نہ ہوگی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک بیع صحیح ہے خان شرط الوکالۃ فی عقد الرهن لم یغزل بعزلہ ولا یموت الراہن ولا المرتهن للزومہما بلزوم العقد فہی تخالف الوکالۃ المفردۃ من وجوہ احد ہذا پھر اگر وکالت مشروط ہوئی عقد رهن میں تو وکیل محضول نہ ہو گا راہن کے محضول کرنے سے اور نہ راہن کی موت سے اور نہ مرتهن کی موت سے سبب لازم ہو جانے وکالت کے عقد رهن کے لزوم کے سبب تو رهن کی وکالت مخالف ہے وکالت مفردہ سے بچند وجہ ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ موکل کی موت

وکیل معزول نہیں ہوتا اور وکالت مفردہ میں معزول ہو جاتا ہے ہم شرط وکالت کی یہ صورت ہے کہ راہن کسے کہ میں نے اس کو ہن دکھا اس شرط پر کہ
 فلان شخص مدت کے آنے پر وکیل ہو اس کے بیع کرنے کا کذا فی المحوی والثانی ان الوکیل ہنا یجبر علی البیع عند الاقتران اور دوسری وجہ یہ ہے
 کہ وکیل پر یہاں یعنی بیع راہن کی وکالت میں جبر کیا جائے گا بیع پر امتناع کے نزدیک ہم وجہ جبر یہ ہے تا مرن کو ضرر نہ ہو اور کیفیت جبر کی یہ ہے
 کہ حاکم وکیل کو چند روز قید رکھے اگر اس پر بھی وہ اصرار کرے تو حاکم اس کو بیچ ڈالے کذا فی الدرر وکذا فی الشرط بعد الزہد فی الاصح زیلعی علی خلاف ظاہر
 الروایۃ وان صحھا قاضی خان وغیرہ علی ما نقلہ القمستانی وغیرہ فتنبہ بخلاف الوکالۃ المفردۃ اور اسی طرح توکیل اور وکیل پر جبر صحیح ہے اور وکالت مشروط
 برہن ہوئے بعد راہن کے صحیح تر قول میں کذا فی الزیلعی برخلاف ظاہر الروایۃ کے اگرچہ قاضی خان وغیرہ نے ظاہر الروایۃ کو صحیح کہا ہے چنانچہ قمستانی
 وغیرہ نے اس کو نقل کیا ہے تو خبردار رہو برخلاف وکالت مفردہ کے ہم مالگیری میں ہے کہ اگر معتد بیع سے انکار کرے تو اگر توکیل بعد تمام راہن کے
 ہوئی ہو تو ابولویوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے اور اسی قول کو بعض مشائخ نے لیا ہے کہ اس پر جبر کیا جائے گا چنانچہ وجہ میں ہے اور یہی قول
 صحیح ہے چنانچہ محیط سرخسی میں ہے والثالث انہ یملک بیع الولد والارث اور تیسری وجہ یہ ہے کہ وکیل مذکور مرہون کے بچے اور دین کے بیع
 کا مالک ہے ہم بیع دیت کی یہ صورت ہے کہ غلام مرہون کو کسی نے قتل کیا خطا کی راہ سے پھر اس کی دیت میں اجناس دی تو وکیل کو بیع اجناس
 کا اختیار والرابع اذا باع بخلاف جنس الدین کان لہ ان یشترک فی جنسہ ای الدین بخلاف الوکالۃ المفردۃ اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب وکیل
 نے مرہون کو بیچا جنس دین کے برخلاف تو اس کو جنس دین کی طرف پھیرنا درست ہے برخلاف وکالت مفردہ کے کہ وہ صرف کا مالک نہیں والجنس
 اذا کان عبدا وقتلہ عبد خطا فذبح بالجنایۃ کان لہ بیعہ بخلاف المفردۃ متعلق بالجمع اور پانچویں وجہ یہ ہے کہ جب مرہون غلام
 ہو اور اس کو دوسرا غلام از راہ خطا قتل کر ڈالے سو غلام قاتل قتل کے بدلے دیا گیا تو وکیل کو اس کی بیع کا اختیار ہے برخلاف وکالت مفردہ کے
 یہ مخالفت کا قول پانچویں صورتوں سے متعلق ہے ولہ یو فی غلبۃ ورثۃ ای وراثۃ الراہن کما کان لہ حال حیاتیۃ البیع بغیر حضرت ای حضرت
 الراہن اور وکیل مذکور کو مرہون کا بیچنا راہن کے وارثوں کے پیچھے درست ہے جیسے اس کو اس کی بیع کا اختیار تھا راہن کی زندگی میں بغیر
 موجود ہونے راہن کے و تطل الوکالۃ بموت الوکیل مطلقا اور وکالت باطل ہو جاتی ہے وکیل کی موت سے ہر طرح خواہ وکیل مرتن ہو یا معتد
 یا غیر ان کا اس واسطے کہ وکالت میں میراث جاری نہیں اور موکل وکیل کی رائے پر راضی ہوا تھا نہ اس کی غیر کی رائے پر یعنی الثانی ان وصیہ یخلف لکن
 خلاف جواب الاصل اور ابولویوسف سے ایک روایت ہے کہ وکیل کا وصی وکیل کا خلیفہ ہے امور مذکورہ میں لیکن یہ روایت اصل یعنی امام محمد کے مبیوط
 کے جواب کے مخالف ہے کذا فی الطحاوی ولو اوصی الی آخر بیعہ لم یصح الا اذا کان مشروطا لذلک فی الوکالۃ اور وکیل مذکور نے اگر وصیت
 کی بیع مرہون کی دوسرے شخص کو تو صحیح نہیں مگر جب کہ وکیل کا وصیت کرنا وکالت میں مشروط ہو گیا ہو تو درست ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ
 راہن نے اصل وکالت میں یوں کہا ہو کہ میں نے تجھ کو بیع مرہون کا وکیل کیا اور جو تو اس میں کہے میں نے تجھ کو اس کی اجازت دی کذا فی الطحاوی و
 لا یملک راہن ولا مرتن بیعہ بغیر رضی الآخر اور مالک نے راہن اور مرتن مرہون کی بیع کا بدوں رضا مندی دوسرے کے یعنی راہن بدوں رضائے
 مرتن یا مرتن بدوں رضائے راہن بیع نہیں کر سکتا اس واسطے کہ مرہون سے دونوں کا حق متعلق ہے تو ایک دوسرے کے حق کو بدوں اس کے
 اذن کے باطل نہیں کر سکتا فان حل الاصل وغاب الراہن اجبر الوکیل علی بیعہ کما ہوا حکم فی الوکیل بالخصوصۃ اذا غاب موکلہ او ابایا فانہ یجبر علیہا
 بان یجسہ ایا ما بیع فان لہ بعد ذلک باع القاضی دفعا للضرر پھر اگر دین کی مدت آپہنچی اور راہن غائب ہے تو وکیل پر جبر کیا جاوے گا اس کی بیع
 کا چنانچہ یہی حکم ہے خصوصیت کے وکیل میں جب کہ اس کا موکل غائب ہوئے یا وکیل خصومت سے انکار کرتا ہو تو اس پر خصومت یا بیع مرہون کے واسطے

جبر کیا جاوے گا اس طرح کہ قاضی اس کو قید رکھے چند روز پھر اگر وہ عدم بیع پر اصرار کرے تو قاضی اس کو بیچ ڈالے دفع ضرر کے واسطے مطلقاً وی نے لیا کہ کیفیت اجبار کی درمختار کے اکثر نسخوں میں مذکور نہیں و ان باعہ العدل فالتمن رہن کا لتمن فیہ ملک کہلہ اور اگر معتد نے مرہون بیچ ڈالا تو اس کا ثمن رہن رہے گا بیع کے مانند تو ثمن تلف ہوگا بیع کے تلف ہونے کے مانند یعنی مرہون کا مال تلف ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے اس واسطے کہ ثمن قائم مقام ہے بیع مرہون کے فان اوفی ثمنہ بعد بیعہ المرہون فاستحق الرهن وضمن فان کان البیع بالکافی ید المشتري ضمن المستحق الراهن ان شاء لان غاصب پھر اگر معتد نے مرہون بیچا اور اس کا ثمن بیع کے بعد مرہون کو دیا پھر مرہون غیر راہن کی ملک بھڑا اور اس کا تاوان دیا گیا سو اگر بیع تلف ہو گیا مشتری کے پاس تو مالک مستحق کو اختیار ہے چاہے راہن سے تاوان لے اس واسطے کہ وہ غاصب ہے جس نے پرایا مال رہن رکھا بلا اذن مالک کے وینڈ صحیح البیع والقبض لکن لہ ضمانہ اور اس وقت میں بیع معتد کی اور قبضہ مرہون کا ثمن پر معتد کے ہاتھ سے صحیح ہو گیا بسبب مالک ہو جانے راہن کے اس کے تاوان دینے سے اور ثمن المستحق العدل لتعدیہ بالبیع ثم ہو ای العدل لکن الراهن و صحی ایشا یا چاہے مالک شخص معتد سے تاوان لے بسبب اس کی تعدی کے بیچنے اور تسلیم ثمن کرنے سے پھر معتد تاوان لے گا راہن سے مرہون کی قیمت کا اور اس میں بیع مرہون صحیح ہوگی اور قبضہ مرہون کا ثمن پر بھی بھڑے گا وضمن المرہون ثمنہ الذی اداه الیہ یا معتد چاہے مرہون سے تاوان لے اس ثمن کا جو معتد نے اس کو ادا کیا یعنی اس واسطے کہ مستحق سے ظاہر ہو گیا کہ مرہون نے ناحق ثمن لیا کذا فی الدرر و ہو ای لکن لہ ای للعدل لانہ بدل ملک اور وہ یعنی ثمن مذکور معتد کا مملوک ہے اس واسطے کہ اس کی ملک کا بدلہ ہے جب معتد نے مرہون بیع کا تاوان دیا تو مرہون اس کی ملک ہو گیا اور ثمن اس کا بدلہ ہے تو ثمن معتد کا مملوک ہو گیا کذا فی الدرر و رجوع المرہون علی راہنہ بدینہ ضرورۃ بطلان قبضہ اور مرہون راہن سے اپنا دین بھڑے بصورت بطلان قبضہ ثمن یعنی جب معتد نے مرہون سے ثمن کا تاوان لیا تو مرہون کا قبضہ ثمن پر باطل ہو گیا تو بالفرض مرہون راہن سے اپنا دین بھڑے گا و ان کان الرهن قائماً فی ید مشتری اخذہ المستحق من مشتریہ اور اگر مرہون بیع موجود ہو مشتری کے پاس تو مالک مستحق اس کے مشتری سے لے گا اس واسطے کہ اس نے اپنا بیع مال پایا و رجوع ہو ای مشتری علی العدل لکن لانہ العاقد اور مشتری معتد سے اس کا ثمن بھڑے اس واسطے عاقد بیع کا تو وہی ہے تو عقد کے حقوق اسی سے متعلق ہوں گے ثم یرجع ہو ای العدل علی الراهن یہ ای بتمنہ پھر معتد راہن سے اس کا ثمن بھڑے یعنی اس واسطے کہ راہن نے معتد کو عہدہ تاوان میں ڈالا اس کو وکیل کر کے تو راہن پر اس کی تخلص واجب ہو گئی کذا فی الدرر و اذا رجع علیہ صح القبض و سلم لکن المرہون اور جب معتد نے راہن سے تاوان ثمن کا بھڑ لیا تو قبضہ مرہون کا ثمن پر صحیح ہو گیا اور ثمن اس کو مسلم بھڑا اور رجوع العدل علی المرہون بتمنہ یا چاہے معتد مرہون سے اس کا ثمن بھڑے یعنی اس واسطے کہ جب بیع ٹوٹ گئی تو ثمن باطل بھڑا اور حالانکہ اس نے اس کو ثمن جان کر قبضہ کیا تھا پھر جب ثمن ہونا باطل ہوا تو اس کا نقص قبضہ بالضرر واجب ہو گیا کذا فی الدرر ثم رجوع ہو ای المرہون علی الراهن یہ ای بدینہ پھر مرہون ثمن بھڑے راہن سے اپنا دین بھڑے اس واسطے کہ جب مرہون نے ثمن بھڑ دیا تو اس کا دین پھر ثابت ہو گیا جیسا تھا زاد ہن فی الدرر و الوقایۃ و ان شرطت الوکالۃ بعد الرهن رجوع العدل علی الراهن فقط مود القبض المرہون ثمنہ اولاً و درر و قایہ میں یہاں اس قدر زیادہ بیان کیا ہے اور اگر وکالت بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو معتد فقط راہن پر رجوع کرے گا نہ مرہون پر خواہ مرہون نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو ہم اس واسطے کہ جب توکیل بعد عقد کے ہوئی تو مرہون کا حق اس سے متعلق نہ ہوا تو اس پر رجوع بھی نہ ہوگا اور عدم قبضہ ثمن کی صورت یہ ہے کہ معتد نے مرہون بیچا راہن کے امر سے اور ثمن ضائع ہو گیا معتد کے پاس بلا تعدی پھر مرہون غیر راہن کا ثابت ہوا تو جو تاوان معتد کو لاحق ہو گیا اس کو راہن سے بھڑے گا کذا فی الدرر فان ملک الرهن عند المرہون فاستحق الرهن وضمن الراهن قیمت ملک الرهن بدینہ پھر اگر مرہون ہلاک ہو گیا مرہون کے پاس سو مرہون غیر راہن کا ملک نکلا اور مالک کے راہی سے اس کی قیمت کا تاوان لیا تو مرہون تلف ہو گیا مرہون کے دین کے بدلے یعنی راہن ادا ضمان سے اس کا مالک ہو گیا اور ایفاء

دین صحیح ہو گیا کہ فی الدرر وان ضمن المرتهن الثمن یرجع علی الراهن بقیمة التي ضمنها الضرر ویدینہ لا تقاض قبضہ اور اگر مالک نے مرتهن سے اس کی قیمت کا تاوان لیا تو مرتهن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین بھرے یعنی وہ قیمت جو مرتهن نے تاوان دے کر بھری اپنے ضرر کے سبب اور دین بھرے انتقاض قبض کے سبب ہم رجوع قیمت کی وجہ یہ ہے کہ مرتهن نے فریب کھایا راہن کی جہت سے سبب تسلیم کے اور رجوع دین کی وجہ یہ ہے کہ جب قبضہ مرتهن کا باطل ہو گیا تو اس کا دین پھر ثابت ہو گیا جیسا تھا کہ فی الدرر وسدر الشریعة قرع مسئلہ طحہ شارح کافی الوو البجۃ ذہبت علین وابتہ الرهن لیسقط ربح الدین وسمی ولو البجۃ میں ہے کہ جانور مرہون کی آنکھ جاتی رہی مرتهن کے پاس تو پھر نکالی دین ساقط ہو گیا اور یہ مسئلہ کتاب الجنایات میں آگے آوے گا واللہ اعلم

باب التصرف فی الرهن

والجنایۃ علیہ وجنایۃ ای الرهن علی غیرہ یہ باب ہے مرہون میں تصرف کرنے کا اور مرہون پر جنایت کرنے کا اور مرہون کی جنایت کا غیر مرہون پر توقف بیع الراہن درہنہ علی اجازۃ مرتهنہ او قضاء دینہ راہن کا بیچنا اپنے مرہون کو اس کے مرتهن کی اجازت پر یا اس کا دین ادا کرنے پر موقوف ہے یعنی جب راہن نے مرہون کی بیع کی بلا اذن مرتهن کے تو بسبب متعلق ہونے ہی مرتهن کے بیع نافذ نہیں موقوف ہے تو اگر مرتهن نے بیع کی اجازت دی یا راہن نے اس کا دین ادا کر دیا تو بیع نافذ ہو جائے گی فان وجدا احدہما نقد وصادرته رہنہ فی صورۃ الاجازۃ پھر اگر اجازت یا ادائے دین پایا گیا تو بیع موقوف نافذ اور کامل ہو گئی اور اس کا ثمن رہن ہو گیا اجازت کی صورت میں یعنی در صورت ادا دین رہن کی حاجت نہ رہی وان لم یجبر المرتهن البیع وفسخ بیعہ لا ینفسخ بفسخ فی الاصح اور اگر مرتهن نے بیع کی اجازت نہ دی اور راہن نے بیع کو فسخ کر دیا تو بیع فسخ نہ ہو گی اس کے فسخ کرنے سے صحیح ز قول میں واذا بقی موقوفاً فالمشتری بانہی ران شاء صبر الی فکاک الرهن اور رفع الامر الی القاضی لیفسخ البیع وبذا اذا اشتراہ ولم یعلم انہ یجوز کمال اور جب کہ بیع راہن کی عدم اجازت مرتهن سے موقوف باقی رہی تو مشتری کو اختیار ہے چاہے صبر کرے رہن کے پھوٹنے تک یا اس امر کا مراعات کرے قاضی کی طرف تادہ بیع کو فسخ کر دے اور یہ اختیار مشتری کا اس وقت ہے جب کہ اس نے خرید کیا اور اس کو اس کا رہن ہونا معلوم نہ تھا کہ ذکرہ ابن کمال ولو باعہ الراہن من رجل ثم باعہ الراہن ایضاً من رجل آخر قبل ان یجبر المرتهن البیع فالثانی موقوف ایضاً علی اجازۃ اذ الموقوف لا یمنع توقف الثانی اور اگر مرہون کو راہن نے ایک مرد کے ہاتھ بیچا پھر اس کو دوسرے مرد کے بھی ہاتھ بیع کیا اجازت دینے مرتهن سے پہلے تو دوسری بیع بھی مرتهن کی اجازت پر موقوف ہے اول بیع کے مانند اس لیے کہ بیع موقوف دوسری بیع کے توقف کی مانع نہیں ہوتی فایہما اجازۃ لازم ذلک لطل الاخر پھر دوسری سے جس بیع کی مرتهن کی اجازت دے گا وہ لازم ہو جاوے گی اور دوسری بیع باطل ہو گی ولو باعہ الراہن ثم أجبرہ اور نہ او وہیہ من غیرہ فاجازۃ المرتهن الاجازۃ اول الرهن والہبت جازۃ البیع الاول لحصول النفع بتحول حقہ للثمن علی ما تقرر فی محلہ تحرردون غیرہ من ہذہ العقود المذكورۃ اذ لا منفعۃ للمرتهن فیہا فکانت اجازۃ اسقاطاً لحقہ فزال المانع فینفذ البیع اور اگر راہن نے مرہون کو بیچا پھر اس کو اجارہ میں دیا یا کیس رہن رکھا یا ہبہ کر دیا غیر مشتری کو پھر مرتهن نے اجارہ یا رہن یا ہبہ کو جائز رکھا تو بیع اول جائز ہو گی نہ اجارہ وغیرہ بسبب حاصل ہونے نفع مشتری کے بیع میں بسبب پھر جانے ہی مرتهن کے ثمن کی طرف بنا بر اس وجہ کے جو ثابت اور اپنے مقام میں مرقوم ہے کہ بیع اول جائز ہے نہ اس کے سوا ہبہ عقود مذکورہ میں اس واسطے کہ مرتهن کے واسطے اجارہ وغیرہ میں فائدہ نہیں تو اس کی اجازت اسقاط ہے مرتهن کے ہی کا پھر جب مانع نفاذ دور ہو گیا تو بیع نافذ ہو گئی ہم مسئلہ اولی میں بیع ثانی اجازت کے سبب سے جائز ہوئی اور اس مسئلہ میں بعد بیع کے اجارہ وغیرہ میں تصرف جائز نہ ہوا سوا بیع اول کے باوجود اجازت کے تو دونوں میں فرق یہ ہے کہ مرتهن کو بیع میں تو فائدہ ہے اس واسطے کہ اس کا حق بدل بیع یعنی ثمن سے متعلق ہو گیا برخلاف عقود مذکورہ کے اس واسطے کہ ہبہ اور رہن میں بدل نہیں اور اجارہ میں منفعت بدل ہے نہ عین اور حق مرتهن کا عین کی مالیت میں ہے نہ منفعت میں تو اس کی اجازت میں حق مرتهن کا اسقاط ہے سو جب کہ مانع نفاذ بیع کا زائل ہو گیا تو بیع نافذ ہو گئی کہ فی الدرر وفي الاستبہا باع الراہن من المرتهن البیع الاول اور استبہا میں ہے کہ رکن مرہون کو بیچا پھر اس کو بیچا مرتهن نے

بیع اول منہ ہو گئی م یہ گویا استدراک ہے مصنف کے اس قول پر کہ بیع ثانی بھی موقوف ہوتی ہے بیع اول کے مانند یعنی محل توقف ثانی اول کے مانند ہے جب کہ بیع ثانی غیر مرتن سے ہو اور اگر مرتن سے ہو تو بیع ثانی موقوف نہ ہوگی بلکہ نافذ ہو جاوے گی اور بیع اول باطل ہوگی کذا فی الطحاوی
 و صح اعتقادہ و تدبیرہ و استیلاؤہ ای اعتقاد الی الہن رہنہ اور صحیح ہے یعنی نافذ ہے راہن کا آزاد کرنا اور مدبر کرنا ہون مملوک کو اور مدبر کرنا اور
 استیلاؤ یعنی اگر بلا اجازت مرتن کے راہن مرہون غلام کو آزاد کرے یا اس کو مدبر کرے تو یہ تصرف نافذ ہوگا فان کان غنیا و کان درینہ ای المرتن حالاً
 رنوبینہ من الہن سو اگر راہن مالدار ہو اور مرتن کا دین بلا مدت ہو تو مرتن اپنا دین راہن سے لے وان مؤجلاً اخذ قیمتہ للہن بدلہ الی زمان
 سلوہ فاذا حل استوفی حقہ لومن جنبہ و رد الفضل اور اگر مرتن کا دین مدت والا ہو تو مرتن غلام آزاد کی قیمت راہن سے لے رہن رکھنے کے واسطے
 عوض غلام کے دین کے مدت پہنچنے تک پھر جب مدت آپہنچے تو مرتن اپنا حق یعنی اپنا دین لے بشرطیکہ غلام کی قیمت ہم جنس دین کے ہو اور زیادہ کو
 پھیرے یعنی اگر قیمت دین سے زیادہ ہو تو پھیرے اور اگر کم ہو تو راہن سے طلب کرے وان کان الی الہن معسر افقی العتق سعی العبد فی الاقل
 من قیمتہ و من الدین اور اگر راہن مفلس ہو تو آزاد کرنے میں غلام سعی کرے کمتر مال کے ادا کرنے میں یعنی اگر اس کی قیمت کمتر ہو دین سے تو قیمت ادا کرے
 محنت مزدوری کرے اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کو ادا کرے و رجع علی سیدہ غنیا اور جس قدر غلام ادا کرے اتنا اپنے مالک سے بھرے جب کہ اس کو
 مقدر ہو و فی التدبیر والاستیلاؤ سعی کل فی کل الدین بلا رجوع لان کسب المدبر و ام الولد ملک المولی اور استیلاؤ میں سعی کرے ہر واحد مدبر
 اور ام ولد سے تمام دین کے ادا کرنے میں بلا رجوع علی المولی اس واسطے کہ مدبر اور ام ولد کی کمائی مولی کی مملوک ہے بخلاف غلام آزاد کے فاذا اختلف
 الی الہن المرتن فحکمہ حکم ما اذا اعتقه غنیا کما مر اور جب کہ راہن نے مرہون کو تلف کر دیا تو اس کا حکم مانند ہے اس حکم کے جب کہ مالدار مالک غلام
 مرہون کو آزاد کر دے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی اتلاف راہن اعتاق کے مانند ہے تو اگر دین سال ہو تو مرتن راہن سے اپنا دین لے اور اگر دین مؤجل
 ہو تو اس کی قیمت لے اور اپنے پاس رہن رکھے مدت کے آنے تک کذا فی الدرر والہن ان اختلف اجنبی ای غیر الی الہن فالمرتن لیضمنہ ای المتلف
 قیمتہ یوم بلک فتکون القیمۃ رہنہ عندہ کما مر اور اگر مرہون کو شخص اجنبی یعنی غیر راہن نے تلف کیا تو مرتن تلف کرنے والے سے اس کی قیمت کا
 تاوان لے وہ قیمت جو تلف ہونے کے دن اس کی حق سو قیمت اس کی رہن رہے گی مرتن کے پاس چنانچہ گذر گیا و اما ضمانہ علی المرتن فقیمتہ یوم القین
 لان معنوں بالقین السابق زیلعی اور اگر مرہون کو مرتن نے تلف کیا تو مرتن پر اس کے تاوان میں یوم القین کی قیمت معتبر ہوگی اس لیے کہ مرہون کا
 ضمان مرتن پر قبض سابق سے لازم آتا ہے کذا فی الزیلعی و با عارتہ ای المرتن الی الہن من راہنہ یخرج من ضمانہ تسمیتہ عاریۃ مجازاً و عاریۃ
 دینا مرتن کا راہن کو نکالتا ہے مرتن کو اس کے تاوان سے یعنی اگر مرتن نے مرہون راہن کو بطور عاریت کے دیا تو مرتن پر سے ضمان رہن ساقط
 ہو گیا اور اس کو عاریت کہنا مجاز ہے ہم یعنی لفظ عارہ یہاں مجازاً استعارہ ہے اس واسطے کہ حقیقت عارہ تملیک منافع ہے اور تملیک نہیں
 ہوتی مگر مالک سے اور حالانکہ مرتن مرہون کا مالک نہیں تو تملیک اسی سے کیونکہ ممکن ہوگی قلوب ملک الی الہن فی ید الی الہن بلک مجازاً حتی لو کان عطاء
 کفیل لم یزیم الکفیل شئ لخروجہ من الہن نعم لو کان الی الہن اخذہ بغیر رضی المرتن جاز ضمان الکفیل تا تا رہا نہ ہو اگر مرہون راہن کے ہاتھ میں تلف ہوگا
 تو مفت تلف ہوگا یعنی دین مرتن کا قائم رہے گا کچھ ساقط نہ ہوگا کیونکہ قبض موجب ضمان مرتفع ہو گیا یہاں تک کہ اگر راہن نے مرتن کو مرہون
 مستعار کے سبب سے ضمان دیا ہو تو ضمان پر تاوان لازم نہ ہوگا بسبب خارج ہو جانے مرہون کے رہن سے ہاں اگر راہن نے مرہون کو لیا ہو
 بدوں رضامندی مرتن کے تو جائز ہے ضمان ضامن کا کذا فی التا تا رہا نہ یعنی کفیل مرہون سے مطالبہ ہوگا کہ مرہون مرتن کو دلا دے کذا فی الطحاوی
 فان عاد قبضہ عاد ضمانہ سو اگر قبضہ مرتن کا مرہون پر عود کرے گا تو اس کا ضمان بھی مرتن پر پھر ثابت ہوگا و للمرتن استردادہ من الی یدہ

اور مرتن کو جائز ہے پھر لانا مرتن مستعار کا راہن کے پاس سے اپنے قبضہ کی طرف سے فلو مات الراءین قبل ذلک ای قبل الاسترداد فالمرتن حق یسأل الغرماء لبقا حکم الراءین پھر اگر راہن مرگیا استرداد مرتن سے پہلے تو مرتن زیادہ تر حقد ہے مرتن کا راہن کے باقی قرضخواہوں سے بسبب باقی رہنے حکم مرتن کے مرتن کا حکم اس واسطے باقی ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں ولوا عارہ اوکودعہ احد ہما اجنبیا باذن الآخر سقط ضمانہ اور اگر راہن یا مرتن نے مرتن یا مرتن دیا اجنبی کو دوسرے کی اجازت سے تو ضمان اس کا ساقط ہو گیا اس واسطے کہ ضمان تھا قبض کے سبب سو باقی نہ رہا وکل منہما ان یعیدہ رہنا کا کان اور راہن اور مرتن میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ پھر مرتن کو قائم کرے جیسا کہ سابق مرتن تھا اس واسطے کہ بقا عقد کے سبب دونوں کا حق اس میں ثابت ہے بخلاف الاجارۃ والبیع والہبتہ والراءین من المرتن او من اجنبی اذا باشر احد ہما باذن الآخر حیث یخرج عن الراءین ثم لا یعود الا بعقد مبتدأ لانہما عقود لازمہ بر خلاف اجارہ اور بیع اور ہبتہ اور مرتن کے مرتن سے یعنی جیب کہ عقود مذکورہ صادر ہوئے راہن سے مرتن کے واسطے یا اجنبی کے واسطے بشرطیکہ راہن یا مرتن ان عقود کا مباشر ہو اور دوسرے کے اذن سے کیونکہ مرتن ہون نکل جاتا ہے مرتن سے بسبب عقود مذکورہ کے پھر مرتن عقد نہیں کرتا مرتن کی طرف مگر بعقد مبتدأ اس واسطے کہ عقود مذکورہ لازم ہیں یعنی اگر راہن نے مرتن کو مرتن اجارہ دیا تو مرتن باطل ہو گیا اس واسطے کہ اجارہ عقد لازم ہے منعقد نہیں ہوتا مگر بعقد اتقا حق مرتن کے اور اسی طرح اگر راہن نے اجنبی کو اجارہ دیا اور مرتن نے جائز رکھا یا مرتن نے اجارہ دیا اجنبی کو اور راہن نے اس کو جائز رکھا تو مرتن باطل ہو جائے گا اور یہی حکم ہے بیع اور ہبتہ کا طحاوی نے کہا لیکن مرتن بعد الراءین میں نظر ہے زلیحی نے کہا اس کو ذکر نہیں کیا بخلاف العاریۃ و بخلاف بیع المرتن من الراءین لعدم لزومہا بر خلاف عاریت مرتن کے راہن سے اس کے عدم لزوم کے سبب سے یعنی عاریت اور بیع مرتن سے حق لازم متعلق نہیں ہوا جو مرتن باطل ہو جائے بقی فلو مات الراءین قبل مرتن ثانیاً فالمرتن اسوۃ للغرماء باقی رہی یہ بات کہ اگر راہن مرگیا دوسری بار مرتن رکھنے سے پہلے تو مرتن برابر ہے باقی قرضخواہوں کے یعنی اجارہ دیا راہن نے مرتن کو یا اجنبی کو اور نقص اجارہ کر کے دوسری بار اس کو مرتن کے پاس مرتن نہیں رکھا اور راہن مرگیا تو مرتن احق بالمرتن نہیں بلکہ اور قرضخواہوں کے برابر ہے اس واسطے کہ اجارہ وغیرہ سے مرتن سابق باقی نہ رہا باطل ہو گیا ولولون الراءین للمرتن فی استعمال او اعارتہ للعمل فملک الراءین قبل ان یشرع فی العمل او بعد الفراغ منہ ملک بالدرین لبقاء عقد الراءین اور اگر راہن اذن دے مرتن کو مرتن کے استعمال کا یا اس کے عاریت دینے کا کسی کام کے واسطے پھر مرتن تلف ہو عمل کے شروع ہونے سے پہلے یا بعد فراغ ہونے کے عمل سے تو تلف ہو گا دین کے عوض یعنی مرتن کا ساقط ہو گا بسبب باقی رہنے عقد مرتن مراد یہ ہے کہ راہن نے مرتن کو استعمال کا اذن دے بدول طلب کرتے مرتن کے یا کام کے واسطے مرتن راہن سے عاریت ملے اور وہ اس کو عاریت دے تو اگر قبل استعمال یا بعد استعمال کے تلف ہو گا تو مرتن پر ضمان مرتن لازم ہو گا کذا فی الدرر ولو ملک فی حالۃ العمل والاستعمال ملک امانۃ لثبوت بدالعاریۃ حیث ذاکر مرتن تلف ہوا عمل اور استعمال کی حالت میں تو امانت ہو کہ تلف ہوا یعنی اب ضمان لازم نہ ہو گا بسبب ثابت ہونے قبض عاریت کے اس وقت میں یعنی اور قبض عاریت مخالف قبض مرتن کے تو ضمان ثابت نہ ہو گا ولو اختلاف فی وقتہ ای وقت ہلاکہ فقال للمرتن ملک فی وقت العمل وقال الراءین فی غیرہ فالقول للمرتن لازم منکر والبیئۃ للراءین لانہما اتفقا علی زوال ید الراءین فلا یمدق الراءین فی حدودہ الا بحجۃ بزازیہ اور اگر راہن اور مرتن نے اختلاف کیا مرتن کے تلف ہونے کے وقت میں سو مرتن نے کہا کہ تلف ہوا عمل کے وقت میں اور راہن نے کہا کہ عمل کے سوا اور وقت تلف ہوا تو مرتن کا قول مقبول ہو گا اس واسطے کہ وہ منکر ہے وجوب ضمان کا اور اور شہادت راہن کی مقبول ہو گی اس واسطے کہ راہن اور مرتن قبض مرتن کے زوال پر متفق ہیں تو راہن کی تصدیق قبض مرتن کے محود کرنے میں نہ ہو گی بدول گواہی کے کذا فی البزازیہ و فیما اذن للمرتن فی لبس ثوب الراءین یوما فجاءہ للمرتن فخر فقال تخرق فی لبس ذلک الیوم وقال الراءین مال بستہ فیہ ولا تخرق فیہ فالقول للراءین وان اقر الراءین باللبس فیہ ولكن قال تخرق قبل لبسہ او بعدہ فالقول للمرتن فی قدر ما اذن الراءین لبس بزازیہ میں ہے کہ راہن نے مرتن کو اذن دیا مرتن

لہ یعنی عقد سابق

کپڑے کے پینے کا ایک دن سو مرتبہ وہ کپڑا لایا پٹھا اور بولا کہ وہ پھٹ گیا تھا اکن کے پینے میں اور اس نے کہا کہ تو نے اس نہیں پہنا اور نہ اس میں پھاڑا تم کا قول معتبر ہے اور اگر راہن نے اس دن کے پینے کا اقرار کیا دیکھ یہ کہا کہ کپڑا پھٹ گیا تھا اس کے پینے سے پہلے یا بعد پینے کے تو مرتبہ کا قول قبول ہے وہ ضمان کی مقدار میں جب ماہن نے پینے کا اقرار کیا تو ضمان سے خارج ہو جانے پر دونوں کا اتفاق ہوا تو در صورت تلف ہونے تو ب متخرق کی قیمت لازم ضمان میں معتبر ہوگی کذا فی الطحاوی فروع مسائل ملحقہ شایع کے رہن الابن مال طفلہ شیثا بن علی نفسه باز فلو الرهن فیمت اکثر من الدین فملک ضمن الابن قدما لدین دون الزیادۃ بخلاف الوسی فانہ یضمن قیمتہ والفرق ان الابن ان یتفح بمال الصغیر عند الحاجة ولا کذلک الوسی باپ نے اپنے طفل کے مال سے کوئی چیز بیچ لی اس دین کے جو باپ کی ذات پر ہے رہن بھی تو ہمارے ہے تو اگر مرہون کی قیمت زیادہ تر ہے دین سے اور وہ تلف ہوا تو باپ تاوان دے گا بقدر دین کے زیادہ کا تاوان نہ دے گا برخلاف وصی کے کہ وہ اس کی پوری قیمت کا تاوان دے گا اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ باپ کو جائز ہے نفع حاصل کرنا صغیر کے مال سے حاجت کے وقت اور وصی ایسا نہیں کہ اس کو انتفاع صغیر کے مال سے درست ہو و لو ادرک الابن و مات الاب لیس للابن اخذہ قبل قضاء الدین و یرجع الابن فی مال الاب ان کلان رہنہ لنفسہ لانہ مضطر کعبیر الرهن اور اگر صغیر بالغ ہو گیا اور باپ مر گیا تو فرزند کو مرہون کا لینا بدول ادا کرنے دین کے جائز نہیں اور فرزند باپ کے مال سے اتنا بھرے اگر اس کے باپ نے فرزند کا مال اپنی ذات کے واسطے رکھا ہو رجوع اس واسطے درست ہے کہ فرزند مضطر ہے مرہون کی عاریت دینے والے کے مانند یعنی فرزند اپنے مال کے خلاص کرنے میں مضطر ہے تو وہ متبرع نہ ٹھہرے گا کہ رجوع نہ درست ہو جیسے عبیر رہن کو راہن سے رجوع کرنا درست ہے جب کہ وہ بچہ مال کی تکمیل کے واسطے راہن کا دین ادا کرے کذا فی الطحاوی ولو رہن شیثا ثم اقر باہن لغيرہ لا یبقی فی حق المرتن ولیہ اقباض الدین و ردۃ الی المقر لا اور اگر راہن نے کوئی چیز رہن رکھی پھر اقرار کیا کہ یہ چیز تو عبیر مرتن کے پاس رہن بھٹی تو مرتن کے حق میں اس کی تصدیق نہ ہوگی اور راہن کو ادائے دین کا حکم کیا جائے گا اور اس چیز کے پھیر دینے کا مقر کی طرف امر ہوگا و لو رہن دار غیرہ فاجاز صاحبہا جاز اور اگر ایک نے دوسرے کا گھر رہن رکھ لیا پھر اس کے مالک نے رہن رکھنا جائز رکھا تو یہ درست ہے وینتہ الراہن علی قیمتہ الرهن اولیٰ اور راہن کے گواہ مرہون کی قیمت پر مقدم ہیں مرتن کے گواہوں سے یعنی مرہون کے تلف ہونے کے بعد اختلاف پڑا اس کی قیمت میں راہن کہتا ہے کہ اس کی قیمت سو گھنٹی مثلاً اور مرتن کہتا ہے کہ ۵۰ درم قیمت بھٹی اور دونوں نے گواہ گزرائے تو راہن کے گواہ مقدم ٹھہریں گے اس واسطے کہ وہ زیادت ضمان کے مثبت ہیں و زوائد الرهن کولہ و ثمرۃ رہن لا غلۃ وار وارض و عبد فلا یصیر رہنا اور زوائد رہن کی یعنی مرہون کی بڑھوتیاں چنانچہ مرہون کا بچہ اور پھل رہن میں داخل ہے نہ کرایہ گھر اور زمین اور غلام کا تو وہ رہن میں داخل نہ ہوگا عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ زوائد رہن کی دو قسم ہیں ایک قسم تو رہن میں داخل نہیں یعنی جو زیادت کہ متولد نہ ہو اور نہ بدلا ہو کسی جزو کا اجزاء علیٰ سبب اور ہبہ اور صدقہ اور مانند اس کے اور ایک قسم رہن میں داخل ہے یعنی جو مرہون سے متولد ہو چنانچہ بچہ اور پھل اور زوائد یا بدلا ہو کسی جزو کا چنانچہ عضو کا خون بہا اور رہن میں داخل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اصل کے ساتھ زوائد بھی محبوس رہیں گے مرتن کے پاس لیکن ان کے تلف ہو جانے میں تاوان نہیں تو ان کے تلف ہو جانے سے فک رہن سے پہلے کچھ دین ساقط نہ ہوگا کذا فی الطحاوی مختصر الرهن الفاسد کا لصیح فی ضمان رہن فاسد رہن صحیح کے مانند ہے اس کی ضمان میں ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر نصف شائع رہن رکھا یا نصف غلام رہن رکھا ہر دو قسم قرض لے کر اور درموں کو خرچ کر ڈالا پھر عقد رہن کو توڑا راہن نے فساد کی وجہ سے تو مرتن کو جس مرہون تا سنبقاء دین درست ہے اور اگر مرتن

تلف ہو گا مگر تنہی کے پاس فسخ کے بعد تو رہن مسیح کے مانند رہن پرتاوان لازم ہو گا کذا فی المنع لمخصاص صح استعارۃ شئی لیرہنہ فی رہن بما شاء
اذا اطلق ولم یقید بشئی اور صحیح ہے عاریت لینا کسی چیز کا مستعیر اس کو رہن رکھنے تو مستعیر رہن رکھے عاریت کی چیز جس قدر کو پہلے
جس طرح چاہے بشرطیکہ عاریت دینے والے نے علی الاطلاق دیا ہو اور کسی چیز کی قید نہ لگائی ہو وان قیدہ بقدر او جنس اور رہن او بلکہ قید
وحینئذ فان مخالفت ما قیدہ بہ المعیر من المستعیر او المرہن لتعدی کل منہما اور اگر معیر نے رہن میں مقدار دین کی یا جنس دین کی یا مرہن کا
یا شہر کی قید لگائی یعنی یوں کہا کہ اس قدر دین پر رہن رکھنا یا فلاں جنس کے بدلے یا فلاں شخص کے پاس یا فلاں شہر میں رہن رکھنا تو رہن اس
قید کے ساتھ قید ہو گا اور اس وقت میں تو اگر مستعیر کی قید لگانے سے خلاف کرے گا تو معیر تاوان لے گا مستعیر سے یا اس کے مرہن سے دونوں
کی تعدی اور زیادتی کے سبب سے م مستعیر کی تعدی تو صریح ہے مخالفت کرنے سے اور مرہن کی تعدی یہ ہے کہ اس نے بیگانہ چیز پر قبضہ کر
بدوں اس کے اذن کے تو مستعیر تو غاصب ہوا اور مرہن غاصب کا صلب ٹھہرا الا اذا مخالفت الی خیر بان علین لہ اکثر من قیمتہ فرہنہ باقل من
لم یغنی لمخالفتہ الی خیر مگر جب کہ مستعیر نے معیر کی مخالفت کی نیک امر میں اس طرح پر کہ معیر نے مستعیر کے لیے مستعار کی قیمت سے اکثر معین کر دیا
مستعیر نے اس کو اس سے کمتر پر رہن رکھا تو مستعیر پرتاوان لازم نہ ہو گا کیونکہ اس نے بہتری میں مخالفت کی یعنی اس مخالفت میں مالک کا فائدہ ہے
نقصان ہوتا وان لازم آئے فان ضمن المعیر المستعیر تم عقد الرہن لتمامہ بالضمان پھر اگر معیر نے تاوان لیا مستعیر سے تو رہن کا عقد کامل ہو گا
بسبب مالک ہو جائے مستعیر کے مستعار کا تاوان دے کر وان ضمن المرہن یرجع بما ضمن بالدرہن علی الدین کا دینی الاستحقاق اور اگر معیر نے تاوان
مرہن سے تو مرہن ماہن سے دین اور تاوان بھر لے جس قدر کہ اس نے تاوان دیا چنانچہ استحقاق میں یعنی جب تنہی کو مرہن نے مرہن کے تلف ہونے
کے بعد تاوان دیا تو مرہن راہن سے دین اور تاوان بھر لے گا چنانچہ مذکور ہو چکا فان وافق وہیک عند المرہن صار للمرہن مستوفی الدین پھر
مستعیر کے موافق چلا یعنی مستعار کو بقدر اہانت معیر کے رہن رکھا اور مستعار تلف ہو گیا مرہن کے پاس تو مرہن اپنے دین کا پانے والا تھا
گیا بشرطیکہ قیمت اس کی دین کے برابر ہو یا زیادہ اگر قیمت دین سے کم ہوگی تو باقی کو راہن سے لے گا کذا فی المطحطاوی و وجب مثلاً مثلاً
للمعیر علی المستعیر وہو الراہن لقضاء دینہ بہ اور دین کے برابر معیر کے واسطے مستعیر یعنی راہن پر دین واجب ہو گا بسبب ادا ہونے دین راہن کے
مرہن کے سبب ان کا ان کا کل مضمون والا لکن کلام مضموناً ضمن قدر المضمون والباقی امانۃ وحبوب بقدر دین اس صورت میں ہے کہ اگر تمام دین مضمون
اور اگر تمام دین کا ضمان نہ ہو ہو تو راہن مستعیر بقدر مضمون کے ضمان دے گا اور باقی امانت ہے وکذا لولعیب فیذہب من الدین بحسابہ وحبب مثلاً لملو
اور اسی طرح اگر مستعار مرہن کے پاس عیب دار ہو گیا تو بقدر عیب کے دین جاتا ہے گا اور اسی کے مانند معیر کے واسطے مستعیر پر واجب ہو گا و
لوا فتنک ای الدین المعیر جبر المرہن علی القبول ثم یرجع المعیر علی الدین لانہ غیر متبرع لتخلیص ملک بخلاف الاجنبی بما دی بہ ساوی الدین
القیمۃ وان الدین ازید فالزائد تبرع وان اقل فلا جبر ورنکن استشکلہ الزبلی وغیرہ وقرہ المصنف فلذا لم یصح علیہ فی حقہ مع کمال متابعت
للدرد بقدر بر اور اگر معیر نے فک رہن کا ارادہ کیا تو مرہن پر اس کے قبول کرنے پر جبر کیا جاوے گا پھر معیر نے جو دین دیا کیا وہ راہن سے بھر لے گا
اس واسطے کہ معیر متبرع نہیں ہے کیونکہ وہ معطر ہے اپنے ملک کی تخلیص کے سبب بخلاف اجنبی کے کہ وہ ادائے دین میں متبرع ہے یہ ہر معیر
شرط پر ہے کہ دین برابر ہو قیمت مرہن کے اور اگر دین زائد ہو گا اس کی قیمت سے تو زائد کا ادا کرنا تبرع ہے یعنی تو اس قدر کاروبار نہ ہو گا اور اگر دین
کم ہے قیمت سے تو مرہن پر جبر نہیں تسلیم مرہن کا کذا فی الدرر لیکن ادائے زائد کے تبرع ہونے میں زبلی وغیرہ نے اشکال کیا ہے اور مصنف نے اس

لہ معیر عاریت دینے والا اور مستعیر عاریت لینے والا ۱۲

اشکال کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں تو اسی واسطے مصنف نے زائد کے تبرع ہونے پر تصریح نہیں کی یعنی اپنے متن میں اس کو ذکر نہیں کیا باوجود کمال متابعت و رد کے سو اس کو تامل کر یعنی باوجودیکہ مصنف اپنے متن میں درر کی کمال متابعت کرتا ہے لیکن اشکال زلیعی وغیرہ کے سبب اس کو متن کے اندر داخل نہیں کیا تبرع زائد کا اشکال زلیعی نے یوں بیان کیا ہے کہ یہ مشکل ہے اس واسطے کہ تخلیص مرہون حاصل نہیں ہو سکتی بعض دین کے ادا کرنے سے تو معیر مضطر محض اور یہ اس واسطے ہے کہ غرض معیر تخلیص سے یہ ہے کہ اس سے منتفع ہو اور یہ حاصل نہیں ہو سکتا بدول ادا کرنے تمام دین اس واسطے کہ مرہون کو اختیار ہے جس مرہون کا تادائے کل دین کذا فی الحل ہی طحاوی نے حموی اور شرح قدوری سے جواب اشکال مذکور کا ذکر کیا اور کہا کہ مصنف پر اس کی تصریح واجب تھی من شاء فلیزجج الیہ ولو ہلک المرہون المستعار مع المرہون قبل رہنہ او بعد فکلم یضمن وان استخدا المرہون فکلم یضمن من قبل لانہ امین مخالف ثم عاد الی الوفاق فلا یضمن خلافاً لشافعی اور اگر مرہون مستعار ہلاک ہو گیا راہن کے پاس رہن رکھنے سے پہلے یا بعد فکلم یضمن کے تو راہن پر اس کا تادان نہیں اگرچہ قبل اس کے مستعار سے اس نے خدمت لی ہو یا اس پر سواری کی ہو اور مانند اس کے اور احتمال کیا ہو اس لیے کہ راہن امین ہے جس نے مالک کی مخالفت کے بعد اس کی پھر موافقت کی تو اس موافقت بعد مخالفت سے اس پر ضمان لازم نہ ہوگا برخلاف امام شافعی کے مکن فی الشربلایہ یعنی العادیۃ المتاجر او المستعیر اذا خالف ثم عاد الی الوفاق لا یراعی الضمان علی ما علیہ الفتویٰ انتہی لیکن شربلایہ میں عادیۃ سے منقول ہے کہ متاجر یا مستعیر جب کہ دونوں مالک کی مخالفت کریں بعد اس کے پھر موافقت کریں تو ہر واحد تادان سے بری الذمہ نہ ہوگا بموجب اس قول کے جس پر فتویٰ ہے انتہی مافی الشربلایہ بقی لو اختلفا فالقول للمرہون لانہ ینکر الایفاء بمالہ باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہو جانے کے وقت میں تو مستعیر راہن کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ وہ اپنے اقرار مال کا منکر ہے یعنی وجوب ضمان کا منکر ہے ہم صورت اختلاف یہ ہے کہ معیر کہتا ہے کہ مرہون مستعار تلف ہو گیا مرہون کے پاس لو مستعیر کہتا ہے بلکہ میرے پاس قبل رہن یا بعد فکلم یضمن تلف ہوا کذا فی الطحاوی تو مطلب یہ کہ یہ ہے کہ بقدر دین مستعیر پر ضمان واجب ہوا اور مستعیر کا مدعا یہ ہے کہ مجھ پر ضمان واجب نہ ہو ولو اختلفا فی قدر او باریہن فالقول للمعیر بایہ اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اس مقدار میں جس پر رہن رکھنے کا معیر نے امر کیا تو معیر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الہدایہ یعنی مقدار دین میں اختلاف ہوا معیر اکثر دین کا مدعی ہے تا مستعیر پر تلف ہو جانے کے وقت ضمان زائد لازم آئے اور مستعیر اقل دین کا مدعی کرتا ہے اختلاف فی الدین والقیمۃ بعد ہلاک فالقول للمرہون فی قدر الدین و قیمتہ المرہون شرح تلمیذ اور اگر راہن اور مرہون نے مقدار دین اور قیمت مرہون میں اختلاف کیا بعد ہلاک ہو جانے مرہون کے تو مرہون کا قول مقدار دین اور قیمت مرہون میں معتبر ہے کذا فی شرح التکملہ ولومات مستعیرہ مفلساً یا یونافا المرہون باقی علی حالہ فلا یباع الا برضی المعیر لانہ ملکہ اور اگر مرہون کا مستعیر مفلس مدیون ہو کر مر گیا تو عقد رہن کا باقی ہے اپنی حالت سابقہ پر مرہون کے پاس تو مرہون بیچا نہ جائے گا مگر معیر کی رضامندی سے اس واسطے کہ مرہون معیر کا مملوک ہے ولو اراد المعیر بیعہ و ابی المرہون البیع بیع بغیر رضاه ان کان برای بالمرہون وفاء والا فلا یباع الا برضاه اور اگر معیر بیع مرہون کا ارادہ کرے اور مرہون نہ مانے تو وہ بیچا جاوے گا بدول اس کی رضامندی کے اگر مرہون کی قیمت سے دین مرہون کا ادا ہو جائے ادا کر دین ادا نہ ہو تو اس کی بیع نہ ہوگی بلا رضامندی مرہون کے ولومات المعیر مفلساً و علیہ دین اگر المرہون بقضاء دین نفسه و یرد المرہون لیصل کل ذی حق حقہ اور اگر معیر مرہون کے مفلس ہو کر اور اس پر دین ہو تو راہن پر امر کیا جائے اپنے ذات دین کے ادا کرنے کا اور مرہون مستعار پھر دیا جائے تاکہ ہر مقدار اپنے حق کو پہنچے وان عجز لفقرہ فالمرہون علی حالہ لکان المعیر حیا اور اگر راہن مستعیر عاجز ہو اپنے دین کے ادا کرنے سے محتاجی کے سبب تو مرہون باقی ہے اپنی حالت پر اگر معیر زندہ ہو اور مستعیر عاجز ہو تو مرہون قائم رہے گا ولو رثتہ ای ورثتہ المعیر اخذہ ای المرہون بعد قضاء دینہ کمورت اور معیر کے وارثوں کو مرہون کا لینا درست ہے بعد ادا کرنے دین مرہون کے

مورث کے مانند یعنی اگر وارث معیر کے مرتہ کا دین ادا کریں تو مرہون پر قبضہ کریں فان طلب غرام المعیر من ورثتہ بیعہ فان وفاء بیع والا فلا یباع
 الا برضی المرتهن کما مر لہا مرہون کے قرض خواہ معیر کے وارثوں سے مرہون مستعار کی بیع طلب کریں تو اگر مرہون کی قیمت سے دین ادا ہو جائے تو وہ
 بیچا جاوے اور اگر دین ادا نہ ہو تو نہ بیچا جائے مگر مرتہ کی رضامندی سے چنانچہ عنقریب گذر گیا بدلیل گذشتہ ہم منہ الغفار میں ہے کہ اگر دین
 مرتہ سے فاضل معیر کے قرض خواہ کو کفایت نہ کرے تو بدوں ان کی رضامندی کے بیع درست نہیں اور اگر کفایت کرے تو بیع جائز ہے بدوں
 ان کی رضامندی کے بسبب پہنچ جانے ان کے حق کے اور اسی طرح کا حکم ہے اگر معیر یا مستعیر جائے کذا فی الطحاوی و اعلم ان جنایۃ الراہن
 علی الراہن کلا او بعض مضمونہ اور یہ معلوم کر کہ جنایت راہن کی مرہون کے کل پر یا بعض پر مضمون ہے یعنی مادان اس کا راہن پر واجب ہے ہم لکھا اگر
 راہن مرہون غلام کو قتل کرے یا کوئی عضو تلف کر ڈالے تو راہن پر ضمان واجب ہوگا اس لیے کہ حق مرتہ کا لازم محترم ہے اور مالیت سے اس کی ملک
 متعلق ہے لہذا مالک اجنبی کھڑا یا گیا نمان کے حق میں کجناۃ المرتهن علیہ جیسے جنایت مرتہ کی مرہون پر واجب الضمان ہے یعنی اگر مرتہ مرہون
 کو قتل کرے گا تو اس پر نہ تو اس پر لازم ہوگا ولیسقط من دینہ ای دین المرتهن بقدر ما ای الجنایۃ لانه تلف ملک غیرہ فلزمہ ضمانہ و اذا الزمہ و قد قل
 الدین سقط بقدرہ و لزمہ الباقی بالاتلاف لا بالہن اور مرتہ کا دین بقدر جنایت کے ساقط ہو جاوے گا اس واسطے کہ مرتہ نے غیر کی ملک کو تلف
 کیا تو اس پر ضمان لازم ہوگا اور جب کہ ضمان لازم ہوا اور دین موبل نہیں ہے تو دین ساقط ہوگا بقدر اس کے اور باقی مرتہ پر لازم ہوگا مرہون
 کے تلف کر ڈالنے کے سبب سے مرتہ کی مرہون کو لازم ہوا اس واسطے کہ جو قیمت مرہون کی قدر دین سے زائد ہے وہ امانت ہے
 اور مرتہ پر اس کا ضمان تلف کر ڈالنے سے لازم ہوا نہ عقد رہن کے سبب سے تو وہ بمنزلہ ودلیعت کے ہے جب کہ مودع اس کو تلف کرے
 اور اس پر ضمان لازم آوے کذا فی الدرر و بذوالدین من جنس الضمان والالم لیقط منہ شیء و الجنایۃ علی المرتهن اور یہ یعنی سقوط دین بقدر جنایت اس وقت
 ہے جب کہ دین ضمان کی جنس سے یعنی دراہم اور دنانیر ہو اور اگر اس کی جنس سے نہ ہو چنانچہ مکمل ہو تو دین سے کچھ ساقط ہوگا اور جنایت مرتہ پر قائم ہوگی
 و المرتهن ان لیسقوفی دینہ اور مرتہ کو درست ہے کہ اپنا دین پورا بھرنے لکھن اور عینہ لیسقط نصف دینہ عنہ قہستانی و برجنیدی لیکن اگر مرتہ نے غلام
 مرہون کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالی تو مرتہ کا نصف دین ساقط ہوگا کذا فی القہستانی و برجنیدی یہ اس صورت میں ہے جب کہ غلام کی قیمت دین کے
 برابر ہو اس واسطے کہ آنکھ مقدار نصف دیت ہے اور غلام کی دیت اس کی قیمت ہے اور اگر مرہون بائو ہو تو اس کی آنکھ پھوڑنے سے ربع دین
 ساقط ہو گیا چنانچہ مذکور ہو چکا اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو سقوط نصف دین کی وجہ ظاہر نہیں ہوتی تو اس مسئلہ کی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحاوی
 و جنایۃ الراہن علیہما ای الراہن والمرتهن و علی مالہما ہدراہی باطل اور جنایت مرہون راہن اور مرتہ پر اور ان دونوں کے مال پر ہدراہی باطل
 ہے یعنی جنایت کے بدلے کوئی چیز واجب نہیں اذکانت الجنایۃ غیر موجدہ للقصاص فی النفس و دن الاطراف اذ لا تو دین طرفہ عدا و حر قبض
 جنایت غلام مرہون کی باطل ہے جب کہ جنایت قصاص فی النفس کی موجب نہ ہو سوائے اطراف کے اس واسطے کہ غلام اور آزاد کے ہاتھ پاؤں
 وغیرہ اطراف میں قصاص نہیں یعنی غلام کا قتل باطل ہے اور اطراف میں تو قصاص ہی نہیں ہے وان کانت موجبہ للقصاص فمعتبرہ فیقتل
 ویطل الدین خانیۃ و عبارة القہستانی و شرح المجمع یطل الراہن اور اگر جنایت قصاص کی موجب ہو تو معتبر ہے یعنی قتل عمد میں غلام سے قصاص
 لیا جاوے گا اور دین باطل ہوگا کذا فی النجانیۃ اور قہستانی اور شرح مجمع کی عبارت یہ ہے کہ رہن باطل ہو جاوے گا بطلان دین کی وجہ یہ ہے
 کہ جب غلام مرہون قتل ہوا تو محل استیفاء دین باقی نہ رہا اور ظاہر بطلان دین اور بطلان رہن میں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحاوی کجناۃ ای الراہن
 علی ابن الراہن او علی ابن المرتهن فانہا معتبرۃ فی اصحیح حتی یدفع بہا و لہدی وان کانت علی المال یباع کما لو جنی علی الاجنبی اذ ہوا اجنبی بتقاین الاطلاق

حق جیسے جنایت مرہون کی راہن کے فرزند یا مرہون کے واسطے کہ وہ معتبر قول المائۃ صحیح میں تو مرہون دیا جاوے گا بسبب جنایت کے
 کا فدیہ دیا جائے اور اگر جنایت مرہون کے مال پر ہو تو وہ بیجا جلائے گا اور صاحب مال کو دیا جائے گا چنانچہ شخص اجنبی پر اس کی جنایت معتبر ہے
 نہ راہن اور مرہون پر جنایت اس واسطے معتبر ہوئی کہ فرزند باپ سے اجنبی ہے بتاؤں اسلک کے سبب کذا فی الزیلعی ولو رہن عبد البادی الفان
 ن موکل فرجعت قیمۃ الی مائۃ فقتل رجل وعزم علی لاجل فالمرہن یقبضہا ای المائۃ قصداً لحقہ ولا یرجع علی الراہن لشیئ کموتہ
 تسل والاصل ان نقصان السعر لا یوجب سقوط الدین بخلاف نقصان العین فاذا کان الدین باقیاً ویل المرہن بدلاً ستیفاً فیستوفی بالکل
 الا ابتداءً اور اگر وہ غلام جو ہزار درم کے برابر ہے ہزار درم موکل پر مرہن رکھا پھر اس کی قیمت پٹ کر سودم کی ہو گئی پھر اس کو ایک مرد نے قتل
 کر دیا سودم کا تاوان دیا اور دین مرہن کی مدت آہنچی تو مرہن سودم پر قبضہ کرے اپنے ادائے حق کے سبب یعنی ادائے بعض حق سے اور راہن سے
 نہ لے گا جیسے غلام مرہون کی موت بلا قتل میں راہن پر کوئی چیز لازم نہیں اور قاعدہ کلیتہً ہے کہ نقصان نرخ سقوط دین کا موجب نہیں برخلاف
 ماں علیہ کے پھر جب کہ دین باقی رہا اور قبضہ مرہن کا قبضہ استیفاً ہے تو وہ تمام دین کا پانے والا کھڑ گیا ابتداءً مرہن سے ولو یا عہ ای العبد المذکور بآئہ مر
 ہن فیض المائۃ قصداً لحقہ ورجع بتسعمائۃ لانہ لما کان الدین باقیاً وقد اذن ببيعہ بمائۃ کان الباقی فی ذمتہ کا نہ استردہ و باعہ بنفسہ اور اگر
 ن نے غلام مذکور بیجا سودم سے راہن کے امر سے تو مرہن قبضہ کرے گا سودم پر اپنے حق کے سبب سے اور نو سودم راہن سے بھرے گا اس واسطے
 ب دین باقی رہا اور البتہ راہن نے اس کو سودم کے ساتھ بیچنے کا اذن دیا تھا تو باقی دین یعنی نو سودم راہن کے ذمہ پر لازم ہے گویا اذن مذکور سے
 ہی نے مرہون پھیر لیا مرہن سے اور اس کو بذات خود بیچ ڈالا ولو قتل عبد قیمۃ مائۃ فذبح بہ افترکہ الراہن وجوباً بکل الدین وهو الالف لقیم
 فی مقام الاول لحداد ما وقال محمد ان شاء افترکہ بکل دینہ او ترک علی المرہن بدینہ وهو المختار کما فی الشریعۃ لایعین الموہب لکن عامۃ المتن والشرح علی الاول
 ہزار درم کی قیمت والے غلام مرہون کو اس غلام نے قتل کیا جس کی قیمت سودم ہے پھر قاتل غلام قاتل کے بدلے دیا گیا تو راہن پر واجب ہے کہ غلام
 کو تمام دین یعنی ہزار درم دے کر مرہن سے چھوڑا دے بسبب قائم ہو جانے غلام ثانی کے غلام اول کے مقام پر گوشت اور خون میں یعنی آدمی ہونے میں دونوں
 میں اور محمد نے کہا راہن اگر چاہے اس کا مرہن فک کرے مرہن کا سبب دین دے کر یا اس کو مرہن کے پاس چھوڑے اس کے دین کے بدلے اور یہی قول
 کا مختار ہے چنانچہ شریعہ لایعین الموہب الرهن سے منقول لیکن اکثر فقہ کے متون اور شروح اول قول پر مشتمل ہیں فان جنہی ترک التفریع اولی الرهن خطا
 راہ المرہن لانہ ملکہ ولم یرجع علی الراہن لشیئ پھر اگر غلام مرہون نے ازراہ خطا کسی کو قتل کیا تو مرہن اس کا فدیہ دے اس واسطے کہ مرہون اس کی ملک ہے
 مرہن فدیہ دے کہ راہن سے کچھ نہ لے گا شایع نے کہا مصنف کو فاء تفریع کا ترک کرنا بہتر تھا یعنی اس واسطے کہ یہ مسئلہ سابقہ سے متفرع نہیں
 فیعلیل ملک مرہن غیر ظاہر ہے تو اگر شایع یوں کہتے لایعین الموہب الرهن فی ضمانہ تو بہتر تھا کذا فی الطحاوی یعنی قتل حاصل ہوا مرہن کے ضمان میں اس
 واسطے کہ ضمان جنایت کا مرہن پر ہے اور غلام مرہون کا بالکل اس کے ضمان میں ہے اور اس کا دین رقبہ غلام کو مستغرق ہے کذا فی الدرر ولا یمکن
 فی دفعہ الی ولی الجنایۃ لانہ لا یمکن التملیک اور مرہن مالک نہیں غلام کے دینے کا ولی جنایت کو یعنی مقتول کے مالک یا وارث کو اس واسطے کہ مرہن
 مالک مرہون کا مالک نہیں فان ابی المرہن من الفداء دفعہ الراہن ان شاء او فداءه ویسقط الدین بکل منها لو اقل من قیمۃ الرهن او مساویا ولو
 شہ لیسقط قدر قیمۃ العبد فقط ولا یسقط الباقی من الدین پھر اگر مرہن نے فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن دے غلام قاتل کو اگر چاہے یا اس کا فدیہ
 دے اور دین مرہن دونوں صورتوں میں یعنی دفع اور فدیہ میں ساقط ہوگا اور اگر دین کمتر ہو مرہون کی قیمت سے یا برابر ہو اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو
 فقط بقدر قیمت غلام کے ساقط ہوگا اور باقی دین ساقط نہ ہوگا ولو استملک ما لا یتفرق رقبۃ فداء المرہن فان ابی باعہ الراہن او فداءه اور اگر مملوک

مرہون تلف کرے اس قدر کو جو اس کی قیمت سے کمتر ہے تو مرہون کا فدیہ دے پھر اگر وہ فدیہ نہ دے تو راہن اس کو بیچ ڈالے یا اس کا فدیہ دے
 ہم اگر مرہون فدیہ دے گا تو راہن اور اس کا دین بحال سابق باقی ہے گا اور بصورت انکار مرہون اگر راہن اس کو بیچے تو جس کا مال تلف کیلئے اس کو
 دین اور اسے اور اگر فدیہ دے گا راہن تو مرہون کا دین ساقط ہوگا اور اس کی تفصیل حموی اور عالمگیری میں ہے ولو قتل ولد الزہد انسانا او استملک
 مالا دفعہ الزہد وخرج عن الزہد اوفداه ولبقى رہنہامع امہ اور اگر مرہون لونڈی کا غرض قتل کرے کسی انسان کو یا تلف کرے کسی مال کو تو راہن
 اس کو دے ڈالے اور وہ رہن سے خارج ہو گیا یا راہن اس کا فدیہ دے اور وہ رہن باقی رہے گا اپنی مال کے ساتھ واما جناية الدابة فہندرو
 یصیرکانهک بافتہ سماویہ وتمامہ فی الخایۃ اور جانور مرہون کی جنایت تو باطل ہے یعنی اگر جانور جانور کو مار ڈالے یا مال کو تلف کرے تو اس کا ضمان
 نہیں اور اس کا تلف کرنا ایسا ہوگا گویا آفت آسمانی سے وہ تلف ہو گیا اور اس کا پورا بیان فتاویٰ قاضی خاں میں ہے مات الزہد باع وصیہ
 رہنہ باذن مرہمنہ وقضی دینہ لقیام مقامہ راہن مرگیا تو اس کا وصی اس کے مرہون کو بیع کرے اس کے مرہمن کے اذن سے اور اس کا دین اس
 کرے بسبب قائم ہونے وصی کے مقام راہن کے فان لم یکن لہ وصی نصب القاضی لہ وصیا وامرہ ببیعہ لان نظرو عام پھر اگر راہن میت کا
 کوئی وصی نہ ہو تو قاضی قائم کرے ایک وصی کو اور اس کو بیع مرہون اور اسے دین راہن کا امر کرے اس واسطے کہ قاضی کی نظر عام ہے یعنی قاضی منصف
 ہے اس واسطے کہ حقوق مسلمین پر نظر ہے جب کہ وہ عاجز ہوں اپنے کام میں و ہذا الورثۃ صغار افلوکبار اخلقوا المیت فی المال فکان علیہم تخلیفہ
 اور یعنی بیع وصی کی اس وقت ہے جب کہ وراثت راہن کے صغیر نابالغ ہوں سو اگر وہ بالغ جوان ہوں تو وہ میت کے خلیفہ ہیں مال میں تو ان پر پھر
 مرہون کا لازم ہے کذا فی الجوبہ فروع مسائل ملحقہ شایع کے رہن الوصی بعض الترتیب لہ علی المیت عند غریم من غرماۃ توقف علی رضی البقیۃ ولا
 ردہ فان قضی دینہم قبل الرد لغزو لو انخذ الغریم جازو بیع فی دینہ وصی نے بعض متروکہ رہن رکھا اس دین کے لیے جو میت پر ہے ایک دائن کے پاس
 منجد اور دین والوں کے تو رہن موقوف رہے گا باقیوں کی رضامندی پر اور ان کو رہن کا پھیر ڈالنا درست ہے پھر اگر وصی نے باقی لوگوں کا دین لو
 کر دیا رکھنے رہن سے پہلے تو رہن مذکور ناقذ ہو جاوے گا اور اگر صاحب دین ایک ہی شخص ہو تو رہن جائز ہے اور مرہون بیجا جاوے گا دائن
 دین کے واسطے و فی معین المفتی للمصنف لایسئل الزہد بموت الراہن ولا بموت المرہن ولا بموتہما ویبقى الزہد رہنہا عند الورثۃ اور مصنف کی کتاب
 معین المفتی میں ہے کہ رہن باطل نہیں ہو جاتا راہن کی موت سے اور نہ مرہن کی موت سے اور نہ راہن اور مرہن دونوں کے مرجانے سے اور مرہون
 رہن رہتا ہے وارثوں کے پاس م اس واسطے کہ وراثت راہن کے قائم ہیں اور اگر وراثت نہیں تو وصی کے پاس رہن قائم ہے گا کذا فی الطحطاوی
 فصل فی مسائل متفرقة فیہ فصل ہے کتاب الزہد کے مسائل متفرقة میں رہن عصیر اقیمۃ عشرۃ لعشرۃ فتحتم تحلل و ہولیاوی العشرۃ فهو
 رہن لعشرۃ لما کان انکور کا شیرہ جس کی قیمت دس درم ہے رہن رکھا دس درم پر سو وہ خمر ہو گیا پھر سر کر ہو گیا اور وہ سر کر دس درم کے برابر ہے تو وہ
 دس درم پر مرہون ہے جیسا کہ خمر ہونے سے پہلے رہن تھا م لائق یوں تھا کہ رہن باطل ہو جاتا اس واسطے کہ خمر ہو جانے سے مال مقوم نہ رہا لیکن باطل
 نہ ہوا سر کر ہو جانے کی صلاحیت سے ولہذا اگر شیرہ خرید کرے اور وہ خمر ہو جائے قبض سے پہلے تو بیع باطل نہیں سر کر ہو جانے کے احتمال سے پھر جب
 سر کر بن گیا تو عارض زائل ہو گیا ثابت ہونے سے پہلے تو گویا اس کا وجود ہی نہ تھا کذا فی الدرر المحوی ثم المعبر فیہ الزیادۃ والنقصان القدر لا القیمۃ
 علی ما افادہ ابن الکمال پھر اس میں یعنی اس شیرہ میں جو خمر ہو گیا پھر سر کر بن گیا اس کی زیادت اور نقصان میں مقدار معتبر ہے نہ قیمت کی کمی بیشی چنانچہ ابن کمال نے اس کو
 بیان کیا ہے کمی بیشی میں مقدار کا اعتبار ہوا نہ قیمت کا اس واسطے کہ عصیر اور خمر مقدرات سے ہیں کیونکہ دونوں کیلے میں یا وزنی اور کیلے میں قیمت کا
 ملے ایک نسخہ میں وان مات ہے بجائے مات کے ۱۱۱۱ واذا ارتہن بدین علیہ علی آخر جاز۔ ودر بعد میت کا دین اگر دوسرے شخص پر ہو یعنی میت دائن اور

بجائے مدین ہو اس صورت میں اگر دوسرے شخص سے کوئی چیز بطور رہن لی جائے تو جائز ہے کذا فی الدرر۔ یہ عبارت غایۃ الاطوار کے اصل نسخہ میں متروکہ
 لہذا اسے حاشیہ پر لکھ دیا گیا ہے۔

تھان کچھ بھی سقوط دین کا موجب نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی عن الزیلعی وعلیہ الفیہ فی خان انتقص شیء من قدرہ سقط بقدرہ والا فلا اور بنا بر اعتبار
 بیٹی مقدار کے اگر شہرہ کی مقدار سے کچھ کم ہوگا تو دین بقدر اس کے ساقط ہوگا اور اگر کم نہ ہوگا تو دین بھی ساقط نہ ہوگا و لو رهن شاة قيمتها عشرة
 عشرة بذاقيد لابنة لانه لو كان قيمتها اكثر من الدين يكون المجلد ايضا بعض امانة بحسب تبذير فماتت بلا ذبح فذبح جلدًا بمالا قيمته فلوله قيمة ثبت
 من ماله حتى حبره بازاد دباغ واصل بطل الرهن قولان و هو اني المجلد ليس اوى درهما فهو رهن به اور اگر وہ بکری جس کی قیمت دس درم ہے دس درم پر رهن
 بکری پھر وہ بدو ذبح کرنے کے مرگئی سو اس کی کھال کی بے قیمت چیز سے یعنی مٹی یا آفتاب کی دھوپ سے دباغت کی گئی اور وہ کھال ایک درم کی ہے تو
 وہ ایک درم پر رهن بھڑے کی شایع نے کہا کہ یہ قید یعنی بکری کی قیمت دس درم ہونا ضروری ہے اس واسطے کہ اگر اس کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو کچھ کھال
 بھی مرہن کے پاس امانت بھڑے کی اس کے حساب کے موافق سو خبردار رہنا طحاوی نے کہا مثلاً اگر دین دس درم ہے اور قیمت بکری کی ۲۰ درم ہے اور کھال
 ایک درم کی ہے تو کھال نصف درم پر رهن ہوگی پھر اگر قیمت والی چیز سے دباغت ہوگی تو جس قدر دباغت سے اس کی قیمت زیادہ ہو جائے گی اس قدر کے عیس
 جلدًا حیث لا یعود البیع بقدرہ علی المشہور والفرق ان الرهن یقرر بالہاک والبیع قبل القبض یفسخ بہ بخلاف اس صورت کے کہ بکری قبض مشتری سے
 چلے مرگئی پھر اس کے کھال کی دباغت ہوئی تو یہاں عود بیع نہ ہوگا بقدر کھال کے بنا بر قول مشہور کے اور فرق رهن اور بیع میں یہ ہے کہ رهن ثابت ہو جاتا
 ہے ہلاک مرہون سے اور بیع قبل قبض کے فسخ ہو جاتی ہے بیع کے تلف ہو جانے سے و لو ابق عبد الرهن وجعل العبد بالدين ثم عاد ليعود الدين والرهن
 غلاما للفر اور اگر مرہون غلام بھاگ گیا مرہن کے پاس اور غلام مذکور دین کے بدلے بھڑا یا گیا بعد اس کے غلام پھر آیا تو دین اور رهن پھر ثابت ہو گیا بخلاف
 ذکر کے و نساء الرهن كالولد والتمر واللبن والصوف والوبر والارش ونحو ذلک للراہن متولدہ من ملک اور مرہون کی بڑھوتی یعنی جو چیز مرہون کی ذات سے
 پیدا ہوئی ہے بچہ اور بھل اور دودھ اور دان اور روئیں اور خون بہا اور مانند اس کے وہ راہن کی ملک ہے بسبب اس کے پیدا ہونے کے راہن کی مملوک
 چیز سے و ہو رهن مع الاصل تبعاً اور وہ اصل مرہون کے ساتھ رهن ہے اپنی اصل کے تابع ہو کر بخلاف ما ہو بدل عن المنفعة كالکسب
 والاحیة وکذا الہیئة والصدقة فانها غیر داخل فی الرهن وتكون للراہن الاصل ان کل ما يتولد من عین الرهن لیسری الیہ حکم الرهن وما لا فلا مجمع
 الفتاویٰ بخلاف اس بڑھوتی کے جو منفعت مرہون کا بدلہ ہے چنانچہ کھائی اور مزدوری اور اسی طرح ہبہ اور صدقہ اس واسطے کہ وہ رهن میں
 داخل نہیں اور وہ راہن کا مملوک ہے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز پیدا ہو مرہون کی ذات سے تو اس کی طرف رهن کا حکم سرایت کرتا ہے اور جو ذات
 مرہون سے پیدا نہ ہو تو اس کی طرف رهن کا حکم سرایت نہیں کرتا و اذا ملک النماء المذكور ملک مجانا لانه لم یدخل تحت العقد مقصودا اور جب کہ
 زیادت مذکورہ متولدہ تلف ہو جائے مرہن کے پاس تو دیگیں تلف ہوگی یعنی مرہن پر اس کا تاوان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ عقد رهن میں
 بالقصد داخل نہیں بلکہ بالتبع داخل ہے و اذا بقی النماء ولو حکما یا ان اکل بالاذن فانه لا یسقط حصہ ما اکل منہ فیرجع بہ علی الراہن کما اذا ملک
 الاصل بعد الاکل فانه لیسقسم الدين علی قيمتها قسمتان کما ذکرہ بقولنا اور جب کہ زیادت متولدہ باقی رہی یعنی اگرچہ حقیقتہ باقی نہ ہو بلکہ حکماً باقی
 رہے اس طرح پر کہ کھایا جائے راہن کے اذن سے اس واسطے کہ حصہ ماکول کا زیادت متولدہ سے ساقط نہیں ہوتا تو مرہن اس کو بھرنے کا
 راہن سے چنانچہ جب اصل مرہون تلف ہو جائے کھانے کے بعد تو دین قسمت کیا جائے گا دو توں یعنی اصل اور زیادت کی قیمت پر کذا فی التہستانی
 چنانچہ مصنف نے اس کو اپنے قول آئندہ میں ذکر کیا ہے ہم زیلعی میں ہے کہ اگر راہن نے مرہن کو زوال دے رهن کے کھانے کا اذن دیا سو اس نے

کھایا تو اس پر ضمان نہیں اور اس کا دین کچھ ساقط ہو گا اگر مرہون تلف ہو گیا مرنے کے پاس تو دین مقسوم ہو گا زیادت ماکولہ اور اصل پر جو جس قدر اس کو پہنچے گا وہ ساقط ہو گا اور جتنا زیادت ماکولہ کو پہنچے گا سو مرنے کے پاس اس واسطے کہ اتلاف زیادت کا ہو مرنے کے فعل سے راہ کی تسلیط کے سبب سے تو گویا راہ میں نے اس کو لیا اور تلف کیا کذا فی المطحطاوی لخصا بعد ہلاک الاصل فک بخصتہ من الدین لانه صار مقسود بالفساک والتبع ایقاید شئی اذا کان مقصوداً یعنی جب کہ زیادت متولہ باقی رہے بعد ہلاک ہو جانے اصل مرہون کے تو زیادت مذکور خلاص کی جائے گی بقدر اس کے حصہ کے دین سے اس واسطے کہ زیادت مقصود ہو گئی خلاص کرنے کے سبب سے اور تابع کے مقابل چیز ہو باقی ہے جب کہ تابع مقصود ہو جاوے و حینئذ لقسیم الدین علی قیمتہ یوم الفکاک و قیمتہ الاصل یوم القبض ویسقط من الدین حصۃ الاصل وفک النہج بخصتہ لکما لو کان الدین عشرۃ و قیمتہ الاصل یوم القبض عشرۃ و قیمتہ النہج یوم الفک خمسۃ فثلثا العشرۃ حصۃ الاصل فیسقط وثلث العشرۃ فیفک بہ اور اس وقت میں دین قسمت کیا جائے گا زیادت متولہ کی قیمت پر خلاص رہنے کے دن اور اصل کی قیمت پر قبض کے دن اور اس سے حصہ اصل کا ساقط ہو گا اور زیادت خلاص کی جائے گی بقدر اس کے حصہ سے چنانچہ اگر دین دس دم ہو اور اصل مرہون کی قیمت قبض کے دن دس دم ہوتی اور زیادت متولہ کی قیمت خلاصی کے دن پانچ دم ہوتی تو دس کی دو تہائیاں یعنی چھ کسرے زائد اصل کا حصہ ہے سو ساقط ہو گا دس کی ایک تہائی یعنی تین کسرے زائد حصہ ہے زیادت کا تو تین دم سے زیادہ مذکورہ کافک رہیں کیا جائے گا ولو اذن الراہن للمرنے فی اکل الزوائد ای اکل زوائد الراہن بان قال رہمنا لفظاً ظاہرہ لیم اکل ثمنہا و بہ افتی المصنف قال الا ان یوجد نقل مخصص بخصتہ الاکل فینتفع فلا ضمان علیہ ای علی المرنے لانه اتلف یا ذن المالك اور اگر راہن نے اذن دیا مرنے کو زوائد مرہون کے کھانے میں اس طرح کہ راہن نے مرنے سے کہا کہ جو چیز زیادہ ہو یعنی درخت کا پھل یا حیوان کا دودھ تو اس کو کھا سو مرنے نے اس کو کھایا تو مرنے پر اس کا تاوان نہیں اس واسطے کہ اس نے مالک کے اذن سے تلف کیا شایع نے کہا ظاہر لفظ اکل زوائد کے اکل ثمن کو بھی شامل ہے یعنی خواہ پھل یا دودھ کھائے یا اس کو بیچ کر اس کا ثمن کھائے اور اسی کا فتویٰ دیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں مصنف نے کہا مگر یہ کتب فقہ میں کوئی نقل مخصص پائی جائے کہ وہ حقیقت اکل کو خاص کرے تو اس کو اتباع کیا جائے یعنی اور صورت وجود نقل مخصص اکل ثمن زوائد جائز نہ ہو گا ولا لطلاق يجوز لعلیہ بالشرط والخطر بخلاف التملیک اور اطلاق اباحت کی تعلیق شرط اور خطر پر جائز ہے بخلاف تملیک کے م یعنی جب راہن نے مرنے کو اکل زوائد کا اذن دیا تو یہ اباحت ہے تملیک نہیں ہے اور اباحت کی تعلیق شرط پر درست ہے نہ تملیک کی تو راہن کا یہ قول معلق کہ جو پیر مرہون سے زیادہ پیدا ہو یعنی پھل یا دودھ اس کو تو کھا درست ہے اور جائز ہے ولا یسقط شئی من الدین اور ساقط نہ ہو گا مرنے کے دین سے کچھ اباحت اکل سے قال فی الجواب رجل رہن داراً و اباح السکنۃ للمرنے فوق بسکناہ خلل و خرب البعض لا یسقط شئی من الدین لانه لما اباح له السکنۃ اخذ حکم العاریۃ حتی لو اراد منعه کان له ذلک جواباً لاطالی میں کہا کہ ایک مرنے نے گھر رہن رکھا اور مرنے کو اس کے اندر رہنا مباح کر دیا سو اس کے رہنے سے خلل ہو گیا اور کچھ مکان ویران ہو گیا تو مرنے کا دین کچھ ساقط نہ ہو گا اس واسطے کہ جب راہن نے مرنے کو رہنا مباح کر دیا تو مرہون نے عازیت کا حکم لیا یہاں تک کہ اگر راہن مرنے کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو اس کا اختیار ہے م اس میں اختلاف ہے کہ مرنے کو زوائد مرہون سے انتفاع لینا باذن راہن درست ہے یا نہیں سو بعض فقہاء اس کو مکروہ کہتے ہیں اس واسطے کہ وہ سود اور ہیاں ہے اور بعض اس کو مباح کہتے ہیں چنانچہ زبلی اور جواہر اوقنیہ اور خانیہ میں اباحت مذکور ہے حموی نے حاشیہ اشباہ میں کہا کہ اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی المطحطاوی عن ابی السعود و فی المصنرات ولو دین ثاۃ لہ اور یک نسخہ میں اتلاف ہے بجائے اخلاق کے یعنی اتلاف کی تعلیق شرط اور خطرہ پر درست ہے نہ تملیک کی ۱۲

یاد رکھنا چاہیے زعماء الراہن او غرسہا باذن المرئین یعنی ان تبقی رہنا ولا یسلط الراہن فتنبہ زمین مرہون میں راہن نے زراعت کی یا درخت لگایا مرہون کے اذن سے تو لائق دیوں ہے کہ وہ زمین بطور سابق کے باقی رہے اور زمین باطل نہ ہو جائے تو خبردار رہنا ہم زمین باطل نہیں مگر حکم ضمان باطل ہے یعنی اگر مرہون راہن کے پاس تلف ہوگا تو مرہون پر ضمان لازم نہ ہوگا کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیۃ استحق الراہن لیس المرئین طلب غیرہ مقامہ مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو مرہون کو اختیار نہیں کہ بجائے اس کے اور چیز کو طلب کرے زمین رکھنے کے واسطے استحق بعضہ ان شائع سطل الراہن فیما لقی وان مفروض البقی فیما لقی وحبس بکل الدین لکن ہلکہ بعضہ بعض مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو اگر بعض مذکور شائع غیر مقسوم ہے تو باقی میں بھی زمین باطل ہوگا اور اگر بعض مذکور ممتاز اور جدا ہے تو باقی میں زمین باقی رہے گا اور بعض نما دین کے وہ مجبوس رہے گا لیکن اس کا تلف ہو جانا بقدر اس کے حصہ کے ہوگا اگر دارہ لغیرہ ثم رہنا منہ صح وطلبت الاجارۃ اپنا گھر غیر شخص کو اجارہ دیا پھر اس کو اسی مستاجر کے پاس زمین رکھا تو زمین صح ہے اور اجارہ باطل ہوگا و لو انہں ثم اکبرہ من راہنہ فالاجارۃ باطلہ اور اگر زمین رکھا پھر مرہون نے راہن کو اجارہ دیا تو اجارہ باطل ہے البقی الراہن سقط الدین کہلا کہ فان عادی سقط بحساب نقصہ لان الا باقی عیب مدث فی مرہون غلام بھاگ گیا تو مرہون کا دین ساقط ہو گیا اس کے ہلاک ہو جانے کے مانند بعد اس کے اگر غلام پھر آیا تو دین ساقط ہو گیا بقدر اس کے نقصان کے اس لیے کہ بھاگنا عیب ہے جو اس میں اب پیدا ہوا ثم لما فرغ من الزیادۃ الضمیرۃ ذکر الزیادۃ القصیدیۃ فقال پھر جب کہ مصنف زیادت ضمنی کے بیان سے فارغ ہوا تو اس نے زیادت قصیدی کو ذکر کیا تو کہا والزیادۃ فی الرحمن تصح اور زیادہ کر دینا مرہون میں صحیح ہے مثلاً دس درم کا کپڑا دس درم پر گرو رکھا پھر راہن نے دوسرا کپڑا زیادہ کیا تو دونوں کپڑے دس درم پر رہیں ہو گئے و تعبر قیمتہا یوم القبض ایضا اور زیادت کی بھی قیمت یوم القبض معتبر ہوگی جیسے مرہون اول کی قیمت یوم القبض معتبر ہے و فی الدین لا تصح خلافاً للثانی اور دین میں زیادہ کرنا صحیح نہیں برخلاف ابو یوسف کے ہم زیادت دین کی صورت یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلاً دس درم پر گرو رکھا پھر پانچ درم مرہون سے لے کر وہی کپڑا پندرہ درم پر رہیں رکھ دیا تو یہ صحیح نہیں لیکن زیادت دین کی زمین پر قطع نظر رہیں سے صحیح ہے اس واسطے کہ استدان بعد استدان کے دین اول کے ادا کرنے سے پہلے بالاجماع جائز ہے کذا فی الطحاوی والاصل ان اللاحق باصل العقد انما تصور اذا كانت الزیادۃ فی مقصودہ او علیہ والزیادۃ فی الدین لیست منہما اور قاعدہ کلیہ زیادت کا ہے کہ اصل عقد کے ساتھ ملحق کر دینا اسی وقت متصور ہوتا ہے جب کہ زیادت مقصودہ میں مثلاً ثمن میں یا مقصود علیہ مثلاً بیع ہو اور دین میں زیادہ کر دینا دونوں قسم سے نہیں ہے ہم دین کا مقصود بیع یا تو ظاہر ہے اور اس کا مقصود علیہ نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ دین واجب تھا عقد میں سے پہلے ولہذا دین باقی رہتا ہے بعد فسخ رہیں کے بھی کذا فی الطحاوی فان رہیں نسخ المتن والشرح بالفاء مع ان نبتہ فی ترجمہ علی انما عطفہا بالواو لبالفاء لیفید انہا مسئلہ مستقلہ لا فرع للاولی فتنبہ عیداً بالف فذفع عبداً آخر رہنا مکان الاول و قیمت کل من العین الف فالاول رہیں حتی یردہ الی الراہن والمرہون فی الاخر امین حتی یجعل مکان الاول بان یرد الاول الی الراہن فیمنذ یصیر الثانی مضموناً اور اگر ایک غلام ہزار پر رہیں رکھا پھر دوسرا غلام بطور رہیں کے دیا جائے اول غلام کے اور حال تک دونوں غلاموں کی قیمت ہزار ہے تو پہلا غلام رہیں ہے جب تک کہ مرہون راہن کو دوسرا غلام پھیرے اور مرہون دوسرے غلام کے قبض میں امین ہے نہ ضمنی یہاں تک کہ دوسرے کو بجائے اول کے کرے اس طرح پر کہ اول غلام راہن کو پھیرے تو اس وقت میں دوسرے غلام کا ضمان مرہون پر لازم ہوگا شائع نے کہا کہ متن اور شرح کے نسخے مصدق لفظ ہیں باوجودیکہ مصنف نے اپنی شرح میں آگاہ ہے نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں ملکہ ہے ہم سے اور یہی صواب معلوم ہوتا ہے یعنی غیر راہن حصہ رسد اس کا مالک ہو جائے گا اور جو زر مرہون اول نے کیا ہر کہ اس کا تلف ہوا بقدر اس کا حصہ ہوگا

کر دیا ہے کہ اس مسئلہ کو اسی واسطے عطف ہوا کیونکہ عطف بظاہر ہو کہ یہ مسئلہ مستقل جدا گانہ ہے مسئلہ اولیٰ پر متفرع نہیں سو آگاہ ہوا برا
 المرهن الراہن عن الدين او وريثه ثم يهلك الرهن في يد المرتهن يهلك بغیر شئی استحسانا سقوط الدين الا اذا منعه من صاخره فيصير غاصبا بمنعه
 مرتهن نے راہن کو دین سے بری الذمہ کیا یا اس کو دین ہرے کر دیا پھر مرہون مرتهن کے پاس ہلاک ہو گیا تو مفت ہلاک ہوا از روئے استحسان کے
 بسبب ساقط ہو جانے دین کے جب کہ مرتهن نے مرہون کو مالک سے روکا اور نہ دیا تو وہ غاصب ہو جائے گا اپنے روکنے سے یعنی اگر اب تلف ہوگا
 تو مرتهن پر تمام قیمت لازم آوے گی م در صورت ابرا اور یہ کہ اس واسطے تاوان لازم نہ ہوا کہ رهن مضمون ہوتا ہے دین کے سبب سے پھر
 جب دین باقی نہ رہا تو ضمان بھی ساقط ہو گیا ولوقبض المرتهن دينه كله او بعضه من راہنہ او غیرہ مکتطوع او شری المرتهن بالدين عینا او صالحا
 ای عن دينه علی شئی لانہ استيفاء او احوال الراہن مرتهنہ بدینہ علی آخر ثم يهلك رهنه معہ ای فی يد المرتهن يهلك بالدين اور اگر مرتهن نے اپنا تمام
 دین یا بعض دین رهن سے یا اس کے غیر سے چنانچہ کسی احسان کرنے والے سے قبض کیا یا مرتهن نے بعوض دین کے کوئی چیز راہن سے خرید کی یا
 راہن کے ساتھ کسی شئی پر دین سے صلح کی اس واسطے کہ صلح مذکور استيفاء دین ہے نہ اسقاط یا راہن مرتهن کا حوالہ اپنے مدیون پر کیا پھر مرہون
 ہلاک ہو گیا مرتهن کے پاس تو بعوض دین کے تلف ہوا م وجہ فرق ابرا اور استيفاء میں یہ ہے کہ ابرا سے اصل دین ساقط ہو جاتا ہے اور استيفاء
 سے نفس دین ساقط نہیں ہوتا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قضا مدیون با مثالی ہے لا بالنفسا پھر جب مرہون تلف ہو گیا تو استيفاء اول
 یعنی استيفاء بقبض مرہون ثابت ہو گیا اور استيفاء ثانی یعنی استيفاء حقیقی منقوض ہو گیا کذا فی الدر المنثور والزمی
 والدردمخضار رد ما قبض الی من ادى فی صورة ايفاء راہن او متطوع او شرأ او صلح اور مرتهن پھیرے وہ مال جو اس نے لیا اس کو جس نے ادا کیا
 راہن یا محسن کے دینے کی صورت میں یا خرید یا صلح کی صورت میں یعنی اگر راہن نے کل یا بعض دین ادا کیا ہو مرتهن اس کو پھیرے یا کسی محسن نے دیا ہو
 تو اس کو پھیرے اسی طرح خرید اور صلح میں پھیر دینا واجب ہے تاکہ استيفاء مکرر نہ ہو جائے ولطلت الحوالة و بک الرهن بالدين لانہ فی معنی الابراء
 بطریق الاداء ہدایہ اور حوالہ باطل ہو گیا یعنی مرتهن اب محتال علیہ سے مطالبہ نہیں کر سکتا اور باوجود بطلان حوالہ مرہون بمقابلہ دین مرتهن کے تلف اس واسطے
 کہ عقد حوالہ در معنی ابرا بطریق ادا ہے کذا فی الدر ایچم یہ جواب ہے اس سوال مقدرا کہ عقد حوالہ میں دین تو راہن کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کی طرف
 منتقل ہو گیا تو اب کون وجہ سے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوا اس واسطے کہ حوالہ معنی ابرا کے ہے تو لائق یوں تھا کہ مرہون بطریق امانت کے تلف ہوتا
 غلام جواب یہ ہے کہ حوالہ اگرچہ ابرا ہے لیکن بطریق ادا کے نہ بطریق اسقاط کے تو عقد حوالہ سے راہن نے گو یا مرتهن کا دین خود ادا کر دیا کذا فی الطحاوی یعنی
 منقطا ومفادہ عدم بطلان الصلح وان الدين ليس باكثر من قيمة الرهن والا فينبغي ان لا تبطل الحوالة في قدر الزيادة فتستأنى اور بطلان حوالہ کے قید
 لگانے سے عدم بطلان صلح مستفاد ہوتا ہے اور یہ کہ دین مرتهن کا قیمت مرہون سے زیادہ نہیں ہے اور اگر دین مرہون کی قیمت سے زیادہ ہو تو لائق یوں ہے
 کہ حوالہ باطل نہ ہو زیادت کی مقدار میں کذا فی الفتاویٰ و کذا ای کیا یسک الرهن بالدين في الصورة المذكورة يهلك به ايضا لو تصادقا علی ان لا دین
 علیہ ثم يهلك الرهن بالدين لتوهم وجوب الدين بتصادقهما علی قيام فتكون المطالبة به باقية بخلاف الابراء فان يسقط الدين اصلا اور اسی طرح یعنی جیسے
 مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوتا ہے استيفاء کی صورت مذکورہ میں اسی طرح مرہون تلف ہوتا ہے بمقابلہ دین اس صورت میں بھی کہ اگر راہن اور
 مرتهن نے اس پر اتفاق کیا کہ راہن پر دین ثابت نہیں ہے پھر مرہون تلف ہو گیا تو بمقابلہ دین کے تلف ہوا وجوب دین کے توہم اور احتمال کے سبب سے
 بسبب تصادق عاقدین کے قیام دین پر یعنی بعد اتفاق نفی دین جائز ہے کہ دونوں یاد کریں اور قیام دین پر اتفاق کریں تو مطالبہ دین کا باقی ہے کا برخلاف
 ابرا کے کہ تو اصلا دین کو ساقط کر دیتا ہے یعنی اس میں وجوب دین کا توہم بھی باقی نہیں رہتا تصادق نفی دین کی صورت میں توہم وجوب دین منظور ہے

اور ضمان مرہون تو ہم وجوب سے ثابت ہوتا ہے برخلاف ابراہیم میں تو ہم وجوب بھی متصور نہیں کذا فی الہدایۃ و شروحا کل حکم عرف فی الرهن صحیح
 فہو الحکم فی الرهن الفاسد کما فی العبادۃ جو حکم کہ رهن صحیح میں معروف اور معلوم ہے سو وہی حکم رهن فاسد میں ثابت ہے کذا فی العبادۃ قال و
 ذکر الکفرخی ان المقبوض بحکم الرهن الفاسد یتعلق بہ الضمان عبادی نے کہا اور کفرخی نے ذکر کیا کہ جس چیز پر بحکم رهن فاسد قبضہ ہوا تو اس سے تاوان متعلق
 ہے ہم طحاوی نے شرح و ہیانہ سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ تاوان اس سے اصلاً متعلق نہیں واللہ اعلم و فیہا ایضاً و فی کل موضع کان الرهن ملا و التقابل
 بہ مضمونا الا انہ فقد لبعض شرائط الجواز کہ رهن المشاع یتعقد الرهن لوجود شرط لا انعقاد لکن لصفۃ الفساد کالفساد من البیوع اور یہ بھی عبادیہ میں ہے
 کہ اور جس مکان میں مرہون مال ہو اور اس کا مقابل بھی مال مضمون ہو مگر یہ کہ شرائط حوازی سے بعضی شرط مفقود ہو جیسے مشاع کا رهن تو عقد رهن کا
 منعقد ہوگا بسبب موجود ہونے شرط انعقاد کے لیکن انعقاد فساد کی صنعت پر ہوگا بیع فاسد کے مانند و فی کل موضع لم یکن الرهن کذا لک ای
 لم یکن ملا ولم یکن المقابل مضمونا لا یتعقد الرهن اصلاً اور جس مقام میں مرہون ایسا نہ ہو یعنی مال نہ ہو چنانچہ خون یا مردار یا آئل ہو اور اس کا مقابل
 بھی مال مضمون ہو چنانچہ ابرت ناحہ او غنیمہ کی یا حتی شفعہ تو رهن اصلاً منعقد نہ ہوگا ہم اس کو رهن باطل کہتے ہیں و حینئذ فاذا ہلک بغیر ثمنی بخلاف
 الفاسد فانہ یتلف بالاقول من قیمتہ من الدین اور اس وقت میں یعنی جب رهن منعقد اصلاً نہ ہو یا باطل ٹھہرا تو جب کہ مرہون مرہن کے پاس تلف
 ہوگا تو رائگاں تلف ہوگا مرہن پرتا و ان لازم نہ آوے گا برخلاف رهن فاسد کے اس واسطے کہ رهن فاسد میں جب کہ مرہون تلف ہوگا مرہن کے
 پاس تو کمتر مال پر قیمت سے اور دین سے تلف ہوگا یعنی مرہون کی اگر کمتر ہے دین سے تو مرہن پر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اگر دین کمتر ہے قیمت سے
 تو دین لازم ہوگا و من مات و لہ غرام فالمترہن احمق بہ کما فی الرهن الصحیح اور رهن فاسد کا جو رهن مرے گا اور اس کے چند قرعہ دینے والے ہیں تو
 مرہن زیادہ تر حقدار ہے مرہون کا جیسے رهن صحیح میں مرہن احمق ہے فرغ مسئلہ ملحقہ شایع کا رهن الرهن باطل کا تردناہ فی العادیۃ معنیاً
 للو ہیانہ ایک مرہون کا ہلاک رهن دوسری بار رهن رکھنا باطل ہے چنانچہ ہم نے اس کی کتاب العادیۃ میں تحریر کی ہے و ہیانہ سے منقول کر کے
 ہم رهن کا رهن باطل ہے خواہ رهن رهن کرے خواہ مرہن لیکن اگر مرہن کے رهن کو رهن جائز رکھے گا تو باطل نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و فی مصلحتنا
 قال و ای رهن لا یرام انفکاکہ و مجتنبہ لومات بالموت لیشطر بہ اور و ہیانہ کی پسیلیوں میں کہا ہے اور کون مرہون ہے جس کا انفکاک مطلوب
 نہیں یعنی اس کا خلاص ہونا ممکن نہیں اور کون قاتل ہے جس کا مقتول اگر مر جائے تو موت سے اس کی دیت نصف ہو جاتی ہے ہم سوال اول کا جواب
 یہ ہے کہ مرہون عديم انفکاک نفس ہے حق تعالیٰ نے فرمایا ہر کل نفس بما کسبت ریمینہ یعنی ہر جان اپنے اعمال کے سبب مرہون ہے خدا کے نزدیک
 اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مراد غلنہ کرنے والا ہے جس نے صغیر کا حشفہ قطع کر ڈالا تو اگر قطع حشفہ سے وہ مر گیا تو اس پر نصف دیت
 واجب ہے اور اگر صغیر زندہ رہا تو پوری دیت واجب ہے کذا فی الطحاوی واللہ اعلم بالصواب الیہ المرجع والمآب ۔



لہ ایک نسخہ میں شیخ محمد بن عبد القیوم نے ہر نفس پر دیت کی نسبت ریمینہ یعنی ہر جان اپنے اعمال کے سبب مرہون ہے خدا کے نزدیک
 اس لیے فرمودہ اشت کیا گیا ۱۲۰

کتاب الجنایات

یہ کتاب ہے جنایات کے مسائل میں مناسبتہ ان الزم لصیانتہ المال وحکم الجنایۃ لصیانتہ النفس والمال وسیلۃ للنفس تقدم مناسبت کتاب الجنایات کی کتاب الزم سے یہ ہے کہ من مشروع ہو مال کے محفوظ رہنے کے واسطے اور جنایت کا حکم یعنی قصاص یا دیت اور کفارہ اور حرمان میراث مشروع ہوا جانوں کے محفوظ رہنے کے لیے اور مال وسیلہ ہے جان کا لہذا الزم مقدم مذکور ہو جنایات پر اس واسطے کہ وسیلہ مقدم ہے ذی الوسیلہ پر مشروعیت قصاص وغیرہ سے عموم رحمت ارحم الراحمین کی معلوم ہوئی ہے تاکہ نفوس محفوظ رہیں اور قاتل خوف قصاص سے قتل سے باز رہے اور اس کی خوبیاں وہ ہیں جو حدود کی خوبیاں میں اور سبب بھی اُس کا وہی ہے جو حدود کا سبب ہے اور جنایت کی شرط یہ ہے کہ محل جائز ہو کذا فی الطحاوی ثم الجنایۃ لغتہ اسم لما یتسبب من الشریر دریافت کرنا چاہیے کہ جنایت لغت عرب میں بُرے کام کرنے کا نام ہے ہم جنایت مصدر ہے جمع اس کی جنایات ہے ہر چیز مصدر کی جمع نہیں آتی لیکن یہاں مصدر یعنی اسم مفعول ہے لہذا جمع لانا اُس کا درست ہوا شرعاً اسم فعل محرم حل بال او نفس وخص الفقہاء الغصب السرقة باحل بال والجنایۃ باحل بنفس واطراف اور شرع میں جنایت اُس فعل حرام کا نام ہے جو مال یا جان میں واقع ہو تو اس تعریف میں چوری اور قتل اور غصب اور دوسرے برہم مالی اور بدنی داخل ہیں لیکن فقیہوں نے اپنی اصطلاح میں غصب اور سرقت خاص کر لیا ہے اُس فعل حرام کے ساتھ جو مال میں واقع ہو اور جنایت خاص کر لی ہے اُس فعل ممنوع کے ساتھ جو جان اور اطراف یعنی ہاتھ پاؤں ناک کان آنکھیں واقع ہو ہم جنایت علی النفس کو قتل کہتے ہیں اور جنایت علی الاطراف کو قطع اور جرحت بولتے ہیں قتل عبارت ہے اُس فعل سے جو عید کی طرف مضاف ہو اور زندگی اُس کے سبب زائل ہو جائے اور زوال حیات بلا فعل عبد سہمی موت ہے کذا فی الذی لشیئ القتل الذی تعلق بالاحکام الآتیۃ من قود و دیتہ و کفارۃ و ثم حرمان ارث خمسۃ والا فانواع کثیرۃ کزیم و صلب و قتل حربی و قتل جس سے احکام آئیدہ یعنی قصاص اور دیت اور کفارہ اور گناہ اور حرمان ارث متعلق ہے پانچ قسم ہے ورنہ اقسام قتل کے تو بہت ہیں چنانچہ سنگسار کرنا رانی کا اور سولی دینا قطع الطریق کا اور کافر حربی کا قتل کرنا یعنی قتل کا اقسام خمسہ میں باعتبار تعلق احکام آئیدہ کے ہے تمام اقسام قتل کا ذکر کرنا یہاں مقصود نہیں اقسام خمسہ میں قتل عمد شہید عمد خطا جاری مجرائے خطا قتل بسبب الاول عمد و ہوان تیعمد ضربہ اے ضرب الاودی فی اے موضع من جسدہ بالک تفرق الاجزاء مثل سلاح و مثل من حدید جو ہرہ و محمد و من حشب و زجاج و حجر و ابرۃ فی مقتل بران و لیطہ و قولہ نار عطف علی محمد لانما تشق الجلد و عمل علی الذکوۃ حتی لو وضعت فی المذبح فاحرق العروق اکل یعنی ان سال ہما الدم والالاکا فی الکفایۃ قسم اول قتل عمد وہ یہ ہے کہ آدمی کے مارنے کا قصد کیا جائے کسی مقام میں اُس کے بدن سے بواسطہ اُس ہتھیار کے جو اُس کے اجزاء بدن کو پھاڑ ڈالے چنانچہ آلات جنگ اور بھاری چیز ورنی لو ہے کی کذا فی الجوہرۃ یا قصد ضرب ہو بسبب نوک دار یا رتھ والی چیز کے چنانچہ تیز لکڑی اور شیشہ اور پتھر اور سوئی محل قتل میں کذا فی البرہان اور چنانچہ بانس یا زکھل کا تیز چھپکا یا قصد قتل ہو آگ سے اس واسطے کہ آگ بھی کھال کو پھاڑ دیتی ہے اور ذبح کا عمل کرتی ہے تو اگر آگ کو محل ذبح میں رکھے سو وہ رگوں کو بھلا دے تو ذبیحہ ماکول ہوگا یعنی اگر آگ کے جلانے سے خون بے اور اگر خون نہ بے گا تو کھانا اُس کا درست نہیں کذا فی الکفایۃ ہم خلاصہ تعریف قتل عمد یہ ہے کہ عمد وہ ہے جن میں بالقصد ضرب سلاح سے ہو یا جاری مجرای سلاح سے تفریق اجزاء میں کذا فی

اکثر المتون شرح طحاوی میں کہا قتل عمد ہے جس میں قصداً قتل ہو لوہے سے چنانچہ چھری اور تلوار سے یا جو چیز لوہے کے مانند ہو خواہ اس میں حدت ہو کہ بھار سے یا حدت نہ ہو لیکن کھل ڈالے جیسے عمود آہنی اور ترارذ کے بانٹ یا قتل نیز سے یا سوئی سے کوچکر مولشہر لکھ لوہے کا ہم اس پر قائم ہو خواہ غائب اس سے ہلاکی ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ وہاں احادیث میں منصوص ہے چنانچہ لا قود الا بالسیف و فی روایت لا قود الا بالسلاح و فی روایت لا قود الا بالحدید اور منصوص علیہ علت معتبر ہے اور اسی طرح جو چیز لوہے کی جنس سے ہو چنانچہ پتیل اور رانگا اور چاندی اور سونا اور تانبہ خواہ قتل چیر بھاڑ کے ہو خواہ کھل کر اور جو چیز لوہے کی جنس سے نہیں تو اگر وہ لوہے کا سا کام کرے تو وہ قتل عمد ہے اور نہیں تو عمد نہیں چنانچہ آگ سے جلتا عمد ہے اور اسی طرح جس چیز میں حدت اور تیزی ہو اور وہ تلوار کا عمل کرے جیسے شیشہ اور بانس اور نرکل کا چھلکا اور حدت والا پتھر جو چیز بھاڑ دے یا بدن میں گھس جائے چنانچہ نوکدار لکڑی تو یہ چیزیں تلوار کے مانند عمل کرتی ہیں تو یہ قتل عمد ہے انتہی فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ لوہے میں اور جو لوہے کے مشابہ ہے ظاہر روایت میں یہ ہے کہ قصاص واجب ہونے میں زخم ہونا شرط نہیں اور طحاوی کی روایت عن الامام یہ ہے کہ بدون زخم کے قصاص واجب نہیں انتہی تو بموجب ظاہر روایت کے بندوق کی گولی کے قتل کرنے میں بلا شک قصاص واجب ہے اس واسطے کہ گولی لوہے کی جنس سے ہے اور طحاوی کی روایت سے بھی وجوب قصاص ثابت ہے کیونکہ گولی زخمی کر دیتی ہے اور سوئی کے قتل میں دو قول ہیں ایک وجوب قصاص کا جو برہان سے مذکور ہو چکا اور دوسرا قول یہ ہے کہ سوئی کے قتل سے اصلاً قصاص نہیں اس لیے کہ عادت میں اس سے قتل کرنا مقصود نہیں ہوتا کذا ذکر ابو اسود کذا فی الطحاوی مختصراً فتاویٰ قاضی خاں میں اس میں عدم قصاص مذکور ہے و اما علم قلت و فی شرح الوہبانیہ کل ما بہ الذکاۃ بہ القود والا فلا قتل میں کتابوں اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ جس چیز سے ذبح کرنا حاصل ہوتا ہے اس چیز کے قتل کرنے سے قصاص مترتب ہوتا ہے اور نہیں تو قصاص نہیں انتہی و فی البرہان و فی حدید طبر محمد کا سبب روایتان اظہر مما انہما عمر اور برہان میں ہے اور جو لوہے کی چیز نوکدار نہ ہو جیسے ترارذ کا بانٹ اس میں دور و اتیں ہیں دونوں میں ظاہر تر روایت یہ ہے کہ وہ قتل عمد ہے و فی الجتب و اجماع المتورکین للقود وان لم یکن فیہ نار اور مجتبیٰ میں ہے کہ تور کا گرم کرنا قصاص کے واسطے کفایت کرتا ہے اگرچہ اس میں آگ موجود نہ ہو دے م منع الغفار میں ہے کہ ایک شخص نے تور گرم کیا اور کسی انسان کو اس میں گرا دیا یا ایسی جلتی آگ میں ڈال دیا کہ اس میں سے نکل نہیں سکتا تو قاتل پر قصاص ہے بمنزلہ سلاح کے خانیہ میں ہے خواہ وہ شخص اسی دن مر جاوے یا صاحب فراش رہے مرتے دم تک اگر چنانچہ پتھر بیکار اور پتھر بیکار تو قاتل پر قصاص نہیں و فی معین المفتی للمصنف الابرة اذا اصاب القتل فقیہ القود والا فلا یلیفظ و فی معین المفتی مصنف کی کتاب میں ہے کہ سوئی جب محل قتل میں لگ جائے تو اس میں قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں ہے سوئی کے قتل سے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و قالوا انثلث ضرب قصداً بالاسیطعہ البیتہ کتنب عظیم عدا اور صاحبین اور عینوں اماموں نے کہا کہ مقتول کو قصداً مارتا اس چیز سے جس کی ضرب اٹھانے کی بدن انسانی کو طاقت نہیں چنانچہ بڑا لکڑا قتل عمد ہے م امام کے نزدیک قتل عمد نہیں بلکہ شبہ عمد ہے چنانچہ آگ کے معلوم ہوگا موجب لاقہ فان حرمتہ اشد من حرمتہ ابرار کذا کفر مجازہ لکھ بخلاف القتل اور قتل عمد کا موجب گناہ ہے اس واسطے کہ اس کا حرام ہونا سخت تر ہے کفر کے بولنے سے اس واسطے کہ کفر بولنا مکروہ کو درست ہے اور قتل کرنا مکروہ کو بھی درست نہیں م حرمت قتل عمد مومن پر قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ من قتل مومن متعمداً فجزاءہ جہنم الایہ یعنی فرمایا حق تعالیٰ نے کہ جو شخص مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ دوزخ ہے فقط یہ آیت قتل ناحق نصیت کے واسطے کافی ہے اور احادیث تو اس میں بہت ثابت ہیں ازاجملہ ترمذی اور نسائی میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زوال دنیا کا عند اللہ آسان تر ہے مرد مسلمان کے قتل سے اور ترمذی میں ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لہ قصاص نہیں مگر کھور سے مارنے میں ۱۲ لہ قصاص نہیں مگر تیغ سے مارنے میں ۱۲ لہ قصاص نہیں ہے مگر لوہے سے مارنے میں ۱۲

اگر اہل آسمان اور اہل زمین مومن کے خون میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو منہ کے بل اگ میں ڈال دے اور نسائی میں حدیث مرفوعہ ہے کہ ہر گناہ میں مغفرت کی امید ہے مگر وہ مرد جو کافر مرے اور وہ مرد جو مومن کو قتل کرے اور اپنی ماہجہ میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے قتل پر آدمی بات سے اعانت کرے گا تو وہ خدا سے ملے گا اور اس کی دونوں آنکھوں کے مابین لکھا ہوگا کہ اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہے اور اجماع امت بھی اسی پر منعقد ہے کذا فی العینی شرح المداہیہ اماذنا اللہ وسائر المسلمین من قتل النفس بغير حق آمین وموجبہ القود عینا اور موجب قتل عمد کا عین قصاص ہے بلا تردید مالہم امام شافعیؒ کے نزدیک قتل عمد میں قصاص غیر متعین ہے بلکہ وارث مقتول کا قصاص اور خون بہا لینے میں مختار ہے اور ہماری دلیل یہ آیت ہے (کتب علیکم القصاص فی القتل) یعنی تم پر قصاص لکھا گیا مقتولین میں اور جو خدا نے اپنے عباد پر لکھا وہ فرض ہے اور اس آیت میں قتل عمد مراد ہے اس واسطے کہ قتل خطایں دیت واجب ہے بدلیل اس آیت کے (ومن قتل مؤمنا خطا الا لہ) و بدلیل حدیث عبداللہ بن عباسؓ کے جو مسند ابن ابی شیبہؒ میں مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے العمد القود الا ان یعفو ولی المقتول کذا فی العینی یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہ کہ ادلی مقتول کا معاف کر دے علمائے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے پھر جب کہ خبر واحد محل قرآن کی مبین ہو سکتی ہے چنانچہ مقدار مسح سر میں مذکور ہے تو حدیث مشہور بطریق ادلی محل قرآن کا بیان پڑ سکے گا خلاصہ یہ ہے کہ ہر خطا پر آیت قصاص میں قتل عمد اور قتل خطا کی خصوصیت نہیں لیکن حدیث مشہور اس کی محض واقع ہو گئی تو اطلاق آیت کا باقی نہ رہا بمنزلہ محل کے ہو گئی تو حدیث مذکور کا شفاء جہاں ہو گئی واللہ اعلم فلا یصیر الا بالترغی فیصح صلیا ولو بمثل الدیۃ او اکثر ان کمال عن المقاتل جب قتل عمد میں قصاص متعین ٹھہرے تو وہ مال نہ ہو جاوے گا مگر یا ہم کی رضامندی سے تو صحیح ہوگا بطریق صلح کے اگر صلح قصاص کی دیت کے برابر ہو یا زیادہ ترجیحاً پھر ابن کمال نے حقائق سے بیان کیا ہے ہم ادیا مقتول کو صلح کرنا قصاص سے مال پر جائز ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت دیت کی جس سے ہو یا غیر جس ہو حال ہو یا محل کذا فی البوہرۃ لا الکفارۃ لانہا کبیرۃ محضۃ فی الکفارۃ معنی العبادۃ فلا یطاب بہا موجب اس کا قصاص ہے نہ کفارہ اس واسطے کہ قتل عمد گناہ کبیرہ خاص ہے اور کفارہ میں عبادت کے معنی میں تو عمدہ مربوط کفارہ نہ ہوگا قلت لکن فی الخانیۃ لو قتل مملوک او ولہ مملوک لغيرہ عدا کان علیہ الکفارۃ میں کتا ہوں لیکن خانیہ میں ہے کہ اگر مالک اپنے غلام کو یا غلام کے اس فرزند کو جو قاتل کے سوا اور کا مملوک ہے عدا قتل کرے تو اس پر کفارہ واجب و اثالی شبہہ و ہوان لقصہ ضربہ بغیر ما ذکر اسے بالافرق اجزاء و لو بمجر خشب کبیر بن غنہ خلافاً لغيرہ اور دوسری قسم قتل کی شبہہ عمد ہے یعنی مشابہہ عمد کے وہ یہ ہے کہ مقتول کے مارنے کا قصد کیا جائے سوائے اس چیز کے جو قتل عمد میں مذکور ہو چکا یعنی اس چیز سے جو تفریق اجزاء بدن نہ کرے اگرچہ بڑا پتھر اور بڑا لکڑا ہو یا امام کے نزدیک ہے برخلاف غیر امام کے یعنی صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ عمد میں داخل ہے ہم شبہہ عمد وہ ہے جس میں تعمد ضرب ہو اس چیز سے جو صلاح نہیں اور نہ قائم مقام صلاح کے خواہ اس سے غالباً ہلاک ہو چنانچہ سنگ عظیم اور عصائے کبیر اور موگرا دھبوی کا یا ہلاکت غالباً نہ ہو چنانچہ عصائے صغیر اس کو شبہہ عمد اس لیے کہا کہ خطا مشابہہ عمد کے ہے کیونکہ اس میں معنی عمد کے ہیں اس اعتبار سے کہ قاتل نے مارنے کا قصد کیا اور اس میں خطا کے بھی معنی ہیں اس اعتبار سے کہ قاتل کا قصد قتل ثابت نہیں ہوتا اس نظر سے کہ اس نے آلہ تادیب کو استعمال کیا نہ آلہ قتل کو اور قاتل ہر فعل کا قصد کرتا ہے اس کے آلہ خاص سے تو یہ خطا مشابہہ عمد ہو گئی کذا فی العینی وموجبہ لاثم والکفارۃ ودیۃ مغلطۃ علی العاقلۃ سببی تفسیر ذلک اور شبہہ عمد کا موجب گناہ ہے اور کفارہ اور دیت مغلطہ قاتل کے مددگار برادری پر تفسیر دیت مغلطہ کی کتاب الدیات میں آوے گی ہم شبہہ عمد میں قتل کا گناہ ہے تعمد ضرب کے سبب سے اور کفارہ ہے اس واسطے کہ وہ خطا ہے آلہ ضرب کے اعتبار سے اور دیت مغلطہ عبارت ہے متواؤنٹ کے دینے سے جن میں ۲۵۔ یک سال ہوں اور ۲۵۔ دو سال اور ۲۵۔ سہ سال اور ۲۵۔ چار سال لا القود و شبہہ بالخطا نظر لا لہ الا ان یتکرر منہ فللا امام قتلہ سیاست اختیار نہ قصاص یعنی شبہہ عمد میں قصاص واجب نہیں بسبب اس صلہ خدا تعالیٰ ہم کو اور سبب ہلاکوں کو نفس کے ناحق قتل کرنے سے محفوظ رکھے ۱۲۔ قاتل دیت کی تحریر تہذیباً و دینہً و دینہً مسلولی اہل ہے یعنی جو شخص مومن کو خطائے قتل کرے کہ اس پر آزاد کرنا ہر ایک بروہا مسلمان کا اور خون بہا وارثان مقتول کو دینا ۱۲۔

مشابہ ہونے کے قتل خط سے بنظر آتے قتل کے گمیریہ کے قاتل سے شہرہ عدا کا قتل چند بار واقع ہو تو حاکم مسلمین کو اس کا قتل سیاست کی راہ سے جائز ہے کذا فی الاختیار و ہواے شہرہ عدا فیما دون النفس من الاطراف عمد موجب للقصاص فلیس فی ما دون النفس شہرہ عدا و شہرہ عدا جان کے سوائے آدمی کے اطراف میں عمد ہے قصاص کا موجب تو جان کے سوائے میں شہرہ عدا نہیں بلکہ عمد ہے ہم یعنی املان نفس با قتلانہ مختلف ہوتا ہے اور ما درائے نفس مختلف نہیں ہوتا مثلاً اصلے کبیر قتل نفس کا آئیں اور ہاتھ یا پاؤں کے توڑنے کا البتہ آہ ہے تو عصائے وغیرہ سے اگر ہاتھ پاؤں تلف ہو گا تو اس میں کفارہ اور دین نہیں بلکہ قصاص واجب ہے یعنی فاعل کا بھی ہاتھ پاؤں لوڑا جاوے گا و الثالث خطا و ہوا جان لانہ اما خطا فی ظن الفاعل کان یرمی شخصاً ظنہ صیدا و حرباً او مرتداً فاذا ہوا مسلم او یرمی قسم قتل خطا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں اس واسطے کہ یا خطا اور چوک پر گئی فاعل کے گمان میں چنانچہ فاعل نے تیر مارا ایک شخص کو محکریا کا مرتد جان کر سودہ تو ناگمان مسلمان نکلا و خطا فی نفس الفاعل کان یرمی غرضاً او صیداً فاصاب آدمیاً او یرمی غرضاً فاصاب ثم رجع عنه او تجاوز عتہ ما دراہ فاصاب رجلاً او قصداً رجلاً فاصاب غیرہ او اراد یدخل فاصاب عنق غیرہ و لو عنقہ فعمداً قطعاً او اراد رجلاً فاصاب حائطاً ثم رجع السهم فاصاب الہل فہو خطا لانہ اخطا فی اصابتہ الحائط و رجوعہ سبب آخر و الکم یضاف لاخر سبابہ ابن کمال عن الحیط یا خطا واقع ہو نفس فعل میں چنانچہ تیر مارا نشانہ یا شکار کو سو کسی آدمی کو لگ گیا یا مارا نشانہ کو سو اس پر لگا پھر نشانہ سے پلٹا یا نشانہ سے آگے بڑھ گیا سو کسی مرد کو جا لگا یا فاعل نے ایک مرد کے مارنے کا قصد کیا سو تیر دوسرے مرد کے لگ گیا یا ارادہ کیا ایک مرد کے ہاتھ پر مارنے کا سو اس کے سوا اور مرد کی گردن پر لگا اور اگر پہلے مرد کی گردن پر لگے گا تو وہ قتل عمد ہے یقیناً یا ارادہ کیا ایک مرد کا سو تیر دیوار میں لگا پھر تیر وہاں سے پلٹا سو دوسرے مرد کے لگ گیا تو یہ اخیر صورت بھی قتل خطا کی ہے اس واسطے کہ تیر انداز دیوار کے لگانے میں چوک گیا اور دیوار سے تیر کا پلٹنا یہ دوسرا سبب ہے اور حکم مضاف اور منسوب ہوتا ہے پچھلے سبب کی طرف چنانچہ ابن کمال نے اس کو نقل کیا ہے محیط سے قال و کذا الو سقط من یدہ خشبۃ اولیۃ فقتل رجلاً یتحقق الخطا فی الفعل ولا قصد فی کلام صدر الشریعۃ فیہ ما فیہ ابن کمال نے کہا کہ اگر ایک شخص کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی سو اس کے صدر سے کوئی مرد قتل ہو جائے تو اس صورت میں خطا فی الفعل ثابت ہے اور حالانکہ فاعل کا اس میں مطلقاً قصد نہیں ہے تو صدر الشریعہ کے کلام میں وہ خلل ہے وہ اس میں ہے ہم صدر الشریعہ نے شرح و قایہ میں کہا کہ خطا فی الفعل یہ ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا سو اس سے دوسرا فعل صادر ہو جائے چنانچہ نشانہ کو مارے سو خطا کر کے اور شخص کے لگ جائے انتہی حاصل کلام اس میں قصد کو شرط کیا حالانکہ قصد خطا فی الفعل میں لازم نہیں چنانچہ لکڑی اور اینٹ کے چھوٹ پڑنے کی صورت مذکورہ میں خطا فی الفعل ثابت ہے اور اس میں خطا مطلقاً قصد نہیں لیکن عنقریب آوے گا کہ یہ جاری مجرے خطا کی صورت ہے نہ خطا فی الفعل کی کذا فی الطحاوی مختصر او فی الوہابیۃ سے وقاصد شخص ان اصاب خلافہ فذہ خطا و التقتل فیہ معذرا و وہابیہ میں ہے اور قصد کرنے والا ایک شخص کا اگر اس کا تیر خلاف اس کے دوسرے شخص کے لگ جائے تو یہ قتل خطا ہے اور اس میں قاتل کا قتل از روئے قصاص کے متعذر ہے وقاصد شخص حالۃ النوم ان یمیت بہ فیمقتل ان البقی و ما منہ نہیرہ اور قصد کرنے والا ایک شخص کا مقتول کی حالت نوم میں اگر وہ مجرے تو قاتل سے قصاص لیا جائے اگر اس کا قتل مسائل باقی رہے یعنی اگر مقتول کا خون تا موت سائل رہے تو قاتل پر قصاص ہے کذا فی الطحاوی عن القینۃ والاربع ما جری مجرای الخطا کما تم القلب علی رجل فقتلہ لازم معذور کا الخطی اور چوتھی قسم وہ قتل ہے جو جاری مجرے خطا کے ہے یعنی خطا نہیں بنیز خطا کے ہے جیسے سونے والا منقلب ہو جائے کسی مرد پر سو اس کو قتل کرے اس واسطے کہ سونے والا معذور ہے خطا کرنے والے کے برابر ہم صورت اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص بلند چوڑے یا بلند تخت یا چھت کے کنارے پر سوتا ہے سو کوٹ بدلنے میں اوپر سے گر پڑا اور نیچے کا آدمی مر گیا کیل کر تو قائم معذور ہے خالی کے مانند تو قتل

له السران يعني اتهاياون وغيره ٥١٣

خطا نہیں بلکہ بمنزلہ خطا کے ہے طحاوی میں مالگیری عن المحیط سے منقول ہے جاری مجرایے خطا چنانچہ ایک شخص چھت پر سے کسی آدمی پر گر پڑا اور وہ مر گیا یا اُس کے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر پڑی اور دوسرا آدمی اُس کے صدر سے مر گیا یا ایک شخص جانور پر سوار تھا سو جانور نے دوسرے آدمی کو کھل کر مار ڈالا اور زلیعی میں ہے کہ نام منقلب کا قتل بمنزلہ خطا کے ہوا اس واسطے کہ یہ حقیقت میں خطا نہیں اس واسطے کہ نام کا کچھ قصہ ہی نہیں کہ وہ اپنے مقصود کا منطقی ٹھہرے تو یہ قتل بمنزلہ خطا کے ٹھہرایا گیا فعل حقیقی کے وجود کے سبب سے انتہی مافی الطحاوی تو معلوم ہوا کہ خطا کی نسبت صدر الشریعہ کی طرف صریح خطا ہے ^{موجوبہ}

اے موجب ہذا النوع من الفعل وهو الخطأ وما جرى مجراه الكفارة والدية على العاقلة والاثم دون اثم القتل اذا الكفارة تؤذن بالاثم لترك العزيمة اور اس قسم کے قتل کا یعنی قتل خطا اور مثل بمنزلہ خطا کا موجب کفارہ ہے اور دیت قاتل کے مددگاروں پر اور گناہ کمتر گناہ قتل سے اس واسطے کہ کفارہ کا مشروع ہونا خبر دیتا ہے ثبوت گناہ کی بسبب ترک کرنے عزیمت اور احتیاط کے ہم اس صورت میں قتل کا گناہ نہیں بلکہ ترک احتیاط کا گناہ ہے کیونکہ ایسی بے احتیاطی کی کہ دوسرا ہلاک ہو گیا اس واسطے کہ افعال مباحہ کی مباشرت جائز نہیں مگر بشرط عدم ایذا پھر جب دوسرے کو اذیت ہوئی تو اُس نے احتیاط ترک کی لہذا وہ گنہگار ہوگا اور خود لفظ کفارہ سے گناہ نکلتا ہے اس واسطے کہ کفارہ معنی پوشیدہ ہے اور پوشش نہیں بدون گناہ کے کذا فی الزلیعی و الاثم قتل بسبب کما فبر و واضع حجر فی غیر ملکہ بغیر اذن من السلطان ابن کمال اور پانچویں قسم قتل بسبب ہے جیسے کنواں کھودنے والا اور پتھر رکھنے والا غیر کی ملک میں بلا اذن حاکم کذا ذکرہ ابن کمال عن شرح الطحاوی ہم غیر ملک حفرا و وضع دونوں کی قید ہے چنانچہ درمیں ہے تو اگر اپنے ملک میں کنواں کھودے یا پتھر رکھے گا تو اُس کی طرف سے تعدی ثابت نہ ہوگی تو دیت اور کفارہ بھی نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و کذا واضع خبثہ علی قارعة الطريق و نحو ذلک الا اذا مشی علی البتر و نحوہ بعد علمہ بالمحذور و نحوہ درر اور اسی طرح قاتل بسبب ہے رکھنے والا لکڑی کا شارع عام میں اور مانند اُس کے جو تلف ہو جانے کا سبب ہو چنانچہ اینٹوں کا ڈھیر کر دینا راہ میں مگر جب کہ کوئی شخص کنویں وغیرہ پر چلا کھدنا وغیرہ جان بوجھ کر کذا فی الدرر ہم اس واسطے کہ جان بوجھ کر چلنا خود اپنی جان کو ہلاک کرنا ہے کذا فی الجوہرۃ و موجبہ الدیۃ علی العاقلة اور قتل بسبب کا موجب دیت ہے فاعل کے مددگاروں پر ہم کنواں کھودنا وغیرہ تلف کا سبب ہے اور کھودنے والا متعدی ہے اس میں تو بمنزلہ واقع اور ملحق کے قرار دیا گیا تو دیت واجب ہوئی صیانت نفوس کے واسطے لا الکفارہ ولا اثم القتل بل اثم الحفر والوضع فی غیر ملکہ درر اُس قتل کا موجب کفارہ نہیں اور نہ گناہ قتل کا بلکہ غیر ملک میں کنواں کھودنے اور پتھر وغیرہ رکھنے کا البتہ گناہ ثابت ہے کذا فی الدرر و کل ذلک یوجب حرمان الارث لوالہابی مکلفا ابن کمال اور قتل کے جمیع اقسام مذکورہ حرمان میراث کے موجب ہیں یعنی اگر کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کرے گا تو اُس کی میراث قاتل نہ پاوے گا بشرطیکہ قاتل بائع ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی اگر قاتل صغیر یا مجنون ہوگا تو میراث سے محروم نہ ہوگا چنانچہ سید شریف کی شرح مراجیہ میں مہرح ہے الا ہذا اے القتل بسبب لعدم قتلہ جمیع اقسام قتل کی حرمان قاتل کے موجب ہیں سوائے اس قسم کے یعنی قتل بسبب میں قاتل میراث مقتول سے محروم نہ ہوگا اُس کے عدم قتل کے سبب سے ہم یعنی قتل بسبب میں بوجہ مباشرت قتل نہیں جو بوجب حرمان ہوا اس واسطے کہ مباشرت عبارت ہے اتصال فعل قاتل سے مقتول کے ساتھ سو یہاں موجود نہیں بلکہ قاتل کا فعل زمین سے البتہ متصل ہوا اور مباشرت کے ساتھ خلاف اصل اس کو اس واسطے ملحق کیا ہے تاکہ خون اکارت نہ جاوے کذا فی الحموی والحقہ الشافعی بالخطاری احکامہ اور امام شافعی نے قتل بسبب کو قتل خطا کے ساتھ ملحق کیا ہے اُس کے جمیع احکام میں و اشترائتم

فصل فیما یوجب القود و مالاً یوجبہ یہ فصل ہے اُس قتل کے بیان میں جو قصاص کا موجب ہے اور جو قتل کہ قصاص کا موجب نہیں **یجب القود اے القصاص لقتل کل محقون الدم بالنظر لقاتلہ درر و یتفہع عند قوله و لقتل القاتل اجنبی علی التابید عمداً واجب ہے قود یعنی قصاص ہر محفوظ الدم دائمی کے عمداً قتل سے شارح نے کہا محفوظ الدم سے مراد یہ ہے کہ قاتل اُس کے خون اُس کا محفوظ**

لہ و حکا دینے والا اور گرا دینے والا یعنی ایسا ہو کہ دوسرے کو دھکا دے کر گزینے میں ڈال دیا ۱۲

کذا فی الدرر اور اس کا مطلب اسی فعل میں ماتن کے اس قول کے پاس ولو قتل القاتل اجنبی واضح ہو گا کہ یعنی جو مقتول کو نظر لیا قاتل دانا معفو الدم ہے یعنی اس کی خونریزی قاتل کو کبھی مباح نہیں تو اس کے قتل عمد سے قصاص واجب ہے یعنی اس کے بدلے قاتل کو قتل کرنا واجب ہے محفوظ الدم کی قید سے مباح الدم سے استرازا ہوا جیسے زانی محسن اور حربی اور مرتد اور دوام کی قید سے مستامن سے استرازا ہوا یعنی اس کا خون تا قیام دارالاسلام محفوظ ہے نہ ہمیشہ قود بالتحریک قاتل کو قتل کرنا بدلے مقتول کے قاموس میں قصاص کی تفسیر قود کی ہے لیکن طحاوی نے نہایت جزی سے نقل کیا کہ قصاص یہ ہے کہ فاعل کے ساتھ وہ فعل کیا جائے جو اس نے مفعول کے ساتھ کیا خواہ وہ فعل قتل ہو یا قطع عضو یا ضرب یا براحہ تو اس صورت میں تفسیر قود کی قصاص کے ساتھ تفسیر بالاعم ہے وہو المسلم والذمی اور وہ مسلمان اور ذمی ہے یعنی دائمی محفوظ الدم مسلمان اور ذمی میں سو جو ان کو عداقت کرے گا وہ ان کے بدلے مقتول ہوگا اگر کوئی کہے کہ اگر مسلمان اپنے فرزند مسلمان کو عداقت کرے تو باپ پر قصاص واجب نہیں حالانکہ تعریف مذکور میں وہ داخل جواب اس کا یہ ہے کہ یہ عوارض سے ہے تو قواعد کے تحت میں داخل نہ ہوگا اس واسطے کہ قصاص تو یہاں واجب تھا اصل میں پھر منقلب بال ہو گیا اس واسطے کہ البتہ خبر ہے قصاص کے ٹل جانے کا اور اسی طرح عمد وقف کے قتل عمد میں قصاص واجب نہیں بلکہ قصاص منقلب بدیت ہوگا مراعات نفع وقف کے عارض سے کذا فی الطحاوی لا المستامن والمولی زمستان اور حربی یعنی ان کے قتل عمد سے قصاص واجب نہیں مستامن تو اس وجہ سے کہ اس دم دانا محفوظ نہیں اور حربی تو مطلقا مباح الدم ہے بشرط ان کیوں القاتل مکلفا لما تقرانہ لیس بھی و مجنون عمد مقتول مذکور کے قتل عمد میں قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اس کا قاتل اور بالغ ہو اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ صغیر اور مجنون کے واسطے عمد نہیں فی البرازیہ حکم علیہ بقود من قبل دفعہ لولی القلب دیتہ بزاز یہ میں ہے قاتل پر حکم حاکم ہو گیا قصاص کا پھر وہ دیوانہ ہو گیا وارث مقتول کے دینے سے پہلے تو قصاص بدل کر دیت ہو جاوے گا یعنی پہلے قاتل عاقل تھا پھر دیوانہ ہو گیا تو قصاص ساقط ہوگا اور اگر وارث کے دینے کے بعد دیوانہ ہوا تو قصاص ساقط نہ ہوگا کذا فی المنع قتل من یمن و یضیق قتل فی افاقہ قتل کی اس قاتل نے جو کبھی دیوانہ ہو جاتا ہے اور کبھی اس کو افاقہ ہوتا ہے تو حالت افاقہ میں مارا جاوے گا فان جن بعدہ ان مطبقا سقط وان غیر مطبق قتل پھر اگر مجنون ہو گیا بعد اس کے اگر جنون مطبق یعنی دائمی ہے تو قصاص ساقط ہو گیا لیکن بطریق استسنان دیت اس کے مال میں واجب ہو گی کذا فی العالمیہ اور اگر جنون دائمی نہیں تو قتل ہوگا قتل عبد مولاہ لا ردایہ فیہ وقال ابو جعفر یقتل غلام نے اپنے میاں کو قتل کیا تو اس میں کچھ دایت نہیں امام اور صاحبین سے اور ابو جعفر حنفی فقیہ نے کہا کہ غلام مذکور قتل کیا جاوے گا قتل عبد الوقف عدا لا قود فیہ کسی نے وقف کے غلام کو قتل کیا تو اس میں قصاص نہیں یعنی مراعات مصلحت وقف تو قاتل سے اس کی قیمت لی جائے اور دوسرا غلام وقف کے واسطے خرید کیا جائے قتل ختنہ عدا و بنتہ فی نکاحہ سقط القود قاتل نے اپنے داماد کو عداقت کیا اور حالانکہ قاتل کی بیٹی مقتول کے نکاح میں ہے تو قصاص ساقط ہوگا کہ اس واسطے کہ بیٹی اپنے زوج کے قصاص کی وارث ہوئی باپ پر خانیہ میں ہے کہ اگر مقتول کے وارثوں میں قاتل کا فرزند ہو یا فرزند کا فرزند تو قصاص باطل ہے و واجب ہوگی کذا فی الطحاوی و بشرط انتفاء الشبہۃ کو لا اذا ملک او اعم قولہ اقلنی فقتلہ بینہما کما یبئی اور قتل عمد میں قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اور مقتول میں قصاص ٹل جانے کا شبہ نہ ہو چنانچہ ولادت یا ملک ہونا یا کوئی امر امر ولادت اور ملک سے عام ترجیحاً پچھو مقتول کیوں کہ قاتل سے کہ تو مجھ کو قتل کر سو قاتل نے اس کو قتل کر ڈالا چنانچہ شبہ مذکورہ کی تفصیل آگے آوے گی فیقتل الحر بالحر وبالبعید عیز الوقف کا مخرقا فالشافعی تو قتل کیا جاتا ہے آزاد بدلے آزاد کے اور بدلے غلام کے سوائے غلام وقف کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ بعد وقف کے مقتول ہونے میں قصاص واجب نہیں بلکہ اس کی قیمت دینا قاتل پر واجب ہے برخلاف امام شافعی کے اس واسطے کہ ان کے اور امام مالک اور احمد کے نزدیک آزاد بدلے غلام کے قتل نہ ہوگا بلکہ قاتل پر اس کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں (الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی) فرمایا ہے

یعنی آزاد بدلے آزاد کے مارا جائے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے تو یہ مقابلہ اس کا مقتضی ہے کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نہ جائے اس واسطے کہ بناء قصاص مساوات پر ہے اور حالانکہ غلام اور آزاد میں برابری نہیں اس کا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا ولنا اطلاق قولہ تعالیٰ النفس بالنفس فانه ناسخ لقولہ تعالیٰ الحر بالحر والایہ کما رواہ السیوطی فی الدر المنثور عن النخاس عن ابن عباس اور ہماری دلیل اطلاق ہے اس آیت کا کہ النفس بالنفس یعنی جان بدلے جان کے اس میں آزاد اور غلام کی قید نہیں تو یہ آیت الحر بالحر کی آیت کی ناسخ ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تفسیر در المنثور میں نسخ کو نخاس سے عن ابن عباس نقل کیا ہے ہم منجملہ دلائل خفیہ کے عموم ہے اس آیت کا (کتب علیکم القصاص فی القتل) یعنی مقتولین میں تم پر قصاص کرنا مفروض ہے مقتول عام ہے آزاد ہو یا غلام ازاں جملہ قولہ تعالیٰ (ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولہ سلطانا) لیکن اگر آزاد اپنے ذاتی غلام کو قتل کرے گا تو قصاص ساقط ہے اجماع کی دلیل سے کذا فی العینی علی انہ تخصیص بالذکر فلا یفی ما عدہ کیف ولودل لوجب ان لا یقتل الذکر بالانثی ولا قاتل بہ علاوہ نسخ سے یہ ہے کہ الحر بالحر والعبد بالعبد خاص کر ذکر کیا ہے اور تخصیص بالذکر ماسوائے مذکور کے نفی نہیں کرتی ہے یعنی اس تخصیص سے غلام کے بدلے قتل آزاد کی نفی ثابت نہیں ہوتی یہ کیونکہ موصلا لکذا اگر تخصیص ما عدہ کی نفی پر دلالت کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ مرد بوجہ عورت کے مارا نہ جاتا اور حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہم اور تخصیص بالذکر کا فائدہ ان لوگوں کا رد قول منظور ہے جو مقتول کے بدلے غیر قاتل کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اس واسطے کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ عرب کے دو گروہ میں اگر قتل ہو جائے اور ایک گروہ دوسرے گروہ پر دعویٰ فضیلت رکھتا تو مدعی فضیلت یوں کہتا کہ ہم راضی نہ ہوں گے جب تک کہ عورت کے بدلے ان کا مرد نہ ماریں اور اپنے غلام کے بدلے اُن کا آزاد نہ ماریں حق تعالیٰ نے اُن کے رد میں یہ آیت اتاری کہ آزاد بدلے آزاد کے مارا جائے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے کذا فی العینی اور مساوات بین القاتل والمقتول کا جواب یہ ہے کہ قصاص میں عصمت یعنی عدم ایاحت دم کی مساوات لازم ہے اور عصمت متحقق ہوتی ہے دین اور قیام دار الاسلام سے تو دین اور قیام دار الاسلام میں آزاد اور غلام دونوں برابر ہیں قبل ولا الحر بالعبد ودر بخولہ بالاولیٰ کہا گیا ہے مذہب شافعی کی اشکال میں کہ اگر تخصیص بالذکر ما عدہ کی نفی کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نہ جاتا اور یہ اشکال رد کیا گیا ہے اُس کے داخل ہونے سے بطریق اولیٰ کے ہم شارح کی اس عبارت میں کچھ تحریر اور تحقیق نہیں شارح نے عبارت منع الفقار کے نقل کرنے کا ارادہ کیا سو اُس کا قلم بے موقع چل گیا یوں کہنا حق تھا قبل ولا العبد بالحر اور یہ عطف سے ان لا یقتل الذکر بالانثی پر کذا فی الطحاوی مختصر یعنی یہ جو بعض شارحین نے امام شافعیؒ کے مذہب پر اشکال کیا ہے کہ اگر تخصیص بالذکر ما عدہ کی نفی کرتی تو یہ واجب تھا کہ غلام بدلے آزاد کے مارا نہ جاتا بلیل قولہ تعالیٰ والعبد بالعبد سو منترض کا کلام مندرج ہے اس وجہ سے کہ جب غلام بدلے غلام مارا گیا تو آزاد کے بدلے بطریق اولیٰ مقتول ہو گا اور مزید تفصیل اس کی منع الفقار کی عبارت میں ہے جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر منقول ہے ولابی الفتح البستی نقل سے خذ وابدی ہذا الغزال فانه یدمانی بسی مقلتہ علی عمد ولا تقتلہ انہی انا عبیدہ یدولم احر اقطا یقتل بالعبدہ اور مناسب مقام ابوالفتح بستی شافعی مذہب نے بطور نظم کے کہا ہے کہ بچہ و میرے خونی کے بدلے اس غزال کو کہ اُس نے اپنے دونوں گوشہ چشم کے دو تیروں سے مجھ کو قتل کیا ہے لیکن اس کو قتل نہ کہیو اس واسطے کہ میں اُس کا غلام ہوں اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آزاد مارا جائے بدلے غلام کے ہم طحاوی نے کہا قولہ خذ وابدی اور لا تقتلہ منافات ہے اس واسطے ۱۵ اور جو شخص مارا جائے ظلم سے تو ہم نے دیلے اُس کے وارث کو زور ۱۶۔ ۱۷ یعنی غلام نہ مارا جائے بدلے آزاد کے ۱۲۔ ۱۳ ونفس النسخ خان قلت لودل الی قولہ تعالیٰ الحر بالحر والعبد بالعبد اسے عن التفسیر المقابله لوجب ان لا یقتل العبد بالحر عنہ قلت لانه یجب منه بان ہذا تفاوت الی نقصان فلا یمنع و ہذا مذکرہ ائمۃ اصول من ان شرط دلالتہ مفہوم تخصیص بالذکر ان تہر او لوجہ المسکوت علی المنطوق وان کان المسکوت عنہ اولیٰ من المنطوق لانه لما کان العبد یقتل بالعبد فبالاولیٰ ان یقتل بالحر و ہذا یندرج مذکرہ بعض الشارحین من انہ ان دل لوجب ان لا یقتل بالحر بقولہ تعالیٰ والعبد بالعبد اتفق کذا فی الطحاوی ۱۲۔

کہ اخذ بالدم قتل کا تقاضا ہے اور دیت پر حمل کرنا صحیح نہیں ہو سکتا کہ غلام کی دیت اس کے مالک پر واجب نہیں فاجاہ بعض المفتیہ راوا علیہ سے خذو
 برمی من رام قتل بلنظہ ولم یکنش بطش اللہنی قاتل العمدہ و قدوداہ جبراً دان کنت عبدہ ۱۲ لعلہم ابن الحریقتل بالعبدہ سو اس نظم کا کسی حنفی نے جواب
 دیا ہے بطریق رد کے کہ پھر وہ میرے خون کے بدلے اس کو جس نے میرے قتل کا اپنے گوشہ چشم کی دید سے ارادہ کیا یعنی ارادہ کیا اور ماڈالا اور
 شخص نہ ڈرا خدا کے پھرنے سے جو ثابت ہے قتل عمد میں اور قصاص لو اس سے زبردستی اگرچہ میں اس کا غلام ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ آزاد مارا جاتا
 ہے بدلے غلام کے موطاوی نے کہا اس نظم میں خلل یہ ہے کہ آزاد اپنے غلام ملوک کے قتل سے مارا نہیں جاتا اور اگر غیر قاتل کے غلام پر حمل
 کیجیے تو دان کنت عبدہ کے مناسب نہیں والمسلم بالذمی خلا قالہ اور قتل کیا جاتا ہے مسلمان ذمی کے بدلے یعنی کافر مطیع الاسلام کے عوض بڑے
 شافعی کے مام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا یقتل مومن بکافر رواہ البخاری اور یہی مضمون سنن ابی داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے
 اور ہماری دلیل وہ ہے جو سنن دارقطنی میں عبد الرحمن بن سلمان عن ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو معاہدہ کے بدلے
 قتل کیا اور فرمایا کہ انا اکرم من دنی ذمتہ یعنی میں ذمہ کے پورا کرنے والوں میں زیادہ کریم ہوں ہر چند دارقطنی نے ابن سلمان کو ضعیف کہا ہے لیکن ابن
 جان نے اس کو ثقات تابعین میں ذکر کیا ہے اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعی میں بھی مذکور ہے اور حدیث لا یقتل مومن بکافر میں کافر عربی مراد ہے
 توفیقاً بین الروایتین کذا فی العینی زلیعی نے علی مرتضیٰ سے نقل کیا کہ ذمیوں نے جزیہ اس واسطے دیا تھا کہ ان کے خون ہمارے خون کے مانند ہوں اور
 ان کے مال ہمارے مال کے برابر لا ہما مستامن بل ہو مثله قیاساً مساواة لا استمنا لقیام الملیح ہدایہ مجتبیٰ و درر وغیرہ قتل کیا جائے مسلمان
 اور ذمی بدلے مستامن کے یعنی اس واسطے کہ مستامن کا خون علی التابید معصوم نہیں بلکہ ایک مستامن بدلے دوسرے مستامن کے جو اس کے برابر ہے
 قتل کیا جاتا ہے قیاس کی راہ سے بسبب مساوات کے نہ استمسان کی راہ سے بسبب قائم ہونے بھیج کے کذا فی المداۃ والمجتبیٰ والدرر وغیرہ
 ہم اباحت خون کی وجہ کفر ہے جو باعث ہے حرب مسلمین کا اس واسطے کہ مستامن رجوع دارا ل حرب کا قصد رکھتا ہے قال المصنف و یغنی ان یعول علی
 الاستمسان لتقریحہم بالعمل بہ الا انی مسائل مضبوطہ لیست ہذہ منها وقد افقر لما خسر و فی ثمنہ علی القیاس انہی یعنی فتنوہ المصنف رحمہ اللہ علی عادتہ قلہ
 و بعضہ عامۃ المتون حتی المتفق مصنف نے شرح میں کہا اور سنن اور یوں ہے کہ استمسان پر اعتماد کیا جائے بسبب تصریح کرنے علما کے استمسان پر
 عمل کرنے کا مگر چند مسائل مضبوطہ میں کہ یہ مسئلہ ان میں سے نہیں ہے اور البتہ لما خسر و نے اپنے متن یعنی درر میں قیاس پر اقتصار کیا ہے انتہی کلام
 المصنف یعنی سو مصنف بھی درر کا تابع ہو گیا اپنی عادت کے موافق اور عمل بقیاس کی تائید کرتے ہیں اکثر متون فقہ کے متفق الا بحر تک و یقتل
 العاقل بالمجنون والبالغ بالصبی والصبیح بالاعمی والامن و ناقص الاطراف والرجل بالمرأۃ بالاجماع اور قتل کیا جاتا ہے ہوشیار
 بدلے دیوانے کے اور بالغ بدلے صغیر کے اور صحیح البدن آنکھ والا بدلے اندھے اور طویل الرض اور ناقص الاطراف یعنی لو لے ٹکڑے کے بدلے
 اور مرد بدلے عورت کے بالاتفاق ہم تو اگر تندرست مرد اس مرد کو قتل کرے جس کے دونوں ہاتھ پاؤں اور دونوں کان اور مذاکر یعنی نازہ اور
 نوٹے مقطوع ہیں اور آنکھیں اس کی پھوٹی ہیں تو قصاص واجب ہوگا اگر قتل عمد ہو بدلیل عموماً اور اس واسطے کہ قاتل اور مقتول عصمت دم میں
 مساوی ہیں اور معتبر عصمت ہی کے مساوات ہے نہ اور امور کی نہیں تو قصاص کا باب بند ہو جاوے گا کذا فی الطحاوی والفرع باصلہ وان
 عللاً لا عکسہ خلا قال مالک فیما اذبح ابنہ ذبحاً اور شاخ بدلے اپنی بڑے کے مقتول ہوگی اگرچہ بڑے دور کی ہونے پر عکس اس کے یعنی اصل بدلے فرع کے
 مقتول نہ ہوگی برخلاف امام مالک کے اس خاص صورت میں جب کہ باپ اپنے فرزند کو ذبح کرے گلا کاٹ کر م یعنی اگر والد اپنے ولد کو قصداً قتل
 کرے اور اس کا جواب یہ ہے وان کنت عبدہ سے معنی حقیقی مراد نہیں ۱۲-۱۳ نہ قتل کیا جاوے ایماندار بدلے کافر کے ۱۲

کرے تو امام مالک کے نزدیک باپ قتل ہوگا اور اگر تلوار یا چھتری پھینک مارے اور ارادہ قتل کا نہ کرے تو قصاص نہیں اور جو اس مالک میں ہے کہ اٹھب نے کہا کہ والد بدلے والد کے کسی حالت میں مقتول نہیں ہوتا اس شبہ سے کہ حدیث میں ثابت ہے انت و مالک لابیگ یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے کذا فی الیٰحییٰ تو ظاہر قصاص والد کی روایت امام مالک کے مذہب میں معتد نہیں والا کتب مالکیہ میں معتد قصاص علی العموم مذکور نہ ہوتی واللہ اعلم اسے لا یتقص الاصول وان علوا مطلقا ولو انا ثامن قبل الام فی نفس او اطراف لہذا وہم وان سفلوا القول علیہ الصلوۃ والسلام لا یقاد الوالد بولدہ یعنی اصول کا قصاص نہ کیا جاوے گا بدلے اُن کے فروع کے نہ جان میں نہ اطراف میں اگرچہ اصول دور کی ہوں مطلقا اور اگرچہ اصول عورتیں ہوں ماں کی جانب سے اور اگرچہ فروع بعید ہوں بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قصاص نہیں لیا جاتا باپ کا اُٹھ کے بیٹے کے بدلے ہم یعنی داہا لی ناہا لی اصول کا قصاص نہیں تو اگر باپ بیٹے کو یا دادا دادی پوتے کو یا پردادا پردادی پر پوتے کو یا ماں اپنے بیٹے کو یا نانی اپنی نانی کو یا پر نانی کو قتل کرے تو قصاص قاتل کا نہ ہوگا اور اگر بیٹا اپنے باپ یا دادا دادی یا پردادا پردادی کو یا بیٹا اپنی ماں کو یا نانی یا پر نانی کو قتل کرے گا تو اُس پر قصاص جاری ہوگا یعنی نے کہا حدیث لا یقاد الوالد بولدہ ترمذی اور ابن ماجہ میں عمر فاروق سے مروی ہے وہو وصف معطل بالجزیۃ فلیتعدی لمن علا لانہم اسباب فی احیائہ فلا یحون سببا لانہم اور وہ یعنی والدیت ایسا وصف ہے جس سے جزیت کی علت ثابت ہوتی ہے یعنی تولید عدم قصاص کی علت ہے تو یہ وصف تولید کا اصول عالیہ کو بھی متعدی ہے اس واسطے کہ اصول اسباب میں فرع کے زندہ کرنے میں تو فرع اُن کے مٹانے کا سبب ہوگا م و لہذا ولد کو جائز نہیں اپنے باپ کو قتل کرنا اگر اُس کو وصف کفار میں یا دے یا اس کو زانی محض دیکھے یا مرتد یا دے کذا فی البدایۃ و خیرۃ من قبیل الدیۃ فی مال الاب فی ثلث سنین لان ہذا عمد والعاقلة لا یعقل اللہ وقال الشافعی تجب حالۃ کبد الصلح زلیعی وجوہرۃ و سببی فی المعقل اور جب کہ اصول پر قصاص واجب نہ ہوا تو باپ وغیرہ پر اصول کے مال میں دیت واجب ہوگی تین برس کے اندر اس واسطے کہ یہ قتل عمد ہے اور مددگاروں پر دیت عمد کی واجب نہیں ہوتی امام شافعی نے کہا کہ اصول پر نقد دین واجب ہے بدل صلح کے مانند چنانچہ زلیعی اور جوہرہ میں ہے اور اس کی تفصیل آگے کتاب المعقل میں آدے گی ہم اور اگر اصول خطا کی راہ سے فروع کو قتل کریں تو دیت مددگاروں پر واجب ہوگی اور قاتل پر کفارہ کذا فی العالمگیریۃ فی الملحق و لا قصاص علی شریک الاب او المولیٰ او المظنیٰ او العیسیٰ او الجنون ومن کل سبب القصاص یقتل لما تقر من عدم تجزی القصاص فلا یقتل العائد عندنا خلافا للشافعی برہان اور ملحق میں ہے اور قصاص نہیں باپ یا مالک یا مظل یا صغیر یا مجنون کے شریک قتل پر اور جس کے قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں اُس کے شریک پر یعنی اگر شخص اجنبی باپ کا شریک ہو اُس کے فرزند کے قتل میں یا مالک کا شریک ہو اُس کے غلام کے قتل میں مالک شریک ہو قاتل مظل کا تو شریک پر بھی قصاص واجب نہیں والد اور مولیٰ اور مظل کے مانند اس واسطے کہ قصاص کی عدم قسمت پذیری بدلیل ثابت ہو چکی ہے تو قاتل عائد بھی مقتول نہ ہوگا ہم خفیوں کے نزدیک برخلاف شافعی کے کذا فی البرہان ولا یسد لعیدہ اسی بعد نفسہ ومدبرہ ومکاتبہ وعبد ولدہ ہذا داخل تحت قولہ من ملک قصاصا علی ابیہ سقط کما سببی اور نہ قاتل ہوگا مالک اپنے ذاتی غلام اور اپنے مدبر غلام اور اپنے فرزند کے غلام کے بدلے فرزند کے غلام کی صورت داخل ہے خفیوں کے اس قول کے تحت میں اور جو فرزند قصاص کا مالک ہو اپنے باپ پر تو قصاص ساقط ہے چنانچہ مسئلہ خیز سطر کے بعد آدے گا ہم مالک پر قصاص اس واسطے واجب نہ ہوا کہ غلام اُس کا مال ہے اور انسان پر اپنے مال کے تلف کرنے میں کچھ واجب نہیں لیکن خانیہ میں ہے کہ حاکم مالک کو تعزیر دے اور جوہرہ میں ہے کہ مولیٰ پر کفارہ واجب ہے غلام اور مدبر اور مکاتب اور فرزند کے غلام کے قتل میں کذا فی الطحاوی ولا یبعد ملک بعضہ لان القصاص لا یجزی اور نہ قاتل ہوگا شریک عبد شریک کے بدلے

اس واسطے کہ قصاص قسمت پذیر نہیں ہم جب بعض قصاص ساقط ہوا ملک بعض کے سبب تو کل قصاص ساقط ہوگا عدم تجزی کی وجہ سے یعنی نے کہا شرح ہدایہ میں تو قاتل دوسرے شریک کو بقدر اُس کے حصہ کے قیمت ادا کرے ولا بعد الرهن حتی یجتمع العاقدان اور عبد مرہون کے بدلے تا اجتماع عاقدین قصاص نہیں ہم یعنی جب تک رهن اور مرہون دونوں موجود نہ ہوں گے تو غلام مرہون کے قاتل سے قصاص نہ لیا جاوے گا اس واسطے کہ مرہون مالک نہیں جو قصاص کا مالک ہو اور اگر رهن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرہون کا باطل ہوتا ہے لہذا وجوب قصاص میں اجتماع عاقدین شرط ہے تاکہ حق مرہون اُس کی رضامندی سے ساقط ہو جائے فقال محمد رحمہ اللہ لا تؤدوا اجتماع جوہرۃ وعلیہ کمال مالی الدرر معزیا للکافی کما فی المنع اور محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ عبد مرہون کے بدلے قصاص نہیں اگرچہ رهن مرہون دونوں موجود ہوں کذا فی الجوہرۃ اور محمد کے قول پر محمول ہے وہ روایت جو دریں کافی سے منقول ہے کذا فی المنع ہم یعنی جو کافی سے دریں مذکور ہے کہ باوجود اجتماع عاقدین کے عبد رهن کا قصاص نہیں سو محمد کا مذہب ہے نہ شیعین کا تو موجب اس مذہب کے جب قصاص ساقط ہوا تو قیمت مقتول لے کر مرہون کے پاس رهن رہے گی کذا فی الطحاوی لکن فی الشریعۃ لیت عن الظہیرۃ انہ اقرب الی الفقہ لیکن شریعہ الیہ میں ظہیرۃ سے ہے کہ وہ یعنی محمد کا قول فقہ سے قریب تر ہے بقی لوانتلفا فلما القیمۃ کون رہنا مکانہ باقی یہی صورت کہ اگر رهن اور مرہون لے قصاص اور قیمت لینے میں اختلاف کیا تو دونوں کے واسطے قیمت دلائی جائے گی اور وہ قیمت بجائے عبد مرہون مقتول کے رهن رہے گی ولو قتل عبد لا اجازۃ فالقود للموثر اور اگر اجازہ کا غلام مقتول ہو تو قصاص لینے کا حق مالک کا ہے نہ مستاجر کا واما المبیع اذا قتل لی بدائع قبل القبض فان اجازۃ المشتري البیع فالقود له وان رده فللبائع القود وقیل القیمۃ جوہرۃ اور غلام فروختہ جبکہ بائع کے پاس قتل کیا جائے تبض مشتری بیع کو جائز کر دے تو قصاص لینا مشتری کا حق ہے اور اگر بیع کو مشتری رد کر دے تو قصاص لینا بائع کا حق ہے اور قول ضعیف ابو یوسف کا یہ ہے کہ بائع قصاص نہ لے اُس کی قیمت لے کذا فی الجوہرۃ ولا بمکاتب دکانہ وبعده شریعۃ لیت قتل عمدا لا حاجۃ لقید العمد لانہ شرط فی کل قود عن وفاء وارث وسیدان اجتماعا لاختلاف الصحابۃ فی موتہ حرا اور قیقا فاشتبہ الولی فارتفع القود اور قصاص واجب نہیں بدلے اُس مکاتب کے جو عمدا مقتول ہو اذ فاء بدل کتابت کے اور وارث اور مولی کو چھوڑ کر اگرچہ وارث اور مولی ساتھ ہی موجود ہوں بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اُس کی موت میں آزاد ہو کر یا غلام ہو کر تو اُس کے ولی میں اس کے اختلاف کے سبب سے شبہ پڑا تو قصاص مرتفع ہو گیا ولی کے عدم تعین سے اور اسی طرح قصاص نہیں مکاتب مذکور کے فرزند اور غلام کے مقتول ہونے سے کذا فی الشریعۃ لیت حاج نے کہا قتل عمد کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ عمد تو ہر قصاص میں شرط ہے ہم علی نفسی اور عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک مکاتب مذکور آزاد مراد ریزین ثابت کے نزدیک غلام مراد اگر آزاد مراد ولی قصاص کا مالک ہے اور اگر غلام مراد مولی دلی ہے پھر جب اس اختلاف سے اشتباہ واقع ہوا ولی میں تو قصاص مرتفع ہو گیا فان لم یدر وارثا غیر سیدہ سوار ترک وفاء اولاد ترک وارثا ولا وفاء اقا و سیدہ لتعینہ پھر اگر مکاتب مقتول نے کوئی اپنا وارث نہ چھوڑا سوائے اپنے مولی کے خواہ وفاء بدل کتابت کو اُس نے چھوڑا یا نہ چھوڑا یا وارث کو چھوڑا اگر وفاء بدل کتابت موجود نہیں تو اُس کا مولی قصاص لے گا بسبب متعین ہونے مولی کے ولی ہونے میں ولی اولی الصور الاربع خلاف محمد اور مکاتب کی چار صورتوں میں سے پہلی صورت میں خلاف ہے محمد کا ہم پہلی صورت یہ ہے کہ مکاتب بدل کتابت اور وارث اور مولی کو چھوڑ جائے دوسری صورت یہ ہے کہ مکاتب کا کوئی وارث مولی کے سوا نہیں ہے اور بدل کتابت موجود ہے تیسری صورت یہ ہے کہ مولی مولی کے کوئی وارث نہیں اور بدل کتابت موجود نہیں چوتھی صورت یہ ہے کہ مکاتب کا وارث تو ہے مگر بدل کتابت موجود نہیں چلی مٹھی نے کہا شارح کو یوں

کنا صواب تھا (و فی ثانیۃ الصور الاربع خلاف محمد) یعنی صور اربع میں سے دوسری صورت میں خلاف ہے محمد کا چنانچہ ہدایہ میں ہے انتہی یعنی جب مولیٰ کے سوا کوئی وارث نہ ہو اور بدل کتابت موجود ہو تو محمد کے نزدیک اس میں قصاص نہیں ہے ویسقط قود قدرۃ علی ابیہ اے اصلہ لان الفرع لا یتوجب العقوبۃ علی اصلہ اور ساقط ہو جاتا ہے وہ قصاص جس کا بیٹا وارث ہو اپنے باپ پر باپ سے مراد اصل ہے وارث کی یعنی اگر اصول سے قتل عمد واقع ہو اور مقتول کا وارث فرع اصول ہو وہ قصاص ساقط ہے اس واسطے کہ فرع اپنی اصل پر مستوجب عقوبت کی نہیں ہوتی م اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے تو ظاہر حدیث اس پر دلالت کرتا ہے کہ بیٹا مملوک ہے باپ کا تو جیسے حقیقت ملک قصاص کی مانع ہے چنانچہ مولیٰ جب کہ اپنے غلام کو قتل کرے اسی طرح شہہ ملک کا باعتبار ظاہر کے مانع ہے قصاص کا کذا فی المعنی و صورتہ المسئلۃ فیما اذا قتل الاب اب امراۃ مثلا ولا وارث لہ غیر بائم مات المرأة فان ابنا منہ یرث القود الواجب علی ابیہ فسقط لما ذکرنا واما تصویر صدر الشرعیۃ فنبوتہ فیہ للابن ابتداء لا ارثا عند ابی خیفۃ وان اتحد الحکم کما لا یغنی اور مسئلہ مذکورہ کی صورت یہ ہے کہ جب باپ نے اپنی جورو کے باپ یعنی خسر کو قتل کیا اور مقتول کا کوئی وارث نہیں سوائے اس کی بیٹی کے جو زوجہ ہے قاتل کی پھر وہ عورت وارث مگرش تو عورت مذکورہ کا بیٹا جو قاتل کے نطفہ سے ہے وارث ہوگا اس قصاص کا جو واجب ہے اس کے باپ پر تو قصاص ساقط ہو جاوے گا اس دلیل سے جس کو ہم نے بیان کیا اور وہ جو صدر الشرعیۃ نے مخرج وقایہ میں مسئلہ مذکورہ کی صورت بیان کی ہے تو اس میں قصاص کا نبوت قاتل کے فرزند کے واسطے ابتداء سے ہوتا ہے نہ باعتبار میراث کے امام اعظم کے نزدیک اگرچہ دونوں صورتوں میں سقوط قصاص کا حکم یکساں ہے چنانچہ یہ امر ظاہر ہے پوشیدہ نہیں صدر الشرعیۃ نے زوجہ قاتل کو مقتول قرار دیا ہے اور باقی مسئلہ بحال سابق ہے دنی الجوبہ لہ لوعفا المجرور اولارۃ قبل موتہ صح استحسانا لان عقاد السبب لہا اور جوہرہ میں ہے کہ اگر شخص زخمی یا اس کا وارث معاف کر دے مورث زخمی کی موت سے پہلے تو صحیح ہے باعتبار استحسان کے بسبب منعقد ہونے سبب قصاص کے زخمی اور اس کے وارث دونوں کے واسطے م قیاس یہ تھا کہ عفو مجروح صحیح نہ ہوتا اس واسطے کہ قصاص یعنی بدلہ لینا ابتداء سے وارثوں کے واسطے ثابت ہے اس واسطے کہ اگر ابتداء سے ثابت نہ ہوتا تو موت کے بعد بھی ثابت نہ ہوتا تو مجروح نے غیر کا حق معاف کر دیا لیکن استحسان میں عفو مجروح صحیح ہے اس لیے حق تو مجروح کا ہے اور وارث قائم مقام اس کا ہوتا ہے استیفاء قصاص میں کذا فی الخطا وی عن المنع منقر الا قود یقتل مسلم مسلما ظنہ مشرکا بین الصیفین لما مرانہ من الخطا واما اناذ لیبین موجبہ بقولہ بل القاتل علیہ کفارۃ و دیتہ فصاص نہیں مسلمان کے قتل کرنے سے دوسرے مسلمان کو مشرک جان کر مسلمان اور کافران کی دھفوں کے اندر اس واسطے قصاص نہیں کہ ابتدائی فصل میں مذکور ہو چکا کہ یہ صورت قتل خطا کی ہے اور مصنف نے اس کو دوسری بار اس واسطے ذکر کیا تاکہ اس کا موجب بیان کرے اس قول سے بلکہ قاتل مذکور پر کفارہ اور دیت ہے یعنی قاتل کے مددگاروں پر دیت ہے قالوا ہذا اذا اختلفوا فان فی صف الشرکین لا یجب شئی لسقوط عصمتہ قال علیہ الصلوۃ والسلام من کثر سواد قوم فهو منهم قلت فاذا کان کثر سوادہم منهم وان لم یتزی بزمیم فکیف بمن تری قالہ الزاہدی قال المصنف حتی لو شکل حتی بما یباح قتلہ لکیفہ فینبغی الاقدام علی قتلہ ثم اذا تبین انہ حتی فلا شئی علی القاتل وارشاد اعلم علمائے کما کہ یہ یعنی مسئلہ مذکورہ میں کفارہ اور دیت واجب ہوتا اس وقت ہے جبکہ مسلمان اور کفار ملحق ہوتے رہتے رہتے ہوں تو اگر مسلمان مشرکوں کی صف میں ہو تو اس کے مقتول ہو جانے سے قاتل پر کچھ واجب نہیں یعنی نہ کفارہ نہ دیت نہ توبہ اس کی عصمت کے سقوط کے سبب سے یعنی اس کا خون معصوم نہ رہا مباح ہو گیا رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو کسی قوم کی جماعت بڑھاوے وہ شخص اس قوم میں داخل ہے میں کہتا ہوں جب کہ جماعت کفار کا بڑھانے والا کافروں میں داخل ہوا اگرچہ ان کا ہم شکل اور ہم لباس نہ ہو تو کون حال ہوگا

اُس مسلمان کا جو کافروں کا سا لباس اختیار کرے اُن کی وردی پہنے یہ کہا ہے زاہدی نے مصنف نے شرح میں کہا تو اگر ایک جن اُس جانور کی شکل بن جائے جس جانور کو قتل کرنا مباح ہے چنانچہ سانپ تو اُس کے قتل پر پیشقدمی لائق ہے پھر جب کہ ظاہر ہو کہ وہ سانپ حقیقت میں جن تھا تو شرعاً قاتل پر کوئی چیز واجب نہیں واللہ اعلم ولا یقاد الا بالسیف وان قتلہ بغیرہا فالشافعی اور قصاص نہ لیا جائے مگر سیف یعنی تلوار سے اگرچہ قاتل نے مقتول کو تلوار کے سوا اور کسی ہتھیار سے قتل کیا ہو برخلاف امام شافعی کے کہ یعنی اُن کے نزدیک اُسی طرح قتل کرنا قاتل کا مزدور ہے جس طرح اُس نے مقتول کو مارا یہ حدیث صدیق اکبر سے سنن ابن ماجہ میں اس لفظ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تؤدوا بالسیف یعنی قصاص نہیں مگر تلوار سے اور دارقطنی میں علی رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوعہ ہے لا تؤدونی النفس وفیرا الا بحدیدۃ یعنی قتل نفس وغیرہ میں قصاص نہیں مگر لوہے سے کذا فی العینی علی الحدیث والی الدررین الکافی المراد بالسیف السلاح قلت وہ صرح فی حج المصنرات حیث قال والتفصیل باسم القود لا ینع الحاق غیرہ بہ الا تری انا الحقنا الریح والتجرب بالسیف فی قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تؤدوا بالسیف فمافی السراجیۃ من لا تؤدوا بالسیف فلو القاه فی بر او قتلہ بجر او نبوع اخر عزروکان مستونیا یعمل علی ان مرادہ بالسیف السلاح واللہ اعلم اور در میں کافی ہے کہ تلوار سے لوہے کا ہتھیار مراد ہے میں کتابوں اسی کی تصریح کی ہے مصنفات کہ کتاب الحج میں رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث میں کہ لا تؤدوا بالسیف سو جو سراجیہ میں ہے کہ جو قصاص لینے کا مالک ہے وہ تلوار سے قصاص لے تو اگر وہ قاتل کو گھوڑوں میں ڈالے گا یا اُس کو پتھر سے قتل کریگا یا اور کسی طرح سے ہلاک کرے گا تو وہ شخص تغیر دیا جاوے گا اور وہ شخص اس قاتل نامشروع سے قصاص کا پانے والا ہوگی انتہی کلام السراجیہ تو یہ محمول ہے اس پر کہ صاحب سراجیہ کی مراد تلوار سے ہتھیار ہے واللہ اعلم ولاب المعنویۃ القود تشفیاً للصدر واذا ملک ملک الصلح بالاولی لا العفو مجانا بقطع یدہ اسی ید المعنویۃ و قتل قریبہ لانہ ابطال حقہ ولا یمکنہ اور فرزند ناقص العقل مدہوش کے قطع ید اور اُس کے قرابت دار کے قتل کے بدلے اُس کے باپ کو قصاص لینا قاطع اور قاتل سے جائز ہے تشفی صدر اور تسکین دل کے واسطے اور جب کہ اُس کا باپ قصاص کا مالک ہوا تو صلح کا بھی بطریق اولی مالک ہوگا نہ معاف کر دینے کا یعنی اُس کو قطع اور قتل میں مفت معاف کر دینے کا اختیار نہیں اس واسطے کہ مفت معاف کر دینا فرزند مدہوش کے حق کو باطل کر دینا ہے اور باپ ابطال حق فرزند کا مالک نہیں م معنویۃ وہ ہے جو ہو قوت ناقص العقل مدہوش ہو بدون دیوانگی کے جس کو اہل ہند بھولا اور بھوندو کہتے ہیں اُس کے قرابت دار سے مراد اُس کا اخیانی بھائی اور اُس کی ماں اور بیٹا ہے باپ کو قصاص کا اس واسطے اختیار ہوا کہ صاحب حق تو مدہوش ہے لہذا اُس کا باپ اُس کے قائم مقام ہوا اس لیے کہ مزید شفقت کے سبب سے اُس کی تشفی خاطر فرزند کی تشفی قرار دی گئی کذا فی الطحاوی ولقیہ صلیہ بقدر الدیۃ او اکثر منہ وان وقع باقل منہ لم یصح الصلح وتجب الدیۃ کاملۃ لانہ انظر للمعنویۃ اور مشروط ہے باپ کی صلح دیت کی مقدار پر یا اُس سے زیادہ پر اور اگر دیت سے صلح کم پر واقع ہوگی تو صحیح نہ ہوگی اور پوری دیت واجب ہوگی اس لیے کہ یہی بہتر اور نافع تر ہے مدہوش کے حق میں والقاضی کا لاب فی جمع ما ذکرنا فی الاصح کمین قتل ولا ولی لہ لہما کم قتلہ والصلح لا العفو لانہ ضرر للعامة اور قاضی باپ کے مانند ہے جمع احکام مذکور کے اندر قول صحیح تر میں مانند اُس شخص کے کہ مارا گیا اور اُس کا کوئی وارث نہیں تو حاکم کو اُس کے قاتل کے قتل کرنے کا اور مال پر صلح کرنے کا اختیار ہے نہ مفت معاف کر دینے کا اس واسطے کہ مفت معاف کر دینے میں لا وارث عوام خلق کا بڑا ضرر ہے والوصی کا لاخ یصارح عن القتل فقط بقدر الدیۃ ولا القود فی الاطراف استہاناً لانہ لیسک لہ جانب صاحب مصنفات نے کہا ہے اور خاص کر ناقد کے نام کا دوسری چیز کو اُس کے ساتھ ملانے کا مانع نہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہم نے نیزہ اور خنجر کو تلوار میں ملا دیا ہے حدیث آئندہ میں سواتنا ترجمہ اس جگہ مترجم اول سے چھوٹ گیا تھا اس لیے اُس کو حاشیہ پر لکھ دیا گیا ۱۲۔

بہا مسلک الاموال اور وصی مدعوش کے حق میں اُس کے بھائی کے برابر ہے کہ فقط صلح کر سکتا ہے اُس کے قرابت دار کے قتل سے بقدر دیت کے اور وصی کو مدعوش کے اطراف میں قصاص لینا بپیل استمان کے جائز ہے اس واسطے کہ اطراف انسانی میں اموال کا طریقہ مسلوک ہے والصبی کا لمعتوہ نیا ذکر اور طفل صغیر معتوہ کے مانند ہے جمیع احکام مذکور میں ہم یعنی اگر صغیر کا قطع پید ہو یا اُس کے قرابت دار کو قتل کرے تو صغیر کے باپ کو اور قاضی کو قصاص لینے اور صلح کرنے میں اختیار ہے معاف کر دینے میں اختیار نہیں اور وصی اور صغیر کا بھائی قصاص نہیں کر سکتا نہ عفو کا اُن کو اختیار ہے مگر فقط صلح میں اُن کو اختیار ہے وللبکبار القود قبل البصغار خلا فالہما والاصل ان کل مالاً تجزی اذا وجد سببہ کما ثبت لکل علی الکمال کو لایۃ نکاح و امان اور مقتول کے ماقبل بالغ وارثوں کو قصاص لینے کا اختیار ہے صغیر وارثوں کے جوان ہونے سے پہلے برخلاف صاحبین کے یعنی اُن کے نزدیک قصاص نہ ہوگا جب تک صغیر وارث جوانی ہوں اور عدم انتظار کا قاعدہ کہ یہ ہے کہ جو چیز قسمت پذیر نہیں جب کہ اُس کا کامل سبب پایا جائے تو وہ چیز ہر ایک کے واسطے علی وجہ الکمال ثابت ہوتی ہے جیسے نکاح کر دینا اور کافر کے پناہ دینے کی ولایت ہم شے عدم قسمت پذیر چنانچہ قصاص اور نکاح اور امان کا جب کہ کامل سبب پایا جائے جیسے قرابت سبب کامل ہے قصاص اور نکاح کا اور اسلام سبب کامل ہے کافر کی امان دینے میں تو ہر وارث کو استیفاء قصاص میں اختیار ہوگا ولہذا ابن مہم بعض علی مرتضیٰ کے مار گیا اور حضرت کی اولاد صغار حتیٰ اُن کے بالغ ہونے کا انتظار نہ ہوا تھا اور یہ امر مجبور صحابہ کرام کے موافق بنزلہ اجماع کے ہو گیا اور سبب کامل کی قید سے مسلم امیر دار الحرب نکل گیا اس واسطے کہ اُس کا امان دینا صحیح نہیں کہ ذاتی الطحاوی الا اذا کان البکیر اجنبیاً عن الصغیر فلا یمکن القود حتی یبلغ الصغیر اجماعاً زلیلی فلیحفظ مگر جب کہ مقتول کا ولی کبیر بیگانہ ہو ولی صغیر اس کا تو کبیر قصاص کا مالک نہیں تا بلوغ صغیر باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الزلیلی تو اس صورت خاص کو یاد رکھنا چاہیے ہم ابو السعد نے ولی کبیر کی مثال جو اجنبی ہو ولی صغیر سے قاضی اور وصی کی دی ہے طحاوی نے کہا لیکن اس میں خلل یہ ہے کہ وہ کبیر مراد ہے یاں جو وارثہ ہو مقتول کا تو قاتل اس کی یوں بہتر ہے کہ مقتول کی اولاد صغار ہو ز وجہ اولی سے ز وجہ ثانیہ کے ساتھ ولو قتل القاتل اجنبی وجب القصاص علیہ فی القتل العمد لانه محقون الدم بالنظر لقا تلہ کما مر اور اگر قاتل کو اُس شخص نے قتل کیا جو اجنبی ہے مقتول سے یعنی اُس کا وارث نہیں ہے تو قاتل کے قاتل پر قتل عمد میں قصاص واجب ہے اس واسطے کہ قاتل اول معصوم الدم ہے بظرائنے قاتل کے چنانچہ اس فصل کے اول میں گذر گیا یعنی ہر چند قاتل اول کا خون مباح ہے مقتول کے وارث کو لیکن باعتبار اجنبی شخص کے اُس کا خون مباح نہیں لہذا اجنبی قاتل اُس کے بدلے مارا جاوے گا والدیت علی عاقلۃ اے القاتل فی الخطا اور دیت قاتل اول کی قاتل ثانی کے مدگاروں پر واجب ہے قتل خطا میں ولو قال ولی القاتل بعد القتل ای بعد قتل الاجنبی کنت امرتہ بقتلہ ولا بینۃ لہ علی مقاتلہ لا یصدق و قتل الاجنبی دُر را اور اگر مقتول کے وارث قاتل اجنبی کے بعد کہا میں نے اس اجنبی کو قاتل کے قتل کرنے کا امر کیا تھا اور اُس کے اس قول پر گواہ نہیں تو وارث کے کلام کی تصدیق نہ ہوگی اور قاتل اجنبی قاتل کیا جاوے گا ہم برازیہ میں ہے کہ وارث مقتول کو قاتل کا قتل کرنا بذات خود یا غیر سے امر کر کے قتل کر دانا جائز ہے استیفاء قصاص بہر صورت ہوگا اور قاتل مامور پر ضمان لازم نہ ہوگا اُس صورت میں جب کہ وارث کا ظاہر ہو سواگر اجنبی نے قاتل کو قتل کیا اور وارث کے امر کرنے کا دعویٰ کیا اور وارث نے اُس کی تصدیق کی تو امر ثابت نہ ہوگا اور بدون شہادت کے قاتل سے قصاص لیا جاوے گا بخلاف من حفر بئرانی دار رجل فمات فیہا شخص فقال رب دار کنت امرتہ بالخفصۃ مجتبیٰ یعنی لانه یمکن استیفاء لہما فیصدق بخلاف الاول لغوات اہل بالقتل کما ہوا القاعدہ برخلاف اُس شخص کے جس نے کنواں کھودا دوسرے مرد کے گھر میں سو آدمی اُس میں گرے مر گیا اور صاحب خانہ نے کہا کہ میں نے کھودنے والے کو کھودنے کا امر کیا تھا تو صاحب خانہ کی تصدیق ہوگی بدون شہادت کے اس واسطے کہ

صاحب خانہ استیناف اور ابتداء حفر کافی الحال مالک ہے یعنی بالفعل اپنے گھوڑے کنواں کھدوا سکتا ہے وجود عمل کے سبب سے لہذا اس کے کلام کی تصدیق ہوگی برخلاف اول صورت کے یعنی ولی مقتول کے اس کلام میں کہ میں نے قتل کا حکم دیا تھا اس واسطے کہ وہاں ابتداء امر بالقتل الحال متصور نہیں بسبب فوت ہو جانے عمل کے قتل کے سبب چنانچہ ہی قاعدہ ہے تصدیق اور عدم تصدیق کا حکم قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ جو شخص ایک چیز کی حکایت کرے مثلاً یوں اظہار کرے کہ میں نے زوجہ مطلقہ سے رجعت کر لی ہے تو اگر وہ شخص بالفعل استیناف اور ابتداء رجعت کا مالک ہے اس طرح کہ ہنوز عدت طلاق کی باقی ہے تو اس کی تصدیق بلا شہادت ہوگی اور اگر ابتداء رجعت کافی الحال مالک نہیں اس وجہ سے کہ رجعت دعویٰ کیا بعد عدت کے تو اب اس کی تصدیق بدون شہادت کے نہ ہوگی کذا فی الطحاوی وظاہرہ ان حق الولی یسقط رأساً لومات الذات اخت الفظاہر تن یا ظاہر تعلیل فوت عمل اس پر دلالت کرتا ہے کہ ولی مقتول کا حق بالکل ساقط ہو گیا جیسے اس صورت میں ساقط ہو جاتا ہے جب قاتل اپنے فرش پر اپنی موت مر جائے بدون قتل کرنے کے ولو استنوفاء بعض الاولیاء لم یضمن بشیاء اور اگر ورثہ مقتول میں سے کسی وارث نے قصاص لیا تو اس پر کچھ ضمان لازم نہ ہوگا یعنی نہ قاتل کے واسطے اور نہ باقی وارثوں کے واسطے اگرچہ باقی وارث صغیر ہوں کذا فی الزیلعی و فی الدرر والنجاشی دم بین انین فعفا احدہما و قتلہ الآخر ان علم ان عفو بعضہم یسقط حقہ لقاہ والافلاذ الدیہ فی مالہ بخلاف مسک رجل یقتل عدداً یقتل ولی القتل المسک فعلیہ القود لانہ مما لا یشکل علی الناس اور درر اور نجاشی میں ہے کہ خون کے دو وارث ہیں سو ایک وارث نے قصاص عفو کر دیا اور دوسرے وارث نے قاتل کو قتل کیا تو اگر وارث قاتل یہ جانتا ہے کہ بعض ورثہ کا معاف کرنا حق قصاص یا حق وارث ثنائی کو ساقط کر دیتا ہے تو وارث قاتل سے قصاص یا حوائج کا اور اگر اس کو یہ معلوم نہیں تو اس پر قصاص نہیں اور اس کے مال میں دیت واجب ہوگی برخلاف اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے مرد کو پکڑا کہ وہ عدداً قاتل کیا جائے سو مقتول کے وارث نے پکڑنے والے کو قتل کیا تو وارث قاتل پر قصاص واجب ہوگا اس واسطے کہ یہ صورت اس قسم کی نہیں ہے جس کا بوجھنا لوگوں پر مشکل ہو مگر بخلاف پہلی صورت کے یعنی عفو بعض ورثہ سے باقی وارثوں کا حق ساقط ہونا مشکل غیر صریح ہے لہذا اس میں در صورت علم سقوط قصاص ہے اور نہیں تو دیت ہے اور امساک کی صورت میں فقط قصاص ہے نہ دیت جرح انسانا د مات المجرورح فاقام اولیاء المقتول بنیۃ انہ مات بسبب الجرح و اقام الضارب بنیۃ انہ بری من الجرحۃ و مات بعد مدۃ فیئنتہ ولی المقتول اولی کذا فی معین الحکام مغزی اللحاوی ایک شخص نے آدمی کو زخمی کیا اور زخمی مر گیا تو مقتول کے وارثوں نے گواہ گزاری کہ وہ زخم کے سبب سے مر گیا اور ضارب نے گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ چنگا ہو گیا تھا زخم سے اور مدت کے بعد مدت وارث مقتول کے گواہ اولی بالقبول ہیں کذا فی معین الحکام عن الحادی اقام اولیاء المقتول البینۃ علی انہ جرحہ زید وقتلہ و اقام زید البینۃ علی ان المقتول قال ان زید لم یجرحنی ولم یقتلنی فیئنتہ زید اولی کذا فی المشتل مغزی الجمع الفتاویٰ ورثہ مقتول نے اس پر گواہ قائم کیے کہ مقتول مذکور زید نے زخمی کیا اور قتل کیا اور زید گواہ قائم کئے اس پر کہ مقتول نے خود کہا زید نے مجھ کو زخمی نہیں کیا اور نہ مجھ کو مارا تو زید کے گواہ اولی بالقبول ہیں کذا فی المشتل عن مجمع الفتاویٰ ہم اس واسطے کہ زید کے گواہ صاحب حق کے قول پر قائم ہیں نہ نفی پر قال المجرورح لم یجرحنی فلان ثم مات المجرورح لیس لورثتہ الدعوی علی الجارح ہذا بسبب مطلقاً قیل ان الجرح معروف عند القاضی انہ قتل قبلت قتیۃ مجرورح لے کہا کہ مجھ کو فلا نے شخص نے زخمی نہیں کیا پھر زخمی مر گیا تو اس کے وارثوں کو زخم لگانے والے پر اس سبب سے دعویٰ نہیں پہنچتا مطلقاً خواہ اس سے زخم معلوم ہو یا نہ ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر زخم قاضی یا لوگوں کے نزدیک معلوم ہو تو دعویٰ وارثوں کا مقبول ہے کذا فی القیۃ دلی الدرر عن المسعودیۃ لعفا المجرورح اولیاء المجرورح قبل الموت جاز العفو استمانا اور درر میں مسعودیہ سے یہ منقول ہے کہ اگر مجرورح یا اس کے وارثوں نے زخم لگنے کے بعد موت سے پہلے معاف کر دیا تو بدلیل استمان کے معاف کرنا جائز ہے

مہ مسئلہ اس فصل میں مکرر ہو گیا وہی الوہبانیہ جبر تحت قتل فی فلان و مات فبر من وارثہ علی آخر انہ قتلہ لم تسمع لانه حق المورث وقد اذہم اور وہبانیہ میں ہے کہ زخمی نے کہا کہ مجھ کو فلا نے شخص نے قتل کیا اور وہ مر گیا سو اس کو وارث نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ دوسرے نے مارا ہے تو گواہ مسوع نہ ہوں گے اس واسطے کہ جیہتی ہے مورث کا اور مورث تو گواہوں کو یا وارثوں کو یا دونوں کو جھوٹا کر گیا ولو قال جبرحتی فلان و مات فبر من ابنہ علی ابن آخر انہ جبر خطا قبلت لقیما علی ہرمانہ الارث اور اگر مجروح نے کہا کہ مجھ کو فلا نے شخص نے زخمی کیا اور وہ مر گیا سو اس کے بیٹے نے دوسرے بیٹے پر گواہ قائم کیے کہ اس نے ازراہ خطا اس کو زخمی کیا تھا تو یہ گواہی مقبول ہوگی بسبب قائم ہونے اس گواہی کے اس کی میراث کے محوم ہونے پر سقاہ سماحتی مات ان دفعہ الیہ حتی اکلہ ولم یعلم بہ فمات لا قصاص ولا دیۃ لکنہ یحبس ولعینہ را یک نے دوسرے کو زہر پلایا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو اگر اس نے اس کی طرف کر دیا یہاں تک کہ اس نے خود کھالیا اور وہ زہر کو نہ جانتا تھا سو مر گیا تو زہر دینے والے پر نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ مجبوس ہوگا اور اس کو تعزیر دی جاوے گی ولو او جبرہ السم ایجا را نجیب الدیۃ علی عاقلۃ اور اگر زہر کے حلق میں زہر بستی ڈال دیا اور وہ مر گیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے برادر مدگاروں پر وان دفع لہ فی ثمریۃ فشریب و مات منہ فکا لاول لانه مشرب باختیارہ الا ان الدفع خذرتہ فلا یلزم الا التعزیر والاستغفار خانیۃ اور اس کو زہر شربت کے اندر ملا کر دیا سو اس نے پیا اور مر گیا اس کے پینے سے سو اس کا حکم اول صورت کے مانند ہے یعنی نہ قصاص ہے نہ دیت اس واسطے کہ اول اور ثالث دونوں صورتوں میں مقتول نے زہر کو اپنے اختیار سے پیا نہ جبر سے گریہ کہ اس طرح دینا دغا اور فریب ہے تو کچھ لازم نہیں مگر تعزیر اور استغفار کذا فی الخانیۃ وان قتلہ مرفتح المیم مایعل بہ فی الطین یقیص ان اصابہ حد الحدید او ظہرہ وجبرہ اجماعا کما نقلہ المصنف عن المجتبی اور اگر مقتول کو قتل کیا پھاوڑے اور مٹھی سے تو قاتل سے قصاص لیا جاوے گا اگر اس کو لوہے کی بازوھ لگی یا اس کی پیٹھ لگی اور اس نے زخمی کر دیا تو باتفاق روایات کے قصاص لیا جاوے گا جیسا کہ مصنف نے مجتبی سے نقل کیا ہے شارح نے کہا کہ مرفتح میم وہ ہتھیار ہے جس سے مٹی کا کام کیا جاتا ہے یعنی پھاوڑہ وغیرہ اور اگر پھاوڑے کے دستہ چوبی سے قتل کرے تو قاتل پر دیت ہے نہ قصاص لیکن اگر عظیم ہو کر بدن پر نہ ٹھہرے تو تلوار کے مانند ہے صاحبین کے نزدیک اور کوڑے کے مانند ہے امام کے نزدیک کذا فی الخطاوی عن الاتقانی والایضہ حدہ بل قتلہ بظہرہ ولم یجرہ لا یقیص فی روایۃ الطحاوی و ظاہر الروایۃ انہ یقیص بلا جرح فی حدید و نحاس و ذهب و نحوہا و عزازہ فی الدرر قاضی خان مکن نقل المصنف عن الخلاصۃ ان الاصح اعتبار الجرح عند الامام لوجوب القود و علیہ جری ابن الکمال اور اگر پھاوڑہ بازوھ کی طرف سے اس کے نہیں لگا بلکہ اس کو اس کی پیٹھ کی طرف سے قتل کیا اور اس کے زخم نہیں لگا تو قصاص نہیں لیا جاوے گا طحاوی کی روایت میں امام سے اور ظاہر الروایۃ امام سے یہ ہے کہ قصاص لیا جاتا ہے بدون زخم کے لوہے اور تانبے اور سونے اور مانند ان کے جو لوہے کا ہم جنس ہے اور اس قول کو در میں قاضی خاں کی طرف نسبت کیا ہے لیکن مصنف نے شرح میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ بواجہت کا اعتبار کرنا صحیح تر قول ہے امام کے نزدیک وجوب قصاص کے واسطے اور اسی قول پر ابن کمال بھی چلا ہے ولی الجبۃ ضرب بسیف فی غزوۃ فزق السیف النمر و قتلہ فلا قود فیہ عند ابی حنیفۃ اور مجتبی میں ہے اس تلوار سے مارا ہوا اپنے میان کے اندر سے تو تلوار نے میان کو پھاڑا اور اس کو قتل کیا تو اس میں قصاص نہیں قاتل پر امام کے نزدیک مکن قاتل پر دیت ہے حموی نے ولو الجبی سے نقل کیا کہ قصاص اس واسطے نہیں کہ قاتل نے زخم کرنے والے ہتھیار سے اس کو نہیں مارا کا الخنوق والتغزلق خلافا لہما و الشافعی جیسے کلا داب کر مارنے اور ڈوب دینے میں قصاص نہیں برخلاف صاحبین اور شافعی کے ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص انسان کو پانی میں ڈبو دے تو اگر پانی کم ہے جس سے غالباً نہیں مڑا اور نجات ممکن ہے تیر کر نکل جانے سے غالباً اور وہ مر گیا تو یہ خطا عمدہ سبب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو اس طرح کہ نجات ممکن ہو تیرنے سے

اس وجہ سے کہ اُس کے ہاتھ پاؤں بستہ نہیں ہیں اور وہ خوب تیرا کہ ہے تو یہ بھی خطا عمدہ ہے اور اگر اس طرح پانی بکثرت ہو کہ نجات ممکن نہ ہو تو امامؑ کے قول پر یہ قتل خطا عمدہ ہے اور قصاص نہیں اور صاحبینؒ کے قول پر یہ عمدہ ہے اور قصاص واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ عن المیطد ولوا وحلہ بترافات فیہ جو عالم یضمن شیئا وقال لا تجب الدیۃ اور اگر ایک شخص کو بند کر دیا کوٹھری میں سو وہ اُس میں گر سکی سے مرگیا تو قاتل پر کچھ نادران لازم نہیں اور صاحبینؒ نے کہا کہ دیت واجبہ قاتنی خاں میں محمدؐ سے منقول ہے کہ اُس پر عقاب بھی کرنا چاہیے ولو دفنہ حیافات عن محمدؐ لقادیرہ محبتی بخلاف قتلہ بموالاة ضرب السوط کما سبھی اور اگر ایک شخص کو زندہ دفن کر دیا سو وہ مر گیا محمدؐ سے روایت ہے کہ اُس سے قصاص لینا چاہیے برخلاف قتل کرنے مقتول کے علی الاتصال کوڑا مارنے سے چنانچہ مسئلہ عنقریب آوے گا ظہیر یہ ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ قاتل کے برادر وں پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ وقیہ لو اعتاد الخنق قتل سیاست ولا تقبل توبۃ توبۃ بعد مسکہ کالساہرا و مبتدی میں ہے کہ اگر گلا داب کر مارنے کی کسی کو عادت ہو تو اُس کو قتل کرنا چاہیے سیاست کی راہ سے نہ قصاص کی راہ سے اور اُس کی توبہ مقبول نہیں اگر گھاسی کے بعد وہ توبہ کرے جیسے جادوگر کی توبہ گرفتار ہونے کے بعد مقبول نہیں ہم معلوم ہوا کہ ٹھگوں کا قتل کرنا حاکم کو از راہ سیاست کے درست ہے کیونکہ اُن کو پچانسی سے مارنے کی عادت ہے یہی اُن کا پیشہ ہے وقیہ قمر جلا و طرحہ قدام اسد اوسبع فقتلہ فلا قود فیہ ولادیۃ ولعیر و یکس الی ان میوت زادی البزازیۃ وعن الامام علیہ الدیۃ اور مبتدی میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اُس کو شیر یا درندے جا لور آگے ڈال دیا سو اُس نے اُس کو قتل کیا تو اُس میں قصاص اور دیت نہیں اور باندھنے والے کو تعزیری دی جائے اور وہ یہاں تک محبوس رہے کہ مرجائے یعنی اُس کو دائم الحبس کرنا چاہیے اور بزازیہ میں اتنا زیادہ مذکور ہے اور امامؑ سے ایک روایت یہ ہے کہ باندھنے والے پر دیت ہے ہم اسی طرح کا حکم ہے اگر آدمی اور درندے اور سانپ یا بچھو کو کوٹھری میں داخل کر کے دروازہ بند کر لیا اور آدمی کو اُس نے قتل کیا خواہ سانپ کو آدمی کے ساتھ داخل کیا یا کوٹھری میں سانپ آگے سے موجود تھا اور اگر صغیر کے ساتھ یہ ستم ہوگا تو جا بر پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ ولو قسط صبیاء والقاہ فی الشمس والبروتی مات فعلى عاقلۃ الدیۃ اور اگر صغیر کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دھوپ یا سردی میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو قاتل کے برادر وں پر دیت ہے ہم اور جوان مرد صغیر کے مانند ہے اس حکم میں کذا فی العالمگیریۃ دلی النیۃ قمر جلا والقاہ فی البحر فرب و غرق کا القاہ فعلى عاقلۃ الدیۃ عند ابی حنیفۃ ولو سب ساعت ثم غرق فلا دیۃ لانه غرق بجزہ و فی الاول غرق بطرحہ فی الماء اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اُس کو دریا میں ڈال دیا سو وہ تہ نشین ہو گیا اور ڈوب گیا بمر ڈالنے کے تو باندھنے والے اور گرانے والے کے برادر وں پر دیت ہے امامؑ کے نزدیک اور اگر وہ شخص ساعت بھر تیرا بھر ڈوب گیا تو دیت نہیں اس واسطے کہ وہ ڈوبا اپنی عاجزی سے اور اول صورت میں اُس کے پانی میں گرا دینے سے ڈوبا قطع عنقہ و بقی من الملقوم قلیلا و فیہ الروح فقتلہ اخر فلا قود فیہ علیہ لانه فی حکم المیت ایک نے دوسرے کی گردن کاٹی اور زہرے میں سے کچھ باقی رہ گیا اور اُس میں روح ہر سو دوسرے آدمی نے اُس کو قتل کیا تو اس صورت میں قاتل ثانی پر قصاص نہیں اس واسطے کہ وہ مقتول در حکم میت کے ہے ہم تو اگر مقتول مذکور کا بیٹا باپ کی اس حالت نیم جانی میں مر گیا تو مقتول کا پوتا اپنے باپ کا وارث ہوگا مقتول اپنے فرزند کا وارث نہ ہوگا کذا فی الطحاوی عن الذہیری ولو قتلہ دیہونی حالۃ النزع قتل بہ الا اذا کان یعلم انہ لا یعیش منہ کذا فی النیۃ اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا حالانکہ مقتول حالت نزع میں تھا تو قاتل اُس کے بدلے قتل ہوگا مگر جب کہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ شخص زندہ نہ رہے گا اس حالت نزع سے قصاص نہیں قاتل پر کذا فی النیۃ ہم خلاصہ میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو قتل کیا اور وہ نزع میں ہے تو قاتل قتل کیا جادے گا اگرچہ معلوم ہو کہ وہ زندہ نہ رہے گا کذا فی العالمگیریۃ تو معلوم ہوا کہ یہاں دو قول مختلف ہیں طحاوی نے کہا کہ میں نے خانیہ کو دیکھا تو خلاصہ کے موافق پایا یعنی در صورت عدم توقع زندگی کے بھی قتل ہوگا لیکن

مترجم نے جو خانیہ میں دیکھا تو شارح کی نقل کے مطابق پایا و اللہ اعلم اغلب کہ اختلاف نسخ باعث ہے اس اختلاف کا و فی البرازیہ شق بطنہ
بجدیدہ قطع از عنقہ ان توہم بقاہ جابعدا شق قتل قاطع العنق والا قتل الشاق وعزرا لقاطع اور برزازیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کا پیٹ
لوہے سے پھاڑا اور دوسرے نے اُس کی گردن کاٹی اگر اُس کا زندہ باقی رہنا تو ہم سے پھاڑنے کے بعد تو گردن کاٹنے والا قتل کیا جائے اور
اگر اُس کی زندگی خیال میں نہ آوے تو پیٹ پھاڑنے والا قتل کیا جائے اور گردن کاٹنے والا تعزیر دیا جائے ہم قاطع گردن کا قصاص ہوگا
اگر قطع عمدہ ہو اور اگر خط سے ہو تو دیت واجب ہوگی اور پیٹ پھاڑنے والے پر ثلث دیت ہے اگر شق دوسری جانب تک نافذ ہوگئی تو دیت
کے دو ثلث واجب ہوں گے اور پھاڑنے والے کا قصاص بھی در صورت عمدہ ہے اور خط میں دیت واجب ہے کافی العالمگیریہ ومن جرح
رجلاً عمدًا فصار ذافراش ومات لقیقہ الا اذا وجد ما یقطعہ کبر الرقبۃ والبرمنہ اور جس نے ایک مرد کو عمدہ زخمی کیا سو زخمی صاحب ذراش ہو گیا
یعنی بستر پر سے چٹکا ہو کر نہ اٹھا اور مر گیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاوے گا مگر جب کہ وہ چیز پائی جائے جو زخم کو قطع کر دے جیسے
زخمی کی گردن کا کاٹنا اور زخم کا چٹکا ہو جانا یعنی اگر زخمی کی کسی نے گردن کاٹ ڈالی تو اب جارج پر قصاص نہ ہوگا قاطع پر ہوگا یا کہ زخمی افاتہ
یا کہ چلنے پھرنے لگا اور مر گیا تو جارج پر قصاص نہ ہوگا وقد منانہ لوعفا المجرور او الاولیا قبل موتہ صح استسمانا اور اس سے پہلے ہم نے ذکر
کیا کہ اگر مجروح نے یا اُس کے وارثوں نے مجروح کے مرنے سے پہلے عفو کر دیا تو یہ عفو باعتبار استسمان کے صحیح ہے وان مات شخص بفعل نفسه
وزید واسد وحیث ضمن زید ثلث الدین فی مالہ ان کان اھتلا عمدًا والا فعلی ما قلنتہ اور اگر ایک شخص مر گیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید
کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید تاوان دے تھائی دیت کا اپنے مال میں اگر زید کا قتل عمدہ ہو اور اگر عمدہ نہ ہو تو اُس کے
برادرین پر دیت ہے ہم صورت اُس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر میں زخم لگایا اور دوسرے مرد نے بھی اُس کے سر میں زخم لگایا اور شیر اور
سانپ نے بھی اُس کو کاٹا تو مرد اجنبی پر تھائی دیت ہے کذا فی العالمگیریہ عن الکافی لان فعل الاسد والحیث جنس واحد لانه ہدائی الدارین فعل زید
معتبر فی الدارین وفعل نفسه ہدائی الدنیا لا العقبی حتی یام بالاجماع فصارت ثلثہ اجناس زید پر ثلث دیت اس واسطے واجب ہوگی کہ شیر اور
سانپ کا فعل ایک جنس ہے اس واسطے کہ وہ باطل ہے اُس پر کوئی چیز واجب نہیں دنیا اور آخرت میں زید کا فعل دونوں جہان میں معتبر ہے
اور اُس کی ذات کا فعل باطل ہے دنیا میں نہ آخرت میں یاں تک کہ وہ گناہ کار ہوگا بالاتفاق تو جنایت تین جنس ہوگئی یعنی پھر حسب فعل سے
دو فعل غیر معتبر ہوئے تو ایک ہی فعل معتبر ٹھہرا لہذا تھائی دیت زید پر واجب ہوئی ومفادہ ان یعتبر فی المقتول التکلیف یصیر فعلہ جنسا آخر
غیر فعل الاسد والحیث وان ملایزید علی الثلث لوتعدد قاتلہ لان فعل الكل جنس واحد ابن کمال اور ثلثیت اجناس کی تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے
کہ مقتول میں تکلیف شرعی یعنی عقل اور بلوغ معتبر ہوتا کہ مقتول کا فعل دوسری جنس ٹھہرے شیر اور سانپ کے فعل کے سوا اس واسطے کہ اگر
مقتول صغیر یا مجنون ہوگا تو اُس کا بھی فعل باطل ٹھہرے گا دارین میں شیر اور سانپ کے مانند تو اس صورت میں زید پر نصف دیت لازم ہوگی کذا
فی الطحاوی اور یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اجناس ثلثہ پر زیادتی نہ ہوگی اگر مقتول مذکور کے قاتل چند آدمی ہوں اس لیے کہ سب بنی آدم کا فعل
جنس واحد ہے یعنی باطل نہیں دارین میں معتبر ہے کذا ذکرہ ابن کمال ویجب قتل من شہر سیفا علی المسلمین یعنی فی الحال کما نص علیہ ابن کمال
حیث غیر عبارتہ الوقایۃ فقال ویجب دفع من شہر سیفا علی المسلمین ولو یقتلہ ان لم یکن دفع ضررہ الا بہ صرح بہ فی الکفایۃ امی لانه من باب دفع
الصائل صرح بہ الشمنی وغیرہ ویاتی بالویدہ اور جس نے تلوار میان سے نکالی مسلمانوں پر اُس کا قتل واجب ہے یعنی فی الحال بلا توقف اُس کا قتل
واجب ہے چنانچہ ابن کمال نے اس کی تصریح کی ہے کیونکہ اُس نے وقایۃ الروایۃ کی عبارت بدل ڈالی ہے سویوں کہلے ہے کہ واجب ہے دفع کرنا

اُس شخص کا جس نے تلوار نکالی مسلمان پر اگرچہ دفع اُس کا اُس کے مار ڈالنے سے ہو اگر اُس کا دفع ممکن نہ ہو بدن قتل کے تصریح کی ہے اس قید کی کفایہ شرح ہر ایہ میں یعنی اس واسطے کہ دفع شاہر دفع صائل کی قسم سے ہے یعنی حملہ کرنے والے کی دفع کے مانند ہے تصریح کی ہے اس کی شمی وغیرہ نے اور آگے آوے گا وہ کلام جو اس کی تائید کرے گا ہم ابن کمال کے کلام سے قتل فی الحال بطریق اشارہ کے نکلتا ہے تصریح اس کی نہیں اس واسطے کہ دفع میں توقف نہیں تو شارح کو یوں کہنا بہتر تھا کہ اشارۃً ابن کمال کذا فی الطحاوی ولا یشترک بقتلہ بخلاف محل الصل اور تلوار نکالنے والے کے قتل میں کچھ نہیں اُس کے قاتل پر قصاص نہ دیت نہ تعزیر بر خلاف محل صائل کے قتل کے یعنی اگر آدمی پر حملہ کرے اور وہ اُس کو مار ڈالے تو ہر چند اُس کے قتل میں گناہ نہیں لیکن اُس کی قیمت دینا قاتل پر واجب ہوگا ولا یقتل من شہر سلاخاً علی بجل لیلہ او نہاراً فی مصر او غیرہ او شہر علیہ عصا لیلہ فی مصر او نہاراً فی غیرہ فقتلہ المشہور علیہ اور کچھ نہیں اُس کے مار ڈالنے سے جس نے لوبے کا ہتھیار نکالا اور اٹھایا ایک مرد پر رات میں یا دن میں خواہ شہر کے اندر ہو یا سوائے اُس کے جنگل میں یا اُس پر لاٹھی اٹھائی رات کو شہر میں یا لاٹھی اٹھائی دن کو شہر کے سوا جنگل وغیرہ میں سوا اُس کو مار ڈالا اُس نے جس پر ہتھیار یا لاٹھی اٹھائی ہم یہ مسئلہ غیر مسئلہ سابقہ کے ہے اس واسطے کہ وہاں جماعت مسلمان پر تلوار کھینچنے والے اور یہاں ایک مرد پر ہتھیار کھینچنے والے کے قتل میں کچھ نہیں مطلقاً خواہ رات ہو یا دن شہر ہو یا غیر شہر اس واسطے کہ ہتھیار بیون پر نہیں ٹھہرتا اندر گھس جاتا ہے اور لاٹھی اٹھانے والے کے قتل میں رات کو شہر میں یا دن کو جنگل میں کچھ نہیں اس واسطے کہ اگرچہ لاٹھی بدن میں گھس نہیں جاتی لیکن شہر میں رات کو اور جنگل میں دن کو مظلوم کی فریاد رسی اور مدد نہیں ہو سکتی ہاں اگر دن کو شہر میں لاٹھی اٹھانے والے کو قتل کرے گا تو اُس کے بدلے قاتل مارا جاوے گا اس واسطے کہ لاٹھی بدن میں نہیں گھس سکتی اور شہر میں دن کو فریاد رسی اور مدد گاری منقطع نہیں کذا فی صدر الشریعہ والطحاوی ملتقطاً وان شہر الممبئون علی غیرہ سلاخاً فقتلہ المشہور علیہ عدا انجب الدیہ فی مال اور اگر ممبئون نے غیر شخص پر ہاتھ کھینچا سوا اس شخص نے ممبئون کو عدا مار ڈالا تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہے یعنی اُس پر قصاص نہیں و مثلاً العصبی والذابۃ الصائمۃ وقال الشافعی لا ضمان فی النکل لانہ لدفع الشر اور ممبئون کے مانند صغیر اور جانور حملہ کرے اور شافعی نے کہا کہ ضمان نہیں سب صورتوں میں یعنی ممبئون شاہر اور صغیر شاہر اور حیوان صائل کے قتل میں اس واسطے کہ قتل دفع شر کے واسطے ہے ہم اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ممبئون اور صغیر اور حیوان کا فعل متصف بمریت نہیں تو بغاوت نہ ثابت ہوئی تو اُن کے خون کی عصمت ساقط نہ ہوگی احتیاطاً صحیح کے نہ ہونے کے سبب ولہذا اگر ممبئون یا صغیر کسی کو قتل کرے تو قصاص نہیں یا جانور کسی کا کوئی نقصان کرے تو اُس پر تاوان نہیں پھر جب ان کا خون معصوم ہو مباح نہ ٹھہرتا تو قصاص واجب ہوتا لیکن قصاص واجب نہ ہوا وجود بیع کے سبب یعنی دفع شر نے اُن کا خون مباح کر دیا پھر جب قصاص دفع شر کی علت سے ساقط ہوا تو خون ہا واجب ہوا کذا فی الزیلعی ولو ضربہ الشاہر فانصرف دلف عنہ علی وجہ لایرید ضربہ ثانیاً فقتلہ الاخر اے المشہور علیہ وغیرہ کذا عمر ابن الکمال تبعاً للکافی والکفایۃ قتل القاتل لانہ بالانصراف عادت عصمتہ قلت فتمرانہ مادام شاہر السیف لہ ضربہ والا فلا یلیغفظ اور اگر ایک شخص کو تلوار کھینچنے والے نے مارا پھر ہٹا اور دھڑکے باز رہا اس طرح پر کہ دوسری بار مارنے کا ارادہ نہیں رکھتا سو دوسرے نے اُس کو مار ڈالا یعنی جس پر تلوار کھینچی تھی اُس نے مارا یا اُس کے سوا اور شخص نے قتل کیا اسی طرح کی تعمیم کی ہے ابن کمال نے کافی اور کفایہ کا تابع ہو کر تو اُس کا قاتل قتل کیا جاوے گا اس واسطے کہ تلوار کھینچنے والے کے خون کی عصمت پھر ثابت ہوگئی پلٹ جانے کے سبب میں کہتا ہوں تو یہ امر منقح ہو گیا کہ جب تک وہ برہنہ تلوار کھینچے رہے گا تو اُس کو اُس کا بازو درست اور نہیں تو بازو درست نہیں تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے ہم طحاوی نے کہا کہ شارح کی تحریر اور تفسیح ظاہر نہیں اس واسطے کہ گاہے انسان برہنہ شمشیر ٹھٹھ پھیرے

۱۵ جیسا اشارہ کیا اُس کی طرف ابن کمال نے ۱۲ ۱۵ کھینچنے والا ۱۲ ۱۵ حملہ کرنے والا ۱۲ ۱۵ مباح کفندہ ۱۲

بھاگ جاتا ہے اور عود کا ارادہ نہیں رکھتا یعنی تو مطلقاً برنگی شمشیر کی اہانت ضرب کی دلیل نہیں ہو سکتی ومن دخل علیہ غیرہ لیلًا فاخرج المشرقین بیتہ
 فاتبعہ رب البیت فقتلہ فلا شئ علیہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قاتل دون مالک اور جو ایک شخص کے گھر میں غیر شخص رات کو داخل ہو سو چوری
 کا مال اُس کے گھر سے لکالے اور صاحب خانہ اُس کا پیچھا کرے اور اُس کو مار ڈالے تو اُس پر کچھ نہیں نہ قصاص نہ دیت نہ گناہ بدلیل حدیث رسول علیہ
 الصلوٰۃ والسلام کے کہ مقاتلہ کو اپنے مال کے اُس پاس م نسا ئی میں مخارق سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا
 سو اُس نے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس آوے یا میرا مال چھین لے جائے فرمایا کہ بنام خدا اس کی تذکر کر یعنی خدا کے غضب اُس کو ڈرا
 سو اُس نے کہا اگر وہ خوف نہ کرے فرمایا اپنے اُس پاس کے مسلمانوں سے مدد مانگ اُس نے کہا سو اگر میرے گرد کوئی مسلمان نہ ہو فرمایا کہ حاکم سے
 داد مانگ وہ بولا کہ اگر حاکم مجھ سے دور ہو فرمایا (قاتل دون مالک) یعنی اپنے مال کے اُس پاس مقاتلہ کی یہاں تک کہ تو شہداء آخرت سے ہو یا لو اپنا
 مال بچا رکھے کذا فی التیسیر وکذا لوقتل قبل الاخذ اقصد اخذ مالہ ولم یکن من دفعہ الا بالقتل صدر الشریعہ اور اسی طرح کا حکم ہے اگر اُس کو قتل
 کرے مال لینے سے پہلے جب کہ وہ اُس کے مال کے لینے کا ارادہ رکھتا ہو اور اُس کے ہٹانے پر سوائے مار ڈالنے کے قدرت نہ ہو کذا فی صدر الشریعہ
 ولی الصغری قصدا لان عشرة او اکثر قتلہ وان اقل قاتلہ ولا یقتلہ اور فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ اگر سارق مال لینے کا قصد کرے اگر مال قتل دم
 یا زیادہ ہے تو سارق کو قتل کرے اور اگر کم ہو تو اُس سے مقابلہ کرے لیکن اُس کو قتل نہ کر ڈالے لیکن نہ الفائق میں آخر باب قطع طریق میں یوں ہے کہ
 انسان کو اپنے مال پر قتال زیادہ مست ہے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہ ہو اور اُس کو قتل کرے بدلیل اس حدیث کے (من قتل دون مالہ فهو شہید)
 یعنی جو اپنے مال کے بچانے پر مارا جائے وہ شہید ہے کذا فی الطحاوی عن ابی السعود بل یقبل قولہ انہ کا برہ ان ببینہ نعم انافان المقتول معروفًا بالسرقۃ
 والشرب یقتل استسناد الدینی مال اور ضرر المقتول بزازیہ اور قاتل کا یہ قول کیا مقبول ہوگا کہ اُس نے اُس سے مکا برہ کیا تھا یعنی پھر بھی چوری
 وہ باز نہ رہا اگر یہ قول کو اسی سے ثابت ہے تو ہاں مقبول ہوگا اور اگر شہادت نہیں تو اگر مقتول چوری اور بدکاری میں مشہور ہے تو قاتل سے ازراہ
 استسنان قصاص نہ لیا جاوے گا اور دیت قاتل کے مال میں مقتول کے وارثوں کے واسطے لازم ہوگی کذا فی البرازیہ ہذا اذالم یعلم انہ لو صاحب علیہ
 طرح مالہ وان ظلم ذلک فقتلہ مع ذلک وجب علیہ القصاص فقتلہ بغیر حق یہ یعنی سارق مذکور کے قتل سے قصاص وغیرہ لازم نہ ہونا اُس وقت
 ہے جب کہ صاحب مال کو یہ معلوم نہ ہو کہ اگر وہ اُس پر شور کرے گا اور لٹکارے گا تو سارق اُس کے مال کو ڈال دے گا اور اگر یہ جانے کہ لٹکاسنے
 سے مال کو چھوڑ بھاگے گا پھر باوجود اُس کے اُس کو قتل کرے گا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اُس کے ناحق قتل کرنے کے سبب کا لغصوب
 منہ اذا قتل الغاصب فانہ یجب القود لقدرتہ علی دفعہ بالاستغاثۃ بالمسلمین والقاضی مغصوب منہ کے مانند یعنی جس کا مال چھینا گیا جب کہ وہ غاصب کو
 قتل کرے گا تو اُس پر قصاص واجب ہوگا اس واسطے کہ وہ اُس کے دفع پر قادر ہے مسلمانوں اور حاکم سے فریاد کر کے ہم ادرا اگر مسلمین اور
 قاضی غاصب کے دفع پر قادر نہ ہوں چنانچہ اس زمانے میں ہے تو ظاہر قاتل غاصب جائز ہے عموم حدیث مذکور کی دلیل سے کذا فی الطحاوی
 مباح الدم التجا الی الحرم لم یقتل فیہ خلافاً لاشئ ولم یخرج عنہ لقتل لکن یمنع عنہ الطعام والشراب حتی یضطر فیخرج من الحرم
 فیمتد لقتل خارجہ مباح الدم یعنی جس کا خون مباح ہے چنانچہ زانی محصن اور مرتد اور قاتل نے پناہ بچڑی حرم بیت اللہ کی تو حرم کے اندر قتل
 نہ کیا جائے گا اور وہاں سے گرفتار کر کے نکالا جاوے قتل کے واسطے لیکن اُس کا کھانا پینا روکا جائے یہاں تک کہ وہ گھبرا جائے مہوک
 پیاس کے مارے سو آپ نکل جائے حرم سے تو اُس وقت میں حرم سے باہر قتل کیا جائے برخلاف امام شافعی کے یعنی ان کے نزدیک حرم کے
 اندر قتل اُس کا جائز ہے وامامین دون انفس فیقتل منہ فی الحرم اجماعاً اور جان کے سوا اطراف میں تو قصاص لیا جائے گا اُس سے حرم کے اندر اتفاق

یعنی اس واسطے کہ اطراف میں تو اموال کا طریقہ مسلوک ہے ولو انشاء القتل فی الحرم قتل فیہ اجماعاً مرجحاً اور اگر قاتل نے حرم کے اندر قتل کو ایجاد کیا تو حرم کے اندر ہی بالاتفاق قتل ہوگا کذا فی السراجیۃ و قتل فی البیت لا یقتل فیہ ذکرہ المصنف فی الحج اور اگر قاتل نے بیت اللہ کے اندر قتل کیا تو اس کے اندر قتل نہ کیا جاوے گا مصنف نے یہ کتاب الحج کی شرح میں مذکور کیا ہے ولو قال اقتلنی فقتله سیف فلا قصاص و نجب الدیۃ فی الصحیح لان الا باجہ لا تجری فی النفس و سقط القود بشبہہ الاذن اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو قتل کر سوا اس نے اس کو تلوار سے قتل کیا تو قصاص نہیں اور دیت واجب ہے قاتل کے مال میں بقول صحیح اس واسطے کہ اباحت جان میں جاری نہیں ہوئی اور قصاص ساقط ہو گیا اذن مقتول کے شبہہ سے ہم ہر چیز حقیقت میں اذن مقتول کا صحیح نہیں لیکن شبہہ اباحت کا پیدا ہو گیا اور قصاص میں شبہہ در حکم حقیقت ہے و کذا لو قال اقتل اخی و ابی فقتله الدیۃ استحساناً فی البرازیۃ عن الکفایۃ اور اسی طرح قصاص نہیں اگر کسی نے کہا کہ قتل کر میرے بھائی یا فرزند یا باپ کو تو قاتل پر دیت لازم ہوگی بیل استحسان کے چنانچہ بزازیہ میں ہے کفایہ سے طحاوی نے کہا بشرطیکہ قاتل مقتولین کے خون کا وارث ہو و فیہا عن الوقعات لو ابنہ صغیراً یقتص اور بزازیہ میں ہے واقعات سے کہ اگر آمر کا بیٹا صغیر ہو تو قصاص لیا جاوے گا مگر یعنی اگر ایک شخص نے کہا کہ میرے فرزند کو قتل کر اور فرزند صغیر ہے تو قاتل پر قصاص ہے حموی نے کہا اور یہی حکم ہے برادر صغیر کا منع الغفار میں ہے کہ یہ محمول ہے قیاس کے جواب پر اور استحسان کی دلیل سے تو دیت ہے کذا فی الطحاوی و فی الخانیۃ بئک و فی نفس ابوالف فقتله یقتص اور خانیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا خون تیرے ہاتھ ایک پیسے یا ہزار کو بیچا سوا اس نے اس کو قتل کیا تو قصاص لیا جاوے گا اس واسطے کہ یہ باطل ہے اور قتل کا اذن نہیں ہے تو یہ قول قتلی کے قول کے مانند نہیں کہ دیت واجب ہوتی نہ قصاص و فی القتل ابی علیہ دیتہ لابنہ اور اس قول میں کہ قتل کر میرے باپ کو دیت واجب ہے قاتل پر مقتول کے فرزند کے واسطے و فی القطع یدہ قطع یدہ یقتص اور اس قول میں کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ سوا اس نے اس کا ہاتھ کاٹا قصاص لیا جاوے گا قاطع سے و فی صحیح ابنی نشیہ لاشی علیہ فان مات فعلیہ الدیۃ اور اس قول میں کہ میرے فرزند کا سر بھوڑ ڈال سوا اس نے اس کا سر بھوڑا تو اس پر کچھ نہیں بھرا اگر وہ مر گیا اس سبب تو اس پر خون بہا ہے دلیل لا تجب الدیۃ ایضاً و صحیح ابنی الاسلام کما فی العادیۃ و استظہرہ الطرسوسی لکن ردہ ابن وہبان اور قول ضعیف یہ ہے کہ اپنی ذات کے اذن قتل پر دیت بھی قصاص کے مانند واجب نہیں اور اس قول کو رد ابنی الاسلام صحیح کہا ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے اور طرسوسی نے بھی اسی کی تائید کی ہے لیکن ابن وہبان نے اس کو رد کیا ہے ہم شروع وہبانہ میں ہے کہ لائق یہ ہے کہ قول اول یعنی سقوط قصاص اور وجوب دیت اصح ہو اس واسطے کہ عصمت دم موجود ہے اور قصاص کو ساقط ہو گیا ہے شبہہ اذن کے اور شبہہ وجوب مال کا مانع نہیں کما لو قال اقتل عبدی او اقطع یدہ ففعل فلا ضمان علیہ اجماعاً چنانچہ اگر مولیٰ نے کہا کہ میرے غلام کو قتل کر یا اس کا ہاتھ کاٹ سوا اس نے اس کو قتل کیا اور اس کا ہاتھ کاٹا تو اس پر تاوان نہیں بالاتفاق ہم اس واسطے کہ غلام مال میں داخل ہے اور مال میں ابتداء جاری ہے لیکن اس قتل اور قطع میں آمر اور مامور دونوں گنہگار ہیں کذا فی الحموی و قولہ اقطع یدہ اور جلی وان سری لنفسہ و مات لان الاطراف کالاموال صحیح الامر چنانچہ اس قول میں ضمان نہیں کہ میرا ہاتھ یا میرا پاؤں کاٹ ڈال اگرچہ قطع اس کی جان تک پہنچ جائے اور وہ مر جائے اس واسطے کہ اطراف اموال کے مانند ہیں تو امر کرنا ان میں صحیح ہوگا مگر سرایت الی النفس اور موت نہ بزازیہ میں ہے نہ منع الغفار میں اور اگر سرایت کو قتل اعتبار کیجئے تو بمنزلا قتلی کے اس میں بھی خلاف مذکور جاری ہوگا کذا فی الطحاوی و لو قال اقطع علی ان لعننی الذنوب او ہذہ الدراہم فقطع یجب ارش الیہ لا القود و بطل الصلۃ بزازیہ اور اگر بولا کہ ہاتھ کاٹ اس شرط پر کہ تو مجھ کو یہ کپڑا یا دراہم دے سوا اس نے قطع کیا تو ہاتھ کا خون بہا واجب ہوگا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط عطاے ثوب یا دراہم باطل ہوگی کذا فی البرازیۃ فروع مسائل لمعہ شارح کے ہر بابہ القصاص لیس القاتل لا یجوز لہ لا یجری فیہ التملک قصاص کا

ہرہ کرنا اور شخص کو سوائے قاتل کے جائز نہیں اس واسطے کہ اس میں تملیک جاری نہیں ہوا اور اسی طرح قاتل کو بھی ہرہ قصاص بدلیل مذکور جائز نہیں کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ عفو الولی عن القاتل فصل فی الصلح والصلح افضل من القصاص وارث کا معاف کر دینا قاتل سے افضل اور بہتر ہے مال پر صلح کرنے سے اور صلح بہتر ہے قصاص سے ہم عفو وارث سے قاتل کے برائت ہو جاتی ہے دنیا میں دیت اور قصاص سے لیکن ظلم اقدام علی القتل سے برائت نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی عن الاشباہ وحاشیۃ ابی السعود کذا عفو المجرور اور یہی حکم ہے عفو مجروح کا یعنی عفو بہتر ہے بدل لینے سے لایفح توبۃ القاتل حتی یسلم نفسه للقتل وہبائتہ صحیح نہیں توبۃ قاتل جب تک اپنی جان کو قصاص کے واسطے تسلیم نہ کرے کذا فی الوہبائتہ ہم یعنی فقط زبان سے توبہ کرنا اور دل میں نادم ہونا کفایت نہیں کرتا جب تک قصاص کے واسطے اپنی جان حاضر نہ کرے اور یہ بھی بشرط صحت توبہ ہے کہ مقتول کے وارثوں سے خبر کر دے کہ یہ قصہ بھی سے ہوا ہے کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبائتہ وغیرہ الامام شرط استیفاء القصاص کا محدود عند الاصولیین و فرقی الفقہاء اشباہ امام یعنی حاکم مسلمین شرط استیفاء قصاص ہے یعنی خون کے بدل لینے میں حدود کے مانند امام کا ہونا شرط ہے علماء اصول کے نزدیک اور فقہوں کے قصاص اور حدود میں فرق کیا ہے کذا فی الاشباہ ہم یعنی فقہائے نزدیک استیفاء حدود کے لیے امام شرط ہے قصاص کے واسطے محیط میں ہے کہ ایک مرد مقتول ہوا عدا اور اس کا ایک وارث ہے تو اس کو قاتل کا قتل کرنا قصاص کی راہ سے جائز ہے قاضی نے قصاص کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور قاتل کو تلوار سے قتل کرے اور اس کی گردن کاٹے اور اگر غیر تلوار سے قتل کا ارادہ کرے تو منع کیا جائے اور اگر قتل ممنوع کرے گا تو تعزیر دی جائے گی اس پر تاوان نہیں اور کسی طرح قتل کرے مستوفی قصاص ہوگا کذا فی العالمگیریۃ وفیہا فی قاعدۃ الحدود تدرأ بالشبہات القصاص کا محدود الا فی سبع يجوز القصاص بلہ فی القصاص دون الحدود اور اشباہ میں الحدود تدرأ بالشبہات کے قاعدہ میں یہ ہے کہ حدود کی مانند قصاص ہے مگر سات صورتوں میں پہلی صورت یہ ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر قصاص میں درست ہے نہ حدود میں ہم یہ قول اس پر مبنی ہے کہ قاضی اپنے علم پر فیصلہ کرے سوا حدود کے لیکن اب فتویٰ اس پر ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر یعنی بدون شہادت کے مطلقاً جائز نہیں کذا فی الحموی شرح الاشباہ القصاص یورث والحد لا ۳ قصاص میں میراث جاری ہے اور حد میں نہیں ہم دوسرا قول یہ ہے کہ قصاص بھی مورث نہیں کذا فی الحموی یصح عفو القصاص لا الحد ۴۔ قصاص کا عفو کرنا صحیح ہے نہ حد کا ہم یہ بعد مرافعہ کے ممول ہے اور قبل مرافعہ کے حد قذف کا عفو کرنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ ابی السعود التقادم لا يمنع الشهادة بالقتل بخلاف الحد سوی حد القذف ۴۔ مدت کا گذر جانا قتل میں شہادت کا مانع نہیں برخلاف حد کے حد قذف کے سوا وثبتت بأشارة اخری وکن بہ بخلاف الحد ۵۔ اور قصاص ثابت ہوتا ہے گونگے کے اشارے سے اور اس کے لکھ دینے سے برخلاف حد کے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ مقتول کے پاس گونگا آیا اور اس نے تلوار پکڑی اور اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا یعنی میں نے اس کو تلوار سے مارا ہے تو اس طرح قصاص ثابت ہوگا اور حد ثابت نہ ہوگی کذا فی الطحاوی يجوز الشفاعة فی القصاص لا الحد ۶۔ سفارش کرنا عفو قصاص میں جائز ہے نہ حد میں السابغة لا بد فی القصاص من الدعوی بخلاف الحد سوی حد القذف انتہی ساتویں صورت یہ ہے کہ قصاص میں دعویٰ مزید ہو کہ نہ حد میں مگر حد قذف میں البتہ دعویٰ مزید ہے انتہی مانی الاشباہ و فی القینۃ نظر فی باب دار رجل ففقا الرجل عینہ لا یغنی عنہ ان لم یکنۃ نیتہ من غیر فقہاء وان اکنہ ضمن اور قینہ میں ہے کہ ایک شخص دوسرے مرد کے گھر میں جھانکا دروازے کے اندر سے سو اس مرد نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو صاحب خانہ برضمان نہیں اگر جھانکنے والے کا ہٹانا بدون آنکھ پھوڑنے کے ممکن نہ ہو اور اگر بدون اس کے وہ ہٹ سکتا ہو تو تاوان اس پر لازم ہوگا وقال الشافعی لا یغنی فیہا اور امام شافعی نے کہا کہ آنکھ پھوڑنے والے پر دو ٹوں صورتوں میں تاوان نہیں ہم ابوہریرہ کی حدیث دلیل ہے امام شافعی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک مرد جھانکے بدون تیرے اذن کے سو تو اس کی آنکھ پھوڑ دے ٹھیکرے مار کر تو کچھ گناہ نہیں اور جاری دلیل یہ حدیث ہے کہ آنکھ میں نصف دیت ہے اور یہ عام ہے ناظر خانہ اور غیر ناظر کو

۱۲ اور ایک نسخہ میں تدرأ ہے بجائے تدرأ کے

اور اس لیے کہ اگر کوئی باب مفتوح سے نظر کرے یا گھر میں گھس کے کچھ لے تو بھی مستوجب قطع نہیں اور حدیث ابو ہریرہ مبالغہ فی الذجر پر محمول ہے اور اگر حدیث مذکور کو اس ناظر پر محمول کیجیے کہ کسی طرح نظر سے باز نہ رہے بدون آنکھ پھوڑنے کے تو منافات بالکل زائل ہو جائے لیکن مسئلہ آئندہ کے منافی ہے کہ وہ طلق ہے اس میں کچھ تفصیل نہیں واللہ اعلم کذا فی الطحاوی مختصر اودخل راسہ فرماہ بجز فقہا الا للنفس اجماعا اما الخلاف فمیں نظر میں جا رہا اور اگر ایک شخص نے اپنا سر اندر کر دیا سو صاحب خانہ نے اس کو پتھر سے مارا سو اس کی آنکھ کو پھوڑ دیا تو صاحب خانہ پر ضمان نہیں کذا فی الطحاوی عن البغیہ عن کنز الدین بال اتفاق جنفی اور شافعی کے اختلاف جنفی اور شافعی تو فقط اس صورت میں ہے جب کہ گھر کے باہر سے نظر کرے واللہ اعلم:-

باب القود فیما دون النفس یہ باب ہے ماسوائے جان کے قصاص میں یعنی اطراف انسانی کے بدلہ لینے میں ہم قصاص ماردون النفس ثابت ہے کتاب اور سنت اور اجماع امت سے قال تعالیٰ والجر وح قصاص حدیث میں ثابت ہے کہ ایک عورت نے جاریہ انکار کا دانت توڑا تھا سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا امر فرمایا کذا فی العینی و ہونی کل مایکمن فیہ رعایۃ حفظ المماثلۃ اور وہ یعنی قصاص ماردائے النفس ہر ایک اس مقام میں جاری ہے جہاں حفظ مماثلت کی رعایت ممکن ہے یعنی جہاں برابری اعضائی قالم اور مظلوم کے نقصان کی ہو سکے وہاں بدلہ لینا جاری ہے اور جہاں حفظ مماثلت متصور نہیں وہاں قصاص نہیں وہاں دیت ہے یا کچھ اور خیا پنچہ معلوم ہوگا ہم پھر جب رعایت مماثلت کے بدلہ لینے میں اہم ہوئی تو دانت کا ہاتھ بائیں ہاتھ کے بدلے نہ کاٹا جاوے گا اور نہ بایاں بدلے دہنے کے اور نہ تندرست ہاتھ لہجے ہاتھ کے بدلے اور نہ عورت کا ہاتھ مرد کا ہاتھ عورت کے ہاتھ کے بدلے اور نہ آزاد کا ہاتھ غلام کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ آزاد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ دوسرے غلام کے ہاتھ کے بدلے اس واسطے کہ غلام کے ہاتھ میں نصف قیمت واجب ہے اور قیمت غلاموں کی مختلف ہوتی ہے اور قصاص نہیں بالیں اور سر کی کھالی میں اور رخسار اور پشت اور شکم اور ذقن کے گوشت میں قصاص نہیں اور نہ طانیچہ وغیرہ مارنے میں اور قاطع کے اعضا کا قصاص نہ ہوگا الا بالمثل تو انگوٹھا بدلے انگوٹھے کے قطع ہوگا اور سبابہ بدلے سبابہ کے اور وسطی بدلے وسطی کے اور سفیر بدلے سفیر کے اور بصر بدلے بصر کے اور اسی طرح دانتوں میں برابری واجب ہے تو نیش توڑا جائے بدلے نیش کے اور ڈاڑھ بدلے ڈاڑھ کے و علی ہذا القیاس مساوات اعضاء واجب ہے ان کے منافع اور موانع کے تفاوت کے سبب کذا فی الطحاوی لمحمد بن قیاد قاطع الید عمدا من المفصل اور جب کہ رعایت مماثلت ضرور ہوئی تو قصاص لیا جاوے گا ہاتھ کاٹنے والے کا عمدا جوڑے یعنی جس نے دوسرے کا ہاتھ لٹکا کر کسی کے جوڑے سے تو قاطع کا بھی ہاتھ وہیں سے کاٹا جاوے گا فلو القطع من نصف ساعد و ساق او من نصفہ الف ان یقتل تنایع دغنا المماثلۃ وہی الاصل فی جریان القصاص سو اگر قطع نصف ساعد یا نصف ساق سے یا ناک کے آدھے بانے سے ہو تو قصاص نہ لیا جاوے گا بسبب متمتع ہونے حفظ مماثلت کے اور وہی برابری تو اصل ہے قصاص کے جاری کرنے میں ہم مسوط میں ہے کہ جو قطع جوڑے ہو تو اس میں قصاص ہے اسی موضع میں اور جو قطع کہ جوڑے سے نہ ہو بلکہ ہڈی توڑے ہو تو اس میں ہمارے نزدیک قصاص نہیں انتہی یعنی اس واسطے کہ ہاتھ قاطع کی ہڈی زیادہ کٹ جائے یا اس میں زیادہ خلل ہو جائے تو برابری نہ رہی کذا فی الطحاوی یعنی اور قصاص عبارت ہے برابری سے وان کانت یدہ اکبر منہا لانتی والمنفعۃ قصاص میں جوڑے ہاتھ کاٹا جاوے گا اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو متعلق کے ہاتھ بسبب متحدہ منفعۃ کے یعنی قصاص میں چھوٹے بڑے عضو کا اعتبار نہیں براحت راس کے سوا کیونکہ دونوں عضو منفعۃ میں یکساں ہیں کذا فی الزیلعی و کذا الحکم فی الرجل والمارن والاذن اور اسی طرح کا حکم ہے پاؤں میں اور ناک کے نتھنوں اور کان میں ہم بدن جسم نرم عضوونی ہے ناک میں

۱۵ بدن نرم یعنی کوکتے ہیں جیسا کہ مراح وغیرہ میں ہے تو اس کا ترجمہ قطع کا کرنا غالی مسامت سے نہیں ۱۶ یعنی چینی ہڈی کا ہونا ۱۷:-

بانس کی ہڈی کے نیچے سو تمام مارن کے قطع میں قصاص نہیں اسی طرح اگر پاؤں اور کان جوڑے سے قطع ہو تو قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں مالگیری میں خزانہ المقتین سے منقول ہے کہ لوگ بینی کے قطع میں حکومت عدل ہے قول صحیح میں دکن اعلیٰ حضرت فزال ضوفا وہی قائمہ غیر منصفہ فیعمل علی وجہ قطن رطب و تقابل عینہ مبرآة محمّۃ اور اسی طرح قصاص یا جاوے اس آنکھ کا جس پر چوٹ لگی سو اس کی روشنی نائل ہو گئی اور حالانکہ آنکھ قائم ہے بیٹھ نہیں گئی تو قصاص لینے کی صورت یہ ہے کہ ضارب کے منہ پر بھیگی روٹی ڈالی جائے اور اس کے آنکھ کے مقابل میں گرم کیا آئینہ رکھا جائے ہم یہ حکم خلافت عثمانی میں علی مرتضیٰ کی تجویز سے مجبور صما بہ کرام ہوا عبدالرزاق کے مصنف میں حکم ابن عیینہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طانچہ مارا سو اس کی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی صما بہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اس کی معلوم نہ تھی تو علی رضی اللہ تعالیٰ آئے اور فرمایا کہ اس کی آنکھ پر روٹی رکھی جائے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اس کی آنکھ کے نزدیک آئینہ کیا گیا تو اس کی بینائی منقطع ہو گئی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی ولو قلعیت لا قصاص لتعذر المماثلۃ اور اگر آنکھ خانہ چشم سے نکالی جائے تو اس کا قصاص نہیں بسبب متعذر ہونے مساوات کے فی المجتبى فقار المبین ویسری الفاقی و اہرستہ آنفص و ترک اعمی اور مجتبى میں ہے کہ دہائی آنکھ پھڑی اور پھوڑنے والی کی بائیں آنکھ پھوٹی ہے موجود نہیں تو اس سے بدلایا جاوے گا اور وہ اندھا پھوڑا جاوے گا و عن الثانی لا قود فی عین جولاء اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ بھینگے کی آنکھ پھوڑنے میں قصاص نہیں مجتبى میں ہے کہ اگر اٹول کی آنکھ میں حول مضر بصارت نہ ہو تو قصاص ہے اور اگر مضر ہو تو حکومت عدل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقاً قصاص نہیں اتھی تو ظاہر قول اول معتد ہے اور قول ثانی ضعیف تشریح کو قول ضعیف پر اقتصار کرنا مناسب نہ تھا کذا فی الطحاوی و کذا ہوا فیضانی کل شجۃ یرامی و تحقیق فیہا المماثلۃ کو ضمیمہ اور اسی طرح قصاص کا حکم ہے ہر ایک اس زخم میں جس میں مماثلت اور مساوات کی مراعات ہو سکتی ہے چنانچہ جراحت موضع میں ہم موضع وہ جراحت ہے جس میں ستر یا چپے کی کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھل جائے چنانچہ مزید تفصیل اس کی آگے معلوم ہوگی و لا قود فی عظم الا السن وان تفاوت طول او کبر الامر اور قصاص نہیں ہڈی توڑنے میں سوائے دانت کے یعنی دانت میں قصاص ہے اگرچہ کاسر اور مکسور دونوں کے دانت طول اور جسامت میں متفاوت ہوں بدلیل گذشتہ یعنی اتحاد منفعت ہم اور یہ حدیث جوہدایہ میں مذکور ہے کہ لا قصاص فی العظم ثابت نہیں غریب ہے لیکن ابن ابی شیبہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور شعبی اور حسن بھری سے مروی ہے کہ لیس فی العظام قصاص یعنی ہڈیوں میں قصاص نہیں اور شعبی اور حسن سے دانت اور سر کا استثناء عظام سے کتب مذکور میں مروی ہے کذا فی العینی فقلع ان قلعیت قیل تبر والی اللہ موضع اصل السن ویسقط ما سواہ لتعذر المماثلۃ اور بما تفسد لہما و بہ اخذ صاحب الکافی قال المصنف ولی المجتبى و بہ یفتی تو ظالم کا دانت اکھاڑا جائے اگر مظلوم کا دانت اکھاڑا گیا ہو اور بعضوں نے کہا کہ دانت ریتا جائے سو ہاں سے گوشت تک یعنی دانت کی جڑ کی مقام تک اور ماورائے گوشت کے جس قدر دانت باقی رہے اس کا قصاص باق ہے تعذر مماثلت کے سبب اس لیے کہ دانت کے اکھاڑنے میں کبھی یا اکثر کو فاسد ہو جاتا ہے اور اسی قول کو صاحب کافی نے لیا ہے مصنف نے شرح میں اس کو کہا ہے اور مجتبى میں اسی قول اخیر پر فتویٰ ہے ہم طحاوی نے کہا کہ بخلافہ اسی طرح تفسد لہما ہے اور مصنف اور شراح اس کا تابع ہو گیا اور حق یہ ہے کہ تفسد لہما ہے یعنی بجائے ہاں ہوتا مثلاً ہے لثات جمع لثہ بکسر لام بمعنی مسوڑہ یعنی دانت اکھاڑ ڈالنے کے قصاص میں اکھاڑنا نہ چاہیے بلکہ دانت کا ریتنا سوہن سے چاہیے اس واسطے کہ اکھاڑنے سے مسوڑہوں میں اکثر خلل واقع ہو جاتا ہے کما تبر والی ان تباہی ان کسرت جیسے دانت ریتا جاتا ہے یاں تک کہ کاسر اور مکسور دونوں کے دانت برابر ہو جا دیں اگر مکسور کا دانت توڑا گیا ہو ہم ریتنا اس وقت جب کہ

۱۲ یعنی حکومت عدل کے معنی صفحہ ۳۶۸ میں مذکور ہیں ۱۲ ۱۲ ہڈی میں قصاص نہیں ۱۲

دانت برابر ٹوٹا ہوا والا قصاص نہیں بخون بہا ہے کذا فی الطحاوی عن الظہیریۃ ذی المبتی ویوجل حولاً فان لم ینبت تعیق ذیل یوجل العین لا ابالیغ اور
مبتی میں ہے کہ قصاص کے واسطے ایک سال کی مدت مقرر کی جاوے پھر اگر دانت نہ جم آوے تو قصاص لیا جاوے اور دوسرا قول یہ ہے کہ صغیر کے
دانت کے واسطے مدت مقرر کی جاتی ہے نہ بالغ کے واسطے ہم ملتی میں ہے جب دانت سے کچھ توڑا گیا تو ایک سال تک انتظار کرنا چاہیے پھر جب
سال پورا ہو جائے اور دانت نہ بھر جائے تو اس پر قصاص ہے سوہان سے ریت کر اور ظہیری میں ہے کہ دانت کے قصاص کا موضع دانت
کے چنگے ہوں تک انتظار چاہیے اور ایک سال کا انتظار ضروری نہیں مگر مجرد کی حدایت میں اور صحیح قول اول ہے اس واسطے کہ بالغ کے دانت کا
اگنا دوسرے کذا فی الطحاوی فلو مات العین فی الحول بری پھر اگر صغیر سال کی مدت میں مر گیا تو فاعل قصاص سے بری الذمہ ہو گیا وقال ابو یوسف
فیہ حکمۃ عدل اور ابو یوسف نے کہا کہ اس میں حکومت عدل ہے وکذا الخلاف اذا اھل فی تحریک فلم یسقط فعدا ابی یوسف یجب حکومت عدل الا
ای اجرة القلاع والطبيب انتهى وحققہ اور اسی طرح دانت اکھاڑنے کے مانند خلاف ہے جب کہ مدت مقرر کی جائے دانت کی تحریک میں پھر مدت کے
اندر متحرک دانت ساقط نہ ہوا تو ابو یوسف کے نزدیک درد کا خون بہا یعنی دانت اکھاڑنے اور طبیب معالج کی اہرت دینا ضارب پر واجب ہے اور اگر
ہم اس کی تحقیق بیان کریں گے ہم محیط میں ہے کہ جب ضرب سے دانت متحرک ہو گیا تو ایک سال انتظار کرنا چاہیے خواہ مفروب بالغ ہو یا صغیر پھر اگر
دانت ساقط نہ ہوا تو ضارب پر کچھ نہیں اور اگر سال کے اندر اسی ضرب سے دانت گر گیا تو اگر ضرب عمدتھی تو قصاص واجب ہے اور اگر خطا کی راہ سے
تھی تو ریت واجب ہے کذا فی الطحاوی اور اس مسئلہ میں ابو یوسف کا وہ قول ہے جو شارح نے مذکور
کیا و توخذ الشیئۃ بالثنیۃ والنا ببالنا ب ولا یؤخذ الا علی بالاسفل ولا الا علی بالاعلیٰ مجتبیٰ والی اصل انہ لا یؤخذ عضو الا مبتلاً و قصاص
لیا جاتا ہے سامنے کے دانت کا سامنے کے دانت کے بدلے اوریش کا نیش کے بدلے اور بدل نہیں لیا جاتا اوپر کے دانت کا نیچے کے دانت سے
اور نیچے کے اوپر کے سے کذا فی المبتی اور خلاصہ مقام یہ ہے کہ عضو کا بدل نہیں لیا جاتا مگر اس کی مثل اور مانند سے ولا تؤد عن ذنابی طرفی
رجل وامرأة وطرفی حر وعبد وطرفی عبدین لتعذر الممانۃ بدلیل اختلاف دینیم و تمیم والاطراف کا لاموال اور قصاص نہیں ہم حنفیوں کے
نزدیک مرد اور عورت کے اطراف میں اور آزاد اور غلام کے اطراف میں اور دو غلاموں کے اطراف میں بسبب متعذر ہونے مساوات کے ان
کی دیت اور قیمت کے اختلاف کی دلیل سے اور اطراف تو مانند اموال کے ہیں یعنی جب اطراف انسانی بمنزلہ مال کے ہوئے تو مساوات ضرور ہونی چاہیے حالانکہ
مرد اور عورت کی دیت میں اور غلام اور آزاد کی دیت اور قیمت اور دو غلاموں کی قیمت تفاوت ہے لہذا قصاص متعذر بھرا قلت ہذا ہوا المشہور
لکن فی الواقعات لو قطعت امرأة ید رجل کان لہ القودان الناقص لستونی بالکامل اذا رضی صاحب الحق فلا فرتی بن حر وعبد لایمن عبدین واقره
القیمتانی والبرجندی میں کہتا ہوں یہ یعنی مرد اور عورت اور آزاد اور غلام اور دو غلاموں کے اطراف میں قصاص کا نہ ہونا بھی مذہب مشہور ہے
لیکن واقعات میں ہے کہ اگر عورت مرد کا ہاتھ کاٹے تو مرد کو قصاص لینا جائز ہے اس واسطے کہ استیفاء ناقص کامل کی عوض ہو سکتا ہے جب کہ
صاحب حق ناقص پر اکتفا کرے اور راضی ہو جائے تو اس طرح کچھ فرق نہیں آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلاموں کے اندر یعنی جب کہ آزاد
غلام سے بدل لینے پر اور عبد اعلیٰ کا مالک عبد ادنیٰ سے بدل لینے پر راضی ہو جائے اور اس قول کو قستانی اور برجندی نے ثابت رکھا ہے ہم شارح نے
بالا مشہور اشارہ کر دیا کہ قول اول مشہور معتد ہے نہ یہ قول و طرف المسلم والکافر سیان للتساوی فی الارض اور اطراف مسلم اور کافر
کی برابر ہیں خون بہا کی مساوات کے سبب ہم کافر سے ذمی مراد ہے نہ کافر عربی اور مستامن کذا فی الطحاوی وقال الشافعی کل من یقتل یتقطع
بہ دمن لافلا اور امام شافعی نے کہا کہ جو شخص قتل کیا جاتا ہے اس کے بدلے اس کا عضو بھی قطع کیا جاتا ہے اس کے بدلے اور جو قتل نہیں ہوتا

اُس کا عضو بھی قطع نہیں ہوتا یعنی اُن کے نزدیک مسلم کا قتل نہیں ذمی کے بدلے تو اُس کے عضو کا بھی قطع نہیں اُس کے عضو کے بدلے ولائی قطع بدن نصف الساعد لہذا اور قصاص نہیں ہاتھ کے کاٹنے میں نصف ساعد سے بدلہ گزشتہ یعنی رعایت مساوات نہیں ہو سکتی کی بیشی کے احتمال سے حالانکہ قصاص عبارت ہے مماثلت اور مساوات سے ولائی جائزہ برکت اور قصاص نہیں اُس جائزہ میں جو چنگا ہو گیا م جائزہ وہ زخم ہے جو اندر پیٹ تک پہنچ گیا سینہ کی طرف سے یا پیٹ یا پیٹ کی طرف سے تو گردن اور حلق اور ہاتھ اور پاؤں میں جائزہ نہیں ہوتا لیکن فوطون اور مقعد میں جائزہ ہوتا ہے کذا فی الخطاوی عن شرح القہوری فان لم تیر فان ساریہ یقتضی ولا ینتظر البراءة والسرایۃ ابن کمال پھر اگر زخم جائزہ چنگا نہ ہو اسو اگر ساری ہو گیا یعنی زخم کے صدر سے زخمی مر گیا تو جارج سے قصاص لیا جاوے گا اور اگر نہ مرا تو صحت یا موت کا انتظار کرنا چاہیے کذا صرح ابن کمال و لسان و ذکر دلو من اصلہما یعنی شرح وہبانیۃ و اقروہ المصنف لانه ینقبض و ینسبط قلت لکن ہرم قاضی خان بلزوم القصاص وجعلہ فی المیط قول الامام و نصہ قال ابو حنیفۃ ان قطع ذکرہ من اصلہ او من الحشفۃ اقتضی منہ اذلہ حد معلوم و اقروہ فی الشربلایہ فلینقذہ اور قصاص نہیں زبان اور نائزے کے قطع میں اگرچہ دونوں بڑے سے قطع ہو گئے ہوں اس قول پر فتویٰ ہے کذا فی شرح وہبانیۃ اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اس واسطے کہ نائزہ سمٹا اور پھیلتا ہے یعنی تو قطع میں کمی بیشی محتمل ہے میں کہتا ہوں لیکن قاضی خان نے لزوم قصاص پر قطع حکم کیا ہے اور محیط میں اس کو امام رح کا قول قرار دیا ہے اور محیط کی عبارت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر نائزہ بڑے سے قطع ہوا یا سپاری سے تو قطع سے قصاص لیا جاوے اس واسطے کہ قطع کی حد معلوم اور متعین ہے اور شربلایہ میں اس کو ثابت رکھا ہے تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ہم فتادی قاضی خان میں ہے کہ ذکر کے قطع میں عذاب بڑے سے قصاص ہے اور اگر اس کو وسط سے قطع کیا تو قصاص نہیں اور قطع زبان میں قصاص نہیں اتنی اور ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے کہ قطع اصل ذکر سے قصاص واجب ہونا ابو یوسف کا قول ہے تو معلوم ہوا کہ قاضی خان میں ابو یوسف کا قول مذکور ہے امام کا اور عالمگیری میں ظہیر یہ سے منقول ہے کہ بعض ذکر کے قطع میں قصاص نہیں اور اگر تمام ذکر قطع ہوا تو اصل یعنی امام محمد کی مبسوط میں ذکر یوں ہے کہ اُس میں قصاص نہیں اور ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ اُس میں قصاص ہے مضمرات میں ہے کہ ظاہر روایت صحیح ہے انتہی و امتداعلم الا ان لقطع کل الحشفۃ یقتضی ولو بعضہا لا مکرہ کہ بالکل سپاری قطع ہو جائے تو اُس کا قصاص لیا جاوے گا اور اگر تمام نہیں بلکہ بعض قطع ہوئی تو قصاص نہیں م اس واسطے کہ کل حشفہ کی حد معلوم سے نہ بعض کی د سی بالقطع بعض اللسان اور قطع بعض زبان کا حکم آگے مذکور ہوگا و یجب القصاص فی الحشفۃ ان استقصاھا بالقطع لا مکان المائتہ و الا ینتقصھا لا یقتضی وجوبہ اور قصاص واجب ہے ہونٹ میں اگر قاطع نے قطع کے سبب لب کو نہایت تک پہنچا دیا یعنی رگڑ کے کاٹنا کچھ باقی نہ رکھا وجوب قصاص مماثلت کے ممکن ہونے کی وجہ سے ہے اور اگر لب کو رگڑ کے نہیں کاٹا تو قصاص نہ لیا جاوے گا کذا فی المجتبى والجوہرۃ یعنی قصاص نہ ہوگا عدم مماثلت کے احتمال سے و فی لسان اخری و صلیٰ تکلم حکومت عدل اور کوٹے اور صغیر غیر متکلم کے قطع زبان میں حکومت عدل ہے م حکومت عدل کی تفسیر کتاب الدیات میں معلوم ہوگی کہ عیدار اور عیب کی قیمت ٹھہرائی جائے تو جس قدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو وہ دیت اسی حکومت عدل ہے وان کان القاطع اشل او ناقص الاطراف او کان راس الشاچ اکبر من الشجون خیر المجنی علیہ بین القود و اخذ الارش و علی ہذا فی السن و سائر الاطراف التي تقاد اذا کان طرف الاضارب و القاطع معیناً خیر المجنی علیہ بین اخذ المعیب والارش کاملاً اور اگر قاطع لہذا یا ناقص الاطراف ہو یا سر کے زخمی کرنے والے کا سر ٹپا ہو اُس کے سر سے جس کے سر کو اُس نے زخمی کیا ہے تو زخمی مختار ہوگا قصاص لینے اور دیت کے لینے میں و علی ہذا القیاس دانت اور باقی اُن اطراف میں جن کا قصاص لینا واجب جبکہ عضو

ضارب اور قاطع کا عیب دار ہو تو مضروب اور مقطوع عیب دار عضو کے قصاص لینے اور دیت کامل لینے میں مختار ہے چاہے بدلہ میں عضو عیب دار ہو یا نہ ہو چاہے پورا خون بہا لے ہم اختیار اس واسطے دیا گیا کہ ان صورتوں میں ایفائے کمال حق متعذّر ہے حموی نے ولوالہی سے نقل کیا کہ اس وقت ہے جب کہ قاطع قطع کے وقت اپنا ہوا اور اگر قطع کے وقت اس کا ہاتھ صحیح سالم ہو اور بعد قطع کے لپکا ہو جائے تو مقطوع قصاص دیت نہ پاوے گا اس واسطے کہ مقطوع کا حق ہاتھ میں ثابت تھا سو ساقط ہو گیا بقدر ہلاک ہو جانے محل کے کذا فی الطحاوی قال برہان الدین

بذلوا الشلّاء ینتفع بہا فلوم ینتفع بہا لوم یکن مملا للقدود فلدیتہ کاملہ بلا اختیار وعلیہ الفتویٰ مجتبیٰ برہان الدین نے کیا یہ اختیار اس شرط سے کہ لپکے ہاتھ سے نفع حاصل ہوتا ہو اگر اس سے فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو تو وہ قصاص کا محل نہیں تو مقطوع کے واسطے پوری دیت متعین ہے بلا اختیار قصاص اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی المبتیٰ و فیہ لا یقطع الصیمۃ بالشلّاء اور مجتبیٰ میں ہے کہ صحیح ہاتھ لپکے ہاتھ کے بدلے قطع ہوگا ولیسقط القدود بموت القاتل لغوات المحل اور ساقط ہو جائے قصاص قاتل کے مرجعے سے کیونکہ محل قصاص باقی نہ رہا وبعفو الاولیا اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ورثہ مقتول کے معاف کر دینے سے و یصلح علی مال ولو قلیلا اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے وارثوں کے صلح کرنے سے مال پر اگرچہ مال کم ہو ہم اس واسطے کہ صلح اسقاط حق ہے بعوض مال کے اور جن حقوق کا اسقاط بعوض مال کے جائز ہے اس میں عوض کی کچھ تعیین نہیں کذا فی الحموی یعنی جس قدر پرزہا صبی طریق ہو دیت کی قدر یا کم و بیش و کیب حالاً عند الاطلاق اور صلح کا مال فی الحال دینا واجب ہوگا عدم تعیین مدت کی صحت میں و صلح احدہم و عفوہ و لمن بقی من الورثۃ حصتہ من المدیۃ فی ثلث بنین علی القاتل ہوا الصبی و قیل علی العاقۃ ملتی اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ایک وارث کے صلح کرنے سے اور معاف کر دینے سے اور جو وارث باقی رہا یعنی جس نے صلح اور عفو کچھ نہیں کیا وہ اپنا حصہ پاوے گا دیت سے تین سال کی مدت میں اور باقی دیت قاتل پر واجب ہے بقول صحیح اور بعضوں نے کہا کہ قاتل کے برادرین پر دیت ہے کذا فی الملّتی امر الحار القاتل و سید العبد القاتل رجلا بالصلح عن و مہما الذی اشترک فیہ علی الف ففعل المامور الصلح عن و مہما فالالف علی الحر و السید الامر من نصفان لانه مقابل بالقدود ہو علیہما سوتہ فبدلہ کذلک آزاد قاتل اور غلام قاتل کے ہول نے ایک مرد کو ہزار درم پر صلح کرنے کا اس خون کے بدلے جس میں آزاد اور غلام دونوں شریک تھے امر کیا سو مرد و مامور نے دونوں خون شریک سے صلح کی سو ہزار درم دونوں امر کرنے والوں یعنی آزاد اور مولیٰ پر آدھوں آدھ میں یعنی پانچ سو آزاد پر اور پانچ سو مولیٰ پر ہوں گے اسی لیے کہ ہزار درم قصاص کے عوض مقابل ہیں اور قصاص دونوں پر برابر ہے تو قصاص کا بدلہ بھی اسی طرح دونوں پر برابر ہوگا و لقتل جمع بمفرد ان جرح کل واحد جرحا مہلکا لان زہوق الروح یمتق بالمشاکل لانه غیر متجزئ بخلاف الاطراف کا یہی اہل قتل کی جائے کی جماعت ہونے کا ایک مقتول کے اگر جماعت میں سے ہر شخص نے مہلک زخم لگایا ہو اس لیے کہ روح مقتول کا ٹکنا ثابت ہوتا ہے مشارکت سے اس واسطے کہ خروج روح امر قسمت پذیر نہیں یعنی تو ایسی چیز کے اشتراک میں ہر واحد مستقل پورا قاتل ٹھہرے گا کذا فی الزیلعی برخلاف اشتراک قطع اطراف کے کہ وہ قسمت پذیر ہیں چنانچہ عنقریب آتا ہے ہم دلیل نقلی قتل جماعت کی ہوگا کی یہ حدیث ہے سعید بن مسیب روایت ہے کہ عمر فاروقؓ نے پانچ یا سات مردوں کو قتل کیا بدلے ایک مرد کے اور فرمایا کہ اگر اہل صنعا اس کے قتل پر اتفاق کرتے اور مرد کرتے تو میں ان کو قتل کرتا صنعا شہر ہے مین کا کذا فی العینی شرح المداۃ قصاص جماعت کا محل وہ ہے جبکہ سب لوگ ساتھ ہی ماریں اور اگر ضرب علی التعاقب ہو اور مقتول مرحلے اور معلوم نہ ہو کہ کس کا زخم کاری تھا اور کس کا کاری نہ تھا تو سب قصاص لیا جاوے گا اس واسطے کہ زخم کاری اور غیر کاری پر واقف ہونا متعذر ہے اور جبکہ کاری اور غیر کاری معلوم ہو جائے اور یہ صورتیں مگر موت پہلے تو اس پر قصاص واجب ہوگا جس کا زخم مہلک اور کاری

کذا فی الطحاوی والاکمال فی تفسیر العلامة تاجم اگر جماعت سے ہر شخص کا زخم ہلک نہ ہو تو سب پر قصاص نہیں چنانچہ علامہ قاسم کی تصحیح ہے ہم خواہ کسی کا زخم ہلک نہ ہو یا بعض کا ہلک ہو نہ باقی کا تو جس کا ہلک ہوگا اس پر قصاص ہے اور باقی لوگوں پر تعزیر کذا فی الطحاوی و المجتبیٰ انما یقتلون اذا وجہ من کل جرح یصلح لزہوق الروح فاما اذا کانوا نظارۃ او مغفین او معینین بامساک واحد فلا توذ علیہم اور مجتبیٰ میں ہے جماعت کے لوگ تو اسی صورت سے قتل ہوں گے جب کہ ہر شخص سے وہ زخم پایا جائے جو روح نکالنے کی یاقوت اور صلاحیت رکھتا ہو جو جبکہ اہل جماعت تماشا بنیں ہوں یا قاتل کو درغلانے ہوں یا قاتل کے مددگار ہوں ایک شخص کو گرفتار کر کے تو ان لوگوں پر قصاص نہیں اور نہ ان پر خون ہے کذا فی الطحاوی والاکمال ان یعرف الجمع بلام الہمد فانہ لو قتل فردا جمع احدہم ابوہ او مجنون سقط القود و قستانی اور بہتر یہ تھا کہ مضاف بجمع کو معرف بلام تعریف کے لاتا اس واسطے کہ اگر ایک شخص کو جماعت قتل کرے کہ ان میں سے ایک باپ سے مقتول کا یا کوئی ان میں دیوانہ سے قصاص ساقط ہوگا کذا فی الفتاویٰ م یعنی اگر لایم عہد خارجی ہوتا تو غیر مراد خارج ہو جاتا بلکہ تکلف و قتل فردا جمع اکتفا بہ للباقین بخلاف شافعی ان حضرت ولیم اور قتل کیا جائے ایک شخص جماعت کے بدلے اگر جماعت مقتولین کا وارث حاضر ہو بسبب کفایت کرنے قصاص فرار کے نہیں کے واسطے برخلاف شافعی کے ہم امام شافعی کے نزدیک قاتل جماعت اول مقتول کے واسطے قتل ہوگا اور باقیوں کے واسطے مال واجب ہوگا اور اگر اول معلوم نہ ہو تو سب کے واسطے قتل ہوگا اور دیات ان کے فی مابین قسمت ہوں گی اور ہمارے نزدیک ایک قصاص سب کی طرف سے دینی ہے اس واسطے کہ وارث قاتل کا قاتل ہے بوصف کمال از روئے قصاص کے اور اس لیے کہ قتل اخراج روح کے واسطے صالح ہے اور اخراج روح قسمت پذیر نہیں تو ہر وارث کی طرف مضاف ہوا علی وجہ الکمال کذا فی العینی فان حضرت ولی واحد قتل نہ و سقط عندنا حق البقیۃ کموت القاتل حتف انفہ لغوات المحل کما مر ہر اگر ایک وارث حاضر ہو تو قاتل اس کے واسطے قتل ہوگا اور ہم حنفیوں کے نزدیک باقی وارثوں کا حق ساقط ہوگا جیسے ساقط ہو جائے قصاص قاتل کے مرجعانی میں اپنی موت سے بسبب فوت ہو جانے محل قصاص کے چنانچہ گذر گیا قطع رجلان فاکثر یدرجل اور جملہ او قلعاسنہ و نحو ذلک مادون النفس جو ہر قود و شخوص یا زیادہ نے ایک مرد کا ہاتھ یا پاؤں کا ٹایا دونوں نے اس کا دانت اکھاڑا اور مانند اس کے اور کوئی جنایت قتل نفس کے سوا کی کذا فی الجوسرۃ بان اخذنا سکیننا فامراہا علی یدہ حتی انفصلت فلا قصاص عندنا علی واحد منہما او منہما لانعدام المماثلۃ ہاتھ یا پاؤں اس طرح پر کاٹا کہ دونوں شخوص نے چھری کو پکڑا سو اس کو چلایا اس مرد کے ہاتھ یا پاؤں پر یہاں تک کہ بدن سے جدا ہو گیا تو ہمارے نزدیک قصاص نہیں کسی پر ان دونوں سے یا جماعت میں سے بسبب نہ ہونے مماثلت اور مساوات کے ہم اس لیے کہ ہر واحد قاطع ہے بعض کا کیونکہ قطع دونوں کی قوت اور اعتماد سے حاصل ہوا اور محل یعنی ہاتھ قسمت پذیر ہے تو ہر واحد کی طرف بعض قطع مضاف ہوگا تو مساوات نہ ہوئی دوا ہتھ کے قطع میں اور ایک ہاتھ کے قطع میں بخلاف قتل النفس بنفس واحد اس واسطے کہ قتل نفس ہر واحد کی طرف علی وجہ الکمال مضاف ہے خروج روح کی عدم قسمت پذیری کے سبب کذا فی المداۃ و مشروحا لان الشرط فی الاطراف المساواة فی النفع والقيمة بخلاف النفس فان الشرط فیہا المساواة فی العصمة فقط در کسی پر قصاص نہیں الغرام مماثلت کے سبب اس واسطے کہ اطراف کے قصاص میں مساوات شرط ہے منفعت اور قیمت میں یعنی وہ یہاں حاصل نہیں برخلاف قصاص نفس کے اس واسطے کہ نفس کے قصاص میں فقط عصمت دم کی مساوات مشروط ہے کذا فی الدرر یعنی نفس واحدہ اور النفس عصمت دم میں برابر ہیں لہذا ایک جان کے واسطے بہت جانوں کا قصاص ہونا ہے و منہما او منہما ویتھا علی عدمہم بالسویۃ اور دونوں قاطع یا سب قاطعین ہاتھ کی دیت کا تاوان دیں بقدر اپنے شمار کے برابر وان قطع واحدینی جلیس قلعہا قطع مینہ و یدہ یدہا ان حضرا معا اور اگر ایک مرد و مردوں کے ہاتھ کاٹے تو دونوں کو

اُس کا داہنا ہاتھ کاٹنا جائز ہے اور ایک ہاتھ کاٹنا نہیں لیتا آپس میں آدھوں آدھ بانٹ کر بشرطیکہ دونوں شخص متساوی، حاضر ہوں والے حاضر ہوا اور اُس کے قطع نہ فلما آخر علیہ اسی علی القاطع نصف الدیۃ لما مران الاطراف لیست کالنفوس اور اگر دونوں میں سے ایک مرد حاضر ہوا اور اُس کے بدلے اُس کا ہاتھ کاٹا گیا تو دوسرے مرد کے واسطے قاطع پر نصف دیت ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اطراف کا حکم نفوس کے مانند نہیں ہے ہم دیت سے جان کی دیت مراد ہے یعنی ہزار دینار جس کا نصف پانچ سو دینار ہے کذا فی المطاوی و لو قضی بالقصاص بینہما ثم عفا احدہما قبل استیضہ الدیۃ فلما آخر القود وعند محمد لا الارش اگر دونوں شخصوں کے درمیان قصاص کا حکم قاضی نے دیا سو ایک شخص نے قصاص معاف کر دیا دیت کے حاصل ہونے سے پہلے تو دوسرے شخص کو قصاص لینے کا اختیار ہے اور محمد کے نزدیک قصاص نہیں خون بہالینے کا اختیار ہے ولما بعد اقر بقتل عمید خلا فافرا و قصاص لیا جاوے گا اس غلام سے جس نے قتل عمد کا اقرار کیا برخلاف زفر کے اُن کے نزدیک اقرار عمد غلام قصاص نہیں ہم وجوب قصاص کی وجہ یہ کہ ایسی صورت میں غلام غیر متہم ہے اس واسطے کہ اس میں اسی کا ضرر ہے ولما اقر بخطار او بال لم یفخذ اقرارہ علی مولاہ بل یكون فی رقبۃ الی ان یعتق کما نقلہ المصنف عن الجوسرۃ اور اگر غلام نے قتل خطایا مال کا اقرار کیا تو اُس کا اقرار اُس کے مالک پر نافذ نہ ہوگا بلکہ اُس کی گردن پر رہے گا آزاد ہونے تک یعنی آزاد ہونے کے بعد اُس پر دیت دینا لازم ہوگا چنانچہ مصنف نے جوہرہ سے نقل کیا ہے قال وظاہر کلام الزلیعی بطلان قرارہ بالخطا اصلا یعنی لانی حقہ ولانی حق سیدہ و نحوہ فی احکام العبدین من الاشباہ معللا بان موجبہ دفع او القدر انتہی فتاویٰ مصنف نے کہا اور زلیعی کا ظاہر کلام دلالت کرتا ہے کہ غلام کا اقرار قتل خطا کا اصلا باطل ہے یعنی نہ غلام کے حق میں صحیح ہے نہ اُس کے مالک کے حق میں اور اسی کے مانند اشباہ کے احکام عہد میں مذکور ہے زلیعی نے ابطال اقرار ثابت کیا ہے یوں تعلیل بیان کر کے کہ اس اقرار کا موجب دفع غلام ہے یا فدیہ دینا انتہی قول المصنف سو اس میں تا مل کر ہم شارح نے بلفظ تا مل اشارہ کیا کہ یہ تعلیل زلیعی کی جانب سے ہے نہ اشباہ کی طرف سے اس واسطے کہ اخترا میں تعلیل ہی مذکور نہیں زلیعی کی پوری تقریر یوں ہے کہ اقرار غلام بقتل خطا باطل ہے اس واسطے کہ موجب اُس کا یا دفع ہے یا فدیہ مالک پر اور غلام پر کچھ واجب نہیں تو اقرار مذکور صحیح نہ ہوگا خواہ غلام مجبور ہو یا ماذون فی التجارۃ ہو اس واسطے کہ یہ اقرار باب تجارت سے نہیں تو باطل ہوگا کذا فی المطاوی لیکن عللہ القستانی بانہ اقرار بالدیۃ علی العاقلۃ انتہی فتدبرہ از قد اجمع العلماء علی العمل بمقتضی قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تعقل العواقل عبد او اطلاقا ولا اعترافا حتی لو اقر الحر بالقتل خطا لم یکن اقرارہ اقرار علی العاقلۃ اسی الا ان یصدقہ و کذا قرارہ القستانی فی المعادل فتنبہ لیکن قستانی شارح نقایہ نے اُس کی تعلیل یوں کی ہے کہ قتل خطا کا اقرار کرنا دیت علی العاقلۃ کا اقرار ہے سو اس کلام میں تدبیر اور خود کر کہ منظور یہ ہے اس لیے کہ علمائے اجماع کیا ہے اس حدیث کے مقتضا پر عمل کرنے کا کہ عواقل دیت غلام کے متحمل نہیں ہوتی اور نہ صلح اور نہ اقرار کے یہاں شک کہ اگر آزاد قتل خطا کا اقرار کرے تو یہ اقرار عاقلۃ یعنی مدکاروں پر نہ ہوگا یعنی اُس صورت میں مدکاروں پر دیت ہے جب کہ وہ اقرار کی تصدیق کریں اور اسی مضمون کی تفسیر کی ہے قستانی مذکور نے کتاب المعادل میں تو خبردار رہیوہم طحاوی نے شارح کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے جس کو اُس کے دریافت کا شوق ہو وہ عبارت طحاوی کو جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر مرقوم ہے ملاحظہ کرے رمی رجلا عمد فتغذ السہم الی قولہ لیکن عللہ القستانی لا وجہ الاستدلال قولہ بانہ اقرار بالدیۃ علی العاقلۃ اسی من غیر ايجاب شیء علی نفسہ العاقلۃ لا تعقل بالاعتراض وقد فہم المؤلف ان المراد بالعاقلۃ سیدہ ہو کہ نہ لیکن لا ینھز القود علیہ بالحدیث فان المراد فیہ عاقلۃ السید ویدل لہذا کلام القستانی الا انی قولہ تقدیر ہو کہ قولہ فیہ نظر و عللہ بما ذکرہ بعد تعقل العواقل عبد اقل فی النقایہ و خبرنا لست قستانی ولا یتملون جنابہ عبد علی بن خطاہ ناہ علی مولاہ آہ و مواع قولہ لا اعترافا المقصود من الرد علی القستانی قولہ فبقیۃ اشارۃ الی تاکید الرد علی القستانی فی تعلیلہ بانہ اقرار بالدیۃ علی العاقلۃ لیکن قد تقدم فیہ قریبا ما یفید ان المراد عواقل السید یا سیدہ نفسہ فہو عاقلۃ عبیدہ فلا ینقض الرد علیہ کما سبق راجع کلام القستانی الی کلام الزلیعی فتاویٰ انتہی کلام المطاوی علیہ السلام

آخر قاتل یقتل للاول لانه عمد وللثانی الدیۃ علی قلۃ لانه خطا را یک مرد کے عمد تیر مارا سو اس کے بدن سے پار ہو کر دوسرے شخص کے جا لگا سودوں مر گئے تو پہلے مرد کے واسطے قصاص لیا جاوے گا اس لیے کہ وہ قتل عمد ہے اور دوسرے مرد کے واسطے دیت واجب ہوگی قاتل کے برادر وں پر اس لیے کہ وہ قتل خطا ہے ہم ہر چیز فعل واحد ہے لیکن تعدا اثر سے متعدد ہو گیا کذا فی الزیلعی وقعت جیۃ علیہ فدعما عن نفسه فسقطت علی آخر فدعما عن نفسه وقعت علی ثالث فاسعۃ اسی الثالث فملک فعل من الدیۃ بهذا سئل ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ صحفۃ جماعۃ فقال لا یضمن الاول لان الجیۃ لم تضر الثانی وکذا لک لا یضمن الثانی والثالث لو کثر واداما الاخر فان لسعۃ مع سقوطها فوراً من غیر مہلتہ فعل الدافع الدیۃ لورثۃ المالك والا لسعۃ فوراً لا یضمن دافعاً علیہ ایضاً فاستصوبہ جمیعاً وندہ من مناقبہ رضی اللہ عنہ صیرنیۃ مجمع الفتاوی سانپ گر پڑا ایک شخص پر سو اس نے اپنے اوپر سے ہٹا کر پھینکا سودو دوسرے شخص پر جا پڑا پھر دوسرے شخص نے اس کو اپنے اوپر سے ہٹایا تو تیسرے شخص پر جا پڑا تو تیسرے کو اس نے کاٹا تو وہ مر گیا تو کون شخص پر خون بہا واجب ہوگا اس طرح سوال ہوا تھا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جماعت علماء مجتہدین کے روبرو سو امام نے فرمایا کہ اول شخص پر ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ سانپ نے دوسرے شخص کو ضرر نہیں پہنچایا اور اسی طرح دوسرے تیسرا شخص ضمان نہ دے گا اگر تینوں آدمیوں سے زیادہ لوگ ہوں رہا اخیر شخص سو اس کا یہ حال ہے کہ اگر اس کو سانپ نے گرنے کے ساتھ ہی بلا توقف کاٹا تو سانپ کے ہٹانے والے شخص پر خون بہا مر جانے والے کے وارثوں کے واسطے واجب ہے اور اگر سانپ نے فوراً نہیں کاٹا یعنی کچھ ٹھہر کے کاٹا تو ہٹانے والے پر بھی ضمان دیت کا لازم نہیں آوے گا پھر سب عالموں نے ٹھیک جواب دینے کا اقرار کیا اور میرے سلسلہ بھی منجملہ مناقب امام کے ہے رضی اللہ عنہ کذا فی الصیرنیۃ مجمع الفتاوی ہم فوراً کاٹنے سے دافع سبب ٹھہرا موت کا لہذا اس پر خون بہا واجب ہوا اور اگر مہلت سے کاٹا تو دافع سبب نہ رہا قال المصنف و بهذا التفصیل اجبت فی حادثة الفتوی وہی ان کلما عقور واقع علی آخر فالقاه علی الثانی والثانی علی الثالث والحمد لعلم مصنف نے شرح میں کہا کہ بموجب اسی تفصیل کے میں نے جواب دیا تھا اس صورت میں جو فتوی طلب ہوا تھا وہ یہ ہے کہ سگ گزندہ ایک شخص پر گر پڑا سو اس نے دوسرے شخص پر ڈالا اور دوسرے نے تیسرے پر ڈالا واللہ اعلم یعنی دافع اخیر پر دیت لازم ہوگی اگر اس کے فوراً کاٹنے سے مر گیا اور اگر ٹھہر کے اس نے کاٹا تو اس پر بھی دیت نہیں فروغ مسائل ملحقہ شراح کے القی جیۃ او عقربانی الطریق فلدعت ربہ صمن الا اذا تحولت ثم لدغتہ ایک شخص نے سانپ یا بھجور راہ میں ڈالا سو اس نے ایک مرد کو کاٹا یعنی وہ مر گیا تو ڈالنے والے پر دیت لازم ہوگی مگر جب کہ سانپ ڈالنے کی جگہ سے ہٹ گیا ہے پھر اس نے کاٹا تو اس پر کچھ ضمان لازم نہ ہوگا ہم خطاوی نے کہا کہ مسئلہ سابقہ کا مقتضایہ جواب امام یہ ہے کہ اگر فوراً کاٹا تو ضمان ہے اور اگر ڈالنے کے بعد ایک ساعت ٹھہر کر کاٹا تو ضمان نہیں وضع سیفانی الطریق فمشر بہ انسان ومات کسر السیف فذبحہ علی رب السیف و قیمتہ علی العاثر ایک شخص نے تلوار ڈال دی راہ میں سو ایک آدمی تلوار سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور مر گیا اور تلوار ٹوٹ گئی اس کے گرنے سے تو اس کا خون بہا تلوار کے مالک پر ہے اور تلوار کی قیمت گرنے والے پر ہے ثور بطور سیرہ للمری منقطع ثور غیرہ فمات ان اشہد علیہ صمن والا لا وقال فی البدائع لا ضمان لان الا شہاد انما یكون فی الحائط لانی المیوان تاجیۃ ماروبیل جھوڑا چراگاہ میں سو اس نے دوسرے کے بیل کے سینک مارا سو وہ مر گیا اگر گاؤں مقتول کے مالک نے اس پر شہاد کیا ہو یعنی لوگوں کو اس کی شاخ زنی پر گواہ کر دیا ہو تو گاؤں قاتل کے مالک پر ضمان لازم ہوگا اور بدون اشہاد کے تاوان نہیں اور بدائع میں کہا کہ مطلقاً تاوان نہیں اس واسطے کہ اشہاد تو ہوتا ہے دیوار مائل میں نہ جانور میں کذا فی السراجیۃ واعلم انہ اذا اشتک قاتل العمد مع من لا یجب علیہ القود کا جنبی شارک الالب فی قتل ابنہ وکجنبی شارک الزوج فی قتل زوجتہ ولہ منہا ولد وکامع مع مخطی وعاقل مع

مجنون و بالغ مع صغیر و شریک حیۃ و بیع کما فی الحائزۃ فلما قود علی احدہما اسی لاقصاص علی واحد منہما فیما ذکر اور یہ معلوم کر کہ جب شریک ہو قاتل عہدا اس شخص کے ساتھ جس پر قصاص واجب نہیں چنانچہ اجنبی شریک ہو گیا باپ کا اس کے فرزند کے قتل کرنے میں اور جیسے بیگانہ شریک ہو گیا زوج کا اس کی اس زوجہ کے قتل میں جس کے پیٹ سے زوج کا لڑکا موجود ہے اور جیسے قاتل عہدا قاتل محفل کے ساتھ اور قاتل مجنون کے ساتھ اور قاتل بالغ قاتل صغیر کے ساتھ اور سانپ اور درندے کا ساتھی تو دونوں میں سے ایک پر قصاص نہیں یعنی سب صورتوں مذکورہ میں کسی پر قصاص نہیں ہم پہلی صورت میں جب باپ سے قصاص ساقط ہوا تو اس کے ساتھی سے بھی ساقط ہو گیا اور دوسری صورت میں زوج سے اس واسطے قصاص ساقط ہوا کہ زوجہ کا وارث فرزند ہے سو فرزند اپنے باپ سے قصاص نہیں لے سکتا پھر جب اس پر واجب نہ ہوا تو اسی طرح اس کے شریک پر بھی واجب نہ ہوا طحاوی نے کہا لیکن اجنبی کی شرکت میں باپ یا زوج کے ساتھ دیت واجب ہوگی دونوں کے خاص مال میں اس لیے کہ دونوں قاتل عہدا میں اور عہدا و محفل کی شرکت میں نصف دیت عہدا پر ہے اور نصف باقی محفل کے برادرین پر اسی طرح عاتل پر نصف دیت ہے اور باقی مجنون کے برادرین پر اور بالغ پر نصف دیت ہے اور باقی صغیر کے برادرین پر اور سانپ اور درندے کے ساتھی پر نصف دیت ہے اور باقی دیت ساقط ہے دخل رجل بیتہ فراسی رجلا مع امرأۃ او جارتہ فقتلہ حل لہ ذلک ولا قصاص علیہ ہذا ساقط من نسخ المتن ثابت فی نسخ الشرح معنی بالشرح الوہابیۃ وقد حققنا فی باب التوزیر داخل ہوا اپنے گھر میں سو ایک مرد کو دیکھا اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی کے ساتھ سو اس کو اس نے مار ڈالا تو اس کو یہ قتل کرنا حلال ہے اور اس پر قصاص نہیں شارح نے کہا یہ مسئلہ ظن کے نسخوں سے ساقط اور مصنف کی شرح کے نسخوں میں ثابت ہے منسوب بشرح وہابیۃ اور ہم نے اس کی تحقیق بیان کی ہے تفسیر کے باب میں ہم حلت قتل میں ظاہر احصان شرط نہیں اس واسطے کہ ابن وہبان نے علت یہ بیان کی ہے کہ قتل یہاں باب حدود سے نہیں بلکہ نہی عن المنکر کے باب سے ہے اور اسی طرح بزازی نے مطلق رکھا ہے اور طرسوسی نے کہا کہ احصان شرط حلت قتل ہے چنانچہ قاضی خاں نے اس کو مصرح بیان کیا ہے تو فتاویٰ صفیری کا اطلاق لائق التفات ہے کہ نہیں ہوا اس واسطے کہ زنا موجب قتل نہیں بدون احصان کے انتہی اور جمہوری میں زانی سے منقول ہے کہ اصل یہ ہے کہ جو شخص مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو اس کو قتل کرنا حلال ہے اور قتل سے باز رہتا ہے آدمی اس خوف سے کہ اس کو حاکم وغیرہ سچا نہ جانے گا اس میں کہ اس نے زنا کرتے دیکھے کہ قتل کیا ہے انتہی اور منع الغفاریں خانیہ سے منقول ہے کہ حلت قتل اس وقت ہے جب کہ شور کرنے سے زانی نہ بھاگے اور زنا سے باز نہ رہے کذا فی الطحاوی فروع مسائل لمحۃ شارح کے صبی مجور قال لرجل شد فرسی فاراد شد ہا فرستہ فمات فترہ علی عاتلہ الامر صغیر مازون سے ایک مرد نے کہا کہ میرا گھوڑا باندھ دے سو اس نے اس کے باندھنے کا ارادہ کیا سو گھوڑے نے اس کو پاؤں سے کچلا سو وہ مر گیا تو اس کا خون بہا امر کرنے والے کے برادرین پر ہے وکذا لو اعطی صبیا عھی او سلاخا و امرہ بجل شی او کسر طبط و نحو ذلک بلا اذن ولیہ فمات اور اسی طرح اگر صغیر کو لاکھی یا ہتھیار دیا یا اس کو کسی چیز کے اٹھانے کا امر کیا یا لکڑی پیرنے کا اور مانند اس کے اور کوئی امر کیا بلا اذن اس کے ولی کے سو وہ لڑکا مر گیا تو دیت واجب ہوگی ہم یعنی لاکھی یا ہتھیار دیا تھا منے کے واسطے اور اس سے کچھ نہ کہا سو اس کے سبب وہ مر گیا اس طرح کہ اس کے ہاتھ سے کسی عضو پر چھوٹ پڑا اور یہ مر نہیں کہ صغیر نے ہتھیار سے اپنی ذات کو ہلاک کیا اس واسطے کہ اگر وہ اپنی ذات کو یا غیر کو ہلاک کرے گا تو دافع پر ضمان نہیں کذا فی الطحاوی عن التاتاری خانیۃ العلم امتہ ولوا عطاہ السلام ولم یقتل امسکہ فقولان اور اگر اس کو ہتھیار دیا اور یہ نہ کہا کہ اس کو پکڑے رہ تو اس میں دو قول ہیں یعنی وجوب دیت اور عدم وجوب ہم قول

وہ صاحب نکاح بزازی

مختار یہ ہے کہ دیت واجب ہے کذا فی العالمگیرتہ عن الخلاصۃ صبی علی حائط صاحب بہ رجل فوقع فمات ان صاحبہ فقال لا تقع فوقع لا یضمن ولو قال وقع فوقع ضمن بلفظی وقیل لا یضمن مطلقا تا جریہ طفل صغیر ہے دیوار پر ایک مرد نے اسی پر شور کیا سو وہ گر پڑا اور مر گیا اگر یوں شور کر کے کہا اس سے کہ خبردار نہ کرنا سو وہ گر پڑا تو اس پر خون بہا نہیں اور اگر یوں چلا کر کہا کہ گر پڑ سو وہ گر پڑا تو خون بہا لازم ہوگا اسی قول پر فتویٰ ہے اور بعضوں نے کہا کہ کسی طرح ضمان نہیں کذا فی التاجیہ۔

فصل فی القتلین

یہ فصل ہے دو فعل کے مسائل میں مثلاً قطع یا اور قتل خواہ ایک شخص سے دونوں فعل ہوں یا دو شخصوں سے قطع یا در رجل ثم قتله اخذ بالامرین اے بالقطع والقتل ولو کان اعمدین ادکا باخطائین او کان مختلفین اسی احد ہما عذا والاخر خطا تخیل بینہما بر اولیٰ ہاتھ کاٹنا ایک مرد کا پھر اس کو مار ڈالا تو دونوں امر یعنی قطع اور قتل دونوں فعل میں یکساں ہوگا یعنی دونوں فعل کا بدلہ اس سے لیا جائے گا اگرچہ دونوں فعل عمد ہوں یا دونوں خطا ہوں یا دونوں مختلف ہو یعنی ایک فعل عمد ہو اور دوسرا خطا خواہ دونوں فعل میں صحت واقع ہو گئی ہو یا نہ واقع ہوئی فیوض ذی الامرین فی الکل بلا تداخل الا فی خطائین لم تخیل بینہما بر فانہما یتداخلان فتجب فیہما دیتہ واحدة وان تخیل بر ولم یتداخلا کما علمت تو فاعل ماخوذ ہوگا سب صورتوں مذکورہ میں بدون تداخل کے مگر ان دو خطاؤں میں جن کے درمیان صحت واقع نہیں ہوئی اس واسطے کہ وہ دونوں فعل خطا کے متداخل ہوں گے یعنی ایک فعل میں داخل ہو جائے گا باعتبار اتحاد اجزاء کے تو دونوں میں ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر درمیان میں صحت واقع نہ ہوئی تو دونوں متداخل نہ ہوں گے چنانچہ تو معلوم کر چکے ہیں تن کے عموم سے فالجاصل ان القطع اما عمد او خطا والقتل کذا کما صار لبعثہ ثم اما ان یکون بینہما بر اولیٰ صار ثانیۃ وقد علم حکم کل منہا تو خلاصہ یہ ہے کہ قطع یا عمد ہے یا خطا ہے اور قتل بھی اسی طرح دو قسم عمد ہے یا خطا ہے تو یہ چار قسمیں ہو گئیں پھر دونوں کے درمیان صحت حاصل ہوئی یا نہ ہوئی تو آٹھ قسمیں ہو گئیں اور البتہ ہر صورت کا حکم معلوم ہو گیا مگر اگر قطع اور قتل دونوں عمد ہوں اور قطع کے بعد صحت ہو گئی ہو تو اول قطع کا قصاص لیا جائے گا پھر قتل کا اور اگر صحت مابین میں حاصل نہ ہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہ حکم ہے کہ قطع پر کے بعد قصاص ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ قطع تو جزا قطع قتل کی جزا میں داخل ہو گئی اور اگر قطع اور قتل دونوں خطا ہوں تو اگر درمیان میں صحت ہو گئی ہو تو قطع اور قتل دونوں کی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان میں صحت نہ ہوئی تو فقط قتل کی دیت کفایت کرتی ہے اور اگر قطع عمد ہے اور قتل خطا ہے خواہ درمیان میں صحت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تو ہاتھ کاٹنا جادگیا اور دیت نفس کی واجب ہوگی اور اگر قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جائے گا کذا فی شرح الوقایۃ لمن ضربہ مائۃ سوط ذر آمن تسعین ولم یبق اثر ہا اسی اثر الجراحۃ ومات من عشرۃ نفیہ دیتہ واحدة لانہ لا بر آمن تسعین لم یبق معتبرۃ الا فی حق التعزیر یا نہ اس شخص کے جس کو سو کوڑے مارے سو وہ چنگا ہو گیا تو بے کوڑے سے اور ان کی جراحت کا اثر کچھ باقی نہ رہا اور وہ مر گیا دس کوڑے کے صدمہ تو اس میں ایک ہی دیت واجب ہوگی اس واسطے کہ جب وہ چنگا ہو گیا تو بے کوڑے سے تو ان کا مارنا معتبر باقی نہ رہا مگر تعزیر کے حق میں البتہ معتبر ہے وکذا کل جراحۃ اندملت ولم یبق لہا اثر عند ابی یوسف فی مثلہ حکومت عدل وعن محمد بن ابی حنیفۃ الطیب ومن الادویۃ درد و صدر الشریعۃ دہادیۃ وغیرہا اور اسی طرح غیر معتبر ہے ہر ایک وہ زخم جو بھر گیا ہو اور اس کا نشان باقی نہ رہا ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اس کے مانند میں عدل ہے اور محمد سے روایت ہے کہ طیب کی اجرت اور دوائیوں کا من واجب ہوگا چنانچہ درد اور صدر الشریعۃ اور دہادیۃ وغیرہا میں ہے وحب حکومت عدل

مع دیت النفس فی ماتہ سوط برحتہ وبقی اثر بالاجماع بقار الاثر ووجوب الاثر باعتبار الاثر ہدایہ وغیرہا اور حکومت عدل دیت النفس کے ساتھ بالاتفاق واجب ہے ان سو کوڑوں میں جنہوں نے زخمی کر دیا اور اس کا نشان باقی رہ گیا یہ حکم اثر کے باقی رہنے کے سبب ہے اور عضو کی دیت کا واجب ہونا نشان کے اعتبار سے ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں مہر ہے ہم یعنی نوے کوڑے کا زخم چنگا ہو گیا لیکن اس کا نشان باقی رہا پھر دس کوڑے کے مارتے سے وہ مر گیا تو حکومت عدل اور دیت النفس واجب ہوگی بالاتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ دیت مادہ النفس کی واجب ہوتی ہے عیب ناک اور بدنمائی سے اور عیبناکی پیدا ہوتی ہے نشان کے باقی رہ جانے سے وافی جواہر الفتاویٰ رجل جرح رجل فجز الجروح عن الکسب بحسب علی الجراح النفقة والمداواة اور جواہر الفتاویٰ میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو زخم لگایا تو زخمی کو کئی سے عاجز ہو گیا تو زخم لگانے والے پر اس کا نان نفقہ اور علاج کرنا واجب ہے یعنی تا بقائے زخم کذا فی الطحاوی و فیہا رجل جرح رجل جرحاً علی رجل فجز بہ العوان فجز عن الکسب فمداواة المفروب و نفقة علی الذی جرح بالعوان انتہی قال المصنف والظاهر ان مفرع علی قول محمد رحمہ اللہ قلت وقد متنا معزیا للمجتبى عن ابی یوسف نحوه و یستحق فی الشجاج اور اسی جواہر الفتاویٰ میں ہے کہ ایک مرد حاکم کے ظالم سپاہی کو لایا ایک مرد کے پاس سو اس ظالم نے اس کو مارا سو وہ عاجز ہو گیا اپنے کسب اور کار سے تو مفروب کی دوا علاج اور کھانا پینا اس پر واجب ہے جو ظالم کو لایا انتہی مانی جواہر الفتاویٰ مصنف نے کہا اور ظاہر یہ قول محمد رحمہ اللہ کے قول پر متفرع ہے میں کہتا ہوں اور مانند اس کے ہم مقدم ذکر کیجئے ہیں ابو یوسف سے نسبت یہ مجتبیٰ اور آگے شجاج کی فصل میں اس کو ہم محقق بیان کریں گے ہم باب القود فیما دون النفس کے شروع میں شارح مجتبیٰ سے نقل کیا ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک تحریک دندان سے حکومت عدل یعنی اجرت طبیب کی واجب ہے ومن قطع ایمی عمد او خطاء بدلیل مایاتی وہ صرح فی البرہان کہ فی الشرع بدلیۃ لکن فی القستانی عن شرح الطحاوی ان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطاء ومن ظن انها علی القاطع فی الخطاء فقد اخطأ وکذا لو شج او جرح فعفا عن قطع او شجۃ او جرحۃ فمات منہ ضمن قاطعہ الدیۃ فی مالہ اور جس کا ہاتھ یا پاؤں کا ٹانگی سو اس نے اس قطع یا سرکپنے یا جراحت کو معاف کر دیا پھر معاف کرنے والا قطع وغیرہ کے صدمہ سے مرگیا تو اس کا قطع کرنے والا اپنے مال میں سے اس کی دیت کا ضمان دے شارح نے کہا قطع مطلق مراد ہے خواہ عمد ہو یا خطا بدلیل اس مسئلہ کی تفصیل کے جو اس کے بعد آئے گا اور اسی اطلاق کرنے کی تصریح کی ہے برہان میں چنانچہ شریکالیہ میں لیکن قستانی میں شرح طحاوی سے یوں منقول ہے کہ قطع خطا میں قاطع کی برادری پر دیت ہے نہ قاطع پر اور جس نے یہ گمان کیا کہ قاطع پر دیت ہے خطا میں سو اس نے مقرر خطا کی اور اسی طرح کا حکم ہے اگر اس کا سرکپا گیا یا وہ زخمی کیا گیا خلافاً لما قلنا ان عفا عن القطع دہو غیر القتل برخلاف صاحبین کے یعنی ان کے نزدیک عفو قطع سے عفو نفس بھی ثابت ہوتا ہے ہم امام کی طرف سے جواب میں کہتے ہیں کہ مقطوع نے قطع کو معاف کیا ہے اور قطع کا مفار ہے تو قطع کے عفو سے قتل کا عفو ثابت نہیں ہو سکتا ولو عفا عن الجنایۃ او عن القطع و ما یحدث منہ عفو عن النفس فلا یضمن شیئاً اور اگر عفو کر دیا جنایت سے یا قطع سے اور اس موت سے جو پیدا ہوا قطع سے تو وہ معافی ہے نفس سے تو فاعل کچھ ضمان نہ دے گا ہم اس واسطے کہ جنایت اہم جنس ہے قتل کو اور اس زخم کو جو موت تک سرایت کرے یا نہ کرے اور اسی طرح قطع اور جو قطع کے بعد حادث ہو صریح ہے عفو نفس تو بالاتفاق امام اور صاحبین کے ضمان لازم نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و حینئذ قاطع الخطا لیتبر من ثلث مالہ فان خرج من الثلث فیہا والا فعلى العاقلۃ ثلث الدیۃ کما فی شرح الطحاوی اور اس وقت میں یعنی جبکہ قاتل پر عفو کے سبب ضمان لازم نہ ہوا تو اگر جنایت ازراہ خطا ہے تو مقتول کے تہائی مال سے معتبر ہوگی اور اگر مقتول کا خون بہا اس کے تہائی مال سے نکلا فہو المقصود اور اگر اس کے ثلث مال میں دیت کی گنجائش نہ ہوئی تو عاقلہ یعنی قاتل کے برادر و ن پر دیت کی دو تہائیاں واجب ہوں گی کذا فی شرح الطحاوی ہم یعنی اگر جنایت

خطا ہو اور اس نے جنایت عفو کردی ہو تو یہ دیت کی معافی ہے تو مقتول کے ثلث مال سے اس کا اعتبار ہوگا اس واسطے کہ دیت مال ہے اور مقتول کے وارثوں کا حق دیت سے متعلق ہے تو مقتول کا عفو کرنا وصیت ٹھہرا لیا ثلث مال سے صحیح ہوگی برخلاف قتل عمد کے اس واسطے کہ موجب اس کا قصاص ہے اور قصاص مال نہیں ہے تو اس سے وارثوں کا حق متعلق نہیں ہے تو عفو عن القصاص جمیع مال سے صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ فمن ظن انما علی القاطع فقد اخطأ قطعاً سو جس نے یہ گمان کیا ہے کہ دیت اس مقتول کی قطع پر ہے سو وہ بالیقین چوک گیا و مفادہ ان عفو الصیغہ العبر من الثلث ذکرہ القستانی اور اعتبار ثلث مال سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ صحیح آدمی کا عفو کرنا ثلث سے معتبر نہ ہوگا ایسا ذکر کیا ہے قستانی شارح نقایہ نے ہم اس واسطے کہ ثلث مال کا اعتبار مرض الموت کے مریض میں ہوتا ہے سو اگر وہ صحیح ہو اس طرح کہ ہاتھ اس کا ازراہ خطا قطع ہو گیا اور وہ بستر پر بیمار نہ پڑا صحیح سالم کے مانند چلتا پھرتا رہا اس نے قطع کو عفو کر دیا پھر وہ مر گیا اس کے صدر سے دفعتاً تو یہ عفو کل مال میں نافذ ہوگا نہ ثلث میں کذا فی الطحاوی تصرف والعقد من کلمہ تعلق حق الورثۃ بالدیۃ لا بالقول لانہ لیس بال وارث اور جنایت عمد کا عفو کل مال سے معتبر ہوگا اس واسطے کہ مقتول کے وارثوں کا حق دیت سے متعلق ہو نہ قصاص سے اس واسطے کہ قصاص مال نہیں ہے والشجرۃ مشککہ اسی مثل القطع حکما و خلافاً اور سرکار ختم قطع کے مانند ہے حکم میں اور امام اوصافین کے خلاف میں قطعت امرأۃ یدرجل عمداً اسی او خطا کیا یا قیلاً اطلاق کا سبق و کالمستقی وغیرہ کان اولی قتال ایک عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹا عمداً یعنی یا ازراہ خطا ہاتھ کاٹنا یہ اطلاق اس تفصیل کی دلیل سے ہے جو بعد اس کے مذکور ہوگی تو اگر مصنف قطع کو مطلق رکھتا عمد کی قید لگاتا جیسے مسئلہ سابقہ میں قطع کو مطلق رکھا تھا اور جس طرح ملتقی وغیرہ میں مذکور ہے تو بہتر ہوتا سو اس کو تامل کر یعنی اگر مطلق کہتا تو تفصیل آئندہ صحیح ہوتی کذا فی الطحاوی فتکھا المقطوع یدہ علی یدہ ثم مات فلوم میت من السراۃ فمہربا الارش ولو عمداً اجما عا سو جس مرد کا ہاتھ کاٹا گیا اس نے ہاتھ کاٹنے والی عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کے دیت کے بدلے نکاح کیا پھر وہ مر گیا تو اگر قطع کی سرایت سے نہ مڑتا تو عورت کا مہر ہاتھ کا خون بہا ہوتا یعنی پانچ ہزار درہم اگرچہ قطع عمداً ہو باتفاق امام اور صاحبین کے بحسب عندابی خفیۃ ہر مثلہا والدیۃ فی مالہا ان تعمرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس عورت کا مہر مثل واجب ہے اور ہاتھ کی دیت عورت کے مال میں واجب ہے اگر اس نے عمداً ہاتھ کاٹا تو چونکہ قصاص نے الطرف پر نکاح ہوا تھا اور وہ مال نہ تھا تو مہر ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا تو ہاتھ کی دیت مہر ٹھہری تھی کیونکہ مرد اور عورت کے اطراف میں قصاص نہیں ہوتا پھر جب کہ مرد قطع کے صدر سے مر گیا تو ظاہر ہو گیا کہ ہاتھ کی دیت واجب نہ تھی لہذا مہر مثل واجب ہوا اور عورت پر دیت لازم آئی نہ اس کے مردگاروں پر اس واسطے کہ عمد میں فاعل پر ضمان ہوتا ہے نہ اس کے مردگاروں پر و تقع المقاصۃ بین المہر والدیۃ ان تساویا والا ترا د الفضل اور مہر اور دیت برابر ہو جاویں گے اگر دونوں متساوی ہوں اور اگر کم و بیش ہوں تو عورت اور مرد زیادہ کو پھیر دیں ہم یعنی جب مرد پر مہر اور عورت پر اس کی دیت واجب ہوئی تو اگر مہر اور دیت مقدار میں برابر ہیں تو باہم مجرا ہو گئے جتنا دینا تھا اتنا لینا معاملہ برابر ہو گیا اور اگر مہر زیادہ ہے تو عورت مرد کے وارثوں سے قدر زیادت کو تقاضا کرے اور اگر دیت زیادہ ہے تو مرد کے وارث عورت سے اتنا مطالبہ کریں و علی عاقلہا ان اخطات فی قطع یدہ اور عورت کے مردگاروں پر دیت واجب ہے اگر عورت نے ازراہ خطا اس کا ہاتھ کاٹا ہو و لا یتقاصان لان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطاء بخلاف العمد فان الدیۃ علیہا والمہر علی الزوج فیتقاصان اور خطا میں مہر اور دیت باہم مجرا نہ ہوں گی اس واسطے کہ دیت تو مردگاروں پر واجب ہوتی ہے خطا میں برخلاف عمد کے اس واسطے کہ عمد میں عورت پر دیت واجب ہے اور زوج پر مہر تو دونوں باہم مجرا ہو کر برابر ہوا سو عورت پر دیت واجب ہے و قال صاحب الدرر یسین ان تقع المقاصۃ فی الخطاء ایضاً لانہا علیہا دون العاقلۃ علی القول المختار فی الدیۃ لکنہ لیس علی اطلاقہ بل فی العمد ولعلہ اطلاقہ لا حالۃ لمحله فلیحفظ میں کہتا ہوں اور صاحب در نے کہا لائق یوں ہے کہ خطا میں بھی مہر اور دیت برابر ہوا سو عورت پر دیت واجب ہے

دیت خطایں عورت پر ہے نہ مدگاروں پر موجب اس قول کے جو باب دیت میں مختار اور پسندیدہ ہے لیکن وہ قول مختار مطلق نہیں ہے بلکہ عجم کے گروہ میں منحصر ہے یعنی اس واسطے کہ عجم میں تنازعہ کا مضمون نہیں جو دیت مدگاروں پر واجب ہو اور شاید کہ صاحب درر نے جو مطلق کہا ہے تو اس کے محل پر حوالہ کیا ہے یعنی اخلاق باعتبار عجم کے ہے نہ عرب کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے وان نکمھا علی الید وما یحدث منها اعلی الجنایات ثم مات منه وجب لھا فی العمد من المثل ولا شئ علیھا لرضاء بالسقوط اور اگر دست بریدہ مرد نے عورت قاطع سے نکاح کیا قطع ید پر اور اس قتل پر جو پیدا ہو قطع ید سے یا نکاح کیا جنایت کے بدلے پھر وہ مر گیا اس کے سبب تو عجم میں عورت کا مثل واجب ہوگا اور عورت پر کچھ واجب نہیں مرد کے واسطے بسبب راضی ہو جانے مرد کے سقوط قصاص سے یعنی جب اس نے قصاص کو مقرر دیا اور وہ مہر ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا تو قصاص اصل سے ساقط ہو گیا ولو خطا رفع عن العاقلۃ مہر مثلھا والباقی وہی علیہم اے للعاقلۃ اور اگر قطع بطور خطا کے تھا تو عورت کے مدگاروں سے اس کا مثل مرفوع ہو گیا اور باقی دیت وصیت ہے مدگاروں کے واسطے ہم جنایت خطایں دیت پر نکاح ٹھہرا اور دیت میں مہر ہونے کی لیاقت ہے سو اگر مثل دیت کے برابر ہے اور مقتول کا کچھ مال نہیں سوائے دیت کے تو مدگاروں پر کچھ واجب نہیں اس واسطے کہ نکاح کن حوائج اصلہ سے ہے تو جمع مال سے معتبر ہوگا اور اگر مثل دیت سے زیادہ ہے تو زیادت واجب نہیں اس واسطے کہ عورت تو مثل سے کمتر پر راضی ہو گئی اور اگر مثل دیت سے کمتر ہے تو زیادت وصیت ہے مدگاروں کے واسطے اور وصیت صحیح ہے کیونکہ وہ کو قاتل نہیں کذا فی شرح الوقایہ فان خرج من الثلث سقط والا لا سقط ثلث المال فقط پھر اگر زائد از مہر تہائی مال سے نکلا تو مدگاروں پر ساقط ہو گیا ورنہ فقط تہائی مال ساقط ہوگا م یعنی جو مثل سے زیادہ ہے تو اس کو نظر کرنا چاہیے کہ مقتول کے ثلث مال سے نکل سکتا ہے یا نہیں اگر نکل سکتا ہے تو بھی مدگاروں پر ساقط ہو گیا کیونکہ وہ وصیت ہے ان کے حق میں تو وصیت صحیح ہوگی اس واسطے کہ مدگار اجنبی ہیں مقتول سے اور اگر تہائی سے نکل نہیں سکتا تو بقدر تہائی کے مدگاروں پر ساقط ہوگا اور زیادت کا ادا کرنا مقتول کے وارثوں کے واسطے مدگاروں پر واجب ہوگا اس واسطے کہ وصیت سوائے تہائی مال کے جاری نہیں ہوتی کذا فی المنع ولو قطعت یدہ فاقص لہ فمات المقتول الاول

قبیل الثانی قتل الثانی بلسیرتہ عن ابی یوسف لا تؤد لانی لا اقدم علی القطع نقدا برأعہ اور وہ دظاہر اشکال ابن الکمال یغید تقویۃ قول ابی یوسف قال المصنف اور اگر ایک شخص کا ہاتھ کاٹ گیا سو اس کا بدلہ لایا گیا سو مقطوع اول مر گیا مقطوع ثانی سے پہلے تو مقطوع ثانی قتل کیا کیا جائے گا اس کے بدلے بسبب سیرت قطع کے اور ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ قتل کا قصاص نہیں اس واسطے کہ جب مقطوع اول نے قاطع کے قطع ید پر اقدام کیا تو اس کو بری الذمہ کر دیا اور اسے قطع سے اور ابن کمال کا ظاہر اشکال تقویت قول ابو یوسف کا مفید ہے ایسا کہ سے مصنف نے اپنی شرح میں ہم خلاصہ اشکال مذکور یہ ہے کہ اگر قطع ید کو مقطوع عفو کرے پھر مر جائے تو دیت ہے اس وجہ سے کہ صورت عفو کی سقوط قصاص میں کافی ہے کیونکہ وہ مورث شہید ہے تو وہاں اس کی براءت معتبر کی اور یہاں معتبر نہ کی طحاوی نے کہا کہ یہ اشکال متون اور شروح کے معارض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بحث ہے یعنی روایت نہیں ولومات المقص منہ فریتہ علی عاقلۃ المقص لہ خلافا لہا قلت ہذا اذا استوفی بنفسہ بلا حکم حاکم واما الحاکم والجمام والعتان والفصاد والبراغ فلا یتقید فعلم بشرط السلامة کا لا جیسر واما منہ فی الدرر اور اگر وہ شخص مر گیا جس سے قطع ید کا بدلہ لایا گیا تو اس کی دیت مدگاروں پر ہے جس کے واسطے بدلہ لایا گیا برخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک دیت نہیں میں کہتا ہوں یہ یعنی دیت کا واجب ہونا اس وقت ہے جبکہ مقطوع بذات خود استیفاء قصاص کرے بدون حکم کرنے حاکم کے اور حاکم اور سمجھنے لگانے والا اور سختہ کرنے والا اور قصہ کھولنے والا اور شتر زن سوان کا فعل تو مقید بشرط سلامت نہیں ہے مزدور کے مانند اور اس کا پورا بیان

در میں ہے والاصل ان الواجب لا یتقید بوصف السلامة والمباح یتقید بہ اور قاعدہ کلیہ ضمان اور عدم ضمان کا یہ ہے کہ فعل واجب مقید بوصف سلامت نہیں ہوتا اور فعل مباح سلامت بہنے کے ساتھ مقید ہوتا ہے ہم یعنی چونکہ حاکم پر قصاص لینا اور حجام اور ختان اور قصاص پر عقد اجارہ کے سبب فعل کرنا واجب ہے تو در صورت ضرر کے ان پر کچھ تاوان نہیں بخلاف فعل مباح کے کہ اس میں عدم ضرر شرط ہے ورنہ ضرب الاب ابنہ تاویبا او الام او الوسی اور منجلہ فعل مباح کے باپ کا مارنا ہے اپنے فرزند کو ادب سکھانے کے واسطے یا ماں کا یا وصی کا ماننا ہم کو ومن الاول ضرب الاب او الوسی او المعلم باذن الاب تعلیمات لا ضمان یضرب التادیب مقید لانه مباح و ضرب التعلیم لا لانه واجب اور قسم اس سے یعنی منجلہ فعل واجب کے باپ یا وصی کا مارنا یا معلم کا مارنا باپ کے اذن سے تعلیم دین کے واسطے پھر صغیر مرگیا تو ضمان نہیں تو تادیب کی واسطے مارنا سلامت رہنے کے ساتھ مشروط ہے اس واسطے کہ تادیب مباح ہے اور تعلیم کے واسطے مارنا باپ اور وصی اور معلم کا مشروط بسلامت نہیں اس واسطے کہ تعلیم دین کی واجب ہے و محذوفی الضرب المتعاد و ما غیرہ فموجب للضمان فی النکلی الاشباه اور عدم ضمان کا محل ضرب ہے عادت کے موافق اور عادات کے سوائے مارنا تو ضمان کا موجب ہے سب صورتوں میں اور پورا بیان اس کا اشتباہ میں ہے ہم یعنی اگر ضرب عادت اور رواج کے موافق ہے یا عتبار رکیت اور کیفیت اور محل کے سوا اس میں ضمان نہیں تو اگر منہ پر یا آلات تناسل پر ضرب واقع ہو اور صغیر تلف ہو جائے تو ضمان واجب ہے سب کے نزدیک بلا خلاف اگرچہ ایک ہی کو دیا یا چھڑی ماری کذا فی الطحاوی عن ابی السعد عن تلخیص الکبریٰ وان قطع ولی القاتل یا القاتل و بعد ذلک عفا عن القاتل ضمن القاطع و یرید لانه استوفی غیر حقه لکن لا یتقص للشبهة و قال لا شئ علیہ اور اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا اور بعد اس کے جنایت قتل کو معاف کر دیا تو قطع کرنے والا قاتل کے ہاتھ کا خون بہا دے اس واسطے کہ وارث کے اپنے حق کا غیر حاصل کر لیا یعنی اس کا حق قاتل کا قتل تھا نہ قطع لیکن وارث سے قطع کا بدلہ نہ لیا جاوے گا شہرہ کے سبب اور صاحبین نے کہا کہ وارث پر کچھ لازم نہیں نہ قصاص نہ دیت و ضمان الھبی اذا مات من ضرب ابیہ و وصیہ تاویبا اسی للتادیب علیہما اسی علی الاب الوسی لان التادیب یصل بالزجر والتعزیر و قال لا یضمن لو متاذا و اما غیر المتعاد ففیہ الضمان اتفاقا اور صغیر کا ضمان جبکہ وہ مر جائے اپنے باپ یا وصی کے مارنے سے تادیب کے واسطے انھیں دونوں پر ہے یعنی باپ اور وصی پر اس واسطے کہ ادب سکھانا تو چھڑکے اور گوشمالی سے حاصل ہوتا ہے اور صاحبین نے کہا کہ ضمان نہیں ہے اگر ضرب عادت کے موافق ہو اور ضرب غیر متعاد میں تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہے کہ ضرب معلم صبیہ او عبد الغیر اذن ابیہ و مولاه لف و نشر مرتب فالضمان علی المعلم اجماعا جبے معلم کے مارنے میں صغیر اور غلام کو بدون اذن اس کے باپ اور مالک کے ضمان ہے تو معلم پر در صورت عدم اذن باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہے شارح نے کہا قولہ ابیہ و مولاه میں لف و نشر مرتب ہے وان الضرب باذنہما لا ضمان علی المعلم اجماعا قاتل ہذا رجوع من ابی خنیفہ حرالی قولہا اور اگر مارنا باپ اور مالک کے اذن سے ہے تو معلم پر باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان نہیں بعضوں نے کہا کہ یہ یعنی امام کا یہ قول کہ معلم پر ضمان نہیں باپ کے اذن سے رجوع کرنے ہے امام ابو حنیفہ کا صاحبین کے قول کی طرف ہم تہمہ اور کفایۃ المحبیب میں مذکور ہے کہ اصح یہ ہے کہ امام نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے لیکن اس میں خلل یہ ہے کہ امام اور صاحبین کا خلاف تو ضرب تادیب میں ہے اور یہاں ذکر ہے ضرب تعلیم کا اور تعلیم واجب ہے مقید بسلامت نہیں اور اس میں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحاوی و کذا یضمن زوج امراة ضربا تاویبا لان تادیبا للمولی کذا عواہ المصنف لشرح الجمع للعیس قلنت و ہونی الاشباہ و غیرہا کما قد مناہ اور اسی طرح ضمان دیگا وہ شوہر جس نے اپنی جورو کو مارا تادیب کے واسطے سو وہ مرگئی اس واسطے کہ اس کی تادیب ولی کا حق ہے مصنف نے یہ قول منسوب کیا ہے عینی کی شرح مجمع کی طرف میں کتا ہوں اور یہی قول اشتباہ وغیرہ میں بھی مذکور ہے چنانچہ ہم اس کو مقدم ذکر کر چکے دئی دیات المجتبۃ الزوج و الوسی کا لاب تفصیلا و خلافا فاعلیم الدیۃ و الکفارة و قیل

رجع الامام الی قولہا وتمامہ ثلثہ اور مجتہدین کے باب الدیات میں ہے کہ شوہر اور وصی باپ کے مانند ہے تفصیل اور خلاف امام اور صاحبین میں تو امام کے نزدیک باپ اور زوج اور وصی پر دیت اور کفارہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ امام نے رجوع کیا ہے صاحبین کے قول کی طرف اور اس کا پورا بیان مجتہدین میں ہے قروع مسائل لمحہ شارح کے ضرب امراة فافضاہا فان کانت تسمک بولہا نفیہ ثلث الدیۃ والا فمکمل الدیۃ کسی نے ایک عورت کو مارا سو اس کے صدمہ سے مسک اس کے بول اور حیض کا یا مسلک حیض اور غائظ کا پھٹ کر ایک ہو گیا تو اگر اس کا پیشاب ختم ہو سکتا ہو تو اس میں تہائی دیت ہے اور اگر ختم نہ ہو تو اس میں پوری دیت ہے وان افقن بکرا بالزنا فافضاہا فان مطاوعة حد ولا غرم وان کرہتہ فعلیہ الحد وارش الافضاہ لا العقر حادی القدسی اور اگر ایک مرد نے باکرہ عورت کا ازالہ بکارت کیا زنا سے سو اس کا مسلک بول اور غائظ کا پھٹ کر ایک ہو گیا تو اگر عورت کی رضا مندی سے حرام کاری ہوئی ہو تو مرد اور عورت دونوں پر حد جاری جاوے اور مرد پر مرتب ہے اور اگر عورت بدست کی ہو مرد نے تو مرد پر حد واجب ہے اور خون بہا پیر ڈالنے کا نہ مہر کذا فی الحاوی القدسی قطع الحجام لهما من عینہ وکان غیر حاذق فعمیت فعلیہ نصف الدیۃ اشباہ حجام نے ایک شخص کی آنکھ سے گوشت کی گتھی کاٹی اور وہ ہوشیار تجربہ کار نہ تھا سو آنکھ اس کی اندھی ہو گئی تو حجام پر آنکھ کی نصف دیت ہے کذا فی الاشباہ وذل القینۃ مثل نجم الدین عن صبیۃ سقطت من سطح فانتفخ راسہا فقال کثیر من الجراہ ان شققم راسہا موت فقال واحد منهم ان لم تشقوہ ایوم موت وانا اشقہ دابر اترہا فشقہ فمات بعد یوم او یومین ہل یمنین قتال ملیا ثم قال لا اذا کان الشق باذن وکان الشق معتادا ولم یکن فاحشا خارج الرسم قیل لہ فلو قال ان ماتت فانا فاما من ہل یمنین قال لا انتہی قلت انما لم یعتبر شرط الضمان لما تقر ان شرطہ علی الایمن باطل علی ما علیہ الفتوی انتہی اور قینہ میں ہے کہ نجم الدین سے سوال ہوا اس صغیرہ کے مسئلہ کا جو چھت پر سے گر پڑی سو اس کا سرورہم کر گیا تو بہت جراحتوں نے کہا کہ اگر اس کے سر کو چیر دے تو وہ مر جاوے گی اور ایک جراح نے کہا کہ اگر اس کو نہ چیر دے آج تو وہ مر جاوے گی اور میں سر کو چیر دے گا اور اس کو اچھا کر دوں گا سو اس نے اس کو چیرا تو وہ مر گئی ایک دن یا دو دن کے بعد کیا اس پر ضمان لازم ہو گا یا نہیں سو نجم الدین دینک تامل کیا پھر کہا کہ اس پر ضمان نہیں جب کہ چیرنا اذن سے ہو اور چیزنا عادت کے موافق ہو اور فاحش یعنی رسم اور عادت سے خارج نہ ہو پھر نجم الدین نے کہا گیا کہ اگر جراح نے کہا ہو کہ اگر صغیرہ مر جائے تو میں ضامن ہوں یعنی میرے اوپر اس کا خون نہا ہے تو ضمان دیت کا اس پر لازم ہو گا یا نہیں جواب دیا کہ ضمان لازم نہ ہو گا انتہی السؤال والجواب من القینۃ میں کتا ہو شرط ضمان کی معتبر نہ ہوئی اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ امین پر ضمان کا شرط کرنا باطل ہے موجب قول مفتی کے انتہی کلام المصنف فی شرحہ کشف الظلم

باب الشہادۃ فی القتل

واعتبار حالۃ اسی حالۃ القتل یہ باب ہے قتل کی گواہی اور حالت قتل کے معتبر ہونے میں القود

ثبوت المورثۃ ابتداء بطریق الخلافۃ من غیر سبق ملک المورث لان شرعیۃ القود تشفی

الضرر وورک الثار والمیت لیس باہل لہ قصاص وارثوں کے واسطے ثابت ہوتا ہے سر سے بطریق خلافۃ کے بدون سبقت ملک موقوف

اس واسطے کہ قصاص کا مشروع ہونا تشفی دل اور مطالبہ خون کے حاصل ہونے کے واسطے ہے اور میت اس کا اہل نہیں یعنی تشفی قلب اور مطالبہ خون کا

ہم امام کے نزدیک قصاص کا ثبوت وارثوں کے واسطے ابتدا ہوتا ہے بطریق خلافۃ کے اور صاحبین کے نزدیک بطریق وراثت کے اور فرق دونوں میں یہ ہے کہ وراثت سبقت ملک مورث کی مستند ہے پھر مورث سے وارث کی طرف ملک منتقل ہوتی ہے اور خلافۃ اس کی مستند نہیں تو خلافۃ مراد یہاں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے قائم مقام ہو اس کے فعل کے قائم کرنے میں تو قتل میں جب قاتل نے مقتول پر تعدی کی تو حق یہ تھا کہ مقتول اسی طرح قاتل پر تعدی کرتا لیکن مقتول تو قاتل کے قتل کرنے سے عاجز ہے تو اس کے وارث اس کے قائم مقام ہو گئے بدون اس امر کے کہ مقتول قتل کا مالک ہو یا پھر مالک

نے اُس سے وارثوں کی طرف انتقال کیا کذا فی شرح الوقایہ خلاصہ یہ ہے کہ خلافت حقیقی یہاں مراد نہیں اس واسطے کہ اصل کا قائم ہونا طلب قصاص کے واسطے کہ اصل کا قائم ہونا طلب قصاص کے واسطے عقلاً غیر متصور ہے بلکہ خلافت مجازی مراد ہے یعنی مقابل وراثت و قولہ تعالیٰ فقد جعلنا لولیہ سلطاناً فیہ اور حق تعالیٰ کا یہ قول فقد جعلنا لولیہ سلطاناً صریح ہے اس میں یعنی وراثت کے واسطے ثبوت قصاص کا بطریق خلافت کے ہے نہ بطریق وراثت کے ہم ترجمہ آیت شریفہ کا یہ ہے اور جو مظلوم مارا گیا تو مقرر ہم نے اُس کے وارث کے واسطے مواخذہ یا قصاص کا تسلط ٹھہرا دیا و قال لا بطریق الارث کما لو انقلب مالا اور صاحبین نے کہا کہ ثبوت قصاص کا وارثوں کو بطریق ارث کے ہے جیسے اُس صورت میں جب کہ قصاص منقلب بال ہوجائے یعنی قتل خطایں و ثمرۃ الخلاف ما افادہ بقولہ فلا یصیر احدہم اسی احد الوراثۃ خصماً عن البقیۃ فی استیفاء القصاص خلافاً لہما اور امام اور صاحبین کے خلاف کا شرع وہ ہے جس کو مصنف نے بیان کیا اپنے آئندہ قول سے یعنی جب وارثوں کو ثبوت قصاص کا بطریق میراث کے نہ ہوا تو ایک وارث مخاصم نہ ٹھہر جائیگا باقی وارثوں کی طرف سے استیفاء قصاص میں برخلاف صاحبین کے والا اصل ان کل ما یملکہ الوراثۃ بطریق

وفاقاً حدیم خصم عن الباقین وقائم مقام الكل فی الخصومتہ وما یملکہ الوراثۃ لا بطریق الوراثۃ لا یصیر احدہم خصماً عن الباقین اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کے وارث مالک ہیں بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث مخاصم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اور تمام وارثوں کے قائم مقام ہے خصوصیت میں اور جس چیز کے مالک وارث ہوتے ہیں نہ بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث مخاصم نہیں ہوتا باقی وارثوں کی جانب سے اور خصوصیت میں سب کے قائم مقام نہیں ہوتا ہم جب یہ قاعدہ معلوم ہوا تو اگر ایک وارث نے متروکہ سے کسی چیز کا دعویٰ کیا اور گواہ لایا تو سب وارثوں کا حق ثابت ہو گیا تو باقی وارثوں کو تجدید دعویٰ کی اور گواہ لانے کی حاجت نہیں اور اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک وارث پر کسی چیز کے متروکہ میں سے دعویٰ کیا اور گواہ لایا تو وہ دعویٰ سب وارثوں پر ثابت ہو گیا ہر شخص پر دعویٰ کرنے کی مدی کو حاجت نہیں ثم فرع علیہ بقولہ فلو اقام حجتہ بقتل ابیہ مع غیبتہ اخیرہ یرید القود لا یقتید اجماعاً حتی یحضر الغائب لکنہ یجس لانہ صار متہماً بچہ مصنف نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی بقول خود تو اگر ایک بھائی نے گواہ قائم کیے اپنے باپ کے قتل عمد پر دوسرے بھائی کی غیبت میں قصاص لینے کے واسطے تو حاکم قصاص نہ لے باتفاق غائب کے حاضر ہونے تک لیکن قاتل محبوس رکھا جاویگا اس واسطے کہ وہ مہتم ہو گیا ہم امام کے نزدیک اس واسطے قصاص نہ ہوگا کہ ایک وارث باقی وارثوں کا قائم مقام نہیں ہو سکتا اور صاحبین کے نزدیک عفو غائب کے احتمال سے قصاص نہیں فان حضر الغائب یعنی لیسنا یا یقتل القاتل و قال لا یعیذ پھر اگر غائب بھائی حاضر ہوا تو عادہ حجت کرے دوسرے بھائی قاتل کو قتل کریں اور صاحبین نے کہا کہ عادہ نہ کرے یعنی اس واسطے کہ ان کے نزدیک ملک وراثۃ بطریق میراث کے ہے نہ بطریق خلافت کے ولی القتل الخطا والدین لا یحتاج الی اعادۃ البینۃ بالاجماع لما مر اور دعویٰ قتل خطا اور دین میں اعادہ شہادت کی حاجت نہیں ہے بالاتفاق بدلیل گذشتہ یعنی قتل خطا اور دین کا موجب مال ہے اور مال میں ثبوت ملک بطریق میراث کو ہوتا ہے تو ایک وارث باقی وارثوں کے قائم مقام ہوگا فلو برہن القاتل علی عفو الغائب فالخاص خصم لا یقللہ مالا و سقط القود تو اگر قاتل گواہ لایا وارث غائب کے عفو کر دینے پر تو وارث حاضر مخاصم ٹھہریگا اس واسطے کہ قصاص منقلب بال ہو گیا اور قصاص ساقط ہو گیا

م حاضر اس واسطے خصم ہوا کہ قاتل نے اُس پر حق کا دعویٰ کیا یعنی دعویٰ عفو کے حاضر کا حق قصاص میں ساقط ہو گیا اور قصاص منقلب بال ہو گیا اور یہ ممکن نہیں مگر عفو غائب کے اثبات سے لہذا حاضر غائب کی طرف سے مخاصم ٹھہرا تو جب اُس پر حکم ہو گیا تو غائب پر بغا حکم ہو گیا پھر اگر غائب آئے اور عفو کا انکار کرے اور گواہ غائب ہوں یا مر گئے ہوں تو نصف دیت اُس کا حق ہوگا کذا فی الطحاوی و کذا فی القتل عبدہما عمداً او خطا و الحال ان السیدین احمد ہما غائب فہو علی التفصیل السابق اور اسی طرح اگر دو مالکوں کے ایک غلام کو عمداً یا خطاً قتل کیا اور مالک دو مالکوں میں سے ایک غائب ہے

تو اس کا حکم موجب تفصیل سابق کے ہے۔ یعنی اگر مالک حاضر گواہ لاوے گا تو گواہی مقبول نہ ہوگی بدون اعادہ غائب مالک کے اور اگر قاتل گواہ لاوے گا کہ مالک غائب نے عفو کر دیا ہے تو مالک حاضر غصہ ٹھہریگا اور قصاص ساقط ہو جاوے گا و لو اخبر و لیا قود لعفوا خیرھا۔ ثالث فہو ای اخبارہا عفو للقصاص منہما عملاً بزعمہا اور اگر قصاص کے دو وارثوں نے اپنے تیسرے بھائی کے عفو کرنے کی خبر دی تو ان کا خبر دینا عفو قصاص ہے انھیں دونوں کی طرف سے ان کے گمان پر عمل کرنے کی وجہ سے ہم اس واسطے کہ ایک وارث کے بھی عفو کرنے سے قصاص قائم نہیں رہتا کیوں کہ قصاص قسمت پذیر نہیں وہی ربا عیتہ فالاول ان صدقہا ای المجرین القاتل والاخ الشریک فلا شئی لہ ای للشریک عملاً بتصدیقہ و لہما ثلثا الدیۃ اور اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں سو ایک صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے شریک بھائی نے دونوں مجرم وارثوں کی تصدیق کی تو تیسرے شریک کو دیت میں سے کچھ حصہ نہیں اس کی تصدیق پر عمل کرنے کے سبب اور دونوں مجرم بھائیوں کے واسطے دیت کی دو تہائیاں ہیں ہم اس واسطے کہ دونوں کا حصہ مل ہو گیا اخبار عفو سے واثالی ان کذبہا فلا شئی للمجرین ولا خیرھا ثلث الدیۃ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے بھائی نے دونوں کی تکذیب کی تو دونوں مجرم بھائیوں کا کچھ حصہ نہیں اور تیسرے بھائی کی تہائی دیت ہے واثالث ان صدقہا القاتل و حصہ کل منہم ثلثہا اور تیسری صورت یہ ہے کہ اگر مجرم دونوں بھائیوں کی فقط قاتل نے تصدیق کی یعنی اور تیسرے بھائی نے تکذیب کی تو تینوں بھائیوں کے واسطے تہائی دیت ہے واثالث ان صدقہا والاخ فقط فلہ ثلثہا لان اقرارہ اذہم بتکذیب القاتل ایاہ فوجب لہ ثلث الدیۃ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ مجرم دونوں بھائیوں کی فقط تیسرے بھائی نے تصدیق کی یعنی اور قاتل نے ان کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کو تہائی دیت کی ہے اس واسطے کہ اقرار اس کا مردود ہو گیا قاتل کی تکذیب یعنی جب قاتل نے تیسرے بھائی کی تصدیق کی تو اس کا عفو کرنا ثابت نہ ہوا لہذا ثلث دیت اس کے واسطے واجب ہوئی ہم شایع نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ جب تیسرے بھائی نے مجرمین عفو کی تصدیق کی تو اس کا حق قاتل پر نہ رہا معاف کر دینے کے سبب پھر ثلث دیت کیوں اس کے واسطے واجب ہوئی خلاصہ جواب یہ ہے کہ اس کا اقرار قاتل کی تکذیب کا ثابت نہ رہا اس واسطے مستحق ثلث کا ہوا لکنہ لیرون ذلک الی المجرین استسنا نام ہوا الاصح زیلعی لانہ صار مقراً لہما بما اقر بہ بالقاتل و لیکن ثلث مذکور مجرموں کی طرف پھیرا جاوے گا استحسان کی وجہ سے اور یہی قول اصح ہے کذا فی الزیلعی اس واسطے کہ تیسرا بھائی دونوں مجرم بھائیوں کے واسطے اس مال کا مقرر ہو گیا جس کا قاتل نے اقرار کیا ہم یہ بیان ہے وجہ استحسان کا یعنی جب قاتل نے مجرمین عفو کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کے واسطے ثلث دیت کا اقرار کیا اس واسطے کہ قاتل کے گمان میں جب قصاص ساقط ہو گیا مجرمین کے دعویٰ عفو سے تو تیسرے بھائی کا حصہ منقلب ہوا ہو گیا پھر جب تیسرے بھائی نے مجرمین عفو کی تصدیق کی تو البتہ یہ گمان کیا کہ مجرمین کا حصہ منقلب ہوا ہو گیا تو اس کا مقرر ٹھہرا جس کا قاتل مقرر ہے کذا فی شرح البوقایۃ طحاوی نے کہا نظر اس کا وہ مسئلہ ہے کہ مثلاً زید نے اقرار کیا کہ میرا پر خالہ کے سودر میں پھر خالہ نے کہا کہ وہ درم میرے نہیں ہیں بلکہ محمود کے ہیں تو یہ مال محمود کے واسطے ثابت ہوگا اسی طرح جس ثلث کا قاتل نے تیسرے بھائی کے واسطے اقرار کیا وہ دونوں مجرم بھائیوں کا ٹھہرے گا وان شہدا انہ ضربہ بستی خارج فلم یزل صاحب فراش حتی مات لقیقہ لان اثبات بالبینۃ کا ثابت معایتہ ولایحتاج الشاہدان لقول انہ مات من جراحتہ بزانیہ اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اس کو زخمی کرنے والی چیز سے مارا سو وہ ہمیشہ بستر پر پڑا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاوے گا اس واسطے کہ جو شہادت ثابت ہے وہ اس کے مانند ہے جو مشاہدہ ثابت ہے تو اس کی حاجت نہیں شاہد کو کر یوں کہے کہ مقتول مر گیا اس کے زخم سے کذا فی البزازیہ اس واسطے کہ حکم مضاف ہوتا ہے سبب سابق کی طرف نہ سبب متوہم کی طرف وان اختلف شاہدان قتل فی الزمان او فی المكان او اکتہ او قال احدہما قتلہ بعصا وقال الآخر لم او ربما ذاک قتلہ او شہدا حد ہما علی معایتہ القتل والاخر

علی اقرار القاتل بہ بطلت لان القتل لا یتکرر اور اگر قتل کے دو شاہد اختلاف کریں زمان قتل یا مکان قتل میں یا قتل کے ہتھیار میں مختلف ہوں یا ایک شاہد کہے کہ اُس کو لاش سے مارا اور دوسرا کہے کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ کس ہتھیار مارا ایک شاہد معاذ قتل کی گواہی دے اور دوسرا شاہد قاتل کے اقرار کی گواہی دے تو یہ شہادت باطل ہے اس واسطے کہ قتل دوبارہ نہیں ہو سکتا ہم تو ان صورتوں میں قاتل پر دیت واجب ہوگی اس واسطے کہ قتل عمد کی دیت مدد کا برہنہ نہیں ہوتی وکذا تبطل الشہادۃ لو کمل النصاب فی کل واحد منهما للیقین القاضی بکذب احد الفریقین ولا اولویۃ اور اسی طرح شہادت باطل ہوگی اگر شہادت کی نصاب شقیں کی ہر واحد میں پوری ہو اس واسطے کہ قاضی کو ایک فریق کا کاذب ہونا بالیقین ثابت ہے اور کسی فریق کے واسطے اولویت اور ترجیح ثابت نہیں کہ ایک قبول ہو اور دوسری مردود و لو کمل احد الفریقین دون الاخر قبل الکامل منهما لعدم المعارضہ اور اگر ایک فریق میں نصاب شہادت کی پوری ہو گئی نہ دوسری فریق میں تو نصاب کامل مقبول ہوگی عدم معارض کے سبب یعنی اگر مثلاً زمان قتل میں خلاف ہوا اور ایک طرف دو شاہد ہیں اور دوسری طرف ایک شاہد تو دو شاہدوں کی گواہی مقبول ہوگی و لو شہدا بقتلہ قالوا جملنا آلہ تخب الدنۃ فی مالہ فی ثلاث سنین شربنا لہ استمنا حملاً علی الادی و ہوالدۃ و کانت فی مالہ لان الاصل فی الفعل العمد اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کسی کے قتل کی اور انہوں نے کہا کہ ہم کو قتل کا ہتھیار معلوم نہیں تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہوگی تین سال کے اندر کہ فی الشربنا لہ بدل استمنا لکتر پر محمول کرنے کے سبب اور موجبات قتل میں کمتر تو دیت ہے اور دیت قاتل کے مال میں واجب ہوگی اس واسطے کہ فعل میں فاعل کا عمد کرنا اصل ہے نہ خطا ہم قیاس یہاں یہ تھا کہ شہادت مقبول نہ ہوتی بسبب جہالت قتل کے ہتھیار کے محمول ہونے سے لیکن بدل استمنا اور ناموجب قتل پر محمول کیا اور شاہدین کا اظہار جہالت غفلت پر محمول نہ ہوا بلکہ اس پر محمول کیا باعتبار حسن ظن کے کہ انہوں نے عقوبت مل جانے پر جو شرعاً مسیحہ بخش کی وان اقر کل واحد منهما اسی من الرجلین اذ قتله وقال الولی قتلتما جمیعاً لہ قتلہما عملاً باقرار ہما اور اگر دو مردوں میں سے ہر مرد یہ اقرار کیا کہ میں نے اُس کو قتل کیا اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تم دونوں نے اُس کو قتل کیا ہے تو وارث کو دونوں کا قتل کرنا جائز ہے ان کے اقرار پر عمل کرنے کے سبب و لو کان مکان الاقرار والمسئلۃ بما لہا شہادۃ لغت الشہادتان لان التکذیب تفسیق وفسق الشہادۃ تبطل شہادۃ المستقلا بطل الاقرار اور اگر مسئلہ سابقہ میں بجائے اقرار کے شہادت ہو تو دونوں گواہیاں لغو ہو جائیں گی اس واسطے کہ باہم گواہوں کی تکذیب قاسق کہنا ہے گواہوں کا اور گواہ کا قاسق ہونا اُس کی گواہی کو باطل کرتا ہے لیکن مفکر قاسق اُس کے اقرار کو باطل نہیں کرتا یعنی اس واسطے مسئلہ سابقہ میں اقرار لغو نہ ٹھہرا و لو قال الولی فی صورۃ الاقرار السابقۃ قتلنا لیس لہ ان لقتل واحد منهما لان تصدیقہ بانفراد کل بقتلہ وحدہ اقرار بان الاخر لم یقتلہ بخلاف قولہ قتلتما لانه دعوی القتل بالتصدیق فیتلہما باقرار ہما زلیعی اور اگر وارث مقتول نے اقرار کی صورت سابقہ میں کہا کہ تم دونوں صادق ہو اقرار قتل میں تو وارث کو دونوں مقروں میں سے ایک مقرر کا بھی قتل کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ وارث کی تصدیق ہر مقرر کے تنہا قتل کہنے کی اقرار ہے اس کا کہ دوسرے نے اُس کو قتل نہیں کیا یعنی تو درحقیقت دونوں کا کذب ٹھہرا بخلاف اُس قول کے جو وارث نے کہا تھا کہ تم دونوں نے اُس کو قتل کیا ہے اس واسطے کہ وہ قول قتل کا دعوی ہے بدون تصدیق کے تو اُس صورت میں وارث دونوں کو قتل کرے گا ان کے اقرار کے سبب کذا فی الزلیعی و لو اقر رجل بانہ قتلہ قامت البینۃ علی آخرانہ قتلہ قال الولی قتلہ کلا ہما کان لہ لول قتل المقروون المشہود علیہ لان فیہ تکذیباً لبعض موجبہا مراد اگر ایک مرد نے اقرار کیا کہ میں نے مقتول کو مارا ہے اور گواہ قائم ہوئے اُس پر کہ دوسرے شخص نے اُس کو قتل کیا ہے اور وارث نے کہا کہ مقرر و مشہود علیہ دونوں نے اُس کو قتل کیا ہے تو وارث کو مقرر کا قتل کرنا جائز ہے نہ مشہود علیہ کا اس واسطے کہ اس میں بعض موجب مشہود یہ کی تکذیب ہے چنانچہ عنقریب گذر گیا ہم موجب مشہود یہ افراد ہے یعنی شہادت اس پر قائم ہوئی

ہے کہ غیر مقررہ شخص نے اس کو تنہا قتل کیا ہے اور وارث قتل بالاشترک کا قائل ہے تو تکذیب شامدون کی ہوئی انفرادی اور تکذیب تفسیق سے شامدون کی اور تفسیق مبطل شہادت ہے ولو قال الولی لاحد المقرین صدقت انت قتلہ وحدک کان لہ قتلہ تصادقما علی وجوب القتل علیہ حصہ اور اگر وارث نے دو اقرار کرنے والوں میں سے ایک اقرار کرنے والے سے کہا کہ تو سچا ہے تو ہی نے اس کو تنہا قتل کیا ہے تو وارث کو اس مقررہ قتل کرنا جائز ہے اس واسطے کہ فقط مقررہ قتل واجب ہونے پر وارث اور مقررہ دونوں نے اتفاق کیا ہے باہم کے تصادق سے کہا لو قال ذلک لاحد المشہود علیہا کان لہ قتلہ لعدم تکذیبہ بشہودہ علیہ واما کذب الآخرین چنانچہ اگر ولی نے اسی طرح دونوں سے ایک مشہود علیہ سے کہا تو وارث کو اس مشہود علیہ کا قتل کرنا جائز ہے اس واسطے کہ اس نے مشہود علیہ کے گواہوں کی تکذیب نہیں کی اس نے تو اور گواہوں کی تکذیب کی وکذا حکم الخطاء فی کل ما ذکر ذکرہ الزلیعی اور اسی طرح یعنی قتل عمد کے مانند قتل خطا کا حکم ہے ہر ایک امر مذکور میں ایسا ذکر کیا ہے زلیعی نے لیکر عمد میں قتل واجب ہوا تھا اور خطا میں دیت واجب ہوگی شہدا علی رجل بقتلہ خطا وحکم بالبدیۃ علی العاقلۃ فجاء المشہود بقتلہ حیاضاً من العاقلۃ الولی لقبضہ الدیۃ بلا حق او الشہود ورجعوا اے الشہود علیہ لولی تمکم المضمون الذی فی ید الولی دو گواہوں نے ایک مرد کے قتل خطا پر گواہی دی اور دیت دینے کا قاتل کے مددگاروں پر حکم ہو گیا پھر جس کے مقتول ہونے کی گواہی دی گئی تھی زندہ آیا تو قاتل کے مددگار مقتول ہونے کے وارث سے دیت کا تاوان لیں اس واسطے کہ وارث نے ناحق دیت لی یا گواہوں کا تاوان لیں اور گواہ وارث سے بھریں اس واسطے کہ گواہ مالک دیت دے کر اس مال مضمون کے جو وارث کے ہاتھ میں ہے والشہادۃ علی القتل العمد فی ہذا حکم کا لفظ جارحاً یا بخیر الوارثۃ بین تضرعین الولی الدیۃ او الشہود الا فی الرجوع فلا رجوع للشہود علی الولی لانہم اوجہ الہ القود وہو لیس بمال وقال یرجعون کا لفظ جارحاً اس حکم پر قتل عمد پر گواہی قتل خطا کی گواہی کے مانند ہے پھر جب کہ مقتول مفروض زندہ آوے گا تو قتل عمد کے مشہود علیہ کے وارث مختار ہیں اس میں کہ مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا ضمان لیں یا گواہوں سے تاوان لیں مگر رجوع میں عمد اور خطا برابر نہیں تو مقتول مفروض کے وارث سے گواہوں کو دیت کا پھیر لینا جائز نہیں اس لیے کہ گواہوں نے وارث مذکور کے لیے قصاص لینا واجب کر دیا تھا اور حالانکہ قصاص مال نہیں اور حاجیہ نے کہا کہ گواہ وارث سے دیت پھیر لیں گے قتل خطا کے مانند مقتول مفروض کے وارث کو دیت لینا جائز ہوا نہ قصاص اس واسطے کہ حاکم کے حکم سے شبہ واقع ہو گیا اور شبہ قصاص کا مسقط ہے کذا فی الطحاوی ولو شہدا علی اقرارہ اسی اقرار القاتل بالخطا او العمد ثم جارحاً او شہدا علی شہادۃ غیرہما فی الخطا و قضی بالبدیۃ علی العاقلۃ ثم جارحاً لم یضئنا اذ لم یظہر کذبہما فی شہادتهما ومن الولی الدیۃ فی الصورتین للعاقبۃ اذ ظہر انہما متہم بغیر حق اور اگر دو گواہوں نے قتل عمد یا قتل خطا کے قاتل کے اقرار پر گواہی دی پھر مقتول مفروض زندہ آیا یا گواہوں نے اقرار کی شہادت پر گواہی دی قتل خطا میں اور قاتل کے مددگاروں پر دیت دینے کا حکم دیا یعنی قتل خطا میں اور قصاص کا حکم دیا قتل عمد میں کہ فی الطحاوی پھر وہ شخص زندہ آیا تو گواہوں پر تاوان نہیں اس واسطے کہ گواہی میں ان کا جھوٹ ظاہر نہیں ہوا اور مقتول مفروض کا وارث دونوں صورتوں میں قاتل کے مددگاروں کو دیت کا ضمان دے اس واسطے کہ ظاہر ہو گیا اس کے زندہ ہونے سے کہ اس کے وارث نے مددگاروں کو ناحق خون بہایا والمعتبر حالۃ المری فی حق المل والفقان لا الوصول اور حلال ہونے اور ضمان کی لازم ہونے میں تیر اندازی کی حالت معتبر تیر لگنے کی حالت میں اس واسطے کہ لزوم ضمان فعل کے سبب ہوتا ہے تیر مارنا اس واسطے کہ تیر کا مارنا ہی تو انسان کی تحت قدرت میں ہے نہ تیر کا لگنا کیونکہ تیر چھوٹے کے بعد آدمی کا اصلاً اختیار باقی نہیں رہتا تو تیر انداز قاتل ٹھہر گیا تیر اندازی کی حالت سے فقط کذا فی الطحاوی وحینئذ فجب الدیۃ مالہ یوقط القود للشیبۃ برد المری الیہ قبل الوصول وقال لا شتی علیہ ورجب کہ تیر اندازی کی حالت فقط معتبر ہوئی تو دیت واجب ہوگی تیر اندازی

کے مال میں اور قصاص ساقط ہوگا بسبب شبہہ کے اس شخص کے مرتد ہوجانے سے جو تیر لگنے سے پہلے مرتد ہو گیا اور صاحبین نے کہا کہ یہ تیر انداز پر دیت اور قصاص کچھ لازم نہیں م صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً زید نے خالد کی طرف تیر پھینکا اور تیر اندازی کے وقت خالد مسلمان تھا لیکن تیر لگنے سے پہلے وہ مرتد ہو گیا تو امام کے نزدیک زید پر دیت اس کی واجب اس واسطے کہ تیر اندازی کا وقت معتبر ہے نہ وصول کا اور تیر اندازی کے حال میں وہ مسلمان محفوظ الدم تھا اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ تلف واقع ہوا اس محل میں جہاں عصمت نہیں اور اتلاف غیر معصوم سے کچھ لازم نہیں آتا ولا تجب دیۃ المرمی الیہ باسلامہ بالاجماع اور دیت مرمی الیہ کی اس کے مسلمان ہوجانے سے باتفاق امام اور صاحبین کے واجب نہیں م یعنی کافر کی طرف تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ اسلام لایا تو اس کی دیت واجب نہیں اس واسطے کہ تیر اندازی کی حالت کا اعتبار ہے اور اس حالت میں اس کا خون مباح تھا نہ معصوم و تجب القیمۃ لبقیۃ بعد المرمی قبل الاصابۃ اور قیمت واجب ہوگی غلام کے آزاد ہوجانے سے بعد تیر مارنے قبل از وصول کے م یعنی تیر مارنے کے وقت غلام تھا پھر وہ آزاد ہو گیا تیر کے لگنے سے پہلے تو تیر انداز پر غلام کی قیمت کا واجب ہوگی نہ خون ہوا آزاد کا اس واسطے کہ حالت تیر اندازی کا اعتبار ہے نہ تیر لگ جانے کا و یجب الجزاء علی محرم مری صیداً فکل فوصل لا علی حلال رہا فاحرم فوصل اور بدلا واجب ہے اس محرم پر جس نے حالت احرام میں شکار کی طرف تیر پھوڑا پھر اس نے احرام ترک کیا پھر اس کے بعد تیر شکار کو لگا اور اس غیر محرم پر بدلا واجب نہیں جس نے شکار کو تیر مارا پھر اس نے احرام باندھا پھر شکار کو تیر لگا ولا یضمن من مری مقصدا علیہ برجم فوج شاہدہ فوصل اور اس شخص پر ضمان لازم نہیں جس نے اس شخص کو تیر مارا جس کے سنگسار کرنے پر قاضی کا حکم ہو گیا پھر اس کی زنا کاری کا شاہد گواہی سے پھر گیا پھر اس کے بعد اس کو تیر لگا م ایک شاہد کے رجوع کو مصنف نے بیان کیا اس واسطے کہ چار گواہوں میں سے ایک کا بھی رجوع کرنا حد کو مال دیتا ہے کذا فی الطحاوی و حل صید رہا مسلم فتجب فوصل اور حلال ہے وہ شکار جس کو مسلمان نے تیر سے مارا پھر مسلمان مجوسی ہو گیا بعد اس کے تیر شکار کو لگا لایکل رہا مجوسی فاسلم فوصل لما عرفت ان المعتبر حالۃ المرمی حلال نہیں وہ شکار جس کی طرف مجوسی نے تیر پھینکا پھر مجوسی مسلمان ہو گیا بعد اس کے تیر شکار کو لگا اس واسطے کہ تو معلوم کر چکا ہے کہ تیر اندازی کی حالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی م یہ دلیل ہے جمیع مسائل سابقہ کی تغزیۃ مسائل حیرت انگیز ہیں بطور پہلی کے اسی جان لومات مجنبہ فعلیہ نصف الدیۃ ولو عاش فالدیۃ نقل ختان قطع الخشفۃ باذن ابیہ کون جنایت گر ہے اگر جنایت کر وہ مر جائے تو اس پر نصف دیت ہے اور اگر زندہ رہے تو پوری دیت ہے تو اس کا جواب دے کہ وہ ختنہ کرنے والا ہے جس نے صغیر کی سبب سے باری قطع کر ڈالی اس کے باپ کی اجازت سے یعنی باپ نے ختنہ کرنے کی اجازت دی سو اس نے خطا سے باری قطع کر ڈالی یہ مسئلہ چند بار مذکور ہو چکا اسی انسان لقطع اذ نہ تجب نصف الدیۃ و لقطع راسہ نصف عشر یا نقل نہیں خرج راسہ فقط فعلیہ الغرۃ کون آدمی ہے جس کے کان کاٹنے سے نصف دیت واجب ہے اور اس کے سر کاٹنے سے دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے تو جواب دے کہ بیٹ کا وہ بچہ جبکہ فقط سر نکلا سو اس کو قطع کیا تو اس میں غرہ ہے یعنی پانسو دینار م دیت سے مراد دیت نفس ہے اور نصف دیت پانسو دینار ہے اور اس کا بیسواں حصہ ۵۰ دینار ہے قطع گوش میں نصف دیت اس وقت ہے جب کہ بچہ قطع کے بعد مردہ نکلے زندہ کذا فی الطحاوی اسی شیء یجب بالتلافۃ دیۃ و ثلثۃ اخماسا نقل دیۃ الاسنان اشباہ کون چیز ہے جس کے تلف کرنے سے پوری دیت اور دیت کے تین پانچویں حصے واجب ہیں تو جواب دے کہ یہ دانتوں کی دیت ہے کذا فی الاشباہ م اس کا بیان کتاب الدیات میں مفصل آدے گا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الحلیم



کتاب الدیات

یہ کتاب ہے اقسام دیت کے مسائل میں الدیۃ فی الشرع اسم للمال الذی ہو بدل النفس لاسم للمفعول بالمصدر لانه من المنقولات الشرعیۃ دیت یعنی خونہا اصطلاح شرع میں اس مال کا ناکہ ہے جو جان کا بدلہ ہے اور یہ نہیں ہے کہ دیت مصدر ہے بمعنی مفعول اس واسطے کہ دیت منقولات شرعیہ سے ہے یعنی اطلاق دیت کا مال پر حقیقت عرفی ہے فقہاء کے نزدیک لغت میں دیت مصدر ہے مانند عدت کے وزن اور تعلیل میں عینی نے کہا کہ آدمی یا عفو آدمی کے عوض کا نام دیت ہے اور مال کے عوض کا ناکہ قیمت ہے والا رش اسم للواجب فیما دون النفس ادا رش اس مال کا ناکہ ہے جو سوائے جان کے عضو آدمی کے بدلے واجب ہو م اور گاہے نفس کو بھی رش بولتے ہیں لیکن استعمال اکثر یہی ہے جو شارح نے بیان کی وہیہ شبہ العمدۃ من الابل ارباعاً من بنت مخاض و بنت لبون و حقہ الی جذعہ باوخال الغایۃ اور دیت شبہ عمدہ کی سواونٹیاں ہیں چار قسم کی یعنی ۲۵ پوری یکسالہ اونٹیاں اور ۲۵ پوری دو سالہ اور ۲۵ پوری سہ سالہ اور ۲۵ پوری چار سالہ وہی الدیۃ المغلطۃ لا غیر اور یہی دیت مغلطہ ہے نہ سوائے اس کے م یعنی اس کے سوا چاندی سونے سے شبہ عمدہ کی دیت نہیں شرعاً لہذا میں ہے کہ اگر اونٹوں کے سوا بھی اور چیز سے دیت جائز ہوتی تو تغلیظ کا فائدہ باقی نہ رہتا والدیۃ فی الخطأ خمساً من ابن مخاض اور قتل خطا کی دیت سواونٹ ہیں پانچ قسم کے اقسام اربعہ مذکورہ اور ابن مخاض سے م یعنی ۲۰ اونٹیاں یکسالہ اور ۲۰ دو سالہ اور ۲۰ سہ سالہ اور ۲۰ چار سالہ اور ۲۰ اونٹ زرپورے یکسال کے اوالف دینار من الذہب او عشرين الف درہم من الورق یا دیت قتل خطا کی ہزار دینار ہیں سونے کے یا دس ہزار درہم ہیں چاندی کے م قاتل کو اختیار ہے خواہ اونٹ دے خواہ دینار خواہ درہم لیکن شبہ عمدہ میں اختیار نہیں وقال الشافعی اثنا عشر الفا درہم شافعی نے کہا کہ بارہ ہزار درہم دیت ہے وقال منہا من البقر مائۃ بقرة ومن الغنم الفاشۃ ومن الحبل مائۃ حلة کل حلة ثوبان ازار و درہم ہوا مختار اور صاحبین نے کہا دیت خطا کی اشیاء مذکورہ سے اور گائے بیل سے دو سو دیت ہے اور بھڑو بکری سے دو ہزار بکریاں اور رخت پوشیدنی سے دو سو جوڑے ہر جوڑے میں دو کپڑے تہ بند اور چادر بھی قول مختار ہے جوڑے کے اندازے میں اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے زمانے میں جوڑے نہیں اور سداہل ہے یعنی کرتا اور باجامم بران میں ہے کہ قیمت ہر گائے بیل کی ۵۰ درہم ہیں اور اس کی قدر ہر جوڑے کی قیمت اور ہر بکری کی قیمت ۵ درہم ہے و کفار تہما اے الخطاء و شبہ العمدۃ عتق فتن مومن فان عجز عنہ صام شہرین ولا ادوا اطعام فیہا اذ لم یرد بہ النص والمقادیر توفیقیۃ اور کفار قتل خطا اور شبہ عمدہ کا محک مسلمان کا آزاد کرنا ہے پھر اگر قاتل آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے پورے روزے رکھے اور ان دونوں کے کفارہ میں ۶۰ مسکین کا کھانا دینا جائز نہیں اس واسطے کہ نص قرآنی اس میں وارد نہیں ہے اور مقدرات مذکورہ توفیقی ہیں یعنی نص شارح اندازہ ثابت ہوتا ہے اس میں قیاس مجتہد کو مطلقاً دخل نہیں و صح اعتاق رخص

۱۲ ایک نسخہ میں عتق کے بعد رقبہ بھی ہے

احد الوسمین لانه مسلم تبعاً لا المجتہین اور صحیح ہے آزاد کرنا اس غلام شیر خوار کا جس کا باپ یا ماں مسلمان ہے اس واسطے کہ وہ مسلمان ہے باپ یا ماں کا ساتھ دے کر نہ بچہ شکمی یعنی بچہ شکمی کا آزاد کرنا کفارہ میں صحیح نہیں و دیت المرأة علی النصف من دیت الرجل فنی دیت النفس و ما دونها ردی ذلک عن علی رضی اللہ عنہ موقوفاً و مرفوعاً اور عورت کی دیت نصفاً نصف پر ہے مرد کی دیت سے جان کی دیت میں بھی اوزجان کے سوا اعضا کی دیت میں بھی یہ مردی ہے علی رضی اللہ عنہ سے بروایت موقوف بھی اور مرفوع بھی مرفوع بروایت موقوف سنن بیہقی میں ہے عن ابراہیم النخعی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال عقل المرأة علی النصف من عقل الرجل فی النفس و فی ما دونها اور روایت مرفوع بھی بیہقی میں ہے عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیت المرأة علی النصف من دیت الرجل کذا فی شرح البدایہ للعینی والذی والمتامن و المسلم فی الدیت سوا عرلاً فالشافعی و صحیح فی الجوهرة انه لا دیت فی المتامن و اقرہ فی الشربذلیہ لکن بالتسویۃ جزم فی الاختیار و صحیح الزلیعہ اور کا فز مطیع الاسلام اور متامن یعنی جو کہ فرجی و اد الاسلام میں آوے پناہ لے کر اور مسلمان دیت میں برابر میں برخلاف شافعی کے اور جو ہرہ میں اس کی تصحیح کی ہے کہ متامن میں دیت نہیں ہے اور شربذلیہ میں اس کو ثابت رکھا ہے لیکن اختیار میں ذمی اور متامن اور مسلم کے برابر ہونے پر یقین کیا ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے زیلعی نے فی النفس خبر المبتداء و ہو قولہ الا فی الدیت اور جان میں یعنی جان کے قتل خطا میں دیت ہے شارح نے کہا کہ فی النفس اور اسی طرح اس کی جمیع معطوفات خبر ہیں اگلی مبتدا کی یعنی دیت کی والالف و مارہ و ارنبہ و قیل فی الدیت حکومت عدل علی الصحیح اور ناک میں اور ناک کے زم منتقون میں اور ناک کی نوک قطع کر ڈالنے میں پوری دیت ہے اور بعضوں نے کہا کہ سر بینی کے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے بنا بر قول صحیح کے والذکر و الحشفۃ اور آلتہ تناسل اور سر ذکر کے قطع کر ڈالنے میں پوری دیت واجب ہے م قطع زبان اور قطع بینی کی پوری دیت میں حدیث ثابت ہے اور باقی اعضا کا ان پر قیاس ہے مبسوط میں ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان کے اعضا میں سے اگر عضو مفرد ہے تو اس میں کمال دیت ہے اور اگر دو عضو ہیں تو دونوں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں نصف دیت ہے اور اگر چارہ عضو ہیں تو چاروں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں چوتھائی دیت ہے اور اگر آدمی میں دس عضو ہیں چنانچہ ہاتھ کی دس انگلیاں تو سب کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع سے دو اہل حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی العینی والعقل و السمع والبصر واللسان ان منع النطق افاد ان فی لسان الاخرس حکومت عدل جوہرۃ و ہذا ساقط من نسخ الشرح فتنہ اور ازالہ عقل اور سوچنے اور دیکھنے اور دیکھنے میں اور قطع زبان میں دیت ہے بشرطیکہ قطع زبان بولنے کا مانع ہو گیا ہو شارح نے کہا مصنف نے منع نطق کی شرط سے اشارہ کر دیا کہ گوئی کی زبان قطع کر ڈالنے میں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا فی الجوهرة اور عبارت مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے تو آگاہ رہیو قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب اعضا کی جنس منفعت علی وجہ الکمال فوت ہو جائے یا آدمی کا حسن و جمال علی وجہ الکمال زائل ہو جائے تو پوری دیت واجب ہوتی ہے منفعت اور جمال میں کمال کی قید اس واسطے لگائی کہ عضو ناقص کے فوت ہونے میں چنانچہ گوئی کی قطع زبان میں پوری دیت واجب نہیں اس لئے کہ جنس منفعت اور جمال علی وجہ الکمال فوت نہیں ہوا اور اسی طرح خصی اور نامرد کے

۱۱۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا دیت عورت کی نصف ہے بہ نسبت دیت مرد کے نفس میں اور نفس سے کم میرا

۱۲۔ معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیت عورت کی نصف ہے دیت مرد سے ۱۲

قطع آرتناسل میں اور شل ہاتھ اور لنگڑے پاؤں کے قطع میں اور چشم کور اور دندان سیاہ میں نہ قصاص واجب ہے محمد میں نہ خونہا خطا میں بلکہ اس میں حکومت عدل ہے ابن ابی شیبہ کے مصنف میں روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے سر میں پتھر مارا زندہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں تو اس کا سمع اور زبان اور آلہ تناسل جاتا رہا تو وہ عورت کے ساتھ قربت نہیں کر سکتا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے چارہ قول کا حکم کیا کذا فی المعنی اومنع اداء اکثر الحروف والاقسمت الدیۃ علی عدد حروف الہجاء الثمانیۃ والعشرون او حروف اللسان الستۃ عشر تیسماں فاصاب الفانت یرمہ وتماہر فی شرح الوہبانیۃ وغیرہ یا پوری دیت قطع زبان میں اس وقت ہے جب کہ قطع اکثر حروف کے ادا کرنے کا مانع ہو اور اگر حروف ادا ہوتے ہوں اور بعض نہ ادا ہوتے ہوں تو دیت کی قسمت ہوگی ابجد کے ۲۸ حروف کے شمار پر یا فقط زبان کے سولہ حروف پر دیت مقسوم ہوگی اس میں دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہے سو جس قدر کہ دیت فوت ہو جانے والے حرف کو پہنچے گی اسی قدر جانی کو لازم ہوگی اور اس کا پورا بیان شرح وہبانیۃ وغیرہ میں مذکور ہے منع اکثر حروف پر کل دیت لازم ہونا قول ضعیف ہے قول اصح یہ ہے کہ اگر نصف حروف کا نقصان ہو تو نصف دیت واجب ہے اور اگر ثلث یا ربع کا نقصان ہے تو ثلث یا ربع دیت واجب ہے اور اصل اس میں یہ ہے کہ علی مرتضیٰ کے زمانہ میں ایک شخص نے دوسرے کی قدرے زبان کاٹ ڈالی تھی سو اس سے حروف پڑھائے گئے جو حرف اس سے نہ نکلا بقدر اس کے دیت کا حکم کیا کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر اور زبان کے خاص سولہ حرف یہ ہیں ت ت ج ذ ز س ش ص ض ط ظ ل ن ی کذا فی المطاویٰ ولحیۃ حلقۃ فلم تنبت اور اس ڈاڑھی میں جو مونڈی گئی پھر اس کے بال نہ جھے پوری دیت ہے م اس واسطے کہ ازالہ ریش سے مرد کا جمال علی الکمال جاتا رہتا ہے اور عورت کی ڈاڑھی مونڈنے میں کچھ دیت نہیں اور مونڈنے سے مطلق ازالہ مراد ہے ولو عمل سنۃ فان مات فیہا بری اور وجوب دیت میں سال بھر کی مدت مقرر ہوتی ہے پھر اگر وہ شخص سال بھر میں مر گیا تو مونڈنے والا ڈاڑھی کا بری الذمہ ہو گیا دیت کے دینے سے وہی نقصان نصف الدیۃ و فیما دونہ حکومت عدل کشارب ولحیۃ عبد فی الصبح اور آدھی ڈاڑھی مونڈنے میں آدھی دیت ہے اور آدھی سے کم مونڈنے میں حکومت عدل ہے جیسے موچہ میں اور غلام کی ڈاڑھی مونڈنے میں حکومت عدل واجب ہے قول صحیح میں ولا شئی فی نیمیۃ کوی علی ذقۃ شعرات معدودۃ ولو علی خذہ ایضا و لکنہ غیر متصل فحکومت عدل ولو متصلا فکل الدیۃ اور کچھ لازم نہیں اس کھو سے کی ڈاڑھی مونڈنے میں جس کی ٹھڈی پر گنتی کے چذابال ہیں اور اگر اس کے رخساروں پر بھی بال ہوں و لیکن متصل نہ ہوں تو اس میں حکومت عدل ہے اور اگر رخسار اور ذقن کے بال متصل ہوں تو پوری دیت واجب ہے وشعر الرأس کذلک ای اذا حلق ولم یثبت کفاروی عن علی رضی اللہ عنہ وعند الشافعی فیہا حکومت عدل اور سر کے بالوں کا یہی حکم ہے یعنی جب کہ سر کے بال پر درود زبردستی سے کوئی مونڈ ڈالے اور سال کے اندر نہ جھیں تو پوری دیت واجب ہے یہ حکم مروی ہے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی کے نزدیک اس میں حکومت عدل ہے واعلم انہ لا قصاص فی الشعر مطلقا ولومات قبل تمام السنۃ ولم یثبت فلا شئی علیہ کشر صدر وساعد وساق اور معلوم کر کہ بالوں میں مطلقا قصاص نہیں اگرچہ جنایت عمدتا ہو اور اگر وہ شخص مر گیا سال پورے ہونے سے پہلے اور بال نہ جھیں تو جانی پر کچھ لازم نہیں ہے سو اسے تعزیر کے کذا فی المطاویٰ جیسے صدر اور ساعد اور ساق کے بال مونڈ ڈالنے میں قصاص نہیں والعیین والیسقین و الحاجین والرحلین والاقنین والایسین اے الخفین و ثیابی المرأة و علیہا والایتین اذا اسلما والافحکومت عدل اور دونوں آنکھوں اور دونوں ہونٹوں اور دونوں بھوڑوں اور دونوں پاؤں اور دونوں کانوں اور دونوں فوطوں اور عورتوں

کی دونوں چاتیں اور چاتوں کی دونوں گھنڈیوں میں اور دونوں چوڑوں میں پوری دیت واجب ہے بشرطیکہ چوڑوں کو بالکل قطع کر ڈالے اور اگر تھوڑا قطع کیا تو اس میں حکومت عدل واجب ہے وکذا فرج المرأة من الجانبین الدیۃ و فی ثدی الرجل حکومت عدل اور اس طرح عورت کی شرمگاہ دونوں جانب سے قطع کرنے میں پوری دیت ہے اور مرد کی پستان کاٹنے میں دیت نہیں حکومت عدل سے قطع شرمگاہ عورت میں استیصال شرط ہے کہ بڑی تک پہنچے اور نہیں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الطحاوی و فی کل واحد من ہذہ الاشیاء المزدوجۃ نصف الدیۃ اور ان دو ہری چیزوں میں سے ایک چیز کے قطع میں نصف دیت واجب ہے یعنی ایک آنکھ یا ایک ہونٹ یا ایک بھوٹ یا ایک پاؤں یا ایک کان یا ایک فوطہ یا ایک پستان یا ایک گھنڈی پستان کی یا ایک چوڑے کاٹنے میں نصف دیت ہے و فی اشعار العینین الاربعۃ جمع شفرۃ بضم شین وفتح الجفن والحدب الدیۃ اذا قلعا ولم تنبت اور آنکھ کے چاروں پلوں میں سے بالوں میں پوری دیت ہے بشرطیکہ پلوں کے بال جڑ سے اکھڑیں اور پھر نہ جھیں شارح نے کہا اشعار جمع ہے شفرۃ کی بضم شین اور فتح بھی اس کا جائز ہے شفرۃ عبارت ہے پلک سے یا پلک کے بالوں سے مطلق شفرۃ کا پلک پر حقیقت ہے اور پلک کے بالوں پر مجاز ہے اور دونوں میں سے جو مراد لیجیے مطلب صحیح ہے اس واسطے کہ پلوں اور ان کے بالوں میں پوری دیت ہے کیونکہ دونوں میں آنکھ کی منفعت اور جمال علی الکمال ہے و فی احدہما رجل اور ایک پلک میں چوتھائی دیت واجب ہے مگر آنکھ میں دو پلک ہیں ایک نیچے اور ایک اوپر تو دونوں آنکھوں میں چار پلک ہیں و لو قطع جفون اشعار ماضیۃ واحدة لانما کشی واحد اور اگر قطع ہوں پلک ان کے بالوں کے ساتھ تو ایک ہی دیت ہے اس واسطے کہ پلک اور ان کے بال ایک چیز کے مانند ہیں مگر شارح کو یوں کہنا واضح تر تھا جفون باشعار کذا فی الطحاوی و فی جفن لا شعر علیہ حکومت عدل مکن المعتمدان فی کل دیتۃ کاملۃ جفنا و شعرا اور اس پلک میں جس پر بال نہیں حکومت عدل ہے لیکن معتد قول یہ ہے کہ ہر ایک میں پوری دیت ہے خواہ پلک ہو یا اس کے بال مخطاوی نے کہا غایۃ البیان میں یوں ہے کہ جس پلک میں بال نہیں اس میں حکومت عدل مجھ کو معلوم نہیں کہ سوائے شارح کے قول معتد مذکور کو کس نے بیان کیا ہے اور ایک نسخہ میں بجائے شفرۃ کے شفرۃ بالفارسی و فی کل اصبع من اصابع الیدین والعشیرۃ اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر انگلی میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی سو دینار یا ہزار درہم یا دس اونٹ م ابو داؤد و ابن ابی نعیم میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انگلیاں برابر ہیں ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں کذا فی ابی نعیم و ما فیہا مفصل یعنی احد ثلاث دیتۃ الا اصبع ونصفہا اسے نصف دیتۃ الا اصبع لو فیہا مفصلان کالاسام اور جس انگلی میں مفصل اور جوڑتین ہیں تو ایک مفصل کے قطع میں انگلی کی تہائی دیت واجب ہے اور انگلی کی نصف دیت ہے اگر انگلی میں دو جوڑتین چنانچہ انگلی میں و فی کل سن یعنی من الرجل از دیتۃ سن المرأة نصف دیتۃ الرجل جوہرۃ خمس من الابل او خمسون دیناراً او خمسائۃ درہم اور ہر دانت میں پانچ اونٹ یا پچاس دینار یا پانسو درہم دیت ہے شارح نے کہا دانت سے مرد کا دانت مراد ہے اس واسطے کہ عورت کے دانت کی دیت مرد کے دانت کی دیت سے آدھی ہے لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام فی کل سن خمس من الابل یعنی نصف عشر دیتۃ لوہر او نصف عشر قیمۃ لو عدا دیت مذکور ثابت ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ ہر دانت میں پانچ اونٹ ہیں یعنی اگر آزاد ہے تو اس کی دیت کے دسویں حصہ کا نصف یعنی دیت کا بیسواں حصہ اور اگر غلام ہے تو اس کی قیمت کا بیسواں حصہ مگر دیت اس وقت ہے جب کہ جنایت خطا سے ہو اور اگر عمدہ ہے تو اس میں قصاص ہے اور دیت میں سب دانت برابر ہیں

بدیل اس حدیث مرفوعہ کے جو بزاز میں ابن عباس سے روایت ہے کہ سب دانت برابر ہیں کذا فی المعنی فان قلت تزیید حیث دیت
الاسنان کما علی دیت النفس ثلثہ اخصا ساقلت لعم ولا باس فیہ لان ثابت بالنفس علی خلاف القیاس کما فی الغایۃ وغیرہ اور فی الغایۃ
ویس فی البدن ما یجب تبغوثہ اکثر من قدر الدیت سو سے الاسنان پھر اگر تو کہے کہ جب ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ مٹھری تو سب دانتوں
کی دیت زیادہ ہوتی ہے جان کی دیت سے تین پیچ جسے دیت کے میں کتا ہوں کہ ہاں زیادہ ہوتی ہے اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں
اس واسطے کہ وہ ثابت ہے نفس حدیث سے برخلاف قیاس کے چنانچہ غایۃ البیان وغیرہ میں مذکور ہے اور عنایہ میں ہے اور بدن
میں وہ عضو نہیں ہے جس کے فوت کر ڈالنے سے دیت نفس سے زیادہ ہو سوائے دانتوں کے م آدمی کے ۳۲ دانت ہوتے ہیں
۲۰۔ اضراس یعنی داڑھیں اور چار ایناب یعنی نیش اور چار ثنایا یعنی سامنے کے دانت اور چار ضواحک یعنی جو دانت کہ منہ کے
وقت ظاہر ہو جاتے ہیں پھر جب ایک دانت میں دیت کا نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہوا تو سب دانتوں میں پوری دیت اور
دیت کے تین خمس واجب ہوئے یعنی سولہ ہزار درم کذا فی المطاوی یا ایک سو ساٹھ اونٹ وقد وجدوا جذارۃ فکون اسانہ تساو عیشین
ذکرہ القستانی قلت وحینئذ فلو کوج دیت وخمسا دیت وغیرہ مادیت ونصف او ثلثہ اخصا اور اگر گاہے ہوتے ہیں چار نواجذ یعنی
دندان خرد جن کو بعض اہل ہند عقل داڑھ کہتے ہیں تو اس حساب سے ۳۴ دانت ہوتے ہیں یہ ذکر کیا ہے قستانی نے میں کتا ہوں اور
اس وقت میں کھوسے دانتوں میں ایک دیت واجب ہے اور دو خمس دیت کے اور کھوسے کے سوا یا ایک دیت اور نصف دیت ہے
یا تین خمس یا چار خمس دیت کے واجب ہیں م مغرب میں ہے کوج یعنی کھوسا مغرب ہے جس کے ذقن پر بال ہوں نہ ضار دل پر
اور مجموعی نے کہا کوج وہ ہے جس کے دانت کم ہوں اور یہی منقول ہے امام ابو حنیفہ سے قستانی میں ہے کہ کوج کے دانت ۲۸ ہوتے ہیں
اور یہی شناخت ہے اس کی تو کھوسے کے دانتوں کی دیت کا ایک دیت اور دو خمس دیت کی ہونا ظاہر ہے قستانی میں ہے کہ اگر ۳۲ دانت
اکھاڑے جاویں خطا سے تو دیت اور تین خمس واجب ہیں یعنی سولہ ہزار درم اور اگر ۳۱ دانت اکھاڑے جاویں تو دیت اور نصف
دیت ہے یعنی پندرہ ہزار درم اور اگر ۳۰ دانت اکھاڑے جاویں تو دیت اور چار خمس واجب ہیں یعنی اٹھارہ ہزار درم کذا فی المطاوی
وعلمت ان المرأة علی النصف فبصر اور حیدر بار تو معلوم کر چکا ہے کہ عورت کی دیت مرد کے نصف پر ہے تو خبردار رہو و تحجب دیت
کاملۃ فی کل عضو ذہب نفعہ بضر منارب کید ثلثت وعین ذہب ضواہا و صلب القطع ما وہ اور دیت کال جب
ہے ہر ایک اس عضو میں جس کی منفعت جاتی رہے کسی مارنے والے کے مارنے سے چنانچہ ضرب سے ہاتھ شل ہو گیا یعنی خشک اور
بیکار ہو گیا اور آنکھ کی روشنی جاتی رہی اور ضرب کے صدر سے پیٹھ کی منی منقطع ہو گئی و کذا لو سلس بولہ او اعدبہ ولو زالت المحوۃ
فلان علیہ ولو سلف اثر الضرب فحکومتہ عدل اور اسی طرح پوری دیت واجب ہے اگر ضرب سے پیشاب اس کا جاری ہو گیا بند نہیں ہوتا
یا اس کو کبڑا کر دیا اور اگر ضرب کے بعد کو بڑ بڑا ہل ہو گیا تو جانی پر کچھ نہیں اور کو بڑ جانے کے بعد ضرب کا نشان باقی رہا تو اس میں حکومت
عدل ہے و تحجب حکومتہ عدل بالتلاف عضو ذہب نفعہ ان لم یکن فیہ جمال کالید الشلاء اور حکومت عدل واجب ہے
اس عضو کے تلف کر ڈالنے میں جس کی منفعت فوت ہو چکی تھی ضرب منارب سے پہلے بشرطیکہ اس عضو میں جمال اور خوشنائی نہ ہو چنانچہ
لنجا ہاتھ یعنی نہ اس میں منفعت ہے نہ خوشنائی تو اس کے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے اور شہ کا ملا ان کان فیہ جمال
کالاول الشاخصۃ ہواطرش یا عضو مذکور کی پوری دیت واجب ہے اگر عضو مفقود النفع کے ہونے میں جمال اور خوشنائی ہو چنانچہ

گوش مرتفع یعنی اونچا کان قطع کرنے میں اطمینان کی گواہی ہے شاخصہ سے ماخوذ اور صاحب قاموس نے شخص یعنی طرش مذکور نہیں کیا اتنے میں کہتا ہوں وبالذات التوفیق کہ شاید شارح نے یوں کہا ہوگا وہو الا طرش یعنی در حالیکہ اونچے کان والا ہر اسے سماعت نہیں رکھتا طرش بروزن فحش یعنی گراں گوش لغت میں ثابت ہے عجب نہیں کہ ہو کاتب سے طرش کا الف اور واد حالیکہ کاتب میں رہ گیا ہو والا ہو طرش کا مصل معلوم نہیں ہوتا کیونکہ طرش یعنی ارتفاع کی تفسیر نہیں ہو سکتی واللہ اعلم وحسب ما لوالصقہ فالنظم فی اوخر هذا الفصل اور اس فصل یعنی فصل شجاج کے اخیر میں وہ مسئلہ آدے گا کہ اگر عضو کو چپکایا پھر گوشت جم گیا

فصل فی الشجاج

یہ فصل ہے شجاج کے مسائل میں شجاج جمع ہے شجہ کی و تختہ الشجہ بالیون بالوجه والراس لغة اور لغت میں شجہ مخصوص ہے اس جراحت کے ساتھ جو چہرہ اور سر پر ہو شجہ کا مکان سر اور چہرہ ہے فرق تک اور تحت فرق موضع شجہ نہیں اور وارسی ہمارے نزدیک چہرہ میں داخل ہے کذا فی العالم گیرہ جموی نے کہا حکم خاص شجہ پر مرتب ہے اور جراحت یعنی مطلق جراحت طحی شجہ نہیں اس واسطے کہ وجہ اور راس اکثر مشکوف رہتے ہیں تو ان کے زخم میں نہایت عیب اور بدنامی ہے و مایکون بغیر ہما فجراحتہ اسے شمی جراحت و فیما حکومت عدل مجتبیٰ و مسکین اور جو زخم کہ چہرہ اور سر کے سوا باقی بدن میں ہوتا ہے وہ کسی بجراحت ہے اور اس میں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا فی المجتبیٰ و المسکین وہی اسے الشجاج عشرۃ اور شجاج دس ہیں یعنی چہرہ اور سر کے زخموں کے دس نام ہیں الحارصہ بمہلات وہی التي تحصر الجلد اسے تحذیر سے زخم کا نام حارصہ ہے بجارصہ و درامہ و صادمہ اور حارصہ وہ زخم ہے جس میں کھال مخدوش ہو جائے یعنی چل جائے ہندی میں اس کو کھروںچا کہتے ہیں والد امة بمہلات التي تظهر الدم کالد مع ولائیدہ اور دوسرا زخم دامہ ہے بدال مہلہ و عین مہلہ دامہ وہ زخم ہے جس میں آنسو کے مانند خون نمودار ہو جائے اور خون کو نہ بہا دے والد امة التي تید اور تیسرا زخم دایہ ہے جو بطن کو بہا دے والیا ضعة التي تبضع الجلد ای تقلعہ اور باضہ وہ زخم ہے جو کھال کو قطع کر دے والمثلہ حمہ التي تاخذ فی اللحم اور مثلاً حمہ وہ زخم ہے جو گوشت کو قطع کرے والسحقاق التي تصل الی السحاق ای جلبة رقیقہ بین اللحم و عظم الراس اور سحقاق وہ زخم ہے جو سحقاق تک پہنچ جائے سحقاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان میں ہے والموضحة التي توضع العظم ای تلمہ اور موضہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کر دے یعنی جس میں کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھل جائے والباشمة التي تشتم العظم اسے شکسہ اور باشمہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ دے والمنقلة التي تنقلہ بعد الکسر اور منقلہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو منتقل کر دے اس کے توڑنے کے بعد یعنی ہڈی کو ایک موضع سے دوسرے موضع کی طرف کر دے کذا فی العینی والامة التي تقص لیس الدماغ وہی الجلبة التي فیما الدماغ اور دسواں شجہ زخم آمدہ ہے جوام الدماغ تک پہنچ جائے ام الدماغ اس کھال کا نام ہے جس کے اندر دماغ ہے یعنی بیجا و بعد بالامنة یعنی معجمہ وہی التي تخرج الدماغ ولم يذكر بالحمد للموت بعدا عادة فتكون قتلاً لا شجاج فعلم بالاستقراء بحسب الآثار انما لا تزيد على العشرة اور جراحت آمدہ کے بعد گیا رصویں جراحت دامہ ہے یعنی معجمہ اور دامہ وہ زخم ہے جو بیجے کو نکال دے اور دامہ کو محمد نے مذکور نہیں کیا اس واسطے کہ اس کے بعد تو موت ہے باعتبار غالب عادت کے تو دامہ قتل ٹھہری نہ جراحت تو نقص آثار سے یہ معلوم ہو گیا کہ شجاج دس زخموں سے زیادہ نہیں ہوتے و یجب فی الموضحة نصف عشر الدیۃ ای بغیر

سے قاموس میں طرش بالضم زیادتی داؤ لکھا ہے اور صراح میں بدول داؤ کے مگر بروزن الفعل کہیں نہیں لکھا یہ ہو ہے مترجم اول کا ۱۲

۱۲ اور ایک نسخہ میں خبر ہے بجائے تخرج کے یعنی جو دماغ کو زخمی کر دے ۱۲

اصلح والا فہی حکومت عدل لان جلدہ نقص زینہ من غیرہ قستانی عن الذخیرۃ اور جراحت موضع میں دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ اونٹ یا پانسو درم واجب ہے بشرطیکہ مجروح اصلح نہ ہو یعنی اس کے سر کے بال پیری سے نہ جھڑ گئے ہوں اور نہیں تو اس میں دیت نہیں بلکہ حکومت عدل ہے اس واسطے کہ اصلح کی کمال غیر اصلح سے کمتر ہے آرائش میں کذا فی القستانی عن الذخیرۃ وفي المائتۃ عشر ما و فی المنقلۃ عشر ونصف عشر اور جراحت ہاتھ میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی دس اونٹ اور جراحت منقلہ میں دیت کا دسواں حصہ اور بیسواں حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب ہیں وفي الامۃ والجماعۃ ثلثا اور جراحت آہ اور جراحت میں تھائی دیت کی واجب ہے م جائفہ کی تفسیر میں اختلاف ہے زلیعی میں ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو سر اور پیٹ میں ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ جائفہ سینہ ہوتا حلق کے اوپر ہستی سراج و اج میں ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو پیٹ کے اندر تک پہنچے پیٹ کی طرف سے یا پیٹ یا سینہ کی طرف سے یا گردن کی جانب سے اس موضع تک پہنچے جہاں تک پانی جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو یہ سب جراحتیں جائفہ ہیں اور جو اس کے اوپر کا زخم ہے وہ جائفہ نہیں ہے اور جائفہ نہیں ہوتا دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں اور ان اور منہ اور سر میں اور اگر زخم فوطوں اور آلہ تناسل کا پیٹ تک پہنچ جائے تو وہ بھی جائفہ ہے کذا فی الطحاوی فان نفذت الجماعۃ فکذا لانہا اذا نفذت صارت جائفۃ فیجب فی کل ثلثا پھر اگر جائفہ نافذ ہو گیا یعنی پیٹ کا زخم پیٹ کی طرف پھوٹ نکلا تو دیت کی دو تہائیاں واجب ہیں اس واسطے کہ جب جائفہ وار پار ہو گیا تو وہ جائفہ ہو گئے ایک پیٹ کی جانب سے دوسرا پیٹ کی طرف سے تو ہر جائفہ میں تھائی دیت کی واجب ہوگی وفي الحارصۃ والدائمۃ و الباضعۃ والمتلاحمۃ والسمحاق حکومت عدل اذ لیس فیہا ریش مقدر من جہۃ السمع ولا یکن اہارا فوجب فیہا حکومت عدل اور حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق میں دیت نہیں حکومت عدل ہے اس واسطے کہ ان زخموں میں کچھ دیت مقرر نہیں ہے من جہۃ السمع یعنی شائع کی جانب سے اور ان کا رائیگاں چھوڑنا بھی ممکن نہیں ہے تو ان میں حکومت عدل واجب ہوئی م مصنف علیہذا ان میں ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ مادون موضع میں حکومت عدل واجب ہے کذا فی العینی وہی اسی حکومت عدل ان میں مقرر کم مقدار ہذا الشیخۃ من الموضوحۃ فیجب بقدر ذلک من نصف عشر الدیمۃ قالہ النکری وصحۃ شیخ الاسلام اور وہ یعنی حکومت عدل یہ ہے کہ نظر اور تال کیا جاوے کہ اس زخم کی کتنی مقدار ہے موضع سے تو بقدر اس کی دیت کے بیسواں حصہ سے واجب ہوگا یہ قول ہے کرنی کا اور صحیح کی ہے اس قول کی شیخ الاسلام نے م چونکہ موضع کی دیت شرعا قلیل ثابت ہے شہاج سے لہذا اس کو مقبض علیہ ٹھہرایا چند کی مقدار کی تو صحیح یہ ہے کہ مثلاً باضعہ کو تال کیا کہ موضع سے کسی قدر ہے تو اگر اس کی مقدار ثلث ہے موضع سے تو موضع کی ثلث دیت واجب ہوگی اور اگر ربع تو ربع دیت واجب ہوگی و علی القیاس وجہ صحیح قول کرنی کی یہ ہے کہ اس میں رجوع ہے منصوص علیہ کی طرف کذا فی العینی و فی قالہ الطحاوی یقوم المشجوج عبدا بلا ہذا الاثر موفعہ التفاوت بین الیتمتین فی الحر من الدیمۃ و فی العبد من القیمۃ فان نقص الحر عشر قمرۃ اخذ عشر دینہ و کذا فی النصف والثلث اور حکومت عدل کی تفسیر میں دوسرا قول طحاوی کا یہ ہے کہ مجروح الاس کو غلام قرار دے کر بدوں اس زخم کے اس کی قیمت مقرر کی جائے پھر اس زخم کے ساتھ اس کی قیمت معین کی جائے پھر جس قدر تفاوت ہو دونوں قیمتوں میں اسی قدر آزاد میں اس کی دیت سے لیا جائے اور غلام میں قیمت سے تو اگر قیمت سے دسواں حصہ کم ہو تو آزاد کی دیت سے دسواں حصہ لیا جاوے اور اسی طرح نصف اور ثلث میں یعنی اگر زخم سے نصف قیمت کم ہو گئی ہو تو نصف دیت حکومت عدل ہے اور اگر ثلث کم ہو تو ثلث دیت حکومت عدل ہے ہوا کی ہذا التفاوت ہی اسی حکومت عدل بہ یعنی کما فی الوقایۃ والنقایۃ واللمعۃ والعد

والی نریہ وغیرہ و جزم بہ فی الجمع وہ یعنی تفاوت بین الیقینین وہی حکومت عدل ہے اسی طحاوی کے قول پر فتویٰ ہے چنانچہ وقایہ اور نقایہ
 و ملتقی اور درر اور خانیہ وغیرہ میں ہے اور مجمع میں اسی قول پر یقین کیا ہے م اور اسی قول کو حلوانی نے بیا ہے اور یہی قول ہے آئمہ ثلثہ کا اور
 اہل علم کا ابن منذر نے کہا یہی قول محفوظ ہے اہل اجتہاد سے کذا فی العینی و فی الخلاصۃ انما یتقو قول اکثر حنی لوالجناۃ فی وجہ در اس فقہیہ لغتی بہ
 عدل و فی غیرہما و تفسر علی اللفظ یتقو بقول الطحاوی مطلقاً لانه یسر انتہی و نحوہ فی الجوسرۃ بزیادۃ اور خلاصہ میں ہے کہ کرنخی کا قول تو خاص
 اسی صورت میں مستقیم ہے جب کہ جنایت چہرہ اور سر میں ہو تو اس وقت میں کرنخی کے قول پر فتویٰ ہوگا اور اگر چہرہ اور سر کے سوا اور جگہ نہ خم ہو یا
 مفتی پر مشکل پڑے موضع پر قیاس کرنا کرنخی کے قول پر تو اب طحاوی کے قول پر فتویٰ دے مطلقاً اگرچہ جرحت چہرہ اور سر میں ہو اس واسطے
 کہ طحاوی کا قول آسان تر ہے انتہی مافی الخلاصۃ اور اسی کے مانند جوہرہ میں ہے زیادت کے بیان کے ساتھ قیل تفسیر الحكومة ہو یا محتاج
 الیہ من المنفقتہ واجرة الطیب والادویۃ الی ان یمیر اور بعضوں نے کہا تفسیر حکومت عدل کی وہ ہے کہ جس کی حاجت پڑے منجد خوراک اور
 اجرت جرح اور قیمت ادویہ کے زخمی کے صحیح ہو جانے تک م طحاوی نے کہا کہ قول مفتی بہ کو تو معلوم کر چکا یعنی تو یہ قول ضعیف قابل اعتماد
 کے نہیں ہے ولا قصاص فی جمیع الشجاج الا فی الموضحة عمداً اور قصاص نہیں جمیع شجاج میں مگر موضع عمداً میں م شجاج مانوق موضع یعنی
 انتر اور منقلہ اور آدم میں بالاتفاق قصاص نہیں اور مادون موضع یعنی حارصہ اور دامیہ اور باضہ اور متلاحمہ اور سحاق کے قصاص میں اختلاف
 ہے جو مغرب مذکور ہوگا و لا قودنیہ لیتو سے العمد والخطا فیہ اور جن شجاج میں قصاص نہیں اس میں عمد اور خطا دونوں برابر ہیں یعنی تو وہاں عمد
 میں واجب ہے جو خطا میں واجب ہے کذا فی الطحاوی عن المیطلکن ظاہر المذہب وجوب القصاص فیما قبل الموضحة ایضاً ذکرہ محمد فی الاصل وہو
 الاصح و درر و مجتبیٰ وابن اکمال وغیرہ لا مکان المساواة بان یسبر غور البار ثم یتخذ حدیۃ بعدتہ فیقطع لکن ظاہر مذہب وجوب قصاص ہے ان
 شجاج میں بھی جو موضع سے پہلے مذکور ہیں یعنی حارصہ اور دامیہ اور باضہ اور متلاحمہ اور سحاق میں یہ ذکر کیا ہے محمد بن حسن نے اصل
 یعنی مبسوط میں اور یہی قول یعنی وجوب قصاص ماقبل موضع کا صحیح تر ہے کذا فی الدرر والمجتبیٰ وابن اکمال وغیرہ اس واسطے کہ شجاج مذکور میں برابری
 کا ممکن ہے اس طرح کہ زخموں کا عمق اور گہرائی امتحان کیا جائے آکہ امتحان سے مثلاً سلائی وغیرہ سے پھر آئینی چیز لی جائے بقدر اس کے پھر
 اتنا قطع کیا جائے م کافی میں ہے کہ یہی قول صحیح ہے بدلیل ظاہر قرآن والجر و ج قصاص یعنی زخموں میں قصاص ہے اور اعتبار مساوات کا ممکن
 ہے کذا فی العینی و متشی فی الشرع لایۃ السحاق فلا یقاہا ما کما لا قودنیہا بعدہا کما شتمہ والمنقلۃ بالاجماع وعزاه للجوسرۃ فلیحفظ اور شربندیہ
 میں سحاق کو مستثنیٰ کیا ہے تو اس میں بالاتفاق قصاص نہیں جیسے بالبعد موضع چنانچہ ہاشمہ اور منقلہ میں بالاجماع قصاص نہیں اور شربندیہ
 نے یہ قول جوہرہ کی طرف نسبت کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ثم قال فی المجتبیٰ و لا قودنی جلد اس و بدن و لحم و خد و بطن و ظہر پھر زہدی
 نے مجتبیٰ میں کہا اور قصاص نہیں سر اور بدن کی کھال میں اور رخسار اور پیٹ اور پیٹھ کے گوشت میں م شاید کہ یہ قول غیر ظاہر الروایۃ
 ہے یا جلد اس سے فقط سحاق مراد ہے عالم گیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کہ جو جراحات چہرہ اور سر کے سر اور بدن میں واقع ہیں
 ان میں حکومت عدل ہے جب کہ بڑی کھل جائے یا ٹوٹ جائے بشرط بقا اثر اور اگر جرحت کا اثر باقی نہیں رہا تو شیخین کے نزدیک اس
 میں کچھ نہیں اور محمد کے نزدیک تا حصول صحت قیمت مصارف کی لازم ہے کذا فی الطحاوی و لا فی لطمۃ و وکرة و وجاہۃ اور نہ قصاص
 طمانچہ مارنے اور کی مارنے اور ضربید میں م عدم قصاص کو عدم تعزیر لازم نہیں و فی سلخ جلد او جب کمال الدیۃ اور چہرہ کی کھال اکھاڑنے
 میں پوری دیت ہے و فی کل اصابع الید الواحدۃ نصف و تہ و لو مع الکف لانه تبع للاصابع اور ایک ہاتھ کی سب انگلیوں

کے قطع میں نصف دیت ہے اگرچہ پانچوں انگلیاں متبیلی کے ساتھ کٹ گئی ہوں اس واسطے کہ متبیلی انگلیوں کے تابع ہے م نصف دیت ۵۰ اونٹ یا ۵۰۰ دینار یا پانچ ہزار درم ہے ومع نصف ساعد نصف دیت للکف وحکومتہ عدل نصف الساعد وکذا لسان اور ایک ہاتھ کے قطع اصابع میں نصف ساعد کے ساتھ نصف دیت واجب ہے متبیلی کے سبب سے اور حکومت عدل واجب ہے نصف ساعد کے سبب سے اور یہی حکم ہے پٹلی کا یعنی اگر پاؤں کی انگلیاں آدمی پٹلی کے ساتھ قطع ہوں تو کف پا کے سبب سے نصف دیت ہے اور پٹلی کے سبب سے حکومت عدل ہے ورنہ قطع کف و فیما اصبع او اصبعان عشر یا او خصال و نشر مرتب اور اس متبیلی کے قطع میں جس میں ایک انگلی یا دو انگلیاں ہیں سوال حصہ دیت کا یا پانچواں حصہ دیت کا واجب ہے شارح نے کہا یہ لف نشر مرتب ہے یعنی ایک انگلی میں سوال حصہ ہے اور دو انگلیوں میں پانچواں حصہ ولا شئ فی الکف عن ذی حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کما لو کان فی الکف ثلث اصابع فانه لا شئ فی الکف بالاجماع اذ لا کثر حکم الکل اور کچھ واجب ہیں قطع کف میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چنانچہ اگر کف میں تین انگلیاں ہوں تو قطع کف میں کچھ واجب نہیں بل اتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے م یعنی جس طرح کف میں کچھ واجب نہیں جب کہ پانچوں انگلیاں قطع ہوں تو اسی طرح تین انگلیوں کے قطع ہونے سے کف کا بدلہ کچھ نہیں ہے اور یہ مراد نہیں کہ قطع اکثر اصابع سے ہاتھ کی پوری دیت واجب ہے اس واسطے کہ تن میں مذکور ہر ایک کہ ہر انگلی میں سوال حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی الطحاوی و فی جوامع الفتویٰ منبذید رجل و بری الا انه لا فصل ید الی قفاه بقدر النقصان یؤخذ من جملة الدیۃ ان نقص الثن ان ثلث الدیۃ و کذا او اقروہ المصنف اور جوامع الفتاویٰ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ کو مارا اور وہ چپکا ہو گیا مگر یہ کہ اس کا ہاتھ گردن کے نیچے نہیں پہنچتا تو بقدر نقصان وصول کے پوری دیت سے لیا جاوے گا اگر نقصان بقدر دو ثلث کے ہو تو دیت کے دو ثلث واجب ہوں گے اور اسی طرح ثلث اور ربع اور نصف کو قیاس کرنا چاہیے اور مصنف نے شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے روئیں کیا ہے ولو قطع مفصلاً من الاصبع فثلث الباقی او قطع الاصابع فثلث الکف لزم دیت المقطوع قطع و سقوط القصاص فافهم وان خلاف الدرر کذا ذکرہ الشربلانی و یصحی متنا اور اگر انگلی کی ایک پلہ مفصل سے کاٹی سو باقی انگلی خشک ہو گئی یا انگلیاں قطع کیں سو متبیلی خشک ہو گئی تو فقط دیت مقطوع کی لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا سو اس کو سمجھ لے اگرچہ یہ قبول درر کے مخالف ہے ایسا بیان کیا ہے شربلانی نے اور ہر گے متن میں آدے کام نہایہ میں شرح طحاوی سے اجماعی مسئلوں مذکور ہے کہ جو عضو شل ہو گیا اس کی دیت واجب ہے اگر وہ انگلی ہے تو انگلی کی دیت ہے اور اگر کف ہے تو کف کی دیت ہے اور زیلعی میں ہے کہ جب تمام انگلی بیکار ہو گئی تو تمام کی دیت واجب ہے اور اگر لائق انتفاع سے تو مقطوع کی دیت اور باقی میں حکومت عدل بالاجماع ہے اور یہ شارح اور ماتن کے مخالف ہے کذا فی الطحاوی و فی الاصبع الزائدة و عین البصر و ذکرہ و لسان ان لم یعلم صحۃ بنظر فی العین و حرکتہ فی الذکر و کلام فی اللسان حکومت عدل اور پانچ سے زیادہ انگلی میں اور صغیر کی آنکھ اور آتھ ناسل اور اس کی زبان میں حکومت عدل ہے اگر صحت و سلامتی اس کی معلوم نہ ہو آنکھ میں تو نظر کرنے سے اور آتھ ناسل میں جنبش کرنے سے اور نہ ہاں میں بولنے سے م زائد انگلی میں خوشنمائی نہیں جو دیت واجب ہو اور آنکھ وغیرہ سے منافع مخصوصہ مقصود ہیں پھر جب وجود منافع معلوم نہیں تو شک سے پوری دیت واجب نہ ہوگی حکومت عدل واجب ہوگی فان علمت الصحة فکبار فی خطابہ او عدا فاقبضت جینۃ او باقرار الہامی وان انکر او قال لا اعرف صحۃ حکومت العدل جو ہر ہر اگر صغیر کی آنکھ وغیرہ کی صحت معلوم ہو تو اب وہ جوان کے مانند ہے خطایا عہد میں جب کہ گواہی کے

۱۷ ایک نسخہ میں مذکور ہے

جانی کے اقرار سے ثابت ہوا کہ اگر وہ شک ہو یا کہ میں اس کی صحت کو نہیں جانتا ہوں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الجوبہ
 دخل ارش موصیۃ اذ ہبت عقلم او شعر راسہ فی الدیۃ لدخول الجوز فی السکل لمن قطع اصبعاً فثلث الید اور اس موضع کی دیت
 میں کے صدر سے عقل اس کی یا اس کے سر کے بال جلتے رہے آدمی کی پوری دیت میں داخل ہو جاوے گی بسبب دخل ہونے جز
 کے کل میں مانند اس شخص کے جس نے انگلی دوسرے کی قطع کی سو اس کا ہاتھ خشک ہو گیا تو انگلی کی دیت ہاتھ کی دیت میں داخل ہو
 ادا دے گی عقل کے فوت ہو جانے سے سب اعضا کی منفعت باطل ہو جاتی ہے اس واسطے کہ انتفاع بدوں عقل کے متصور نہیں تو
 یا وہ مردہ ہو گیا کذا فی المنع وان ذہب سمعہ او بصیرہ او لفظہ لا تدخل لانما کا اعضاء مختلفہ بخلاف العقل لعود نفعہ للسکل اور اگر جراحت موضع
 سے اس کی سماعت یا بصارت یا گویائی جاتی رہی تو موضع کی دیت پوری دیت میں داخل نہ ہوگی اس واسطے کہ سماعت اور بصارت اور
 بایں اعضاء مختلفہ کے مانند ہیں برخلاف عقل کے اس واسطے کہ عقل کا نفع سب اعضا کی طرف رجوع کرنا ہے مگر سمع اور بصیر اور گویائی
 کی منفعت خاص خاص علیحدہ علیحدہ ہوتی تو اعضاء مختلفہ کے مانند ہو گئے تو ایک دوسرے میں داخل نہ ہوگا تو موضع کی دیت جدا اور سماعت وغیرہ
 جدا واجب ہوگی ولا قد ان ذہبت عیناہ بل الدیۃ فیہما خلافا لہما اور قصاص نہیں اگر موضع سے دونوں آنکھیں جاتی رہیں بلکہ
 دونوں میں یعنی موضع اور آنکھوں میں دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے مگر صاحبین کے نزدیک موضع میں قصاص اور آنکھوں میں دیت
 ہے ولا یقطع اصبع شمل جارہ خلافا لہما اور قصاص نہیں اس انگلی کی قطع سے جس کے پاس دوسری انگلی خشک ہو گئی بلکہ دونوں
 ضروری دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے یعنی ان کے نزدیک اول میں قصاص ہے اور دوسری میں دیت ہے کذا فی الطحاوی ولا
 یصح قطع مفصلہ الا علی فثلث ما یبقی من الاصابع بل دیتہ المفصل والحوکمۃ فیما بقی اور قصاص واجب نہیں اس انگلی میں جس کا مفصل
 علی کاٹا گیا ہو باقی انگلیاں خشک ہو گئیں بلکہ مفصل کی دیت اور باقی میں حکومت عدل واجب ہے مگر یہ وہ مسئلہ ہے جس کو شارح نے کہا تھا
 متن میں آوے گا ولا قد یکسر نصف من اسود او اصفر او احمر باقیہا بعد کسر ابل کل دیتہ السن اذافات منفعة المضغ والافو مہاری
 مالہ التکلم فالدیۃ ایضا والا فحکومتہ عدل زیلعی فقول الدرر والا فلا شی فی فیہ ما فیہ اور قصاص نہیں نصف دانت توڑنے میں جس کا نصف
 قی توڑنے کے بعد سیاہ یا زرد یا سرخ ہو گیا بلکہ دانت کی تمام دیت واجب ہوگی جب کہ چبانے کی منفعت فوت ہو جائے اور اگر چنانچہ فوت
 نہ ہوگا تو اس صورت میں اگر ٹوٹا دانت نظر آتا ہو بولنے کے وقت تو بھی دیت ہے اور اگر نظر نہ آتا ہو تو حکومت عدل ہے کذا فی الزیلعی تو
 درر کے یوں کہنے میں کہ اگر چنانچہ فوت نہیں ہے تو اس میں کچھ واجب نہیں اعتراف اور خلل ہے مگر خلل یہ ہے کہ اس میں لغوی مطلق مذکور ہے
 حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ باوجود عدم فوت مضغ اگر نظر آتا ہو تو دیت ہے بدنائی کے سبب سے اور نہیں تو حکومت عدل ہے کما صرح الزیلعی
 ثم الاصل ان الجنایۃ متی وقعت علی محلیین تباہین حقیقۃ فارش احدہما لا یمنع قود الاخر ومتی وقعت علی محل واتفقت شہدین فارش احدہما
 یمنع القود پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب جنایت واقع ہو دو مکان میں جو فی الحقیقت جدا گانہ ہیں چنانچہ ہاتھ اور پاؤں
 تو ایک مکان کی دیت دوسرے مکان کے قصاص کی مانع نہیں ہے اور جب کہ جنایت ایک مکان میں واقع ہو اور دو چیزوں کو تلف
 کر دے چنانچہ جراحت موضع سے عقل زائل ہو جائے تو ایک کی دیت دوسرے کے قصاص کی مانع ہے مگر زلیلعی میں ہے کہ امام کے نزدیک
 قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل واحد موجب مال کا ہو بعض میں تو قصاص ساقط ہوگا خواہ ایک عضو ہو یا دو عضو ہوں اور صاحبین کے نزدیک دو عضو
 میں باوجود وجوب مال کے قصاص واجب ہے اور اگر ایک عضو ہے تو قصاص واجب نہیں کذا فی الطحاوی ویجب الارش علی من اقادہ

بعد مضمی حول تم نہایت بعد ذلک لبتین الخطا حینئذ سقط القود للشیبۃ اور دیت واجب ہے اس شخص پر جس نے اپنے دانت کا قصاص لیا سال گزرنے کے بعد پھر بعد اس کے اس کا دانت جم نکلا دیت واجب ہے بسبب ظاہر ہو جانے خطا کے استیفاء قصاص میں اس وقت قصاص لینے والے کا قصاص ساقط ہے شبہ کے سبب سے یعنی شبہ واجب قصاص سے دانت جھنے سے پہلے دینی الملتقی دیتانی نے اقتصاص العین والیہ قولہ حوالہ کذا لوضرب منہ فتحرک لکن فی الخلاصۃ اکبیر الذی لایرجی نباتہ لایوجل بہ لیفتی قلت وقد یوفی بما نقد المصنف وحیز من النہایۃ الصیح تاویل البالیغ لیرآل الی سنۃ لان نباتہ نادر اور ملتقی میں ہے کہ انتظار کرے آنکہ اور موضحہ کے قصاص لینے میں سال بھر اور اسی طرح انتظار کرے چاہیے قصاص لینے میں اگر دانت پر ضرب واقع ہوئی سو وہ ہل گیا لیکن خلاصہ میں ہے کہ جس جوان کے دانت جم آنے کی توقع نہیں اس میں تاویل اور انتظار نہیں اسی قول پر فتویٰ ہے اور کا ہے توفیق بن القولین کی جاتی ہے اس قول سے جس کو مصنف وغیرہ نے نہایت سے نقل کیا ہے کہ قولہ صیح یہ ہے کہ تاویل بالغ کی اس کے چلنے ہو جانے کے واسطے ہے نہ تاویل ایک سال کی اس واسطے کہ دانت کا جہاں بالغ میں نادر الوقوع ہے وجہ توفیق یہ ہے کہ عدم تاویل سال پر خلاصہ کا کلام محمول ہے اور جو تاویل کا قائل ہے تو مراد اس سے تاویل الی الصحتہ ہے لیکن تعبیر بلفظ صیح اس کے مفید ہے کہ سال کی تاویل میں خلاف ہے عالمگیر یہ میں ہے کہ اگر دانت ضرب سے ساقط ہو گیا تو موضع دانت کی صحت تک انتظار کرنا چاہیے ایک سال انتظار نہ کرنا چاہیے مگر مجرد کی روایت میں اور صیح پہلا قول ہے انتہی اور ندرت ثابت کی تعمیل اس کی مفید ہے کہ موضع میں اور مجرد دانت میں ایک سال کی مدت مسلم ہے کذا فی الطحاوی او قلھا فردت اکیروا صاحبہا الی مکانہا ونبت علیہا اللحم لعدم عود العروق لکما کانت یا ایک نے دوسرے کا دانت اکھاڑا سو دانت والے نے دانت کے مکان پر پھر اس کو رکھ دیا اور اس پر گوشت جم گیا تو دانت کی کما دانت واجب ہے اس واسطے کہ رگیں عود نہیں کرتیں جس طرح پہلے تھیں و فی النہایۃ قال شیخ الاسلام ان عادت الی حالتہا الاولی فی المنفوخۃ والجمالیہ لاشی علیہ کما لو نبتت اور نہایت میں ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر دانت اپنی پہلی حالت پر عود کرے منفوت اور جمال میں تو جانی پر کچھ واجب نہیں جیسے اس صورت میں کہ اگر دانت جڑ سے جم اٹھے و کذا الاذن اذا الصقہا فالتحت یجب الارش لانہا لا تقود الی ما کانت علیہ درر اور اسی طرح کان جب کہ اس کو قطع کے بعد چپکا یا یعنی ٹٹکے دے کر سو گوشت سے جم گیا دیت واجب ہے اس واسطے کہ پھر ویسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے تھا کذا فی الدرر الا ان قلعت السن فنبتت اخری فانہ یسقط الارش عنہ کس الصغیر خلافا لہما مگر یہ کہ دانت اکھاڑا گیا پھر واپس دوسرا دانت جم اٹھا تو ہاگ کے نزدیک دیت ساقط ہو جاتی ہے جیسے صغیر کے دانت میں بالاتفاق دیت ساقط ہے برخلاف صاحبین م صاحبین کے نزدیک بالغ کے دانت اکھاڑنے اور پھر جھنے میں پوری دیت ہے اس واسطے کہ جنایت موجب دیت تو واقع ہو چکی اور دانت کا جم اٹھنا یہ لغت جدیدہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے ولو نہت محوۃ حکومت عدل اور اگر دانت ٹیڑھا ہوا تو اس میں حکومت عدل ہے ولو نہت الی النصف فعلیہ نصف الارش اور اگر نصف تک دانت جہاں تو اس پر نصف دیت واجب ہے ولا شی فی ظفر نہت کما کان اور اس ناخن میں کچھ دیت نہیں جو جم اٹھا جس طرح کہ پہلے جم م اور اگر قطع کے بعد ناخن نہ جہاں تو اس میں حکومت عدل ہے اس واسطے کہ شرع میں اس کی دیت معین ثابت نہیں کذا فی الطحاوی عن الاخیار او التعم شجہ او التعم جرح حاصل ذلک لضرب ولم یبق لہ اثر فانی لاشی تہیہ یا سر کا زخم بھر کر چپکا ہو گیا یا بدن کا زخم جو حاصل ہوا تھا کوڑے یا کی ضرب سے چپکا ہو گیا اور اس کا نشان باقی نہ رہا تو اس میں کچھ دیت نہیں م اس واسطے کہ موجب دیت کا بدنائی اور زوال نفع ہے سو چلنے ہونے اور نشان مٹ جانے سے زائل ہو گیا اور فقط درد کسی شے کا موجب نہیں جیسے ضرب دردناک غیر فاشش میں اور دشنام مولم میں کچھ دیت نہیں ہاں تعزیر میں حاکم کو اختیار ہے وقال ابو یوسف علیہ ارش الالم وہی حکومت عدل وقال محمد قدما حقۃ من التقصیر

ان پیرا میں اجرة الطیب وخن الدود اور ابو یوسف نے کہا کہ جارج پر درو کا خون بہا ہے یعنی حکومت عدل ہے اور محمدؐ نے کہا جس قدر زخمی کو قہقہہ لائق ہوا ہے صحت ہونے تک طیب کی اجرت اور دوا کے ثمن سے وہ جارج پر لازم ہوگا وہی شرح الطحاوی منسقول اسے ابو یوسفؒ ارش الا لم باجرة الطیب والمداوا فطیہ لا خلاف بینہما قالہ المصنف وغیرہ قلت وقد قدما نحوہ عن المجتہدین اور کتبہا عنہ روایتیں فقہیہ اور طحاوی کی شرح میں ہے ابو یوسف کے قول یعنی خون بہانے دود کی تفسیر اجرت طیب اور دواوات واقع ہوئی ہے تو بموجب اس تفسیر کے ابو یوسفؒ اور محمدؐ کے قول میں مخالفت باقی نہ رہی ایسا کہ اسے مصنف وغیرہ نے میں کہا ہوں اور البتہ مانند اس کے ہم پہلے ذکر کیے ہیں مجتہد سے صاحب مجتہدی نے اس مسئلہ کی شرح میں ابو یوسف سے دو روایتیں مذکور کی ہیں سو خبردار رہیوم دو روایتوں سے ایک روایت محمد کے موافق ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ صحیح سالم غلام کی قیمت کی جائے پھر اس کی قیمت اس درو کے ساتھ کی جائے شارح نے بلفظ تنبیہ اشارہ کیا کہ شرح طحاوی کی تفسیر ابو یوسف کی ایک روایت کے موافق البتہ ہو سکتی ہے کذا فی الخطا ولایقا و جرح الالبعد مبرہ خلافا للشافعی اور قضا میں یا جاتا زخم کا مگر اس کے چنگے ہو جانے کے بعد برخلاف شافعی کے مسمد احمد اور وار قطنی میں حدیث مروی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے قضا میں لینے سے منع فرمایا جب تک زخمی چنگا ہو جائے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ جراحات میں انجام ان کا معتبر ہے شاید کہ زخم کی شدت سے زخمی مر جائے تو اب جراحات قتل ہوگی تو زخم ہونا بدول صحت کے نہیں معلوم ہو سکتا کذا فی المنع و محمد الصبی والمجنون والمعتوه خطا بخلاف السکران والمغنی علیہ اور صغیر اور مجنون اور ید فہم اور بیوش کا عمد خطا ہے برخلاف مست اور غش والے کے کہ ان کا عمد خطا نہیں و علی عاقلۃ الدیۃ ان بلغت نصف العشر فاكثر ولم یکن من العجم والافق مالہ درر اور صغیر یا مجنون کے عمد میں اس کے مددگاروں پر دیت ہے اگر دیت بیسویں حصہ تک ہو چکے یا زیادہ اور صغیر یا مجنون عجمی نہ ہو یعنی عربی ہو اور اگر بیسویں حصہ سے دیت کم ہو یا صغیر وغیرہ عجم کا رہنے والا ہو تو خود صغیر کے مال میں دیت واجب ہوگی کذا فی الدرر ولا کفارة ولا حرمان ارش خلافا للشافعی اور صغیر اور مجنون کے قتل عمد میں نہ کفارہ ہے نہ میراث مقول سے محروم ہونا برخلاف شافعی کے مگر کفارہ اس واسطے نہیں کہ صغیر اور مجنون پر گناہ ثابت نہیں اور حرمان میراث عقوبت ہے اور صغیر اور مجنون لائق عقوبت کے نہیں ولو جن بعد القتل قتل وقیل لا وتمامہ فیما علقۃ علی الملتقۃ اور اگر قاتل دیوانہ ہو گیا بعد قتل کے تو وہ قصاص میں قتل کیا جاوے گا اور بعضوں نے کہا کہ قتل نہ ہوگا اور اس کا پورا بیان ہماری ملتقی کی شرح میں ہے صبی ضرب سن صبی فانتزعاھا یتنظر بلوغ الصبی المضروب ان بلغ ولم ینبت فعلى عاقلۃ الدیۃ ولو من العجم ففی مالہ درر و مستحقۃ فی المعاقل ایک صغیر نے دوسرے صغیر کے دانت پر مارا سو اس کو اکھاڑا تو انتظار کرنا چاہیے صغیر مضروب کے بالغ ہونے تک پھر اگر وہ بالغ ہو اور دانت نہ نکلا تو اس کے مددگاروں پر دیت ہے اور اگر صغیر ضارب عجم کا رہنے والا ہے تو خود اس کے مال میں دیت ہے اور ہم مجبوروں کے دیت کی تحقیق بیان کریں گے کتاب المعاقل میں صحت فائدہ ضروریہ حکومت العدل لا تتحمل العاقلۃ مطلقا علی الصبی کما فی تنویر البصائر معزیا للتاخرانیۃ حکومت عدل کو عاقل یعنی جانی کے مددگار متحمل نہیں ہوتے بنا بر قول صحیح کے ہر طرح یعنی خواہ حکومت عدل موضوع کی دیت سے کم ہو یا زیادہ یا برابر چنانچہ تنویر البصائر میں ہے منسوب بقاوی تا تار خانہ

فصل فی الجنین | یہ فصل ہے بچہ شکمی کے مسائل میں جن میں اس بچہ کا نام ہے جو ہنوز اپنی ماں کے پیٹ میں ہے ضرب لطن امرأۃ حرۃ حامل خرج الامۃ والہیتۃ ویسبۃ حکما قلت بل الشتر طحرۃ الجنین وون امہ کاتۃ علقۃ من سیدہ او من المغرور ففیہ الغرۃ علی العاقلۃ ودر عن الزلیعی فالعجب من المصنف کیف لم یذکرہ ایک مرد نے حاملہ آزاد عورت کے پیٹ پر مارا تار

نے کہا آزاد عورت کی قید سے لونڈی اور غلام کا حکم خارج ہو گیا اور دونوں کا حکم آگے آوے گا میں کہتا ہوں بلکہ بچہ شکمی کا آزاد ہونا شرط ہے نہ اس کی ماں کا چنانچہ وہ لونڈی ہو اپنے مالک سے حاملہ ہوئی یا مرد فرب خوردہ سے حاملہ ہوئی تو اس کے بچہ مر جانے میں عذر یعنی دیت ہے قاتل کی عاقبت پر کذا فی الدررین الزلیعی تو مصنف سے تعجب ہے کہ اس نے حریت جنین کی شرط کو کیونکر نہ بیان کیا یعنی باوجودیکہ مصنف صاحب درر کی اکثر متابعت کرتا ہے یہاں اس کے مخالف بیان کیوں کیا م ضرب شکم مثال ہے نہ قید تو یہی حکم ہے ضرب پشت کا شرح تنویر میں ہے کہ ضرب جنین کی شرط ہے کذا فی الطحاوی ولو كانت المرأة کتابیة او محبوسة او زوجة فالقتل جنبا میتا حرا واجب علی العاقلة عزة غرة الشتر اولہ مذہ اول مقادیر الدیات اگرچہ عورت مضروبة البطن اہل کتاب سے ہو یا مجوسی یا قاتل کی زوجہ ہو سو صد ضرب سے عورت نے بچہ مردہ آزاد پیٹ سے گرایا تو قاتل کی عاقبت پر غرہ واجب ہے شارح نے کہا غرہ شرعاً عبارت ہے اول شہر سے اور یہ دیت جس کا غرہ نام ہے اول مقادیر دیات سے ہے شارح نے یہ وجہ تسمیہ بیان کی غرہ بضم غین معجم و تشدید ما عبات ہے عمدہ مال سے چنانچہ گھوڑا اور اونٹ اور غلام اور لونڈی کذا فی المغرب شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے کہ بدل جنین کا غرہ نام رکھا اس واسطے کہ اس میں غلام کا دنیا واجب ہے اور غلام کو غرہ کہتے ہیں اور دوسری وجہ تسمیہ شارح کے موافق مذکور ہے کذا فی المعینی نصف عشر الدیۃ ای دیتہ الرجل لو کان الجنین ذکرا عشر دیتہ المرأة لو انثیٰ وکل منھا خمسۃ درہم غرہ عبارت ہے دیت کے بیسویں حصہ سے یعنی مرد کی دیت کا بیسواں حصہ اگر جنین مرد ہوا اور عورت کی دیت کا دسواں حصہ اگر جنین عورت ہوا اور دونوں پانسو درہم ہیں مرد کی دیت دس ہزار درہم ہے تو اس کا بیسواں حصہ پانسو درہم ہے اور عورت کی دیت پانچ ہزار درہم ہے تو اس کا بھی دسواں حصہ پانسو درہم ہوا فی سندہ وقال الشافعی فی ثلث سنین کالدیۃ وقال مالک فی مالہ وکذا فغلہ صلی اللہ علیہ وسلم جنین مردہ میں غرہ یعنی پانسو درہم واجب ہیں قاتل کے عاقبت پر ایک سال کے اندر اور امام شافعی نے کماتین سال کے اندر دیت کے مانند واجب ہیں اور امام مالک نے کہا کہ قاتل کے مال میں واجب ہے اور ہماری دلیل فضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے معجم طبرانی میں حدیث طویل سنے مروی ہے غرہ عباد امۃ او خیمۃ اور صحیحین میں ابی بکرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحيان کی عورت کے جنین میں غرہ عبادۃ کا حکم کیا لیکن اس میں ۵۰۰ کا ذکر نہیں اور محمد بن حسن کے موطا میں سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنین میں جو اپنی ماں کے پیٹ میں مقتول ہوا غرہ عبادۃ کا حکم کیا اور مصنف ابن ابی شیبہ میں جابر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین میں عاقبت قاتل پر غرہ قرار دیا کذا فی المعینی فان القتۃ جبا فماتت فذریۃ کاملۃ پھر اگر حاملہ سے زندہ بچہ ڈالا پھر وہ مر گیا تو پوری دیت واجب ہے ضارب پر وان القتۃ میتا فماتت الام فذریۃ فی الام وغرۃ فی الجنین لما لقرآن الفعل تیعود و تعجد اثرہ اور اگر حاملہ نے مردہ بچہ گرایا پھر ماں اس کی مرگئی تو ماں میں دیت واجب ہے اور بچہ میں غرہ اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ فعل متعد ہوتا ہے اپنے اثر کے تعدد سے چنانچہ ایک شخص نے تیر مارا سو اس سے پار ہو کر دوسرے کو قتل کیا تو تیر انداز پر دو دیتیں واجب ہیں اگر دونوں فعل ازراہ خطا ہیں اور اگر اول عمدہ ہے تو قصاص اور دیت واجب ہے کذا فی الطحاوی وصرح فی الذخیرۃ تعبد وغرۃ لومیتین فاکثر اتتہ قلت دغاہرہ تعد الدیۃ تلوم ارہ فیراجع اور ذخیرہ میں تعد وغرہ کی تصریح کی ہے کہ اگر دو بچے مردہ ہو کر ساقط ہوں یا زیادہ انتہی مافی الذخیرہ میں کہتا ہوں اور دغاہرہ تغیل سے دیت کا بھی مستند ہونا معلوم ہوتا ہے اور میں نے اس کو مصرح نہیں دیکھا تو کتب فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو ہرہ میں ہے کہ اگر حاملہ دو جنین گراوے تو دو غرہ واجب ہیں اور اگر ایک زندہ نکل کر مر جادے اور

سے یعنی بچہ مردہ میں غرہ ہے غلام ہووے یا لونڈی پانسو درہم ۱۲

دوسرا مردہ نکلے تو غرہ اور دیت واجب ہے ضارب پر اور اگر ماں مرگئی پھر دو بچے مردہ ہوئے تو فقط ماں کی دیت واجب ہے اور اگر ماں کے مرنے کے بعد دو جنین نکلے پھر مر گئے تو تین دیتیں واجب ہیں کذا فی الطحاوی والی ماتت فالقته بیتا فدیۃ فقط وقال الشافعی غرقوہ اور اگر ماں مرگئی اور اس نے مردہ بچہ گرایا تو فقط ماں کی دیت ہے اور امام شافعی نے کہا کہ غرہ جنین اور دیت ماں کی واجب ہے مام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ ظاہر ماں کا مرنا موت جنین کا سبب ہے کیوں اس کا جینا اس کے جینے سے ہے اور اس کا دم لینا اس کے دم لینے سے تو جنین کی موت اس کی موت سے ثابت ہوتی ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ صدر ضرب سے جنین مرا ہو تو شک سے ضمان ثابت نہیں ہوتا والی القتہ جیا بعد ماتت یجب علیہ دیتان کما اذا القتہ جیا وماتا اور اگر حاملہ عورت نے زندہ بچہ گرایا اپنے مرجانے کے بعد تو ضارب پر دو دیتیں واجب ہیں چنانچہ اس صورت میں دو دیتیں واجب ہیں جب کہ عورت نے زندہ بچہ ڈالا پھر بچہ اور عورت دونوں مر گئے و ما یجب فیہ من غرة اودیۃ لیورث عنہ وترث منه امہ اور جنین میں جو چیز از قسم غرہ یا دیت کے واجب ہے وہ مورث سے یعنی جنین کے وارث اس کو بطریق میراث کے پاویں گے اور اس کی ماں اس کی میراث پاوے گی ولا یرث ضاربہ منها فلو ضرب لطن امرأۃ فالقت اثبہ بیتا فصل عاقلة الاب غرة ولا یرث منها لان قاتل اور جنین کا مارنے والا غرہ جنین کی میراث پاوے گا نہ اگر ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر مارا سو ضارب کا بیٹا اس کے پیٹ سے گر پڑا مردہ تو باپ کی عاقلہ پر غرہ ہے اور باپ اس کا غرہ سے میراث نہ پاوے گا اس واسطے کہ وہ قاتل سے یعنی قاتل سے ناجی بطریق مباشرت کے اور قاتل کے واسطے میراث مقتول کی نہیں نص سے و فی جنین الامۃ الریق الذکر نصف عشر فتمیۃ لوجیا و عشر فتمیۃ لوانسی لما تقرران دیت الریق قینۃ اور لونڈی کی جنین مملوک مذکر ہیں اس کی قیمت کا بیسواں حصہ واجب ہے اگر وہ زندہ پیدا ہوا اور قیمت کا دسواں حصہ واجب ہے اگر جنین مونث ہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ مملوک کی دیت اس کی قیمت ہے م قینین قیمت جنین کا طریقہ یہ ہے کہ بعد انفصال جنین مردہ کے اس کے رنگ اور صورت کے موافق تامل کرے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اس کی اس مکان میں اتنی قیمت ہوتی اسی حساب سے بیسواں یا دسواں حصہ واجب ہوگا کذا فی العینی یہاں سوال ہوتا ہے کہ لازم آتا ہے کہ جو واجب ہے مونث میں وہ زیادہ تر ہو مذکر واجب سے اس واسطے کہ دہم اکثر ہے بستم سے اس کا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا ولا یرث من زیادۃ الا نشی لزیادۃ قیمت الذکر غالباً اور لازم نہیں آتی زیادتی مونث کی مذکر پر بسبب زائد ہونے قیمت مذکر کے غالباً م یعنی اس واسطے کہ عادت میں غلام کی قیمت زیادہ ہوتی ہے لونڈی سے مثلاً اگر لونڈی کی قیمت ہزار درہم ہو تو اس کے ہم صورت غلام کی قیمت دو ہزار ہوتی ہے تو اب بیسواں حصہ غلام کی قیمت کا لونڈی کے دسویں حصہ سے کم نہ ہوگا کذا فی صدر الشریعۃ وغیرہ اشارۃ الی ان اذا لم یکن الوقوف علی کونہ ذکر او انشی فلا شیء علیہ اور مذکر اور مونث کی دیت کے تفاوت میں اشارہ ہے اس طرف کہ جب جنین کے مذکر یا مونث ہونے پر وقوف حاصل نہ ہو تو ضارب پر کچھ ضمان نہیں م طحاوی نے کہا کہ اس میں شارح تابع ہو گیا ہے قستانی کا اور غنئی میں یوں مذکور ہے کہ اگر جنین کا مذکر اور مونث ہونا معلوم نہ ہو تو متیقن بہر عمل کرنا چاہیے غنئی مشکل کے مانند انتہی یعنی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ جب جنین کی ذکوریت اور انوثت معلوم نہ ہو تو متیقن ماخوذ ہے غنئی مشکل کے مانند چنانچہ کسی نے غنئی مشکل کو از راہ خطا قتل کیا تو متیقن واجب ہے اسی طرح یہاں یقینی امر پر عمل کرنا چاہیے انتہی کما لو اُلحق بلارک لانہ انما یجب البیتۃ اذا نفع فیہ الروح ولا تنفع من غیرہ چنانچہ اگر جنین لونڈی کے پیٹ سے گرایا گیا بدول سر کے تو اس میں کچھ واجب نہیں اس واسطے کہ قیمت تو اسی صورت میں واجب ہوتی ہے جب کہ جنین میں روح پھونکی گئی ہو اور روح کا پھونکنا بدول سر کے نہیں کذا فی الذخیرۃ فی مال الضارب للامۃ حالاً جنین مملوک میں اس کی قیمت کا بیسواں حصہ یا دسواں حصہ اس شخص کے مال میں واجب ہے

فی الحال جس نے لونڈی کو مارا م ضرب کے مال کے واسطے واجب ہوا کہ عاقلہ پر دیت ملوک کی واجب نہیں اور اس مال کا مالک لونڈی کا مالک ہے نہ لونڈی چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولوا القترہ حیا وقد نقصتہا الولادۃ فغلیہ قیمۃ الجین لانقصانہا لولہ قیمۃ فاذا والا فغلیہ تمام ذلک مجتہد اور اگر لونڈی نے زندہ بچہ گرایا اور حالانکہ ولادت نے لونڈی کو ناقص کر دیا تو ضارب پر جنین کی قیمت واجب ہے نہ لونڈی کے نقصان کی قیمت بشرطیکہ جنین کی قیمت سے نقصان ولادت کا استیفا ہو سکے اور اگر قیمت سے جبر نقصان نہ ہوگا تو ضارب پر اس کا پورا کر دینا واجب ہوگا کذا فی المجتبیٰ مثلاً لونڈی کی قیمت سو درہم تھی اور بعد ولادت کے ۵۰ درہم کی قیمت ہو گئی تو اگر جنین کی قیمت ۵۰ درہم سے یا زیادہ تو نقصان ولادت کا عوض ضارب پر واجب نہیں اور اگر جنین کی قیمت ۲۵ درہم ہے تو ضارب پر ۲۵ درہم نقصان ولادت کے بھی دینے لازم ہوں گے وقال ابو یوسف فیہ نقصانہا کالبہیمۃ اور ابو یوسف نے کہا کہ لونڈی کے جنین میں لونڈی کا نقصان ضارب پر لازم ہے جیسے جانور کے نقصان میں جانور کا نقصان معتبر ہے نہ بچے کی قیمت بالاتفاق وقال الشافعی فیہ عشر قیمۃ الام صدر الشریعۃ ولای یغنی انما للمولیٰ اور شافعی نے کہا کہ لونڈی کے جنین میں اس کی مال کی قیمت کا سوال حصہ واجب ہے کذا فی صدر الشریعۃ اور یہ تو مخفی نہیں ہے کہ قیمت تو مالک جاریہ کی ہے قال حررہ اسی الجین سیدہ بعد ضربہ مذبذب لای یغنی عنہا قیمۃ حیات ففیہ قیمۃ حیات لولہ لای یغنی عنہا لای یغنی عنہا لان المعیر حالہ الضرب پھر اگر جنین کو اس کے مالک نے آزاد کر دیا بعد ضرب سکم جاریہ کے سو لونڈی نے زندہ بچہ گرایا پھر وہ مر گیا تو اس میں بچہ زندہ کی قیمت مالک کے واسطے ہے نہ دیت بچہ کی اگرچہ وہ بعد آزاد کرنے کے مر گیا ہو اس واسطے کہ وقت ضرب کا اعتبار ہے یعنی قتل اس کا ضرب سابق سے ہے اور وقوع ضرب حالت رق میں ہوا تھا کذا فی صدر الشریعۃ وعند الثلثۃ تجب دیتہ و ہو روایت عنہ اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک دیت جنین کی واجب ہے نہ قیمت اور یہ قول ہمارے بعض مشائخ سے بھی مروی ہے چنانچہ فخر الاسلام بزدوی نے شرح جامع صغیر میں بعض مشائخ مذہب سے نقل کیا ہے کذا فی الطحاوی ولا کفار فی الجین عندنا وجوب الی ان ورنہ عیلاً اور کفارہ واجب نہیں قتل جنین میں ہمارے نزدیک اگر مردہ گرا ہو بلکہ کفارہ مستحب ہے کذا فی الزیلعی نفی وجوب اس واسطے ہے کہ کفارہ شرع میں ثابت ہوا ہے نفس کاملہ میں تو اس کے غیر میں مقتدی نہ ہوگا وجہ استہاب یہ ہے کہ ضارب مرتکب امر ممنوع کا ہوا تو تقرب الی اللہ کرنے اور اپنے فعل بد سے استغفار کرنا افضل ہے کذا فی البدایہ و شروہا وان خرج حیاً ثم مات ففیہ الکفارة کذا مرع بہ فی الحاوی القدسی و ہو مضمون من کلامہم لتصریحہم بوجوب الدیت حیث نہ فحجب الکفارة فیہ ممالا یجنی فلیحفظ اور اگر بچہ زندہ پیٹ سے نکلا پھر وہ مر گیا اس میں ضارب پر کفارہ ہے اسی طرح تقریح کی ہے حاوی قدسی میں اور وہ یعنی زندہ کرنے میں کفارہ مفہوم ہوتا ہے فقہائے کلام سے اس لئے کہ فقہائے درمورت زندہ جنین اور پھر اس کے مرجانے میں وجوب دیت کی تصریح کی ہے پھر جب دیت واجب ہوئی تو کفارہ بھی واجب ہوگا اس میں چنانچہ یہ امر مفہوم نہیں تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے یعنی اس واسطے کہ اکثر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مصرح نہیں و ما استبان بعض خلطہ کفر و شجر کما فیما ذکر من الاحکام وعدۃ و نقاس کما مر فی بابہ اور جس جنین کا کچھ جسم ظاہر اور پیدا ہوا چنانچہ ناخن اور بال وہ پورے بدن والے جنین کے مانند ہے ان احکام میں جو مذکور ہو چکے اور عورت کی عدت اور نفاس کے احکام میں چنانچہ اپنے باب میں گزر گیا و ضمن الغرۃ عاقلہ ام حرۃ فی سنیہ واحدۃ وان لم یکن لہا عاقلہ ففی ما سانی سنیہ ایضا صدر الشریعۃ دلائل اہل مالہ یستنبط بعض خاتمہ درمورتی نظماً اسقطتہ میتہ عمداً بدوا و فعل کفر بہا بطناً بلا اذن زوجہا اور جس عورت آزاد نے مردہ بچہ ساقل کر دیا عمداً بدوں اذن اپنے شوہر کے کسی دوا کسی فعل سے جیسے اپنے پیٹ پر مار کے تو عورت کی عاقلہ پر عذر کا ضمان واجب ہے ایک سال کی مدت میں اور اگر عورت کا عاقلہ

د عورت کے مال میں بھی غرہ واجب ہے سال کے اندر کما فی صدر الشریعہ اور عورت گنہگار نہ ہوگی اسقاط سے جب تک جنین کا بعض
 ظاہر نہیں ہوا اور یہ مسئلہ کتاب الخطر میں نظم مذکور ہو چکا م شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ اسقاط سے عورت گنہگار ہوگی اس واسطے
 کہ کلام ہے وجوب غرہ میں اور وہ واجب نہیں ہوتا مگر جب کہ بعض اعضاء بدن ظاہر ہوں پھر شارح یوں کہتا اور اگر بعض اعضاء بدن ظاہر نہ
 ہوں تو اسقاط میں گناہ نہیں کذا فی الخططاوی فان اذن اولم تتم لا غرة لعدم التقدي پھر اگر عورت کو اس کے شوہر نے اسقاط کا اذن
 عورت نے اسقاط کا ارادہ نہیں کیا اور اسقاط ہو گیا تو غرہ جنین کا واجب نہیں عدم التقدی کے سبب سے یعنی دونوں صورتوں میں عورت
 عورت نہیں مذہبی اور صاحب کافی نے در صورت اذن شوہر عدم وجوب غرہ مذکور کیا ہے لیکن شریعتی نے کہا کہ یہ قول ضعیف پر مبنی ہے
 صحیح پر اس واسطے کہ نفوس میں اباحت جاری نہیں و تمام فی حاشیۃ الخططاوی ولو امرت امرأة ففعلت لا تضمن المأمورة اور اگر
 نے دوسری عورت کو اسقاط جنین کا امر کیا سو اس نے گرایا تو عورت مأمورہ پر ضمان نہیں و اما المولود اذا فعلته بنفسها حتى اسقطته فلا
 علیہا لا ضمان الدین علی مملوکہ مالم یستحق فحینئذ تجب للمولود العرة لان مفرور اور ام ولد جب کہ بذات خود اسقاط جنین کرے تو اس پر
 واجب نہیں بسبب محال ہونے دین کے مملوک پر یعنی غرہ جنین کا دین ام ولد پر نہیں ہو سکتا جب کہ وہ لونڈی مستحق ملک غیر نہ ہو پھر جب کہ وہ
 لے کی ملک ثابت ہوگی تو مولے کے واسطے غرہ ثابت ہے اس واسطے کہ وہ مفرور ہے یعنی فریب خوردہ ہے کہ غیر کے ملک میں تصرف
 پنے ملک جان کر خرید وغیرہ کے سبب سے مفرور کی صورت یہ ہے کہ لونڈی خرید کی اور تصرف میں لایا سو وہ حاملہ ہو گئی پھر لونڈی نے
 گرایا دواسے ضرب سے پھر لونڈی غیر بائع کی ملک ثابت ہوئی تو قاضی مستحق کے واسطے جاریہ اور اس کے عقر کا حکم کرے اور مشتری
 سے شے پھر لے اور مستحق سے کہا جائے کہ تیری لونڈی نے بچہ کو قتل کیا اور وہ آزاد تھا کیوں وہ مفرور کا ولد ہے اور جنین آزاد میں غرہ
 ہے تو یا لونڈی اس کو دے یا غرہ جنین کا کذا فی العالمگیریہ مختصر اذ فی الواقعات شربت دواء لتسقطه حمة فان القحة حیث فی غلبہ
 والكفارة وان یتا فالغرة دلاثرث فی الحالیین اور واقعات میں ہے کہ عورت نے دوا پی تا بچہ عموماً گراوے پھر اگر بچہ گرایا زندہ بعد اس
 مر گیا تو عورت پر دیت اور کفارہ واجب ہے اور اگر مردہ بچہ گرایا تو غرہ واجب ہے اور عورت دونوں حالت میں وارث جنین کی نہ
 و تجب فی جنین البیمة ما نقصت الام ان نقصت وان لم تنقص الام لا یجب فیہ شیء عمر اجیہ اور جانور کے بچہ گرانے میں
 نقصان واجب ہے اگر ولادت سے اس کی قیمت ناقص ہو گئی ہو اور اگر ماں میں نقصان نہیں ہوا تو اس میں کچھ بچہ کی عوض واجب نہیں
 فی عمر اجیہ فرع مسئلہ محققہ شارح کافی البرازیہ مزب بطن امرأة بالسيف فقطع البطن ووقع احد الولدین حیا مجروحاً بالسيف والاخر متیاً وجرحة
 سيف دامت ایضا یقتضی لاجل الزوجة لانه عمد علی عاقلة ویتة الولد الحی اذ مات ووجب غرة الولد المیت لانه لما ضرب ولم یعلم بالولدین فی بطنها
 المضرب خفاءً برأیہ میں ہے ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر تلوار ماری سو تلوار نے اس کے پیٹ کو کاٹا اور اس کے پیٹ سے
 بچہ اس سے ایک بچہ زندہ تلوار سے زخمی ہو کر گر پڑا اور دوسرا مردہ گر پڑا اور اس پر تلوار کا زخم نمودار ہے اور عورت بھی مر گئی تو مرد سے
 اس لیا جاوے گا زوجہ کے سبب سے اس واسطے کہ یہ قتل عمد ہے اور مرد کے عاقلہ پر ولد زندہ کی دیت ہے جب کہ وہ مر گیا ہو اور ولد
 کا بھی غرہ عاقلہ قاتل پر واجب ہے اس واسطے کہ جب نے تلوار ماری اور وہ اس کے پیٹ کے دو بچوں کو نہ جانتا تھا تو یہ ضرب ازراہ
 کے مٹری اور خطا میں دیت عاقلہ پر ہوتی ہے نہ ضارب پر

باب ما یحدث من الخ فی الطریق وغیرہ | یہ باب ہے ان مسائل میں کہ مرد راہ وغیرہ میں کچھ حادث کرے اور بنادے لما

ذکر القتل مباشرة شرع فیہ تسببا فقال جب کہ مصنف قتل بطریق مباشرت کو ذکر کر چکا تو اب شروع کیا اس قتل میں جو بطریق تسبب کے ہے اس نے اگلا قول کہا قتل بطریق مباشرت کے یہ ہے کہ قاتل مقتول پر بلا واسطہ آ کر قتل کہ استعمال کرے اور قتل بالاسبب یہ ہے کہ شادیار بنائی اور اس کے نیچے دب کر کوئی مر گیا اخرج الی طریق العامة کفیفا ہو بیت الخلاء اور میز ابا او جبر صناعہ برج و جذع و غیرہ

حوض طاقہ و نحوہ یعنی اوکانا جازا احداثہ ان لم یضر بالعامة ولم یمنع من فان ضرر لم یحل کما یجوز شارع عام میں پاخانہ اور سنڈاس یا بار نکالا یا جبر صناعہ بنایا چنانچہ برج اور چھجا اور چھتا پیش طاق کا حوض یا مانند اس کے اور چیز کذا فی المعنی یا دوکان یا ہرنکالی تو اشیاء مذکورہ ہر چیز کا بنانا درست ہے اگر لوگوں کو اس احداث سے ضرر نہ ہو اور کوئی منع بھی نہ کرے پھر اگر ضرر ہوگا تو اشیاء مذکورہ کا بنانا حلال نہیں چنانچہ آگے آدے گا جبر صناعہ بضم میم و صاد و سکون راہمہ و تخفیف نون عربی لفظ نہیں لیکن مستعمل ہے اور اس کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض نے کہا جبر صناعہ برج ہے اور بعضوں نے کہا چھجا وغیرہ ذلک شارح نے اکثر اقوال کو جمع کر کے اشارہ کیا کہ سب اقوال کا ایک ہی حکم ہے خلا نہیں مگر تفسیر میں کذا فی الخطاوی و لکل واحد من اہل الخصومة ولو ذمبا متعہ ابتداء و مطالعہ بتقصہ و رفعہ بعدہ ای بعد البناء

کان فیہ ضرر او لا و قیل انما یتقص بخصومة اذا لم یکن له مثل ذلک والا کان یقتنازی علیہ اور اگر اہل خصومت سے اگرچہ وہ ذمی ہو ہر شخص کو کاروک دینا ابتداء سے اور اس کے توڑ ڈالنے کا مطالبہ کرنا بن چکنے کے بعد جائز ہے خواہ اس میں ضرر ہو یا نہ ہو اور صفار کا قول ضعیف یہ کہ خصومت سے توڑنا بن چکنے کے بعد اس وقت ہے جب کہ مانع نے ویسا مکان نہ بنایا ہو اور نہیں تو روکنا ناحق عناد ہے کذا فی الزیلعی نے کہا کہ اس مسئلہ میں تین مواضع میں کلام ہے اول راہ کے احداث میں ثانی خصومت منع احداث میں اور رفع بعد الاحداث میں اور ثالث میں احداث کا حال تو یہ ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ اگر راہ والوں کو ضرر نہ ہوتا ہو کشادگی راہ کے سبب سے تو احداث جائز ہے جب تک کوئی منع کرے اور خصومت کا حال یہ ہے کہ امام کے نزدیک ہر شخص کو اختیار ہے قبل از احداث روکنے کا اور بعد احداث کے توڑ ڈالنے کا اگر کسی ضرر نہ ہو دسے بشرطیکہ اس نے بلا اذن سلطان کے بنایا ہو اور ابو یوسف نے کہا کہ ابتدا میں روکنے کا ہر شخص کو اختیار ہے اور بن چکنے کے بعد توڑنے کا اختیار نہیں اور محمد نے کہا کہ اگر ضرر نہ ہوتا ہو تو نہ منع کرنے کا اختیار ہے نہ رفع کا اور اہل خصومت ہر مسلمان عاقل بالغ آزاد ذمی ہے اس واسطے کہ شارع عام میں ان کو چلنے کا اور اپنے جانوروں کو چلانے کا اختیار ہے تو خصومت نقص کا بھی اختیار ہوگا برخلاف غلاموں اور اطفال کے کہ وہ اہل خصومت کے نہیں کذا فی الخطاوی ہذا کلمہ اذ ابی لنفسہ لغير اذن الامام یہ تاہم مذکور اس وقت ہے جب شارع عام میں اپنے ذات کے واسطے بنایا ہو بدوں حکم سلطان کے مگر اگر حکم سلطانی ہو گیا ہو تو اب کسی کو منازعت کرنا جائز نہیں لیکن سلطان مناسب نہیں حکم دینا اگر لوگوں کو ضرر نہ ہوتا ہو تنگی راہ سے اور باوجود اس کے سلطان کو مصلحت معلوم ہو اور حکم دے تو جائز ہے چنانچہ مجموعی میں مسکین اور شہمی میں یوں ہے کہ در صورت ضرر کے احداث جائز نہیں بلا خوف خواہ سلطان حکم کرے یا نہ کرے کذا فی الخطاوی زاد الصفار و للمطالب مثله صفار نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ مطالبہ کرنے والے کا ویسا مکان نہ ہو تب خصومت درست ہے یہی قول ضعیف ہے جو مذکور چکا تو عادیہ کی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الخطاوی وان بنی للمسلمین مسجد و نحوہ اذ بنی باذن الامام لا یتقص اور جب کہ شارع عام میں مسلمین کے واسطے مکان بنایا گیا چنانچہ مسجد اور مانند اس کے یا بحکم امام بنایا گیا تو وہ توڑنا جائز ہے گام فقہاء کے کلام سے مرعاً معلوم ہوتا کہ مسجد کا بنانا راہ میں در صورت عدم ضرر خلق اللہ کے جائز ہے اور عدم نقص کا موضوع عدم ضرر ہے اور اگر عوام کو ضرر نہ ہوتا تو منع اور رفع ام

دار ہوگا کما لایخفی اور اس پر دلیل اگلا قول ہے کہ جو سب کو مضر کرے اس کا احداث جائز نہیں اور جو جائز نہیں وہ قائم نہ رکھا جاسکے گا
 پہلے اذان سے ہو یا نفع مسلمین کے واسطے بنا ہو کذا فی الخطاوی وان کان لیضر بالعامة لا یجوز احداثہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام
 ولا ضرر فی الاسلام اور اگر اکثر خلق کو مضر کرتا ہو تو احداث اور اس کا بنانا جائز نہیں بدلیل حدیث نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لا ضرر ولا ضرار
 اسلام یعنی ضرر پہنچانا اور مضر کا بدل دینا اسلام کا طریقہ نہیں یہ حدیث جابر سے طبرانی میں اور عبادہ بن صامت سے ابن ماجہ میں اور ابن عباس
 بن ماجہ میں اور ابو سعید خدی سے مستدرک حاکم میں اور ابو ہریرہ سے دارقطنی میں اور عائشہ صدیقہ سے راقطنی میں مروی ہے باختلاف
 الفاظ ابن اثیر نے کہا کہ مضر ضد ہے نفع کا تو مطلب حدیث کا یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو مضر نہ پہنچا دے یعنی اس کی حق تلفی نہ کرے
 نہ مضر کی جزا دے اس کو مضر پہنچا کر اور بعضوں نے کہا کہ مضر وہ ہے کہ دوسرے کو مضر ہو اور نتیجہ کو اس میں نفع ہو اور مضر وہ ہے کہ
 دوسرے کو تو مضر نہ پہنچا دے اور نتیجہ کو اس میں کچھ نفع نہیں اور بعضوں نے کہا کہ مضر ایک طرف سے ہے اور مضر دونوں طرف سے
 اور بعضوں نے کہا مضر اور مضر متحد المعنی ہیں عرض تکرار سے تاکید ہے کذا فی المعنی شرح الہدایۃ عنایہ میں اکمل نے کہا لا ضرر ابتداء ولا ضرر
 یعنی بدل لینے میں اپنے مقدار حق سے تعدی نہ کرنا چاہیے اس واسطے کہ مضر معنی مضارۃ ہے یعنی تو اس کو مضر پہنچا دے جس نے تجھ کو
 پہنچایا واللہ اعلم والقعود فی الطريق لیسع وشرع یجوز ان لم یضر احد ولا لا علی ہذا التفصیل السابق اور راہ میں بیٹھنا بیچنے اور خرید
 کے واسطے جائز ہے اگر کسی کو مضر نہ ہوتا ہو اور نہیں تو جائز نہیں بموجب اسی تفصیل سابق سے م قسستانی نے کہا اور یہی حکم ہے راہ میں خست
 کا وہذا فی النافذ فی غیر النافذ للہ یجوز ان یتصرف باحداث مطلقا منہم اولاً بالافادہ ثم لانہ کالملک الخاص بہم اور یہ حکم احداث
 عام نافذ کا تھا جو دوسری طرف سے بند نہیں ہے اور کوچہ غیر نافذہ میں تو کوئی چیز احداث کرنے سے تصرف کرنا مطلقاً جائز نہیں خوا
 کہ کو احداث ضرر کرتا ہو یا مضر نہ کرتا ہو مگر اہل محلہ کے اذن سے البتہ بنا جائز ہے اس واسطے کہ کوچہ غیر نافذہ ان کی ملک خاص کی مانند
 (م) شارح اس تعبیر میں صاحب ددر کا تابع ہو گیا اور ہدیہ میں مصرح ہے کہ کوچہ غیر نافذہ اہل محلہ کا مملوک ہے ثم الاصل فیما جمل حالہ ان
 حدیثا لونی طریق العامة وندی لونی طریق الخاصة برجندی پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ اس احداث میں جس کا قدیم اور جدید
 معلوم نہیں یہ ہے کہ اگر شارع عام میں ہے تو جدید ہے اور اگر محلہ کی خاص راہ میں ہے تو قدیم ہے کذا فی البرجندی (م) تو اگر احداث جدید
 کا اس کو توڑنا جائز ہے اور اگر قدیم ہے تو کسی کو توڑنا درست نہیں کذا فی الخطاوی عن القستانی فان مات احد من الناس لم یبقوطھا
 رفیقہ علی عاقلۃ اسی عاقلۃ لخرج لتسبب پھر اگر کوئی آدمی اشیائے مذکورہ کے اس پر ساقط ہونے سے مرگیا تو اس کا خونبھا مکان
 نے والے کے عاقلہ پر واجب ہے بسبب اس کی سبب سازی کے یعنی مسبب ہلاکت بانی مکان ہے لہذا اس کے مددگاروں پر دیت
 (م) کہانی کما تدری العاقلۃ کو حضرت برائی طریق او وضع حجر او ترا با او طینا متقی قسلف بہ الانسان لانه سبب جیسے عاقلہ پر دیت دینا
 ہوتا ہے اگر کنواں کو در راہ میں یا پتھر رکھا یا خاک یا مٹی راہ میں ڈھیر کی کذا فی الملتقی سواس کے سبب سے کوئی آدمی مرگیا اس
 طے کہ عاقلہ اور واضح سبب ہے ہلاکت کا فان تلف یہ اسی بواحد من المذكورات بہیمۃ ضمن فی مالہ ان لم یاذن بہ الامام پھر اگر ایک
 چیز سے اشیاء مذکورہ میں سے یعنی بیت الخلا یا میزب یا برج وغیرہ یا دروکان یا راہ کے کنوئیں یا پتھر سے کوئی جانور تلف ہو گیا تو محدث کے
 میں تعاون لازم ہوگا اگر امام نے اس کا اذن نہ دیا ہو مگر وجہ تعاون تعدی ہے محدث کی اور عاقلہ پر اس واسطے تعاون لازم نہ ہوا کہ عاقلہ پر

سلہ ابن اثیر نے مضر کو مضر باب افعال سے روایت کیا ہے اور معنی اس کے وہی لکھے ہیں جو مترجموں نے درج کئے ہیں ۴

نفس کا تاوان لازم ہوتا ہے نہ مال کا اور اگر سلطان کے حکم سے اشیاء مذکورہ کو احداث کیا تو تاوان لازم نہ ہو گا عدم تعدی کے سبب سے اس
 کہ سلطان کا اختیار کامل ہے راہ میں کیونکہ وہ نائب ہے خلق اللہ کا تو اس کا فعل ایسا ہے جیسے مالک کا فعل اپنے ملک میں چنانچہ قستانی میں
 اور اذن سلطان کے مانند ارباب محلہ کا اذن ہے غیر نافذہ کوچ میں تو عدم اذن نام راجع ہے اول کلام تک یعنی فان مات احدکم کذا فی
 فان اذن الامام فی ذلک اومات واقع فی بر طریق جو عا و عطش او غما لا ضمان یعنی خلافاً لحدیث میرا کہ سلطان نے اس میں یعنی
 وغیرہ کے احداث میں اذن دیا اور کوئی شخص مر گیا یا راہ کے کنوئیں کا گر پڑنے والا بھوک یا پیاس یا غم سے مر گیا تو تاوان نہیں اسی تو
 فتویٰ ہے برخلاف محد کے کہ ان کے نزدیک سب صورتوں میں ضمان ہے م غم سے یہاں مراد دم کار کنا ہے کنوئیں کی ہوا سے ان اشیاء
 اس واسطے نہ ہوا کہ کنوئیں کا گرنے والا جو عا یا عطش یا غم سے مر گیا نہ وقوع سے اور ضمان اس وقت واجب ہوتا ہے جب کہ وقوع کے
 مرجائے کذا فی الزیلعی ولو سقط المیزاب فاصاب ما کان فی الداغل رجلاً فقتلہ فلا ضمان اصلاً لكونه فی ملک فلم یکن متعدياً اور
 ساقط ہوا سو پر نالہ کا وہ سرا جو دیوار میں داخل تھا کسی مرد کے لگا سو اس کو قتل کیا تو اصلاً ضمان نہیں اس واسطے کہ پر نالہ کی طرف داخلی تو
 خانہ کے ملک میں ہے تو مالک خانہ کی تعدی نہ ہوئی جو اس پر تاوان آتا وان اصابہ الخارج او وسطہ بزازیۃ فالضمان علی واضد
 اور اگر پر نالہ کا باہر کا سرا یا اس کا درمیان کسی کے لگا کذا فی الزیلعی اور لنبی پر نالہ لگانے والے پر ضمان واجب ہے اس کی تعدی کے سبب
 م تعدی یہ ہے کہ راہ کی ہوا میں اس نے پر نالہ نصب کیا کذا فی الزیلعی اور لنبی پر نالہ لگانے میں ضرورت بھی نہیں اس واسطے کہ دیوار
 پر نالہ ہو سکتا ہے کذا فی الہدایۃ طحاوی نے کہا کہ ضمان اس صورت میں ہے جب کہ سلطان یا اہل محلہ نے پر نالہ لگانے کا اذن نہ دیا ہو
 ہو چکا اور تعدی کی تعلیل بھی اس پر دلالت کرتی ہے اور ضمان واجب ہے واضح کی عاقلہ پر اور اسی طرح مسائل آئندہ میں آتے و لومت
 مستعیر او غاصب ضمان واضح پر ہے اگرچہ واضح متاجر یا مستعیر یا غاصب ہو ولا یبطل الضمان بالبیع بقاۃ مفعول ہو الموجب للضمان بخلاف
 المائل کما بسطہ الزیلعی اور ضمان باطل نہیں ہوتا اس مکان کی بیع سے بسبب باقی رہنے واضح کے فعل کے اور وہ یعنی فعل واضح ضامن
 موجب ہے برخلاف دیوار مائل کے چنانچہ زیلعی نے اس کو مشرح بیان کیا ہے م خلاصۃً زیلعی یہ ہے کہ بائع پر ضمان اس واسطے ہے
 کا منسوخ نہیں ہو گیا اس کی ملک زائل ہونے سے برخلاف دیوار مائل جب کہ اس کو بیجا اشہاد کے بعد پھر ملک مشتری میں دیوار گر پڑی
 مر گیا تو نہ بائع پر ضمان ہے نہ مشتری پر اس لئے کہ مشتری پر اشہاد نہیں ہوا حالانکہ وہ شرط ہے اور بائع کے حق میں اشہاد اول باطل ہو کر
 ہے کذا فی الطحاوی ولو اصابہ الطرفان من المیزاب وعلم ذلک وجب علی واضد النصف وجہ النصف ولو لم یعلم ای طرف من
 صحن النصف استحساناً زیلعی اور اگر کسی مرد کو پر نالہ کی دونوں طرفیں داخلی اور خارجی پڑیں اور ہلاک ہو گیا اور وہ یعنی دونوں طرف
 پر گر پڑنا معلوم ہو تو پر نالہ لگانے والے پر نصف دیت واجب ہے اور نصف دیت باطل اور رائیگاں ہے اور اگر معلوم نہیں کہ دونوں طرف
 سے کون سی طرف اس پر گری تو واضح پر نصف دیت کا ضمان بدلیل استحسان کے واجب ہے کذا فی الزیلعی م قیاس یہ تھا کہ در صورت عدم
 نہ ہوتا کیونکہ اگر طرف خارجی سے موت ہوئی تو ضمان ہے اور اگر داخلی سے ہے تو ضمان نہیں شک سے وجہ استحسان یہ ہے کہ ایک حال
 ضمان ہو سکتا ہے اور دوسرے حال میں کچھ بھی نہیں ہوتا تو نصف ضمان لازم ہو گا کذا فی الطحاوی ومن حی تجر او ضعیف آخر فخطب
 ضمن لان فعل الاول نسخ بفعل الثانی اور جس نے کنارے پر کر دیا اس پتھر کو جو دوسرے شخص نے راہ میں رکھا تھا پھر اس پتھر سے
 ٹھوکر کھا کے مر گیا تو کنا سے پر کرنے والا ضمان دے گا اس واسطے کہ اول شخص کا فعل یعنی راہ میں رکھنے والے کا منسوخ ہو گیا

شخص کے نفل سے یعنی تو سبب ہلاک شخص ثانی مٹوانہ اول کمن محل علی راسہ اولہ و شیدا فی الطريق فسقط منہ علی آخرہ و دخل بحصیر او قنذیل او حصاة فی مسجد غیرہ ای جبل ذی حصی اور باری ابن کمال او جلس فیہ لا للصلوۃ و لو یقرآن او تعلیم فخطب بہ احد کا علمی ضمن خلافہا اس شخص کے مانند جس نے اپنے سر یا پیٹ پر کوئی چیز لادی راہ میں سو اس میں سے کچھ دوسرے شخص پر گر پڑا یا چٹائی یا قنذیل یا پتھری غیر کی مسجد میں لے گیا یعنی مسجد میں پتھریوں یا چٹائیوں کا فرش کیا کذا ذکرہ ابن کمال یا سوانے نماز اور نفل کے واسطے مسجد میں بیٹھا اگرچہ قرآن یا تعلیم کے واسطے بیٹھا ہو سو کوئی شخص اس کے سبب سے تلف ہو گیا چنانچہ اندھا چٹائی میں اولہ کر یا پتھریوں میں ٹھوکر کھا کر مر گیا تو حامل یا مدخل یا جالس پر نماز لازم ہوگا برخلاف صاحبین کے لایعین من سقط منہ رداً لیسہ علیہ نماز لازم نہ ہوگا اس شخص پر جس پر سے وہ چادر گر پڑی جس کو وہ اوڑھے تھا اور اس کے سبب سے کوئی تلف ہو گیا حامل اور لابس میں فرق یہ ہے کہ حامل شے اس کی محافظت کا قصد رکھتا ہے تو تنقید بالسلامتہ میں اس پر کچھ حرج نہیں اور لابس ملبوس کی حفاظت کا قصد نہیں رکھتا تو تنقید بالسلامتہ میں اس پر حرج ہے کذا فی الطحاوی و ادخل ہذہ الاشیاء المذكورات فی مسجد حمیہ ای محلۃ لان تدیر المسجد لاہلہ دون غیرہم ففعل الغیر مباح فیتقید بالسلامتہ یا اشیاء مذکورہ یعنی چٹائی یا قنذیل یا پتھریاں اپنے محلہ کی مسجد میں لے گیا اور کوئی شخص اس کے سبب سے ہلاک ہو گیا تو اس پر نماز نہیں اس واسطے کہ تدبیر مسجد کی اہل محلہ پر ہے نہ ان کے سوا اور لوگوں پر تو غیر شخص کا نفل مباح ہے تو تنقید بالسلامتہ ہوگا مگر ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ اہل محلہ پر تدبیر مسجد واجب ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اہل محلہ اور غیر اہل دونوں کا نفل مباح ہے لیکن اہل محلہ کا نفل مباح مطلق ہے بلا قید سلامت اور غیر کا نفل مباح بقید سلامت ہے کذا فی الطحاوی و جلس فیہ للصلوۃ الحاصل ان الجالس للصلوۃ فی مسجد حمیہ وغیرہ لایعین و لغیر الصلوۃ لایعین مطلقاً خلافہا و استظهر فی الشرع بلائیہ مغزیاً للزیلعی وغیرہ قولہما وقد تحقیقۃ فی شرح الملتقی یا بیٹھا مسجد میں نماز کے انتظار کے واسطے اور کوئی شخص اس پر گر کے تلف ہو گیا تو جالس پر نماز نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نماز کے واسطے اپنے محلہ کی مسجد یا غیر محلہ کی مسجد میں بیٹھا تو اس پر نماز نہیں خواہ نماز کے واسطے جوں ہو یا نہ ہو اور شرعاً بلائیہ میں صاحبین کے قول کی تقویت کی ہے زیلعی وغیرہ کی طرف نسبت کر کے اور ہم نے اس کو محقق بیان کیا ہے شرح مفتی میں زیلعی میں حلوانی سے منقول ہے کہ اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو لیا ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور صدر الاسلام سے منقول ہے کہ صاحبین کا قول اظہر ہے اس لئے کہ جلوس نماز کی ضروریات سے ہے تو نماز کے ساتھ ملحق ہے اور عینی میں ہے کہ صاحبین کے موافق ائمہ ثلاثہ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی و فیہ لواء ساجرہ یعنی ولیحفر لہ فی فناء حالوتہ او دارہ فتلک بہ شے ان قبل فراغہ فعلہ الاجیر وان بعدہ فعلہ الامر کما لو کان فی غیر فناء ولم یعلم بالاجیر فان علمہ فعلیہ کما لو امرہ بالبناء فی وسط الطريق لفساد الامر اور ملتی میں ہے کہ اگر مزدور درگاہ یا مکان عمارت بناوے یا اس کے واسطے کنواں کھودے اس کی دوکان یا گھر کے پیش دروازے میں سو اس کے سبب سے کوئی چیز تلف ہو گئی اور اگر ہلاک ہوئی قبل تعمیر یا حفر کے تو ضمان اس کا مزدور پر ہے اور اگر بعد فراغت کے ہلاک ہوئی تو امر کرنے والے پر چنانچہ اگر تعمیر اور حفر مستاجر کی پیش دروازہ اور مزدور اس کو نہ جانتا ہو تو مستاجر پر ضمان ہے پھر اگر مزدور جانتا ہو تو مزدور پر ہے چنانچہ اگر اس نے تعمیر کے واسطے امر کیا درمیان راہ کے اور کوئی تلف ہوا تو مزدور پر ضمان ہے فساد امر کے سبب سے یعنی راہ مٹو کر مستاجر کی نہ تھی تو اس کا امر کرنا باطل تھا پھر جب باوجود اس کے مزدور نے تعمیر پر اجرت لی لہذا مزدور پر ضمان آیا نہ مستاجر پر و لو قال الامر ہونانی ولیس لے حق الحفر فعلہ الاجیر قیاساً ای علمہ لفساد الامر فہما اعزہ و علی المستاجر استئنا انتہی قلت وقد قدمہم وغیرہ لقیاس بہنا و ظاہرہ و ترجیہ سیما علی دأب صاحب الملتقی من تقدیمہ الاقوی قتال اور اگر مستاجر نے کہا کہ یہ میرا پیش دروازہ ہے اور اس میں مجھ کو کنواں کھودنے کا حق نہیں ہے یعنی

پیر باوجود اس کے مزدور نے وہاں کھودا اور کوئی چیز تلف ہو گئی تو ضمان مزدور پر ہے قیاس کی راہ سے یعنی اس واسطے کہ مزدور کو امر متاجر کا فساد معلوم ہو گیا تو متاجر نے اس کو فریب نہیں دیا اپنی حقیقت ظاہر کر کے اور متاجر پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے انتہی کلام الملتقیہ کتابوں اور البتہ صاحب ملتقی وغیرہ نے یہاں قیاس کو استحسان پر مقدم ذکر کیا ہے اور تقدیم اس کی ترجیح پر دلالت کرتی ہے خصوصاً صاحب ملتقی کی عادت پر کہ وہ قوی تر قول کو مقدم ذکر کرتا ہے سو اس کو تامل کرم وجہ استحسان یہ ہے کہ متاجر نے کھودنے کا امر ظاہر اپنے ملک میں کیا اس واسطے کہ پیش دریں آدمی کو مٹی ڈالنا اور لکڑیاں رکھنا اور گھوڑا باندھنا وغیرہ ذلک من التصرفات درست ہیں تو امر صحیح ہوا نہ فاسد تو ضمان متاجر پر ہوگا نہ مزدور پر ومن حضرت بالوعدۃ فی طریق بامر السلطان اوفیٰ ملکہ او وضع خشبۃ فیہا ای الطریق او قنطرۃ بلا اذن الامام و کذا کل ما نقل فی طریق العامة فتعذر رجل المرور علیہا لم یضمن لان الاضافۃ الی المباشرة اوفیٰ من المتسبب اور جس نے چاہے اب ریز کھودا راہ میں سلطان کے حکم سے یا اپنی ملک میں کھودا یا لکڑ رکھا راہ میں یا پل بنایا بدول اذن سلطان کے اور اسی طرح کا حکم ہے ہر ایک اس چیز میں جو شارع عام میں بنائی گئی پھر کسی مرد نے اس پر عمدہ گذر کیا اور وہ تلف ہو گیا تو حافر اور وضع اور بانی پر ضمان نہیں اس واسطے کہ ہلاکت کا نسبت کرنا مباشرت کی طرف اولیٰ ہے تسبب کی طرف سے م یہ تعمیل ہے پچھلے دوسلوں کی ذیلی نے کہا کہ چاہے اب ریز باذن امام کھودنا یا اپنے ملک میں کھودنا تعدی نہیں ہے اور وضع خشبہ اور قنطرہ اگرچہ تعدی ہے لیکن اس پر عمدہ چنانہ نسبت الیٰ الواقع کا قنا ہے اس واسطے کہ وضع متسبب ہے اور چلنے والا مباشرت ہے کذا فی الطحاوی و ہذا تبیین ان المتسبب انما یضمن فی حفر البیر و وضع الحجر اذ لم یتمتع الواقع المرور کذا فی المجتبیٰ اور اس کلام یعنی عدم ضمان تعدی سے ظاہر یہ ہو گیا کہ تسبب پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوتا ہے کنواں کھودا اور پتھر راہ میں رکھنے سے جب کہ اس کا کرنے والا بالقصد اس پر مردہ نہ کرے کذا فی المجتبیٰ و فیہ حفر فی طریق مکۃ او غیرہا من الفیاف لم یضمن بخلاف الامصار قلت و ہذا عرف ان المراد بالطریق فی الکتاب الطرق فی الامصار دون الفیاف والصحار سے لانه لا یکن العدول عنہ فی الامصار غالباً دون الصحاری اور مجتبیٰ میں ہے کہ مکہ معظمہ یا اس کے سوا میدانوں کی راہ میں کنواں کھودا اور اس میں گر کے کوئی تلف ہو گیا تو کھودنے والے پر ضمان نہیں برخلاف شہروں کے میں کتابوں اور اس مسئلہ سے معلوم ہو گیا کہ راہ سے مراد کتب فقہ میں شہروں کی راہیں ہیں نہ بیابان اور جنگلوں کی اس واسطے کہ شہروں میں راہ معین سے ہٹ کر چلنا اکثر ممکن نہیں ہوتا نہ میدانوں کی راہ میں ولوا متاجر رجل اربعۃ لحفر بئر لہ فوقت البئر علیہم جمیعاً من حفر ہم فمات احدہم فغلی کل واحد من الثلثۃ الباقیۃ ربع الدیۃ و یسقط ربعہا لان البئر وقع علیہم فغلیہم فقدمات من جنایۃ و جنایۃ اصحابہ فیسقط ما قبل فعلہ خانہ وغیرہ زائد فی الجوزۃ و ہذا البئر فی الطریق فلو فی ملک المتاجر فینبغ ان لا یجب شئ لان الفعل مباح فما یحدث غیر مضمون انتہی اور اگر ایک مرد نے چار شخصوں کو مزدوری پر لگایا اپنا کنواں کھودنے کو سو کنواں ان سب پر پھٹ کر گر پڑا ان کے کھودنے کے سبب سے سوان میں سے ایک شخص مر گیا تو باقی تین شخصوں سے ہر شخص پر چوتھائی دیت واجب ہے اور چوتھائی دیت ساقط ہوئی اس واسطے کہ کنواں ان پر گرا ان کے فعل کے سبب سے تو مرنے والا مر گیا اپنی جنایت اور اپنے ساتھیوں کی جنایت سے تو اس قدر دیت ساقط ہو گئی جو میت کے فعل کے مقابل واقع ہو گئی کذا فی الخانیۃ وغیرہ جو سرہ میں اتنا زیادہ ذکر کیا ہے اور یہ حکم اس شرط پر ہے جب کہ کنواں راہ میں ہو سو اگر متاجر کی ملک میں ہوگا تو لائق یوں ہے کہ کچھ دیت واجب نہ ہو اس واسطے کہ وہ فعل مباح ہے سو جو حادث ہوگا اس کا ضمان نہیں انتہی مافی الجوزۃ قلت و یؤخذ منہ جواب حادثہ ہی ان رجلاً کرم وارضۃ تارۃ تکلون مملوۃ و علیہما الخراج کا راضی بیت انا و تارۃ تکلون للوقف و تارۃ تکلون فیہ مدۃ طویلیۃ یؤدی خراجاً و میک الانتفاع بہا بغرس او غیرہ فیتاجر

بذالرجل جماعۃ یحفرن لہ بر لیغرس فیما اشجار العنب وغیرہ فتسقط علیہ احد سہم ہل لورثتہ مطالبۃ بدنیۃ قال المصنف والحکم فیما وشبہما عدم وجوب شئ علی المستاجر وکذا علی العاجز کما یفیدہ کلام الجوزہ ومحل اطلاق الفادس علی ما وقع مقید بالاتحاد والحکم والحادثۃ واللہ اعلم میں کتابا اور جوہرہ کے کلام سے جواب ایک استغنا کا معلوم ہوتا ہے وہ حادثہ یہ ہے کہ ایک مرد کے درخت انگور ہیں اور انگور کی زمین گاہے ملک ہو سکتی ہے اور اس پر خراج ہے جیسے بیت المال کی اراضی اور کبھی زمین وقف کی ہوتی ہے اور گاہے صاحب انگور کے قبضے میں مدت دراز رہتی ہے کہ وہ اس کا خراج دیا کرتا ہے اور اس زمین سے نفع لینے کا مالک ہوتا ہے درخت وغیرہ لگا کر سو اس مرد صاحب انگور نے جماعت کو مزدوری پر لگایا کنواں کھودنے کے واسطے تاکہ اس زمین میں انگور وغیرہ کے درخت جماد سے سو کنواں پھٹ پڑا ایک مزدور پر تو اس کے وارثوں کو متاثر سے دیت کا مطالبہ جائز ہے یا نہیں مصنف نے شرح میں کہا اس حادثہ اور اس کے مانند میں عدم وجوب ضمان کا حکم ہے متاثر پر اور اسی طرح اور مزدور پر کچھ واجب نہیں چنانچہ جوہرہ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے اور قادی کا اطلاق مقید پر محمول ہے یعنی یہ جو کتب فتویٰ میں مذکور ہے بلا قید کہ جو کھودنے میں تلف ہو اس کا ضمان ہے سو مراد حضرت الطریق ہے نہ حضرت فی الملک اتحاد حکم اور حادثہ کے سبب سے واللہ اعلم یہ جو کما کہ زمین گاہے ملک ہے اور گاہے وقف اور گاہے تصرف متاثر میں ہے مدت طویل سو مراد اس سے یہ ہے کہ وہ زمین خالی نہیں اشیاء مذکورہ سے اور یہ مراد نہیں کہ ایک زمین گاہے ملک ہے اور گاہے وقف اور جواب استفتائیں یہ غلط ہے کہ حادثہ انگور متفرع ہے صاحب جوہرہ کی بحث اور تجویز پر اور فقہائے دین سے منصوص نہیں تو حکم متحد نہیں ہو سکتا اور حادثہ بھی مختلف ہے کیونکہ حضرت فی الملک فی الطریق کی معائرت ہے واللہ اعلم کذا فی الخطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے لواء جر رب الدار الفعلیۃ لاخراج جناح او طلعہ فوق فقتل انسانا ان قبل فراغہ من عملہ فالضمان علیہم لاند حیثہ لم یکن مسلما لرب الدار اور اگر صاحب خانہ نے مزدور لگائے چھپا یا چھتا نہ لگانے کے واسطے سو چھپا یا چھتا کر پڑا سو اس نے کسی آدمی کو قتل کیا ان کے فراغت عمل سے پہلے تو ضمان کارگیروں پر ہے نہ صاحب خانہ پر اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی قبل از فراغ صاحب خانہ کے واسطے وہ مسلم نہیں ہوا و لکن لورثش الماء بحیث یزلق واستوعب الطریق اور ضمان دے گا اگر پانی کثرت سے چھڑکا اس طرح پر کہ اس سے آدمی پٹ جاتا ہے اور چھڑکاؤ تمام آراء میں ہے اور اگر چھڑکاؤ تھوڑا ہے یا تمام راہ میں چھڑکاؤ نہیں ہے تو ضمان نہیں دیورثش فذلحانوت باذن صاحب فالضمان علی الامر استحسانا وتامہ فی الملتصقہ اور اگر پانی چھڑکا دکان کے سامنے صاحب دکان کے اذن سے تو امر کرنے والے پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے اور پورا اس کا بیان ملحق میں ہے

فصل فی الحائض المائل یہ فصل ہے دیور مائل یعنی جھکی دیوار کے مسائل میں مال حائض المائل طریق العامۃ ضمن ربہ اکی صاحبہ بالتلف بہ من نفس انسان او حیوان او مال جھک گئی دیوار شارع عام کی طرف تو دیوار کا مالک یعنی اس کا صاحب

ضمان دے گا اس چیز کا جو تلف ہو گئی دیوار کے گرنے سے خواہ وہ چیز مالک جان ہو آدمی یا جانور کی یا مال ہو م شارح نے مالک کی تفسیر صاحب کے اشارہ کیا کہ مالک سے حقیقی مالک مراد نہیں بلکہ مالک سے مراد وہ شخص ہے جس کو تصرف اور تفریع کا اختیار ہو اگرچہ وہ صغیر کا وصی ہو یا اس کا دایراہن یا مکاتب چنانچہ شارح بیان کرے گا ان طالب ربہ حقیقۃ او حکما کا لواقف والقیم ولو حائض المسجد فضمن عاقلۃ الواقف ضمان تلف لازم ہو گا بشرطیکہ دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا ہو خواہ وہ حقیقۃ مالک ہو یا حکم مالک ہو چنانچہ وقف کرنے والا اور ناظر واقف کا اگرچہ دیوار مال مسجد کی ہو تو عاقلہ واقف پر ضمان لازم آوے گا و کا لقیم الواسع والراہن والمکاتب والعبدان جو اور ناظر وقف کے مانند ولی اور راہن اور مکاتب اور سوداگر غلام ہے م ولی سے مراد صغیر کا ولی ہے جیسے اس کا باپ اور دادا راہن کا ذکر اس واسطے کیا کہ مرثی مالک مرہون کا نہیں

کہ اس سے مطالبہ ہو بلکہ مالک مابین ہے اور وہ قادر ہے ہم دیوار پر فک رہن کے بعد پھر دیوار بنا کر مرتن کے قبض میں کر دے اور مکاتب کی دیوار ساقط ہو کر اگر کوئی چیز تلف ہوگی حال کتابت میں تو اگر وہ چیز انسان ہے تو جو اس کی قیمت اور دیت مقتول میں اقل ہوگا وہ مکاتب پر لازم ہوگا اور اگر وہ چیز مال ہے تو اس کی ادائے قیمت میں سعی مکاتب پر واجب ہوگی اور اگر عبتا جبر کی دیوار سے مال تلف ہوگا تو اس کی گردن سے متعلق ہے اور اگر جان ہے تو اس کے مالک کی عاقلہ پر دیت ہے کذا فی الطحاوی وکذا احمد الشرحاء ورواؤثرۃ استحسانا اور اسی طرح ناظر وقت کے مانند شریکوں میں سے ایک شریک ہے اگرچہ اشخاص مذکورین نہ ہوں ان کے وارث ہوں باعتبار استحسان کے م وجہ استحسان یہ ہے کہ اصل شریک قادر ہے اس پر کہ باقی شریکوں سے مطالبہ کرے تا وہ مجتمع ہو کر دیوار کو ڈھاویں تو ایک شریک بقدر اپنے حصہ کے ضمان دے گا اور قیاس یہ تھا کہ ایک شریک پر ضمان لازم نہ ہوتا کیونکہ وہ ہم دیوار کا مالک نہیں نعم فی التلمیذ لومات رہمن ابن فقہ و دین مستغرق صح الا شہاد علی الابن وان لم یملک الدار بربندی وغیرہ ان ظہیر یہ میں ہے کہ اگر دیوار کا مالک مر گیا فقط ایک بیٹا اور دین مستغرق متروکہ چھوڑ کر تو بیٹے پر گواہ کرنا صحیح ہے اگرچہ بیٹا گھر کا مالک نہیں کذا فی البرجندی وغیرہ م تو اگر اشہاد کے بعد انسان تلف ہوگا تو باپ کی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی نہ فرزند کی عاقلہ پر کذا فی المنع بنقضہ مکلف مسلم او ذمی یعنی من اهل الطلب فیشرط فی البیہ والعبد اذن ولیہ ومولاه بالخصوصۃ زلیعی عرا و مکاتب ضمان لازم ہوگا اگر مالک دیوار سے اس کے توڑنے اور ڈھانے کا مطالبہ کیا ہو مکلف نے مسلمان ہو یا ذمی آزاد ہو یا مکاتب شارح نے کہا مکلف سے مراد اہل ہے طلب کا نہ بالغ تو صغیر کی طلب میں اس کے ولی کا اور غلام کی طلب میں اس کے مالک کا اذن خصوصت کے واسطے شرط ہے کذا فی الزلیعی وان لم یتمشہد وجوب ضمان میں طلب نقض شرط ہے اگرچہ اس پر اشہاد واقع نہ ہو اہم تو وجوب ضمان میں طلب شرط ہے نہ اشہاد اور اشہاد جو کتب فقہ میں مذکور ہے تو اس واسطے ہے کہ اگر مالک دیوار یا اس کے مددگار طلب ہم کا انکار کریں تو اس کے اثبات پر قدرت حاصل رہے تو اشہاد باب احتیاط سے ہے چنانچہ طلب شفعہ پر شاہد کرنا بوجہ احتیاط ہے نہ بوجہ شرط اور طلب کرنا اس ہر ایک لفظ سے صحیح ہے جس سے طلب نقض مفہوم ہو چنانچہ یوں کہنا کہ تیری دیوار خطرناک ہے یا مائل ہے سو اس کو کرادے تاکہ ساقط ہو کر کسی چیز کو تلف نہ کرے یا یوں کہے کہ دیوار کو کرادے کہ وہ جھک رہی ہے اور اشہاد کی صورت یہ ہے کہ طلب مذکور شاہدوں کے سامنے ہو یا یوں کہے کہ اس مرد سے دیوار ڈھانے کو کہہ چکے ہیں اور اگر مالک دیوار سے یوں کہے کہ تجھ کو دیوار کا ڈھانا مناسب ہے تو یہ طلب نہیں ہے اور نہ اشہاد بلکہ یہ مشورہ ہے کذا فی الزلیعی ولا یصح الطلب قبل ائیل لعدم التحدی اور طلب نقض صحیح نہیں دیوار کے جھکنے سے پہلے عدم تعدی کے سبب سے والحال انہ لم یبقضہ وہو یک نقضہ فی مدۃ یقدر علی نقضہ فیہا صاحب دیوار مائل پر ضمان واجب ہے طلب کے بعد اس حالت میں کہ اس نے دیوار کو نہ گرایا اور حالانکہ وہ اس کے گرانے کا مالک ہے اس قدر مدت میں جس میں اس کے ڈھانے پر قادر ہے م یعنی طلب کے بعد فوراً بلا ملت ضمان واجب نہیں تو اگر طلب پر اشہاد ہوا اور فوراً دیوار گر پڑی مالک نے اتنی فرصت نہ پائی کہ گرانے پر قادر ہوتا تو ضمان تلف اس پر لازم نہ ہوگا بعت عدم قدرت علی النقص لان دفع الضرر العام واجب اہل دیوار پر اس واسطے ضمان تلف لازم ہے کہ ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے م اگر ضمان واجب نہ ہو تو تغریغ محتج ہو تو راہ بند ہو جائے گرنے کے خوف سے تو راہ بند ہو جانے سے خلق اللہ کا ضرر ہے اور ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے اور یہ امر اکثری ہے کہ ضرر خاص کا تحمل ضرر عام کے دفع کے واسطے واجب ہوتا ہے چنانچہ کفار پر تیر مارنا اگرچہ کفار نے اطفال مسکین کو سپر بنایا ہو اور چنانچہ ہلاک جان کے خوف سے اس ہاتھ کا ٹٹا جو سڑتا جاتا ہو کذا فی الطحاوی ثم ما تلف بہ من النفوس فغلی العاقلۃ ومن الاموال فغلیہ لان العاقلۃ لا تعقل المال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جو دیوار کے گرنے سے جان آدمی کی تلف ہو گئی تو اس کی دیت صاحب دیوار

کے مدگاروں پر ہے اور جو مال تلف ہووے تو اس کا ضمان صاحب دیوار پر ہے اس واسطے کہ مدگار تلف مال کا ضمان نہیں دیتے و لا ضمان الا
بالاشهاد علی ثلثا شیئاً علی التقدیم علیہ و علی المالك بالسقوط علیہ و علی کون الجدار مکالمہ ای من وقت الاشهاد الی وقت السقوط ولذا قال اور
ضمان نہیں کرتین چیز پر گواہ لانے سے ایک اس پر کہ صاحب دیوار کی طرف طلب ہم مقدم ہو چکی دوسرے اس پر کہ ہلاکت ہوئی اس پر گھر پڑنے
کے سبب سے تیسرے اس پر کہ دیوار اس کی ملک ہے یعنی اشہاد کے وقت سے سقوط کے وقت تک اس کی ملک میں باقی ہے لہذا مصنف
نے قول آئندہ کو ذکر کیا و لو تقدیم اسے من لایک لفقہ ممن لیکنہا باجارتہ او اعارة او الی المرتن او الی المودع لا یعتد بہ لعدم تقدیم
علی التعرف اور اگر طلب ہم اس شخص سے مقدم ہوئی جو دیوار توڑنے کا مالک نہیں ان لوگوں میں سے جو گھر میں رہتا ہے اجارہ یا عاریت کے
سبب سے یا مرتن یا امانت دار کی طرف طلب ہوئی تو اس طلب اور اشہاد کا کچھ اعتبار نہیں ان کی عدم قدرت کے سبب سے تعارف پر یعنی وہ
لوگ ہم وغیرہ کے تعارف پر قادر نہیں و حیثینہ فلو سقط بعد التقدیم لمن ذکر و تلف شیئاً فلا ضمان اصلاً لا علی ساکن ولا مالک اور اس صورت
میں اگر دیوار ساقط ہوئی اشخاص مذکورین کی تقدیم طلب کے بعد اور دیوار نے ساقط ہو کر کوئی چیز تلف کی تو اصلاً ضمان نہیں نہ گھر کے رہنے والے پر
نہ مالک پر ہم ساکن پر اس واسطے ضمان نہیں کہ وہ مالک نہیں اور مالک پر اس واسطے نہیں کہ اس پر نہ اشہاد ہو نہ طلب لکن لو خرج الحائض عن ملک
ببيع او غیرہ کتبہ حاوی القدس و کذا لو جن مطبقاً و ارتد لمحق و حکم لمجاۃ ثم عاد و افاق خانیہ چنانچہ اس صورت میں ضمان نہیں کہ دیوار خارج
ہو گئی اس کی ملک سے بیع کے سبب یا غریب کے سبب سے چنانچہ مہر کرنے کے سبب سے کذا فی الحاوی القدسی اور اسی طرح ضمان نہیں اگر
مالک دیوار کا مجنون ہو گیا مجنون مطبق یا مرتد ہو گیا اور دار الحرب میں جا ملا اور اس کے لحاق کا حکم ہو گیا پھر وہ دارالاسلام میں آ گیا یا مجنون ہو شیار
ہو گیا کذا فی الخانیہ غایہ میں تسلیم ضروری ہے بطلان اشہاد کے واسطے اس واسطے مہر کا کچھ حکم نہیں قبل تسلیم کے تو یہ جو شارح لکے قول
میں کہے گا لزوال ولایت بالبیع ونحوہ وغیرہ ظاہر ہے کذا فی الطحاوی بعد الاشہاد و لو قبل القبض لزوال ولایت بالبیع ونحوہ وان عاد ملک بعد
حاوی و خانیہ خروج ملک بعد الاشہاد سے ضمان لازم نہیں آتا اگرچہ سقوط دیوار کا قبض مشتری سے پہلے ہو بسبب زائل ہو جانے اس کی ولایت کے
بیع اور اس کے مانند سے اگرچہ ملک بائع کی پھر عود کرے بعد اس کے کذا فی الحاوی و الخانیہ ضمان واجب ہوتا ہے ترک ہم سے پھر جب بیع
کی تو قادر نہ رہا ہم پر اور اگر بیع کے بعد پھر مالک ہو گا تو بھی ضمان لازم نہ ہو گا مگر اشہاد ثانی سے تجد ملک کے سبب سے بخلاف نحو الجناح بقار
فقدہ کما مر بخلاف مانند جناح کے بسبب باقی رہنے فعل بائع کے چنانچہ فصل سابق میں زبطنی سے مذکور ہو چکا ام اشراع جناح عبارت ہے
اخراج جذوع دیوار سے یعنی دیوار سے دھیان راہ کی طرف باہر نکالنا اور اس پر عمارت بنانا کذا فی صدر الشریعۃ اہل ہند اس کو چھجا اور رہا کہہ
کیتے ہیں اور جناح کی مانند کنیف اور میزاب ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر راہ کی طرف اخراج جناح کیا یا مانند اس کے کچھ بنایا پھر اس کو بیچا پھر وہ ساقط
ہو کر تلف کا موجب ہوا تو ضمان بائع پر ہے نہ مشتری پر اس واسطے کہ نفس وضع جنایت ہے تو زوال ملک اس حال کو نہیں بدلتا اور دیوار بنانا
خود جنایت نہیں بلکہ ترک ہم دیوار زائل جنایت ہے سو بیع کے بعد ہم پر قدرت نہیں وان مال الی دار انسان من مالک او ساکن باجارتہ
او غیرہ یا خلاصہ لادنی ملائمت قستانی فالطلب الیہ لان الحق لہ اور اگر دیوار زائل ہوئی کسی آدمی کے گھر کی طرف خواہ وہ مالک ہو یا رہنے والا
ہو کر ایہ وغیرہ سے تو اس آدمی کو طلب ہم کا اختیار ہے اس واسطے کہ خاص حق اسی کا ہے قستانی نے کہا دار انسان کی اصناف کتر تعلق اور
ابطال کی وجہ سے یعنی تو مالک اور کرایہ دار دونوں کو صاحب خانہ کما صحیح مضمون تاجیلہ و ابراؤہ منہا ای من الجنایۃ تو صاحب خانہ
کی تاویل اور جنایت سے ابراؤہ صحیح ہے یعنی اگر ایک شخص کے گھر کی طرف دیوار زائل ہے اور اس نے مالک دیوار کو ملت دی کہ اتنی مدت

میں گرا کر بنایا یا کما تجہ پر ضمان تلف نہیں تو یہ جائز ہے پھر اگر اس مدت کے اندر تلف ہوگا تو مالک دیوار پر ضمان لازم نہ ہوگا کیوں کہ صاحب حق کو اپنے حق کا اسقاط کرنا جائز ہے کذا فی العینی وان مال الی المطریق فاجلہ القاضی او من طلب النقص لایسیر لانه حق العامة وتصرف القاضی فی حق العامة نافذ فیما ینفعهم لایما یضرهم ذخیرۃ بخلاف تأجیل من بالدار اور اگر دیوار مائل ہوگئی راہ کی طرف سو اس کو قاضی نے مہلت دی مدت میں تک یا اس نے مہلت دی جس نے ہدم دیوار کی طلب کی تھی تو دیوار کا مالک بری الذمہ نہ ہوگا ضمان تلف سے اس واسطے کہ شارع عام میں سب کا حق ہے اور قاضی کا تصرف حق عام میں نافذ ہے اس میں جو ان کو نفع کرے نہ اس میں جو ان کو ضرر کرے کذا فی الذخیرۃ بخلاف تأجیل صاحب خانہ کہ وہاں اسی کا خاص حق ہے ولو مال بعضہ للطریق وبعضہ للدار فائی طلب صح الطلب لانه اذا صح الاشهاد فی بعض صح فی کل برجندی اور اگر بعض دیوار راہ کی طرف مائل ہوئی اور بعض کسی کے گھر کی طرف تو جو شخص طلب ہدم کرے گا تو طلب کرنا صحیح ہوگا اس واسطے کہ جب بعض میں اشہاد صحیح ہو تو کل میں صحیح ہوگا کذا فی البرجندی م چونکہ دیوار واحد ہے تو اہل خانہ کا اشہاد صحیح ہوگا اس قدر دیوار میں جو ان کی ملک کی طرف مائل ہے اور اس قدر میں بھی جو راہ کی طرف مائل ہے اس واسطے کہ اہل خانہ بھی منجملہ عامہ کے ہے اور اگر صاحب اشہاد اہل خانہ کا غیر ہے تو اس قدر دیوار میں اشہاد صحیح ہوگا جو راہ کی طرف مائل ہے اور جب بعض دیوار میں صحیح ہو تو کل میں بھی صحیح ہوگا کذا فی الحانیۃ طحاوی نے کہا تو اس سے معلوم ہو گیا جو شارح کے کلام میں ہے یعنی جمال غل فان بنی ما تلا ابتداء ضمن بلا طلب کما فی الشراعی الجناح ونحوہ کمیزاب لتعدیہ بہ پھر اگر دیوار مائل بنائی سرے سے تو ضمان تلف مالک دیوار پر لازم ہوگا چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے میں چنانچہ میزاب میں ضمان لازم ہے بلا طلب بسبب اس کی تعدی کے مائل بنانے سے حائط بنی خمسہ شہد علی احدہم فسقط علی رجل ضمن عاقلة خمس الدیۃ ای نفس ما تلف بہ من مال النفس ممکنہ من اصلاحہ برافعة للحاکم ایک دیوار مائل پانچ شریکوں میں مشترک ہے ایک شریک پر اشہاد واقع ہوا پھر وہ دیوار گر پڑی ایک مرد پر تو صاحب دیوار کے مددگاروں پر پانچواں حصہ دیت کا لازم ہوگا یعنی جو چیز تلف ہوگئی دیوار سے مال ہو یا جان اس کے پانچویں حصہ کا ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ ایک شریک اصلاح دیوار پر قادر ہے اس کی حاکم سے نالیش کر کے یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی ایک شریک ہدم دیوار پر قادر نہیں تو اس پر اشہاد کیونکر صحیح ہوا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ ہدم پر قادر نہیں لیکن اس کی اصلاح پر قادر ہے حاکم سے اطلاع کر کے اس واسطے کہ مقصود ازالہ ضرر ہے جس طرح سے کہ ہدم پر منحصر نہیں وار بنی ثلثہ حضرت احدہم فیہا بڑا او بنی حائطاً فعتب بہ رجل ضمن ثلثی الدیۃ لتعدیہ فی اثلاثین وقد حصل التلف بعلۃ واحدة فاعتبر بالجمعة ایک گھر تین شخصوں میں مشترک ہے ایک نے اس میں کنواں کھود دیا دیوار بنائی سو اس کے صدمہ سے ایک مرد مر گیا تو حافر اور بانی دیت کی دو تہائیوں کا ضمان دے گا بسبب اس کی تعدی کے دو تہائیوں میں یعنی دو شریکوں کے حصوں میں اور البتہ تلف حاصل ہوا ایک ہی علت سے تو بقدر حصہ معتبر ہوگا م موت کی علت واحدہ ثقل مسلک ہے تو اس کی قسمت ہوگی مالکوں پر بقدر ملک کے کذا فی البدایۃ وشرھا للعینی وقالوا انصاف لان التلف قسما معتبر وہ اور صاحبین نے کہا کہ پانچ شریکوں کے اور تین شریکوں کے مسئلہ میں دیت نصف نصف ہے اس لئے کہ تلف دو قسم ہے ایک قسم معتبر ہے اور دوسری رائگاں میں جس شریک پر اشہاد ہوا تو اس کے حصہ میں تلف معتبر ہے اور جس شریک پر اشہاد نہیں ہوا تو اس کے حصہ میں تلف باطل اور رائگاں ہے اور کنواں کھودنے میں باعتبار اپنے ملک کے حافر متعدی نہیں ہے اور باعتبار ملک شریکین کے متعدی ہے تو دو قسمیں ہو گئیں تو نصف نصف انقسام ہو گیا کذا فی الزمعی یعنی عاقلة متعدی پر نصف دیت لازم ہوگی اور نصف رائگاں الا شہاد علی الحائط اشہاد علی النقص بالکسر ما یتقض من الجدار دیوار مائل پر اشہاد وہی دیوار قائمہ منقوض پر اشہاد ہے یعنی ایک ہی اشہاد کفایت کرتا ہے دونوں کے ضمان تلف میں شارع

نے کہا کہ نفقہ بکسر نون و سکون قاف عبارت ہے اس اینٹ اور مٹی سے جو دیوار سے ساقط ہو و حیثہ وقوع الحائض علی الطريق بعد الاشہاد
فخر انسان بنقصہ مات ضمن لان النفقہ مکہ متفرغہ علیہ اور اس وقت میں اگر دیوار گر پڑی راہ پر اشہاد کے بعد سو کوئی آدمی اس پر ٹھوکر کھاکے
گراسو مر گیا تو مالک دیوار پر ضمان دیت لازم ہوگا اس واسطے کہ اینٹ اور مٹی منقوض مالک دیوار کی ملک ہے تو راہ کو اس سے فارغ کرنا اور
صاف کرنا اسی پر واجب ہے **وان عثر رجل یقتل مات بسقوطها ای الحائض لا یضمنہ لان تفرغہ للاولیاء لا الیہ اور اگر ایک مرد نے**
ٹھوکر کھائی اس مقتول پر جو دیوار کے سقوط سے مر گیا تھا تو مالک دیوار پر ٹھوکر کھانے والے کا ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ راہ فارغ کرنا مقتول
کی لاش سے مقتول کے وارثوں پر ہے نہ صاحب دیوار پر بخلاف الجناح حیث یضمن ربہ القاتل الثانی ایضا بقاء جنایۃ فیلزم تفرغ الطريق من
القتل ایضا یؤیدہ ان لو باع الحائض او نفقہ بڑی ولو باع الجناح لازمی بر خلاف برآمدہ کرنے کے کہ دہاں مالک اس کا قاتل ثانی کا بھی ضمان
دے گا بسبب باقی رہنے اس کی جنایت اور تعدی کے تو اس پر راہ کا فارغ کرنا مقتول سے بھی لازم ہوگا مؤید اس کا وہ مسئلہ ہے کہ اگر دیوار یا منقوض
کو مالک نے بیع کر ڈالا تو ضمان سے بری الذمہ ہو گیا اور اگر برآمدہ بیچا تو ضمان تلف سے بری الذمہ ہوگا کذا فی الزیلعی و لا یصح الا شہاد قاتل ان یہی
الحائض لانعدام التعدی ابتداء و انتہاء اور صحیح نہیں گواہ کرنا دیوار کے ٹھکنے اور پھٹنے سے پہلے بسبب نہ ہونے تعدی کے باعتبار ابتداء و انتہاء کے
و یقتل فیہ شہادۃ رجل وامرأتین لان شہادۃ علی المقدم لا علی القاتل اور اشہاد میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی مقبول ہے کیونکہ یہ تقدم پر
گواہی ہے نہ قتل پر فروع مسائل لمحۃ شارح کے حائض بعضہ صحیح و بعضہ واه فاشہد علیہ فسقط کھ و قتل انسانا ضمنہ الا ان یکن الحائض طویلاً فیضمن
ماصاب الوابی فقط لانہ حیثہ کی تطین فالاشہاد صحیح فی الوابی لانی ایصح ایک دیوار ہے کہ کچھ درست ہے اور کچھ مائل ہے اور سست سو اس پر
اشہاد واقع ہوا مائل پر سو تمام دیوار گر پڑی اور آدمی کو اس نے تلف کیا تو مالک دیوار کا ضمان اس کا دے گا مگر یہ کہ دیوار طویل ہو تو فقط بقدر اصابت
دیوار ضعیف کے ضمان دے گا اس واسطے کہ اس وقت میں طول کے سبب سے ایک دیوار منہزلہ دو دیواروں کے ہے تو اشہاد ضعیف دیوار میں
صحیح ہوگا نہ درست دیوار میں حائضان احد ہا مائل والاخر صحیح فاشہد علی المائل فسقط ایصح فالتلف شیئاً کان ہذا خانۃ دو دیواریں ہیں ایک مائل
ہے اور دوسری درست سو اشہاد واقع ہوا مائل پر سو گر پڑی درست دیوار تو اس نے کچھ تلف کر دیا تو وہ باطل اور رائگاں ہے کچھ اس کا ضمان نہیں
کذا فی الخانیۃ مسجد مال حائض فالاشہاد علی من بناہ والیۃ علی عاقلہ من بناہ ایک مسجد ہے جس کی دیوار مائل ہے تو گواہ کرنا اس کے بنانے
والے پر چاہیے اور اس کے سقوط کا خونہا اس کے بنانے والے کے مددگاروں پر و حائض الوقف علی المساکین علی عاقلۃ الوقف اور جو دیوار
کہ مساکین پر وقف ہے تو اس کے سقوط کی دیت واقف کے مددگاروں پر ہے یہ اس وقت ہے جب کہ اشہاد متولی وقف ہوا ہو اور اگر مساکین
پر اشہاد ہوگا تو ضمان نہیں کذا فی العالمگیریۃ و حائض العبد التاجر علی عاقلۃ مولاه و لو مستغفر استحسانا اور غلام تاجر کی دیوار گرنے کا ضمان اس کے
مالک کے مددگاروں پر ہے اگرچہ رقبہ غلام مستغرق بدین ہو استحسان کی دلیل سے قال ولی القاتل اذا جاد عند عفوت عن القصاص لا یصح لانہ
تملیک دل علیہ مسئلہ الاصل جاریۃ قتل رجلاً عمد افرنی بہا ولی القاتل قبل ان یقتل لا یجد لانا صارت مملوکہ ولو الجیہ مقتول کے وارث نے
کہا کہ جب کل آدمے کی تو میں قصاص کو معاف کروں گا تو یہ عفو صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ تملیک ہے یعنی گویا اس نے یوں کہا کہ جب کل آدمے کی تو
میں اس خون کو جس کے بنانے کا شارح نے مجھ کو اختیار دیا تیری ملک میں کر دوں گا اور حالانکہ تملیک کی تعلیق صحیح نہیں تملیک قصاص پر مسئلہ اصل کا
یعنی مسمو کا دلالت کرتا ہے اور وہ مسئلہ ہے کہ ایک لونڈی نے ایک مرد کو قتل کیا سو مقتول کے وارث نے اس سے زنا کیا قصاص لینے
پہلے تو زانی پر حد زنا واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ لونڈی زانی کی مملوک ہو گئی کذا فی الوابی الجیہ اس قتل کا موجب اصلی قصاص ہے تو وارث مقتول کا

جاریہ کے خون کا مالک ہوگا قصاص کی راہ سے اور جو اپنی مملوک سے وطی کرے اس پر حد نہیں

باب جنایۃ البیہمتۃ والجنایۃ علیہا | یہ باب ہے جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنے کے احکام میں بالاصل ان المرد فی طریق السیلین

مباح بشرط السلامة فیما یملک الاحتراز عنہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی راہ میں چلنا مباح ہے بشرط سلامت رہنے کے اس امر میں جس سے بچنا اور باز رہنا ممکن ہے مگر ممکن الاحتراز کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر سلامت علی الاطلاق شرط ہو تو راہ کا چلنا بند ہو جائے اور احتراز جانور کے روندنے اور کاٹنے وغیرہ سے ممکن ہے کیونکہ وقت چلنے کی ضرورت سے نہیں لہذا ان میں سے مشروط ہوئی برخلاف دم بلانے اور اس کے لگ جانے کے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں جانور کے سوار کو تو وہ شرط بھی نہیں ضمنی الراکب فی طریق العامة ما وطلبت وابته وما اصابته بیدل اور جملہا اور اسما او کد مت لہما او خبطت بیدل او صدمت قاص من ہے شارب عام میں سوار اس چیز کا جس کو اس کے جانور نے روندنا اور کچلا اور جو تلف کیا جانور نے اپنے ہاتھ یا پاؤں یا سر سے یا کاٹا اپنے منہ سے یا مارا اپنے ہاتھ سے یا دھکا دیا اپنے بدن سے فلو حدثت المذكورات فی السیر فی ملک لم یضمن رہا الا فی الوطی و ہوراکبہا لاند مباشرة بقصد بشفۃ فحیم المیراث تو اگر مورد مذکورہ اپنی زمین مملوک کے چلنے میں حادث اور پیدا ہوں تو جانور کا مالک ضمان نہ دے گا مگر کچلنے میں ضمان لازم ہوگا جب کہ مالک اس پر سوار ہو اس واسطے کہ چلونا قتل مقتول کی مباشرت ہے اپنے بوجھ کے سبب سے تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا مگر چنڈ مقتول جانور کے بوجھ سے بھی تلف ہوتا ہے لیکن اس کا بوجھ سوار کے تابع ہے کیونکہ اس کا چلنا سوار کی طرف منسوب اور مضاف ہے چنانچہ بولتے ہیں کہ سوار فرسنگ بھر چلا اور حالانکہ وہ زمین پر جاس سے تو سوار پر کفارہ اور دیت لازم ہوگی اور میراث سے محروم ہوگا اس واسطے کہ مباشرت ملک اور غیر ملک میں برابر ہے کذا فی العینی و لو حدثت فی ملک غیرہ باذنہ فہو مکملہ فلا یضمن کما اذا لم یکن صاحبہا معاقبتانے اور اگر غیر کے ملک میں اس کی اجازت سے امور مذکورہ حادث ہوں تو غیر کی ملک بمنزلہ اس کی ملک کے ہے تو سوار پر ضمان لازم نہ ہوگا یعنی مگر کچلنے میں البتہ ضمان لازم ہوگا چنانچہ جب کہ جانور کا مالک اس کے ساتھ نہ ہو یعنی راہ میں اور جانور سے کچھ تلف ہو تو مالک پر ضمان لازم نہ ہوگا کذا فی القمتانی والاکین باذنہ ضمن ما تلف مطلقا لتعدیہ اور اگر غیر کی ملک میں جانور کا اذخال نہ ہو مالک کے اذن سے تو مالک پر ضمان لازم آوے گا اس کے تلف کرنے کا اس کی تعدی کے سبب سے مطلقا خواہ جانور کے ساتھ مالک ہو یا نہ ہو خواہ تلف کچلنے سے ہو یا اور طرح ذبیعی میں ہے کہ اگر جانور غیر کی ملک میں داخل ہو اور جانور کا مالک اس کے ساتھ نہیں ہے تو کچھ ضمان نہیں اور اگر جانور کے مالک نے اس کو داخل کیا تو سب صورتوں میں ضمان اس پر لازم ہوگا تعدی کے سبب سے کذا فی الطحاوی لا یضمن الراکب ما نفعہ برجلہا اذ نہا سائرۃ خلافا لشافعی ضمان نہ دے گا سوار چلتے ہوئے جانور کے پاؤں یا دم کے مارنے کا برخلاف شافعی کے مگر اس واسطے کہ چلنے کی حالت میں اس سے احتراز ممکن نہیں تو اگر سوار جانور کو کھڑا کرے گا راہ میں اور ضرب مذکور واقع ہوگی تو ضمان لازم آوے گا اس لئے کہ ٹھہرانے سے احتراز ممکن ہے اگرچہ ضرب سے احتراز ممتنع ہے کذا فی الدرر او عطلب النسان بمباراثت او بالث سائرۃ او واقفۃ لاجل ذلک لان بعض الدواب لا یفعلہ الا واقفا کوئی آدمی تلف ہو گیا جانور کے لید کرنے یا پیشاب کرنے سے راہ میں تو ضمان نہیں خواہ جانور چلتا ہو یا ٹھہر گیا ہو لید پیشاب کے واسطے اس لئے کہ بعض جانور لید پیشاب نہیں کرتے میں بدول کھڑے ہوئے فلو واقفۃ لغيرہ فبالت ضمن لتعدیہ بالیقانہا پھر اگر اس نے جانور کو لید پیشاب کے سوا اور کام کے واسطے ٹھہرایا اور اس نے پیشاب کیا یعنی اور اس سے کچھ تلف ہو گیا تو ضمان لازم آوے گا اس کے ٹھہرانے کی تعدی کے سبب سے یعنی راہ اس

سے ایک نسخہ میں مباشرۃ ایضا مفعول ہے اور لفظ بقصد اس میں نہیں ہے ۱۲

سطح موضوع نہیں کہ جانور اس میں سفر کے واسطے ٹھہرایا جاوے تو ٹھہرنا تعزیری ٹھہرا لائی موضع اذن الامام بالیقافھا فلا یضمن ومنہ
 فوق الدواب واما باب المسجد فکا ل طریق الا اذا اعلیٰ لکما مواضع مگر راہ کے اس مکان میں کھڑے کرنے میں ضمان نہیں جہاں سلطان نے
 جانور کھڑے کرنے کا حکم دیا ہو اور ازاں جہد محاسن ہے اور مسجد کا دروازہ تو بمنزلہ راہ کے ہے وجوب ضمان میں مگر جب کہ سلطان نے جانوروں
 کے کھڑے کرنے کے واسطے کوئی مکان مقرر کر دیا ہو فان اصابہ بیدار اور جملہا حصاة او نواہ او اثار ت غبار او حجر اصغیرا
 یفقد عینا او افسد ثوبا لم یضمن لعدم امکان الاحتراز عنہ ولو الحجر کبیرا یضمن لامکانہ پھر جانور نے اپنا ہاتھ یا پاؤں مار کے کنکری یا کھجور
 کی گھلی دھپائی یا چھو یا پتھر یا غبار اوڑھ لیا سو اس نے آنکھ پھوڑی یا کپڑا کاٹا تو سوار پر ضمان نہیں اس واسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں اور اگر
 پتھر یا غبار سے گامیبب امکان احتراز کے وضمن السائق والقائد ما ضمنه الراكب و صحیح فی الدرر انہ مطرد منکس اور ضمان دیتا ہے
 ہاں اور کھینچنے والا اور دھچکے سے ہانکنے والا اس چیز کا جس کا سوار ضمان دیتا ہے اور درمیں تصحیح کی ہے کہ یہ قول مطرد اور منکس ہے مگر اطراف عبارت
 ہے اثبات کے تلازم سے اور انعکاس عبارت سے نفی کے تلازم سے خلاصہ یہ ہے کہ جہاں راکب پر ضمان آتا ہے وہاں کھینچنے والے اور ہانکنے والے
 پر بھی ضمان آتا ہے اور جس موضع میں راکب پر ضمان نہیں وہاں ان پر بھی ضمان نہیں اور اس قول تصحیح کے مقابل مختصر قدوری کا قول ہے کہ سائق
 ضمان ہے جانور کے ہاتھ اور پاؤں کے روندنے کا اور قائد ہاتھ کے روندنے کا خاص ہے نہ پاؤں کے روندنے کا والراکب علیہ الکفارة
 فی الوطیٰ کما مر اور سوار پر کفارہ واجب ہے کھینچنے میں چنانچہ گذر گیا مخطاوی نے کہا کہ اسباب میں تو راکب کا کفارہ مذکور نہیں ہو چکا لایہ علیہما ای لا
 علی سائق وقائد ان دونوں پر لینے کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر کفارہ نہیں م سائق اور قائد متسبب ہیں اور راکب مباشر ہے اور کفارہ مباشر
 کا حکم ہے نہ متسبب کا اور اسی طرح کھینچنے سے راکب کے حق میں جبران میراث اور وصیت متعلق ہے نہ سائق اور قائد کے حق میں کذا فی المنع ولو کان
 سائق وراکب لم یضمن السائق علی التصحیح خلافا لما جزم بہ القستانی وغیرہ لان الاضافۃ الی المباشر اولیٰ من المتسبب کما مر اسے اذا کان سببا
 لا یعمل بالفرادۃ اتلاف کما ہنا امانی سبب یعمل بالفرادۃ فیشترکان کیا تے نے مسئلہ ضمن الدابة باذن راکبہا فلیحفظ اور اگر ایک جانور کا ایک
 کھینچنے والا ہو اور دوسرا اس پر سوار ہو لینے اور وہ جانور کچھ تلف کر ڈالے تو کھینچنے والے پر ضمان نہ آوے گا بلکہ سوار پر ضمان لازم ہوگا بنا بر قول
 صحیح کے برخلاف اس قول کے کہ قتانی وغیرہ نے اس پر یضمن کیا ہے اس واسطے کہ فعل کی اضافت مباشر کی طرف مقدم سے متسبب کی اضافت
 سے چنانچہ مذکور ہو چکا لینے اولویت مباشر کی متسبب سے اس وقت ہے جب کہ ایسا سبب ہو کہ تلف کرنے میں ایک عمل نہ کرتا ہو چنانچہ یہاں
 لینے کھینچنے میں لیکن اس سبب میں جو تلف کر ڈالنے میں متعامل کرتا ہو تو راکب اور سائق دونوں ضمان میں شریک ہوں گے چنانچہ بیان اس کا جانور
 کے کوچنے کے مسئلہ میں آوے گا اس کے راکب کے اذن سے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے راکب نے کہا دوسرے سے کہ لکڑی سے اس جانور کو
 کوچ اور وہ کوچنے سے بھاگا اور کوئی چیز تلف ہوئی تو دونوں پر ضمان لازم آوے گا اس لئے کہ نقطہ کوچنا اتلاف میں کفایت کرتا ہے وضمن
 عاقلة کل فارس اور اصل دیر الاثر ان اصطدا ما واما منہ فوقا علی القفاء لو کان حرمین لیسا من العجم ولا عامرین ولا و قاعا علی وجہ ہما
 اور ضمان دے عاقلہ ہر سوار یا پیدل کا دوسرے سوار یا پیدل کی دیت کا اگر دونوں نے باہم ٹکرائی ہو اور مر گئے ہوں اس صدمہ سے سودوں
 چت گر ٹپے ہوں بشرطیکہ دونوں آزاد ہوں مجبی نہ ہوں اور ٹکرائے کے قاصد نہ ہوں اور نہ دونوں منہ کے بل پٹ گرے ہوں م و ضمان
 یہ ہے کہ ہر واحد کی موت دوسرے کی طرف مضاف ہے لیکن ضمان علی الاطلاق نہیں بلکہ تقابل طرفین پر محمول ہے اس واسطے کہ اختیار میں
 ہے کہ ایک مرد نے سفر کیا جانور پر پھر دوسرا سوار دھچکے سے آیا اور اس نے ٹکرائی سو پھلا تلف ہو گیا تو اگلے سوار پر ضمان نہیں اور اگر اگلا

تلف ہوا تو پچھلے پر ضمان ہے اور یہی حکم ہے دو کشتیوں کے ٹکر کھانے کا کذا فی الخطا وی ولو کان عبید بن الوجہ ابن کمال یہ دردمسما
فی الحمد والخطار شر بنی لایۃ وغیرہ اور اگر دونوں سوار یا پیدل غلام ہوں یا مگر کا کرپٹ گریں منہ کے بل کذا صرح ابن کمال تو ان کا خون رائگاں ہے
علاوہ خطا میں کذا فی الشر بنی لایۃ وغیرہ ولو کان من العجم فالدیۃ فی ماہم کما مر مراراً اور اگر دونوں عجمی ہوں یعنی عرب نہ ہوں تو دیت ان کے مال میں ہے
نہ عاقلہ پر چنانچہ چند بار مذکور ہو چکا کہ عجم کا عاقلہ نہیں ولو کان عامر بن فحل کل نصف الدیۃ اور اگر دونوں نے عمدتاً ٹکر کھائی ہو اور مر گئے ہوں تو ہر شخص
پر نصف دیت ہے مگر اس واسطے کہ ہر شخص تلف ہوا اپنے فعل سے اور دوسرے کے فعل سے تو نصف دیت معتبر ہوگی اور نصف باطل کفار میں ہے
کہ نصف دیت عدا میں ہر واحد کی عاقلہ پر واجب ہے اور خطا میں پوری دیت ہے کذا فی الدرر ولو وقع احدہما علی وجہہ ہر دومہ فقط اور اگر ایک شخص منہ
کے بل پٹ گرا تو فقط اس کا خون رائگاں ہے یعنی اس کا خون رائگاں نہیں جو چیت گرا ولو احدہما حرا والاخر عبد افعل عاقلۃ الحر قیمۃ العبد فی الخطار و
فخصانی الحمد اور اگر دونوں میں سے ایک آزاد ہو اور دوسرا غلام تو آزاد کی عاقلہ پر غلام کی پوری قیمت ہے خطا میں اور نصف قیمت ہے عمد میں
مگر مسئلہ مذہب مشہور اور حدیث ماثور کے مخالف ہے کیونکہ عاقلہ پر عمد کی دیت اور غلام کی دیت واجب نہیں ہوتی کذا فی الخطا وی کما لو تجاذب
رجلاں مجذبا فاقطع اہل فسقا و ما با علی التقفا ہر دمہا موت کل بقوۃ نفسہ چنانچہ اگر دو مردوں نے باہم ایک دوسری کھینچی سو دوسری ٹوٹ گئی
سو دونوں گریٹے اور مر گئے چیت گرنے کے تو ان کا خون باطل اور رائگاں ہے اس واسطے کہ ہر شخص کی موت ہوئی اپنی ذات کے زور سے فان
وقع علی الوجہ وجب دیتہ کل واحد منہما علی عاقلۃ الآخر بقوۃ صاحبہ ہر اگر دونوں گرنے کے منہ کے بل تو ہر ایک کی دیت دوسرے کے عاقلہ پر
واجب ہوگی بسبب مرجانے ہر ایک کے اپنے ساتھی کی قوت سے فان تعاکسا فوقع احدہما علی التقفا والاخر علی الوجہ فدیۃ الواقع علی الوجہ علی
عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ صاحبہ ہر دم من وقع علی التقفا لموتہ بقوۃ نفسہ ہر اگر دونوں متعاکس کرے یعنی ایک شخص چیت گرا اور دوسرا
منہ کے بل تو منہ کے بل گرنے والے کی دیت دوسرے شخص کی عاقلہ پر ہے بسبب اس کے مرنے کے اپنے ساتھی کی قوت سے اور رائگاں ہوگا
اس کا خون جو چیت گرا بسبب اس کے مرنے کے اپنی ذات کے زور سے ولو قطع انسان اہل بینہا فوقع کل منہما علی التقفا فاما فدیۃ
علی عاقلۃ القاطع لتسببہ بالقطع اور اگر ایک انسان نے وہ دھکی کاٹ دی جس کو وہ شخص تانے تھے سو دونوں شخص چیت گریٹے اور دونوں
مر گئے تو دونوں کی دیت کاٹنے والے کی عاقلہ پر ہے کیونکہ قاطع قطع کرنے سے دونوں کی موت کا سبب ٹھہرا علی سائق دابۃ ووقع اوامتا
ای آلا تہا کسرہ و نحوہ علی رجل فمات وقائد قطار بالکسر قطار الابل وطی لبعیر منہ رجلا الدیۃ اور اس جانور کے کھینچنے والے پر جس کا سامان چوڑا
زین اور مانند اس کے کوئی اور چیز گریٹا ایک مرد پر سو دھکیا دیت واجب ہے اور اونٹ کی اس قطار کے ہانکنے والے پر جس میں سے ایک اونٹ نے
کسی مرد کو کچلا اور وہ مر گیا دیت واجب ہے شارع نے کہا قطار کسر قاف عبارت ہے اونٹ کی قطار سے وانکان معہ سائق ضمنہ لا ستواہما فی
التسبب لکن ضمان النفس علی العاقلۃ وضمان المال فی مالہ ہذا الواسائق من جانب من الابل فلو تو سلبھا واخذ بزمام واحد من ماعلفہ وضمانا ما قدامہ وراکب
وسلبھا یضمنہ فقط مالہ یاخذ بزمام ماعلفہ اور اونٹ کی قطار ہانکنے والے کے ساتھ کوئی شخص قطار کا آگے کھینچنے والا ہوگا اور کوئی کچل کے مرجائے گا
تو دونوں پر ضمان لازم آدھے گا اس واسطے کہ موت کے سبب انگیزی میں قائد اور سائق دونوں برابر ہیں لیکن جان کا ضمان عاقلہ پر ہے اور مال
کا ضمان خود اس کے مال میں ہے یہ اس صورت میں ہے کہ اگر قطار کا ہانکنے والا اونٹوں کی ایک جانب پر سوار ہو سواگر ہانکنے والا قطار کے پیچ میں ہو
اور ایک اونٹ کی ٹیکل پکڑے ہو تو پچلی قطار کا ضمان ہوگا یعنی اس واسطے کہ جب قطار سے زمام منقطع ہوئی تو قائد مقدم خلف سائق کا قائد نہ رہا اور
سائق اور قائد ضمان دیں گے اپنے آگے کی قطار کا اور جو قطار کے اندر ایک اونٹ پر سوار ہے وہ فقط اسی اونٹ کا ضمان دے گا جب تک

پھلی قطار کی ٹیکل نہ پکڑی ہو مگر یہی ہے کہ ایک مرد ایک اونٹ پر سوار ہو درمیان قطار کے اور کسی اونٹ کو ہلکتا نہ ہو تو اگلے اونٹوں کی جنایت
 ضمان نہ دے گا اس واسطے کہ وہ ان کا ہانکنے والا نہیں ہے اور اسی طرح پچھلے اونٹوں کا ضمان اس پر نہیں کیونکہ وہ ان کا کھینچنے والا نہیں لیکن
 پچھلے اونٹوں کی ٹیکل پکڑے ہوگا تو ضمان اس پر لازم ہوگا ہاں جس اونٹ پر وہ سوار ہے اس کی جنایت کا ضمان اس پر لازم ہوگا اور کھینچنے
 سوا اور جنایت کا ضمان کھینچنے والے پر بھی ہے لیکن کھینچنے کا ضمان خاص سوار پر ہے اس واسطے کہ وہ مباشرت سے انتہی مخطاوی نے کہا شارح
 عبارت اختصار سے مراد ہو گئی فان قتل بعیر رابط علی قطار سائر بلا علم قائدہ رجلا مفعول قتل ضمن عاقلة القائد الدیة رجوعاً
 علی عاقلة الرابط لانه دیتہ لاضران کما توہمہ صدر الشریعہ پھر اگر اس اونٹ نے مرد کو قتل کیا جو باندھا گیا تھا چلتی قطار پر اس کے کھینچنے والے
 بدول علم کے تو کھینچنے والے کی عاقلہ پر دیت کا ضمان لازم ہوگا اور کھینچنے والے کی عاقلہ باندھنے والے کی عاقلہ سے دیت کو بھر
 گی اس لئے کہ اس دیت دینے میں نقصان نہیں جیسا کہ صدر الشریعہ نے دہم کیا ہے م صدر الشریعہ نے کہا لائق یوں ہے کہ باندھنے والے
 مال میں دیت لازم ہو اس واسطے کہ اس نے ان کو نقصان مال میں ڈالا عاقلہ قائد پر دیت اس واسطے لازم ہوئی کہ اس کو ممکن تھا کہ قطار میں اونٹ
 دھننے سے روکتا پھر جب اس نے حفاظت ترک کی تو متعدی ٹھہرا تقصیر سے اور یہ سبب ہے اور اس میں عاقلہ پر دیت آتی ہے اور رجوع کی وجہ
 ہے کہ رابط نے اس کو اس بلا میں ڈالا فلور رابط والقطار واقف ضمنها عاقلة القائد بلا رجوع لقوده بلا اذن پھر اگر اونٹ باندھا اور حالانکہ قطار کھڑی
 ہے تو قائد کی عاقلہ دیت کا ضمان دیں گی بدول رجوع کے یعنی عاقلہ رابط سے دیت کا تقاضا کرنا اور لینا ان کو جائز نہ ہوگا بسبب کھینچنے قائد کے
 دینا اذن رابط کے مگر خلاف چلتی قطار کے کہ اس میں اذن کھینچنے کا دلالت حال سے ثابت ہے ومن ارسل بہیمۃ او کلبا ملتقے وکان خلفها
 لقاہا فاصابت فی فورہا ضمن لانه الحامل لہا وان لم یش خلفها فادامت نے فورہا فسلق حکما وان تراخے انقطع السوق فالمراد بالسوق
 ملتقے خلفها والمراد بالہیمۃ الکلب زیلعے اور جس نے جانور یا کتا چھوڑا کذا فی الملتقے اور چھوڑنے والا اس کے پیچھے ہانکنے والا ہے سو جانور
 نے فی الفور کچھ تلف کیا تو اس پر ضمان لازم ہوگا اس لئے کہ وہی تو جانور کا حامل اور باعث ہے اور اگر جانور کے پیچھے نہ چلتا ہو تو جب تک کہ جانور
 اپنے فور میں ہے یعنی چھوڑنے کے بعد نہیں ٹھہرا تو وہ شخص سائق ہے حکماً اور اگر ٹھہر گیا تو ہانکنا منقطع ہو گیا تو ہانکنے سے یہاں مراد جانور کے
 پیچھے ہونا ہے اور جانور سے ملو کتا ہے کذا فی الزیلعی م دارالملتقے میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ جانور اور کتے کا چھوڑنے والا ضمان ہے
 ہر حال میں یعنی اس نے ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو اور اسی قول پر فتویٰ ہے چنانچہ قستانی نے بیان کیا ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ مشائخ
 نے ابو یوسف کا قول لیا ہے فقہ ابو الیث لے کہا یہی قول مختار ہے اور اگر گدھا چھوڑا سو کسی کے کھیت میں گیا اور اس کو فاسد کیا اگر اس
 نے چھوڑا اس کو اور مالک دیا کھیت کی طرف اس طرح پر کہ وہ اس کے پیچھے تھا تو اس پر ضمان ہے اور اگر وہ اس کے پیچھے نہیں تھا لیکن
 گدھا فی الفور کھیت میں جا پڑا اور دابے بائیں نہیں جھکا جس طرف اس نے چھوڑا تھا اسی طرف گیا سو کھیت کو اس نے خراب کیا تو بھی ضمان
 اس پر لازم ہوگا اور اگر دابے بائیں گیا پھر کھیت میں جا پڑا تو اگر وہاں کئی راہیں ہوں گی تو وہ ضامن نہیں اور ایک ہی راہ ہے تو اس پر
 ضمان لازم ہوگا اور اگر اس نے چھوڑا سو وہ ساعت بھر ٹھہر گیا پھر کھیت کی طرف گیا اور خراب کیا تو چھوڑنے والے پر ضمان نہیں ہے انتہی
 اس تقریر سے کلام شارح کی توضیح ہو گئی اور چونکہ حکم کتے پر خاص نہیں تو اس قول کو کہ جانور سے کتا مراد ہے حذف کرنا مناسب تھا کذا فی
 المخطاوی مختار وان ارسل طیرا ساتھ اولاد و دابۃ او کلبا ولم یکن سائقا لہ او انفلتت دابۃ بنفسها فاصابت مالا او آدمیا نہارا
 اولیلا لا ضمان فی کل لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام العجاء جبارای المنفلتۃ ہدر اور اگر پرندہ چھوڑا خواہ اس کو ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو یا جانور

چوپایا یا کتا پھوڑا اور حالانکہ اس کو نہیں مانکا یا جانور بذات خود چھوٹ بھاگا سوال یا آدمی کو اس نے تلف کیا رات میں یا دن میں تو وہ نہیں سب صورتوں میں بدلیل قول نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ جانور کا زخم باطل ہے یعنی جانور اگر کجیہ کا فعل رائگاں ہے اس پر ضمان نہیں م ابوداؤد اور ابن ماجہ میں یہ حدیث یوں مروی ہے کہ العجماء جبرہا جبار یعنی جانور کا زخمی کرنا رائگاں ہے اس پر ضمان نہیں امام محمد نے کہا کہ جانور سے مراد اگر کجیہ جانور ہے تو اس کا فعل باطل ہے نہ وہ جانور جو چھوڑا گیا اس واسطے کہ اسناد مرسلہ کا قور ارسال میں رائگاں نہیں امام شافعی اور مالک اور احمد اور اکثر فقہاء حجاز نے کہا کہ جانور کے فعل کا دن میں ضمان نہیں رات میں ضمان ہے کذا فی العینی کما لو لم یحسب الام ای بالراکب ولو سکران ولم یقدر الراکب علی رد ما کان لا یضمن کالمسئفۃ لانه حیثہ لیس بسیرہ فلا یغاف سیرہ الیہ حتی لو تلف انسانا قدمہ بہ چنانچہ اگر جانور نے سرکشی اور شرارت کی سوار سے اگرچہ وہ مست ہو اور سوار قادر نہ ہو اس کے پھرنے پر ضمان لازم نہ ہوگا خود بخود چھوڑے کے مانند اس واسطے کہ اس وقت میں سوار اس کا چلانے والا نہیں ہے تو جانور کا چلنا سرکشی کی حالت میں سوار کی طرف منسوب نہ ہوگا تو اس حالت میں جانور کسی انسان کو تلف کرے گا تو اس کا خون باطل ہے اس کا کچھ ضمان نہیں کذا فی العبادۃ ومن ضرب دابة علیہا راکب او غنمها لبعود بل اذن الراکب فنفخت او ضربت بید یا شخصاً آخر غیر الطاعن او نفرت فصدمة وقلعة ضمن ہوا ای الناحس لا الراکب اور جس نے اس جانور کو مارا جس پر کوئی سوار ہے یا لکڑی سے جانور کو کوئی چا بدوں اذن سوار کے سو جانور نے اپنے پاؤں یا ہاتھ سے کوئی شخص کو مارا یا جانور پھر کا سوا اس نے اس کو کچلا اور قتل کیا تو کوئی پنے والا ضمان دے گا نہ سوار م راکب کے مانند سائق اور قائد عدم ضمان میں کوئی پنے کو اس واسطے مخصوص کیا کہ اگر گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھے اور جانور کسی کو تلف کرے تو ہاتھ رکھنے والے پر ضمان کذا فی الطحاوی عن القستانی والہیثمہ وقال ابو یوسف لیضمن کما لو کان موقفا دابة علی الطريق لتعیر فی الايقاف اور ابو یوسف کما کہ کوئی پنے والا اور سوار دونوں نصف نصف دیت کا ضمان دیں چنانچہ اگر سوار نے جانور کو راہ میں کھڑا کیا تو دونوں پر ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ سوار کی بھی تعدی ثابت ہے راہ میں کھڑے کرنے سے جیسے کوئی پنے والے کی تعدی ہے وکما لو کان باؤنہ ووطئت احدائی فوراً فداء اور جیسے اگر کوئی پنے سوار کے اذن سے ہو اور جانور کسی کو کچلے کوئی پنے کے ساتھ ہی بلا توقف تو مقتول کا خون دونوں شخصوں پر ہے م دونوں پر خوں وقت ہوگا جب کہ جانور اپنے مقام سے نہ ہٹا ہو اور نہیں تو فقط طاعن پر ہوگا نہ راکب پر کذا فی الطحاوی عن الملقی ولو نفخت الناحس فدمہ اور اگر کوئی پنے والے کو جانور نے تلف کیا تو اس کا خون رائگاں ہے ولو اوقت الراکب فقتلہ فدية علی عاقلة الناحس ثم الناحس اما لیضمن فوراً لخنس والا فالضمان علی الراکب لانقطاع اثر الخنس در در و بزازیتہ اور اگر جانور نے سوار کو گرایا سوا اس کو قتل کیا تو اس کا خون کوئی پنے کی عاقلہ پر ہے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کوئی پنے والے پر ای صورت میں ضمان لازم ہوگا اگر کچلنا کوئی پنے کے فی الفور ہوا اور نہیں تو سوار پر لازم ہوگا کوئی پنے کے انقطاع اثر کے سبب سے کذا فی الدرر والبرازیة ضمن فی فقیہین وجاجتہ او تشاة قصاب او غیرہا نقصان لا ضمان اور مرغی کی آنکھ یا قصاب کی بکری یا گائے کی آنکھ پھوڑنے میں بقدر اس کے نقصان کے ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ وہ تو گوشت کے ہے م یعنی قصاب کی بکری سے گوشت مقصود ہوتا ہے تو بقدر نقصان کے ضمان لازم ہوگا اور نقصان دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے تندرست بکری کی قیمت کی جادے اور آنکھ پھوڑنے کی قیمت مقرر کی جائے تو جس قدر تندرست کی قیمت زیادہ ہوگی اتنا ضمان لازم حکم ہے کہ بوتر اور کتے اور بلی کی آنکھ پھوڑنے کا کذا فی الطحاوی و فی عینیہا یخیر بہا ان شاء ترکھا علی العاقلة وضمنہ قیمتہا اور مرغی وضمنہ نقصان ذیلہ اور مرغی اور قصاب کی بکری کی دونوں آنکھ پھوڑنے میں اس کے مالک کو اختیار ہے چاہے پھوڑنے دے

چھوڑ دے یعنی اس کو دے اور اس کی قیمت کا تاوان اس سے لے یا اس کو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا تاوان لے کذا فی الزیلعی و فی
 عین بقرة جزار و جزورہ ای البه فائدة الاضافة عدم اعتبار الاعلاو اللحم فی الحكم الاتے ابن کمال و حمار و بغل و فرس ربع القيمة اور ان
 جلال کرنے والے کی گائے بیل اور اس کے اونٹ کی آنکھ پھوڑنے میں اور گدھے اور خیر اور گھوڑے کی آنکھ پھوڑنے میں چوتھائی قیمت کا ضامن
 ہے شارح نے کہا کہ اضافت کا فائدہ یہ ہے کہ گوشت کے لئے ہونے کا اعتبار نہیں ہے و جب ربع قیمت کے حکم میں کذا ذکرہ ابن کمال م شتر کش
 کی گائے بیل اور اونٹ میں اس واسطے یہ مسئلہ موضوع ہوا کہ کوئی یہ وہم نہ کرے کہ وہ دونوں گوشت کے واسطے مقصود ہیں تو اس کا حکم بکری کے
 مانند ہے بلکہ خواہ گائے بیل اور اونٹ کھیتی کے واسطے ہو یا سواری کے واسطے ان میں چوتھائی قیمت ہے جس طرح غیر ماکول اللحم چنانچہ بچر اور
 گدھے میں چوتھائی قیمت ہے کذا فی المنع عن شرح الهدایہ لان اقامۃ العمل بہا انما یكون بربع عین عینا مستعلما فصار ت کا نذات
 عین اربعۃ وقال الشافعی رضی اللہ عنہ کاشاة والفرق ما قد مناه اونٹ اور بیل اور گھوڑے کی آنکھ میں چوتھائی قیمت اس واسطے واجب ہوئی
 کہ ان سے کام لینا تو چار آنکھوں سے ہوتا ہے دو آنکھیں جانور کی اور دو آنکھیں کام لینے والے کی یعنی مزارع یا سواری کی تو گویا ان جانوروں
 کی چار آنکھیں ہو گئیں اور اہم شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کا حکم بکری کے مانند ہے یعنی بقدر نقصان ضمان لازم ہے اور فرق بکری اور ان
 جانوروں میں وہ ہے جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے یعنی بکری تو گوشت کے واسطے اور اونٹ گھوڑا بیل کھیتی یا سواری کے واسطے ہیں تو حکم میں
 کیونکر برابر ہوں گے مگر یر علیہ انہ لوفقا یعنی حصار مثلا انہ یضمن نصف قیمۃ و لیس كذلك كما مر فالاولی التمسک بما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام
 قضی فی عین الدایۃ ربع القیمۃ لیکن چار آنکھوں کی تعلیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مثلاً گدھے کی دونوں آنکھوں کو پھوڑے تو نصف
 قیمت کا ضمان دے اور حالانکہ ایسا حکم نہیں چنانچہ زیلعی سے عنقریب مذکور ہو چکا کہ دونوں آنکھیں پھوڑنے میں مالک محتار ہے چاہے سب قیمت
 لے اور چاہے اس کو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے تو استدلال کرنا اس حدیث سے بستر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
 مروی ہے کہ جانور کی آنکھ میں چوتھائی قیمت کا حکم فرمایا م معجم طبرانی میں زید بن ثابت سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کی آنکھ
 میں اس کی چھام قیمت کا حکم دیا اور مصنف عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہی حکم مروی ہے کذا فی الصنی شرح الهدایہ
 والتقیۃ بالعین لانه لو قطع اذنا او ذنبها یضمن نقصانها و کذا لسان الثور و الحمار و قیل جمیع القیمۃ كما لو قطع احدى قوائمها فانه یضمن قیمتا و علیہ
 الفتوی اسے بوجہ ماکول وان ماکول لا یخیر كما مر فی العینین مکن فی العیون ان امسک لا یضمن شیئا عند ابی حنیفۃ و علیہ الفتوی و عمر جہا قطعها اور آنکھ
 کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر جانور کا کان یا دم کاٹے گا تو اس کے نقصان کا ضمان دے گا اور اسی طرح بیل اور گدھے کی زبان کاٹنے میں
 ضمان ہے نقصان کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ سب قیمت کا ضمان لازم ہوگا چنانچہ اگر ایک پائوں کاٹے گا جانور کا تو اس کی پوری قیمت کا ضمان
 دے گا اور اسی قول پر فتویٰ ہے یعنی اگر جانور ماکول اللحم نہ ہو اور اگر حلال ماکول اللحم ہوگا تو مالک محتار ہے چنانچہ اس کی تفصیل دونوں آنکھوں
 کے پھوڑ ڈالنے میں مذکور ہو چکی لیکن عیون میں یوں مذکور ہے کہ اگر مالک غیر ماکول اللحم پائوں کاٹے جانور کو اپنے پاس رکھ لے گا تو کاٹنے والا
 کا کچھ ضمان نہ دے گا ابو حنیفہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور جانور کا لنگڑا ہو جانا پائوں کاٹ جانے کے مانند ہے یعنی ماکول و غیر ماکول
 کے لنگڑا کر دینے میں کل قیمت لازم ہوتی کذا فی المطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے نقل المصنف عن الدرر لہ کلب یا کل عنب الکرم فاشہد
 عید فیہ فلم یخفہ حتی اکل العنب لم یضمن و انما یضمن فیما اشہد علیہ فیما یخاف تلف بنی آدم کا لحاظ المائل و نطع الثور و عقر کلب و عقر فیضمن اذا لم
 یخفہ انتہی قال المصنف و لکن عمل المتلف فی قول الزیلعی وان تلف الکلب فعلى صاحب الضمان ان کان تقدم علیه قبل الاتلاف والافلا

کا الحائط المائل علی الآدمی انتہ فی تحصیل التوفیق مصنف نے شرح میں درر سے یہ نقل کیا کہ ایک شخص کا کتا ہے کہ انگوڑ کے درختوں سے انگوڑ کھا جاتا ہے سو باغ کے مالک نے کتے کے مالک پر لوگوں کو گواہ کیا اس کے کھانے میں سوکتے کے مالک نے کتے کی حفاظت نہ کی یہاں تک کہ وہ استہاد کے بعد بھی مانگوڑ کھا گیا تو اس پر ضمان لازم نہ ہو گا ضمان تو اسی صورت خاص میں لازم ہوتا ہے جب کہ اشتہاد ہو اور اس امر میں جس میں بنی آدم کے تلف ہو جانے کا خوف ہو چنانچہ دیوار مائل اور ذیل کے سینگ مارنے اور گزندہ کتے کے کاٹنے میں تو مالک ضمان دے گا جب کہ اس کی محافظت نہ کر گیا اتنی قول الدر مصنف نے کہا اور ممکن ہے محل کر تلف شدہ کا آدمی پر زبھی کے اس قول میں اور کتا تلف کرے تو اس کے مالک پر ضمان ہے اگر آگے اس پر گواہ کر چکا ہو تلف کرنے سے پہلے اور نہیں تو ضمان نہیں ہے دیوار مائل کے مانند تو اس محل کرنے سے درر اور زبھی دونوں کے قولوں میں اتفاق حاصل ہو گا م یعنی اطلاق نہ طبعی کا آدمی پر محمول ہے تو اب اختلاف باقی نہ رہا دونوں قولوں میں طحاوی نے کہا قول علی الآدمی متعلق ہے قولہ محل المتلف سے قلت وقد وقع الاستقناع عن محل یعنی بتناہ فخرج فیما کل عنب الناس وفواکھم بل یضمن رب النخل ما تلفہ النخل من العنب ونحوہ ام لا اول یوم تجویہ عنہم لے مکان اخرام لا وجوابہ لا یضمن رب شیئاً مطلقاً استہاداً علیہ ام لا اخذ من مسئلۃ الکلب بل اولے وکذا ذکرہ المصنف فی معینہ مکن رأیت فی فتاواہ انہ افقی بالضمان فی مسئلۃ النخل فراجع عند الفتویٰ میں کتا ہوں اور البتہ واقع ہوا تھا استقناع اس شخص کے حال سے جس کے تصرف میں شہد کی مکھیاں ہیں وہ ان کو اپنے باغ میں رکھتا ہے سو مکھیاں وہاں سے نکلتی ہیں اور آدمیوں کے انگوڑ اور ان کے میوے کھا جاتی ہیں کیا مکھیوں کے مالک پر مکھیوں کے انگوڑ وغیرہ تلف کرنے کا ضمان لازم ہو گا یا نہیں اور ان کے پاس سے دوسرے مکان کی طرف مکھیوں کے اٹھانے جانے کا حکم ہو گا یا نہیں جواب استفتایہ ہے کہ مکھیوں کے مالک پر مطلقاً کچھ ضمان لازم نہ ہو گا خواہ لوگوں نے اس پر استہاد کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ جواب ماخوذ ہے کتے کے مسئلے سے بلکہ یہ جواب مسئلہ کلب کے جواب سے اولیٰ ہے یعنی اس واسطے کہ کتے کی خوراک بند کرنی ممکن ہے اور مکھیوں کی خوراک اس طرح ممکن نہیں اور اسی طرح کا جواب مصنف نے معین المفتی میں ذکر کیا ہے لیکن میں نے مصنف کے فتاویٰ میں دیکھا ہے کہ اس نے مکھیوں کے مسئلے میں وجوب ضمان کا فتویٰ دیا ہے تو اگر کی طرف مراجعت کیجیو فتویٰ دینے کے وقت م ظاہر مسئلہ کلب معتبر ہے جو درر میں مذکور ہے وجود نفس کے سبب سے کذا فی الطحاوی واما تحویلہ من ملک فلا یومر بذلک علی ما ہو ظاہر المذہب واما جواب المشائخ فینبغی ان یومر تحویلہ اذا کان الضرر بینا علی ما علیہ الفتویٰ اور مکھیوں کا اٹھانا اس کے ملک سے سو مالک کو تو اس کا حکم نہ ہو گا بنا بر ظاہر مذہب کے اور مشائخ کا جواب تو یہ ہے کہ لائق یوں ہے کہ اس کے اٹھانے کا حکم کیا جائے جب کہ لوگوں کا صریح ضرر ہوتا ہو بنا بر قول مفتی بکے و فی الصیغۃ جاکل حنظلہ انسان فلم یغنیہ حتی اکل الصبح ضمانہ اور صیر فیہ میں ہے کہ گدھا کسی آدمی کے گیسوں کھا تا ہے سو دیکھنے والے نے اس کو نہ روکا یہاں تک کہ وہ کھا گیا تو قول صحیح یہ ہے کہ اس پر ضمان ہے اور غنما اور ثور اور فرسا اور حمار نے زرع او کرم ان سائقا ضمن ما تلف والا لا ذیل لضمن وتمامہ فی البرازیہ کسی آدمی نے بھیر یا بکری یا بیل یا گدھا یا گدھا داخل کر دیا کھیت یا انگوڑستان میں اگر اس نے داخل کیا ہے انک کے تو جو اس نے تلف کر دیا اس کا ضمان دے گا اور اگر انکا شہر ہے تو ضمان نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہر صورت ضمان دے گا اور پورا اس کا بیان بزاز یہ میں ہے فائدہ اپنے باغ یا کھیت میں ایک مرد کا جانور پایا اور اس نے کچھ خراب کر دیا سو اس کو باندھ رکھا باغ یا کھیت کے مالک نے سودہ مرگیا سو اس پر جانور کی قیمت کا دینا لازم ہو گا چنانچہ محیط میں ہے ایک شخص نے جانور کسی کے گھر میں کر دیا بدول اس کے اذن کے سر صاحب خانہ نے اس کو نکال دیا اور وہ تلف ہو گیا

سوا اس پر تاوان نہیں اور اگر کسی کے گھر میں رکھ دیا بدول اذن کے اور صاحب خانہ نے اس کو بھینک دیا اور وہ تلف ہو گیا مالک کی غیبت میں
توقیت ثوب کا اس پر ضمان لازم ہو گا چنانچہ ذخیرے میں ہے جس نے بھیرے کی کھڑکی کھول دی سو چڑیا اڑ گئی یا اصبطل کا دروازہ کھول دیا سو
جانور نکل گیا اور کم ہو گیا تو کھولنے والے پر ضمان نہیں اور محمدؐ کے نزدیک ضمان ہے چنانچہ کافی میں ہے الكل من العالم گیرتہ

باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

یہ باب ہے مملوک یعنی لونڈی غلام کی جنایت میں اور مملوک پر جنایت کرنے کے احکام میں اعلم
ان جنایات المملوک لا توجب الادفعۃ واحدۃ لولا محلا معلوم کر کہ مملوک کی جنایات موجب نہیں ہوتی مگر ایک

بار دے ڈالنے کی اگر مملوک دینے کا محل ہوم یعنی اگر ایک غلام کی جنایات کثیرہ ہوں اشخاص متعددہ میں تو سب مقتولوں کے وارثوں کو وہ غلام دیا جائے گا
دفعۃ واحدۃ تو سب کے وارث بقدر جنایات کے اس میں اپنا اپنا حصہ کر لیں گے بشرطیکہ غلام دینے کا محل ہو یعنی جب کہ اس کے واسطے حریت کے
اسباب منعقد نہ ہوں گئے ہوں چنانچہ تدبیر اور استیلا و اور کتابت کذا فی الطحاوی والاقتیۃ واحدۃ اور اگر مملوک محل دفع نہ رہا ہو یعنی حریت کے اسباب
ثلاثہ مذکورہ سے کوئی سبب منعقد ہو گیا تو ایک قیمت مولیٰ کو دینا ہو گی تو سب وارث بقدر اپنے حصوں کے اس کو بانٹ لیں گے و لونڈی القن ثم جنی

ثلاثہ اول ثم و ثم اور اگر لونڈی غلام کا فدیہ دیا یعنی اس کے قتل کرنے کے بدلے مال دیا پھر اس نے فدیہ دینے کے بعد جنایت کی مثلاً کسی کو قتل کیا تو وہ مال
یار کے مانند ہے پھر دوسری جنایت پھر چوتھی جنایت میں الی غیر النہایۃ اسی طرح کا حکم ہے م یعنی جب فدیہ دینے کے بعد دوسری یا تیسری بار پھر جنایت
کرے گا تو مولیٰ اول بار کے مانند دفع اور فدیہ دینے میں مختار رہے گا اس واسطے کہ جب پہلی جنایت سے پاک ہو گیا فدیہ دینے سے تو گویا اس

نے جنایت ہی نہیں کی اور دوسری یا تیسری جنایت گویا ابتدائے جنایت ہے بخلاف المدبر و اختیہ فانہ لا تجب الا قیۃ واحدۃ و سیتمخ بر خلاف مدبر
اور ام ولد اور مکاتب کے کہ ان کی جنایات میں سوائے ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں اور اس اجمال کی تفصیل آگے واضح ہو گی جنی بعد خطا التقیۃ
بالخطا ہنا انما یفید فی النفس لان بعدہ لقیۃ و اما فی مادونہا فلا یفید لاسواء خطا و عمدہ فیما دونہا ثم انما یثبت الخطا بالبدنیۃ و اقرار مولاء و علم القاضی لا

باقرارہ اصلا بل یثبت لکن قولہ و علم القاضی علی غیر المفتی بہ فانہ لا یعمل بعلم القاضی فی زمانہا شر بلا لیتۃ عن الاشباہ و تقدم دفعہ مولاء و اشباہا فمیکہ
و لیہا اذ ان شاء فذاہا بارشما حالا مملوک نے ازراہ خطا جنایت کی یعنی کسی کو قتل کیا تو اس کا مالک اگر چاہے بدلے جنایت قتل کے مملوک
کو دے تو جنایت کا ولی یعنی مقتول کا وارث مالک ہو جائے گا مملوک کا اور اگر مالک چاہے فی الحال فدیہ دے اس کی دیت کا شارح نے

کما خطا کی قیدیوں لگانا فقط جنایت نفس میں مفید ہے اس واسطے کہ مملوک کے قتل عمد میں قصاص لیا جاتا ہے اور جان کے سوا اطراف کی جنایت
میں تو خطا کی تقیید مفید نہیں ہے اس لئے کہ مادون نفس میں مملوک کی خطا اور عمد برابر ہیں پھر خطا تو ثابت نہیں ہوتی مگر گواہوں سے اور اس کے
مالک کے اقرار سے اور قاضی کی دانست سے نہ مملوک کے اقرار سے اصلا کذا فی البدائع میں کتا ہوں لیکن علم قاضی کا حجت ہونا یہ قول مفتی بر نہیں

ہے اس لئے کہ قاضی کے علم پر ہمارے زمانے میں عمل جائز نہیں چنانچہ شر بلا لیتۃ میں منقول ہے اشباہ سے اور یہ تو پہلے مذکور ہو چکا ہے م فی الحال
دینا دفع اور فدیہ دونوں سے متعلق ہے دفع میں تو وجہ یہ ہے کہ اعیان میں تاویل جائز نہیں اور فدیہ کی وجہ یہ ہے کہ وہ بدلہ ہے عین یعنی مملوک کا
تو اعیان کے مانند ہوا عدم تاویل میں لکن الواجب الاصلی ہوا دفع علی الصیح ولذا اسقط الواجب بموتہ بخلاف الموت الحکم کا ذکرہ المصنف وغیرہ لیکن جنایت

مملوک میں واجب اصلی دفع ہے نہ فدیہ بر قول صحیح ولذا واجب ساقط ہو جاتا ہے مملوک کے مرجانے سے برخلاف آزاد قاتل موت کے کہ
وہاں واجب ساقط نہیں ہوتا چنانچہ مصنف وغیرہ نے اس کو ذکر کیا ہے م بعد قاتل کی موت سے واجب اس واسطے ساقط ہو جاتا ہے کہ محل
باقی نہ رہا اور اگر آزاد قاتل مرے کا یعنی قتل خطا میں تو واجب ساقط نہ ہو گا اس کی عاقلہ پر واجب ہو گا کذا فی الدرر لکن فی الشر بلا لیتۃ عن

السراج والجوہرۃ عن البرزوی ان اسخ هو الفداء حتی لو اختاره ولم یقدر علیہ اذہ متے وجد ولا یرا سہلاک العبد لیکن شربہ لایہ میں سراج سے اور جوہرہ میں برزوی سے یوں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ واجب اصلی جنایت مملوک میں فدیہ ہے نہ دفع تو اگر مولے فدیہ دینے کو اختیار کرے اور قادر نہ ہو اس کے ادا کرنے پر تو جب پاد سے اس کو ادا کرے اور مولیٰ بری الذمہ نہ ہوگا غلام قاتل کے مرجانے سے وعللہ الزلیعی وغیرہ بانہ اختار اصل حتم فیصل حتم فی العبد عند ابی حنیفہ رحمہ انتہی ومفادہ ان الاصل عندہ الفداء لا الدفع اور زلیعی وغیرہ نے صحت اختیار کی علت یوں بیان کی ہے کہ مولیٰ نے ورثہ مقتول کا اصل حق اختیار کیا تو اب وارثوں کا حق باطل ہو گیا غلام میں ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک انتہی مانے الزلیعی اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ امم کے نزدیک فدیہ اصل ہے نہ دفع وفاد شارح الجمع فی تعلیل الامم ان الواجب احدہما وانہ متے اختار احدہما تعین اور شارح مجمع یعنی ابن ملک نے امم کی تعلیل میں بیان کیا ہے کہ جنایت عبد میں دفع اور فدیہ میں سے ایک چیز واجب ہے اور جب کہ مولے نے دفع یا فدیہ کوئی اختیار کیا تو وہی چیز متعین ہو جاتی ہے لکنہ قدم ان الدفع ہو الاصل وانہ لیس فی لفظ کتاب دلالت علیہ لیکن شارح مجمع نے پہلے اس کو بیان کیا ہے کہ واجب اصلی دفع ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ کتاب کی عبارت میں واجب اصلی پر دلالت نہیں ہے محیط میں ہے کہ امم محمد نے اصل یعنی مہربوں میں کہا کہ جب غلام آدمی پر جنایت موجب مال کی کرے تو اس کے مولیٰ کو اختیار ہے چاہے غلام دسے چاہے فدیہ ہمارا یہی مذہب ہے مگر یہ کہ موجب اصل دفع ہے انتہی تو اس نص سے خلاف مرتفع ہو گیا اور فدیہ اختیار کرنے کے بعد غلام کی موت سے اس واسطے فدیہ باطل نہ ہو گیا کہ تعین کا اختیار مولیٰ کو ہے سو اس نے فدیہ ہی کو اختیار کیا تو یہ عارضی امر کے سبب سے ہے یعنی اختیار کر لینے سے اور زلیعی کا کلام تعلیل میں مضطرب ہے واللہ اعلم بالصواب کذا فی المطاوی فان فداء فحیی بعدہ فحیی کا لا اولیٰ حکم سوا کر مولے نے غلام کی جنایت کا فدیہ دیا پھر بعد اس کے غلام نے پھر جنایت کی تو دوسری جنایت پہلی جنایت کی مانند ہے حکم میں یعنی مولے دفع اور فدیہ میں یہاں بھی مختار ہے فان جنی جنایتین دفعہ بہما الی ولیہما او فداءہما بشہما پھر اگر غلام نے دو جنایتیں کیں تو ان جنایتوں میں مولیٰ غلام کو ان کے وارثوں کو دے یا دونوں کی دیت کا فدیہ دے وان وہبہ المولیٰ او باعہ او اعققہ او ویرہ او استولدہ یا غیر عالم بہا بالجناۃ ضمن الاقل من فیمتہ والاقل من الارش وان علم بہا غیر الارش فقط اجماعا اور اگر مولے نے غلام کسی کو مہرب کر دیا یا اس کو بیچ ڈالا یا آزاد کیا یا مہرب کیا یا لونڈ کا کرم ولد بنایا جنایت کی نواقضی میں تو مولے ضمان دے قیمت اور دیت میں سے کتر چیز کا لینے اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت کو دے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت دے اور اگر جنایت کو جان کر مہرب یا بیع کی تو فقط دیت کا ضمان دے بالاتفاق کیسے عالم بہا جیسے غلام کی بیع سے دیت واجب ہوتی ہے جنایت جان کر مہرب مطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہو گیا کیونکہ وان علم بہا الارش میں داخل ہے وکتعلیق عتقہ لقتل زید اور مہربہ او شجبہ ففعل العبد ذلک کما یصیر فارا بقولہ ان مرضت فانت طالق ثلثا اور جیسے دیت واجب ہوتی ہے تعلیق عتق غلام میں قتل زید کے ساتھ یا اس کے تیر مارنے یا اس کے سر پھوڑنے کی تعلیق کے ساتھ سو غلام نے ویسا ہی کیا جیسے زوج فارہ ہوتا ہے اس تعلیق سے کہ اگر میں بیمار ہوں تو تو مطلقہ ہے تین بار یعنی تو عورت وارث ہوگی زوج کی م اگر مولے نے کہا اپنے غلام سے کہ اگر تو زید کو قتل کرے تو تو آزاد ہے سو اس نے زید کو قتل کیا یا مولے نے کہا اگر تو زید کے تیر مارے تو تو آزاد ہے سو اس نے تیر مارا یا کہا کہ اگر تو اس کے سر کو زخمی کرے تو تو آزاد ہے سو اس نے زخم لگایا تو مولے پر دیت کا ضمان لازم ہوگا اس لئے کہ اس نے فدیہ اختیار کیا کیونکہ اس کو آزاد کیا وجود جنایت کی تقدیر یہ کذا فی الدرر وان قطع عہد ید حر عہد او دفع الیہ فاعققت فمات من السہرانیۃ فالعبد صلح بہا ای بالجناۃ لان عتقہ دلیل یصح اور اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عدا کاٹا اور غلام اس کو دیا گیا سو اس نے

آزاد کر دیا پھر آزاد مرگیا زخم کی سرایت سے تو غلام صلح ٹھہر گیا جنایت کی اس واسطے کہ اس کا آزاد کرنا صلح کی دلیل ہے م اس واسطے کہ
 اتفاق پر اقدام کرنا صلح کے قصد پر دلالت کرتا ہے اور اس صلح کی صحت نہیں بدول اس کے کہ جنایت سے اور جو اس سے حادث ہو صلح
 ادری جائے پھر جب اس نے آزاد کر دیا تو صلح در ضمن اعتاق صحیح ہو گئی ابتدا سے وان لم یعثقه وقد سری یرو علی سیدہ فقتل
 یعنی بطلان اس صلح اور اگر مقلوع الید نے غلام مذکور کو آزاد نہ کیا اور حالانکہ قطع کے صدمہ سے وہ مرگیا تو غلام اس کے مالک کو پھر دیا
 ادرے کا سودہ قتل ہوگا قصاص میں یا معاف کر دیا جائے بسبب باطل ہو جانے صلح کے فان حتی ماذون لم یولیون خطا فاعتقه
 سیدہ بلا علم بہا عزم لرب الدین الاقل من قیمتہ ومن دینہ وغرم لولیہا الاقل منها ای القیتہ ومن الارش اور اگر غلام ماذون
 یون نے ازراہ خطا جنایت کی سو اس کے مالک نے اس کو آزاد کر دیا نادانستگی جنایت سے تو صاحب دین کو مالک ضمان دے قیمت اور دیت
 سے کمتر کا یعنی اگر قیمت غلام کی دین سے کم ہے تو قیمت کا ضمان اور اگر دین کم ہے تو دین کا تاوان دے اور جنایت کے وارث کو ضمان دے قیمت
 در دیت سے کمتر کا یعنی اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت دے ولو ائلفہ ای العبد الجانی اجنبی
 قیمت واحدہ لمولاه لا غیر اور اگر غلام جانی کو اجنبی شخص نے تلف کر ڈالا تو اس پر ایک قیمت واجب ہے غلام کے مالک کے واسطے نہ سوائے
 اس کے م یعنی صاحب دین اور وارث مقتول کا مواخذہ قاتل پر نہ ہوگا اس واسطے کہ حق فریقین کا کمتر ہے ملک رقبہ سے پھر جب مولی
 نہت پاوے گا تو اس کو صاحب دین لے گا اس واسطے کہ قیمت غلام کی مالیت ہے اور صاحب دین مقدم ہے مالکیت میں وارث مقتول پر کذا
 فی الزیلع فان ولدت ماذونہ مدیونہ بیعت مع ولدہ فی الدین ان کانت الولادۃ بعد لحوق الدین فلو ولدت ثم لم یحقھا الدین لم یتعلق
 فی الغرام بالولد بخلاف اکسا بہا پھر اگر ماذون مدیون لونڈی بنی تو اپنے بچے کے ساتھ بچی جاوے گی دین میں بشرطیکہ ولادت ہوئی ہو دین
 کے لاحق ہونے کے بعد سو اگر وہ جنی پھر دین اس کو لاحق ہوا تو دین والوں کا حق لونڈی کے بچے سے متعلق نہ ہوگا برخلاف اس کی کمائیوں کے یعنی
 کمائی میں ان کا حق متعلق ہے نہ اس کے ولد میں یہ مسئلہ اس باب میں مقصود بالذکر نہیں ہے کیونکہ اس میں جنایت مذکور نہیں بلکہ بالتبع مذکور
 ہوا ہے تاکہ اس میں اور مسئلہ آئندہ میں فرق ظاہر ہو جاوے فان جنت فولدت لم یذفع الولد لہ ای ولی الجنایۃ لتعلقھا بذمتہ المولے
 لاذمتھا بخلاف الدین پھر اگر ماذون مدیون لونڈی نے جنایت کی پھر وہ جنی تو لڑکا جنایت کے وارث کو نہ دیا جائے گا اس واسطے کہ موجب
 جنایت مولے کے ذمہ پر ہے نہ لونڈی کے ذمہ پر برخلاف دین کے کہ وہ لونڈی کے ذمہ پر ہے نہ مولے پر عبد لرجل زعم رجل ان سیدہ
 حرہ فقتل العبد المقتول ولیہ ای ولی الزام عتقہ خطا فلا تشی للمحر علیہ لانه بزم عتقہ اقرانه لا یتحق العبد بل الدیۃ لکنہ لا یصدق علی العاقلۃ
 الابحۃ ایک مرد کا ایسا غلام ہے جس کو دوسرا مرد کہتا ہے کہ اس کے مالک نے اس کو آزاد کر دیا ہے سو اس غلام آزاد نے آزادی ظاہر کرنے
 والے کے ولی کو قتل کیا خطا کی راہ سے تو اس غلام پر کچھ لازم نہیں حر الزام کے واسطے اس لئے کہ اس کی آزادی کے کہنے سے اس نے اس کا
 اقرار کیا کہ وہ غلام کا مستحق نہیں ہے بلکہ دیت کا مستحق ہے الا اس کی تصدیق نہ ہوگی عاقلہ پر مگر حجت شرعی سے م عاقلہ سے یہاں مراد غلام
 کا مولی ہے فان قال مستحق رقبہ معروف لرجل قتل اخاک یخاطب مولاه الذی اعنتہ خطا قبل عتقی فقال الاخ الذی ہو المولے لابل بعدہ
 صدق الاول لانه منکر للضمان پھر اگر اس مستحق نے جس کا مملوک ہونا ایک مرد کا مشہور ہے یہ کہا اپنے اس مولے سے جس نے اس کو آزاد کیا ہے
 کہ میں نے تیرے بھائی کو ازراہ خطا قتل کیا تھا اپنے آزاد ہونے سے پہلے سو مولے نے جو مقتول کا بھائی ہے کہ یوں نہیں ہے بلکہ تو نے آزاد
 ہونے کے بعد قتل کیا ہے تو اول شخص یعنی غلام مذکور کی تصدیق ہوگی اس واسطے کہ وہ لزوم ضمان کا منکر ہے م طحاوی نے کہا کہ شارح

مصنف اور حموی کا تابع ہوا ہے اس مسئلہ کی تصویر میں حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ تصویر غیر موافق ہے چنانچہ اور کتابوں میں مصرع ہے و
ان قال لما قطعت يدك وانت امتي وقالت هي لابل فقلت بعدا لعشق فالقول لها لانه اقر بسبب الضمان ثم ادعى ما يبرئ فلا
يكون القول له اور اگر مولیٰ نے اپنی لونڈی سے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ کاٹا تھا جب کہ تو میری لونڈی تھی اور اس نے کہا نہیں بلکہ تو نے ہاتھ کاٹا تھا
آزاد کرنے کے بعد تو لونڈی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ مولیٰ نے ضمان کے سبب یعنی قطع کا اقرار کیا پھر اس چیز کا دعوے کیا جو ضمان
سے بری الذمہ اس کو کر دے تو اس کا قول معتبر نہ ہوگا و لکن القول لها في كل ما اخذه المولى منها من المال لما ذكرنا استحضار ادراسی طرح
لونڈی کا قول معتبر ہے ہر ایک اس چیز میں جو مولیٰ نے لونڈی سے مال لیا اس دلیل سے جس کو ہم نے ذکر کیا بطریق استحضار کے الا الجماع
والعلة فالقول له لا سنده لانه معصومة منافية للضمان مگر جماع اور لونڈی کی کما فی میں لونڈی کا قول معتبر نہ ہوگا تو اس میں میان کا قول مقبول
ہوگا بسبب اس کے منسوب ہونے کے اس حالت مقدری کی طرف جو تاوان کے مخالف ہے اس واسطے کہ لہٰذا لونڈی کا جماع کرنا اگرچہ وہ بیعت
ہو مال کا موجب نہیں اور اسی طرح اپنی لونڈی کی کما فی لینا تاوان کا موجب نہیں اگرچہ لونڈی قرض دار ہو لکن فی الزیعی عبد مجبور اوصی امر صبیبا قتل
رجل فقتله فدية على عاقلة القتال لان عبدی خطاء غلام مجبور یا صغیر نے دوسرے صغیر کو ایک مرد کے قتل کرنے کا امر کیا سو اس نے اس کو مار ڈالا
تو مقتول کا خون بہا قاتل کے مددگاروں پر ہے اس واسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کے برابر ہے حکم میں ورجعوا علی العبد بعد عتقه و قبل لا الا علی العبد
الا امر ابد القصور الملیتہ اور صغیر قاتل کے مددگار غلام اگرچہ دیت بھر لیں اس کے آزاد ہونے کے بعد اور قول ضعیف میں رجوع نہیں غلام آزادی پر لیکن
صغیر امر پر بھی رجوع نہیں یعنی بالغ ہونے کے بعد بھی قصور الملیت کے سبب سے وان کان مامور العبد عبد امثله وفع السيد القاتل او
فداه فی الخطاء اور اگر غلام کا مامور بھی غلام ہو امر کے مانند تو مالک غلام قاتل کو تار ثلث مقتول کے حوالہ کرنے یا غلام کا فدیہ دے قتل خطا میں ولا لک
له علی الامر فی الحال ویرجع بعد عتق العبد بالاقبل من الفداء وقيمة العبد لانه مختار فی دفع الزيادة لا مضطر اور قاتل مامور کے مالک کو امر
رجوع کرنا جائز نہیں بالفعل اور غلام آزاد ہونے کے بعد فدیہ اور قیمت غلام میں جو کمتر ہو وہ مالک بھر لے اس واسطے کہ مالک دفع زیادت میں مختار ہے
نہ مجبور یعنی غلام قاتل کے مالک کو اختیار بتیغ غلام کے دینے اور فدیہ دینے میں سوجب کہ اس نے فدیہ زائد از قیمت اختیار کیا تو زائد کا تاوان لازم
نہ ہوگا و لکن الحكم فی العمدان کان العبد القاتل صغیرا لان عمده خطاء اور سطر قتل عمد کا حکم ہے اگر قاتل غلام صغیر ہو اس واسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کے
مانند ہے حکم میں فان کبیرا فنقض منه اور اگر قاتل غلام بالغ ہو تو اس سے قصاص لیا جائے عبد حفر بئر فاعتقه مولاہ ثم وقع فیما انسان او
اکثر فمک فلا شی علیہ لان جناح العبد لا توجب علیه شیئا غلام نے کنواں کھودا سو مالک نے اس کو آزاد کیا پھر اس میں چند آدمی یا ایک آدمی گر کر
سو مر گیا تو اس پر کچھ لازم نہیں اس لئے کہ غلام کی جنایت اس پر کچھ واجب نہیں کر دیتی م اور عدم عتق میں بھی یہی حکم ہے و یجب علی المولیٰ قیمت
واحدة ولو البواقی الفانی یعنی اور کنواں کھودنے والے کے مالک پر ایک قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا اگرچہ ہزار آدمی کنویں میں گر کے مر گئے ہوں
فی الزیعی فان قتل عبد عمدا رجلین حرین لکل منهما ولیان فعفا احد ولی کل منهما دفع السيد نصفه الی الحرین الذین لم یعفوا و فداء بد
کاملة لانه بذلک العفو سقط القود والعتب مالا و ہدیان وقد سقط دية نصیب العافیین وبقی دية نصیب الساکتین او يدفع نصفه لهما پھر اگر ایک غلام
نے ان دو آزاد مردوں کو عمدہ قتل کیا کہ ہر ایک مقتول کے دو وارث ہیں سو دونوں گروہوں میں سے ایک ایک وارث نے قصاص عفو کیا تو مالک
نصف غلام ان دو وارثوں کو دے جنہوں نے معاف نہیں کیا یا غلام کا فدیہ دے پورے دیت دے کر اس واسطے کہ اس معافی سے قصاص
ساقط ہو کر منتقب بحال ہو گیا اور مال تو پوری دو دیتیں ہیں اور حالانکہ معاف کرنے والوں کے حصے کی دیت تو ساقط ہو گئی اور سکوت کرنے والے

دو وارثوں کی دیت باقی رہ گئی یا مالک چاہے نصف غلام دونوں وارثوں کو دے فان قتل العبد احدہما عمداً والاخر خطاءً وعفا احد ولی العمد فدی بدیۃ لولی الخطاء ونصفہما لاحد ولی العمد الذی لم یعف پھر اگر غلام نے ایک مرد کو عمدتاً قتل کیا اور دوسرے کو خطا قتل کیا اور قتل عمد کے دو وارثوں میں سے ایک وارث نے قصاص معاف کیا تو مالک پوری دیت کا فدیہ دے قتل خطا کے دو وارثوں کو اور نصف دیت فدیہ دے قتل عمد کے اس ایک وارث کو جس نے عفو نہیں کیا اور دفع الیہما قتلنا غلاماً عولاً عنہ وارباعاً منازعتہ عندہما یا مالک غلام دے قتل خطا کے دو وارثوں کو اور تین تہاؤ بانٹ دے بطریق عول کے نام کے نزدیک اور چار حصے کر ڈالے بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک مگر اس کی یہ ہے کہ خطا کے وارثوں کا حق پوری دیت دس ہزار درم میں ہے اور عمد کے وارثوں کا حق قصاص میں ہے پھر جب ایک وارث نے عفو کیا تو دوسرے وارث کا حصہ مال ہو گیا یعنی پانچ ہزار درم نصف دیت تو اگر مالک فدیہ دے تو دس ہزار خطا کے وارثوں کو دے اور پانچ ہزار عمد کے ایک وارث کو حصے نے معاف نہیں کیا اور اگر مالک غلام کو دفع کرے تو تین تہاؤ کرے دو تہاؤ یا خطا کے وارثوں کو دے اور ایک تہاؤ قتل عمد کے ایک وارث کو بطریق عول کے اس واسطے کہ ان کا حق دیت میں بھی اسی طرح ہے یہ مذہب ہے امام کا اور صاحبین کے نزدیک چار حصے ہوں گے بطریق منازعت کے تین چوتھیاں خطا کے وارثوں کو اور ایک چوتھائی اس کو جس نے عفو نہیں کیا اس لئے کہ نصف غلام تو خطا کے وارثوں کے واسطے مسلم ہے بلا منازعت اور نصف باقی میں منازعت واقع ہوئی دونوں فریق کی تو اس کو نصفاً نصف کر دیا کذا فی الزیلعی فان قتل عیدہما قریبہما وعفا احدہما لطل کلمہ وقال یدفع الذی عفا نصف نصیبہ للآخر ولیفدیہ ربع الدیۃ وقیل محمد مع الامام وجہہ انہ انقلب بالعفو مالا واملو لا یتوجب علی عبده دیناً فلا یخلقه فی الورثۃ پھر اگر دو شخصوں کے غلام نے مالکوں کے قرابت دار کو قتل کیا اور ایک مالک نے قصاص عفو کیا تو تمام قصاص باطل ہو گیا اور صاحبین نے کہا کہ جس مالک نے عفو کیا وہ اپنا آدھا حصہ دوسرے مالک کو دے یا اس کا فدیہ دے چوتھائی دیت دے کر اور بعضوں نے کہا کہ مگر امام کے ساتھ ہیں اس مسئلے میں امام کی دلیل یہ ہے کہ قصاص عفو سے منقلب ہوا اور مالک اپنے غلام پر مستوجب دین کا نہیں ہوتا تو اس کے وارث اس میں اس کے خلیفہ نہ ہوں گے مگر طحاوی نے کہا مالک تو دونوں زندہ موجود ہیں تو مورث اور وارث کا کیا کیا ذکر ہے

فصل فی الجنایۃ علی العبد یہ فصل ہے اس جنایت کے بیان میں جو عید پر واقع ہو مگر عید سے مراد مملوک ہے تو غلام اور لونڈی دونوں کو شامل ہے دیت العبد قیمتیۃ فان بلغت ہی دیت المحر و بلغت قیمتہ الامۃ دیتہ المحرۃ لقصص من کل من دیتہ عبد و امۃ عشرۃ درہم اعمار الاخطا رتبۃ الرقیق عن المحر تعیین العشرۃ باثر ابن مسعود رضی اللہ عنہ دیت مملوک کی اس کی قیمت ہے سو اگر غلام کی دیت آزاد مرد کی دیت کے برابر ہو پانچ جاوے یعنی قیمت غلام کی دس ہزار درم ہو اور لونڈی کی قیمت آزاد عورت کی دیت کے برابر ہو پانچے تو غلام اور لونڈی کی دیت سے دس درم گھٹائے جاویں گے تاکہ رتبہ مملوک کا اخطا رتبہ آزاد سے ظاہر ہو اور دس درم کا معین کرنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے وعنہ من الامۃ خمسۃ درہم سے دوسری روایت یہ ہے کہ لونڈی کی دیت سے پانچ درم کم کئے جاویں و کنون حیث علی العاقلۃ فی ثلث سنین خلافاً لابن یوسف اور اس وقت میں دیت غلام کی قاتل کے مددگاروں پر واجب ہو گی تین برس کی مدت میں مگر خلاف ابو یوسف کے یعنی ان کے نزدیک نقصان دس درم کا مستبر نہیں کذا فی الطحاوی و فی الغصب یجب الیقیمۃ بالغتہ ما بلغت بالاجماع اور مملوک کے غصب میں اس کی قیمت غاصب پر واجب ہے بالاتفاق جہاں تک اس کی قیمت پہنچے یعنی اگرچہ آزاد کی دیت سے زیادہ ہو و ما قدر من دیتہ المحر قدر من قیمتہ و حیث ففی یدہ نصف قیمتہ بالغتہ ما بلغت فی الصبح در و قیل لا یزاد علی

فستہ آلا ف الاختہ وجزم بہ فی الملتقی اور جو مقرر ہے اعصار حر کی دیت سے وہی مقرر ہے مملوک کی قیمت سے اور اس وقت میں تو مملوک کے ہاتھ میں اس کی نصف قیمت ہے قول صحیح میں جس قدر کہ اس کی قیمت ہو کذا فی الدرر اور قول ضعیف یہ ہے کہ پانچ درم کم پانچ ہزار درم سے زیادہ نہ ہوگی اور اسی قول پر یقین کیا ہے ملتقی البحر میں یہی قول اخیر ہے اکثر کتب میں چنانچہ ہا یہ اور خلاصہ اور مجمع البحرین اور اختیار اور فتاویٰ دلواری اور ملتقی اور مجتبیٰ میں کذا فی الطحاوی ویجب حکومت عدل فی الحیثہ فی الصحیح وقیل کل قیمتہ اور حکومت عدل واجب ہے غلام کی ڈاڑھی میں بقول صحیح اور قول ضعیف میں تمام قیمت واجب ہے م یہ اس صورت میں حکم ہے جب کہ ڈاڑھی مونڈنے کے بعد نہ جسے قطعید عبد فخرہ سیدہ فسرہ فحاشات منہ ولہ للعبد ورنہ غیر المولیٰ لا یقتضی لاشتباه من لہ الحق ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اس کے مالک نے اس کو آزاد کر دیا تو زخم سرایت کر گیا تو وہ اس زخم سے مر گیا اور اس غلام آزاد کے وارث اور بھی ہیں مولیٰ کے سوا تو قاطع سے قصاص نہ لیا جاوے گا صاحب حق کے اشتباہ کی وجہ سے م یعنی اگر جراحت کا وقت اعتبار کیجیے تو صاحب حق مالک ہے اور اگر موت کا وقت اعتبار کیجیے تو فقید وارث مستحق ہیں یا مالک بھی تو جہالت مستحق مانع قصاص ہوگی لیکن دیت فقط وارث کی ہے یا مالک کی بھی کذا فی الطحاوی والا یکن لہ غیر المولیٰ اقتص منہ خلافاً لحد اور اگر اس کا کوئی وارث نہیں سوائے مولیٰ کے تو قاطع سے قصاص لیا جاوے گا برخلاف مذہب محمدؐ قال لعبدیہ احمد کما حرشجا بنین المولیٰ العتق فی احدہما بعد الشیخ فارشما للیبد لان البیان کالانشار مالک نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ ایک غلام تم دونوں میں سے آزاد ہے پھر دونوں کے سر زخمی ہوئے پھر مالک نے زخم سر کے بعد ایک غلام کی آزادی بیان کر دی یعنی یوں کہا کہ میں نے اس غلام کو آزاد کیا تھا تو دونوں کی دیت مالک کی ہے اس واسطے کہ بیان کرنا انشا کے برابر ہے یعنی گویا زخم کے بعد اب اس نے آزاد کیا تو قضا فیہ حر و قیمتہ عبد لوالقاتل واحد معاً و قیمتہا سوا اور اگر دونوں غلام مذکور مقتول ہوئے تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی بشرطیکہ ایک ہی قاتل نے دونوں کو سہا ہی قتل کیا ہو اور دونوں کی قیمت برابر ہو م وجہ فرق یہ ہے کہ زخم کے بعد آزادی ممکن ہے تو بیان دہا انشا ٹھہر گیا اور موت کے بعد آزادی ممکن نہیں تو بیان بیان انشا نہ ہوگا محض بیان اظہار ٹھہرے گا اور اگر قیمت مختلف ہوگی تو ہر واحد کی نصف قیمت اور آزاد کی دیت واجب ہوگی کذا فی الطحاوی مختصراً وان قتل کلاً واحد معاً علی المقاب ولم یدر الاول فقیمتہ العبدین زیلعی اور اگر دونوں غلاموں کو دو شخصوں نے سہا ہی یا آگے پیچھے مارا اور پہلا مقتول معلوم نہیں تو قاتلوں پر دو غلاموں کی قیمت واجب ہوگی کذا فی الزیلعی م قوله وان قتل کلاً واحد معاً مخالف مقصود ہے ترجمہ اس کا یہ ہے کہ اگر ہر غلام کو ایک شخص نے سہا ہی قتل کیا اور یہ پہلی صورت ہے جو مذکور ہو چکی طحاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا تھا وان قتلہما شخصان معاً لہذا مترجم نے عبارت صحیح کا ترجمہ کیا خلافاً لبعبارۃ الشارح اور اگر پہلا مقتول معلوم ہو تو اس کے قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر دیت آزاد کی واجب ہوگی کذا فی الطحاوی فقہاء رجل عینی عبد خیر مولانا الشارح مولاہ عیدہ المفقود للفقہ واخذ منہ قیمتہ کاملۃ او امسکہ ولایاخذ منہ النقصان وقال لہ اخذ النقصان وقال الشافعی ضمنہ العیرۃ واسک الجبۃ العیاد ایک مرد نے غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑیں تو اس کے مالک کو اختیار ہے چاہے اپنا آنکھ پھوٹا غلام آنکھ پھوڑنے والے کو دے اور اس سے پوری قیمت لے یا چاہے اس کو اپنے پاس رکھے اور اس سے نقصان نہ لے اور صاحبین نے کہا مالک کو نقصان لینا جائز ہے اور امام شافعی نے کہا آنکھ پھوڑنے والے سے غلام کی قیمت کا ضمان لے اور غلام کا اندھا دھڑ اپنے پاس رکھے ولو جنی مدبر او ام ولد ضمن السید الاقل من قیمتہ ومن الارش لقیام قیمتہا مقامہا اور اگر غلام مدبر یا ام ولد جنایت کرے تو مالک تاوان دے کتر مال کا قیمت اور دیت سے لینے اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دے اس لئے کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت قائم مقام ہے ان کے کم مناسب تھا

کہ یہ مسئلہ باب سابق میں مذکور ہوتا اس واسطے کہ مدبر اور ام ولد قاتل ہے نہ مقتول فال دفع القيمة بقضاء فحی المدبر اور ام ولد جنایت اخری
یشارک الثانی الاول اذیس فی جنایات کما الاقيمة واحدة ولا شئ علی المولے لانه مجبور علی الدفع پھر اگر مالک نے قیمت دی قاضی کے
حکم سے پھر مدبر یا ام ولد نے دوسری جنایت کی تو دوسرے مقتول کا وارث شریک ہوگا مقتول اول کے وارث کا اس واسطے کہ مدبر کی تمام جنایات
میں سوائے ایک قیمت کے اور کچھ واجب نہیں اور مالک پر کچھ واجب نہیں اس واسطے کہ وہ مجبور ہے قیمت کے دینے پر یعنی حکم قاضی ولو دفع القيمة
لو لے الاولے لغیر قضاء اربع الیسد بجملة من القيمة ورجع بها علی الاول لانه قبضہ بغیر حق وان المولی لا یجب علیه الاقيمة واحدة اور اگر مالک نے پہلے
جنایت کے وارث کو قیمت دی بدوں حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث پیچھا کرے مالک کا قیمت لینے کے واسطے بقدر اپنے حصے کے اور مالک
اس قدر بھرے مقتول اول کے وارث سے اس لئے کہ وارث اول نے تمام قیمت پر ناحق قبضہ کیا اس واسطے کہ مالک پر تو سوائے ایک قیمت کے
کچھ واجب نہیں اور اربع ولی الجنایة الاولے یا وارث ثانی وارث اول کا پیچھا کرے یعنی نصف قیمت اس سے بانیٹ لے اس واسطے کہ اس نے
اس کا حق ناحق لیا و قال لا شئ علی المولے اور مابین نے کہا قیمت بلا قضا دینے میں مالک پر کچھ لازم نہیں وان اتق المولی المدبر وقد حیی جنایا
لم تلزمه ای المولی الاقيمة واحدة علم بالجنایة قبل التقتی الاولان حق المولی لم یعلق بالبعد فلم یکن مفتوتا بالاعتاق اور اگر مالک نے مدبر کو آزاد کیا
اور حالانکہ اس سے جنایات متعده صادر ہوئے تو مولے پر سوائے ایک قیمت کے کچھ لازم نہ ہوگا خواہ مالک کو قبل از عتق جنایت کا علم ہو یا نہ ہو
ہو اس واسطے کہ وارث کا حق غلام کی ذات سے متعلق نہیں تو مالک آزاد کرنے سے اس کے حق کا ضائع کرنے والا نہ ٹھہرا و ام الولد کا ملکہ برقرار
اور ام ولد مدبر کے مانند ہے حکم مذکور میں یعنی مسئلہ اعتاق میں اقرار المدبر اور ام الولد بجنایہ تو جب المال لم یحیز اقرارہ لانه اقرار لا علی المولے بخلاف
ما اذا اقر بالقتل عمداً فانه یصح اقرارہ علی نفسه فقتل بہ اور اگر مدبر یا ام ولد نے اس جنایت کا اقرار کیا جو مال کی موجب ہے تو اس کا اقرار جائز
نہیں اس واسطے کہ یہ اقرار ہے مولے کے مندر پر برخلاف اس کے جب کہ اس نے قتل عمداً اقرار کیا تو اس کا اقرار صحیح ہوگا اپنی ذات پر تو اپنے اقرار
کے سبب سے مارا جاوے گا ولو حیی المدبر بخلاف فمات لم تسقط قیمته عن مولاه اور اگر مدبر نے جنایت کی بطور خطاء کے پھر وہ مرگیا تو اس کی قیمت اس کے
مالک سے ساقط نہ ہوگی ولو قتل المدبر مولاه خطاء سے فی قیمتہ اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو بطریق خطا کے قتل کیا تو کوشش کرے اپنی قیمت میں یعنی
محنت مزدوری کر کے اپنی قیمت مالک کے وارث کو دے ولو عمداً فمات الوارث او استعاه فی قیمتہ ثم قتلہ ودر اگر مدبر نے اپنے مالک کو عمداً
قتل کیا تو وارث اس کو قتل کر ڈالے یا وارث چاہے اس سے محنت مزدوری کر دے اس کی قیمت حاصل کرنے میں پھر حصول قیمت کے
بعد اس کو قتل کرے کذا فی الدرر

فصل فی غصب القن وغیرہ یہ فصل یہ مملوک وغیرہ کے غصب کے احکام میں غیر مملوک سے مدبر اور صبی مراد ہے قطع ید عبده فغصبہ
رجل دوسری فمات منہ ضمن الغاصب قیمتہ اقطع مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا سو اس کو غصب کیا ایک مرد نے اور زخم نے سرایت کی سو
وہ اسی زخم سے مرگیا تو غاصب تاوان دے ہاتھ کے غلام کی قیمت کا وان قطع یدہ و صوفی ید غاصب فمات منہ بری الغاصب لصیورۃ
متلفا فیصیر مستردا اور اگر مالک نے غلام کا ہاتھ کاٹا اور حالانکہ غلام غاصب کے پاس ہے سو وہ اسی زخم سے مرگیا تو غاصب بری الذمہ ہوگا قیمت
دینے کے تاوان سے سبب ہو جانے مالک کے تلف کرنے والا تو مالک پھر لینے والا ٹھہرا جاوے گا غصب عبید مجبور مثلاً فمات فی یدہ فضمن
لان الجور مواخذہ بافعاله لا باقواله الا بعد حقیقۃ غلام غیر ماذون نے اپنے مانند دوسرے کا غلام غیر ماذون غصب کیا سو وہ اس کے قبضے میں مرگیا
سو وہ تاوان دے گا اس کی قیمت کا اس واسطے کہ غیر ماذون اپنے افعال میں ماخوذ ہے نہ اپنے اقوال میں مگر آزاد ہونے کے بعد اقوال میں بھی

ماخوذ ہو گا مدبر جنی عند غاصبہ قریب جنی عند سیدہ اخر سے ضمن السید قریبہ لہما نصیفن مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس سو غاصب نے اس کو پھیر دیا مالک کو پھر مدبر نے اپنے مالک کے پاس دوسری جنایت کی تو مالک اس کی قیمت کا تاوان دے دونوں مقتولوں کے وارثوں کو نصف نصف یعنی نصف قیمت مقتول اول کے وارث کو دے اور باقی نصف دوسرے کے وارث کو ورجع المولیٰ بنصف قیمتہ علی الغاصب و دفعہ ای دفع المولیٰ نصف قیمتہ الی ولی الجنایۃ الاول لان حقہ لم یجب الا المزمع قائم اور مالک مدبر کی نصف بھر لے غاصب سے اور مولا دے دی نصف قیمت جنایت اول کے وارث کو دے اس لئے کہ اس کا حق واجب نہ ہوا تھا مگر اس حال میں کہ مزمع موجود تھا موطاوی نے کہا جلی نے زلیحی سے امام اور ابو یوسف کی دلیل یوں نقل کی ہے کہ مقتول اول کا حق تمام قیمت میں تھا اس واسطے کہ جب وہ مقتول ہوا تھا تو کوئی مزمع اور منازع اس کا نہ تھا اور کمی جو ہوئی تو مقتول ثانی کی مزاحمت کے سبب سے ہوئی پھر جب کہ غلام کا بدلہ مالک کے ہاتھ میں آیا فارغ از حق غیر تو وارث اول اس کو لے گا تا کہ اس کا حق پورا ہو جاوے انتہی تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت میں خلل ہے شارح کو یوں کہنا مناسب تھا لان حقہ وجب حین لا مزمع یعنی مقتول اول کے وارث کا حق اس وقت واجب ہوا تھا جب کہ اس کا کوئی مزمع نہ تھا مرجع المولے علی الغاصب لانہ اخذ منہ بسبب کان عند الغاصب پھر دوسری بار مالک نصف قیمت غاصب سے بھر لے اس واسطے کہ مولیٰ سے جو لیا گیا اس سبب سے لیا گیا جو غاصب کے پاس ہوا و بعکسہ بان جنی عند مولاہ تم عند غاصبہ لا یرجع المولے علی الغاصب بہ ثانی لان الجنایۃ الاولے کانت فی ید مالکہ اور مسئلہ سابقہ کے بالعکس یعنی مدبر نے جنایت کی اپنے مالک کے پاس پھر جنایت کی اپنے غاصب کے پاس تو مالک غاصب سے دوسری بار نصف قیمت نہ بھر لے گا اس واسطے کہ پہلی جنایت اس کے مالک کے پاس واقع ہوئی ہے نہ غاصب کے پاس والحق فی الفصیلین کا لہذا مدبر غیر ان المولیٰ یدفع البعد نقضہ بنا وخرای فی المدبر القیمۃ کما مر اور غلام خالص دونوں صورت میں یعنی خواہ غاصب کے پاس جنایت واقع ہو خواہ مالک کے پاس مدبر کے مانند ہے سوائے اس بات کے کہ مالک یہاں خود غلام کو دے گا اور وہاں یعنی جنایت مدبر میں قیمت دے گا چنانچہ مذکور ہو چکا مدبر جنی عند غاصبہ موزہ فغصبہ ثانیاً جنی عندہ کان علی سیدہ قیمتہ لہما ورجع لقیمتہ علی الغاصب کو نہما عندہ و دفع المولیٰ نصفھا ای القیمۃ الماخوذة ثانیاً الی ولی الجنایۃ الاول ورجع المولے بذلک النصف علی الغاصب مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پھر اس نے مالک کو پھیر دیا پھر غاصب نے دوبارہ غصب کیا سو اس نے غاصب کے پاس پھر جنایت کی تو اس کے مالک پر قیمت مدبر کی دونوں مقتولوں کے واسطے واجب ہوگی اور مالک قیمت بھر لے غاصب سے اس لئے کہ دونوں جنایتیں غاصب کے پاس واقع ہوئیں اور مولا نصف قیمت ماخوذة جنایت اول کے وارث کو دوسری بار دے اور دی نصف قیمت جو وارث اول کو دے غاصب سے بھر لے وام الولد فی کلما کہ مدبر اور ام وندان سب صورتوں میں مدبر کے مانند ہے غصب رجل صبیحا حرا لا یغیر عن نفسه والہراد بغصب الذہاب بہ بلا اذن ولیہ فمات بلا تحریر یدہ فجاءہ اوکھی لم یضمن ایک مرد نے وہ صغیر آزاد جو اپنا حال بیان نہیں کر سکتا غصب کیا پھر وہ آزاد غاصب کے ہاتھ میں مر گیا ناگہاں یا تپ کے سبب سے تو مرد پر تاوان نہیں غصب سے مراد صغیر کالے جانا ہے بدول اجازت اس کے ولی کے م یعنی غصب کے معنی مجازی یہاں مراد ہیں اس لئے کہ آزاد میں غصب ثابت نہیں ہوتا ضمان اس واسطے ثابت نہ ہوا کہ موت ناگہانی اور تپ انا ہر مقام میں ممکن ہے مختلف باختلاف اماكن نہیں ہے وان مات بصاعقۃ او نمنش حیتہ فذریۃ علی عاقلۃ الغاصب استئنا بالتبہ تنفقہ لکان الصوائق والھیات حتی لو نقلہ لموضع یغلب فیہ الحمی والامراض ضمن فنجب فیہ الذریۃ علی العاقلۃ لکونہ قتلہا تبہا ہذیہ وغیرہ اگر صغیر مذکور مر گیا بجلی کے گرنے سے یا سانپ

کے کاٹنے سے تو اس کی دیت غاصب کی عاقلہ پر ہے بدلیل استحسان کے اس واسطے کہ غاصب سبب پڑا ہے بکلیوں یا ساپنوں کے مکان کی طرف نقل کرنے کا تو اگر غاصب صغیر کو اس مکان میں لے گیا جہاں اکثریت اور امراض لاحق رہتے ہیں تو ضمان لازم ہوگا تو اس میں بھی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی قتل سبب کا موجب ہونے سے کذا فی الدیات وغیرہ اقلیت وبقی تو نقل الحر البکیر لہذا الا ما کن تعدیا ان مقید اولم یکنہ اکثر عزم من وان لم یمنع من حفظ نفسه لالانہ بتقصیرہ حکم صغیر بکبیر مقید عنایہ میں کتا ہوں باقی رہ گئی ایک صورت کہ اگر آزاد بالغ کو کوئی شخص ان مکانات کی طرف لے گیا زبردستی اگر مقید کر کے اس طرح لے گیا کہ اس کو بچنا اس سے ممکن نہیں تو ناقل پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بالغ اس کو مانع نہ ہوا اپنی ذات کی حفاظت سے تو ضمان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ بالغ کی تقصیر کے سبب سے ہوا تو صغیر کا حکم بکیر کے مانند مقید بقید مذکور ہے کذا فی العنایہ ولو غصب صبیا فغاب عن یدہ حبس الغاصب حتی یجیئ بہ او یعلم موطنہ خانیۃ کما لو خدع امرأۃ رجل حتی وثقت الفزقۃ بینہا فانہ یکبس حتی یرد او تموت خلاصۃ اور اگر صغیر کو غصب کیا پھر وہ غائب ہو گیا اس کے پاس سے تو غاصب مجبوس رہے گا یہاں تک کہ اس کو لے آوے یا اس کی موت معلوم ہو جاوے کذا فی الخانیۃ چنانچہ اگر ایک مرد کی عورت کو فریب سے لے گیا یہاں تک کہ زوجین میں جدائی پڑ گئی اس طرح کہ زوج کو معلوم نہیں کہ زوجہ کہاں سے تو وہ شخص مجبوس رہے گا یہاں تک کہ اس کو پھر لادے یا عورت مر جاوے یعنی اس کی موت معلوم ہو جاوے کذا فی الخلاصۃ امرئ انما لیختن صبیا ففعل الختان ذلک فقطع حشفۃ و مات البصی من ذلک فعلی عاقلۃ الختان نصف دیتہ وان لم میت فعلی عاقلۃ کلہا وقد تقدمت فی باب ضمان الاجیر فی معایات الوہبانیۃ ۵ من ذالذی ان مات مجنیۃ فاما علیہ اذامات بالموت لیشطرہ ختنہ کرنے والے کو حکم کیا تا صغیر کا ختنہ کرے سو اس نے ختنہ کیا تو اس کی سپاری کاٹ ڈالی اور لڑکا مر گیا اس سبب سے تو ختنہ کرنے والے کی عاقلہ پر نصف دیت ہے اور اگر وہ نہ مرا تو اس کی عاقلہ پر پوری دیت ہے اور یہ مسئلہ ضمان اجیر کے باب میں سابق مذکور ہو چکا اور وہبانیہ کی جہیتان میں یہ مسئلہ یوں مذکور ہے کہ وہ کون جانی ہے اگر اس کا مجنی مرے تو اس پر وہ واجب ہے جب کہ نہ مرے نصف اس کا واجب ہو موت سے یعنی اگر نہ مرے تو پوری دیت واجب ہو اور مرے تو نصف واجب ہو وہ کون جنایت کرنے والا ہے جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنے والا ہے لیکن حمل صبیا علی دیتہ وقال المسکالی فسقط البصی ولم یکن منہ تسیر فمات کان علی عاقلۃ من حملہ ای دیتہ البصی کان البصی محم رکب مثله اولایکب وتما فی الخانیۃ مانند اس شخص کے جس نے صغیر کو جانور پر چڑھایا اور کہا جانور کو تھامے رکھ میرے واسطے سو صغیر گر پڑا اور اس نے جانور کو ہانکا نہ تھا بھروسہ مر گیا تو چڑھانے والے کی عاقلہ پر صغیر کی دیت واجب ہے خواہ اتنی عمر کا لڑکا سوار ہوتا ہو یا سوار نہ ہوتا ہو اور اس کا پھر در بیان خانیہ میں ہے البصی او دوع عبد اقصتہ ای قتل البصی العبد المودع ضمن عاقلۃ البصی فیمتہ مانند اس صغیر کے جس کے پاس غلام ودیعت رکھا گیا سو اس نے اس کو قتل کیا یعنی صغیر نے غلام مودع کو قتل کیا تو بصی کا عاقلہ غلام کی قیمت کا ضمان دے گا فان اودع طعاما بلا اذن ولیہ ولیس ماذونالہ فی التجارۃ فاکلہ لم یضمن لاند سلط علیہ وقال ابو یوسف والشافعی یضمن پھر اگر صغیر کے پاس کھانا ودیعت رکھا گیا بدول اس کے ولی کے اذن کے اور صغیر ماذون فی التجارۃ بھی نہیں ہے سو صغیر نے کھانا کھایا تو اس پر ضمان نہیں اس واسطے کہ صاحب طعام نے صغیر کو طعام پر مسلط کر دیا اور ابو یوسف اور شافعی نے کہا کہ ضمان دے گا وکذا لو اودع عبد محجور مالا فاستلک منہ بعد عتقہ وعند ابو یوسف والشافعی فی الحال اور اسی طرح اگر غلام محجور کے پاس مال ودیعت رکھا گیا سو اس نے اس کو تلف کیا تو اس کا مال دان دے گا ملہ مترجم اہل نے مقید کو خبر حکم کی کہ یہ ترجمہ کیا حالانکہ صغیر کے غصب میں کچھ قید کی قید نہیں بلکہ لفظ مقید کو صفت کیر کی کر کے ترجمہ چاہیے تھا یعنی صغیر کا حکم مثل بکیر مقید کے ہے ۶

آزاد ہونے کے بعد اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک فی الحال تاوان دے گا وکذا الخلاف لو حیرا او قرضا اور اسی طرح اختلاف ہے اگر
صغیر اور غلام مجبور کو عاریت دی گئی یا قرض دیا گیا مینے صغیر اور غلام نے کوئی چیز عاریت لی یا بطور قرض کے پھر تلف کی تو صغیر غیر ماذون پر
ضمان نہیں بالغ ہونے کے بعد بھی اور غلام پر آزاد ہونے کے بعد ضمان ہے اور شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک فی الحال ضمان ہے کذا
فی الطحاوی ولو کان باذن او ماذونا ضمن بالاجماع اور اگر عاریت یا قرض اذن سے ہو یا وہ ماذون فی التجارة ہو تو بالاتفاق ضمان لازم ہوگا
کما واستمسک البصی مال غیر بلا دلیۃ ضمن فی الحال چنانچہ اگر صغیر نے غیر کا مال بدول دلیۃ کے تلف کیا تو اس کا ضمان بالاتفاق لازم ہوگا
قلت و بذکرہ البصی عاقلا والاغلا یضمن بالاجماع و تمامہ فی العناۃ والشرب لالیۃ عن الثلبۃ مسکین علی خلاف مانی الملتقی والہدیۃ والزیلعی
فیلفظ میں کہتا ہوں اور یہ تمام مذکور اس صورت میں ہے جب کہ صغیر عاقل اور فہیدہ ہے اور اگر عاقل نہ ہو تو اس پر ضمان لازم نہیں ہے
بالاتفاق اور اس کی پوری تفصیل عنایہ اور شرب لالیۃ میں ہے شبہی اور مسکین سے منقول برخلاف ملتقی اور ہدیۃ اور زیلعی کے تو اس کو یاد
رکھنا چاہیے م تو معلوم ہوا کہ وجوب ضمان کے واسطے اشتراط عقل صغیر اور عدم اشتراط میں اہل مذہب کے دو طریقے ہیں

یہ باب ہے قسامہ کے مسائل میں م قسامہ بالفتح میں اختلاف ہے اہل لغت کا بعضوں نے کہا مصدر ہے مانند
باب القسامۃ قسم کے اور بعضوں نے کہا اسم ہے مصدر کا کذا فی الطحاوی ہی لغۃ بمعنی القسم و ہوا یمین مطلقا قسامۃ لغت عرب

میں بمعنی قسم کے ہے اور قہ یمین اور حلف ہے مطلقا یعنی خواہ ایک آدمی قسم کھائے یا زیادہ و شرعاً یمین باللہ تعالیٰ بسبب مخصوص و عدد
مخصوص علی شخص مخصوص علی وجہ مخصوص سیاتی بیانہ اور قسامہ اصطلاح شرع میں قسم ہے اللہ تعالیٰ کے نام کے سبب مخصوص اور عدد مخصوص
کی جہت سے مخصوص شخص پر بنا بر وجہ مخصوص کے اور بیان اس کا عنقریب آتا ہے م قسامہ عبارت ان قسموں سے ہے جو پچاس آدمیوں سے
لی جاویں اور قسامہ کا سبب اس مقتول کا پایا جانا ہے محلہ یا دار یا متصل قریہ کے جس کا قاتل معلوم نہیں ہے اور شرط قسامہ یہ ہے کہ مرد عاقل بالغ
آزاد ہو تو عورت اور مجنون اور صغیر اور غلام پر قسامہ نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ میت پر قتل کا اثر موجود ہو اور رکن اس کا یہ ہے کہ لیل کے کہ واللہ
میں نے اس کو نہیں قتل کیا اور نہ میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں اور حکم قسامہ کا یہ ہے کہ دیت واجب ہوتی ہے تین برس کے اندر اور شروع ہونا
قسامہ کا ثابت ہے احادیث صحیحہ اور اجماع سے کذا فی الطحاوی مختصر یعنی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ قسامہ کی خوبی اور اس کی مشروریت میں حکمت
یہ ہے کہ خونریزی کو لوگ خیف امر نہ سمجھیں اور مفت ضائع ہونے سے خون کے پچیں اور جس پر قتل کی تہمت لگی ہے وہ قصاص سے خلاصی پکڑ
میت حر و لہ و ذمیا او مجنوناً شر بنلالیۃ بہ حرج او اثر ضرب او حق او خروج دم من اذنه او علیہ وجہ قتی محلۃ او وجہ بد نہ او اکثرہ
من ای جانب کان او نصفہ مع راسہ آزاد مردہ جس میں زخم ہے یا مارنے یا گلا دبانے کا نشان ہے یا خون کا بہنا ہے اس کے کان یا آنکھ سے
وہ ایک محلہ میں پایا گیا یا اس کا بدن یا اکثر بدن کسی طرف سے یعنی سر کی طرف سے یا پانوں کی جانب سے پایا گیا یا نصف جسم سر کے ساتھ ملا کر
میت مذکور ذمی یا مجنون ہو کذا فی الشر بنلالیۃ م اگر غلام خاص غیر ملک مولیٰ میں مقتول پایا جاوے تو اس میں قسامہ ثابت ہے اور قیمت اس
کی واجب سے تین سال میں چنانچہ شرب لالیۃ میں ہے تو اگر شارح آزاد کی قید میت میں نہ لگتا تو بہتر تھا کذا فی الطحاوی والنس و ان ورد
فی البدن لکن لا اکثر حکم کل حتی لو وجد اقل من نصفہ ولو مع راسہ لا یلزم ذمی لکن القسامۃ فی قتل واحد ہو غیر مشروع اور نص اگر چہ بدن
میں وار ہے لیکن اکثر بدن بمنزلہ تمام بدن کے ہے تو اگر نصف بدن سے کمتر پایا جاوے اگر چہ نصف اقل کے ساتھ سر بھی ہو تو قسامہ ثابت
نہ ہوگا تاکہ دوبار قسامہ لازم نہ ہو ایک مقتول میں اور تکرار قسامہ شرع میں ثابت نہیں یعنی اگر کمتر نصف بدن میں قسامہ ہوتا تو ایک شخص میں

دو بار قسم کھانے کی نوبت پہنچتی ایک بار اگر زندہ بن کے ملنے سے اور دوسری بار قتل بدن کے ملنے سے اور یہ شرع میں درست نہیں و لم یعلم قاتلہ
 اذ لو علم کان ہو الحکم و سقیط القسامة اور میت مذکور کا قاتل معلوم نہ ہو کیونکہ اگر قاتل معلوم ہوگا تو وہ صاحب خصوصیت ہوگا اور قسامة ساقط ہو
 جاوے گا و ادعی ولیہ القتل علی اہلہا اسے المحدثہ کہہ کر ادا دے گی۔ علی بعضہم حلف محسوسون رجلا منهم اور اس میت کا وارث قتل کا دعویٰ
 کرے تمام محلے والوں پر یا دعویٰ کرے بعضوں پر تو ان شرطوں سے ان میں سے پچاس مرد قسم کھا دیں پچترہم الولی باللہ ما قتلناہ ولا علمنا
 لہ قاتلا بان یحلف کل منہم باللہ ما قتلناہ ولا علمنا لہ قاتلا قسم کے واسطے اہل محلہ میں سے پچاس مرد کو وارث مقتول کا اختیار کرے کہ قسم خدا کی
 ہم نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں اس طرح کہ ہر مرد ان میں سے قسم کھاوے کہ واللہ میں نے اس کو قتل نہیں کیا
 اور نہ میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں ہر شخص بصیغہ واحد قسم کھاوے نہ بصیغہ جمع اس احتمال سے کہ فقط ایک ہی شخص نے اس کو قتل کیا ہو
 تو صیغہ جمع میں وہ سچا ٹھہرے گا یعنی سب لوگوں نے اس کو نہیں مارا بلکہ ایک نے مارا اور اگر سب نے مارا ہوگا تو بھی صیغہ واحد سے ہر شخص قاتل
 ٹھہرے گا لا یحلف الولی وقال الشافعی ان کان ثلثہ لوث استخلف الاولیاء خمین یمینا ان اہل المحدثہ قتلواہ ثم یقضی بالیتس علی المدعی
 علیہ وقضی مالک بالقود لوالد دعویٰ بالعدم نہ قسم کھائے وارث اور امام شافعی نے کہا کہ اگر دہاں لوث ہو یعنی لگاؤ اور اشتباہ ہو تو وارثوں سے
 پچاس بار قسم لی جائے کہ اہل محلہ نے اس کو قتل کیا ہے پھر دیت کا حکم کیا جاوے مدعا علیہ پر اور امام مالک نے قصاص کا حکم کیا ہے اگر قتل عمد کا
 دعویٰ ہو لوث یہ کہ قتل کی علامت ایک شخص پر پانی جاوے یا ظاہر حال مدعی کی صداقت کا شاہد ہو یعنی اہل محلہ مقتول سے ظاہری عداوت
 رکھتے ہوں یا ایک شاہد عادل یا چند شخصوں غیر عدول گواہی دیتے ہوں کہ محلے والوں نے اس کو قتل کیا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ابن عباس
 سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو لکھا کہ یہ مقتول تمہارے اندر پایا گیا سو تمہاری پچاؤ کی کیا صورت ہے سو
 یہودیوں نے لکھا کہ ایسا حادثہ بنی اسرائیل میں واقع ہوا تھا سو خدا نے موسیٰ علیہ السلام پر کچھ حکم اتارا تھا اگر تم نبی ہو تو خدا سے اس حکم کو دریافت
 کرو تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھا کہ خدا نے مجھ کو بتایا کہ تم میں سے پچاس مرد کو اختیار کرو سو وہ خدا کی قسم کھا دیں کہ ہم نے
 اس کو قتل نہیں کیا ہے اور نہ ہم اس کے قتل کو جانتے ہیں پھر تم اس کا خوبہا ادا کرو تو یہودیوں نے لکھا کہ تم نے ہم لوگوں میں ناموس یعنی
 دھار بانی کا حکم کیا کہ انی الدر عن الزبیری عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ ہماری دلیل یہ حدیث ہے ترمذی کی کہ البیتہ علی المدعی والیمین علی المدعی
 علیہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن نصف حدیث صحاح ستہ میں متفرق موجود ہے صحیح مسلم میں تو یوں ہے وکن الیمین علی المدعی علیہ اور باقی
 صحاح میں یوں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ پر قسم کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ وظیفہ مدعی علیہ کا قسم ہے اور مدعی کا وظیفہ قسم نہیں ہے
 اسی تقریر سے ترمذی کی حدیث قوی ہو گئی آیتہ قسم قضی علی اہلہا بالیدۃ لا مطلقا بل ان وقعت الدعوی بقتل عمد وان وقعت
 الدعوی بخطا فتدی ای فیقضی بالیدۃ علی عواقلہم کافی شرح الجمع معزیا للذخیرۃ والحانیۃ ونقل ابن الکمال عن المسبوط ان فی ظاہر الروایۃ
 القسامة علی اہل المحدثۃ والیدۃ علی عواقلہم ای فی ثلث سنین وکذا قیمۃ القن توخذ فی ثلث سنین ثمر بنیالیتہ پھر اہل محلہ کی قسم کے بعد ان پر دیت
 کا حکم کیا جاوے لیکن نہ ہر طرح کے دعوے میں بلکہ اگر قتل عمد کا دعوے واقع ہوا ہو تو ان پر دیت کا حکم ہوگا اور اگر قتل خطا کا دعوے واقع ہوا ہو
 تو اہل محلہ کے عواقل یعنی مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا چنانچہ شرح مجمع میں ہے ذخیرہ اور خانیہ سے منقول اور ابن کمال نے بسوط سے
 نقل کیا ہے کہ ظاہر الروایہ میں اہل محلہ پر قسامة ہے اور ان کے مددگاروں پر دیت ہے یعنی تین سال کے اندر اور اسی طرح غلام مقتول

سہ گواہ مدعی پر ہیں اور قسم مدعی علیہ پر ۱۲ سہ مگر قسم مدعی علیہ پر ہے ۲

کی قیمت تین سال میں لی جاوے گی کذا فی الشرع بلایۃ وان لم یتیم العدو کر الخلف علیہم یتیم خمبین یمنیا اور اگر اہل محلہ میں پچاس مرد کا شمار پورا نہ ہو تو مکرر قسم لی جاوے ان سے تاکہ پچاس قسمیں پوری ہو جاریں وان تم العدو واراد الولی تکرارہ لا اور اگر پچاس کا شمار پورا ہو گیا اور وارث نے تکرار قسم کا ارادہ کیا تو مکرر قسم نہ لی جاوے گی ومن نکل منهم حبس حتی یخلف علی الوجه المذكور ہذا فی دعوی القتل العمد امانی الخطاء فیقتضی بالدیۃ علی عاقلتم ولا یحبسون ابن کمال منزیا للحنانیۃ اور جو شخص ان میں سے قسم نہ کھائے تو قید کیا جاوے یہاں تک کہ قسم کھائے اس طرح پر جو یہاں مذکور ہو چکی یہ حکم ہے قتل عمد کے دعوی میں اور قتل خطا میں تو ان کے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا اور وہ مجبوس نہ ہوں گے چنانچہ ابن کمال نے خانہ سے نقل کیا ہے ولو اقر علی نفسه او عبده قبل اقراره ولو علی غیره فصدقة الولی سقط التحلیف عن اہل المحلۃ اور اگر ایک شخص نے اپنی ذات یا اپنے غلام پر قتل کا اقرار کیا تو اس کا اقرار مقبول ہوگا اور اگر غیر شخص پر قتل کا اقرار کیا سو مقتول کے وارث نے اس کی تصدیق کی تو اہل محلہ سے قسم لینا ساقط ہو گیا ولا قسامۃ علی صبی ومجنون وامرأة وعبد اور قسامہ نہیں صغیر اور دیوانے اور عورت اور غلام پر ہم اس واسطے کہ صغیر اور مجنون قسم کے لائق نہیں اور عورت اور غلام نصرت کے لائق نہیں اور قسم ہوتی ہے مددگاروں پر ولا قسامۃ ولا دیۃ فی میت لا اثر بہ لانه لیس بقتیل لان القتل عرفا ہونائت الحيوة بسبب مباشرة المحی وان مات حتف الفؤاد الغرامۃ تتبع فعل العبد اور نہ قسامہ ہے نہ دیت اس میت میں جس میں قتل اور ضرب کا کچھ نشان نہیں اس لئے کہ وہ مقتول نہیں ہے کیونکہ مقتول عرف میں وہ ہے جس کی زندگی فوت ہو گئی ہو زندہ کے کرب سے اور وہ میت تو اپنی موت مر گیا ہے اور تاوان تابع ہوتا ہے عبد مکلف کے فعل سے اولیٰ سیل دم من فمہ او الفؤاد ویرہ او ذکرہ لان الدم یخرج منها عادة بلا فصل احد بخلاف الاذن والیمن یا خون بتا ہو میت کے منہ یا ناک یا مقعد یا نازہ سے تو قسامہ اور دیت نہیں اس واسطے کہ خون نکلتا ہے ان مکانات سے عادت میں بدول فعل انسان کے برخلاف کان بور نکمہ کے اول نصف منہ ای ولا قسامۃ فی نصف میت شقی طولاً او اقل منہ ای من نصفہ ولو معہ الراس لما مر یا اس کے نصف میں یعنی قسامہ نہیں میت کے اس نصف بدن میں جو طول میں بچھا گیا یا نصف سے کمتر بدن میں قسامہ نہیں اگرچہ اقل بدن کے ساتھ سر بھی ہو بدلیل گذشتہ م یعنی مذکور ہو چکا کہ قسامہ نہیں مگر تمام بدن یا اکثر بدن میں او علی رقبۃ ای المیت حیۃ ملوئۃ لان الظاہر ان مات بہا بزازیۃ یا میت کی گردن پر سانپ پٹا ہوا ہے تو قسامہ اور دیت نہیں اس واسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ وہ سانپ کے سبب سے مر گیا ہے کذا فی البرزازیۃ واما خلقہ کبیر ای وجد سقط تام الخلقۃ بہ اثر الضرب وجبت القسامۃ والدیۃ وفی التلمیذۃ ما یخالفہ اور جس کی پیدائش پوری ہو چکی وہ بڑے آدمی کے برابر ہے یعنی تندرست بچہ پیٹ سے گرا پا گیا جس میں ضرب کی نشانی موجود ہے تو قسامہ اور دیت واجب ہے اور ظہیر یہ ہیں اس کے مخالف ہے یعنی اس میں قسامہ اور دیت نہیں فان ادعی الولی علی واحد من غیر ہم کان ابراً منہ لاہل المحلۃ وسقطت القسامۃ عنہم پھر اگر وارث نے اہل محلہ کے سوا ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو یہ اس کی طرف سے ابراہ ہے محلے والوں کے واسطے اور قسامہ ان کے اوپر سے ساقط ہو گیا وان ادعی الولی علی معین منہم لا تسقط قتل تسقط اور اگر وارث نے محلے والوں میں سے ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو ان سے قسامہ ساقط نہیں ہوتا اور قول ضعیف میں ساقط ہوتا ہے م قول اول ظاہر الروایۃ ہے اور قول ثانی ابو یوسف سے مروی ہے کذا فی الطحاوی قتل علی دابة معہا سائق او قائد وراکب فدیۃ علی عاقلۃ دون اہل المحلۃ لانه فی یدہ فصار کانہ فی دارہ ایک مقتول ہے اس جانور پر جس کے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا یا سوار ہے تو اس کی دیت سائق یا قائد یا راکب کے مددگاروں پر ہے نہ اہل محلہ پر اس واسطے کہ وہ مقتول اس کے قبض اور تصرف میں ہے تو گویا اس کے گھر میں ہے ولو اجتمع فیہا سائق وقائد وراکب فالدیۃ علیہم جمیعاً وان لم تکن ملکاً لم عملاً بیدہم وقیل القسامۃ والدیۃ علی مالک الدابة کالدار وقیل لا یجب

السا ئق الا اذا كان مسوقاً مختصاً وجزءه في الجوهرة اور اگر جانور میں سا ئق اور قائد اور راکب تینوں مجتمع ہوں تو دیت ان سب پر ہے اگرچہ جانور کا مملوک نہ ہو بنا بران کے قبض و تصرف کے اور بعضوں نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر ہے جیسے گھر کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب اور بعضوں نے کہا کہ ہانکنے والے پر واجب نہیں مگر جب کہ وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہے جو ہرہ میں وان لم یکن معاً احد یبایگیا وان مرت وابتہ علیہما قیتل بین قریتین او قبیتین فعلى اقربهما لما ردی از صلے اللہ علیہ وسلم امرنی قیتل وصد بین قریتین با ریح فوجد الے احدہما اقرب لبشر فقتلہ علیہم بالقسامۃ ولو استویا فغلبہما وقید الدابة الفاقۃ قستانی اور اگر ایک جانور گدرا جس پر مقتول ہے دو یوں میں یا دو قوم کے درمیان تو جو ان میں نزدیک تر ہوگا اس پر قسامہ اور دیت ہے اس واسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے حضرت نے اس مقتول میں جو دو گاؤں کے درمیان پایا گیا یہ حکم ہے کہ دونوں کی مسافت ناپی کیا تو وہ مقتول ایک گاؤں کی طرف باشت نزدیک ٹھہرا تو انہیں لوگوں پر قسامہ کا حکم ہوا اور اگر دونوں گاؤں برابر ہوں ہلاکم وکاست تو دونوں پر قسامہ ہوگا اور جانور کی قبیلہ اتفاقی ہے مائیں ہے کذا فی القستانی م قرب کا اعتبار اس وقت ہے جب کہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہے تو مکان کا اعتبار ہے چنانچہ بزاریہ یوں مصرح ہے کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گاؤں کی زمین میں لیکن وہ متصل ہے دوسرے گاؤں کے گھروں سے تو اگر زمین ملک ہے تو مالک قسامہ ہے اور نہیں تو نزدیک تر سے تو ملک کا اعتبار کیا نہ قرب کا تو قرب کا وہاں اعتبار ہے جہاں زمین کسی کی مملوک نہیں کذا فی الطحاوی

ن المنع بشرط سماع الصوت فمنهم كذا عبارة الزیلعی وعبارة الدرر وغيره منہ وعبارة البرجندی فاعلم ان الكافي لیسعون صوتہ لان حیثیۃ الغوث فینبون الے التقییر فی الضرۃ نزدیک تر اہل قریہ پر قسامہ اور دیت ہے بشرطیکہ ان کی آواز سن پڑتی ہو اسی طرح کی عبارت ہے جمی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یوں ہے بشرطیکہ مقتول کی آواز اہل قریہ کو سن پڑتی ہو اور برجندی کی عبارت کافی سے یوں منقول ہے کہ اہل قریہ کی آواز سننے ہوں اس واسطے کہ سماعت آواز کی وقت فریاد رسی لاحق ہو سکتی ہے تو اہل قریہ مددگاری میں منسوب بہ تقصیر ہوں گے

طحاوی نے کہا کہ دونوں عبارتوں کا مال ایک ہے جب اہل قریہ کی آواز مقتول کے پاس پہنچتی ہوگی تو غالباً مقتول کی آواز بھی گاؤں تک پہنچے گی والا بان کان فی موضع لا یسمع من الصوت لا تلزم نصرتہ فلا ینبون الے التقصیر فلا یجعلن قاتلین تقدیر اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مقتول ایسے مکان میں ہو کہ اس کی آواز نہ سنی جاتی ہو تو اہل قریہ کو اس کی مددگاری لازم نہیں تو وہ منسوب بہ تقصیر نہ ہوں گے تو وہ تقدیر قاتل بھی نہ ٹھہرائے جائیں گے یعنی قسامہ اور دیت اہل قریہ پر اس وجہ سے ہے کہ جب مقتول کی انہوں نے مدد نہ کی تو وہی اس کے قاتل ٹھہرے لہذا ان پر دیت لازم ہوئی پھر جب وہ ایسے بعید مکان میں مقتول ہوا کہ اس کی آواز گاؤں تک نہیں پہنچ سکتی تھی تو وہ عدم نصرت میں معذرتیں توان کی تقصیر ثابت نہ ہوئی تو خونبہا بھی ان پر لازم نہ آیا ویراعی حال المكان الذی وجد فیہ القیتل فان کان مملوکا تجب القسامۃ علی الملاك والدیۃ علی عاقلستم وکذا الومو قوا علی ارباب معلومین لان العبرة للملك والولاية كما افاده المصنف مستنداً للولاء الجمة والبرازیۃ

قلت وریجۃ التفریح بہ فی المتن تبھا للدرر وغیرہ وحنیند فلا عبرۃ للقرب الا اذا جد فی مکان مباح لا ملک فیہ لاحد ولا ید اور مراعات ہوگی اس مکان کے حال کی جس میں مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامہ واجب ہوگا اس کے مالکوں پر اور دیت واجب ہوگی ان کے مددگاروں اور اسی طرح اگر وہ مکان میں لوگوں پر وقف ہوگا تو مستحقوں پر قسامہ ہے اور دیت ان کے مددگاروں پر ہے اس لئے کہ ملک اور ولایت یعنی تصرف کا اعتبار ہے چنانچہ مصنف نے شرح میں ولوالجیہ اور بزاریہ سے نقل کیا ہے میں کہتا ہوں اور عنقریب اس کی تصریح آوے گی متن میں درر وغیرہ کی

بیروی سے تو اس وقت میں قرب مکان کا کچھ اعتبار نہیں مگر جب کہ مقتول اس مکان مباح میں پایا جائے جس میں نہ کسی کی ملک ہے نہ قبضہ اور تصرف محیط سرخی میں ہے کہ جب مقتول بلا سیلابان میں تو اگر وہ کسی کا مملوک ہے تو قسامہ اور دیت مالک اور اس کی قوم پر ہے اور اگر کسی کی ملک نہیں تو اگر مقتول کی آواز سنی جاتی ہو کسی شہر سے تو ان پر قسامہ ہے اور اگر آواز نہ سن پڑتی ہو تو اگر اس جنگل سے اہل اسلام کو فائدہ ہوتا ہو فکڑی اور گھانسی سے تو دیت اس کی بیت المال سے دی جائے اور اگر اہل اسلام کو دہاں سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا تو اس کا خون رائگاں ہے اور اسی طرح کا حکم ہے اگر سیلابان میں مقتول پایا جاوے اور اس کی قرب میں آبادی نہ ہو کذا فی الطحاوی عن العالمیہ والافطی فی الملک والید اور اگر مکان مملوک یا وقف ہے تو قسامہ صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہے والمراد بالولاية والید المخصوص ولو لجماعة یحصون فلول عامۃ المسلمین فلا یتا ولادیت علی احد بدائع اور دلائل اور قبض سے جو اوپر مذکور ہوئے ہیں ولایت اور قبض خاص مراد ہے اگرچہ قبض جماعت معین کا ہو تو اگر تمام مسلمین کا تصرف ہوگا تو اس مکان کے مقتول کا نہ کسی پر قسامہ ہے نہ دیت کذا فی البدائع فکن یجوز وجوب فی بیت المال قتال لیکن وجوب دیت کا بیت المال میں محقر ہے اوسے کا سوا مال کرم طحاوی نے کہا کہ اگر بدائع کی نفی کو اہل قریہ پر محمول کیجیے تو وجوب بیت المال سے کچھ منافات نہیں والمراد بالید ایضا الید المحققة واما الاراضی التي لهما ملک اخذوا لعلها فیمنع ان یكون القیتل فیها بدلا لیس علی الغاصب دیت قستانی عن الکرمانی فی بحر راو یہ بھی ہے کہ قبض اور تصرف سے حقدار کا تصرف مراد ہے اور حرج زمینوں کے مالک میں پر حاکم نے زبردستی ان کو چین لیا ہے تو لائق بقواعد فقہ کے یہ ہے کہ اس کے اندر مقتول کا خون رائگاں ہو اس واسطے کہ غاصب پر دیت نہیں ہے کذا فی القستانی عن الکرمانی تو اس کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے مذہب کی روایت سے وان مباحا لکن فی ایدی المسلمین تجب الدیت فی بیت المال لما ذکرنا ان اذا کان بحال یسمع من الصوت یجب علیه الغوث کذا فی الولوالجیہ اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمان کے قبضے میں ہو تو دیت واجب ہے بیت المال میں اس وجہ سے جو ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب وہ اس طرح پر ہو کہ دہاں سے آواز سنی جاتی ہو تو فریاد دے اور واجب ہوگی کذا فی الولوالجیہ محیط سرخی سے نقل ہو چکی ہے کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہ ہے جہاں سے آواز سموع نہ ہوتی ہو تو شارح کی یہ تعلیل بلا وجہ ہے کذا فی الطحاوی و فیما ولو وجد قتیل فی ارض رجل الی جانب قریۃ لیس صاحب الارض منها ای من اهل القرية فنی علیہ ای علی رب الارض لا علی اهلها ای القرية لان العبرة للملک والولاية انتہی قلت فہذا مریح فی ان القرب انما یعتبر اذا وجد فی ارض مباحۃ لا مملوكة ولا موقوفہ لان تدبیرہ لاربابہ ویجوز تنافسہ اور ولوالجیہ میں ہے کہ اگر مقتول پایا جاوے ایک مرد کی اس زمین میں جو ایک گاؤں کی طرف متصل ہے اور مالک زمین اس گاؤں کا رہنے والا نہیں ہے تو دیت اس کی مالک زمین پر ہے نہ اہل قریہ پر اس واسطے کہ اعتبار ملک اور تصرف کا ہے انتہی مانی الولوالجیہ میں کہتا ہوں تو یہ روایت صریح ہے اس میں کہ قرب مکان اسی صورت میں معتبر ہے جب کہ مقتول پایا جاوے زمین مباح میں نہ مملوک اور موقوف میں اس واسطے کہ تدبیر مملوک یا موقوف کی اس کے لوگوں پر ہے اور محقر یہ مسئلہ متن میں اوسے گا تو آگاہ رہنا و وجد فی دار انسان فعليه القسامۃ ولو عاقلۃ حصنہ او ادخلوا فی القسامۃ ایضا خلافا لابن یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور اگر مقتول پایا گیا کسی آدمی کے گھر میں تو اس پر قسامہ ہے اور اگر اس کے مددگار موجود ہیں تو وہ بھی قسامہ میں داخل ہوں گے بخلاف ابو یوسف کے کذا فی الملتقی والدیت علی عاقلۃ ان ثبت انہ بالحبۃ کما یسجد وکان له عاقلۃ والافطیہ اور دیت اس آدمی کے مددگاروں پر ہے اگر ثابت ہو اجبت سے کہ وہ لوگ اس کے مددگار ہیں اور وہ شخص مددگار رکھتا ہو اور اگر اس کے مددگار نہیں ہیں تو اسی آدمی پر دیت واجب ہے م حجت سے مراد گواہ ہیں یا مددگاروں کا اقرار وہی ای الدیت والقسامۃ علی اہل الحظۃ الذین خطہم الامام اول الفتح ولو لم یمنع واحد اور وہ بیعت دیت اور قسامہ

اہل خطہ پر ہے اہل خطہ وہ ہیں جن کو امامؒ نے خط مکہ دیا ملکیت کا ابتداء فتح اسلام میں اگرچہ ان میں سے ایک ہی شخص باقی رہا ہوم خطہ بالکسر عبارت ہے مکان محیط سے اہل خطہ سے مراد اہل مکہ قدیمہ کے لوگ ہیں جو مالک ہوئے نہیں کے جب کہ امامؒ نے شہر فتح کیا اور اس کو غازیوں میں بانٹ دیا درہر ایک کو خط مکہ دیا تاکہ ان کے حصے جدا جدا ہو جائیں کذا فی المعنی دون السکان والمشتترین وقال ابو یوسف کلمہ مشترکون دون کے رہنے والے اور خریداروں پر اور ابو یوسف نے کہا کہ مالک اور ساکن اور خریدار دیت اور قسامہ میں شریک ہیں فان باع کلہم فغلی مشترکین بالاجماع پھر اگر وہاں کے سب مالکوں نے مکانات بیچ ڈالے تو دیت اور قسامہ خریداروں پر واجب ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے ان وجد فی دار بین قوم بعض اکثر فی علی عدد الروس کا شفعہ اور اگر مقتول پایا گیا اس گھر میں جو مشترک ہے درمیان ایک قوم کے بعضوں کا حصہ زیادہ ہے تو قسامہ اور دیت آدمیوں کے شمار پر ہے شفعہ کے مانند م مثلاً ایک شخص کا حصہ اوصاف ہے اور دوسرے کا دسواں در تیسرے کا باقی تو قسامہ اور دیت ان کے عاقلہ پر تین تہاؤں برابر ہے اس واسطے کہ قبیل اور کثیر کا مالک حفظ اور تدبیر میں برابر ہے کذا فی الطحاوی ان بیعت ولم یقبض حتی وجد فیما قتل فغلی عاقلہ البائع اور اگر گھر بیع ہو گیا اور مہوز مشتری کے قبضے میں نہیں آیا کہ اس میں مقتول پایا گیا تو قسامہ اور دیت بائع کے عاقلہ پر ہے و فی البیع بخیار علی عاقلہ ذی الید خلافاً لہما اور بیع بشرط اختیار میں صاحب قبض کی عاقلہ پر دیت اور قسامہ ہے برخلاف صاحبین کے ہم خواہ بخیار بائع کا ہو خواہ مشتری کا خواہ دونوں کا ولا تعقل عاقلہ حتی یشہد الشہود انہما سلاک ایتے فیما قتل لذی الید ولو ہوا قتل کا بیع اور عاقلہ یعنی مددگاروں پر دیت دینا لازم نہ ہوگا جب تک شاہد گواہی نہ دیں اس کی کہ جس گھر میں مقتول ہے وہ قابض اور متصرف شخص کا ہے اگرچہ قابض ہی مقتول ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا یعنی اگر ذی الید خود مقتول ہو تو بھی اس کی عاقلہ پر دیت لازم نہ ہوگی جب تک گواہوں سے ذی الید کی ملک ثابت نہ ہوگی ولا یغنی مجرد الید حتی لو کان بلم تعد عاقلہ ولا نفسہ درر اور عاقلہ پر واجب دیت کے واسطے فقط قبض اور تصرف بدو شہادت کے کفایت نہ کرے گا تو اگر ثبوت ملک کا فقط قبض ہی سے ہوگا تو قابض کا عاقلہ کسی مقتول فی الدار کی دیت نہ دے گا اور نہ قابض مقتول کی دیت دے گا کذا فی الدرر معلاً بانہ لا یکن الا یجاب علی الورثۃ للورثۃ بشئ صاحب درر نے عدم وجوب دیت کو ذکر کیا ہے یہ علت بیان کر کے کہ کچھ دیت کا واجب کرنا وارثوں پر وارثوں کے واسطے ممکن نہیں ہم مقتول کا گھر ظہور قتل کی حالت میں وارثوں کا ملک ہو گیا اور وارثوں کے مددگار اس کے متحمل ہوتے ہیں جو وارثوں پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثوں پر تخفیف ہو تو اگر مددگاروں پر دیت واجب ہو اور وارثوں کو ٹی تو گویا وارثوں کا ضرر ہوا وارثوں کے نفع کے واسطے اور یہ ممکن نہیں صاحب درر نے یہ تعلیل صاحبین کے مذہب کی بیان کی ہے اور امام کا یہ مذہب ہے کہ وارثوں کے عاقلہ پر دیت واجب ہے چنانچہ شارح امام کی طرف سے اس تعلیل کا جواب دے گا اور یہ مسئلہ متن اور شرح میں آئندہ بھی مذکور ہوگا ثم الورثۃ یخلفون فیکون الا یجاب علی الورثۃ للمیت لا للورثۃ کذا قیل پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وارث مقتول کے خلیفہ ہوتے ہیں تو ا یجاب دیت کا وارثوں پر ہوتا ہے میت کے نفع کے واسطے نہ وارثوں کے نفع کے واسطے چنانچہ بعضوں نے یہ بیان کیا ہے تعلیل مذکور کے جواب میں قلت وقد لقیال لما کان ہو لایدی لنفسہ فغیرہ بالاولی لقوة الشبہ قتال میں کتا ہوں جب کہ صاحب خانہ اپنی ذات کی دیت نہیں دیتا ہے تو صاحب خانہ کے سوائے اور شخص پر بطریق اولی دیت واجب نہ ہوگی عدم وجوب کے خبہ قوی ہونے سے سوائے کو تامل کر دان وجد فی الفلک فالقسامۃ او الدیۃ درر علی من فیما من الرکاب والملاحین اتفاقاً لانہ فی الید سیم کالدابة اور اگر مقتول پایا گیا ناد میں تو قسامہ اور دیت (کذا فی الدرر) ان لوگوں پر ہے جو ناؤں کے اندر سوار ہیں اور ملاحوں پر بالاتفاق اس واسطے کہ کشتی ان کے قبضے میں جانور کے مانند ہے ہم وجوب دیت میں مالک اور غیر مالک اور ناؤں کے

کھینچنے والے سب برابر ہیں وکذا العجلة حکما کفک اور اسی طرح گامی کا حکم کشتی کے مانند ہے یعنی اس کے مقتول کی دیت اور قسام گامی کے سواروں پر ہے و فی مسجد محلہ و مشارعما الخاص بالہما کما افادہ ابن کمال مستند البدائع وقد حققہ ملا خسر و داقہ المصنف علی اہلہما اور اگر مقتول یا یا گیا محلہ کی مسجد میں اور محلہ کے کوچے میں تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کوچہ محلہ سے مراد وہ کوچہ خاص ہے جس میں فقط اہل محلہ آتے جاتے ہوں چنانچہ ابن کمال نے بدائع سے اس کی سند بیان کی ہے اور ملا خسر نے اس کی تحقیق درد میں مذکور کی ہے اور مصنف نے اسی کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے م ملا خسر و کا بیان ابن کمال کے موافق نہیں جیسا کہ شارح سمجھا ہے اس واسطے کہ ملا خسر نے شارع یعنی راہ کی دو قسمیں بیان کیں اک طرح کہ راہ دو قسم ہے ایک تو شارع محلہ ہے جس میں اکثر اہل محلہ چلتے پھرتے ہوں اور گاہے اہل محلہ کے سوا اور لوگ بھی آتے جاتے ہوں اور دوسرا شارع عام ہے جس میں جمیع طوائف برابر ہوں جیسے بازاروں کی راہیں اور خارجہ شہر کی راہیں اتنے تو شارع محلہ کو مخصوص باہل محلہ نہیں قرار دیا ہے ابن کمال کے مانند طحاوی نے کہا تو تحقیق یہ ہے کہ متن میں شارع محلہ کہنا احتراز ہے شارع عام سے یعنی شارع محلہ میں اہل محلہ پر دیت ہے اور شارع عام میں بیت المال پر دیت ہے مسجد محلہ کی قید سے وہ مسجد خارج ہو گئی جس میں مسافر نماز پڑھتے ہوں تو وہاں قسامہ اور دیت مسجد کے بندے والے پر ہے اور اگر باغی معلوم نہ ہو تو متصل گھر کے مالک کے عاقلہ پر ہے کذا فی الطحاوی و شوق مملوک علی المملک و عند ابی یوسف علی السکان ملتقے اور اگر مقتول یا یا گیا مملوک باذن میں تو اس کے مالکوں پر قسامہ اور دیت ہے اور ابو یوسف کے نزدیک بازار کے رہنے والوں پر واجب ہے کذا فی الملتقے و فی غیرہ اخی غیر المملوک و الشارع الا عظم ہوانا فذوالسجن و الجامع و کل مکان یون التصرف فیہ لعامة المسلمین لا لواحد منهم ولا لجماعة یحصون لاقسامہ ولادیت علی احد ابن کمال و انما الدیۃ فی بیت المال لان الغرم بالغرم اور اگر قاتل یا یا گیا بازار غیر مملوک میں اور شارع اعظم یعنی شاہلو کشادہ میں اور قید خانہ اور جامع مسجد اور ہر ایک اس مکان میں جس میں تمام مسلمین کا تصرف برابر ہے نہ ایک مسلمان کا نہ مخصوص جماعت کا تو ایسے مکانوں میں قسامہ نہیں اور نہ کسی پر دیت ہے کذا صرح ابن کمال اور ایسے مقتول کی دیت تو بیت المال میں ہے اس واسطے کہ تاوان بمقابلہ منفعت کے ہے م یعنی چونکہ تمام اہل اسلام جامع مسجد اور مجلس اور شاہراہ سے منتفع ہوتے ہیں تو تاوان بھی ان پر ہوگا یعنی مقتول کی دیت دی جاوے گی بیت المال سے جو سب مسلمانوں کے واسطے موضوع ہے عینی نے کہا بیت المال یعنی خزانہ سلطانی عامہ مسلمین کا مال ہے تو سب مسلمان اس میں شریک ہیں سو خدا کی لعنت ان ظالموں پر جو بیت المال کو اپنا مال جان کر صرف کرتے ہیں اور اس کے مستحقوں کو محروم رکھتے ہیں ثم انما تجب الدیۃ فیما ذکر علی بیت المال ان کان نایبا ای بعید عن المحلات والا یکن نایبا بل قریبا منھا فعلى اقرب المحلات الیہ الدیۃ والقسمۃ لانه محفوظ بحفظ اہل المحلۃ فکلون القسمۃ والدیۃ علی اہل المحلۃ پھر اس کو دریافت کرنا چاہیے کہ مکانات مذکورہ کے مقتول کی دیت جو بیت المال پر واجب ہوتی ہے تو ایک شرط سے واجب ہوتی ہے اور وہ شرط مذکورہ یہ ہے کہ جامع مسجد اور شارع عام وغیرہ در واقع ہوں محلوں سے اور اگر دور نہ ہوں بلکہ قریب ہوں ان سے تو جو وہاں سے قریب تر محلہ ہوگا اس پر دیت اور قسامہ واجب ہوگا اس واسطے کہ وہ مقام اہل محلہ کی حفاظت سے محفوظ ہے تو قسامہ اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگا و کذا فی السوق النائی اذا کان من لیکن نائی الیہا لے اور اسی طرح کا حکم ہے بازار بعید میں جب کہ لوگ اس میں رات کو رہتے ہوں یعنی دن کی سکونت کا اعتبار نہیں اور کان لاحد فیہا دار مملوۃ فکلون القسمۃ والدیۃ علیہ لانه یلزم میانۃ ذلک الموضع فیوصف بالتقصیر فیحجب علیہ وجوب التقصیر کما فی العناۃ معزیا للنائیۃ و بہ ائفۃ المرحوم ابوالسعود مفتی الروم و اعتمدہ المصنف وان خلا عنہ الموتون لانه مصرح بہ فی غالب القنادی والشرع فی حفظ یا کسی کا اس

بازار بعید میں گھر ہو ملک تو قسامہ اور دیت اسی شخص پر ہے اس واسطے کہ اس کو حفاظت اس مکان کی لازم ہے تو وہ شخص موجب
 بقصیر ہوگا تو اس پر تقصیر کا موجب یعنی قسامہ اور دیت واجب ہوگا چنانچہ عنایہ میں ہے نہایہ سے منقول میں کتاہوں اور اسی کا یعنی وجوب
 قسامہ اور دیت کا اقرب محلات پر کذا فی الخطاوی عن المصنف فتوے دیا ہے مرحوم ابو سعید مفتی روم نے اور مصنف نے اس پر اعتماد
 کیا ہے اس متن میں اگرچہ متون فقہ کے وجوب اقرب محلات سے خالی ہیں اس واسطے کہ یہ شرط مفصل موجود ہے اکثر فتاویٰ و دلائل و شروحات
 میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و یحیدر لو وجد فی برتہ و فی وسط الفرات اذا کان یمر بہ الماء لا محتبساً کما یسجی اذ لا ید لاصد و قبل اذا
 ان موضع انبعاث ماء فی دار الاسلام تجب الدیۃ فی بیت المال لانه فی ایدے المستلین ابن کمال اور بلا وجوب دیت خون رائگاں
 ہے اگر مقتول پایا جائے جنگل میں اور دریائے فرات کے درمیان میں بشرطیکہ مقتول کو پانی بتاتا ہو لاش اس کی محتبس نہ ہو چنانچہ آگے مذکور
 ہوگا اس واسطے خون رائگاں ہو کہ وہاں کسی کا تصرف نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر دریا کے پانی نکلنے کا منبع دار الاسلام میں ہو تو دیت اس
 کا بیت المال میں واجب ہوگی اس لئے کہ دار الاسلام مسلمانوں کے قبضے میں ہے کذا ذکرہ ابن کمال م فرات کا ذکر تحفیس کے واسطے نہیں ہے
 بلکہ فرات سے مراد نہر عظیم ہے جس میں پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الدیات و فی نہر ضعیف ہو یا مستحق بہ الشفۃ علی الہلہ لاخصاصم بہ اور
 نہر ضعیف جس کے سبب سے شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اس کے مقتول میں اس نہر کے مالکوں پر قسامہ اور دیت واجب ہوگا ان کی خصوصیت
 کا وجہ سے نہر کے ساتھ استحقاق شفعہ اس نہر ضعیف جس میں پھوٹی کشتی جاری نہ ہو اور بعضوں نے کہا جس کے لوگ متعین ہوں کذا فی الخطاوی
 لو کانت البریۃ مملوۃ او دفلاً لاحد کما مروی عن اوانت قریبۃ من القرۃ او الاخیۃ او الفسطاط بحیث یسمع منہ الصوت تجب علی المملک
 نو ذی الید او علی اہل القرۃ او اقرب الاخیۃ زیلعی اور اگر جنگل ملک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور آگے
 آدے گایا جنگل قریب ہوگا نوں سے یا قریب ہوکل کے خیموں سے یا کپڑے کے خیموں سے اس طرح پر کہ مقتول کی آواز وہاں مسوع ہوتی
 ہو تو قسامہ اور دیت واجب ہوگا مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا اقرب خیموں کے رہنے والوں پر کذا فی الزیلعی م عبارت میں لف
 نشر مرتب واقع ہے ولایت میں اہل مویشی اکثر خانہ بدوش رہتے ہیں خیموں میں کبھی اس جنگل کبھی اس جنگل میں جیسے ہندوستان میں کنجڑ کی قوم
 و لو محتبساً بانشط او بالجزیرۃ او مربوعاً دلتے علی الشط علی اقرب الموضع الیہ من القرۃ و الامصار زاد فی الخانیۃ و الاراضی و
 قمر المصنف اذا کان یصل صوت اہل الارض و القرۃ الیہ و الا لاکما سر اور اگر مقتول رک رہا ہو دریا کے کنارے پر یا ٹاپور کے کنارے
 یا وہاں بستہ ہو یا کنارے پر پڑا ہو تو جو وہاں سے قریب تر مکان ہوگا دیہات یا شہروں سے وہاں کے باشندوں پر قسامہ اور دیت واجب ہے
 خانیہ میں اتنا زیادہ کہا ہے اور قریب ارمنی پر بھی واجب ہوگا اور مصنف نے اس کو ثابت رکھا ہے بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیہات والوں
 کی وہاں آواز پہنچتی ہو اور اگر آواز وہاں تک پہنچتی نہ ہوگی تو قسامہ اور دیت واجب نہ ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا و ان التفتی قوم بالسیوف فاجلوا
 ای تغزوا عن قتیل علی اہل المحلۃ لان حفظہا علیہم الا ان یدعی الولی علی اولئک او یدعی علی بعض معین منہم فلم یکن علی اہل المحلۃ
 شیء و لا علی اولئک حتی یرہن لان مجر الدعوے لا یتثبت الحق و بری اہل المحلۃ لان قولہ حجتہ علیہ اور اگر ایک قوم باہم بھڑکئی تو اس میں سے
 کہ پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر متفرق ہو گئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے اس واسطے کہ حفاظت محلہ کی ان کے ذمہ ہے مگر یہ کہ وارث مقتول کا
 اس قوم متفرق پر قتل کا دعویٰ کرے یا ان میں سے بعض معین پر دعویٰ کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہ ہوگا اور نہ اس قوم پر تا وقتیکہ وارث اپنا
 دعویٰ گواہوں سے ثابت کرے اس واسطے کہ فقط دعویٰ سے حق ثابت نہیں ہوتا بدولت کے اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہو گئے اس واسطے کہ

وارث مدعی کا قول اس کی ذات پر محبت ہے اہل محلہ کے برہی الذمہ ہونے میں مستحلف علی حیفۃ اسم المفعول قال قتله زید حلف باللہ
ما قتل ولا عرفت لہ قاتلا غیر زید ولا یقبل قولہ فی حق من یزعم انہ قتله اور جس پر قسم عائد ہے اہل قسامہ سے اس نے کہا کہ مقتول کو زید
نے قتل کیا تو وہاں یوں قسم کھائے کہ خدا کی قسم میں نے مقتول کو قتل نہیں کیا اور نہ میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں سوائے زید کے اور اس کا
قول مقبول نہ ہوگا اس شخص کے حق میں جس کو وہ قاتل گمان کرتا ہے شارع نے کہا مستحلف بعیفۃ مفعول ہے نہ اسم فاعل و بطل ثبوت
بعض اہل المحلۃ بقتل غیر ہم خلافا لہما او لعیل واحد منهم بعینہ للتمتہ اور بعض اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے حق میں باطل ہے برخلاف جلیان
کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دیں تو باطل ہے تمت کے سبب سے م یعنی ایک شخص محلہ میں قتل ہوا اور وارث نے دعوے کیا کہ
محلہ والوں کے سوائے اور قوم نے اس کو قتل کیا ہو یا دعویٰ کیا کہ اہل محلہ میں سے ایک شخص معین نے اس کو قتل کیا ہے اور اہل محلہ سے دو
شخصوں نے اس کی گواہی دی تو یہ گواہی باطل ہے امام کے نزدیک تمت کی علت سے اس واسطے کہ خصوصیت تمام اہل محلہ کے ساتھ قائم ہے اور قسامہ
اور دیت سب پر واجب ہے اور ثبوت چاہتے ہیں کہ اپنے اور پرے خصوصیت کو مال کر غیر پر ڈالیں تو وہ متمم ٹھہرے تو گواہی ان کی مقبول نہ ہوگی
کذا فی الدرر ومن جرح فی حی فقتل منہ فی حق مات فالدیۃ والقسامۃ علی ذلک المحی خلافا لابے یوسف اور جو شخص
زخمی ہو کسی قبیلہ اور برادری میں سوداں سے زندہ اٹھایا گیا سو بہتر پر ڈارایاں تک کہ مر گیا تو دیت اور قسامہ اسی قبیلہ پر ہے برخلاف ابو یوسف
کے کہ قسامہ اور دیت نہیں ان پر فلو مہ جرح بہ رقی فمحلہ اخر لا ید فکت مدۃ فوات لم یضمن المحال عند ابے یوسف و فی قیاس قول ابی حنیفۃ
یضمن اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی ہے جس کی زندگی کی رقی باقی ہے سو اس کو دوسرا شخص اپنے گھراٹھا لیا سو وہاں ایک مدت رہا
پھر مر گیا تو اٹھانے والا ضمان نہ دے گا ابو یوسف کے نزدیک اور امام کے قول کے قیاس میں ضمان لازم ہوگا حامل پر یعنی اس واسطے
کہ اس کا قبضہ بمنزلہ محلہ کے ہے تو اس کے پاس زخمی ہونا ایسا ہے جیسے محلہ میں موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدرر و فی جلیان بلا ثالث وجہ
احد ساقیلا ضمن الآخر لان الظاہر ان الانسان لا یقتل نفسه و یدۃ عند ابی حنیفۃ خلافا ل محمد اور بدوں تیسرے شخص کے دودھوں میں
ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اس کی دیت کا ضمان دے گا امام کے نزدیک اس واسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو آپ قتل
نہیں کرتا برخلاف محمد کے یعنی ان کے نزدیک ضمان نہیں اس احتمال سے کہ شاید اس نے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو و فی قیل و قریۃ
لامرأۃ کر الحلف علیہا و تدی عاقلمتہا و عند ابی یوسف القسامۃ علی العاقلۃ ایضا اور عورت کے گائوں کے مقتول میں عورت پر بار بار
قسم وارد ہوگی یعنی بچاں بار اور عورت کے مددگار دیت دیں گے اور ابو یوسف کے نزدیک مددگاروں پر قسم بھی لازم ہوگی یعنی اس
واسطے کہ قسامہ ہوتا ہے اہل نصرت پر اور عورت اہل نصرت نہیں صغیر کے مانند اور طریق کی یہ دلیل ہے کہ قسامہ یعنی تمت کے واسطے
اور تمت عورت سے بھی ہو سکتی ہے کذا فی الدرر قال المتأخرون والمرأۃ تدخل فی التحمل مع العاقلۃ فی ہذہ المسئلۃ کذا فی الملتقی و
ہو الاصح ذکرہ الزلیعی متأخرین فقہائے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت میں اس مسئلہ کے اندر کذا فی الملتقی اور ہی قول
صحیح تر ہے چنانچہ زلیعی نے اس کو ذکر کیا ہے م زلیعی نے کہا عورت تحمل دیت میں اس لئے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہے تو عاقلہ
کی شریک ہوگی نہایت میں کہ یہ اس مسئلہ کی قید اس واسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت میں کسی صورت میں داخل نہیں ہوا گئے اس مسئلہ کے
کذا فی الطحاوی وان وجد قلیل فی دار لنفسہ فالدیۃ علی عاقلۃ و رثمۃ عند ابے حنیفۃ رج و عند سہا و زفر لاسی فیہ ای فی القیل
المذکور و بہ یفتی کذا ذکرہ ملا خمر و تبعہا لمارجہ صدر الشریعۃ و تبعہا المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر میں تو

اس کے وارثوں کے عاقلہ پر دیت ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبینؒ اور زفر کے نزدیک مقتول مذکور میں کچھ نہیں ہے اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتویٰ ہے ایسا ذکر کیا ہے ملاحظہ کرنے در میں اس قول کا تابع ہو کر جس کی صدر الشریعہ نے ترجیح دی اور مصنف ملاحظہ فرمائے اور صدر الشریعہ دونوں کا تابع ہوا ہے و خاتم ابن الکمال فقال لما لم يدر في يده حين وجد الجرح فيجعل كانه قتل نفسه فيكون بدرا وله ان القسامة انما تجب لظهور القتل وحال ظهور الدار لورثة فدية على عاقلتهم اور صدر الشریعہ وغیرہ کے خلاف کیا ہے ابن کمال نے سو یوں کہا ہے کہ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ البتہ گھر مقتول کے قبض اور تصرف میں محتاج ہے کہ زخم حاصل ہوا تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اس نے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اس کا رائگاں ہو گا اور امام کی دلیل یہ ہے کہ قسامہ تو قتل ہی ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے اور قتل ظاہر ہونے کی حالت میں گھر وارثوں کا ہو گیا تو دیت مقتول کی وارثوں کے عاقلہ پر ہوگی لایقال العاقلۃ انما يتحملون ما يجب على الورثة تخفيفا لهم ولا يمكن الايجاب على الورثة لظهوره لان الايجاب ليس للورثة بل للمقتول حتى يعطى بمنه ديون وتنفذ وصاياه ثم يخلف الوارث فيه وهو نظير البص والمعتوه ان قتل اياه تجب الدية على عاقلته وتكون ميراثا له فتنبه یوں نہ کہا جائے گا کہ عاقلہ تو اسی مال کے متحمل ہوتے ہیں جو وارثوں پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثوں پر تخفیف ہو اور ممکن نہیں وارثوں پر واجب کرنا وارثوں کے فائدے کے واسطے اس لئے کہ اس سوال کا یوں جواب دیا جاوے گا کہ یہاں ایجاب مال کا وارثوں کے لئے نہیں بلکہ مقتول کے واسطے ہے تا ایک اسی مال سے مقتول کے دین ادا کئے جاویں گے اور اس کی وصیتیں اسی سے نافذ ہوں گی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہوں گے اس مال میں اور وہ صغیر اور بد ہوش کے مانند ہے اگر صغیر یا بد ہوش اپنے باپ کو قتل کرے تو دیت واجب ہوگی صغیر یا بد ہوش کی عاقلہ پر اور وہی دیت صغیر یا بد ہوش کی میراث ہوگی تو خبر دار رہنا ولو وجدني ارض موقوفة ودار كذلك یعنی موقوفہ علی ارباب معلومۃ فالقسامة والدیۃ علی اربابہا لان تدبیرہ کہیم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا اسی طرح وقف کے گھر میں جو معین لوگوں پر وقف ہے تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگوں پر ہے اس واسطے کہ وقف کی تدبیر انھیں لوگوں پر ہے وان كانت الارض والدار موقوفة علی المسجد فهو كما لو وجد فيه اى فی المسجد زیلعی ودر دوسرا جزیع وغیرہ او قد قد مناه اور اگر زمین یا گھر مسجد پر وقف ہو تو وہ ایسا ہے جیسے کہ مقتول مسجد کے اندر پایا جاوے جیسا پنجہ زیلعی اور در دوسرا جزیع وغیرہ میں ہے اور ہم نے وقف کا مسئلہ اول ذکر کر دیا ہے مگر محلہ کی مسجد پر وقف ہو تو اس کا حکم مسجد محلہ کے مانند ہے اور اگر جامع مسجد پر وقف ہو تو اس کا جامع مسجد کا حکم ہے قلت والتقیۃ تكون الارباب الموقوف علیہم معلومین لیخرج غیر المعلومین كما لو كان وقفا علی الفقراء والمساكين فالظاهر ان الدیۃ تكون فی بیت المال لانه حیث ینزل یكون من جملة ما اعد لمصالح المسلمین فاشبه بالجامع قاله المصنف بحثا میں کتا ہوں اور موقوف علیہم لوگوں میں معین ہونے کی قید اس واسطے لگائی تاکہ غیر معین لوگوں پر جو وقف ہے نکل جائے جیسا پنجہ فقیروں اور غیر معین محتاجوں پر وقف ہو تو ظاہر یہ حکم ہے کہ وہاں کے مقتول کی دیت بیت المال میں ہوگی اس لئے کہ وقف مذکور اس وقت میں ہو گا منجملہ ان اشیاء کے جو مصالح المسلمین کے واسطے مہیا ہیں تو جامع مسجد کے مشابہ ٹھہرائے اور جامع مسجد کی دیت بیت المال میں ہوگی تو اس کی بھی بیت المال میں ہوگی ایسا کہ ہے مصنف نے اپنی شرح میں بحث کی راہ سے در دایت کے طریق سے ولو وجدني معكم فی فلاة غیر مملوكة ففنی الخیمۃ والفسطاط علی من لیکنما اور اگر مقتول پایا گیا اس لشکر گاہ میں جو بیابان غیر مملوک میں واقع ہے تو خیمہ اور پال میں مقتول ہے تو اس کے رہنے والوں پر قسامہ اور دیت ہے و فی خارجهما ای الخیمۃ والفسطاط ان كانوا ساکنوا خارجهما قبل فغلی قبیلہ وجد القیتل فیہا اور اگر مقتول پایا گیا خیمہ اور پال کے باہر تو اگر خارج کے رہنے والے قوم قوم ہوں تو جس قوم میں مقتول پایا گیا اسی قوم پر قسامہ اور دیت ہے ولو بین القبیلین کان حکمہ کما مر

بین القریبتین اور اگر دو قوم کے درمیان پایا گیا تو اس کا حکم ویسا ہے جیسا درمیان دو گاؤں کا حکم مذکور ہو چکا ہے یعنی جس قوم سے نزدیک ہوگا مقتول اسی قوم پر واجب ہے اور اگر دونوں برابر ہیں تو دونوں پر واجب ہیں ولو نزلوا بمحلیة مختلفین فعلى كل العکسر اور اگر لشکری لوگ رے سے مختلف اترے ہیں تو تمام لشکر پر واجب ہوگا ولو کالوا قداقاً أو عداً فلاقسامۃ والدیۃ ملتی اور اہل لشکر کفار سے لڑے ہوں اور وہاں مقتول پایا گیا تو نہ قسامہ ہے نہ دیت کذا فی الملتقی ولو کانت الارض لیتے نزل فیہا العکسر محلوکۃ فعلى الممالک بالاجماع لانہم کانوا لازہون الممالک فی القسامۃ والدیۃ در لکن فی الملتقی خلافاً لاسی یوسف فتنہ اور اگر وہ زمین جس میں لشکر اکبر املوک ہو تو اس کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے بالاتفاق اس واسطے کہ اہل لشکر وہاں کے ساکن ہیں مالک زمین کے مزاحم نہیں قسامہ اور دیت میں کذا فی الدرر لیکن ملتی میں خلاف ابو یوسف کا مذکور ہے تو آگاہ رہنا یعنی صاحب درر کا متفق علیہ کہنا صحیح نہیں و فیہا لو وجد فی قریۃ لا یتام لم یکن علی الایتام قسامۃ وہی علی عاقلستم لانہم لیسوا من اہل الیمین اور ملتی میں ہے کہ اگر مقتول پایا گیا یتیموں کے گانوں میں تو یتیموں پر قسامہ نہیں اور وہ یعنی قسامہ ہے ان کے عاقلہ پر اس واسطے کہ چھوٹے لڑکے قسم کے لائق نہیں وان کان فنیہم مدرک فعلیہ لادین اہل الیمین ولو الجیۃ اور اگر یتیموں میں کوئی بالغ ہو تو اس پر قسامہ واجب ہے اس واسطے کہ وہ قسم کھانے کی لیاقت رکھتا ہے کذا فی الاولوالحمیۃ فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو وجد فی دار صبی او معترہ فعلى عاقلتها اگر مقتول پایا گیا صغیر یا مدہوش کے گھر میں تو ان کے مددگاروں پر قسامہ اور دیت ہے ولو فی دار ذمی حلف خمیسین مینا ویدی من مالہ ولو تعاقلوا فعلى عاقلتها اور اگر مقتول پایا گیا ذمی کے گھر میں تو پچاس فتنیں کھائے اور اپنے مال سے دیت دے اور اگر ذمیوں کے عاقلہ ہوتے ہوں تو دونوں یعنی یہود اور نصاریٰ کی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی م یودی یوں قسم کھائے (کہ اس خدا کی قسم ہے جس نے تورات اتاری) میں نے اس کو نہیں مارا اور میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں اور نصرانی قسم خدا کی کھائے جس نے انجیل اتاری کذا فی الطحاوی ولو مر رجل فی محلیۃ فاصابہ سم او جرح ولم یدر من این و مات منه فعلى اہل المحلیۃ القسامۃ والدیۃ سر اجبیۃ اور اگر ایک مرد گزرا ایک محلہ میں سو اس کو تیر لگایا پتھر اور اس کو معلوم نہیں کہ کدھر سے آیا اور وہ اس کا صدر سے مر گیا تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کذا فی السراجیۃ فی الحانیۃ وجد بہیمۃ او دابة مقتولة فلا شئ فیہا اور خانیہ میں ہے کہ چوپایا یا جانور مقتول پایا تو اس میں قسامہ اور دیت کچھ نہیں وان وجد مکاتب او مدبر او ام ولد قتیلاً فی محلیۃ فالقسامۃ والیقربۃ علی عواقلهم فی ثلث سنین اور اگر مکاتب یا مدبر یا ام ولد مقتول پائے محلہ میں تو قسامہ اور ہر ایک کی قیمت اہل محلہ کے مددگاروں پر واجب ہے تین سال کے اندر ولو وجد العبد قتیلاً فی دار مولاه فمدد الامویۃ یا غیرت علی مولاه لغرماء حالۃ والامکاتبۃ نفیتۃ علی مولاه مؤجلۃ اگر غلام مقتول پایا گیا اپنے مالک کے گھر میں تو خون اس کا رائگاں ہے مگر یہ کہ غلام مازون یا مدیون ہو تو اس کی قیمت اس کے مالک پر واجب ہے بالفعل اس کے قرض دینے والوں کے لئے اور بجز مکاتب کے یعنی اگر مکاتب مقتول پایا گیا مالک کے گھر میں تو اس کی قیمت اس کے مالک پر واجب ہے تین سال کی مدت میں ہم مکاتب کی قیمت سے بدل کثرت او کیا جائے اور اس کی آزادی کا حکم کیا جائے اور جو بدل کتابت دے کر باقی رہے وہ اس کے وارثوں کی میراث ہے کذا فی العالمگیریۃ ولو وجد المولی قتیلاً فی دار مازونہ مدیونہ او لا فعلى عاقلۃ المولی اور اگر مالک مقتول پایا گیا اپنے غلام مازون فی التجارۃ کے گھر میں خواہ غلام مدیون ہو یا نہیں تو مالک کی عاقلہ پر دیت ہے یعنی قسامہ اور دیت ولو وجد الحر قتیلاً فی دار ابیہ او امہ او المرأة فی دار زوجہا فالقسامۃ والدیۃ علی العاقلۃ ولا یحرم من المیراث اور اگر آزاد مرد مقتول پایا گیا اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں یا عورت اپنے زوج کے گھر میں مقتول پائی گئی تو قسامہ اور دیت والدین یا زوج کی عاقلہ پر ہے اور صاحب خانہ میراث سے محروم نہیں واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المعامل

یہ کتاب ہے احکام معاتل کے بیان میں ہی جمع معقلہ یعنی معقول فہم وہ یعنی معاتل جمع ہے معقلہ کی بفتح میم سکون عین وضم قاف جیسے مکرمہ بضم را کی جمع مکارم ہے وہی الدیۃ وسمی عقلاً لاننا نقول الدماء من ان تسفک ای تسکما و من العقل لانہ یمنع القیاح اور وہ یعنی معقلہ دیت ہے اور دیت کو عقل بفتح عین و سکون قاف بھی کہتے ہیں یعنی اس واسطے کہ عقل بجئے منع ہے اور دیت خونوں کو باز رکھتی اور روکتی ہے خون ریزی سے و باین معنی دانش و خرد مندی کو عقل کہتے ہیں اس واسطے کہ عقل انسان کو از کتاب قباح سے باز رکھتی ہے م جب کہ معقلہ سے دیت مراد ہوئی حالانکہ کتاب الدیات مقدم مذکور ہو چکی اور اس کتاب میں دیت کا کچھ ذکر نہیں بلکہ ان کا ذکر ہے جن پر دیت واجب ہے جس کو عاقلہ کہتے ہیں تو بجائے کتاب المعاتل کے کتاب العواتل کہنا ثواب ہے چنانچہ صاحب بران نے کتاب العواتل کہا ہے بعضوں نے اس کا یوں جواب دیا ہے کہ کلام میں مضاف مخدوف ہے یعنی کتاب اہل المعاتل تو مجاز حذف کی قسم سے ہے کذا فی المطاوی مختصر او العاقلۃ اہل الدیوان و ہم العکسہ عند الشافعی اہل العتیرۃ و ہم العصبات اور عاقلہ یعنی جن پر دیت واجب ہوتی ہے عبارت ہے اہل دیوان سے اور وہ لشکری لوگ ہیں اور امام شافعی کے نزدیک عاقلہ برادری کے لوگ یعنی عصبات ہیں م دیوان عبارت ہے ان اوراق سے جن میں اہل لشکر کے نام اور ان کا سالیانہ یا ششماہی یا ماہیانہ لکھا جاتا ہے جس کو دفتر کہتے ہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اول دیوان مقرر کیا اور اہل دیوان پر دیت معین کی صحابہ کبار کے سامنے بلا رد و انکار چونکہ انسان کی جان محترم چیز ہے تو باطل اور رائگاں نہیں ہو سکتی اور قاتل مخطی پر وجوب دیت بلا وجہ ہے اس واسطے کہ وہ مذکور ہے اور خطا اس سے مرفوع ہے اور اگر تمام دیت اس پر واجب کیجیے تو وہ نیست و نابود ہو جائے تو قاتل کے عاقلہ پر یعنی مددگاروں پر ڈالی گئی اس واسطے کہ آدمی احتیلا اور احتراز میں اپنی قوت اور زور کے سبب سے قصور کرتا ہے کچھ پروا نہیں کرتا اور یہ زبرد آدمی کو حاصل ہوتا ہے غالباً اپنے انصار اور حمایتیوں کے بھروسے پر تو مددگار خطا کار ٹھہرے مددگاری میں کیونکہ وہی تو سبب میں اس کی بیباکی اور تعدی کے تو ان کی تقصیر ثابت ہے کہ مخطی کو انہوں نے کیوں محفوظ نہ رکھا بے احتیاطی سے تو انہیں پروت ڈالنا اولیٰ اور انسب یعنی نے خرج ہدایہ میں کہا اگر کوئی کسی صحابہ کا رجاء مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کفیل کے مخالف اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت اہل نسب پر مقرر کی اس کا جواب دیں گے کہ یہ اجماع حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے اس واسطے کہ آپ نے اہل نسب پر دیت مقرر کی باعتبار نہرت اور مددگاری کے ولہذا نسواں اور صبیان اہل نسب پر دیت نہیں اس واسطے کہ وہ مددگاری کے لائق نہیں پھر جب عمر فاروقؓ نے تدین دیوان کی تو مددگاری دیوان کے ساتھ ہو گئی لہذا اہل دیوان عاقلہ ٹھہر گئے تو یہ نسخ نہیں بلکہ معنی نہرت کی تقریر ہے لمن ہو مہم اہل لشکر عاقلہ ہیں اس کے جوان میں سے ہے یعنی سپاہی لشکر کے نہ ہر قاتل کے یعنی جس رسالے اور جس پلٹن میں قاتل ہو گا انہیں پر دیت واجب ہوگی فتجب علیہم کل دیتہ وجبت بنفس القتل خرج ما انقلب مالا بصلح او بشبہۃ لقتل الاب ابنہ عمداً یرتبی مالہ کما مر فی الجنایات سوال لشکر پر واجب ہوگی ہر ایک وہ دیت جو نفس قتل سے واجب ہوئی ہے نفس قتل کی قید سے وہ قتل نکل گیا جو منقلب بہال ہو گیا صلح کے سبب سے یا شبہ کی وجہ سے جیسے باپ کا قتل کرنا عمداً اپنے بیٹے کو تو اس قتل کی دیت باپ کے مال میں ہے چنانچہ گذر گیا کتاب الجنایات میں م نفس قتل سے دیت واجب ہوتی ہے قتل شبہ عمد میں اور قتل خطا میں اور جاری مجری خطا میں چنانچہ اس کی تصریح کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکی فتؤخذ من عطا یا ہم امن از اقم والفرق بین العطیۃ والرزق ان الرزق ما یفرض لے بیت المال بقدر الحاجة والكفاية مشاہیرہ او میاومتہ والعطا ما یفرض فی کل سنة لا بقدر الحاجة بل بصبرہ وعناء فی امر الدین سودیت لی جائے گی اہل لشکر کے عطا سے یا ان کے رزق سے اور فرق عطا اور رزق میں یہ ہے کہ رزق وہ ہے جو بیت المال سے مقرر ہو بقدر حاجت

اور کفایت کے بطریق ماہواری یا روزینہ کے اور عطا دے جو بیت المال میں معین ہو بطریق حاجت کے نہیں بلکہ اس کی شکیبائی اور مضبوطی اور
 منت کشی کے سبب سے دین کے کام میں فی ثلث سنین من وقت القضاء وکذا ما یجب فی مال القاتل عمدہ وان قتل اللب ابنہ یؤخذ ثلث
 سنین عندنا وعند شافعی یجب حالاً لشکر کی وجہ معین سے دیت لی جائے گی تین سال میں قاضی کے حکم کرنے کے وقت سے یعنی جیسے کہ قاضی
 نے وجوب دیت کا حکم کیا اس وقت سے تین سال کا حساب شروع ہوگا اور اسی طرح دیت واجب ہے قاتل عمدہ کے مال میں اس طرح ہر کہ
 باپ نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو ہمارے نزدیک تین سال میں دیت لی جاوے گی اور رام شافعی کے نزدیک بالفعل واجب ہوگی قضا کے
 بعد سنین مستقبہ کی عطا سے دیت لی جائے گی اور اگر سنین ماضیہ کی عطا جمع ہو قبل قضا کے پھر لشکریوں کو قضا کے بعد حاصل ہو تو اس سے دیت
 نہ لی جاوے گی اور اگر دس آدمیوں نے ایک آدمی کو قتل کیا بطریق خطا کے تو ہر ایک شخص کی عاقلہ پر دیت کا دسواں حصہ تین سال میں واجب ہوگا
 کذا فی الطحاوی فان خرجت العطا یا فی اکثر من ثلث اواقیل توخذ منه لمقصود پھر اگر عطا یا تین سال سے زیادہ مدت میں یا
 کمتر مدت میں بیت المال سے نکلے تو اس سے دیت لی جاوے گی مطلب حاصل ہونے کے سبب سے م یعنی اگر تین سال آئندہ کی عطا ایک ہی سال
 میں ملے تو تمام دیت اس سے لی جاوے گی کذا فی الزلیعی اور اگر تین سال کا رزق ایک سال کے تین مہینے میں ملا تو اس سے دیت نہ لی جاوے گی
 اس لئے کہ رزق بقدر حاجت کے مقرر ہوتا ہے تو اگر اس میں سے لیا جائے تو اس کو تکلیف اور حرج ہوگا برخلاف عطا کے کذا فی المجتبیٰ واللم
 بین القاتل من اهل الدیوان فعاقلته قبیلۃ واقاربہ کل من تینا صریحاً بنور البصائر اور اگر قاتل لشکر ہی نہیں ہے تو اس کا عاقلہ اس کا
 قبیلہ اور اس کے قریب لوگ ہیں اور جن لوگوں سے وہ قاتل مددگاری چاہتا ہو کذا فی تنویر البصائر قبیلہ اور عشرہ عبارت ہے عصبات نسبہ
 سے یعنی یک جدی لوگ خلاصہ یہ ہے کہ وجوب دیت میں تمام مددگاری کا اعتبار ہے تو اگر اہل محلہ یا اہل بازار یا اہل قریہ یا برادری کے لوگ
 اس طرح ہوں کہ جب ان میں سے کسی شخص کو کوئی امر پیش آتا ہو تو وہ لوگ اس کی کفایت اور مددگاری کے واسطے مستعد ہو جاتے ہوں تو وہی
 لوگ اس کے عاقلہ ہیں اور اگر اس کے مددگار چند قسم کے لوگ ہیں لشکر والوں سے اور برادری اور محلہ اور بازار سے تو لشکر والے لوگ مقدم اور
 اولیٰ ہیں پھر ان کے بعد برادری کے لوگ پھر لوگ اہل محلہ پھر بازاری لوگ اور اگر قاتل غبی مرد ہے کہ نہ اس کا دیوان ہے نہ برادری نہ کوئی مددگار تو
 اس کی دو صورتیں ہیں یا اس کے مقتول کی دیت بیت المال میں سے یا خود اس کے مال میں کذا فی الطحاوی مختصراً بتصرف ولقسم الدیۃ علیہم فی
 ثلث سنین ثم السنین یعنی العطیات قستانی فیلحفظ اور دیت تقسیم ہوگی عاقلہ پر تین سال کے اندر پھر جانا چاہیے کہ سنین یعنی عطیات کس سے
 کذا فی القسطن نے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م طحاوی نے کہا ثم السنین یعنی العطیات کی حاجت نہیں اس واسطے کہ ماتن کے قول فان خرجت
 العطا یا میں مضمون مذکور ہو گیا لا یؤخذ فی کل سنۃ الا درہم اور درہم وثلث ولم تزد علی کل واحد من کل الدیۃ فی ثلث سنین علی
 اربعۃ علی الاصح اور نہ لی جائے دیت ہر سال میں مگر ایک درہم یا ایک درہم اور تہائی درہم کی اور زیادہ دیا جائے گا عاقلہ کے ہر شخص پر تین
 سال کی مدت میں چار درہم سے بنا برتہ صحیح تر قول کے م اگر ہر شخص سے ایک درہم لیا گیا تو ہر تین سال میں تین درہم ہوں گے اور اگر ایک درہم اور
 تہائی درہم کی گئی تو چار درہم ہوں گے طحاوی نے کہا یہ قول صحیح تر محمد سے منصوص ہے اور غیر اصح قدوری کی روایت ہے کہ ہر سال میں ہر
 شخص سے چار درہموں سے زیادہ دیا جائے فان لم تسع القبیلۃ لذلک ضم الیہ اقرب القبائل نسباً علی ترتیب العصبات
 پھر اگر قاتل کا قبیلہ یعنی یک جدی برادری اس کے واسطے یعنی دیت پوری ہونے کے واسطے گنجائش نہ کرے تو جو قبیلہ ان کے ساتھ زیادہ تر
 قرابت رکھتا ہے نسب کی راہ وہ ملا لیا جائے عصبات کی ترتیب پر قریب عصبات یہ ہے کہ اول بھائی ہیں پھر ان کے فرزند پھر چچا پھر ان کے

فرزند مگر قاتل کے باپ اور فرزند نہیں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک عاقلہ میں داخل ہیں اور بعضوں کے نزدیک نہیں مجتہدین میں کہا الحاصل استتصار اہل لشکر نظر ہے تو اس کے ساتھ قرابت اور نسب اور اولاد اور قرب سکنی وغیرہ کی مددگاری کا کچھ حکم ظاہر نہ ہوگا اور بعد لشکر کے نسب کی مددگاری ہے تو نابری اگر قاتل صیادین سے ہو تو اس کے عاقلہ صیادین اور ان کے اتباع نہ اس کا قبیلہ اور اہل محلہ اس واسطے کہ اہل حرفہ کی باہم مددگاری نہایت ہوتی ہے کذا فی الطحاوی والعاقل عندنا کا حدیم اور ہم حنیفوں کے نزدیک قاتل بھی عاقلہ میں سے ایک شخص کے مانند ہے یعنی دیت دینے میں وہ بھی شریک ہے عاقلہ کا اس واسطے کہ نہایت تو اسی سے ظاہر ہوئی تو اس کو خارج کرنا عاقلہ سے بے وجہ ہے خلافاً للشافعی ولو القاتل امرأة او صبیاً او مجنوناً فی شارحہم علی الصبیح زیلعی اگرچہ قاتل عورت ہر یا صغیر یا مجنون سوان میں سے ہر ایک عاقلہ کا شریک ہوگا بنا بر قول صحیح کے کذا فی الزیلعی یعنی صغیر اور مجنون کا ولی ان کے مال سے حصہ رسد دیت دے گا و عاقلہ لمحقق قبیلہ سیدہ اور غلام آزاد کا عاقلہ اس کے مالک کا قبیلہ ہے یعنی مالک کے ساتھ کذا فی الطحاوی عن البرہان و یعقل عن مولی الموالاة مولاء و قبیلہ مولاء اور مولائے موالات کی طرف سے اس کا مولے اور اس کے مولے کا قبیلہ دیت دیکھا و اعلم انہ لا یعقل العاقلہ جناۃ عید و لا عمد و ان سقط قودہ بشبہ او قتلہ ابنہ عمد اکما مر اور معلوم کر کہ عاقلہ دیت نہیں دیتی غلام اور قتل عمد کی جنایت کی اگرچہ قتل عمد کا قصاص ساقط ہو گیا ہر شبہ سے باپ کے قتل کرنے سے اپنے فرزند کو عمداً چنانچہ مذکور ہو گیا و لا مال لزم لصلح او اعتراف و لا لدون نصف عشر لدية لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تعقل العاقلہ عمد و لا عمد و لا اعتراف و لا لدون ارش الموضوۃ بل الجانے اور عاقلہ نہیں دیتی وہ مال جو لازم ہو قتل عمد یا قتل عمد کی صلح سے یا قاتل کے اقرار سے اور نہ وہ مال جو دیت کے بیسویں حصے سے کم ہے بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ عاقلہ دیت نہیں دیتے قتل عمد کی اور غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اقرار کی اور نہ موضوۃ کی دیت سے کمتر مال کی بلکہ قاتل اس دیت کو آپ ادا کرے ہم اس حدیث کو محمد بن حسن نے ابن عباس پر موقوف نقل کیا ہے اور حدیث مرفوعہ تو غریب ہے لیکن موضوۃ کی دیت حدیث میں نہیں بلکہ ابراہیم بخاری سے منقول ہے کذا فی المعنی الا ان یصد قودہ فی اقرارہ او تقوم حجة و انما قبلت البینۃ ہنا مع الاقرار مع انہا لا تعتبر معہ لانہا ثبتت مالیس ثابت باقرار المدعی علیہ و ہذا الوجوب علی العاقلہ مگر یہ کہ عاقلہ قاتل کے اقرار کی تصدیق کریں یا گواہی سے قتل ثابت ہو تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور یہاں گواہی اقرار کے ساتھ اس واسطے مقبول ہوئی باوجودیکہ گواہی اقرار کے ساتھ معتبر نہیں ہوتی اس واسطے کہ گواہی اس کو ثابت کرتی ہے جو مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت نہیں یعنی واجب ہونا مال کا عاقلہ پر ولو تصادق القاتل و اولیاء المقتول علی ان قاضی بلکہ کذا فی قضی بالدية علی عاقلہ بالبنیۃ و کذبہا العاقلہ مغلطہ علیہا ای علی العاقلہ لان تصادقہا لیس بحجة عظیمہ ولا علیہ فی مالہ الا حصۃ لان تصادقہا حجة فی حقہما زیلعی اور اگر قاتل اور مقتول کے وارثوں نے باہم تصدیق کی اس پر کہ فلاں نے شہر کے قاضی نے دیت کا حکم کیا قاتل کی عاقلہ گواہی کے سبب سے اور عاقلہ نے ان دونوں کی تکذیب کی تو عاقلہ پر کچھ دینا واجب نہیں ہے اس واسطے کہ قاتل اور اولیاء مقتول کے باہم تصدیق عاقلہ پر حجت نہیں ہے اور نہ خود قاتل پر حجت ہے اس کے مال میں مگر بقدر اس کے حصے کے اس لئے کہ قاتل اور وارثوں کا تصادق ایضاً دونوں کے حق میں حجت ہے کذا فی الزیلعی م قاتل کے مال میں عاقلہ کا حصہ رسد اقرار اس کا حجت ہے بشرطیکہ اس کے واسطے اعطایں ہو چنانچہ عالمگیری میں سے کافی سے اور ظاہر اعطایں تو اہل لشکر میں ہوتی ہے نہ قبائل میں کذا فی الطحاوی و اعلم ان الخصم فی ذلک ہو الجانے لان الحق علیہ ولو کان صبیاً فان الخصم البرہ خانیۃ قلت یؤخذ من قولہ الخصم ہو الجانے لا العاقلہ سبب حادثۃ الفترۃ و ہے ان صبیاً فقاً عین صبیۃ فانت فادرا و لیس تخیف العاقلہ علی نفے فعل الیہ و الجواب انہ لا یخلف لان ذلک فرع صحتہ الدعوی و ہے غیر متوجہ علی العاقلہ و یقتے ہنا شیئ و ہو

ان العاقلۃ لو اقرروا بفعل الجانے بل یصح اقرارہم بالنسبۃ الیہم حتی یقنعہ علیہم بالبدیۃ ام لا فان قلت نعم یبغی ان یجری الحلف فی حقہم لئلا
فائدہ قال المصنف یجوز فیہم اقرارہم کہ اس میں یعنی دعوی قتل میں خصم یعنی مدعا علیہ قاتل ہے اس واسطے کہ حق اس پر ثابت ہے
اور اگر قاتل صغیر ہو تو مدعا علیہ اس کا باپ ہے کذا فی النہایۃ میں کہتا ہوں کہ اس کے اس قول سے کہ مدعا علیہ قاتل سے نہ عاقلہ ماخوذ ہوتا ہے
حادثہ فتویٰ کا جواب وہ استفادہ ہے کہ صغیر نے صغیرہ کی آنکھ پھوڑی سو وہ مرگئی تو صغیرہ کے وارث نے چاہا قسم دینا عاقلہ کا صغیر کی نفی
فعل پر اور جواب اس کا یہ ہے کہ قسم وارد نہ ہوگی اس واسطے کہ لزوم قسم دعوی صحیح ہونے کی فرع ہے اور حالانکہ دعوی عاقلہ پر متوجہ نہیں ہے
اور یہاں گفتگو کچھ باقی ہے کہ اگر عاقلہ نے قاتل کے فعل کا اقرار کیا تو ان کا اقرار بہ نسبت ان کے صحیح ہوگا تا ایکہ ان پر وجوب دیت کا حکم
ہو یا اقرار ان کا صحیح نہیں تو اگر یوں جواب دو کہ ہاں تو لائق یوں ہے کہ قسم ان کے حق میں جاری ہو اس کے فائدہ ظاہر ہونے کے سبب سے
فائدے سے مراد لزوم دیت ہے ایسا کہ ہے مصنف نے اپنی شرح میں بحث کی راہ سے تو اس کی تحریر اور نتیجہ کرنا چاہیے ہم تحلیف عاقلہ
قول سابق کے مخالف ہے کہ عاقلہ خصم نہیں تو ان پر قسم بھی نہیں اور اگر یوں جواب دیجیے کہ یہ غیر مدعا علیہ کا اقرار ہے تو اس پر قسم جاری نہ ہوگی
تو صریح ظاہر ہے کذا فی الطحاوی وان جئنی حر علی نفس عبد خطا فنی علی عاقلۃ یعنی اذا قتلتہ لان العاقلۃ لا تحمل اطراف العبد و
قال الشافعی لا تحمل النفس ایضا اور اگر آزاد نے جنایت کی غلام کی جان پر خطا کی راہ سے تو اس کی دیت آزاد کی عاقلہ پر ہے جنایت سے
مراد یہ ہے کہ آزاد غلام کو قتل کرے اس واسطے کہ عاقلہ غلام کی اطراف کی دیت کے متحمل نہیں اور امام شافعی نے کہا کہ عاقلہ قتل نفس کی دیت
کے بھی متحمل نہیں ولایدخل صبی وامرأۃ ومجنون فی العاقلۃ اذ الم یلینا صروا یعنی لو اقاتل غیرہم والافید خلون علی الصبیح کما مر اور صغیر اور
عورت اور دیوانہ عاقلہ میں داخل نہیں جب کہ وہ باہم مددگاری نہ کرتے ہوں یعنی اگر صغیر وغیرہ قاتل نہ ہوں تو عاقلہ میں داخل نہیں اور اگر صغیر
وغیرہ سے قتل ظاہر ہو تو عاقلہ میں داخل ہوں گے بنا بر قول صحیح کے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا ہم عدم تیا صری کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ان
سے مددگاری کی درخواست ہوتی ہو تو عاقلہ میں داخل ہوں گے وجوب دیت میں کذا فی الطحاوی ولا یعطل کافر عن مسلم ولا العکسۃ علی التامہ
اور کافر دیت نہیں دیتا مسلمان کی طرف سے اور نہ مسلمان کافر کی طرف سے عدم تیا صری وجہ سے والکفار متعاقلون فیما بینہم وان
اختلفت ظلم لان الکفر کلمۃ واحده یعنی ان تنا صروا والافی مالہ فی ثلاث سنین کالمسلم کما بسط فی المجتبی اور کافر ینما بین خود ہا ایک
دوسرے کے عاقلہ ہوں گے اگرچہ ان کے دین مختلف ہوں اس واسطے کہ کفر بالکل ایک ہی دین یعنی بشرطیکہ ایک دوسرے کی مددگاری
کرتے ہوں اور اگر تنا صرا میں رائج نہ ہو تو فقط قاتل کے مال میں دیت مقتول کی واجب ہے تین سال کے اندر مسلمان کے مانند چنانچہ
مجتبی میں اس کو مشرح بیان کیا ہے ہم مجتبی میں ہے کہ دو تاجر مسلمان دار الحرب میں وارد ہیں سو ایک مسلمان نے دوسرے کو قتل کیا تو اس
دیت قاتل کے مال میں واجب ہے کذا فی الطحاوی واذا لم یکن للقاتل عاقلۃ کل قیظ وحر بنی اہلم قال دیتہ فی بیت المال فی ظاہر الروایۃ
وعلیہ الفتوۃ درر البرزانیہ وجعل الزلیعی روایت وجوبہا فی مالہ روایت شاذۃ اور جب کہ قاتل کا کوئی عاقلہ مددگار نہ ہو چنانچہ لقیظ کا یا وہ
حر بنی جو مسلمان ہو تو اس کے مقتول کی دیت بیت المال میں ہے ظاہر الروایۃ میں اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الدرر البرزانیہ اور زلیعی نے
مال قاتل میں وجوب دیت کی روایت کو روایت شاذ قرار دیا ہے یعنی جب کہ قاتل کا کوئی عاقلہ ہو تو اس کے مال میں دیت واجب ہے
اس روایت کو زلیعی نے غیر معتد کہا ہے قلت وظاہر ما فی المجتبی عن خوارزم من ان تنا صری ہم قد اعدم و بیت المال قد اندمیر صحیح وجوبہا
فی مالہ فی فتویٰ نے کل سنتہ ثلثہ درہم اور ایضہ کما نقد فی المجتبی عن الناطفہ قال و ہذا من لای بد من حفظہ واقرہ المصنف فلیحفظ فقد

واقعہ کثیر من الموضع انما فی ثلاث سین فافہم میں کہتا ہوں اور مجھے کا ظاہر کلام ملک خوارزم کی حکایت حال سے یہ ہے کہ وہاں کے لوگوں کی باہم مددگاری نیست و نابود ہو گئی اور بیت المال منہدم اور بے نشان ہو گیا تو یہ حال ترجیح دیتا ہے واجب ہونے دیت کو قاتل کے مال میں تو قاتل ہر سال تین یا چار درم ادا کرتا رہے چنانچہ اس کو مجھے میں مطلق سے نقل کیا ہے صاحب مجھے نے کہا اور یہ قول خوب ہے اس کا یاد رکھنا ضرور ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اس کو ثابت رکھا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے سوالبتہ مجھے یا غیر مجھے کے اکثر مواضع میں واقع ہوا ہے کہ بالکل دیت کا ادا کرنا تین سال میں ہے تو اس کو سمجھ لے کذا فی الطحاوی و ہذا اذا کان القتال مسلما فلو ذمیا فخر مالہ اجماعا بزازیہ اور یہ یعنی جب عاقلہ نہ ہو تو بیت المال سے دیت واجب ہے یا اس وقت ہے جب کہ قاتل مسلمان ہو سو اگر قاتل ذمی ہو تو اسی کے مال میں بالاتفاق دیت ہے کذا فی البزازیہ ومن لم وارث معروف مطلقا ولو بعیدا او محروما برقی او کفر لا یعقلہ بیت المال و ہو الصحیح کما بسطہ فی الخانیۃ اور جس قاتل کا مشہور وراثت ہو کسی طرح کا وارث ہو اگرچہ وارث بعید ہو یا محروم المیراث غلام یا کافر ہونے کے سبب سے تو اس کے مقتول کی دیت بیت المال نہ دے گا اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ اس کو خانہ میں مشرح بیان کیا ہے ولا عاقلۃ لجم و ہر جرم فی الدرر قالہ المصنف لعدم تناصرہم عجمیوں کا یعنی عرب کے سوا اور ملک کے رہنے والوں کا عاقلہ نہیں اسی پر یقین کیا ہے در میں یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ان کے عدم تناصر کے سبب سے وقیل لم یعواقل لانہم یتناصرون کالاساکفۃ والصیادین والصرافین والسرارجین قاتل محله القاتل صنعة عاقلۃ وکذلک طلبہ العلم قلت و ہر افتہ الحوائی وغیرہ خانیۃ اور بعضوں نے کہا کہ عجمیوں کے واسطے بھی عاقلہ ثابت ہیں اس واسطے کہ وہ باہم حمایت و مددگاری کرتے ہیں چنانچہ کفیش گرا و صیاد او صراف اور زین گروگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اس کے عاقلہ ہیں اور اسی طرح طالب علم ہمدگرا عاقلہ ہیں میں کہتا ہوں اور اسی کا فتویٰ دیا ہے شمس الاممہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی الخانیۃ زادنی المجتہد والحاصل ان التناصر اصل فی ہذا الباب و معنی التناصر اذا حز بہ امر قوامہ فی کفایتہ وتماہ فیہ مجتہد میں یہ زیادہ کہا ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس باب یعنی اثبات عاقلہ میں تناصر اصل ہے اور تناصر سے مراد یہ ہے کہ جب اس کو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ اس کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں اس کی کاربرداری میں یعنی اس کو بچائیں اس کی تکلیف مال دیں اور اس کا پورا بیان مجھے میں ہے و فی تنویر البصائر معریا للحافظیۃ والحق ان التناصر فیہم بالحرف فہم عاقلۃ لعلہ یحفظوا قرۃ القستانے اور تنویر البصائر میں حافظیہ سے منقول ہے اور حق یہ ہے کہ عجمیوں میں تناصر پیشوں کی وجہ سے ہے تو اہل پیشہ وہی عاقلہ ہیں ہمیشہ کے انتہی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے اور اسی قول کو قبستانے نے ثابت رکھا ہے لکن جو شیخنا الحانوتے ان التناصر منتف الا ان غلبۃ الحسد والبغض وتخنن کل واحد المکر وہ لصاحبہ فتنیہ لیکن ہمارے استاد حانوتی نے اس کی تحریر اور تنقیح کی ہے کہ بالفعل تناصر موجود نہیں حد و بغض کے غلبہ کے سبب سے اور ہر شخص اپنے ہم پیشہ کی بد حالی کا آرزو مند ہے تو آگاہ میوم یہ وہی قول ہے جو زابدی صاحب مجتبیٰ نے عرف خوارزم کا بیان کیا ہے قلت و حیث لا قبیلۃ ولا تناصر فالدیۃ فی مالہ او بیت المال میں کہتا ہوں اور جہاں نہ قبیلہ اور نہ برادری ہے اور نہ حمایت اور نہ مددگاری تو وہاں دیت قاتل کے مال میں ہے یا بیت المال میں م وجوب دیت کا بیت المال میں ظاہر الروایۃ مضنی بہ ہے اور وجوب مال قاتل کے مال میں روایت شاذ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا میں کہتا ہوں مدار تناصر ہے چنانچہ فقہانے اس کی تصریح کی ہے تو جس قوم میں تناصر و حمایت کنار کج ہے تو وہ لوگ اس کے عاقلہ ہیں اور اگر حمایت نہیں کرتے تو عاقلہ نہیں کذا فی الطحاوی

واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ الحسین



کتاب الوصایا

یہ کتاب ہے وصایا کے احکام میں وصایا جمع ہے وصیت کی۔ وصیت شرعاً عبارت ہے تملیک بعد الموت سے چونکہ دنیا میں انسان کا آخر حال موت ہے۔ تو اس کتاب کا آخر کتاب میں لانا قبل از میراث مناسب ہوا وصیت اسم ہے بمعنی مصدر اور موصی بہ کو یعنی جس چیز کی وصیت کی جائے اس کو بھی وصیت کہتے ہیں اور ایسا عبارت ہے خیر کو وصی کرنے سے تلک خیر اس کی غیبت میں کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مردہ مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ باغ محمود کو دینا میری موت کے بعد تو زید تو موصی ہے اور خالد وصی ہے اور باغ موصی بہ ہے اور محمود موصی لہ لیعم الوصیۃ والایضا یقال اوصی اے فلان اے جلد وصیا والاسم منہ الوصایۃ وسیجی فی باب مستقل و اوصی فلان بمعنی ملکہ بطریق الوصیۃ وصایا عام اور شامل ہے وصیت اور ایسا کو بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنی اس کو وصی کیا اور وصایۃ اسم ہے ایسا سے اور وصی کے مسائل جدا باب میں آگے آویں گے اور بولتے ہیں اوصی فلان یعنی اس کو مالک کیا بطریق وصیت کے م طحاوی نے کہا لام اور الی کا تفرق کتب لغت سے معلوم نہیں ہوتا تو اگر یہ تفرق اصطلاحی ہے تو اصطلاح میں کچھ نزاع کا مقام نہیں اور یہی معلوم ہوتا ہے صاحب درر کے کلام سے اور شارح اس بیان میں تابع ہے صاحب درر کا نمینند ہی تملیک مضاف الی ما بعد الموت عیناً کان او دینا تو اس وقت میں یعنی بعد تفرق وصیت اور ایسا کے معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت تملیک ہے مضاف بہا بعد موت کے خواہ تملیک کی شے عین ہو یا دین یعنی بطریق التبرع لیخرج نحو الاقرار بالدين فانه نافذ من کل المال کما سیجی میں کہتا ہوں تملیک سے تملیک بطریق احسان کے مراد ہے تاکہ مانند اقرار کرنے دین کے وصیت سے نکل جاتے۔ اس واسطے کہ دین کا اقرار نافذ ہے تمام مال سے چنانچہ آگے آوے گا یعنی بخلاف وصیت کے کہ وہ ثلث مال سے نافذ ہے م بعضوں نے کہا اقرار دین عبارت ہے اظہار مافی الذمہ سے نہ تملیک بعد الموت سے تو وہ تو فقط تملیک کے لفظ سے خارج ہے ارادۃ احسان کی کچھ حاجت نہیں ولاینافیہ وجوبہا لمحۃ تعالیٰ فاما اور تبرع کے مخالف نہیں وصیت کا واجب ہونا حق تعالیٰ کے حق کے سبب سے سو اس کو تامل کر م یہ جواب ہے سوال مقدمہ کا تقریر سوال یہ ہے کہ جب وصیت کی یہ تعریف ہوتی تو وہ تملیک

ہے بطریق تبرع اور احسان کے اور حالانکہ زکوٰۃ اور کفارات وغیرہ حقوق ربانی ہیں وصیت واجب ہے پھر جب واجب ہوئی تو تبرع کہاں۔ اس واسطے کہ تبرع عبارت ہے عدم وجوب سے شارح نے جواب دیا کہ یہ وجوب منافی تبرع کے نہیں ہے اور یہ لفظ تامل وقت جواب کی طرف اشارہ کیا یعنی وجوب حق اللہ جب موت سے ساقط ہو گیا تو تبرع کے مشابہ ہو گیا اور ویوں عباد کے مانند نہوا کذا فی الجلبی وہی علی ما فی المجتبی اربعۃ اقسام واجبۃ بالزکوٰۃ والکفارات وفدیۃ الصیام والصلوۃ التي فرط فیہا ومباحۃ لغنی ومکروہ لاہل الفسق والاکمستحبۃ اور بنا براس کلام کے جو مجتبیٰ میں ہے وصیت چار قسم ہی واجب ہے وصیت واسطے زکوٰۃ اور کفارات اور فدیہ صیام اور صلوۃ کے جن کے ادا کرنے میں مسلمان نے تصور کیا اور وصیت مباح ہے مالدار کے واسطے اور مکروہ ہے فاسق فاجروں کے واسطے اور ان کے سوا وصیت مستحب ہے م وجوب زکوٰۃ وغیرہ کی وصیت زلیجی میں مذکور ہے تو اس کو زلیجی کی طرف نسبت کرنا مناسب تھا اور مجتبے میں اس کو مستحب میں شمار کیا ہے۔ عبارت مجتبے کا ترجمہ یہ ہے کہ وصیت چار قسم ہے واجب ہے چنانچہ رد و دائع اور دیون مجہولہ کی وصیت اور مستحب ہے چنانچہ کفارات اور فدیہ صلوۃ اور صیام اور ان کے مانند کی وصیت اور مباح ہے جیسے اغنیاء اجانب اور اقارب کے واسطے وصیت اور مکروہ ہے جیسے اہل فسق اور معاصی کے واسطے وصیت کرنا انتہی کذا فی الطحاوی ولا تجب للوالدین والاقربین لان آیت البقرۃ منسوخۃ بآیت النساء اور وصیت کرنا والدین اور اقرباء کے واسطے واجب نہیں اس واسطے کہ سورۃ بقرہ کی آیت سورۃ نسا کی آیت سے منسوخ ہے م سورۃ بقرہ کی یہ آیت ہے (کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک نحر الوصیۃ والاقربین) یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ مفروض ہوا تم پر جب حاضر ہو تم میں کسی شخص کو موت اگر کچھ مال چھوڑے وصیت کرنا ماں باپ اور قرابت والوں کے واسطے اور سورۃ نسا کی آیت سے آیت المورثہ مراد ہے جو نسخ ہے سورۃ بقرہ کی آیت مذکور کو یہی مذہب ابن عمر اور عکرمہ اور مجاہد اور مالک اور شافعی اور اکثر اہل تفسیر کا اور ہمارے اکثر اصحاب نے کہا ہے کہ سورۃ بقرہ کی آیت منسوخ ہے اس حدیث سے جو چند صحابہ کبار سے مروی ہے از آنجلہ ابو امامہ باہلی کی حدیث ہے جو ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں مروی ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ان اللہ تعالیٰ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ الوارث یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا۔ پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ہر حق دار کا حق ادا کیا تو اب وصیت نہیں وارث کے واسطے ترمذی نے کہا یہ حدیث احسن ہے اور اس حدیث مشہور کو اکثر علماء نے قبول کیا اور اسی حدیث مشہور سے نسخ کتاب جائز ہے ہمارے نزدیک اور یہ حجت ہے امام شافعی پر کہ وہ نسخ کتاب کی حدیث سے معتقد نہیں کذا فی العینی شرح الہدایۃ ببہا ما ہو سبب التبرعات وصیت کا سبب وہ ہے جو تبرعات یعنی عبادات غیر واجبہ کا سبب ہے م حموی نے کہا وصیت کا وہ سبب ہے جو وصیت کے محاسن میں مذکور ہے یعنی جو اعمال فوت ہو گئے ہیں ان کا مدار کرنا مال کو صرف کر کے اس حالت میں کہ مال کی کچھ حاجت نہ رہے تاکہ انجام میں کام آوے مجتبے میں ہے کہ اہم وظائف دینیہ معارف یقینیہ کے بعد ملا فی تقصیر اور اصلاح فساد کی معرفت ہے اور مظالم اور حقوق عباد کا تذکرہ کرنا اور اعمال کا زیادہ کرنا انقراض آمال کے وقت اس واسطے کہ ہر مخلوق زندہ کے واسطے موت ضروری ہے اور وہ امر وصیت ہے جس کو

قرآن مجید میں تاکید فرمائی ہے آیت الوارث میں اس طرح کہ من بعد وصیت یوصی بہا و دین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمہارا تمہائی مال تم پر عطا کیا تمہاری آخر عمر میں تمہارے اعمال زیادہ ہونے کے واسطے اور فرمایا کہ اس مرد کو حلال نہیں جو خدا کا اور پچھلے دن کا ایمان رکھتا ہو اور وہ مالدار ہو اور وصیت کرے یا ارادہ رکھتا ہو یہ کہ سورہے مگر اس کی وصیت اس کے سر کے پاس ہو انتہی حموی نے قاضی خان سے فرغ نفیس یاد رکھنے کے لائق نقل کی۔ وہ یہ ہے کہ جب آدمی نے وصیت کا ارادہ کیا اور اس کی اولاد صفا رہے۔ شیخین نے کہا کہ مال چھوڑ جانا اپنی اولاد کے واسطے افضل ہے اور اگر اولاد کبار ہے اور مال تھوڑا ہے امام نے کہا کہ اس کو وصیت کرنا لائق نہیں اور اگر مال زیادہ ہے اور وارث غنی ہیں تو امور واجبہ سے وصیت کی ابتدا کرے اور اگر اس پر کچھ واجب نہیں رہا تو اہل قرابت کے واسطے وصیت کرے اور اگر اقرار یا فیضاء میں تو پڑوسیوں کے واسطے وصیت کرے کذا فی الطحاوی و شرائطہا کون الموصی اہل التملیک فلم تجز من صغیر و مجنون و مہکات الا اذا اصاب الحنفیہ کما یجوز اور وصیت کی شرطوں میں سے ہونا ہے موصی کا لائق مالک کرنے کے تو وصیت جائز نہیں ہے۔ صغیر اور مجنون اور مہکات تب سے کہ جب کہ مہکات وصیت کو اپنے آزاد ہو جانے کی طرف نسبت کرے تو جائز ہے چنانچہ آگے آدے کا و عدم استغراقہ بالذین لتقدم علی الوصیۃ کما یجوز اور عدم استغراق مال کا دین کے ساتھ شرط ہے بسبب مقدم ہونے دین کے وصیت پر چنانچہ آگے آدے کا۔ و کون الموصی لہ حیا وقتہا تحقیقا و تقدیرا لئلا یلحق الموصی لہ فافہم فانہ یسقط ایراد الشرع لایۃ اور موصی لہ جس کے لئے وصیت کی گئی اس کا زندہ ہونا وصیت کے وقت شرط ہے خواہ وہ تحقیقا زندہ ہو یا تقدیرا تاکہ محل موصی لہ کو حیات تقدیری شامل رہے۔ سو اس کو بوجہ لے کر اس تعمیم سے شریعت کا اعتراض ماقط ہوتا ہے م صاحب درر نے کہا کہ موصی لہ کی حیات وصیت کے وقت شرط ہے۔ اس واسطے کہ اگر وہ میت ہو تو وصیت باطل ہے شریعتی نے اس پر اعتراض کیا کہ محل کے واسطے وصیت کرنا صحیح ہے و ماں حیات کہاں ہے۔ شارح نے اس کا جواب دیا حیات تقدیری کا لفظ زیادہ کر کے و کونہ غیر وارث وقت الموت اور موصی لہ موت کے وقت وارث نہ ہونا شرط ہے م یعنی موصی لہ موصی کا وارث نہ ہو موصی کی موت کے وقت۔ اور اگر وصیت کے وقت وارث ہو اور موت کے وقت وارث نہ ہو تو وصیت صحیح ہے زلیحی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی اور حالانکہ وہ وارث ہے پھر موصی کا بیٹا پیدا ہوا تو بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہے یعنی اس واسطے کہ بیٹا ہونے سے بھائی موصی کا وارث نہ رہا موت کے وقت اور اگر موصی کا بیٹا ہے اور اس نے اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی پھر بیٹا مر گیا قبل از موت موصی کے تو وصیت باطل ہے کیونکہ موصی لہ وارث ہے موت کے وقت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہ تھا و لا قائل اور موصی کا قائل نہ ہونا موصی کا شرط ہے وصیت کی خواہ اس نے وصیت قبل از قتل کی ہو پھر اس نے قتل کیا ہو یا بعد زخمی ہونے کے وصیت کی ہو بہر صورت وصیت باطل ہے کذا فی الطحاوی و علی بشرط کونہ معلوما قلت نعم کما ذکرہ ابن سلطان دیرونی الباب الاثنی عشر ہے ہونا موصی لہ کا معلوم یا نہیں میں کہتا ہوں ہاں اس کا معلوم ہونا شرط ہے چنانچہ ابن سلطان دیرونی نے اس کو ذکر کیا ہے باب آئندہ میں موصی لہ کا علم بالوصف کافی ہے چنانچہ فقیر اور مساکین کذا فی الطحاوی۔ کون الموصی بہ قابل التملیک بعد موت الموصی بعقد من العقود مالا و نفعا موجود الحال ام معدوم اود شرط ہے وصیت کی ہونا موصی بہ کا یعنی جس چیز کی وصیت ہوئی وہ بعد موصی کے قابل ہو تملیک کے بواسطہ کسی عقد سے خواہ مال ہو یا منفعت بالفعل موجود ہو یا معدوم معدوم ہو یعنی علی خطر الوجود ہو جیسے باغ کے پھلوں کی وصیت کرنا فلاں نے شخص کے واسطے جب تک کہ وہ زندہ ہے یا ثلث مال کی وصیت کی اور حالانکہ موصی کا کچھ مال نہیں پھر اس نے مال پیدا کیا تو موصی لہ ثلث مال کا مستحق ہوگا۔ اس کی موت کے لئے پیچھے وصیت کے کہ وصیت کی جاوے یا قرض کے۔ غلہ راہ الطحاوی عن ابی ہریرۃ کذا فی الطحاوی۔

وقت اگر ثلث کی وصیت ہو کذا فی الطحاوی مختصر اوان یکن بمقدار الثلث اور یہ شرط ہے کہ موصی بمقدار ثلث مال کے ہوم طحاوی نے کہا یہ لزوم وصیت کی شرط ہے ورنہ کنہا قولہ اوصیت بکذا الفلان واما یجری مجراہ من الالفاظ المستعملة فیہا اور وصیت کا رکن موصی کا یہ قول ہے کہ میں نے وصیت کی اس چیز کی فلا نے شخص کے واسطے اور جو اس کے قائم مقام ہو ان الفاظ سے جو وصیت میں مستعمل ہوتے ہیں۔ م چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے اپنا تہائی مال اپنی موت کے بعد فلا نے شخص کے لئے ٹھہرایا و فی البدل رکبھا الا یجاب والقبول و قال زفر الا یجاب فقط اور بدائع میں ہے کہ وصیت کا رکن ایجاب اور قبول ہے اور زفر نے کہا کہ نقطہ ایجاب رکن ہے م غایۃ البیان میں ہے ہمارے نزدیک وہ قبول شرط ہے وصیت کی جو موت کے بعد ہو تو جو قبول یا رد کہ موصی کی زندگی میں ہو وہ باطل ہے اس واسطے کہ وصیت تلبیک متعلق بموت ہے تو موت سے پہلے قبول اور رد شمار کے لائق نہیں اس واسطے کہ قبول نہیں ہوتا ایجاب سے پہلے انتہی لمخالفت المراد بالقبول ما لیم الصریح والدلالة بان موت الموصی لا بد موت الموصی لا قبول کما سبھی میں کہتا ہوں اور قبول سے مراد ہے جو شامل ہو صریح اور دلالت کو اس طرح کہ موصی لم مر جائے موصی کی موت کے بعد بدون قبول کرنے کے چنانچہ آگے آوے گا م موصی لم کا مرنا موصی کے بعد ہی قبول ہے تو وصیت کی چیز کا وارث ہوگا موصی لم کا وارث اور قبول بالفعل قبول بالقول کے برابر ہے۔ چنانچہ موصی کی وصیت کو جاری کرنا اور اس کے وارثوں کے واسطے خریدنا یا اس کا دین ادا کرنا کذا فی العالمگیریۃ عن محیط الرضی وحکمہا کون الموصی بہ ملک جدید الموصی لم کما فی الہیۃ فیلور استبرار الباریۃ الموصی بہا اور حکم یعنی اثر مرتب وصیت کا ہونا موصی بہ کا ملک جدید موصی لم کی چنانچہ یہ میں ملک جدید حاصل ہوتی ہے محبوبہ کہ تو موصی لم کو وصیت کی جاریہ کا اعتبار لازم ہوگا وتجاوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع وان لم یخبر الوارث ذلک اور تہائی مال کی وصیت جائز ہے اجنبی شخص کے واسطے در صورت عدم مانع۔۔۔ اگرچہ موصی کے وارث اس کو جائز نہ رکھیں م مانع وصیت چنانچہ قتل یا مستغرق بدین ہونا وارث کی اجازت کا محتاج نہیں حدیث مذکور کی دیں سے یعنی حق نہ لانی نے تمہارا تہائی مال تم پر تصدق کیا تمہاری آخر عمر میں تمہارے اعمال زیادہ ہو لا الزیادۃ علیہ الا ان تجیر ورثۃ بعد موتہ ولا تعتبر اجازتہم حال حیوۃ اصول بعد وفاتہ وہم کہہ کر نہیں جائز ہے تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا اگر اس صورت میں جائز ہے جب کہ موصی کے وارث بالغ اس کی موت کے بعد اجازت دیں اور وارثوں کی اجازت موصی کی زندگی میں اصل معتبر نہیں بلکہ اس کی وفات کے بعد معتبر ہے م حیات موصی میں وارثوں کی اجازت اس واسطے معتبر نہ ہوتی کہ ہنوز ان کا حق ثابت نہیں اس واسطے کہ میراث کا حق مورث کی موت سے ثابت ہوتا ہے اور اگر وارث صغیر ہے تو وارث کبیر کی اجازت وارث صغیر کے حق میں نافذ نہ ہوگی اور اس کے ولی کی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں سعد بن وقاص کی حدیث سے جو صحاح ستہ میں مروی ہے۔ سعد نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مال بہت ہے اور میری بیٹی فقط وارث ہے تو میں اپنے تمام مال کی وصیت کرتا ہوں تو فرمایا کہ نہیں پھر میں نے کہا کہ وہ تہائی مال کی وصیت کرتا ہوں فرمایا نہیں کہا نصف مال کی وصیت کر دوں فرمایا نہیں کہا تہائی مال کی وصیت کر دوں فرمایا تہائی مال کی وصیت کر اور تہائی بہت ہے یعنی وصیت کے واسطے یعنی معتبر نہ دارثا اور غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ علی عکس اقرار المریض عوارث یعنی وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کے وقت معتبر ہے نہ وصیت کے وقت برعکس اقرار کرنے مرید کے وارث کے واسطے م مرید کے قتل میں وارث ہونا یا غیر وارث ہونا اقرار کے وقت معتبر ہے اس واسطے کہ اقرار تصرف ہے فی الحال کا برخلاف وصیت کے تو اگر مرید نے اقرار کیا ایک شخص کے واسطے اور حالاً کہ وہ اس کا وارث نہیں تو اقرار جائز ہے اگرچہ وہ شخص بعد اس کے اس کا وارث ہو جائے لیکن یہ شرط ہے کہ وہ وارث ہو حادث سبب کی جہت سے بعد اقرار کے چنانچہ عورت اجنبی کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا اور اگر وارث ہو قدیم سبب کی جہت سے تو اقرار صحیح نہ ہوگا۔ چنانچہ اس بحال کے واسطے اقرار کیا جو محبوب تھا مقرر کے فرزند کے سبب سے پھر بعد اس کے فرزند مر گیا کذا فی الطحاوی وندبت باقل منہ ولو عند غنیۃ ادا استغناہم بحصتہم اور محتجب ہے کثر اثلث سے وصیت کرنا اگرچہ وصیت کثر اثلث کی وارثوں کی تو انگری کے ساتھ ہر یا میراث کے حصوں

کے سبب سے انکو استغفار حاصل ہوا ہو کتر کہا اے کما ندب ترکہا بل احد ہما اے غنی اور استغفار ملنے جیند صلتہ و صدقہ جیسے وصیت کا ترک کرنا مستحب ہے بدون تو انگری یا استغفار و رشہ کے یعنی جب کوارث نہ خود مالدار ہوں نہ میراث کے حصوں سے ان کو استغفار حاصل ہو تو اس صورت میں ترک وصیت مطلقاً مستحب ہے اس واسطے کہ ترک وصیت اس وقت میں صلوہ جی بھی ہے اور صدقہ بھی ہے م یعنی جب وارث محتاج ہیں اور مورث مال چھوڑ گیا تو اس کو صلوہ جی کا بھی ثواب ملے گا اور خیرات کا بھی اور وصیت میں اجنبی پر نقطہ خیرات کرنے کا ثواب ہے حالانکہ قرابت دار پر خیرات کرنا افضل ہے اجنبی کی خیرات سے چنانچہ مسند احمد میں ابویوب انصاری سے حدیث مرفوعہ مروی ہے کہ افضل الصدقہ علی ذی الرحم الکافح کذانی العینی یعنی بہتر صدقہ اس قرابت دار پر ہے جو عداوت مخفی رکھتا ہے تہیکہ میں طحاوی قبستانی عن الظہیریہ سے منقول ہے کہ مقدار استغفار امام کے نزدیک یہ ہے کہ ہر وارث چار ہزار درہم کا وارث ہو اور فضل سے روایت ہے کہ ہر وارث دس ہزار درہم کی میراث پادے ولو خر عن الدین التقدم حق العبد اور وصیت متاخر ہے دین سے یعنی اولیٰ دین کے بعد وصیت کا رتبہ ہے بسبب مقدم ہونے حق العبد کے م حق العبد حق الشرع پر مقدم ہے اگرچہ حق شرع واجب ہو اس واسطے کہ شرع کا حق نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کا ساقط ہو جاتا ہے موت سے چنانچہ اپنے محل میں مذکور ہے تو وصیت تبرع کے مانند ہوئی کذانی المنع وصحت بالکل عند عدم ورثتہ ولو حکما کست من عدم المزاحم اور وصیت صحیح ہے تمام مال کی عدم ورثہ کی حالت میں اگرچہ موصی کا حکماً وارث ہو مانند مستامن کے عدم مزاحم کے سبب سے م یعنی جب کہ مستامن نے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہے اگرچہ اس کے دار الحرب میں وارث ہوں کذا ذکرہ ابو المسعود در میں ہے تعلق حق وارث مانع تھا وصیت کا پھر جب کہ وارث منتفی ہوا تو وصیت صحیح ہو گئی و لمملوکہ بثلاث مالہ اتفاقاً و تكون وصیتہ بالحق فان خرج من الثلث فیما و الا سنی فی بقیۃ قیمۃ وان فضل من الثلث شئ فہو لہ اور اپنے غلام کے واسطے تہائی مال کی وصیت صحیح ہے بالاتفاق اور یہ اس کی آزادی کی وصیت ہوگی تو اگر غلام نکل آیا تہائی مال فہو المراء ورنہ اپنی باقی قیمت کے ادائیگی کو کشش کرے اور اگر تہائی مال قیمت سے زیادہ ٹھہرا تو وہ اس غلام کا ہے م اگر موصی کا مال درم اور دینار ہے تو اگر تمام مال ۲۰۰ درم ہے اور غلام کی قیمت ۱۰۰ درم ہے تو غلام آزاد ہو گیا اور اگر اس کی قیمت ۱۲۰ درم ہے تو ۲۰ درم کی کمائی کر کے ادا کرے تب آزاد ہو اور اگر اس کی قیمت ۸۰ درم ہے تو ۲۰ درم غلام پاد بیگا اور اگر موصی کا مال نقد نہیں اسباب ہے تو اس کی تفصیل فتاویٰ عالمگیری مذکور ہے و بدنا نیر و در اہم مسئلہ لا تصح فی الاصح کما لا تصح لعین من عیال مالہ اور اگر اپنے غلام کے واسطے دنانیر یا در اہم غیر متعینہ کی وصیت کی تو صحیح نہیں جیسے وصیت صحیح نہیں موصی کے اجناس مال سے ایک جنس کی م در میں خلاصہ سے منقول ہے کہ اگر غلام کے واسطے اپنے مال سے کسی جنس کی وصیت کی تو صحیح نہیں اور اگر ثلث مال کی مطلقاً وصیت کی تو صحیح ہے اور یہ عتیق کی وصیت ٹھہرائی گئی اور اگر دس درم یا دس دینار غیر متعین کی وصیت کی تو امام نسفی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ صحیح نہیں جیسے جنس کی وصیت صحیح نہیں انتہی طحاوی نے کہا دینار اور درم میں عدم تعیین کی قید اس واسطے لگائی کہ اس کی صحت متوہم تھی اور تعیین کی صورت میں تو جنس کے مانند وصیت صحیح نہیں وصحت لمکاتب لنفسہ او لمدربرہ او لام ولدہ استحسنانا لا لمکاتب وارثہ اور وصیت صحیح ہے اپنے ذاتی مکاتب کے واسطے اور اپنے مدبر اور اپنے ام ولد کے واسطے بطریق استحسان کے نہ اپنے وارث مکاتب کو اس واسطے وصحت لمکاتب و بہ کقولہ او وصیت بحسب جاریتی او ذاتی ہذہ لفلان اور وصیت صحیح ہے محل کے واسطے اور محل کی وصیت غیر کیواسطے درست ہے چنانچہ مالک کا یوں کہنا کہ میں نے وصیت کی اپنی اس لونڈی کے محل کی یا اپنے اس جانور کے محل کی فلا نے شخص کے واسطے م اور محل کے واسطے اس طرح وصیت ہے کہ مالک کہے کہ میں نے فلانی لونڈی کے محل کے واسطے اس قدر درہم کی وصیت کی کذانی الدرر ثم انما تصح ان ولد المحل لاقل من ستۃ اشہر لوزوج الحی علی حیاء ولو تیاہی معتدۃ عین الوصیۃ فلا قل من متین بدلیل ثبوت نسبہ اختیار و جو ہرہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت مذکورہ اسی وقت صحیح

جب کہ بچہ پیدا ہوا ہو چھ مہینے کی مدت سے کم تر میں اگر حاملہ کا زوج زندہ ہو اور اگر شوہر اس کا مردہ ہو اور حالانکہ حاملہ عدت میں ہو وصیت کے وقت تو مال سے کم تر مدت موت یا طلاق سے کذا فی الطحاوی مشروط ہے بدلیں ثابت ہونے اس کے نصیب کے کذا فی الاختیار والمجاہدہ ولا فرق بین الودی من الحيوانات اور کچھ فرق نہیں آدمی وغیرہ میں حیوانات سے یعنی حمل موصی لہ اور موصی بہ ہیں آدمی اور غیر آدمی برابر ہیں فلوا وصی لہ فی بطن دابة فلان لکشفق صحیح تو اگر وصیت کی اس بچہ کے واسطے جو فلا نے کے جانور کے پیٹ میں ہے تا اس پر صرف کیا جائے تو صحیح ہے واما حمل لآدمی مستہ اشہر وللغلیل حدی

سنۃ دلائل والخیل والحمائم والبقرة والاشاة خمسہ اشہر وللشہر ان والکلب والبعوض یومہ وللطیر احد وعشرون یوماً قہستانی مغز یا لاستیفار اور رت حمل یعنی اقل مدت حمل کی آدمی کے لئے چھ مہینے میں اور باحتی کیلئے گیارہ برس ہیں۔ اور ادنیٰ اور گھوڑی اور گدھی کے واسطے ایک سال اور تھے کے واسطے نو مہینے اور بھڑ بکری کے واسطے پانچ مہینے اور بلی کے واسطے دو مہینے اور کتے کی واسطے چالیس دن اور چڑیا کے لئے ۲۱ دن میں پتہ قہستانی میں ہے منسوب باستیفار من وقتہا ای وقت الوصیۃ وعلیہ المتون وصیت کے وقت اقل مدت حمل کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فختہ شامل ہیں ہم شارح نے اشارہ کیا کہ یہی قول معتبر ہے اور اقوال سے دنی النبیۃ من وقت موت الموصی اور نہ یہاں سے کہ موت موصی کے وقت سے اقل عمل کا شمار ہے دنی الکافی بالیقین من الاول ان کان لہ من الثانی ان کان بہ اور کافی میں وہ عبارت ہے جو اس سے مفید ہے کہ اگر حمل بھی ہے تو ابتدائے مدت حمل وصیت کے وقت سے شمار ہوگی اور اگر حمل موصی بہ تو موصی کی موت سے شمار ہوگا زار فی المنزول تصح الہیۃ للحمل لعدم قبضہ ولا ولایۃ علیہ لیتقبض عنہ زلیعی وغیرہ کنز میں اس قدر زیادہ بیان کیا اور صحیح نہیں میرے حمل کے واسطے اس کے عدم قبض کے سبب سے اور اس پر کسی کی ولایت نہ تاکہ ولی اس کی طرف سے مہربان پر قبضہ کرے کذا فی الزلیعی وغیرہ فلو صالح الواحل عنہ باوصی لہ لم یجز لہ لا ولایۃ لاب علی الجنین دوا بیتیہ تو اگر بچہ شکم سے اس کی طرف سے مہالحت کسے لہوض اس کے جو بچے کے واسطے وصیت ہو تو حائز نہ ہوگا اس واسطے کہ باپ کی ولایت نہا نہیں بچہ شکم سے کذا فی الولو المجتہ قلت و بہ علم جواب حادثۃ الفتوی دہی اند لیس للموصی ولو تخلفا التفرق فیا وقت للمحل بل قالوا محل لایلی ولا یولی علیہ میں کہتا ہوں اور بیان ہے حادثۃ فتویٰ کا جواب معلوم ہو گیا وہ یہ ہے کہ وصی اگر چہ مختار ہو اس کو تصرف کرنا جائز نہیں اس میں جو حمل کے واسطے وقف ہوا بلکہ فقہاء نے ہے کہ حمل یعنی بچہ شکم کی ولایت نہیں کسی پر اور نہ کسی کی ولایت اس پر ہے وصحت بالامتر الا حملہا اور لونڈی کی وصیت بدون اس کے کے صحیح ہے یعنی اگر یوں کہے کہ میں نے وصیت کی اس لونڈی کی فلا نے شخص کے واسطے مگر اس کے پیٹ کا بچہ وصیت میں داخل نہیں تو یہ ہے لہ تقران کل ما صح افرادہ بالعقد صح استثنائہ والافل لونڈی کی وصیت بدون حمل کے اس واسطے صحیح ہے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اصول میں کہی

بجہ ذکر کرنا عقد میں صحیح ہے تو اس کا نکال لینا بھی عقد سے صحیح ہے اور جیسا کہ نہیں اس کا نکالنا بھی صحیح نہیں یعنی چونکہ افراد حمل کا عقد وصیت میں مست ہے تو اس کا استثناء بھی وصیت سے صحیح ہے ومن المسلم للذی وبالعکس اور وصیت صحیح ہے مسلمان سے کافر ذمی کے واسطے اور اس کے اس ذمی کی وصیت مسلمان کے واسطے درست ہے ہم دلیل صحت اول کلام الہی ہے (لانیہا کم اللہ عن الذین لم یقاتلکم فی الدین ولم یخرجکم من ديارکم تبرؤم) یعنی نہیں روکتا تم کو اللہ تعالیٰ ان کافروں پر احسان کرنے سے جو تم سے نہیں لڑے دین میں اور نہیں نکالا تم کو تمہارے گھر دل سے اور بت ثانی کی دلیل یہ ہے کہ عقد ذمی سے ذمی مسلمان کے برابر ہو گیا معاملات میں تو احسان دونوں طرف سے درست ہوا حیات میں اسی طرح ہات میں کذا فی الدرر لا حربی فی دارہ اور وصیت جائز نہیں مسلمان کی کافر حربی کے واسطے دار الحرب میں اس واسطے کہ وصیت حسن سلوک ادا احسان ہے ہم ممنوع میں کفار مقاتلین پر احسان سے لقولہ تعالیٰ (انما ینکم اللہ عن الذین قاتلکم فی الدین) حتی تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی بات سے کہ اللہ تعالیٰ تم کو روکتا ہے ان کافروں کے احسان سے جو تم سے دین میں لڑے ہیں کذا فی الدرر عن الجامع الصغیر قید بدارہ لان المستامن کالذی کسا افادہ

المصنف نے عدم جواز وصیت میں دار الحرب کی قید لگائی اس واسطے کہ مستامن ذمی کے مانند ہے وصیت میں چنانچہ یہ فائدہ ملاحظہ فرمائیے بلکہ یہاں
یہاں بحث کی راہ سے ہم ملاحظہ کرنے کے واسطے مذکور ہے اور میر کبریٰ جواز مفہوم ہوتا ہے وجہ توفیق بن الکتان یہ ہے
کہ عدم جواز عقیدہ دار الحرب سے توبہ خزانہ ہے اس حربی سے جو دار الحرب میں نہیں یعنی مستامن یہی مراد ہے میر کبریٰ کہ حربی مستامن کے واسطے درست ہے
انتہی طوطاوی نے کہا کہ افادہ مذکور کے بیان کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ مستامن کا مسئلہ صریح مذکور ہے کتب فقہ میں قلت وہ صرح الحدادی والذیلی وغیرہ
سیحی تنانی وصایا الذی میں کتبا میں اور جواز وصیت مستامن کی تصریح کی ہے حدادی اور زلیعی وغیرہ نے اور آگے تن آوے گا ذمی کی وصایا میں ولا لوارث
وقالہ مباشرة لا تسبیا كما مراد درست نہیں ہے وصیت اپنے وارث اور اپنے قاتل کے واسطے جس نے موسیٰ کو بطریق مباشرت قتل کیا ہو نہ
تسبیب کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ تسبیب قتل حقیقی نہیں مہر حدیث مرفوعہ میں دارد ہے کہ لَا يَصِيَّةُ لِلْقَاتِلِ قَتْلَ سَبَبٍ جسے ضعیف حجر غیر ملکی کذا فی الدرر خواہ
قبل از قتل کے ہو یا بعد جرات کے بدیں طوطاوی حدیث کے کذا فی المنع الی باجائزہ وراثۃ تقرر عید الصلوٰۃ والسلام لادھیۃ لوارث الا ان یحیزہ المورث یعنی عند
وارث آخر کا یفیدہ آخر الحدیث و تحقیق وارث کے واسطے وصیت درست نہیں مگر موسیٰ کے وارثوں کی اجازت سے درست ہے بدلیل قول اکھتر علیہ السلام
کے وصیت نہیں وارث کے واسطے مگر یہ کہ وصیت کو وارث جائز رکھیں یعنی جب دوسرا وارث موجود ہو تب وارث کے واسطے وصیت درست نہیں چنانچہ
آخر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے چنانچہ اس کا تحقیق ہم عنقریب بیان کریں گے وہم کیا عطا ہوا غلبہ غلبہ باجائزہ صغیر و محنون اور اگر وہ اجازت دینے والا
وارث بالغ ہوں تو وارث صغیر اور محنون کی اجازت جائز ہوگی۔ واجازۃ المرلین کا بقاء وصیتہ اور وارث مرلین کی اجازت ابتدا وصیت کے ماتم
ہم یعنی اگر وارث بالغ مرلین نے وصیت کی اجازت دی تو اس کو شفا ہوگی تو وصیت صحیح ہوگی اور اگر مرلین مرگیا اسی مرض سے تو اگر موسیٰ مرلین کا بھی
ہے تو اجازت مرلین کی جائز نہ ہوگی جب تک مرلین کے اور وارث اس کی موت کے بعد اجازت نہ دیں اور اگر موسیٰ مرلین سے وارث نہیں تو اجازت
جائز ہے اور یہ ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی المنع ولو اجازۃ البعض در البعض جائز علی الجیز بقدر حصہ اور اگر بعض وارثوں نے اجازت دی اور بعضوں
نے دی تو اجازت دینے والے پر بہ قدر اس کے حصے کے وصیت جائز ہوگی او یكون القاتل صیامی اور فتنہ بلا اجازت لا یمالیسا الا للعقوبۃ یا کہ قاتل
یا محنون ہو تو وصیت جائز ہے بدون اجازت وارثوں کے اس واسطے کہ دونوں عقوبت کے لائق نہیں اولم یکن لہ وارث سواہ کی النبیہ ی سواہ
الموسیٰ لہ القاتل او الوارث حتی الوادی لزوجة اوہی لہ لم یکن ثمة وارث آخر تصح الوصیۃ ابن الکمال یا موسیٰ کا کوئی وارث نہ ہو سوائے اس کے کذا فی النہی
یعنی سوائے قاتل اور وارث موسیٰ لہ کے تو اگر وصیت کی اپنی زوجہ کو یا زوجہ نے وصیت کی اپنے زوج کو اور دہاں کوئی وارث نہیں تو وصیت صحیح ہے
کذا ذکرہ ابن الکمال زادنی المجیبۃ فلو اوصت زوجہا النصف کان لہ النصف مجیبہ میں اتنا زیادہ کیا تو اگر زوجہ نے اپنے زوج کے واسطے نصف مال کی
کی تو تمام مال اس کا ہو گا یعنی جب کہ زوجہ کا کوئی وارث نہ ہو سوائے زوج کے تو نصف مال بطریق وصیت کے اس کا ہو اور نصف بطریق میراث
قلت واما قیدہ وبالزوجین لان غیرہما لا یتحتاج الی الوصیۃ لانہ یرث النصف کلہ براد ورم وقد قد مناه فی الاقرار معز بالشربل لہ میں کہتا ہوں اور فقہوں نے زوجین
واسطے قید لگائی کہ زوجین کے سوا اور وارث کو وصیت کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ وارث ہو گا تمام مال کا و میراث یا قرابت کی وجہ سے اور
ہم اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الاقرار میں شربل لہ کی طرف نسبت کر کے دنی فتاویٰ النوائل اوصیٰ رجل بکل مالہ دما دلم یرک وارثا الا امر
فان لم یخز فلہا السدس والباقی للموسیٰ لہ لان لہ الثلث بلا اجازۃ فبقی الثلثان فلہا ربعہا و ہوسدس النصف ولو کان مکانہا زوج فان لم یخز فلہ الثلث والباقی
للموسیٰ لہ او فتاویٰ نوائل میں ہے کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی اور موسیٰ مرگیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا سوائے اپنی زوجہ کے
۱۲

دہر نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوجہ کے واسطے ششم حصہ ہے اور باقی موصی لہ کا ہے اس لئے کہ موصی لہ کا کٹ مال تو بلا اجازت ہے تو باقی ہیں ^{تہاں} دہر کی میراث کا چہارم حصہ ہے اور وہ ششم حصہ ٹھہرا کل مال کا اور اگر زوجہ کی بچہ نے زوج ہوا وارث وصیت کرنے والے کا اور اگر زوج نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کی میراث تہائی مال ہے۔ اور باقی مال موصی لہ کا ہے مگر جب زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کے مال کے چھہم ہوں گے پہنائی وصیت کی نکل کر چارہم باقی رہے اس میں جو تھائی زوجہ کی میراث ہے یعنی ایک سہم اور وہ ششم حصہ کل مال کا ہے اس واسطے کہ میراث معتبر ہوتی ہے قتی سے بعد اخراج وصیت کے اور اگر زوج وارث نے وصیت جائز رکھی تو اس کی میراث تہائی ہے یعنی دو سہم اور وہ نصف ہے باقی کا یعنی چارہم سہم کا و لاسن صبی غیر مبرز اصل و لونی وجوہ النحر خداناشافی اور وصیت مطلقاً صحیح نہیں اس صغیر سے جس کو نیک و بد کی امتیاز نہیں اگرچہ اس نے امور نیک میں وصیت کی ہو برخلاف ایام شافعی کے کہ نیک کام میں ان کے نزدیک صحیح ہے و کذا لا تصح من لم یز الائی تجہیزہ و امر دنہ فجزا استحساناً اور اسی طرح صغیر سے صغیر سے وصیت صحیح نہیں اگر اس کی تجہیز اور دفن کے امر میں تو وصیت استحساناً جائز ہے مگر تجہیز اور تکفین میں مصلحت کی مراعات ہوگی خلاصہ میں ہے کہ اگر وصیت کی ہزار درہم کے کفن کی تو متوسط کفن دیا جائے گا اور دو کپڑوں کی وصیت کی کفن میں تو شرائط وصیت کی رعایت نہ ہوگی اور اگر پانچ یا چھ کپڑوں کی وصیت کی تو شرائط وصیت کی رعایت ہوگی اور اگر وصیت کی کہ فلا نے قبرستان میں فلا نے زبک پاس کو دفن کریں تو شرائط کی مراعات ہوگی اگر زیادہ صرت نہ ہو کذا فی الطحاوی علیہ تحقیق اجازۃ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوصیۃ یا فاع یعنی الراتی اور اسی پر یعنی تجہیز اور تکفین پر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجازت قریب البلوغ صغیر کی وصیت کے واسطے محمول ہے یعنی فاروق اعظم نے جو صغیر کی وصیت کو جائز رکھا تھا تو وہ وصیت تجہیز یا تکفین پر محمول ہے نہ مطلقاً یا راتی سے بالغ مراد سے کذا فی مخرج الحموی وان وصیۃ بات لجد الادراک او اضافہا الیہ کان اور کت نقلی لفن لم یجز لقصور ولایت فلا یمیکہ تجہیزاً وعلیقاً کما فی الطلاق بخلاف الجہد کما افادہ بقولہ صغیر کی وصیت صحیح نہیں اگرچہ وہ بونگ کے بعد مرگیا ہو یا وصیت کو بونگ کی طرف نسبت کیا ہو اس طرح کہ اگر بچہ جو بالغ ہو تو میراث تہائی مال فلا نے شخص کے واسطے ہے تو وصیت جائز نہ ہوگی صغیر کے قصور ولایت کے سبب سے تو اس کا مالک نہ ہوگا نہ تجہیز کے طریق سے نہ تنقی کے طریق سے چنانچہ طلاق میں اسکو ملک نہیں بقولہ غلام کے چنانچہ مصنف نے اپنے آئندہ قول میں اس کو ذکر کیا ہے ولا من یجد ومکاتب دان ترک المکاتب وفاء وقیل عنہما تصح فی سورۃ ترک للوفاء دور اور وصیت صحیح نہیں غلام اور مکاتب سے اگرچہ مکاتب نے ارک بدل کتابت کے واسطے مال چھوڑا ہو اور بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک وصیت صحیح ہے در صورت ترک کرنے ارانے مل کتابت کے کذا فی الدرر الا اذا اضافہا کل منہا وعبارة اللہ اضافہا الیہ ^{لحق} نقص لندال المانع وہو حق المولیٰ مگر جب کہ غلام یا مکاتب ہر ایک شخص نے وصیت کو عتق کی طرف نسبت کیا تو وصیت صحیح ہوگی مائع کے زوال کی وجہ سے اور وہ مائع وصیت حق ہے مولیٰ کا اور درر کی عبارت یوں ہے اضافہا یعنی غلام اور مکاتب دونوں نے وصیت کو عتق کی طرف مضاف کیا م یعنی غلام اور مکاتب کی وصیت حق مولیٰ کے سبب سے جائز نہ تھی پھر جب وصیت کی تعلیق آزادی پر مبنی تو اب مولیٰ کا حق باقی نہ رہا تو وصیت صحیح ہوگئی ولا من معتقل اللسان بالاشارة الا اذا امتدت علیہ حتی صارت لہ اشارۃ معہودۃ فہو کا خیر اور وصیت جائز نہیں بستر زبان بطریق اشارہ کے مگر جب کسی بستر زبان متد ہوگی یہاں تک اسکا اشارہ کرنا معلوم ہو گیا ہو تو بستر زبان ترک کیے کی مانند ہے م معتقل اللسان ہے جو کلام کرے پر قادر نہ ہو مگر عتق فی العموی ودر میں ہے کہ گوئی کا اشارہ لکھنا بیان کے مانند ہے برخلاف معتقل اللسان کی وصیت اور کماخ اور طلاق اور یرید و تصامس کے وجہ فرق یہ ہے کہ اشارہ قائم مقام عبارت کے ہوتا ہے جب کہ وہ معہود اور معلوم ہو گیا ہو سو گوئی میں تو معلوم ہے نہ بستر زبان میں وقد لا امتداد سنۃ قیل اذا امتدت لموتہ جازا قرارہ بالاشارة والاشہار طبعان کا فوسن تا لواء علیہ الفتوسے درر دیجی فی مسائل شتی اور بستر زبان کا امتداد ایک سال پر معین کیا گیا اور بعضوں نے کہا جبکہ بستر اس کی موت تک متد ہوئی تو اس کا اقرار اشارہ سے جائز ہے اور اس پر گواہ ہونا درست ہے اور بستر زبان گوئی کے مانند ہو گیا اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ آگے آوے گا مسائل شتی کا کتاب میں وانما یصح قبولہا بعد موتہ لان دان ثبوت حکمہا بعد الموت اور وصیت کا قبول نہ صحیح نہیں مگر موصی کی موت کے بعد اس واسطے کہ ثبوت علم

وصیت کا وقت تو بعد موت کے ہے مگر موصی کے موت کے بعد موصی نے وصیت قبول نہ کی تو وصیت موقوف رہے گی اس کے قبول کرنے پر موصی کے
 میں داخل نہ ہوگی بدون قبول کے اور موصی کے وارث کی ملک سے بھی مانع ہے کذا فی الاتفاق فی بطل قبول ہا و رد ما قبلہ تو وصیت کا قبول کرنا اور
 موصی کی موت سے پہلے باطل ہے واما ملک بالقبول الا اذا مات موصیہ ثم ہو لا قبول فہو ای مال الموصی بہ لورثہ بلا قبول استحسانا کما مراد وصیت کی چیز
 کی ملک بدون قبول کرنے کے نہیں ہوتی مگر جبکہ اس کا موصی مرے پھر موصی لہ مرے بدون قبول کرنے کے تو وہ یعنی مال موصی بہ موصی لہ کے وارث کا ہے بدون قبول
 استحسان کی دلیل سے چنانچہ گذر گیا ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ وصیت تو موصی کی طرف سے اس طرح تمام ہوگئی کہ فسخ کی متعل نہیں مگر موقوف تھی موصی لہ کے
 کے سبب سے پھر جب موصی لہ مر گیا تو اس کی ملک میں وصیت کا مال داخل ہو گیا چنانچہ اس بیع میں جس مشتری کا خیار شرط تھا پھر مشتری مر گیا اجازت سے پہلے
 فی شرح اللہ رد کذا الوصی للجنین یہ غل فی ملک بلا قبول استحسانا لعدم من یلی علیہ یقبل عنہ کما مراد اسی طرح اگر بچہ شکمی کے واسطے وصیت کی تو وہ اس
 ملک میں داخل ہوگا بدون قبول کے استحسان کی وجہ سے سبب نہ ہونے اس شخص کے جس کی ولایت ہو اس پر تاکہ وہ اس کی طرف سے قبول کرے چنانچہ
 ہو گیا ولہ ای للموصی الرجوع عنہا بقول صریح أو فعل لقطع حق المالك عن الغصب بان یزیل اسمہ و اعظم منافعہ کما عرف فی الغصب اور موصی
 پھر جانا وصیت صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو ملک کے حق کو قطع کر لیتا ہو مقصود سے اس طرح ہر کہ اس چیز کا نام بدل ڈالے اور اس کا بڑا فائدہ زائل کر
 چنانچہ کتاب الغصب میں معلوم ہو چکا ہے چنانچہ کڑے کی وصیت کی پھر اس کو قطع کیا اور سیا تو اب اس کا نام بجا اور قمیض أو فعل یزید فی الموصی بہ ما یکم
 تسلیمہ الا یہ کلمت السؤل الموصی یسمن والبنار فی الدار الموصی بہا بخلاف تجصیصا وہم بنائا لہ تصرف فی التالیع یا ایسا فعل ہو جو موصی یہیں اس کو
 کر دے جو موصی بہ کی تسلیم کا مال ہو بدون اس کے جیسے موصی بہ شو کو گھی کے ساتیلت کرنا اور جیسے عمارت بنانا موصی بہا گھر میں بر خوات اس گھر کی چونکہ
 اور اس کی عمارت ڈھانے کے اس واسطے کہ وہ تصرف ہے تالیع میں نہ اصل میں و تصرف عطف علی بقول صریح و عطف ابن کمال تجا للرد بآو و علیہ فہو
 فی کون فعل یفید رجوع منہا کما یفیدہ تن لدر فتد بریزیل لکہ فان رجوع عاد لکہ ثانیام لا کالبیع والبیعہ اور موصی کو رجوع جائز ہے لیے تصرف سے جو اس کی
 زائل کر دے چنانچہ بیع اور بیعہ تو یہ تصرف جمع ہے وصیت سے خواہ وہ چیز موصی کی ملک میں دوسری بار آوے یا نہ آوے شارح نے کہا قول و تصرف
 عطف ہے بقول صریح پر اور ابن کمال نے رد کا تالیع ہو کر اس کو بلفظ او عطف کیا ہے اور اس تقدیر پر تو تصرف اصل ثالث ہے اس کے فعل کے
 رجوع ہونے میں چنانچہ رد کا متن اس کا مفید ہے سو اس کو غور کر لے و کذا اذا غلط بغیر بحث لایکن تیزہ اور اسی طرح رجوع عن الوصیہ ہے جبکہ موصی
 موصی بہ کو ملا دیا غیر سے اس طرح کہ اس کا جدا کرنا ممکن نہیں لایکن راجعا بغسل ثوب اوصی بہ لہ تصرف فی البیع موصی وصیت سے راجع نہ ہوگا مگر
 کے ثوب دینے سے جس کی اس نے وصیت کی اس لئے کہ یہ تصرف ہے تالیع میں کہ اصل میں و اعلم ان التخییر لحد موت الموصی لایضر اصلا اور یہ معلوم کہ
 کر موصی کی موت کے بعد اصلا ضرر نہیں کرتا وصیت میں ولا یجوز رد و رد کذا فی الفتاویٰ فی الجمع لیتی و مثله فی العینی ثم نقل عن العیون ان الفتاویٰ علی انہ
 و فی السراجیہ و علیہ الفتاویٰ و آراء المصنف اور موصی راجع نہیں ہوتا وصیت کے انکار کرنے سے اسی طرح ہے رد اور رد کذا و رد کذا یہ کے متن میں اور جمع
 کما سی قول پر فتویٰ ہے اور ماخذ اس کے عینی شرح جمع میں ہے پھر عینی نے عیون سے نقل کیا کہ فتاویٰ اس پر ہے کہ انکار رجوع ہے وصیت سے ام
 میں ہے کہ اس قول پر فتویٰ ہے اور مصنف نے اس کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں ہم معلوم ہو کہ یہاں دونوں قول پر فتویٰ ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ
 صفی کی شرح جامع کبیر سے نقل کیا کہ رد درمی نے اپنے مختصر میں اس مسئلہ کا خلاف نہیں ذکر کیا اور نہ محمد نے اپنی کتابوں میں لیکن کتاب الوصایا میں ان
 رجوع کہا اور جامع کبیر میں رجوع نہیں کہا اس وجہ سے مشائخ میں اختلاف واقع ہوا بعضوں نے کہا کہ اس مسئلہ میں رد و ایستیں ہیں اور بعضوں نے
 کا قول قیاس کا جواب ہے اور کتاب الوصایا کا قول استحسان کا جواب ہے انتہی انتہی و کذا لایکن راجعا لقولہ کل وصیۃ او وصیت بہا فخرام اور بار او آخر تھا

اسی طرح موصی راجع نہ ہوگا اس قول سے کہ جو وصیت کہیں نے کی وہ حرام خواہ بیاچ ہے یا اس وصیت میں تاخیر ڈالی میں نے بخلاف قولہ ترک تھا برخلاف اس قول سے کہ میں نے وصیت کو ترک کیا یعنی یہ رجوع ہے وصیت سے م تاخیر رجوع نہیں اور ترک رجوع ہے اس واسطے کہ ترک کشتے اسقاط ہے اور تاخیر اسقاط نہیں و بخلاف قولہ کل وصیہ وصیتہا فی باطلہ او الذی او وصیت بہ لزید فہو حکم و اقلان و ارنی نکل ذلک رجوع عن الاول و تکن لورثہ بالا جازۃ کما برخلاف اس قول کے کہ جو وصیت میں نے کی وہ باطل ہے یا جو وصیت کہیں نے زید کے واسطے کی وہ عمر کے واسطے ہے یا فلا نے میرے وارث کے واسطے ہے تو ہر ایک یہ قول رجوع ہے اول سے اور وارث کی وصیت ثابت ہوگی دوسرے وارث کی اجازت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ وارث کے حق میں وصیت بدون اجازت اور وارثوں کے درست نہیں ولو کان فلان الاخر میتا و کتھا فالاولیٰ من الوصیتین بکالہا لبطون الثانیۃ اور اگر دوسرا فلاں شخص مردہ ہو وصیت کے وقت تو دو وصیتوں میں سے پہلی وصیت بحال خود قائم ہے بسبب باطل ہونے دوسری وصیت کے ولو جیاد و کتھا فمات قبل الموصی بطلت الاولیٰ بالرجوع والثانیۃ بالموت اور اگر دوسرا موصی زندہ ہے وصیت کے وقت پھر مر گیا موصی سے پہلے تو پہلی وصیت تو باطل ہو گئی رجوع کرنے سے اور دوسری وصیت باطل ہو گئی موصی لمہ کی موت سے و تبطل ہبۃ المریض و وصیت لمن نکحہا بعد ہما کی بعد البیتہ والوصیتہ لہا تقرر انہ یخیر لہما جواز الوصیت کون الموصی لہ و ارشاد عز و ارث وقت الموت لا وقت الوصیتہ اور مریض کا بہرہ اور اس کی وصیت باطل ہے اس عورت کے واسطے جس نے موصی سے نکاح کیا بہرہ اور وصیت کے بعد اس لئے کہ ثابت ہو چکا ہے یہ کہ جو وصیت کے واسطے موصی کا وارث یا غیر وارث ہونا موت کے وقت معتبر ہے نہ وصیت کے وقت م وصیت تو اس وجہ سے باطل ہے کہ عورت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہیں مگر موت کے وقت وارث ہوگی نکاح سے اور حالانکہ وارث کے واسطے وصیت جائز نہیں اور بہرہ مریض کا اس واسطے درست نہ ہو کہ اگرچہ بہرہ بجز ہے عورت میں لیکن مرض کے سبب سے وہ حکما مفیان الی بعد الموت ہے اس واسطے کہ بہرہ واقع ہو گیا ہے و صلیا کے موقع میں کوئی تبرع ہے تو اس کا حکم ثابت ہوگا موت کے نزدیک بخلاف الاقرار لانہ یعتبر کون المقر لہ و ارشاد غیر وارث یوم الاقرار فلو اقر لہا فکما فمات جاز بخلاف اقرار کے اس واسطے کہ مقر لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا اقرار کے دن معتبر ہے تو اگر عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا پھر مر گیا تو اقرار جائز ہے م اقرار کے وقت عورت وارث نہ تھی پھر نکاح سے وارث ہوئی تو یہ اقرار کے واسطے معتبر نہیں و بطل اقرارہ و وصیتہ و ہبۃ لہا کا فرا و عبدا اور مکاتبا ان اسلم او اعتق بعد ذلک لقیام البتۃ وقت الاقرار فیورث تہمتہ الا یثار اور باطل ہے اس کا اقرار اور اس کی وصیت اور اس کا بہرہ اپنے فرزند کافر کے لئے یا غلام یا مکاتب کے لئے اگر فرزند مسلمان ہو گیا ہو یا غلام اور مکاتب کو آزاد کیا ہو لہذا اس اقرار اور بہرہ اور وصیت کے سبب قائم ہوئے فرزند کے اقرار کے نتیجہ تہمت ایشار کا مورث ہے م بہرہ اور وصیت کا حال تو مذکور ہو چکا کہ ان میں موت کا حال معتبر ہے اور اقرار اگرچہ مزم بنفسہ لیکن ارث کا سبب یعنی فرزند اقرار کے وقت موجود ہے تو یہ تہمت ایشار کی موہم ہے تو اقرار تہمت کے اعتبار سے ملحق بوصیت ہو گیا کذا فی الدرر و ہبۃ مقعدہ مفلوج و اشل و مسلول بہ علة السل و مخرج فی الرئۃ من کل مالہ ان طالت مدۃ سئلۃ ولم یخف موتہ منہ و الا نطل و خیف موتہ فمن ثلثہ لانہا امراض مزمنۃ لا قاتلۃ و مقعدہ مفلوج و اشل و مسلول کا بہرہ اس کے تمام مال سے نافذ ہے اگر مرض کی مدت ایک سال تک دراز ہو گئی ہو تو اس مرض سے موت کا خوف نہ ہو اور اگر مرض کی مدت دراز نہ ہوئی ہو یعنی ایک سال نہ گزرا ہو اور موت کا خوف ہو تو اس کا بہرہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اس واسطے کہ وہ مرض مزمن متطاوہ ہی قاتل اور مہلک نہیں شارح نے کہا مسلول وہ ہے جس کو سس کی بیماری ہو اور وہ پھیپھڑے کا قرح ہے م مقعدہ یعنی م وہ بیمار ہے جو چھٹنے پھرنے سے عاجز ہو پاؤں کی بیماری سے اور مفلوج وہ جس کو فالج کی بیماری ہو یعنی آدھا و صر ص و حرکت سے رہ گیا ہو اور اشل وہ جس کے ہاتھ میں ریشہ ہو یعنی ہاتھ کا پٹا ہو خلاصیہ ہے کہ یہ امراض مزمنہ اس کو عارض ہوں اور وہ کوئی تبرع کا تصرف کسے اور پھر مر جائے برس سے پہلے تو یہ مرض الموت ہے تو اس کا تصرف ثلث مال سے نافذ ہوگا اور اگر بعد سال کے مرا تو مرض الموت نہیں اس لئے ایک نسخہ فیہ ہے بجائے یعنی اس علت میں موت کا خوف نہ ہو ۱۱۵ بہتر تفسیر اشل کہ یہ تھی جس کا ہاتھ بیکار ہو گیا چنانچہ کتب لغت اس کے شاہد ہیں ۲

واسطے کہ جب سال کی چاروں فصلوں میں جن میں منظر تھلاک ہونے کا زندہ رہنا چاہیے تو اس کا جس بمنزلہ طبیعت اور عادت کے ہو گیا بعضوں کے حکم میں رہا یہاں تک کہ علاج کے بھی لائق نہ رہا کذا فی الدرر قبل مرئ الموت ان لا یخرج لخرج نفسه وعلیه اعتمد فی التجربة بئذانیہ بعضوں نے کہا کہ مرض الموت یہ ہے کہ آدمی اپنی حاجتوں کے واسطے نہ نکلتا ہو اور اسی قول پر اعتماد کیا ہے تجربہ میں کذا فی الزاریہ و المختار انہ ما کان الغالب من الموت وان لم یکن صاحب فراش قہستانی عن مینہ الذخیرۃ اور قول مختاریہ ہے کہ مرض الموت رہے جس سے موت غالب الوقوع ہو اگرچہ بیمار صاحب فراش نہ ہو کذا فی القہستانی عن مینہ الذخیرۃ واذ اجمع الوصایا قدم الفرض وان افعلوا فی ر ان لسادت قوۃ قدم ماقدم اذا ضاق الثلث عنہا اور اگر مجتمع ہوں چند قسم کی وصیتیں یعنی فرض اور واجب اور نفل تو فرض مقدم ہوگا اگرچہ اس کو موصی نے مؤخر کیا ہو اور اگر وصایا برابر ہوں فرض یا نفل ہونے میں تو وہ مقدم ہوگا جس کو موصی نے مقدم کیا اگر تنہا ہی مال تمام وصایا کی گنجائش نہ رکھتا ہم قہستانی نے کہا ابتدا کرنا چاہیے اس فرض سے جو حق العبد ہے پھر اس فرض سے جو حق اللہ ہے پھر واجب پھر نفل ایسا مردی نقبائے کذا فی الطوطاوی قال الزلیعی لفارۃ قتل وظهرہ یکن مقدّمہ علی الفطر لوجوبہ بالکتاب دون الفطرۃ علی الاصحیۃ بوجوبہا اجماعا دون الاصحیۃ نہ یعنی نے کہا کہ قتل اور ظہار اور قسم کا کفایہ مقدم ہے صدقہ فطر پر اس واسطے کہ کفایات مذکورہ کا وجوب کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ صدقہ فطر کا اور صدقہ فطر مقدم ہے قربانی پر بسبب واجب ہونے صدقہ فطر کے اجماع سے نہ قربانی یعنی قربانی کا وجوب اجماع سے ثابت نہیں و فی القہستانی عن النہیریۃ عن الامام الطوایسی مینہ کفارۃ قتل ثم یمین ثم ظہار ثم انظار ثم انذار ثم الفطوۃ ثم الاصحیۃ و قدّم العشر علی الخراج اور قہستانی میں بھی یہی ہے امام طوایسی سے یوں مردی ہے کہ ابتدا کی جائے کفارۃ قتل سے پھر کفارۃ ظہار سے پھر کفارۃ انظار سے پھر تندر سے پھر صدقہ فطر سے پھر قربانی سے اور عشر مقدم کیا جائے خراج پر و فی البرجندی مذہب ابی حنیفہ ان حج التفضل افضل من الصدقۃ اور برجندی میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کا پچھلے مذہب یہ ہے کہ حج نفل افضل ہے غیرات سے م اول یہ مذہب تھا کہ صدقہ افضل ہے حج سے پھر جب حج کی مشقت اہم نے دیکھی تو حج کو افضل کہا صدقہ سے کذا فی الطوطاوی اوصی بحج ای حجتہ الاسلام حج عنہ را کبا وصیت کی حج کی یعنی فرض حج کی تو اس کا وارث یا وصی موصی کی طرف سے حج کرا دے سوار کر کے شہر سے م اس واسطے کہ موصی پر حج فرض تھا اس وطن سے سوار ہو کر نہ پیدل تو اسی طرح سے اس کے نائب پر فرض ہوگا فلولم تبلغ النفقۃ من بلدہ فقال رجل نذا حج عندہ مال اشیا لا یجزیہ قہستانی مغیرا للتمتہ سوار خرج کفایت ذکر سے موصی کے شہر سے سوا یک مرد نے کہا کہ میں حج کروں گا میت کی طرف سے اسی قدر مال قلیل پر پیدل تو یہ حج کفایت ذکر سے کامیت کی طرف سے چنانچہ قہستانی میں ہے تہ سے منقول من بلدہ ان کفی نفقۃ ذلک والامن حیث تکفی اگر خرج کفایت ذکر سے سوار ہو کر وطن سے اور اگر کفایت ذکر سے تو جس مکان سے کفایت ذکر سے سوار کر کے نائب کو حج کے واسطے روانہ کرے وان مات حاج نی طریقۃ و اوصی باحج من بلدہ را کبا و قال من حیث مات استحسانا ہدیہ رجبتی و ملقی قلت و مفادہ ان قولہ قیاس و علی المتون فکان القیاس ہنا ہو المعتمد فافہم اور اگر حج کا جانے والا راہ میں مر گیا اور اس نے وصیت کی اپنے عوض حج کرانے کی تو حج کر دانا چاہیے میت کے شہر سے سوار کر کے اور صاحبین نے کہا جہاں سے مر گیا وہاں سے چاہیے استحسان کی وجہ سے کذا فی الہدایۃ والمجتبی والمقتفی میں کہتا ہوں اور یہاں سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کا قول قیاس ہے اور اسی پر متون فقہ کی مشتمل ہیں تو یہاں قیاس ہی معتبر ہوا استحسان سے سوا اس کو سمجھ رکھ م جہاں قیاس اور استحسان جمع ہوتے ہیں تو استحسان مقدم ہوتا ہے مگر یہاں قیاس ہی مقدم ٹھہرا ان بلغ نفقۃ ذلک والامن حیث تبلغ اگر اس کا خرج کفایت ذکر سے سوار کی طرف سے اور اگر کفایت ذکر سے تو جہاں سے کفایت ذکر سے وہیں سے سوار کر کے حج کر دانا چاہیے بالاتفاق ومن لا یظن لہ من حیث مات اجماعا اور جس شخص کا وطن نہ ہو تو جہاں رہ مر گیا وہاں سے حج کر دانا چاہیے باتفاق امام اور صاحبین کے اوصی ہاں لیشتری بطل العبد یعتق عنہ عن الموصی ولم تجز اور ثبوت بطلت یہ وصیت کی کہ اس کے مال سے غلام خرید کیا جائے پھر آزاد کیا جائے موصی کی طرف سے اور اس کے وارثوں نے اس کو جائز نہ رکھا تو وصیت باطل ہے کذا اوصی ہاں لیشتری لہ عبد بالف درهم و ذہا والاف علی الثلث و قال لیشتری بطل الثلث فی السلتین مجمع اسی طرح جب کہ وصیت کی کہ خرید کیا جائے اس کے واسطے غلام ہزار درہم اور ہزار ثلث مال سے زیادہ ہیں تو وصیت باطل ہے اور صاحبین نے کہا کہ تمام ثلث سے دونوں صورتوں میں غلام خرید کیا جائے کذا فی الحج مرئیش اوصی بوصایا ثم برئ من مرضہ ذلک وعاش سنین ثم مرض فوصایا ہ یا قیۃ ان لم یقل ان مات من مرضی ہذا فقد اوصیت

بکذا کذا فی الخانیہ بیمار نے چند وصیتیں کیں پھر وہ چنگا ہو گیا اپنی اس بیماری سے اور چند سال زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اس کی وصیتیں باقی ہیں اگر اس نے یوں نہ کہا ہو کہ میں اپنے
 اس مرض سے مرگتا تو میں نے یہ وصیت کی کذا فی فتاویٰ کا ضیاعاں اوصیٰ بوصیتہ ثم خیر ان طبق الجنون حتی یبلغ سنۃ اشرط لطلت والا لاموصیٰ نے وصیت کی پھر وہ
 مجنون ہو گیا اور اس کا جنون دیر تک ٹھہرا یہی تک کہ چھ مہینے تک پہنچا تو وصیت باطل ہے ورنہ باطل نہیں دکنہ لود اوصیٰ ثم اخذ بالوصیٰ فصار معتقاً حتی مات بطلت غایۃ
 اور اسی طرح اگر وصیت کی پھر موصیٰ کو دوسواں نے یا سوروہ بے ہوش ہو گیا اور غافل ہو گیا یہاں تک کہ مرگیا تو وصیت باطل ہے کذا فی الخانیہ اوصیٰ بان لیا ربیتہ من فلان ابن لشیقی
 عند المار شہرانی الموسمی سبیل اللہ فہو باطل فی قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ غایۃ یہ وصیت کی کہ موصیٰ کا گھر عاریت دیا جائے فلا نے شخص کو یا یہ کہ پانی پلا یا جاملے موصیٰ کی طرف
 سے مہینے بھر حج کے موسم میں یا خدا کی راہ میں تو وہ باطل ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں کذا فی الخانیہ کہ لود اوصیٰ بہذا التین لدواب فلان فان الوصیت
 باطلہ ولو قال یعلف بہا دواب فلان جائزاً پھر اگر یوں وصیت کی کہ یہ بھوسہ فلا نے شخص کے جانوروں کے لئے عباس ہے تو وصیت باطل ہے پھر یوں کہ اس بھوسے سے
 فلا نے جانوروں کو چارہ دیا جائے تو وصیت جائز ہے لود اوصیٰ بان یتفق علی فرس فلان کل شہر کذا ہزار و تطل بیعہا اور اگر یہ وصیت کی کہ فلا نے کے گھوڑے پر ہر مہینے
 میں اس قدر خرچ کیا جائے تو جائز ہے ۱۰۰۰ اور گھوڑے کا بیچ ڈالنا وصیت کو باطل کر دیتا ہے م غایۃ میں ہے محمد نے کہا یہ وصیت صاحب فرس کے واسطے
 ہے پھر اگر گھوڑا مر گیا یا مالک نے اس کو بیچا تو وصیت باطل ہوگی انتہی و اوصیٰ بکلی دارہ رجب و لا مال لہ سوا ما جازولہ سکنا ما دام حیاً و لیس للوارث شیء فلیہا و قال ابو یوسف لہ ذلک ولہ ان
 یعام الورثۃ ایضاً و یغیر ثالث الوصیۃ غایۃ اگر وصیت کی اپنے گھر کی سکونت کی ایک مرد کے واسطے اور موصیٰ کا کچھ مال نہیں سولے اس گھر کے تو جائز ہے اور یہ کہ اس
 میں رہنا یعنی تہائی گھر میں درست ہے جب تک وہ زندہ رہے اور مرث کے وارث کو اس کے گھر کی دہائیاں بچھا درست نہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ دینی بیع ثلثین
 جائز ہے وارث کو اور یہ بھی جائز ہے وارث وارثوں سے مقاسم کر لے اور تہائی وصیت کی جدا کر دے کذا فی الخانیہ لود اوصیٰ بقطنہ لرجل حکیمہ لاخر و اوصیٰ
 بلحم شاة مینۃ لرجل و بکلبہ بالآخر و اوصیٰ بکھنطۃ فی سبیلہا لرجل و بالتین لہما علی الوصی لہما ان یدرس و یسلخ الشاة اور اگر اپنی کپاس کی وصیت کی ایک مرد
 واسطے اور اس کے پٹو کی وصیت کی دوسرے شخص کیلئے اور موصیٰ بکری کے گوشن کی وصیت کی ایک مرد کو واسطے اور اس کی کھال کی وصیت کی دوسرے کو واسطے تو بالیوں اور بھوسے کی وصیت دونوں
 مردوں کے لئے جائز ہے اور دونوں پر لازم ہے گیسوں کا مانڈنا اور بکری کی کھال کا گوشت سے جدا کرنا م اور اسی طرح دونوں پر لازم ہے کپاس کا
 ادٹنا یعنی تاکہ ہر ایک کا حصہ جدا ہو جائے اوصیٰ بثلث مالہ لبیت المقدس جاز ذلک یتفق فی عمارۃ بیت المقدس و فی سراجہ و نحوہ قالوا و ہذا
 یفید جواز التفقۃ من وقف المسجد قادیلہ و سراجہ و ان یشری بذلک الزیت و النقط للقدیل فی رمضان غایۃ وصیت کی اپنے تہائی مال کی بیت المقدس کے واسطے
 تو یہ جائز ہے اور وہ مال خرچ کیا جائے بیت المقدس کی عمارت میں اور اس کے چراغ میں اور مانند اس کے عمار نے کہا کہ یہ دلیل ہے اس کی کہ مسجد کے وقف سے
 خرچ کرنا مسجد کی قندیلوں اور اس کے چراغوں پر جائز ہے کہ مسجد کے وقف سے تیل اور روغن قندیلوں کے واسطے رمضان میں خرید کیا جائے کذا فی الخانیہ و فی المجتبی
 اوصیٰ بثلث مالہ لکعبۃ ہاز و لیسر لفقرا لکعبۃ لا غیر و کذا المسجد المقدس اور مجتبیٰ میں ہے کہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی کعبہ شریف کے واسطے تو جائز ہے اور وہ
 مال کعبہ معظمہ کے محتاجوں کے واسطے صرف کیا جائے نہ اور کام میں اور اسی طرح کا حکم مسجد اور بیت المقدس کی وصیت کا ہے م یہ دوسرا قول ہے متن کے مخالف کذا
 فی الطحاوی و فی الوصیۃ لفقرا لکعبۃ جائز لغیرہم اور فقرا نے کو ذی وصیت ان کے سوائے اور محتاجوں پر مرن کرنا جائز ہے اور یہی حکم ہے فقرا نے حاج اور فقرا نے
 کا کذا فی العائلیۃ و فی الخانیۃ اوصیٰ بکذلک المسجد دیوزن فیہ جاز و یکن کعبہ لوارث الوصی اور غایۃ میں ہے کہ وصیت کی اپنے غلام کی کہ مسجد کی خدمت کرے
 اور اس میں اذان دے تو وصیت جائز ہے اور کما فی اس غلام کی موصیٰ کے وارث کی لود اوصیٰ بثلث مالہ لاسلال البر لا لیسر و ثلثہ لبناء المسکن دن احد علی ہستان
 اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت نیک کاموں کے واسطے لے تو اس کا تہائی مال قید خانہ بنانے میں صرف نہ کیا جائے گا اس واسطے کہ اس کی اصلاح بادشاہ ہے
 اوصیٰ بان یخذ الطعام بعد موتہ للناس ثلثۃ ایام فالوصیۃ باطلۃ کما فی الخانیۃ عن ابی بکر البلیغی یہ وصیت کی کہ موصیٰ کی موت کے بعد کھانا تیار کیا

کہا جائے لوگوں کے واسطے تین دن تو یہ وصیت باطل ہے چنانچہ غانیہ میں ابو بکرؓ نے مروی ہے فیہا عن ابی جعفر اذ می باغاز الطعام لبد موتہ بطعم الدین کھضر دن
 المتعزۃ جاز من الثلث وکیل لمن طال مقامہ ومسافتہ لمن یطول ولا یفصل طعام ان کثیرا لیس من دالالاتہی اور غانیہ میں ابو جعفر سے منقول ہے کہ وصیت کی کھانا تیار کرنے
 اپنی موت کے بعد اور وہ کھلایا جائے ان کو جو ماتم پرسی کے لئے آویں تو جائز ہے تہائی مال سے اور وہ کھانا حلال ہے اس کو جو ماتم داری میں بہت ٹھہرایا اس کے
 مکان کی مسافت دراز ہے نہ اس کو حلال ہے جس کی مسافت بعید نہیں اور نہ زیادہ مقام کیا اور اگر کھانا پچ رہا تو اگر کثیر ہے تو اس کا تاوان وہی پرسی ہے اور اگر قلیل ہے
 تو تاوان نہیں اتنی مافی النمانۃ قلت جل المصنف ادا علی طعام یکتمع لانا سحائت بقیتہ ثلثہ ایام فکون دھیلہ بن غبطت دان فی علی ما کان لغیرہن میں کہتا ہوں اور مصنف
 نے اپنی شرح میں قول لول لکھنی ابو بکرؓ کے قول کو بطلان وصیت میں ہے محمول کیا ہے اس کھانے پر جس کے واسطے نوہ گروہ میں جمع ہوتے ہیں باقی تین دن
 میں نہ وصیت ہوتی نوہ گروہ کے واسطے تو باطل ٹھہری اور قول ثانی یعنی ابو جعفر کے جواز وصیت کو اس کھانے پر جو سوائے نوہ گروہ کے لوگوں کے واسطے پکایا جائے مرنے
 گروہ کے واسطے وصیت کا باطل ہونا ظاہر تین دن پر مخصوص نہیں کیونکہ وہ تو گناہ ہے یعنی تین دن کے بعد بھی نوہ گری گناہ ہے کذا فی الطحاوی فردع مسائل
 طحہ شارح کے اوصی ہاں لیس علی طہ فلان اذ یحمل لبد موتہ الی بلد آخر اذ یکن فی ثوب کذا اذ یطین قبرہ اذ یغیر علی قبرہ ثوب اول من یقر عند قبرہ فیسا معینا وہی باطلہ مزاجیہ و مستحقة
 یہ وصیت کی کہ ناز پڑھے اس پر فلا شخص یا موت کے بعد اس کی لاش کو اٹھالے جاویں دوسرے شہر کی طرف یا اس کو کفن کیا جائے فلا نے پڑھے میں یا اس کی قبر پر کھل کی جائے
 یا اس کی قبر پر قبہ یا خیمہ قائم کیا جائے یا جو اس کی قبر کے پاس قرآن پڑھے اس کو کچھ معین مال دیا جائے تو ہر ایک وصیت باطل ہے کذا فی السراجیہ اور ہم اس کی تحقیق مختصر
 بیان کر چکے ہیں شارح نے وصیت بالخدمت کے باب سے پہلے کہا ہے کہ مختاریہ ہے کہ قبر کی کھل کر وہ نہیں اور قرآن پڑھنا قبر پر اور قاری کو دینا لینا جائز ہے
 طحاوی نے کہا دوسرے شہر میں نفش لے جانے کی وصیت اس واسطے درست نہیں کہ نقل کرنا کر وہ ہے اور قبر پر قبہ وغیرہ قائم کرنا کر وہ ہے لہذا اس کی وصیت
 باطل ہے اوصی ثلث الدینہ تعالیٰ فی باطلہ وقال محمد تفرق لوجہ البر وصیت کی اپنے تہائی مال کی خدائے تعالیٰ کے واسطے تو یہ باطل ہے امام کے نزدیک اور محمد
 نے کہا وصیت مذکورہ صرف کی جائے نیک کاموں میں م وجہ بطلان یہ ہے کہ تمام اشیاء حق تعالیٰ کی ملک ہیں تو لام تملک کی کچھ وجہ نہیں بدون تاویں اور توجیہ کے والبرۃ
 للظاہر کذا فی الطحاوی قال اوصیت لفلان باللف و ہر عشر مالی لم یکن لہ الا الالف کہا میں نے وصیت کی ہزار درہم کی فلا نے شخص کے واسطے اور حالانکہ ہزار درہم
 میرے تمام مال کا دسواں حصہ ہے تو موصی لہ کے واسطے سوائے ہزار درہم کے کچھ نہیں م جب کہ ہزار درہم ثلث مال سے خارج ہو سکیں تو اس کو ہزار درہم میں گئے خواہ
 ہزار دسویں حصے سے زیادہ ہوں یا کم کذا فی الطحاوی و فی اوصیت لہ کجمع مافی ہذا الکیس و ہوالعت فاذا فیہا الفان مدنا یرد و ہر لکل لہ ان خرج من الثلث مجتبیٰ اور اس قول
 میں کہ میں نے فلا نے کے واسطے وصیت کی اس تمام مال کی جو اس مقبض کے اندر ہے اور حالانکہ وہ ہزار درہم میں پھر جو اس میں دیکھا تو وہ ہزار درہم اور اشرفیاں اور
 جو اس پر وہ مال بالکل موصی لہ کا ہے بشرطیکہ وہ ثلث مال سے خارج ہو دے کذا فی المجتبیٰ قال لمدیونہ اذا مت فانت برحمۃ من دینی ملک صحت وصیتہ ولو قلی ان مت لا یر اللہ خاطرۃ اپنے
 مدیون سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو تو بری الذمہ ہے میرے اس دین سے جو تجھ پر ہے تو وصیت صحیح ہے یعنی لبد موت کے وہ بری الذمہ ہو جاوے گا اور یوں کہا کہ اگر
 میں مر جاؤں تو تو بری الذمہ ہے میرے دین سے تو مدیون بری الذمہ نہ ہو گا خاطرہ کے سبب سے م خاطرہ سے مراد اس پر تخلیق ہے جو ہنوز موجود نہیں لیکن اس کا
 ہونا مترب ہے کذا فی الطحاوی یدخل الجنون فی الوصیۃ للرضی دیونہ داخل ہے بیماروں کی وصیت میں یعنی جو مال بیماروں کے واسطے وصیت میں متعین ہو تو بخون پر بھی
 صرت ہو گا اس لئے کہ جنون بھی بیماری ہے و فی الوصیۃ للعلما یدخل المسکون فی بلاد خوارزم و دن و دنا اور جو مال عالموں کے واسطے وصیت ہوا اس میں ملک خوارزم کے متکم داخل
 ہیں نہ ہمارے ملک کے متکم م متکم وہ جو علم عقائد میں گفتگو کرتا ہو طحاوی نے کہا شاید کہ خوارزم کے متکم شبہات مخالفین کا اتباع نہ کرتے ہوئے بلکہ لوگوں کو اعتقادات
 واجد کی تعلیم کرتے ہوئے اور غیر ملکوں کے متکم شبہات خلاف و غیرہ کو بیان کرتے ہوں گے بدون رد اور انکار کے تو وہ ضال اور مضل ٹھہرے ان کو علم الہی سے کچھ بعید
 نہیں دلو اوصی للعقل لیرت للعلم الزاہدین لاہم ہم العقل نے العقلانی الحقیقۃ فنیۃ اور اگر وصیت کی عقل مندوں کے واسطے تو اس کو مرثیہ کہنا جائز ہے الذین

مالوں پر اس لئے کہ فی الحقیقہ عقلمند وہی ہے کذا فی القنیہ عاقل انجام میں کو کہتے ہیں تو حقیقت میں تارک الدنیا مافق ہے جس نے دنیائے ناپائیدار کا انجام غور کر کے اس کو چھوڑ دیا لوطادی نے کہا و المختار کے نسخوں میں بجائے لفظ قنیہ کے فتنہ ہے اور صواب یہ ہے کہ قنیہ ہے اس لئے کہ یہ عبارت قنیہ کی ہے چنانچہ نسخ العقار میں ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سراج و حاج کی عبارت ٹھہرے گی اسلئے کہ آخر فردیج میں سراج مذکور ہے واللہ اعلم واعلم ان الوصیۃ فی یہ الموصی او ورثۃ بمنزلۃ الودیۃ سراج جانا چاہیے کہ اس وصیت موصی اور اس کے وارثوں کے قبضہ میں بجائے امانت کے ہے کذا فی السراج یعنی اگر مال مذکور تلف ہو جائے گا۔ تو ان کو ضمان دینا لازم نہ ہوگا۔

یہ باب ہے تہائی مال کے وصیت کے مسائل میں انا اوصی ثلث مال لزید ولا خیر ثلث مال لکم تجز الورثۃ ثلثہا نصفان اتفاقا جبکہ اپنے تہائی باب الوصیۃ ثلث المال مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال دونوں شخصوں میں نصفان نصف ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے ہم اس واسطے کہ ثلث مال دونوں کے حق کی گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ عدم اجازت کی حالت میں تہائی مال سے وصیت زیادہ نہیں ہو سکتی اور استعانت کے سبب میں دونوں برابر میں اور عمل شرکت کے قابل ہے لہذا ثلث مال دونوں میں نصفان نصف ہوگا کذا فی الزیلعی والی اوصی ثلث مال لزید ولا خیر لیس مالہ فالثلث بطہا اتفاقا اور تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے اپنے مال کے چھٹے حصے کی وصیت کی تو تہائی دونوں شخصوں میں تین تہائی ہرگی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی درہم صاحب ثلث کے اور ایک سہم صاحب سدس کا وان اوصی لاحدہما بجمع مالہ ولا خیر ثلث مالہ لکم تجز الورثۃ ثلثہا نصفان لان الوصیۃ اکثر من الثلث اذ لم تجز لقع باطل فیحصل کا نہ اوصی لکل بالثلث فیصنف اور اگر وصیت کی ایک شخص کے واسطے اپنے تمام مال کی تہائی دونوں میں نصفان نصف ہوگی اس واسطے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت پر جب درثہ کی اجازت نہ ہوئی تو وہ باطل ٹھہر گئی تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اس نے ہر شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ تہائی دونوں میں نصفان نصف ہوگی یہ مذہب ہے امام کا و قالہ ابا علان الباطل ما زاد علی الثلث فاضرب کل فی الثلث یحیی ثلث المال اور صاحبین نے کہا کہ ثلث مال کے چار حصے کئے جاویں اس واسطے کہ باطل وصیت وہ ہے جو تہائی پر زیادہ ہے تو کل کو ضرب کر ثلث میں چار حاصل ہونگے وہی چار سہم ثلث مال میں قرار دئے جاویں گے موطادی نے کہا کہ خارج کی عبارت غیر مستقیم ہے یعنی اس میں دقت ہے مطلب خیر نہیں درر کی عبارت یوں ہے کہ صاحبین کے نزدیک چار سہم کئے جاویں گے تین سہم اس کے جس کے لئے تمام مال کی وصیت ہوئی اور ایک سہم اس کے لئے جس کے واسطے تہائی کی وصیت ہوئی اس واسطے کہ وصیت زائد ثلث پر باں معنی باطل ہے کہ موصی کو اس کا مستحق نہیں ہوتا لیکن وہ معتبر ہے اس امر میں کہ موصی اس کے سبب سے ثلث مال سے لے گا بقدر حصہ اس زائد کے اس لئے کہ اس مطلب کے ایصال کا کوئی موجب نہیں تو ثلث کا مخرج تین ہے تو ثلث ایک ہوا اور کل تین تو چار سہم ہو تو ثلث مال ان چار سہم پر قسمت ہو گیا انتہی مختصراً ولا یضرب الموصی لہ بالکثر من الثلث عند ابی حنیفۃ المراد بالضرب المصطلح بین الحساب فعندہ ہما الوصیۃ اثنان فاضرب نصف کل فی الثلث یكون سدس فکل سدس المال وعندہ ہما راجعہ کما قدمنا اور امام کے نزدیک ضرب واقع نہ کرے گا وہ موصی لہ جس کے لئے ثلث مال سے زیادہ وصیت ہوئی شارح نے کہا ضرب سے مراد وہ ضرب ہے جو اہل حساب میں مصطلح ہے تو امام کے نزدیک وصیت مذکور کے سہم دو ہیں تو ضرب دہر ایک کے نصف کو ثلث میں تو سدس ہوگا ہر شخص کے واسطے مال کا چھٹا حصہ ہوا اور صاحبین کے نزدیک ہما وصیت کے چار ہیں چنانچہ ہم نے ان کو آگے بیان کر دیا م شارح کو یوں کہنا اولی تھا فاضرب نصفہا او فاضرب نصف کل ضرب مصطلح عبارت ہے اس عدد کے حاصل کرنے سے جس کی نسبت احد المضر وہی کے ساتھ ویسی کیجیے دوسرے کی ایک ساتھ کذا فی الطحاوی الا فی ثلث مسائل ہی المحاباة والسعیۃ والدراہم المرسلۃ اسی المطلقۃ غیر المقیدۃ ثلث او نصف او نحو ہما اکثر ثلث کا موصی لہ ضرب نہیں کرتا مگر تین مسئلوں میں ضرب واقع ہوتی ہے اور دو تین مسئلے یہ ہیں۔ ایک محابات دوسرے لہ یعنی ہر ایک کا حصہ تین سے نکال اس کو مخرج قرار دے کر تین تہائیاں اور ایک کل چار ہوئے ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ قال الطحاوی قولہ لا یضرب معنی للفاعل من الموصی لہ والبار متعلق بہ ۱۴۔ ۱۵۔ یعنی ضرب کر ان دونوں کے نصف کو یا ہر ایک کے حصہ کو ضرب کر ۱۶۔

سعایت میرے درم مرسل یعنی مطلق درم جن میں ثلث نصف کی یا ان کے سوائے اور کو قید مذکور نہیں م محابات لغت عرب میں معنی مساعی اور مصلح کے ہے اور یہاں محابات سے مراد وہ بیع ہے جو ثمن معتدل سے کم تر ہو کذا فی الطحاوی ذم صور ملک ان یوصی رجل بالغ درم مثلاً ایہا بیہ لی بیع بالغ درم او یوصی ثقی بعد قیمۃ الف درم وہی تلتا مالہ و آخر ثلث مالہ و آخر ثلث مینہا ثلثا اجماعاً اور اس کے بعد اشلہ کی یہ مثال ہے کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے ہزار درم کی مثلاً یا ایک شخص سے بیع کی ہزار درم جن کی بطریق محابات کے یا وصیت کی اس غلام کی آزادی کی جس کی قیمت ہزار درم ہے اور حالانکہ ہزار درم اس کے تمام مال کی درجہ انیاں ہیں اور دوسرے شخص کے واسطے تین مثالوں میں اپنے ثلث مال کی وصیت کی اور وارثوں نے یہ وصیت جائز نہ رکھی تو کل مال کی تہائی دونوں موصی میں تین تہاؤ بالاتفاق ہوگی یعنی دوسم ہزار درم کے موصی لہ کو احد ایک سہم تہائی کے موصی لہ کو م اتنے نے اپنی شرح میں کہا کہ محابات کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد کے دو غلام ہیں ایک کی قیمت ۳۰ درم ہے اور دوسرے کی ۴۰ درم سو اس نے وصیت کی کہ پہلا غلام زید کے ہاتھ دس درم پر بیع ہو اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۲۰ درم پر بیع ہو اور موصی کا سوائے ان دو غلاموں کے کچھ اور مال نہیں ہے تو زید کے حق میں ۲۰ درم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق میں ۱۰ درم کی ہوئی تو ثلث مال دونوں موصی میں تین تہاؤ ہوگا تو پہلا غلام زید کے ہاتھ ۲۰ درم پر بیچا جائے گا اور دس درم اس کے واسطے وصیت ٹھہری اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۱۰ درم پر اور ۲۰ درم اس کی وصیت ہوئی تو زید اور عمرو نے تہائی سے بقدر وصیت کے لیا اگر ثلث وصیت سے زیادہ ہو گیا اور سعایت کی صورت یہ ہے کہ موصی نے دو غلاموں کو آزاد کیا جن کی قیمت دسی ہے جو محابات میں مذکور ہو چکی اور اس کا کچھ مال غلاموں کے سوائے نہیں تو اول کے واسطے ثلث مال کی وصیت ہوئی اور ثانی کے واسطے دو ثلث کی تو وصیت کے سهام تین تہاؤ ہونگے ایک سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی ہی طرح ان میں مقسم ہوگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درم ہے اور وہ سعایت اور کوشش کرے ۲۰ درم میں اور ثانی غلام کا آزاد ہوگا وہ ۲۰ درم ہے اور سعایت کرے گا ۴۰ درم میں تو ہر ایک موصی لہ ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہے ثلث پر اور درم مرسل کی یہ صورت ہے کہ لید کے واسطے وصیت کی ۳۰ درم کی اور دوسرے کے لئے وصیت کی ۴۰ درم کی اور اس کا کل مال ۹۰ درم ہے اور وارثوں نے اس وصیت کو جائز نہ رکھا تو ہر موصی لہ ضرب کرے گا بقدر اپنی وصیت کے تو اول شخص ثلث کو ثلث مال میں ضرب دے گا اور ثانی مال کی تثلین میں کذا فی الطحاوی مخصاً و بمثل نصیب ابنہ صحت لابن اولاد اور اپنے فرزند کے مانند وصیت کی تو صحیح ہے خواہ اس کا بیٹا ہو یا نہ ہو و نصیب ابنہ لا لولہ ابن موجود اور اپنے فرزند کے حصہ کی دوسرے کے واسطے وصیت کی تو صحیح نہیں اگرچہ کا بیٹا موجود ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ فرزند کا قرآن سے ثابت ہے پھر جب اس کی وصیت اور شخص کے واسطے ہوئی تو اس نے فرض الہی کو بدل ڈالا تو صحیح نہ ہوگا کذا فی المنہج بر غلات سابقہ کے اس واسطے مثل شے مغار شے ہے وان لم یکن لابن صحت عنایت وجوبہ زادی شرح التکلیف و مصلحاً و اوصی بنصیب ابن لوکان انتہی اور اگر موصی کا فرزند نہ ہو تو وصیت صحیح ہوگی کذا فی الغایۃ و الجواہرۃ شرح تکلیم میں اتنا یادہ کہا ہے اور یہ ہو گیا مانند اس کے کہ اگر وصیت کی حصہ فرزند کی اگر وہ ہوتا انتہی مافی شرح التکلیف و المجتبی و لو اوصی بمثل نصیب ابن لوکان فلا نصف انتہی اور مجتبیٰ میں ہے اور اگر وصیت کی نصیہ فرزند اگر وہ ہوتا تو موصی لہ کو نصف مال ہے انتہی مافی المجتبیٰ م لیکن زیادہ عن الثلث بجازت ورنہ پر موقوف ہے و نقل المصنف من العراج مایا لفرقہ قبلہ اور مصنف نے اپنی شرح میں سراج سے وہ قول نقل کیا جو مجتبیٰ کے مخالف ہے م مجتبیٰ میں نصف مال مذکور ہے اور سراج میں ثلث مسطور ہے کذا فی الطحاوی ولہ فی الصورة الاولی ثلث ان اوصی مع اربعین اور موصی لہ کے واسطے پہلی صورت میں تہائی ہے اگر موصی نے دو فرزند کے ساتھ وصیت کی م یعنی دو فرزندوں کے ساتھ موصی لہ کے لئے بمثل حصہ فرزند کے وصیت کی تو اس کو تہائی مال ملے تو گویا موصی نے موصی لہ کو تیرا فرزند قرار دیا و نصف مع ابن واحد ان بجاز اور موصی لہ کے واسطے ایک فرزند کے ساتھ نصف ہے اگر فرزند جائز رکھے و مسلم البنات اور بیٹوں کے مانند بیٹیوں کا حکم ہے م یعنی اگر بمثل حصہ فرزند وصیت کی اور اس کے ایک بیٹی ہے تو موصی لہ کو نصف ہے اگر وہ اجازت دے ورنہ ثلث ہے کذا فی المنہج و الاصل انتہی اوصی بمثل نصیب بعض الورثۃ زیادہ عن مطلق سهام الورثۃ مجتبیٰ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب وصیت کرے کسی وارث کے حصہ کے برابر ملنے کی تو ورثہ کے سهام پر اسی حصہ کا شل زیادہ کر لینا چاہیے۔ کذا فی المجتبیٰ چنانچہ اوپر کی مثالوں میں ملے اس لئے کہ م ۲۰ کا صاحب دی کو بیچنے کو کہا تو یہ معنی کہ ۲۰ اس کو دے دینا ۱۳

مفصل گزار و جزا و سهم من مالہ قال بیان الی الورثۃ یقال لہم اعطوہ ما شئتم ثم التوسیۃ بنی الجزر والسہم عرفنا واما اصل الروایۃ فمختلفہ اور وصیت کی اپنے مال میں سے ایک جز یا ایک سهم کی تو اس کا بیان وارثوں کی طرف ہے تو وارثوں سے کہا جاوے گا کہ موصیٰ کہ دو جتنا تمہارا جی چاہے پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ برابری درمیان جزا و سهم کے یہ ہمارا تاخیر کا عرف ہے اور اصل روایت تو اس کے مخالف ہے م وارثوں کو بیان اس واسطے موقوف ہو کہ جزا و سهم کا مدلول مجہول ہے قلیل اور کثیر کو شامل ہے اور وصیت جہالت سے ممنوع نہیں اور موصیٰ کے اس کے قائم مقام میں بیان مراد میں شرح و قیام میں ہے کہ سهم عبارت ہے سدی سے امام کے قول میں بنا بر عرف بعض اشخاص کے منع العفاریں ہے کہ لفظ نصیب اور متعص اور بعض اور حظ اور شے کا سهم اور جز کے مانند ہے کذا فی المخطوطی وان قال سدس مالی لہ ثم قال ثلثہ لہ واجازہ لہ ثلث اسی حقہ الثلث فقط واما اجازۃ الورثۃ لہ قول السدس فی الثلث مقدمہ ما کان او مؤخر اخذنا المتیقن و ہذا دافع سوال صدر الشریعۃ و اشکل ابن النکال اور اگر بولا کہ میرے مال کا سدس یعنی چھٹا حصہ فلا نے شخص کے واسطے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اس کے واسطے ہے اور اس کے وارثوں نے اجازت دی تو موصیٰ لہ کے واسطے تہائی مال ہے یعنی اس کا حق فقط ثلث ہے اگرچہ وارثوں نے اجازت دی ہو بسبب داخل ہونے سدس کے ثلث میں خواہ ثلث مقدم مذکور ہو خواہ مؤخر اعتبار متیقن کے بسبب ہے اور اس تقریر سے صدر الشریعہ کا سوال اور ابن کمال کا اشکل دفع ہو گیا ہم صدر الشریعہ کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ ثلث اور سدس کا قول اگر اخبار ہے تو کذب ہے اور اگر انشاء ہے تو واجب یہ ہے کہ موصیٰ کے واسطے نصف مال واجب ہو اس واسطے کہ ثلث اور سدس نصف ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وصیت میں احتمال ہے کہ سدس ثلث میں داخل ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ داخل نہ ہو بلکہ زیادت سدس کی ثلث پر مراد ہو لیکن چونکہ دخول سدس کا ثلث میں بالیقین ہے لہذا یہی معتبر ہوا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آدمی ثلث سے زیادہ کی وصیت کا مالک نہیں تو موصیٰ کے کلام کا محل صحیح یہ ہے کہ نصف کا ارادہ مراد نہ ہو و فی سدس مالی کرر الہ سدس لان العرفۃ قد اعیدت معرفۃ او اس وصیت میں کہ سدس مالی کا لفظ کرر کہا تو موصیٰ لہ کے واسطے سدس ہے اس واسطے کہ معرفہ دوبارہ مذکور ہو معرفہ ہو کر ہم یعنی موصیٰ نے یوں کہا کہ میرا سدس مال اس کے واسطے ہے پھر یہ کہا کہ میرا سدس مال اس کا ہے خواہ اسی مجلس میں تکرار کی یا دوسری مجلس میں تو سدس اس کا حق ہے اس واسطے کہ اعادہ معرفہ ثانی عین ہوتا ہے اول کا اور یہاں معرفہ لفظ ہے سدس کا اس واسطے کہ وہ صفات ہے مال کی طرت و ثبوت در اجمہاد و غنمہ او ثنابہ متفاوۃ فلزمتہ ذکا لہ رام او عبیدہ ان ہلک ثلثا فلہ جمیع ما بقی فی الدین اسی الدرام و الغنم اور موصیٰ کے درام یا اس کی بھڑ بھڑیوں یا اس کے مختلف کپڑوں کی یا اس کے غلاموں کے ثلث کی وصیت یہاں اگر وہ ثلث تلف ہو جاوے تو موصیٰ لہ کے واسطے وہ ہے جو سب باقی رہ گیا اور دشمنوں میں یعنی درم میں اور بھڑ بھڑیوں میں شارح نے کہا اور اگر کپڑے متحدہ الجنس میں تو وہ درمبوں کی مانند ہیں ہم یعنی موصیٰ نے کہا کہ میرے ثلث درام یا ثلث غنم فلا نے کے واسطے میں پھر درم اور غنم کی دو تہائیاں تلف ہو گئیں تو موصیٰ لہ کے واسطے تمام مال باقی ہے مثلاً اگر نو درم مال تھا سو چھ درم ضائع ہو گئے تو باقی تین درم موصیٰ لہ کا حق ہے ان خرج من ثلث باقی جمیع امانات مالہ اخی علیہم مگر موصیٰ کی جمیع اقسام مال کی ثلث سے نکلے تب جمیع باقی کو موصیٰ لہ پادے گا لہذا ذرہ افی علی و ثلث الباقی فی الآخرین اسی الثیاب والعبیدہ ان خرج الباقی من ثلث کل المال اور کچھ دشمنوں میں یعنی کپڑوں اور غلاموں میں باقی کا ثلث ہے موصیٰ لہ کے واسطے اگرچہ باقی تمام مال کی تہائی سے نکلے ہم یعنی اگر کو کپڑے ہم قیمت یا نو غنم ہم قیمت ہیں اور ان میں سے چھ کپڑے یا چھ غنم ضائع ہو گئے باقی ہے تین تو اس باقی کی تہائی یعنی ایک کپڑا یا ایک غنم موصیٰ لہ کا ہے برضات درم اور غنم کے کہ ان میں جمیع باقی موصیٰ لہ کا حق ہے و کالاول کل متحد الجنس تکمیل او موزون و ثیاب متحدہ قضا بطما تقسیم جبراً و کالانی کل مختلف الجنس و ضابطہ لا تقسیم جبراً و اول یعنی درم اور غنم کی مانند ہے ہر چیز متحدہ الجنس چنانچہ کیلی اور وزنی اور کپڑے ایک قسم کے اور قاعدہ کلیہ اس کا یہ ہے کہ اس چیز کی قسمت زبردستی ہو سکتی ہو اور ثانی یعنی ثیاب اور عبیدہ کے مانند ہے ہر چیز مختلف الجنس اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وہ چیز قسمت پذیر نہ ہوتی ہو زبردستی سے ہم اشیاء متحدہ الجنس اگر وارثوں میں مشترک ہوں اور بعض وارث قسمت کے طالب ہوں اور بعض نہ چاہتے ہوں تو قاضی ان کو تقسیم کرے گا زبردستی سے اور اگر مختلف الجنس ہیں تو ان میں تقسیم جبراً نہ ہوگی و بالف ولہ دین من جنس الالف و علی فان خرج الالف من ثلث العین دفع الیہ اور موصیٰ نے ہر درم کی وصیت کی اور ملکہ اس کا مال دین ہے لوگوں پر ہزار درم کی جنس سے اور میں بھی ہے تو اگر ہزار درم میں کی تہائی سے نکلے تو اس کو وہی دیا جائے یعنی اگر اس کا تین ہزار کا مترد کہ

نقد ہے تو اسی نقد میں سے ایک ہزار درہم موسیٰ کو دے گا میں والا کھرج ثلث لعین بدفع لہ وکلما خرج شئی من الدین بدفع الیہ ثلث حتی یستوی تعددہو الالف اور ہزار درہم نہ نکلیں نقد متروکہ سے تو تہائی نقد کی اس کو دی جائے اور جس قدر دین سے وصول ہوتا جائے تو اس کی تہائی سے اس کو ملتی جائیگا یہاں تک کہ اس کا حق ہزار درہم پورے ہو جائیں مثلاً نقد متروکہ سے تو تہائی نقد کی اس کو دی جائے اور جس قدر دین سے وصول ہوتا جائے اس کی تہائی دیتے ہیں ہزار درہم کے بھرنے تک وثلثہ زید و عمرو و ہوا میریت زید کلمہ اسی کل الثلث والاصل ان البیت والعدم لا یستحق شیئاً فلذہذا لم یفرہ و صار کما لو ادس زید و جدارا و اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور عمر کے واسطے اور علائکہ عمرو مردہ ہے تو زید کے واسطے پوری تہائی ہے اور اس کا قاعدہ یہ ہے کہ میت یا معدوم چیز مستحق نہیں ہوتی کسی چیز کی تو غیر کی مزام اور مانع نہ ہوگی اور وہ قلم اس قول کے مانع ہے کہ اگر وصیت کی زید اور دیوار کے واسطے ہذا اذا خرج المزام من الاصل اما اذا خرج المزام بعد صحۃ الایجاب کخرج بحصۃ وہ یسلم لا یزال الثلث لثبوت الشرکۃ یعنی احتیاجی کل ثلث کا اُس وقت ہے جب کہ مزامت کرنے والا نکل جائے اصل وصیت سے لیکن جب کہ مزام نکلے صحۃ الایجاب کے بعد تو اپنا حصہ لے کر نکلے گا اور دوسرے شخص کو تمام ثلث نہ دیا جائے گا ثبوت شرکت کی وجہ سے کما لو قال ثلث مالی لفلان و فلان بن عبد اللہ ان مت و ہو فقیر فمات ابوہی او فلان بن عبد اللہ یعنی کان لفلان نصف الثلث چنانچہ اگر موسیٰ نے کہا کہ میرا تہائی مال مثلاً زید اور خالد بن عبد اللہ کے واسطے ہے اگر میں مرد اور خالد محتاج ہو پھر موسیٰ مر گیا اور خالد بن عبد اللہ مرد تو زید کے واسطے نصف ثلث ہوگا م اس واسطے کہ خالد جو مال دہا گیا وصیت میں داخل تھا محتاجی کے سبب سے اور اب نکل گیا مالدار کی وجہ سے تو اس صورت میں زید پوری تہائی پا دے گا کہ الوات احد ہما قبل الموصی و فروعہ کثیرۃ اور اسی طرح اگر ایک موسیٰ مر گیا موسیٰ کے پہلے تو دوسرا موسیٰ لہ نصف ثلث پا دے گا اور اس اصل کی شاخیں بہت ہیں م ازاجلہ یہ ہے کہ اگر یوں کہا کہ میرا تہائی مال زید اور عبد اللہ کا ہے اگر عبد اللہ اس گھر میں ہو اور علائکہ عبد اللہ گھر میں نہیں تو زید کہ نصف ثلث ملے گا اس واسطے کہ ایک شخص کے استحقاق کا بطلان حق ثانی کے از زیادہ موجب نہیں کذا فی النسخ و اصلہ المعمول علیہ انہ متی دخل فی الوصیۃ ثم خرج لفقد شرطہ لا یوجب الزیادۃ فی الآخر متی لم یدخل فی الوصیۃ لفقد الاہلیۃ کان الكل للآخر ذکرہ الزیلعی اور اس کا قاعدہ معتمد علیہ یہ ہے کہ جب موسیٰ وصیت میں داخل ہو پھر وصیت سے نکل گیا فقدان شرط کے سبب سے تو یہ دوسرے موسیٰ کے حق میں زیادہ ہو جانے کا موجب نہیں ہوتا اور جب کہ وصیت میں داخل ہی نہ ہو فقدان الہیت کی وجہ سے تو تمام ثلث دوسرے موسیٰ لہ کا ہوگا ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے وقیل العبرۃ لوقت موت الموصی والیہ التشریک لکلام اللہ رب العزت قال لہ ولولہ کبریات ولہ قبل موت الموصی الی آخرہ اور بعضوں نے کہا موت موسیٰ کے کا اعتبار ہے اور اسی کی طرف درر کا کلام ہا تباع کافی کے مشیر سے چنانچہ صاحب درر نے کہا ہے کہ اگر وصیت کی زید اور عمر کے فرزند کے واسطے پھر پھر کا فرزند مر گیا موسیٰ کی موت سے پہلے الی آخرہ م صاحب درر کا تمام کلام یہ ہے یا وصیت کی زید کے واسطے اور اس کے محتاج فرزندوں کے واسطے اور شرط فوت ہوگئی موت موسیٰ کے نزدیک تو تمام ثلث زید کا ہے ان امور قبل میں اس واسطے کہ معدوم اور میت کسی چیز کا مستحق نہیں ہوتا تو زید کی مزامت ثابت نہ ہوئی چنانچہ زید اور دیوار کی وصیت میں انتہی اور اس کی ماتر قادی عالمگیری میں محیط سرخی سے منقول ہے کہ ان فی الطحاوی کن فی الزیلعی فیہا ما اذا خرج المزام بعد صحۃ الایجاب الخ مخرج فی اعتبار حالۃ الایجاب وقیل فیہ روایان لیکن زیلعی کا قول کلام گذشتہ میں یعنی جب کہ مزام خارج ہو جائے بعد صحۃ الایجاب کے الی آخرہ مخرج ہے حالت ایجاب کی اعتبار میں نہ موت موسیٰ کے اعتبار میں اور بعضوں نے کہا کہ اس میں دو روایتیں ہیں ولوقال بن زید و عمرو و ہو میت زید لصفہ لان کلمۃ بنی توجب التصفیۃ حتی لو قال ثلثین زید و سکت فلا نصفہ یعنا اور اگر موسیٰ بولا کہ میرا ثلث مال مابین زید اور عمر کے ہے اور علائکہ عمرو مردہ ہے تو زید کو نصف ثلث ملے گا اس واسطے کہ لفظ تصفیۃ کا موجب ہے یہاں تک کہ اگر موسیٰ بولا کہ ثلث مال مابین زید کے اور چپ ہو گیا دوسرے شخص کو ذکر نہ کیا تو بھی زید کو نصف ہی ملے گا وثلثہ و ہوا میریت زید لصفہ لہ ثلث مال عند موتہ موارا التسمیۃ بعد الوصیۃ او قبلہا لما تقران الوصیۃ ایجاب بعد الموت اور اگر وصیت کی ثلث مال کی اور علائکہ وصیت کرنے والا محتاج ہے وصیت کے وقت تو موسیٰ لہ کے واسطے اس کا ثلث مال ہے یعنی اس مال کا ثلث جو موسیٰ کی موت کے وقت موجود ہو خواہ اس نے وہ مال بعد وصیت لے لیا ہو یا نہیں وصیت کے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا یہ کہ وصیت عبارت ہے ایجاب بعد موت سے م طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ فقیر کی تید مذکور یہ ہوتی تا اطلاق صحیح ہوتا اذا لم یکن الموصی بہ عینا او لوعا معینا ثلث مال ذکرہ اس وقت ملے گا جبکہ وصیت کی چیز میں یا نفع معین نہ ہو ماما اذا اوصی بعین او نفع من مالہ ثلث غنمہ فہلک

قبل موتہ بطلت تعلقہا بالعين فبطل لغواتہا وان کتب غیر لیکن جبکہ وصیت عین کی کیا اپنے مال سے ایک نوع کی وصیت کی چنانچہ ثلث غنم کی وصیت کی پھر وہ تلف ہوئی موصی مرنے سے پہلے تو وصیت باطل ہوگئی بسبب متعلق ہونے وصیت کے مین سے تو وصیت باطل ہوگئی اس کے فوت ہو جانے سے اگرچہ اس نے اس غنم کے اور غنم کو حاصل کیا ہو ولو لم یکن لغنم عند الوصیۃ فاستفاد بالحق الغنم ثم مات صحیح فی اربع لان تعلقہا بالنوع تعلقہا بالمال اور اگر موصی کی غنم وصیت کے وقت نہ ہوں پھر وہ غنم کو حاصل کرے پھر رہ جائے تو وصیت صحیح ہے قول صحیح میں اسلئے تعلق وصیت کا نوع سے ویسا ہے جیسا وصیت کا تعلق مال سے یعنی وجود عند الموت کا اعتبار ہے ولو قال لہ شاة من مالی ولس لغنم لیعطی قیمة الشاة اور اگر بولائزید کے واسطے گو سپند ہے میرے مال سے اور حالانکہ اس کی ملک میں بھیڑ بکریوں کا گلہ نہیں ہے تو اس کو سپند کی قیمت دی جائے گی بخلاف قولہ لہ شاة من غنمی ولا غنم لہ یعنی شاة لہ فانہا تبطل برضوان اس قول کے کہ اس کے واسطے ایک گو سپند ہے میری غنم یعنی بھیڑ بکریوں سے اور حالانکہ اس کی ملک میں غنم نہیں ہے یعنی ایک گو سپند بھی نہیں تو وصیت باطل ہے م وجہ فرق اکتسبتین یہ ہے کہ پہلی صورت میں جب گو سفند کو غنم کی مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ مالیت گو سفند کی وصیت مراد ہے اور مالیت حاصل ہوتی ہے مطلق مال میں اور دوسری صورت میں جب گو سفند کو غنم کی طرف مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ عین گو سفند مراد ہے اس واسطے کہ موصی نے گو سفند کو غنم کا ایک فرد قرار دیا وکذا الاولم یصفہا لہ ولا غنم لہ وقل تصح اور اسی طرح اگر گو سفند کو اپنے مال کی طرف مضاف نہ کیا تو اور حالانکہ اس کی ملک میں غنم نہیں تو وصیت باطل ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ وصیت صحیح ہے وکذا الحكم فی کل نوع من انواع المال کا بقدر الثوب ونحو ہما زبانی اور اسی طرح گو سفند کی مانند حکم ہے ہر قسم میں اقسام مال سے چنانچہ گائے میں اور بکڑ اور مائدائی کے کذا فی الزبانی وثلث لامہات اولادہ ومن ثلثہ الفقراء المساکین لہن اہمات الاولاد ثلثا سہم من خمسہ وسہم للفقراء وسہم للمساکین وعند محمد یقسم اسما عا لان لفظ الفقراء والمساکین مع واحد اثنان قال الجندیۃ یظن الجندیۃ اور اگر وصیت کی اپنی اہمات اولاد کے واسطے اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تمام مال کی اور حالانکہ ام ولد کے واسطے صرف تین سہم میں پانچ سہموں سے اور فقیروں کے واسطے ایک سہم ہے اور مسکینوں کے واسطے ایک سہم امام کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تقسیم ہوگی سات حصے ہو کر اس واسطے کہ فقر اور مساکین پر الف لام ہے جنس کا اور الف لام جنسی جمع ہونے کو باطل کر دیتا ہے یعنی یہاں ظاہر میں جمع کا صیغہ ہے اور حقیقت میں مفرد ہے وثلثہ لزید للمساکین لزید نصفہ ولعم نصفہ وعند محمد ثلثا کما مر اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور مساکین کے واسطے اس لئے کہ اقل جمع وہیں چنانچہ مذکور ہو چکا وادوی ثلثہ لزید ولفقر اور المساکین قسم ثلثا عند الامام والشافعی عند ابی یوسف واخا عند محمد اختیار اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی زید اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تو تہائی کی تقسیم ہوگی تین حصے ہو کر امام کے نزدیک اور دو حصے ہو کر ابویوسف کے نزدیک اور پانچ حصے ہو کر محمد کے نزدیک کذا فی الاختیار شرح الخوار ولواوصی للمساکین کال لہ صرفۃ الی مسکین واحد وقال محمد لا تین علی ما مر فلا یوزر صرفۃ للمساکین قل من تین عند الخلفاء فیما اذا لم یشر للمساکین فلو اشار لجماعہ وقال ثلث مالی لہذا المساکین لم یخیر صرفۃ لواحدا اتفاقا اور اگر وصیت کی مسکینوں کے واسطے تو وہی کو جائز ہے اس کا صرف کرنا ایک مسکین پر یعنی بطلان جمعیت کی وجہ اور محمد نے کہا کہ دو مسکین پر صرف کرنا لازم ہے بدلیں گدشتہ یعنی اق جمع وہیں تو جو مال کہ مساکین کے واسطے ہے اس کا صرف کرنا دو مسکینوں کے کمتر پر جائز نہیں محمد کے نزدیک اور یہ خلاف اس صورت میں ہے جبکہ موصی نے مساکین کی طرف اشارہ کر کے معین نہیں کر دیا سو اگر اس نے ایک جماعت کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ میرا تہائی مال ان مسکینوں کے واسطے ہے تو اس کا صرف کرنا ایک مسکین کی طرف باتفاق امام اور محمد کے جائز نہیں ولواوصی لفقراء بطیخا عظمی غیر ہم ہما عند ابی یوسف وعلیہ الفتوی خلاصۃ وشریفا لہ اور اگر وصیت کی بطیخ کے فقیروں کے واسطے سودی نے ان کے سوا اور فقیروں کو یا تو ابویوسف کے نزدیک جائز ہے اور ابی یوسف نے کذا فی الخلافۃ والشریفا لہ ویمائۃ لرجل ویمائۃ لآخر فقال لا خراشرکک معمالہ ثلث کل مائۃ تسادی نصیبہا فاکنت المساواة فلکل ثلث المائۃ اور اگر وصیت کی سودم کی ایک مرد کے واسطے اور سودم کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہ میں نے تجھے کو شریک کر دیا ان دونوں مردوں کے مائۃ تو تیسرے مرد کے واسطے ہر یکڑے کی تہائی ہے اس واسطے کہ پہلے دو مردوں کا حصہ برابر ہے تو ممکن ہوگئی تینوں کی برابری تو ہر مرد کو سیکڑے کی دو تہائیاں ملیں گی ولو بار لیمائۃ مثلالہ واما تین لا خراشرکک معمالہ نصف مال کل منہا اتفاقا نصیبہا فیسادی کلاہما اور اگر ثلث امام کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور دو سودم کی وصیت کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے

موصی نے کہا کہ میں نے تجھ کو دونوں کے ساتھ شریک کر دیا تو میرے مرد کو ہر ایک کے حصہ سے نصف ملے گا بسبب اتفاق ہونے دونوں کے تو میرے مرد دونوں کے برابر ہو گا۔
 م جب دونوں کا حصہ متضاد ہو تو تینوں شخصوں کی برابر ممکن نہیں تو شرکت کو حل کیا ثابت کی مساوات پر دونوں کے ساتھ تاکہ لفظ اشترک کا مفہوم بقدر امکان صحیح ہو سکے
 وثلث مالہ رجل ثم قال لا خیر اشترکتک ادا خلعتک معہ فالثلث بینہما لا ذکرنا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے پھر دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھ کو داخل کر دیا اس کے ساتھ تو تہائی مال دونوں میں نصف نصف ہے بدیل مذکور یعنی شرکت متقاضی ہے مساوات کی اور یہاں مساوات ممکن ہے وان قال لو وثقہ لفلان علی دین قصد فہ فانہ یصدق وجوباً الی الثلث استحساناً اور اگر اپنے وارثوں سے کہا کہ فلاں نے شخص کا مجھے پر دین ہے تو میں اس کی تصدیق کیجئے تو اس کی تصدیق کی جائیگی بقا
 وجوب کے تہائی مال تک استحسان کی وجہ سے م وجوب استحسان یہ ہے کہ اصل حق دین ہے اور مقدار اس کی بطریق وصیت کے ثابت ہو سکتی ہے اور قیاس یہ ہے کہ تصدیق نہ ہو اس واسطے کہ علی کی تصدیق نہیں ہوتی بدون حجت کے کذا فی صدر الشرع بخلاف قولہ کل من ادعی علی ثلثینا فاعطوہ لہ خفت الشرع برضون اس قول کے کہ جو شخص مجھ پر کسی چیز کا دعویٰ کرے تو اس کو کیجئے تو اس میں تصدیق دہو گی اس لئے کہ یہ خلاف شرع ہے م یعنی تصدیق مدعی کی بلا حجت خلاف شرع ہے الا ان ليقول ان راسی الوصی ان یعطیکہ فجوہر من الثلث بصیرۃ
 مگر یہ کہ قائل مذکور یوں کہے کہ اگر وہی اس کا دنیا مناسب اور مصلحت دیکھے تو تہائی مال سے دینا جائز ہے اور یہ قول وصیت ہر جا ویکام وصیت ہو جانے کی یہ وجہ ہے کہ اس نے وہی کو تفویض کیا کذا فی الطحاوی ولو قال ما ادعی فلان من مال فہو صادق فان سبق مزہ دعویٰ فی شئی معلوم فہو لا لا المجتبیٰ اور اگر بولا کہ فلاں شخص جو دعویٰ کرے مال سے تو وہ سچا ہے تو اگر اس شخص سے کوئی دعویٰ شے معین میں ملے ہو چکا ہو تو وہ شئی مدعی کی ہے اور اگر تقدیم دعویٰ نہیں تو وہ چیز اس کی نہیں کذا فی المجتبیٰ فان الوصی یوصیایا مع ذلک اسی مع قولہ لورثہ
 لفلان علی دین قصد فہ عزل الثلث لا صحاب الوصیایا والثلثان للورثہ پھر اگر موصی نے چند وصیتیں کیں اس کے ساتھ یعنی اس قول کے ساتھ جو اس نے اپنے وارثوں سے کہا کہ فلاں نے شخص کا مجھے پر دین ہے تو اس کی تصدیق کیجئے تو تہائی مال بدلیا جاوے گا وصیت والہ کے واسطے دو تہائیاں جدا ہو گی وارثوں کے واسطے م یعنی ایک شخص نے اپنے وارثوں سے کہا کہ فلاں شخص کا مجھ پر دین ہے تو اس کی تصدیق کرنا پھر اس قول کے بعد اس نے چند اشخاص کے واسطے وصیتیں کیں تو اس کے مال سے تہائی ہیں وصیایا کے لئے جدا کرنا چاہیے اور دو تہائیاں وارثوں کے لئے اس واسطے کہ وصیت اور میراث مجموعہ ہیں اور یہ نہیں بھول ہے تو معلوم کا مزام نہ ہو گا لہذا معلوم کی تقدیم ہوئی مجہول پر و فی کل من اصحاب الوصیایا والورثہ قصد فہ فیما
 شتم وبالقی من الثلث فلو وصیایا اور کہا جاوے گا ان وصیایا اور وارثوں کے ہر فریق سے کہ مدعی کے دین کی تصدیق کرو جس قدر کہ تم چاہو اور جو باقی رہے تہائی دے وہ اہل وصیایا کا ہے م پھر جب کہ ہر فریق نے اقرار کیا تو معلوم ہو گیا کہ ترکین دین ہے دونوں حصوں میں تو ہر فریق کا اقرار اس کے حصہ میں نافذ ہو گا کذا فی الحا لکیرۃ والدین وان کان مقدما علی المحققین لا
 انہ مجہول اور دین اگرچہ مقدم ہے وصیت اور میراث کے دونوں حصوں پر مگر مجہول ہے معلوم نہیں م یہ جو سوال مقدم کا ہے کہ دین تو وصیت اور میراث پر مقدم ہے پھر اس کی کیا وجہ کہ وصیت کی تہائی اور میراث کی دو تہائیاں جدا ہوئیں بدون اعتبار دین کے خاصہ جواب یہ ہے کہ عدم تقدیم دین یہاں اس کے عدم تعین کے سبب سے ہوئی وطریق تعین مذکور اور
 دین مذکور کے مقرر اور تعین ہو جانے کا طریقہ ہے جو مذکور ہو گیا یعنی تصدیق و یقین کی فیوض الورثہ ثلثی ما اقروا بہ والوصی لہم ثلث ما اقروا بہ والقی ظہم تو جس قدر دین کا وارثوں نے اقرار کیا وہ ان کی در تہائیوں سے لیا جاوے گا اور جو اہل وصیایا نے اقرار کیا وہ ان کی تہائی سے لیا جاوے گا اور جو باقی رہے گا بعد دین ادا کرنے کے وہ ان کا ہے یعنی جو دو تہائیوں میں
 باقی رہے گا وہ وارثوں کا ہے اور جو ایک تہائی سے باقی رہے گا وہ ان وصیایا کا ہے ویکلف کل علی العلم لادعی الزیادۃ اور ہر فریق قسم کھائے اپنی راست پر اگر مدعی کچھ زیادہ دعویٰ کرے یعنی ہر فریق یوں قسم کھائے کہ واللہ ہم اسی قدر دین کو جانتے ہیں قلت لقی لو کانت الوصیایا دون الثلث بل لیزل الثلث کذا بقدر الوصیایا لم ارہ باقی رہا یہ احتمال کہ اگر
 وصیتیں تہائی مال سے کم ہو تو کیا پوری تہائی نکال بھی جاوے گی یا بقدر وصیت کے میں نے اس کی تصریح کتب فقہ میں نہیں دیکھی لقی ایضاً لہم ان یرحمہم ان یرحمہم فی اکثر من الثلث لقی
 ابن الکمال بہ اور یہ بھی احتمال باقی ہے کہ آیا ان کو لازم ہے یہ کہ مقررہ کی تصدیق کریں ثلث سے اکثر میں اس کے واسطے ابن کمال کی طرف رجوع کرنا چاہیے م یہ اصل اعتراف
 ہے ذیلی کا وہ ابن کمال نے فقط ذلیج کا اعتراف بدون جواب کے ذکر کیا ہے اور بعضوں نے ضعیف جواب دیا جس سے ذلیج کا اشکال ماقطع نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی مختصراً
 جنبی ولا جلی ووارثہ او قائلہ لہ نصف الوصیۃ وطل وصیتہ لوارثہ والقائل لہما من اہل الوصیۃ علی امر ولا یصح باجازۃ شیخہ اور اگر وصیت کی جنبی شخص اور اپنے وارث یا اپنے

قاتل کے واسطے تو اجنبی کو نصف وصیت ملے گی اور اس کی وصیت وارث اور قاتل کے حق میں باطل ہوگی اجنبی کو نصف ملے گا نہ کل اس واسطے کہ وارث اور قاتل وصیت کے مستحق ہیں بنا براس جو گندہ گدا اور امی واسطے وصیت وارث اور قاتل کے واسطے صحیح ہو جاتی ہے وارث کی اجازت سے ہم برخلاف اس وصیت کے کہ موصی نے زندہ اور مردہ کے واسطے وصیت کی تو سب کا مالک زندہ ہوگا اس واسطے کہ مردہ وصیت کا مستحق نہیں تو زاتم بھی نہ ہوگا بخلاف ماذا اقر العین او دین لورثۃ ولا اجنبی حیث لصیح فی حق الاجنبی ایضاً لانہ اقرار بعقد سابق بینہما فاذا انقلب عقد لباقیۃ ضرورۃ برضوت اس کے جب کہ عین یا دین کا اقرار کیا اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے کیونکہ وصیت صحیح نہیں اجنبی کے حق میں بھی اسے کہ یہ اقرار ہے عقد سابق کا یعنی دونوں کی شرکت کا لانا ماضی میں پھر جب کہ بعض لغو ہو گیا تو باقی بھی بالظہور لغو ٹھہرام عدم صحت کی وجہ سے کہ وصیت انشاء صرف ہے یعنی وارث اور اجنبی کے واسطے تملیک ابتدائی ہے اور اقرار اخبار ہے موجود سابق سے اور حالانکہ اس نے خبر دی ہے وصف شرکت زائد ماضی میں تو اب اقرار کا اثبات بدول شرکت کے نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی خبر مخالف ہے اور نہ اثبات اقرار کا شرکت کے ساتھ ممکن ہے اس واسطے کہ وارث اس میں شریک ہو جاتا ہے کذا فی الطحاوی عن الزلیحی مختصر قیل ہذا اذا تعاد قاتل انکر احدہما شرکتہ الآخر فخرج اقرارۃ فی حصۃ الاجنبی عند عمدہ وعندہما تبطل فی النکل لسانہما زلیحی بعضوں نے کہا یہ یعنی عدم صحت اقرار اس وقت ہے جبکہ وارث اور اجنبی ایک دوسرے کی تعین کرے پھر اگر ایک دوسرے کی شرکت کا انکار کرے تو وارث کا اقرار اجنبی کے حصہ میں صحیح ہوگا مگر کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک سب کے حصے میں باطل ہے اس وجہ سے جو ہم نے بیان کیا کذا فی الزلیحی ولو وصی بثلث مال متفاوۃ جید و وسط و ردی ثلثۃ نفس لکل منہم ثوب فضاۃ منہما ولم یدر ای ہوا و الارث لبقول لکل منہم ملک حقیقت لطلت و میر بجمالۃ المستحق کو حصۃ لا حد بنین الزملین اور اگر وصیت کی عمدہ اور متوسط اور ناقص متفاوۃ کپڑوں کی تین شخصوں کے واسطے ہر آدمی کے لئے ایک کپڑا پھر ان تینوں کپڑوں سے ایک کپڑا ضائع ہو گیا اور معلوم نہیں کہ کون سا نصف ہوا اور موصی کا وارث کہتا ہے ہر ایک آدمی سے کہ تیرا حق تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی مستحق کے معلوم نہ ہونے سے جیسے ان ذمہ دہوں سے ایک مرد کے واسطے وصیت باطل ہے یعنی اگر موصی نے کہا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک شخص کے واسطے میں نے وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہے جہالت کے جب سے یعنی معلوم نہیں کہ کس شخص کے واسطے وصیت کی الا ان لا یتسا محوا و یسلموا مالم یلتقی منہما فتوزع لاولی لانہ بالوجود مگر یہ کہ موصی کے وارث مسامحہ نہ کریں اور باقی کپڑوں کو تسلیم کریں تو وصیت صحیح ہو جائے گی مانع صحت کے زوال سے یعنی وارثوں کا انکار مانع صحت کا مگر تسلیم سے زائل ہو گیا تقسم لذی الجید ثلثا و لذی الردی ثلثا و لذی وسط ثلث کل واحد منہما لان التسویۃ بقدر الامکان تو عمدہ کپڑے والے کے واسطے عمدہ کی دو تہائیاں اور ناقص والے کے واسطے ناقص کی دو تہائیاں اور متوسط کپڑے والے کے واسطے دونوں کپڑوں میں سے ایک ایک تہائی تقسیم کی جاوے گی اس واسطے کہ یہ برابر کر نہ بقدر امکان کے ولو وصی احد الشریکین بمیت معین من دار مشترکہ قسم و وقع نظر فہو للموصی لہ الا لیتق فی حظ فہ مثل ذراعہ مردہ صدر الشریعۃ وغیرہ بوجوب القسمہ فلو قال قسم فان وقع الی آخرہ لکان اولی اور اگر گھر کے دو شریکوں میں سے ایک شریک نے مشترک گھر سے ایک معین کو ٹھٹھی کی وصیت کی اور دگر باٹھا گیا اور وہ کو ٹھٹھی موصی کے حصے میں پڑی تو وہ موصی لہ کہ ہے اور اگر موصی کے حصے میں واقع نہ ہوتی تو موصی لہ کے واسطے کو ٹھٹھی کے برابر گزروں سے زمین ناپ دی جاوے گی صدر الشریعۃ وغیرہ نے وجوب قسمت کی تصریح کی ہے تو اگر ماقب یوں کہتا قسمت کی جائے پھر اگر کو ٹھٹھی اس کے حصے میں آوے الا آخر الکلام تو بہتر ہوتا والا اقرار بمیت معین من دار مشترکہ مثلاً ہاے مثل الوصیۃ فی حکم لک و اقرار کرنا معین کو ٹھٹھی کا مشترک گھر سے وصیت کے مانند ہے حکم مذکور میں معین احد الشریکین نے کہا کہ یہ کو ٹھٹھی فلا نے شخص کی ہے پھر اس گھر کی تقسیم ہوئی اور وہ کو ٹھٹھی مقرر کے حصہ میں واقع ہوئی تو اس کا مالک مقرر ہوگا اور اس کے حصے میں نہ پڑی تو اس کے برابر زمین ناپ دی جاوے گی تو یہاں وصیت اور اقرار کا یکساں حکم ہے وبالف عین ای معین بان کانت دلیۃ عند الموصی من مال آخر

بازرب المال الوصیۃ بعد موت الموصی و دفع الیہ صح اور ہزار درم عین یعنی معین کی دوسرے شخص کے مال سے جو موصی کے پاس امانت تھی وصیت کی پھر صاحب مال نے موصی نے موت کے بعد وصیت اس کی جائز رکھی اور ہزار درم موصی کو تسلیم کئے تو درست ہے ولیہ المنع بعد الاجازۃ لان اجازۃ تبرع فلان یتلغ من التسلیم و اما بعد الذبح فلا یجوز

بشرع کلمۃ اور صاحب مال کو بعد اجازت وصیت کے ہزار درم کا دینا جائز ہے اس واسطے کہ اس کو اجازت دینا بطریق احسان کے تھا اس پر واجب نہ تھا تو اس کو جائز ہے تسلیم سے باز رہے اور تسلیم کرنے کے بعد تو اس کو پھر لینا جائز نہیں کذا فی شرح النکحہ بخلاف ماذا وصی بالزیادۃ علی الثلث اولی و لوارثہ فاذا جاز ما لوارثہ

جب نہ لایکون لہم المنع بعد الا جازۃ یکبرون علی تسلیم لما تقران المجازۃ تیملکہ من قبل الموصی عندنا وعند الشافعی من قبل المجیز برخلان اس کے جب کہ موصی نے تہائی سے زیادہ وصیت کی یا اپنے قاتل یا وارث کے واسطے وصیت کی پھر اس کے وارثوں نے وصیت کو جائز رکھا اس واسطے کہ یہاں وارثوں کو اجازت کے بعد منع جائز نہیں بلکہ ان پر زبردستی ہوگی تسلیم کرنے پر اس واسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ مجازۃ یعنی جس کے لئے اجازت واقع ہوئی موصی بہ کا مالک ہوتا ہے موصی کی جانب سے ہم حنفیوں کے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک وہ مالک ہوتا ہے اجازت دینے والے کی طرف سے م اس واسطے کہ وصیت اپنے مخرج میں صحیح ہے کیونکہ موصی کی ملک میں واقع ہے اور امتناع تھا وارثوں کے حق سے پھر جب وارثوں نے اجازت دی تو ان کا حق ساقط ہو گیا تو وصیت نافذ ہو گئی موصی کی طرف سے کذا فی الدرر ولو اقرار احد الابنین لبد القسمة بوصیۃ ابیہ الثلث فتح ارارہ فی ثلث النصیبۃ المستحی لان اقرار الثلث شائع فی کل الزکۃ وہی مہمما فیکون مقرا بثلث ما سوا خیرہ اور اگر دو فرزندوں میں سے ایک فرزند نے اپنے باپ کے ثلث مال کی وصیت کا اقرار کیا بعد قیمت موقوفہ کے تو اس کا اقرار اس کے حصے کی تہائی میں صحیح ہے نہ اس کے نصف حصے میں اس واسطے کہ فرزند نے موصی لہ کے واسطے تمام ترکہ میں ثلث شائع کا اقرار کیا ہے اور ترکہ دونوں فرزندوں کے پاس ہے تو وہ مقرر ہوا اس مال کی تہائی کا جو اس کے پاس ہے اور مال کی تہائی کا جو اس کے بھائی کے پاس ہے یعنی اس کا اقرار اس کے حق میں مقبول ہے نہ اس کے بھائی کے حق میں بخلاف ما اقرار احدہما بدین علی ایہما حیث یزیم کہ نعم الدین علی المیراث برخلان اس کے کہ اگر ایک فرزند نے اقرار کیا دین کا اپنے باپ پر اس واسطے کہ اس کو تمام دین دینا لانا ہوگا بسبب مقدم ہونے دین کے میراث پر مقررہ مقرر سے تمام موقوفہ لیکر تا استیفا دین اور اگر فاضل نہ ہوگا تو مقرر کو کچھ نہ ملے گا اور وصیت کا اقرار ایسا نہیں ہے اس لئے موصی لہ وارثوں کا شریک ہے تو موصی لہ کچھ نہ پادے گا جب تک وارث کو رد نہ ملے کذا فی النسخ وبأتمہ فولدت بعد موت الموصی ولدا وکلہما بجز جان من الثلث فہما للموصی لہ اور اگر وصیت کی لونڈی کی سودہ بیٹا جنی موصی کے مر جانے کے بعد اور لونڈی اور اس کا بیٹا موصی کے تہائی مال سے نکلتے ہیں تو وہ دونوں موصی لہ کے ہیں و الا یخرجاخذ الثلث منہما ثم منہ لان التبع لا یزاحم الاصل وقال یاخذ منہما علی السواء اور اگر دونوں ثلث مال سے نہ نکلیں تو موصی لہ تہائی نہ نکلیں تو موصی لہ تہائی لے گا لونڈی سے پھر اس کے دلہ سے اس واسطے کہ تابع مزاحم نہیں ہوتا اصل کا اور صاحبین نے کہا کہ دونوں برابر لیم صورت مستحبہ ہے کہ ایک شخص کے ۱۰۰ درم اور ایک لونڈی ہے ۲۰ درم کی قیمت کی سوا اسے لونڈی کی وصیت ایک مرد کے واسطے پھر وہ لڑکا جنی ۲۰ درم کی قیمت کا تو اب موصی کا مال ۱۰۰ درم کا ہوا تو مال کی تہائی ۳۳ درم ہے تو امام کے نزدیک موصی لہ کو پوری لونڈی ملے گی اور تہائی لڑکا اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک سے دو تہائیاں لینگا اس واسطے کہ لڑکا وصیت میں بالتبع داخل ہے اور خارج نہ ہوگا وصیت سے بسبب انفصال کے اور انہم کی دلیل یہ ہے کہ مال اصل ہے اور لڑکا تابع اور تابع اصل کا مزاحم نہیں ہوتا تو اگر دونوں میں وصیت نافذ ہو تو بعض اصل میں وصیت قائم نہ رہی اور یہ جائز نہیں ہے کذا فی الطحاوی ہذا اول ولدت قبل القسمة و قبول الموصی لہ فلو لبدا فہو للموصی لہ لانہ نما ملکہ وکذا لو بعد القبول وقبل القسمة علی ما ذکرہ القدوسی یہ حکم مذکور اس وقت ہے جب کہ لونڈی قیمت ترکہ سے اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے جنی ہو تو وہ لڑکا موصی لہ کا ہے اس واسطے کہ اس کی ملک کی بڑھوتی ہے اور اسی طرح لڑکا موصی لہ کا ہے اگر قبول کے بعد اور قیمت سے پہلے پیدا ہونا براس قول کے جو قدوسی نے ذکر کیا ہے ولو قبل موت الموصی فلو رثتہ اور اگر لونڈی جنی موصی کی موت سے پہلے تو لڑکا وارثوں کا ہے یعنی اس واسطے کہ وہ وصیت کے تحت میں داخل نہ ہو اور وصیت کی ملک پر باقی رہا کذا فی العالگیریۃ واکسب کالولد فیما ذکر اور لونڈی کی کمانی دلہ کے مانند ہے حکم مذکور ہیں۔

یہ باب ہے بیمار کے آزاد کرنے میں م چونکہ اعتاق فی المرض بعضی وصیت ہے اس واسطے کہ وہ تبرع ہے۔ اس وقت باب العتق فی المرض میں جب کہ وارثوں کا حق متعلق ہو گیا لہذا اس کو کتاب الوصایا میں مذکور کیا لیکن اس کو صریح وصیت سے متاخر کیا اس واسطے کہ صریح اصل ہے لیعتبر حال العقد فی تصرف منجز ہوا لہذا جب حکم فی الحال حالت عقد کا اعتبار ہوتا ہے تصرف منجز نہیں منجز وہ ہے جو اپنے حکم کو فی الحال واجب کر دے م اور تصرف مضان الی الموت تصرف منجز کے مقابل ہے سوا کے منقول ہوگا فان کان فی الصحۃ فمن کل مالہ والا فمن ثلثتہ تو اگر تصرف منجز صحت کی حالت میں ہو تو اس کے تمام مال سے نافذ ہوگا اور اگر مرض کی حالت میں ہو تو اس کے تہائی مال سے نافذ ہوگا والمراد تصرف الذی ہوا انشاء بجز فیہ معنی التبرع حتی ان الاقرار بالبدین فی المرض ینفذ من کل المال والنکاح فیہ ینفذ بقدر مہر المتین من کل المال اور جو تصرف منجز کہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے حالت مرض میں مراد اس سے

وہ تصرّف ہے جو انشاء ہے اور اس میں تبرع کا معنی ہے تو مرض میں دین کا اقرار تمام مال سے نافذ ہے اور نکاح مرض میں بقدر ہر مال کے نافذ ہے کل مال سے اقرار خزانہ انشاء سے اس واسطے کہ اقرار تصرّف اخباری ہے نہ انشائی اور نکاح اقرار ہے معنی تبرع سے اس واسطے کہ نکاح تصرّف انشائی ہے لیکن اس میں تبرع نہیں ہے والمضاف الی موتہ دہر اذ بمکہ بعد موتہ کانت قریبہ من الثلث وان کان فی الصحتہ اور تصرّف کا قاعدہ کی موت کی طرف مضاف ہے وہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے اگرچہ وہ صحت میں واقع ہوا ہو تصرّف مضاف الی الموت وہ ہے جو اپنے حکم کو بعد موت عاقد کے واجب کرے چنانچہ یوں کہنا اپنے غلام سے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے یا چیز زید کی ہے میری موت کے بعد مرض صحیح نہ کلتھو اور جس بیماری سے عاقد چنگا ہو جائے وہ صحت کے مانند ہے ہم اصلے کہ وارث اور غیرہ کا حق متعلق نہیں ہوتا مرغن کے مال سے مگر اس کے مرض الموت میں اور چنگا ہو جانے سے ظاہر ہو گیا کہ اس کا مرض جو تھا مرض الموت نہ تھا والمقعد المفلوج والسلول اذا تطاول لم یقضہ فی الفراش کا صحیح مجتبیٰ ثم رزحہ تطاول منۃ وفی المرض المقبر المبیح

صلوۃ تا نماز اور جاہذا اور مفلوج اور سلول کا مرض جب تطاول اور مرض ہو جائے اور اس کو بستر پر نہ ڈال دے تو وہ تندرست کے برابر ہے احکام شرعی میں کذا فی المجتبیٰ پھر صاحب مجتبیٰ نے تطاول مرض کی حد پر مزہاں ہے کہ ایک سال ہے اور مرض مستبرک حد وہ ہے جو مباح کر دے ماز کو بیٹھ م مرض معتبر یعنی جس مرض میں نفوذ تصرّف انشاء ثلث مال سے مستبرک کذا فی الموطاوی اعتنا قہ ومحایاتہ وصیۃ ودقنہ وصمانہ کل ذلک حکم وصیۃ مرغن کا اعتنا اور محایاتہ اور ہر اور اس کا دقنہ اور ضمان ہوا اس پر ہر یک وصیت کے حکم کے مانند ہے ہم عقود مذکورہ وصیت نہیں ہیں بلکہ وصیت کے مشابہ ہیں اس واسطے کہ وصیت عبارت ہے یہی کجا ب بعد الموت سے اور یہ تصرفات منجز ہیں فی الحال لیکن چونکہ مرض میں واقع ہونے تو در حکم وصیت ہو گئے حق ورثہ کے تعلق کی وجہ سے محایات کی صورت یہ ہے کہ سودرم کی چیز ۵۰ درم کو بیچے یا ۵۰ درم کی چیز سودرم کو خرید کرے تو قیمت مش سے زائد خریدیں اور قیمت مش سے ناقص بیع میں اس کا نام محایات ہے کذا فی الموطاوی فقیر من الثلث کما قد منانی الوقف ان دقنہ المرغن مدیون محیط باطل فلیحفظ بحیرہ کہ تصرفات مذکورہ وصیت کے مانند ہوتے تو ثلث مال سے معتبر ہونے چنانچہ ہم نے آگے ذکر کیا ہے کتاب الوقف میں یہ کہ مرغن مدیون محیط کا دقنہ باطل ہے تو اس کو یا رکنا یا بیع یا خرید یا ترقیح کرنا چاہیے ویزا تم اصحاب الوصایا فی الضرب اور ان وصایا سے مزاحمت واقع ہوگی ضرب حصص میں یعنی بعد مٹش اور محایاں اور مویوب لہ اور قیام معنوں اور ضرب حصص کریں گے اصحاب وصایا کے ساتھ تو اگر ثلث مال سب کے واسطے کفایت ہو گیا فہو المراد ورنہ حصہ بر دلیں گے اور قیمت میں ہر ایک حصہ مستبرک ہوا مزاحمت کا مطلب یہی ہے کہ ہر کھد ہے کذا فی الموطاوی ولم یسح العبدان جیز عتقہ لان المنع لحقہم فیسقط بالاجانۃ اور غلام سہی ذکر کرے گا اپنے تخلص میں اگر اس کے عتق کی اجازت ہو گئی وارثوں کی طرف سے اس واسطے کہ منع عتق تھا وارثوں کے حق کے سبب سے تو وہ ساکت ہو جاوے گا ان کی اجازت سے فان حاجی فخر رفاق الثلث عنہا فہی الی الحیاۃ حتی یفر اگر مرغن نے محایات کی پھر غلام کو آزاد کیا اور اس کا ثلث مال محایات اور اعتنا سے تنگی کرتا ہے یعنی تہائی میں روزوں تصرّف کی گنجائش نہیں ہے تو وہ یعنی محایات مقدم ہے اعتنا پر ہم صورت میں کی یہ ہے کہ ۲۰ درم قیمت کا غلام ایک سودرم کو بیچا پھر اس غلام کو جس کی قیمت سودرم ہے آزاد کیا اور مرغن کا کچھ مال نہیں سوائے ان دو غلاموں کے تو ثلث مال یعنی سودرم محایات میں مٹش ہونے کذا فی الدرر ولجسہ بان حرر فحالی استویا اور اول صورت کے بالعکس یعنی اول اعتنا کیا پھر محایاں تو دونوں برابر ہیں جس غلام کا قیمت سودرم ہے اس کو آزاد کیا پھر وہ غلام جس کی قیمت سودرم ترمیم کا تھا تو ثلث مال یعنی سودرم کی تقسیم دونوں میں نصف نصف ہوگی تو بعد مٹش نصف مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت میں سہی کرے گا اور صاحب محایات دوسرے غلام کو بیچا اس دم دے کر خرید کرے گا کذا فی الدرر وقال عتقہ اری فیہا اور صاحبین نے کہا کہ غلام کا آزاد ہونا دونوں صورتوں میں مقدم و وصیۃ بان لیتق عنہ بہ المائۃ بعد لا تنفذ الویۃ بالعتق ان ہک درہم لان القربۃ متفادات بتفادات قیمتہ العبد اور مرغن کی وصیت اس طرح ہے کہ اس کی طرف سے غلام آزاد کیا جاوے ان سودرموں سے خرید کرے تو وصیت نافذ نہ ہوگی باقی درم سے اگر ایک دم بھی سودرم سے تلف ہو دے اس واسطے کہ تقرب الی اللہ متفادات ہو جاتا ہے قیمت بعد کے تفادات بخلاف الحج برخلان حج کی وصیت کے یعنی اگر وصیت کی کہ اس قدر درم سے میری طرف سے حج کیا جائے پھر ان درموں سے ایک درم یا زیادہ تلف ہو گئے تو وصیت قائم ہے باطل نہیں وقال ہما سوار اور صاحبین نے کہا کہ عتق اور حج کی دونوں وصیتیں صحیح ہیں کوئی باطل نہیں و تبطل الوصیۃ بعتق عبده بان ادعی بان لیتق الورثۃ عبده بعد موتہ ان غنی بعد موتہ فدفع بالجناۃ لکونہ حج بعد موتہ باسین و باطل ہوتی ہے وصیت اپنے غلام کی زادی کی یعنی یوں وصیت کہ وارث اس کے غلام کو اس کے مرنے کے بعد آزاد کریں تو وصیت باطل ہوگی

اگر غلام سے بعد موت موصی کے جنایت واقع ہوئی سو غلام جنایت میں دیا گیا چنانچہ اس صورت میں وصیت باطل ہوتی ہے اگر وہ بچا گیا موت کے بعد موصی کے دین میں مدم و بطلان ہے کہ دلی جنایت کا حق مقدم ہے موصی اور موصی لہ کے حق پر اور اسی طرح دائن کا حق مقدم ہے وان فدی الوثیۃ العبد لا یطیل وکان الفدائی المولم بالتزامہم اور اگر وارثوں نے غلام کا فدیہ دیا تو وصیت باطل نہ ہوگی اور یہ فدیہ دنیا وارثوں کے ذاتی مال میں ہوگا ان کے التزام کے سبب سے یعنی انہوں نے اپنے اور پر خود لازم کر لیا تو وہ متبرع کھڑے ہوئے اور موصی ثلثہ اسی ثلث مال لیکر و ترک عبدًا فانزل کل من الوارث و بکران المیت اعتق ہذا العبد فادعی بکرمعتقہ فی الصحۃ لیتخذ من کل المال وادعی الوارث عتقہ فی المرض لیتخذ من الثلث و یقیم علی بکرم القول للوارث مع الیمین لانہ یکر استحقاق بکرادہ اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی بکر کے واسطے اور موصی نے ایک غلام چھوڑا سو اقرار کیا وارث اور بکر ہر ایک شخص نے کہ وصیت نے اس غلام کو آزاد کیا ہے بھر بکر نے دعویٰ کیا اس کی آزادی کا موصی کی صحت کی میں تاکہ آزادی تمام مال سے نافذ ہوا وارث نے اسی کی آزادی کا دعویٰ کیا تو موصی میں تاکہ عتق نافذ ہو ثلث مال سے اور مقدم ہو بکر پر یعنی اس واسطے کہ مرض کا عتق اگرچہ وصیت ہے مگر ثلث مال کی وصیت پر مقدم ہے کذا فی الدرر المختار کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے اسی لئے کہ وارث استحقاق بکر کا منکر ہے اور قول متبرع ہوتا ہے منکر کا قسم کے ساتھ ولا نشئی لزید کذا فی نسخ الملقن والشرح قلت صواب لیکر لان المذكور اذ لا فایۃ الامران القوم طوا الزید غیرہ المصنف اولاد نسید ثانیاً والذاعلم اور زید کے واسطے کچھ نہیں اسی طرح من اور شرح کے نسخ میں لاشئی لزید مرقوم ہے میں کہتا ہوں یوں کہنا ٹھیک ولا نشئی لیکر یعنی بکر کے واسطے کچھ نہیں اس واسطے کہ اس مسئلہ میں لفظ بکر کا ادل مذکور ہے فایۃ الامریہ ہے کہ قوم نے یعنی نقیہوں نے اس مسئلہ میں زید کی تمثیل دی ہے موصنف نے ادلا تمثیل کو بدلادہ آخر میں تعزیر کو بھول گیا والداعلم الا ان یفصل من ثلثہ شئی من قیۃ العبد مگر یہ کہ موصی کے ثلث مال سے کچھ فاضل بچے غلام کی قیمت سے تفاضل مال کو بکر لے گا مگر مشا ثلث مال سو درم ہے اور غلام کی قیمت ۸۰ درم تو ۲۰ درم بکر کو ملیں گے و لقوم حجت علی دعواہ فان الموصی لہ خصم لہ نہ ثبت حق و کذا لبعید یا گویا ہی کی حجت قائم ہو بکر کے اس دعوے پر کہ اعتناق صحت میں تھا اس واسطے کہ بکر موصی لہ مدعی ہے کیونکہ وہ اپنے حق کا مثبت ہے اور اسی طرح غلام بھی مدعی ہے ولوا دعی رجل دینا علی المیت و ادعی العبد عتقانی الفسخ ولا مال لہ غیرہ فصدقہا الوارث فی قیمۃ و تدفع الی الخیریم و قال لا یعتق ولا یسبی فی شئی اور اگر دعویٰ کیا ایک مرد نے دین کا میت پر اور غلام نے عتق کا دعویٰ کیا صحت میں اور علامہ میت کا کچھ مال نہیں ہے سوائے اس غلام کے سو وارث نے دونوں مدعیوں کی تصدیق کی تو غلام مسمی کرے اپنی قیمت کے ادا کرنے میں اور وہ قیمت صاحب دین کو دی جائے اور صاحبین نے کہا کہ غلام آزاد ہو جاوے گا اور کچھ کوشش قیمت میں نہ کرے گا مگر صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دین اور عتق سب کا حق ہے ظاہر ہے وارث کی تصدیق سے ایک کام میں تو گویا ساتھ ہی واقع ہوئے اور صحت کا قطع موجب سعایت کا نہیں امام کی دلیل یہ ہے کہ دین کا اقرار قوی تر ہے عتق سے لہذا جمیع اول کل مل سے معتبر ہے اور قوی ہذا فرع نہیں ادنی سے اور اسی کا مقتضی یہ ہے کہ اصل عتق باطل ہوتا لیکن وہ بعد الوقوع انتفاض کا محتمل نہیں تو اس کو بالحق منقض کیا ایجاب سعایت سے کذا فی الدرر المختار دلی ہذا الخلاف لو ترک ابنہ و الف مدم نادعا رجل دینا و آخر و ولیۃ و صدقہا الابن فالالف بینہما نصفان عنہ و قال لا ولیۃ اقوی اور بابر غلات مذکور کے اگر میت نے ایک بیٹا اور ہزار درم چھوڑے سوان درموں کے دین ہونے کا ایک مرد نے دعویٰ کیا اور دوسرے نے ان کے ولیت ہونے کا دعویٰ کیا اور میت کے فرزند نے دونوں کی تصدیق کی تو ہزار درم دونوں مدعیوں میں نصف نصف ہیں امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ولیت قوی تر ہے دین سے م اس مسئلہ میں اولیت خلاف ہے برخلاف مسئلہ سابقہ کے تو علی ہذا الخلاف کہنا شارح کا بلا درجہ ہے کذا فی الطحاوی ثلث و عکس فی الہدایۃ انتقال عنہ الولیۃ اقوی و عنہما سوار والا صح ما ذکرنا کافی الکافی و تھامنی الشریعۃ علی حفظ میں کہتا ہوں اور ہدایت میں اس کے بالعکس کہا ہے سویوں کہا ہے کہ امام کے نزدیک ولیت قوی تر ہے اور صاحبین کے نزدیک دین اور ولیت برابر ہیں اور صحیح تردہ قول ہے جو ہم نے ذکر کیا چنانچہ کافی میں ہے اور اس کا پورا بیان شریعیہ میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م شرعیہ میں یہ ہے کہ صاحب ہدایت سے پہلے بزرگوں نے خلاف امام اور صاحبین کا بالعکس نقل کیا ہے کذا فی الطحاوی ۔

باب الوصیۃ للقاتارب وغیرہم

یہ باب ہے وصیت وقارب وغیرہم کے بیان میں جاریہ من لوصی بہ وقال من لیکن فی محلۃ جمعہم مسجد الحجلۃ وبوستان وقال لشفعی الجار الی العین دار من کل جانب آدمی کا ہمسایہ اور پڑوسی وہ ہے جو اس کے گھر سے ملاحق اور متصل ہو اور صاحبین نے کہا کہ جو ایک محلہ میں رہتا ہو اور محلو کی

مسجد ان کی جامع ہو یعنی اسی مسجد میں سب اہل محلہ نماز پڑھتے ہوں اور یہ قول صاحبین کا استحسان ہے اور امام شافعی نے کہا کہ پڑوسی ہم گھر تک ہوتا ہے ہر طرف سے محمد نے لایں کہا جب وصیت کا اپنے ہمسایوں کے واسطے تو یہ وصیت اس کے گھر کے ملاحقین کے واسطے ہے خواہ ان کے دروازے سے قریب ہوں یا بعید امام کے نزدیک کذا فی العینی و صہر کل ذی رحم محرم من عرسک یا نہاد امہا و اخواہا و اعمانہا وغیرہ بشرط موت وہی منکوحۃ او معتدۃ من جمعی اور آدمی کا صہر یعنی سرال کے وہ لوگ ہیں جو مرد کی جود کے محرم قرابت دار ہیں چنانچہ عورت کے باپ دادا سے اور اس کے چچے اور اس کے ماموں اور اس کے بھائی اور ان کے سوائے اور محرم لوگ بشرطیکہ مرد مر گیا ہو اور وہ عورت اس کے نکاح میں یا یا طلق رجعی کی عدت میں ہو یا طلاق بائن کی عدت میں ہو تو صہر محقق وصیت کا نہ ہوگا اگرچہ عورت زوج کی وارث کی ہوگی قال الحلوانی ہذا فی عرقم دانی عرفنا فیہم بابوہما غایۃ وغیرہ واقروہ القہستانی قلت لکن جزم فی البرہان وغیرہ بالادلہ واقروہ فی الشربلانیۃ حلوانی نے کہا کہ یہ صہر کی تعریف متقدمین کے عرف میں تھی اور ہمد سے عرف میں تو صہر کا لفظ عورت کے والدین کے مخصوص ہے یعنی خسر اور خوشد امن کذا فی الغایۃ وغیرہ اور قہستانی نے اس کو ثابت رکھا ہے میں کہتا ہوں لیکن برہان وغیرہ میں ادلہ پر یقین کیا ہے اور شربلانیہ میں اس کو ثابت رکھا ہے ثم نقل عن العینی ان قول الہدایۃ وغیرہ انہ علی اللہ علیہ وسلم لما تزوج صفیۃ صوابہ جویریۃ بنت الحارث ثلت لیحفظ ہذہ القائدۃ پھر شربلانیہ میں عینی شارح ہدایۃ سے یہ نقل کیا کہ ہدایۃ وغیرہ کا یہ قول کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت صفیۃ سے نکاح کیا تو اور ٹھیک یہ ہے کہ حضرت جویریۃ بنت حارث سے نکاح کیا میں کہتا ہوں تو اس فائدہ کو یاد رکھنا چاہیے عینی نے سنن ابوداؤد وغیرہ سے نقل کیا کہ جویریۃ بنت حارث ثابت بن کس کے حصہ میں واقع ہوئیں انہوں نے ان کو مکاتب کیا اور اُسے بدل کثابت کے واسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں حضرت نے ان سے نکاح کیا جب اصحاب نے یہ سنا تو جو لوگ حضرت جویریۃ کی برادری تھے انہوں نے ان کو آزاد کر دیا حضرت کے اکرام کے واسطے اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں اور وہ تنوفاً دار متھے انتہی متعزراً وختۃ زوج کل ذی کذا فی النسخ قلت الرافق لحاتم الکلب ذات رحم محرم منہ کا زوج بناتہ و عمامۃ اور انسان کا ختن اس کے ہر محرم عورت کا شوہر ہے چنانچہ اس کی بیٹیوں اور بیویوں کے شوہر شارح نے کہا تن کے نسخوں میں اسی طرح کا ذی رحم واقع ہے اور اکثر کتب فقہ کے موافق کل ذات رحم ہے وکذا کل ذی رحم من ازواجہن قبل ہذا فی عرفہم ذی فرائض صہر المرأة وامہا والختن زوج الموم فقط زلیعی وغیرہ زاد القہستانی دینغی فی دیارنا ان یختص الصہر بالی الزوجۃ والختن بزواج البنت لانه المشہور اور اسی طرح ختن عبارت ہے بنات وکلات کے شوہروں کے برقرابت دار سے بعضوں نے کہا یہ تعریف صہر اور ختن کی متقدمین فقہاء کے عرف کے موافق ہے اور ہمارے عرف میں صہر خسر اور خوشد امن ہے اور ختن فقط محرم کا شوہر ہے کذا فی الزلیعی وغیرہ قہستانی نے اتنا زیادہ ذکر کیا ہے اور ہمارے ملک میں یوں لائق ہے کہ صہر خسر پر خاص کیجئے اور ختن بیٹی کے شوہر یعنی داماد پر پر خاص کیجئے اور ختن بیٹی کے شوہر یعنی داماد پر خاص کیجئے اس واسطے کہ اب یہ مشہور ہے کہ یہ اشارہ اس طرف ہے کہ دیار ممی کا رواج اور عرف معتبر ہے اور ایک ملک کا عرف دوسرے ملک پر جاری نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی والہ زوجۃ وقال کل من فی عیالہ ولفقۃ غیر مالیکہ وتولہا استحسان شرح تکرملہ قال ابن الکمال وهو مؤید بالنص قال اللہ تعالیٰ فنجیہ والہ لامرۃ انتہی قلت وجواب فی المطولات اور اہل عبارت ہے اس کی زوجہ سے اور صاحبین نے کہا کہ جو اس کے عیال اور لفقہ میں داخل ہے سوائے اس کی لونڈی اور غلام کے وہ اس کے اہل میں اور قول صاحبین کا استحسان ہے یعنی یہی قول رائج ہے کذا فی الشرح التکرملہ ابن کمال نے کہا اور وہ یعنی صاحبین کا قول مؤید بنص قرآنی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے نجات دی فوط اور اس کے اہل کو سوائے اس کی عورت کے انتہی قول میں کہتا ہوں اور جواب اس استدلال کا امام کی طرف سے بڑی کتابوں میں مذکور ہے استدلال مذکور کا جواب یہ ہے کہ قرینہ عموم کا رواج موجود ہے یعنی استناد امام کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اہل کا حقیقت ہے ندرج کے واسطے بدیل نعوش عرف قال تعالیٰ وسار بالہ وقال لا بد منکثر و منہ قولہم اہل بملۃ کذا اور مطلق منہر ہوا ہے حقیقت مستعملہ کی طرف کذا فی الطحاوی مختصر اوالہ اہل بملۃ وقبیلۃ التی ینسب الیہا وحینئذ یذیل فیہ کل من ینسب الیہ من

سے اور نے چلا اپنی گھر والی کو ۱۵۷۰ھ کہا اپنی ۱۵۷۰ھ سے شہر ۷۰۵ھ اور اس سے ہے قول عرب والوں کا اس نے شارحی کرلی غصہ نے شہر میں ۱۲۔

اس کا تقسیم ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا فلو مات الموصی قبل موتہ ای الموصی لو رشتہ او عقبہ لطلت الوصیۃ لو رشتہ او عقبہ پھر اگر وصیت کرنے والا مر گیا اس شخص کے مرنے سے پہلے جس کے وارثوں اور عقب کے واسطے وصیت ہوئی تو اس کے وارثوں اور عقب کے واسطے وصیت باطل ہوگئی تم ان کا ان مہم موصی لہ آخر لقولہ وصیت لفلان ولو رشتہ وعقبہ کانت الوصیۃ کلہا لفلان الموصی لہ دون درشتہ وعقبہ لان الاسم لا یتناولہم الابد الموت وتمامہ فی السراج پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا شخص موصی لہ ہو چنانچہ موصی کا یہ قول کہ میں نے وصیت کی فلا نے شخص کے لئے اور اس کے وارثوں اور عقب کے لئے تو بالکل وصیت فلا نے موصی لہ کے لئے ہوگئی نہ اس کے وارثوں اور عقب کے واسطے اس لئے کہ وارثوں کا اسم شامل نہیں ان کو اگر بعد جانے اس شخص کے اور اس کا پورا بیان سراج دہاج میں ہے وغیرہ عقبہ ولدہ من الذکور والاناث فان مالوا فولدہ ولدہ کذا لک ولای دخل اولاد الاناث لایہم عقبہ آبائہم لالہ اور سراج دہاج میں ہے اور عقبہ آدمی کا ولد ہے خواہ مرد ہو یا عورت پھر اگر اولاد صلی مرگئی تو اس کے فرزند کی اولاد اسی طرح ہے یعنی ان میں بھی مرد و عورت برابر ہیں اور عورتوں کی اولاد عقب میں داخل نہیں اس واسطے کہ وہ اپنے باپوں کے عقب میں نہ اس کے یعنی نانی نانا کا عقب اپنے باپ دادا کا عقب ہے طحاوی نے کہا شارح کو قولہ ابنہ کذا لک کہنا بہتر تھا اس واسطے کہ ولد مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے وفی ایتام بنیہ ای بنی فلان والیتیم اسم لمن مات ابوہ قبل الحکم قال علی اللہ علیہ وسلم لا یتیم بعد البلوغ وحمیائہم وزمنائہم وارثہم الارل الذی لا یقدر علی شئ رجلا کان اوراقہ ویویدہ قولہ دخل فی الوصیۃ فقیر تم وغنیہم و ذکرہم واثائہم اور اگر وصیت کی فلا نے شخص کے یتیم فرزندوں میں اور ان کے اندھوں اور لنگڑوں اور ان کے مساکین میں تو وصیت میں داخل ہونگے بنی فلان کے فقیر اور غنی اور ان کے مرد اور عورت شارح نے کہا یتیم نام ہے اس شخص کا جس کا باپ مر گیا قبل بلوغ کے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغ ہونے کے بعد یتیم نہیں ارل جمع ہے ارل کی ارل وہ ہے جو کسی چیز پر قادر نہ ہو یعنی محتاج اور مسکین طولہ وہ مرد ہو یا عورت اور اس عموم کی تائید کرتا ہے مصنف کا قول یہ قول کہ اس میں عورت اور مرد یکساں ہیں وقسم سویتہ ان الکھوالغیر کتاب ادصاب فانہ حیثند یکون تملیکالہم اور مال برابر تقسیم ہوگا اگر بنی فلان کے یتیم اور اندھے متعین اور منحصر ہوں بدون لکھنے اور حساب کرنے کے تو اس وقت میں یعنی جبکہ منحصر ہوں تو مال وصیت تملیک کھڑے گا ان کے واسطے م عدم احصاء اور انحصار کی تعریف ابو یوسف کے نزدیک یہ ہے کہ احصاء نہ ہو سکیں بڑے لکھنے اور حساب کرنے کے اور محمد نے کہا جب کہ ۱۰۰ سے زیادہ ہوں اور بعضوں نے کہا کہ یہ حاکم کی رائے پر موقوف ہے اور محمد کا قول آسان تر ہے کذا فی فتاویٰ قاضیخان والالفقر اسم لعیط الموصی من شار منہم شرح التکلمۃ لتعذر التملیک حیثند فی اربعہ القرۃ اور اگر یتیم وغیرہ غیر منحصر ہوں تو وصیت کا مال ان کے محتاجوں کو دیا جائے وصی کو اختیار ہے ان میں سے جس کو چاہے دے کذا فی شرح التکلمۃ بسبب متعذر ہونے تملیک کے اس وقت میں تو اس سے قرابت مراد ہوگی م درمیں ہے اس واسطے کہ وصیت سے مقصود قرابت ہے اور قرابت ہوتی ہے دفع احتیاج اور گر سنگی میں اور یتیم اور نابینا اور لنگ کے اسماء محتاجی پر دلالت کرتے ہیں تو محتاجوں پر حل کرنا جائز ہوگا کذا فی الطحاوی وفی بنی فلان مختص بذکورہم ولو اختیار اور اگر وصیت کی بنی فلان میں یعنی فلا نے کے فرزندوں میں تو یہ ان کے مردوں کے ساتھ مخصوص ہے اگرچہ مرد مالدار ہوں الا اذا کان فلان عبارة عن اسم قبیلہ او اسم فخذ فیتناول الاناث لان المراد حیثند عند الاقتساب کما فی بنی آدم مگر جب کہ فلان عبارت ہو قبیلہ کے نام سے یا فخذ کے نام سے تو بنی فلان کا لفظ عورتوں کو بھی شامل ہوگا اس واسطے کہ اس وقت میں فقط اتسبات مراد ہے جیسے کہ بنی آدم کے لفظ میں عورتیں بھی داخل ہیں م جب کہ بنی فلان کے واسطے وصیت کی تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ فلاں باپ ہے قبیلہ کا یعنی جماعت کثیرہ کا چنانچہ یتیم بنی یتیم کا اور اسد بنی اسد کا یا کہ فسلان پدر خاص ہے جماعت کثیرہ کا پدر نہیں تو معلوم کرنا چاہیے کہ عشار کی اسامی سے پہلا نام شعب بفتح شین ہے پھر قبیلہ پھر عمارہ پھر بطن پھر فخذ پھر قبیلہ تو مضر قریش کا شعب ہے اور کناہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قحی بطن اور غنم

فخذ اور عباس فیصلہ کذا فی العالمگیریہ مختصراً ولہذا یدخل فیہ ایضاً مولی العتاقۃ و مولی الموالاة و علفاً تم لعمی ہم یحسون والافا الوصیۃ باطلۃ اور اسی واسطے
جب کہ فلان عبارت ہو جماعت کثیرہ سے تو اس میں مولائے عتاقۃ اور مولائے موالاة اور اس جماعت کے ہم قسم لوگ بھی بنی فلان میں داخل
ہو جاتے ہیں یعنی جبکہ وہ لوگ متعین اور منحصر ہوں اور اگر غیر منحصر ہوں تو وصیت باطل ہے والاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم ینبئی عن الحاجۃ
کایام بنی فلان تصح وان لم یحصول علی ما مر لوقوعہا لشد تعالیٰ و سو معلوم دان کان لا ینبئی عن الحاجۃ فان ا حصوا صحت و کجیل تملیک کا والابطال و
تامنی اختیار اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب وصیت واقع ہوئی ایسے لفظ سے جو خبر ہے حاجت سے چنانچہ بنی فلان کے تقیم تو
وصیت صحیح ہے اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہوں یا برتقریر گذشتہ یعنی اس حالت میں محتاج اور مسکین مراد ہوں گے بسبب واقع ہونے وصیت
کے خدا تعالیٰ کے واسطے اور وہ معلوم ہے اور اگر لفظ وصیت کا احتیاج پر دلالت نہیں کرتا تو اگر موصی لم منحصر میں تو وصیت صحیح ہے اور اب وصیت
تملیک قرار دی جاوے گی اور اگر وہ لوگ غیر منحصر میں تو وصیت باطل ہے اس کا پورا بیان اختیار شرح مختار میں ہے اوصی من لم یعتقون و معتقون
لموالیہ بطلت لان اللفظ مشترک ولا عموم عندنا ولا قرینۃ تدل علی احدیہما جس کے آزاد کرنے والے اور آزاد کردہ دونوں موجود ہیں اس نے وصیت
کی اپنے مولیٰ کے واسطے تو وصیت باطل ہے اس واسطے کہ مولیٰ لفظ مشترک ہے اور مشترک کے واسطے عموم ثابت نہیں ہم حنفیوں کے نزدیک اور
لوی قرینۃ تام نہیں جو ایک معنی پر دلالت کرتا ہے م مولیٰ کا لفظ آزاد کنندہ اور آزاد کردہ دونوں کو شامل ہے باعتبار لغت کے تو لفظ مشترک ٹھہرا۔ اور
مشترک کے سبب معانی مراد لینا ہمارے نزدیک درست نہیں اور کوئی قرینہ نہیں کہ مولیٰ سے آزاد کنندہ مراد ہیں یا آزاد کردہ لہذا وصیت مذکورہ
باطل ٹھہری و لا فرق فی ذلک عند عامۃ اصحابنا بین النفی والاثبات اور ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک اس میں کچھ فرق نہیں ہے درمیان نفی اور اثبات
یعنی خواہ کلام منفی ہو یا مثبت مشترک لفظ عموم کا مفید نہیں ہے جمہور حنفیہ کے نزدیک و اخبار شمس الاثرۃ و صاحب الہدایۃ انعم اذا وقع فی حیز النفی اور
شمس الاثرۃ اور صاحب بدایہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ مشترک عام ہوتا ہے جب کہ نفی کے تحت میں واقع ہو م صاحب درر نے صاحب بدایہ کے قول
کو پسند کیا ہے اس دلیل سے کہ نفی مشترک میں ثنائی نہیں اور باقی علماء نے اس کا جواب دیا ہے۔ چنانچہ قول آئندہ میں معلوم ہوگا۔ وینتذفقو لہم
لو حلف لا یکلم مولی فلان لعم الامی والاسفل لا لوقوعہ فی النفی بل لان الحامل علی الامین بغضہ و ہو غیر مختلف عنایہ و اقرہ المصنف اور اس وقت میں
یعنی جب کہ معلوم ہو کہ مہر کے نزدیک کچھ فرق نہیں مابین نفی اور اثبات کے عدم جواز عموم مشترک میں تو فقہاء کا یہ قول کہ اگر قسم کھائی کہ کلام نہ
کرے گا فلان شخص کے مولیٰ سے تو لفظ مولیٰ کا عام ہے مولائے اعلیٰ یعنی آزاد کنندہ اور مولائے اسفل یعنی آزاد کردہ کو نہ اس وجہ سے کہ
عموم حاصل ہوا ہے مشترک واقع ہونے نفی میں بلکہ اس وجہ سے کہ قسم کھانے پر فلان شخص کا بغض باعث ہے اور بعض غیر مختلف
ہے مابین اعلیٰ والاسفل کذا فی العناویہ اور مصنف نے اس کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں م شمس الاثرۃ اور صاحب بدایہ کے نزدیک
قسم مذکور میں عموم مشترک کا قرینہ نفی ہے اور علماء کے نزدیک علت عموم بغض ہے نہ نفی الا اذا عینہ اسی اعلیٰ والاسفل قبل موتہ فینتذفق لہم لذلک المانع
جب کہ مولیٰ کی وصیت میں موصی یقین کر دھم مولائے اعلیٰ کی یا اسفل کی اپنی موت سے پہلے ثواب وصیت باطل نہ ٹھہرے گی صحیح ہو جاوے گی۔
ذوال مانع کے سبب سے یعنی مانع صحت عدلین متی سواب زائل ہوگئی اس کے بیان سے ویدخل فیہ ای فی الموالی من اعتقہ فی صحۃ و مرہنہ اور مولی
میں داخل ہے وہ غلام جس کو موصی نے آزاد کیا اپنی صحت اور بیماری میں ولایہ دخل فیہ مدبر وہ و امہات اولادہ و عن ابی یوسف یدخلون اور مولیٰ میں
داخل نہیں موصی کے غلام مدبر اور امہات اولادہ اور ابی یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ بھی داخل ہیں م عدل دخول کی علت یہ ہے کہ مدبر
اور ام ولد آزاد ہوتے ہیں۔ مالک کی موت کے بعد اور وصیت مضاف ہوتی ہے موت کی حالت کی طرف تو قبل از موت تحقیق اسم کا ضرور
ہے یعنی علت اس کے آزاد کنندہ یا آزاد کردہ سے یکساں ہوگی۔

ہے کذا فی الدرر اوصی بثلث مالہ الی الفقہار دخل فیہا من یدق النظر فی المسائل الشرعیۃ وان علم ثلث مسائل مع ادلتہا کذا فی القنیۃ اپنے ہائی مال کی وصیت کی فقہروں کے واسطے تو فقہروں میں وہ شخص داخل ہوگا جو نظر دقیق اور فکر عمیق رکھتا ہو مسائل شرعیہ میں اگرچہ تین ہی مسئلوں کو ان کے دلائل کے ساتھ جانتا ہو کذا فی القنیۃ یعنی بدون علم دلائل کے فقہیہ نہیں قال حتی قبل من حفظ الوقف من المسائل لم یدخل تحت الوصیۃ صاحب قنیۃ نے کہا یہاں تک کہ بعض فقہروں نے کہا کہ جو ہزاروں مسئلے یاد رکھتا ہو یعنی بدون دلائل کے وہ فقہا کے تحت وصیت میں داخل نہ ہو گا م فقہ ابو جعفر نے کہا کہ ہمارے نزدیک فقہ جو فقہ دانی میں اقصیٰ مرتبہ پہنچ گیا ہو اور متفقہ یعنی جو مسائل جانتا ہو بدون دلائل کے وہ فقہیہ نہیں ہے اور اس کو وصیت مذکورہ میں حصہ نہیں کذا فی الطحاوی اسی تقریر سے معلوم ہوا کہ اس زمانے کے عالموں پر فقہ کا اطلاق کم یا ب سے الا اشار اللہ تو عنہا مسائل دان متفقہ ہیں فقہیہ نہیں اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبة فی باطلۃ کما فی النخایۃ وغیرہ وقد نہاہ عن السراجیۃ وغیرہ یہ وصیت کی کہ مٹی لگا کر بارے اس کی قبر پر یا اس کی قبر پر قبہ یا گنبد بنایا جائے تو وصیت باطل ہے۔ چنانچہ فتاویٰ قاضی خان وغیرہ میں ہے اور یہ مسئلہ ہم سراجیہ وغیرہ سے آگے مذکور کر چکے ہیں لکن قد منا منہا فی الکرامیۃ انہ لایکہ تطین القبور فی المختار لینی ان یكون القول بطلان الوصیۃ بالتطین مبنیاً علی القول بالکراہۃ لانہا جئنا وصیۃ بالمکروہ قال المصنف لیکن ہم سراجیہ سے کتاب الکراہۃ میں مذکور کر چکے ہیں کہ قبروں پر مٹی لگانا قول مختار میں مکروہ نہیں ہے تو لائق یہ ہے کہ مٹی لگانے کی وصیت کا باطل ہونا کراہت کے قول پر مبنی ہے اس واسطے کہ اس وقت وصیت ہے مکروہ کی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ایسا کہ مصنف نے اپنی شرح میں م یہ استدراک ہے فقط مٹی لگانے پر اور گنبد بنانے کا تحریر نہیں کیا تو وہ بالاتفاق مکروہ ہے قلت وکذا ینبغی ان یكون القول بطلان الوصیۃ لمن یقرأ عند قبرہ بار علی القول بکراہۃ القسراۃ علی القبور اولہم جواز لا جازۃ علی الطاعات اما علی المفتی بہ من جوازہا فلیبغی جوازہا مطلقاً وتمامہ فی حواشی الاشباہ من الوقف میں کہتا ہوں اور اسی طرح یہ لائق ہے۔ بطلان وصیت کا قول اس شخص کے واسطے جو قرآن شریف پڑھے موصی قبر کے پاس بنا بر قول بکراہت قرآن کے قبور پر یا اس وجہ سے کہ طاعات پر اجازہ جائز نہیں لیکن بنا بر قول مفتی بہ کے کہ قرآن علی القبور اور اجارہ دونوں جائز ہیں۔ اور دونوں کا جائز ہونا سزاواردار لائق بدلی ہے۔ مطلقاً یعنی خواہ عدم جواز کی علت قرآن علی القبور ہو یا عدم جواز اجارہ علی الطاعات ہو اور اسی کا پورا بیان حواشی اشباہ میں ہے کتاب الوقف سے وحرر فی تنویر البصار انہ تعین المکان الذی عینہ الواقف لقرآن القرآن اولہم تدریس علوم یا شرفیہ لایستحق المشروط لہما فی شرح المنظومیۃ بحسب اتباع شرط الواقف وبالباشرۃ فی غیر مکان الذی عینہ الواقف لوفوت غرض من احیاء ملک البقۃ قال و تحقیقہ فی الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ استحقاق الجاکمۃ اور تنویر البصار حاشیہ اشباہ میں یہ تحریر اور تنقیح کی ہے کہ جس مکان کو وقف کرنے والا متعین کر دے قرآن پڑھنے یا تدریس کے لئے وہ متعین ہوتا ہے تو اگر اس مکان میں قرآن یا تدریس واقع نہ ہو تو قاری یا مدرس مستحق نہ ہو گا اس مال کا جو اس کے واسطے مشروط ہوا اس واسطے کہ شرح منظوم میں ہے کہ واجب ہے اتباع کرنا شرط واقف کا اور جس مکان کو واقف نے معین کر دیا ہے اس کے غیر میں پڑھنے یا درس کرنے سے واقف کی غرض فوت ہوتی ہے یعنی اس مکان کو متبرک کرنا حاصل نہیں صاحب تنویر البصار نے کہا اور تحقیق اس مسئلہ کی اس رسالہ میں ہے جس کا نام الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ استحقاق الجاکمۃ ہے۔

یہ باب ہے خدمت اور سکونت اور پھل کی وصیت کے احکام میں م جب مصنف نے باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی والتمرة وصایا اعیان سے فراغت پالی تو اب دھایا مانع کو شروع کیا صحت الوصیۃ بخدمۃ مجددہ و سکنت

منہ فقہ اور متفقہ کا فرق ۱۲ سہ ایک نسخہ میں اس کے بعد لفظ انتہی ہے۔ ۱۳

دارہ مدۃ مطوۃ وابدای صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا معین مدت تک اور ہمیشہ کو م اس واسطے کہ تمہیں منافع کی حالت جیات میں صحیح ہے لہذا عموماً سوا اسی طرح حالت کے بعد بھی صحیح ہے جیسے اعیان کی تمہیں صحیح ہے ویکون محبوباً علی ملک المیت فی حق المنفقۃ کی فی الوقت کہ باسط فی الدار اور غلام وغیرہ محبوب رہے گا میت کی ملک پر منفعت کی حق میں جیسے وقف میں موقوف محبوب رہتا ہے، واقف کی ملک پر ام کے نزدیک چنانچہ در میں مفصل مذکور ہے م اور صاحبین کے نزدیک موقوف محبوب ہے علی اللہ تعالیٰ ولغلتہا اور غلام اور گھر کے غلام یعنی ان کے حاصلات اور کرایہ کی وصیت صحیح ہے فان خرجت الرقبۃ من الثلث سلمت الیہ ای الی الموصی لہ لہا اے لاجل الوصیۃ سوا اگر غلام اور گھر کا رقبہ موصی کی تہائی مال سے باہر ہو تو غلام یا گھر موصی کو سپرد کیا جائے وصیت کی وجہ سے والا تخرج من الثلث لتقسم الدار اثلاً ثانی فی مسئلۃ الوصیۃ بالسکنی اور اگر رقبہ تہائی مال سے مال سے باہر نہ ہو تو گھر تین نہاؤ تقسیم کیا جائے وصیت بالسکنی کے مسئلہ میں یعنی تہائی گھر میں موصی لہ رہے اور دو تہائیوں میں وارثوں کا اختیار ہے اما فی الوصیۃ بالغلۃ فلا تقسم علی الظاہر اور گھر کے حاصلات کی وصیت میں تو گھر تقسیم نہ ہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے م نقایہ اور اس کی شرح قہستانی میں ہے کہ اگر ثلث مال گنجائش نہ رکھتا ہو تو گھر یا غلام اثلاً تقسیم کیا جائے اس طرح پر کہ موصی لہ تہائی گھر میں رہے اور وارث باقی میں اور موصی لہ گھر کا کرایہ ایک دن لے اور وارث دو دن تا القضاۃ مدت وصیت کذا فی الطحاوی و تہائی العبد فی خدمۃ م اثلاً اور موصی لہ اور وارث باری مقرر کر لیں غلام میں تو وہ ان کی خدمت کرے تین تہاؤ یعنی ایک دن موصی لہ کی خدمت کرے اور دو دن وارثوں کی م چونکہ اجزاء غلام کی قسمت ممکن نہیں لہذا اس میں باری معین ہو لفظ غلام گھر کے کہ اس کے اجزاء کی تقسیم ممکن ہے ہذا اذ لم یکن لہ مال غیر العبد والدوا لا فخدمۃ العبد وقسمۃ الدار بقدر ثلث جمیع المال کما افادہ صدر الشریعۃ یہ مذکور اس وقت ہے جب کہ موصی کا کچھ اور مال نہ ہو سوائے غلام اور گھر کے اور اگر اور مال بھی ہو تو غلام کی خدمت اور گھر کی تقسیم تمام مال کی تہائی کی مقدار پر ہوگی چنانچہ صدر الشریعۃ نے اس کو بیان کیا ہے م تو اگر موصی کا مال اتنا ہو کہ اس میں سے غلام کے دو ثلث یا تین ربع خارج ہوتے ہیں تو غلام موصی لہ کی دو دن یا تین دن خدمت کرے اور ایک دن وارثوں کی خدمت کرے کذا فی الطحاوی ولیس للورثۃ بیع مافی ایدہم من ثلثیہا علی الظاہر لقوت حقہ فی سکنی کلہا لظہور مال آخر بخلاف مافی یدہ فینفذ زیاجہم فی باقیہا والبیع یناہ فنعوانہ عن ابی یوسف لہم ذلک اور وارثوں کو جائز نہیں بیچنا گھر کی دو تہائیوں کا جو ان کے قبضہ میں ہے بنا بر ظاہر مذہب کے بسبب ثابت ہونے حق موصی لہ کے تمام گھر کی سکونت میں اور مال کے ظاہر ہونے کی وجہ سے یا ویران ہو جانے اس تہائی گھر سے جو موصی لہ کے قبضہ میں ہے تو اس وقت میں موصی لہ وارثوں سے مزاحمت کرے گا باقی گھر میں اور بیچنا وارثوں کا اس مزاحمت کے مخالف ہے تو اس واسطے وارث بازر کھے گئے بیع سے اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ وارثوں کو یہ بیع کرنا جائز ہے ولیس للموصی لہ بالخدمۃ والی سکنی ان یوجز العبد والدان لان المنفقۃ لیست بمال علی اصلا فاذا ملک الجوز کان مملکا اکثر مالکہ یعنی وہ لایجوز ادر جس کے واسطے خدمت یا سکونت کی وصیت ہوئی اس کو غلام یا گھر کا اجارہ دینا جائز نہیں اس واسطے کہ منفعت مال نہیں ہے ہمارے قاعدے کے بموجب پھر جب موصی لہ نے منفعت کو دوسرے شخص کی ملک میں دیا عموماً لے کر تو موصی لہ جس قدر مالک ہوا تھا اس سے زیادہ تر مالک کر دینے والا محطہ حالانکہ یہ جائز نہیں کہ آدمی اپنی ملک سے زیادہ غیر کو ملک کرے ولا للموصی لہ بالغلۃ استخدا مہ ای العبد او سکنی ای الدار فی الاصح ومثلہ الدار الموقوفۃ علیہ وعلیہ الفتوی شرح الوہابیۃ لان حقہم فی المنفقۃ لا العین وقد علت الفرق بینہما ادر جس کے واسطے غلام یعنی حاصلات کی وصیت ہوئی اس کو جائز نہیں خدمت میں لانا غلام کا یا سکونت کرنا گھر کا قول صحیح میں اور اسی کے مانند ہے وقف کا گھر یعنی اگر گھر کا غلام وقف ہو تو سکنی اس کا جائز نہیں اور اسی پر

فتویٰ ہے کذا فی شرح الوصیۃ اس واسطے کہ موصی لہ اور اہل وقت کا حق منفعت میں ہے نہ مین میں اور نتیجہ کو دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو چکا
غیر عبارت ہے در اہم اور دنایر سے تو غلہ مفایر ہو استعمال اور سکنی کا ولایہ خرج الموصی لہ العبد الموصی بخدمۃ من الکوفۃ مثلاً الا اذا کان ذلک مکانہ ولم
فی موضع آخر ان خرج من الثلث والا فلا یخرج الا باذن الورثۃ لبقار تقہم فیہ اور باہر نہ لے جائے موصی لہ غلام موصی بہ کو کوفہ سے مثلاً اگر جب کہ
وہ اس کا مکان ہو اور موصی لہ کے اہل دخیال دوسرے مکان میں ہوں تو غلام کا وہاں لے جانا جائز ہے بشرطیکہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج
ہو نہ ہو اور اگر خارج نہ ہوتا ہو تو موصی لہ اس کو باہر نہ لے جائے بدون اذن وارثوں کے بسبب باقی رہنے حق در ثمرہ کے غلام میں غلام یہ ہے کہ اگر غلام مذکور
ثلث مال سے خارج ہو سکتا ہے تو موصی لہ اس کو موصی کے شہر سے باہر نہ لے جائے اگر موصی اور موصی لہ ایک ہی شہر میں رہتے ہیں اور اگر موصی لہ اور
اس کے اہل دخیال دوسرے شہر میں رہتے ہیں تو اس کو باہر لے جانا درست ہے اس واسطے کہ وصیت نافذ ہوتی ہے موصی کے مقصود کے موافق
تو جب موصی لہ کا وطن دوسرا شہر ہو تو موصی کا مطلب ہے کہ موصی لہ غلام کو اپنی خدمت کے واسطے دیں لے جائیں طحاوی نے کہا یوں کہنا بہتر
تھا (من الکوفۃ الی البصرۃ الا ان یکون ذلک مکانہ) اور اہم اشارہ راجع ہوتا بصرہ کی طرف تو اہل فی موضع آخر کی حاجت نہ تھی و بوقت اسی الموصی لہ فی
حیوۃ الموصی لبطلت الوصیۃ اور موصی لہ کے مرجانے سے موصی کی زندگی میں وصیت باطل ہو جاتی ہے یعنی اس واسطے کہ اس کا مستحق نہ رہا و بعد
موتہ لعود العبد والدار الی الورثۃ اسے ورثۃ الموصی حکم الملک اور موصی لہ کی موت کے بعد غلام اور موصی کے وارثوں کی طرف پھیر آتا ہے۔
بحکم ملک یعنی چونکہ منافع کی وصیت میں ملک موصی زائل نہیں ہوتا لہذا بعد موت مستحق موصی کے وارث اس کے مالک ہوتے ہیں ولو تلف الورثۃ ضمنوا
قیمۃ لیشتري بہا عبد لقیوم مقام الاول ولہذا یمنع الرضی من التبرع باکثر من الثلث کذا ذکرہ المصنف فی الرہن اور اگر موصی کی شہر کے بعد اس کے وارثوں نے غلام کو تلف
کیا تو وہ تادان دینگے اس کی قیمت کا کہ اس قیمت سے دوسرا غلام قائم مقام اول غلام کے خرید کیا جاوے لہذا الرضی ممنوع ہے احسان سے تہائی مال سے
زیادہ الیاذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح کی کتاب الرہن میں اصل عبارت زلیعی کی ہے اور مرجع اہم اشارہ کا ورثہ کا حق محترم ہے لیکن شارح کی عبارت میں
خلل واقع ہو گیا ہے یعنی اختصار کی وجہ سے کذا فی الطحاوی لخصاً ولوا وصی بہذا العبد لفلان بخدمۃ لا یرد و یخرج من الثلث صح و تادم فی الدار اور اگر موصی نے وصیت
کی اس غلام کی ایک شخص کے واسطے اور اس کی خدمت کی وصیت کی دوسرے شخص کے واسطے اور حالانکہ وہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہے
تو وصیت صحیح ہے اور اس کا پورا بیان در میں ہے و فی الشرع لایلغی ولفقہ اذالم یلحق الخدمۃ علی الموصی لہ برقبۃ الی ان یدرک الخدمۃ فیسیر کالبکر ولفقہ البکر علی من لہ
الخدمۃ اور شرعاً لایہ میں ہے اور غلام مذکور کا نفقہ جب کہ وہ خدمت نہ کر سکتا ہو کم عمری کے سبب سے اس پر ہے جس کے واسطے اس کے رقبہ کی وصیت
ہوئی یہاں تک کہ وہ خدمت کرنے کے لائق ہو جائے تو اب وہ صغیر کبیر کے مانند ہو جاوے گا اور غلام کبیر کا نفقہ اس پر ہے جس کی خدمت کے واسطے وصیت
ہوئی وان الی الاتفاق علیہ ردہ الی من لہ الرقبۃ کالمستبرح المعیر اور اگر موصی لہ بالخدمۃ اس پر خرچ کرنے سے انکار کرے تو غلام میو کی طرف رد کیا جاوے گا فان جنی بطل
علی من لہ الخدمۃ پھر اگر غلام مذکور جنایت کرے یعنی ازراہ خطا کسی کو قتل کرے تو فدیہ اس پر واجب ہے جس کے واسطے خدمت کی وصیت ہوئی ولو ان فداہ صاحب
الرقبۃ فدیۃ و بطلت الوصیۃ اور اگر صاحب خدمت فدیہ دینے سے انکار کرے تو صاحب رقبہ فدیہ دے یا غلام مقتول کے وارث سے والہ کرے اور وصیت
باطل ہوگی یعنی فدیہ یا د فح کی صورت میں و بثمرۃ لیستانہ فمات والحال ان فیہ ثمرۃ لہ ہذہ الثمرۃ فقط اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی
پھر موصی مر گیا اور حالانکہ باغ میں پھل موجود ہے تو موصی لہ کے واسطے فقط یہی پھل ہے نہ آئندہ پھل وان زاد ابدا لہ ہذہ الثمرۃ و لایستقل اور اگر موصی نے وصیت
مذکورہ میں ہمیشہ کا لفظ زیادہ کیا تو موصی لہ کے واسطے یہ پھل بھی ہے اور زمانہ مستقبل کا بھی پھل ہے کما فی الوصیۃ لیغلۃ لیستانہ فان لہ ہذا ما یکدث
ضم اند الاول چنانچہ غلہ لیستانہ میں اس واسطے کہ غلہ باغ کی وصیت میں موصی لہ کے واسطے یہ غلہ موجود بھی ہے۔ اور وہ غلہ بھی ہے جو آگے موجود

جو کہ خواہ موصی ہمیشہ کا لفظ وصیت ملاوے یا نہ ملاوے مگر ثمرہ اور غلہ میں وجہ فرق یہ ہے کہ عرف میں ثمرہ نام ہے موجود کا تو معدوم کو شامل نہ ہو گا مگر بدلت لفظ دیگر کذا فی الطحاوی عن الزلیعی وان لم یکن فیہا بے البستان والمسئلۃ بحالہا ثمرۃ صحت الوصیۃ فیہا کا لوصیۃ بالغلۃ فی تناولہا الثمرۃ لمؤخر ما عاش الموصی لزیلعی اور مسئلہ سابقہ میں اگر باغ میں پھل موجود نہ ہو وصیت کے وقت تو پھل کی وصیت غلہ کی وصیت کے مانند ہے ثمرہ معدوم کے شمول میں جب تک کہ موصی زندہ رہے مگر یعنی اگر وصیت کے وقت پھل باغ میں نہیں اور اسی نے پھلوں کی وصیت کی ایک شخص کے واسطے تو اس کی مدت العمر جس قدر پھل سال بسال پیدا ہوتے جاویں گے وہ اس کو لیتا رہے گا فی العناۃ السقی والخراج وافیہ اصلاح البستان علی صاحب الغلۃ نہ ہو المنتفع بہ فصار کالنفقۃ فی فصل الخدمۃ اور غنایہ میں ہے کہ باغ کا پنچنا اور سرکاری محصول اور جس چیز میں باغ کا قیام اور درستی سے صاحب غلہ رہے اس واسطے کہ فائدہ لینے والا تو وہی ہے تو یہ خدمت کے غلام کے نفقہ کے مانند ہو گیا تمثیلیہ الغلۃ کل ما یحصل من ربح الارض وکراہیہا واجرة الغلام ونحو ذلک کذا فی جامع اللغة غلہ عبارت ہے ہر ایک اس چیز سے جو حاصل ہو زمین کی آمدنی سے اور اس کے کرایہ لے غلام کی اجرت سے اور مانند اس کے کذا فی جامع اللغة ہم قاموس میں بھی غلہ اسی طرح مذکور ہے قلت وظاہرہ دخول ثمن الجوز ونحوہ فی الغلۃ فلیخرج من کتبا ہوں اور ظاہر تعریف غلہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ثمن اخروٹ کا اور مانند اس کے غلہ میں داخل ہے تو اس کی تحریر اور تنفیص کرنا چاہیے مگر یعنی ظاہر تعریف غلہ اس پر دلالت غلہ کرتا ہے کہ اس باغ کا اخروٹ بیجا جائے جس باغ کے غلہ کی کسی کے واسطے وصیت ہوئی تو اس کا ثمن موصی نہ کہے میں کہتا ہوں کہ اخروٹ اس کا حق ہے اور وہی اس کی بیع کا مالک ہے اعالة یا ذکالة اور غیر شخص کی بیع اس کی اجازت پر موقوف ہے یہ تقریر ہے اس نسخہ کے بموجب جس میں جوز کا لفظ بکیم و زار منقوطہ مرقوم ہے اور جس نسخوں میں بجا مہملہ و زار مہملہ مرقوم ہے تو وہ عبارت ہے درخت بے ثمر سے تو اس کو دیکھنا چاہیے کہ آیا وہ مثل عطب کے ہے قادی عالمگیری میں محیط فرسی سے منقول ہے کہ اگر وصیت کی غلہ باغ انجور کی کسی آدمی کے واسطے تو اس میں قوائم یعنی تھونیاں اور اوراق اور عطب اور ثمرہ سب داخل ہے انتہی کذا فی الطحاوی و بصوت غنم و ولدہا ولبنہا مالہا لقی فی وقت موتہ سوار قال ابدال اول لان المعدوم منہا لا یصح لشیء من العقود فکذا بالوصیۃ بخلاف الثمرۃ بدلیل صحۃ المساقاۃ اور اگر اچھی بھڑوں کے صوف کی اور ان کے بچوں کی اور دودھ کی وصیت کی تو موصی نہ کہ وہ صوف اور بچے اور دودھ ہے جو باقی رہا یعنی جو پایا گیا موصی کے مرنے کے وقت خواہ اس نے ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا اس واسطے کہ اثبات مذکورہ میں سے جو موجود نہیں وہ کسی عقد سے مستحق نہیں ہوتی تو اسی طرح وصیت سے بھی برخلاف پھل کے کہ اس میں وصیت غیر موجود کی صحیح ہے صحت مساقاۃ کی دلیل سے اوصی بجعل دارہ مسجد او لم یخرج من الثلث واجازوا بجعل مسجد الزوال المانع باجازتہم اپنے گھر کی مسجد بنانے کی وصیت کی اور حالانکہ وہ گھر ثلث مال سے باہر نہیں ہوتا اور اس کے وارثوں نے اجازت دی تو وہ گھر مسجد بنایا جاوے گا زوال مانع کی وجہ سے وارثوں کی اجازت سے یعنی مانع محتا حق درتہ کا سوا اجازت سے داخل ہو گیا وان لم یجیزوا یجعل ثلثہا مسجد اریۃ بجانب الوارث والوصیۃ اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی گھر مسجد بنایا جاوے گا وارث اور وصیت دونوں جانب کی رعایت کرنے سے یعنی اس صورت میں وارث بھی محروم نہ رہے اور مسجد بھی بنے ولظہر مرکبہ فی سبیل اللہ لطلبت لان وقت المنقول باطل عنہ فکذا الوصیۃ وعندہما یکوزان در در اپنی سواری کی پیٹھ کی وصیت کی خدا کی راہ میں تو وصیت باطل ہے اس واسطے کہ مال منقول کا وقف کرنا باطل ہے امام کے نزدیک تو اسی طرح منقول کی وصیت بھی باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک منقول کا وقف کرنا اور وصیت کرنا دونوں جائز ہیں کذا فی الدرر وقال المصنف وفيہ نظر لان الوصیۃ تصح حیث لا یصح الوقف فی مواضع کثیرۃ کا لوصیۃ بالغلۃ والصوت ونحو ذلک کما مر اور مصنف نے کہا کہ اس تعلیل میں اعتراض ہے یعنی قیاس وصیت کا وقف پر صحیح نہیں اس

واسطے کہ وصیت صحیح ہوتی ہے جہاں وقف صحیح نہیں ہوتا بہت سے واضح ہیں جیسے غرہ اور صوف کی وصیت میں اور مانند اس کے چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا اوصی لیسٹی للمسجد ثم تجز الوصیۃ لانه لا یملک وجوز ما محمد قال المصنف ولقول محمد ائقی مولانا صاحب البحر وصیت کی کسی چیز کی مسجد کے واسطے تو وصیت جائز نہیں اس واسطے کہ مسجد لائق تملیک کے نہیں ہے اور محمد نے اس کو جائز رکھا ہے مصنف نے کہا اور محمد کے قول کا فتویٰ دیا ہے ہمارے استاد بحر الرائق کے مصنف نے م محمد نے وصیت مذکورہ کو مصالح مسجد کے امر پر عمول کیا ہے تاہی الامکان موصی کا کلام صحیح ٹھہرے الا ان ليقول الموصی متفق علیہ فحوز اتفاقا مسجد کے واسطے وصیت صحیح نہیں مگر یہ کہ موصی کے کہ خرچ کیا جائے مسجد پر تو اب وصیت جائز ہے باتفاق امام اور محمد کے قال اوصیت ثلثی لفلان او فلان لطلات عند ابی حنیفہ لجمالۃ الموصی و عند ابی یوسف لہما ان یعطیا طے فذلک عند محمد بخیر الورثۃ فایہا شاذ اعطوا موصی نے کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی فلاں شخص کے واسطے تو وصیت باطل ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک سبب مجہول جو نسو موصی کے اور ابو یوسف کے نزدیک دونوں شخصوں کو اختیار ہے کہ آپس میں صلح کر لیں تہائی مال کے لینے میں خواہ نصف نصف پھاٹک کر لیں یا کم و بیش اور محمد کے نزدیک موصی کے وارثوں کو اختیار ہے ان میں سے جس شخص کو چاہیں دیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ فصل ہے ذمی وغیرہ کی وصایا میں یعنی چنانچہ مستامن اور صاحب ہوا اور مرتد کی وصایا میں ذمی جعل دارہ بیعہ فصل فی وصایا الذمی وغیرہ | اوکنیسۃ ادیت نار فی صحۃ فمات فی میراث لانہ کو قف لم یسجل کافر ذمی نے اپنا گھر بیعہ یا کنیسۃ یا آتشخانہ بنایا اپنی صحت کی حالت میں پھر وہ مر گیا تو وہ اس کے وارثوں کی میراث ہے اس واسطے کہ وہ وقف غیر مسجل کے مانند ہے م بیعہ عبادت خانہ یہود اور کنیسۃ عبادت خانہ نصاری کا اور آتش خانہ معبد مجوس کا ان عبادت خانوں کا بنانا ذمیوں کو دیہات میں جائز ہے نہ دارالاسلام کے شہروں اور قصبات میں واما عند ہما فلا نہ معصیۃ اور صاحبین کے نزدیک تو اس وجہ سے صحیح نہیں کہ ان کا بنانا معصیت ہے دلیں ہو کہ مسجد لاہم لیکرن وید فنون فیہ موتا ہم حتی لو کان المسجد کذلک یورث قطعا قال المصنف وغیرہ لانہ جئہ لم یصر محررا خالصا للہ تعالیٰ اور کنیسۃ مسجد کے مانند نہیں ہے اس واسطے کہ یہود اور نصاریٰ اس میں رہتے ہیں اور اپنے مردے اس میں دفن کرتے ہیں تو اگر مسجد بھی اس طرح ہو یعنی اس میں سکونت اور دفن ہوتا ہو تو وہ بھی مورث ہوگی یقیناً ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے اس واسطے کہ اس وقت میں محرر خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے نہ ہوئی م یہ صاحبین کے کلام کا تمہ نہیں بلکہ امام کے قول کا تمہ ہے اور جواب ہے اس سوال مقدار کا کہ بیعہ اور کنیسۃ یہود اور نصاریٰ کے حق میں ایسا ہے جیسے مسجد ہمارے حق میں پس اس میں بیع اور میراث جاری نہیں وان اوصی الذمی ان یبني دارہ بیعہ او کنیسۃ لیسین فہو جائز من الثلث و یجوز قلیلا اور اگر ذمی نے یہ وصیت کی کہ اس کا گھر بیعہ یا کنیسۃ بنایا جائے معین لوگوں کے واسطے تو وہ جائز ہے تہائی مال سے اور یہ تملیک ٹھہرے گی ان کے واسطے وان اوصی بدارہ ان تبني کنیسۃ اربعۃ فی القری ندنی المصر لا یجوز اتفاقا لقوم غیر مسلمین صحت عندہ لا عند ہما لمراتہ معصیۃ ولہ انہم یرکون ما یدینون فتصح اور اگر ذمی نے اپنے گھر کی وصیت کی کہ وہ کنیسۃ یا بیعہ دیہات میں بنایا جائے قوم غیر معین کے واسطے تو یہ وصیت امام کے نزدیک صحیح ہے نہ صاحبین کے نزدیک اس واسطے کہ صاحبین کی دلیل مذکور ہو چکی کہ وہ معصیت ہے اور معصیت کی وصیت جائز نہیں اور امام کی دلیل یہ ہے کہ اہل ذمہ چھوڑے جاتے ہیں اپنے دین پر تو وصیت صحیح ہوگی دیہات کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر شہر میں کنیسۃ یا بیعہ بنانے کی وصیت کی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز کو صیۃ حربی مستامن لا وارث لہ ہا بلکہ مالہ المسلم او ذمی کذا فی الوقایۃ ولا بخرۃ بمن ثمة لانہ اموات فی حقنا جیسے وصیت جائز ہے اس حربی مستامن کی جس کا کوئی وارث نہیں دارالاسلام میں اس کے تمام مال کی وصیت مسلمان یا ذمی کے واسطے کذا فی الوقایۃ اور کچھ اعتبار نہیں اس کے

ان وارثوں کا جو دار الحرب اس واسطے کہ وہ در حکم اموات کے ہیں ہمارے حق میں دواوصی بنصفہ مثلاً لکھو ورو باقیہ لو رشتہ لا ارشابل لانہ لا مستحق لدنی مارنا اور اگر حربی مستامن نے اپنے نصف مال کی مثل وصیت کی تو وصیت نافذ ہوگی اور باقی مال اس کے وارثوں پر رد کیا جائے گا میراث کی راہ سے نہیں بلکہ اس واسطے کہ اس کا کوئی مستحق نہیں ہمارے ملک میں دکن اداوصی لمستانن مثلاً اور اسی طرح جواز وصیت کا حکم ہے اگر وہ اپنی مانند دوسرے مستامن کے واسطے وصیت کرے ولو اعتق عبده عند الموت او وبره لقد من السکل لما قلنا اور اگر مستامن نے اپنا غلام آزاد کیا موت کے وقت یا غلام کو مدبر کیا تو اعتاق اور تبریر نافذ ہوگی اس تمام مال سے اس دلیل سے جو ہم نے بیان کی یعنی اس واسطے کہ اس کے وارثوں کا حق واجب الرعاۃ نہیں کیونکہ وہ اموات کے ماتد ہیں کذا فی الزلیعی ولو ادعی المسلم اذمی جاز علی الاظهر زلیعی اور اگر مستامن کے واسطے مسلمان یا ذمی نے وصیت کی تو بنا بر قول اظہر کے جائز ہے کذا فی الزلیعی وصاحب الہوی اذا کان لا یکفر فهو بمنزلۃ المسلم فی الوصیۃ لانا امرنا بانوار الاحکام علی ظاہر الاسلام اور اہل ہوا یعنی مبتدعین خارج یار افغنی جب کہ اس کی بدعت منجر بکفر نہ ہو تو وہ بمنزلہ مسلمان کے ہے وصیت کے امر میں اس واسطے کہ ہم امور بنوار احکام کے ہیں ظاہر اسلام پر وان کان یکفر فهو بمنزلۃ المرتد فنكون موقوفون عندہ نافذة عندہا شرح الجمع اور اہل بدعت فسوب مکفر ہو تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہے تو اس کی وصیت امام کے نزدیک موقوف ہے اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہے کذا فی شرح الجمع ہم اہل بدعت یعنی جو اپنی ہوائے نفس کا تابع ہو بدعت کی طرف تامل ہو کر اگر اس کے کفر کا حکم ہوا چنانچہ ایک گروہ رافضیوں میں سے کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ خدائے اکبر ہے تو وہ مرتد کے مانند ہیں کذا فی الدرر والمرتد کافی الوصیۃ کذمیتہ فی الاصح لانہا لا تقبل اور عورت مرتدہ وصیت میں ذمی عورت کے مانند ہے قول صحیح تر میں اس واسطے کہ مرتدہ مقتول نہیں ہوتی یعنی اس کی وصیت صحیح ہے بخلاف مرتد کے الوصیۃ المطلقة هذا القدر من مالی اؤثلث مالی وصیۃ لا تحلل للفقہی لانہا نافذہ دی علی الغنی حرام وان نکمت لقوله یا کل منها الفقہی والفقران اکل الغنی منها الا لیج بطریق التلیک والتلیک انما لیج معین والغنی لا لعین ولا یخصی اور وصیت مطلقہ یعنی غیر مخصوص چنانچہ یوں کہنا کہ اس قدر میرا مال یا تنہائی میرا مال وصیت ہے بالدار کو حلال نہیں اس واسطے کہ وصیت مذکورہ صدقہ ہے اور فقہ غنی پر حرام ہے اگرچہ موسیٰ نے وصیت کو عام کر دیا ہو چنانچہ یوں کہنا کہ اس میں کھائے غنی اور فقیر اس واسطے کہ غنی کا کھانا اس میں صحیح نہیں مگر بطریق تلیک کے اور حالانکہ تلیک صحیح نہیں ہوتا مگر معین شخص کے واسطے اور غنی معین اور محصور نہیں ہم وصیت مطلقہ وہ ہے جس میں نہ غنی مذکور ہو نہ فقیر اور وصیت عامہ وہ جس میں غنی اور فقیر دونوں مذکور ہوں ولو خصت الوصیۃ بہ ای بالغنی بقوله هذا القدر من مالی وصیۃ لزید وغنی او بقوم اغنیاء محصورین حلت لهم نصو تلیکم اور اگر وصیت غنی کے ساتھ مخصوص ہوئی چنانچہ موسیٰ کا یوں کہنا کہ میرا اتنا مال زید کے واسطے وصیت ہے اور حالانکہ زید غنی ہے یا مالدار متعین اور منحصر قوم کے واسطے وصیت مخصوص ہوئی تو ان کو حلال ہے تخلیک صحیح ہونے کا وجہ سے وکذا الحکم فی الوقت کما حرره ملاخسرو اور اسی طرح وصیت کے مانند وقف میں حکم ہے چنانچہ ملاخسرو نے در میں اس کی تحریر اور تفصیل کی ہے ہم یعنی وقف مطلق مخصوص بفقیر رہے غنی کو حلال نہیں اگرچہ واقف اس کو غنی اور فقیر کے واسطے عام کر دے اور جب کہ وقف کو غنی معین کے واسطے یا قوم اغنیاء محصورین کے واسطے خاص کر دیا تو ان کو حلال ہے اور وہ اس کے منافع کے مالک ہونگے نہ اس کے عین کے چونکہ یہ مسائل ضروریہ کلام سابق سے مفہوم ہوتے تھے ضمناً اور واجب الحفظ تھے اور اکثر لوگ اس سے غافل تھے لہذا اس کو ہم نے اصالتہ ذکر کیا کذا فی الدرر ودی جامع الفصولین التولی علی الوقف کا وصی اور جامع الفصولین میں ہے کہ وقف کا متولی کسی کے مانند ہے ہم مطحادی نے کہا اس مسئلہ کا ذکر کرنا باب الوصی میں بہتر تھا فروغ مسائل ملخصہ شراح کے اوصی ثلث الصلوات جاز للوصی مردہ لو رشتہ لو محتاجین یعنی بغیر قرابتہ الولاد من یجو ز صحت الکفارۃ ایم بخلاف مطلق الوصیۃ للمساکین فانہا تجوز لكل قدر ولا حدیم یعنی لو محتاجین حاضرین بالغنین رافضیین قلوبهم مغیر ادغائب او حاضرین راضی لم یجز نمازوں کے کفار سے کے واسطے موسیٰ نے اپنے تنہائی

مال کی وصیت تو وصی کو اس کا صرف کرنا وصی کی وارثوں پر صحیح ہے بشرطیکہ وہ محتاج ہوں یعنی بغیر قرابت ولادت کے ان لوگوں میں سے جن پر صرف کفارہ جائز ہے یعنی مسلمان محتاج ہوں برخلاف مطلق وصیت کے جو محتاجوں کے واسطے ہو کیوں کہ اس کا صرف کرنا وصی کے تمام وارثوں پر اور ایک وارث پر جائز ہے یعنی اگر وارث محتاج حاضر بالغ راضی ہوں خیرات لینے پر سو اگر ان میں سے کوئی صغیر یا غائب ہو یا موجود راضی نہ ہو تو جائز نہیں مگر بغیر قرابت ولادت کی قید اس لئے لگائی کہ اس کے واسطے صرف کفارہ جائز نہیں اگرچہ وصی نے اس کو معین کر دیا ہو مثلاً نے محمد سے روایت کی کہ ثلث مال کی مساکین کے واسطے وصیت کی موصی کے وارث محتاج ہو گئے اور وہ بالغ حاضر ہیں تو اگر انہوں نے اتفاق کیا کہ ان کے واسطے وصیت کا مال دیا جائے یا ایک وارث محتاج ہو گیا سب وارثوں نے اجماع کیا کہ اس کو دیا جائے تو جائز ہے اور وارثوں میں صغیر یا غائب یا حاضر غیر راضی ہو تو جائز نہیں کذا فی الطحاوی اوصی بکفارة ملوۃ رجل معین لم یحز نجسہ بلیقی لفساد الزمان وصیت کی اپنی ناز کے کفارہ دینے کی ایک موعین کے واسطے تو اس کے غیر کو دینا جائز نہیں اسی قول پر فتویٰ ہے فساد زمانہ کی علت سے م قضاوت وغیرہ میں طبع غالب ہے لہذا غیر وصیت جائز نہیں اوصی لصلواتہ وثلث مالہ دیون علی المعسرین فترک الوصی لہم عن الفدیۃ لم یحزہ ولا بد من القبض ثم تصدق علیہم مال کی وصیت کی اپنی نازوں کے کفارہ دینے کے واسطے اور حالانکہ اس کا ثلث مال محتاجوں پر دینا ہے موصی نے اس مال کو ان پر چھوڑا ندیہ ادا ہونے کی وجہ سے تو یہ فدیہ کفایت نہ کرے گا اور ضرور ہے اس مال کا اول قبض کرنا پھر ان کو صدقہ دینا یعنی بدون ادا نئے کفارہ صحیح نہیں ولو امر ان یتصدق بالثلث فان غصب غاصب ثلثہا مثلاً واستہلک فترک صدقہ علیہ وہو محسّر یجزیہ لحصول قبضہ بعد الموت بکفون الدین الکل من القنیۃ اور اگر موصی نے یہ امر کیا وصی کو کہ تمہاری مال صدقہ دے پھر موصی مر گیا سو کسی غاصب نے تمہاری مال مثلاً غصب کیا اور اس کو ضائع کیا سو وصی نے اس کو چھوڑ دیا صدقہ دینا کچھ کر اور حالانکہ وہ محتاج ہے تو کفایت کرے گا تصدق میں بسبب حاصل ہونے قبضہ غاصب کے بعد مرجانے موصی کے برخلاف دین کے کہ اس پر دیوں کا قبضہ حیات موصی میں ہوا تھا تو وہ کفایت نہ کرے گا یہ سب مسائل قنیہ سے مذکور ہیں ذی الجواہر اوصی لرجل بعقار ومات وقسمت امرکۃ والموصی لہ فی البلد وقد علم بالقسمۃ ولم یطلب ثم بعد منین ادنی تسع ولا یطیل بالتأخیر ان تم یکن لہ والوصیتہ اور جواہر الفتاویٰ میں ہے کہ عمارت والی زمین کی وصیت کی ایک شخص کے واسطے اور موصی مر گیا سو ترکہ تقسیم ہوا اور موصی لاس شہر میں ہے اور حالانکہ اس کو قسمت ترکہ معلوم ہے اور اس نے طلب نہ کیا پھر چند سال کے بعد دعویٰ کیا تو مسور ہو گا اور تاخیر سے دعویٰ باطل نہ ہو گا بشرطیکہ اس نے وصیت کو رد نہ کر دیا ہو مرقار عبارت ہے عرصہ منین سے اور ضمیمہ عبارت ہے فقط عرصہ سے کذا فی الطحاوی من جامع الفصولین اوصی لہ بدار فباعہا بعد موتہ قبل القبض صحیح لجاز التصرف فی الموصی بہ قبل قبضہ ایک شخص کے وصیت کی ایک گھر کی سو اس نے گھر کو بیچا بعد مرجانے موصی کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بیع جائز ہے اس واسطے کہ وصیت کی چیزیں تصرف کرنا قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے دفعت ضیعۃ علی ولدنا وجعلت علم الولد متولیا وللولد اب فالتولی اولی من الاب ایک عورت نے زمین کو وقف کیا اپنے بیٹے پر اور بیٹے کے چچا کو اس پر متولی کیا اور بیٹے کا باپ بھی زندہ ہے تو متولی مقدم ہے باپ سے شری دار اوصی بہا لرجل فاخذ ما شفیع من ید الموصی لہ یوخذ الثمن ولو اتحق الدار لایرجع الموصی لہ علی الورثۃ بلیقی لاند ظہرانہ اوصی بال غیر گھر خرید کیا اور اس کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے سو اس گھر کو شفیع نے لیا موصی لہ کے ہاتھ تو ثمن لیا جاوے گا اور اگر گھر غیر شخص کا ثابت ہوا تو موصی لہ مشتری کے وارثوں سے کچھ نہ پاوے گا اس واسطے کہ استحقاق ملک غیر سے ظاہر ہوا کہ اس نے غیر کے مال کی وصیت کی تھی اور حالانکہ وہ جائز نہیں مگر جب گھر شفیع لے گا حق شفعہ کی علت سے تو موصی لہ اس قدر ثمن مشتری موصی کے ترکہ سے لے گا اور وارث مشتری کے شفعہ سے ثمن بھر لیں گے کذا المنج۔

باب الوصی | رہو الموصی الیہ یہ باب ہے وصی کے احکام میں وصی رہے جس کی طرف وصیت کی جائے عرب بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنی

اس کو اپنے مال میں تصرف کرنے کے بعد موت کے وصیت کی اور اس کو موقوف الیہ اور وصی بھی کہتے ہیں اور وصایت بالکسر والفتح اسم ہے اس سے وصی کو لائق نہیں کہ وصایت قبول کرے اس واسطے کہ اس میں خطر ہے ابو یوسف سے روایت ہے اول بار وصی ہونا غلط ہے اور دوسری بار خیانت ہے اور تیسری بار چوری ہے من سے روایت ہے کہ وصی تلوہ نہیں عدل پر اگرچہ امیر المؤمنین عمر فاروقؓ ہوں ابو مطیع نے کہا کہ میں نے ۲۰ برس قضا کی اپنی مدت میں وہ شخص نہیں دیکھا جو اپنے بھتیجے کے مال میں عدل کرتا ہو کذا فی الطحاوی عن القسطنطینی اوصی الی زید امی جملہ وصیا وقبل عنده صح فان رد عنده اسی جملہ بیت زید کی طرف وصیت کی یعنی ایک شخص نے اس کو وصی کیا اور اس نے وصایت کو قبول کر لیا موصی کے نزدیک تو وصی ہونا صحیح ہو گیا پھر اگر روکی یعنی قبول نہ کیا انکار کیا وصی ہونے سے اس کے نزدیک یعنی موصی کی دانست میں تو وصایت پھر گئی ثابت نہ ہوئی م اس واسطے کہ وہ اس میں متبرع ہے اس پر قبول کرنا واجب نہیں چاہے اس پر دوام اختیار کرے چاہے جوع کرے موصی کو اختیار نہیں کہ غیر پر تصرف لازم کرے اور جوع میں فریب دینا نہیں ہے کیونکہ موصی کو اختیار ہے کہ دوسرے شخص کو وصی ٹھہرا دے اور اگر بعد روکے قبول کرے گا تو قبول صحیح نہ ہوگا ہاں اگر اس کے سامنے دوسری بار قبول کرے گا تو صحیح ہے اس واسطے کہ بزازہ میں ہے کہ کسی کو وصی کیا سو اس نے اس کے سامنے کہا کہ میں قبول نہیں کرتا تو یہ ہوا اور وصی نہ ٹھہرا پھر اگر موصی نے اس سے کہا کہ تم سے یہ توقع نہ تھی کہ تم قبول نہ کرو گے سو اس نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو وصی ہو گیا کذا فی الطحاوی والا لا یصح الرد بغیرۃ لکن لا یصح رد من جہتہ اور اگر موصی کے سامنے وصی نے رد نہ کیا تو اس کا رد کرنا اس کے صحیحے یعنی اس کی عدم دانست میں صحیح نہیں ہے تاکہ وہ فریب خوردہ نہ ہو وصی کی جہت سے و یصح اخراجه عنها ولو فی غیبتہ عند الامام خلافاً للثانی بزازہ اور صحیح ہے خارج کرنا وصی کا وصایت سے اگرچہ وصی کی غیبت میں اخراج واقع ہوا ہو امام کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے یعنی ان کے نزدیک اخراج بلا علم وصی صحیح نہیں فان سکت الموصی الیہ فمات موصیۃ فله الرد والقبول پھر اگر موصی نے سکوت کیا پھر اس کا وصیت کرنے والا مر گیا تو وصی کو رد کرنا اور قبول کرنا جائز ہے م وصی معروف الغیر میں متبرع ہے تو بدون قبول کرنے کے اس پر وصایت لازم نہیں مانند وکالت کے اور یہاں فریب دینا بھی نہیں ہے اس واسطے کہ موصی نے خود فریب کھایا اس لیے کہ اس نے حال دریافت نہ کر لیا کہ اس نے وصایت قبول کی یا نہیں ولزم عقد العزم ببيع شئ من التركة وان جهل به امی بکونہ وصیا فان علم الوصی بالوصایۃ لیس بشرط فی صحتہ تصرفہ اور عقد وصیت لازم ہو جاتی ہے وصی کی کوئی چیز بیع کرنے سے موصی کے ترکہ سے اگرچہ وہ اپنی وصی ہونے کو نہ جانتا ہو اس واسطے کہ وصی کو وصایت کا علم شرط نہیں ہے اس کے تصرف کے صحیح ہونے میں بخلاف الوکیل فان علمه بالوکالۃ شرط برخلاف وکیل کے اس واسطے کہ وکیل کو وکالت کا معلوم ہونا شرط ہے وکالت کی فان سکت ثم رد بعد موتہ ثم قبل صح الا اذا انفذ قاض ردہ فلا یصح قبولہ بعد ذلک پھر اگر موصی نے قبول وصایت سے سکوت کیا پھر روکی موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جب کہ قاضی نے اس کے رد کرنے کو نافذ کر دیا تو اب اس کے بعد قبول کرنا وصایت کا صحیح نہیں ولو اوصی الی صبی وعبد غیرہ وکافر و فاسق بدل امی بدلیم القاصی بغیرہم اتمنا لنظر ولفظ بدل یضیہ صحتہ الوصیۃ فلو تصرفوا قبل الانحراج جاز سراجیہ اور اگر موصی نے وصی کیا صغیر کو اور غیر شخص کے غلام کو اور کافر اور فاسق کو تو بدل ڈالا جادے یعنی قاضی ان کے سوا سے اور شخص کو وصی مقرر کرے اتمام نظر کے واسطے اور تبدیل کرنے کا لفظ صحت وصیت پر دلالت کرتا ہے تو اگر صغیر اور غلام اور کافر اور فاسق کچھ تصرف کریں قبل انحراج کے تو تصرف جائز ہے کذا فی السراجیۃ فلو بلغ الصبی وعق العبد واسلم الکافر او المرتد وقاب الفاسق مجتبی ذیہ فوض دلاۃ اوقف لصبی صح استئمان لم یخیر جہم القاضی عنها امی عن الوصایا لرد الالموجب للفرل الا ان یكون غیر این اختیار سوا اگر صغیر بالغ ہو گیا اور غلام آزاد ہو گیا اور کافر اور مرتد مسلمان ہو گیا اور فاسق نے توبہ کی کذا فی المجتبی تو قاضی ان کو وصایا سے خارج نہ کرے سبب زائل ہو جانے اس مانع کے جو موجب تھا مفذول کرنے کا مگر یہ کہ وصی خائن ہو امانت دار نہ ہو تو غزل درست ہے کذا فی

الاختیار اور محنتی میں ہے کہ ولایت وقف کی صغیر کو موقوف ہوئی تو استئمان کی راہ سے صحیح ہے والی عبدہ والحال ان ورثہ غار صحیح کا یعامہ الی کاغذہ
اور مکاتب غیرہ ثم ان رتی التی نکاحا بعد اور اگر وصی کیا اپنے غلام کو اور حالانکہ وصی کے وارث صغیر ہیں تو صحیح ہے جیسے اس کا وصی کرنا اپنے مکاتب کو
یا غیر کے مکاتب کو تو درست ہے پھر اگر مکاتب عدم ادا سے بدل کتابت سے ملکیت کی طرف پھیرا گیا تو اس کا حکم غلام کے مانند ہے یعنی اگر وارث
صغیر ہیں تو درست ہے اور نہیں تو درست نہیں والا لا وقال لا یصح مطلقا درر اور اگر وصی کے وارث عاقل بالغ ہیں تو غلام کا وصی کرنا صحیح نہیں اور
صاحبین نے کہا غلام کا وصی کرنا مطلقا درست نہیں خواہ وارث صغیر ہوں خواہ بالغ کذا فی الدرر ومن عجز عن القیام بہا حقیقۃ لا یجوز اخبارہ ضم
القاضی الیہ غیرہ رعایۃ لحق الوصی والورثۃ اور جو وصی کہ عاجز ہوا وصایت کے قیام سے فی الحقیقت نہ فقط وصی کے اظہار سے تو قاضی اس کے
سامنے اور وصی کو ملاوے وصی اور وارثوں کے حق رعایت کرنے کے واسطے م وصی کا یوں ظاہر کرنا کہ مجھ سے وصایت نہیں ہو سکتی اس واسطے
معتبر ہوا کہ شکایت کرنے والا گاہے کاذب ہوتا ہے اپنی جان کے بچانے کے واسطے کذا فی المنع ولو ظہر للقاضی عجزہ اصلا استبدل غیرہ
اور اگر قاضی کو وصی کی عاجزی اصلا ظاہر ہو تو اور شخص کو بدل کے وصی مقرر کرے ولو عزلہ امی الوصی المختار القاضی مع البلیۃ لہا نفذ معزلہ و
ان جار القاضی واثم اور قاضی نے میت کے پسندیدہ وصی کو معزول کیا باوجودیکہ وہ وصایت کی لیاقت رکھتا ہے تو اس کا معزول کرنا نافذ ہوگا اگرچہ
قاضی نے غلام کیا اور گناہ گار ہوا فی الاشباہ اختلاف فی ستمہ عزلہ والا کثر علی الصحتہ کما فی شرح الوہابیۃ لکن یجب الاقتدار بعدم الصحتہ کما فی الفصولین و
اما عزل الخائن فواجب انتہی قلت وعبارة جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرون الوصی من المیت لوعدا لا کافیا لا یغنی للقاضی ان یعزلہ فلو عزلہ
قبل یعزل اقوال الصیغۃ عندی انہ لا یعزل لان الوصی شفق بنفسہ من القاضی لکیف یعزل فیمنہ ان یغنی بہ لفساد نفاۃ الزمان انتہی قال المصنف
قال شیعنا فقد ترجح عدم صحۃ العزل للوصی فکیف بالوظائف بالاقواف اشباہ میں ہے فقہائے اختلاف کیا ہے وصی اہل کی صحت عزل میں اور اکثر
فقہ صحت عزل پر ہیں چنانچہ وہابیہ میں ہے لیکن عدم صحت کا فتویٰ دینا واجب ہے چنانچہ فصولین میں ہے اور وصی خائن کا تو معزول کرنا واجب ہے انتہی
مانی الاشباہ میں لکھا ہوں اور عبارت جامع الفصولین کی تائید میں فصل سے یہ ہے کہ میت کا وصی اگر متقی اور کافی ہو تو قاضی کو معزول کرنا لائق نہیں ہے
سو اگر باوجود اس کے معزول کرے گا تو قول ضعیف یہ ہے کہ وہ معزول ہو جائے گا میں لکھا ہوں میرے نزدیک صحیح ہے کہ وہ معزول نہ ہوگا اس واسطے
کہ وصی اپنی ذات پر شفیق تر ہے قاضی سے یعنی اس نے بہتر سمجھ کر اس کو وصی مقرر کیا تو قاضی اس کو کیوں کر معزول کرے گا اور لائق یوں ہے کہ عدم
عزل کا فتویٰ دیا جائے نفقات زمانہ کے فساد اور بدعتی کی وجہ سے انتہی مانی جامع الفصولین مصنف نے کہا ہمارے استاد صاحب بحر الرائق نے کہا سو
البتہ عزل وصی کی عدم صحت راجح ہو گئی تو وظائف اوقاف کی معزولی کیونکر صحیح ہوگی م منجد و مناقف کے تالیف ہے قناد سے خیر الدین میں بحر الرائق
سے منقول ہے کہ قاضی اگر ناظر وقف کو معزول کرے تو اس کی شرط یہ ہے کہ اس سے خیانت ثابت ہو چنانچہ اسلاف اور جامع الفصولین میں ہے
تو معلوم ہوا کہ غیر کو متولی کرنا بدون خیانت کے حرام ہے اور اگر کرے گا صحیح نہ ہوگا او عدم صحت عزل ناظر سے معلوم ہوا کہ وقف کے صاحب وظیفہ کو بھی
معزول کرنا صحیح نہیں چنانچہ ہزارہ سے اس کو ثابت کیا ہے کذا فی الطحاوی و لعل فعل احد الوصیین کالمتولیین فانہما فی الحكم کالوصیین اشباہ ووقف
القننیۃ اور دو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہے جیسے دو متولین وقف سے ایک متولی کا فعل باطل ہے اس واسطے دو متولی دو وصی کے مانند
ہیں حکم میں کذا فی الاشباہ ووقف القننیۃ ومما لا یرى لآخر وقد صارت واقعة القننۃ اور قول سابق سے یہ مستفاد
ہوا کہ اگر ایک متولی وقف کی زمین اجارہ دے تو جائز نہیں دوسرے متولی کے بدون اس کے اور البتہ یہ صورت ترمیمی طلب ہوتی تھی م یہ صورت اسناد
میں مصرح مذکور ہے کہ انفراد احد المناظرین بالاجارہ جائز نہیں اور اگر ایک ناظر دوسرے کو وکیل کر دے تو جائز ہے مفتی ابو سعید نے اس کو نقل کیا ہے کذا

فی الطحاوی ولو وصیۃ کان ایضا وہ نکل منها علی الانفراد وقیل ینفرد قال ابواللیث وہ لا یصح وہ ناخذ ایک وصی کا فعل بدون دوسرے وصی کا بطل ہے اگرچہ میت کا وصی کرنا ہر وصی کو جدا جدا واقع ہوا ہو اور بعضوں نے کہا ہر وصی اپنے فعل میں منفرد اور مستقل ہے ابواللیث نے کہا اور وہ یعنی ہر وصی کا انفراد اور استقلال صحیح تر ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں لیکن الاول صحیح فی المبسوط وجزم بہ فی الدرر فی القبتانی انما اقرب الی الصداب لیکن اول یعنی بطلان فعل احد الوصیین کو صحیح کہا ہے مبسوط میں اور اسی پر یقین کیا ہے در میں اور قہستانی میں ہے کہ یہی بطلان کا قول قریب تر ہے صواب کی طرف مریاں دونوں قولوں پر فتویٰ اور قضا درست ہے چنانچہ رسم معنی میں مذکور ہے کذا فی الطحاوی قلت و ہذا اذا کان الوصیین او متولیین من جہۃ المیت او الوائف او قاضی و لکن لو کان من جہۃ تاضیین من بلدین فینفرد احدہما بالتصرف لان کلاً من القاضیین لو تصرف جاز تصرفہ لکن انما بہ ولوا رد کل من القاضیین عزل منصوب القاضی الآخر جازان رأی ذیہ المصلحتہ والا لا وتمامہ فی کالاتہ تنویر البصائر معزایا للملنقطات وغیرہا علی حفظ میں کتابوں اور یہ یعنی بطلان فعل احد الوصیین اس وقت ہے جب کہ دونوں وصی یا دونوں متولی میت یا واقف یا ایک قاضی کی طرف سے ہوں اور اگر دونوں وصی یا متولی دو شہروں کے دو قاضیوں کی طرف سے ہوں تو ایک وصی یا ایک متولی تصرف کرنے میں مستقل ہوگا اس واسطے کہ ہر قاضی اگر تصرف کرے تو اس کا تصرف جائز ہے تو اسی طرح اس کے نائب کا تصرف جائز ہے اور اگر دونوں قاضیوں میں سے ہر قاضی دوسرے قاضی کے منسوب کو معزول کرنا چاہے تو درست ہے اگر اس میں مصلحت دیکھے اور اگر مصلحت نہ دیکھے تو معزول کرنا جائز نہیں اور اس کا پورا بیان تنویر البصائر کی کتاب الوکالتہ میں ملنقطات وغیرہ سے منقول ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و فی وصایا السراج لو لم یعلم القاضی ان للمیت وصیا فنصب لہ وصیا ثم حضر الوصی فاراد الدخول فی الوصیۃ فکذا ذلک ونسب القاضی الآخر لا یخرج الاول اور سراج و مانج کی کتاب الوصایا میں ہے کہ اگر قاضی نہ جانتا ہو کہ میت کا وصی ہے سو قاضی نے میت کے واسطے کوئی وصی قائم کیا پھر میت کا وصی آیا سو اس نے وصیت میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اس کو یہ درست ہے اور قاضی کے دوسرے وصی قائم کرنے سے پہلے وصی خارج نہ ہوگا الا بشرار کفہ و بکھیر و المخصوصۃ فی حقوقہ و شرار حاجۃ الطفل و الا تہاب لہ و اغناقی عبد معین و رد و و یقہ و تنفیذ وصیۃ محبتین دو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہے مگر موصی کے کفن کی خرید میں اور اس کی تجہیز میں اور اس کے حقوق کی خصومت کرنے میں اور حاجات طفل کی خرید میں اور طفل کے واسطے پہرہ قبول کرنے میں اور غلام معین کے آزاد کرنے میں اور ودیعت معینہ کے پیسہ دینے میں اور وصیت معینہ کے جاری کرنے میں ایک وصی کا فعل بھی نافذ ہے باطل نہیں زاد فی شرح الوصایا نہ عشرۃ اخری منہا رد مغضوب و مشتری شرار فاسد و ستمہ کیلی او زنی و طلب دین و قضاء دین بجنس حقہ شرح و بیانیہ میں امور عشرہ سوائے اس کے جو متن میں مذکور ہیں زیادہ ذکر کیے ہیں لہذا نجد مغضوب کا پھیر دینا اور شرار فاسد کی خریدی چیز کا پھیر دینا اور کیلی باوزنی چیز کا قسمت کر دینا اور دین موصی کو طلب کرنا اور دین کا ادا کرنا اس کے حق کے ہم جنس سے م امور عشرہ سے تین امور کو شارح نے ذکر نہ کیا از انجملہ عیب کی وجہ سے متن مبیع کا پھیر دینا اور اجارہ نفس قیم اور میت کی طرف سے خیرات کی وصیت کو جاری کرنا معین فقیر یا مسکین کے واسطے و بیع یا بیحاف تلفہ و جمع اموال ضائعہ اور اس چیز کے بیچنے میں جس کے تلف ہو جانے کا ڈر ہے اور اموال ضائعہ کے جمع کرنے میں احد الوصیین کا فعل باطل نہیں وقال ابو یوسف ینفرد کل بالتصرف فی جمیع الامور ولو نص علی انفراد او الاجتماع اتبع القاضی و بیانیہ اور ابو یوسف نے کہا کہ ہر وصی منفرد ہے تصرف کرنے میں جمیع امور میں اور اگر موصی نے انفراد یا اجتماع پر تصریح کر دی ہو تو ان کی تصریح کی پیروی کرنا لازم ہوگا باتفاق امام اور امام ابو یوسف کے کذا فی شرح الوصایا نہ وان مات احدہما فان الوصی الی المحی او الی آخر فہ التصرّف فی الترتبہ و حدہ و لا یحتاج الی نصب القاضی وصیا اور اگر ایک وصی مر گیا سو اگر وصی میت نے وصی زندہ کو وصی کیا یا دوسرے شخص کو وصی کیا تو فقط اسی کو ترکہ میں تصرف کرنا جائز ہے اور اس کی حاجت نہیں کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے مصلحتی نے کہا وصی زندہ کا تنہا

تصرف کرتا کہ میں اس زنت جائز ہوگا جب کہ وصی مردہ نے اس کو وصی کر دیا ہو اور اگر اور شخص کو وصی کیا ہوگا تو دونوں کا مجتمع ہونا واجب ہوگا کذا فی الطحاوی
والا یتمضم القاضی الیہ غیرہ در آمد اگر وصی مردہ نے وصیت نہ کی کسی کو تو وصی زندہ کے ساتھ قاضی دوسرا وصی ملاوے کذا فی الدرریم اس واسطے کہ
وصیت کا قصد یہ تھا کہ اس کے ترکہ میں دو شخصوں کی رائے سے انتظام ہوتا کہ خلل واقع نہ ہو سو یہ امر قاضی کے نصب وصی سے ممکن ہے کذا فی
الزیلعی و فی الاشباہ مات احدہما اقام القاضی الآخر متعلقہ او ضم الیہ آخر اور اشباہ میں ہے کہ ایک وصی مرگیا تو قاضی دوسرے شخص کو اس کے مقام
پر قائم کر دے یا اس کے ساتھ دوسرا ملاوے و لا یبطل الوصیۃ الا اذا اوصی لہما ان یتصدقا بثلثہ حیث نشا انتہی و تمامہ نے شرح الوہبانیۃ اور وصیت
باطل نہیں ہو جاتی مگر جب کہ موصی نے یوں وصیت کی دونوں وصیوں سے کہ اس کے ثلث مال کو دونوں خیرات کریں جہاں دونوں چاہیں انتہی
مافی الاشباہ اور اس کا پورا بیان شرح وہبانیہ میں ہے م شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر وصیت مذکورہ میں ایک وصی نے کہا کہ فلا نے شخص کو میں
دوں گا اور دوسرے نے کہا دوسرے محتاج کو دوں گا تو کسی کو دینا جائز نہ ہوگا اس لیے کہ ایک موضع میں دونوں کا اتفاق نہ ہو اور اگر وصی مرگیا
تو خیرات کرنے کے تو وصیت باطل ہو گئی کذا فی الطحاوی ملخصاً و ہل فیہ خلاف ابی یوسف قولان اور کیا اس میں ابو یوسف کا خلاف ہے اس میں
و قول میں یعنی بعضوں نے کہا خلاف ہے اور بعضوں نے کہا خلاف نہیں ہے ان المشرف نیفر دون الوصی کا قررہ نہ فیما علقہ علی الملقی ویاتی اور ابو یوسف
یا امام سے ایک روایت یہ ہے کہ مشرف منفرد اور مستقل ہے تصرف میں نہ وصی چنانچہ ہم نے اس کو ثابت کیا ہے ملحق کی شرح میں اور اس کا ذکر آگے
آدے کام شارح کی شرح ملحق میں مجتبیٰ سے منقول ہے کہ موصی نے وصی کا ایک مشرف مقرر کیا تو وصی تصرف نہ کرے گا بدون مشرف کے اور دوسرا
قول ضعیف یہ ہے کہ مشرف کو تصرف جائز ہے انتہی اس عبارت سے تصرف میں تصرف مشرف کا ثابت نہیں ہوتا تو شارح کا کلام کا منبغی نہیں ہے فتاویٰ
مالگیری میں خزائنہ المفتین سے منقول ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو وصی کیا اور ایک شخص کو اس پر مشرف کیا تو وصی مال رکھنے میں ادلی ہے اور مشرف وصی
نہیں ہو جاتا اور مشرف ہونے کا اثر یہ ہے کہ وصی کا تصرف بلا علم مشرف کے جائز نہیں اس عبارت سے بھی تصرف مشرف کا نہیں نکلتا کذا فی الطحاوی مختصراً
وصی الوصی سوار الوصی الیہ فی مالہ اولیٰ مالی موصیہ و قایۃ وصی فی الترتین خلافاً للشافعی وصی کا وصی دونوں ترکوں میں وصی ہے برخلاف شافعی کے
خواہ وصی نے اس کو اپنے مال میں وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال میں وصی کیا ہو ہر صورت دونوں ترکوں میں وہ وصی ہے کذا فی الوقایہ و تصحیح
قسمتہ اسی الوصی حال کو نہ ماتبا عن ورنہ کبار غریب اوصفار مع الموصی کہ بالثلث اور صحیح ہے تقسیم وصی کی بالغ غائب وارثوں کا نائب ہو کر یا غیر
وارثوں کا نائب ہو کر موصی لہ کے ساتھ یعنی جس کے واسطے تہائی مال کی وصیت ہوتی یعنی اگر وارث موجود نہ ہوں تو وصی کو جائز ہے کہ موصی لہ کو وصیت
کے ترکہ سے تہائی مال کا نصف و لا رجوع للورثۃ علیہ لیسے الموصی لہ ان ضارع قسطہم مد اسی الوصی نصتہ قسمتہ حیثہ اور وارثوں کو موصی لہ پر رجوع
کرنا جائز نہیں اگر وارثوں کا حصہ تلف ہو گیا ہو وصی کے پاس سبب صحیح ہو جائے قسمت کے اس وقت میں و اما قسمتہ عن الموصی لہ الغائب والیٰ خاطر
بلا اذنہ معہم اسی الورثۃ لہ صناعاً بلایع فلا تصح اور وصی کا قسمت کرنا موصی لہ کی جانب سے نائب ہو کر خواہ موصی لہ غائب ہو یا حاضر ہو بدون اس کے
وارثوں کے ساتھ تو وہ قسمت صحیح نہیں اگرچہ وارث صغیر ہوں کذا فی الزیلعی و حیثہ فی وجع الموصی لہ ثلث مالم یبقی من المال اذا ضارع قسطہ لانه
کا شریک معہ لے مع الموصی فلا یضمن الوصی لانه امین اور اس وقت میں یعنی جب کہ قسمت مذکورہ صحیح نہ ہوتی تو تہائی مال کی تہائی موصی لہ بھر لے جب
کہ موصی کا حصہ ضائع ہو گیا ہو وصی کے پاس اس واسطے کہ موصی لہ شریک کے مانند ہے تو وصی سے زمان نہ لے گا اس واسطے کہ وہ امین ہے اور
اگر وارثوں کے پاس مال ضائع ہو گیا تو جس قدر انہوں نے مال پایا تھا اس کی تہائی چاہے وارثوں سے لے چاہے وصی سے یہ اس وقت ہے
جب کہ قسمت بدون حکم قاضی کے ہوئی ہو اور اگر حکم قاضی قسمت ہوئی تو صحیح ہے تو اب رجوع نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و صحیح قسمتہ القاضی واخذہ

قسط الوصی لہ ان غائب الوصی نہ فلاشی لہ ان ملک فی ید القاضی او ایمنہ اور قاضی کی قسمت اور اس کو وصی لہ کا حصہ سے رکھنا صحیح ہے اور اگر وصی لہ غائب ہو تو وصی لہ کے واسطے کچھ نہیں اگر اس کا حصہ قاضی کے ہاتھ میں یا اس کے امین کے ہاتھ میں تلف ہو گیا ہو وصی اور قاضی میں وجہ فرق یہ ہے کہ قاضی کو غائب پر ولایت ثابت ہے امور نافعہ میں ولہذا جس کے تلف ہونے کا خوف ہو اس کی بیع کا قاضی کو اختیار ہے برخلاف وصی کی ولایت فی المکیل او الموزون لہ افراز و فی غیرہا لایجوز لہ مبادلہ کا بیع و بیع مال الغیر لایجوز لہ لاقسمہ اور یہ یعنی قسمت قسمت قاضی کیلی اور وزنی چیزیں ہے اس واسطے کہ قسمت کیلی اور وزنی میں عبارت ہے افراز لہ جدا کر دینے سے اور کیلی اور وزنی کے سوائے اور مال میں قاضی کی بھی قسمت صحیح نہیں اس لیے کہ وہ تو یہاں عبارت ہے مبادلہ سے بیع کے مانند اور غیر کے مال کی بیع جائز نہیں تو اسی طرح قسمت بھی جائز نہیں وان قاسمہم الوصی فی الوصیۃ کج حج عن لکیت ثلث بالقی ان ملک المال فی یدہ او فی ید من دفع الیہ کج خلافا لہا وقد تقر فی المناسک اور اگر وارثوں کو قسمت کر دی حج کی وصیت میں تو میت کی طرف سے حج کیا جائے باقی مال کی تہائی سے اگر حج کرنے کا مال تلف ہو گیا ہو وصی کے ہاتھ یا اس کے ہاتھ سے جس کو وصی نے مال دیا تھا حج کرنے کو برخلاف صاحبین کے اور البتہ یہ مسئلہ ثابت ہے مناسک حج کی کتابوں میں ولو افراز المیت شیئا من مالہ للبح فضل بعد موتہ لایجوز عنہ ثلث باقی لہ عینہ فاذا ملک بطلت اور اگر میت نے حج کے واسطے اپنا کچھ مال جدا کر دیا پھر وہ ضائع ہو گیا اس کے مرجع سے حج نہ کیا جاوے گا باقی مال کی تہائی سے اس لیے کہ اس نے حج کے واسطے مال کو معین کر دیا تھا پھر جب وہ تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی و صحیح بیع الوصی عبد من التزکۃ بغینۃ الغیر للغیر یعلق حقہم بالقیہ اور صحیح ہے بیچا وصی کا غلام کو ترکہ سے دین والوں کی غیبت میں دین والوں کے واسطے اس لیے کہ ان کا حق مالیت سے متعلق ہے نہ عین متروکہ سے و ضمن وصی باع ما وصی ببیعہ و تصدق ثمنہ فاستحق العبد بعد ہاک ثمنہ اسی ضیاعہ عنہ لہ العاقد فاعلہ علیہ اور ضمان دے گا وہ وصی جس نے بیچا اس غلام کو جس کے بیچنے کی اس کو وصیت ہوئی تھی اور وصی نے اس کا ثمن برصی کی طرف سے تصدق کر دیا پھر وہ غلام اس شخص کا مملوک ٹھہرا ثمن خیرج ہر جگہ کے بعد وصی کے پاس ضمان کی وجہ یہ ہے کہ وصی ہی تو عاتق ہے بیع کا تو عہدہ عقد کا اس کے ذمہ ہے ہوگا و جمع الوصی فی التزکۃ کلبا و قال محمد فی الثلث لانا انہ مغرور فکان دینا حتی لو ملک التزکۃ او لم تلف قال جمع و فی المقتنی انہ یرجع علی من تصدق علیہ لان غنمہ لہم فخرمہ علیہم اور بھی جمع کرے تمام ترکہ میں یعنی جس قدر تاوان دیا وہ تمام متروکہ سے بھر لے اور محمد نے کہا کہ ثلث متروکہ سے بھر لے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ وصی نے فریب کھایا میت کے سبب سے تو تاوان دین ٹھہر میت پر یعنی اور دین کل متروکہ سے متعلق ہوتا ہے نہ ثلث سے نہ تو اگر متروکہ تلف ہو گیا یا کفایت نہیں کرتا تو اب وجہ نہ ہوگا درختی میں یوں مذکور ہے کہ وصی تاوان بھر لے ان نفیروں سے جن پر ثمن کو اس نے خیرت دیا اس لیے کہ فائدہ تصدق کا ان کے واسطے ہے تو اس کا نقصان بھی انہیں پر پڑے گا لکھا یرجع فی مال الطفل وصی باع ما اصابہ اسی الطفل من التزکۃ و ملک ثمنہ معہ فاستحق المال المبیع والطفل یرجع علی الوثرۃ بحسنہ لانتقاض القسۃ باستحقاق ما اصابہ جیسے کہ رجوع کرتا ہے صغیر کے مال میں وہ وصی جس نے بیچا وہ مال جو صغیر کو ترکہ سے بیچا اور اس کا ثمن تلف ہو گیا وصی کے پاس بچر مال بیع غیر کا مستحق نکال اور صغیر بقدر اپنے حصہ کے باقی راہوں سے بھرے گا اس لیے کہ قسمت ٹرٹ گئی اس مال کے استحقاق سے جو صغیر کو پہنچا تھا و صحیح احتیالہ بمالی الیتیم لو خیرا بان یحزن انانی الاما و لو مشکہ لم یجوز یتیمہ اور وصی کو حوالہ قبضہ کرنا مال یتیم کا صحیح ہے اگر یتیم کے حق میں بہتر ہو اس طرح کہ دوسرا محتال علیہ زیادہ تر مال دار ہو پہلے مدیوں سے اور اگر دوسرا پہلے کے مانند ہو تو دوسرے میں تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں کذا فی المینۃ و صحیح بیعہ و شراؤہ من اجنبی بما یتغابن الناس لا بما لا یتغابن و ہوا الفاحش لان ولایۃ نظریۃ غایۃ بلایۃ کان فاسدا حتی یملکہ المشتري بالقبض قہستانی اور صحیح ہے بیع اور خرید وصی کی اجنبی سے بقدر تغابن مردم نہ بقدر عام تغابن اور وہ عبارت ہے عن فلاشی

سے یعنی اگر وصی نے فاضل ہوا تو وہ بیع صحیح نہیں اس لیے کہ وصی کی ولایت نظری ہے یعنی جس میں تقسیم کے واسطے منفعت ہو تو اگر وصی نے فاضل ہوا تو بیع صحیح ہی تو بیع فاسد ہوگی تو مشتری بیع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے کذا فی القستانی و ہذا اذ اتبائع الوصی للصغیر مع الاجنبی وان باع الوصی او اشترى مال الیتیم من نفسه فان کان وصی القاضی لایحوز ذلک مطلقاً لان ذلک اور یہ یعنی صحت بیع بشرط عدم غبن فاضل اس وقت ہے جب کہ وصی نے خرید و فروخت کی ہو غیر سہ واسطے غیر شخص کے ساتھ اور اگر وصی نے مال تقسیم کی خرید و فروخت کی اپنی ذات سے تو اگر وہ قاضی کی طرف سے وصی ہے تو یہ جائز نہیں مطلقاً خواہ غبن ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ وصی وکیل ہے قاضی کا یعنی اور فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے فعل ہے اور موکل کا فعل حکم کرنا ہے موکل کرنا اپنی ذات سے واسطے درست نہیں کذا فی الطحاوی وان کان وصی الاب جائز بشرط منفعة غایرة للصغیر و ہذا قدر النصف زیادہ او نقصا اور اگر وصی باپ کی طرف سے ہو تو بیع وصی کی اپنی ذات سے جائز ہے بشرطیکہ صغیر کے واسطے غایر منفعت ہو اور وہ یہ ہے کہ بقدر نصف کے ہو زیادتی یا کمی میں م زید میں منفعت غایرہ کی تفسیر یوں مذکور ہے کہ اپنا پندرہ درم کا مال صغیر سے دس درم کو بیع کرے یا دس درم کا مال صغیر کا پندرہ درم کو آپ خرید کرے وقال لا یحوز مطلقاً اور صاحبین نے کہا کہ باپ کے وصی کی بھی بیع جائز نہیں مطلقاً خواہ منفعت غایرہ ہو یا نہ ہو و بیع الاب مال صغیر من نفسه جائز بمثل القیمۃ و بما یتعاقب فیہ و ہذا لیسر والا لا اور مال صغیر کو باپ کا بیع کرنا اپنی ذات سے جائز ہے قیمت کے برابر اور جس قدر میں کہ غبن واقع ہوتا ہے یعنی غبن قلیل اور اگر یہ نہیں جائز نہیں و ہذا کا لفظ المنقول المانی القضا فی بیع اور یہ سب تفصیل مسائل مذکورہ کی مال منقول میں ہے اور غیر منقول چنانچہ لراضی اور مکانات کی خرید و فروخت کے احکام آگے مذکور ہوں گے و لوزاد الوصی علی کفن مثلاً فی العدد ضمن الزیادہ اور اگر وصی نے مثل میت کے کفن پر زیادتی کی شمار میں تو وصی تاوان دے گا بقدر زیادت کے مثلاً میت کے عمر وں کا کفن میں کپڑوں کا ہوتا تھا سو وصی نے پار کپڑے خریدا کیسے تو ایک کپڑے کی قیمت کا وصی پر تاوان دینا لازم ہوگا و فی القیمۃ وقع الشرارہ و حیث تذکر من مافوض من مال الیتیم و کوالجیۃ اور اگر وصی نے کفن کی قیمت پر زیادتی کی تو یہ خرید و وصی کے واسطے واقع ہوگی تو اس وقت میں وصی تاوان دے گا اس کا جو اس نے کفن دیا ہے تقیم کے مال سے کذا فی الاولوالجیۃ و فیہا لو دفع المال الی الیتیم قبل ظہور رشده بعد الادراک فضاغ ضمن لانه دفع الی من یس لہ ان یدفع الیہ اور لوالجیۃ میں ہے کہ اگر وصی نے تقیم کو مال دیا اس کی ہر شے کا دنیا بابر ہونے سے پہلے بعد اس کے بالغ ہونے کے پھر وہ مال ضائع ہو گیا تو وصی تاوان دے گا اس واسطے کہ اس نے اس کو دیا جس کا دنیا اس نے جائز نہ تھا یہ معاجین کا قول ہے تعلیل کی دلیل سے اور امام کے نزدیک وصی پر ضمان نہیں اگر تقیم کو پندرہ برس کے بعد دیا اس واسطے کہ سب تقیم پندرہ برس کا ہوا تو وصی کو دینے کا اختیار ہے غیر عقل میں کذا فی الطحاوی و جائز بیعہ امی الوصی علی الکبیر الغائب فی غیر العقار اللدین او خوف بد کہ ذکرہ عزیزی زادہ معزیا لکھا یتعلق و فی الزلیعی والقستانی الاصح لانہ نادر اور وصی کو چنانچہ وارث بالغ غائب پر جائز ہے مال منقولہ میں مگر اگر دین کے واسطے غیر منقول کی بیع بھی جائز ہے یا اس کے تلف ہونے کے خوف سے ایسا نہ کر کیا ہے عزیزی زادہ نے خانیہ کی طرف نسب کر کے میں کہتا ہوں اور زبیری اور قستانی میں مذکور ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ غیر منقول کی بیع جائز نہیں اس واسطے کہ اس کا تلف ہو جانا کم تر ہے مگر میت پر دین مستغرق ہے تو وصی کو بیع کا بالاجماع اختیار ہے لہذا اگر دین مذکور میت کے سب ترکہ کو محیط نہیں تو معاجین کے نزدیک جس قدر دین ہو اس قدر کی بیع جائز ہے اور امام کے نزدیک کل کی بیع جائز ہے کذا فی الطحاوی عن الہرمی و جائز بیع عقار صغیر من اجنبی لامن لیسر بضعف قیمۃ العقار الصغیر او دین المیت اور دینہ مسئلہ لا فاذلہا الامنہ او لکون خلاۃ لا تنید علی قوتہ او خوف خرابہ او نقصانہ او کو نہ فی یتغلب در رواشبہ ملخصاً اور صغیر کی عقار یعنی مال غیر منقول کی بیع وصی کو جائز ہے غیر شخص سے نہ اپنی ذات سے اس کی دینی قیمت پر یا صغیر کے خراج کے واسطے یا دین میں

کے ادا کرنے کے واسطے یا وصیت مرسلہ کے جاری ہونے کے لئے جس کا نفاذ اور جاری ہونا کہیں سے منحصر نہیں ہوتا۔ عفا کے یا اس واسطے کہ عفا کی حاصلات زیادہ نہیں ہوتی اس کے مصارف سے یا اس کے ویران ہونے یا ناقص ہوجانے کے خوف سے یا اس وجہ سے کہ عفا ظلم سرکش کے ہاتھ میں ہے کذا فی الدرر والاشباہ لمخصام وصیت مرسلہ سے مراد وصیت مطلقہ ہے اس طرح یہ کہ موصی نے کہا کہ میرا تباہی ماں یا چوتھائی مال وصیت ہے تو اب عفا کی بیع جائز ہے کذا فی الدرر قلت و ہذا الواب تہ وصی لا من قبل ام اوارح فالتباہ لا یملکان بیع العفا مطلقاً میں کہتا ہوں اور یہ یعنی جو بیع عفا صغیر شیار ثنائیہ مذکورہ میں اس شرط سے ہے کہ بائع ماں یا بھائی کی طرف سے وصی نہ ہو اس واسطے کہ ماں اور بھائی کا وصی عفا صغیر کی بیع کا مالک نہیں ہر طرف یعنی نہ اشباہ مستثنیٰ لیں نہ ان کے غیر میں ولا شرا غیر طعام و کسوة اور ماں اور بھائی کا وصی کسی چیز کے خرید کا مالک نہیں سوائے طعام اور لباس صغیر کے ولو ابائع ابانان محمود عند الناس او مستورا لمال یوزن کماں اور اگر عفا صغیر کا بائع صغیر کا باپ ہو سواگر وہ لوگوں کے نزدیک سزا اور پندیدہ ہو یا اس کی خوبی اور بدی کچھ ظاہر نہ ہو تو بیع جائز ہے کذا صریحاً۔ ابن کمال ولا یتجر الوسی فی مالہ اسی یتیم لنفسہ فان فعل تصدق بالربح اور وصی سوداگری نہ کرے یتیم کے مال میں اپنی ذات کے فائدے کے واسطے سوا اگر اس نے اپنے واسطے اس مال میں تجارت کی تو منفعت کو خیرات کر دے و با زکوۃ یتجر من مال الیتیم و تمامہ فی الدرر اور سوداگری جائز ہے اگر وصی تجارت کرے یتیم کے مال میں یتیم کے واسطے اور اس کا پورا بیان درمیں ہے م درمیں خانہ سے مذکور ہے کہ وصی کو یتیم کے مال اور میت کے مال میں تجارت کرنا اپنے واسطے جائز نہیں اور اگر تجارت کی اور نفع ہوا تو اس المال کا خزانہ سے اور نفع خیرات کرے طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک نفع وصی کو ہلال ہے خیرات نہ کرے انتہی قلت رفی الاشباہ لا یملک الوسی بیع شئی باقل من ثمن المثل الا فی مسئلۃ الوصیۃ بیع عبیدہ من فلان میں کہتا ہوں اور اشباہ میں ہے کہ وصی کسی چیز کی بیع کا مالک نہیں ثمن مثل سے کم تر میں مگر ایک مسئلہ وصیت میں اقل ثمن مثل سے بیع جائز ہے یعنی جب کہ موصی نے اپنے غلام کی بیع کی وصیت کی نڈانے شخص سے م اور نڈانا شخص ثمن مثل کی بیع پر راضی نہ ہوا تو اب وصی کو ثمن سے کم کرنا درست ہے لیکن ثمن قیمت سے کم کرنا تو بھی درست نہیں کذا فی الطحاوی و فیہما فی الغلام فی اجر المثل للمتولی اجر مثل عکلم لم یمل لا اجر له و اما وصی للمیت فلا اجر له علی الصبیح و ہذا اذا عین القاضی للمتولی اجابان لم یعین و سحی فیہ سنتہ فاشی لہ و عزاء للفقہیہ ثم ذکر ما یخالفہ فافہم و قد مر فی الوقت و اما وصی القاضی فان نصبہ باجر شکہ جاز انتہی اور اشباہ میں ہے اجرت مثل کے بیان میں کہ متولی کر اس کے عمل کے برابر اجرت جائز ہے سوا اگر اس نے عمل نہ کیا تو اس کو اجرت نہیں ہے اور میت کے وصی کو بنا بر قول صحیح یہ کہ اجرت نہیں ہے اور یہ یعنی متولی کے واسطے اجرت مثل کا ثبوت اس وقت ہے جب کہ قاضی متولی کے لئے اجرت معین کر دے تو اگر اس نے اجرت معین نہ کی اور متولی نے ایک سال میں کوشش کی تو اس کے واسطے کچھ اجرت نہیں اور صاحب اشباہ نے اس قول کو فقیہ کی طرف نسبت کیا پھر صاحب فقیہ نے وہ قول ذکر کیا جو اس کے مخالف ہے یعنی یوں کہا کہ متولی مستحق اجرت ہے اگرچہ قاضی نے اجرت نہ مقرر کی ہو سوا اس کو سمجھ لے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الوقف میں گذر گیا اور قاضی کے وصی کا یہ حکم ہے کہ اگر قاضی نے اس کو اجرت مثل پر مقرر کیا تو جائز ہے انتہی مافی الاشباہ و فی القستانی معزیا للذخیرہ ولو کانوا صغارا و کبارا باع حصۃ الصغار کما رو کذا الکبار علی الامر من التفصیل اور قستانی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ اگر وارث چھوٹے اور بڑے ہوں تو وصی چھوٹوں کے حصوں کو بیچ ڈالے چنانچہ صغیر کے مسائل مستثناة میں مذکور ہو چکا اور اسی طرح بالغ وارثوں کے حصے کو بیع کرے بنا بر تفصیل گذشتہ کے م تفصیل مذکور یہ ہے کہ ادا سے دین اور خوف ہلاکت میں بیع جائز ہے نہ اس کے سوائے میں کذا فی الطحاوی و نقل عن العارۃ ان فی بیعہ للعفا و فاء اختلاف المشایخ و جزہ صاحب الہدایۃ لان فیہ استیفاء ملک مع دفع الحاجۃ وان لیس الوسی بالتصرف لخواف متعلب و علیہ الفتوۃ و تمامہ فیما علقۃ علی المتقی اور قستانی نے عیادہ سے نقل کیا ہے

۱۰۔ یہ مترجم اول سے تسبیح ہوا حق عبارت یہ تھا کہ ترجمہ یوں ہوتا اور عیادہ سے یہ بھی نقل کیا ہے ۱۱۔

فصل فی شہادۃ الاوصیاء
یہ فصل ہے وصیوں کی گواہی کے مسائل میں م اس فصل میں شہادت اوصیاء کے سوا اور مسائل بھی بہت مذکور ہیں تو
کہنا بہتر تھا فصل فی شہادۃ الاوصیاء وغیر ذلک و بطلت شہادۃ الوصیین لوارث صغیر مال مطلقاً او کبیر مال
المیت اور مال ہے گواہی دو وصیوں کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا سہرہ وغیرہ سے یا وارث بالغ کے حق میں
وصیوں کی گواہی میت کے مال کی باطل ہے م اس واسطے کہ صغیر کے ہر مال میں وصی کا تصرف جاری ہے اور بالغ کے مال میت میں میں وصی کو خلافت
کی ولایت ہے وارث کی غیبت میں تو اس تہمت سے اس کی گواہی باطل ٹھہری وصحت شہادۃ تہما بغیرہ اسی بغیر مال المیت لا تقطع ولا تہجأ عنہ فلا
نعمۃ حسینہ اور صحیح ہے گواہی ان دونوں کی بغیر مال میت کے بسبب منقطع ہونے دونوں وصیوں کی ولایت کی اس مال سے تو اب تہمت کا مقام نہیں
کشفادۃ رجلین آخرین بدین الف علی میت وشہادۃ الآخرين للاولین بمثلک جیسے صحیح ہے گواہی دو مردوں کی اور دو شخصوں کے واسطے ہزارہ
کے دین ہونے کی میت پر اور صحیح ہے گواہی انہیں دونوں شخصوں کی پہلے دونوں گواہوں کے واسطے مانند اس کی ہزار دم کے دین کے یعنی فریق اور
نے فریق ثانی کے دین کی میت پر گواہی دی اور فریق ثانی نے فریق اول کے دین ہونے کی گواہی دی تو دونوں گواہیاں صحیح ہیں بخلاف شہادۃ
کل فریق بوحیۃ انف بر خلاف شہادت ہر فریق کے ہزار دم کی وصیت میں یعنی ہر فریق نے دوسرے فریق کے واسطے گواہی دی کہ میت نے
ان کو ہزار دم کی وصیت کی ہے سو یہ گواہی باطل ہے وقال ابو یوسف لا یصل فی الدین ایضا وقد تقدم فی الشہادات اور ابو یوسف نے کہا کہ دین میں بھی گواہی
مقبول نہیں مانند وصیت کے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الشہادات میں پہلے مذکور ہو چکا ہے او شہادۃ الاولین بعد الآخرين ثلث مالہ اور الدائم
لا شائبۃ لشرکۃ فقبطل یا پہلوں کی گواہی غلام کی وصیت کی اور کچھلوں کی گواہی ثلث مال یا غیر معین درہم کی وصیت کی بسبب ثابت کرنے گواہی کے شرک
غلام کو تو باطل ہو گی م کل مال میت میں غلام بھی داخل ہے تو ثلث مال کی وصیت میں تہائی غلام میں شرکت ثابت ہو گئی اور شرکت قبول شہادت کی مانہ
ہے و قصح لو شہد رجلان لرجلین بالوصیۃ بعین العبد وشہد المشہود لہما للشاہدین بالوصیۃ بعین آخر لانه لا شرکۃ فلا تہتہ ذلیعی اور گواہی
ہے اگر دو مردوں نے اور دو مردوں کے واسطے کسی چیز مثلاً غلام کی وصیت کی گواہی دی اور مشہود لہما نے شاہدوں کے واسطے دوسری چیز مثلاً بالغ

وصیت کی گواہی دہی اس واسطے کہ یہاں دونوں فریق میں شرکت ثابت نہیں تو تہمت بھی نہیں جو گواہی نہ مقبول ہو کذا فی الزیلعی شہد الوصیان ان المیت اوصی لزید معہا لغت لاثباتہا لانفسہا معینا وحینئذ فیضم القاضی بہا ثباتا وجوبا لا قرارہما باثر فیمتنع تصرفہا بدو نہ کا تقریر دو وصیوں نے یہ گواہی دہی کہ میت نے زید کو بھی ان دونوں کے ساتھ وصی کید ہے تو یہ گواہی لغو ہے بسبب ثابت کرنے دونوں وصیوں کے اپنی ذاتوں کے واسطے مددگار اور اس صورت میں قاضی ان دونوں کے ساتھ تیسرا وصی ملا دے بنا بر وجوب کے کیوں کہ انہوں نے اور وصی کا خود اقرار کیا تو اب دونوں وصیوں کا تصرف کرنا میت کے مال میں بدو تیسرے وصی کے جائز نہیں چنانچہ ثابت ہو چکا الا ان یدعی زید ذلک اسی یدعی ان وصی معہا فیمتنع تقبل شہادتهما استحضانا لانہما استقطا مؤنۃ التعمین عنہ مگر یہ کہ زید اس کا دعویٰ کرنے یعنی زیدیوں دعویٰ کرے کہ وہ بھی وصی ہے ان دونوں کے ساتھ تو اب دونوں وصیوں کی گواہی بطریق استحسان کے مقبول ہوگی اس لئے کہ دونوں وصیوں نے تیسرے وصی کے ٹھہرانے کی مشقت قاضی پر سے ساقط کر دی کذا فی الطحاوی وکذا ابن المیت اذا شہدا ان اباہما اوصی الی رجل لجرہما نقابا نصب حافظا للترکۃ اور اسی طرح میت کی دو بیٹیوں نے جب گواہی دہی کہ ان کے باپ نے ایک مرد کو وصی کیا ہے تو گواہی لغو ہے اس واسطے کہ دونوں نے اپنے واسطے منفعت کو کھینچا بسبب قائم کرنے ایک نگبان کے مترکہ کے واسطے و بذالوہ منکر ولو یدعی تقبل استحضانا اور یہ یعنی گواہی کا لغو اس شرط سے ہے کہ وہ شخص وصی ہونے کا منکر ہو اور اگر وہ وصی ہونے کا دعویٰ کرے تو شہادت مذکورہ مقبول ہوگی باعتبار استحسان کے بخلاف شہادۃ تہما بان اباہما وکل زید القبض دیونہ بالکوفۃ حیث لا تقبل مطلقا اوصی زید الوکالا ام لا لان القاضی لا یمکن نصب الوکیل عن المحی بطلبہا ذلک بخلاف الوصیۃ بخلاف اس گواہی کے کہ دو بیٹیوں نے یہ گواہی دہی کہ ان کے باپ نے زید کو اپنے قبض دیون کا جو اہل کوفہ پر ہے وکیل کیا ہے کیوں کہ یہ گواہی کسی طرح مقبول نہیں خواہ زید رکالت کا دعویٰ کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ قاضی زندہ آدمی کی جانب سے وکیل کے کام کرنے کا بیٹوں کی طلب سے مالک نہیں بخلاف وصیت کے وشہادۃ الوصی تصحیح علی المیت لالہ ولو بعد العزل وان لم یحاصم ملتفتے اور وصی کو گواہی میت کے ضرر پر صحیح ہے نہ میت کے نفع پر اگرچہ گواہی بعد عزولی کے واقع ہوئی ہو گو کہ اس نے خصوصیت نہ کی ہو کذا فی الملتفتے وصی القذ الوصیۃ من مال نفسه رجح مطلقا علیہ الفتویٰ در وصی نے میت کی وصیت کو جاری کیا اپنی ذات کے مال سے تو اس قدر مال ترکہ میت سے بھرے ہر طرح اور اسی اطلاق پر فتویٰ ہے کذا فی الدرر وصی رجوع کرے ہر طرح خواہ وہ میت کا وارث ہو یا نہ ہو خواہ وصیت لہ ہو بالعباد وکذا فی الطحاوی مختصرا کوکل اوصی الثمن من مالہ فان لہ ان یرجع چنانچہ وہ وکیل جس نے ثمن ادا کیا اپنے مال سے سو اس کو موکل کے مال سے بھر لینا جائز ہے وکذلک الوصی اذا اشتری کسوة للصغیر او شتری ما یفوق علیہ من مال نفسه فانه یرجع اذا اشہد علی ذلک اور اسی طرح وصی جب کہ صغیر کے واسطے لباس خرید کرے اپنے مال سے یا وہ چیز خرید کی جس کو صغیر پر خرچ کرتا ہے تو وصی صغیر کے مال سے بھر لے جب کہ اس پر اس نے گواہ کر لیا ہو یعنی اس پر شاید مقرر کیا ہو کہ میں اپنا مال بطور قرض کے صرف کرتا ہوں یا صغیر کے مال سے بھریوں گا و فی التبرازیۃ دنا مشرط الاشہاد لان قول الوصی فی حق الاتفاق یقبل لانی حق الرجوع بلا اشہاد انتہی فلیحفظ قلت لکن فی القیلة والخصلة والانیۃ لہ ان یرجع بالثمن وان لم یشہد بخلاف الابین رجح فی فیئیدہ فتنہ نیز ابیہ میں ہے کہ گواہ کرنا تو اسی واسطے مشرط ہوا کہ وصی کا قول حق اتفاق میں مقبول ہے نہ حق رجوع میں بدو نہ گواہ کرنے کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے میں کتنا ہوں لیکن فیئیدہ اور خلاصہ اور خانیہ میں ہے کہ وصی کو ثمن کا بھر لینا جائز ہے اگرچہ اس نے گواہ نہ کر لیا ہو بخلاف مل باپ کے کہ ان کو رجوع بلا اشہاد جائز نہیں اور آگے وہ آوے گا جو اس کا مفید ہے تو خبر دار رہنا م شربلا یہ میں ہے کہ ہمارے علماء کا کلام رجوع مطلق یا رجوع بشہادت میں مضطرب ہے اور یہ استدراک طعام اور لباس کی طرف راجع ہے اس واسطے کہ والدین کی عادت میں طعام اور لباس اولاد کا تبرع ہوتا ہے کذا فی الطحاوی اوفضی دین المیت اثبات شرعا او کفۃ اودعی خراج الیتیم او عشرہ من مال نفسه یا وصی نے وہ دین میت کا جو شرعا اس پر ثابت ہے ادا کیا یا اس کو کفن دیا یا یتیم کا خراج یا عشر اپنے مال سے

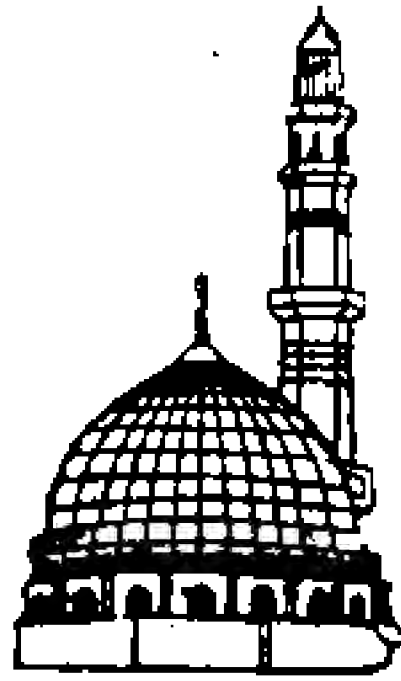
اداکر اور اشتراکی وارث البکیر طعناً او کسوة للصغیر اگر کن المیت اور تفضی دینہ من مال نصر فانه یزجج ولا یكون مستوعاً یا وارث بالغ نے صغیر کے واسطے طعام اور لباس خرید کیا اپنے مال سے یا وارث نے میت کو کنن دیا یا اس کا دین ادا کیا اپنے مال سے تو میت کے متردک سے بھرے گا اور متبرع نہ ہوگا یعنی اس کا مال بلا عمن نہ ٹھہرے گا ولو کن الوصی المیت من مال نفسه قبل قوله فیه قبل ہو مستدرک بقوله او کفتمہ اور اگر وصی نے میت کو کنن دیا اپنے مال سے تو اس کا قول اس میں مقبول ہوگا شارح نے کہا کہ بعضوں نے کہا یہ ماتن کا قول زائد اور مکرر ہے بقول ماتن اور کفتمہ حبلی در المنار کے معنی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ قبل کو حذف کرتا یعنی اس واسطے کہ اس قول کا مکرر مذکور ہونا صریح ہے طحاوی معنی نے کہا اس کا جواب یوں ممکن ہے کہ ماتن کی طرف سے ہے کہ دونوں یعنی وارث اور وصی کنن کے خبر ادیے میں متردک سے متفق ہیں لیکن وہ مقدار قیمت میں مختلف ہیں تو اب وصی کا قول مقبول ہوگا تو یہ قول ماتن کے قول سابق سے متنازع نہیں قتال انتہی ولو لم یع الوصی شیئاً من مال الیتیم ثم طلب منه باكثر مما باءه رجح القاضی فیہ الی اہل البصیرۃ والامام ان اخبرہ اشنان منہم انه باء بقیئۃ وان قیمۃ ذلک لا یلتفت القاضی الی من یرید اور اگر وصی نے مال یتیم کا بیچا پھر وصی سے مال بیع کی طلب ہوئی اس کے بیچنے سے زیادہ ترثن کو تو قاضی اس میں اہل بصیرت اور اہل امانت کی طرف رجوع کرے اگر متدین واقف کاروں میں سے دو شخص اس کو خبر دیں کہ وصی نے مال یتیم کو اس کی قیمت کے موافق بیع کیا اور اس مال کی یہی قیمت ہے تو قاضی التفات نہ کرے اس شخص کی طرف جو زیادہ ثمن دیتا ہے وان کان فی المزاۃ لیشترى باكثر و فی السوق باقل لا ینقض البیع لذلک اسی لاجل تلك الزیادۃ بل یرجع الی اہل البصیرۃ فان اجمع رجلان منہم علی شئی یؤخذ بقولہما عند محمد وکفی قول واحد فی ذلک عندہما کما فی التزکیۃ اور اگر مزادہ میں یعنی جہاں بیع من یرید ہوتی ہے جس کو بالفعل کے عرف میں نیلام گھر ہوتے ہیں وہ مال خرید ہوتا ہو زیادہ ثمن سے اور بازار میں کم تر سے تو وصی کی بیع کو قاضی نہ توڑے اس زیادت کے سبب سے بلکہ رجوع کرے واقف کار لوگوں کی طرف بلکہ اگر لوگوں میں سے دو مرد متفق ہوں ایک چیز پر تو انہیں دونوں کا قول لیا جائے محمد کے نزدیک اور ایک مرد کا قول کفایت کرتا ہے امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک جیسے تزکیہ شہود میں کافی ہے و علی ذلک قیم الوقف اذا اجر مستغنی الوقف ثم جاز آخر یرید فی الاجرا کل فی الدر معز یا للثانیۃ و علی ذلک القیاس متولی وقف نے جب کہ وقف کی کرایہ والی چیز کرایہ کو دی پھر دوسرا شخص آیا زیادہ کرایہ دینے کو تو نقص اجارہ نہ ہوگا بدون قول اہل بصیرت کے یہ سب مسائل در میں مذکور ہیں فتاوی قاضی خان سے منقول فروع مسائل ملحقہ شارح کے بقول قول الوصی فیما یدعیہ من الاتفاق بلا بیئۃ الا فی ثلثی عشرۃ مسئلۃ علی مافی الاشباہ وصی کا قول خرج کرنے کے دعوے میں بدون گواہوں کے مقبول ہے مگر بارہ مسئلوں میں مقبول نہیں چنانچہ اشباہ میں مذکور ہیں م مسائل مذکورہ کو شارح اب ذکر کرتا ہے اسے فقہاء دین المیت پہلا مسئلہ یہ ہے کہ وصی نے دین میت کے ادا کرنے کا دعوی کیا م صورت اس کی یہ ہے کہ وصی نے دعوی کیا کہ میں نے وصی کا دین اپنے مال سے ادا کیا اور یتیم اس کی تکذیب کرتا ہے اور اس کے ادا کرنے پر گواہ نہیں ہیں تو قول وصی کا مقبول نہ ہوگا اوداعی فقہاء من مالہ بعد بیع التزکۃ قبل قبض ثمنہا دوسرا مسئلہ یہ ہے یا دعوی کیا ادائے دین میت کا اپنے مال سے بعد تزکۃ بیچنے اور اس کے ثمن قبض کرنے سے پہلے ادا ان الیتیم استہلک مال آخر دفع ضامنہ تیسرا مسئلہ یہ ہے یا دعوی کیا کہ یتیم نے دوسرے کا مال ضائع کیا سو وصی نے اس کا تاوان دیا م صورت اس کی یہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے اس مرد کا مال طفلی میں آٹا تلف کیا تھا اور میں نے تیری طرف سے ادا کیا تھا سو یتیم نے اس کی تکذیب کی تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سب کے نزدیک کذا فی الطحاوی و ای اواذن لہ بتجارۃ فربکہ دیون نقصا لہ عنہ چوتھا مسئلہ یہ ہے یا دعوی کیا کہ وصی نے یتیم کو تجارت کا اذن دیا سو یتیم پر لوگوں کے دین ثابت ہو گئے سو وصی نے ان کو ادا کیا یتیم کی طرف سے اولوی خراج ارضہ فی وقت لا تصلح للزراۃ یا نچواں مسئلہ یہ ہے یا دعوی کیا کہ اس نے یتیم کی زمین کا خراج ادا کیا ایسے وقت میں کہ زمین زراعت کے لائق نہیں رہی م تو اگر زمین زراعت کے لائق ہو خصوصت کے دن تو بالاتفاق وصی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا بشرطیکہ

وصی اور یتیم متعلق ہوں موت وصی کے وقت پر کذا فی الطحاوی اوجہل عبدہ الابق مچھا مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا یتیم غلام گر بچہ کے پکڑ لانے والے کے انعام دینے کا
م یہ عمر کا قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر وصی نے کسی شخص کو غلام کے لانے پر بطور اجارہ کے مقرر کیا تو بالاتفاق وصی کا قول
مقبول ہے کذا فی الحموی والطحاوی اوفلا عبدہ البانی ساتواں مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا یتیم کے غلام قاتل کے فدیہ دینے کا اوالاتفاق علی محرمۃ آٹھواں مسئلہ یہ ہے یا
یا دعویٰ کیا یتیم کے محرم پر خرچ کرنے کا م صورت اس کی یہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ قاضی نے تیرے اندھے بھائی کے واسطے اتنا مایہ تیرے مال سے
مقرر کیا اور میں نے اس کو دس برس سے ادا کیا اور یتیم نے کہا کہ میرے اوپر کسی قاضی نے یہ حکم نہیں کیا تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سب
کے نزدیک کذا فی الطحاوی عن تنازعانہ اعلیٰ رفیقہ الذین مالوا نواں مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا خرچ کرنے کا یتیم کے ان غلاموں پر جو مر گئے م یہ قول ہے عمر کا
اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر غلام زندہ ہوں تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہے کذا فی الطحاوی اوالاتفاق علیہ ممانی زندہ یا وصی نے
دعویٰ کیا یتیم پر اس مال کے خرچ کرنے کا جو وصی پر واجب الادا تھا م یہ مسئلہ اشباہ میں مذکور نہیں اور اگر اس کو شمار کیجیے تو تیرہ مسئلے ہوتے ہیں وجہ اس مسئلہ
کی یہ ہے کہ وصی چاہتا ہے کہ میں ادائے دین سے فارغ الذمہ ہو جاؤں تو اس کی تصدیق بدون شہادت کے نہ ہوگی کذا فی الطحاوی وکذا من مال نفسه مال
غیبۃ مالہ والرجوع دسواں مسئلہ یہ ہے اور اسی طرح وصی نے دعویٰ کیا خرچ کرنے کا یتیم پر اپنے مال سے جب کہ یتیم کا مال
حاضر نہ تھا اور اس نے پھر لینے کا ارادہ کیا م بشرطیکہ وصی نے اس پر گواہ نہ کیا ہو کہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہوں پھر لینے کے واسطے اور اگر اس نے
اس پر گواہ کر لیا ہو تو رجوع جائز ہے کذا فی الطحاوی عن تنازعانہ اوانہ زوج الیتیم امرأۃ ودرج مہر یا من مالہ وہی مقتضی گیارہواں مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ
کیا کہ اس نے یتیم کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اور اس کا مہر ادا کیا اپنے مال سے اور حالانکہ وہ عورت زندہ نہیں ہے اثنا عشر بخبر رجوع تم ادعی انکان
مضارباً بارہواں مسئلہ یہ ہے کہ وصی نے تجارت کی اور فائدہ حاصل کیا پھر دعویٰ کیا کہ اسے بطور مضاربت کے تجارت کی م یہاں بھی عدم اشباہ وشرط ہے اور اگر
وصی نے مضاربت پر گواہ کر لیا ہو تو نفع میں شریک ہوگا کذا فی الطحاوی والاصل ان کل شیء کان مسلطاً علیہ فانه یصدق فیہ وما لا فلا اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ
میں یہ ہے کہ جس چیز پر وصی مسلط ہو تو اس میں اس کی تصدیق کی جاوے گی اور جس پر وہ مسلط اور متعین نہیں تو اس میں اس کی بلا شہادت تصدیق نہ ہوگی
م تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ جب کہ ظاہر حال اس کا کذب نہ ہو کذا فی الحموی ینصب القاضی وصیاً فی سبغہ مواضع مبسوطۃ فی الاشباہ قاضی میت کی طرف
سے وصی کو مقرر کرے ان سات مقاموں میں جو اشباہ میں مفصل مذکور ہیں م نصب وصی کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی کے دو بردگواہ گواہی دیں کہ فلاں شخص
مرگیا اور اس نے کوئی وصی قائم نہ کیا ہو اگر قاضی نے وصی مقرر کیا پھر میت کا کوئی وصی ظاہر ہوا تو میت کا وصی وہی وصی ہے نہ قاضی کا وصی اور نصب وصی
کا اختیار فقط اس قاضی القضاۃ کو ہے جس کو سلطان کی طرف سے اس کی اجازت ہو کذا فی الاشباہ منہا اذا کان لہ دین او علیہ او لتنفیذ وصیۃ من قبلہ مواضع مبسوطہ
کے یہ تین مقام ہیں جب کہ میت کا دین ہو کسی شخص پر یا کسی شخص کا دین ہو میت پر یا وصیت جاری کرنے کے واسطے وراثتی الزواہر موضعین آخرین
اشتری الاب من طفله شیئاً فوجده معیاً ینصب القاضی وصیاً لیرہ علیہ اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں دو مقام اور زیادہ مذکور کیے ہیں ایک یہ کہ باپ
نے اپنے طفل سے کوئی چیز خریدی پھر اس میں عیب پایا تو قاضی وصی کو مقرر کرے تاکہ باپ وہ چیز عیب ناک اس کو پھر دے واذا اصاب لاثبات
حق صغیر ابوہ غائب غیبۃ منقطۃ ینصب والا فلا وسواہما لجمع القادسے اور جب کہ اس صغیر کے اثبات حق کی حاجت ہو جس کا باپ غائب ہے بطریق غیبت
منقطہ کے تو قاضی وصی کو قائم کرے اور اگر غیبت منقطہ نہ ہو تو وصی مقرر نہ کرے اور صاحب زواہر نے ان دونوں مسئلوں کو مجمع القادسی کی طرف
نسبت کیا ہے م غیبت منقطہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں جو جہاں قافلہ آتا جاتا نہ ہو یہ مستفاد ہوتا ہے شرح حموی سے اور فقہانے غیبت منقطہ کی
تفسیر کا اختلاف کتاب النکاح میں مذکور کیا ہے بعضوں نے کہا کہ غیبت منقطہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں جو جہاں قافلہ نہ جاتا ہو مگر سال میں ایک بار یہ قول

قدوری کا متر ہے اور بعضوں نے کہا کہ ایک مہینہ یا زیادہ کی مسافت ہو اور بعضوں نے کہا کہ وہ شخص ایک شہر میں نہ ٹھہرے جو چلا پھرتا ہو یا مفقود الخبر ہو اور بعضوں نے کہا کہ منزل ہو اور بعضوں نے کہا کہ منزل اور بعضوں نے کہا کہ ایک شہر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی الطحاوی وصی القاضی لکھی اہلیت الانی تان لیس وصی القاضی الشرار لنفسه ولا ان بیع ممن لا تقبل شہادۃ لم قاضی کا وصی میت کے وصی کے برابر ہے مگر آٹھ جگہ میں اس کے برابر نہیں ہے ایک یہ ہے کہ وصی قاضی کو خرید کر اپنی ذات کے واسطے متروکہ سے جائز نہیں دوسری صورت یہ ہے بیچنا اس شخص سے جس کے حق میں لکھی کی گواہی مقبول نہیں درست نہیں ولا ان یقبض الا باذن مبتدأ من القاضی تیسری صورت یہ ہے اور جائز نہیں اس کو قبضہ کرنا مگر قاضی کے دوسرے اذن سے مسمیٰ اگر قاضی نے خصوصیت کے واسطے صغیر کی طرف سے وصی کیا تو بعد فیصلہ کے وصی اس چیز پر قبضہ نہ کرے تا وقتیکہ قاضی قبض کا اذن جدید نہ دے برخلاف وصی میت کے اور اگر نصب وصی کے وقت خصوصیت اور قبض دونوں کا اذن دیا ہے تو اذن جدید کی حاجت نہیں ولا ان یوجز الصغیر عمل یا چوتھی صورت یہ ہے اور جائز نہیں کہ وصی قاضی صغیر سے کسی کام کی چاکری کر دے ولا ان یجیل وصیا عند عدم پانچویں صورت یہ ہے اور وصی قاضی کو جائز نہیں کہ اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرے ولو خصمه القاضی تخصص چھٹی صورت یہ ہے اور اگر قاضی نے وصی کو خاص کر دیا یعنی ایک نوع میں وصی کیا تو وہ مخصوص ہو جائے گا یعنی جمیع انواع میں وصی نہ ہوگا برخلاف باپ کے وصی کے کہ وہ قائم مقام ہے باپ کے کذا فی الطحاوی ولو نباه عن بعض التصرفات صحیح نسبیہ ساتویں صورت یہ ہے اور اگر قاضی وصی کو بعض تصرفات سے روک دے تو اس کا روکنا صحیح ہے برخلاف بی میت کے کذا فی الاشباہ عن ابن رازیہ وہ عزله ولو عدلا آٹھویں صورت یہ ہے اور قاضی کو جائز ہے معزول کرنا اس کا اگرچہ قاضی کا وصی متقی ہو کذا فی الاشباہ عن القینۃ خلان فاللبیتۃ بخلاف وصی لکھتہ فی ذلک مگر برخلاف وصی میت کے ان سب آٹھوں مسئلوں میں وفی الخزانۃ وصی وصی القاضی کو وصیۃ اولو صیۃ عامۃ انتہی وہ بچھل التوثیق اور خزانہ میں ہے قاضی کے وصی کا وصی قاضی کے وصی کے برابر ہے اگر قاضی کی وصیت عامہ ہو انتہی مافی الاشباہ اور اس شرط سے اختلاف دونوں قولوں کا دفع ہو گیا مسمیٰ یعنی یتیمہ اور خزانہ کا اختلاف دفع ہو گیا اشباہ میں پانچویں صورت یتیمہ سے منقول ہے کہ قاضی کے وصی کو اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرنا جائز نہیں اور خزانہ سے نقل کیا کہ جائز ہے بشرط وصیت عامہ کے تو اختلاف دفع ہو گیا یعنی عدم جواز ہے وصیت خاصہ میں اور جواز ہے وصیت عامہ میں وفی القادوی الصغری جبر علی مرضہ انما یفقد من الثلث عند عدم الاجازۃ الا ان فی تبرعہ فی المنافع یفقد من کل بان آجر باقل من اجرة المثل لا ہا بل بموتہ فلا اضرار علی الورثۃ وفی حیاتیہ لا ملک لہم لکن فی العمدۃ انہا من الثلث فلعلمہ روایتان اور فتاویٰ صغیرے میں ہے کہ مریض کا تبرع اور احسان کیا مرضی میں نافذ نہیں ہوتا مگر ثلث متروکہ میں در حال عدم اجازت وارثوں کے مگر اس کے منافع کے تبرع میں سوکل متروکہ سے نافذ ہوگا اس طرح پر کہ اس نے گھر وغیرہ اجرت مثل سے کم ترا جرت پر اجارہ دیا یعنی اس کی اجرت مثلاً سو درم تھی سو اس نے ۵۰ درم کو اجارہ دیا تو یہ جائز اور نافذ ہے اس لیے کہ اجارہ مذکور مریض کی موت سے باطل ہوگا تو وارثوں پر ضرر رسانی نہیں ہے اور اس کی حیات میں تو وارثوں کی کچھ ملکیت نہیں لیکن عمارت میں ہے کہ منافع کا تبرع ثلث متروکہ سے نافذ ہے تو شائد کہ اس میں دور و انتہی میں باع مال یتیمہ اور ضعیفہ والمشتری مفلس یوجز ثلثۃ ایام فان لقد والا فسخ لک نے یتیمہ کا مال منقول یا غیر منقول بیچا اور خریدار مفلس ہے تو وصی مین دن کی مدت ٹھہرا دے سو اگر خریدار تین دن کے اندر ٹمن حاضر کرے تو بہت ہے و بیع کو نسخ کرے فان انکر الشرار وقد قبض بیع الوصی الامر للہم لقیول ان کان بیئکما بیع فقد فسختہ پھر اگر مفلس خریدار خرید کا حکم ہوا اور حالانکہ وہ بیع پر قبضہ کر چکا ہے تو وصی اس امر کی حاکم کے پاس ناش کرے تو حاکم یوں کہے کہ اگر تم دونوں میں بیع واقع ہوئی ہو تو البتہ میں نے اس بیع کو فسخ کر دیا م اس قول کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مشتری بعد فسخ کے خریداری کا دعویٰ کرے اور گواہ لا دے تو اس کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا کذا فی الطحاوی قبل الوصایۃ ثم اراد عزل نفسه یجوز الا عند الہکم وصی نے وصی ہونا قبول کیا پھر اپنی ذات کو معزول کرنا چاہا تو یہ جائز نہیں مگر حاکم کے نزدیک م حاکم کو لازم ہے کہ اگر وصی

کو امانت دار اور پیشیار جانے تو معزول نہ کرے اور اگر اس کو عاجز یا کثیر الاشغال جانے تو اس کو خارج کرے اور حلیہ اخراج کا دو طرح پر ہے ایک یہ کہ وصی اس کو وصی مقرر کرے اس شرط پر کہ وصی چاہے آپ کو معزول کرے دوسری صورت یہ ہے کہ وصی میت پر دین کا دعویٰ کرے اور حاکم اس کو منہم کر کے معزول کر دے اور یہ ابو یوسف کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کہ ذانی الطحاوی دفع البیتیم مالہ بعد بلوغہ واشتد البیتیم علی نفسه ان لم یبق من ترکہ والد ولا قلیل ولا کثیر ثم ادعی شیتا فی بد الوصی انہ من ترکہ ابی و بہن تسع وصی نے یتیم کو اس کا مال اس کے بالغ ہونے کے بعد حوالہ کیا اور یتیم نے اپنی ذات پر گواہ کر دیا کہ اس کے باپ کے متروکہ سے کچھ باقی نہیں رہا وصی کے پاس نہ کم نہ زیادہ پھر یتیم نے وصی کے پاس کسی چیز کا دعویٰ کیا کہ وہ چیز میرے باپ کے متروکہ سے ہے اور گواہوں سے اس کو ثابت کیا تو اس کا دعویٰ مسموع ہو دے گا م یہ اشہاد ابراہیم معلوم نہیں نہ شخص معلوم سے نہ مجہول سے تو یہ فقط اقرار ہے جو ابراہیم کا مستلزم نہیں تو یہ اس کے دعوے کا مانع نہیں برخلاف اس ابراہیم کے جو مجہول سے ہر معلوم کے واسطے یعنی شخص معین سے چیز غیر معین کا ابراہیم سے اس طرح کہ مثلاً زید عمر سے کہے کہ جو تیرا حق میرے اوپر ہے اس کو مجھے جلال اور معاف کر دے سو عمر نے اس طرح کہا تو زید برسی الذمہ ہو گیا اور یہ ابراہیم صحیح ہے چیز معلوم اور غیر معلوم سب سے اسی قول پر فتویٰ ہے کہ ذانی الطحاوی عن الشریب اللیثی عن شہادۃ الوصی الاکل والارکوب بقدر الحاجة قال تعالیٰ ومن کان فقیراً فلک بالمرء وصی کو یتیم کے مال سے کھانا اور اس کی سواری پر سوار ہونا بقدر حاجت کے جائز ہے حق تعالیٰ نے فرمایا اور جو محتاج ہو تو چاہیے دستور کے موافق کھاوے کھانا اور سوار ہونا متعبدت سعی کے ہے یعنی جس قدر مدت حاجات یتیم میں کوشش کرتا ہے اسی قدر مدت تک کھانا اور سوار ہونا درست ہے نہ ہر وقت کہ ذانی العالمگیریہ ولدان ینفق فی تعلیم القرآن والادب ان تابل لذلک اور وصی کو جائز ہے کہ تعلیم قرآن اور ادب میں خرچ کرے اگر یتیم اس کا اہل ہو دے م شائد کہ ادب سے مراد علوم ادبیہ ہیں کہ انہیں کی تعلیم ہوتی ہے انتہی علوم ادبیہ سے مراد صرف ادب و نحو اور علم فصاحت اور بلاغت کا ہے یعنی اگر یتیم خاندان علم سے ہے تو وصی خرچ کر کے اس کو تمام قرآن اور علوم مذکورہ پڑھاوے والا فلینفق علیہ بقدر ما یتعلم القراءة الواجبة فی الصلوۃ مجتبے اور اگر یتیم اہل علم سے نہ ہو تو وصی کو چاہیے کہ اس پر اس قدر خرچ کرے کہ قرارت واجبة نماز کی سیکھ جائے یعنی جس قدر نماز میں قرآن پڑھا واجب ہے اس قدر اس کو سکھاوے کہ ذانی المجتبے وفیہ جعل للوصی مشرفاً لم یتصرف بدوہ و قبل للمشرف ان یتصرف اور مجتبے میں ہے کہ وصی کے واسطے مشرف مقرر ہوا تو وصی بدون اس کے تصرف متروکہ میں نہ کرے اور بعضوں نے کہا کہ مشرف کو تصرف کرنا یعنی بدون وصی کے درست ہے م اس مسئلہ کا بیان باب الوصی میں مفصل مذکور ہو چکا وفیہ للاب اعارة طفلة اتفاقاً لاما لہ علی الاکثر اور مجتبے میں ہے کہ باپ کو اپنے طفل کا عاریت دینا جائز ہے بالاتفاق نہ اس کے مال کو عاریت دینا بابر اکثر روایات کے وفیہ یملک الاب لا المجد عند عدم الوصی مایملک الوصی اور مجتبے میں ہے وصی نہ ہونے کے وقت باپ مالک ہے اس چیز کا جس کا وصی مالک ہوتا ہے اور دادا مالک نہیں ہوتا وصی کے برابر الاب یملک قسماً مال مشترک بنتہ و بین الصغیر بخلاف الوصی باب مالک ہے اس مال کے قسمت کرنے کا جو مشترک ہے مابین باپ اور مابین صغیر کے برخلاف وصی کے کہ وہ اپنے اور صغیر کے مشترک مال کی قسمت کا مالک نہیں م قنیہ میں مذکور ہے کہ جو مال وصی اور صغیر میں مشترک ہے اس کی قسمت وصی کو جائز ہے امام کے نزدیک بشرطیکہ اس میں صغیر کا نفع ظاہر ہو تو معلوم ہوا کہ یہاں عدم جواز قسمت وصی عدم ظہور منفعت پر محمول ہے کہ ذانی الطحاوی یملک الاب والمجد بیع مال احد طفلیہ للاخر بخلاف الوصی باب اور دادا اپنے ایک طفل کے مال کا دوسرے طفل کے مال سے بیچنے کا مالک ہے برخلاف وصی کے کہ وہ بیع مذکور کا مالک نہیں م یعنی اگر ایک شخص دو یتیموں کا وصی ہو تو اس کو ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کے مال سے بیچا جائز نہیں اس واسطے کہ وہ دونوں یتیموں کی خیر خواہی کا امور سے سویاں ایک یتیم کی خیر خواہی دوسرے کے حق میں ضرر کرتی ہے اور اسی طرح اگر دو وصی ہوں دو یتیموں کے تو بھی ایک کا مال دوسرے سے بیع کرنا درست نہیں ولو باع الاب والمجد مال الصغیر من الغنبی بثلث قیمتہ جازان لم یکن ناسداً لراعی و ناسداً فان باع عقارہ لم یجز فی المنقول بیان

اور اگر باپ اور دادا نے صغیر کا مال اجنبی شخص سے چاہا بقدر اس کی مالیت اور قیمت کے تو جائز ہے اگر وہ احمق فاسد الراس نہ ہو اور اگر بد عقل ہو تو اگر اس نے صغیر کا مال غیر منقول بیچا تو جائز نہیں ہے اور مال منقول کے بیچنے میں دو روایتیں ہیں ایک جواز کی دوسری عدم جواز کی ولو اشتري نطفہ ثوبا او طعاماً او شہداً نہ بیع بہ علیہ بیع بہ لا مال والا لوجہ بہا علیہ حیث کہ اور اگر باپ نے اپنے لڑکے کے واسطے کپڑا یا کھانا خرید کیا اور گواہ کر لیا اس پر کہ میں اس قدر ٹمن لڑکے کے مال سے بھروں گا تو اتنا بھرے اگر صغیر کا مال ہو اور اگر مال نہ ہو تو رجوع جائز نہیں بسبب واجب ہونے کا نہ اور کپڑے کے باپ پر اس وقت میں یعنی جب صغیر محتاج ہے تو اس کا نفقہ باپ پر واجب ہے رجوع جائز نہیں و مثلاً لو اشتري لہ داراً او عبدایز جمع سواہر کان رہا مال اولاد ان لم یشهد لایز جمع کذا یمن ابی یوسف و بوجہ یجب حفظہ والدہ اعلم اور مانند لباس یا طعام کے اگر باپ نے صغیر کے واسطے گھریا غلام خرید کیا تو رجوع کرے خواہ اس کا مال ہو یا نہ ہو اور اگر باپ نے رجوع کر لینے پر گواہ نہیں کیا ہے تو رجوع نہ کرے چنانچہ ابو یوسف سے منقول ہے اور یہ تفصیل خوب ہے اس کا یاد رکھنا واجب ہے والدہ اعلم بعینہ تلخیص قیینہ میں مذکور ہے کہ ایک وارث نے تجہیز میت میں ترکہ سے خرچ کیا بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثوں کے تو وہ میت کے مال سے محسوب ہوگا اور وہ متبرع نہ ہوگا اور اگر ماتم اور سمع وغیرہ کی خرید میں بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثوں کے اس نے صرف کیا تو اس کے حصہ میں محسوب ہوگا اور اگر اپنے مال سے صرف کیا تو وہ متبرع ہے کذا فی الطحاوی و مختصراً والدہ اعلم واستغفر اللہ العزیم۔



کتاب الخنثی

اس کتاب میں خنثی کے احکام مذکور ہیں م خنثی مشتق ہے خنث بفتح خاء معجم و سکون نون سے اور خنث لغت میں عبارت ہے نرمی اور کمزری سے اور سی سے خنث ہے معلوم کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے آدمی کو مرد اور عورت بنایا اور ہر ایک کے احکام بیان فرمائے اور اس کا حکم مذکور نہیں کیا جو مرد بھی ہو اور عورت بھی تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں وصف متضادین ایک شخص میں جمع نہیں ہوتے اور دونوں میں علامت امتیاز کی آگے تذکرہ و تانیث ہے پھر گاہے اشتباہ واقع ہوتا ہے اس طرح پر کہ کوئی انسان ایسا ہوتا ہے جس میں تمیز نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی لما ذکر من غلب وجودہ ذکرنا و الوجود جب کہ مصنف نے غالب الوجود کے ذکر سے فراغت پاتی یعنی مرد اور عورت کے احکام سے تو نادرا الوجود یعنی خنثی کا ذکر شروع کیا ہو و فرج و ذکر او من عمری عن الاثنین جمیعاً خنثی وہ ہے جو صاحب فرج اور ذکر ہو یا وہ ہے جو تذکرہ اور تانیث دونوں علامتوں سے معاہدہ فان بال من الذکر فغلام وان بال من الأنثی تو اگر وہ پیشاب کرے تو ذکر سے تو مرد ہے اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو عورت ہے م جب اس نے ذکر سے پیشاب کیا تو دوسری علامت بدن کا شگاف ہے اور اگر اس نے فرج سے پیشاب کیا تو دوسری علامت ثلول یعنی مسہ کی مانند ہے کذا فی القبتانی وان بال منها فالغلم للاسبق اور اگر دونوں سے پیشاب کرے تو اسبق ادا قدم پر حکم ہے یعنی جس سے پہلے پیشاب نکلا ہو اس کا اعتبار ہے اس واسطے کہ اقدیمیت اس کی دلیل ہے کہ وہی عضو اصلی ہے وان استویا فمشکل اور اگر دونوں برابر ہوں اس طرح کہ دونوں کے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثی مشکل ہے م مشکل اس واسطے کہ احد الامرین سے کوئی متعین نہیں ولا تعتبر الکثرة غلاماً لہما اور کثرت پیشاب کی معتبر نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج اصالت عضو پر دلیل ہے ولا کثر حکم اکل اور امام کی دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج کشادگی فرج پر دلیل ہے نہ اصالت پر اور امام سے مروی ہے کہ انہوں نے ابو یوسف سے فرمایا کہ میں نے ایسا قاضی نہیں دیکھا جو پیشاب کا اندازہ کرتا ہو پیمانہ سے کذا فی الطحاوی بذاتہ البونع فان بلغ وخرجت لحیة او وصل الی امرأة او اقلتم کما یجتمہ الرجل فرجل یہ تفصیل مذکور قبل از بونع کے ہے پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اس کے واسطے نکلی یا وہ کسی عورت سے ملا یعنی جماع کیا یا اس کو اختلام ہوا جیسے مرد کو اختلام ہوتا ہے تو وہ مرد ہے وان ظہر لہ شدی اولہن او حاض او حمل او امكن وطیہ فامرأة اور اگر اس کے پستان ظاہر ہوتی یا دودھ نکلتا یا اس کو حیض آیا یا اس کو حمل رہا یا جماع اس کا ممکن ہے تو وہ عورت ہے م ظہور لبن سے مراد یہ ہے کہ دونوں پستانوں سے عورتوں کے مانند دودھ نکلے اس واسطے کہ مرد کی مچھاتیوں سے بھی دودھ نکلتا ہے ایسا مستفاد ہوتا ہے شرح و بیانیہ سے اور جو مرد میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ظہور پستان علامت مستقلہ ہے تو دودھ کے ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی اس کا جواب یہ ہے کہ گاہے دودھ نکلتا ہے اور پستان ظاہر نہیں ہوتی یا ایسی پستان ظاہر ہوتی ہے جو مرد کی پستان سے متیز نہیں پھر جب دودھ اترا تو تمیز واقع ہو گئی اور امکان حمل کی یہ صورت ہے کہ خنثی نے منی روتی میں سے کر اپنی فرج میں داخل کی اور امکان وطی کی یہ صورت ہے کہ عورتوں نے اس کو دیکھا اور کہا کہ اس سے طی ممکن ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی وان لم یمظہر لہ علامتہ اصلاً او تعارضت العلامات فمشکل لہم المرجح اور اگر اس کی کوئی بھی علامت مذکورہ ظاہر نہ ہوئی یا علامات میں تعارض واقع ہوا تو وہ خنثی مشکل ہے عدم مرجح کی وجہ سے م تعارض علامات کی مثالیہ صورت ہے کہ پستان ابھرے اور واسطی نکلی ایک ساتھ یا ذکر سے منی نکلی اور فرج سے ساتھ ہی حیض جاری ہوا یا پیشاب نکلا فرج سے اور منی نکلی ذکر سے ساتھ ہی

کذا فی القسانی وعن الحسن ان قد اصابه ناس من صلع المرأة تزید علی صلع الرجل بواحد ذکره الزیلعی اور من بصری سے مروی ہے کہ غنشی کی پسلیاں شمار کی جاویں اس واسطے کہ عورت کی ایک پسلی زیادہ ہوتی ہے مرد کی پسلیوں سے ذکر کیا ہے اس کو زمینی نے م اس میں اختلاف ہے کہ کس جانب کی پسلی زیادہ ہوتی ہے مشہور یہ ہے کہ بائیں طرف کی ہوتی ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ مرد کی سولہ پسلیاں اور عورت کی ستویں یا مرد کی ستویں اور عورت کی اٹھارہ بعضوں نے کہا کہ شاہدہ اس کے مخالف ہے اور اہل تشریح نے کہا کہ مرد اور عورت دونوں کی پسلیاں برابر ہیں اور بنا بر قول تفاوت اختلاف کی وجہ اس کی یوں مذکور ہے کہ حضرت خرا حضرت آدم علیہ السلام کی ایک پسلی سے مخلوق ہوئی تو سب مرد ابو البشر علیہ السلام کے منوال پر جاری رہے واندہ اعلم کذا فی الطحاوی مختصر و جیند فیہ فیہ فی امرہ بما ہوا لا حوط فی کل الاحکام اور اس وقت میں یعنی در صورت اشکال اور عدم ترجیح کے وقت تو عمل کیا جاوے گا غنشی مشکل کے امر میں اس چیز کے ساتھ جس میں زیادہ تر احتیاط ہے تمام احکام میں قلت وکثر قدمنا انہ لا یجب الغسل بالایلاج فیہ واندہ لا یتعلق التحريم بلبنة قنیزہ میں کتابوں میں یکن نے اول کتاب میں مذکور کیا کہ غنشی مشکل میں احوال سے غسل واجب نہیں ہوتا اور اس کے دودھ سے تحريم متعلق نہیں تو آگاہ رہنا یعنی ان دونوں صورتوں میں عمل بہ احتیاط نہیں ہے م یہاں اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عنقریب گذرا کہ امکان وطی سے انوثت ثابت ہوتی ہے تو وہ غنشی مشکل نہ رہا اس کا جواب یہ ہے کہ بعد تحقیق انوثت کے دوسری علامت معارض ہوئی چنانچہ دائرہ منور ہو گئی تو اشکال ثابت ہو گیا اور اسی طرح دودھ میں کلام ہے کذا فی الطحاوی فیقف بین صف الرجال والنساء سونا بر عمل با احتیاط کے غنشی مشکل کھڑا ہو مردوں اور عورتوں کی صف کے بائیں میں م یعنی نہ مردوں کی صف میں کھڑا ہو نہ عورتوں کی صف میں اس واسطے کہ اگر غنشی مشکل فی الواقع مرد ہے تو عورتوں کی صف میں کھڑے ہونے سے اس کی نماز فاسد ہوگی اور اگر عورت ہے تو مردوں کی صف میں کھڑے ہونے سے اس کے نمازی شخص کی نماز فاسد ہوگی تو اس کے دائیں اور بائیں اور پیچھے کا شخص سامنے والا احتیاط نماز کا اعادہ کرے پھر اگر غنشی بالغ ہے اور عورتوں کی صف میں کھڑا ہو تو اس پر اعادہ نماز کا واجب ہے اور اگر قریب البلوغ ہے تو اعادہ مستحب ہے اور اگر چند غنشی ہوں تو اس طرح کھڑے ہوں کہ باہم متصل نہ ہوں بلکہ درمیان میں کشادگی ہوگی کذا فی الطحاوی واذ بلغ حد الشهوة تباغ لہ اقمہ تختہ من مالہ فکون اقمہ او شدہ اور جب کہ غنشی حد شہوت کو پہنچے تو اس کے مال سے ایسی لونڈی خرید کی جائے جو اس کا ختنہ کرے سو خرید سے اس کی وہ لونڈی ٹھہرے گی یا اس کے مانند عورت ہوگی م یعنی اگر واقع میں غنشی مرد ہے تو وہ اس کی لونڈی ہوئی تو اس کو نظر کرنا شرم گاہ کا مطلقا جائز ہوا اور اگر عورت ہے تو عورت کا نظر کرنا عورت کی طرف بضرورت جائز ہے کذا فی الطحاوی ویکرہ ان یختنہ رجل او امرأة احتیاطا ولا ضرورة لان المختان عندنا سنة اور یہ مکروہ ہے کہ غنشی کا ختنہ مرد کرے یا عورت بنا بر احتیاط کے اور کچھ ضرورت نہیں اس واسطے کہ ختنہ کرنا ہم حنفیوں کے نزدیک سنت ہے نہ فرض م یہ مذکور ہے غنشی بالغ کا اور صغیر کا ختنہ تو مرد اور عورت دونوں کو درست ہے کذا فی المالگیریہ وان لم یکن لہ مال فہن بیت المال ثم تباغ اور اگر غنشی کا مال نہ ہو تو ختنہ کرنے والی لونڈی بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے خرید کی جائے پھر ختنہ کے بعد بیچ حوالی جائے اور ثمن اس کا بیت المال میں داخل کیا جائے اس واسطے کہ بیت المال حاجات مسکین کے واسطے مقرر ہے کذا فی الحموی او یزوج امرأة فخانہ لکھنہ لاندہ ان کان ذکا راصح انکاح وان انشی فنظر الجنس اخف ثم یطلقا ویتقدان خلا بیا احتیاطا یا غنشی نکاح کرے ختنہ کرنے والی عورت سے تاکہ وہ اس کا ختنہ کر دے اس لیے کہ اگر غنشی مرد ہے تو نکاح صحیح ہے اور اگر عورت ہے تو ہم جنس یعنی عورت کا دیکھنا عورت کی طرف سبکتر ہے مرد کی نظر سے پھر غنشی ختنہ کے بعد اس کو طلاق دے اور ختنہ کر کے عدت میں بیٹھے بنا بر احتیاط کے اگر غنشی نے اس کے ساتھ خلوت کی ہوم یہ قول طحاوی نے اپنے استاد سے نقل کیا ہے اور بیت المال کا قول علماء مذہب سے منقول ہے اس واسطے کہ اگر اس نے نکاح کیا تو نکاح مشکوک ہے اور اگر صحیح ہے تو عورت معلقہ ہوگی اس سے خلاص نہیں ہو سکتی اور وجوب مہر کا عقد سے یقین نہیں ہو سکتا اور نہ وجوب میراث کا اگر غنشی مشکل مر گیا تو یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اس پر نفقہ واجب ہے یا نہیں رازی نے یوں کہا ہے اور علامہ مقدسی نے کہا کہ تخلص ان اشکالات سے اس طرح ممکن ہے کہ نکاح کرے اس شرط پر کہ عورت اپنی ذات کی مختار ہے سو وہ ختنہ کے بعد طلاق ہے

تقیاط مشروط کی وجہ سے اور بیت المال سے وصول ہونا اس زمانہ میں ایسے کام کے واسطے از قسم محال ہے تو نکاح کر لینا اسہل ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی عن
 موسیٰ ویکرہ لبس الحریر والحلی اور خنثی مشکل کو شہمی پٹا اور زیور پہنا مکروہ ہے ولا یخلو بہ غیر محرم اور خنثی مشکل سے خلوت اور تنہائی نہ کرے سوائے
 محرم کے محرم کے وان قبل رجل ثبوت حرمة المعاصرة اور اگر خنثی مشکل کا کسی مرد نے بوسہ یا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہوگی م تو جائز نہ ہوگا خنثی کی ماں کو
 بوسہ لینے والے مرد سے نکاح کرنا اور نہ اس کی بیٹی کو ولا یسا فر غیر محرم لاحتمال انہ امرأة اور خنثی مشکل سفر نہ کرے بدون محرم کے اس احتمال کی وجہ
 سے کہ وہ عورت ہے م محرم سے مراد محرم مرد ہے اس واسطے کہ محرم عورت کے ساتھ اس کو سفر درست نہیں وان قال انا رجل او امرأة لا غیرة بہ فی الصحیح
 دعویٰ بلا دلیل اور اگر خنثی مشکل کہے کہ میں مرد ہوں یا عورت ہوں تو اس کا کچھ اعتبار نہیں صحیح قول میں اس کے واسطے کہ یہ دعویٰ ہے بدون دلیل کے وقیل
 ہر لانا لا یقف علیہ غیرہ اور بعضوں نے کہا کہ اس کا قول مستبر ہے کہ اس پر سوائے اس کے کوئی واقف نہیں لکن فی المنہجی بعد تقرر اشکال لا یقبل و فیہ یستدل
 فیہ التوفیق لیکن متقی میں ہے کہ بعد ثابت ہوجانے اس کی اشکال کے قول اس کا مقبول نہیں اور قبل از ثبوت اشکال قول اس کا مقبول ہے پس کہتا ہوں
 اس تفصیل سے توفیق بین القولین الذکورین حاصل ہوگی م یعنی عدم قبول کا قول اس صورت میں ہے جب کہ خنثی کا مشکل ہونا ثابت ہو چکا اور قبول اس صورت
 میں ہے جب کہ منور اشکال ثابت نہیں اسی طرح کی تفصیل عالمگیری میں مذکور ہے میط سے ویضعف ما نقلہ القہستانی عن شرح الفرائض للسید و غیرہ الا ان یحییٰ علی
 تقیہ اور منسوب بضعف ہے وہ قول جو قہستانی نے فرائض شریفی وغیرہ سے نقل کیا ہے مگر یہ کہ اس تفصیل مذکور پر اس کو محمول کیجئے تو قول صحیح ہوگا ضعف دفع
 باوے کا سوا گاہ رہنا م قہستانی میں فرائض شریفی سے یوں ہے کہ اگر خنثی نے حیض یا منی کی یا مرد یا عورت کی طرف مائل ہونے کی خبر دی تو قول اس کا مقبول ہو
 لا جرم اس کا مقبول نہ ہوگا جب تک کذب اس کا ظاہر نہ ہو یقیناً چنانچہ اس نے اپنے مرد ہونے کی خبر دی پھر اس کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا انتہی طحاوی
 کہ کہا کہ قول مذکور کو اس پر محمول کرنا متعین ہے بدلیل نص مفصل واللہ اعلم ولومات قبل ظہور حالہ لم یغیل و یتیم بالصعید لتخذر الفضل اور اگر خنثی مرگیا قبل
 برہوجانے اس کے حال کے تو غسل نہ دیا جائے اور اس کو تیمم کرا دیا جائے خاک پاک سے بسبب متعذر ہونے غسل کے م چونکہ اس کا مرد یا عورت ہونا ثابت
 ہو جس کو مرد یا عورت غسل دے تو تیمم متعین ہوا سو اگر تیمم کرنے والا اجنبی ہے تو اپنے ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کراوے اور اگر محرم ہے تو بدون کپڑے
 مانند اس مرد کے جو عورتوں میں مرگیا کذا فی الحموی ولا یحضر حال کونہ مراہقا غسل میت ذکر اوانثی اور خنثی مشکل قریب البلوغ ہونے کی حالت میں کسی
 کے غسل میں حاضر نہ ہو خواہ مردہ مرد ہو یا عورت و مذہب تہیۃ قبرۃ اور مستحب ہے خنثی مشکل کی قبر پر دفن کے وقت پردہ کر لینا عورت کے مانند و یوضع
 علی قبرہ بقرۃ الامام ثم موثم المرأة اذا صلی علیہم رعایۃ بحق الترتیب اور امام کے قریب رکھا جائے مردہ مرد پھر خنثی مشکل پھر عورت جب کہ ان پر
 زبے کی نماز پڑھی جائے حق ترتیب کی رعایت کرنے کے واسطے م خنثی کا جنازہ مرد کے بعد رکھا جائے کہ شاید وہ عورت ہو اگر خنثی مرد کے ساتھ عذر سے
 متبر میں دفن ہو مرد کے پیچھے رکھا جائے اور دونوں کے درمیان مٹی کا پردہ کیا جائے تاکہ بمنزلہ دو قبروں کے ہو جائے اور یہ ہی حکم ہے مردوں کے دفن
 جب کہ ایک قبر میں دفن ہوں اور اگر عورت اور خنثی ساتھ مدفون ہوں تو خنثی کو مقدم کرنا چاہیے شاید کہ وہ مرد ہو اور خنثی کا کفن پانچ کپڑے چاہیے عورت
 کے مانند اور اس کو قبر میں محرم قرابت والا رکھے الموت کے احتمال کے سبب سے کذا فی المنہج و تمام فروعہ فی احکام من الاشباہ بل عندی فیہ تالیف جلد منیف
 خنثی کے تمام احکام کے مسائل اشباہ میں مذکور ہیں بلکہ میرے نزدیک اس میں ایک تالیف جلد کلا ہے م منہج مسائل خنثی مشکل کے یہ ہے کہ اس کی
 حالت صحیح نہیں مگر عورتوں کے واسطے ہیں کی نماز عورت کے مانند ہے شکل میں اور اخفا میں اور وہ نکاح نہ کرے نہ عورت سے نہ مرد سے اور اگر اس نے مرد
 سے نکاح کیا اور مرد کے ساتھ جماع کیا تو نکاح جائز ہو گیا یا عورت سے نکاح کیا اور وہ جماع بہ قادر ہوا تو نکاح صحیح ہو گیا اور اگر لڑنے اپنی مانند و خنثی مشکل سے نکاح کیا تو جائز نہیں کذا فی الطحاوی و مختصر
 فی المیراث اقل النصیب یعنی اسوہ الحالیین بہ نفی کا مستحقہ اور خنثی مشکل کو میراث میں اقل النصیب یعنی اسوہ الحالیین ہے اسی قول پر فتویٰ ہے چنانچہ ہم

اس کی تحقیق عنقریب بیان کریں گے م اقل النصبین یعنی مرد اور عورت کے دو حصوں میں سے جو حصہ کم تر ہو گا وہ اس کو دیا جائے گا یہ مذہب ہے امام کا عینی غنّی مشکل کے حصہ کو نظر کریں گے کہ اس کو مرد فرض کرنے میں کس قدر ملت ہے اور عورت فرض کرنے میں کتنا پختہ ہے تو ان دو حصوں میں جو کم تر ہو گا وہ غنّی کو ملے گا اور اگر احد التقدرین میں غنّی محروم ٹھہرے گا تو اس کو کچھ نسلے گا لہذا شارح نے اقل النصبین کی تفسیر اسو الہالین مذکور کی یعنی دو حالتوں میں بدتر حالت ہوگی خواہ کم تر حصہ یا محرومی وہی بدحالی اس کے نصیب میں ہے تو اسو الہالین قلت اور حرمان دونوں کو شامل ہے کذا فی الحلّی تصرف وقال تعف النصبین اور صاحبین نے کہا کہ دونوں حصوں میں سے نصف نصف اس کو ملے گا یعنی نصف حصہ مرد کا اور نصف حصہ عورت کا فلو مات ابوہ وترك معہ ابن واحدہ سہمان ولغنّی سہم تو اگر غنّی مشکل کا باپ مر گیا اور غنّی کے ساتھ ایک بیٹا اس نے چھوڑا تو بیٹے کے دو سہم ہیں اور غنّی کا ایک سہم م خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک غنّی عورت کے حکم میں ہے میراث میں تا وقتیکہ اس کا مرد ہونا بلا تعارض ثابت نہ ہو وعند ابو یوسف لثلاثہ من سبعة عند محمد بن حسنہ من اثنا عشر اور ابو یوسف کے نزدیک صورت مذکورہ میں غنّی کے تین سہم ہیں سات سہموں سے اور محمد کے نزدیک پانچ سہم ہیں بارہ سہموں سے م صاحبین دس مطالبات میں مذکور ہے وعند ابی حنیفہ لہ سہم من ثلثہ للاثہ الاقل ومرتبتین ہ فیقتصر علیہ لان للمال لا یجب بالشک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک غنّی ایک سہم ہے تین سہموں میں سے اس واسطے کہ وہ اقل ہے اور وہی متیقن ہے تو اسی پر اقتصار ہوگا کیوں کہ مال شک سے واجب نہیں ہوگا تو ضیح اس کی ہے کہ یہاں اثبات مال کی ابتداء حاجت ہوئی اس واسطے سبب استحقاق مال کا بیان کرنا ضرور ہوا کہ ذکور کے سبب سے ہے یا انوثت کے سبب سے اور مشکل میں دونوں سببوں سے کوئی معلوم نہیں اور اثبات مال کا ابتداء بدو سبب متحقق کے شرعاً جائز نہیں تو متیقن پر بنا کرنا ضرور ہوا اور اقل جو میراث ہے کی وہ یقینی ہے اور زیادہ میں شک ہے تو متیقن ہی واجب ہوگا اسی پر اقتصار کر کے کذا فی العینی شرح البدایہ حتی لو کان الاقل علی تقدیرہ ذکر اقدار بناء کز و دام و شقیقہ ہی غنّی لک السدس علی انہ عصبة لاثہ الاقل تو اگر اقل ہو اس تقدیر پر جب کہ غنّی کو مرد فرض کیجئے تو اس کو سہم مرد ہی ٹھہرائیں گے چنانچہ اس میں میں کہ عورت مرگئی شوہر اور ماں اور سگی بہن چھوڑ کر جو غنّی ہے تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا بنا براس کے کہ وہ عصبة ہے اس واسطے کہ سدس اقل ہے نصف م تو صورت مذکورہ میں شوہر کا نصف حصہ ہے اور ماں کا تہائی اور غنّی کا باقی مال یعنی سدس و لو قدر انشی کان لہ النصف و عالت الی ثمانیۃ اور اگر صورت مذکورہ غنّی کو عورت فرض کیجئے تو اس کا نصف حصہ ہے اور یہ مسئلہ چھ سہم کا آٹھ سہم کی طرف عول کرے گا م یہ مسئلہ دونوں تقدیروں میں چھ سہموں سے ہے بسبب اجتماع نصف اور ثلث کے مگر پہلی صورت میں عول کی حاجت نہیں اور دوسری صورت میں عول کی حاجت ہے خلاصہ یہ ہے کہ جب کہ غنّی کی مال اقل النصبین ٹھہری تو اس مسئلہ میں اس کو عورت نہ ٹھہرایا کیونکہ اس کا حصہ نصف ہوتا اور نصف زائد ہے ثلث سے بلکہ اس کو مرد قرار دیا تاکہ اس کا حصہ سدس ہو اس واسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ولو کان محروماً علی احد التقدرین فلا غنّی لک زواج دام و ولد بہا و شقیق غنّی فلا غنّی لک لاثہ عصبة ولو قدر انشی کان لہ النصف و عالت الی تسعة اور اگر غنّی محروم ٹھہرے دو تقدیروں میں سے ایک تقدیر پر تو اس کے واسطے کچھ نہیں چنانچہ اس مسئلہ میں کہ ایک مرگئی شوہر اور ماں اور دو اخیانی بھائی اور ایک سگ بھائی غنّی چھوڑ کر تو غنّی کو مرد فرض کرنے میں کچھ حصہ نہیں کیونکہ وہ عصبة ہے اور اگر غنّی کو عورت فرض کیا تو اس کا حصہ نصف ہے کیوں کہ وہ صاحب فرض ہے اور اس وقت میں یہ مسئلہ نو سہم کی طرف عول کرے گا م اس مسئلہ میں زوج کا حصہ نصف ہے اور ماں کا حصہ نصف ہے کیوں کہ وہ محروم ہے کیوں کہ وہ عصبة ہے اور عصبہ اس وقت میراث پاتا ہے جب اہل فرض سے کچھ اور دونوں اخیانی بھائیوں کا تہائی اور سگ بھائی جو غنّی ہے وہ محروم ہے کیوں کہ وہ عصبة ہے اور عصبہ اس وقت میراث پاتا ہے جب اہل فرض سے کچھ رہے سو یا کچھ باقی نہ رہا اور اگر غنّی کو عورت فرض کیجئے تو اہل فرض ہوگا تو اس کا حصہ نصف ہے تو بنا براسو الہالین کے اس کو مرد ہی فرض کیا تاکہ عورت نہ ہو تاکہ نصف پنا دے ولومات عن عمہ و ولد اخیہ غنّی قدر انشی دکان المال کلہ للعمہ اور اگر ایک شخص مر گیا اپنا ایک چچا اور بھائی کا ایک ولد چھوڑ کر جو غنّی ہے تو غنّی کو یہاں عورت فرض کریں گے اور سارا مال چچا کا ہوگا م غنّی کو عورت اس واسطے فرض کیا کہ بقیہ چچا کے روبرو وارث نہیں ہوتی اور

مرد فرض کرتے تو وہ بھتیجا ٹھہرتا تو سب مال کا وہی وارث ہوتا نہ چچا اس لیے کہ برچید دونوں عصبہ میں لیکن بھتیجا چچا پر مقدم سے کذا فی الطحاوی
واللہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم الکریم۔

مسائل شریعی

جمع شیتت یعنی متفرقہ دھومن و اب المصنفین لتذکرک مالا تذکرینما کان بحق ذکرہ فیہ قلت وتذہ الحقت علیہا بما لہا ولہ الحمد یہ ذکر ہے مسائل
شیتی میں شیتی جمع ہے شیتت کی بمعنی متفرقہ اور وہ عادت ہے اہل تصانیف کی کہ آخر کتاب میں مسائل متفرقہ عبادات اور معاملات کا ذکر
کرتے ہیں واسطے تذکر ان مسائل کے جو وہاں مذکور نہیں ہوئے جہاں ان کا ذکر کرنا سزاوار اور لائق تھا شارح نے کہا میں کتاہوں اور البتہ میں نے اکثر
مسائل طاریے ان کے مواقع مناسبہ میں اور خدا کو حمد ہے جس نے الحاق فروع کی توفیق دی عرق مدمن الخمر خارج نجس بذہ مقدمہ صفیری فی تسلیمہ کلام
قد وھتک بہ فی اوائل نواقض الوضوء پسینہ شرابی دائم الخمر کا خارج ناپاک ہے یہ مقدمہ صفیری ہے جس کی تسلیم میں وہ کلام ہے جس کا میں نے تجھ سے وعدہ
کی تھا اول نواقض وضو میں م ادمان کی قید ظاہر اس پر دلالت کرتی ہے کہ غیر مدمن کا پسینہ نجس نہیں اور علت یعنی پسینہ کا تولد ہونا نجس سے یعنی حلف اور شراب
سے عدم تقیید کا مقتضی ہے اور قید خمر کی اتفاقی ہے تو ہر مسکر نجس خمر کے مانند ہے کذا فی الطحاوی وکل خارج نجس ینقض الوضوء ہذہ مقدمہ کبریٰ وہی مسلمہ عندنا
فیفتح ان عرق مدمن الخمر ینقض الوضوء اور جو خارج نجس ہے وہ وضو کو توڑتا ہے یہ مقدمہ کبریٰ شکل اول بدیہی الانسان کا اور وہ یعنی کبریٰ مسلم ہے ہمارے
نزدیک تو دونوں مقدموں سے مل کر یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ وضو کو توڑتا ہے لکنہ محتاج لاثبات الصفیری وحاصلہ ما فی الذخائر الاشرقیۃ لابن شیمہ
مغزیہ المصنوع عرق الدجاجة الجلاء نجس قال وعلیہ فحرق مدمن الخمر نجس بل اولے لیکن اس شکل میں صفیری کے ثابت کرنے کی حاجت ہے اور جو ابن شیمہ کے
ذخائر اشرقیہ میں نسبت مجتہبی مذکور ہے اس کا حاصل کلام یہ ہے کہ اس مرغی کا پسینہ جو فقط نجاست خوار ہے ناپاک ہے اور بنا براس قول کے تو مدمن خمر کا بھی
پسینہ ناپاک ہے بلکہ اولیٰ بالفجاستہ ہے م وجہ اولیت کی یہ ہے کہ شے رقیق چنانچہ خمر کی تاثیر عرق نکلنے میں غیر رقیق چنانچہ مرغی کے پردہ سے زیادہ ہے
کذا فی الطحاوی ثم قال وما اسیح من کان عرقہ کحرق الکلب والخمر یہ پھر مجتہبی کے مصنف نے کہا اور کتنا قبیح اور مذموم ہے شخص جس کا پسینہ کتنے اور سور کے مانند
ہے م یہ نتیجہ اور مذمت ہے مدمن خمر کی اما ذنا بد مذمتہ قال ابن العزیم ینقض الوضوء وھو مفرع غریب و تخریج ظاہر قال المصنف و نظیرہ عولنا علیہ ابن العزیم نے
کہا تو اس وقت میں یعنی جب کہ مدمن خمر کا عرق نجس ہو تو وہ وضو کو توڑے گا اور یہ مسئلہ عجیب و غریب ہے اور اس کی تخریج ظاہر ہے مصنف نے اپنی شرح میں
کہا اور اس کی تخریج کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ہم نے اس پر اعتماد کیا یعنی اور متن میں اس کو داخل کیا قلت قال شیننا الرملی حفظہ اللہ تعالیٰ کیف یعول علیہ وجہ مغربہ
لا شہد لہ روایۃ ولا روایۃ اما الاولیٰ تطاہر اذالم یرو عن احمد بن یحییٰ علیہ واما الثاني فلعدم تسلیم المنقذۃ الاولیٰ شارح نے کہا میں کتاہوں کہ ہمارے استاد خیر الدین رملی
نے اللہ تعالیٰ ان کو آفات سے محفوظ رکھے کہا ہے کیوں کہ اس پر اعتماد کیا جائے اور حالانکہ وہ باوجود غرابت اور ندرت کے خاص پر روایت اہل مذہب کی
گواہی دیتی ہے نہ استدلال عقلی عدم روایت تو خود ظاہر ہے اس واسطے کہ یہ مسئلہ معتمد عالموں میں سے ایک عالم سے بھی مردی نہیں اور استدلال عقلی تو عدم
تسلیم مقدمہ اولیٰ سے ثابت نہیں مقدمہ اولیٰ غیر مسلم یہ ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ خارج نجس ہے و شہید بطلانہا مسئلہ الجدی اذا غدی ملین الخمر یہ مقدمہ علل واصل اکھ
بصیرورتہ مستہک لایستی کہ اثر نکذک لقول فی عرق مدمن الخمر اور مقدمہ اولیٰ کے باطل ہونے پر گواہی دیتا ہے کبریٰ کے بچہ کا مسئلہ جب کہ اس کا بچہ سور کے
دودھ سے پالا جاوے اس واسطے کہ علمائے اس کی علت اکل کی علت بیان کی دودھ کے مستہک اور نابود ہو جانے سے اس طرح کہ اس کا کچھ اثر باقی
نہیں رہتا تو اسی طرح ہم دائم الخمر کے پسینہ میں کہیں گے یعنی شراب اس کے بدن میں مستہک اور نابود ہو گئی کچھ اس کا اثر باقی نہ رہا م یہ استدلال نقلی
ہے نہ عقلی مگر یوں کہتے کہ عقل اس کی تائید کرتی ہے و کیفینا فی ضعف غرابۃ و خروج عن الجافۃ ویجب طرحہ عن السرح من من و شرح اوہم کو کفایت کرتا ہے

اس کے ضعیف ہونے میں اس کا غریب اور نادر ہونا اور اس کا خارج ہونا طریق سے یعنی مذہب علماء حنفیہ سے تو اس مسئلہ کا سا قیاس کرنا تمہن اور شرح کے گرد پیش سے واجب ہے م شرح بفتح سین مہملہ و لام مہملہ سے طحاوی نے کہا منجمہ اس کے معانی کے درخت بھی ہے اور یہی تمہارے بقریہ لفظ طرح یعنی اس وقت کا پھل سا قیاس کیا جائے یعنی فروع مذہب سے گرایا جائے انتہی لمحضام اور منجمہ معانی شرح کے قندے دار بھی ہے کذا فی القاموس اور قندے دار عبارت ہے کشادگی پشانا خانہ سے اور میرے نزدیک یہی مناسب مقام ہے اس لیے کہ ظن بمنزلہ گھر کے ہے اور مرجح بجائے وسعت پشانا خانہ ہے لہذا ترجمہ اسی کا کیا جائے

اعلم خبر وجدنی خلاہ خز فارة فان کان الخرج صلباً رمی بہ واکل الخبز ایک روٹی ہے جس کے اندر چوسے کی میٹگنی پانی گئی تو اگر میٹگنی سخت ہے تو بھینک دی جائے اور روٹی کھائی جائے ولا یفسد خذ الفارة الذین والماء والحنطہ للضرورة الا اذا ظہر طعمہ اولونہ فی الذین ومحوہ لغشہ وامکان التخریض عنہ حیثہ خانیۃ اور چوسے کی میٹگنی تیل اور پانی اور گیسوں کو فاسد نہیں کرتی ضرورت کی وجہ سے مگر اس کا مزہ یا رنگ تیل اور اس کے مانند سائل چیزیں ظاہر ہو تو البتہ مفسد ہے

برسبب اس کی کثرت کے اور اس وجہ سے کہ اس سے بچنا اس وقت میں ممکن ہے کذا فی النایم خانیہ میں ہے کہ چوسے کی میٹگنی جب کہ گیسوں میں پڑ گئی اور گیسوں کے ساتھ پس گئی تو اس کے آٹے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں مگر اس وقت جب کہ کثرت سے ہو اور اس کا تغیر طعم وغیرہ سے ظاہر ہو یعنی اب اس کا کھنا درست نہیں کذا فی الطحاوی فی السنن الرواتب لا یصلی ولا یتفتح تقدیم فی باب التور رواتب سنتوں میں نہ درود پڑھا جائے اور نہ دعائے استفتاح یہ مسئلہ باب التور میں مذکور ہو گیا م سنن رواتب سے مراد ظہر کی اول چار رکعتیں اور جمعہ کے اول کی چار رکعتیں اور بعد کی چار رکعتیں ہیں اس کتاب کے باب التور میں یوں مذکور ہے کہ درود نہ پڑھا جائے ظہر کے قبل کی چار رکعتوں کی قعدہ اولی میں اور جمعہ کی اول اور بعد کی چار رکعتوں میں اور نہ استفتاح ہو جب کہ تیسری رکعت کے واسطے اٹھنے کیوں کہ سنت ہو کہہ ہونے کے سبب سے بہ فرس کے مشابہ ہو گئیں اور باقی چار رکعتوں میں درود بھی پڑھا جائے اور استفتاح اور تعویذ بھی اگرچہ نذر کی نماز ہو اس لیے کہ ہر دو گانہ نماز ہے الدعویۃ المستجابۃ فی الجمعیۃ عندنا وقت العصر علی قول عامۃ شائخنا اشباہ وقد نہا فی الجمعیۃ عن التنازل خانیۃ دعا مقبول جمعہ کے دن ہم حنفیوں کے نزدیک عصر کے وقت ہے بموجب قول اکثر ہمارے علماء کہ کذا فی الاشباہ اور ہم نے اس کو باب الجمعیۃ میں تانا خانہ سے ذکر کیا ہے حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جمعہ میں ایک وقت دعا مقبول ہوتی ہے اس وقت کے تعیین میں اختلاف علماء ہے حنفیوں کا یہی مذہب ہے جو مذکور ہوا الخروج من الصلوۃ لا یتوقف علی قولہ علیکم خارج ہونا نماز سے موقوف نہیں علیکم کی لفظ پر یعنی اول سلام کے علیکم پر کذا فی الطحاوی وینظر فلو دخل جمل فی صلوۃ بعد لا یصیر واخلایہا تدناہ فی صلوۃ اور اس وقت میں یعنی جبکہ خروج علیکم پر موقوف نہ ہو تو اگر ایک مرد مقتدی اپنی نماز میں داخل ہو بعد علیکم کے تو وہ نماز میں اگلے ٹھہرے گا شارح نے کہا ہم نے اس قول کو صفتہ الصلوۃ میں ذکر کیا ہے لف ثوب نجس رطب فی ثوب طایر یا بس فطہرت رطوبتہ علی ثوب طایر کذا فی الشیخ وعبارة اکثر علی الثوب الظاہر لکن لا یصلی لو عصر لا یتنجس قد نہا قبل کتاب الصلوۃ ناپاک گیلہ کپڑا لپٹا گیا خشک پاک کپڑے میں سو اس کی رطوبت ظاہر ہوتی پاک کپڑے پر لیکن ناپاک کپڑا ایسا تھا کہ اگر اس کو نچوڑتے تو نہ ٹپکتا تو پاک کپڑا ناپاک نہ ہو گا شارح نے کہا ہم نے اس کو کتاب الصلوۃ سے پہلے مذکور کیا ہے تمہن کے نسخوں میں اسی طرح علی ثوب طایر ہے اور کثرت کی عبارت علی ناپاک نہ ہو گا شارح نے کہا ہم نے اس کو کتاب الصلوۃ سے پہلے مذکور کیا ہے بلکہ نجس پانی سے کپڑا تر ہو گیا ہے اس طرح پر کہ نجاست کا اثر الثوب الطاہر ہے م نجاست سے مراد یہ ہے کہ پشیاں اور اس کے مانند کی نجاست نہیں ہے بلکہ نجس پانی سے کپڑا تر ہو گیا ہے اس طرح پر کہ نجاست کا اثر خشک کپڑے میں ظاہر نہیں ہوتا الا یشاح اور اس کی شرح صغیر میں ہے کہ جو خشک پاک کپڑا لپٹا گیا ایسے ناپاک تر کپڑے میں کہ اگر ناپاک کو نچوڑیے تو نہ ٹپکے تو وہ نجس نہیں ہوتا اس لیے کہ نجاست کا جرم پاک کپڑے پر نہیں آتا مگر اس میں اختلاف ہے کہ اگر پاک خشک کپڑے کو نچوڑیے تو نہ ٹپکے حلوانی نے کہا کہ وہ نجس نہیں اصح قول میں سورہ مسلم اس واسطے کہ اکثر ہوتا ہے کہ خشک کپڑا بہت نجاست کو جذب کر لیتا ہے اور نچوڑنے سے نہیں ٹپکتا تو فقط تر سی با جرم خشک پر نہیں آتی مگر اسی صورت میں جب کہ ناپاک

لے یعنی داہنی طرف کے سلام میں اسلام کہنے سے خارج ہو جاتا ہے علیکم کہنے پر موقوف نہیں رہتا ۱۲

پہرا پھرنے سے نہ چپکتا ہو تو ہی متعین ہو گیا کہ برخلاف تصحیح حلوانی کے فتویٰ دیا جاوے کذا فی الطحاوی لم یضرب علیہ منہ عصر کا مزج قریب ثوب طاب ثقیلین چون کہ حلوانی کا قول مفتی بس کے مخالف تھا لہذا مترجم نے ثوب نجس کو مزج قرار دیا وائے اعلم کہ لو نشر الثوب المبلول علی جبل نجس یا بس او غسل جلد و مشی علی ارض نجسہ او نام علی فراش نجس فحرق لم یظہر اثرہ لا ینجس غایتہ چنانچہ اگر تر کپڑا پھیلا یا با پاک خشک رسی پر یا پاؤں کو دھویا اور با پاک زمین پر چلا یا با پاک فرش پر سویا سو اس کا پسینہ نکلا اور اثر نجاست کا کپڑے یا پاؤں یا بدن پر ظاہر نہ ہوا تو با پاک نہ ہوگا کذا فی الی نیم حموی نے کہا با پاک زمین پر نہ پاؤں سے اس طرح میلا کہ زمین تر ہو گئی اور سیاہ لیکن اثر نجاست کا پاؤں میں ظاہر نہ ہوا اور اگر با پاک تر زمین پر چلا خشک پاؤں سے تو با پاک ہوگا اور سراج میں ہے اور اگر خشک تم با پاک رکھا یا فرش تر پر سویا اگر تر ہو گیا نجاست سے تو نجس ہوا اور نجس ہو کر نقطہ ندرت اور تراوٹ کا کچھ اعتبار نہیں بنا بر قول فتاویٰ کے یعنی بدن جرم کے کذا فی الطحاوی نوی الزکوۃ الا انہ ساء قرضاً جائز فی الاصح لان العبرة للقلب باللسان ادائے زکوۃ کی نیت کی مگر اس کا قرض نام رکھا یعنی محتاج کو قرض کہہ کر دیا تو درست ہے صحیح تر قول میں اس واسطے کہ نیت دل کا اعتبار ہے نہ زبان کا ہم صحیح تر روایت یہی ہے کہ نیت واقع کا اعتبار ہے لینے والے کا علم ضرور نہیں مگر ابو جعفر کے قول پر کذا فی الطحاوی من لہ حظ فی بیت المال کا لفظ نظر بامور و جہ لبدیت المال فقہ اخذہ ویانہ قد منہ تبیل باب المصروف جس کا حصہ بیت المال میں ہو چنانچہ علماء دین سو اس نے بیت المال کا مال پایا تو اس کو اس کا لینا باعتبار دیانت کے جائز ہے ہم نے اس کو باب مصرف کے پہلے مذکور کیا ہے م بیت المال یعنی خزانہ سلطانی کے مصرف علماء اور عمال اور مفتاحیں اور ان کی اولاد اور طالب علم اور واعظ دین میں بیزاری میں ہے کہ امام حلوانی نے کہا کہ جب ایک شخص کے پاس امانت ہو اور مودع مرحلتے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اگر وہ اہل مصارف مذکورہ سے ہو تو اپنی ذات پر خرچ کرے ہمارے اس زمانہ میں اس واسطے کہ اگر بیت المال میں داخل کرے گا تو مال ضائع ہوگا اس واسطے کہ حکام اس کے مصارف شرعی میں صرف نہ کریں گے اور اگر وہ شخص بیت المال کا مصرف نہیں تو اور مستحقین بیت المال پر صرف کرے وائے اعلم کذا فی الطحاوی الفطر فی رمضان فی یوم ولم یکفر حتی افطر فی یوم آخر فعلیہ کفارة واحدة ولو فی رمضان علی الصبح وقد منہ فی الصوم روزہ توڑا رمضان کے ایک دن میں اور کفارہ ادا نہیں کیا یہاں تک کہ دوسرے دن کا روزہ توڑا تو اس پر ایک ہی کفارہ ہے اگرچہ اس نے دو رمضانوں کے چند روزے توڑے ہوں تو بھی ایک ہی کفارہ کفایت کرتا ہے بنا بر قول صحیح کے اور ہم نے اس کو کتاب الصوم میں مذکور کیا ہے و لو نوی قضاہ رمضان ولم یعین الیوم صحیح اور اگر قضاہ رمضان کی نیت کی اور دن کی تعیین نہ کی یعنی یوں نہ کہا کہ میری تاریخ کی قضا کرتا ہوں یا پانچویں کی تو صحیح ہے م اس لئے کہ جس واحد میں تعیین کی نیت شرط نہیں ولو عن رمضان کقضاہ الصلوۃ ایضاً وان لم یتو فی السنۃ اول صلوۃ علیہ او آخر صلوۃ علیہ کذا فی الکنز تعیین یوم شرط نہیں اگرچہ دو رمضانوں کی قضا کی نیت کرے جیسے نماز کی بھی قضا صحیح ہے اگرچہ یوں نیت نہ کرے نماز میں کہ وہ پہلی نماز پڑھتا ہوں جو مجھ پر واجب الا اہے یا پچھلی وہ نماز پڑھتا ہوں جو مجھ پر واجب ہے اسی طرح کنز میں ہے م مسکین کی شرح کنز میں ہے دو رمضان کی نشأت مراد یہ ہے کہ دو رمضانوں سے ایک رمضان کی قضا کی نیت کرے پہلی پچھلی تاریخوں کی تعیین ضرور نہیں اور یہ مراد نہیں کہ دونوں رمضانوں کو نیت میں جمع کرے اس واسطے کہ صوم میں دو رمضانوں کا نیت کرنے والا متقل ہو نا ہے یعنی نرض اور انہیں ہزار روزہ اس کا نفل ہو جائے قال المصنف قال الزمعی والاصح اشتراط تعیین فی الصلوۃ و فی رمضان الخ قلت و لکن قد منہ فی باب قضاہ الفوات تبعاً للدرر وغیرہ اپنی شرح میں مصنف نے کہا کہ زلیعی نے کہا کہ تعیین کا نماز اور دو رمضانوں میں شرط ہونا صحیح تر قول ہے میں کہتا ہوں اور اسی طرح اشتراط تعیین کو ہم نے ذکر کیا ہے باب قضاہ الفوات میں درر وغیرہ کا تابع ہو کر ہم طحاوی نے کہا اور تصحیح ک ولو البیہ میں اس قول کی کہ قضاہ رمضان بلا تعیین صحیح ہے اگرچہ دو رمضانوں کی قضا ہو مگر تعیین احوط ہے انتہی اور دو رمضانوں میں تعیین کی یہ صورت ہے کہ یوں نیت کرے کہ میں فلانی برس کے رمضان کی قضا کرتا ہوں اور قضا صلوۃ میں نماز اور اس کے دن کی تعیین کرے اس طرح کہ میں فلانے دن کی قضا کرتا ہوں اور اگر دن ظہر علیہ یا آخر

لے ۱۔ الفاتحہ کے مناسب ترجمہ یوں ہونا چاہیے کہ ایسا مال پایا جو بیت المال کے کسی صیغہ کا ہے ۳

ظہر علیہ کی نیت کی تراشہ شرط تعیین کے قول پر جائز ہے اس واسطے کہ نماز متعین ہو گئی اس کے متعین کرنے سے اور اسی طرح وقت بھی تعین ہو گیا اصل یا آخر کہنے سے اس واسطے کہ جو نماز اول تنہا کی ثواب اس کے بعد کی نماز اول ہو گئی اور جو اس کے پہلے ہے وہ پھل نماز ہو گئی مصنف نے کہا اور یہ یعنی اول ظہر علیہ یا آخر ظہر کہنا مختص ہے اس شخص کے واسطے جس کو اوقات فائزہ یا رندہ رہے یا اس پر مشتبہ ہو گئے یا اس نے اپنی ذات پر آسانی کا ارادہ کیا انتہی تم رائے فی البحر

قبیل باب اللعان مانعہ منیہ التبعین لم بشرط باعتبار ان الواجب مختلف متعدد بل باعتبار ان مراعاة الترتیب واجبہ علیہ ولا یکن مراعاة الابنیۃ التبعین حتی لو سخط الترتیب بکثرة الفوات کیفیہ نیتہ الظہر لا غیر کذا فی المبیط و بموجب تفصیل حسن فی الصلوۃ یمضی حفظہ انتہی بلفظ پھر میں نے بحر الرائق میں باب اللعان کے پہلے وہ دیکھا جس کی عبارت یہ ہے اور تعیین کی نیت مشروط نہیں ہوئی اس اعتبار سے کہ واجب مختلف اور کثیر ہے بلکہ اس اعتبار سے نیت تعیین کی مشروط ہے کہ مراعات ترتیب کی اس پر واجب ہے اور اس کو مراعات ترتیب کی ممکن نہیں ہے مگر تعیین کی نیت سے تو اگر ترتیب ساقط ہو گئی کثرت فوات سے تو نقطہ نیت ظہر کی مثلاً کفایت کرتی ہے نہ اس کے سوا اور ایسا ہی مذکور ہے محیط میں اور یہ تفصیل خوب ہے نازوں میں اس کا یاد رکھنا لائق ہے انتہی بلفظ تم رائے نقلہ عنہ فی الاشباہ فی بحث تعیین المنوسی ثم قال ونبذ مشکل واذکرہ اصحابنا کذا ضنیان وغیرہ خلافہ وہو المتعمد کذا فی التبعین انتہی مکررہ فلینبذہ لذلک پھر دیکھا میں نے صاحب بحر الرائق کو کہ اس نے محیط کی عبارت مذکورہ نقل کی اشباہ میں تعیین منوسی کی بحث میں پھر کہا اور یہ یعنی عدم تعیین کی کثرت فوات میں مشکل ہے اور جو ہمارے علماء نے مذکور کیا ہے چنانچہ قاضی خان وغیرہ نے وہ اس کے خلاف ہے یعنی تعیین مشروط ہے ان کے کلام میں اگرچہ بلفظ اول ظہر یا آخر ظہر ہو اور وہی یعنی اشراط تعیین معتد ہے چنانچہ تعیین میں ہے انتہی بحروف الاشباہ تو اس سے آگاہ رہنا موجد اشکال یہ ہے کہ عدم اشراط تعیین فوات اس قاعدہ کلیہ کو منہدم کرتا ہے جس پر فقہاء کا اتفاق ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ تعیین ہوتی ہے اجناس کی تمیز کے واسطے اور سب نمازیں من قبیل مختلف الجنس کے ہیں اس واسطے کہ ان کے اسباب یعنی اوقات مختلف ہیں کذا فی المحمدی حاشیۃ الاشباہ طحاوی نے جو المعتد کے حاشیہ میں کہا کہ عدم تعیین قول بھی درالبیہ میں صحیح ہے اگرچہ تعیین احوط ہے اس شائبہ مطلق بدام احرق رائس و زال عنہ الدم فاتخذ منہ مرقۃ جاز استعمالہا والحق کالغسل وقد نالہ من للطہرات بھیڑ بکری کا سرخون سے نظر آگ سے جلایا گیا اور خون اس سے دور ہو گیا پھر اس کا شوبہ بنایا گیا تو اس کا استعمال کرنا جائز ہے اور جلانا دھونے کے برابر ہے پاک کر دینے میں اور ہم نے کتاب الطہارۃ میں پہلے ذکر کر دیا کہ جلانا بھی مطہرات میں داخل ہے م آگ نجاست کو فنا کرتی ہے یہاں تک کہ شے ناپاک میں ناپاک کا کچھ اثر نہیں رہتا یا اگر خاک کر دیتی ہے بطریق اشتعال کے ولہذا اگر گوبر جل کر رکھ ہو جاوے تو پاک ہو جاتا ہے جیسے شراب جب کہ سرکہ بن جاتے یا کہ شونکسہ میں گر کر نمک بن جائے کذا فی الطحاوی سلطان جعل الخراج لرب الارض جاز بادشاہ نے خراج یعنی محصول زمین کا زمیندار کے واسطے مقرر کر دیا تو جائز ہے م یہ قول ہے ابو یوسف کا اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمد کے نزدیک خراج زمیندار کو دینا جائز نہیں عشر کی مانند مفتاح میں ہے کہ محل خلاف اس وقت ہے جب کہ زمیندار مصرف ہو خراج کا اور اگر اہل اس کا نہیں ہے تو بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الطحاوی وان جعل لہ العشر لانا زکوۃ تلت وقد قد منہ فی الجہاد وقد منہ فی الزکوۃ ایضاً اور اگر بادشاہ نے زمیندار کے واسطے عشر عطا کیا تو جائز نہیں اس واسطے کہ عشر زکوۃ ہے میں کتابوں کہ میں نے اس کو کتاب الجہاد میں ذکر کیا ہے اور کتاب الزکوۃ میں بھی مذکور کر دیا ہے جب عشر زکوۃ ظہر اتودہ فقیروں کا حق ہے ہاں اگر زمیندار فقیر ہو تو اس کو بھی دینا درست ہے کذا فی الطحاوی عن المفتاح عجز اصحاب الخراج عن زراعت الارض وادار الخراج و دفع الامام الارض الی غیرہم بالاجرۃ لیعطوا الخراج من اجرتہا المستحقۃ لہا اہل خراج عاجز ہو گئے زمین کی زراعت سے اور خراج کے ادا کرنے سے اور بادشاہ نے اور شخصوں کو دی بطریق اجارہ کے تاکہ وہ خراج ادا کریں اس کی اجرت مستحقہ سے تو یہ جائز ہے فان نضلی شتی من اجر تہادفہ لاکباریہ للفقین

پھر اگر فاضل بچے اس کی اجرت سے کچھ تو زمین کے مالک کو دے دونوں کی رعایت کے واسطے یعنی اگر زمین مثلاً سو روپیہ کو اجارہ دے اور خراج اس کا اسی روپیہ میں تو انہی روپیہ بادشاہ لے اور بیس روپیہ زمیندار کو دے فان لم یجد الامام من یتاجر یا باعاً تقاررواخذ الخراج الماضی من الثمن لو علیہم خراج ودر الفضل لار یا باعاً زیلعی پھر اگر بادشاہ اس کو پناہ دے جو زمین اجارہ لے تو اس کو نیچے صاحب قدرت سے اور خراج گذشتہ اس کے ثمن سے لے اگر مالکوں پر خراج باقی رہا ہو اور زائد کو اس کے مالکوں پر رد کرے کذا فی الزیلعی قلت وقد منافی الجہاد ترجیح سقوط بالتداخل فیہ علی المروج اعلیٰ ان مرادہ اخذ خراج السنۃ الذنیبتہ فقط میں کتابوں اور ہم نے کتاب الجہاد میں مذکور کیا ہے راجح سقوط خراج کا تداخل سے تو زیلعی کا قول مذکورہ قول مروج پر محمول ہے یا اس پر کہ زیلعی کی مراد یہ ہے کہ فقط سال گذشتہ کا خراج لیا جائے م سقوط بالتداخل کا محل اس وقت ہے جب کہ مالک عاجز ہو گیا زراعت سے اور اگر عاجز نہیں ہوا تو سب کے نزدیک خراج لیا جاوے گا اور یہ محل خوب ہے فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ جب خراج مجتمع ہوا اور ادا نہ کیا تو امام کے نزدیک اسی سال کا خراج لیا جاوے گا اور پہلے سال کا خراج نہ لیا جاوے گا اور یہ اس پر سے ساقط ہو گا انہی اور یہ صریح ہے سال ماضی کے سقوط خراج میں کذا فی الطحاوی غنیم مذبوختہ ومیتہ فان کانت المذبوختہ اکثر تحریری واکل والا بان کانت المیتہ اکثر واستویا لا یحرمی لوفی حالہ الاختیار بان یجد ذکیۃ والا تحریری واکل مطلقاً در حینہ بکریاں مذبوختہ اور مردار ہیں سو اگر مذبوختہ زیادہ تر ہوں تو اکل کرے اور اگر مردار زیادہ تر ہوں یا حلال اور مردار دونوں برابر ہوں تو اکل نہ کرے اگر اختیار کی حالت میں ہو اس طرح پر کہ ذبح کی بکری پاوے اور نہیں تو اکل کرے اور کھادے ہر طرح سے خواہ برابر ہوں یا کم زیادہ اور یہ گذر گیا کثرت کا اعتبار اس واسطے کیا کہ غلبہ قائم مقام ضرورت کے ہوتا ہے افادہ اباحت میں کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ بازار خالی نہیں ہوتے ہیں محرم اور مسروق اور مخصوب سے اور باوجود اس کے تناول مباح ہے ظاہر پر اعتماد کر کے اس واسطے کہ قلیل سے بچنا ممکن نہیں تو اس کا اعتبار ساقط ہوا حرج کے واسطے جیسے قبیل نجاست بدن اور کپڑے میں ساقط الاعتبار ہے بخلاف کثرت یا مساوات مردار کے کہ وہاں ضرورت نہیں تو اس سے احتراز ممکن ہے اکثر نسخوں در المختار میں یوں ہے ومرتفی گویا کہ شارح کو وہ موضع یاد نہ رہا جہاں اس مسئلہ کو مذکور کر چکا اور بعض نسخوں میں یوں ہے کما مر فی انار المار کذا فی الطحاوی اور عرب کے لکھے نسخہ صحیحہ میں فقط در ہے میں نے اس پر اعتماد کیا واللہ اعلم طحاوی میں ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے مذبوختہ کی علامت یہ ہے کہ اس کی گردن کی شاہ رگیں خون سے خالی ہوتی ہیں اور مردار کی خون سے بھری ہوتی ہیں ایما لہ الآخرس وکتا بنہ کالبیان باللسان گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہے یعنی زبان کے بولنے کے برابر ہے م یعنی گونگا آدمی اگر پلک یا ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرے تو زبانی تصریح کے مانند ہے ثبوت احکام میں بشرطیکہ حاکم اس کا اشارہ سمجھے یا حاکم کو اس کا کوئی اشارہ فہیم متقی سمجھاوے اور پیدا نشی گونگے کی اگرچہ کتابت بسبب عدم تعلیم اور تعلم کے مستبعد ہے لیکن اگر بطریق خرق عادت کے واقع ہو تو بمنزلہ بیان زبانی کے ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی بخلاف مقتل اللسان بخلاف مقتل اللسان بفتح قاف وہ ہے جو کلام کرے پر قادر نہ ہو مگر تکلف سے کذا فی الطحاوی عن المحموسی وقال الشافعی ہما سوار اور امام شافعی نے کہا کہ گونگا اور مقتل اللسان دونوں برابر ہیں فی وصیۃ و نکاح و طلاق و بیع و شرار و قود وغیرہ من الاحکام اسی ایما لہ الآخرس فیما ذکر معتبر و مثلاً مقتل اللسان ان علمت اشارتہ و امتدت عقلتہ الی موتہ بہ لفتی قلت ومرتفی الوصایا یا اشارہ گونگے کا زبانی بیان کے مانند ہے وصیۃ میں اور نکاح اور طلاق اور بیع اور شرار اور قصاص وغیرہ من الاحکام میں یعنی گونگے کا اشارہ اشارہ مذکورہ میں معتبر ہے اور گونگے کے مانند مقتل اللسان ہے بشرطیکہ اس کا اشارہ مفہوم ہوتا ہو اور اس کا عدم تکلم اس کی موت تک مہمند اور متصل ہو اسی قول پر فتویٰ ہے میں کتابوں اور یہ قول کتاب الوصایا میں مذکور ہو گیا و ذکرہ بنا الا کمل وابن الکمال والزیلعی وغیرہم ثم مفاد کلامہم انہ لو اقر بالاشارۃ او طلق مثلاً توقف نان مات علی عقلتہ نفذ سنداً والا لا اور مقتل اللسان کو یہاں اکل اور ابن کمال اور زیلعی وغیرہم نے ذکر کیا ہے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ ان کے کلام سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر مقتل اللسان اشارہ سے کچھ اقرار کرے یا شدتاً طلاق دے تو اقرار اور طلاق کا حکم موقوف رہے گا سو اگر وہ رگ اسی حالت عدم تکلم پر تو اقرار اور طلاق نافذ ہو گا

بطریق استناد کے اور اگر عدم نکاح یا طلاق وغیرہ نافذ ہو گیا تو اس کی زوجہ کو نکاح کرنا جائز ہے اگر اس کی عدت گزر گئی ہو
 اشارہ یا کتابت کے وقت سے وعلیہ تلویح بالاشارة لایحیل لہ وعلیہ عدم نفاذ لکنہ اذا مات بحالہ کان لہا المهر من ترکہ قالہ المصنف اور بنا بر قول مذکور کے
 اگر مستقل اہل ان کے اشارہ سے نکاح کیا تو اس کو وطی کرنا زوجہ کا حلال نہیں نکاح کے نافذ نہ ہونے کی وجہ سے لیکن جب وہ مر جائے گا زوجہ کا مہر اس کے
 مترکہ سے لازم ہوگا ایسا کہ ہے مصنف نے اپنی شرح میں لیکن ذرا بہ فی الزواہر عند ذکر الاشباہ الاحکام الاربعۃ لیکن مصنف کے فرزند نے زواہر الجہل
 میں ذکر کیا ہے اشباہ کے احکام اربعہ کے ذکر کے نزدیک یہ استدراک ہے علماء مذکورین کے کلام پر احکام اربعہ مذکورہ یہ ہیں اقتصار انقلاب استناد تمییز تہا
 چنانچہ اشارہ طلاق وعتاق اور انقلاب یہ کہ جو چیز علت نہیں وہ علت ہو جاتے چنانچہ طلاق شرطی تو جب شرط طلاق کی پائی جاوے گی مثلاً دخول وارتو جو طلاق کی
 علت نہیں وہ علت ہوگی اور استناد یہ کہ حکم فی الحال ثابت ہو پھر مستند ہو یعنی منسوب ہو اس سبب کی طرف جس کا وجود معلوم تھا جیسے نصاب پر دکوۃ واجب ہوتی ہے
 سال پور سے ہونے سے مستندالی وجود النصاب یعنی جب سے کہ نصاب کا وجود ہوا اور تمییز یہ کہ فی الحال ظاہر ہوا کہ حکم ثابت تھا پہلے سے چنانچہ آج یوں کہنا
 کہ اگر زید گھر میں ہو تو زوجہ مطاقہ ہے اور دوسرے دن ظاہر ہوا کہ زید گھر میں تھا تو طلاق آج ہی واقع ہوگی اور آج ہی سے عدت شروع ہوگی اور استناد اور
 تبیین میں فرقی یہ ہے کہ تبیین میں اطلاع عباد ممکن ہے اور استناد میں ممکن نہیں کذا فی الاشباہ ملخصاً ان قولہم والاضابط للمقتصر والمستندان ماصح تعلیقہ بالشرط
 یقع مقتصر او لا یصح تعلیقہ یقع مستنداً کما فی البحر من باب التعلیق بخلاف ذلک او مقتضاه وقوع الطلاق والعتاق وکوجہا ما یصح تعلیقہ بالشرط مقتصر اقتبہ صاحب
 زواہر نے کہا کہ مقرر علی رکایہ قول اور قاعدہ بکیر مقتصر او مستند کے واسطے یہ کہ جس کی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہوتا ہے اور جس کی تعلیق صحیح
 نہیں وہ بطریق استناد کے واقع ہوتا ہے چنانچہ بحر الرائق میں باب التعلیق سے مخالف ہے اس کے جو مصنف نے اکل اور ابن کمال اور زیلعی کی طرف منسوب کیا
 ہے اس واسطے کہ مقتضای قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ طلاق اور عتاق اور ان کے مانند جس کی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہونہ بطریق استناد
 کے تو آگاہ اور خبردار رہنا کہ اکل وغیرہ کا مفاد کلام قاعدہ کلیہ کے مخالف ہے لاکون اشارتہ وکتابتہ کالبیان فی حد لانا بتدرا بالاشباہ لکن یا حق اللہ تعالیٰ
 ولا فی شہادۃ ما مینتہ نہ ہوگا گوئی کا اشارہ اور لکھنا اس کے بیان کے مانند کسی حد میں حدود سے اس واسطے کہ حدود شہادت سے ٹالی جاتی ہیں اس کے کہ وہ حق اللہ
 ہیں اور نہ کسی گواہی میں بیان کی برابر ہے اس کا اشارہ اور کتابت کذا فی البیعہ بل یصح اسلامہ بالاشارة ظاہر کلامہم نعم ولم ارہ صریحاً اشباہ اور کیا صحیح ہے بیان
 ہو جانا گوئی کا اشارہ سے فقہا کا ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہاں اسلام اس کا صحیح ہے اور میں نے اس کو صریح نہیں دیکھا کذا فی الاشباہ اقبلع
 الصائم بصاق محبوبہ نفیضی ویکفر والا لکن محبوبہ لایکفر مرنی الصوم روزہ دار اپنے مشوق کی رال پی گیا تو روزہ کی قضا کرے اور کفارہ دے اور اگر اس کا مشوق
 نہیں تو کفارہ نہ دے اور کتاب الصوم میں یہ مذکور ہو گیا اس واسطے کہ انسان دوسرے کی رال سے گھناتا ہے اور نہایت مکروہ جانتا ہے تو خیر وغیرہ کے مانند
 ہوئی اور اگر رال مہرب کی ہے تو اس کو مکروہ نہیں جانتا تو وہ ردی وغیرہ کے مانند ہو گئی کذا فی الطہارۃ قتل بعض الحجاج عذر فی ترک الحج مرنی الحج مقبول
 ہو جانا بعضے حاجیوں کا عذر ہے حج کے ترک کرنے میں اور یہ مذکور ہو چکا کتاب الحج میں معمار و جہا من الدخول علیہا وہو لیکن معہا فی بیتا نشوز حکما کا
 حرمانہ فی باب النفقۃ منع کرنا زوجہ کا اپنے زوج کو اپنے پاس کے آنے سے اور حالانکہ زوج اپنی زوجہ کے پاس رہتا ہے زوجہ کے گھر میں نافرمانی ہے حکما
 چنانچہ ہم نے اس مسئلہ کی باب النفقۃ میں تحریر اور تحقیق بیان کی ہے م نافرمانی اس واسطے کہ اس نے اس کو ناحق روکا تو زوج پر زوجہ کا نفقہ واجب نہ ہوگا
 روکنے تک ولو کان المنع لیبطلہا الی منزله فلیست ناشئة لوجوب السكنی علیہ اور اگر زوجہ کا روکنا اس واسطے ہو کہ زوج کو اپنے گھر میں لے جائے تو
 اب زوجہ نافرمان نہیں بسبب واجب ہونے سکنی کے زوج پر اوکان لیکن فی بیت الغصب فامتنعت منه لاکون ناشئة لانا نفقۃ اذ اسکنتہ فیہ طم بک
 مالوکان فیہ شہتہ یا کہ زوج غصب کے گھر میں رہتا ہو سو زوجہ زوج سے علیحدہ رہے تو وہ نافرمان نہ ہوگی اس واسطے کہ حق پر زوجہ ہے اس لیے کہ غصب کے مکان

میں رہنا لازم ہے بخلاف اس صورت کے کہ مکان میں شبہہ ہم شبہہ کی یہ صورت ہے کہ زوج نے مثلاً مکان خرید کیا مہجول مال سے کذا فی الطحاوی مال مہجول وہ ہے جس کی حالت اور حرمت معلوم نہیں قالت لا اسکن مع امک وارید بتی علیہ لیس لہا ذلک وکذا مع ام ولدہ وکذا مرفی النفقۃ زوجہ نے زوج سے کہا کہ میں تیری لونڈی کے ساتھ نہ رہوں گی اور میں علیہ گھر چاہتی ہوں تو زوج کو اس کا اختیار نہیں اور اسی طرح زوج کے ام ولد کے ساتھ نہ رہنے کا اس کو اختیار نہیں اور یہ سب باب النفقۃ میں مذکور ہو گیا قال یعبدہ یا مالکی او قال لا متہ انا عبدک لا تتحق لا یتیس بصرک ولا یکنایتہ مالک نے اپنے غلام سے کہا اے میرے مالک یا اپنی لونڈی سے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں تو لونڈی یا غلام آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ لفظ آزاد کرنے میں نہ صریح ہے نہ کنایہ بخلاف قولہ بعبدہ یا مولائے لکنایتہ علی ما مرفی محمداً بخلاف اس قول کے کہ اس نے اپنے غلام سے کہا اے مولائے میرے اس واسطے کہ یہ کنایہ ہے بنا براس تقریر کے جو اپنے محل میں گذر گئی یعنی کتاب الاعتاق میں موطاوی نے کہا کہ ظاہر امور کے لفظ مالک اور غلام میں مشترک ہے اور نیت سے ایک معنی کی تعیین ہوگی لیکن منع القار میں یوں تعبیر مذکور ہے کہ مولے کے حقیقی معنی ثبوت دلائل علی العبد پر دلالت کرتے ہیں اور یہ نہیں مگر عتیق سے تو غلام آزاد ہوگا انتہی اور ظاہر اس کلام کا عدم اشتراط نیت پر دلالت کرتا ہے واللہ اعلم العقار المتنازع فیہ لایخرج من ید ذی الیہ مالک یمسک المدعی علی رفق وخواہ بخلاف المنقول عقار متنازع فیہ نہ نکالا جلتے قابض کے ہاتھ سے جب تک مدعی اپنے دعویٰ کے موافق (یعنی کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہے کذا فی الحموی) گواہ نہ گذارنے بخلاف منقول کے م یعنی حاکم عقار کو ذی الید کے ہاتھ سے نہ نکالے قابض کے یوں اقرار کرنے پر کہ ہاں وہ زمین یا مکان میرے قبضہ میں ہے مواضع یعنی دونوں کے گٹھ جانے کے احتمال کی وجہ سے یعنی شائد مدعی اور مدعا علیہ نے اس پر اتفاق کیا ہو کہ مدعا علیہ اپنے قابض ہونے کا اقرار کرے تاکہ حاکم اس کا حکم دے پھر جب اس نے حکم کیا تو اب اس کے توڑنے کی کوئی صورت نہیں یہاں تک کہ اگر اس عقار کا کوئی اور مدعی دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا تو ذی الید کے قبضہ پر گواہی گزرنے سے مواضع کی تہمت دفع ہو جائے گی تو اس پر حکم کرنا ممکن ہوگا اس کے قبضہ سے خارج کرنے کا سبب ثابت ہو جانے اس کے قبضہ کے کذا فی الطحاوی او یعلم بہ القاضی یا قاضی جاتا ہو مدعا علیہ کے قبضے کو تو اب گواہی کی حاجت نہیں ولا یکنفی تصدیق المدعی علیہ انہ فی یدہ فی الصیح لاحتمال المواضع اور کفایت نہیں کرتی مدعا علیہ کی یہ تصدیق کہ وہ عقار اس کے یعنی میرے قبضہ میں ہے قول صیح میں مواضع کے احتمال سے یعنی باہم گٹھ جانے کے احتمال سے قلت قد ضاع غیر مرۃ آخر ہا فی باب جنایۃ المملوک ان المفتی بہ فی زمانہ لا یعمل بعلم القاضی تماثل میں کتباً ہوں ہم نے چند بار آگے مذکور کیا پچھلا مرتبہ ذکر کا باب جنایۃ المملوک ہے کہ قول مفتی بہ ہمارے زمانہ میں یہ ہے کہ قاضی کی دانست پر عمل نہ ہوگا سو اس کو غور کرے وذا اذا ادعاہ ملکاً مطلقاً اور یہ اس وقت ہے جب کہ مدعی نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا یعنی محل اشتراط اقامت مدعیہ کا اس پر کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہے ملک مطلق کے دعویٰ میں ہے اما اذا ادعی الشر من ذی الید وافرارہ بانہ فی یدہ فانکر الشر وافرارہ بانہ فی یدہ لم یحتج لبرہان علی کونہ فی یدہ لان دعویٰ انفعلی کا تصحیح علی ذی الید تصحیح علی غیرہ ایضا کا بسط فی النزاع اور جب کہ مدعی نے ذی الید سے خرید کا دعویٰ کیا اور ذی الید سے خرید کا دعویٰ کیا اور ذی الید کے اس اقرار کا دعویٰ کیا کہ عقار میرے قبضہ میں ہے سو قابض ذی الید نے اس کے خرید کا انکار اور اپنے قابض ہونے کا اقرار کیا تو اب ذی الید کے قبضہ ہونے کی گواہی کی حاجت نہ رہی اس واسطے کہ دعویٰ فعل کا چنانچہ خرید کا دعویٰ جیسا ذی الید پر صحیح ہے ویسا ہی غیر ذی الید پر بھی صحیح ہے چنانچہ نزاع میں مشرح مذکور ہے عقار لانی ولایۃ القاضی یصح قضاؤہ فیہ کمنقول ہوا صیح و تقدم فی القضا ان المصر لیس بشرط فیہ بہ لیتی ویکتب بالحکم القاضی تلک الناحیۃ لیا مرہ بالتسلیم ایک عقار قاضی کی ولایت اور حکومت میں نہیں تو اس قاضی کا حکم اس عقار میں صحیح ہے جیسے بال منقول میں صحیح ہے یہی قول صیح ہے اور کتاب العقار میں آگے مذکور ہو چکا کہ وہی شہر ہونا صحت قضا میں شرط نہیں یہی قول مفتی بہ ہے اور وہاں کا قاضی حکم لکھ بھیجے اس طرف کے قاضی کو جہاں وہ زمین ہے تاکہ وہ

لے یعنی اگر غلام آزاد شدہ صاحب اس کا وارث کئی نہ ہو تو اس کا مال آقا کو ملے ۱۲۔

اس زمین کے دلانے کا امر کرے و قبل لا یصح رمشی علیہ فی المکنز والملئقی اور بعضوں نے کہا کہ قاضی کا حکم غیر حکومت کی زمین میں صحیح نہیں ہے اور اسی قول پر صاحب کنز اور ملتقی چلا ہے م مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ ہم نے کنز الدقائق کے قول سے اس واسطے مدلل کیا کہ بزادیہ اور خلاصہ میں مذکور ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ قاضی کا حکم عدوی میں صحیح ہے اگرچہ عقد محدود قاضی کی حکومت میں نہ ہو کذا فی الطحاوی قضی القاضی بسببہ فی حادثہ ثم قال رجعت عن قضائی او بدالی غیر ذلک اور وقعت فی تلبیس الشہود والبطالت حکمی او نحو ذلک لا یعتبر قول القاضی فی کل ذلک متعلق حتی ایضاً وہو المدعی قاضی نے گواہ سن کر ایک حادثہ میں حکم کیا پھر قاضی نے کہا کہ میں اپنے حکم سے پھر یا سوائے اس کے مجھ کو کچھ اور ظاہر ہوا یعنی میں نے ناحق حکم کیا یا کہ میں گواہوں کے فریب میں پڑ گیا یا کہ میں نے اپنے حکم کو باطل کر دیا یا مانند اس کے اور کچھ کہا ابطال حکم میں تو ان سب باتوں میں قاضی کا قول معتبر نہ ہوگا بسبب متعلق ہوجانے حق غیر کے یعنی مدعی کی حق تلفی کی وجہ سے م اور دوسری وجہ یہ ہے کہ راستے اول راجع ہوگئی حکم دینے سے تورا نے نالی سے جو اس کے برابر ہے منقوض نہ ہوگی کذا فی الطحاوی والقضار ماض انکان لجد دعوی صحیحہ وشہادۃ مستقیمہ اور قاضی کا حکم جاری اور نافذ ہے اگر صحیح دعویٰ اور شہادت مستقیمہ کے بعد واقع ہوا ہوم صحیح دعویٰ وہ ہے جس سے دعویٰ کے احکام متعلق ہوں تو اس میں مدعی اور مدعا علیہ کا حاضر ہونا دارالقضاء میں اور مطالبہ جواب کا اور گواہوں سے ثابت کرنا مثلاً ضرر کو گواہ اور شہادت مستقیمہ عبارت ہے شہادت عدول اور ثقات سے جو شرائط صحت کی جامع ہے تو فاسد دعویٰ اور شہادت غیر مستقیمہ میں اقوال مذکورہ قاضی کے معتبر ہوں گے اور حکم قاضی کا باطل ہو جاوے گا اور فاسد دعویٰ کی صورت یہ ہے کہ محدود کا دعویٰ کرے اور یہ بیان نہ کرے کہ وہ باغ ہے یا صاف زمین ہے اور منجملہ شہادت غیر مستقیمہ کے یہ ہے کہ قاضی اپنی دانست پر حکم کرے پھر اپنے علم کی خطا ظاہر ہو تو قاضی کو اپنا حکم جاری رکھنا لائق نہیں کذا فی الطحاوی عن المحموی تبصر فی الثلاث مرت فی القضاء لعلہ اور بخلاف مذکورہ ظہر خطارہ قاضی کا حکم دعویٰ صحیح اور شہادت مستقیمہ کے بعد نافذ ہے مگر تین صورتوں میں نافذ نہیں جو کتاب القضاء میں مذکور ہو گئیں یعنی اگر قاضی نے اپنی دانست پر بدون گواہوں کے حکم کیا یا اپنے برخلاف مذہب کے حکم کیا یا قاضی کی خطا ظاہر ہو گئی اذ قال الشہود قضیت وانکر القاضی فالقول لہ بہ یفتی قالہ ابن الغرس فی الفواکہ البدیۃ زاد فی الزاویۃ خلافاً لحدیث زاد فی البحر عالم نیفۃ قاض آخر یحیث لا یحون القول لہ فانہ لم یقض بوجود قضار اتانی بہ تلال المصنف وہو قید حسن لم اف علیہ لغير صاحب البحر جب کہ گواہوں نے قاضی سے کہا کہ تو نے حکم دیا ہے اور قاضی حکم دینے کا منکر ہے تو قاضی کا قول معتبر ہوگا یہی قول مفتی بہ ہے ایسا کہ صاحب الغرس نے فواکہ بدریہ میں ہرازیہ میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ یہ قول محدث کے خلاف ہے بحر الرائق میں یہ قید زیادہ کی ہے کہ جب تک قاضی منکر کے قول کو دوسرے قاضی نے نافذ نہ کر دیا ہو تو اب قاضی کا قول عدم قضای میں مقبول نہ ہوگا بسبب موجود ہونے دوسرے قاضی کے حکم کے مصنف نے کہا اور یہ قید خوب ہے میں واقف نہ ہوا اس قید پر سوائے صاحب البحر کے اور کسی کتاب میں شرط نفاذ القضاء فی المجتہدات من حقوق السبادان لاصح الحکم فی حادثہ بان یقصر دعویٰ صحیحہ من خصم علی خصم حاضر منازع شرعی شرط نافذ ہونے قضاء کی مسائل اجتہاد یہ میں حقوق عبادت سے یہ ہے کہ حکم ہو حادثہ میں اس طرح پر کہ نفاذ قضا پر دعویٰ صحیح مقدم ہو چکا ہو ایک فی خصم سے دوسرے خصم پر جو منازع شرعی ہے م صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً قاضی مالکی کا فیصلہ حنفی قاضی کے روبرو پیش ہوا کہ وہ اس کو جاری کر دے تو بلا حضور خصمین کے حنفی کو اس کا نافذ کرنا جائز نہیں طحاوی نے کہا حقوق عباد کی تیس اس واسطے لگائی کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں چنانچہ حدود اور عتق اور طلاق میں حادثہ ہونا شرط نہیں اور منازع کی قید سے غیر منازع خارج ہوئی اور منازع شرعی کی قید سے منازع غیر شرعی چنانچہ فضولی اور مودع اور مستلیم نکل گئے اس واسطے کہ ان کا نزاع معتبر نہیں انتہی غلو برہن بحق علی آخر عند فاض نقضی بہ جبراً نہ بدون منازعۃ و قاضی شرعیۃ و تداع بینہا لم نیفۃ قضاوہ لفقہ شرط وہو التذاعی بحضور شرعیۃ رکان التام فیکم بمذہب لا ینکر کی قضاہ فی القضاء و نافذ بقولہ تو اگر مدعی نے اپنا حق دوسرے شخص پر قاضی کے روبرو گواہوں سے ظاہر کیا سو دوسرے قاضی نے گواہ سن کر اس کا حکم کر دیا بدون

منازعت اور خصومت شرعی کے اور بدون اس کے کہ متخاصمین میں تداعی اور باہم حاضر ہونا دارالقضائیں واقع ہوا ہو تو دوسرے قاضی کا حکم نافذ نہ ہوگا سبب نہ ہونے شرط نفاذ کے یعنی تداعی بخصومت شرعیہ تو اب یہ قضاء نہ ٹھہری فتویٰ دینا ٹھہرا تو قاضی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے نہ غیر کے مذہب کے موافق چنانچہ ہم نے اس کو کتاب القضا میں ذکر کر دیا اور مصنف نے اپنے قول آئندہ میں اس کو بیان کیا فلورفع الیہ اسی الی المختفی قضاء مالکی بلا دعویٰ لم یلیققت الیہ وعلی المختفی مقتضی مذہبہ عدم تقدم ما یمنع من ذلك لخروج قضاء المالکی مخرج الفتوی عدم تقدم المصنوعۃ الشرعیۃ لیسے ہی شرط القضا والقضائی حق العباد تو اگر مراعہ ہو قاضی حنفی کی طرف مالکی مذہب کے قاضی کی قضا کا بدون دعویٰ کے تو اس کی طرف التفات نہ کیا جائے اور قاضی حنفی بقضائے اپنے مذہب کے عمل کرے سبب عدم تقدم اس شرط کے جو اس کو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے مانع ہو بحجت خروج قضاء مالکی مخرج فتویٰ لینے انہام شرط سے قضاء بمنزلہ فتویٰ کے ہوگی بحجت عدم تقدم خصوصیت شرعیہ کے جو شرط تھی انعقاد قضا کی حق العباد میں اذالرتاب القاضی فی حکم القاضی للاول لہ طلب شہود الاصل مرفی القضا بقید باریتہ فی حکم الاول نافذانہ اذالم یرتب فیہ لایعرض لہ جب تردو میں پڑے قاضی پہلے قاضی کے حکم میں تو اس کو جائز ہے اصل کے گواہوں کو طلب کرنا یہ مسئلہ مذکور ہو گیا کتاب القضاء میں مصنف نے قاضی اول کے حکم میں تردو کی قید لگائی تو یہ فائدہ ظاہر کر دیا کہ جب اُس میں اس کو تردو نہ ہو تو طلب شہود کا متعرض نہ ہو قال فی الفواکہ البدیۃ قالوا قضاء العدل العالم لا یقض ویکمل علی السداد بخلاف قضاء غیر یعنی اذاتبین وجہ فسادہ بطریقہ فلما فی نقضہ انواکہ بدیہ میں کہا کہ فقہانے کہا ہے کہ قاضی متقی عالم کا حکم توڑا نہیں جاتا اور راستی اور درستی پر محمول ہو تاکہ ہے بخلاف قضا اس قاضی کے کہ متقی نہیں یا جاہل ہے کہ اب نقض قضا جائز ہے یعنی اس شرط سے جب کہ فساد قضا کی وجہ صاف ظاہر ہو گئی ہو اس کے طریقہ مخصوصہ سے خود دوسرے قاضی کو اس کا توڑنا جائز ہے ہم قاضی اول کی قضائیں ازنیاب کی یہ صورت ہے کہ وہ متقی نہیں جو چاہتا ہے اس کا حکم کر دیتا ہے اور ظہور وجہ فساد کی یہ صورت ہے کہ ثبوت محدود کا حکم کیا اور حالانکہ یہ بیان اس میں نہیں کہ وہ باغ ہے یا صاف زمین یا کہ قاضی نے رشوت لے کر حکم کیا تو اس صورت میں قضا باطل ہے کذا فی الطحاوی اظہر ترتب بیع التعاطی علی بیع باطل او فاسد لا ینقض مرنی اول البیوع من الخاصۃ والبرادۃ والبحر جب کہ بیع التعاطی مرتب ہو بیع باطل یا بیع فاسد ہے تو منعقد نہ ہوگی یہ مسئلہ مذکور ہو گیا اول کتاب البیوع میں خلاصہ اور نیز ازنیاب الخیر الراتی سے ہم بیع باطل جیسے بیع مردار یا خون کی او بیع فاسد وہ ہے جس میں وہ شرط ہو جو مقتضائے بیع نہیں اور ترتب کے لفظ سے اس پر اشارہ کیا کہ متعاقدین میں متارکہ واقع ہوگا اور اگر متارکہ ہوگا تو بیع فاسد تعاطی سے صحیح ہو جاوے گی کذا فی الطحاوی خبر قوم ما تم سال رجلا عن شئی فاقربہ وہم یرونہ وسمعون کلامہ وہو لایراہم جازت شہادۃہم علیہ بذلک الاقرار ایک شخص نے چھپا رکھا قوم کو پھر ایک مرد سے پوچھا سو اس نے اس شے کا اقرار کیا اور قوم کے لوگ اس کو دیکھتے ہیں اور اس کا کلام سنتے ہیں اور وہ یعنی منفران کو نہیں دیکھتا ہے تو ان کی گواہی اس شخص کے اقرار پر جائز ہے وان سمعوا کلامہ ولم یروہ لایجوز شہادۃہم علیہ لان النوشۃ یفتح الشبہ الا اذا علموا انہ لیس فیہ غیرہ بان دخلوا البیت ثم خرجوا علیہ علی بابہ دلا مسک کہ غیرہ ثم دخل علیہ سمعوا اقرارہ ولم یروہ وقتہ اور اگر لوگوں نے کلام اس کا سنا اور اس کو نہ دیکھا تو ان کی گواہی اس پر جائز نہیں اس واسطے کہ آواز شاہد ہوتی ہے دوسری آواز کے تو شبہہ واقع ہوگا مگر جب کہ لوگوں نے معلوم کیا کہ اس مکان میں سوائے اقرار کرنے والے کے دوسرا نہیں ہے اس طرح پھر کہ وہ لوگ خالی کوٹھری میں داخل ہوئے پھر باہر نکلے اور اس کے دروازہ پر بیٹھے اور اس کو ٹھری کی سوائے اس دروازہ کے کوئی اور راہ نہیں پھر ایک مرد اس کو ٹھری میں داخل ہوا سو ان لوگوں نے اس کا اقرار سنا اور اقرار کے وقت اس کو نہیں دیکھا تو اب شہادت جائز ہے یعنی عدم اشتباہ کی وجہ سے باع عفاراد ویدوانا او ثوبا وانبہ او امراتہ او غیرہما من اقرارہ حاضر یعلم بہ ثم ادعی الابن مثلاً انہ ملکہ لا تسمع دعواہ کذا اطلقہ فی الکفر والمکنتی وجعل سکونہ کالانصاح قطعاً لکنز ویراہیل بیما عقدا یا جائزہ یا کپڑا اور حالانکہ بائع کا بیٹا یا اس کی عورت یا ان کے سوا کوئی اور قرابت دار حاضر ہے اور بیع کو جاتا ہے پھر مثلاً بائع کے بیٹے نے یہ دعویٰ کیا کہ بیع میری ملک ہے نہ بائع کی تو اس کا یہ دعویٰ سموع نہ ہوگا اسی طرح مطلق بلا قید تعریف بیان کیسے کثر اور متقی میں اور اس کا ساکت نہ بنا بیان کے مانند ٹھہرایا قطع نزویر اور قطع میل فاسدہ کے واسطے ہم یعنی حضور اور علم اور عدم منازعت لمرزاد کو

اس کا اقرار ٹھہرایا کہ بیع بائع کی ملک ہے اور زلیعی نے فتاویٰ ابواللیث سے نقل کر کے اس میں تصرف مشتری کی قید لگائی ہے یعنی اگر وارث بائع کا تصرف مشتری کے وقت سکوت کرے تو اب دعویٰ اس کا سموع نہ ہوگا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ اس قید سے تو قریب اور مساویہ برابر ہو جاتا ہے اور حالانکہ مساویہ قریب کے برابر نہیں چنانچہ یہ معنی نہیں اس پر جو فقہاء کے کلام کو تاہل کر کے کذا فی العلمی و فی مختار و قالوا فیمن زوجہ بلا جہازان سکوتہ عن طلب الجہاز عند الزفاف رضی فلا یمکن طلب الجہاز بعد سکوتہ کما مر فی باب المہر اور فقیہوں نے اس مرد کے حق میں جس کا نکاح بدون جہیز کے کر دیا کہا ہے کہ اس مرد کا ساکت رہنا طلب جہیز سے زفاف کے وقت رضامندی ہے عدم دہیز پر تو اب طلب جہیز کا مالک نہ ہوگا بعد ساکت ہو جانے پسنے کے چنانچہ باب المہر میں گذر گیا بخلاف الاجنبی نان سکوتہ ولو جارا لایکون رضی بخلاف اجنبی شخص کے اس واسطے کہ اس کا سکوت اگرچہ وہ بائع کا مساویہ ہو رضامندی نہ ہوگا الا اذا سکت وقت البیع والتسلیم وتصرف المشتري فیه زحاً و بناً فحینئذ لا تسمع دعواه علی ما عدی الفتوی قطعاً لا طماع الفاسدة مگر جب کہ اجنبی شخص نے سکوت کیا بیع اور تسلیم بیع کے وقت اور مشتری نے اس میں تصرف کیا زحاً و بناً کرنے اور مکان بنانے سے تو اب اس کا دعویٰ سموع نہ ہوگا بنا براس قول کے جس پر فتویٰ ہو گیا ہے تاکہ فاسد لایح قطع ہو جائیں و بخلاف ما اذا باع الفضولی ملک رجل والمالك ساکت حیث لایکون سکوتہ رضی عندنا خلافاً لابن ابی یعلیٰ بزاد فی آخر الفصل الخامس وغیرہ اور بخلاف اس صورت کے کہ فضولی نے ایک مرد کی ملک بیع کی اور حالانکہ مالک ساکت ہے کیوں کہ اس کا چپ رہنا رضامندی نہیں ہم حنفیوں کے نزدیک بخلاف مذہب ابن یعلیٰ کے چنانچہ بزاد فیہ کی پانچویں فصل کے اخیر میں مذکور ہے اور اس کے سوا اور کتاب میں بھی م سکت مالک اس واسطے رضا نہ ہو کہ یہاں سکوت رضا اور عدم رضا دونوں کا متحمل ہے کذا فی الحموی باع ضیعة ثم ادعی انہا وقف علیہ ادعی مسجد کذا لو کنت وقتہا و اراد تحلیف المدعی علیہ لیس له ذلك اتفاقاً للمتناقض وان اقام بیئہ تقبل علی الاصح لا صحة للدعوی بل یقبل البیئہ فی الوقف بلا دعوی خلاف ما صوبہ الزلیعی وقد خففناه فی الوقف و باب الاستحقاق ایک شخص نے زمین بیچی چہر دعویٰ کیا کہ وہ زمین تو مجھ پر وقف ہے یا فلا فی مسجد پر وقف ہے یا میں نے اس کو وقف کیا تھا اور بائع مدعا علیہ کی تکلیف چاہے تو یہ اس کو جائز نہیں بالاتفاق بسبب تناقض کے اور اگر بائع نے اس پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی بنا بر صبیح تر قول کے نہ اس وجہ سے کہ دعویٰ بائع کا صحیح ہے بلکہ اس وجہ سے کہ وقف میں بدون دعویٰ کے بھی گواہی مقبول ہو جاتی ہے بخلاف اس قول کے جس کی زلیعی نے تصویب کی ہے یعنی عدم قبول شہادت کو صواب کہا ہے اور ہم نے اس مسئلہ کو کتاب الوقف اور باب الاستحقاق میں بیان کیا ہے ومبت مہر بالزوجہا فماتت وطالبت وراثتہا بمہر یا وقالوا کانت الہیۃ فی مرض موتہا وقال بل فی الصحة فالقول للورثۃ بذات ما اعتد فی الخانیۃ بقول الایام مع السیغ بعد نقدہ لانی فتاویٰ النفسی ان القول للزوج فقال والاعتقاد علی تلک الروایۃ لانہم تعاد قواعلی وجوب المہر و اختلافانی استقوط بالقول لمکرہ الخ زوجہ نے اپنا مہر زوج کو مہر کیا پھر وہ مر گئی اور زوجہ کے وارثوں نے اس کا مہر زوج سے طلب کیا اور بولے کہ مہر اس کے مرض الموت میں واقع ہوا اور زوجہ نے کہا بلکہ اس نے صحت میں مہر کیا تو وارثوں کا قول مقبول ہوگا اسی پر اعتقاد کیا ہے فتاویٰ قاضی خان میں جامع صغیر کی روایت کی پیروی کر کے بعد نقل کرنے اس قول کے جو فتاویٰ نفسی میں ہے یہ کہ زوج کا قول مقبول مقبول ہے سو قاضی خان نے کہا کہ اسی روایت سابقہ پر اعتقاد ہے اس واسطے کہ ان سب نے وجوب مہر پر اتفاق کیا اور سقوط مہر میں اختلاف تو منکر سقوط کا قول مظہر ہوگا الخ م باقی کلام قاضی خان کا یہ ہے کہ امر حادث ہے اور حوادث میں اصل یہ ہے کہ اقرب اوقات کی طرف مضاف ہوں ثلث واقعات فی تنویر البصائر واعتقدہ شیخنا علی خلاف ما جزم بہ فی الملتقی نکالکن من ان القول للزوج وان جزم بہ شراحہ کا زلیعی دا بن سلطان بانہ الاستحسان فتنبہ اور ورثہ کے قول مقبول ہونے کو ثابت رکھا ہے تنویر البصائر میں اور اسی پر اعتقاد کیا ہے ہمارے اسناد نے بخلاف اس قول کے جس کا ملحق الامیر میں کثر الذائق کے مانند یقین کیا ہے وہ یہ قول ہے کہ زوج کا قول مقبول ہے اگرچہ زلیعی اور ابن سلطان کثر کے شارحوں نے اس کا یقین کیا ہے کہ زوج کا قول مقبول ہونا استحسان ہے یعنی اور ورثہ کا قول مقبول ہونا قیاس ہے تو

کے بھولنے سے پھر یاد کرنے سے یعنی یہ امر ممکن ہے کہ اول گواہی یا نہیں دے تو اس کی نفی کی پھر یاد آتی تو ظاہر کی ایسا اختلاف قول مانع قبول کا نہیں کہ اول
 قال لیس لی عند فلان شہادۃ ثم جابہ فشهدا وقال لا حجة لی علی فلان ثم اتی بہا بالجمۃ فانما یقبل لما قلنا بخلاف ما اذا قال لیس لی حق ثم ادعی خاتم سیم لیس لیس
 چنانچہ اگر ایک شخص نے کہا کہ فلا نے شخص کے نزدیک میرے حق کی گواہی نہیں پھر اسی شخص کو لایا سو اس نے گواہی دی یا یوں بولا کہ میرے حق میں فلا نے شخص پر کچھ
 حجت شرعی نہیں پھر وہ حجت شرعی کو لایا یعنی گواہی سے دعوی ثابت کیا تو وہ مقبول ہے اس دلیل سے جو ہم نے مذکور کی یعنی بدیل امکان توفیق بالنسب ان ثم التذکر بخلاف
 اس کے جب کہ بولا کہ میرا حق نہیں پھر اس نے حق کا دعوی کیا تو دعوی مسموع نہ ہوگا تناقض کے سبب سے مگر اگر کوئی کہے کہ یہاں بھی نسیان اور تذکر سے توفیق مذکور
 ممکن ہے اس کا جواب یوں ممکن ہے کہ اس مسئلہ میں برات ذمہ مدعی علیہ قول اول سے ثابت ہو چکی پھر قول ثانی سے عدم برات ثابت نہ ہوگی کذا فی الطحاوی للامام
 الذہبی ولہ الخلیفہ ان یقطع من الاطلاع انسانا من طریق الجادة ان لم یضرب بالمارة لان للامام ولایۃ ذلک فکذا انما یجوز حاکم کو بادشاہ نے حکومت دی ہے اس کو
 اختیار ہے کہ قطعہ زمین کا معین کر دے کسی آدمی کو شاہراہ کے درمیان سے بشرطیکہ اس قدر زمین دینے سے چلنے پھرنے والوں کو ضرر نہ ہو اس لئے کہ بادشاہ
 کو اس کا اختیار ہے تو اسی طرح اس کے نائب کو بھی اختیار ہے شارح نے کہا یقطع کا لفظ اقطاع یعنی باب افعال سے ہے مجر نہیں صادرہ السلطان ولم
 یعین بیع مالہ فلو عینہ فکروہ الا ان یاخذ البیعت طوعا فباع مالہ بسبب المصادرة صح بیعہ لانه غیرہ مکروہ کا مرئی الاکراہ ایک شخص سے بادشاہ نے مال طلب کیا اور
 اس کے مال کا بیچا مقرر کیا یعنی یوں نہیں کہا کہ یہ مال بیچ کر مال دے سو اس نے اپنا مال بیچا مصادرة سلطانی کے سبب سے تو اس کی بیع صحیح ہے اس واسطے کہ
 بائع مکروہ نہیں یعنی بیع پر بالخصوص جبر نہیں ہوا چنانچہ کتاب الاکراہ میں مسئلہ گذر گیا شارح نے کہا سو اگر بادشاہ نے اس کے مال کی بیع مقرر کر دی تو وہ مکروہ ہے یعنی
 اس کی بیع اب صحیح نہیں مگر یہ کہ وہ شخص ثمن اس کا اپنی خوشی سے لے تو مکروہ نہ ہوگا بیع اس کی صحیح ہوگی کالذہن اذا حبس بالبدین فباع مالہ بقضائہ صحیح بیعہ
 جیسے کہ دائن نے مدیون کو مجبور کیا دین کے سبب سے سو اس نے اپنا مال بیچا اور اسے دین کے واسطے تو بیع اس کی بالاتفاق صحیح ہے خوفہا زوجہا وغیرہ بالضرر
 حتی وسمیت مہر بالم یصح ان قدر علی الضرب لانا مکروہ علیہ زوجہ کو اس کے زوج نے یا اور شخص نے ڈرایا مارے یہاں تک کہ اس نے اپنا مہر بخش دیا تو یہ
 بیع صحیح نہیں اگر وہ شخص عورت کے مارنے پر قادر ہے اس واسطے کہ اس پر جبر ہوا مال کی بخشش پر ضرب سے ضرب شدید مراد ہے اس واسطے کہ ضرب غیر شدید سے اکراہ
 ثابت نہیں ہوتا وان اکراہ علی الخلع وفتح الطلاق ولا یسقط المال لان طلاق الکفر واقع ولا یلزم المال بلما قلنا اور اگر عورت پر اکراہ کیا خلع کرنے پر سو اس
 نے خلع کیا بوجہ اپنے مہر کے جو زوج پر ہے تو طلاق واقع ہوگی اور مال ساقط نہ ہوگا اس واسطے کہ مکروہ کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اکراہ سے مال لازم نہیں ہوتا
 اس دلیل سے جو ہم نے مسئلہ سابقہ میں مذکور کی م اس میں نظر ہے اس واسطے کہ زوج مکروہ نہیں طلاق میں کذا فی الطحاوی عن المصنف ولو احوالت انسانا علی الزوج
 ثم وسمیت المہر الزوج لم یصح تاوردی الحلیۃ قلت انما لہم بقبولہ فیعلم جلیتہا الا ان یقال انہ یتضمن المال من مطابقتہ برفعہ الی من لا یشرط قبولہ اور اگر زوج نے ایک
 انسان کے دین کا حوالہ کیا اپنے زوج پر پھر اپنا مہر زوج کو بخش دیا تو وہ صحیح نہ ہوگا فقہوں نے کہا ہے کہ اور یہ حید ہے میں کہتا ہوں کہ حیلہ مذکورہ تمام نہ ہوگا
 مگر زوج کے قبول سے سو زوج اس کے حیلہ کو معلوم کر جاوے گا یعنی تو کیوں کر قبول کرے گا اور حالاں کہ اس کا قبول کرنا شرط ہے مگر یہ کہ یوں جواب دیا جائے
 کہ مال یعنی صاحب دین جس کے واسطے حوالہ ہوا وہ قادر ہوگا مطالبہ زوج سے اس کی مالش کر کے اس قاضی کے پاس جو مختار علیہ کے قبول کو شرط نہیں کرتا اتخذ
 بصر فی ملک او بالوۃ فتمت منہا حائط جبارہ وطلب جبارہ تحویلہ لم یجبر علیہ وفضادہ ان یومر بالرفق واما لادعی ایک شخص نے اپنے ملک میں کنواں یا
 نجاست کا چہ بچہ بنایا سو اس سے اس کے ہمسایہ کا دیوار تر ہو گئی اور اس کے ہمسایہ نے اس کی تحویل چاہی تو اس پر حاکم جبر نہ کرے گا اور عدم جبر سے مستفاد
 ہوتا ہے کہ اس کو زبردستی سے امر ہوگا دفع تکلیف اور مشقت کی وجہ سے م عدم جبر کی وجہ سے کہ ہر شخص اپنے ملک میں مختار ہے وان سقط الحائط منہ لم یضمن

عدم تعدیہ اذا صغر فی ملک فکان تسببا اور اگر دیوار گرتی پانی کی تراوٹ سے تو کھو جانے والے پر ضمان لازم نہ ہوگا اس کے عدم تعدی سے اس واسطے کہ اس نے اپنی ملک میں کنواں کھودا تو یہ تسبب ہوا یعنی انہدام کا سبب انگیز ہوا نہ فاعل اس کا اور ضمان فاعل ہوتا ہے نہ تسبب و مرتبی آخر الاجارۃ انہ لوستقی ارضہ متقیلا لا تخملہ فتعدی لجاہ ضمن اور کتاب الاجارۃ کے آخر میں گذر گیا یہ مسئلہ کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو اتنا سینچا کہ اس میں پانی نہ ٹھہرا سوا اس کے ہمسایہ تک پہنچا یعنی اس کا نقصان ہوا تو تاوان دے گا عمر و از زوجہ بآلہ باذنہا فالعمارۃ لہا والتفۃ دین علیہا لصلۃ امر بازوج نے اپنی زوجہ کے گھر میں عمارت بنائی اپنے مال سے زوجہ کی اجازت سے تو وہ عمارت زوجہ کی ملک ہے اور جو مال خرچ ہوا وہ زوجہ پر دین ہے بسبب صحیح ہونے اس کی اجازت کے یعنی تعمیر کا امر التزام ہے نفقہ کا باعتبار دلالت کے جیسے اپنے دین کے ادا کر دینے کا امر ولو عمر لنفسہ بلا اذنہا فالعمارۃ لہ و یحون غاصبا للعرۃ فیوم بالتفریع بطلبہا ذلک اور اگر زوج نے اپنے واسطے عمارت بنائی بدون اذن زوجہ کے تو عمارت کا مالک زوجہ ہے اور وہ غاصب ہوگا زمین کا تو اس کو حکم ہوگا زمین کے خالی کر دینے کا عورت کی طلب سے یعنی اگر زوجہ اس کی طالب ہوگی تو حکم ہوگا ولہا بلا اذنہا فالعمارۃ لہا و یحون غاصبا للعرۃ فیوم بالتفریع بطلبہا ذلک اور اگر زوج نے اپنے واسطے عمارت بنائی بدون اذن زوجہ کے تو عمارت زوجہ کی ہے اور زوج عمارت بنانے میں احسان کرنے والا ٹھہرے گا تو خرچ کا لینا اس کا جائز نہ ہوگا ولو اختلفا فی الاذن وعدمہ دلا بینهما فالقول المنکر بيمينہ اور اگر زوجین نے اذن اور عدم اذن میں اختلاف کیا اور اس کے گواہ نہیں تو منکر اذن کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا و فی ان العمارۃ لہا اولہ فالقول لہ لانہ ہوا المملک کا افادہ شیخنا و تقدم فی الغصب اور اگر دونوں نے اختلاف اس میں کیا کہ عمارت زوجہ کی ہے یا زوج کی تو بیابان زوج کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ وہی تو مملک ہے چنانچہ ہمارے استاد نے اس کو بیان کیا ہے اور کتاب الغصب میں یہ مسئلہ مذکور ہو چکا قال بذہ و ضیعتی ثم اعترف بالخطا و صدقۃ فی خطاہ فذل ان تیزوجہا اذالم ثبت علیہ بان قال افادہ بانہ لا ثبت الا بالقول بقولہ بوجہ حق او صدق او کما قلت او شہد علیہ بذلک شہودا او ما معنی ذلک من اثبات اللفظی الدال علی الثبات النفسی ایک مرد نے کہا کہ یہ عورت میری شیرخوار ہے یعنی میری زوجہ کا اس نے دودھ پیا ہے پھر اس نے اپنی خطا کا اعتراف کیا اور عورت نے اس کے چوک جانے کی تصدیق کی تو اس مرد کو اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے بشرطیکہ شیرخوارگی کے قول پر ثبوت نہ رہا ہو اس طرح کہنے سے کہ وہ قول شیرخوارگی کا حق یا راست ہے یا جیسا میں نے کہا ویسا کہے یا اس قول پر لوگوں کو گواہ کیا ہو جو بایں معنی ہونے لفظی سے جو ثبات نفسی پر دلالت کرنے والا ہے شارح نے کہا کہ مصنف نے مثالیں دے کر فائدہ ظاہر کیا کہ ثبات مذکور ثابت نہ ہوگا مگر قول ہی سے م مصنف نے عدم ثبات قول کو شرط ٹھہرایا اگر یوں کہتا کہ اس کی شیرخوارگی حق یا راست ہے یا جیسا میں نے کہا ویسا ہی ہے یا اس پر گواہ کیے پھر بعد اس ثبات قولی کے اپنی خطا کا اعتراف کیا تو قول اس کا مقبول نہ ہوگا اگرچہ عورت بھی اس کی خطا کی تصدیق کرے تو واضح تر ہوتا کہ انی الطحاوی دلیل کیون تکرار اقرارہ بذلک ثباتا بخلاف مبسوط فی المبسوط و حاصلہ ان التکرار لا یثبت بہ الاقرار اور شیرخوارگی کے اقرار کو تکرار کہنا ثابت ہے یا نہیں اس میں خلاف ہے عالموں کا جو مبسوط میں مشرح مذکور ہے اور حاصل مبسوط یہ ہے کہ تکرار سے اقرار ثابت نہیں ہوتا طحاوی نے کہا کہ اگر شارح بجائے حاصلہ کے راجع کہتا تو واضح تر ہوتا و لو اخذ رجل غریبہ فمشرعہ انسان من یدہ لم یضمن لانه تسبب اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو پکڑا سو ایک آدمی نے اس کو اس کے ہاتھ سے کھینچ لیا تو اس آدمی پر تاوان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ کھینچ لینا سبب سازی ہے بھاگنی کی م و اتن کی حق تلفی ہوئی مدیون کے بھاگ جانے سے تو نازع کی طرف حق تلفی منصف نہ ہوگی جو اس پر ضمان لازم آوے و کذا اذا دل السارق علی مال غیرہ او امسک بآمر من عدوہ حتی قتلہ عدوہ لکنا اور اسی طرح جب کہ ایک شخص نے سارق کو غیر کا مال بتایا یعنی سوا اس نے چورایا یا جو شخص اپنے دشمن سے بھاگاتھا اس کو پکڑ رکھا یا تک کہ اس کے دشمن نے اس کو قتل کیا تو مال کا تاوان اور خون کا قصاص دال اور ممسک پر لازم نہ آوے گا اس وجہ سے جو ہم نے مذکور کی یعنی تسبب م یعنی سرقہ ہوا سارق کے فعل سے نہ دلالت سے اور قتل ہوا دشمن کے فعل سے نہ ممسک کے فعل سے فی یدہ مال لا انسان فمال لہ سلطان ارفع الی ذالک المال والا یرد الی اقطع یدک او اضربک خمین فدفعہ لم یضمن الدافع لانه کرہ ایک شخص کے ہاتھ میں دوسرے آدمی کا مال ہے سو بادشاہ نے

اس سے کہا کہ یہ مال مجھ کو دے اور اگر مجھ کو نہ دے گا تو تیرا ہاتھ کاٹوں گا یا تجھ کو پچاس بار ماروں گا سو اس نے اس کو مال دیا تو دینے والے پر تاوان دینا لازم نہ ہو گا اس واسطے کہ اس پر کراہ اور جبر ہوا قال ترکت دعوائی علی فلان وفوضت امری الی الآخرۃ لاتسمع دعواءہ بعدہ بقول ذکرہ فی القینۃ ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنا دعویٰ جو فلان نے شخص پر تھا چھوڑا اور اپنا امر آخرت پر سونپا تو بعد اس قول کے اس کا دعویٰ سموع نہ ہو گا قینہ میں اس کو ذکر کیا ہے الا اجازۃ تلمحق الافعال علی الصیح فلو غصب عینا الانسان فاجاز المملک غصبہ صحیح اجازۃ وجینۃ فیسیر الغاصب عن الضمان اجازت یعنی جائز کر دینا فعلوں کو جسے لاحق ہونا ہے بنا بر قول صیح کے تو اگر ایک نے دوسرے آدمی کی چیز غصب کی سو مالک نے اس کا غصب جائز رکھا تو اس کی اجازت صیح ہوگی اور اس وقت میں قبری الذمہ ہر جاوے گا غاصب تاوان سے ہم اجازت افعال کی قید اس واسطے لگائی کہ اجازت اقوال میں اختلاف نہیں ہے چنانچہ فضولی کے تصرفات میں و لو اتفح بہ فامرہ بالمحفظہ لا یراعن الضمان بالمحفظہ تمامہ فی العمادیۃ اور اگر غاصب نے مغلوب سے نفع لیا پھر مالک نے اس کی نگہبانی کا امر کیا تو اب غاصب تاوان سے بری الذمہ نہ ہو گا جب تک اس کی تجویز حفاظت نہ کرے گا اور اس کا پورا بیان عمادیہ میں ہے م انتفاع کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر نفع حاصل نہ کرے گا اور اس کو حفاظت کا امر ہو گا تو مجبر امر بالمحفظہ کے غصب سے خارج ہو جاوے گا کذا فی الطحاوی و نفع منجملہ فی الصحاح لم یصید بہ ہمار وحش و سبی علیہ فجل فی الیوم الثانی قید اتفاق ادلو وجہہ میتا من ساعتہ لم یجل زلیعی و وجد الحمار جرح و حامیتا لم یوکل لان الشرط ان یدبحر انسان او یجرہ والا فہو کا لفظ بچا یا بجال جنگل میں تاکہ اس سے گوزر کا شکار کرے اور اس پر ہم اللہ کو ذکر کیا پھر شکاری دوسرے دن وہاں آیا اور گوزر کو زخمی مردہ پایا تو وہ نہ کھایا جاوے گا اس واسطے کہ حلت کی شرط یہ ہے کہ اس کو آدمی زنج کرے یا زخمی کرے اور نہیں تو اس جانور کے مانند ہے جو دوسرے جانور کے سینک کے زخم سے مر گیا شارج نے کہا دوسرے دن کی قید اتفاق ہے نہ احترازی اس واسطے کہ اگر اس کو اسی ساعت میں مردہ پایا تو حلال نہ ہو گا کذا فی الزلیعی کہ تحریر یا قبل تنزیہا بالاول ارجہ من الشاة سبع الحیدر والخصیۃ والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذکر للآثر الوارد فی کرہۃ ذلک مکروہ تحریمی ہیں بھیڑ بکری سے ساتھ جنیرس فریح اور خعیہ اور غدقہ اور بچکنا اور پٹہ اور جاری خون اور نازا بدیل اس اثر اور خبر کے جو اس کی کراہت میں وارد ہے شارج نے کہا اور بعضوں نے ان چیزوں کو مکروہ تنزیہی کہا ہے اور پہلا قول یعنی کراہت تحریمی ان اشیاء کی اقرب دلیل ہے وجہا بعضہم فی بیت واحد فقال ۛ نقل ذکرہ والانیان شاة ۛ کذلک دم المرارة والغدة ۛ اور بعضے فقیہوں نے اشیاء مکروہہ کو ایک بیت میں جمع کر دیا سو یوں کہا ہے سو تو کہہ کہ مکروہ نازا ہے اور دونوں نوٹے اور بچکنا اسی طرح خون پھرتا اور غدو دم اس بیت میں چھ چیزیں ہیں نہ سات ۛ وقال غیرہ ۛ اذا ما ذکیت شاة فکلھا ۛ سوی سبع نفین الوبال ۛ فحار ثم حار ثم فین ۛ و دال ثم میمان و ذال ۛ اور غیر ناظم سابق نے یوں نظم کیا ہے کہ جب بھیڑ بکری زنج کی جلتے تو اس کو کھا سوائے سات چیزوں کے کہ ان کے کھانے میں وبال ہے سو وہ حار مہملہ ہے پھر خلتے معجہ پھر غین معجہ اور دال مہملہ پھر دو میم اور ذال معجہ م حار مہملہ سے میا یعنی فریح مراد ہے اور حار مہملہ سے خعیہ اور غین سے غدو اور دال سے دم اور میم اول سے مثانہ اور میم ثانی سے مرارہ اور ذال معجہ سے ذکر مراد ہے للقا ضی اقراض مال الغائب ۛ الاصل ۛ واللقطۃ بشرط تقدست فی القضاۃ قاضی کو غائب شخص اور یتیم اور لقطہ کے مال کو قرض دینا جائز ہے ان شرطوں کے ساتھ جو کتاب القضا میں مذکور ہو چکیں م شرط مذکورہ یہ ہیں کہ یتیم کا وصی نہ ہو اور عقد مضاربت کا کوئی قبول کرنے والا نہ ہو اور مستقرض مقدور والا ہو دے بخلاف الاب والوصی والمسلط الا اذا اشد امتی شاع جاد تصدقہ فاقراضہ اولی زلیعی برخلاف باپ اور وصی لقطہ پانے والے کے یعنی باپ کو صغیر کا مال اور وصی کو یتیم کا مال اور ملتقط کو لقطہ کا مال قرض دینا جائز نہیں ہے مگر جب کہ ملتقط لقطہ کو لوگوں میں خوب ظاہر کر دے یہاں تک کہ وہ مشہور ہو جائے تو اب ملتقط کو لقطہ کا تصدق لے بہ المنع بالکسر یا یجوز بہ او یا یصاد بہ کذا فی الطحاوی ۛ ۛ ۛ یہ ترجمہ مناسب نہیں اس لیے کہ منعی درستی یا شکار کے نیزہ کو کہتے ہیں اور گوزر کا زخمی پایا جانا بھی یہی جانتا ہے کہ ایسے ہی معنی ہوں تو ترجمہ یوں چاہیے تھا کہ نیزہ یا درستی کو ہم اندک کہہ کر لکھ لیا ۛ ۛ ۛ ۛ لیکن ظاہر ہے کہ نہیں خواہ مادہ میں چھ ہی چیزیں ہوں گی سات کا اجتماع نہیں ہو سکتا ۛ اس لیے گویا قاضی نے ذکر سے شرم گاہ مراد ہے کہ نہیں ذکر ہو گا اور مادہ میں فریح ۛ ۛ

کرنا جیسے تو اس کو قرص دینا بطریق اولی جائز ہوگا کذا فی الزیلع حم طحاوی کے نسخہ میں یوں عبارت ہے الا اذا انشد ما حتی سارع تصدقہ فاقرا منہ اولی روزوں عاتقوں کا حاصل مطلب ایک ہے قال ان کان اللہ یعذب المشرکین فامراتہ طالق قالوا لا تطلق امراتہ لان من المشرکین من لا یعذب کذا فی الثانیہ ایک شخص نے کہا اگر اللہ تعالیٰ سب مشرکوں کو عذاب کرے گا تو اس کی عورت مطلقہ ہے اس تائیل کی عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ مشرکوں میں سے بعضوں پر عذاب نہ ہو گا چنانچہ غایہ میں ہے ولما ہر توجیہ ان المراد بهذا البعض من یصدق علیہ المشرک فی الجملۃ بان یکون مشرکاً فی عمرہ ثم یختم بالحنی او اطفال المشرکین فانہم مشرکون شرعاً واذا ثبت ان البعض لا یعذب وہی سابعہ جزئیہ لم تصدق الموجبۃ الکلیۃ القائلہ کل مشرک یعذب قالہ المصنف اور ظاہر توجیہ اور تادیل مسکونہ کی یہ ہے کہ اس بعض غیر مذہب سے وہ لوگ مراد ہیں جن پر لفظ مشرک کا اطلاق فی الجملہ صادق آتا مومنین کسی زمانہ میں مشرک کا مرتکب ہوا ہو اس طرح پر کہ اپنی عمر میں مشرک ہو پھر اس کا خاتمہ بخیر ہو گا توحید سے یا بعض سے اطفال مشرکین مراد ہوں کیوں کہ وہ شرعاً مشرک ہیں یعنی حکم دین آباء فی ان پر مشرک کا اطلاق ہے پر جب یہ ثابت ہوا کہ بعض مشرک مذہب نہیں اور تفسیر سابعہ جزئیہ ہے تو وجہ یہ کہ مشرک مذہب کا صادق نہ آیا گیا کہ ہے مصنف نے اپنی شرح میں منطلق میں ثابت ہے کہ قبل از جزئیہ سے وجہ یہ کہ صادق نہیں رہتا وجہ یہ کہ انکان اللہ یعذب المشرکین ہے اس واسطے کہ المشرکین کا الف لام استغراق کا ہے یعنی کل مشرک مذہب اطفال مشرک میں اختلاف ہے علماء کا مشہور یہ ہے کہ وہ بہشت میں داخل ہوں گے وقد اور وند اللہ علی غیر الاولین وبنان قتال سے دل قائل لا یدخل النار کافر وکنہا بالمومنین تفسیر اور البتہ ابن ربیع اس پہلی کو ماتن کے معنی اور نظر پر لایا ہے وہاں یہ میں سوا اس نے یوں کہا اور کوئی ایسا قائل ہے کہ کتاب ہو کہ دوزخ میں کافر داخل نہ ہوگا لیکن وہ دوزخ مومنوں سے منسوب کی قالی وثناء ان الکفار لما یرون النار یؤمنون باللہ تعالیٰ ورسولہ ولا یفہم قال تبارک عالم یک شیعیہ ایمان نہ لیا اور باستان ابن ربیع نے کہا اور اس پہلی کا مطلب یہ ہے کہ کفار دوزخ کو دیکھیں گے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائیں گے اور اس وقت کا ایمان ان کو تفعیل نہ کرے گا حق تعالیٰ نے فرمایا تو کافروں کو ان کا ایمان لانا فائدہ نہ کرے گا جب کہ وہ دیکھیں گے ہمارا عذاب ہم تو دوزخیوں پر ایمان کا لفظ بولا گیا اگر یہ نجات بن کی اس ایمان کذا فی سے ممکن نہیں تو یہ کہنا صادق آیا کہ دوزخ مومنین سے آباد کی جاوے گی استغفر اللہ من ہذا التلفظ رحمۃ اللہ علیہ معنی آخر جو ابی ہمارا بخیر تنہا القانمون بامرنا و ہم مومنون فی البیت سوالان اور بیت مذکور کے پچھلے مصرع کا ایک مطلب اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ دوزخ کے حصے والے اس کے موکل فرشتے میں جو وہاں کے کام پر قائم اور متعین ہیں اور وہ مومن واقعی ہیں تو اس تقریر سے لازم آیا کہ بیت میں دوسراں میں اگر یہ سواں ثانی میں استدراک متبع ہے کذا فی الطحاوی قال ابن السخنے وعندی ان ہذا ما یکر ذکرہ والتلفظ بہ دلا یتبعی ان یرون ویسیر ولا یقبل تادیل قائمہ اتشی قلت ہذا مع وضوح وجہ کلمہ لیسہ فلیفہ الاول فلا تنقل ابن السخنے شارح وہاں یہ نے کہا کہ میرے نزدیک ایسے کلام کا ذکر کرنا اور اس کا بولنا جائز نہیں اور اس کے لائق نہیں ہے کہ کتاب میں مدون اور مسطور ہو اور مناسب نہیں کہ اس کے قائل کی تادیل معنی بات بنانی قبول کی جائے انتہی کلام ابن السخنے شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور یہ یعنی بیت کا سواں ثانی یعنی مومنین سے فرشتے مرد ہونا یا وجود ظاہر ہونا اس کی وجہ کے اس میں کلام کیا گیا اور اس کو مسلم نہ رکھا سوا سوال یعنی کافر دوزخ میں داخل نہ ہوگا کیوں کر مانا جاوے گا سوائے کتاب کے دیکھنے والے اس سے غافل نہ ہو جویم ابن السخنے کی شرح وہاں یہ ہے کہ بعضوں نے یہ حکایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے امام ابو حنیفہ سے پوچھا کہ کیا کہتے ہو اس شخص کے حق میں جو کہتا ہے کہ میں بہشت کی امید نہیں رکھتا اور نہ دوزخ سے ڈرتا ہوں اور مرثار اور خون کھاتا ہوں اور بدوں دیکھے گو اسی دیتا ہوں اور خدا سے نہیں ڈرتا اور بدوں رکبت اور سجد کے نماز پڑھتا ہوں اور حق سے بعض رکھتا ہوں اور فتنہ کو دوست رکھتا ہوں سوا امام نے اپنے اصحاب سے پوچھا سوا انہوں نے کہا کہ وہ قائل کافر ہے سوا امام نے تبسم کیا اور فرمایا کہ وہ مومن ہے بہشت اور دوزخ کے مالک سے ڈرتا ہے نہ بہشت اور دوزخ سے اور مچھلی اور تلی کھاتا ہے اور کلمہ شہادتین کی گواہی دیتا ہے اور حالانکہ اس نے خدا کو اور رسول کو نہیں دیکھا اور خدا کے علم سے نہیں ڈرتا اس واسطے کہ وہ ظلم سے پاک ہے اور جنازہ کے کی نماز پڑھتا ہے اور مرثیہ کو معوض

۱۱۔ مگر جب کہ خوب ظاہر کرے یہاں تک کہ اس کا تصدیق درست ہو جاوے تو اس کا قرین دینا بطریق اولی درست ہوگا ۱۱۔

رکتا ہے اور مال کو جو فتنہ ہے درست رکھتا ہے ظہیر الدین نے کہا کہ اس عبارت میں ایک طرح کا استبعاد ہے تو اس طرح استعمال کرنا جائز نہیں اور میں تو اس حکایت کی صحت کو امام کی طرف نہیں مانتا اگرچہ ایسے کلام کے قائل کو کافر نہیں کہتا مگر ایسے کلام کو حرام کہتا ہوں اور اس کی تاویل اور توجیہ کو نہیں مانتا خصوصاً اس زمانہ میں جس میں بدعات اور اقوال خلاف شرح ذات اور صفات حق تعالیٰ میں پھیل پڑے ہیں انتہی من شرح الوہابیہ کذا فی الطحاوی م سبحان اللہ علما دین ایسے قول پر اس قدر انکار کرتے ہیں اگر ہمارے زمانہ کے معتدین اور بے باکوں کا کلام سنتے تو واللہ اعلم کیا فرماتے اعدا باللہ من مورالادب وفضل الکلام ثم رایت شیخنا قال قاضی بفقہ علی نفسہ بالانکار وانہ کان مینعی لان یدونہ وابلد التوفیق پھر ہم نے اپنے استاد کو دیکھا فرماتے تھے کہ ابن شحنے شارح و بیانہ نے نقل کلام و بیانہ سے اپنی ذات پر نظریں کی معنی میں نے ایسے کلام موشن کو ناجی نقل کیا اور مصنف و بیانہ کو اس کا مدون کرنا اور کتاب میں داخل کرنا لائق نہ تھا اور خدا سے توفیق درستی کلام کی ہم مانگتے ہیں مطلق وہی نے کہا ابن شحنے کا مذکور ہے کہ وہ نظم و بیانہ کا شارح ہے اور اس نظم میں یہ بیت بھی داخل ہے صحتی خشفۃ خابرة بحیث لوراء انسان طمۃ محتونا ولا تقطع جلدۃ ذکرہ الا بشد ید الم ترک علی حالہ ایک رٹ کا ہے جس کی پیروی اس طرح غور ہے کہ اگر آدمی اس کو دیکھے رگ ان کرے کہ اس کا ختنہ بوجہ کسبے اور اس کے نازے کی کھال قطع نہیں ہو سکتی مگر سخت درد رسانی سے تو وہ اسی حالت پر چمچرا جاتے م ختنہ سے عرض انکشاف خشفۃ ہے پھر جب کہ وہ خود خود ہو تو قطع کرنے کی حاجت نہ رہی شیخ اسلم وقال اہل النظر لا یطیق الحتان ترک ایضا مانند اس بڑے کے جو مسلمان ہو گیا اور یہ کار دل نے کہا کہ یہ ختنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کا بھی ختنہ کرنا ترک کیا جائے ولو ختن و لم تقطع الجلدۃ کما یظفر ان قطع اکثر من النصف کالخنثا وان قطع النصف فما دونہ لا یكون خنثا ینتد بہ لعدم الحتان حقیقۃ و حکما اور اگر ختنہ کیا اور سب کھال نہ کٹی تو دیکھنا چاہیے سو اگر نصف کھال سے زیادہ کٹ گئی تو ختنہ نہ ہوگا اور اگر نصف کھال یا کم نصف کٹ تو ختنہ لائق شمار کے نہ ہو اس کی حقیقی ختنہ ہے نہ حکمی حقیقی ختنہ وہ ہے جس میں سب کھال کٹے اور حکمی ختنہ وہ ہے جس میں نصف سے اکثر کٹے لکن اکثر حکم الکمل والا اصل ان الحتان سنتہ کما جارفی الخبر و من شاعر الاسلام غصا ختنہ فلو اجتمع اہل بلدۃ علی ترکہ حلہ ہم الامام فلا ینکر الا العذر و عذر شیخ لا یطیقہ ظاہر اور اصل یہ ہے کہ ختنہ کرنا مردوں کے حق میں سنت ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے اور وہ علامات اسلام اور اس کے خصوصیات سے ہے تو اگر ایک شہر کے لوگ ترک ختنہ پر اتفاق کریں تو مسلمان کا حاکم ان سے قتال و جدال کرے تو ختنہ کسی طرح ترک نہیں ہو سکتا مگر عذر شرعی سے اور جو بڑھا کہ مسلمان ہو اور اس کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو اس کا عذر ظاہر ہے ورنہ غیر معلوم و قیل سبع سنین کذا فی الملئقی اور ختنہ کرنے کا وقت غیر معلوم ہے معنی کس عمر میں ختنہ کرنا چاہیے نص قطعی سے ثابت نہیں اور بعضوں نے کہا ختنہ کا وقت سات برس ہیں کذا فی الملئقی م وجہ اس کی یہ ہے کہ سات برس کے بچے کو نماز کا حکم ہے تو اسی عمر میں اس کا ختنہ کرنا چاہیے تاکہ خوب طہارت حاصل ہو یہ قول کافی میں مذکور ہے اور عزازہ اکمل میں آنا زیادہ کہا ہے کہ اگر اس سے کم تر ہو تو بہتر ہے اور اس سے تھوڑا سا زیادہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور بعضوں نے کہا جب تک بالغ نہ ہو ختنہ نہ کرے اس واسطے کہ ختنہ طہارت کے واسطے ہے اور قبل بلوغ کے اس پر طہارت واجب نہیں کذا فی الطحاوی و قیل عشر اور بعضوں نے کہا کہ دس برس میں ختنہ کا وقت ہے مگر وجہ اس کی یہ ہے کہ دس برس کے بچے کو نماز کے واسطے حکم ہے تاکہ اس کو عادت پڑے نماز کی و قیل اثناعشر ختنہ و قیل اربعۃ و طاقتہ و ہوا لاشبہ اور بعضوں نے کہا کہ انتہا مدت ختنہ بارہ برس ہیں اور بعضوں نے کہا طاقت فضل کا اعتبار ہے اور یہی قول مناسب تر بدلیل ہے وقال ابو حنیفہ لا علم لی بوقتہ ولم یر و عنہا فنیہ شتی فلذا اختلف الشاخ فنیہ اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ مجھ کو علم نہیں ختنہ کرنے کے وقت کا اور صاحبین سے بھی اس میں کوئی روایت وارد نہیں تو اسی واسطے عالموں کا اس میں اختلاف واقع ہوا و ختان المرأة لیس سنتہ بل مکرمۃ للرجال اور عورت کا ختنہ سنت نہیں ہے بلکہ عورتوں کا مردوں کے واسطے مکرمہ ہے م یعنی حق تعالیٰ نے مشرعیات ختان نہ اس سے مردوں کا اکرام کیا اس واسطے کہ وہ الذہبہ جماع میں کذا فی الطحاوی و قیل سنتہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورتوں کا ختنہ سنت ہے و قد جمع البیہوطی من ولد ختنہ تا من الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام فقال ے و فی المرسل فتونا لکن ختنۃ بنیمان و تسع طبعون اکام ۷ و ہم ذکریا

لہ میں اس کی پناہ مانگتا ہوں بے ادبی اور بے جودہ کلام سے ۱۲ سئل ۱۱ اس لئے کہ اکثر کے لئے کل کا حکم ہے ۱۲۔

ت اور یسٰی یوسف و خنظلہ علیہی موسیٰ و آدم و نوح شعیب ساتم لوط و صالح و سلیمان یحییٰ و عیسیٰ خاتم اہل البیت جلال الدین سیوطی نے نظم میں جمع کر دیا ہے
 انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو جتنے بہتے پیدا ہوئے سو یوں کہا کہ رسولوں میں تیری عمر کی قسم سیدائشی مختون ہیں سترہ رسول پاک نہایت بزرگی والے اور وہ ہیں
 نوح و یونس اور حضرت شیث اور حضرت ادریس اور حضرت یوسف اور حضرت خنظلہ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ اور حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت شعیب
 حضرت ساتم اور حضرت لوط اور حضرت صالح اور حضرت سلیمان اور حضرت یحییٰ اور حضرت ہود اور عمار سے حضرت خاتم الانبیاء جن کا لقب مبارک حسین ہے علیہم الصلوٰۃ
 والسلام طحاوی نے کہا اس نظم سے صریح معلوم ہوا کہ ساتم اور خنظلہ علیہما السلام بھی نبی مرسل ہیں و یحییٰ کی اصغر و بط قرقہ وغیرہ من المداوۃ المصلوۃ اور یونس کے طفل صغیر
 غنا اور اس کے خربہ کو چیز بنا چاہنا اور اس کے سولے اور علاج کرنا مصلحت کے سبب سے م اور اسی طرح لڑکیوں کے کان چھیدا زینت کی منفعت کے واسطے
 متبے کذا فی الطحاوی و یحییٰ قصدا البہائم و کیہا وکل علاج فیہ منفعت لہا اور جانوروں کی فصد کھولنا اور ان کو داغنا اور جس علاج میں کہ ان کے واسطے فائدہ ہو
 مت ہے و جائز قتل بالضرر منہا ککلب عقور و ہرۃ تفرید بجا اسی الہرۃ و بجا ولا یضر بہا لانه لا یضیہ ولا یحرقہا اور جانوروں میں اس جانور کا مار ڈالنا درست ہے جو
 دی ضرر رساں ہو چنانچہ کتا کھٹنے والا اور بلی ضرر پہنچانے والی اور بلی موزی کو ذبح کر ڈالنے اور اس کو نہ مارے اس لیے کہ مار اس کو فائدہ نہیں کرتی اور نہ اس کو آگ
 سے جلا دے و فی المتبغی یکرہ احراق جراد و کلمۃ و عقرب و لا باس باحراق کلب فیہا بل و قتلہ و القتلہ لیس بآداب اور معتنی میں ہے کہ مکروہ ہے آگ سے جلا نا طحاوی اور جوں
 و یحییٰ کا اور کچھ مضائقہ نہیں ان لکڑیوں کے جلانے کا جن میں چوٹیاں ہیں اور جوں کا پھینکنا زمین پر آداب نہیں ہے م اس واسطے کہ جوں دوسرے شخص پر چڑھے گی
 و لکھنؤ سے کی اور صورت نسیان ہے اور گرنگی سے اس کے ناحق تادیب ہے تو اس کا مارنا ہی بہتر ہے گراے سے کذا فی الطحاوی و اجازت المسابقتہ بالنصر لہا
 و الارجل والرمی لیراض للعباد اور مسابقت یعنی بیہم سبقت کرنا اور آگے نکل جانا گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر اور پیدل چل کر اور تیر اندازی کر کے جائز ہے جہاد کی ریت
 م واسطے م مسابقت کی شرط یہ ہے کہ دوڑنے کی حد اتنی مقرر ہو کہ گھوڑا وہاں تک دوڑ سکتا ہو اور ہر گھوڑے میں سبقت کا احتمال ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ ایک گھوڑا سبقت
 کر سکے گا بالظہر نو جائز نہیں اس لیے کہ مسابقت خلاف قیاس جائزہ سبقتی احتیاج ریاضت کی وجہ سے اور اس صورت میں تو غیر کو ناحق اپنا مال دینا ہے اس شرط سے جس
 میں منفعت نہیں تو کیوں کر جائز ہو گا کذا فی النہج ریاضت جہاد کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مسابقت سے ہو و لعب منظور ہے اور دل بہلانے اور اب مسابقت مکروہ ہے کذا فی الطحاوی
 حرم شرط الجعل من الجاہلین اور حرام ہے مسابقت میں مال کا شرط کرنا دونوں جانب سے م صورت اس کی یہ ہے کہ زید اور خالد نے گھوڑے دوڑاتے اس شرط سے
 کہ اگر زید کا گھوڑا نکل جائے تو مال مشروط خالد سے اور اگر خالد کا گھوڑا آگے بڑھ جائے تو زید مال دے یہ اس واسطے حرام ہوا کہ صریح قرار ہے الا اذا اذخا ثا ثا مٹا مٹا بطر
 لہا عنی المظہر مکروہوں جانب سے مال کی شرط اس وقت حرام نہیں ہے جب کہ دونوں شخص تیسرے شخص محل کو داخل کر لیں اس کی شرط کے ساتھ چنانچہ کذا فی المظہر
 و لکھنؤ کو جو چکا گھوڑا داخل محل کی یہ کہ شاید اور خالد تیسرے شخص مثلاً محمد سے کہیں کہ اگر تو ہم دونوں سبقت کر جائے تو ہم دونوں مال مشروط تو پاؤ اور اگر ہم تجھ پر سبقت کر جاویں تو ہم تجھ
 سے کچھ نہیں دیں لیکن جو زید و خالد میں مال مشروط ہوا ہے وہ بحال خود باقی ہے جو ان میں سے بڑھ جائے وہ دوسرے سے مال مشروط کو لے یعنی اگر زید نے سبقت کی تو
 خالد سے لے اور اگر خالد نے سبقت کی تو زید سے لے اور اگر زید اور خالد دونوں محمد سے سبقت کر گئے تو ان کو کچھ نہیں دینا لیکن محل کی شرط یہ ہے کہ اس کا گھوڑا زید اور خالد کے گھوڑوں
 کے برابر ہو سبقت اور عدم سبقت کا احتمال رکھتا ہو اور اگر دونوں سے دوڑ میں زیادہ ہو یقیناً یا دونوں سے کم تر ہو یقیناً تو جائز نہیں باعتبار دلالت حدیث کے کذا فی الطحاوی و لکھنؤ
 من احد الجاہلین استھاناً مال مشروط حرام نہیں ایک جانب سے استھان کی دلیل سے م صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً خالد کہے زید سے کہ اگر میں سبقت کر جاؤں تجھ پر
 تو سوا شرفی تجھ سے لوں گا اور اگر تو بڑھ جائے تو میں تجھ کو نہ دوں گا یہ اس واسطے جائز ہوا کہ یہ قرار نہیں اس واسطے کہ قمار عبارت ہے دونوں طرف کی بازیافت کے احتمال
 سے تو یہاں دونوں طرف اس کا احتمال نہیں بلکہ ایک طرف ہارنا ہے اور دوسری طرف جیتنا تو قمار کے مانند نہ ہوا یہی وجہ ہے استھان کی انتہی خلاصۃ النہج اور اگر ایک شخص نے

سواروں کی باعث سے کہا کہ جو ہم میں سے آگے بڑھ جائے وہ مجھ سے اس قدر مال لے یا اس نے تیر اندازوں سے کہا کہ جس کا تیر نشان پر لگے وہ آٹنا پاوے تیر جان بڑے اور مسابقت کے مانند فقہاء میں اگر کسی مسلم میں تنازع واقع ہو اور مصیب کے واسطے مال مقرر ہو ایک جانب سے بشرط احوال ثلث محل کے اس لئے کہ علت کی وجہ سے کوشاں ہے کیوں کہ دونوں باہوں میں سکھا اور مشق کرنا تقویت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کی طرف راجع ہے کذا فی الطحاوی ولا یجوز الاشتباہ فی غیر ذہ الاربعۃ کا بسجل بالجمل والا بل جعل فیہ یجوز فی کل شئی و تھام فی الزلیجی اور ان ہا کے سوا یعنی گھوڑے اور اونٹ اور پیدل اور تیر اندازی کے سوائے اور چیز میں چنانچہ پھر یہ سوار جو کہ مسابقت کرنا مال شرط کر کے جائز نہیں اور بدو مال کے تو ہر شے میں مسابقت جائز ہے اور اس کا پورا بیان زمینی میں ہے م۔ یہ سب مسائل مذکورہ مسابقت کے قدامی عالم گیری میں علمی سے منقول ہیں اور یہ بھی مذکور ہے کہ باب مسابقت میں جواز مذکور ہے مراد علت ہے نہ استحقاق تو اگر مغلوب شخص مال مشروط کو بدو سے تو حاکم جبر سے اس کو نہ لاوے گا اور یکم فنار اس پر نافذ نہ کرے گا ولا یصل علی غیر الانبیاء ولا علی غیر الملائکہ الا بطریق التبع اور لفظ صلوة کا سوائے حضرت انبیا اور سوائے حضرات ملائکہ کے اور ان پر نہ بولا جائے مگر بطریق پیروی م یعنی یوں کہنا چاہیے بالاستقلال کہ اللہم صل علی آل محمد وصل علی اصحاب محمد علیہ بطریق تبعیت کے یوں کہنا درست ہے کہ اللہم صل علی محمد وصل علی آل واصحابہ وادبہ امامتہ طحاوی نے کہا بعضوں نے غیر انبیا علیہم الصلوۃ والتسلیم پر صلوة کا لفظ بالاستقلال جائز کہا اس واسطے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہم صل علی آل ابی اوفی وقورہ تعالیٰ (ابوالذہبی یصل علیکم وادلک علیہم صلوة) لیکن جمہور علما اس کے مانع ہیں اس واسطے کہ حضرات انبیا کے ذکر کی یہ خاص علامت ہے تو غیر انبیا ان کے ساتھ شریک نہ ہوں گے اور جو آیت اور حدیث مذکور ہے وہ دعا پر محمول ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا ترک اولیٰ ایسا ذکر کیا ہے نووی نے اذکار میں اور کہا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے اور حضرات انبیا کے واسطے دعا کا لفظ صلوة اس واسطے مشروع ہوا کہ اس میں تعظیم اور تکریم ہے اور الحالیہ نے کہا کہ معنی صلوة اللہ علی نبیک و آلک علیہم السلام ہے حق تعالیٰ کا اپنے رسول پر ملائکہ کے نزدیک اور صلوة ملائکہ سے دعا ہے فتح الباری شرح بخاری میں کہا ہے کہ یہ بہترین اقوال ہے اور اسی طرح صلوة غیر ملائکہ سے دعا مراد ہے اور خدا سے شاکر نے کی طلب گاری رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر کذا فی الطحاوی دلیل بخیر الترحم علی النبی قولان زلیجی قلت فی الذخیرۃ انہ یکیرہ اور کیا جائز ہے لفظ ترحم کا نبی پر اس میں رد قول میں جواز اور عدم جواز کذا فی الزلیجی میں کہنا ہوں اور ذخیرہ میں ہے کہ ترحم کا لفظ نبی پر بولنا مکروہ ہے یعنی یوں کہنا اللہم ترحم علی محمد جائز نہیں م بعضوں نے کہا کہ لفظ ترحم کا جائز نہیں اس لئے کہ صلوة کے مانند تعظیم پر دلالت نہیں کرتا ہے ولذا غیر انبیا اور ملائکہ کو اسی لفظ سے دعا کرتے ہیں اور تحصیل حاصل بھی ہے اس واسطے کہ انبیا مرموم میں یقیناً اور بعضوں نے کہا کہ اللہم ترحم علی محمد کہنا جائز ہے اس واسطے کہ سب علماء نے ہی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر شائق ہیں رحمت الہی کے خزانہ اکمل میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اگلا اس حدیث سے واجب ہے تو فیہ غریب مسکین فرید پرید کہنا جائز نہیں اور عرب کی تعظیم واجب ہے خصوصاً اہل عربین کی حضرت کے سبب سے خصوصاً ہاجرین اور انصار کی اولاد کی اور مقدم بہ تعظیم اولاد علی راؤ بکر اور عمر و عثمان کے ہیں رضی اللہ عنہم انتہی فی الطحاوی سے وجوزہ السیر علی تبعاً لا استقلالاً لکیکن التوفیق وبالله التوفیق اور سیوطی نے اس کو جائز کہا تبعاً لا استقلالاً تو دونوں قولوں کا اختلاف رفع ہو گیا اور خدا سے ہم توفیق خیر کی مانگتے ہیں ولشجب النزعی للصحابۃ اور مستحب ہے صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا اس واسطے کہ صحابہ کرام طلب غنائے الہی میں نہایت سرگرم تھے اور خوشنودی حق کے واسطے جان بازی کرتے تھے رضی اللہ عنہم کے وہی زیادہ تر سزاوار ہیں امت کے اور لوگ اگرچہ قطب انقلاب ہوں ہوں ان کے انی مرتبہ والے کی برابر نہیں ہو سکتے جس کو اس میں تردد ہو وہ احیث صحیحہ کو دیکھے وکذا من اختلف فی نبوتہ کذا فی القرین و لقمان اور اسی طرح رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے ان لوگوں کو جن کی نبوت میں اختلاف ہے چنانچہ ذوالقرنین اور لقمان رضی اللہ عنہما و قبل نقال صلی اللہ علی الانبیاء و علیہ وسلم کما فی شرح القدرۃ للکرمانی اور بعضوں نے کہ جن کی موت میں اختلاف ہے ان کے نام لینے کے وقت یوں لے صلی اللہ علی الانبیاء و علیہ وسلم چنانچہ کرمانی کی شرح قصہ میں مذکور ہے والرحم للصابغین ومن بعدہم لہ جرم اب کہنا جو ۱۰۔ یعنی تیسرے شخص حال کرنے والے کو داخل کرنے سے ۱۱۔ الہی صلوة نازل کر آل محمد پر اور صلوة نازل کر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ۱۲۔ الہی صلوة نازل کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل اور اصحاب اور اولیاء امت پر ۱۳۔ الہی رحمت بھیج آل ابی اوفی پر ۱۴۔ الہی رحمت کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ۱۵۔

من العلماء والعباد وسائر الاخيار اترجم کا لفظ تابعین کے واسطے ہے اور جو ان کے بعد ہیں از قسم علماء اور عباد اور باقی نیک لوگ م تابعین وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت کو نہیں دیکھا مگر صحابہ کرام کو دیکھا چنانچہ امام زین العابدین اور حسن بھری رحمۃ اللہ علیہما وکذا یجوز عکسہ ہوا ترجمہ للمصنوع والترصی لکتابین ومن بعدہم علی الراجح ذکرہ الکرمانی اور اسی طرح عکس اس کا بارت ہے یعنی ترجمہ صحابہ کے واسطے اور ضعیف عنہم تابعین اور ان کے بعد کے صحابین کے واسطے بنا بر قول راجح کے ایسے ذکر کیا ہے کرمانی نے ومن ولہذا کتب نقہ میں امام کے نام پر ضعیف عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ دونوں لفظ مذکور ہیں وقال الزیلعی الاولے ان یدعو للمصنوع بالترصی والتابعین بالرحمة ومن بعدہم بالمعقودہ والتجاوز لوزیلعی نے کہا متبرہ ہے کہ صحابہ کے واسطے ضعیف عنہم کے لفظ سے دعا کرے اور تابعین کے واسطے رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے بعد اور لوگوں کے واسطے غفر اللہ لہم اور تجاوز اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے منعوت اور تجاوز کی اس لئے دعا ہوئی کہ تابعین کے بعد ذنوب کی کثرت ہوئی اور امور دنیویہ کے اہتمام میں قلب قلت ہو گئی کذا فی الطحاوی عن الحموی والاعطار باسم البیروز والمہر جان لا یجوز لے الہدایا باسم بدین الیومین حرام اور نوروز اور مہر جان کے نام سے دینا جائز نہیں یعنی مخالف رسانی ان دونوں کے نام سے حرام ہے م نوروز عبارت ہے آفتاب کے آنے سے برج حمل میں وہ پہلی تاریخ ہے فروردی ماہ کی اور مہر جان سولہویں تاریخ ہے مہرماہ کی آتش پرست دونوں دنوں میں عید کرتے تھے اہل اسلام پر مشابہت کفار کی حرام ہوئی اسی طرح بولی اور دیوالی مسلمانوں کو حرام ہے کہ مشابہت ہے ہنود کی دان قصد تعظیم کا بیضیہ المشرکون کفر قال ابو حفص البکیر ان جلا عبد اللہ حمین سندہ ثم ابدی مشرک یوم البیروز بیضیہ ترد تعظیم یوم فقد کفر وجب عملہ انتہی اور اگر نوروز کی تعظیم اور تعظیم مقصود ہو جس طرح مشرک اس کی تعظیم کرتے ہیں تو تعظیم کرنے والا کافر ہو جاوے گا ابو حفص کہتے ہیں کہ اگر ایک مرد نے حق تعالیٰ کی عبادت کی ۵۰ برس پھر مشرک کو تحفہ بھیجا ایک انوروز کے دن بقصد تعظیم نوروز کے تو بے شک وہ کافر ہو گیا اور اس کا عمل جبط ہو گیا یعنی ساری عبادت اکارت ہو گئی انتہی کلامہ ولوا ہدی مسلم ولم یر تعظیم الیوم بل جری علی عادی الناس لا یفر اور اگر مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ بھیجا اور اس دن کی تعظیم کا ارادہ نہ کیا بلکہ تحفہ رسانی میں لوگوں کی عبادت پر حیلانہ کافر نہ ہو گا دینیہ ان یضہ قبلہ اوبعدہ لغیا للشیبۃ اور لائق یہ ہے کہ نوروز سے پہلے یا بعد اس کے تحفہ رسانی کرے شبہہ دفع کرنے کے واسطے یعنی نوروز کے دن اگرچہ تعظیم کا قصد نہ ہو لیکن مشابہت کفار کی بلا شک ہے تو آگے پیچھے کرنا چاہیے دفع اشتباہ کے واسطے ولو شرکی فی مالم یشرۃ قبلہ ان اراد تعظیم کفر وان اراد الاکل والشرب التعم لا یفر زیلعی نور اگر نوروز کے دن وہ چیز خریدی جو اس کے قبل خرید نہ کی تھی اگر نوروز کی تعظیم کا ارادہ اس خریداری سے ہے تو کافر ہو گیا اور اگر کھانے پینے اور لذت ستانی کا قصد کیا تو کافر نہ ہو گا ولا لباس بلبس القلانس غیر حرید وکرہ اس علیہ ابرہیم فوق لولع اصالح سراجیہ اور کچھ مضائقہ نہیں قلانس کے پہننے میں سولے ریشمی کے اور سولے اس کپڑے کے جس پر ریشم ہے چار انگلیوں سے زیادہ کذا فی السراجیہ قلانس جمع ہے قلنسوہ کی اور قلنسوہ کلاہ عجمی ہے کہ اہل عجم اس کسر پر رکھتے ہیں کذا فی الجوہرہ مصنف جمع کا لفظ اس واسطے لایا کہ سفید اور رنگین سب اقسام کو شامل ہو ذمیرہ میں ہے کہ قلنسوہ گوشہ دار ہوتا ہے کذا فی الطحاوی وجمع انہ حرم لبسہا اور ریشمی قلنسوہ اور جس پر چارہم انگل سے زیادہ ریشم ہو اس کے پہننے کی حرمت صحیح قول سے ثابت ہے بخلاف اس قول کے جو شرح مسکین میں قلنسوہ حریری کی صلیح کو ہے کذا فی الطحاوی وندب لبس للسواد وارسال ذنوب العاتۃ بین کنفیہ الی وسط ظہرہ وتیل لموضع الجلوس وقیل شر اور مستحب ہے لباس سیاہ اور تمامہ کاشا لکنا ذیلہ دونوں مؤیدوں کے آدھی بیعت تک اور بعضوں نے کہا بیٹھنے کے مقام تک اور بعضوں نے کہا ایک بالشت دیکرہ اسی للرجال کما مرنی باب الکراۃ لبس المعصفر امر مفر قول ابن عمر رضی اللہ عنہما ہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر وقال ایاکم والاعمرنا ہنا زی الشیطان اور مرووں کو مکروہ ہے چنانچہ باب الکراۃ میں گذرا ہنا کسم کا اور بعض ان کے رنگین کپڑے کا بدیں قول عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس معصفر سے منع فرمایا اور فرمایا کہ بچو کفر سے کہ وہ ہیئت الی لباس ہے شیطان کا ریشم النجی وایا ح اللہ الزینۃ بقولہ تعالیٰ قل من حرم زینۃ اللہ التي خرج لعبادہ الا یہ اور مستحب ہے تجمل احوال کس اور حق تعالیٰ نے زینت کو مباح کیا ہے بدیں قول حق تعالیٰ کے تو کہ کس نے حرام کیا اس زینت کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے واسطے نکالی الی الاخر الا یہ ہم مرد کو مستحب ہے کہ احسن لباس پہنے اور امام اعظم اپنے اصحاب کو اس کی وصیت فرماتے تھے اور وہ لباس پہنتے تھے جس کی قیمت ۱۰۰ دینار تھی بدیں آیت کریمہ

تقاسم حرم زینۃ اللہ (آلیم) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حق تعالیٰ بندہ کو نعمت دیتا ہے تو یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس پر نمودار ہو اور ایک بار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے روار مبارک پہننے جس کی ہزار درم قیمت تھی اور ایک بار نماز پڑھتے تھے اور بدن مبارک پر دانتھی جس کی قیمت چار ہزار درم تھی چنانچہ زلیبی نے ذکر کیا ہے امام اعظم سے کسی نے پوچھا کیا ایسا نہ تھا کہ امیر المؤمنین عمار ایسا تمیض پہنتے تھے جس پر ایسے اور ایسے بیوند تھے امام نے جواب دیا کہ وہ امیر المؤمنین تھے حکمت کے سبب سے ایسا کرتے تھے سو اگر وہ بغیر کپڑے پہنتے یا طرح طرح کے عمدہ کھانے کھاتے تو ان کے عامل اس میں ان کی پیروی کرتے اور اگر عامی کو کبھی عمدہ لباس اور طعام نہ ملتا تو ظلم سے حاصل کرتے اس مصلحت سے وہ وضع اختیار کی کذا فی الطحاوی عن ابی اسحق عن ابی اسود وللشباب الغالم ان تقدم علی الشیخ الجاہل ولو قرئتم قال اللہ تعالیٰ والذین اتوا العلم درجات نالوا من اللہ من یغنیہ اللہ فی جنہم ویم اولی الامر علی الاصحیح مؤثرۃ لا ینبایا خلافت اور جو ان عالم کو تقدم کرنا پیر جاہل پر جائز ہے اگرچہ جاہل قریش کی قوم سے ہر حق تعالیٰ نے فرمایا اور جن کو علم عطا ہوا وہ صاحب درجات علیہ ہیں تو عالم کا درجہ بلند کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے سو جو اس کو ذلیل اور خوار بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں ڈالے گا اور اولو الامر سے جن کی اطاعت کا قرآن مجید میں امر ہے علماء دین ملو میں بنا بر صبیح ترین اقوال کے اور وہی وارث ہیں انبیاء کے بالاتفاق اس میں خلاف نہیں ہم پوری آیت یوں ہے واذا قیل الشرا فانشروا یرفع اللہ الذی امنوا منکم والذین اتوا العلم درجات واللہ بما نعملون خبیر یعنی جب کہا جائے کہ اٹھو تو تم اٹھ کھڑے ہو اگر وہ بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ درجات ان کے جو ایمان لائے تم میں سے اور ان کے جن کو علم دیا گیا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کا عالم اور دانہ ہے تفسیر سیفادی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالموں کے بالمخصوص درجات بلند کئے کیوں کہ علم اور عمل کے جامع ہیں اس واسطے کہ علم اپنی بلندی مرتبگی کے ساتھ اس عمل کا مقتضی ہے جو مقررین بہ مزید رفعت ہے اور اسی وجہ سے عالم کے افعال کی پیروی کی جاتی ہے نہ غیر عالم کے افعال کی حدیث میں وارد ہے نفی صلیت عالم کی عابد پر جیسے چودہویں رات کے چاند کی نفی صلیت باقی ستاروں پر انتہی طحاوی نے کہا ازی کے احکام قرآن میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں سے اہل علم کو مجلس میں رفعت اور بلندی دیتے تھے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ حضرت کے نزدیک کس قدر ان کی نفی صلیت اور منزلت ثابت ہے اسی طرح حضرت کے بعد بھی علماء کی تعظیم کرنا چاہیے ابن عباس نے کہا کہ علماء کے درجات اور مؤمنین کے اوپر سات سو درجے ہیں ہر درجہ ۵۰ برس کی راہ ہے زندہ ویسی نے کہا کہ عالم کا حق جاہل اور استاد کا حق شاگرد پر یکساں ہے برابر وہ یہ ہے کہ عالم اور استاد سے پہلے انتہا کلام نہ کرے اور اگر وہ کہیں گیا تو ترس کے مقام پر نہ بیٹھے اور اس کے کلام کو بے ادبی سے رد نہ کرے اور چلنے میں اس کے آگے نہ چلے اور زوج کا حق زوجہ پر اس سے بھی زیادہ ہے وہ یہ ہے کہ اس کی اطاعت کرے جس مباح کام کو وہ امر کرے منقول ہے زلزلہ سخت راتح ہوا تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ طالب علم دعا کریں لوگوں نے کہا اس کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ ان میں جو نیک ہیں وہ اونیکوں سے بہتر ہیں اور جو ان میں بد ہیں وہ اور بدوں سے بہتر ہیں کذا فی الطحاوی مستطرف میں امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرمایا علم کو اسی قدر شرف کفایت کرتا ہے کہ اگر جاہل کو علم کہیے تو وہ خوش ہو جاتا ہے اور جاہل کو اتنی ندلت کافی ہے کہ جاہل بھی جہالت سے بیزا ہے اور اگر جاہل کو جاہل کہیے تو غصہ ہوتا ہے اختصاف لاجل الشریحین للنساء والرجال جاز فی الاصح ویکرہ المسلمون وقیل لا دمر فی الخطر ایک شخص نے خضاب کیا آرائش کے واسطے اپنی زوجہ اور اپنی حلال لونڈیوں کے لئے تو جائز ہے صحیح تر قول میں اور یہ خضاب کرنا مکروہ ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ نہیں اور یہ مسئلہ گذر گیا کتاب الخطر میں م ابو یوسف سے مروی ہے کہ جیسے مجھ کو یہ پسند آتا ہے کہ میری عورت میرے لئے سنگار کرے ویسا ہی پسند آتا ہے اس کو میرا آرائش کرنا اس میں اختلاف ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہیں قول اصح یہ ہے کہ نہیں بلکہ وجہ میں ہے کہ صغیر کو منبندی وغیرہ ہاتھ پاؤں میں لگانا لائق نہیں کہ یہ آرائش ہے اور وہ عورتوں کو مباح ہے اکل کی شرح مشرق میں ہے کہ خضاب میں دو مقام پر اختلاف علماء میں ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہیں انہی نے کہا کہ مجھ کو آپ کا خضاب کرنا معلوم نہیں اور بعضوں نے کہا کہ خضاب کیا تھا ان کی حجت ام سلمہ اور ابن عمر کی حدیث ہے کہ انہوں نے حضرت کا زندہ خضاب دیکھا اور قول قتادہ یہ ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گلے پر خضاب کیا اور اکثر اوقات میں ترک کیا ہو جو جس نے دیکھا وہ بیان کیا دوسرا مقام یہ ہے کہ خضاب افضل ہے یا ترک کرنا اس

کاہنوں نے کہا کہ ترک افضل ہے اس لئے کہ تغیر پیری سے بہی طرد ہے اور علمائے کہا کہ خضاب افضل ہے اس واسطے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے خضاب کیا۔
 صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خضاب کرتے تھے اور بعضی زعفران سے خضاب کرتے تھے چنانچہ یہ حضرت عثمان
 اور ابن عباس اور عقبہ بن عامر اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور ہم حنفیوں کا یہ مذہب یہ ہے کہ خضاب اور سہمہ کا رنگ خوب ہے چنانچہ قتادہ بن قیس نے کہا کہ خضاب
 ہے نووی شافعی مذہب نے کہا ہمارا مذہب استحباب خضاب کا ہے مرد اور عورت کو زردی اور سرخی کا اور اصح قول میں خضاب سیاہ حرام ہے اس واسطے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ
 پیری کو تغیر کرنا اور بچہ سیاہی سے انتہی قول الاکمل سیاہ خضاب کی حرمت غیر مجاہدیں کے حق میں ہے اور غازیوں کو حرام نہیں کافروں پر رعب ڈالنے کے واسطے اور اصحاب کبار نے
 جو سیاہ خضاب کیا شاید اس کا یہی محل ہے قالہ الحموی کذا فی الطحاوی میں نے اپنے استاد میرزا حسن محدث سے سنا وہ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے تھے کہ ممنوع وہ سیاہ خضاب
 ہے جو دھمکے سوا اور چیزوں سے ہو اس واسطے کہ صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ جب امام حسین شہید ہوئے تھے تو ریش مبارک محضوب بہ دسمہ تھی واللہ اعلم کیا بخیر ان یا کل متکلفی
 الصبح لما روی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اکل متکلف جمع الفتاویٰ جیسے جائز ہے کھانا مکہ لگا کر قول صحیح میں اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے
 کھانا مکہ لگا کر کذا فی جمع الفتاویٰ اخذتہ الزلازل فی بدیۃ فخر الی الغضا لا یکرہ بل یستحب انزل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الحارث المال ایک شخص کو زبرد معلوم ہوا
 اپنے گھر میں سو وہ جاگا میدان کی طرف تویہ مکرہ نہیں بلکہ بھاگنا مستحب ہے پس فرار کرنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حبشی دیوار سے وازا خرج من بلدہ بہا طاعون فان
 علم ان کل شئ بقدر اللہ تعالیٰ فلا باس بان یخرج ویدخل وان کان عنده انه لو خرج نجی ولو دخل ابتلی بہ کرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیلا لا اعتنا
 وعلیہ حمل النہی فی الحدیث الشریف جمع الفتاویٰ اور جب کہ انسان نکلا اس شہر سے جس میں وہاں ہے سو اگر وہ جاتا ہو کہ ہر چیز حق تعالیٰ کی تقدیر سے ہے تو کچھ ضائقہ
 نہیں اس کے نکلنے میں وہاں کے شہر سے اور وہاں جانے میں جہاں وہاں نہیں ہے اور اگر اس کے نزدیک یہ عقیدہ ہو کہ اگر نکلا تو بچا اور اگر دیکھے شہر میں گیا تو
 اس میں مبتلا ہو گا تو اس کو یہ مکرہ ہے تو وہاں نہ جائے اور نہ وہاں سے نکلے تاکہ اس کا اعتقاد محفوظ رہے اور اسی تفصیل پر خروج اور دخول کی یہی حدیث
 شریف میں محمول ہے کذا فی جمع الفتاویٰ فقہ فی بلدہ لیس فیہا غیرہ افطہ منہ یرید ان یغزو و لیس لہ ذلک بیزایۃ وغیرہ مسائل شرعیہ کا عالم ایک شہر میں
 ہے کہ وہاں اس سے زیادہ ترکوئی عالم نہیں اس نے جہاد کا ارادہ کیا تو اس کو یہ جائز نہیں ہے چنانچہ بیزایۃ وغیرہ میں ہے کہ یہ قول محمول ہے اس جہاد میں
 جو غوز فرض عین نہیں ہو گیا اس واسطے کہ نفع ایسے عالم کا مسلمانوں کو زیادہ تر ہے ثواب میں اس جہاد کے ثواب سے جو فرض عین نہ ہوا بلکہ فرض بالکفایہ
 ہے قضی المدیون الدین الموصل قبل المحلول او مات محل موتہ فاخذ من ترکۃ لایاخذ من المراثی جرت بینہا الا بقدر ما مضی من الايام
 وهو جواب المناخر بن قنیہ وبہ امتی المرحوم ابوالسعود آفندی مفتی الروم وعللہ بالرفق للبا بنین تقدمتہ قبل فصل القرض مدیون نے دین موصل کو میعاد کے
 آنے سے پہلے ادا کیا اور مدیون مر گیا سو اس کے مرنے سے دین حال ہو گیا یعنی موصل نہ رہا فی الحال واجب الادا ہو گیا سو میت مدیون کے ترکہ سے لیا گیا تو
 نہ لے اس منفعت سے جو دائن اور مدیون میں ٹھہر گئی مگر بقدر ایام گذشتہ کے اور یہی جواب ہے علماء متاخرین کا چنانچہ قنیہ میں مذکور ہے اور اسی کا فتویٰ وہاں ہے
 مرحوم ابوسود آفندی مفتی بلا دروم نے اور رعایت جانبین کو اس کی وجہ مذکور کی ہے اور متصر میں نے اس مسئلہ کو فصل قرض سے پہلے بیان کیا ہے م صورت اس کی
 یہ ہے کہ کوئی چیز دس درم نقد سے خرید کی اور دوسرے کے ہاتھ ۲۰ درم کو بیع کی دس مہینے کے وعدہ پر پھر اگر مدیون نے پانچ مہینے کے بعد دین ادا کیا یا پانچ
 مہینے کے بعد مر گیا تو صاحب دین کو چاہیے پانچ درم نفع لے اور پانچ درم چھوٹے کذا فی الطحاوی فرغ مسئلہ ملحقہ شایع کافی آخر الکنتر بیغنی لما فیہ القرآن فی کل اربعین یوما
 ان یتم مرۃ آخر کنتر الدقائق میں ہے کہ حافظ قرآن کو لائق یہ ہے کہ ہر چالیس دن میں ایک بار قرآن مجید کو ختم کرے اس واسطے کہ مقصود فہم معانی ہے نہ مجرد تلاوت تعالیٰ
 انشاء بدین القرآن خاتمہ قرآن خواں پر سلام کرنا چاہیے اور قاری کو سلام کا جواب دینا اور نہ دنیا دونوں درست ہیں قول صحیح میں اور جب قاری آذان سے
 ف۱۔ جواز خضاب و سہمہ ۱۲۔ ف۲۔ قرآن کے احکام۔ لے۔ کیا نہیں سمجھے قرآن کو ۱۲۔

تو افضل یہ ہے کہ چپ رہے اور اذان سننے اور حبیبی کا نام قرآن میں آوے تو اس پر صلوٰۃ واجب نہیں امام سے روایت ہے کہ جس نے قرآن کو مال میں دوبارہ تم کیا تو اس نے قرآن کا حق ادا کیا اور قاری قیام نہ کرے مگر باپ یا معلم یا عالم کے واسطے قنویہ میں ہے کہ ہر مہینہ میں ایک بار ختم کرے اور مستحب ہے کہ اس کے واسطے تلپہیر اور تحسین لباس اور خوشبو لگانا اور حروف ادا کرنا اور اس مکان کو قنایل اور شروع سے روشن کرنا اور اہل و عیال کو ختم کے وقت جمع کرنا اور ان کے واسطے برکت اور مغفرت کی دعا کرنا اور ختم کے بعد پھر قرآن کا شروع کرنا اور قرآن کو مصحف سے پڑھنا اور مستحب یہ ہے کہ تین دن سے کسرت میں ختم نہ کرے اور مستحب ہے کہ ہر سال ایک بار اس کو قرآن سناوے جو اس سے زیادہ ترجیحا ہو اور بہترین اوقات قرآن کی واسطے ماہ مبارک رمضان ہے اور بازار میں اور سرائے کے واسطے اور ناپاک مکان میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور مصحف پر کوئی چیز نہ رکھے اور مصحف کو رکھ نہ چھوڑے پڑھا کرے تاکہ وہ مہجور اور متروک نہ ٹھہرے اور اگر اُمی آدمی مصحف کو اپنے گھر میں رکھے برکت کی نیت سے ترکہ وہ نہیں اور تفسیر قرآن کو اپنی عقل سے اور کسی ترتیب جائز نہیں اور اگر مصحف ایسا کہتے ہو گیا ہو کہ اس میں پڑھنا لکھن نہیں تو پاک کپڑے میں لپیٹ کر بنی قبر کے مانند کھود کر دفن کر دے یا اس کو دھو ڈالے یا ایسی جگہ میں رکھ دے جہاں نجاست اور لمحدوں کے ہاتھ نہ پہنچیں اور مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ اور کتبہ منظمہ کی طرف پاؤں پھیلا نا نوم یا غیر نوم میں مکروہ ہے اور جو قرآن غلط پڑھتا ہو تو بتانا افضل ہے جیسے راہ بھولے کہ راہ بتانا حدیث میں وارد ہے کہ میری امت کے گناہ میرے سامنے آئے تو میں نے اس سے زیادہ ترکوئی گناہ نہ دیکھا کہ مرد آیت یا سورہ کہہ کر بھول گیا نسیان سے مراد ہے کہ اس کو مصحف سے پڑھنا لکھن نہ ہو اور لپیٹ کر قرآن پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن پڑھنے کے وقت اپنے دونوں پاؤں سمیٹ لے اور اگر لڑکا گھر میں قرآن پڑھتا ہو اور گھر والے کام میں مشغول ہوں تو ترک سماع میں معذور ہیں اگر انھوں نے کام شروع کیا ہو پڑھنے سے پہلے اور اگر قرآن پڑھنا شروع ہو گیا تو معذور نہیں اور یہی حکم فقہ خوانی کا ہے قرآن خوانی کے نزدیک کذا فی الخطا وی ملقطا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم



کتاب الفرائض

یہ کتاب ہے فرائض کے مسائل میں ہم فرائض جمع ہے فرائض کی اور دہشتی ہے فرض سے اور فرض نیت میں معنی تقدیر اور قطع اور بیان کے ہے اور اصطلاح شرع میں فرض وہ ہے جو ثابت ہو دلیل قطعی یقینی سے اس قسم کے فقہ کے مسائل کو فرائض اس واسطے نام رکھا کہ سماں مقدر مقطوع مبین ہیں جو دلیل قطعی سے ثابت ہیں تو اس میں لغوی معنی اور شرعی دونوں یکساں ہو گئے کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار فی اصول من فقہ و حساب لغرف با حق کل من التزمہ فرائض علم ہے فقہ اور حساب کے ان قواعد کا جن سے ہر ایک وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم ہو جاتا ہے ہم اور موضوع علم فرائض کا ترکات ہیں اور غایت اس علم کی ایصال حقوق ہے اہل استحقاق کو اور ارکان اس کے تین ہیں وارث اور مورث اور مورث اور شرط اس کے تین ہیں مورث کی موت اور وارث کی حیات حقیقی ہو یا تقدیری چنانچہ حمل اور علم و جہارث کا اور اسباب اور موانع اس کے آگے مذکور ہوں گے اور اس علم کے استخراج کے تین اصول ہیں کتاب اللہ اور حدیث چنانچہ نانی کے ارث مغیرہ اور ابن سلمہ کی شہادت سے ثابت ہے اور اصل اجماع امت ہے چنانچہ دادے کی ارث عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع اصحاب کرام کا ہو گیا اور قیاس کو فرائض میں کچھ دخل نہیں کذا فی المطاوی مختصر او المحقق ہنا خمسۃ بالاستقراء اور حقوق یہاں پانچ ہیں باعتبار تلاش اور تفحص کے یعنی حقوق کا منحصر ہونا پانچ میں عمر استقرائی ہے نہ صریحی لان الحق اما لہیت او علیہ الاول اس واسطے کہ حق متعلق بہ ترکہ میت یا میت کا ہے یا میت پہلے یا نہ یہ ہے نہ وہ الاول التبعیز والثانی اما ان متعلق بالذمۃ وہو الدین المطلق اولاً وہو المتعلق بالبعین اول یعنی میت کا حق تجہیز ہے یعنی میت کا سامان مرنے کے وقت سے دفن کرنے تک اور دوسرا یا متعلق بذمہ میت ہے وہ دین مطلق ہے یا متعلق بذمہ میں اور وہ متعلق بعین ہے والثالث اما اختیاری وہو الوصیۃ او اضطراری وہو المیراث اور تیسرا یا اختیاری ہے وہ وصیت ہے یا اضطراری ہے جس میں اختیار کو کچھ دخل نہیں وہ میراث ہے کہ شرع کی جہت سے ثابت ہے وہی فرائض لان اللہ تعالیٰ قسمہ بنفۃ وادمنہ وضوح النہار بشمسہ اور میراث کا فرائض نام رکھا گیا اس لئے کہ حق تعالیٰ نے میراث کو خود بذات پاک قسمت کیا اور اس کو ظاہر اور روشن کر دیا جیسے دن کو روشن کر دیا اپنے آفتاب سے ہم میراث کو قسمت کیا یعنی ہر وارث کا حصہ آپ ٹھہرا دیا اور اس کی تقدیر ملک مقرب اور بنی مرسل پر مفوض نہیں کی اور ہر ایک حصہ نصف اور ربع اور ثمن اور ثلث اور سدس سے خود بکلام مقدس بیان کر دیا بخلاف باقی احکام کے صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم اور حج وغیرہ اسے کہ ان میں نسوس مجمل ہیں سنت نبویہ میں اس کا بیان واقع ہوا کذا فی المنع قلت ولذا سماہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف العلم بشیرۃ بالنفس لا غیر واما غیرہ فبالنص تارۃ وبالقیاس اظہری میں کتابوں اور اسی واسطے یعنی بسبب تقسیم ربانی کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کا نام نصف العلم رکھا بسبب ثابت ہونے اس علم کے فقط نفس سے نہ غیر نفس سے اور غیر فرائض تو کبھی نفس سے ثابت ہے اور گاہے قیاس سے ہم بیان اس کا یہ ہے کہ علم یا فقط نفس سے ثابت ہے یا نفس اور غیر نفس دونوں سے ثابت ہے تو جو علم کہ فقط نفس سے ثابت ہے وہ فرائض ہے اور جو نفس اور غیر نفس دونوں سے ثابت ہے وہ فرائض کے سوا اور علوم دینی ہیں اور نفس سے مراد وہ ہے جو اجماع کو بھی شامل ہے اس واسطے کہ بعض مسائل فرائض کے اجماع امت

سے ثابت ہیں وکیل الشدقہ بالموت وغیرہ بالجیوة اور بعضوں نے کہا نصف ہونا بسبب متعلق ہونے فرائض کے موت سے اور غیر فرائض کے جیات سے م یعنی فرائض نصف علم اس واسطے ہوا کہ انسان کے دو حال ہیں موت اور حیات سو فرائض موت سے متعلق ہے اور باقی علوم حیات سے اور ایک حال نصف ہے مجموعہ دو حال کا لہذا حدیث شریف میں فرائض کو نصف علم فرمایا اور بالضروری وغیرہ بالاختیاری یا کہ فرائض سبب ضروری سے ثابت ہے اور غیر فرائض سبب اختیاری سے ثابت ہے م یعنی جس سے ملک ثابت ہوتی ہے وہ دو قسم ہے اختیاری اور ضروری اختیار جیسے کسی چیز کا خرید کرنا یا ہب کرنا اور وصیت کرنا اور ضروری چنانچہ ارث تو اس واسطے فرائض کو نصف علم فرمایا و اہل ارث اہل ام من المیت المعتد انسانی شرح الوہبانیۃ اور کیا ارث زندہ سے کو زندہ سے ہوتی ہے یا مردے سے معتد قول دوسرا ہے یعنی زندہ وارث ہوتا ہے مردے کا کذا فی شرح الوہبانیۃ م شرح وہبانیۃ میں ہے کہ ارث کے وقت میں علماء کا اختلاف ہے مشائخ عراق کے نزدیک آخر جزاء جزاء حیات مورث سے وقت ہے میراث کا اور مشائخ بلخ کے نزدیک وقت ارث بعد مرجانے مورث کے ہے اس واسطے کہ جب تک وہ زندہ ہے اپنے جمیع اموال کا مالک ہے ہر طرح سے تو اگر اس کا وارث اس حالت میں مالک ہو تو لازم آوے کہ ایک چیز دو شخصوں کی ملوک ہو علی وجہ اہمال اور اس امر کو عقول تسلیم نہیں کرتیں کذا فی الطحاوی مختصر بہدأ من ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق حق لغيرہ یعنی اگر ہن والعبد الجانی والمأذون المدیون والمبیع المجبوس بالمشن والدار المستجرة ابتداء کی جائے میت کے اس ترکہ سے جو خالی ہے تعلق حق غیر سے عین ترکہ کے ساتھ چنانچہ رہن اور عبد جانی اور غلام مأذون مدیون اور وہ بیع جو مجبوس بمشن ہے اور اجارہ کا گھر م ترکہ لخت میں معنی متروک ہے اور اصطلاح میں ترکہ وہ مال ہے جس کے عین سے غیر کا حق متعلق نہ ہو گیا ہو تو مال کی قید سے اہل و عیال ترکہ سے خارج ہو گئے تعلق حق غیر کا عین ترکہ سے چنانچہ رہن وغیرہ رہن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز مثلاً باغ گرور رکھا پھر رہن مر گیا اور باغ مرتن کے پاس ہے اور رہن نے سوائے باغ کے کوئی مال نہیں چھوڑا تو مرتن کا دین مقدم ہے رہن کی تجمیز تکفین پر کیوں کہ غیر کا حق عین باغ سے متعلق ہو گیا سو اگر اسے دین کے بعد کچھ باقی رہے گا تو تجمیز میں صرف ہوگا اور عبد جانی کی صورت یہ ہے کہ غلام نے اپنے مولیٰ کی حیات میں کسی کو قتل کیا اور مولیٰ کا کچھ مال نہیں سوائے غلام کے اور مولیٰ مر گیا تو مقتول کا وارث اس غلام کا زیادہ تر حقدار ہے مولیٰ سے ہاں اگر دیت دے کر کچھ باقی رہے تو اس سے مولیٰ کی تجمیز تکفین ہوگی اور عبد مأذون مدیون کی یہ صورت ہے کہ اس پر لوگوں کے دین ہیں مالک کی زندگی میں پھر مالک مر گیا اور اس کا کچھ مال نہیں سوائے اس کے تو اس باب دیون مقدم ہیں تجمیز پر اور بیع مجبوس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً غلام بیچا زید کے ماتہ مشن معین پر اور مشتری نے ہنور مشن ادا نہیں کیا اور بائع نے غلام کو روک رکھا اپنے پاس اور مشتری کا کچھ مال نہیں سوائے اس غلام کے تو بائع حق ہے اس غلام مجبوس کا تجمیز مشتری سے اور دار مستجرہ کی یہ صورت ہے کہ صاحب خانہ نے گھر زید کو کرایہ دیا اور زید نے اس کی اجرت پیشگی دی پھر صاحب خانہ مر گیا سو اجارہ منغ ہو گیا اور زید مستاجر کی کچھ اجرت باقی رہی اور صاحب خانہ نے سوائے اس گھر کے کچھ اور ترکہ نہیں چھوڑا تو زید مقدم ہوگا صاحب خانہ کی تجمیز پر کذا فی الطحاوی واما قدمت علی تکفین تعلقاً بالمال قبل صیرورۃ ترکۃ اور حقوق مذکورہ مقدم نہیں ہونے تکفین پر بلکہ بسبب متعلق ہو جانے حقوق کے مال کے ساتھ مال کے ترکہ ہو جانے سے پہلے یعنی مال کا ترکہ ہونا تو موت کے بعد ہوتا ہے سو یہ حقوق تو قبل از موت کے متعلق ہاں ہو گئے تھے تجمیزہ لعم التکفین من غیر تقیر ولا تبدل لکفین السنۃ او ثلثا کان یلبس فی حیاتہ ترکہ میت سے ابتدا کی جائے میت کی تجمیز بدون تنگی اور نفول خرچی کے چنانچہ کفن مسنون یا بقدر اس کے جو میت اپنی زندگی میں پہنتا تھا شارج نے کہا تجمیز تکفین کو بھی شامل ہے م ضرر السراج میں ہے کہ تنگی اور اسراف کفن کا دو طرح ہے شمار کی راہ سے اور قیمت کی راہ سے سو شمار کے اعتبار سے مرد

کے کفن میں تین کپڑے ہیں اور عورت کے کفن میں پانچ ہیں تو اگر مرد کو کفن دیا تین کپڑے سے زیادہ تو یہ اسراف ہے اور تین سے کم دیا تو یہ تنگی ہے اور اگر عورت کا کفن پانچ کپڑوں سے زیادہ کیا تو یہ اسراف ہے اور اگر پانچ سے کم کیا تو یہ تنگی ہے اور قیمت کے اعتبار سے اگر مرد زندگی میں دس روپیہ کی قیمت کے کپڑے پہنتا ہو تو اگر اس کا کفن اس سے زیادہ کیا تو اسراف ہے اور اگر اس سے کم کیا تو تنگی ہے انتہی اور شارح کی عبارت میں لفظ او معنی وار کے ہے تو عدد اور قیمت میں حال متوسط معتبر ہو گا چنانچہ مذکور ہو چکا کفن مسنون اس وقت دیا جائے گا جب کہ ادائے دین میں قصور نہ ہوتا ہو تکفین کے بعد اگر کفن مسنون ہونے سے ضرر ہو یا ہوا دے دین میں تو کفن کفایت دیا جاوے گا کفن کفایت مرد کے دو کپڑے ہیں جدید ہوں یا منسول اور عورت کے اسی طرح تین کپڑے ہیں کذا فی الطحاوی ولو بلک کفنه فلو قبل تقصیر کفن مرة بعد اخرى اور اگر میت کا کفن تلف ہو گیا تو اگر میت کے پھوٹنے اور پھٹنے سے پہلے کفن تلف ہوا تو اس کو کفن دیا جاوے گا تلف ہونے کے بعد ہر بار تم شیخ اس کی یہ ہے کہ جب قبر کھود کر کسی نے کفن نکال لیا تو اگر میت مدفون ہے قبر میں تو وارثوں پر اس کو کفن دینا دوسری بار واجب نہیں اور اگر میت قبر کے باہر برہنہ ہے تو اول بار کی طرح اس کو کفن دینا چاہیے اگر میت کا بدن درست ہو اور اگر درست نہ رہا ہو تو اس کے ترکہ سے ایک کپڑے میں دفن کرنا چاہیے اور اسی طرح کرنا چاہیے اگر چند بار کفن چورایا گیا ہو ادائے دین اور قیمت سے پہلے اور اگر وارثوں میں ترکہ قسمت ہو گیا اور قصار دیون اور نفاذ وصیت ہو چکی تو وارثوں سے کفن کے واسطے استرداد ہو گا بقدر ان کے میراث کے اور اس سے کفن دیا جاوے گا اسی طرح ہر بار ہو گا تا بقار مال میراث کذا فی الطحاوی وکلم من کل مالہ اور ہر بار کا کفن میت کے تمام مال سے لیا جاوے گا نہ ثلث مال سے ثم تقدم دیونہ التي لها مطالب من جهة العباد و میراث کی تجمیز کے بعد ان دیون کا ادا کرنا مقدم ہو گا ترکہ سے جن کا مطالبہ ثابت ہے عباد کی حجت سے ثم حجت عباد کی قید سے وہ دین خارج ہو گیا جس کا مطالبہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے چنانچہ زکوٰۃ کا دین اور کفارہ وغیرہ کا دین ولقیم دین الصلۃ علی دین المرض ان اجل سببہ اور صحت کا دین مقدم ہے فرض کے دین سے اگر مرض کے دین کا سبب معلوم نہ ہو ثم صحت کا دین وہ ہے جو گواہوں سے ثابت ہو یا میت نے اپنی صحت میں اس کا اقرار کیا ہو اور مرض کا دین وہ ہے جو میت کے اقرار سے ثابت ہو اور مرض کی حالت میں یا جو مرض کے مانند ہے چنانچہ قتال کے واسطے نکلنا یا رجم اور قصاص کے واسطے والا فیان کما بسطہ السید اور اگر مرض کے دین کا سبب معلوم ہو تو صحت اور مرض دونوں حالتوں کا دین برابر ہے چنانچہ سید شریف نے اس کو شرح بیان کیا ہے ثم معلوم ہونا سبب کا اس طرح ہے کہ دیون نے اپنے مرض میں اس دین کا اقرار کیا جس کا ثبوت بطریق معائنہ کے معلوم ہوا چنانچہ اس نے کچھ خرید کیا تھا یا کسی کا مال تلف کیا تھا تو یہ دین فی الحقیقہ صحت کا دین ہے اس واسطے کہ اس کا وجوب اس کے اقرار کے سوا ہے اور طرح بھی معلوم ہوا لہذا وہ دین صحت کے برابر ہو گیا حکم میں انتہی کلام السید الشریف تو معلوم ہوا کہ دیون عباد کی تین قسم ہیں قوی و شرط ضعیف قوی وہ ہے جو تجمیز اور تکفین پر مقدم ہے چنانچہ حقوق معتقدہ بعین ترکہ کا لڑھن اور وسط وہ ہے جو گواہوں یا صحت کے اقرار سے یا مرض معائنہ سے ثابت ہو اور ضعیف وہ ہے جو مرض کے اقرار سے ثابت ہو اور معلوم کرنا چاہیے کہ ترکہ قبل قصار دیون کے مرہون کے مانند ہے تو اس میں وارثوں کے تصرفات نافذ نہ ہوں گے بشرطیکہ ترکہ دین سے کم ہے یا برابر ہے اور اگر ترکہ زیادہ ہے تو نفوذ تصرفات میں دو چہیں ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ تا بقا و قدر دین تصرف نافذ ہے اور دوسری وجہ ظاہر تر یہ ہے کہ تصرف نافذ نہیں علی قیاس المرہون شرح ملتقى میں ہے کہ ترکہ مستغرقہ کی بیع کرنے کا حاکم کو اختیار ہے نہ وارثوں کو اس واسطے کہ وارث اس صورت میں مالک اس کے نہیں کذا فی الطحاوی واما دین الدفان اوصی بوجوب تنفیذہ من ثلث الباقي والا لا اور دین حق تعالیٰ کا چنانچہ زکوٰۃ سوا اگر میت نے اس کے ادا کرنے کی وصیت کی

قواس کا جاری کرنا تنائی باقی مال سے واجب ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو واجب نہیں مگر دین خدا چنانچہ اور حج اور صیام اور نذر اور کفارات تو اگر وصیت نے مثلاً اسقاط نماز کی وصیت کی تو مطالبہ ساقط ہوگا اور اگر وصیت نہیں کی اور وارث نے تبرع کیا یعنی اپنی طرف سے مال دے کر اسقاط کیا تو بعضوں کے نزدیک نمازیں میت سے ساقط نہیں ہوتی ہیں اس واسطے کہ اختیار بالکل معدوم ہے اور اس واسطے کہ فعل وارث کا وصیت سے کمتر ہے تو عدم جواز کا حکم ہوگا تا کہ انحطاط مرتبہ ظاہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ مطالبہ ساقط ہوگا وصیت کرنے کے مانند اس واسطے کہ جواز کی دلیل یہاں تو گنجائش رحمت الہی اور اس کے کمال کرم اور فضل کی امید داری ہے اور یہ تو وصیت اور تبرع دونوں کو شامل ہے ابن کمال نے کہا دین کی حقیقت اہل شرع کے عرف میں یہ ہے کہ مال واجب ہو ذمہ پر کسی چیز کے بدلے سے تو خرچ دین ہے اس واسطے کہ منافع حفظ کا بدل ہے برخلاف زکوٰۃ کے اس واسطے کہ اس میں تملیک مال واجب ہے بغیر اس کے کہ کسی چیز کا بدل ہو کذا فی المطاویٰ ثم نظم وصیتہ ولو مطلقۃ علی الصبیح خلافا لما اختارہ فی الاختیار پھر دین کے بعد میت کی وصیت مقدم کی جائے اگر وصیت مطلقہ ہو بنا بر قول صحیح کے برخلاف اس قول کے جس کو اختیار شرح مختار میں مختار کہا ہے وصیت مطلقہ عبارت ہے ربع مال یا ثلث مال کی وصیت سے اور وصیت معینہ وہ ہے جو فتنے معین سے متعلق ہو چنانچہ گھریا کپڑے یا جاریہ کی وصیت اور بعضوں نے وصیت مطلقہ کے مقابل وصیت مقیدہ کو بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ بعینہ ثلث مال کی وصیت کہے اس طرح کہ مثلاً تین درم یا دینار یا ثلث دار یا ثلث غنم کی وصیت کرے کذا فی المطاویٰ فتاویٰ عالمگیری میں اختیار کے مانند تا تا خانہ سے منقول ہے یعنی وصیت مطلقہ میراث پر مقدم نہیں تو موسیٰ لہ وارثوں کا شریک ہے نہ مقدم من ثلث مالم یبقی بعد تجزیہ و دیونہ وصیت جاری ہو اس مال کی تنائی سے جو باقی رہ گیا میت کی تجزیہ اور دین کے بعد م وصیت جاری ہوگی ثلث باقی سے نہ اصل مال کے ثلث سے بشرط وقوع تجزیہ اور ادائے دیون کے یا بشرط وجود ایک کے جب کہ دوسرا امر نہ پایا جائے اور اگر تجزیہ اور دیون دونوں نہ پائے گئے اس طرح پر کہ ایک شخص ڈوب گیا یا جل گیا یا درندے نے اس کو کھالیا اور وہ کسی کا دیون نہیں تو تمام کی تنائی سے وصیت جاری ہوگی اور اگر میت کا کوئی وارث نہیں یا وارث ہے مگر تمام مال کے ثلث سے تنفیذ وصیت کو جائز رکھتا ہے تو بھی کل مال کے ثلث سے وصیت جاری ہوگی اور تنفیذ وصایا کا ثلث سے مطلب یہ ہے کہ جس قدر مال وصیت کے واسطے کفایت کرتا ہو اتنا مال خیر قسمت سے ساقط کیا جائے نہ اس قدر کو جدا کرنا باقی مال سے اور موسیٰ لہ کو تسلیم کر دینا کذا فی المطاویٰ عن ابن کمال واما قدمت فی الایۃ اہتما مالکونہا منظمۃ التقریظ اور وصیت آیت قرآنی میں مقدم نہیں کی گئی دین پر مگر اہتمام کے واسطے کہ ہونے وصیت کے منظمہ تقریظ کا ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہاں وصیت کا رتبہ دین کے بعد ہے اور کلام مجید میں وصیت دین پر مقدم ہے شارح نے جواب دیا کہ وصیت کا اہتمام منظومہ ہو منظمہ تقریظ کے اس واسطے کہ وصیت کا لزوم دین سے کمتر ہے اور اس واسطے کہ وصیت عزباء اور مساکین کا حق ہے اور دین حق ہے ارباب دیون کا جو مالک سے ناش کہے لے سکتے ہیں تو اس کے ادا کرنے میں احتمال تھا تقریظ کا خلاف دین کے کہ ورثہ اپنے مورث کا فراغ ذمہ خود چاہتے ہیں لہذا وصیت کا ذکر دین پر مقدم ہوا اداسے وصیت کی ترغیب کے واسطے ثم والباقی خامساً یقسم الباقی بعد ذلک بین وراثۃ پھر چوتھے مرتبے بلکہ پانچویں مرتبے میں باقی مال بعد امور مذکورہ قسمت کیا جائے میت کے وارثوں میں مگر صرف ترکہ میں پہلے تجزیہ اور تکفین کا مرتبہ ہے پھر دوسرا مرتبہ ادائے دین کا پھر تیسرا مرتبہ وصیت کا تو چوتھا مرتبہ ہوا تقسیم ورثہ کا اور اگر ان حقوق کو اعتبار کیجیے جو عین ترکہ سے متعلق ہیں چنانچہ رہن اور عہد جانی تو تقسیم

میراث کا پانچواں مرتبہ ٹھہرے کا معلوم کرنا چاہیے کہ تاخیر قسمت کا محل دہاں ہے جہاں حقوق متقدمہ پاسے جاویں اور اگر حقوق مذکورہ نہ ہوں تو قسمت ہی سے ابتدا ہوگی اور قسمت کا محل دہاں ہے جہاں وارث متقدم ہوں اور اگر ایک ہی وارث ہے تو تمام مال اسی کا ہے سوائے زوجین کے کہ وہ سب مال کو نہیں پاتے روح الشروح میں ہے کہ ورثہ جمع ہے وارث کی اور علم الفرائض کے عرف میں وارث وہ ہے جو باقی رہے بعد فنا ہو جانے اس شخص کے باقی کا نسب یا سبب ثابت ہے وہاں معنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نحن الوارثون یعنی ہم باقی رہنے والے ہیں بعد فنا خلائق کے لیکن نسب اور سبب کی قید خالق حق سبحانہ کے حق میں ماخوذ نہیں اس واسطے کہ وہ نسب اور سبب سے پاک اور منزہ ہے کذا فی الطحاوی ملخصاً ای الذین ثبت ارثهم بالكتاب مراد وارثوں سے وہ لوگ ہیں جن کی ارث کلام مجید سے ثابت ہے م کتاب اللہ میں باپ اور ماں اور زوج اور بیٹی اور بیٹوں اور بھائی اور بہنوں کی میراث ثابت ہے اور السنۃ کقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اطعموا الجذات السدس یا جن کی ارث سنت سے ثابت ہے چنانچہ یہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ حیات کو سدس کا اطعام کرو یعنی چھٹا حصہ ان کو دوم جدہ کی ارث سنت سے ثابت ہے اسی طرح سگی بہنوں کی بیٹیوں کے ساتھ سنت وہ ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً یا فعلاً مروی ہو اور حدیث کا لفظ قول کو مخصوص ہے اور کشف المنار میں ہے کہ مطلق لفظ سنت کا سنت نبوی کے اختصام کا مقتضی نہیں اس واسطے کہ اہل شرع کے عرف میں مطلق لفظ سنت سے دین کا طریقہ مراد ہے خواہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا کذا فی الطحاوی سے اولاجماع کجعل الجذات لابن الابن لابن الابن یا جن کی ارث اجماع امت سے ثابت ہو چنانچہ دادا کو باپ کے مانند قرار دینا اور پوتے کو بیٹے کے مانند ٹھہرانا اجماع امت سے مراد اتفاق رائے مجتہدین امت محمدی ہے حکم شرعی پر جس زمانے میں کہ واقع ہو اور مراد ان سے اہل حل و عقد ہیں اس واسطے کہ غیر اہل حل و عقد کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں اور اسی طرح شرائع سابقہ کے مجتہدین کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی الطحاوی ولستم فی الارث ولو لمصحف بے یقینی دلیل لایورث وانا ہوللعار سے من ولدیہ صیرفتیہ باحدثتہ ہرجم و نکاح صحیح فلا توارث بفساد ولا باطل اجماعاً وولادہ اور وارث مستحق میراث کا ہوتا ہے منجملہ تین جہات کے ایک جہت سے قرابت سے اور نکاح صحیح سے اور ولادت سے خواہ ولادت کی ہو خواہ ولادہ مولات کی استحقاق ارث ہر چیز میں ہے اگرچہ متروکہ مصحف ہو اسی قول کا فتویٰ ہے اور قول منعیف یہ ہے کہ مصحف میں میراث جاری نہیں مصحف قومیت کے دو فرزندوں میں سے قاری فرزند کا ہے کذا فی الصیرفیہ جب نکاح صحیح کی قید ہوئی میراث میں تو نکاح فاسد اور باطل سے باہم توارث نہیں م نکاح فاسد وہ جس میں شروط صحت نکاح سے کوئی شرط نہ ہو اور نکاح باطل چنانچہ متروکہ اور نکاح موقت کذا فی کتاب النکاح معلوم کرنا چاہیے کہ وارثوں کا حق ترکہ کی مالیت سے اور ترکہ کی احیان دونوں سے متعلق ہے مانند حق موصی لہ کے تو ایک وارث کو نہیں پہونچتا کہ ترکہ کی ایک چیز مثلاً کتاب یا باغ آپسے اور اس کی قیمت باقی وارثوں کو دے مگر ان کی رضا مندی سے یہ جائز ہے اور تکفین اور قضاء دین مالیت ترکہ سے متعلق ہے نہ عین ترکہ سے اسی واسطے وارثوں کو جائز ہے کہ اپنے مال سے دین ادا کریں اور اشیاء ترکہ کو اپنے واسطے خالص کر لیں کذا فی الطحاوی والمستحقون للترکۃ عشرۃ اصناف مرتبہ کا افادہ بقولہ اور مستحق ترکہ کے دس قسم کے وارث ہیں علی الترتیب چنانچہ مصنف نے اپنے آئندہ قول میں اس کو بیان کیا ہے فیبداء بذوی الفروض ای السہام المقدرة تو ترکہ کی تقسیم شروع کی جائے اصحاب الفروض سے فروض سے مراد سهام مقدرة ہیں م سهام مقدرة یعنی جو حصے کہ عین اور مصرع ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام اور اجماع امت سے سهام مذکورہ ہیں

نصف اور ربع اور ثلث اور ثلث اور سدس یعنی آدھا اور چوتھائی اور آٹھواں اور دوتہائیاں اور تہائی اور چھٹا حصہ دس اٹھ عشر عشرین
 النسب ثلثۃ من الرجال وسبعة من النساء واثان من السبب وہا الزوجان اور تمام اہل فروض بارہ ہیں دس نسب کی راہ سے جن میں تین مرد
 میں سے ہیں اور سات عورتوں سے اور دس سبب کی راہ سے اور وہ زوجہ اور زوج ہیں م تین مرد سے مراد ایک باپ دوسرا دادا تیسرا بیٹا بھائی
 اور سات عورتوں سے مراد بیٹی اور پوتی اور سوتیلی بہن اور خنیانی بہن اور ماں اور دادی یہ وارث نسبی ہیں اور زوجین وارث سببی ہیں م
 بالعصبات الیٰ یختس فیستوی فیہ الواحد والجمع وجمعہ للآزدواج النسبیتہ لانہا اقویٰ پھر اہل فروض کے بعد عصبات نسبیہ کو وارث ملے گی اس
 واسطے کہ عصبات نسبی قوی تر ہیں عصبات سببی سے شائع نے کہا العصبات کا الف لام جنس کا ہے تو اس میں واحد و جمع برابر ہے اور عصبات
 کو جمع لانا اہل فروض کے مناسبت کے واسطے ہے م عصبہ نسبی کو عصبہ سببی یعنی معتق پر اس واسطے مقدم کیا کہ قوی تر ہے اس واسطے کہ وہ قرابت
 حقیقی کی وجہ سے ہے اور عصبہ سببی قرابت حکمی کی وجہ سے م بالمعتق ولوانشی وہ العصبۃ السببیۃ پھر عصبہ نسبی کے بعد ارث شروع کی جائے آزاد
 کرنے والے سے اگرچہ وہ عورت ہو اور آزاد کرنے والا عصبہ سببی ہے م عصبۃ الذکور لانہ لیس للنساء من الولاد الا ما اعتق پھر آزاد کرنے والے
 کے بعد ارث شروع کی جائے آزاد کرنے والے کے عصبات ذکور سے اس واسطے کہ عورتوں کو ولایت سے کچھ حق نہیں سوائے اس کی دلا کے جس
 کو انہوں نے خود آزاد کیا یعنی اگر عورت نے خود آزاد کیا تو اس کی میراث پاوے گی اور اگر اس کے باپ یا بھائی نے آزاد کیا تو اس کی میراث
 عورت کو نہ ملے گی طحاوی میں ہے کہ اگر آزاد مر گیا اور اس نے اپنے مالک کا بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تو اس کی میراث فقط بیٹا پاوے گا اور اگر مالک
 کی بیٹی اور بہن کو چھوڑا تو ان کا کچھ حق نہیں انتی م الرود علی ذوی الفروض النسبیتہ بقدر حقوقہم پھر اگر عصبات مذکورین سے کوئی نہیں تو باقی مال
 پھیرا جاوے گا اہل فروض نسبی پر بقدر ان کے حقوق کے یعنی بقدر نسبت ان کے حقوق کے تو صاحب ثلث کو مال باقی کا ثلث دیا جاوے گا اور
 صاحب ربع کو ربع کذا قال ابن الکمال م اہل فروض نسبی کی قید سے اہل فروض سببی چنانچہ زوجین خارج ہو گئے اس واسطے کہ زوجین کو دوبارہ نہ
 دیا جاوے گا عمر فاروق اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے نزدیک اور عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان کو بھی دوبارہ دیا جاوے گا ابن القاصی
 نے کہا کہ اس زمانہ میں رد علی الزوجین پر فتویٰ ہے بیت المال کے فساد کی وجہ سے اور ذریعہ میں ہے کہ جو مال فاضل ہو زوجین سے وہ بیت المال
 میں نہ دکھا جائے بلکہ انہیں کو یعنی زوجین کو پھر دیا جائے کیوں کہ وہ اقرب ہیں بیت کی طرف من جہۃ السبب بہ نسبت اور شخصوں کے اور اسی
 طرح بیٹا اور بیٹی رضاعی انتی کذا فی رد روح الشروع اور حاشیہ نجم زادہ میں قنینہ سے ہے کہ بنات معتق اور اس کے ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں
 ہمارے زمانہ میں جن کے معتق کا کوئی وارث نسبی نہ ہو اور اسی طرح ہمارے زمانے میں زوجین پر میراث ہوگا اور اس نے مرصاد سے نقل کیا
 کہ اب اسی قول پر فتویٰ ہے انتی پھر نجم زادہ نے کہا کیوں کہ اس پر فتویٰ نہ ہو کہ ہمارے زمانہ میں بیت المال نہیں بیت المال تو صحابہ اور
 تابعین کے زمانے میں تھا اور اگر سلطان یا قاضی کو مال مذکور دیا جاوے تو وہ بیت المال کے مصارف میں صرف نہیں کرتے اور فرائض عبد اللہ
 شہید میں بھی اسی طرح رد علی الزوجین بتعلیل مذکور مسطور ہے اور روح الشروع میں قنینہ سے مذکور ہے کہ ایک عورت اپنا زوج چھوڑ کر مری
 سو زوج نے نصف باقی عالم مسلمان محتاج کو دیا تو وہ عند اللہ معذور ہوگا انتی کذا فی الطحاوی م ذوی الارحام پھر ذوی الارحام
 م یعنی جب اہل فروض نسبیہ اور عصبات مذکورہ نہ ہوں تو ترکہ میں ذوی الارحام سے ابتدا ہوگی فروض نسبیہ کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر مسئلہ میں
 احد الزوجین ہوگا تو اس کا فرض حصہ دے کر جو باقی رہے گا وہ ذوی الارحام کو دیا جاوے گا اس واسطے کہ زوجین اہل رد سے نہیں ہیں

تو جیسے اہل فرض کے نہ ہونے سے ذوی الارحام میں تقسیم ہوتی ہے اسی طرح اہل فرض کے باقی رہے مال بھی ان کو دیا جاتا ہے قالہ الاکل
 ابن کمال نے کہا ذوی الارحام وہ قرابت دار ہیں جن کا نہ حصہ مقرر ہے اور نہ وہ عصبہ ہیں خواہ میث کی مال کی طرف سے قرابت داروں
 یا اس کے باپ کی طرف سے اور لغت میں ذو رحم قریب من حیث الام کو کہتے ہیں کذا فی الطحاوی ثم بعدہم مولی الموالاة کما مر فی کتاب الوارث
 پھر بعد اصناف مذکورین کے مولائے موالاة ہے چنانچہ بیان اُس کا کتاب الوالاد میں گذر گیا م یعنی جب کہ اہل فرض اور عصبہات اور ذوی الارحام
 سے کوئی نہ ہو تو مولائے موالاة میراث پاوے گا موالاة لغت میں معنی دوستی کے ہیں اور اصطلاح شرع میں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے
 کہ تو میرا مولیٰ یعنی دوست ہے میرے مال کا تو وارث ہونا جب کہ میں مردوں اور میری طرف سے خوبہادینا اگر میں کسی کو قتل کر دوں اور دوسرے
 نے کہا کہ میں نے یہ قبول کیا تو اب عقد ولاد کی صحیح ہو گئی اور قائل اس کلام کا اُس کا مولیٰ ہوا اُس کا وارث ہوگا جب وہ مرے گا اور دیت دے گا
 اس کی طرف سے جب وہ جنایت کرے گا ہم خفیوں کے نزدیک خلفاً للشافعی اور اگر دونوں طرف سے شرط واقع ہوئی تو بھی درست ہے ابن کمال
 نے کہا شرائط ولایہ ہیں کہ وہ شخص آزاد ہو اور مجبی ہو اور عربی نہ ہو اور نہ اُن کے مولیٰ سے ہو اور عقد ولاد کے وقت اُس کا کوئی وارث نہ ہو اور
 اس کی طرف سے بیت المال یا مولائے موالاة نے خوبہاد ادا کیا ہو انتہی اور اُس کے محمول النسب ہونے یا نہ ہونے کی شرط میں اختلاف ہے
 اور اسی طرح اسلام کی شرائط میں اختلاف ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی سے ملخصاً ولہ الباقی بعد فرض احد الزوجین ذکرہ السید الشریف اور بعد
 فرض احد الزوجین کے باقی مال مولاء موالاة کا ہے سید شریف نے اس کو ذکر کیا ہے م وارث ہونا مولائے موالاة مردی ہے حضرات عمر فاروق اور
 علی مرتضیٰ اور ابن مسعود اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سو اسی پر ابراہیم نخعی اور ہمارے علمائے عمل کیا ہے اور اس پر دلیل ہے
 قولہ تعالیٰ والذین عقدت ایمانکم فالتوہم نصیبکم یعنی میراث کا نصیب اہل تفسیر نے بیان کیا کہ مراد اس سے عقد موالاة کا ہے اور امر ہے وجوب
 کے واسطے اور نصیب کی اصناف ان کی طرف اختصاص پر دلالت کرتی ہے اور وہ استحقاق کی دلیل ہے اور اگر امر بر سبیل احسان اور معونت کے
 ہوتا تو ارشاد ہوتا فالتوہم نصیباً اور اس بیان سے دفع ہو گیا وہ قول کہ آیت کریمہ میں قسم مراد ہے اس واسطے کہ اس وقت میں فالتوہم نصیبکم اس
 سے مرتبط نہیں ہوتا بلکہ مراد صنفہ بالیمین ہے بنا بر عادت کے اس طرح پر کہ ہر واحد متعاقبین سے دوسرے کا ماتقہ پکڑتا ہے معاقدہ کے وقت
 اور احادیث اس میں بہت ہیں ازال جملہ تمیم داری کی حدیث ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی مرد میرے پاس آتا ہے
 اور میرے ماتقہ پر مسلمان ہوتا ہے تو فرمایا کہ وہ تیرا بھائی اور مولیٰ ہے تو زیادہ تر حق دار ہے اس کی زندگی اور موت میں انتہی یعنی زندگی میں اس
 کی طرف سے دیت جنایت کی دے اور موت کے بعد اس کی میراث لے کذا فی الطحاوی ملخصاً عن صور السراج وشرح الاکمل ثم المقرلہ
 بنسب علی غیرہ لم یثبت پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص میراث پاوے گا جس کے واسطے غیر مقرر بنسب کا اقرار ہوا اس طرح پر کہ اس غیر کے
 اقرار سے مقرلہ کا نسب ثابت نہیں ہوا م صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے خالد کو کہا کہ یہ میرا بھائی ہے تو زید مقرب ہے اور خالد مقرلہ اور غیر زید
 کا باپ ہے وہ مقرب علیہ ہے یعنی جب خالد کو بھائی کہا تو زید کا باپ اس کا بھی باپ ٹھہرا تو اگر زید کا کوئی وارث نہیں اور اس نے ایک محمول النسب
 کو بھائی کہا تو وہ اس کا مال بطریق میراث کے پاوے گا لیکن مقرر کے باپ سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا اور نہ اس کی میراث پاوے گا اس
 واسطے کہ آدمی کا اقرار اس کی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر فتاویٰ عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ مقرلہ بالنسب علی غیر اس طرح پر کہ اس کا
 نسب فیہ کے اقرار سے ثابت نہیں جب کہ مقرر جائے اسی اقرار کے اصرار پر چنانچہ یوں اقرار کرنا کہ یہ میرا بھائی ہے یا بہن اور مانند اس کے انتہی

ملہ اور جن سے اقربا نہ ہا تم نے پوچھا ان کو ان کا حصہ ۱۲ ملہ یعنی دوران کو کوئی حصہ

فلو ثبت بان صدقة المقر عليه او اقر بمثل اقراره او شهد رجل آخر ثبت نسبة حقيقة وزايم الورثة وان رجع المقر او اقر مقر له كما نسب ثابت ہو گیا اس طرح کہ مقر نے مقر کی تصدیق کی یا اقرار کیا یا مذاقرا مقر کے یا دوسرے ایک مرد نے مقر کے اقرار کے ساتھ گواہی دی تو اب اس کا نسب حقیقت میں ہو جاوے گا اور مقر مقر کے وارثوں سے مزاحمت کرے گا اگرچہ بعد امور مذکورہ کے مقر اپنے اقرار سے منکر ہو جائے مقرر کی تصدیق طرح کہ مثلاً زید کا باپ کہے کہ ابا خالد میرا بیٹا ہے اور تیرا بھائی ہے اور اسی طرح مقر کے وارثوں کی تصدیق معتبر ہے بشرطیکہ وہ اقرار کے ہوں مثلاً زید کی اولاد یوں کہے کہ خالد ہمارا چچا ہے اور مقر علیہ کا اقرار اس طرح ہو کہ وہ کہے بدو در یافت کرنے اقرار مقر کے کہ وہ میرا بیٹا ہے ہر چند رجوع اقرار سے منع است میں معتبر ہے لیکن جب مقر علیہ کی تصدیق یا اقرار یا شہادت قبل رجوع کے پائی گئی تو رجوع معتبر نہ ہوگا اور مانع نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و کذا الوصیة المقر قبل رجوع و تمامہ فی مشرح السراجیۃ سیار روح الشروع وقد لخصتہ فیما علقۃ علیہا اور اسی طرح مقر مقر کا ثابت ہوگا اگر مقر نے مقر کی تصدیق کی قبل رجوع کرنے مقر کے اور اس کا پورا بیان فرامض السراجیۃ کی شرحوں میں مذکور ہے خصوصاً روح الشروع میں اور البتہ میں نے اس کا خلاصہ بیان کیا سراجیہ کی شرح میں مخطاوی نے کہا کہ شارح اس میں یعنی تصدیق مقر سے اثبات نسب ہونے میں مصنف کی شرح کا تابع ہو گیا ہے اور مصنف نے اس قول کو بعض شراح سراجیہ کی طرف منسوب کیا ہے اور حالاً یہ قول بلا وجہ ہے اس واسطے کہ مقر کی تصدیق سے مقر علیہ سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور بشرح مصنف کی اخیر عبارت اس میں مزید ہے کہ تصدیق مقر علیہ کی معتبر ہے نہ مقر کی انتہی مخلصاً تم بعد تم الموصی لہ بما زاد علی الثلث و لوبالکل پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شحط ترک میت کا لے گا جس کے واسطے تہائی مال سے زیادہ میت نے وصیت کی اگرچہ تمام مال کی وصیت کی ہو م اس واسطے کہ موصی نے اپنا مال ایک شخص کی طرف صرف بلا اضطرار شخص معین کیا تو یہ جائز ہے برخلاف اس کے کہ اگر اس کا کوئی وارث معلوم ہو تو جائز نہ ہوگا کہ اس میں اس کی حق تقفی ہے اور سید شریف نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ وصیت زائد علی الثلث وارثوں کے سبب سے ممنوع تھی پھر جب کہ ایک بھی وارث نہ پایا گیا تو جس کے واسطے جو موصی معین کر دے گا وہ پورا اس کا مال ہوگا ہمارے نزدیک کذا فی الطحاوی و انا قدم علیہ المقر لاند نوح قرابۃ بخلاف الموصی لہ اور زائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقدم نہیں کیا گیا مقر لہ اگر اسی وجہ سے کہ مقر میں ایک طرح کی قرابت ہے یعنی قرابۃ کا احتمال ہے برخلاف موصی لہ کے کہ اس میں قرابت کا کچھ احتمال نہیں م یعنی مال مقر کا قوی تر ہے اس احتمال سے کہ شاید مقر صادق اپنے اقرار میں بلکہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ اسی اقرار پر مقر مر گیا اور وارث مقدم ہے زائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقدم فی بیت المال لا ارثا بل فیئاً للمسلمین پھر مراتب تسعہ کے بعد میت کا ترکہ بیت المال میں رکھا جائے ارث کی راہ سے نہیں بلکہ بوجہ غنیمت منافع مسلمین کے واسطے لا وارثی مال بیت المال میں رکھا جاتا ہے م روح الشروع میں ہے کہ علی مرتضیٰ اسے مروی ہے فرمایا کہ جو اسلام میں بخوشی داخل ہوا اور قرآن ظاہر ہو کر پڑھا تو اس کا حق بیت المال میں ہر سال دو سو درہم ہے اور ایک روایت میں دو سو دینار ہے اگر وہ دنیا میں نہ پاوے گا تو آخرت میں لے گا اور شرح مختصر طحاوی میں ہے کہ مصارف بیت المال کے علاج ہے بیماروں کا اور اکیان موتی اور نفقہ یقین اور جو عاجز ہو کسب اور پیشے سے کذا فی الطحاوی مختصراً و هو العہ علی ما ہنا الریجۃ اور موانع ارث کے برابر اس

لہ قال الطحاوی و لفظ المصنف فی شرحہ فلا ینفع المقر رجوع عن اقرارہ لان نسب المقر قد ثبت عن المقر علیہ ومن مزدرة ثبوت نسب ارث من المقر و یصیر ارث من المقر تصدیق المقر علیہ اور باقرارہ لا باقرار المقر فیکون اقرار المقر و عدم اقرارہ بمنزلۃ فلا ینفع رجوع انتی بکروۃ ۱۲

مقام کے چارہم جب اسباب ارث کے مذکور ہو چکے تو اب موانع ارث کا بیان شروع ہوا اس واسطے کہ ہر چیز کے تحقق میں فقط سبب کا وجود کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ارتفاع موانع بھی ضروری ہے مانع وہ ہے جس کے ہونے سے مقتضائے سبب نہ ہو سکے ارث عبارت ہے میت حقیقی یا حکمی کے صاحب نسب کی خلافت سے میت کے مال میں یا اس کے حق میں جو خلافت کا قابل ہے یا میت کے صاحب نکاح یا صاحب ولاد کی خلافت سے خواہ نسب اور نکاح اور ولاد حقیقی ہو یا حکمی اور خلافت یہ ہے کہ شخص باقی شخص مانعی کے مانند ہو جائے میت حکمی کی قید اس واسطے لگائی تاکہ داخل رہے وہ نسب اور نکاح اور ولاد جو فقط میت کے اقرار سے ثابت ہو کذا فی الطحاوی لمخصاً الرفق ولونا قصداً مکاتب وکذا مبعض عند ابی حنیفہ رحمہما اللہ موانع ارث سے پہلا مانع رقی ہے یعنی مملوک ہونا اگرچہ ملک ناقض ہو چنانچہ غلام مکاتب اور اسی طرح وہ غلام جو نصف یا ربع آزاد ہے کل آزاد نہیں امام ابو حنیفہؒ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک میراث سے محروم ہے و قال ابو حنیفہؒ ویجب قال الشافعی لایرث بل یورث وقال احمد یث ویجب بقدر ما فیہ من الحرۃ اور صاحبینؒ نے کہا کہ جس غلام کا نصف یا ربع آزاد ہو وہ بمنزلہ آزاد کے ہے تو وارث ہوگا اور غیر کا حاجب ہوگا اور امام شافعیؒ نے کہا کہ وہ وارث نہ ہوگا بلکہ اس کا مال اس کے وارث کو ملے گا اور امام احمدؒ نے کہا کہ وہ وارث اور مورث اور حاجب ہوگا بقدر اس کے حریت کے جو اس میں ثابت ہے وقد ذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث فیہا الرقیق مع رقی کلہ

۱۔ صورتاً مستان جنی علیہ فلیحق بدار الحرب فاسترق و مات رقیقاً بسرۃ تک الجنایۃ فذیۃ لورثۃ ولم ارہ لامتنا فحکمر اور البتہ علماء شافعیہ نے ایک وہ مسئلہ مذکور کیا ہے جس میں رقیق کا مال مورث ہوتا ہے باوجودیکہ وہ غلام کچھ بھی آزاد نہیں ہوا صورت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ حر بنی مستان پر دارالاسلام میں جنایت واقع ہو یعنی کسی نے اس کو زخمی کیا پھر وہ دار الحرب میں لاحق ہوا پھر وہاں گرفتار ہو کر غلام ہوا اور غلامی کی حالت میں اسی زخم کی سرایت سے مر گیا تو اس کا خون بہا اس کے وارثوں کا ہے اور یہ مسئلہ ہم نے اپنے مذہب کے اماموں کے کلام میں نہیں دیکھا تو اس کی تیقح اور تحریر کرنا چاہیے

والقتل الموجب للقتل والکفارة وان سقطا بحرۃ الالبوة علی مامر اور دوسرا مانع ارث کا قتل ہے جو قصاص اور کفارہ کا موجب ہے اگرچہ قصاص اور کفارہ بسبب حرمت پدری کے ساقط ہو جائے چنانچہ کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکا قصاص کا موجب قتل عمد ہے اور کفارہ کا موجب شیعہ عمد اور خطا اور قائم مقام خطا ہے تو معلوم ہوا کہ جس قتل سے قصاص اور کفارہ متعلق نہیں وہ مانع میراث کا نہیں چنانچہ قتل بالسبب جیسے ایک شخص نے غیر کی ملک میں کنواں کھود یا پتھر رکھا اور اس کا مورث اس میں گر کے مر گیا تو کنواں کھودنے والا اور پتھر کار کھنے والا اس کی میراث سے محروم نہ ہوگا وعند الشافعی لایرث القاتل مطلقاً اور امام شافعیؒ کے نزدیک قاتل مطلقاً وارث نہیں ہوتا خواہ اس کا قتل قصاص اور کفارہ کا موجب ہو یا نہ ہو ولومات القاتل قبل المقتول ورثۃ المقتول اجماعاً اور اگر قاتل مر گیا مقتول سے پہلے تو مقتول قاتل کا وارث ہوگا بالاتفاق ہم قاتل محروم ہے قتل کے گناہ سے مقتول کا کیا قصور ہے جو میراث سے محروم رہے واختلاف الملتین اسلاماً وکفرًا اور تفسیر مانع میراث کا اختلاف ہے دو دین کا باعتبار اسلام اور کفر کے معنی اگر وارث مسلمان ہے اور مورث کافر یا عکس اس کے تو ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا اور اگر اسلام اور کفر کا اختلاف نہیں چنانچہ ایک یہودی اور نصرانی تو یہ اختلاف دینی مانع ارث کا نہیں ہے وقال احمد ان اسلم الکافر قبل قتمۃ الترمۃ ورث اور امام احمدؒ نے کہا کہ اگر کافر مسلمان ہو گیا ترکہ مسلم کے قسمت ہونے سے پہلے تو وارث ہوگا واما المرتد فیورث عندنا خلافاً للشافعی رحمہ اللہ اور مرتد کے مال میں سے یعنی اگر مثلاً جو تھائی آزاد ہوگا تو اس کا جو تھائی مال مورث مٹھے گا اسی طرح اگر آزاد ہونے کی صورت میں کسی قدر میراث پاتا تو اس صورت میں اس کا چہم چادے گا اور جس حصار کا حاجب ہوا اس کے چہم حصہ کا حاجب ہوگا ۱۲ یعنی جس صورت میں کہ باپ مثلاً بیٹے کو قتل کرے ۱۳

تو میراث جاری ہے ہمارے نزدیک برخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے م میراث جاری ہے مرتد کے اس مال میں جو اس نے زمان اسلام میں کسب کیا اس واسطے کہ میراث مسلم کی مرتد سے مستند ہے حالت اسلام کی طرف سے کیونکہ ارتداد سے وہ مالک ٹھہرے گا کہ مقصود زندگی سے ایمان تھا سو اس سے فوت ہو گیا اور جس کا مقصود فوت ہوا وہ معدوم کے مانند ہے بدلیل قولہ تعالیٰ اومن کان میتا فاجیناہ یعنی جو کافر تھا اس کو ہم نے ہدایت کیا لیکن اس پر بھی مرتد سے ہونے بسبب اعتبار اور تذکیر اور جبر علی الاسلام کے مقصود کی امید ہے تو موت کا حکم ظاہر نہ ہوگا جب تک قطع امید نہ ہو جاوے اس کی قتل یا موت یا قضاء بالحق سے پھر جب امید قطع ہوگی کسی وجہ مذکور سے تو وہ میت ٹھہرے گا ارتداد کے وقت سے تو اس کا مسلم وارث کیا کی میراث پاوے گا اور جو اس نے ارتداد کی حالت میں مال حاصل کیا وہ غنیمت ہے مسلمین کی اور صاحبین کے نزدیک اسلام اور ارتداد کا مال وارث مسلم کا ہے اور اگر عورت مرتد ہو گئی تو امام اور صاحبین سب کے نزدیک دونوں حالتوں کے مال وارث مسلم کے ہیں اور امام شافعی کے نزدیک مرتد کے دونوں کسب کا مال بیت المال میں رکھا جاوے گا کذا فی المطاوعے مخلصاً قلت و ذکر الشافعیۃ مسئلہ یورث فیہا الکافر صور تھا کافر مات من زوجہ حاملہ و وقفنا میراث الحمل فاسلمت ثم ولدت ورث الولد ولم ارہ صریحاً لا متناہیں کتابوں اور علماء شافعیہ نے ایک مسئلہ مذکور کیا ہے جس میں کافر کے مال کا مسلمان وارث ہوتا ہے صورت اس کی یہ ہے کہ ایک کافر مر گیا اپنی زوجہ حاملہ چھوڑ کر اور ہم نے حمل کی میراث اٹھا رکھی ہو اس کی زوجہ مسلمان ہو گئی پھر اسلام کے بعد لڑکا جنی تو وہ لڑکا وارث ہوگا اپنے باپ کا اور میں نے یہ مسئلہ اپنے علماء کے کلام میں صریحاً نہیں دیکھا امام اس میں لڑکا اپنی ماں کا تابع ہوا والرابع اختلاف الدارین فیما بین الکفار عندنا خلافاً لشافعی اور جو تھا مانع ارث کا اختلاف دارین ہے یعنی دو ملکوں کا اختلاف فیما بین کفار کے ہمارے نزدیک برخلاف شافعی کے م اختلاف وارد ہوتا ہے لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اس واسطے کہ فیما بینہم عصمت منقطع ہو جاتی ہے یعنی حفاظت جان اور مال کی باقی نہیں رہتی کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دارین چہ قسم ہے اول یہ کہ حقیقۃً اور حکماً دونوں طرح اختلاف ہو جیسے کافر حربی دار الحرب میں اور کافر ذمی دار الاسلام میں اور ثانی یہ کہ فقط علمی اختلاف ہو چنانچہ وہ حربی مستامن جو اپنے ملک کے جانے پر تیار ہے ساتھ اس ذمی کے جو دار الاسلام میں ہے یا دو کافر حربی دو ملک کے دار الاسلام میں مستامن ہیں یا مستامن مسلم حربی کے ساتھ دار الحرب میں اور تیسرا یہ کہ فقط حقیقی اختلاف ہو چنانچہ حربی مستامن دار الاسلام میں ساتھ اس حربی کے جو دار الحرب میں ہے اور دو دونوں ایک ہی ملک کے ہیں اور مانع ارث ہمارے نزدیک پہلے دونوں قسمیں میں نہ تیسری قسم تو مانع اختلاف علمی ہے خواہ اس کے ساتھ اختلاف حقیقی ہو یا نہ ہو اور امام شافعی کے نزدیک اس کے بالکس ہے تو ذمی اور مستامن میں ان کے نزدیک تو ارث ہے اور قسم ثالث میں تو ارث نہیں انتہی کذا فی المطاوعی حقیقۃً کحربی و ذمی اختلاف دار کا حقیقۃً ہو چنانچہ حربی اور ذمی میں م یعنی حربی مر گیا دار الحرب میں اور اس کا باپ یا بیٹا ذمی ہے دار الاسلام میں تو ذمی اس حربی کا وارث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر ذمی دار الاسلام میں مر گیا اور اس کا باپ یا بیٹا دار الحرب میں ہے تو یہ حربی اس ذمی کا وارث نہ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی او حکماً مستامن و ذمی و کحربین من دارین مختلفین کترکی و مہندی لانقطاع العصمت فیما بینہما یا اختلاف دار کا حکماً ہو چنانچہ مستامن اور ذمی دار الاسلام میں یا چنانچہ و حربی دو ملکوں مختلف کے چنانچہ ترکی اور مہندی تو ان میں تو ارث نہیں بسبب منقطع ہونے عصمت کے درمیان ان کے م قولہ کحربین کو اگر اس پر محمول کیجیے کہ دو حربی دو ملک کے اپنے مختلف ملکوں میں ہیں تو یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ من قبیل اختلاف دارین کے ہے حقیقۃً تو اختلاف حقیقی کے مثال میں اس کو ذکر کرنا تھا اور اگر اس پر محمول کیجیے کہ دو حربی دو ملک مختلف کے دار الاسلام میں بطریق استیمان کے ہیں تو وہ ایک ملک میں ہیں حقیقۃً اور دو ملک مختلف میں ہیں حکماً تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے کحربین

سے زبردستی مسلمان کرنا ۱۲ اسلہ دار الحرب میں مل جانے کا حکم ۱۳ یعنی خوف جان کا ہر ایک کو ایک دوسرے سے دور نہیں ہوتا ۱۴

کے کتا مین کتا انقطاع عصمت اختلاف دار سے اس طرح ہے کہ ہر ملک والا دوسرے ملک والے کے قتل کو حلال جانتا ہے اور بار ڈالتا ہے جب اس کو پتا ہے تو اس میں اس کلام کی طرف سے اشارہ ہے کہ جب مختلف دو ملکوں کے بادشاہوں میں عہد اور پیمان ہو باہم مددگاری کا تو وہ دونوں دارمختلف میں یعنی بمنزلہ ایک ملک کے ہیں کذا فی الطحاوی بخلاف المسکین بر خلاف مسلمین کے معنی فیما بین مسلمین کے اختلاف دار مانع میراث کا نہیں ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دار کا باعتبار اختلاف لشکر اور سلطنت کے کفار کے حق میں مستحق ہوتا ہے نہ مسلمین کے حق میں اس واسطے کہ اہل بغی اور اہل عدل باہم وارث ہوتے ہیں اگرچہ باغیوں کا لشکر اور سلطنت علیحدہ ہو اور اہل عدل کا علیحدہ اس واسطے کہ دارالاسلام دارالاحکام ہے تو اسلام کا حکم ان سب کو شامل ہے تو ان میں بتائیں نہیں لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اور دارالحرب تو دارالاحکام نہیں بلکہ دارقر ہے تو وہاں اختلاف لشکر اور سلطنت سے بتائیں دارمستحق ہوتا ہے اتنی اور روح الشرح میں کہا کہ مسلمین میں اختلاف معتبر نہیں اس واسطے کہ بلاد اسلام باوجود وسعت اور بقا عدس کے اطراف کے اور قائم ہونے محاربہ کے امالی بلاد اسلام میں وہ ایک ہی دار ہے شارع کی نظر میں چنانچہ کافروں کے دین باوجود یکہ نفس الامر میں کثرت سے ہیں ایک دین ہے شارع کی نظر میں کذا فی الطحاوی قلت ولقی من الموانع جہالت تاریخ موتی کا لغزنی والحر تے والدمی والحق لکما یسجدی میں کتا ہوں اور مجملہ موانع ارث کے باقی رہے تین مانع مجہول ہونا تاریخ موتی کا چنانچہ ڈوبنے والے اور جلنے والے اور دیوار یا مکان کے نیچے کے کچلنے والے اور مقتول لوگ چنانچہ اس کا بیان آگے آوے گا معنی اگرچہ لوگ غرق یا حرق سے مر گئے تو ان میں توارث نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا اور کون بعد طحاوی نے ابن کمال سے نقل کیا کہ جہالت تاریخ مانع نہیں اس واسطے کہ اصطلاح میں مانع ارث وہ ہے جس سے ارث کی اہلیت فوت ہو تو اگر میراث فوت ہو سوائے اہلیت کے اور وجہ سے وہ مانع میں داخل نہیں تو جس نے استہام تاریخ موتی کو مانع کہا اس نے خطا کی اتنی مختصر اور منہاجہالت التوارث وذلك في خمس مسائل او اكثر مبسوطه في المحبته منها ارضعت صبيا مع ولد او ماتت و حمل ولد فلا توارث اور مجملہ موانع ارث کے مجہول ہوتا ہے وارث کا اور یہ جہالت پانچ مسئلوں میں یا زیادہ مفصل مذکور ہے مجتبیٰ میں از مجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دایہ نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا اپنے لڑکے کے ساتھ اور وہ دایہ مر گئی اور معلوم نہیں کہ دونوں لڑکوں میں سے اس کا لڑکا کون ہے تو دونوں لڑکوں میں سے دایہ کا کوئی وارث نہ ہوگا وکذا لو اشتبه ولد مسلم من ولد نصرانی عند النظر وکبرهما مسلمان ولا یرثان من ابویہما زاد فی المنیۃ الا ان یصلح لهما فلما ان یاخذ المیراث بینہما اور اسی طرح اگر مشتبه ہو جائے مسلمان کا لڑکا نصرانی کے لڑکے سے دایہ کے پاس اور دونوں لڑکے بالغ ہوں تو وہ دونوں مسلمان ہیں اور میراث نہ پادیں گے اپنے باپوں کی مقیم میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے مگر یہ کہ دونوں لڑکے آپس میں صلح کر لیں تو ان کو میراث لینا جائز ہے آپس میں نصف نصف یا جس قدر صلح ہووے م دونوں کا مسلمان ہونا تو اس وجہ سے کہ الاسلام یصلو ولا یصلح اس واسطے جائز ہوئی کہ میراث تو انہیں کی ہے بلا شک ان سے متجاوز نہیں مگر عدم تعیین مانع ہے پھر جب صلح ہوئی تو جس قدر واقعی وارث کو پہنچا رہ تو اس کا حق ہے اور جو دوسرے کو پہنچا وہ ہمہ ہوگا حتیٰ کے جانب سے ثم بن ذوی الفروض مقدما للزوجة لانها اصل الولاد اذ منہا تتولد الاولاد پھر مصنف نے بعد موانع ارث کے ذوی الفروض کا بیان کیا زوجہ کو سب سے مقدم کر کے اس واسطے کہ زوجہ اصل ولاد ہے کہ اسی سے تو اولاد پیدا ہوتی ہیں فقال فی فرض للزوجة فصاعدا الثمن مع ولد او ولد ابن وان سفل سوکھا مصنف نے تو مفروض اور عین ہے ایک زوجہ اور چند زوجات کے واسطے آٹھواں حصہ ولد کے ساتھ یا پوتے کے ساتھ اگرچہ سافل ہو یعنی پوتا پر دنا سر و نام ولد اور ولد لابن خواہ ذکر ہو خواہ انثیٰ اسی زوجہ سے ہو یا اور عورت سے ہر صورت زوجہ کا حق ثمن ہے اولاد کے ساتھ خواہ ایک زوجہ ہو یا چار تو اگر چار زوجہ ہوں تو آٹھواں حصہ آپس میں برابر بانٹ لیں گی عدم اولویت کی وجہ سے کذا فی الطحاوی والربیع لہما عند

عندمما فلنزوجات حالتان الزلع بلا ولد ولثمن مع الولد اور چوتھائی حصہ زوجہ کا ہے جب کہ ولد اور ولد الابن نہ ہو تو زوجات کے دو حال ہیں یعنی ربع بلا ولد اور ثمن مع الولد والربع للزوج فاکثر کما لو ادعی رجلاً فاکثر نکاح میتہ و برہنہ و لم یکن فی بیت واحد منهم ولا دخل بها فانهم یقسمون میراث زوج لعدم الاولیۃ مع احدہما ای الولد او ولد الابن اور زوج کا حصہ چوتھائی ہے ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ خواہ ایک زوج ہو یا زیادہ چنانچہ دو مردوں نے یا زیادہ دعویٰ کیا عورت مردہ کے نکاح کا اور گواہ لائے اپنے نکاح پر اور وہ عورت ان مدعیوں میں سے کسی کے گھر میں نہ تھی اور نہ کسی مدعی نے اس سے قربت کی تھی تو میراث زوج کو مدعی آپس میں بانٹ لیں گے برابر عدم اولویت کی وجہ سے م اور اگر زوجہ زندہ کے نکاح کا چہرہ مرد دعویٰ کریں اور گواہوں سے ثابت کریں تو گواہیاں ساقط الاعتبار ہوں گی اور عورت اس مدعی کی ہوگی جس کی وہ تصدیق کرے بشرطیکہ اس کے پاس نہ ہو جس کی اس نے تکذیب کی اور اس نے قربت بھی نہ کی ہو اور اگر دعویٰ میں تاریخ کا پس و پیش ہے تو تاریخ سابق کا مدعی احق ہے لکن فی المظاہر والی والنصف لہ عندمما فلنزوج حالتان النصف والربع اور زوج کا حصہ نصف ہے جب کہ ولد اور ولد الابن نہ ہو تو زوج کے دو حال ہیں نصف بلا ولد اور ربع مع الولد ولاب والجد ثلث احوال الفرض المطلق وهو السدس وذلك مع ولد او ولد الابن اور باپ اور دادا کے تین حال ہیں فرض مطلق یعنی خالی تعصیب سے اور وہ پچھا حصہ ہے ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ والتعصیب المطلق عندمما اور دوسرا حال تعصیب مطلق ہے یعنی خالی فرض سے دونوں کے نہ ہونے کے وقت، یعنی جب کہ ولد اور ولد الابن نہ ہو تو بعد ذوی الفروض کے باقی مال کو باپ یا دادا لے گا بطریق عصوب والفرض والتعصیب مع البنت او بنت الابن اور فرض اور تعصیب بیٹی یا پوتی کے ساتھ م باپ یا دادا اول اپنا حصہ فرض یعنی سدس لے گا اور بیٹی یا پوتی اپنا حصہ فرض یعنی نصف لے گی اور جو باقی رہا اس کو باپ یا دادا بطریق عصوب کے لے گا قلت و فی الاشباہ والجد کالاب الا فی ثلث عشرۃ مسئلۃ خمس فی الفرائض و باقیہ فی غیر ہا میں کتا ہوں اور اشباہ میں ہے کہ دادا باپ کے مانند ہے مگر تیرہ مسئلوں میں دادا باپ کے مانند نہیں پانچ مسئلے تو فرائض میں ہیں اور باقی آٹھ مسئلے غیر فرائض میں ہیں م فرض کے پانچ مسئلے یہ ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ دادی باپ کے ساتھ وارث نہیں ہوتی اور دادا کے ساتھ وارث ہوتی ہے ۲۔ یہ کہ میت نے جب کہ والدین اور احد الزوجین کو چھوڑا تو بعد حصہ احد الزوجین کے مال اس کی مالیتی کا ثلث پاوے گی اور اگر نہ بجائے باپ کے دادا ہو تو مال اس کی مجموع مال کا ثلث پاوے گی طرفین کے نزدیک ۳۔ یہ کہ بنی اعیان اور بنی علات سب ساقط ہو جاتے ہیں باپ کے ساتھ بالاتفاق اور دادا کے ساتھ فقط امام کے نزدیک ساقط ہوتے ہیں نہ صاحبین کے نزدیک ۴۔ یہ کہ آزاد کرنے والے کا باپ اس کے فرزند کے ساتھ سدس وللا کا لیتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور دادا کے واسطے یہ نہیں ہے بلکہ تمام وللا بیٹا لے گا دادا کو کچھ نہ ملے گا باقی اماموں کے نزدیک ۵۔ یہ کہ اگر غلام آزاد نے اپنے آزاد کرنے والے کا دادا اور بھائی چھوڑا امام نے کہا کہ وللا دادا کے واسطے مخصوص ہے اور صاحبین نے کہا کہ دونوں میں مشترک ہے اور اگر دادا کے بجائے باپ ہو تو تمام میراث وہی پاتا بالاتفاق اور باقی آٹھ مسئلوں کی تفصیل ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وصیت کی اقرباء نزدیک کے واسطے مثلاً تو زید کا باپ وصیت میں داخل نہ ہو گا دادا اس کا داخل ہو گا فی ہر الروایۃ میں ۲۔ یہ کہ صغیر کا صدقہ و نظر والد باپ پر واجب ہوتا ہے نہ دادا پر ۳۔ یہ کہ اگر باپ آزاد کیا گیا تو اپنے ولد کی وللا کو اپنے موالی کی طرف کھینچے گا نہ وللا کے موالی کی طرف ۴۔ یہ کہ صغیر مسلمان ہو جائے اپنے باپ کے اسلام سے نہ دادا کے اسلام سے ۵۔ یہ کہ اگر زید مر گیا اولاد صغیر اور مال چھوڑ کر تو اس کی ولایت زید کے باپ کی ہے نہ زید کے دادا کو ۴۔ یہ کہ اگر صغیر کا بھائی اور دادا ہے تو ابو یوسف کے نزدیک نکاح کی

۱۔ بنی اعیان یعنی سگے بھائی بن اور بنی علات یعنی سوتیلے بھائی بن جن کی مال جدا ہو اور باپ ایک ہو ۱۲

ولایت میں دونوں شریک ہیں اور امام کے نزدیک داد کو ولایت مخصوص ہے اور اگر بجائے داد کے باپ ہوتا تو اسی کو ولایت مخصوص ہوتی بالاتفاق ۷۔ یہ کہ جب صغیر کا باپ مر گیا تو وہ یتیم ہو گیا داد کے ہونے سے اس کی یتیمی زائل نہیں ہوتی ۸۔ یہ کہ اگر میت مر گیا اور اس کی اولاد صغار ہے اور مال نہیں ہے اور میت کی ایک مال ہے اور داد تو نفقہ صغار کا مال اور داد پر ہے اس طرح کہ تنائی نفقہ مال پر ہے اور دو تنائیاں داد پر اور اگر داد کی جگہ باپ ہوتا تو تمام نفقہ اسی پر واجب ہوتا لہذا فی الاشباہ و زاد ابن المصنف فی زادہ اخری من الفصولین ضمن الاب مہر صبیہ فاذا رجع لو شرط والا لاولد ولیدیا غیرہ او وصیاً رجع مطلقاً انتہی فقولہ لو ولیدیا غیرہ لعم الجہ فی رجع کا لوصی بخلاف الاب اور شیخ صالح ابن مصنف نے اپنے حاشیہ اشباہ میں جس کا زادہ ہر الجواب ہر نام ہے اشباہ کے تیرہ مسکوں پر ایک اور مسئلہ زیادہ کیا ہے فصولین سے نقل کر کے وہ مسئلہ یہ ہے کہ باپ نے اپنے طفل صغیر کے مہر کی ضامنی کی پھر مہر اس کا ادا کیا اپنے مال سے تو صغیر کے مال سے بھر لے اگر اس نے ادا کے وقت رجوع کرنا شرط کر لیا ہو اگر شرط نہ کیا ہو تو رجوع جائز نہیں اور اگر باپ کے سوا اور کسی صغیر کے ولی نے یا وصی نے مہر کی ضامنی کر کے مہر ادا کیا ہو تو رجوع کرے مطلقاً انتہی یعنی شرط اور بلا شرط ہر صورت رجوع جائز ہے شارح نے کہا تو ولی غیر باپ کا لفظ داد کو بھی شامل ہے تو داد بھی وصی کے مانند مطلقاً رجوع کرے گا برخلاف باپ کے وللا م ثلثہ احوال السدس مع احدہما او مع اثین من الاخوة او من الاخوات فصاعداً من ای جہۃ کا نا ولو مختطین اور مال کے تین حالات ہیں چھٹا حصہ ہے بیٹے یا پوتے کے ساتھ یا دو بھائی یا دو بہنوں کے ساتھ بھائی بہن دو ہوں یا زیادہ کسی جہت سے ہوں اگر چہ پہلے جملے ہوں م اگر ایک شخص مر گیا مال اور فرزند چھوڑ کر خواہ فرزند بیٹا ہو یا بیٹی پوتا ہو یا پوتی تو اس کی مال کا حصہ سدس ہے قال اللہ تعالیٰ وللاویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد اس سطر کہ ولد کا لفظ مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے اور ولد الابن کو بھی عام ہے اور اس پر اجماع ہے امت کا کہ وللا ابن قائم مقام ولد صلبی کے ہے تعدیت ام میں اور اسی طرح مال کا حصہ میت کے دو بھائیوں کے ساتھ یا زیادہ یا دو بہنوں کے ساتھ یا زیادہ سدس ہے خواہ بھائی بہن سگے ہوں یا سوتیلے یا مادری یا مختلط ہوں یعنی ایک بھائی سگا ہو اور دوسرا سوتیلہ اور تیسرا مادری والثلث عند عندکم اور مال کا حصہ تمام ترکہ کی تنائی ہے جب کہ اشخاص مذکورین نہ ہوں یعنی بیٹا اور پوتا اور دو بھائی اور دو بہن وثلث الباقی مع الاب واحد الزوجین اور مال کے واسطے باقی مال کی تنائی سے باپ اور احد الزوجین کے ساتھ م یہاں دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ ایک عورت زوج کو اور مال کو چھوڑ کر مر گئی تو یہ تقسیم چھ سہم صحیح ہوگی نصف یعنی تین سہم زوج کے اور باقی مال کی تنائی یعنی ایک سہم مال کا اور باقی دو سہم باپ کے دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا مال باپ اور زوجہ کو چھوڑ کر تو اس کی تقسیم بارہ سہم سے صحیح ہوگی زوجہ کی چوتھائی اور باقی مال کی تنائی مال کی یعنی تین سہم اور باقی چھ سہم باپ کے ہر چند ماتن نے ان دونوں حالتوں کو آگے ذکر کیا ہے مگر شارح نے یہاں ذکر کر کے اشارہ کیا کہ مال کے تینوں حالات ایک جگہ متصل ذکر کرنا بہتر تھا متفرق بیان سے کذا فی اخطا دی اور اگر صورت مذکورہ میں بجائے باپ کے داد ہو تو عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ مال کو جمع مال کا ثلث ملے گا انتہی والسدس للجدۃ مطلقاً کام ام ام اب اور سدس حصہ ہے جدہ کا مطلقاً خواہ جدہ مال کی مال ہو یا باپ کی مال ہو یعنی نانی اور دادی دونوں جدہ صحیح ہیں اپنے نانی اور پوتے کے متروکہ سے چھٹا حصہ پاویں گی فصاعداً لیتترکن فیہ اذا کن ثاببات ای صحاحات کا لفظ کورتین فان الفاسدۃ من ذوی الارحام کا یہی معنی متحذات فی الدرجۃ لان القرنی یحب البعدی مطلقاً کا یہی ایک جدہ ہو یا دو تین چار یا زیادہ سب شریک ہوں گی سدس میں جب کہ جدت ثاببات یعنی جب کہ جدت صحیحہ ہوں چنانچہ دو جدہ مذکور ہو چکیں اس واسطے کہ جدہ فاسدہ ذوی الارحام میں ہے نہ ذوی الفروع

میں چنانچہ اُس کا ذکر ذوی الارحام میں آوے گا اور دوسری شرط میراثِ جدت میں یہ ہے کہ جمیع جدت درجہ میں متساوی اور برابر ہوں اس واسطے کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کی حاجب ہوتی ہے مطلقاً خواہ جدہ قریبہ حاجبہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو اور اسی طرح جدہ بعیدہ مجبوراً خواہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو چنانچہ اس کا بیان باب الحجب میں آوے گا کذا فی الطحاوی سے م اکل نے شرح سرا جیہ میں کہا کہ ہر شخص کی درجہ ہوتی ہیں ایک ماں کی ماں اور دوسری باپ کی ماں اسی طرح اس کے والدین کی اور جمیع اصول کی تا آدم و حوا علیہما السلام اور جدہ کی دو قسم ہیں صحیحہ اور فاسدہ جدہ صحیحہ وہ ہے جس کی نسبت الی المیت میں ایک باپ دو ماؤں میں داخل نہ ہو اور جدہ فاسدہ وہ ہے کہ دو ماؤں کے مابین میں باپ داخل ہو اس واسطے کہ جو باپ کہ میت کے ساتھ ناظر رکھتا ہے بواسطہ عورت کے وہ جد فاسدہ ہے انتہی چنانچہ نانا یعنی ماں کا باپ تو نانا کی ماں جدہ فاسدہ ہے اس واسطے کہ دو ماؤں میں یعنی میت کے مابین اور نانا کے مابین نانا واسطہ واقع ہوا معلوم کرنا چاہیے کہ جدہ کا سدس حدیث سے ثابت ہے اور جدت کے سدس کی دلیل یہ روایت ہے کہ ایک شخص کی نانی یعنی ماں کی ماں صدیق اکبر کے پاس آئی اور بولی کہ میرے نانی کا حصہ مجھ کو دیجئے صدیقؐ نے جواب دیا کہ میں تیرا حصہ کتاب اللہ میں منصوص نہیں پاتا ہوں اور تیری میراث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا لیکن میں اصحاب سے مشورہ کرتا ہوں پھر اصحاب کو جمع کیا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جدہ کو سدس دیا ہے پھر اُس میت کی جدہ دوسری یعنی باپ کی ماں آئی اور بولی کہ میرے پوتے کی میراث مجھ کو دیجئے تو صدیقؐ نے کہا کہ میں کتاب اللہ اور حدیث میں تیرے واسطے کچھ حصہ نہیں پاتا لیکن مجھ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سدس تم دونوں میں مشترک ہے اور اگر ایک جدہ ہو تو فقط اسی کا ہے کذا فی الطحاوی عن الاکمل ملخصاً والسدس لبنت الابن فاکثر مع البنت الواحدة تلمذہ للثلاثین اور چھٹا حصہ ہے پوتی اور زیادہ پوتیوں کا ایک بیٹی کے ساتھ دو تہائیوں کے پورا کرنے کے واسطے م جب کہ مصنف نے سدس کو ذکر کیا تو ان لوگوں کو بیان کیا جو سدس کے مستحق ہیں خواہ ہمیشہ چنانچہ جدہ یا بعضی صورت میں جیسے پوتیاں اور پوتیوں کے چھ حالات ہیں تین حال تو بیٹیوں کے مابین یعنی ایک پوتی کو نصف اور دو پوتیوں کو یا زیادہ کو دو تہائیاں اور اگر پوتیوں کے ساتھ ان کا بھائی بھی ہے تو بھائی ان کو عصبہ کر دے گا لکن مثل حظ الانثیین اور تین حال پوتیوں کو مخصوص ہیں از انجملہ ایک تو وہ ہے جس کو مصنف نے بیان کیا یعنی سدس ایک بیٹی کے ساتھ ملے گا دوسرا حال یہ کہ دو یا زیادہ بیٹیوں کے ساتھ وہ ساقط ہوں گی لیکن اگر ان کے ساتھ بھائی ہوگا درجہ میں برابر یا اسفل تو ان کو عصبہ کر دے گا بشرطیکہ کوئی پوتی صاحب فرض نہ ہو ان میں سے اور تیسرا حال یہ ہے کہ فرزند صلبی سے پوتیاں ساقط ہو جاتی ہیں اور یہ جو کہا کہ سدس ملے گا دو تہائیوں کے پورا کرنے کے واسطے سو اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنات کا حق ثلثین پر زیادہ نہیں ہوتا اور بنات کا لفظ بنات الابن کو بھی شامل ہے پھر جب کہ بنت صلبی نے اپنا فرض یعنی نصف لیا تو بنت الابن کو سدس باقی دیا گیا تاکہ بنات کا حق یعنی ثلثین پورا ہو جائے کذا فی الطحاوی والسدس للاخت للاب فاکثر مع الاخت الواحدة لا لورین تلمذہ للثلاثین اور چھٹا حصہ ایک سوتیلی بہن کا اور زیادہ بہنوں کا ہے ایک سگی بہن کے ساتھ دو تہائیوں کے پورا کرنے کے واسطے م یعنی اگر سوتیلی بہن سگی بہن کے ساتھ ہے تو نصف متروکہ سگی بہن لے گی اور سدس سوتیلی کو ملے گا تاکہ دو تہائیاں پوری ہو جاویں معلوم کرنا چاہیے کہ سگی بہنوں کے پانچ احوال ہیں اور سی پانچوں احوال سوتیلی بہنوں کے بھی ہیں پہلا حال یہ ہے کہ ایک سگی بہن نصف پاوے گی دوسرا حال یہ کہ دو سگی بہنیں ثلثین پاویں گی تیسرا یہ کہ اگر ان کے ساتھ بھائی سکا ہوگا تو ان کو عصبہ کر دے گا چوتھا یہ کہ بہنیں بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں

سے جس صورت میں کہ بیٹیاں نہ ہوں ۱۲ ۱۱ یعنی صاحب فرض اپنا فرض پاوے گی اسفل بھائی کے ساتھ عصبہ ہوگی ۱۲ ۱۱ یعنی تقسیم مال ان میں لکن مثل حظ الانثیین ہوگی ۱۲

لَقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَجْلُوا الْبَنَاتِ مَعَ الْأَخَوَاتِ عَصَبَاتٍ بِأَنْحَوَالٍ^{۱۵} یہ کہ ابن اور ابن الابن اور باپ کے ہونے سے بنیں ساقط ہو جاتی ہیں بالاتفاق اور امام اعظمؒ کے نزدیک دادا کے ہونے سے بھی ساقط ہوتی ہیں اور سوتیلی بہنوں کے دو حال اور بھی زیادہ ہیں تو سوتیلیوں کے سات احوال ٹھہرے پانچ احوال تو مذکور ہو چکے اور چھٹا حال یہ ہے کہ سوتیلی بھین سگی ایک بن کے ساتھ سدس پاتی ہے چنانچہ ماں نے اس کو بیان کیا ہے اور ساتواں حال یہ ہے کہ اگر سگی دو بنیں یا زیادہ ہوں تو سوتیلی بنیں ساقط ہو جاتی ہیں مگر یہ کہ ان کے ساتھ بھائی ہو تو ان کو عصبہ کر دے گا اور جب کہ سگی بن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہوگی تب بھی سوتیلی بنیں ساقط ہوں گی کذا فی الطحاوی والسدس للواحد من ولد الام والثلث لا تبین فصاعدا من ولد الام ذکر ہم کا ناظم اور چھٹا حصہ ایک شخص کا ہے ماں کی اولاد سے اور تہائی دو کی اور زیادہ کی ہے ماں کی اولاد سے مردان کی عورتوں کے برابر ہیں حصہ میں ام ایخانی اور مادری بھائی بن وہ ہیں جن کی ماں ایک ہو اور باپ دو چنانچہ شاکر نے زید سے نکاح کیا اس سے حامد پیدا ہوا پھر زید کے بعد خالد سے شاکر نے نکاح کیا اس سے محمود اور صابرہ پیدا ہوئے تو محمود اور صابرہ حامد کے ایخانی اور مادری بھائی بن ہیں طحاوی نے کہا کہ مادری بھائی بنوں کے تین حال ہیں ایک حال یہ ہے کہ اگر اکیلا ہے تو سدس پادے گا اور اگر دو یا زیادہ ہیں تو ثلث پادیں گے تیسرا حال یہ ہے کہ فرع وارث یا فرع الفرع وارث سے اور باپ اور دادا کے ہونے سے وہ ساقط ہوں گے بالاتفاق اس واسطے کہ ان کی میراث ضعیف ہے قرابت ضعیفہ کی وجہ سے انتی والثلث للام عند عدم من لها مع السدس کما مر اور تہائی ماں کے واسطے ہے جب کہ وہ لوگ نہ ہوں جن کے ساتھ ماں کو سدس ملتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر بیٹا یا پوتا میت کا یا دو بھائی یا دو بنیں یا زیادہ ان سے نہ ہوں گی تب ماں کو تہائی ملے گی ولہا ثلث البانی بعد فرض احد الزوجین کما قدما اور ماں کے واسطے باقی ماں کی تہائی ہے بعد ادا کرنے فرض احد الزوجین کے چنانچہ ہم اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں شرح میں وذلك فی زوجة والبرین وام فلها حیثہ الربع اور یہ یعنی تہائی ماں کی زوجہ اور والدین میں سے تو اس صورت میں درحقیقت ماں کے واسطے چوتھائی ہے ام کا لفظ بیاں زیادہ کرنا اور اگلے مسئلہ میں بھول چوک ہے شارح کی اس واسطے کہ ام تو ابون میں داخل ہے کذا فی الطحاوی عن الجلی لہذا مترجم نے لفظ ام کا ترجمہ بنیں کیا ثلث مابقی ربع ہے کل ترکہ کا چنانچہ ترجمہ میں گزر گیا اگر زوج مر گیا اور زوجہ اور اپنے والدین کو چھوڑا تو اس کی قسمت بارہ سہم سے صحیح ہوگی کل مال کی چوتھائی یعنی تین سہم زوجہ کے ہیں اور باقی مال یعنی نو سہم کی تہائی ماں کی ہے سوتیلین سہم ہوئے تو تین سہم کل مترکہ کے یعنی بارہ سہم کی چوتھائی ہیں اور زوج والبرین وام فلها حیثہ السدس یا تہائی باقی کی ماں کو ہے زوج اور والدین میں تو اس وقت میں درحقیقت ماں کے واسطے سدس ہے م یہ صورت بھی ترجمہ میں مذکور ہو چکی کہ اگر زوجہ مر گئی زوج اور والدین کو چھوڑ کر تو قسمت اس کی چھ سہم سے صحیح ہے نصف زوج کا یعنی تین سہم اور باقی مال کی تہائی یعنی تین سہم کی ایک سہم ہے تو ایک سہم کل مال کا سدس ہے بیاں اعتراض وارد ہوتا تھا کہ جب ثلث باقی مال کا ربع یا سدس ٹھہرا تو مصنف نے اس کو ثلث کیوں کہا شارح نے اس کا جواب قول آئندہ میں دیا وسمی ثلثا تا دبا مع قولہ تعالیٰ وورثہ ابواہ فلامہ الثلث اور مصنف نے ماں کے فرض کو ثلث کہا ادب کی راہ سے حق تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ وورثہ ابواہ فلامہ الثلث یعنی اگر میت کا ولد نہ ہو اور

^{۱۵} یعنی اس صورت میں اہل فرض سے بچا ہوا مال ان کو ملتا ہے ^{۱۶} خیف اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی ایک آنکھ سیاہ ہو اور دوسری سفید اس سے مختلف لوگوں اور مادری بھائیوں کو خیف کہتے ہیں ^{۱۷} وارث کی قید اس لئے ہے کہ اگر فرع غیر وارث ہو جیسے بیٹا کسی کا غلام یا قاتل ہو یا فرع غیر وارث ہو جیسے نواسا اور نواسی تو ایخانی اس صورت میں محرم نہ ہوں گے ^{۱۸} مگر نسخہ مذکورہ مکتبہ میں لفظ ام لکھا ہے نہ لکھا ہوگا جیسے نسخہ رقم لفظ

اس کے والدین اس کے وارث ہوں تو اس کی مال کے واسطے تہائی ہے باپ کا حصہ اس واسطے صریحاً ذکر نہ فرمایا کہ جب فقط والدین وارث مفروض ہو چکے اور مال کا حصہ معین کر دیا تو معلوم ہو گیا کہ باقی مال باپ کا ہے و علی ہذا لائق یوں ہے کہ مال کا حصہ جب کہ والدین کے ساتھ احد الزوجین ہوں ثلث مابقی ہو چنانچہ جمہور کا قول ہے نہ ثلث مال چنانچہ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس میں تفصیل انہی کی اس ذکر پر لازم آتی ہے جو اس کے برابر ہے حجت اور قرب میں اور یہ موضوع شرعی کے مخالف ہے کذا فی تفسیر البیضاوی ملخصاً والثلثان لکل اثنتین فضا عدل من فرضہ المصنف و ہر خمسة البنت و بنت الابن و الاخت لابون و الاخت لاب و الزوج الا الزوج لانه لا یعدو اور ثلثین یعنی دو تہائیاں ان دو شخصوں یا زیادہ لوگوں کی ہیں جن کا فرض حصہ نصف ہے وہ پانچ ہیں بیٹی اور پوتی اور سگی بن اور سوتیلی بن اور زوج مگر زوج کے واسطے ثلثین نہیں اس واسطے کہ اس میں تعدد اور کثرت نہیں م یعنی زوج کے حق میں دو تہائیوں کا تحقق نہیں ہوتا اس واسطے کہ ثلثین کے وارث نہیں مگر متعدد اشخاص جو کہ انفرادی حالت میں نصف کے وارث ہو جاتے ہیں قائمہ جلیدہ معلوم کرنا چاہیے کہ فرض مقدّمہ کلام مجید میں چھ ہیں نصف ربع ثلثین ثلث سدس سولصف تو پانچ اصناف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جب کہ زوجہ کا بیٹا بیٹی اور پوتا پوتی نہ ہو اور بنت صلیبی کا فرض ہے اور بنت الابن کا فرض ہے جب کہ بنت فرضی نہ ہو اور سگی بن کا فرض ہے اور سوتیلی بن کا فرض ہے جب کہ سگی بن نہ ہو اور ربع دو صنف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جب کہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور ایک زوجہ اور چند زوجات کا فرض ہے جب کہ میت کا ولد اور ولد الابن نہ ہو اور ثمن صرف ایک صنف کا فرض ہے یعنی ایک یا چند زوجہ کا جب کہ ولد یا ولد الابن ہو اور ثلثین چار اصناف کا فرض ہے دو صلیبی بیٹیوں کا یا زیادہ کا فرض ہے اور دو پوتیوں یا زیادہ کا فرض ہے جب کہ بنت صلیبی نہ ہو اور سگی دو بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے اور سوتیلی دو بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے جب کہ سگی بن نہ ہو اور ثلث دو صنف کا فرض ہے مال کا فرض ہے جب کہ میت کا ولد اور ولد الابن نہ ہو اور نہ دو بھائی ہوں نہ دو بہنیں اور اولاد مادری کا فرض ہے دو بہنوں یا زیادہ ذکر ہوں یا اثاث اور سدس سات اصناف کا فرض ہے باپ کا فرض ہے جب کہ میت کا ولد اور ولد الابن نہ ہو اور جد صلیح کا اسی طرح فرض ہے جب کہ میت کا باپ نہ ہو اور مال کا فرض ہے جب کہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو خواہ دو بھائی ہوں یا دو بہنیں اور جدہ مجتہ کا فرض ہے خواہ ایک ہو یا چند جدات میراث کی وقت اور بنت الابن کا فرض ہے بنت صلیبی کے ساتھ تکملہ لثثین اور سوتیلی بن کا فرض ہے سگی بن کے ساتھ تکملہ لثثین اور ایک شخص کا فرض ہے اولاد مادری سے مرد ہو یا عورت کذا فی العالمگیریۃ عن خزائن المفیتین

فصل فی العصابات

یہ فصل ہے عصابات کے مسائل میں م عصابات جمع ہے عصبہ کی اور عصبہ مطلقاً لغت میں عبات سے محیط پاشی سے اور معنی احاطہ عصبہ شرعی میں موجود ہیں کیونکہ عصابات میت کو ہر طرف سے گھیرے ہیں کذا فی الخطاوی ملخصاً اور اصطلاح شرعی مصنف کے کلام سے معلوم ہوگی العصابات النسبۃ ثلثۃ عصبۃ بنفسہ و عصبۃ بغيرہ و عصبۃ مع غیرہ عصابات نسبی تین قسم ہیں عصبہ بنفسہ اور عصبہ بغيرہ اور عصبہ مع غیرہ م شارح اور اتن نے عصبہ نسبی کو عصبہ سببی پر اس واسطے مقدم کیا کہ سابق معلوم ہو چکا کہ نسبی قوی تر ہے سببی سے عصابات نسبیہ تین قسم میں منحصر ہوئی کیونکہ اگر ثبوت عصوت میں غیر کے ملنے کی حاجت نہیں تو وہ عصبہ بنفسہ ہے یعنی بذات خود بلا حاجت الضمان شخص آخر عصبہ ہے اور اگر عصبہ غیر کا محتاج ہے تو اگر عصوت میں یہ غیر بھی اس کا شریک ہے تو وہ عصبہ بغيرہ ہے اور اگر غیر اس کے ساتھ شریک نہیں ہے تو وہ عصبہ مع غیرہ ہے محوز العصبۃ بنفسہ و ہر کل ذکر فالانہی لا یكون عصبۃ بنفسہ بل بغيرہ او مع غیرہ

سے کیونکہ کل مال کی تہائی دو قسم ہوں گی اور باقی ایک قسم باپ کو ملے گا تو مال زیادہ پائے گی بہ نسبت باہم کے ۱۲

لم یدخل فی نسبتہ الی المیت انشی فان دخلت لم یکن عصبہ کولد الام فانه ذوفرض وکاب الام وابن البنت فان سما من ذوی الارحام عصبہ
 بنفسہ وہ ہر ایک مرد ہے جس کے رشتہ میں میت کی طرف عورت نہ داخل ہو شارح نے کہا مرد کی قید سے عورت نکل گئی کہ وہ عصبہ بنفسہ نہیں
 ہوتی بلکہ عورت عصبہ بغیر یا مع غیر ہوتی ہے پھر اگر نسبت الی المیت میں عورت داخل ہوئی تو وہ عصبہ نہ ہوگا چنانچہ مادری بھائی کہ وہ صاحب
 فرض ہے نہ عصبہ اور چنانچہ ماں کا باپ اور بیٹی کا بیٹا یعنی نانا اور ناتی اس واسطے کہ وہ دونوں ذوی الارحام سے ہیں نہ صاحب فرض ہیں نہ
 عصبہ البتہ الفرائض اسے جنساً عصبہ بنفسہ سمیٹتا ہے اس مال کو جو جنس فرائض سے باقی رہ گیا یعنی جو اہل فرض کو دے کر مال باقی رہا اس
 باقی سب مال کو عصبہ بنفسہ لے گا خواہ چند اہل فرض ہوں یا ایک چونکہ فرائض کا لفظ جمع تھا شارح نے اس کی تفسیر بلفظ جنسی کر کے اشارہ کیا
 کہ الف لام جنس سے جمعیت باطل ہو گئی وعند الانفراد یحوز جمع المال بجمہ واحدہ اور عصبہ بنفسہ انفراد اور تنہائی کی حالت میں تمام مال کو لیتا
 ہے ایک جہت سے م یعنی اگر اہل فرض نہ ہوں فقط عصبہ بنفسہ ہو تو وہ سب مال لے گا فقط ایک عصبہ کی جہت سے منہ الغفار میں ہے جہت واحدہ
 کے قید اس واسطے لگائی تاکہ یہ اعتراض وارد نہ ہو کہ صاحب فرض بھی سب مال لیتا ہے جب کہ اس کے ساتھ عصبہ نہ ہو اس لئے کہ اہل فرض کو
 استحقاق بعض مال کا فرضیت کے سبب سے اور باقی مال کا بسبب رد کرنے کے تو ایک جہت سے اس نے سب مال نہ پایا بلکہ دو جہت سے
 برخلاف عصبہ بنفسہ کے وہ فقط عصبہ کی ایک ہی جہت سے تمام مال کو لیتا ہے ثم العصبات بانفسہم اربعۃ اصناف جزو المیت ثم اصلہ ثم ہجر
 ایہ ثم جزوہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ عصبہ بنفسہ کی جماعت چار قسم ہیں میت کا جزو پھر میت کا اصل پھر میت کے دادا کا جزو
 میت کا جزو چنانچہ بیٹا اور پوتا اور میت کی اصل چنانچہ باپ اور دادا اور میت کے باپ کا جزو چنانچہ بھائی اور بھتیجا اور میت کے دادا کا جزو چنانچہ
 بچا اور اس کی اولاد و یقدم الاقرب فالاقرب منہم لہذا الترتیب اور عصبات میں زیادہ تر قرابت دار کی تقدیم ہوگی پھر اس کے بعد اس سے
 جو فرتر ہے وہ مقدم ہوگا موافق اس ترتیب مذکورہ کے فیقدم جزو المیت کالابن ثم ابنہ وان سفل تو میت کا جزو مقدم ہوگا میت کی اصل پر
 چنانچہ میت کا بیٹا پھر پوتا اگرچہ سافل ہو یعنی پردتا اور پوتے کا پوتا تمام اصل نے کما تقدیم بیٹے کی باپ پر یعنی میراث میں نفلاً اور عقلاً ثابت ہے
 دلیل نقلی تو قرآن مجید میں موجود ہے یعنی باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹے کا حصہ مقرر نہیں کیا تاکہ وہ ذاتی مال بطریق عصرت کے پاوے اور دلیل عقلی
 یہ ہے کہ انسان ولد کو اپنے والد پر مقدم جانتا ہے صرف مال میں اور محنت کشتی سے مال کو حاصل کرتا ہے فرزند کے واسطے تو مقتضا اس کا یہ ہے
 کہ اس کا مال فرزند سے تجاوز کرے اس کے باپ کو نہ پونچے لیکن نص قرآنی سے بمقدار حصہ پوری کے اس کے مقتضا کو ترک کیا تو باقی مال
 میں اس کی خواہش دلی کو باقی رکھا کذا فی المطحطاوی مخلصاً ثم اصلہ الاب پھر فرود کے بعد اصل میت یعنی باپ مقدم ہوگا یعنی اگر میت کا بیٹا
 یا پوتا یا پرتا کوئی باقی نہیں ہے تو میت کا باپ عصبہ ہو کر متروکہ لے گا ویکون مع البنت باکثر عضبۃ وذا نسہم کما مر اور باپ ایک بیٹی یا زیادہ
 کے ساتھ عصبہ اور صاحب فرض ہوگا چنانچہ شرح میں مذکور ہو چکا اہل فرض کے بیان میں موطاوی نے کہا بستر یوں تھا کہ مصنف اس
 مسئلہ کو اہل فرض میں فرض پدری کے ساتھ ذکر کرتا شارح کے مانند ثم الجدا تصحیح و ہواب الاب وان علا پھر باپ کے بعد جد صحیح
 مقدم ہے یعنی باپ کا باپ جس کو دادا کہتے ہیں اگرچہ جدا ونچا ہو یعنی پردادا سردادا الی غیر ذلک واما اب الام ففاسد من ذوی الارحام اور ما
 کا باپ تو جد صحیح نہیں بلکہ جد فاسد ہے ذوی الارحام میں داخل ہے نہ عصبات میں ثم جزو ابیہ الاب لا یون ثم لاب پھر جد صحیح کے بعد میت
 کے باپ کا جزو یعنی سکا بھائی میت کا مقدم ہے پھر اس کے بعد سوتیلہ بھائی مقدم ہے بھتیجوں پر ثم ابنہ لا یون ثم لاب وان سفل پھر
 بھائی کے بعد سکا بھائی کا بیٹا مقدم ہے پھر اس کے بعد سوتیلے بھائی کا بیٹا مقدم ہے اگرچہ ابن الانح سافل ہو یعنی بھتیجے کا بیٹا یا پوتا

تاخیر الاخوة عن الجداولان علاقہ قول ابی حنیفہ و ہوا مختار للفتوے خلافا لہما و للشافعی قیل و علیہ الفتوے تاخیر بھائیوں کی دادا سے اگرچہ دادا عالی ہر
قول ہے امام ابو حنیفہ کا اور ہی قول مختار سے فتوے کے واسطے برخلاف صاحبین اور شافعی کے بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ
ہے یعنی بھائی مقدم ہیں دادا پر خطاوی نے کہا کہ امام ہی کا قول معتد ہے ثم جزر جدہ العہم لابوین ثم لاب بھیر بھائیوں کے بعد دادا کی اولاد یعنی
سگا چچا مقدم ہے پھر اس کے بعد سوتیلے چچا ثم ابنہ لابوین ثم لاب وان سفل پھر اعمام کے بعد سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اس کے بعد سوتیلے چچا
کا بیٹا اگرچہ چچیرے بھائی سافل ہوں اعمام پدری سے مقدم ہیں ثم عم الاب پھر بنی اعمام کے بعد باپ کا سگا چچا مقدم ہے پھر اس کا سوتیلے چچا
ہے ثم ابنہ پھر اعمام پدری کے بعد باپ کے سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اس کے بعد باپ کے سوتیلے چچا کا بیٹا جد کے اعمام پر مقدم ہے ثم عم الجد
پھر بنی اعمام پدری کے بعد دادا کا سگا چچا مقدم ہے پھر اس کے بعد سوتیلے چچا دادا کا ثم ابنہ کذلک وان سفل پھر جد کے اعمام کے بعد ان کا بیٹا اسی
طرح مقدم ہے یعنی سگا سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عم پدری کے فرزند اور عم جدی کے فرزند سافل ہوں بکذا فی العالمگیریۃ عن المبسوط و اور
اگر ایک درجہ کے عصبات کی جماعت مجتمع ہو تو مال متروکہ ان پر باعتبار ان کے ابدان کے قسمت ہو گا نہ باعتبار ان کے ہول کے مثلاً میت کا
ایک بھتیجا ہے اور دس بھتیجے اور ہیں یا ایک چچیرا بھائی ہے اور دس چچیرے بھائی اور ہیں تو مال کے گیارہ حصے ہوں گے ہر شخص کو ایک حصہ
ملے گا کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار یا ساہبا اربعۃ بنوۃ ثم ابوۃ ثم اخوۃ ثم عمومۃ تو بیان سابق سے معلوم ہو گیا کہ عصوبت کے چار طب
ہیں بیٹا ہونا پھر باپ ہونا پھر بھائی ہونا پھر چچا ہونا و بعد ترجیحہم بقرب الدرجة یزجول عند التفاوت بابوین و اب کما مر بقوۃ القرابۃ فمن
کان لابوین من العصبات و لو انشی کاشقیقۃ مع البنت تقدم علی الاخ لاب مقدم علی من کان لاب اور قرب درجہ کے بعد عصبات کو
جب کہ ان میں تفاوت ہو سکے سوتیلے کا چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ترجیح دی جاتی ہے قرابت کے قوی ہونے کی وجہ سے عصبات میں سے
جو عصبہ میت کا سگا ہو گا وہ سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عصبہ قوی القرابت عورت ہو جیسے سگی بن بیٹی کے ساتھ مقدم ہے سوتیلے بھائی پر دم درجہ
سے مراد قرابت کی جہت ہے یعنی تقدیم میں اول جہت معتبر ہے تو جہت میت کی جہت میت کی اہل کی جہت پر مقدم ہے پھر جب کجہت متحد ہو اور
دو عصبوں میں سے ایک عصبہ زیادہ تر قریب ہو میت سے چنانچہ جہتیت میں بیٹا اور پوتا یکساں ہے لیکن پوتے کی نسبت بیٹا قریب تر ہے تو اب
تقدیم قرب کی وجہ سے معتبر ہوگی پھر جب کہ قرب میں بھی عصبات برابر ہوں تو اب تقدیم میں قرابت کی قوت معتبر ہوگی چنانچہ مصنف نے یہاں
بیان کیا ہے اور قرابت کی قوت پانی نہیں جاتی مگر بھائیوں میں اور بھتیجوں اور چچوں میں اور چچیرے بھائیوں میں اور فروع اور اصول میں
قوت قرابت کی یعنی سگے اور سوتیلے کا اعتبار نہیں ہو سکتا اور چونکہ یہ مقام ہے عصبات بنفسہ کے اصناف کا اور ان کے ترجیح کی جہات
کا تو شارح کا ذکر کرنا سگی بن کا بیٹی کے ساتھ بے محل ہے کیونکہ اخت مذکورہ عصبہ بنفسہ نہیں بلکہ عصبہ مع غیرہ ہے لیکن یہ جواب ہو سکتا ہے
کہ اس کا بھائی البتہ عصبہ بنفسہ ہے تو اس کی ذیل میں بن کی قوت قرابت کو مذکور کر دیا کذا فی الطحاوی مخلصا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان
اعیان بنی الام تیوار ثون دون بنی العلات ترجیح مذکور کی دلیل یہ حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ البتہ سگی مال کے فرزند باہم وار
ہوتے ہیں نہ سوتیلی مادوں کے فرزند یہ حدیث ترمذی میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور تتمہ حدیث مذکور کا یہ ہے الرجل یرث اخاہ لایہ
وامہ دون اخیه لایہ کذا فی التیسیر یعنی مرد وارث ہوتا ہے اپنے سگے بھائی کا نہ سوتیلے بھائی کا و الحال انہ عند الاستواء فی الدرجۃ تقدم
ذوالقرابۃین وعند التفاوت فیما تقدم الاعلی اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ درجہ برابر ہونے کے نزدیک دو قرابت والے کی تقدیم ہوتی ہے اور
درجہ میں تفاوت ہونے سے اعلیٰ یعنی اقرب مقدم ہوتا ہے م برابر درجہ کی مثال چنانچہ دو بھائی ایک سگا اور دوسرا سوتیلے تو سکا متقدما

ہوگا کہ دونوں طرح سے قرابت رکھتا ہے باپ کی طرف سے بھی اور ماں کی طرف سے بھی اور سوتیلہ فقط ایک قرابت رکھتا ہے باپ کی طرف سے نہ ماں کی طرف سے اور تفاوت درجہ کی مثال چنانچہ سوتیلہ بھائی اور بھائی کا بیٹا تو سوتیلہ بھائی کے بیٹے پر مقدم ہوگا قریب تر ہونے سے ثم شرع فی العصبۃ بغیرہ فقال ویصیر عصبۃ بغیرہ البنات بالابن وبنات الابن بالابن وان سفلا پھر عصبہ بنفسہ کے بعد مصنف نے عصبہ بغیرہ میں شروع کیا سولوں کہا اور عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں بیٹیاں بیٹوں کے ہونے سے اور پوتیاں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں پوتوں کے ہونے سے اگرچہ درجات میں ساغل ہوں مبنات اور بنات الابن کے عصبہ ہونے پر کلام مجید دلیل ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد میں وصیت کرتا ہے مرد کے واسطے دو عورتوں کے حصہ کے برابر یعنی اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو تین سہم سے قسمت بڑگی دو سہم بیٹا لے گا اور ایک سہم بیٹی اور اگر دو بیٹیاں ہیں تو چار سہم سے قسمت ہوگی ایک ایک سہم بیٹی لے گی اور دو سہم بیٹا لے گا و علی ہذا القیاس بیٹی کا دو نا بیٹا پاوے گا جس قدر کہ بیٹیاں اور بیٹے ہوں اسی طرح بہنیں اور بنات ابن کو سمجھنا چاہیے والاخوات لابن اولاب یا ختمین اور سکی سوتیلی بہنیں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائی کے ہونے سے م اور بہنوں کا عصبہ ہونا اپنے بھائی کے ہونے سے حق تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے وان کانوا اخوة رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین فمن اربع ذوات النصف والتثلثین یصیرن عصبۃ باخواتن تو عصبہ بغیرہ چار عورتیں ہیں نصف اور ثلثین کے حصہ والیاں وہ عصبہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائیوں کے ہونے سے م اور جس عورت کا حصہ فرض نہیں اور اس کا بھائی عصبہ ہے تو وہ اپنے بھائی کے ہونے سے عصبہ نہیں ہوتی چنانچہ علم اور علم خواہ سگی ہوں یا سوتیلی تو سب مال کو چھاپے گا علم کو کچھ نہ ملے گا اور یہی حال ہے ابن العم کا بنت العم کے ساتھ اور ابن الاخ کا بنت الاخ کے ساتھ کذا فی الخطاوی ولوحکا کا بن ابن بن یحصب من شدہ و فوقہ اگرچہ بہنوں کا بھائی حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ میت کے بیٹے کے بیٹے کا بیٹا یعنی پوتا عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر کے درجہ والی بہن کو یا اس بہن کو جو اس سے اونچی درجہ والی ہو م عصبہ بغیرہ میں بھائی سے مراد وہ ہے جو برابر حقیقی اور حکمی دونوں کو عام ہو سو حقیقی برادر ہیں میں ہوتا ہے بنت صلیبی اپنے بھائی کے ساتھ اور سکی بہن اپنے بھائی کے ساتھ اور برادر حکمی بنات الابن میں ہوتا ہے تو پوتا اپنی بہنوں کو عصبہ کر دیتا ہے اور چچیرے بہنوں کے جو درجے میں برابر ہیں اور بنات الابن کو وہ برادر حکمی بھی عصبہ کر دیتا ہے جو ان سے اشغل ہے درجہ میں تو ان میں سے اس عورت کو بھی عصبہ کر دیتا ہے جس کا کچھ حصہ نہیں چنانچہ مسئلہ تشبیہ میں آوے گا کذا فی الخطاوی ثم شرع فی العصبۃ مع غیرہ فقال ومع غیرہ الاخوات مع البنات وبنات الابن بقول الفرضین اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ والمراد من الجمعین ہذا الجنس پھر مصنف نے عصبہ مع غیرہ میں شروع کیا سولوں کہا اور عصبہ مع غیرہ بہنیں ہیں بیٹیوں کے ساتھ یا پوتیوں کے ساتھ بدیل قول اہل فرائض کے کہ بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ قرار دو اور اخوات اور بنات کی دونوں محو سے جنس مراد ہے م سراجیہ اور اس کی شرح میں اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ کو حدیث کہا ہے واللہ اعلم چنانکہ ایک بہن ایک بیٹی کے ساتھ بھی عصبہ ہوتی اور ظاہر لفظ جمع اخوات اور بنات کا اس کے خلاف پر دلالت کرتا تھا لہذا شارح نے اس کا جواب دیا کہ جمع پر الف لام جنس کا ہے تو قبیل اور کثیر سب کو شامل ہے وعصبۃ ولد النرنا وولد الملا عنہ مولی الام اور ولد الزنا اور ولد الملا عنہ کا عصبہ ان کی ماں کا مولی ہے م ولد الملا عنہ یہ کہ ایک عورت کے لڑکا پیدا ہوا سو اس کے زوج نے کہا کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے پھر باہم لعنت کر کے زوجین میں فراق ہو گیا تو وہ لڑکا ولد الملا عنہ ہے طحاوی نے منہ الغفار سے نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ولد الملا عنہ کو اس کے ماں کے ساتھ ملایا تو وہ اس شخص کے مانند ہو گیا جس کو باپ کی جانب سے کچھ قرابت نہیں تو اب یہ واجب ہوا کہ اس کی ماں کے مولی اس

کے وارث ہوں اور وہ ان کا وارث ہو تو اگر ولد الملاءنہ مرگیا اور اس نے ایک بیٹی اور ماں اور باپ کو چھوڑا تو بیٹی کو نصف اور ماں کو سب سے زیادہ مال بھری بیٹی اور ماں کو دیا جاوے گا بطریق فرض اور روکے گویا کہ اس کا باپ ہی نہ تھا اتنے اور ولد مشترک کا نسب مشترک نوذی سے ثابت ہوگا تو وہ ہر مولے سے ابن کامل کی میراث پائے گا اور دونوں مولی ایک باپ کی میراث ولد مشترک کے مال سے پادیں گے اور ہر مال قرابت دار اس کے میراث میں باہم شریک ہوں گے گویا کہ ایک باپ کے قرابت دار ہیں اور اگر مولی مرگیا تو دوسرا باقی مولی ولد مشترک کے مال متروک سے پدر کامل کی میراث لے گا کذا فی الطحاوی عن الدرر المنتقی المراد بالمولی ما لیم المعق والعصبۃ لیم مالوکات الام حرة الاول کا بسط العلامة قاسم لانه لاب لہما اور متق میں مولی سے مراد وہ ہے جو آزاد کرنے والے اور عصبہ دونوں کو شامل ہوتا کہ اگر ولد الزنا یا ولد الملاءنہ کی ماں حرة اصلی ہو تو اس کو بھی شامل رہے چنانچہ علامہ قاسم نے اس کو شرح بیان کیا ہے ماں کا مولی اس واسطے عصبہ ہوا کہ ولد الزنا اور ولد الملاءنہ کا کوئی باپ نہیں ہے یعنی شرعاً ان کا کوئی باپ نہیں جس سے ان کا نسب ثابت ہو اور وہ اس کے وارث ہوں اگرچہ واقع میں ولد بدون والد کے نہیں ہوتا مگر بطریق خرق عادت ولیرقان فی مسئلہ واحدة وہی ان ولد الزنا یرث من توامہ میراث اخ لام ولد الملاءنہ یرث من توامہ میراث اخ لابون اور ولد الزنا اور ولد الملاءنہ ایک مسئلہ میں جدائی رکھتے ہیں وہ مسئلہ یہ ہے کہ ولد الزنا اپنے توام سے مادری بھائی کی میراث لیتا ہے اور ولد الملاءنہ اپنے توام سے سگے بھائی کی میراث پاتا ہے و تختم العصبات بالعصبۃ السببیۃ ای المعق پھر ہم عصبات کا اختتام عصبہ سببی سے کرتے ہیں یعنی سو عصبہ سببی مولی ہے غلام کا آزاد کرنے والا ام مصنف نے اختتام کے لفظ سے اشارہ کیا کہ آزاد کرنے والا ذوی الارحام پر مقدم ہے کیونکہ جب وہ مرتبہ اخیرہ عصبات میں واقع ہوا تو اس میں اور باقی عصبات میں کوئی اور وارث نہیں تو ذوی الارحام پر مقدم ٹھہرا اور معتق مذکور رو علی ذوی الفروض پر بھی مقدم ہے اور یہی قول ہے علی مرتضیٰ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ مؤخر ہے ذوی الارحام سے اور محمد جمہور کا قول ہے اور فریقین کے دلائل مطولات میں مذکور ہیں ہم عصبۃ بنفسہ علی الترتیب المقدم لقولہ علی اللہ علیہ وسلم الولاء لہمۃ کلہمۃ النسب پھر مولی العتاقہ کے بعد اس کا عصبہ بنفسہ ہے بنا بر ترتیب مقدم کے اس حدیث کی دلیل سے کہ ولای قرابت ہے نسب کی قرابت کے مانند ہم عصبہ بنفسہ کی قید اس واسطے لگائی کہ مولی کا عصبہ بنفسہ مقدم ہے اس کے عصبہ سببی پر یعنی آزاد کرنے والے کا آزاد کرنے والا مؤخر ہے عصبہ سببی سے اور موجب ترتیب مقدم کے ابن معتق مقدم ہے پھر ابن الابن اگرچہ سافل ہو پھر باپ معتق کا پھر اس کا دادا اگرچہ عالی ہوالی آخر التفصیل پھر معتق کا معتق علی الترتیب المذكور پھر اس کے عصبات معلوم کرنا چاہیے کہ آزاد کرنے والے کی میراث غلام آزاد نہیں پاتا جمہور کے نزدیک خلافاً لاسحق ابن راہویہ و الحسن بن زیاد اور اس حدیث میں الولاء لہمۃ کلہمۃ النسب ولاد سے مراد ولاد عتاقہ ہے نہ ولاد میراث یعنی ولاد عتاقہ قرابت حاصلہ ہے عتق کے سبب سے مانند قرابت حقیقی نسب کے کذا فی الطحاوی ملتقطاً واذا ترک المعق اب مولاه وابن مولاه فالکل للابن وقال ابو یوسف للاب السدس اور جب کہ غلام آزاد کر گیا اپنے مولی کا باپ اور بیٹا چھوڑ کر تو سب مال مولی کے فرزند کا ہے اور ابو یوسف نے کہا باپ کے واسطے چھٹا حصہ ہے اور ترک جہد اسے بد مولہ واخاہ فہو للجد علی الترتیب المتقدم وقال ابیہما کا میراث یا غلام آزاد نے اپنے مولی کا دادا اور اس کا بھائی چھوڑا تو تمام مال دادا کا ہے بنا بر اس ترتیب کے جو عصبہ بنفسہ میں مذکور ہو چکی اور صاحبین نے کہا کہ دونوں کے مابین میں مال مقسوم ہوگا میراث کے مانند ولیس ہنا عصبۃ بغیرہ ولا مع غیرہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لیس للنساء من الولاء الا ما عتقن الحدیث اور یہاں یعنی ولاد عتاقہ میں عصبہ بغیرہ نہیں اور نہ عصبہ مع غیرہ بدیل قول آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ عورتوں کو ولاد میں سے کچھ حصہ نہیں مگر اس غلام کا ولاد ہے جس کو

عورتوں نے آپؐ کو کیا الی آخر الحدیث م عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ چونکہ عورتیں ہوتی ہیں لہذا وہ ولادت عتاق میں بموجب حدیث کے بے دخل ہیں اور یہ حدیث ٹکڑا ہے اس حدیث طویل کا جو سراجیہ میں مذکور ہے وہ ہوان کان فیہ منذ و ذلک تا کہ بکلام کبار الصحابہ رضی اللہ عنہم لہذا المشہور کا بسط السید واقرہ المصنف اور اس حدیث میں اگرچہ شذوذ ہے لیکن وہ متاکد ہو گئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے تو وہ حدیث بمنزلہ حدیث مشہور کے ہو گئی چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی میں اس کو مسترح بیان کیا ہے اور مصنف نے اس کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے شاذ وہ حدیث ہے جس کو ثقفہ راوی اور راویوں کے مخالف روایت کرے تو جس کی روایت میں راوی متفرد ہو تو اس کو نظر کرنا چاہیے اگر اس کی روایت اس راوی کے مخالف ہو جو اس سے زیادہ تر حافظ اور ضابطہ ہے تو اس کی روایت شاذ مردود ہے یعنی قبول کرنے کے لائق نہیں ہے اور اگر اس کی روایت ثقات کے مخالف نہیں ہے تو اگر اس راوی کے حفظ اور اتقان پر اعتماد ہے تو وہ مقبول ہے اس کا انفرادی صحت حدیث میں قاصر نہیں اور اگر اس کے حفظ اور اتقان پر اعتماد نہیں تو اس کی حدیث خارج ہے حدیث صحیح سے اور حدیث مشہورہ وہ ہے جو قرن اول میں آحاد ہو پھر قرن ثانی اور اس کے بعد متواتر ہو گئی ہو اور چونکہ قرن اول یعنی صحابہ کرام ثقات اور عدول ہیں تو ان کی گواہی بمنزلہ متواتر کے حجت ہے خصاف نے کہا کہ مشہور متواتر کی دوسری قسم ہے حضرت فاروق اور مرتضیٰ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ عورتوں کو ولایں کچھ نہیں کذا فی الطحاوی ثم شرع فی الجب فقال ولا یحیر استتہ من الورثۃ بحال البتۃ الاب والام والابن والبنات ای الابوان والولدان النزوجان پھر مصنف نے عصبات کے بیان کے بعد جب کا بیان شروع کیا سو یوں کہا کہ چھ وارث کسی حالت میں محروم میراث سے نہیں ہونے البتہ یعنی یقیناً باپ اور ماں اور بیٹا اور بیٹی یعنی والدین اور ولیدین اور زوج اور زوجہم باپ کے واسطے یا سوس ہے یا عصبیت ہمیشہ اور ماں کا سوس ہے یا ثلث کل ہے یا ثلث باقی ہمیشہ اور بیٹا تو ہمیشہ عصبہ رہتا ہے اور بیٹی تین حال سے خالی نہیں اس کا یا نصف ہے یا ثلثین یا عصبیت للذکر مثل حظ الانثیین اور زوج کا یا نصف ہے یا ربع ہے ہمیشہ اور زوجہ کا یا ربع ہے یا ثلثین ہمیشہ و فرقی یرثون بحال و بحیثون جب الحرامان بحال آخری اوہم غیر مولد استتہ سوار کا نوز عصبات او ذوی فروض اور ایک فرقی وہ ہے جو ایک حال میں تو وارث ہوتے ہیں اور دوسرے حال میں بالکل محجوب ہوتے ہیں اور وہ فرقی سوائے ان اشخاص ستہ مذکورین کے ہیں خواہ وہ عصبات ہوں یا ذوی الفروض م عصبات تو جیسے بھائی اور بھتیجے اور ذوی الفروض جیسے سگی اور سوتیلی بہنیں و ہونی علیہن اور عجب کی بنا پر واصلوں پر ہے یعنی محجوب ہونا یا یا جاتا ہے دو قاعدوں کے ہونے سے یا ایک کے ہونے سے تو جن قریبوں میں دونوں ہیں یا ایک اہل پائی گئی تو وہ قریب محجوب ہوں گے والا وارث ہوں گے اعدہا انہ یحبب الاقرب ممن سواہم الا بعد لما مر انہ یقدم الاقرب فالاقرب اتحادی السبب ام لا ایک اصل یہ ہے کہ ان کے سوائے جو کبھی محروم نہیں ہوتے اور وارثوں میں سے قریب تر بعید تر کو محجوب کر دیتا ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اقرب فالاقرب مقدم ہوتا ہے خواہ دونوں قرابت والے سبب ارث میں متحد ہوں یا نہ ہوں م یعنی عجب حاصل ہوتا ہے اقرب اور بعد کے پائے جانے سے تو اقرب بعد کا حاجب ہوتا ہے چنانچہ عصبات میں مذکور ہو چکا کہ میت کا جزمیت کے اصل کا حاجب ہوتا ہے اور اصل میت اپنے فرع ذاتی کی حاجب ہے اور فرع پدری فرع جدی کی حاجب ہے علی ہذا القیاس ذوی الفروض میں اقرب بعد کا حاجب ہے اتحاد سبب کی مثال چنانچہ جدات مع الام و بنات الابن مع الصبیاتین اور سوتیلی بہنیں سگی بہنوں کے ساتھ اور عدم اتحاد سبب کی مثال باپ اور بھائی ہے والسانی ان من ادلی الشخص لا یرث معہ کابن الابن لا یرث مع الابن اور عجب کی دوسری اصل یہ ہے کہ جس کی قرابت لفظی ہو بواسطہ ایک شخص کے تو وہ وارث نہ ہوگا اس شخص متوسط کے ساتھ چنانچہ پوتا وارث نہیں ہوتا بیٹے کے ساتھ یعنی پوتے کی

لہ پوری حدیث سراجیہ میں ہے لیس للنساء من الاولاد الامام ممتقن او احمق من ممتقن او کاتب من کاتبین او دربن او دربن و برن او جرد لای ممتقن او ممتقن ۱۲

قرابت دادا سے بواسطہ باپ کے ہے تو پوتا دادا کے مال کا وارث نہ ہوگا باپ کے ہوتے الاولاد الام فیہ فیہ مع العصب استغراقاً للترکہ بکھتہ و احدہ
مگر مادری بھائی سو ماں کے ساتھ وارث ہوتا ہے اس واسطے کہ ماں تمام متروکہ کو نہیں پاتی ایک جہت سے م یعنی ہر جہت میں کی قرابت مادری بھائی
سے بواسطہ ماں کے ہے تو مقتضائے اصل ثانی یہ تھا کہ مادری بھائی ماں کے ساتھ وارث نہ ہوتا مگر اس کی وراثت اس وجہ سے ہوئی کہ ماں سب
متروکہ کی مستغرق نہیں ہوتی فقط ایک فرضیت کی جہت سے اور اگر اصحاب فرائض اور عصبیات میں یہ کوئی باقی نہیں سوائے ماں کے تو اب
وہ تمام متروکہ پاؤں کی نہ ایک جہت سے بلکہ دو جہت سے فرضاً و رداً والمحروم کا بن کا فر و قاتل لا یحب عندنا اصلاً اور محروم و قاتل
چنانچہ کا فر یا قاتل بیٹا ہمارے نزدیک اصلاً حاجب نہیں ہوتا نہ جب حران نہ جب نقصان م جب محروم میں صلاحیت میراث کی اصلاً نہ رہی
تو وہ استحقاق ارث میں میت کے مانند ہو گیا تو اسی طرح حق حج میں وہ بمنزلہ میت کے ہے فوات اہلیت کی وجہ سے و یحب المحبوب اتفاقاً
کام الالب تحب بالاب و تحب ام الام اور محبوب حاجب ہوتا ہے باتفاق حنفیہ اور ابن مسعود کے کذا فی شرح السراجیہ چنانچہ داوی محبوب ہوتی
سے باپ کے ہونے سے لیکن محبوب کرتی ہے نانی کی ماں کو کالاحوة والاخوان فانهم یحبون بالاب جب حران و یحبون الام من الثلث
الی السدس تحب نقصان اور چنانچہ بھائی اور بنیں کہ وہ محبوب ہوتی ہیں باپ کے ہونے سے جب حران کر لینے بالکل محبوب ہو جاتی ہیں اور
بھائی بنیں ماں کی حاجب ہوتی ہیں ثلث سے سدس تک جب نقصان کر لینے بالکل حاجب نہیں ہوتی بلکہ حصہ کم کر دیتی ہیں کہ ماں کا تہائی حصہ
کم ہو کر چھٹا حصہ ہوتا ہے پہلی مثال جب حران کی ہے اور دوسری جب نقصان کی و یختص جب نقصان بخمسہ بالام و بنت الابن والاخت لابل
والزوجة اور جب نقصان پانچ شخصوں کو خاص ہوتا ہے ماں اور پوتی اور پوتیلی بن اور زوجہ اور زوجہ کو کم ماں تو محبوب ہوتی ہے ثلث سے
سدس تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے یا در بھائی یا دو بہنوں کے ہونے سے اور پوتی محبوب ہوتی ہے بنت مصلی کے ہونے سے نصف
سے سدس تک اور پوتیلی بن محبوب ہوتی ہے سگی بن کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور زوجہ محبوب ہوتا ہے نصف سے ربع
تک اور زوجہ محبوب ہوتی ہے ربع سے ثمن تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے کذا فی الطحاوی و یسقط بنو الاعیان و ہم الاخوة والاخوان
لاب و ام بنتہ بالابن و ابنہ وان اسفل بالاب اتفاقاً و بالجد عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور بنی اعیان یعنی سگے بھائی اور سگی بنیں
ساقط ہو جاتی ہیں تین شخصوں کے ہونے سے ان میں سے ایک بیٹا اور پوتا ہے اگر سافل ہو اور دوسرا باپ ہے باتفاق امام اور صاحبین
کے اور مسیر الشخص دادا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک م برادران یعنی کا ذکر کرنا جب کے مناسبت سے ہے اور بعضی مصنفین
نے مصنف کے مانند فروض کو اور ان کے مستحقوں کو ذکر کیا اور بعض وارثوں کے سقوط کا حال جب میں بیان کیا اسی مناسبت کی وجہ سے
اور بعضوں نے چنانچہ صاحب سراجیہ نے ہر وارث کے تمام حالات اس کے ذکر کے وقت بیان کر دئے تو باب الحج میں حالت سقوط
کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی کیونکہ منجملہ جمیع حالات کے حالت سقوط بھی مقدم ذکر ہو چکی کذا فی الطحاوی و قالایہ اسم علی اصول زید و یختص
بالاول و ہواستقوط کما ہو مذہب ابی حنیفہ و اصول زید مبسوطہ فی المطولات اور صاحبین نے کہا کہ جد سگے بھائیوں سے متقاسم کرتا ہے
زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اصول پر اور فتوے دیے گئے اول قول کا یعنی جد کے ساقط ہونے کا جیسا کہ وہ امام کا مذہب ہے اور اصول
زید کے مطولات فقہیہ میں مشرح مذکور ہیں م منع الغفار میں اصول زیدوں مذکور ہیں کہ جب جد بنی اعیان کے ساتھ مجتمع ہو تو جد ایک بھائی
کے برابر ہے ان سے برابر متقاسم کر لے گا جب تک متقاسم سے جد کا حصہ ثلث سے کم نہ ہو اور اگر ثلث سے کم ہوگا تو اس کے لئے ثلث مفروض
ہوگا اور باقی دو تہائیاں بھائیوں میں لکڑ کر مثل حظ الاثینین قسمت ہوں گی چنانچہ اگر ایک بھائی اور جد ہے تو متروکہ ان میں نصف نصف

ہوگا اس واسطے کہ مقاسمہ جد کے واسطے بہتر ہے اور اگر جد اور دو بھائی ہیں تو ہر ایک کو ثلث مال ملے گا اور اگر جد اور تین بھائی ہیں تو تینائی مال جد کا فرض ہے اور باقی مال بھائیوں میں مقسوم ہوگا اس واسطے کہ اس صورت میں مقاسمہ سے چوتھائی مال جد کو ملتا ہے اور وہ تینائی سے کم ہے اور اگر جد اور بھائیوں کے ساتھ کوئی صاحب فرض ہے تو اس کو فرض دیا جاوے گا پھر تامل کیا جاوے گا کہ جد کے لئے تین حالات سے کون حال بہتر ہے مقاسمہ یا ثلث یا سبب تو جو ان میں سے اس کے حق میں بہتر ہوگا وہ اس کو دیا جاوے گا اور باقی مال بنی اعیان میں للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہوگا کذا فی الطحاوی مختصراً و فی الوجہانیہ ۳ و ما اسقطا اولاد عین و علۃ ۳ و قد اسقط النعمان و ہو المحرم اور وہابیہ میں ہے اور صاحبین نے سگے بھائیوں اور سوتیلے بھائیوں کو واداکے ساتھ ساقط نہیں کیا ہے اور البتہ نعمان بن ثابت یعنی امام اعظم نے ان کو ساقط کیا ہے اور سی قول امام کا محرم اور محتسب ہے قولہ وعلۃ کا وادو معنی او ہے یعنی اس واسطے کہ عینی کے بعد علاقہ وارث ہوتا ہے نہ اس کے ساتھ وعلیہ الفتویٰ کما فی الملتفی و الصراحۃ و ان قال مصنفنا فی شرح ما علی قولہما الفتویٰ اور سقوط بنی اعیان میں امام کے قول پر فتویٰ ہے چنانچہ ملتقی اور سراجیہ میں مذکور ہے اگرچہ سراجیہ کے مصنف نے سراجیہ کی شرح میں کہا ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے و یسقط ہوا العلات و ہم الاخوة والاخوات لابہم ای بنی اعیان ایضاً و ہو ملائی بالابن و ابنہ و بالاب و الجدة و کذا بالاخت لابیون اذا صارت عصبتہ کما علمتہ اور بنو العلات یعنی سوتیلے بھائی اور سوتیلی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں سگے بھائیوں سے بھی اور ان شخصوں سے یعنی ولیہ اور ولد الابن اور باپ اور دادا سے اور اسی طرح ساقط ہوتے ہیں سگی بہن سے جب کہ وہ عصبہ ہو جائے بنت کے ساتھ چنانچہ تو اس کو معلوم کر چکا ہے م چونکہ بنی اعیان قرابت میں اقویٰ ہیں بنی علات سے لہذا ان کے ہونے سے وہ ساقط ہو جاتے ہیں اور جب کہ سگی بہن بنت کے ساتھ ملے تو وہ عصبہ مع غیرہ ہو گئی تو اگر میت نے بیٹی اور سگی بہن اور سوتیلے بھائی چھوڑے تو بیٹی نصف لے گی باعتبار فرضیت کے اور سگی بہن نصف باقی لے گی باعتبار عصوبت کے اور سوتیلے بھائی ساقط ہو جائیں گے کذا فی الطحاوی و یسقط بنو الاخیاف و ہم الاخوة والاخوات لام بالولد و ولد الابن و ان سفل و بالاب و الجدة بالاجماع لانہم من قبیل الکلاتہ کما سبطہ السید اور بنی اخیاف یعنی مادری بھائی اور مادری بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں ولد اور ولد الابن سے اگرچہ وہ سافل ہو اور باپ اور دادا سے باتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ مادری اولاد من قبیل کلالہ ہیں یعنی ضعیف القرابت ہیں چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی میں اس کو مشرح بیان کیا ہے م بالاجماع جد سے مرتبہ ہے یعنی برخلاف بنی اعیان اور بنی علات کے کہ وہ فقط امام کے قول پر جد کے ساتھ ساقط ہوتے ہیں نہ صاحبین کے قول پر و لتسقط الحجات مطلقاً ابویات ام امیات بالام اور ماں کے ہونے سے ساقط ہوتی ہیں حجات مطلقاً خواہ پردی جد ہوں یا مادری یعنی دادیاں اور نانیاں ماں سے ساقط ہو جاتی ہیں والا ابویات بالاب اور حجات پردی یعنی دادیاں باپ کے ہونے سے ساقط ہو جاتی ہیں و کذا بالجدة الام الاب و ان علت فانہا ترث مع الجدة لانہا لیست من قبلہ بل ہی زوجۃ فکانا کالابیون اور اسی طرح سے حجات ساقط ہو جاتی ہیں دادا کے ہونے سے مگر باپ کی ماں اگرچہ عالی ہو چنانچہ باپ کی نانی ساقط نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ وارث ہوتی ہے جد کے ساتھ اس واسطے کہ باپ کی ماں کی قرابت دادا کی جہت سے نہیں بلکہ وہ جدہ زوجہ ہے جد کی تو وہ دونوں ماں باپ کے مانند ہوئے اہل قرابت میں یعنی تو میرے والدین وارث ہوتے ہیں ویسے ہی جد اور جدہ وارث ہوں گے و تحجب القرنی من سہ جہۃ کانت البعدی کذلک و ارثۃ کانت القرنی ام محجوبہ کما قدمناہ اور جدہ قریبہ کسی جہت سے ہو یعنی خواہ ماں کی جہت سے ہو خواہ باپ کی جہت سے وہ جدہ بعیدہ اسی طرح ہر جہت والی کو محجوب کرتی ہے خواہ قریبہ وارث ہو یا وارث نہ ہو چنانچہ ہم نے اس کو مقدم بیان کیا ہے تحجب المحجوب کی شرح میں م تو چار صورتوں میں جب حامل ہوتا ہے ایک یہ ہے کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے دوسرے یہ کہ جدہ قریبہ مادری

بذہ ذات قرابتیں بذہ ذات قرابت واحدۃ

اور جب کہ میت کی دو جدہ جمع ہوں اور ایک جدہ ایک قرابت والی ہو چنانچہ باپ کی ماں کی ماں یعنی باپ کی نانی اور دوسری جدہ دو قرابت
یا زیادہ قرابت والی ہے چنانچہ ماں کی نانی اور وہ باپ کی بھی دادی ہے۔ صورت اس کی یہ ہے

۱۔ حج محمد سپیشاگر
اب شاگرد ام حمید زور مجاہد
ام کلثوم ایک قرابت والی

شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخوں میں اسی طرح کام لایا مذکور ہے اور درست مثال سراجیہ وغیرہ کے موافق کام ام الالباب ہے اور عنقریب مکتوب ہو چکا ہے کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کو محجوب کرتی ہے مطلقاً تو بوجھ لے اس خطائے مصنف کوم شارح نے ہں کلام سے اشارہ کیا کہ اگر متن کو صحیح جانئے تو ایک قرابت والی بسبب اپنے قرب کے دو قرابت والی کی حاجت ہوئیں گے بعید ہونے کی وجہ سے یعنی متن میں دخل ہیں ایک یہ ہے کہ سراجیہ اور عالمگیری وغیرہما کے مخالف ہے دوسرا غلط یہ ہے کہ لازم آتا ہے بموجب قاعدہ گذشتہ کے کہ قریبہ بعیدہ کی حاجت ہو اور حالانکہ یہاں وہ صورت مفروض ہے کہ دونوں جدہ وارث ہیں چنانچہ بعد اس کے معلوم ہوگا لہذا مترجم نے متن کے موافق ام الالباب کا ترجمہ نہ کیا بلکہ ام ام الالباب کا ترجمہ کیا و توضیحاً ان امرأة زوجت ابن ابنہا بنت بننتنا فولد بہنہا ولد فمذ المرأة جدتہ لابویہ اور جدہ ذات القرانتین کی توضیح یہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے ابن الابن یعنی پوتے کا نکاح کیا اپنی ناتن سے توان سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو یہ عدت اُس لڑکے کی والدین کی جدہ ہے یعنی اس کے باپ کی دادی اور ماں کی نانی ہے ام ادبیات ایک اور دوسری عورت ہے جس نے اپنی بنت کا پہلی عورت کے ابن سے نکاح کیا سو اس کی بنت سے پہلی عورت کا پوتا پیدا ہوا جو باپ ہے میت کا تو یہ دوسری عورت میت کے باپ کی نانی ہے تو یہ عورت ایک قرابت والی جدہ ہے توجب کہ یہ دونوں جدہ جمع ہوئیں تو دو قرابت والی جدہ اور ایک قرابت والی جدہ پائی گئی کنافی النضر فی التشریف اور اس مسئلہ کی توضیح التوضیح یہ ہے کہ مثلاً دو عورتیں ہیں زینب اور کلثوم زینب نے اپنے ابن الابن یعنی شاکر بن حامد بن زینب

اپنی ناتی یعنی راضیہ بنت صابرہ بنت زینب سے نکاح کر دیا ان سے محمود پیدا ہوا تو زینب محمود کی دو قرابت والی جدہ ہے یعنی اس کے
 پاپ کی دادی ہے اور اس کی ماں کی نانی اور مسماۃ کلثوم نے اپنی بیٹی یعنی حلیمہ بنت کلثوم کا حامد بن زید سے نکاح کر دیا ان سے شاکر زینب
 پوتا پیدا ہوا تو کلثوم محمود سے فقط ایک قرابت رکھتی ہے کہ اس کے باپ کی یعنی شاکر کی نانی ہے اور تین قرابت والی جدہ کی مثال یہ ہے کہ
 زینب مذکورہ کی ایک بیٹی اور ہے جس کا نام سلیمہ ہے سو زینب نے سلیمہ کی ناتی یعنی عظیمہ بنت کریمہ بنت سلیمہ کا محمود مذکور سے نکاح کر دیا اس
 سے قاسم پیدا ہوا تو زینب قاسم کی نانی کی یعنی کریمہ کی نانی ہوئی اور قاسم کے دادا کی یعنی حامد کی دادی ہوئی اور قاسم کی دادی یعنی راضیہ کی
 نانی ہوئی تو زینب قاسم کی جدہ ٹھہری تین طرح کی قرابت سے اور کلثوم مسطورہ فقط ایک قرابت رکھتی ہے یعنی قاسم کے دادا یعنی شاکر کی نانی
 ہے قسم محمد السدس یعنی اٹھارہ اعتبار الجہات محمد بن حسن نے سدس کو دونوں جدہ کے مابین تین تہاؤ کر کے تقسیم کیا ہے باعتبار جہات قرابت
 کے م یعنی ایک قرابت والی جدہ کو سدس کی ایک تہائی دے اور دو تہائی والی جدہ کو دو تہائیاں سدس دیں اس وجہ سے کہ میراث کا استحقاق
 ہوتا ہے جہات قرابت کے اعتبار سے تو جس میں ایک قرابت کی جہت ہوئی اس کو ایک حصہ دیا اور جس میں دو جہتیں قرابت کی مستحق اور مجتمع ہوئیں
 صورت میں وہ ایک ہے اور حقیقت میں متعدد ہے تو اس کو دو حصے دئے کیونکہ وہ مستحق میراث کی ہے دو جہت سے ساتھی و ہما ای
 ابو حنیفہ و ابو یوسف الصافا باعتبار الابان و بہ قال مالک و الشافعی و بہ جزم فی الکفر فقال و ذات جہتین کذات جہت اور امام ابو حنیفہ
 و ابو یوسف نے نصفانصف تمت کی ہے باعتبار ابدالان کے اور یہی قول ہے امام مالک و امام شافعی کا اور اسی قول پر یقین کیا ہے کہ نہیں سوکنز
 یوں کہا ہے کہ دو جہت والی جدہ ایک جہت والی کے برابر ہے قول شیخین کی وجہ یہ ہے کہ اگر جہت کی تعداد کے ساتھ نام کا بھی تعدد ہو تو البتہ
 استحقاق میراث کا بھی متعدد ہوگا اور نام متعدد نہیں تو جہت کا تعدد جہت واحد کے مانند ہے اور یہاں اسی طرح ہے کہ دو قرابت والی کو بھی جدہ
 کہتے ہیں ایک قرابت والی کے مانند اور اگر تین قرابت والی جدہ مجتمع ہوگی ایک قرابت والی کے ساتھ تو شیخین کے نزدیک ان میں بھی سدس نصفان
 نصف تقسیم ہوگا اور محمد کے نزدیک سدس کے چار حصے ہوں گے ایک حصہ ایک قرابت والی کو اور تین حصے تین قرابت والی کو ہیں گے طحاوی نے کہا
 کہ فتویٰ شیخین کے قول پر ہے سر جہی میں ابو یوسف کے ساتھ امام ابو حنیفہ کو ذکر نہیں کیا ہے اور اس کی شرح فرائض شریفی میں ہے کہ شری نے کہا
 کہ نام سے تعدد قرابت احدی الجہتین میں کچھ روایت نہیں ہے لیکن حسن بن عبد الرحمن بن عبد الرزاق شاشی شافعی المذہب کے فرائض میں یوں
 مذکور ہے کہ ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی کا قول ابو یوسف کے قول کے مانند ہے انتہی واذا استكمل البنات والاخوات لابون فرضن
 و ہا لثلاث سقط بنات الابن و سقط الاخوات لاب ایضا لا تبعصیب ابن ابن فی الصورة الاولی و اخ فی الثانیۃ ہوا
 مساو او نازل ای سافل فینئذ یعصبن و یون البانی للذکر کالانثین قالہ المصنف فی شرحہ اور جب کہ بیٹیاں اور سگی بہنیں اپنا فرض حصہ
 یعنی دو تہائیاں پورا بھر لیں تو پوتیاں ساقط ہو جاویں گی اور سوتیلی بہنیں بھی ساقط ہوں گی مگر ابن الابن کے عصبہ کر دینے سے پہلی صورت
 میں اور بھائی کے عصبہ کر دینے سے دوسری صورت میں بشرطیکہ ابن الابن یا بھائی بنات یا اخوات کے برابر ہو درجہ میں یا نازل یعنی نیچے درجہ والا
 ہو تو اس وقت میں ابن الابن بنات کو اور سوتیلی بھائی اپنی بہنوں کو عصبہ کر دے گا تو بعد ثلثین فرض کے باقی مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم
 ہوگا ایسا کہ امام مصنف نے اپنی شرح میں م بنات کا حق کامل ثلثین اس واسطے ہوا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بنات کا حق ثلثین سے زیادہ نہیں
 ہوتا اور اخوات کا حق تو اخیر سورہ نسائیں مذکور ہے قلت و فی الاطلاقہ نظر ظاہرۃ لتقریم بان ابن الاخی لا یعصب اختہ کالعم لا یعصب اختہ و ابن العم
 لا یعصب اختہ و ابن العم لا یعصب اختہ بل المال للذکر دون الانثی لانما من ذوی الارحام قال فی السراجیۃ سے ویس ابن الاخی بالمعصب

من مثله اذ فو قہ فی النسب یو شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ مصنف کے مطلق بولنے میں ظاہر اعتراض ہے علی کی اس تصریح کی دلیل سے کہ
 الاخ یعنی بھتیجا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور چچا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور چچا کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور آزاد کرنے والے کا بیٹا اپنی
 کو عصبہ نہیں کرتا بلکہ تمام مال ان صورتوں میں مرد کا ہوتا ہے نہ عورت کا اس واسطے کہ عورت ان چاروں صورتوں میں ذوی الارحام سے ہے مگر
 میں کہا ہے کہ بھتیجا عصبہ کر دینے والا نہیں ہے اپنے برابر والی کو یعنی بہن کو یا اور پردالی کو نسب میں یعنی عمہ کو م صورت مذکورہ میں عدم تعصیب
 کی وجہ یہ ہے کہ وہ عورت عصبہ ہو جاتی ہے اپنے بھائی کے ساتھ جو صاحب فرض ہو تنہائی کی حالت میں اور جو عورت کہ صاحب فرض نہ ہو چچا
 مثلاً مذکورہ میں تو اس کا بھائی اس کو عصبہ نہیں کرتا اور شارح کے اعتراض کا یوں جواب ممکن ہے کہ مصنف کی عبارت میں موازی یا نازل کی
 ابن الابن کی صفت ہے نہ اخ کی جو اعتراض مذکور وارد ہو اور قولہ او اخ مضاف پر معطوف ہے تو اب موازی یا نازل اس کی صفت نہیں
 پڑ سکتا مال یہ البتہ ہے کہ تقدیم صفت کی قبل از معطوف النسب متقی کذا فی الطحاوی ملخصاً یتصرف بخلاف ابن الابن وان سقط فانه یعصب مثلاً
 اذ فو قہ ممن لم تکن ذات سهم ویسقط من دونہ بر خلاف ابن الابن کے یعنی پوتا اگرچہ سافل درجہ کا ہو اس واسطے کہ وہ عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر
 والی کو یعنی بہن کو یا اور پردالی کو یعنی عمہ کو بشرطیکہ وہ فرض والی نہ ہو اور وہ ساقط کر دیتا ہے ان عورتوں کو جو اس سے نیچے درجے والیا
 ہیں م یعنی اگر عمہ صاحب فرض ہے تو اپنا فرض حصہ پاوے گی اس کا بھتیجا اس کو عصبہ نہیں کرے گا اور جو بنات کہ ابن الابن سے درجے میں
 ہوں گی وہ ساقط ہو جاویں گی چنانچہ اگلی مثال میں واضح ہو گا فلترک ثلث بنات ابن بعضن اسفل من بعض وثلث بنات ابن ابن اخر کذلک و
 ثلث بنات ابن ابن ابن کذلک بئذہ الصورة

مہم

الفرق الاول ابن

الفرق الثاني ابن

الفرق الثالث ابن

ابن

ابن

ابن

ابن

علیا

علیا

ابن

وسطی

ابن

ابن

وسطی

وسطی

ابن

سغلی

ابن

ابن

سغلی

سغلی

ابن

ابن

ابن

ابن

ابن

سو اگر میت نے اپنی تین پوتیاں چھوڑیں اس طرح کہ ایک دوسری سے نیچے درجے والی ہے اور دوسرے فرزند کی پوتیاں تین چھوڑیں اس کی طرح
 درجہ بدرجہ کمتر اور اپنے تیسرے فرزند کی تین پوتیاں اس کی طرح درجہ بدرجہ کمتر چھوڑیں چنانچہ شارح کی تمیز سے اگر تامل کریں تو واضح ہوتا ہے
 ہم توضیح اس کی یہ ہے کہ میت نے پہلا بیٹا چھوڑا پھر اس کے بیٹے نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا پھر اس کی بیٹی نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کا
 اس کی طرح میت کے دوسرے فرزند نے ایک بیٹا چھوڑا پھر اس کے فرزند نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا علی ہذا القیاس تین بار پھر میت کے
 پروتے نے اسی طرح علی الترتیب ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تین بار پھر سب مرد مر گئے تمام طبقات کے اور نو لڑکیاں ان کی باقی رہیں اور
 میت جدا علی ہے اور اس مسئلہ کو مسئلہ تشبیہ کہتے ہیں کذا فی الطحاوی ملخصاً فالعلیا من الفرق الاول لابلانہا احد فلہا النصف سے اعلیٰ صورتہ

تو فریق اول کی اونچی پوتی کے برابر کوئی عورت نہیں تو جد علی کے متروکہ سے اس کو نصف ترکہ ملے گا چونکہ اس میں اور میت میں ایک واسطہ ہے برہنہ اور بنات کے لہذا اس کے برابر میں کوئی عورت نہیں تو وہ نصف لے گی کیونکہ وہ قائم مقام ہے بنت صلبی کے والو سطلی من الفرق الاول تو ازیم العلیا من الفرق الثانی فیکون لهما السدس تملک الثلثین اور فریق اول کے درمیان والی پوتی کے برابر فریق ثانی کی اونچی پوتی ہے تو ان دونوں کو سدس ملے گا ثلثین کے پورا کرنے کے واسطے یہ دونوں پوتیاں اس واسطے ہمدرد ہوئیں کہ میت میں اور ان میں دو در دو واسطے ہیں ان کو سدس اس واسطے ملا کہ فریق اول کی اونچی پوتی نصف پاچگی تو ثلثین میں باقی جو رہا تھا وہ ان کو ملا تاکہ دو تہائیاں پوری ہو جاویں ولا شئی للسفلیات اور کچھ نہیں ہے بچی پوتیوں کے واسطے م نو پوتیوں میں سے تین پوتیوں نے دو تہائیاں پائیں اب باقی چھ سفلیات پوتیوں کو کچھ نہ ملے گا اس واسطے کہ بنات کا حق دو تہائیوں سے زیادہ فرض نہیں ہے اور عصبہ ان کی قطعاً ثابت نہیں تو اصلاً ان کو میراث نہ ملے گی کذا فی الفرائض لشریفی الا ان یكون مع واحدة منهن غلام فیعصبها ومن یحاذیها من فوقها من لا یكون صاحبہ فرض وسقط السفلیات سفلیات کے لئے کچھ نہیں مگر یہ کہ سفلیات میں سے کسی کے ساتھ بھائی ہو تو بھائی اس بن کو اور اس کی برابر والی ہمدرد کو اور اس کے اوپر والے کو جو صاحب فرض نہیں ہے عصبہ کر دے گا اور باقی سفلیات ساقط ہو جاویں گی مگر اگر بھائی فریق اول کے سطلی کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لے گی اور فریق اول کی سطلی اور فریق ثانی کی علیا سدس پاویں گی اور باقی ثلث فریق اول کے سطلی اور اس کے بھائی اور فریق ثانی کی سطلی اور فریق ثالث کی علیا میں لاکر مثل خط الانثیین پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگا اور فریق ثانی کی سطلی اور ثالث کی سطلی اور ساقط ہوں گی اور اگر بھائی فریق ثانی کے سطلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث اس میں اور فریق اول کی سطلی اور فریق ثانی کی سطلی اور ثالث کی علیا اور سطلی میں اور فریق ثانی کی سطلی میں سات حصے ہو کر تقسیم ہوگا لاکر مثل خط الانثیین اور فریق ثالث کی سطلی ساقط ہوگی اور اگر بھائی فریق ثالث کی سطلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث اس میں اور چھ سفلیات میں آٹھ حصے ہو کر قسمت ہوگا اور اگر بھائی فریق اول کے علیا کے ساتھ مفروض ہو تو تمام مال اس میں اور اس کی بن میں تین حصے ہو کر تقسیم ہوگا دو حصے بھائی کے اور ایک حصہ بن کا اور آٹھ سفلیات کو کچھ نہ ملے گا اور اگر بھائی سدس والیوں کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لے گی اور باقی اس میں اور فریق اول کے سطلی اور فریق ثانی کی علیا میں لاکر مثل خط الانثیین تقسیم ہوگا اور باقی چھ سفلیات ساقط ہو جاویں گی کذا فی المطاوی والشریفی ویاخذ ابن عم کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارة السيد وغيره ویاخذ احدی عم ہوا خ الام السدس بالفرض شارح نے کہا متن اور شرح مصنف کے نسخوں میں اسی طرح ویاخذ ابن عم مرقوم ہے اور سید وغیرہ کی عبارت یاخذ احدی عم ہے یعنی دو چہرے بھائیوں میں جو اخائی بھائی ہے میت کا وہ چھٹا حصہ لے گا فرضیت کی راہ سے صورت اس کی یہ ہے کہ دو بھائی ہیں ہر ایک نے ایک ایک عورت سے نکاح کیا ایک بھائی کا بیٹا مثلاً حامد پیدا ہوا اور دوسرے کا محمود پھر ایک بھائی نے اپنی زوجہ کو طلاق دیا کہ وہ مر گیا اور دوسرے بھائی باقی نے اس عورت سے نکاح کیا اس سے دوسرا بیٹا اس کا حمید نام پیدا ہوا پھر حامد یا محمود اپنا پہلا چہرہ بھائی اور دوسرا چہرہ بھائی جو اس کا اخائی بھائی ہے چھوڑ کر مر گیا تو حمید حامد یا محمود کی میراث سے سدس حصہ بطریق فرضیت کے لے گا کذا فی المطاوی تصرف وکذا لو کان الآخر زوجاً فله النصف اور اسی طرح اگر دوسرا چہرہ بھائی زوج ہو چھری بن کا تو اس کو نصف حصہ ملے گا فرضیت کے اعتبار سے ولیقسمان البائی بینما یغضین بالعصوبۃ حیث لا مانع من ارثہ بہا فیرث بہمتی فرض و تعصیب اور دونوں چہرے بھائی بچلا منہ لے تشبیہ شرا کی اصطلاح میں ان اشارت قصیدہ کو کہتے ہیں جن میں ذکر عورتوں کا ہو مگر ان کو شرعاً قصیدہ میں لاتے ہیں تاکہ لوگوں کو میل سننے کا زیادہ ہو تو چونکہ اس مسئلہ میں بھی عورتوں کا کثرت ہے اور مسئلہ دقیق ہو رہا ہے اس لئے تشبیہ نام رکھا گیا ۱۱ لے لینے ادل کے سطلی اور دہم کے سطلی اور سطلی اور تین فریق سوم کے ۱۲

باقی مال کو آپس میں نصف نصف بانٹ لیں گے مصوبت کی راہ سے کیونکہ کوئی مانع نہیں اس کی میراث سے فرض اور مصوبت کی دونوں جہتوں سے تو اخیانی بھائی وارث ہوگا فرض اور مصوبت کی دونوں جہتوں سے مہم پہلی صورت میں باقی مال پانچ سدس ہیں اور دوسری صورت میں نصف ہے اور اگر زوجہ کا مثلاً بیٹا ہو تو وہ ابن اعم کا حاجب ہوگا ابن اعم ہونے کی وجہ سے نہ زوجیت کی وجہ سے اور اخیانیت کی وجہ سے بھی بیٹا حاجب ہوگا کذا فی الطحاوی واما بفرض و تعصیب معا بجمہ واحدۃ فلیس الا الاب والابوہ اور فرض اور تعصیب کا ساتھی ہونا ایک ہی جہت سے یہ تو پائین جاتا کسی وارث میں سوائے باپ اور دادا کے مہم جہت واحدہ یہاں ابوت ہے یعنی باپ ہونا یا دادا ہونا قلت وقد یجتمع جہتا تعصیب کا بن ہونا ابن اعم بن اعم بان تنکح ابن عمما فتد ابنا میں کہتا ہوں اور کاسے مصوبت کی دو جہتیں جمع ہو جاتی ہیں چنانچہ بیٹا وہی چچا کا پوتا ہو اس طرح سے کہ عورت نے اپنے چچا کے فرزند سے نکاح کیا پھر وہ بیٹا جنی م تو وہ بیٹا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے اور چچا کا پوتا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے لیکن اس مثال میں غل یہ ہے کہ یہاں میراث وہ لے گا فقط فرزند کی جہت سے نہ چچا کا پوتا ہونے کی وجہ سے اس واسطے کہ فرزند کی جہت مقدم ہے مگر اس کا یوں جواب دیا جائے کہ اجتماع جہتیں یہاں مراد ہے قطع نظر میراث سے کذا فی الطحاوی وکان ہو معتق اور چنانچہ بیٹا وہی آزاد کرنے والا ہو م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو خرید کیا سو باپ آزاد ہو گیا بمجرور خریداری کے تو بیٹا عصبہ ہے فرزند کی جہت سے اور اعتاق کی جہت سے بھی وقد یجتمع جہتا فرض واما یتصور فی الجوس لنکاح المہارم ویتوارثون بہا جمیعاً عندنا وعند الشافعی باقوی الجہتین وتمامہ فی کتب الفرائض و تاتی الاشارة الیہ فی الغرقی اور بھی جمع ہو جاتی ہیں فرض کی دو جہتیں اور یہ مقصور نہیں مگر مجوسیوں میں اس واسطے کہ وہ ملعون بنی محرم عورتوں سے نکاح کر لیتے ہیں اور باہم وارث ہوں گے دونوں جہت سے ساتھ ہی ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک قوی تر جہت سے وارث ہوں گے اور اس کا پورا بیان علم فرائض کی کتابوں میں مذکور ہے اور اس کی طرف غریبوں کی فضل میں اشارہ آوے گا مثلاً مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا فرزند ہے اس عورت کا اور بھائی بھی ہے پھر اگر وہ مر گیا تو اس نے اپنی ماں اور بہن کو چھوڑا تو وہ اس کی وارث ہوگی دونوں جہت سے ماں ہونے کی جہت سے بھی اور بہن ہونے کی جہت سے بھی ولو ترکت زوجا واما اوحدۃ و اخوة لام و اخوة لابوین اخذ الزوج النصف والام اوحدۃ السدس وولد الام الثلث ولا شئ للاخوة لابوین لانہم عصبة ولم یبن لہم شئ اور اگر ایک عورت نے زوج اور ماں یا دادی کو اور اخیانی بھائیوں اور سگے بھائیوں کو چھوڑا تو زوج نصف متروکہ لے گا اور ماں یا دادی چھٹا حصہ اور اخیانی بھائی ستائی لیں گے اور سگے بھائیوں کے واسطے کچھ نہیں اس واسطے کہ سگے بھائی عصبہ ہیں اور ان کے واسطے کچھ باقی نہیں رہا یعنی عصبات وارث ہوتے ہیں اس مال کے جو اصحاب الفروض سے باقی رہے سو یہاں اہل فرض سے کچھ باقی نہیں رہا وعند مالک والشافعی کیشترک بین الصنفین الاخرین کان کل اولاد ام اور مالک اور شافعی کے نزدیک کچھلی دونوں قسموں میں یعنی اخیانی اور سگے بھائیوں میں اشتراک کا حکم ہوگا گویا کہ وہ سب اخیانی بھائی ہیں مہم اس مسئلہ کا نام مشترک بفتح را مملہ ہے چنانچہ ابن صلاح اور نووی نے اس کو ضبط کیا ہے اور بعضوں نے اس کو بکسر را مملہ بھی کہا ہے اور اس مسئلہ کو مشترک اور حمایہ اور حمیریہ اور نیمیہ بھی کہتے ہیں کذا فی الطحاوی مختصراً وكذلك یفرض مالک والشافعی للاخت لابوین اولاب النصف وللجد السدس مع زوج وام فتقول الی تسعة اور اسی طرح امام مالک اور امام شافعی سگی بن یا سوتیلی بن کے واسطے نصف کو فرض کہتے ہیں اور دادا کے واسطے چھٹا حصہ زوج اور ماں کے ساتھ تو یہ مسئلہ عول کرے گا نو سہم کی طرف مہم اس مسئلہ کو اکر یہ کہتے ہیں تو بیض اس کی یہ ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سگی بن یا سوتیلی بن کو دادا کے ساتھ صاحب فرض نہیں کہتے بلکہ اس کو دادا کے ساتھ عصبہ کہتے ہیں مگر مسئلہ اکر یہ میں اس کو دادا کے ساتھ صاحب فرض کہتے ہیں صورت اکر یہ کی یہ ہے کہ زوج ہے اور ماں اور دادا اور سگی بن یا سوتیلی بن تو ازواج کے

واسطے نصف ہے اور ماں کے واسطے ثلث اور دادا کے واسطے سدس اور بہن کے واسطے نصف پھر دادا اور بہن کا حصہ ملا کر بانٹا جاتا ہے لہذا کر مثل
خط الانثین اس واسطے کہ مقام دادا کے واسطے بہتر ہے سدس اور ثلث باقی سے اور اس مسئلہ کی اصل چھ سہم سے ہے لیکن عول کرتا ہے نو سہم کی
طرف تو چھ سہم سے تین سہم زوج کے اور ماں کے دو سہم اور دادا کا ایک سہم تو بہن کے واسطے کچھ نہ رہا تو اصل مسئلہ پر تین سہم کو زیادہ کیا نو سہم ہو گئے دادا
کا ایک سہم اور بہن کے تین سہم مجموعہ دونوں حصوں کا چار سہم ہوئے ان کو دادا اور بہن پر لہذا کر مثل خط الانثین تقسیم کیا چونکہ تقسیم چار سہم کی تین حصوں پر تقسیم
نہیں لہذا تین کو نو سے ضرب کیا تو حاصل ہوئے ۲۷۔ اس میں سے زوج کے نو سہم اور ماں کے چھ سہم اور دادا کے تین سہم اور بہن کے نو سہم پھر دادا کا
حصہ بہن کے حصہ کے ساتھ ملایا تو بارہ سہم ہوئے سو ان کو دونوں میں لہذا کر مثل خط الانثین قسمت کیا تو دادا کو آٹھ سہم ملے اور بہن کو چار تو زید رضی اللہ عنہ
نے بہن کو ابتدا میں صاحب فرض قرار دیا تاکہ وہ میراث سے محروم نہ رہے اور انتہا میں اس کو عصبہ کر دیا تاکہ اس کا حصہ دادا کے حصہ سے زیادہ نہ ہو جائے
اور اس مسئلہ کو اگر یہ کہتے ہیں اس واسطے کہ بنی الکر کی ایک عورت کا یہ واقعہ ہے یعنی بنی الکر کی قوم کی ایک عورت مرگئی زوج اور ماں اور دادا اور
سگی یا سوتیلی بہن چھوڑ کر تو زید بن ثابتؓ پر ان کا مذہب اس مسئلہ میں مشتبہ اور مکدر ہو گیا کذا فی السراجیہ و شرحہما الشریفی ملتقطاً و عند ابی حنیفہؒ واحد
تسقط الاخت اور مسئلہ مذکورہ میں امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بہن ساقط ہو جاتی ہے م تو امام کے نزدیک اصل مسئلہ چھ سہم سے ہے
تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے اور ایک سہم یعنی سدس دادا کا اور بہن محروم ہے دادا کے حاجب ہونے سے باپ کے مانند قلت و حاصلہ انہ لیس
عند الحنفیۃ مسئلۃ المشترکۃ اتفاقاً ولا مسئلۃ الاکدریۃ علی مفتی بہ کما مر میں کتابوں اور رجال کلام کا یہ ہے کہ حنفیوں کے نزدیک مشترکہ کا مسئلہ باتفاق امام
صاحبین کے ثابت نہیں اور نہ الکر یہ کا مسئلہ ثابت ہے امام کے قول مفتی بہ پر چنانچہ مذکور ہو چکا اسی باب میں عند قولہ و لیست بقول الاعیان بالابن
والاب والجد امام کے نزدیک دادا باپ کے برابر ہے تو بہن کا حاجب ہو گا باپ کے مانند اور صاحبین کے نزدیک دادا باپ کے برابر نہیں ہر
حال میں تو صاحبین کے قول پر مسئلہ الکر یہ ثابت ہو گا کذا فی الطحاوی

باب العول یہ باب ہے عول کے مسائل میں م عول بفتح اول و سکون ثانی لغت میں معنی جو رد غلبہ و رفع و زیادت کے مستعمل ہے
لیکن معنی اخیر مناسب تر ہے معنی اصطلاحی سے اس واسطے کہ جب مسئلہ تنگ ہو گیا فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اکثر عدد کی
طرف مرتفع اور زیادہ کر دیا اس کے مخرج سے تاکہ جمیع ورثہ کے فرائض میں نقصان داخل ہو جائے و صدہ الرد کما یجی اور عول کے مخالف
رد ہے چنانچہ اس کا بیان آگے آوے گا م اس واسطے کہ عول سے ذوی الفروض کے سهام گھٹ جاتے ہیں اور اصل مسئلہ بڑھ جاتا ہے اور رد
سے سهام بڑھ جاتے ہیں اور اصل مسئلہ گھٹ جاتا ہے یا یوں تقریر کیجئے کہ عول میں سهام فاضل ہو جاتے ہیں مخرج پر اور رد میں مخرج فاضل
ہو جاتا ہے سهام پر کذا فی الطحاوی و سے ہو زیادۃ السہام اذ اکثرت الفروض علی مخرج الفرضیۃ لیدخل النقص علی کل منہم بقدر فرضہ کنقص
ارباب الدیون بالمخاصۃ عول اصطلاح میں عبارت ہے سهام ورثہ کے زیادہ کر دینے سے جب کہ فروض زیادہ ہو جاویں فرضیہ کے مخرج پر تاکہ
نقصان اور کمی داخل ہو ہر وارث پر بقدر اس کے فرض حصے کے جیسے نقصان داخل ہوتا ہے ارباب دیون پر بسبب مخاصہ کے یعنی ہر وارث
اپنا حصہ ناقص پاتا ہے علی قدر حصہ متروکہ سے تنگی کے سبب سے یعنی جیسے میت دیون کے متروکہ میں ارباب دیون حصہ رسد اور واپس سا ہی
پاتے ہیں م حاصل کہ عول اس سے عبارت ہے کہ جب مخرج ادا سے فروض سے تنگی کرے تو مخرج پر کچھ اس کے اجزاء سے زیادہ کیا جاوے
۱۷ یعنی اس وجہ سے کہ بہن کا حصہ نصف ہے تو اگر کوئی اور خارج نہ ہوتا تو چھ میں سے تین اس کو ملے ۱۲ یعنی جہاں اس کا بیان ہے کہ عینی

مہائی بن محروم ہو جاتے ہیں بیٹے اور باپ اور دادا سے ۱۲

چنانچہ سدس یا ثلث وغیر ذلک من الکسور الموجودة فیہ خلاصہ یہ ہے کہ جب مخرج تنگی کسیے وفاد فرض مجتہد سے تو ترکہ کو اس عدد کی طرف مرفوع کرنا چاہیے جو کہ اس مخرج سے اکثر ہے پھر قسمت کرنا چاہیے تاکہ نقصان داخل نہ ہو جمیع وارثوں کے حصوں میں ایک نسبت پر لینے یکساں کی ہو بقدر حصوں کے کذا فی الشریعی طحاوی نے کہا اور جتنا نقصان ہر وارث پر داخل ہوتا ہے اس کا اندازہ معلوم ہوتا ہے کسر زائد کی نسبت کرنے سے عدد اکثر کی طرف مثلاً اگر زوج اور دو سگی بہنیں وارث ہوں تو نصف اور ثلثین جمع ہوئے تو مسئلہ چھ سے ہے اور عول کرے گا سات کی طرف تو زوج پر نقصان داخل ہوگا ہر سہم میں بسع یعنی ساتویں حصے کا تو وہ چھ میں دو سہم اور چار بسع پاوے گا اور بہنوں پر چار بسع کا نقصان داخل ہوگا تو وہ تین سہم اور تین بسع پاویں گی اتنے خلاصہ یہ ہے کہ ایک چھ کا سدس محتاج چھ پر ایک زیادہ کیا تو سات ہو گئے تو ایک کو سات کے ساتھ بسع کی نسبت ہے تو بقدر بسع کے ہر وارث کے ہر سہم میں کمی ہو گئی واول من حکم بالعول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پہلے جس نے عول کا حکم کیا وہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں م فاروق اعظم کے زمانے میں ایک صورت واقع ہوئی جس کا مخرج ہی کے ادائے فرض سے تنگ تھا تو اصحاب کبار سے آپ نے مشورہ کیا تو عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ نے عول کی طرف اشارہ کیا سوسب صحابہ کرام نے اس پر اتفاق کیا اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا مگر ابن عباسؓ نے ان کی موت کے بعد کذا فی الطحاوی فتاویٰ عالمگیری میں ہے عول کا پہلا مسئلہ جو اسلام میں واقع ہوا صدر خلافت فاروقی میں وہ یہ تھا کہ زوج اور ماں اور سگی بہن وارث تھے تو نصف اور ثلث اور نصف یکجا ہوئے اصل مسئلہ چھ سے ہے اور اسے عول کیا آٹھ کی طرف ثم المخرج سبعة پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مخرج حصوں کے سات ہیں م وجہ اس کی یہ ہے کہ کتاب اللہ میں چھ فرض مذکور ہیں نصف ربيع ثمن ثلثان ثلث سدس اور مخرج ان کے پانچ ہیں اس واسطے کہ ثلثین اور ثلث کا ایک ہی مخرج ہے تو اگر نوع اول یعنی نصف ربيع ثمن مجتمع ہوں تو کمتر کسور کا مخرج معتبر ہوگا اور اسی سے مسئلہ ہوگا تو اگر نصف اور ربيع جمع ہوں تو مسئلہ چار سے ہوگا یا نصف اور ثمن جمع ہوں تو مسئلہ آٹھ سے ہوگا اور اگر ثلث اور سدس جمع ہوں تو مسئلہ چھ سے ہوگا اور مخرج مخرج خمسہ مذکورہ سے باہر نہیں اور جب کہ نوع اول میں سے نصف نوع ثانی یعنی ثلثین ثلث سدس سب کے ساتھ مختلط ہو یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ چھ سے ہوگا تو یہ مخرج بھی مخرج خمسہ مذکورہ میں داخل ہے اور جب کہ ربيع مختلط ہو نوع ثانی کے کل سے یا بعض سے تو مسئلہ ہوگا بارہ سے اور جب کہ ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے کل کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ ہوگا چوبیس سے تو مخرج خمسہ ان دو مخرج سے مل کر سات مخرج ہوئے یعنی دو تین چار آٹھ چھ بارہ چوبیس اربعۃ لا تقول الاثنان والثلاثة والاربعۃ والثمانية مخرج سبہ میں سے چار مخرج تو عمل نہیں کرتے یعنی دو اور تین اور چار اور آٹھ یہ حصہ باعتبار استقرار کے ہے اس واسطے کہ ان مخرج کے فرض مجتہد کے واسطے مال ترکہ کا پورا پڑتا ہے یا کچھ زیادہ باقی رہتا ہے تو ہر صورت عول کی حاجت نہیں ہوتی مثلاً دو کا مسئلہ اس وقت ہوگا جو دو نصف جمع ہوں چنانچہ زوج اور سگی بہن یا نصف باقی چنانچہ زوج اور سگی بہن یا علیٰ ہذا القیاس فی البواقی کذا فی الشریعی تبصرہ والثلاثة لا تقول بالاختلاف کما یسجد فی باب المخرج اور تین مخرج میں کبھی عول ہوتا ہے اختلاط نوعین کی وجہ سے چنانچہ اس کا ذکر باب المخرج میں آوے گا م شارح نے بلفظ قد اشارہ کیا کہ مخرج ثلثہ میں عول لازم نہیں ہے فستہ لقول اربع عولات الی عشرۃ و تراً و شفعاً تو چھ میں چار عول واقع ہوتے ہیں دن تک طاقی اربعہ صحت دونوں کے اعتبار سے یعنی چھ عول کرتا ہے سات کی طرف اور آٹھ کی طرف اور نو کی طرف اور دس کی طرف فقول سبعة کزوج و شقیقین تو چھ کا عول ہوتا ہے سات کی طرف چنانچہ زوج اور دو سگی بہنوں کے وارث ہونے میں م تو اس صورت میں سدس کے ساتھ عول ہو لینے سدس کے

سے لینے سوائے اس کے ان اجزائیں سے جو مخرج میں موجود ہوں ۱۲ سے یعنی دو اور چار اور آٹھ اور تین اور چھ ۱۳

الذی حکیم بالحق قطعاً و یخیزی کل نفس بالاستسعی والیہ المعاد والرحیٰ اس کے بعد سوال مذکور ہوا تو حضرت نے جواب دیا صارقنا تسعاً انتی خواہزنا
کی شرح میں ہے کہ علی مرتضیٰ کمال حاذق اور ہر تھے علم حساب میں حکایت ہے کہ ایک نصرانی نے آپ سے سوال کیا کہ اصحاب کفہ کے
قصے میں تم اپنی کتاب یعنی قرآن میں پڑھتے ہو ثلث مائۃ سنین وازدادوا تسعاً اور ہماری کتاب میں ثلث مائۃ سنین مذکور ہے اور یہ مستقیم
تو ہماری کتاب ہمارے کتاب کے مخالف ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہماری کتاب میں جو تین سو مذکور ہیں تو یونان کے حساب کے موافق ہے
یعنی شمسی حساب پر ہے اور ہماری کتاب میں عرب کے حساب پر ہے یعنی قمری حساب کے موافق ہے اور تین سو شمسی یونانی عرب کے
قمری حساب پر تین سو نو ہوتے ہیں تو نصرانی حیران ہو گیا فی البدیہہ جواب دینے سے اور مسلمان ہو گیا ولہذا کہا گیا ہے کہ علی مرتضیٰ معجزہ تھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اس واسطے کہ باوجود اس قدر تجربہ کے علوم میں اور نہایت شجاعت کے حروب میں منقاد اور پر
تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مقرر تھے آپ کی نبوت کے اور یہ ایسا کلام ہے جیسا بعض علماء نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ معجزہ تھے
معجزات نبوی سے کذا فی الظہاوی والرد صندہ کما مر اور رد صندہ ہے مول کا چنانچہ اول باب میں گذر گیا م مسائل فرائض کے تین قسم ہیں فروض
عادلہ اور فریضہ قاصرہ اور فریضہ عائدہ فریضہ عادلہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سهام مال کے سهام کے ساتھ برابر ہیں اس طرح کہ میت
نے دو سگی بنیں اور دو سو تیلی بنیں چھوڑیں تو سوتیلیوں کا فرض حصہ ثلث ہے اور سگی بنوں کا دو ثلث اور اسی طرح اگر اصحاب فرائض کے
سهام کم ہوں مال متروکہ کے سهام سے اور دواں عصبہ ہو تو اصحاب فرائض سے جو باقی رہے گا اس کو عصبہ لے گا تو یہ فریضہ عادلہ ہے یعنی
پورا نہ کم نہ زیادہ اور فریضہ قاصرہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سهام مال متروکہ کے سهام سے کمتر ہوں اور دواں عصبہ نہ ہو اس طرح پر
کہ میت نے دو سگی بنوں اور ماں کو چھوڑا تو بنوں کے دو ثلث ہیں اور ماں کا سدس ہے اور یہاں کوئی عصبہ نہیں جو باقی سدس کو لے تو اس
میں حکم ہے روکا یعنی سدس باقی انہیں وارثوں کو پھیر دیا جائے اور فریضہ عائدہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سهام اکثر ہوں مال کے سهام
سے چنانچہ اس کی مثالیں مول کے مسائل میں مذکور ہو چکی ہیں کذا فی العالمگیریہ وحینذ فان فضل عنہا ای عن الفروض والحال ان لا
عصبۃ تمتہ یرد ذلک الفاضل علیہم بقدر سهام اجماعاً لفساد بیت المال یعنی جب کہ رد مول کا ضد ٹھہرا تو ثابت ہوا کہ مخرج فاضل ہے
فروض سے تو اس اعتبار سے مصنف کی یہ تفریع صحیح ہوئی سو اگر مخرج بڑھ رہا فرض سے اور حالانکہ دواں کوئی عصبہ نہیں ہے تو وہ فاضل روکا
جائے گا اصحاب فروض پر بقدر ان کے سهام کے بالاتفاق بیت المال کے بگڑ جانے کے سبب سے م فاضل مال کو روکنا ذوی الفروض پر علی مرتضیٰ
اور ان کے متابعین چنانچہ حنفیہ وغیرہم کا قول ہے اور زید بن ثابت نے کہا کہ فاضل ذوی الفروض پر رد نہ ہوگا بلکہ وہ بیت المال کا ہے اور
اسی قول کو مالک اور شافعی نے لیا ہے اور شافعی محقق کہتے ہیں کہ اگر بیت المال فاسد ہو گیا تو ذوی الفروض پر رد کرنا چاہیے اور ہم حنفیوں
کے بہت دلائل ہیں ازال جلد یہ آیت قرآنی ہے واولوالارحام بعضهم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ یعنی بعض اہل قرابت اولیٰ میراث ہیں بعض
سے بسبب قرابت کے تو اس آیت سے استحقاق جمیع میراث کا بوجہ صلہ رحمی کے ثابت ہوا اور آیت موارث نے مال کے جزر معین کا استحقاق
واجب کر دیا ہر وارث کے واسطے تو دونوں آیتوں پر عمل کرنا واجب ہوا اس طرح پر کہ ہر وارث کو حصہ دیا جاتا ہے موارث کی آیت کے حکم سے
پھر باقی مال انہیں وارثوں کو پھیر دیا جائے بوجہ صلہ رحمی کے اس آیت کے حکم سے اور یہ جو شارح نے رد فاضل کے لئے فساد بیت المال
کو علت بیان کیا سو ظاہر صحیح نہیں اس واسطے کہ رد فاضل ہمارے مذہب میں بیت المال پر مقدم ہے اگرچہ بیت المال منتظم ہو بلکہ اس تعلیل کا عمل
لے لینے ٹھہرے اپنے عاریتین سو برس ۱۲ ملے مراد ان سے ایضاً بنیں ہیں جیسا کہ باب الحجب میں گذر گیا کہ دو سگی بنوں کے ہوتے سوتیلیاں محروم ہوتی ہیں ۱۲

زوجین اور بنات معق اور اس کے قرابت دار ہیں یعنی اگر مراتب مستحقین سے کوئی نہ ہو سو اسے بیت المال کے تو یہ لوگ مقدم ہیں بیت المال پر علت مذکورہ کی وجہ سے اور اگر فساد بیت المال کو اجماع کی علت قرار دیجیے تو بھی ظاہر اور درست نہیں اس واسطے کہ رد فاضل کا قول بعض شافعیہ کا قول ہے اور امام مالک کا یہی مذہب مشہور ہے کہ فاضل مال بیت المال ہے اگرچہ وہ منتظم نہ ہو کذا فی الطحاوی والاعلیٰ الزہری فلا یرد علیہما فاضل مال جمیع ذوی الفروض پر رد ہوگا مگر زوج اور زوجہ پر رد نہ ہوگا زوجین پر اس واسطے رد نہ ہوگا کہ ان میں قرابت ثابت نہیں اور علت رد کی قرابت ہے چنانچہ آیت مذکورہ سے ثابت ہوا اور اگر زوجین باہم قرابت دار ہوں تو ان پر قرابت کی وجہ سے رد ہوگا نہ زوجیت کی وجہ سے واللہ اعلم وقال عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرد علیہما ایضاً قالہ المصنف وغیرہ قلت وجزم فی الاختیار بان ہذا وہم من الراوی فراجعہ اور امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ زوجین پر بھی رد کیا جائے ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے میں کہتا ہوں اور اختیاراً شرح مختار میں اس پر یقین کیا ہے کہ یہ یعنی عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس قول کا نسبت کرنا راوی کا وہم اور خطاب ہے تو اس کی طرف مراجعت کر موطاوی نے کہا کہ نقل قول عثمانی پر سراجیہ کے شارحین کا اتفاق ہے اور شارحین کنز بھی اس کو نقل کرتے ہیں اور انھیں شرح میں اس قول کی صحت اور دلیل مذکور ہے اور اس کا جواب بھی انتہی واللہ اعلم وفي الاشباہ انه یرد علیہما فی زماننا لفساد بیت المال وقد مناه فی الولادہ اور اشباہ میں ہے کہ مال فاضل زوجین پر رد کیا جائے بسبب فساد ہونے بیت المال کے اور ہم اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الولادہ میں یہ مسئلہ کتاب الفرائض کے مراتب و رتہ کے ذکر میں حاشیہ موطاوی سے تبصریح تمام مذکور ہو چکا ثم مسائل الرواۃ اقام لان المردود علیہ اما نصف او اکثر علی کل اما ان یکون من لایرد علیہ اولاً کیون مہر معلوم کرنا چاہیے کہ مسائل رد کے چار قسم ہیں اس واسطے کہ جن لوگوں پر رد فاضل ہوتا ہے وہ ایک قسم کے ہیں یا چند قسم ہیں اور ہر تقدیر پر یا ان کے ساتھ وہ لوگ ہیں جن پر رد نہیں ہوتا ہے یا وہ لوگ نہیں ہیں فالاول ان اتحد الجنس المردود علیہم کبنتین او ختین او جدتین فسمت المسئله من عدد رؤسہم ابتداءً قطعاً للتطویل سوال قسم یعنی اگر دوبارہ پانے والوں کی جنس متحد ہو چنانچہ دو بیٹیاں یا دو بہنیں یا دو دادیاں ہوں تو سرے سے تقسیم ہوگا مسئلہ وارثوں کی شمار سے تاکہ تطویل قطع ہو جائے م یعنی چونکہ جمع ترکہ انھیں وارثوں کا ہے فرض اور رد کی راہ سے اور ذاتیں ان کی یکساں برابر ہیں ایک کو دوسرے پر زیادتی نہیں تو ہر وارث کو برابر بانٹ دیا جائے اس واسطے کہ اگر ہر ایک کو اول بقدر اس کے فرض کے دیا جائے پھر دوسرے با رہاقی مال ان کو بقدر ان کے سهام کے دیا جائے تو دوبارہ قسمت کرنا ہوگا تو سب مترکہ ابتداء سے برابر بانٹ دینا مختصر اور آسان تر ہے والثانی ان کان المردود علیہ جنسین او ثلثہ لا اکثر بالاستقراء فمن عدد رؤسہم اور قسم ثانی اگر دوبارہ پانے والی دو جنس یا تین جنس کے لوگ ہوں تو ان کے سهام کے شمار سے قسمت ہوگی شارح نے کہا تین جنسوں سے زیادہ نہیں ہوتی بسبب استقراء کے یعنی جزئیات کے تتبع کرنے سے معلوم ہوا کہ تین جنسوں سے زیادہ چوتھی جنس مردود علیہم کی پائی نہیں گئی فمن اثین لوسدسان وثلثہ ثلثت وصدس واربعہ تو نصف وصدس وثلثین وصدس تقصیر المسافۃ تو دوسے قسمت ہوگی اگر دوسدس ہوں اور تین سے قسمت ہوگی اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہو اور چار سے قسمت ہوگی اگر نصف اور سدس ہو اور پانچ سے قسمت ہوگی اگر دو ثلث اور ایک سدس ہو مسافۃ گھٹانے کے واسطے یہ طریقہ اختیار کیا م دوسدس ہونے کی صورت ہے کہ جدہ اور اخیانی بہن وارث ہیں تو مسئلہ چھ سے ہے اور اس میں ان کے دو ہم ہیں فرضیت کی راہ سے تو اصل مسئلہ دوسے قرار دیا اور مترکہ و دونوں پر قسمت کر دیا نصف نصف تو ہر ایک کو نصف مال ملا اور اگر ہر ایک کو ایک ایک سم دیا جاتا تو تین بار قسمت کرنے کی بے فائدہ حاجت ہوتی اور ثلث اور سدس جمع ہونے کی صورت ہے

کہ دو انجانی بجائی اور ماں وارث ہے تو اس تقدیر میں بھی مسئلہ چھ سے ہے اور وارثوں کے سب سهام تین تو اصل مسئلہ تین سے قرار دیا اور بقدر سهام کے تین تہاؤ کر کے بانٹ دیا تو دو انجانی بھائیوں کو دو ثلث مال کے اور ماں کو ایک ثلث دیا اور نصف اور سدس کی صورت یہ ہے کہ ایک بیٹی اور پوتی وارث ہے یا ایک بیٹی اور ماں وارث ہے تو یہاں بھی مسئلہ چھ سے ہے اور مجموعہ سهام چار ہیں تین سهم بیٹی کے اور ایک سهم پوتی یا ماں کا ہے تو دونوں مسئلے چار سے قرار دئے اور متروکہ چار حصے کر کے بانٹ دیا اس طرح کہ تین ربع اُس کی بیٹی کے اور ایک ربع ماں کا یا پوتی کا اور ثلثین اور سدس کی یہ صورت ہے کہ دو بیٹیاں اور ماں وارث ہے یا کہ نصف اور دو سدس جمع ہوں چنانچہ بیٹی اور پوتی اور ماں وارث ہو یا کہ نصف اور ثلث جمع ہو چنانچہ ایک سگی بہن اور دو انجانی بہنیں خواہ ایک سگی بہن اور ماں وارث ہو تو ان تینوں صورتوں میں بھی یہ مسئلہ چھ سے ہے اور سهام ماخوذہ پانچ ہیں تو پہلی صورت میں دو بیٹیوں کے چار سهم ہیں اور ماں کا ایک سهم ہے تو متروکہ کے پانچ حصے کئے ان میں سے چار خمس بیٹیوں کے اور ایک خمس ماں کا اور دوسری صورت میں تین جنسیں وارثوں کی جمع ہوئیں اور مسئلہ چھ کے سهام ماخوذہ بھی پانچ ہیں ان میں سے تین سهم بیٹی کے اور ایک سهم پوتی کا اور ایک سهم ماں کا تو ان پر متروکہ پانچ حصے کر کے بانٹ دیا بقدر ان کے سهام کے تو بیٹی کے تین خمس اور پوتی کا ایک خمس اور ماں کا دوسرا خمس اور تیسری صورت میں بھی چھ سے پانچ سهم ماخوذ ہیں سگی بہن کے تین سهم اور دو انجانی بہنوں کے دو سهم اور اسی طرح ماں کے سگی بہن کے ساتھ دو سهم ہیں تو مسئلہ پانچ سے قرار دیا جاوے گا اور متروکہ پانچ حصے کر کے قسمت ہوگا قصر مسافت کے واسطے یعنی دو قسموں کو ایک قسمت قرار دیں گے کذا فی المطاوعی والثالث ان کان مع الاول ای الجنس الواحد من لایر علیہ وہ الزوجان اعطی من لایر علیہ فرضہ من اقل مخرجہ و قسم الباقی علی رؤس من یر علیہ کزوج و ثلث بنات ففی من اربعۃ للزوج واحد فی ثلثہ وہی تسقیم عین فلا حاجۃ الی ضرب اور تیسری قسم اگر اول قسم یعنی متحد الجنس کے ساتھ وہ شخص ہو جس پر رو نہیں ہوتا یعنی زوج یا زوجہ تو جس پر رو نہیں ہوتا اس کو اُس کا فرض دیا جائے اُس کے کتر مخرج سے اور باقی رو کیا جائے ان کی ذاتوں پر جن پر رو کیا جاتا ہے چنانچہ زوج اور تین بیٹیاں وارث ہوں تو مسئلہ چار سے ہوگا زوج کا ایک ہی باقی رہے تین اور وہ تینوں بیٹیوں پر مستقیم ہیں تو ضرب کرنے کی کچھ حاجت نہیں م زوج کا فرض اولاد کے ساتھ چوتھائی ہے تو اس کا کتر مخرج چار ہے پھر جب زوج کو چار میں سے ایک دیا تو باقی تین تینوں بیٹیوں پر بلا کسر قسمت ہو گئی ضرب کی کچھ حاجت نہ ہوئی وان لم تسقیم فان وافق رؤسہم ای رؤس من یر علیہم کزوج دست بنات ضرب و فقما وہ ہنا اثنان فی مخرج فرض من لایر علیہ وہ ہنا اربعۃ تبلغ ثانیۃ فللزوج اثنان و للبنات ستہ اور اگر بعد فرض زوج کے باقی مستقیم نہ ہو تو اگر باقی میں اور ان کی ذاتوں میں جن پر رو کیا جاتا ہے توافق کی نسبت ہو چنانچہ زوج اور چھ بیٹیوں میں تو ان کا حق جو کہ بیاں دو ہے اُس کے مخرج میں ضرب کیا جائے جس پر رو نہیں کیا جاتا اور وہ مخرج یہاں چار ہے تو اصل ضرب آٹھ ہوگا تو زوج کے دو اور بیٹیوں کے چھ اقل مخرج زوج چار ہیں پھر جب زوج کو چار سے ایک دیا تو باقی رہے تین وہ چھ بیٹیوں پر مستقیم نہیں ہوتے لیکن تین اور چھ میں توافق بالثلث ہے تو رؤس بنات کے وفق کو جو بیاں دو ہے چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہو گئی والا توافق مل باقی ضرب کل عدد رؤسہم فیہ اے المخرج المذكور کزوج و خمس بنات فالخرج ہنا اربعۃ للزوج و باقی ثلثہ تباین الخمس فاضرب الاربعۃ فی الخمسۃ تبلغ عشرین کان للزوج واحد اضرب فی المضروب یکین خمسۃ ففی لہ والباقی ثلثہ اضرب فی المضروب تبلغ خمسۃ عشر فلکل بنت ثلثہ اور اگر باقی اور عدد رؤس میں توافق کی نسبت نہ ہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو وہ وارثوں کے تمام عدد رؤس کو مخرج

۱۲ باصلاح اہل فرائض اور اہل حساب کے نزدیک ان دونوں میں تداخل ہے

دیا جاوے گا مخرج مذکور میں چنانچہ زوج اور پانچ بیٹیاں تو مخرج یہاں چارہے ان میں زوج کا فرض ایک ہے باقی رہے تین وہ پانچ سے
مباہن ہیں تو چار کو پانچ سے ضرب کیا ۲۰ ہوئے زوج کا فرض ایک تھا اس کو ضرب کر مضروب میں یعنی پانچ میں تو پانچ ہی حاصل ہوں گے تو
یہی پانچ زوج کا حصہ ہوا اور باقی حصہ بیٹیوں کا تین ہے اس کو بھی مضروب میں یعنی پانچ میں ضرب کر حاصل ہوں گے پندرہ تو ہر بیٹی کو تین ہم
عین گے م یہ صورت بھی صورتیں سابقین کے مانند ہے اس کی بارہ ہے اجتماع رابع اور ثلثین کی وجہ سے لیکن اس کو چار کی طرف پھیرا کہ وہ
کمتر مخرج ہے فرض زوج کا پھر جب اس میں سے زوج کو ایک دیا تو تین باقی رہے وہ پانچ بیٹیوں پر مستقیم نہیں بلکہ تین میں اور پانچ میں تباہین
کی نسبت ہے تو عدد رؤس بنات کو مخرج میں یعنی پانچ کو چار میں ضرب کیا ۲۰ حال ہوئے اب مسئلہ صحیح ہو گیا کذا فی الفرائض الشریفی والرباع
لو کان مع الثانی ای الجنبین فقط لا اکثر ہما بحکم الاستقرار اذ لا یرد مع اربع طوائف اصلا بالا استقرار اور جو متقی قسم اگر قسم ثانی کے ساتھ یعنی
فقط دو جنسوں کے ساتھ دو جنسوں سے یہاں یعنی قسم رابع نہیں ہو سکتا بحکم استقرار کے اس واسطے کہ رد کرنا چار جنسوں کا اصل نہیں ہوتا استقرار
یعنی تتبع جزئیات کی دلیل سے م یعنی اگرچہ قسم ثانی میں اجتماع اجناس ثلثہ ممکن ہے چنانچہ ترجمہ میں اس کی مثال مذکور ہو چکی لیکن قسم رابع میں تین
جنس کا اجتماع واقع نہیں ہوتا اس واسطے کہ اگر تین جنسوں کے ساتھ من لایرد علیہ یعنی احد الزوجین کو فرض کیجیے تو چار جنسیں ہوئی جاتی ہیں
اور حالانکہ رد کرنا چار جنسوں کے ساتھ ہرگز نہیں ہوتا استقرار کی دلیل سے وعل ہذا نکتہ اقتصار فیما مرعنا علی الجنبین اور شاید کہ یہی نکتہ ہے مصنف
کے اقتصار کرنے کا دو جنسوں پر قسم ثانی کے بیان میں جو متن کے اندر گزر گیا م یعنی مصنف نے جو قسم ثانی میں باوجود امکان اجتماع اجناس ثلثہ کے دو جنس
پر اقتصار کیا تو شاید اسی واسطے اقتصار کیا کہ قسم رابع میں اس کا ثمرہ ظاہر ہو کیونکہ قسم رابع میں دو جنسوں کے سوا تیسری جنس نہیں ہوتی ہے اور اقتصار
سے یہ مراد نہیں کہ تیسری جنس نہیں ہوتی والا فیرا بالثانی بعضہ لاکلہ قتالہ اور اگر اقتصار علی الجنبین کا یہ نکتہ نہ ہو بلکہ اتفاقی ہو تو مصنف کے کلام میں
یہاں ثانی سے قسم ثانی کا بعض مراد ہو گا نہ تمام اس کا سوا اس کو تامل کر م یعنی قسم ثانی کی بعض صورت یعنی جس میں دو جنسیں مجتمع ہوں مراد ہے نہ اس کی
سب صورتیں اس واسطے کہ رابع میں اجتماع اجناس ثلثہ واقع نہیں من لایرد علیہ فاقسم الباقی من مخرج فرض من لایرد علیہ علی مسئلہ من
یرد علیہ ان استقام کزوجہ واربع جدات وست اخوات لام یعنی اگر دو جنسوں کے ساتھ من لایرد علیہ یعنی احد الزوجین ہو تو فرض
احد الزوجین کے مخرج سے جو باقی رہے اس کو قسمت کر ان وارثوں کے مسئلے پر چن پر رد کیا جاتا ہے بشرطیکہ قسمت مستقیم ہو جائے چنانچہ زوج اور
چار دادیاں اور چھ اخیانی بہنیں وارث ہوں م استقامت باقی کی نہیں ہوتی مگر فقط اسی مسئلے میں جو متن میں مذکور ہوا یعنی احد الزوجین کا رابع ہو
اور ایک جنس ثلث کی مستحق ہو اور دوسری جنس سدس کی تو اب مسئلہ تین سے ہو گا اور باقی بھی تین ہیں تو اب قسمت مسئلہ پر مستقیم ہو گی کذا فی
الطحاوی عن مختار مخرج من لایرد علیہ اربعۃ للزوجۃ واحد لبقۃ ثلثۃ تستقیم علی سہم الجداۃ وسہم الاخوات لکنہ منکسر علی احوال فرقی کی سبھی
تو مسئلہ مذکورہ میں من لایرد علیہ کا مخرج چارہے اس میں سے زوجہ کا ایک ہے باقی رہے تین وہ دادیوں کے ایک سہم اور بہنوں کے دو سہموں
پر مستقیم ہیں لیکن وہ ٹوٹتے ہیں ہر فریق کے فرد فرد پر چنانچہ اس کی استقامت کا بیان اخیر باب میں آوے گا م چار دادیوں کا حصہ ایک تھا و
ان پر قسمت نہیں ہوتا اور اس کا طرح بہنوں کا حصہ دوسرے وہ ان پر بٹ نہیں سکتا وان لم یستقیم ضربت جمیع مسئلہ من یرد علیہ فی مخرج
من لایرد علیہ فاببلغ الحاصل بهذا الضرب مخرج فرضی الفریقین اور اگر باقی مستقیم نہ ہو تو مرد و عہد کے تمام مسئلے کو احد الزوجین کے مخرج
میں ضرب کر تو جو مبلغ حاصل ہو گا اس ضرب سے وہ دونوں فریق کے حصوں کا مخرج ہو گا یعنی فریق من یرد علیہ اور فریق من لایرد علیہ
کے حصے حاصل ضرب سے نکل آویں گے کا رابع زوجات و تسع بنات وست جدات مخرج من لایرد علیہ ثانیۃ للزوجات اثنی واحد

بقیہ سبعة لا تستقیم علی مسئلہ من یرید علیہ وہے ہنا خمسة لان الغرضین ثلثان و سدر فاضرب الخمسة فی الثمانية تبلغ اربعین و ہی مخرج فرض الغرضین چنانچہ چار زوجہ اور نو بیٹیاں اور چھ دادیاں وارث ہوں تو مخرج من لایر علیہ کا آٹھ ہے تو زوجات کا حصہ آٹھواں یعنی ایک ہے باقی رہے سات وہ مسئلہ میں من یرید علیہ پر مستقیم نہیں اور مسئلہ مذکورہ بیاں پانچ ہے اس لئے بیٹیوں اور دادیوں کے دو فرض و ثلث اور ایک سدس ہے تو مسئلہ من یرید علیہ یعنی پانچ کو آٹھ میں جو مخرج ہے من لایر علیہ کے فرض کا ضرب کر حاصل ۴۰ ہوں گے تو ہی مخرج ہے دونوں فریق کے فرض کا م من یرید علیہ کے مسئلہ کو پانچ اس واسطے کہا کہ بنات ثلثین کی مستحق ہیں اور عداۃ سدس کی اور مخرج ثلثین اور سدس کا چھ ہے تو اس کے و ثلث چار ہوئے اور ایک سدس ایک ہوا تو مجموع فرضین پانچ ہوئے جب پانچ کو آٹھ میں ضرب کیا تو ہم ہوئے یہ مخرج ہے فرض کا اب آگے مصنف ہر ایک کا حصہ ہم میں سے بیان کرتا ہے ثم اضرب سهام من لایر علیہ و ہم ستم للزوجات فی خمسة مسئلہ من یرید علیہ یکن خمسة فمن حق الزوجات الاربع من الاربعین پھر من لایر علیہ کے سهام کو یعنی زوجات کے ایک ستم کو مسئلہ من یرید علیہ یعنی پانچ میں ضرب کر تو پانچ ہی حاصل ہوں گے سو ہی پانچ زوجات اربع کا حق ہے ۴۰ میں سے و اضرب سهام کل فریق ممن یرید علیہ وہے اربعہ للبنات و ستم للجدات فیما لقی اے فی السبعة الباقیة من مخرج فرض من لایر علیہ یکن للبنات ثمانية وعشرون وللجدات سبعة فاستقام فرض کل فریق لکنہ منکسر علی آحاد کل فریق فصح بالاصول السبعة الاتیة فی باب الخارج تصح من الف و اربع مائة و اربعین اور سهام ہر فریق من یرید علیہ کو اور وہ سهام پانچ ہیں چار بیٹوں کے اور ایک ستم دادیوں کا ضرب کر ان سات میں جو فرض من لایر علیہ کے مخرج سے باقی رہے حاصل ضرب ۴۵ ہوئے ان میں سے بیٹیوں کے ۲۸ ستم ہیں اور دادیوں کے سات ستم تو اب ہر فریق کا فرض حصہ راست ہو گیا لیکن ہر فریق کے فرد فرد پر راست نہیں ہوتا ٹوٹتا ہے تو اس کی تصحیح کر لے ان سات قاعدوں سے جن کا بیان آوے گا باب الخارج میں تو تصحیح ہوگا ہر فرد کا حصہ ایک ہزار اور چار سو اور ہم ستم سے م بالجدہ موجب قواعد مذکورہ کے ۱۳۴۰ سے زوجات اربعہ کا نصیب ۱۸۰ ہے اور ہر زوجہ کا حصہ ۴۵ ہے اور نصیب بنات ۱۰۰۸ ہے اور ان میں سے ہر بیٹی کا حصہ ۱۱۲ ہے اور دادیوں کا نصیب ۲۵۲ ہے اور ہر دادی کا حصہ ۲۲ ہے کذا فی الخطاوی مختصر و تصحیح الادبی من ثمانية و اربعین ولولا خشية الاطالة لا وسعت الکلام ہنا اور پہلا مسئلہ یعنی ایک زوجہ اور چار جدہ اور سات اخیانی بہنوں کا مسئلہ صحیح ہو جاتا ہے ۴۸ سے اور اگر اطالت کلام کا خوف نہ ہوتا تو البتہ میں اس مقام میں وسیع کلام کرتا م ۴۸ میں سے زوجہ کا حصہ بارہ ہے اور جدت کا نصیب بھی بارہ ہے اور ہر جدہ کا حصہ تین ہے اور بہنوں کا نصیب ۲۲ ہے اور ہر ایک کا حصہ چار ہے کذا فی الخطاوی

باب توریث ذوی الارحام

یہ باب ہے توریث ذوی الارحام کے مسائل میں م مغرب میں ہے کہ رحم اصل میں منبت ہے ولد کا اور اس کا ظرف پھر قرابت اور وصیت من جہۃ الولاد مسمی برحم ہو گئی اس واسطے کہ رحم قرابت کا

سبب ہے طحاوی نے کہا لغت میں ذورحم عبارت ہے صاحب قرابت سے مطلقا خواہ قرابت من جہۃ الولاد ہو یا نہ ہو مگر قرابت قریب نسب بذی ستم ولا عصیتہ منو قسم ثالث حیثیذ ذورحم ہر ایک وہ قرابت والا ہے جو صاحب فرض اور عصبہ نہ ہو تو ذورحم وارثوں کی تیسری قسم ٹھہرا اس وقت میں ہم یہ اصطلاح شرعی کا بیان ہے اگر شخص بکریم مانند حضرت فاروق اور مرتضیٰ اور ابن مسعود اور ابو عبیدہ اور معاذ اور ابو دردار اور ابن عباسؓ بروایت مشورہ رضی اللہ عنہم توریث ذوی الارحام کے قائل ہیں اور یہی قول ہے امام اور صاحبین اور ان کے تابعین کا اور زید بن ثابت اور ابن عباسؓ روایت شاذہ میں میراث ذوی الارحام کے قائل نہیں ان کے نزدیک جب اصحاب فرائض اور عصبہات نہ ہوں

۱۔ اور ایک نسخہ میں بعد ہنا کے واللہ اعلم بالصواب ۱۲

تو متروکہ بیت المال میں رکھا جاوے اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا نفی کرنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آیت میراث میں ذوی الفروض اور عصباء کا نصیب بیان فرمایا اور ذوی الارحام کے واسطے کچھ مذکور نہیں کیا اگر ان کا حق ہوتا تو البتہ بیان ہوتا اور اثبات کرنے والوں کی دلیل یہ آیت ہے واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض فے کتاب اللہ چنانچہ استدلال اس کا مذکور ہو چکا کذا فے الفرائض الشریفی مختصر اتمام فیہ ولا یرث مع ذی سہم ولا عصبۃ سوی الزوجین لعدم الرد علیہما اور ذورحم وارث نہیں ہوتا صاحب فرض اور نہ عصبہ کے ساتھ سواری زوجین کے یعنی زوجین اگرچہ صاحب فرض ہیں مگر ذورحم ان کے ساتھ وارث ہوتا ہے اس واسطے کہ ان پر رد کرنا فرض نہیں فیماخذ المنفرد جمیع المال بالقرابۃ تو اکیلا ذورحم تمام مال کو لے گا قرابت کی وجہ سے م جمیع مال کے لینے میں اشارہ ہے کہ ارث ذوی الارحام کی عصباء کے مانند ہے اس میں اقرب فالاقرب کا اعتبار ہے اور قرب گاہے ہوتا ہے قرب درجہ سے اور گاہے قوت قرابت سے تو جیسے نصیب میں بیٹا مقدم ہے باپ پر اسی طرح ذوی الارحام میں جنسیت کا مقدم ہے اصل پر کذا فی المططاوی و یجب اقربہم الا بعد کترتہ العصباء اور ذوی الارحام کا قریب تر بعید تر کا حاجب ہوتا ہے عصباء کی ترتیب کے مانند یعنی جس طرح عصباء میں اقرب البعد کا حاجب ہوتا ہے اسی طرح ذوی الارحام میں اقرب کے ہوتے البعد وارث نہیں ہوتا ثم اربعۃ اصناف جزاء المیت ثم اصلہ ثم جزء البویہ ثم جزء جدیہ او جدیتہ توکل ذوی الارحام چار قسم ہیں قسم اول میت کا جو لینے میت کی اولاد و ختری چنانچہ ناتی اور نانن پھر قسم ثانی میت کی اصل لینے نانا اور نانیان پھر قسم ثالث میت کی والدین کا جزء لینے بھانجا اور بھانجی پھر قسم رابع جدین کا جزء لینے دادا اور نانا کی اولاد یا جدتین کا جزء لینے دادی اور نانی کی اولاد چنانچہ تفصیل اس کی آگے آوے گی متن اور شرح میں و حینئذ یقدم جزء المیت و ہم اولاد البنات و اولاد بنات الابن و ان سفلا و اس وقت میں لینے جب کہ یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ذوی الارحام میں جو میت سے قریب تر ہے وہ بعید تر کا حاجب ہوتا ہے تو میت کا جزء مقدم ہوگا میراث میں ذوی الارحام کی اقسام میں اور جز میت کا عبارت ہے بیٹیوں کی اولاد سے اور پوتیوں کی اولاد سے خواہ مرد ہوں یا عورت اگرچہ وہ بچہ درجہ سافل اور نازل ہوں مگر اگر میت کی ناتی یا پر ناتی ہو اور نانا یا نانی ہو تو ناتی یا پر ناتی میراث لے گی نانا اور نانی کو کچھ نہ ملے گا اس واسطے کہ جزء مقدم ہے اصل پر عصباء کے مانند ثم اصلہ و ہم الجذ الفاسد و الجذات الفاسدات و ان علوا پھر اولاد میت کے بعد اصل میت کی مقدم ہے اور میت کے اصول جد فاسد اور جذات فاسدات ہیں اگرچہ بچہ درجہ عالی اور اونچے ہوں جد فاسد وہ ہے جو قرابت رکھے بوسطے عورت کے چنانچہ نانا اور نانا کا باپ اور جدہ فاسد وہ ہے جس کی نسبت میں میت کی طرف جد فاسد داخل ہو چنانچہ میت کے نانا کی ماں یا نانا کی نانی خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم میں بھی اقرب فالاقرب مقدم ہے قسم اول کے مانند مطلقاً خواہ اقرب باپ کی جہت سے ہو خواہ ماں کی جہت سے کذا فی المططاوی مختصر ثم جزء البویہ و ہم اولاد الاخوات لابوین اولاب و اولاد الاخوة والاخوات لام و بنات الاخوة لابوین اولاب و ان نزولوا پھر والدین میت کا جزء مقدم ہے یعنی سگی بہنوں یا سوتیلی بہنوں کی اولاد اور اخیانی بھائی اور بہنوں کی اولاد اور سگے بھائیوں یا سوتیلی بھائیوں کی بیٹیاں اگرچہ سافل اور نازل ہوں مگر یہ ذوی الارحام کی قسم ثالث ہے سگی یا سوتیلی بہنوں کی اولاد عام ہے خواہ مرد ہوں یا عورت یعنی بھانجے اور بھانجیاں ذوی الارحام سے ہیں اور سگے یا سوتیلی بھائیوں کی بنات کی اس واسطے تخصیص کی کہ بھتیجیاں ذوی الارحام میں داخل ہیں اور بھتیجے عصباء میں سے ہیں چنانچہ عصباء میں مذکور ہو گیا اور اخیانی بھائی اور بہنوں کی اولاد مرد ہو یا عورت ذوی الارحام سے ہیں الحاصل اس قسم میں اولے بالمیراث اقرب الے المیت ہے تو بھانجی مقدم ہے بھائی کی ابن البنت سے اور اگر درجہ میں برابر ہوں تو اولد عصباء مقدم

سہ لینے یو میکم اللہ فی اولادکم الآیہ ۱۲ ۱۳ یعنی قرابت و اردوں میں سے بعض اولے میراث ہیں بعض سے کتاب اللہ میں ۱۲

ولد ذی الرحم سے جیسے بھائی کی پوتی اور بن کا ناتی تمام مال کو بھائی کی پوتی سے گی نہ بن کا ناتی اس واسطے کہ پوتی ولد عصبہ ہے کذا فی الطحاوی
 مختصراً ولقدیم الجدید علیہم خلافا لہما اور مقدم ہے نانا ان پر یعنی اخوات کی اولاد اور بنات اخوة پر برخلاف ضا جبین کے مام سے دور وہ نہیں ہیں
 ایک روایت یہ ہے کہ نانا مقدم ہے ناتی اور ناتن پر لیکن یہ روایت مشہور نہیں اور نہ اس پر فتویٰ ہے اور دوسری مشہور روایت یہ ہے کہ ناتی اور
 ناتن نانا پر مقدم ہے اور نانا مقدم ہے بھانجے اور بھانجیوں اور بھتیجیوں پر اور اسی روایت پر فتوے ہے اور صاحبین کے نزدیک بھانجے اور
 بھانجیاں اور بھتیجیاں نانا پر مقدم ہیں اور مام کا مذہب ذوی الارحام میں عصبیات کے قیاس پر ہے اس واسطے کہ عصبیات میں داد مقدم
 ہے میت کے بھائیوں پر کذا فی الطحاوی کم جزر جد یہ اور جد تہ پھر جدین یا جد تین کی اولاد مقدم ہے مام یہ ذوی الارحام کی چوتھی قسم ہے اے آخر
 المذكورات جدین سے باپ کا باپ یعنی دادا اور ماں کا باپ یعنی نانا مراد ہے اور جد تین سے باپ کی ماں یعنی دادی اور ماں کی ماں یعنی نانی
 مراد ہے وہم الاحوال والخالات اور وہ ماموں اور خالہ ہیں مام یہ لوگ ماں کے رشتہ دار ہیں ماموں تو بھائی ہیں میت کی ماں کے اور خال
 بنیں ہیں اس کی تو اگر ماں کے سگے بھائی بن ہیں تو میت کے نانا کی طرف منسوب ہیں اور اگر ماں کے اخیانی بھائی بن ہیں تو میت کی ماں کی
 طرف منسوب ہیں کذا فی الطحاوی والشرعی والاعمال لام اور اخیانی چچا ہیں یعنی میت کے باپ کے اخیانی یعنی مامی بھائی ہیں مام میں
 مادری کی قید اس واسطے لگائی کہ سگا چچا اور سوتیلہ چچا عصبیات میں داخل ہیں نہ ذوی الارحام میں والعمات اور پھوپھیاں ہیں ذوی الارحام
 سے مطلقا سگی ہوں یا سوتیلی یا مادری تو اگر سگی یا سوتیلی بنیں ہیں باپ کی تو میت کے دادا کی طرف منسوب ہیں جانب پدری سے اور اگر
 میت کے باپ کی اخیانی بنیں ہیں تو وہ منسوب ہیں اس کی جدہ پدری کی طرف قسم رابع میں خلاصہ یہ ہے کہ احوال اور خالات اور عمات اور
 اعمام مادری درجے میں برابر ہیں یہاں کوئی اقرب اور البعد نہیں اور ان میں حکم یہ ہے کہ ان میں سے جو منفرد ہوگا جمیع مال کا مستحق ہوگا اور اگر
 چند لوگ ہیں تو دیکھنا چاہیے کہ قرابت ان کی متحد ہے یا نہیں اگر متحد ہے اس طرح کہ سب کی قرابت جہت پدری سے ہے یا جہت مادری
 سے تو اقرب اولے سے بالاجماع یعنی سگا اولیٰ ہے سوتیلے سے اور سوتیلہ اولے سے اخیانی سے خواہ اقویٰ مرد ہو یا عورت اور اگر اقویٰ ہیں بھی
 تعدد مواع اتحاد القرابة فلذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت مختلف ہے اس طرح کہ بعض کی قرابت باپ کی جہت سے ہے اور بعض کی ماں کی
 جہت سے تو قرابت پدری کے واسطے متروکہ کی دو تہائیاں ہیں اور قرابت مادری کے واسطے ایک تہائی ہے کذا فی الطحاوی مختصراً وبنات
 الاعمام واولاد ہولاء اور منجملہ قسم رابع چچوں کی بیٹیاں ہیں اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی یعنی احوال اور خالات اور اعمام اخیانی اور عمات
 اور بنات اعمام کی اولاد بھی ذوی الارحام کی قسم رابع میں داخل ہیں ثم عمات الاباء والامهات واولادہم وخالاتہم واعمام الاباء واولادہم
 اعمام الامهات کلہم واولاد ہولاء وان بعدوا العلوال السفول پھر اشخاص مذکورین کے بعد میت کے باپوں اور ماؤں کی پھوپھیاں اور
 ان کے ماموں اور خالائیں اور باپوں کے اخیانی چچا اور ماؤں کے چچا بالکل خواہ سگی ہوں یا سوتیلے یا اخیانی اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی
 اگرچہ پچید ہوں اونچے اور نیچے ہوں یعنی جب کہ میت کے عمات اور خالات اور احوال اور ان کی اولاد موجود نہ ہوں تو اب حکم منتقل ہوگا میت کے
 باپ کی عمات اور خالات اور احوال اور اس کی ماں کے چچا اور ماؤں اور عمہ اور خالہ کی طرف تو اگر ان میں سے کوئی شخص منفرد ہوگا تو سب مال
 لے گا عدم مزاحم کے سبب سے اور اگر چند اشخاص مجتمع ہوں گے اور قرابت ان کی متحد ہوگی تو ان میں سے قویٰ تر مقدم ہے خواہ مرد ہو یا عورت
 اور اگر قرابت ان کی برابر ہے تو لذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت ان کی مختلف ہے تو باپ کے قرابت والوں کو دو تہائیاں ہیں اور ماں کی
 قرابت والوں کو ایک تہائی اٹے آخر مام پھر اگر یہ لوگ بھی نہ ہوں تو ان کی اولاد کا حکم قسم رابع کا حکم ہے پھر اگر ان کی اولاد بھی نہ ہو تو حکم منتقل

ہو گامیت کے دادا اور دادی کے عمت اور خالات وغیرہم کی طرف پھر ان کے بعد ان کی اولاد کی طرف اسے غیر النہایہ کذا فی الطحاوی و الشریفی و یقدم الاقرب فی کل صنف اور مقدم ہو گامیت کا قریب تر اقسام اربعہ کے ہر قسم میں م قسم رابع میں یہ حکم ظاہر نہیں اس واسطے کہ ان میں کوئی اقرب نہیں ہاں ان کی اولاد میں البتہ اقربیت متحقق ہوتی ہے تو یہ اطلاق اسی پر محمول ہے کذا فی الطحاوی واذا استواء فی الدرجۃ واتحدت الجنتہ قدم ولد الوارث اور جب کہ ذوی الارحام درجے میں برابر ہوں اور قرابت کی جہت بھی متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی غیر وارث کی اولاد پر م ولد وارث سے مراد صنف اول میں صاحب فرض کی اولاد ہے اور صنف ثالث میں عصبہ کی اولاد مراد ہے اور صنف ثانی اور رابع میں یہ نہیں ہوتا ہاں ان کی اولاد میں تقدیم اقرب کی ہوتی ہے پھر قوی ترکی پھر ولد عصبہ کی اتحاد قرابت کے وقت کذا فی الطحاوی فلما اختلفت فلقراتہ الاب النشان ولقراۃ الام الثلث اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والوں کے واسطے درہمیاں ہیں مترکہ میت کی اور ماں کی قرابت والوں کے واسطے ایک تہائی ہے طحاوی نے کہا یہ تفصیل تو فقط قسم ثانی اور رابع میں اور ان کی اولاد میں ہوتی ہے نہ اول اور ثالث میں وعند الاستواء فان اتفقت صنفۃ الاصول فی الذکورۃ والانوثۃ اعتبار ابدان الفروع اتفاقا اور ذوی الارحام کے درجہ برابر ہونے کے وقت اگر ان کے اصول کی صفت مرد ہونے یا عورت ہونے میں یکساں اور متفق ہو تو فروع کے ابدان کا اعتبار ہوگا باتفاق ابو یوسف اور محمد کے م در صورت اتفاق اصول اگر فروع فقط ذکور ہوں یا فقط اناث ہوں تو سب کا حصہ برابر ہے اور اگر مختلط ہوں تو لڈکر مثل حظ الانثیین توناتی دو ثلث پادے گا اور ناتی ایک ثلث واما اذا اختلفت الفروع والاصول کبنت ابن بنت وابن بنت بنت اعتبر محمد فی ذلک الاصول وقسم المال علی اول بطن مختلف بالذکورۃ والانوثۃ و ہونا البطن الثانی و ہونا ابن بنت و بنت بنت فمما اعتبر صنفۃ الاصول فی البطن الثانی فی مسئلتنا فمما علمہم اثلاثا واعطی کلامن الفروع نصیب اصلہ فمما یکن ثلثا لبنت ابن البنت نصیب ابیہا وثلثا لابن بنت البنت لانه نصیب امہ وتمامہ فی السراجیۃ وشرحہما اور جب کہ اختلاف ہو فروع اور اصول کی صفت میں چنانچہ ناتی کی بیٹی اور ناتی کا بیٹا تو اس میں محمد نے اصول کا اعتبار کیا ہے اور مال کو قسمت کیا ہے اس اول بطن پر جس میں اختلاف ہوا ذکوریت اور انوثت کا اور وہ اختلاف اس مقام کی مثال میں بطن ثانی میں پڑا ہے یعنی ناتی اور ناتی میں تو محمد نے اصول کی صفت کا اعتبار کیا ہے بطن ثانی میں ہمارے مفروض مسئلہ میں تو ان پر مال کو تین حصے کر کے بانٹا ہے اور ہر ایک فرع کو اس کی اصل کا حصہ دیا ہے تو اب مال کی دو تہائیاں ناتی کی بیٹی کی ہوں گی جو اس کے باپ کا حصہ ہے اور ایک تہائی ناتی کا بیٹا پادے گا اس واسطے کہ تہائی اس کی مال کا حصہ ہے اور اس کا پورا مفصل بیان سراجیہ اور اس کی شرحوں میں ہے یعنی یہاں نہایت مذکور ہوا م جب کہ اصول میں اختلاف ہو ذکوریت اور انوثت کا تو ابو یوسف نے یہاں بھی ابدان فروع کا اعتبار کیا ہے اور اختلاف اصول کا کچھ اعتبار نہیں کیا اور محمد نے اعلائے بطن مختلف پر میراث کو تقسیم کیا ہے اور ہر اصل کا حصہ اس کی فرع کے واسطے مقرر کیا ہے تو متن کی صورت مذکورہ میں ابو یوسف کے نزدیک مال کی تین تہائیاں ہو کر دو تہائیاں ناتی کا بیٹا پادے گا اور ایک تہائی ناتی کی بیٹی پادے گی برعکس قول محمد کے اور تعدد اختلاف بطون کی تفصیل محمد کے مذہب کے موافق اور ذوی الارحام کے اصناف اربعہ کے احکام جداگانہ طحاوی اور شروع سراجیہ میں مذکور ہیں خوف تطویل کے سبب مترجم اس کے ترجمہ کرنے سے معذوریٰ نہیں شاد الاستقصا فیہ ج۱ ایسا و ہما اعتبر الفروع فقط اور ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے فقط فروع کا اعتبار کیا ہے نہ اصول کام یہاں ضمیر کا مرجع مقدم مذکور نہیں ہوا بلکہ مرجع ضمیر کا مرجع الدین کے کلام میں مذکور ہے کذا فی الطحاوی لکن قول محمد اشرر الروایتین عن ابی حنیفۃ ج۱ نے جمیع ذوی الارحام وعلیہ الفتورے کذا فی شرح السراجیہ مصنفنا لیکن محمد کا قول مشہور تر ان دو روایتوں میں سے ہے جو امام ابو حنیفہ سے مروی ہیں تمام ذوی الارحام میں اور اسی قول پیروی ہے

ایسا مذکور کیا ہے سراجیہ کے مصنف کی شرح میں م و کذا فی العالمگیریہ عن الکافی اور یہ بھی عالمگیری میں ہے کہ امام اسماعیلی کی مرسوم میں مذکور ہے کہ ابو یوسف کا قول صحیح تر ہے کیونکہ وہ آسان تر ہے اور صاحب محیط نے کہا کہ مشائخ بخارا نے ابو یوسف کا قول لیا ہے اس قسم کے مسائل میں اور لمطاوی میں ہے کہ مشائخ بخارا اور خوارزم نے ابو یوسف کے قول پر فتویٰ دیا ہے و فی الملتقى و بقول محمد یفیت سلت عن ترک بنت شقیقۃ و ابن و بنت شقیقۃ کیف تقسم فاجبت بانهم قد شرطوا عدد الفروع فی الاصول فحينئذ تقسم الشقیقۃ کشقیقتین فبقسم المال بینہما نصفین ثم یقسم نصف الشقیقۃ بین اولادہا اثلاثا اور ملتقی میں ہے کہ محمد کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے مجھ سے سوال ہوا اس میت کا مسئلہ جس نے اپنے سگے بھائی کی بیٹی کو سگی بن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اس کا مترکہ کیونکر تقسیم ہوگا تو میں نے جواب دیا اس طرح کہ فقہانے شمار فروع کا اصول میں شرط کیا ہے یعنی اگر فرع متعدد ہوگی تو اصل کو بھی متعدد قرار دیں گے تو اس وقت میں سگی بن دو سگی بہنوں کے مانند ہو جاوے گی یعنی اس واسطے کہ اس کی دو فرع ہیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی تو اصل مترکہ میت کے سگے بھائی اور سگی بن جو بمنزلہ دو بہنوں کے ہوگی نصفانصف تقسیم ہوگا پھر سگی بن کا نصف اس کی اولاد میں تین تہائیاں ہو کر مقسوم ہوگا م یہ جواب مبنی ہے محمد کے قول پر ان کا مذہب یہ ہے کہ اگر فروع میں تعدد نہیں ہے تو فروع میں لھول کی ذکوریت اور انوثت کا اعتبار کرتے ہیں اور اگر فروع میں تعدد ہو چنانچہ ایک اصل کی دو فرع مذکور ہوں اور دوسری اصل کی دو فرع مؤنث ہوں اور تیسری اصل کی ایک ہی فرع ہو تو یہاں اصل کی صفت اور فرع میں جمع کریں گے تو اصل کو متعدد قرار دیں گے فرع کے تعدد کے سبب سے لیکن فرع کا وصف یعنی ذکوریت اور انوثت کا اصل میں اعتبار نہ کریں گے تو بنا براس قول کے چونکہ مسئلہ مذکورہ میں سگی بن کے دو فرع ہیں لہذا سگی بن کو بمنزلہ دو بہنوں کے قرار دیا اور مترکہ نصف سگے بھائی کو ملا اور نصف سگی بن کو پھر سگی بن کے نصف کی تین تہائیاں کر کے اس کی اولاد میں تقسیم کی دو تہائیاں بیٹا لے گا اور ایک تہائی بیٹی کذا فی لمطاوی ملتقطاً من الموضنین

فصل فی الغرق والحرقی وغیرہم یہ فصل ہے ڈوبنے والوں اور جلنے والوں وغیرہم کے احکام میں م غرق جمع ہے غریق کی اور حرقی جمع ہے حریق کی جیسے قتلے جمع ہے قتل کی مراد ان سے وہ لوگ ہیں جو مر گئے اور یہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا

چنانچہ ایک کشتی کے لوگ ساتھ ہی ڈوب گئے یا ایک گھر کے لوگ ساتھ ہی جل گئے یا ان پر دیوار یا بھت گر پڑی یا معیر کے میں مقتول ہوئے اور موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہیں تو یہ قرار دیا جاوے گا کہ گویا وہ سبھی ایک ہی آن میں مر گئے لائق وارث ہیں الغرق والحرقی الا اذا علم ترتیب الموت فیثارت المتاخر اور ڈوبنے اور جلنے والوں میں باہم وارث ہونا نہیں یعنی ایک غریق دوسرے غریق کا وارث نہ ہوگا مگر جب کہ تقدم اور تاخر مردوں کا معلوم ہو جائے اس طرح پر کہ یقین کے بعد شبہ واقع نہ ہو تو اب پچھلا مردہ وارث ہوگا پہلے مردے کا م غرق اور ان کے امثال کی پانچ صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ ان میں سے میت سابق بالیقین معلوم ہو اس کا حکم صریح ہے کہ لاحق سابق کا وارث ہوگا دوسری صورت یہ ہے کہ میت سابق علی التبعین پہلے تو معلوم تھا پھر اس میں شبہ پڑ گیا اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی میراث موقوف رہے گی تاہیک شبہ زائل ہو کر یقین حاصل ہو یا وارث باہم صلح کر لیں اس واسطے کہ یاد آجائے سے یا یومی نہیں ہے تیسری صورت یہ ہے کہ میت سابق بلا یقین معلوم ہو چوتھی صورت یہ ہے کہ سب کی موت سبھی ہو یا پانچویں صورت یہ ہے کہ سبقت اور میت کچھ معلوم نہ ہو تو ان پچھلی تین صورتوں میں ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا کذا فی لمطاوی عن نجم زادہ محشی الشریفی فلو جعل عینہ اور اگر میت سابق کی ذات معلوم نہ رہے محمول ہو جائے یعنی اس کی تعیین کے بعد التباس اور اشتباہ واقع ہو اس کی ذات میں اور یہ دوسری صورت ہے منجملہ پانچ صورتوں کے جو مذکور ہو چکیں کذا فی لمطاوی اعطی کل بالیقین ووقف المشوک فیستتبع یتبعین الوصلی و اشرح الجمع تو دیا جائے ہر ایک کو یقین کے ساتھ اور جس میں شک پڑے

موقوف ہے یہاں تک کہ صاف ظاہر ہو جائے یعنی یاد پڑ جائے اشتباہ کے بعد یا کہ ورثہ باہم صلح کر لیں کذا فی الشرح لمجمع قنوت واقرہ
 مصنف لکن نقل شیخنا عن ضرر السراج معنی الحمد انہ لومات احدہما ولم یدر ایسا تو بھل کا نہما تا معاً لمتحقق التعارض بینہما وہ مخالف لما مرقد بر
 کتا ہوں اور بشرح مجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے لیکن ہمارے استاد نے ضرر سراج سے منسوب مجمل اس قول
 نقل کیا ہے کہ دو شخصوں میں سے ایک شخص اول مرگیا اور یہ معلوم نہیں کہ دو شخصوں میں سے کون شخص پہلے مر اتویہ بٹھرایا جاوے گا کہ گویا دونوں
 تھے ہی مر گئے ثبوت تعارض کی وجہ سے دونوں میں اور یہ روایت مخالف ہے مجمع کے قول کے جو گذر گیا تو اس کو سوچنے لے ہم ضرر سراج میں
 رت ثالثہ کا ذکر ہے اور جو بشرح مجمع سے ہوا وہ صورت ثانیہ ہے تو ثانی اور مخالف دفع ہو گیا کذا فی الطحاوی یعنی صورت ثالثہ میں میت سابق
 علم بلا تعیین ہے اور صورت ثانیہ میں علم علی تعیین کے بعد اشتباہ واقع ہوا تو اب مخالف قولین باقی نہ رہا واذالم یعلم ترتیبہم قسم مال کل منہم
 علی ورثۃ الاحیاء اذ لا توارث بالثک اور جب کہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم نہ ہو تو ہر ایک میت کا مال ان لوگوں میں سے اس کے زندہ
 وارثوں پر تقسیم کیا جائے اس واسطے کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا نہیں شک کے سبب سے م یعنی استحقاق میراث کے سبب میں یہاں
 شک واقع ہے کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی ہے دوسرے کی موت کے بعد اور وہ بالیقین معلوم نہیں اور جب تک سبب متیقن نہیں
 استحقاق میراث کا متحقق نہیں اس واسطے کہ ثبوت سبب کا شک سے متصور نہیں کذا فی الطحاوی فرائض شریعی میں ہے کہ صدق الکبر نے اہل یام
 کے مقتولین میں اسی طرح کا حکم کیا یعنی زندوں کو مردوں کی میراث دلائی اور ایک میت کو دوسری میت کی میراث نہیں دی اور جب کہ نموس میں
 رہا ہے لوگ مر گئے تو عمر فاروقؓ نے اسی طرح حکم کیا اور علی مرتضیٰؓ نے بھی صفین اور جہل کے مقتولین میں یہی حکم جاری فرمایا انتہی والکافر میراث
 بالنسب والسبب المسلم اور کافر وارث ہوتا ہے نسب کی جہت سے مسلمان کی مانند یعنی کافر پر میراث مسلمان کے احکام جاری ہوں گے
 فرض اور مصوبہ اور رحم کے طریق سے جب کہ کفار حکام مسلمین کی طرف ملاحظہ کریں اور زوجیت اور اعتاق کے احکام کذا فی الطحاوی ولوا مجمع
 کہ قرابتان لو تفرقتا فی تخصیص جب احدہما الاخر فانه میراث بالحقاب اور اگر کافر میں دو ایسی قرابتیں جمع ہوں کہ اگر وہ قرابتیں
 دو شخصوں میں جدا جدا ہوتیں تو ایک شخص دوسرے کا صاحب ہوتا تو وارث ہوگا صاحب قرابت کی جہت سے م چنانچہ مجوسی نے اپنی ماں سے
 نکاح کیا اس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہ بیٹی اس مجوسی کی اخیانی بہن ہوئی اور بیٹی بھی اور بیٹی اخیانی بہن کی صاحب ہوتی ہے تو وہ مجوسی کی
 وارث ہوگی بیٹی بہن کی جہت سے اور محجب نہ ہوگی اخیانی بہن ہونے کی راہ سے وال لم یحب احدہما الاخر میراث بالقربا بین عندنا
 كما قد مناه اور اگر ایک شخص دوسرے شخص کا صاحب نہ ہو تو کافر وارث ہوگا دونوں قرابتوں کی جہت سے ہم حنفیوں کے نزدیک چنانچہ ہم
 اس کو آگے ذکر کر دیا ہے باب عول سے پہلے صورت اس کی یہ ہے کہ مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا سو اس سے فرزند پیدا ہوا تو یہ وارث
 اس کی ماں ہے اور سوتیلی بہن بھی ہے تو وہ دونوں جہت سے فرزند مذکور کی وارث ہوگی تو ماں ہونے کی راہ سے تہائی متروکہ پاسوگی
 اور بہن ہونے کی جہت سے نصف ترکہ لے گی ولا یرثون بانکحہ مستحلۃ عندہم اے لستحلونہا کتزوج مجوسی امہ لان النکاح الفاسد لا یوجب
 التوارث بین المسلمین فلا یوجبہ بین المجوس کذا فی الجوہرۃ قال دحل نکاح لو اسما یقران علیہ توارثان واما فلا انتہی وسمحہ فی الظہیر یہ اور کفار
 وارث نہیں ہوتے من حیث الزوجیۃ ان نکاحوں کی جہت سے جو ان کے نزدیک حلال ہیں یعنی جن نکاحوں کو وہ حلال جانتے ہیں جیسے مجوسی کا نکاح
 کرنا اپنی ماں سے اس واسطے کہ فاسد نکاح درمیان مسلمین کے توارث کا موجب نہیں تو اسی طرح مجوسی میں بھی باہم میراث کا موجب نہ ہوگا کذا فی
 الجوہرۃ اس کے مصنف نے کہا کہ کافروں میں جو نکاح ایسا ہو کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہوں تو اسی نکاح پر ثابت رکھے جاویں تو باہم وارث

ہوں گے اور جس نکاح پر بعد اسلام کے ثابت نہ سکے جاویں تو باہم وارث نہ ہوں گے۔ انتہے مافی الجوبہ اور اسی قول کو صحیح کہا ہے مہیرہ میں ویرشا
 ولد الزنا واللعان بکھتہ الام فقط لما قدمنا فی العصبات انہ لا اب لہما اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط اپنی مال کے جہت سے وارث
 ہوگا اس واسطے کہ ہم نے عصبات کے بیان میں ذکر کر دیا ہے کہ ان دونوں کا باپ نہیں یعنی احکام شرعی میں نہ واقع میں مگر تو اگر ولد الزنا کا
 اخیانی بھائی ہو نکاح سے یا زنا سے تو یہ بھائی اس کا عصبہ نہ ہوگا بلکہ مادری بھائی کی میراث لے گا تو صاحب فرض ہوگا اور ولد الزنا کی اثبات اس
 کی مال لے گی فرضاً اور رداً اور اگر مال نہ ہو تو مال کے ذوی الارحام وارث اس کے ہوں گے کذا فی الطحاوی ووقف لکھل خط ابن واحد
 او بنت واحدة ایما کان اکثر علیہ الفترے لانہ الغالب وکیفون احتیاطاً اور اٹھا رکھا جاوے محل کے واسطے ابن واحد یا بنت واحد کا
 حصہ ان میں سے جس کا حصہ زیادہ محل ہو وہی موقوف رہے گا اور اسی قول پر فتویٰ ہے اس واسطے کہ ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہے اور وارث
 سے اس قدر حصے کا ضامن لیا جاوے احتیاط کی راہ سے یعنی قاضی ضامن لے تاکہ وارث اس کو صرف نہ کر ڈالیں مگر امام اعظمؒ کے نزدیک محل
 کے واسطے چار بیٹیوں کا حصہ اور محمدؐ کے نزدیک تین بیٹوں کا حصہ اٹھا رکھا جائے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک ابن یا بنت کا حصہ موقوف
 رہے گا اور ہی قول صحیح اور مفتی بہ ہے اس واسطے کہ غالب عادت یہی ہے کہ بطن واحد میں نہیں پیدا ہوتا مگر ایک تو اکثر پیرہنی ہوگا جب تک
 اس کا خلاف ظاہر نہ ہو کذا فی المسرجیہ وشرحاً للید کما لو ترک ابوین و بنتا و زوجۃ جملے فان المسئلۃ من اربعۃ وعشرین ان فرض المحل ذکر و قول البتہ
 وعشرین ان فرض انثی لان البنتین اثنتین چنانچہ اگر مرد نے اپنے والدین اور ایک بیٹی اور زوجہ حامل کو چھوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا چوبیس سے اگر
 بیٹ کے بچے کو مرد فرض کیجئے اور چوبیس عول کریں گے ۲ کی طرف اگر اس کو عورت فرض کیجئے اس واسطے کہ دو بیٹیوں کے واسطے دو تہائیاں
 فرض ہیں مگر ۲۴ سے اس واسطے مسئلہ ٹھہرا کہ من زوجہ والدین کے سدین کے ساتھ مختلط ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تین سہم ہیں ۲۴
 سے اور والدین کا حصہ آٹھ سہم ہیں چار ماں کے چار باپ کے باقی رہے تیرہ وہ بھائی بہن کے ہیں لہذا کر مثل حظ الانثیین اور صحیح ہوگا ۷۲ سے اور
 اگر بچہ عورت ہو تو دونوں بیٹیوں کو ۱۶ ملنے چاہئیں اس لئے مسلم عول کرے گا ۲ کی طرف قلت ہذا علی کون المحل من المیت والانشد کثیرۃ
 میں کہتا ہوں یہ مثال اس تقدیر پر ہے جب کہ محل میت سے اور اگر محل غیر میت سے ہو تو اس کی مثالیں بہت کثرت سے ہیں مثل بغیم مہم قوار
 مثلہ جمع ہے مثال کی شارح کی عبارت اس کی موہم ہے کہ جس تقدیر پر محل میت سے تو اس کی یہی مثال خاص ہے جس کو شارح نے ذکر کیا
 اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کذا فی الطحاوی کما لو ترک زوجاً واما جملے فلزوج النصف وللام الثلث والمحل ان قدر ذکر السدک لانہ عصبۃ فبقدر
 انثی لیفرض لالنصف وبقول لثانیۃ کی لایختفے چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی ماں حامل کو چھوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہے اور ماں
 کا حصہ تہائی ہے اور محل کو اگر مرد فرض کیجئے تو سدس حصہ ہے اس واسطے کہ وہ عصبہ ہے باقی مال پاوے گا تو محل کو عورت فرض کریں گے
 تاکہ وہ بہن ہو اور اس کے واسطے نصف متروکہ مقرر ہوا اور عول کرے گا یہ مسئلہ آٹھ کی طرف چنانچہ مخفی نہیں ہے مگر یہ مسئلہ چھ سے ہے
 نصف اور ثلث کے جمع ہو جانے سے اور عول کرے گا آٹھ کی طرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحاوی قلت ولم یألو
 کان علی احد المتقرین یرث علی الاخر لاکم و اخرین لام فان قدر ذکر الم مہم لہ شے فینبغی ان یقدر انثی وبقول لتسعة احتیاطاً میں
 کہتا ہوں اور میں نے نہیں دیکھا اس مسئلہ کا حکم کہ اگر بیٹ کا بچہ ایک تقدیر پر وارث ہو اور دوسری تقدیر پر وارث نہ ہو چنانچہ مثال مذکورہ
 کے وارث اور و اخیانی بھائی یعنی ایک عورت مگر بی زوج اور حاملہ ماں اور و اخیانی بھائیوں کو چھوڑ کر تو اگر محل کو مرد فرض کیجئے تو
 اس کے واسطے کچھ باقی نہ رہے گا تو لائق بقواعد یہ ہے کہ اس کو عورت فرض کیجئے احتیاط کی راہ سے اور عول کرے گا مسئلہ نو کی طرف

م یہ مسئلہ وہبانیہ کے اس بیت کا ہے جو بعد اس کے مذکور ہوگی مرد فرض کرنے میں اس واسطے محل کے واسطے کچھ باقی نہ رہے گا کہ زوج کا فرض حصہ نصف ہے اور مال کا سدس ہے اور خیانی بھائیوں کا ثلث ہے پھر جب کہ ترکہ مستغرق بفروض ہو گیا تو بھائی جو عصبہ ہے ساقط ہو گیا اور محل کو عورت فرض کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہے بسبب اجتماع نصف اور سدس کے اور محل کرے گا نو کی طرف نصف زوج کا اور نصف سگی بن کا اور سدس مال کا اور ثلث خیانی بھائیوں کا تو محل کے واسطے تین سہم اٹھا رکھیں گے نو میں سے کذا فی الطحاوی تبصر و فی الوہبانیۃ قال ۱۰۰ و حاملہ ان مات با بن فلم یراث ۱۰۰ وان ولدت بنتا لھا الثلث یقدر ۱۰۰ اور وہبانیہ میں کہا اور حاملہ اگر لڑکا جنے تو وہ لڑکا وارث نہ ہوا اور اگر لڑکی جنے تو اس کے واسطے تہائی مقرر ہے م یہ وہ مسئلہ ہے جس کو شارح نے ابھی مذکور کیا ثلث نصف عامل ہے اس واسطے کہ تین تہائی ہے نو کی کذا فی الطحاوی

فصل فی المناسحات

یہ فصل ہے مناسحات میں م مناسخ لغت میں عبارت ہے ازالہ اور تغیر اور نقل اور تحویل سے اور

اصطلاح فرائض میں مناسخ یہ ہے کہ بعض یا کل وارثوں کے سهام ان کے کچھوں کی طرف منقول ہو جائیں

بوجہ استحقاق یعنی درثہ کے وارثوں کو دیے جاویں کذا فی الطحاوی یعنی ترکہ منوز قسمت نہ ہوا تھا کہ وارث مر گیا تو اس کے حصے کو اس کے وارث کی طرف نقل کرنا اسی کا نام مناسخ ہے مات بعض الورثۃ قبل القسمۃ للترکۃ صحیح المسئلۃ الاویلی و اعطیت سهام کل وارث بعض وارث مر گیا ترکہ قسمت ہونے سے پہلے تو پہلے مسئلہ کی تصحیح کی جاوے گی اور ہر وارث کے سهام دیے جاویں م تصحیح مسئلہ اس عبارت سے ہے کہ سهام لئے جاویں کمتر عدد سے اس طرح ہر کسی وارث پر کسر واقع نہ ہو کذا فی الشریفی اور تصحیح مسائل کے سات قواعد ہیں آگے معلوم ہوں گے ثم الثانیۃ پھر دوسرے مسئلہ کی تصحیح کی جاوے گی پہلے مسئلہ کے بعدم اور تصحیح اول اور تصحیح ثانی کے مانے الید میں نظر کریں گے تو یہ نظرتین حال سے خالی نہیں یاد دونوں مانے الید میں مماثلت ہوگی یا موافقت یا مباہنت ان کی مثالیں آگے معلوم ہوں گی الا اذا اتحد وان کان مات عن عشرۃ بنین ثم مات احدہم عنہم مگر جب کہ دونوں مسئلوں کی تصحیح متحد ہو تو مسئلہ ثانیہ کی تصحیح کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ ایک شخص مر گیا دس بیٹے چھوڑ کر پھر اس کے بعد ان میں سے ایک بیٹا مر گیا تو بھائی چھوڑ کر م دس بھائی سکے ہوں یا سوتیلے تمام متروکہ نو بھائیوں پر تقسیم ہوگا ایک ہی بار گویا کہ میت ثانی موجود ہی نہ تھا اس واسطے کہ اگر اول دس حصے کیجیے پھر ایک کا حصہ نو کو دیجیے تو تطویل بلا طائل ہے فان استقام نصیب المیت الثانی علی ترکۃ فبنا و نعمت پھر مسئلہ ثانیہ اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم ہو گیا اس کے ترکہ پر یعنی اس کے وارثوں پر بلا کسر مقسوم ہو گیا تو بت خوب اور ستر ہوا م اور ہم ایک مثال مذکور کرتے ہیں جس میں احوال ثلثہ یعنی استقامت اور توافقی اور تبائن مجتمع ہو وہ یہ ہے کہ ایک عورت زوج اور بیٹی اور مال کو چھوڑ کر مر گئی پھر زوج قبل از قسمت متروکہ ایک زوجہ اور والدین کو چھوڑ کر مر گیا پھر بیٹی دو ابن ایک بنت اور اس کی جدہ کو چھوڑ کر مر گئی جو میت اول کی مال ہے پھر وہ جدہ یعنی نانی زوج اور دو بھائیوں کو چھوڑ کر مر گئی تو میت ثانی استقامت کی مثال ہے اور میت ثالث

۱۰۰ عامل یعنی محل یعنی اصل مسئلہ جو یہ ہے اس کا نصف محل کی تہائی ہے ۱۰۰ ف میراث محل ۱۰۰ اگر ترجمہ معروف کا کیا جاتا تو ماتن کے ملگے اقوال کے مطابق ہوتا چنانچہ ہم نے احزاب معروف

کا دیا ہے ۱۰۰ یعنی جو میت ثانی کو تصحیح اول میں سے سهام ملے تھے ۱۰۰ بیان مماثلت اور موافقت وغیرہ کا باب المہارج میں آدے کا بتزیہ تھا کہ مناسخ کے پہلے مذکور ہوتا ۱۲

۱۰۰ طریق مناسخ کے لکھنے کا یہ ہے کہ اول میت اول اور اس کے وارثوں کو لکھ کر اصل مسئلہ کو جدا اور تصحیح کو اس کے اوپر لکھتے ہیں چنانچہ مثال اس کی صفحہ ۵۰۰ کے حاشیہ پر ہے اس میں ف علامت تصحیح کی ہے اور مف علامت مانی الید کی اور لسا علامت موت کی اور سب کے اخیر میں ہر زندہ لوگوں کا کسی جدا لکھ کر اس کے نیچے زندوں کے نام اور ان کے سهام نقل کر دیتے ہیں

اور اگر کسی مسئلہ میں رویا محل کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کا اشارہ بھی کر دیتے ہیں اور تصحیح اموات اور مانی الید میں استقامت و موافقت و مباہنت کو بیچ میں لکھ دیتے ہیں ۱۲

موافقت کی مثال ہے اور میت رابع مباحثت کی مثال یہ ہے پھر جب ہم نے عمل مذکور کا ارادہ کیا تو پہلے میت اول کا مسئلہ صحیح کیا اور ہم وراثت کو اس کے سہام دے پھر ثانی مسئلہ کی تصحیح کی اور میت ثانی اور اس کی تصحیح میں تامل کیا تو مسئلہ اولیٰ کی تصحیح بارہ سے ہوئی نصف اور رابع اور سدس کے اجتماع سے اور اس مسئلے میں رد فرض کرنا ہو گا زوج کے تین سہم اور بنت کے چھ اور ماں کے دو ایک سہم باقی رہا اس کو بیٹی اور ماں پر بقدر ان کے سہام کے رد کیا تو اب اس عمل کی حاجت پڑی جو رد فرض میں سابق مذکور ہو چکا سو اس مسئلہ میں من یرد علیہ کے دو جنسوں کے ساتھ من لایرد علیہ جمع ہوا یعنی بنت اور ماں کے ساتھ زوج مجتمع ہے تو زوج کا حصہ اقل مخارج سے یعنی چار سے دیا اور مسئلہ من یرد علیہ بھی چار ہے اس واسطے کہ اگر رابع سے قطع نظر کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہے نصف اس کا تین سو بنت کا فرض ہے اور سدس اس کا ایک ہے سو ام کا حصہ ہے تو من یرد علیہ کا مسئلہ چار ہوا اور بعد اعطاء نصف زوج کے جو تین باقی رہے وہ من یرد علیہ کے مسئلہ پر مستقیم نہیں تو من یرد علیہ کے مسئلہ کی یعنی چار کے ضرب کرنے کی حاجت پڑی من لایرد علیہ کے فرض کے مخارج میں اور وہ مخارج بھی چار ہے تو چار کو چار میں ضرب کرنے سے ۱۶ حاصل ہوئے تو زوج کا حصہ ایک تھا چار سے جب اس کو مسئلہ من یرد علیہ میں یعنی چار میں ضرب کیا تو چار ہی ہوئے اور من یرد علیہ کا حصہ مخارج فرض کے باقی میں ضرب کیا گیا تو ماں کا حصہ ایک تھا چار سے جب اس کو تین میں جو باقی ہے مخارج سے ضرب کیا تو تین ہی حاصل ہوئے اور بیٹی کا حصہ تین تھا جب اس کو تین میں ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو اس تقسیم سے زوج کو چار سہم حاصل ہوئے اور ماں کو تین اور بیٹی کو نو پھر جب ہم نے میت ثانی کے مسئلے کی تصحیح کی یعنی زوج کی تو چار سہم سے اس کی تصحیح پائی اس واسطے کہ اس کی زوجہ کا رابع ہے اور اس کی ماں کا حصہ باقی مال کی تہائی ہے اور اس کے باپ کا حصہ دو تہائیاں پھر جب ہم نے زوج کی مانے الید سہام میں نظر کی تو چار سہام پائے سو اس کے وارثوں پر بلا کسر مستقیم ہیں ان میں سے زوجہ کا ایک سہم اور ماں کا ثلث باقی یعنی ایک سہم اور باپ کے دو ثلث یعنی دو سہم تو اس تصحیح میں ضرب کرنے کی حاجت نہ پڑی اور بلا مسئلہ اور دوسرا سولہ سے صحیح ہو گیا کذا فی الطوطوی والشریفی واللم یستقیم فان کان یلین سہامہ مسئلہ موافقہ ضربت وفق ایصح فی کل ایصح الاول اور اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم نہ ہو اس کے وارثوں پر سو اگر میت ثانی کے سہام میں اور اس کے مسئلے میں موافقت ہو تو تصحیح کے وفق کو تصحیح اول سہام میں تو ضرب کرے گا م مثال اس کی وہ میت ہے صورت مذکورہ میں جو کہ دو ابن اور ایک بنت اور ایک جدہ چھوڑ کر مر گئی تو یہ مسئلہ چھ سے ہے جدہ کا ایک سدس ہے یعنی ایک سہم اور باقی پانچ رہے سو پانچ روئس کے ہیں یعنی چار سہم دو بیٹیوں کے اور ایک سہم بیٹی کا تو نظر کی اس کے مانی الید میں جو نو ہیں اور اس کے مسئلے میں جو چھ ہیں تو ان میں موافقت بالثلث پائی اور مسئلہ ثانیہ کا ثلث دو ہے تو اس کو ضرب کیا جمیع تصحیح اول میں جو سولہ ہیں تو حال ہوئے ۲۲ جس کے سہام سولہ سے تھے یعنی میت اول کے ورثہ کے سولہ لے گا دو میں ضرب کر کے اس واسطے کہ دو وفق ہے میت اول کے مسئلے کا اور جس کے سہام چھ سے ہیں یعنی میت ثانی کے ورثہ کے تو وہ لے گا تین میں ضرب کر کے اس واسطے کہ تین میت ثانی کے مانی الید کا وفق ہے سو میت اول کی ماں کے تین سہم تھے سولہ سے جب ان کو دو میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو یہ ماں کا حصہ ہوا اور زوج کے چار تھے سولہ سے ان کو دو میں ضرب کیا

مثال نسخہ	میت اول	میت دودھ	میت سوم	میت چہارم
۱۲۸	مستقیم	مستقیم	مستقیم	مستقیم
۳۲	زوجه شاکرہ - ام راضیہ - اب خالد	زوجه شاکرہ - ام راضیہ - اب خالد	ابن زید - ابن عمرو - بنت حابرہ - جدہ زہرہ	زوجه قمر - اخ کوکب - اخ خورشید
۱۶	مستقیم	مستقیم	مستقیم	مستقیم
۸	مستقیم	مستقیم	مستقیم	مستقیم
۴	مستقیم	مستقیم	مستقیم	مستقیم
۲	مستقیم	مستقیم	مستقیم	مستقیم
۱	مستقیم	مستقیم	مستقیم	مستقیم
۱۲۸	۱۶	۸	۲۴	۱۸
۱۶	۸	۲۴	۱۲	۹
۸	۴	۱۲	۶	۴
۴	۲	۶	۳	۲
۲	۱	۳	۱	۱
۱	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲
۱/۲	۱/۴	۱/۴	۱/۴	۱/۴
۱/۴	۱/۸	۱/۸	۱/۸	۱/۸
۱/۸	۱/۱۶	۱/۱۶	۱/۱۶	۱/۱۶
۱/۱۶	۱/۳۲	۱/۳۲	۱/۳۲	۱/۳۲
۱/۳۲	۱/۶۴	۱/۶۴	۱/۶۴	۱/۶۴
۱/۶۴	۱/۱۲۸	۱/۱۲۸	۱/۱۲۸	۱/۱۲۸
۱/۱۲۸	۱/۲۵۶	۱/۲۵۶	۱/۲۵۶	۱/۲۵۶
۱/۲۵۶	۱/۵۱۲	۱/۵۱۲	۱/۵۱۲	۱/۵۱۲
۱/۵۱۲	۱/۱۰۲۴	۱/۱۰۲۴	۱/۱۰۲۴	۱/۱۰۲۴
۱/۱۰۲۴	۱/۲۰۴۸	۱/۲۰۴۸	۱/۲۰۴۸	۱/۲۰۴۸
۱/۲۰۴۸	۱/۴۰۹۶	۱/۴۰۹۶	۱/۴۰۹۶	۱/۴۰۹۶
۱/۴۰۹۶	۱/۸۱۹۲	۱/۸۱۹۲	۱/۸۱۹۲	۱/۸۱۹۲
۱/۸۱۹۲	۱/۱۶۳۸۴	۱/۱۶۳۸۴	۱/۱۶۳۸۴	۱/۱۶۳۸۴
۱/۱۶۳۸۴	۱/۳۲۷۶۸	۱/۳۲۷۶۸	۱/۳۲۷۶۸	۱/۳۲۷۶۸
۱/۳۲۷۶۸	۱/۶۵۵۳۶	۱/۶۵۵۳۶	۱/۶۵۵۳۶	۱/۶۵۵۳۶
۱/۶۵۵۳۶	۱/۱۳۱۰۷۲	۱/۱۳۱۰۷۲	۱/۱۳۱۰۷۲	۱/۱۳۱۰۷۲
۱/۱۳۱۰۷۲	۱/۲۶۲۱۴۴	۱/۲۶۲۱۴۴	۱/۲۶۲۱۴۴	۱/۲۶۲۱۴۴
۱/۲۶۲۱۴۴	۱/۵۲۴۲۸۸	۱/۵۲۴۲۸۸	۱/۵۲۴۲۸۸	۱/۵۲۴۲۸۸
۱/۵۲۴۲۸۸	۱/۱۰۴۸۵۷۶	۱/۱۰۴۸۵۷۶	۱/۱۰۴۸۵۷۶	۱/۱۰۴۸۵۷۶
۱/۱۰۴۸۵۷۶	۱/۲۰۹۷۱۵۲	۱/۲۰۹۷۱۵۲	۱/۲۰۹۷۱۵۲	۱/۲۰۹۷۱۵۲
۱/۲۰۹۷۱۵۲	۱/۴۱۹۴۳۰۴	۱/۴۱۹۴۳۰۴	۱/۴۱۹۴۳۰۴	۱/۴۱۹۴۳۰۴
۱/۴۱۹۴۳۰۴	۱/۸۳۸۸۶۰۸	۱/۸۳۸۸۶۰۸	۱/۸۳۸۸۶۰۸	۱/۸۳۸۸۶۰۸
۱/۸۳۸۸۶۰۸	۱/۱۶۷۷۷۲۱۶	۱/۱۶۷۷۷۲۱۶	۱/۱۶۷۷۷۲۱۶	۱/۱۶۷۷۷۲۱۶
۱/۱۶۷۷۷۲۱۶	۱/۳۳۵۵۴۴۳۲	۱/۳۳۵۵۴۴۳۲	۱/۳۳۵۵۴۴۳۲	۱/۳۳۵۵۴۴۳۲
۱/۳۳۵۵۴۴۳۲	۱/۶۷۱۰۸۸۶۴	۱/۶۷۱۰۸۸۶۴	۱/۶۷۱۰۸۸۶۴	۱/۶۷۱۰۸۸۶۴
۱/۶۷۱۰۸۸۶۴	۱/۱۳۴۲۱۷۲۸	۱/۱۳۴۲۱۷۲۸	۱/۱۳۴۲۱۷۲۸	۱/۱۳۴۲۱۷۲۸
۱/۱۳۴۲۱۷۲۸	۱/۲۶۸۴۳۴۵۶	۱/۲۶۸۴۳۴۵۶	۱/۲۶۸۴۳۴۵۶	۱/۲۶۸۴۳۴۵۶
۱/۲۶۸۴۳۴۵۶	۱/۵۳۶۸۶۹۱۲	۱/۵۳۶۸۶۹۱۲	۱/۵۳۶۸۶۹۱۲	۱/۵۳۶۸۶۹۱۲
۱/۵۳۶۸۶۹۱۲	۱/۱۰۷۳۷۳۸۲۴	۱/۱۰۷۳۷۳۸۲۴	۱/۱۰۷۳۷۳۸۲۴	۱/۱۰۷۳۷۳۸۲۴
۱/۱۰۷۳۷۳۸۲۴	۱/۲۱۴۷۴۷۶۴۴۸	۱/۲۱۴۷۴۷۶۴۴۸	۱/۲۱۴۷۴۷۶۴۴۸	۱/۲۱۴۷۴۷۶۴۴۸
۱/۲۱۴۷۴۷۶۴۴۸	۱/۴۲۹۴۹۵۲۸۹۶	۱/۴۲۹۴۹۵۲۸۹۶	۱/۴۲۹۴۹۵۲۸۹۶	۱/۴۲۹۴۹۵۲۸۹۶
۱/۴۲۹۴۹۵۲۸۹۶	۱/۸۵۸۹۹۰۵۷۹۳۲	۱/۸۵۸۹۹۰۵۷۹۳۲	۱/۸۵۸۹۹۰۵۷۹۳۲	۱/۸۵۸۹۹۰۵۷۹۳۲
۱/۸۵۸۹۹۰۵۷۹۳۲	۱/۱۷۱۷۹۸۱۱۴۶۴	۱/۱۷۱۷۹۸۱۱۴۶۴	۱/۱۷۱۷۹۸۱۱۴۶۴	۱/۱۷۱۷۹۸۱۱۴۶۴
۱/۱۷۱۷۹۸۱۱۴۶۴	۱/۳۴۳۵۹۶۲۲۹۲۸	۱/۳۴۳۵۹۶۲۲۹۲۸	۱/۳۴۳۵۹۶۲۲۹۲۸	۱/۳۴۳۵۹۶۲۲۹۲۸
۱/۳۴۳۵۹۶۲۲۹۲۸	۱/۶۸۷۱۹۲۴۵۸۵۶	۱/۶۸۷۱۹۲۴۵۸۵۶	۱/۶۸۷۱۹۲۴۵۸۵۶	۱/۶۸۷۱۹۲۴۵۸۵۶
۱/۶۸۷۱۹۲۴۵۸۵۶	۱/۱۳۷۴۳۸۹۱۱۷۱۲	۱/۱۳۷۴۳۸۹۱۱۷۱۲	۱/۱۳۷۴۳۸۹۱۱۷۱۲	۱/۱۳۷۴۳۸۹۱۱۷۱۲
۱/۱۳۷۴۳۸۹۱۱۷۱۲	۱/۲۷۴۸۷۷۸۲۳۴۲۴	۱/۲۷۴۸۷۷۸۲۳۴۲۴	۱/۲۷۴۸۷۷۸۲۳۴۲۴	۱/۲۷۴۸۷۷۸۲۳۴۲۴
۱/۲۷۴۸۷۷۸۲۳۴۲۴	۱/۵۴۹۷۵۵۶۴۶۸۴۸	۱/۵۴۹۷۵۵۶۴۶۸۴۸	۱/۵۴۹۷۵۵۶۴۶۸۴۸	۱/۵۴۹۷۵۵۶۴۶۸۴۸
۱/۵۴۹۷۵۵۶۴۶۸۴۸	۱/۱۰۹۹۵۱۱۳۱۳۶۹۶	۱/۱۰۹۹۵۱۱۳۱۳۶۹۶	۱/۱۰۹۹۵۱۱۳۱۳۶۹۶	۱/۱۰۹۹۵۱۱۳۱۳۶۹۶
۱/۱۰۹۹۵۱۱۳۱۳۶۹۶	۱/۲۱۹۹۰۲۲۶۲۷۳۹۲	۱/۲۱۹۹۰۲۲۶۲۷۳۹۲	۱/۲۱۹۹۰۲۲۶۲۷۳۹۲	۱/۲۱۹۹۰۲۲۶۲۷۳۹۲
۱/۲۱۹۹۰۲۲۶۲۷۳۹۲	۱/۴۳۹۸۰۴۵۲۵۴۷۸۴	۱/۴۳۹۸۰۴۵۲۵۴۷۸۴	۱/۴۳۹۸۰۴۵۲۵۴۷۸۴	۱/۴۳۹۸۰۴۵۲۵۴۷۸۴
۱/۴۳۹۸۰۴۵۲۵۴۷۸۴	۱/۸۷۹۶۰۹۰۵۱۰۹۵۶۸	۱/۸۷۹۶۰۹۰۵۱۰۹۵۶۸	۱/۸۷۹۶۰۹۰۵۱۰۹۵۶۸	۱/۸۷۹۶۰۹۰۵۱۰۹۵۶۸
۱/۸۷۹۶۰۹۰۵۱۰۹۵۶۸	۱/۱۷۵۹۲۱۸۱۰۲۱۱۳۶	۱/۱۷۵۹۲۱۸۱۰۲۱۱۳۶	۱/۱۷۵۹۲۱۸۱۰۲۱۱۳۶	۱/۱۷۵۹۲۱۸۱۰۲۱۱۳۶
۱/۱۷۵۹۲۱۸۱۰۲۱۱۳۶	۱/۳۵۱۸۴۳۶۲۰۴۲۲۷۲	۱/۳۵۱۸۴۳۶۲۰۴۲۲۷۲	۱/۳۵۱۸۴۳۶۲۰۴۲۲۷۲	۱/۳۵۱۸۴۳۶۲۰۴۲۲۷۲
۱/۳۵۱۸۴۳۶۲۰۴۲۲۷۲	۱/۷۰۳۶۸۷۲۴۰۸۴۵۵۴۴	۱/۷۰۳۶۸۷۲۴۰۸۴۵۵۴۴	۱/۷۰۳۶۸۷۲۴۰۸۴۵۵۴۴	۱/۷۰۳۶۸۷۲۴۰۸۴۵۵۴۴
۱/۷۰۳۶۸۷۲۴۰۸۴۵۵۴۴	۱/۱۴۰۷۳۷۴۴۸۱۷۰۱۰۹۰۸۸	۱/۱۴۰۷۳۷۴۴۸۱۷۰۱۰۹۰۸۸	۱/۱۴۰۷۳۷۴۴۸۱۷۰۱۰۹۰۸۸	۱/۱۴۰۷۳۷۴۴۸۱۷۰۱۰۹۰۸۸
۱/۱۴۰۷۳۷۴۴۸۱۷۰۱۰۹۰۸۸	۱/۲۸۱۴۷۴۸۹۶۳۴۰۲۱۸۱۷۶	۱/۲۸۱۴۷۴۸۹۶۳۴۰۲۱۸۱۷۶	۱/۲۸۱۴۷۴۸۹۶۳۴۰۲۱۸۱۷۶	۱/۲۸۱۴۷۴۸۹۶۳۴۰۲۱۸۱۷۶
۱/۲۸۱۴۷۴۸۹۶۳۴۰۲۱۸۱۷۶	۱/۵۶۲۹۴۹۷۹۲۶۸۰۴۳۶۳۵۲	۱/۵۶۲۹۴۹۷۹۲۶۸۰۴۳۶۳۵۲	۱/۵۶۲۹۴۹۷۹۲۶۸۰۴۳۶۳۵۲	۱/۵۶۲۹۴۹۷۹۲۶۸۰۴۳۶۳۵۲
۱/۵۶۲۹۴۹۷۹۲۶۸۰۴۳۶۳۵۲	۱/۱۱۲۵۸۹۹۵۸۵۳۶۰۸۷۲۷۰۴	۱/۱۱۲۵۸۹۹۵۸۵۳۶۰۸۷۲۷۰۴	۱/۱۱۲۵۸۹۹۵۸۵۳۶۰۸۷۲۷۰۴	۱/۱۱۲۵۸۹۹۵۸۵۳۶۰۸۷۲۷۰۴
۱/۱۱۲۵۸۹۹۵۸۵۳۶۰۸۷۲۷۰۴	۱/۲۲۵۱۷۹۹۱۱۶۷۲۰۱۷۴۵۴۰۸	۱/۲۲۵۱۷۹۹۱۱۶۷۲۰۱۷۴۵۴۰۸	۱/۲۲۵۱۷۹۹۱۱۶۷۲۰۱۷۴۵۴۰۸	۱/۲۲۵۱۷۹۹۱۱۶۷۲۰۱۷۴۵۴۰۸
۱/۲۲۵۱۷۹۹۱۱۶۷۲۰۱۷۴۵۴۰۸	۱/۴۵۰۳۵۹۸۲۳۴۴۰۳۴۹۰۸۱۶	۱/۴۵۰۳۵۹۸۲۳۴۴۰۳۴۹۰۸۱۶	۱/۴۵۰۳۵۹۸۲۳۴۴۰۳۴۹۰۸۱۶	۱/۴۵۰۳۵۹۸۲۳۴۴۰۳۴۹۰۸۱۶
۱/۴۵۰۳۵۹۸۲۳۴۴۰۳۴۹۰۸۱۶	۱/۹۰۰۷۱۹۶۴۴۸۸۰۶۹۸۱۶۳۲	۱/۹۰۰۷۱۹۶۴۴۸۸۰۶۹۸۱۶۳۲	۱/۹۰۰۷۱۹۶۴۴۸۸۰۶۹۸۱۶۳۲	۱/۹۰۰۷۱۹۶۴۴۸۸۰۶۹۸۱۶۳۲
۱/۹۰۰۷۱۹۶۴۴۸۸۰۶۹۸۱۶۳۲	۱/۱۸۰۱۴۳۸۸۹۷۷۷۶۱۶۳۸۲۵۶	۱/۱۸۰۱۴۳۸۸۹۷۷۷۶۱۶۳۸۲۵۶	۱/۱۸۰۱۴۳۸۸۹۷۷۷۶۱۶۳۸۲۵۶	۱/۱۸۰۱۴۳۸۸۹۷۷۷۶۱۶۳۸۲۵۶
۱/۱۸۰۱۴۳۸۸۹۷۷۷۶۱۶۳۸۲۵۶	۱/۳۶۰۲۸۷۷۷۹۵۵۵۳۲۶۵۶۵۱۲	۱/۳۶۰۲۸۷۷۷۹۵۵۵۳۲۶۵۶۵۱۲	۱/۳۶۰۲۸۷۷۷۹۵۵۵۳۲۶۵۶۵۱۲	۱/۳۶۰۲۸۷۷۷۹۵۵۵۳۲۶۵۶۵۱۲
۱/۳۶۰۲۸۷۷۷۹۵۵۵۳۲۶۵۶۵۱۲	۱/۷۲۰۵۷۵۵۵۹۱۱۰۶۵۱۰۶۱۲۸	۱/۷۲۰۵۷۵۵۵۹۱۱۰۶۵۱۰۶۱۲۸	۱/۷۲۰۵۷۵۵۵۹۱۱۰۶۵۱۰۶۱۲۸	۱/۷۲۰۵۷۵۵۵۹۱۱۰۶۵۱۰۶۱۲۸
۱/۷۲۰۵۷۵۵۵۹۱۱۰۶۵۱۰۶۱۲۸	۱/۱۴۴۱۱۵۱۱۱۸۲۲۰۱۳۰۲۱۲۵۶	۱/۱۴۴۱۱۵۱۱۱۸۲۲۰۱۳۰۲۱۲۵۶	۱/۱۴۴۱۱۵۱۱۱۸۲۲۰۱۳۰۲۱۲۵۶	۱/۱۴۴۱۱۵۱۱۱۸۲۲۰۱۳۰۲۱۲۵۶
۱/۱۴۴۱۱۵۱۱۱۸۲۲۰۱۳۰۲۱۲۵۶	۱/۲۸۸۲۳۰۲۲۳۶۴۴۰۲۶۰۴۲۵۱۲	۱/۲۸۸۲۳۰۲۲۳۶۴۴۰۲۶۰۴۲۵۱۲	۱/۲۸۸۲۳۰۲۲۳۶۴۴۰۲۶۰۴۲۵۱۲	۱/۲۸۸۲۳۰۲۲۳۶۴۴۰۲۶۰۴۲۵۱۲
۱/۲۸۸۲۳۰۲۲۳۶۴۴۰۲۶۰۴۲۵۱۲	۱/۵۷۶۴۶۰۴۴۷۲۸۸۰۵۲۰۸۵۰۲۴	۱/۵۷۶۴۶۰۴۴۷۲۸۸۰۵۲۰۸۵۰۲۴	۱/۵۷۶۴۶۰۴۴۷۲۸۸۰۵۲۰۸۵۰۲۴	۱/۵۷۶۴۶۰۴۴۷۲۸۸۰۵۲۰۸۵۰۲۴
۱/۵۷۶۴۶۰۴۴۷۲۸۸۰۵۲۰۸۵۰۲۴	۱/۱۱۵۲۹۲۰۸۹۴۵۷۶۰۱۰۴۱۷۰۴۸	۱/۱۱۵۲۹۲۰۸۹۴۵۷۶۰۱۰۴۱۷۰۴۸	۱/۱۱۵۲۹۲۰۸۹۴۵۷۶۰۱۰۴۱۷۰۴۸	۱/۱۱۵۲۹۲۰۸۹۴۵۷۶۰۱۰۴۱۷۰۴۸
۱/۱۱۵۲۹۲۰۸۹۴۵۷۶۰۱۰۴۱۷۰۴۸	۱/۲۳۰۵۸۴۱۷۸۹۱۵۲۰۲۰۸۳۴۰۹۶	۱/۲۳۰۵۸۴۱۷۸۹۱۵۲۰۲۰۸۳۴۰۹۶	۱/۲۳۰۵۸۴۱۷۸۹۱۵۲۰۲۰۸۳۴۰۹۶	۱/۲۳۰۵۸۴۱۷۸۹۱۵۲۰۲۰۸۳۴۰۹۶
۱/۲۳۰۵۸۴۱۷۸۹۱۵۲۰۲۰۸۳۴۰۹۶	۱/۴۶۱۱۶۸۳۵۷۸۲۰۴۱۶۶۸۰۱۹۲	۱/۴۶۱۱۶۸۳۵۷۸۲۰۴۱۶۶۸۰۱۹۲	۱/۴۶۱۱۶۸۳۵۷۸۲۰۴۱۶۶۸۰۱۹۲	۱/۴۶۱۱۶۸۳۵۷۸۲۰۴۱۶۶۸۰۱۹۲
۱/۴۶۱۱۶۸۳۵۷۸۲۰۴۱۶۶۸۰۱۹۲	۱/۹۲۲۳۳۶۷۱۵۶۰۸۳۳۳۶۰۳۸۴	۱/۹۲۲۳۳۶۷۱۵۶۰۸۳۳۳۶۰۳۸۴	۱/۹۲۲۳۳۶۷۱۵۶۰۸۳۳۳۶۰۳۸۴	۱/۹۲۲۳۳۶۷۱۵۶۰۸۳۳۳۶۰۳۸۴
۱/۹۲۲۳۳۶۷۱۵۶۰۸۳۳۳۶۰۳۸۴	۱/۱۸۴۴۶۷۴۳۱۱۲۰۱۶۶۶۷۲۰۷۶۸	۱/۱۸۴۴۶۷۴۳۱۱۲۰۱۶۶۶۷۲۰۷۶۸	۱/۱۸۴۴۶۷۴۳۱۱۲۰۱۶۶۶۷۲۰۷۶۸	۱/۱۸۴۴۶۷۴۳۱۱۲۰۱۶۶۶۷۲۰۷۶۸
۱/۱۸۴۴۶۷۴۳۱۱۲۰۱۶۶۶۷۲۰۷۶۸	۱/۳۶۸۹۳۴۸۶۲۲۴۰۳۳۳۳۴۴۱۵۳۶	۱/۳۶۸۹۳۴۸۶۲۲۴۰۳۳۳۳۴۴۱۵۳۶	۱/۳۶۸۹۳۴۸۶۲۲۴۰۳۳۳۳۴۴۱۵۳۶	۱/۳۶۸۹۳۴۸۶۲۲۴۰۳۳۳۳۴۴۱۵۳۶
۱/۳۶۸۹۳۴۸۶۲۲۴۰۳۳۳۳۴۴۱۵۳۶	۱/۷۳۷۸۶۹۷۲۴۴۸۰۶۶۶۶۸۸۳۰۷۳۶	۱/۷۳۷۸۶۹۷۲۴۴۸۰۶۶۶۶۸۸۳۰۷۳۶	۱/۷۳۷۸۶۹۷۲۴۴۸۰۶۶۶۶۸۸۳۰۷۳۶	۱/۷۳۷۸۶۹۷۲۴۴۸۰۶۶۶۶۸۸۳۰۷۳۶
۱/۷۳۷۸۶۹۷۲۴۴۸۰۶۶۶۶۸۸۳۰۷۳۶	۱/۱۴۷۵۷۳۹۴۴۸۹۶۰۱۳۳۳۳۷۶۶۰۱۴۷۲	۱/۱۴۷۵۷۳۹۴۴۸۹۶۰۱۳۳۳۳۷۶۶۰۱۴۷۲	۱/۱۴۷۵۷۳۹۴۴۸۹۶۰۱۳۳۳۳۷۶۶۰۱۴۷۲	۱/۱۴۷۵۷۳۹۴۴۸۹۶۰۱۳۳۳۳۷۶۶۰۱۴۷۲
۱/۱۴۷۵۷۳۹۴۴۸۹۶۰۱۳۳۳۳۷۶۶۰۱۴۷۲	۱/۲۹۵۱۴۷۹۸۹۷۷۹۲۰۲۶۶۶۷۵۳۲۰۲۹۴۴	۱/۲۹۵۱۴۷۹۸۹۷۷۹۲۰۲۶۶۶۷۵۳۲۰۲۹۴۴	۱/۲۹۵۱۴۷۹۸۹۷۷۹۲۰۲۶۶۶۷۵۳۲۰۲۹۴۴	۱/۲۹۵۱۴۷۹۸۹۷۷۹۲۰۲۶۶۶۷۵۳۲۰۲۹۴۴
۱/۲۹۵۱۴۷۹۸۹۷۷۹۲۰۲۶۶۶۷۵۳۲۰۲۹۴۴	۱/۵۹۰۲۹۵۹۷۹۵۵۸۴۰۵۳۳۳۵۰۶۱۸۸۸	۱/۵۹۰۲۹۵۹۷۹۵۵۸۴۰۵۳۳۳۵۰۶۱۸۸۸	۱/۵۹۰۲۹۵۹۷۹۵۵۸۴۰۵۳۳۳۵۰۶۱۸۸۸	۱/۵۹۰۲۹۵۹۷۹۵۵۸۴۰۵۳۳۳۵۰۶۱۸۸۸
۱/۵۹۰۲۹۵۹۷۹۵۵۸۴۰۵۳۳۳۵۰۶۱۸۸۸	۱/۱۱۸۰۵۹۱۹۵۹۱۱۱۶۸۰۱۰۶۶۶۷۱۳۳۷۶	۱/۱۱۸۰۵۹۱۹۵۹۱۱۱۶۸۰۱۰۶۶۶۷۱۳۳۷۶	۱/۱۱۸۰۵۹۱۹۵۹۱۱۱۶۸۰۱۰۶۶۶۷۱۳۳۷۶	۱/۱۱۸۰۵۹۱۹۵۹۱۱۱۶۸۰۱۰۶۶۶۷۱۳۳۷۶
۱/۱۱۸۰۵۹۱۹۵۹۱۱۱۶۸۰۱۰۶۶۶۷۱۳۳۷۶	۱/۲۳۶۱۱۸۳۹۱۸۳۳۶۰۲۱۳۳۳۴۲۷۵۵۲	۱/۲۳۶۱۱۸۳۹		

آٹھ حاصل ہوئے تو یہ زوج کا حصہ ہوا اور یہ آٹھ کی تقسیم زوج کے وارثوں پر بھی مستقیم ہے اس میں سے زوجہ کے دسہم اور اس کے باپ کے چارہم اور اس کی ماں کے دسہم اور میت ثانی کے مسئلہ سے جدہ کا ایک سہم تھا اس کو تین میں ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور میت ثانی کی اولاد کے پانچ سہم تھے ان کو تین میں ضرب کیا ۱۵ حاصل ہوئے ان میں سے ہر سہم کا حصہ چھ ہوا اور بیٹی کا تین تو ۳۲ کی تقسیم صحیح ہو گئی کذا فی الطحاوی والشریفی مطلقاً والا لیکن مینما موافقہ بل مباہنہ ضربت کل الثانی فی کل الاول بحصل مخرج المستلین اور اگر میت ثانی کے سہم میں اور اس کے مسئلہ میں نفقہ نہ ہو بلکہ مباہنت ہو تو ضرب کرے گا تو جمع تصحیح ثانی کو تمام تصحیح اول میں حاصل ہوگا دونوں مسئلوں کا مخرج یعنی علی تقدیر الموافقة وفق تصحیح ثانی کی ضرب سے اور علی تقدیر المباہنہ کل تصحیح ثانی کی ضرب سے تصحیح اول میں موافقت اور مباہنت کے دونوں مسئلوں کا مخرج حاصل ہوگا مباہنت کی مثال صورت مذکورہ میں وہ جدہ ہے جو زوج اور دو بھائیوں کو چھوڑ کر مر گئی اور اس کے ہاتھ میں نو سہم ہیں چھ سہم سے اس نے اپنی بیٹی سے جو کہ میت اول ہے پائے اور تین سہم اپنی ناتن سے جو میت ثالث ہے پائے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور مسئلہ جدہ کی تصحیح چار سے ہے اس واسطے کہ زوج کا حصہ نصف ہے تو اصل مسئلہ ہر دوسرے اس کا نصف زوج کو دیا یعنی ایک دوسرے تو باقی رہا ایک وہ دو بھائیوں پر قسمت نہیں ہو سکتا مباہنت کی وجہ سے تو بھائیوں کے رؤس کو اصل مسئلہ میں یعنی دو میں ضرب کیا حاصل ہوئے چار اس میں سے زوج کے دسہم اور ہر بھائی کا ایک سہم اور جدہ کے ہاتھ میں نو سہم ہیں اور نو میں اور چار میں مباہنت ہے تو تصحیح ثانی یعنی چار کو تصحیح اول یعنی ۳۲ میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۱۲۸ تو جس کا حصہ ۳۲ میں تھا وہ حصہ چار میں یعنی مسئلہ جدہ میں ضرب کیا جائے گا اور جس کا حصہ چار میں ہے وہ جدہ کی مانی الید یعنی نو میں ضرب کیا جائے گا سو میت ثانی جو زوج ہے میت اول کا اس کی دوسری زوجہ کا حصہ دو تھا ۳۲ سے اس کو چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب اس کا یہ حصہ ہوا اور میت ثانی کی ماں کا حصہ بھی دو تھا اس کو بھی چار میں ضرب کیا آٹھ ہوئے یہ اس کی ماں کا حصہ ٹھہرا اور میت ثانی کے والد کے سہم چار تھے جب ان کو چار میں ضرب کیا سولہ حاصل ہوئے یہ والد کا حصہ ہوا اور میت ثالث یعنی میت اول کی بنت کے دونوں فرزندوں کا حصہ چھ تھا ۳۲ سے چار میں ضرب کیا چوبیس حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر ایک فرزند کا اور میت ثالث کی بنت کا حصہ تین تھا اس کو چار میں ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے یہ اس کا حصہ ہوا اور میت رابع یعنی جدہ مذکورہ کے زوج کا حصہ دسہم تھے چار سے جب تک ضرب کیا جدہ کے مانی الید یعنی نو سے تو آٹھ بارہ حاصل ہوئے یہ اس کا حصہ ہوا اور ہر جدہ کے ہر بھائی کا ایک سہم تھا اس کو بھی نو میں ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو ہر بھائی کا حصہ تو نو سہم کا ہوا کذا فی الشریفی والطحاوی مطلقاً فنضرب سہام وراثۃ المیت الاول فی المضروب اکی فی تصحیح الثانی اصفی وفقہ سو حصول مخرج کے بعد وراثۃ میت اول کے سہم ضرب کرے تو مضروب میں یعنی تصحیح ثانی میں مباہنت کی تقدیر پر یا تصحیح ثانی کے وفق میں موافقت کی تقدیر پر سہم کے ضرب کرنے سے اس مضروب میں ہر ایک کا حصہ حاصل ہوگا مبلغ مذکور سے چنانچہ ہر ایک کا حصہ جدا بطریق ضرب مذکور کے مفصل مذکور ہو گیا مثلاً سابقہ میں و سہام وراثۃ المیت الثانی فی کل مانی یدہ او فی وقفہ من التصحیح الاول اور میت ثانی کے وارثوں کے سہم کو ضرب کرے میت ثانی کے تمام مدنی الید میں علی تقدیر المباہنت یا تصحیح اول کے وفق میں ضرب کرے علی تقدیر الموافقة تو ہر وارث کا حصہ ضرب مذکور سے حاصل ہوگا کما فصلت سابقاً اکانہ من مین یرث من المیتین ضربت نصیبہ من الاول فی الثانی او وقفہ ونصیبہ من الثانی فی الثانی الی المیت الثانی او وفقہ اور اگر وارثوں میں وہ وارث ہو جو دونوں میت سے میراث پاتا ہے تو اس کے حصے کو اول سے ضرب کرے تو ثانی میں اگر مباہنت ہو یا اس کے وفق میں اگر موافقت ہو اور ضرب کرے تو اس کے حصے کو ثانی سے میت ثانی کی مانی الید میں اگر مباہنت ہو یا اس کے وفق میں اگر موافقت ہو پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا ایک بیٹا چھوڑ کے ایک عورت سے اور تین بیٹیاں چھوڑ کے دوسری عورت سے پھر ایک بیٹی مر گئی دوسری بیٹی اور ایک سوتیلی بھائی چھوڑ کر تو پہلا مسئلہ پانچ سے

اور دوسرا تین سے اور میت ثانی کے ہاتھ میں ایک ہے اور ایک میں اور تین میں مہانت ہے تو تین کو پانچ میں ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے تو ہر اس کا اول سے ایک سہم ہے اس کو مسئلہ ثانیہ میں ضرب کیا یعنی تین میں تو تین ہی حاصل ہوئے اور دوسری بہنوں کے دو سہم تھے ان کو ایک میں ضرب کیا دوسری حاصل ہوئے اور بھائی کا ایک سہم تھا اس کو ایک میں ضرب کیا ایک ہی حاصل ہوا اور دوسری صورت کی یہ مثال ہے کہ ایک شخص مر گیا زوجہ اور بیٹی اور باپ کو چھوڑ کر پھر بیٹی مر گئی اپنی ماں اور دادا کو چھوڑ کر اور اس کی ماں اور دادا میت اول کے بھی وارث ہیں تو میت اول کی نصیب ۲۴ سے ہے اس واسطے کہ مشن ملا ہے سدس سے تو باپ سدس کا وارث ہوگا فرض کی راہ سے اور باقی کا وارث ہوگا حصہ ہونے کی وجہ سے تو بیٹی کے بارہ سہم اور زوجہ کے تین سہم اور باپ کے نو سہم پھر جب کہ بیٹی مر گئی اپنی ماں اور دادا کو چھوڑ کر تو اس کا مسئلہ ہوگا تین سے اور اس کے ہاتھ میں بارہ سہم ہیں اور بارہ اور تین میں موافقت بالثبوت ہے تو ایک کو جو نصیب کا وفاق ہے ۲۴ میں ضرب کر تو ۲۴ ہی حاصل ہوں گے تو جس کا حصہ مسئلہ اولیٰ میں ہے وہ اپنا حصہ لے گا ایک میں ضرب کر کے اس واسطے کہ چار وفاق ہے میت ثانی کی مانی الید کا یعنی بارہ کا تو مسئلہ اولیٰ میں درجہ کے تین تھے ان کو ایک میں ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور باپ کے نو تھے ان کو بھی ایک میں ضرب کیا تو نو ہی حاصل ہوئے اور مسئلہ ثانیہ میں ماں کا ایک سہم تھا پھر تین سہم کے اس کو چار میں ضرب کیا چار حاصل ہوئے اور دادا کے دو سہم تھے تین سے ان کو چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ اس کا حصہ ٹھہرا کذا فی الخطاوی ولومات ثالث قبل القسمۃ جعل المبلغ الثانی مقام الاولیٰ و جعل الثالث مقام الثانیۃ فی العمل وکذا کلمات واحد تبقیہ مقام الثانیۃ والمبلغ الذی قبلہ مقام الاولیٰ الی ملا یتنبہ اور اگر وارثوں میں سے تیسرا میت مر گیا قسمت سے پہلے تو مبلغ ثانی مسئلہ اول کے مقام پر ٹھہرایا جائے اور مسئلہ ثالث مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قرار دیا جائے عمل کرنے میں اور اسی طرح جب کہ ایک وارث مرے تو اس کو مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قائم کر اور جو مبلغ کہ اس کے پہلے حاصل ہو چکا ہے اس کو مسئلہ اول کے مقام پر قائم کرتا جا مراتب غیر متناہی تک ہم یعنی ثالث کی موت قبل القسمۃ سے جو مبلغ کہ نصیب مسئلہ اول سے اور ثانیہ سے حاصل ہو ہے وہ بجائے نصیب مسئلہ اولیٰ کے ہوگا اور مسئلہ ثالث جو میت ثالث سے متعلق ہے وہ بجائے نصیب مسئلہ ثانیہ کے ہوگا عمل میں گویا کہ میت اول اور ثانی ایک ہی میت ہو گئی تو میت ثالث میت ثانی ٹھہر گیا پھر اسی طرح میت رابع اور خامس میں الی غیر النہایۃ عمل کرنا چاہیے اس واسطے کہ جب میت اول اور ثانی اور ثالث کی ایک ہی نصیب ہو گئی تینوں مردے ایک ہو گئے تو میت رابع میت ثالث ٹھہر گیا اور اسی طرح جب اموات الرجب کی نصیب ایک ہو گئی چاروں مردے میت رابع ٹھہر گئے تو میت خامس میت ثانی ٹھہرا علیٰ ہذا القیاس الی ملا یتنبہ یہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ تعدد مناسبات کا میراث کے مرتبہ واحد میں ہو یا مراتب متعدد میں ہو عمل میں کچھ فرق نہیں بہر صورت عمل مناسخہ کا یہی طریق ہے جو مذکور ہو چکا کذا فی الفرائض الشریعی مختصر و ہذا علم العمل فلا تغفل اور یہ جو مذکور ہوا علم ہے عمل کرنے کا سو اس میں غفلت نہ کیجیو م شرح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ مناسخہ کرنا آسان نہیں ہے اس میں ہوشیاری اور بیداری لازم ہے اس واسطے کہ یہ دقیق ہے اور مائل کر اور فکر کی اس میں بہت حاجت ہے کذا فی الخطاوی

باب الخارج یہ باب ہے خارج میں مخرج جمع ہے مخرج کی یعنی جائے خروج فرض سترہ اب ان قاعدوں کا بیان شروع ہوا جن کی قسمت فرض میں حاجت ہے اور چونکہ سب فرض کسور ہیں تو ان کے مخرج بھی کسور کے مخرج ہیں اور مخرج ہر کسور منظر کا وہ

۱۷ یعنی دونوں بیٹیوں کا ایک یک سہم ہے اور سپہ بجائے دو کے ہے اس کے دو سہم تھے تو تین میں ضرب کرنے سے اس کے سام چھ ہوئے اور بیٹیوں کے تین تین ۱۷ سے تو بھائی کے دونوں بچہ کے سہم مل کر سات ہوئے اور بیٹیوں کے چار چار تو مل پندرہ ہو گئے ۱۷ کیونکہ ان کے بھائی کی مانی ہے اور دادا حصہ ہے ۱۷ سے تو دادا کا حصہ دونوں بیٹیوں سے سترہ ہوا اور ماں کا سات اور دونوں مل کر ۲۴ ہو گئے ۱۷

اقل عدد ہے جس عدد سے یہ کسر واحد صحیح ہو چنانچہ ربع اربعہ کا اور ثلث ثلثہ کا ایک فرد صحیح ہے مخارج کو صحیح حصص پر مقدم کیا اس واسطے کہ صحیح
مخارج پر موقوف ہے مصنف نے اس باب میں اول مخارج کو ذکر کیا پھر صحیح کو قائل اور تدخل اور تبائن بین العددين کو پھر معرفت حصہ ہر فریق
کو پھر تقسیم ترکہ کو بین الورثۃ والغیر بارہ القروض المذكورۃ فی القرآن نو علی الاول النصف ومخرج کل کسر سیمہ کا ربع من اربعۃ الا النصف
فانہ من اثین فرض سے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں دو قسم ہیں قسم اول نصف ہے اور مخرج ہر کسر کا اس کسر کا ہم نام ہے چنانچہ ربع نکلا ہے اربعہ
سے سوائے نصف کے کہ اس کا مخرج اس کا ہم نام نہیں کیونکہ نصف نکلا ہے اثین سے یعنی دو سے ہم نام سے مراد یہ ہے کہ مخرج اور کسر حروف میں
شریک ہیں اور اسی طرح ہندی زبان میں کسر اور مخرج ہم نام ہیں چنانچہ تثنائی تین سے اور چوتھائی چار سے سوائے آدھے کے کہ وہ ہم نام سے
نہیں ہے کیونکہ اس کا مخرج دو ہے اور معلوم کرنا چاہیے کہ جب مخرج کمتر ہوگا تو فرض اکثر ہوگا اور جب مخرج اکثر ہوگا تو فرض کمتر ہوگا اس واسطے
کہ نصف اکثر ہے ربع سے اور مخرج اس کا اقل ہے ربع کے مخرج سے والربع من اربعۃ والثلث من ثانیۃ والثانی التلث والثلثان
کلاہما من ثلثۃ والسدس من ستۃ اور منجد قسم اول ربع ہے چار سے اور ثمن ثانیہ سے اور دوسری قسم فرض کی ثلث اور ثلثین ہیں وہ
دونوں نکلے ہیں ثلثہ اور سدس ستہ سے م سدس کا ہم نام ستہ کا ہونا اصل کے اعتبار سے ہے اس واسطے کہ ستہ کی اصل سدس ہے دوسرا سین سے
کے ساتھ بدل گیا اور اسی طرح دال سے ہو گئی اور پیلے سے دوسری تے میں بھی ہو گئی تو ستہ ہو گیا علی التضعیف والتضیف فتقول مثلاً ثمن
وضضع وضضع وضضع او فتقول النصف والنصف والنصف ففروض مذکورہ کا دو نواح ہونا باعتبار تضعیف اور تضیف کے ہے تو مثلاً تو یوں کہے
کہ ثمن اور اس کا دو نواح اور اس کے دو نواح کا دو نواح تو یوں کہے کہ نصف اور اس کا آدھا اور آدھے کا آدھا م اس کلام سے مراد یہ ہے کہ ثمن کو جب دو نواح کیجیے
تو ربع حاصل ہوتا ہے اور ربع کو جب دو نواح کیجیے تو نصف حاصل ہوتا ہے اسی طرح سدس کو اگر دو نواح کیجیے تو ثلث ہوتا ہے اور ثلث کو جب دو نواح کیجیے تو ثلثین
ہوتا ہے اور اگر نصف کو نصف کیجیے تو ربع ہوتا ہے اور ربع کو نصف کیجیے تو ثمن ہوتا ہے اور یہی حال ثلثین اور ثلث کی تضیف میں ہے اور
اہل فرائض نے جو فرض ستہ کو دو قسم کیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے ان فرض میں سے اس فرض کو تلاش کیا جو مقدار میں کمتر ہو تو ثمن کو پایا
جس کا مخرج ثانیہ ہے اور ربع اور نصف کو دیکھا کہ ثانیہ سے دونوں بلا کسر نکلتے ہیں تو انہوں نے ان تینوں فرضوں کو ایک قسم ٹھہرایا پھر ثمن
کے بعد اقل فرض کو تلاش کیا تو سدس کو پایا جس کا مخرج ستہ ہے اور ثلث اور ثلثین کو دیکھا کہ اس میں سے بلا کسر نکلتے ہیں تو ان تینوں کو دوسری قسم
قرار دیا کہ ثانیہ یعنی قلت واخر کل ان فتقول الربع والثلث والنصف کل وضضع میں کتابوں اور جمع فرض میں سب عباراتوں سے مختصر تر یہ عبارت
ہے کہ تو یوں کہے کہ ربع اور ثلث اور ہر ایک کا نصف اور ہر ایک کا دو چہم تو اس عبارت میں فرض ستہ جمع ہو گئے نہایت اختصار کے ساتھ اس
واسطے کہ ربع کا نصف ثمن ہے اور ربع کا دو چہم نصف ہے اور ثلث کا نصف سدس ہے اور ثلث کا دو چہم ثلثین ہے فاذا جاد فی المسئۃ من
بذہ الفرض احاد مخرج کل فرد مفروض سیمہ الا النصف کا مخرج جب کہ مسئلہ فرائض میں ان چھ فرضوں سے ایک ایک فرض آئے تو ہر فرد فرض کا مخرج اس
کا ہم نام مفروض سے سوائے نصف کے چنانچہ اس کا بیان گذر گیا یعنی اگر کسی مسئلے میں فقط ربع ہو یا فقط ثمن یا ثلث فقط ہو یا سدس تو اس کا مخرج
فقط اربعہ ہے یا فقط ثانیہ ہے یا فقط ثلثہ ہے یا فقط ستہ و اذا جاد ثمنۃ او ثلثۃ وہما من نوع واحد فکل عدد یکون مخرجاً لجزء فذلک العدداً ایضاً یکون
مخرجاً لضعف وضضع وضضع لضعف لضعف لضعف اور جب کہ کسی مسئلے میں فرض مذکورہ سے دو دو یا تین تین فرض
آجائیں اور جالاکہ وہ ایک ہی قسم سے ہیں تو جو عدد کہ جز کا مخرج ہے سو وہی عدد اس کے دو چہم اور سدس چہم فرض کا مخرج ہے چنانچہ ستہ یعنی چھ سدس کا

۱۲ یعنی ثلثین کا نصف ثلث ہے اور ثلث کا نصف سدس ہے ۱۲

متصور نہیں مگر عبد اللہ بن مسعود کے مذہب پر یا وصایا میں البتہ ہو سکتا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ ابن مسعود کے نزدیک محرم صاحب ہوتا ہے بچہ نقصان چنانچہ میت نے کافر بیٹا اور اپنی زوجہ اور دو سگی بہنوں اور دو خیا فی بہنوں کو چھوڑا تو ابن محرم زوجہ کا صاحب ہو گیا ربح سے من کی طرف اور سہارے مذہب میں یہ تصور نہیں اس واسطے کہ جب زوجہ کا من ہوا تو واجب ہوا کہ صاحب ثلاثین و بیٹیاں ہوں اور صاحب سدس مال ہوگی یا جہ تو اس وقت میں صاحب ثلاث نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ صاحب ثلاث یا مال ہے یا اس کی اولاد اور مال یہاں محبوب ہو چکی ثلاث سے سدس کی طرف اور اس کی اولاد تو جمع ثلاث سے محبوب ہیں تو من کی اختلاف فقط ثلاثین اور سدس کے ساتھ ہوگا نہ ثلاث کے ساتھ اور اختلاف من کا تمام نوع ثانی سے وصایا میں اس طرح ہے کہ وصیت کی من ترکہ کی اور ثلاثین کی اور ثلاث کی اور سدس کی اور وارثوں اس کو جائز رکھا یا وارث معدوم ہیں تو جاری ہوگی وصیت یعنی ۲۴ کو اس کی طرف عول کر کے قسمت کریں گے کذا فی الطحاوی مختصراً کزوجہ و بنتین و ام لترکھا من ضرب الثمانیۃ فی ثلاثہ لما قد من من موافقۃ الستۃ بالنصف مثال اختلاف من کی بعض ثانی سے چنانچہ زوجہ اور دو بیٹیاں اور مال بسبب مرکب ہونے ۲۴ کے آٹھ کی ضرب کرنے سے تین میں اس وجہ سے جو ہم مذکور کر چکے کہ چھ میں توافق بالنصف ہے ہم بیان اس کا یہ ہے کہ اقل جزء ثانی کا مخرج چھ ہے اور اس میں ثلاث اور ثلاثین کا بھی مخرج داخل ہے تو اسی پر اکتفا واجب ہوئی اور چھ میں اور آٹھ میں جو من کا مخرج ہے موافقت بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل میں ضرب کیا یعنی تین کو آٹھ میں یا آٹھ کو تین میں ضرب کیا تو ۲۴ حاصل ہوا ولا یجتمع اکثر من اربعۃ فروض فی مسئلۃ واحدۃ اور ایک مسئلے میں چار فرضوں سے زیادہ جمع نہیں ہوتے ہم اس کلیہ پر یہ اعتراض ہے کہ گاہے پانچ فرض بھی ایک مسئلے میں جمع ہو جاتے ہیں چنانچہ زوج اور مال اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور خیا فی بہن اور گاہے چھ فرض بھی جمع ہو سکتے ہیں چنانچہ اشخاص مذکورین کے ساتھ زوج بھی ہو اس طرح کہ غنۃ مشکل پر ایک مرد نے دعوے کیا کہ یہ میری زوجہ ہے اور ایک عورت نے اس پر دعویٰ کیا کہ وہ میرا زوج ہے اور ہر ایک مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کئے تو ہر مدعی پر غنۃ کا فرض ثابت ہوگا سو اعتراض اول کا جواب یہ ہے کہ اس میں سدس مکرر ہو گیا اور کلام ہے فروض غیر مکررہ میں اور اعتراض ثانی کا یہ جواب ہے کہ وہ نادر امر ہے اور نادر پر حکم نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی ولا یجتمع من اصحاب اکثر من خمسۃ طوائف اور اصحاب فرائض میں سے پانچ گروہوں سے زیادہ اجتماع نہیں ہوتا ولا ینکسر علی اکثر من اربع فرق اور سهام میں چار فرقوں سے زیادہ کسر واقع نہیں ہوتی ہم یہاں تک مخارج کسور کا بیان ہو چکا اب آگے تصحیح مسائل کے قاعدے مذکور ہوتے ہیں فرائض شریعی میں ہے کہ تصحیح مسائل فرائض اس سے عبارت ہے کہ کتر عدد ممکن ہے اس طرح پر سهام لئے جاویں کہ کسی وارث پر کسر واقع نہ ہو یعنی سب وارثوں کے سهام پورے ہوں کسی کا سهام تہائی چوتھائی نہ ہو اور تصحیح مسائل کے واسطے ساتھ قاعدوں کی طرف حاجت ہے ان میں سے تین قاعدے تو ما بین سهام مخارج اور رؤس و رثہ کے ہیں اور چار قاعدے ما بین رؤس اور رؤس کے ہیں سو بین کا پہلا قاعدہ مسے باستقامت ہے وہ یہ ہے کہ سهام ہر فریق کے وارثوں میں سے ان پر منقسم ہو جاویں بدون کسر پڑنے کے تو یہاں ضرب کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ والدین اور دو بیٹیاں وارث ہوں اس واسطے کہ یہاں مسئلہ چھ سے ہے والدین میں سے ہر ایک کا حصہ سدس یعنی ایک ایک اور دو بیٹیوں کے دو ثلاث ہیں یعنی چار ہر بیٹی کے دو سم تو سهام مستقیم ہو گئے رؤس و رثہ پر بلا انکسار دو سم قاعدہ موافقت کا وہ یہ ہے کہ ایک گروہ کا حصہ ٹوٹا ہو لیکن ان کے سهام اور رؤس میں موافقت ہو تو یہاں عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلے میں ضرب کریں گے اگر عول نہ ہو اور اگر عول ہوگا تو اصل عول میں ضرب کریں گے چنانچہ والدین اور دو بیٹیاں یا زوج اور والدین اور چھ بیٹیاں

۱۔ اس لئے کہ من ۲۴ کا ۲۴ ہے اور ثلاث ۱۶ اور سدس ۱۲ کو مل کر ۵۲ ہوتے ۱۲ ف قاعد تصحیح مسائل فرائض سے اور معنی مع کے ہے یعنی مل مع بقیہ منفر

اور تیسرا قاعدہ مہانت کا وہ یہ ہے کہ ایک ہی گروہ کے سهام میں کسر پڑتی ہو لیکن ان کے سهام اور رؤس میں موافقت نہیں بلکہ مہانت ہے تو یہاں تمام عدد رؤس کو اصل مسئلے میں ضرب کریں گے چنانچہ زوج اور جہ اور تین اخیاں بہنیں اور اگر مول ہو اسے تو اصل مسئلے اور مول میں ضرب کریں گے چنانچہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنیں اور باقی چار قاعدے جو باہن رؤس کے ہیں سو ایک قائل ہے اور دوسرا داخل اور تیسرا توافقی اور چوتھا تباہن سو مصنف ان اصول سب سے چھ قاعدوں کو ذکر کرے گا اور استقامت کو اس نے حذف کیا ہے اس واسطے کہ وہ غاکر ہے وقت طلب نہیں اور پچھلے چاروں قاعدے نہیں ہوتے مگر وہاں جن مسائل میں درگزرہ و رثہ پر یا زیادہ پر کسر واقع ہو گا ذائقہ الطحاوی و شری مخلصا و اذا انکسر سهام کل فریق علیکم ضربت عدد ہم فی اصل المسئلة و مولما ان كانت عائلة کا مرآة و اخوین لمرآة الربیع سے لہا ثلثہ لا تستقیم ولا توافق فاضرب اثین فی اربعة فتقع من ثانیۃ اور جب کہ سهام ہر فریق کے وارثوں پر ٹوٹ جائیں تو ان کے عدد رؤس کو اصل مسئلے میں ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اس کے مول میں ضرب کر چنانچہ ایک عورت یعنی زوجہ اور دو بھائی وارث ہوں تو عورت کا حصہ ربع ہے باقی رہے تین وہ دو بھائیوں پر مستقیم نہیں اور یہاں دو اور تین میں توافق کی بھی نسبت نہیں تو دو کو یعنی عدد رؤس کو چار میں یعنی اصل مسئلے میں ضرب کر تو مسئلہ آٹھ سے صحیح ہو گا کہ یہ مثال ہے مسئلہ عائلہ کی اور مسئلہ عائلہ کی یوں مثال ہے کہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنیں وارث ہیں اصل مسئلہ چھ ہے اس کا نصف یعنی تین زوج کا حصہ ہے اور اس کی ثلثیں یعنی چار بہنوں کا حصہ ہے تو مسئلے نے مول کیا سات کی طرف اور یہاں فقط بہنوں کے سهام ان پر مستقیم نہیں اور ان کے سهام اور رؤس یعنی چار اور پانچ میں مہانت ہے تو ہم نے عدد رؤس یعنی پانچ کو اصل مسئلے اور اس کے مول یعنی سات میں ضرب کیا تو ۲۵ حاصل ہوئے سو اسی حاصل سے مسئلہ صحیح ہو گیا اس طرح کہ زوج کے تین سهم تھے ان کو مضروب یعنی پانچ میں ضرب کیا پندرہ ہوئے اور پانچ بہنوں کے چار سهم تھے ان کو بھی پانچ میں ضرب کیا تو ۲۰ ہوئے تو ہر بہن کے چار سهم ہوئے یہ تیسرا قاعدہ ہے منجد بین قاعدوں کے وان وافق نساهم عدد ہم ضربت وفق عدد ہم فی اصل المسئلة و مولما کا مرآة و ست اخوة فلم ثلثہ توافق بالثلث فاضرب اثین فی اربعة فتقع من ثانیۃ ایضا اور اگر وارثوں کے سهام ہیں اور ان کے عدد رؤس میں توافق ہو تو ان کے عدد کے وفق کو اصل مسئلے میں تو ضرب کرے اگر عائلہ نہ ہو اور اگر عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اس کے مول میں ضرب کرے چنانچہ زوجہ اور چھ بھائی وارث ہوں تو بھائیوں کے تین سهم ہیں تو تین میں اور بھائیوں کے عدد رؤس یعنی چھ میں توافق ہے تو دو کو چار میں ضرب کر تو یہ مسئلہ بھی آٹھ سے صحیح ہو گا کہ یہ مثال مسئلہ غیر عائلہ کی مذکور ہوئی اور مسئلہ عائلہ کی یہ مثال ہے کہ زوج اور والدین اور چھ بیٹیاں وارث ہیں تو اصل مسئلہ بارہ سے ہے بسبب اجتماع ربع اور سدس اور ثلثین کے تو زوج کا حصہ ربع ہے یعنی تین سهم والدین کے دو سدس یعنی چار سهم اور چھ بیٹیوں کے دو ثلث یعنی آٹھ سهم تو مسئلے کے مول کیا بارہ سے پندرہ تک اور بیٹیوں کے سهام یعنی آٹھ فقط ان کے عدد رؤس پر یعنی چھ پر منکسر ہیں لیکن عدد سهام اور عدد رؤس میں توافق بال نصف ہے تو ہم نے ان کے رؤس کو نصف کی طرف پھیرا یعنی تین کی طرف پھرتین کو اصل مسئلے اور اس کے مول میں یعنی پندرہ میں ضرب کیا تو ۲۵ حاصل ہوئے تو اب مسئلہ مستقیم ہو گیا اس واسطے کہ زوج کا حصہ اصل مسئلے میں سے تین سهم کا تھا اس کو مضروب یعنی تین میں ضرب کیا تو حاصل ہوئے تو نوسم زوج کے ٹھہرے اور والدین کا حصہ اس میں سے چار سهم کا تھا اس کو اسی مضروب میں یعنی تین میں ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے تو ہر ایک کے چھ سهم ہوئے اور بیٹیوں کا حصہ آٹھ سهم کا تھا اس کو بھی تین میں ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ چار سهم کا ہوا اور اصول ثلثہ سهام اور رؤس کا حاصل بقیۃ پچھلا صفحہ زیادتی میں اور اہل فرائض اصل مع زیادتی کو بھی مول ہی بولتے ہیں مگر ترجمہ اول نے ہر جگہ مول کی جگہ اصل مول لکھا ہے اگر صرف مول لکھا جاتا تو وضع تراویح اور ریح اور حرف کے موافق ہوتا مسئلہ چھ سے ہو کر چھ بیٹیوں کو ملے گے اور چار اور رؤس میں توافق بال نصف ہے تو اس کے نصف پانچ کو چھ میں ضرب کرے ہر ایک کے چھ سهم ہو گئے اور تین کو ریح

تمام یہ ہے کہ اگر سهام ماخوذہ از مخرج وارثوں پر مستقیم ہو گئے تو یہ پللا قاعدہ ہے اور اگر مستقیم نہ ہوئے تو یا ایک گروہ پر منکسر ہوئے یا اکثر پر دوسری شق وصول اربعہ میں مذکور ہے اور اول شق یعنی ایک ہی گروہ پر انکسار ہو وہ دو حال سے خالی نہیں کہ اس گروہ کے سهام میں اور ان کے عدد رؤس میں موافقت ہے یا نہیں اگر موافقت ہے تو وہ دوسرا قاعدہ ہے اور اگر موافقت نہیں بلکہ مبہانت ہے تو وہ تیسرا قاعدہ ہے کذا فی الشریفی

فإذا انکسر سهام فریقین او اکثر و عدد رؤس متماثلہ ضربت احوال اعداد فی اصل المسئلة و عولما بوجوب کہ دو فریق یا زیادہ کے سهام منکسر ہوتے ہیں اور وارثوں کے رؤس متماثل اور برابر ہوں تو اعداد متماثلہ سے ایک عدد کو ضرب کر اصل مسئلے میں اور اس کے عول میں یعنی اگر عول نہ ہو تو اصل مسئلے میں ضرب کر اور اگر مسئلہ عالمہ ہو تو اصل مسئلے میں اس کے عول کے ساتھ ضرب کر ہم یہاں سے اول چار قاعدوں کا ذکر شروع ہوا جو باقی رؤس کے ہیں طحاوی نے کہا کہ سراجیہ اور اس کے شروع میں عول مذکور نہیں مگر ایک فریق کے انکسار پر تو اس سے زیادہ انکسار کی یہ مثال ہے کہ زوجہ اور تین سگی بنیں اور تین اخیانی بنیں وارث ہوں کثلاث بنات و ثلثہ اعمام فتکلف باحد المتماثلین فاضرب ثلثہ فی اصل المسئلة تکن تسعة منہا تفتح چنانچہ اگر تین بیٹیاں اور تین چچا وارث ہوں تو احوال المتماثلین پر اکتفا کر سوتین کو اصل مسئلے میں ضرب کر نو حاصل ہوں گے انھیں سے مسئلہ صحیح ہوگا

اصل مسئلہ تین سے ہے بسبب اجتماع شیشین اور ثلث کے اور تین کے ثلثین یعنی دو بیٹیوں پر مستقیم نہیں اور اس کا ثلث یعنی ایک اعمام پر مستقیم نہیں اور رؤس و درہ متماثل ہیں کیونکہ بنات بھی تین ہیں اور اعمام بھی تین ہیں تو احوال المتماثلین کو اصل مسئلہ میں یعنی تین کو تین میں ضرب کیا نو حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہو گئی بنات کا حصہ دو تھا اس کو تین میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو تینوں بیٹیوں کو دو دو پہونچے اور اعمام کا حصہ ایک تھا اس کو تین میں ضرب کیا تین حاصل ہوئے ایک ایک ہر چچا کو پہونچا بلا انکسار وان انکسر علی ثلث فریق اربع فاطلب المشاركة اولاً بین السهام والاعداد ثم بین الاعداد والاعداد ثم فعلت فی الفریقین فی المداخلة والمخالطة والموافقة والمباينة فاحصل یسے جزر السهم فاضرب فی اصل المسئلة اثار الیه بقوله وان دخل بعض الاعداد فی بعض کاربع زوجات و ثلث جدات و اثنی عشر ما ضربت اکثر الاعداد ولتدخل فی اصل المسئلة و ہوا ثمان عشر تکن مائة و اربعة واربعین منہا تفتح اور اگر سهام منکسر ہوں وارثوں کے تین یا چار گروہ ہوں پر تو مشارکت یعنی نسبت کو طلب کر پہلے باہین سهام اور اعداد رؤس کے پھر نسبت تلاش کر باہین اعداد اور اعداد کے پھر وہ مل کر جو تو نے کیا ہے دونوں فریق کے اندر مداخلت اور مخالطت اور موافقت اور مباہنت میں سو جو عدد کہ حاصل ہو اس کا نام جزر سہم ہے اور اس کو مضروب بھی کہتے ہیں کذا فی الطحاوی سو اس کو ضرب کر اصل مسئلے میں مصنف نے اس مذکور کی طرف اشارہ کیا ہے اپنے اس قول میں اور اگر بعض اعداد بعض میں داخل ہو جائیں چنانچہ چار زوجہ اور تین وادیاں اور بارہ چچا تو اکثر اعداد کو بسبب اس کے تدخل کے اصل میں ضرب کر اور وہ یعنی اصل مسئلہ بارہ ہے تو اس ضرب سے ہم حاصل ہوں گے انھیں سے مسئلہ صحیح ہوگا اصل مسئلہ ہے بارہ سے تین دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنی دو سوان پر مستقیم نہیں اور ان کے سهام اور رؤس میں ہاں ہے تو ان کے تمام رؤس کو یعنی تین کو ہم نے لیا اور چار زوجہ کا حصہ ربع ہے یعنی تین سو اس میں بھی استقامت نہیں اور ان کے سهام اور رؤس میں بھی مباہنت ہے تو ان کے بھی تمام عدد رؤس کو لیا اور باقی یعنی سات چھوں کا حصہ ہے وہ بارہ پر مستقیم نہیں بلکہ دونوں میں تباہن ہے تو ان کے بھی اعداد رؤس کو بالکل لیا پھر رؤس ماخوذہ کے اعداد میں نسبت طلب کی تو تین اور چار کو بارہ میں داخل پایا اور یہی بارہ اعداد رؤس میں اکثر ہے تو اسی بارہ کو اصل مسئلے میں کہ وہ بھی بارہ ہے ضرب کیا ہم حاصل ہوئے اب تقسیم بلا کسر صحیح ہو گئی یہ جو شارح نے کہا کہ تین چار فریق میں دو فریق کے مانند عمل کر سو دو فریق میں تو فقط ماثلت مذکور ہے اور توافق اور تباہن جو سابق میں مذکور ہو چکے سوان کا موضوع تو فریق واحد کا انکسار ہے نہ فریقین کا کذا فی الطحاوی وان وافق بعضها بعضاً کاربع زوجات و خمس عشرة حدة و ثمان عشرة بنات و ثلثہ اعمام ضربت

وفق احدہما اے احدا لاعداد اوسے فی جمع الآخر والخرج فی وفق الثالث ان وفق والانی جمیعہ ثم الرابع کذلک ثم الجمع و یجوز
 وہے مسئلہ مائتہ و ثمانون فی اہل المسئلۃ وہو ہنا اربعۃ و عشرون بحیل اربعۃ الاف و ثلث مائۃ و عشرون منہا نصف اور اگر بعض اعداد رؤس کو
 اعداد سے توافق کی نسبت ہو چنانچہ چار زوجہ اور پذیرہ دادیاں اور امٹارہ بیٹیاں اور چھ چچا تو احدا لاعداد کے وفق کو دوسرے اعداد کے تمام
 تو ضرب کرے اور جو ضرب سے حاصل اور خارج ہو اس کو تیسرے اعداد کے وفق میں ضرب کرے اگر تیسرے میں توافق ہو اور اگر توافق نہ ہو
 بتائے ہو تو اس کے تمام میں ضرب کرے پھر چوتھے میں اسی طرح ضرب کرے یعنی اگر توافق ہو تو اس کے وفق میں بالکل میں ضرب کرے پھر
 کو جو سب سے بزرگ سم ہے اور وہ ہمارے اس مسئلے میں ۱۸۰ ہے اہل مسئلہ میں جو بیال ۲۴ ہے ضرب کرے تو ۴۳۲۰ ہونے ان اعداد سے تقسیم ہلا کہ
 صحیح ہوگی اہل مسئلہ ۲۴ ہے چار زوجہ کا متن ہے یعنی تین وہ ان پر مستقیم نہیں اور عدد سہام اور عدد رؤس میں بتائے ہے تو تمام عدد رؤس
 میں بتائے ہے تو تمام عدد رؤس کو ہم نے یاد رکھا اور امٹارہ بیٹیوں کی دستیاں ہیں یعنی سولہ اور وہ ان پر مستقیم نہیں اور ان کے سہام اور رؤس
 میں توافق بال نصف ہے تو نصف عدد رؤس کو لیا یعنی نو کو اور پذیرہ دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنی چار وہ ان پر مستقیم نہیں اور ان کے سہام اور رؤس
 میں بتائے ہے تو ان کے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا اور چھ چچوں کا حصہ مابقی ہے یعنی ایک وہ ان پر مستقیم نہیں اور اس میں اور ان کے عدد رؤس
 میں بتائے ہے تو ان کے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا تو ہم کو حاصل ہوئے عدد رؤس محفوظ سے چار اور چھ اور نو اور پذیرہ پھر ہم نے اعداد میں توافق کو
 طلب کیا تو چار اور چھ میں موافقت بال نصف پائی سوان دونوں میں سے ایک کو اس کے نصف کی طرف پھیرا اور اس کو دوسرے میں ضرب کیا تو بارہ
 حاصل ہوئے اور بارہ اور نویں توافق بالثلث ہے تو ایک کے ثلث کو دوسرے کے تمام میں ضرب کیا ۳۶ حاصل ہوئے اور ۳۶ یعنی مبلغ ثانی
 اور پذیرہ میں بھی موافقت بالثلث ہے تو پذیرہ کی تہائی یعنی پانچ کو ۳۶ میں ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے پھر اس مبلغ ثالث کو اہل مسئلے میں یعنی ۲۴
 میں ضرب کیا تو ۴۳۲۰ حاصل ہوئے ان سے مسئلہ صحیح ہو گیا اس واسطے کہ زوجات کا حصہ اہل مسئلہ میں تین تھا اس کو مضروب میں یعنی ۱۸۰ میں ضرب
 کیا ۵۴۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ۱۳۵ پونچے اور امٹارہ بیٹیوں کا حصہ سولہ تھا اس کو مضروب مذکور میں ضرب کیا ۲۸۸۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا
 حصہ ۷۲۰ اسم کا ہوا اور پذیرہ دادیوں کا حصہ چار تھا اس کو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک کو ۸ سم ملے اور چھ چچوں کا
 حصہ ایک تھا اس کو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۸۰ حاصل ہوئے ہر چچا کو بھی ملے کذا فی الشرعی وان بتاینت اعداد رؤس من انکم
 عظیم سہام کا مراہین وست جدات و عشربات و سبعة اعمام ضربت احد ہا اے احدا لاعداد فی جمع الثانی والاصل
 فی جمع الثالث والاصل فی جمع الرابع بحیل اربعۃ و عشرون بحیل خمسۃ الاف و ثمانون و عشرون منہا نصف اور اگر اعداد رؤس بتائے ہوں ان کے جن پر ان کے سہام منقسم ہیں
 چنانچہ دو زوجہ اور چھ دادیاں اور دس بیٹیاں اور سات چچا تو ضرب کرے تو احدا لاعداد کو تمام ثانی میں اور حاصل کو ضرب کرے جمیع ثالث میں
 اور اس کے حاصل کو جمیع اعداد رابع میں حاصل ہوگا جزو سہم یعنی مضروب اور وہ بیال ۲۴ ہے بسبب توافق بال نصف ہونے رؤس بنات اور
 جدات کے ان کے سہام سے تو ۷۲۰ کو ضرب کر اہل مسئلے میں اور وہ بیال ۲۴ ہی حاصل ہوں گے پانچ ہزار اور سہم اور انھیں سے مسئلہ مستقیم ہوگا
 اہل مسئلہ ۲۴ سے ہے دو زوجہ کا حصہ تین ہے یعنی تین وہ ان پر مستقیم نہیں اور ان کے رؤس اور سہام میں بتائے ہے تو ہم نے ان کے عدد رؤس
 کو یعنی دو کو یاد رکھا اور چھ دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنی چار وہ ان پر مستقیم نہیں اور ان کے عدد رؤس اور عدد سہام میں موافقت بال نصف ہے
 تو ہم نے ان کے عدد رؤس کے نصف کو یعنی تین کو یاد رکھا اور دس بیٹیوں کا حصہ دوثلث ہے یعنی سولہ وہ ان پر مستقیم نہیں اور ان کے

رؤس اور سام میں موافقت بالنصف ہے تو ہم نے اُن کے نصف عدد رؤس کو یعنی پانچ کو لیا اور سات چھوں کا حصہ باقی ہے یعنی ایک وہ
 نہ پر مستقیم نہیں اور ایک میں اور سات میں مباہنت ہے تو ہم نے اُن کے تمام عدد رؤس کو یعنی سات کو لیا تو ہمارے پاس اعداد ماخوذة
 رؤس سے دو اور تین اور پانچ اور سات حاصل ہوئے اور یہ سب اعداد متبائن ہیں تو ہم نے دو کو تین میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے پھر اس حاصل
 کو پانچ میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے پھر ۳ کو ۲۱۰ میں ضرب کیا ۶۳۰ حاصل ہوئے اسی عدد اخیر کا نام جزء سہم اور مضروب ہے پھر ہم نے اس مبلغ کو
 مل مسئلے یعنی ۲۴ میں ضرب کیا تو مجموعہ ۵۰۴۰ ہوئے انھیں سے مسئلہ صحیح ہو گیا سب فریقوں پر اس واسطے کہ دوز وجہ کا حصہ اصل مسئلہ سے
 بن سہم تھے اس کو مضروب میں یعنی ۲۱۰ میں ضرب کیا ۶۳۰ حاصل ہوئے تو ہر ز وجہ کو ان میں سے ۳۱۵ سہم ملے اور چھ دادیوں کا حصہ چار سہم
 تھا اس کو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۸۴۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک دادی کو ۱۴۰ سہم ملے اور دس بیٹیوں کے سہم سولہ تھے اس کو بھی مضروب
 مذکور میں ضرب کیا ۳۳۶۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کو ۲۳۶ سہم ملے اور سات چھوں کا حصہ ایک تھا اس کو بھی اسی مضروب میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل
 ہوئے تو ہر چھ کو ۳ سہم ملے اور مجموعہ ان حصوں کا ۵۰۴۰ ہے کذا فی الشریعی طحاوی نے کہا جزء سہم یہاں عبارت ہے مبلغ ثالث سے کیونکہ عدد
 اول اور ثانی کی ضرب سے ایک مبلغ حاصل ہوا اور اس مبلغ کے ضرب کرنے سے عدد ثالث میں مبلغ ثانی حاصل ہوا اور مبلغ ثانی کی ضرب سے
 عدد رابع میں مبلغ ثالث ہوا اور یہی مبلغ ثالث جزء سہم ہے اور سہم بنات اور جذبات کا توافق مثال سابق سے ظاہر ہو گیا شارح نے یہ تعیل
 اس واسطے مذکور کی کہ اگر یہ موافقت نہ ہوتی تو عدد مذکور سے تصحیح زیادہ ہو جاتی اب مصنف معرفت تامل اور توافق اور تدخل اور تبائن کا قاعدہ
 مذکور کرتا ہے واذا اردت معرفة التماثل والتوافق والتداخل والتبائن بین العددين ہذہ مقدمة یحتاج الیہا فی تقسیم التركة
 اور جب کہ تو چاہے شناخت تامل اور توافق اور تدخل اور تبائن کے کوئی سے دو عددوں میں شارح نے کہا اس مقدمہ کی طرف حاجت
 پڑتی ہے مگر وہ کی تقسیم میں یعنی اعداد مستحقین پر قسمت کرنا بلا کسر بدول یا در کھنے اس مقدمہ کے نہیں ہو سکتا فتا مل العددين کون
 احدہما مساوی الآخر کثرتہ وثلثتہ سو دو عدد کا تامل ہونا ایک عدد کا برابر دوسرے عدد کے چنانچہ تین اور تین سہم اور ایسے دونوں عددوں
 کو متماثلین کہتے ہیں اور یہاں اس کا اعتبار کرنا ضروری ہے کہ دونوں عدد دو محل میں واقع ہوں چنانچہ رؤس اور سہم میں اور اگر محل کا اعتبار نہ
 کیجے تو تین مطلق میں تعدد نہیں تو متصف بساوات نہ ہوں گے قطعاً کذا فی الشریعی و الطحاوی و تدخل العددين مختلفین باحدہما من
 علی ما ہما یا بان لیس اقلہما الاکثر اسے یعنی او کیوں اکثر العددين منقسم علی الاقل قسمۃ صحیحۃ بلا کسر قسمۃ الستۃ علی ثلثۃ اور تین
 اور عددین مختلفین کا تدخل برابر اس مقام کے متحقق ہوتا ہے احد الامرین سے یا اس طرح پر کہ عدد اقل عدد اکثر کو فنا کر دے اور مثلاً دس
 یا اکثر عدد کمتر عدد پر منقسم ہو جائے بقسمت صحیحہ بدول کسر کے جیسے قسمت ہونا چھ کا تین یا دو پر سہم اقل اکثر کو فنا کر دے یعنی اگر اقل کو اکثر
 سے دو بار یا زیادہ گرا بیٹے تو اکثر سے کچھ باقی نہ رہے چنانچہ تین اور چھ تو اگر تین کو چھ سے دو بار گرائے تو چھ بالکل فانی ہو جائے اور
 اس طرح اگر نو سے تین کو تین بار گرائے تو کچھ باقی نہ رہے تو ایسے عددوں کو اصطلاح میں متداخلین کہتے ہیں برخلاف آٹھ کے کہ دو تین
 کے گرانے سے فانی نہیں ہوتا اور سراجیہ میں تدخل کی تعریف میں دو امر اور زیادہ مذکور کئے ہیں ایک یہ کہ تدخل وہ ہے کہ اگر مثل اقل کو
 یا یا مثال اقل کو زیادہ کیجے تو اکثر کے برابر ہو جائے دوسرے یہ ہے کہ اقل جز ہوا اکثر کا سید شریف نے کہا کہ یہ مذکور میں قبیل اختلاف
 فی العبارة کے ہے و توافق العددين ان لا یعدا سے لایفنی اقلہما الاکثر لکن لیس ہما عدد و ثالث کا ثانیۃ مع العشرین
 یعد ہما اربعۃ فیتوافقان بالربع اور توافق عددین کا یہ ہے کہ کمتر عدد اکثر عدد کو فنا نہ کرے لیکن اقل اور اکثر دونوں کو تیسرے عدد کو فنا کر دے

و بیان نسبت کا عددوں میں

چنانچہ آٹھ بیس کے ساتھ کہ ان دونوں کو چار فٹا کر دیتا ہے تو آٹھ اور چار میں توافق بالربیع ہے م توافق عددین یعنی دو عدد کا موافقت کرنا ایک جز میں یعنی نصف یا ثلث یا ربع وغیرہ میں معلوم کرنا چاہیے کہ قول اصح میں واحد عدد میں داخل نہیں اس واسطے کہ ثبوت ہے کیفیت متالفة عن الواحدات سے اور واحد ایسا نہیں ہے تو مصنف کی تعریف توافق کی صحیح ہے اور اگر عدد کی تعریف یوں کی جائے کہ مراتب عدد میں واقع ہو یا کم ہو کے جواب میں پڑے تو اس میں واحد بھی داخل ہے تو یہاں یوں کہنے کی احتیاج ہوگی کہ توافق العددین وہ ہے کہ اقل اکثر کو فنا نہ کرے ولیکن ان کو عدد ثالث جو واحد کے سوا ہے فنا کرے اس واسطے کہ واحد تو جمیع اعداد کو فنا کرتا ہے اور اصطلاح میں مابین واحد اور کسی شے کے تداخل نہیں بلکہ تبائن ہے کذا فی الشریفی والخطاوی مطلقاً و تباین العددین ان لا یعد العددین مختلفین معاً عدد ثالث اصلاً کالتسعة مع العشرة اور دو عددوں کا تباین اس طرح ہوتا ہے کہ عددین مختلفین کو ساتھ ہی تفسیر اعداد اصلاً فنا نہیں کر دیتا چنانچہ نو دس کے ساتھ م یعنی نو اور دس کو ساتھ ہی کوئی اور عدد دسوائے ایک کے نہیں مٹا دیتا اور واحد علی الاصح عدد نہیں ہے اور جو کچھ تداخل تداخل کی معرفت میں پوشیدگی نہ تھی بلکہ توافق اور تبائن کی معرفت میں البتہ پوشیدگی تھی لہذا مصنف نے اس کی توضیح قول آئندہ سے شروع کی واذا اردت معرفة التوافق والتباین بین العددین المختلفین اسقط الاقل من الاکثر من الجانبین مراراً حتی اذا اتفقا فی درجۃ واحدة اور جب کہ تو ارادہ کرے مابین عددین مختلفین کے توافق اور تبائن کی شناخت کا تو اقل کو اکثر عدد سے چند بار ساقط اور کم کر یا تک گزروں عدد ایک درجہ میں متفق ہو جاویں مثلاً جب کہ دس سے سات کو گرایا باقی رہے تین اور جب کہ تین کو دو بار سات سے گرایا باقی رہا ایک اور جب کہ ایک کو دو بار تین سے گرایا تو بھی ایک ہی باقی رہا تو دس اور سات بسبب اسقاط اقل کے جانبین سے چند بار متفق ہو گئے واحد میں یعنی ایک ہی باقی رہا دونوں عددوں میں سے اسقاط کے درجات میں فالن توافقائی واحد تبایناً ولا وفق سوا اگر بعد اسقاط مذکور کے دونوں عدد متفق ہو جاویں واحد میں تو وہ عدد تبائن ہیں اور دونوں میں وفق نہیں وان توافقائی اثنتین فبالنصف اور اگر عددین مختلفین باہم توافق کریں دو میں تو وہ دونوں عدد متوافقین بالنصف ہیں مثلاً اگر اٹھارہ سے آٹھ کو دو بار ساقط کیجیے تو دو باقی رہیں گے اور جب کہ دو کو تین بار آٹھ سے گرایے تو بھی دو ہی باقی رہیں گے تو یہ دونوں عدد یعنی اٹھارہ اور آٹھ متوافقین بالنصف ہیں کذا فی الشریفی طحاوی نے کہا توافق بالنصف یا توافق بالثلث و نظائر ہما کا مطلب یہ ہے کہ مخرج نصف یا ثلث یا ربع کا ان دونوں کو فنا کر دیتا ہے اور ثلثہ فبالثلث ہکذا الی العشرة و تسعة لکسور المنطقۃ یا عددین ثینین میں باہم متفق ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اسی طرح دس تک اور ان کو کسور منطقہ کہتے ہیں م یعنی اگر عددین دو میں توافق کریں چنانچہ چار اور دس تو وہ متوافقین بالنصف ہیں اور اگر تین میں توافق کریں چنانچہ نو اور بارہ ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اور اگر چار میں توافق کریں چنانچہ آٹھ اور بارہ تو متوافقین بالربیع ہیں اور پانچ کے توافق میں متوافقین بالخمیس ہیں چنانچہ دس اور پندرہ اور چھ میں بالسدس چنانچہ بارہ اور اٹھارہ اور سات میں بال سبع چنانچہ چودہ اور اکیس اور آٹھ میں بالثمان چنانچہ سولہ اور چوبیس اور نو میں بالتسع چنانچہ اٹھارہ اور ستائیس اور دس کے اتفاق میں متوافقین بالعشر ہیں چنانچہ ۲۰ اور ۴۰ اور ان کو کسور منطقہ کہتے ہیں یعنی تعبیر کسر کی بدون اضافت کرنے کے اُس کے مخرج کی طرف ممکن ہے چنانچہ یوں کہنا کہ نصف اور ثلث اور ربع الی آخر لکسور التسعة بخلاف کسر اعم کے کہ اس سے تعبیر کرنا بدون اضافت اُس کے مخرج کے ممکن نہیں چنانچہ یوں کہنا جز من احد عشر یعنی گیارہ کا ایک جز ۱۱ یعنی متوافقین بالنصف وہ ہیں جن کا نصف پورا نکل سکتا ہے بلا کسر اور متوافقین بالثلث وہ کہ ہر واحد کی تنائی بلا کسر نکلتی ہے ۱۲ یعنی مقدار مرکب اکائیوں سے ۱۳ یعنی ہر واحد کا آدھا یا تنائی یا چوتھائی پورا نکل سکتا ہے ۱۴

اُس کو اہم یعنی گونگا کہا باعتبار مجاز کے اس واسطے کہ کسر کا ہونا مسموع نہیں کذا فی الطحاوی اور احد عشر بنجر من احد عشر وکذا ویسے الہم یا عدین نے توافق کیا گیارہ میں تو وہ دونوں عدد گیارہ کے ایک جز میں متوافق ہیں اور اسی طرح بارہ یا تیرہ کا ایک جز اور یہ کسر سے اہم ہے چنانچہ ۱۱۲ اور ۳۳ کو فقط گیارہ فنا کرتا ہے اور گیارہ گیا رہوں جز کا مخرج ہے تو دونوں عدد گیارہ میں متوافق ہیں اور اسی طرح توافق ہونا بارہوں جز میں چنانچہ ۲۴ اور ۳۶ میں اور تیرہوں جز میں چنانچہ ۲۶ اور ۳۹ میں اور اسی طرح اونیسویں جز میں توافق چنانچہ ۳۸ اور ۵۷ میں کذا فی الطحاوی ملخصاً تکتہ خلاصہ مقام یہ ہے کہ واحد کے سوا جو دو عدد ہوں اگر دونوں برابر ہیں تو عددین متماثلین ہیں والا اگر اقل اکثر کو فنا کر دے تو وہ متماثلین ہیں والا اگر دونوں کو تیسرا عدد فنا کر دے تو وہ متوافقین ہیں اور جس کسر کا عدد ثالث مخرج سے دہی کسر ان دونوں عددوں کا وفق ہے اور اگر عدد ثالث ان کو فنا نہ کرے تو وہ بقایین ہیں اور تامل تو ظاہر ہے اور باقی یعنی تداخل اور توافقی اور تبائن پہچانے جلتے ہیں عدد اکثر کی قسمت کرنے سے اقل پر تو اگر قسمت سے کچھ باقی نہ رہے تو وہ متماثلین ہیں اور اگر باقی رہے تو مقسوم علیہ باقی پر قسمت کیا جائے اسی طرح چند بار کیا جائے یہاں تک کہ کچھ باقی نہ رہے تو وہ عددین متوافقین ہیں اور تکتہ خلاصہ مقسوم علیہ وہی دونوں کو فنا کرنے والا ہے یا باقی نہ رہے تو وہ بقایین ہیں کذا فی خلاصۃ الحساب و اذا اردت معرفۃ نصیب کل فریق کالبنات والجدات والاعمام وغیرہم من التصحیح الذی استقام علی کل فاضرب ما کان لہ اے کل فریق من اصل المسئلۃ فیما انما فی جزء السہم الذی ضربتہ فی اصل المسئلۃ یہ مخرج نصیبہ اے ذلک الفرق اور جب کہ تو ارادہ کرے معرفت ہر فریق کے نصیب کی چنانچہ بنات اور جدات اور اعمام وغیرہم کے اس تقسیم سے جو مستقیم ہو چکی ہر فریق پر جو ہر فریق کا حصہ تھا اصل مسئلے سے اُس کو ضرب کر اُس جزء سہم اور مضروب میں جس کو تو نے ضرب کیا ہے اصل مسئلے میں تو اس فریق کا حصہ نکل آوے گا مثلاً تبائن کی مثال مذکور میں جزء سہم اور مضروب ۲۱۰ تھا اور حصہ زوجتین کا تین تھا اصل مسئلے یعنی ۲۴ سے زوجتین کو ضرب کیا ۲۱۰ میں تو ۶۳۰ حاصل ہوئے تو معلوم ہوا کہ ۵۰ کی تقسیم سے زوجتین کا حصہ ۶۳۰ ہے علی ہذا القیاس معرفت نصیب بنات و جدات و اعمام کلم اذا اردت معرفۃ نصیب کل واحد من احاد ذلک الفرق ضربت سہام کل وارث فی جزء السہم المضروب بنجر نصیبہ پھر جب کہ تو ارادہ کرے اس فریق کے ہر ہر واحد کے حصہ کی معرفت کا تو ہر وارث کے سہام کو جزء سہم مضروب میں ضرب کر اُس کا حصہ نکل آوے گا مثلاً مذکور میں تبائن اعداد اور رؤس کے وجہ سے زوجتین کا حصہ اصل مسئلے میں تین سہم کا تھا پھر جب تین کو دو زوجہ پر تقسیم کیا تو ہر ایک کا حصہ ایک اور نصف یعنی ڈیڑھ ہوا سو اُس کو جب کہ مضروب یعنی دو سو دس میں ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے سو یہی حصہ ہے ہر زوجہ کا اور بنات کا نصیب اصل مسئلے سے سولہ سہم کا تھا پھر جب اُس کو عدد رؤس یعنی ۱۰ پر قسمت کیا تو ایک اور تین جنس خارج ہوئے سو اس کو جب کہ اسی مضروب میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہ حصہ ہوا ہر بیٹی کا اور جدات کا حصہ اصل مسئلے سے چار سہم کا تھا پھر جب اس کو چھ داویں پر قسمت کیا تو ایک سہم کی دو تہائیاں حاصل ہوئیں سو اس کو جب کہ مضروب مذکور میں ضرب کیا ۴۰ حاصل ہوئے یہ حصہ کلہا ہر دادی کا اور اعمام کا حصہ اصل مسئلے سے ایک سہم کا تھا پھر جب اس کو سات بچوں پر قسمت کیا تو سبع یعنی ساتواں حصہ حاصل ہوا سو اُس کو جب مضروب مذکور میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر بچا کا والا واضح طریق النبتہ اور ہر وارث کے حصے کی شناخت میں وضع ترتیب کا طریقہ ہے اس واسطے کہ اس طریق میں قسمت اور ضرب کی طرف حاجت نہیں پڑتی برخلاف اور طریقوں کے وہاں تنسب سہام کل فریق من اصل المسئلۃ اے عدد رؤس و حدیم ثم تقطع بثلث النبتہ من المضروب لکل واحد من احاد ذلک الفرق اور وہ یعنی نسبت کا طریقہ یہ ہے کہ اصل مسئلے سے ہر فریق کے سہام کو نسبت کرے تو فقط ان کے عدد رؤس کی طرف

۱۲ چنانچہ صفحہ ۵ میں ان کی تفصیل گذری

پھر اسی نسبت کے مانند دوسرے تو مضروب سے اس فریق کے ہر ایک شخص کو م تو مسئلہ مذکورہ میں جب کہ تو نے سام زوجتین کی نسبت کی ان کے عدد رؤس کی طرف یعنی تین کی دو کی طرف تو مثل اور نصف یعنی ڈیوڑھی نسبت ہوئی اور جب کہ تو نے ہر زوجہ کو مضروب یعنی ۲۱۰ سے اس کی نسبت کے مانند دیا تو ۳۱۵ ہوئے اس واسطے کہ اگر ۲۱۰ کو ڈیوڑھا کیجیے تو ۳۱۵ ہوتے ہیں اور جب کہ سام بنات یعنی سولہ کو ان کے عدد رؤس یعنی دس کی طرف نسبت کیا تو مثل اور تین خمس مثل کی نسبت حاصل ہوئے پھر جب کہ ہر بیٹی کو مثل مضروب اور اس کے تین خمس کے مانند یا تو ہر بیٹی کو ۳۶۴ پر پانچے اور جب کہ سام جدات کو ان کے عدد رؤس کی طرف یعنی چار کو چھ کی طرف نسبت کیا تو واحد کے ثلثین کی نسبت پائی گئی اور جب کہ ہر جدہ کو مضروب کی دو متائیاں دیں تو ہم اکا حصہ ہوا اور جب کہ سام اعمام کو ان کے عدد رؤس کی طرف یعنی ایک کو سات کی طرف نسبت کیا تو سبع یعنی ساتوں حصے کی نسبت پائی تو جب کہ مضروب کا ساتواں حصہ ہر چچا کو دیا تو تیس تیس حاصل ہوئے فائدہ چونکہ موارثت سے مقصود یہ ہے کہ ہر وارث کو اس کا حق دیا جائے تو اس اہتمام کے واسطے علما نے اس کے تین طریقے مذکور کئے ہیں دو طریقے مذکور ہو گئے ایک طریقہ ضرب سام ہر وارث کا اور دوسرا طریقہ نسبت کا جو اظہر اور لو منجس ہے اور تیسرا طریقہ قسمت مضروب کا ہے وہ یہ ہے کہ مضروب کو قسمت کر جس فریق پر تو چاہے پھر خارج قسمت کو اسی فریق مقسوم عظیم پر ضرب کر تو حاصل ضرب ہوگا اس فریق کے ہر واحد کا تو مسئلہ مذکور میں جب کہ تو نے مضروب یعنی ۲۱۰ کو دو زوجہ پر قسمت کیا خارج قسمت ۱۰۵ ہوا پھر جب کہ اس خارج کو دونوں زوجہ کے نصیب میں جو اصل مسئلے میں تھا یعنی تین میں ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے تو یہی حصہ ہوا ہر زوجہ کا اور جب کہ مضروب مذکور کو دس بیٹیوں پر قسمت کیا خارج قسمت ۲۱ ہوا پھر جب اس کو ان کے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنی سولہ میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر بیٹی کا اور جب کہ اسی مضروب کو چھ دادیوں پر قسمت کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے پھر جب کہ ان کو جدات کے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنی چار میں ضرب کیا ۱۴۰ ہوئے یہی حصہ ہے ہر دادی کا اور جب کہ مضروب مذکور کو اعمام سبعہ پر قسمت کیا تو ۳۰ حاصل ہوئے پھر جب کہ اس خارج کو ان کے اصل مسئلہ کے نصیب میں یعنی ایک میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر چچا کا لذلانی الطحاوی واذا اردت قسمة التركة بین الورثة والغرماء یعنی ان کلا واحدہ لا معال تقدم الغرماء على قسمة الموارثت کافی شرح السراجیہ الجیدہ اور جب کہ تو مابین ورثہ اور ارباب دیون کے ترکہ قسمت کرنا چاہے یعنی فقط وارثوں میں یا فقط دائیوں میں نہ ایک ساتھ دونوں میں بسبب مقدم ہونے ارباب دیون کے موارثت کی قسمت پر چنانچہ جید کی شرح سراجیہ میں یہ مطلب مصرح مذکور ہے اور اس کی یہ ہے کہ جب ترکہ پورا پڑا دسے جمیع دیون میں اور کچھ باقی رہا تو ارباب دیون میں اب قسمت کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی وارثوں میں البتہ قسمت ہوگی اور اگر ترکہ دسے دیون میں کافی نہ ہوا تو وارثوں کے لئے کچھ باقی نہ رہا تو مابین ورثہ کے قسمت بھی نہ ہوگی حاشیہ زائد میں ہے بین الطائفتین قسمت ترکہ سے مراد یہ ہے کہ ہر گروہ کے افراد میں بالاختصاص قسمت ہوگی نہ بالاشتراك بین الطائفتین لذلانی الطحاوی

۱۔ یہ تین طریقے مترجم اول نے بموجب بیان کتب الغنائض کے لکھے مگر غابر ہے کہ جس طریقہ کو واضح اور اظہر لکھا ہے وہ دقت سے خالی نہیں اور تیسرا طریقہ بھی دوبار ضرب کا محتاج ہے پس سب سے سہل اور عمدہ طریقہ یہ ہے کہ بعد معلوم کرنے حصہ ہر فریق کے اگر ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا چاہو تو کل حصہ کو عدد اس فریق پر قسمت کر دو حاصل ہر فرد کا حصہ ہوگا مثلاً بموجب بیان گذشتہ زوجتین کے سام ۳۶۰ تھے ان کو دو پر تقسیم کیا ۳۱۵ ہر زوجہ کا حصہ ہوا اور بیٹیوں کے سام کل ۳۶۰ تھے جب ان کو دس پر تقسیم کیا ۳۶ ہر ایک کا حصہ ہوا اور تعجب ہے کہ اہل فہم الغنائض اس طریق کے درپے نہیں ہوئے ۱۲

فان كان بين التركة والتصحیح مماثلت فظا هر سوا كتر كره اور تصحيح میں مماثلت اور برابر ہی ہے تو ظاہر ہے چنانچہ اگر میت نے ماں اور باپ اور چار بیٹیوں کو چھوڑا اور ترکہ چھ دینار ہے تو ہر ایک کو ایک ایک دینار ملے گا اس واسطے کہ ثلث یعنی دو دینار والدین میں مشترک ہے اور ثلثین یعنی چار بنات کا حق ہے تو ترکہ بلا وقت تقسیم ہو گیا اور موافقت ضرورت تمام کل وارث من التصحيح فی الجمع التركة كذا فی نسخ المتن والشرح والموافق للسراجیہ وغیرہ فی وفق التركة وانما يضرب فی جمع التركة عند المباشرة یا ترکہ اور تصحيح میں موافقت ہے تو ضرب کرے تو ہر وارث کے سهام کو تصحيح سے تمام ترکہ میں شارح نے کہا یہی عبارت ہے متن اور شرح مصنف کے نسخوں میں اور سراجیہ وغیرہ کے موافق یوں ہے کہ سهام کو وفق ترکہ میں ضرب کرے اور تمام ترکہ میں تو ضرب کی جاتی ہے فقط مباينت کے وقت ہم سراجیہ وغیرہ کا مطلب چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی میں واضح کر کے چند محل میں مذکور کیا ہے یہ ہے کہ مباينت کا حکم موافقت اور مداخلت میں بھی جاری ہوتا ہے تو ضرب کئے جائے میں ہر وارث کے سهام تصحيح سے جمع ترکہ میں اور موافقت کا دوسرا طریقہ وہ ہے جس کو شارح نے مذکور کیا وہ یہ ہے کہ سهام ہر وارث کے ضرب کئے جائیں ترکہ کے وفق میں پھر حاصل ضرب کی وفق تصحيح پر قسمت ہو تو خارج قسمت نصیب ہوگا اس وارث کا اور مداخلت شریک ہے موافقت کے اس طریقہ میں تو تجھ کو اختیار ہے کہ اگر تو چاہے موافقت اور مداخلت میں تباؤں کا طریقہ اختیار کرے اور چاہے ضرب فی وفق کا طریقہ پسند کرے دونوں کا مال ایک ہے اور مباينت کی صورت کا یہ بیان ہے کہ ایک عورت اپنا زوج اور ماں اور دو سکی بنیں چھوڑ کر مر گئی اور ترکہ ۱۲۵ اشرفیاں ہیں تو اصل مسئلہ چھ سے ہے اور عول کرے گا آٹھ کی طرف تو زوج کا ان میں سے تین ہے اور ماں کا ایک اور بہن کے دو سم اور ترکہ اور تصحيح یعنی آٹھ میں تباؤں ہے پھر تو نے جب چاہا کہ ہر وارث کا حصہ دیا کرے ترکہ سے تو جو نصیب ہے زوج کا تصحيح سے یعنی تین کو تمام ترکہ میں ضرب کر کے پچھتر حاصل ہوں گے پھر اس مبلغ کو تصحيح یعنی آٹھ پر قسمت کر تو نو اشرفیاں اور ایک اشرفی کے تین ثمن خارج بھلا گئے تو یہ حصہ ہے زوج کا اس ترکہ سے اور ماں کے نصیب کو تصحيح سے یعنی ایک کو بھی جمع ترکہ میں ضرب کر ۲۵ حاصل ہوں گے پھر جب ان کو آٹھ پر قسمت کیا تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کا ثمن خارج قسمت ہوا تو یہ حصہ ہے ماں کا ترکہ سے اور بہن کے نصیب یعنی دو کو تمام ترکہ میں ضرب کر ۵۰ حاصل ہوں گے پھر جب ان کو آٹھ پر قسمت کیا چھ اشرفیاں اور ربع اشرفی خارج ہوئی سو یہ حصہ ہے بہن کا ترکہ مذکورہ سے اور اگر اس مسئلہ میں ترکہ ۵۰ اشرفیاں فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحيح میں توافق با نصف ہے اور جب کہ ترکہ ۲۴ اشرفیاں فرض کیجیے تو تصحيح اور ترکہ میں تدخل ہے اور ان دونوں صورتوں میں تجھ کو اختیار ہے چاہے مباينت کی مانند عمل کرے اور چاہے ہر وارث کے نصیب کو وفق ترکہ میں ضرب کرے پھر حاصل کو وفق تصحيح پر قسمت کرے خارج قسمت حصہ ہوگا ہر وارث کا اور اگر ترکہ میں کسر ہو تو اس میں ترکہ بسط کرنے کی حاجت ہوگی تاکہ ترکہ ایک منس ہو جائے اور بسط کا طریقہ یہ ہے کہ صحیح کو مخرج کسر میں ضرب کر لے مثلاً اگر توافق کی صورت میں حصہ زوج کا معدوم کرنا چاہیں تو تصحيح سے ان کے سهام تین ہیں ان کو وفق ترکہ یعنی ۲۵ میں ضرب دیا ۵۰ حاصل ہوئے اس کو وفق تصحيح یعنی چار پر قسمت کیا حاصل اٹھارہ اشرفیاں اور پون اشرفی ہوئی یہی حصہ ہوا زوج کا اور تدخل کی صورت میں اگر تصحيح کم ہوگی جیسے مثال مذکور میں ترکہ ۲۴ ہے اور تصحيح ۸ تو تصحيح کا وفق ہمیشہ ایک ہوگا پس صرف وارث کے سهام کو وفق ترکہ میں ضرب کرنا پڑے گا مثلاً زوج کے سهام تین ہیں دونوں کا حاصل ضرب نو ہو یا یہی حصہ ہے زوج کا اور اگر ترکہ کم ہو اور تصحيح زائد مثلاً مثال مذکور میں ترکہ چار اشرفیاں ہو تو وفق ترکہ کا ایک ہوگا اس میں ضرب کی حاجت نہیں ورنہ کے سهام کو صرف وفق تصحيح پر تقسیم کرنا ہوگا مثلاً زوج کے تین سهام کو دو پر قسمت کریں گے تو ڈیڑھ اشرفی نکلے گی یہی اس کا حصہ ہوگا چار سے ۱۲

اور حاصل پر کسر مذکورہ کو زیادہ کر دے پھر اس عدد کو بھی جس سے مسئلہ صحیح ہو گیا ہے مخرج کسر میں ضرب کرے پھر دونوں حاصل میں ضرب اور قسمت کا وہ گل کرے جو مذکور ہو چکا تو خارج قسمت اس وارث واحد کا حصہ ہوگا سو جب کہ ہم نے مسئلہ مذکورہ میں ۲۵ اشرفیاں اور ثلث اشرفی کا ترکہ فرض کیا تو ۲۵ ثلث کے مخرج یعنی تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۷۵، اس پر تہائی کو زیادہ کیا تو ۷۵، تہائیاں ہوئیں پھر تقسیم یعنی آٹھ کو بھی تین میں ضرب کیا ۲۲ حاصل ہوئے پھر جب نصیب ہر وارث کا آٹھ سے ۷۵ میں ضرب کیا اور حاصل کو ۲۲ پر ضرب کیا تو خارج قسمت حصہ ہوگا اس وارث کا گویا کہ ترکہ ۷۵ کا ہے اور گویا تصحیح ۲۲ کی ہے کذا فی الطحاوی عن الشریفی و فی المعرفۃ نصیب کل فرد اور یہ قاعدہ مذکورہ واسطے دریافت کرنے حصہ ہر فرد وارث کے ہے و لتعمل کذلک فی معرفۃ نصیب کل فریق منہم اور اسی طرح تو عمل کرے وارثوں کے ہر فریق کے حصہ دریافت کرنے میں م یعنی نصیب ہر فریق کو تمام ترکہ میں ضرب کرے تین موثر تہائیاں اور توافقی اور تدخل میں اور حاصل کو تمام تصحیح پر قسمت کرے سو جو خارج ہوگا وہ حصہ ہوگا ہر فریق کا چنانچہ حصہ دو بہنوں کا مسئلہ میں تجھ کو معلوم ہو چکا اور تجھ کو اختیار ہے کہ توافقی اور تدخل میں وہ دوسرا طریقہ کرے جو عنقریب مذکور ہو چکا مصنف نے حصہ ہر فرد کے بیان کو مقدم مذکور کیا ہر فریق کے حصے کے بیان پر اور حالانکہ ترتیب طبعی بالعکس ہے اس واسطے کہ ہر واحد کا حصہ دریافت کرنا مقصود اہم تھا و اما قضاء الدیون فان و فی نہا اور ادائے دیون کی تویہ تفصیل ہے کہ اگر مال متروک پورا پورا ادا کرنے میں تو بہتر اور کیا خوب ہے و ان لم یف و لتقد الغرماء اور اگر نہ پورا پڑا اور اصحاب دیون کے چند لوگ ہیں م یعنی اگر تعدد نہیں بلکہ صاحب دین ایک شخص ہے تو بعد تجمیع اذک الغنیم باقی مال کو دہی لے گا نیز مل مجموع الدیون کا تصحیح لکھیں و نیز مل دین عزیز کسہم وارث و عمل کما مر در صورت عدم ایفا اور تعدد ارباب دیون کے اتارے تو سب دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلے کے اور ہر دائن کے دین کو بمنزلہ سهام وارث کے قرار دے اور وہ عمل کرے تو جو قسمت بین الورثۃ میں عمل کر چکا ضرب اور قسمت سے صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا نو اشرفیوں کا متروک چھوڑ کر اور اس پر دس اشرفیاں ایک شخص کی ادھار ہیں اور پانچ اشرفیاں دوسرے شخص کی ہیں تو دونوں پندرہ دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلہ کے قرار دے اور مابین دیون اور ترکہ کے جو نو اشرفیاں ہیں نظر کر سواگر دونوں میں توافقی ہو چنانچہ یہی صورت ہے کہ دونوں میں توافقی بالثلث ہے سو دس اشرفی والے دین کو و فی ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۳۰ پھر اس حاصل کو تصحیح کے و فی یعنی پانچ پر ضرب کیا خارج قسمت چھ ہوئے سو یہ اس کا حصہ ہوا نو اشرفیوں سے اور جب کہ پانچ اشرفیوں والے دین کو و فی ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے پھر جب پندرہ کو و فی تصحیح یعنی پانچ پر قسمت کیا خارج ہوئے تین یہ پانچ اشرفیوں والے کا حصہ ہے اور اگر اس صورت میں تیرہ اشرفیاں ہوں تو تیرہ اور مجموع دیون یعنی پندرہ میں جو بمنزلہ تصحیح کے ہے تہائیاں ہے تو ہر دائن کے نصیب کو اس تصحیح کے تمام میں کہ امد حاصل کو جمع ترکہ پر قسمت کر سو خارج قسمت حصہ ہوگا ہر دائن کا سو جب کہ دس اشرفیوں والے دین کو تیرہ میں ضرب کیا ایک سو تیس حاصل ہوئے پھر جب کہ اس کو پندرہ پر قسمت کیا تو اٹھارہ اشرفیاں اور ایک اشرفی کی دو تہائیاں خارج ہوئیں یہ دس اشرفیوں والے دائن کا حصہ ہوا اور پانچ اشرفیوں والے دائن کے دین کو بھی تمام ترکہ میں ضرب کیا ۷۵ حاصل ہوئے پھر جب اس مبلغ کو پندرہ پر قسمت کیا چار اشرفیاں اور ایک اشرفی کی تہائی خارج ہوئی یہ حصہ ہوا پانچ اشرفیوں والے دائن کا اور اگر اسی صورت میں پانچ اشرفیوں کا ترکہ فرض کیجئے تو ترکہ اور تصحیح میں توافقی بالخمیس ہوگا باوجودیکہ پانچ اور پندرہ متداخلین بھی ہیں تو دس اشرفیوں والے کے دین کو خمس ترکہ میں یعنی ایک میں ضرب کر دس حاصل ہوں اور اس حاصل کو خمس تصحیح پر یعنی تین پر قسمت کر خارج ہوں گی تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کی ایک تہائی یہ حصہ ہے دس اشرفیوں والے کے

اور پانچ اشرفیوں والے کے دین کو بھی دفن ترکہ میں ضرب کر اور حاصل کو دفن تصحیح یعنی تین پر قسمت کر خارج ہوگا ایک اور دو تہائیاں ایک کی یہ حصہ ہے پانچ اشرفیوں والے کا اور یہ بھی اختیار ہے کہ تباکن اور تدخل اور توافق میں تمام ترکہ میں ضرب کرے اور یہ بھی کہ توافق اور تدخل کی دونوں صورتوں میں دفن کا ان میں اعتبار کرے کذا فی الخطاوی والشریعی ثم شرع فی مسئلۃ التخرج پھر مصنف نے یہاں سے مسئلہ تخرج کا بیان شروع کیا تخرج اصطلاح فرائض میں اس سے عبارت ہے کہ در شہ باہم صلح کر لیں یعنی وارث کے اخراج پر میراث سے بعض اس مال کے جو اس کے حصے سے کمتر ہے اور یہ شرع میں درست ہے محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الفرائض میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اُس کو ذکر کیا ہے اور عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی چار زوجات میں سے ایک زوجہ کو اپنے مرض موت میں طلاق دی پھر وہ عدت میں مر گئی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے زوجہ مذکورہ کو اور تین زوجات کے ساتھ میراث دینے کا حکم کیا تو ان کے وارثوں نے اس عورت سے صلح کر لی اُس کے ربع مثن یعنی آٹھویں حصے کی چوتھائی سے اُس کے نصف پر یعنی ۸۳ ہزار دینار پر اور یہ دلیل ہے تخرج کے جائز ہونے پر ذکرہ اکل الدین اور حالانکہ عبدالرحمن بن عوف نے چار بار اپنا تمام مال اپنی زندگی میں نصفاً نصفاً تقسیم کر دیا تھا اور نصف باقی رکھا تھا اور یہ دلیل ہے اس پر کہ مال حلال کے جمع کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں یعنی بشرط ادائے حقوق و جہ بول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنی نیک مال نیک مرد کے واسطے کیا خوب ہے کذا فی الخطاوی فقال ومن صالح من الورثۃ والغرماء علی شئی معلوم منها طرح اسے طرح سهام من ایصح وجعل کما استوفی نصیبہ سو مصنف نے کہا کہ جو شخص وارثوں اور ارباب دیون میں سے صلح کر لے چیز معین پر ترکہ میں سے تو اُس وارث کے سهام یا اُس دائن کا دین تصحیح سے گرا دیا جاوے گا اور یہ قرار دیا جاوے گا کہ گویا اُس نے اپنا حصہ بھر پایا یعنی مع وجود مصالح بین الورثۃ اولاً مسئلے کی تصحیح کرنا چاہیے پھر اُس کے سهام کو تصحیح سے گرا دیا جائے کذا فی الشریعی طحاوی نے کہا شے معلوم کی قید اس واسطے لگائی تاکہ محمول نکل جائے اس واسطے کہ شے محمول پر صلح صحیح نہیں اگرچہ اُس سے صلح درست ہے ثم قسم الباقی من ایصح والدیون علی سهام من البقی منقسم فتصح منہ زوج وام وعم پھر قسمت کیا جائے باقی تصحیح یا دیون سے ان کے سهام پر جو باقی رہیں وارثوں میں سے تو صحیح ہوں گے سهام باقی سے چنانچہ زوج اور ماں اور بچا وارث رہے تو مسئلہ مع وجود زوج کے حصے سے ہے اور یہ مستقیم ہے وارثوں پر ان میں سے زوج کے سهام تین ہیں اور ماں کے دوہم اور چچا کا ایک سہم فصالح الزوج علی مانی ذمتہ من المہر وخرج من بین الورثۃ فاطرح سهام من ایصح وہے ثلثۃ واثم باقی الترتب وہے ماعد المہر بین الام والعم اثلاثا بقدر سهامہا من تصحیح قبل التخرج وحینئذ یون لسان للام وسہم للعم پھر زوج نے صلح کر لی اپنے حصے کی یعنی نصف میراث کی اُس پر جو اس کے ذمے پر مہر زوجہ کا واجب الادا ہے اور وہ خارج ہو گیا وارثوں کے درمیان سے تو زوج کے تین سهام تصحیح سے گرا دے اور باقی ترکہ سوائے مہر کے ماں اور چچا میں تین تہاؤ کر کے بقدر ان کے سهام کے تصحیح قبل از تخرج سے قسمت کر دے اور اس وقت میں دو سہم ماں کے ہوئے اور ایک سہم چچا کا ہو اُم یعنی جو سهام تھے ہر ایک وارث کی تصحیح سے تخرج سے پہلے وہی ہنوز قائم ہیں زوج کے خارج ہو جانے سے سهام باقی ورثہ میں کچھ فرق اور تغیر واقع نہیں ہوا ولا یجوز ان یجعل الزوج کان لم یکن لکلا ینقلب فرض الام من ثلث اصل المال لکلا لیکن اگر کل ترکہ میں ضرب کرے تو کل تصحیح یعنی محمد بن دینار پر قسمت ہوگی اور دفن کی صورت میں تصحیح کا بھی دفن لینا ہوگا ۱۲ سہ یعنی ایک مثن چار زوجہ کا تھا تو ایک کا حصہ ربع مثن تھا ۱۲ سہ اور جس چیز پر اس نے صلح کی ہو اس کو ترکہ سے خارج کر دینا چاہیے ۱۲ سہ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میراث پر کچھ ہے اور کوئی مین چیز بیان کی اور دوسرے نے اس دعویٰ محمول کے عوض مثلاً دس روپے دے کر صلح کر لی تو دست ہوگا ۱۱

اے ثلث الباقی اور یہ جائز نہیں کہ زوج کو یوں قرار دیجیے کہ گویا کہ موجود ہی نہ تھا تا کہ ماں کا فرض اہل مال کی تنائی سے باقی مال کی تنائی کی طرف بدل نہ جاوے۔ اصل مال چھ سہم تھے اس کی تنائی دوسم ہیں اور اگر زوج کو نابود فرض کیجیے تو اس کا نصف حصہ ساقط ہو کر تین سہم باقی رہیں گے اس کی تنائی ایک سہم ہے لہذا حیثیت یوں للام سہم وللعلم سہمان و بخلاف الاجماع قالہ السید وغیرہ قلت و هذا هو الصواب ولقد غلط فی قسمہ ہذا المسئلۃ صاحب المختار وصاحب الجمع البحرین وغیرہما علی ما عندہ من النسخ فانما قسمتا الباقی للام سہم وللعلم سہمان وقد علمت انہ خلاف الاجماع اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی باقی مال کی قسمت میں ماں کا ایک سہم ہو گا اور چچا کے دوسم اور وہ مخالف اجماع کے ہے ایسا کہ سید شریف وغیرہ شارحین سراجیہ نے میں کتاہوں اور یہی قول یعنی زوج کو نابود نہ فرض کرنا حق اور ٹھیک ہے اور البتہ اس مسئلہ کی قسمت کرنے میں صاحب مختار اور صاحب مجمع البحرین وغیرہما غلط کہ گئے ہیں بوجہ ان کتابوں کے نسخوں کے جو میرے پاس موجود ہیں اس واسطے کہ ان دونوں مصنفوں نے باقی مال کو یعنی تین سہم کو نہ چھ کو قسمت کیا ہے ماں کا ایک سہم اور چچا کے دوسم اور البتہ کچھ کو سید شریف وغیرہ کے نقل کلام سے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ خلاف اجماع کے ہے۔ م اور یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ اس کا حق مختلف ہوتا ہو اس کے ادخال اور اس کے فرض عدم سے اور جس کا حال اس طرح مختلف نہ ہوتا ہو چنانچہ اگر بجائے چچا کے باپ ہو تو اس کے دخول کا اعتبار کرنا لازم نہیں اس واسطے کہ ماں کا ایک سہم اور باپ کے دوسم ہیں دونوں تقدیر میں اور اگر یوں فرض کیجیے کہ چچا نے صلح کر لی کچھ ترکہ پر تو بھی مسئلہ چھ سے ہو گا پھر جب کہ چچا کا حصہ یعنی ایک سہم گرا دیا باقی رہے پانچ سہم تین سہم زوج کے اور دوسم ماں کے تو باقی مال پانچ حصے کیا جاوے گا زوج اور ماں میں تو تین خمس زوج کے اور دوسم ماں کے اور اگر یوں فرض کیجیے کہ ماں کے حصے پر صلح واقع ہوئی اور وہ خارج ہو گئی میراث سے تو بھی مسئلہ چھ سے ہو گا پھر جب کہ ماں کے دوسم ساقط کر دئے چار باقی رہے تو باقی ترکہ چار حصے ہو گا اس میں سے تین زوج کے اور ایک چچا کا لہذا فی المطاوعی قال العلامة قطب الدین محمد بن سلطان فی شرحہ للکنز وقولہ فاجعلہ کان لم یکن فیہ نظر تم ذکر نحو ما مر فتمت بر علامہ قطب الدین محمد بن سلطان نے شرح کنز میں کہا اور ماتن کا یہ قول کہ زوج کو یوں قرار دے کہ وہ گویا کہ نہ تھا اس قول میں اعتراض ہے پھر شارح مذکور نے ویسا بیان کیا جیسا کہ تحریر ہو چکا سو اس کو تامل کر لے قال مولفہ العبد الفقیر العاجز الحقیر محمد علاء الدین بن ایشخ علی المحضۃ الخنفۃ العباسی الامام جامع بنی امیہ ثم المفتح بشت المیۃ قد فرغت من تالیفہ فی اواخر شہر المحرم الحرام ۱۱۸۰ھ احدی و سبعین و الف ہجریۃ علی صاحبہما افضل الصلوٰۃ والسلام اس شرح کا جامع بندہ محتاج ضعیف ناچیز یعنی محمد علاء الدین ابن شیخ علی حصن کا رہنے والا حنفی مذہب عباسی نسب بنی امیہ کی جامع مسجد کا امام پھر دمشق محفوظ کا مفتی کتا ہے کہ میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوا پچھلی تاریخوں شہر محرم الحرام سن ایک ہزار اکھتر ہجری میں ہجرت والے رسول پر جو جو بہتر درود اور سلام قاموس میں ہے کہ حصن کئی ایک مواضع کا نام ہے شاید کہ شارح ان میں سے کسی موضع کی طرف منسوب ہے امام اور مفتی میں احتمال ہے کہ شارح کی صفت ہو یا اس کے والد کی اور یہی ظاہر ہے قد بالغت فی تلخیصہ و تحریرہ و تنقیحہ اللہ سے مترجم اول نے عبارت مختصر کردی یوں چاہیے کہ اگر زوج کو نابود فرض کریں اور وارث ماں اور چچا ہوں تو اس صورت میں ماں کو ایک تنائی ہوگی اور باقی چچا کے کا یعنی دوسم تو ماں کو ہر کی تنائی نہ ملی بلکہ باقی مال کی ملی یعنی ایسا ہوا کہ گویا مسئلہ چھ سے کر کے حصہ زوج ساقط کیا اور باقی کی تنائی ماں کو دنی ۱۲ صواب یہ ہے کہ مترجم اول زوج کو نابود فرض کر لے میں لکھتا ۱۲ ص ۱۱ مترجم اول نے شروع کتاب میں مطاوعی کا سے نقل کیا ہے کہ شارح رہنے والا حصکف یا حصن کیفا کا ہے تو یہاں شاید لکھنے کی ضرورت نہیں اور عاشر شامی میں بھی لکھا ہے کہ شارح رہنے والا حصن کیفا کا ہے اور نسبت اس کی طرف قیاس حسن ہے اور کبھی حصکف لفتح حدیثہ صمد کہتے ہیں اور حصن کیفا ایک شہر نر پر مدیان جزیرہ ماں مراد مراد فاروقین کے ہے ۱۲

بہتہ میں نے اس شرح کی تلخیص اور تحریر اور تیقح میں بہت مبالغہ کیا ہے مگر تلخیص سے مراد اختصار ہے قاموس میں ہے کہ تلخیص عبارت ہے تبیین اور شرح سے شیخ الاسلام نے شرح رسالہ قشیریہ میں کہا کہ ایجاز اور اختصار بمعنی واحد ہیں یعنی اقلال لفظ مع توسیع المعنی اقلال بلا اخلال یا اقلال مبالغی یا رد الکثیر لکے اقلیل وقیل غیر ذلک قاموس میں ہے کہ تحریر کتاب عبارت ہے اُس کے تقویم سے اور تحریر رقبہ عبارت ہے اس کے اعتاق سے اور تیقح شعر عبارت ہے اُس کی تہذیب سے کذا فی اللطفاوی مختصر علامہ نسوی نے شرح ایشاہ میں کہا تحریر کلام عبارت ہے بیان بالکنا یہ سے اور تقریر کلام عبارت ہے بیان بالعبارۃ سے ایسا کہا ہے علامہ تفتازانی نے شرح تلخیص جامع میں مگر شرح تلخیص مفتاح میں علامہ مذکور نے کہا ہے کہ بعض ائمہ لغت نے کہا کہ تحریر کلام عبارت ہے تہذیب کلام سے انتہی فی الواقع شارح نے نقل عبارات کتب فقہیہ میں نہایت اختصار اور کمال تحریر اور غایت تیقح کی ہے جو شخص کہ کتب منقولہا کی طرف رجوع کرے وہ اس کا یقین لادے اور شارح کے کمال کا محقق ہو دیر یا کو کوزے میں کرنا شارح کا کام تھا جزا اللہ

ثم الجزار وتبع المصنف في تغييره لموضع كثيرة من قلمه وتصحيحه ونبت عليها بالبا وعلی موضع سوء وخطار وبالجملة فالسلامة من هذا الخطر مریع علی البشر فسر الله علی من ستر وغفر لمن غفر اور میں نے پروردی کی ہے مصنف کی متن کے مواضع کثیرہ کے بدل ڈالنے میں اور اس کی تصحیح میں اور میں نے اس پر اکثر مواضع میں آگاہ کر دیا ہے اور بعض مواضع میں مصنف کے سوء اور خطا پر خبردار کر دیا ہے الحاصل اگرچہ تلخیص اور تحریر میں میں نے عرق ریزی کی ہے پر سلامت رہنا اس تصنیف اور تالیف خطرناک کے سوء اور خطا سے وہ اکثر جو عزیز الوجود اور نادر الوقوع ہے آدمی پر سو حق تعالیٰ پردہ پوشی کرے اس کی جو غیر کی پردہ پوشی کرے اور بختے اس کو جو اوروں کی خطا معاف کرے مگر یہ انسان اگرچہ کامل الوجود ہو اور علوم اور معارف میں امام ہو لیکن سوء اور نسیان سے معصوم نہیں اس لئے

کہ نسیان آدمیت کا شعار ہے فان اول الناس اول ناس سے وان تجد عیبا فسد الخلالا ۛ حل من لافیه عیب وعللا ۛ اور اگر پاؤں سے تو عیب کو توخل کو بند کر لینے ظاہر نہ کر بزرگ اور بلند مرتبہ ہے وہ ذات پاک جس میں عیب اور زوال نہیں مگر یعنی اگر اکابر کے کلام میں کچھ سوء اور وہم کو تو پاؤں سے تو عیب گوئی اور سخن چینی مت کر اس واسطے کہ تمام بنی آدم سوائے حضرت معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نقصان سے منزہ نہیں اور جو بالکل عیوب اور نقائص سے مقدس ہے وہ خالق اکبر ہے حل وعللا کیف لا وقد بیغته وعلی قلبی من نار السعادر عن البلاد والاولاد والاخوان والاحفاد ما یفتت الاکباد کیونکہ بھول چوک نہ ہو اور بہتہ میں نے درالمنار کو مسودہ سے اور اق سادہ میں صاف کیا اس حالت میں جب کہ میرے دل میں آتش جدائی تھی بلا د اور اولاد اور بھائیوں اور ذاتی پوتوں سے اس قدر کہ کلجوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتی تھی فرم اللہ التفتازانی نے حیث اعتذر واجاد حیث قال نظی سے یوما یخذی ویوما یعقیق ۛ وبالغذیب یوما ویوما بالخلیصا ۛ سورحمت کرے اللہ تعالیٰ ملا سعد الدین تفتازانی پر جہاں انہوں نے دیا چہ مختصر معانی کی شرح میں ہجوم غموم اور مشقت اسفار کا عذر بیان کیا ہے اور خوب کہا ہے نظم میں کہ ایک دن جذوی میں اور ایک دن عقیق میں اور کسی دن عذیب میں اور کسی دن خلیصا میں مگر جذوی اور عقیق اور عذیب اور خلیصا مواضع اور بستیوں کے نام ہیں یعنی جو شخص مبتلا بحوادث اور سرگردان بلا ہو وہ تصنیف کیا کرے اور اگر اس سے کچھ بھول چوک ہو تو صریحا معذور ہے چہ نکہ شارح کا حال مہاجر و وطن میں تفتازانی کے حال کے مانند تھا لہذا ان کے کلام

سے کم کرنا لفظ کا اردو معنی کا دست دینا ۛ کم کرنا الفاظ کا اردو باقی رکھنا معانی کا ۛ جہت کا پھرنا کثر کی طرف ۛ لگے کیونکہ آدمیوں میں کاہل یعنی آدم علیہ السلام اول معبود ہیں ۛ

کو اپنے اعتذار میں نقل کیا اور ان کے واسطے دعا کی غفر اللہ لہما لکن الحمد للہ اولاد آخر اور ظاہر اور باطن فلقدم من ابتدا و تبيين
تجاہ وجہ صاحب الرسالۃ والقدر والنفی و بختہ تجاہ قبر صاحب ہذا المتن الشریف فلعلہ علامۃ القبول عنہم والتشريف لیکن
ستایش اور شکر ہے خدا کو اول اور آخر میں اور ظاہر اور باطن میں سو البتہ اُس نے احسان کیا بسبب ابتدا و تبيين و المختار
کے سامنے ذات پاک صاحب رسالت اور منزلت کے کہ زائد ہے فہم اور بیان سے اور بسبب ختم ہونے اس کتاب کے مقابل
قبر مصنف کے جو صاحب ہے اس متن شریف کا سو شاید کہ یہ علامت ہے اُن کے قبول اور تشریف کی ہم یعنی مدینہ طیبہ میں
مواہرہ روضہ مقدسہ کے نقل مسودہ کی ابتدا ہونا اور غزہ اشہم میں ماتن کی قبر کے سامنے ختم ہونا ظاہر انشائی ہے مقبولیت کی
قال مؤلفہ سے فیا شرفی ان کنت ربی قبلتہ : وان کان کل الناس ردودہ عن حسد : کہا اس کتاب کے مؤلف نے تو اپنے
میری شرف حاضر ہوا اگر تو نے اُسے میرے پرورش کرنے والے قبول کر لیا اس کتاب کو اگرچہ تمام لوگ اُس کو حد سے
رد کریں سے فتقبتلے مع ماتن و اساتذی : و تحشرا جماع المصطفیٰ احمد : سو مقبول کر لیجیو مجھ کو ماتن اور استادوں کے
ساتھ اور ہمارا سب کا حشر کیجیو احمد مصطفیٰ کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم : و اخواننا المسدی لنا الخیر والکما : و والدنا
داع لنا طالب الرشہ : اور الہی حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے مسلمان بھائیوں کا جو ہمیشہ ہمارے لئے دعائے خیر پہنچائے
ہیں اور حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے والد کا جو ہمارا داعی تھا اور طالب تھا ہمارے استقامت دینی کا وحبنا اللہ و نعم
الوکیل ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم نعم المولیٰ و نعم النصیر اور حق تعالیٰ ہمارا کافی ہے اور کیا اچھا کار ساز ہے اور
بچاؤ نہیں خدا کی معصیت سے اور نہ طاقت اُس کی طاعت پر مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور وہ کیا آقا ہے اور کیا اچھا
مددگار : و صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی آلہ وصحبہ وسلم



